روئے خوبت آیتے از لطف بر ما کشف کرد

زاں سبب جز لطف و خوبی نیست در تفسیر ما

دیوان حافظ مترجم اردو

مع

شرح سوانح عمری اردو و فالنامہ خواجہ حافظ شمس الدین شیرازی رحمۃ اللہ

از

خواجہ محمد عباد اللہ اختر بی اے امرتسری

حسب فرمائش

شیخ الٰہی بخش و محمد جلال الدین تاجران کتب

بازار کشمیری لاہور

سوانح عُمری

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

"آں کس کہ گفت قصۂ ما ہم زما شنید"

خواجہ شمس الدین محمد حافظ علیہ الرحمۃ کے حالات زندگی تاریکی میں ہیں مفصل حالات کا پتہ کسی تذکرہ میں نہیں ملتا اور سچ تو یہ ہے کہ حقیقی شعراء کی زندگی ان واقعات سے معرا ہوتی ہے جو دیگر اشخاص کو علمی دنیا میں پیش آتے ہیں اشعار ہی ان کے خیالات کا آئینہ ہیں جو ان سے ذاتی جوہر عرض کرتے ہیں ان کے قلم کے ہر قطرہ سیاہی سے آب حیواں ٹپکتا ہے جس نے کئی سکندر دوراں کے نام دنیا میں زندہ کر دیئے ان کے اپنے حالات کون قلمبند کرتا وہ اپنی نسبت اگر کچھ کہتے تو آپ ہی کہتے شمس الشعراء خواجہ حافظ رحمۃ اللہ علیہ نے آپ بیتی موزوں اور صحیح الفاظ میں بیان کی ہے لسان الغیب پہلے ہی فرما چکے ہیں کہ مصرع

آں کس کہ گفت قصۂ ما ہم زما شنید

اس لیے خواجہ صاحب کی کہانی اُن کی زبانی سنیں۔

شیراز

خواجہ صاحب کا مولد "شیراز" ہے جو فارس میں ایک اسلامی شہر ہے محمد بن القاسم بن عقیل ابن عم حجاج بن یوسف ثقفی نے بسایا تھا عضد الدولہ دیلمی کے عہد میں اس کی رونق اور آبادی بہت بڑھ گئی رکن الدولہ حسن ابن بہویہ دیلمی نے اس جگہ ایک نہر کھدوائی جسے اب تک "نہر رکن آباد" کہتے ہیں خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اکثر اس نہر کا ذکر اشعار میں کرتے ہیں۔

بدہ ساقی مے باقی کہ در جنت نخواہی یافت ✣ کنار آب رکنا باد و گلگشت مصلیٰ را

التماس

شرح اور ترجمہ دیوان حافظ رحمۃ اللہ علیہ پہلے شائع ہوا تو ہاتھوں ہاتھ بک گیا
خواجہ محمد عباد اللہ اختر بی اے نے ہماری فوری فرمائش پر شرح و ترجمہ قلم
برداشتہ لکھا تھا اس قبولیت اور شائقین کی قدردانی سے خواجہ صاحب بہت
متاثر ہوئے اور وعدہ کیا کہ اگلے اڈیشن میں حق ترجمہ و شرح ادا کیا جائیگا چنانچہ یہ وعدہ پورا
ہوا بقدر تین سو صفحات بہ نسبت سابقہ اڈیشن موجودہ شرح کے ضخامت بڑھ گئی ہی مگر قیمت
نسبتاً کم ہے تجارتی اغراض پر شائقین کا فائدہ مقدم ملحوظ خاطر رہا ہے امید ہے
کہ یہ اڈیشن بھی جلد ختم ہوجائیگا اس لئے گذارش ہی کہ شائقین جلدی کریں ورنہ
بھی ممکن ہی کہ بعد میں اس کی قیمت میں بھی اضافہ ہو جائے اور اسپر بھی ہاتھ نہ آئے
جیسا کہ پہلے اڈیشن میں ہوا ہے یہ امر کہ اب ترجمہ و شرح و سوانحعمری میں کیا
اضافہ ہوا ہے کتاب کے مطالعہ سے واضح ہوگا قیمت فی جلد (عہ) محصولڈاک بذمہ خریدار

خواجہ صاحب ممدوح ہماری فرمائش پر مثنوی مولانا رومؒ کا ترجمہ اور شرح لکھ رہے
ہیں دفتر اول مکمل ہو چکا ہے جو چند دنوں تک شائع ہو جائیگا شائقین کو اس کے
متعلق پیش از وقت درخواست خریداری بھیجدینی چاہیئے تاکہ نام نامی درج رجسٹر کیا جاوے

المشتہر شیخ الٰہی بخش و محمد جلال الدین تاجران کتب لاہور

یوں تو ہر ایک قسم کے صاحب علم و فن [illegible] شیراز سے پیدا ہوئے لیکن سیاحوں کا بیان ہے کہ اس جگہ کی آب و ہوا میں شاعری کی تاثیر ہے۔ اور ہر ایک شخص شاعر یا کم از کم سخن فہم ضرور ہوتا ہے شیراز اگر تمام دنیا کے شہروں پر صرف خواجہ شمس الدین محمد حافظ رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ مصلح الدین سعدی رحمۃ اللہ علیہ کی وجہ سے فخر کرے تو بجا ہے شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے تو ایک دنیا کی سیر کی مگر خواجہ حافظ رحمۃ اللہ علیہ کو شیراز اور اس کے دلکش منظروں سے ایسی محبت تھی کہ ایک دم جدا ہونا نہیں چاہتے تھے فرماتے ہیں ؎

نمے دہند اجازت مرا بسیر سفر — نسیم "خاک مصلےٰ" و آب "رکنا باد"

شیراز سے آپ کو عشق تھا اس کی تعریف اکثر اشعار میں لکھتے ہیں ؎

خوشا شیراز وضع بے مثالش — خداوندا نگہدار از زوالش
ز "رکنا باد" ما صد لوحش اللہ — کہ عمر خضر مے بخشد زلالش
میان "جعفر آباد" و "مصلےٰ" — عبیر آمیز مے آید شمالش
بشیراز آی و فیض روح قدسی — بخواہ از مردم صاحب کمالش
کہ نام قند مصری برد آنجا — کہ شیرینان ندادند انفعالش

ایک اور مقام پر فرماتے ہیں اور شیراز کے حسن کی تعریف کرتے ہیں ؎

شیراز معدن لب لعل ست و کان حسن — من جوہری مفلس از آں روشوشم
از بسکہ چشم مست دریں شہر دیدہ ام — حقا کہ مے نمیخورم اکنوں و سرخوشم
شہریست پر کرشمہ و خوباں ز شش جہت — چیزیم نیست ورنہ خریدار ہر ششم

خواجہ صاحب کے دل پر حسن شیراز نے ایسا اثر کیا تھا کہ اگرچہ بوجہ مفلسی ان کی خریداری کی استطاعت نہ رکھتے تھے مگر کسی اور جگہ کا خیال بھی نہ کر سکتے تھے قیاس غالب یہی ہے کہ حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کبھی سفر نہیں کیا ؎

من گرز وطن سفر نگزیدم بعمر خویش — در عشق دیدن تو ہوا خواہ غربتم — روضہ اقدس ۱۲
دورم بصورت از در دولت سرائے دوست — لیکن بجان و دل ز مقیمان حضرتم — مدینہ منورہ ۱۲

مشہور ہے کہ وطن میں انسان کی قدر نہیں ہوتی۔ حافظ رحمۃ اللہ علیہ کو اس کی بھی شکایت ہے ؎

ما آزمودہ ایم دریں شہر بخت خویش — باید بروں کشید ازیں ورطہ رخت خویش

بغداد خلفاء عباسیہ کا پایہ تخت تھا۔ اگرچہ خواجہ صاحب کی پیدائش سے ایک سو پچاس سال پیشتر اس کی رونق خاک میں مل چکی تھی اور ہلاکو خاں نے اس کی علمی خزانہ کو دجلہ میں غرق کر دیا تھا مگر اس گئے گذرے زمانہ میں بھی علم و فضل کا مرکز تھا۔ خواجہ صاحب اہل شیراز سے تنگ آ کر کبھی کبھی بغداد کا خیال کرتے ہیں ؎

نمے دہند اجازت مرا بسیر سفر — [illegible]

رہ نبردیم بمقصود خود اندر شیراز — خرم آں روز کہ حافظ رہ بغداد کند

وطن میں تکلیف اور مصیبت برداشت کی اہل شیراز سے ناراض ہو کر فرماتے ہیں ؎

سخندانی و خوشخوانی نمے ورزند در شیراز
بیا حافظ کہ ما خود را بملک دیگر اندازیم

عطیہ جناب [illegible] مختار [illegible] مرحوم [illegible]

آب و ہوا پارس جو مانع سفر تھی بے قدری کے ایام میں بری معلوم ہوتی ہے ؎

آب و ہوائے پارس عجب سفلہ پرور است ٭ کو ہمرہی کہ خیمہ ازیں خاک برکنم

مگر کچھ ایسی ہی بات تھی کہ مختصر فاقہ قبول کیا اور شیراز سے باہر نہ گئے ہندوستان کے بادشاہوں نے دعوت دی، مگر وطن کی محبت اس قدر غالب تھی کہ شیراز کو نہ چھوڑا۔

مشہور و معروف مورخ ابوالقاسم فرشتہ محمود شاہ بہمنی کے حالات میں لکھتا ہے کہ خاندان تغلق روبزوال تھا کہ دکن میں علاء الدین حسن بہمنی نے خاندان بہمنیہ کی بنیاد ڈالی اس کا بیٹا محمود شاہ خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ہمعصر تھا۔ علم دوست تھا لوگ اسے "ارسطوئے" کہتے علماء و فضلاء دور دور سے اس کے دربار میں جمع ہوتے اور انعام و اکرام سے فائز المرام ہوکر وطن کو واپس جاتے۔ وزیر اعظم فیض اللہ خود عالم و فاضل شخص تھا اور اہل علم کی قدر کرتا تھا ایران میں بھی بادشاہ اور وزیر کی فیاضی کا چرچا ہوا خواجہ صاحب رح نے بھی دکن کا ارادہ کیا مگر "نسیم روضہ شیراز" نے اجازت نہ دی۔ میر فیض اللہ وزیر اعظم کو بھی معلوم ہوا کہ خواجہ صاحب علیہ الرحمۃ کا ارادہ تو تھا مگر کسی وجہ سے فسخ کردیا زاد راہ روانہ کیا اور کہلا بھیجا کہ اگر اس طرف تشریف ارزانی فرمادیں تو ہم بھی شکر قدوم میمنت لزوم بجا لائیں اور بعد ازاں آپ کو بخیر و سعادت شیراز کی طرف روانہ کردیں۔ خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے میر فیض اللہ کی اشرفیاں کچھ تو لواحقین اور ہمراہیوں میں تقسیم کردیں اور جس وقت لار میں پہنچے ایک مفلس دوست مل گیا جو کچھ باقی بچا تھا اس کے حوالہ کردیا۔ دو سوداگر ہندوستان کی طرف سے آرہے تھے مصارف راہ کے متکفل ہوئے اور خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو "ہرموز" میں لائے اس جگہ محمود شاہ کی طرف سے خواجہ صاحب رح کی سواری کے لئے کشتیاں موجود تھیں ابھی سوار نہ ہوئے تھے کہ باد مخالف کے تھپیڑوں سے دریا میں طوفان برپا ہوگیا اس وقت جو کچھ خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے دل پر گذر رہا تھا ایک غزل میں ظاہر کیا غزل تو میر فیض اللہ کو بھیجدی اور آپ ایک دوست سے ملاقات کا بہانہ کرکے نکلے اور شیراز کا راستہ لیا۔

چنانچہ غزل یہ ہے ؎

دمے با غم بسر بردن جہاں یکسر نمے ارزد ٭ بمے بفروش دلق ما کزیں بہتر نمے ارزد

بکوئے مے فروشانش بجامے بر نمے گیرند ٭ زہے سجادۂ تقوے کہ یک ساغر نمے ارزد

شکوہ تاج سلطانی کہ بیم جاں درو درج ست ٭ کلاہ دلکش است اما بترک سر نمے ارزد

رقیبم سرزنشہا کرد کزیں باب سر برتاب ٭ چہ افتاد ایں سر ما را کہ خاک در نمے ارزد

ترا آں بہ کہ روئے خود ز مشتاقاں بپوشانی ٭ کہ سودائے جہانداری غم لشکر نمے ارزد

بس آساں مے نمود اول غم دریا ببوئے سود ٭ غلط گفتم کہ یک موجش بصد گوہر نمے ارزد

بشو ایں نقش دلتنگی کہ در بازار یکرنگی ٭ بنعمتہائے گوناگوں مے احمر نمے ارزد

دیار دو [illegible] مردم را مقید میکند لیکن ٭ چہ حاجت پارس کایں محنت جہاں یکسر نمے ارزد

برو گنج قناعت جو بہ کنج عافیت بنشیں ٭ کہ یکدم تنگدل بودن بہ بحر و بر نمے ارزد

چو حافظ در قناعت کوش و از دنیائے دوں بگذر

کہ یک جو منت دوناں بصد من زر نمے ارزد

یہ غزل پیر فیض اللہ اور بعدازاں محمود شاہ کے مطالعہ میں آئی بادشاہ نے ملا قاسم مشہدی کے ذریعہ ایک ہزار اشرفی اور ہندوستان کے تحفے خواجہ صاحب کی خدمت میں بھیجے ؎

گفتم صنم پرست مشو باصمد نشیں — گفتا بکوئے عشق ہم ایں و آں کنند

شاخ نبات اور مجاز

خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مذکورہ بالا غزل میں ان اصولوں کو بیان کردیا ہے جو قانع لوگوں کا دستور العمل ہوتا ہے خواجہ صاحب خود بھی قانع تھے اور سفر کی تکالیف کا متحمل ہونا تو کجا یکدم تنگدل ہونا دنیا کی بادشاہت کے برابر نہیں سمجھتے تھے دریا کی ایک موج کو موتیوں کے مساوی خیال نہیں کرتے تھے خود تاج شاہی کو درد سر سمجھتے تھے اور علاوہ ازیں یار اور دیار کی محبت نے مقید کر رکھا تھا اس صورت میں شیراز کس طرح چھوڑ سکتے تھے مگر ایک اور وجہ بھی ہے مولانا روم فرماتے ہیں ؎

گفت معشوقے بعاشق کای فتیٰ — تو بغربت دیدہ بس شہرہا
پس کدامی شہر زانہا خوشتر است — گفت آں شہرے کہ در وے دلبر است

خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو شیراز سے اس لئے بھی دلبستگی تھی کہ مصرع

"شیراز معدن لب لعل ست و کان حسن"

اور آپ نے ضرور کسی "چشم مست" کو اس شہر میں دیکھا تھا کہتے ہیں کہ اس کا نام "شاخ نبات" تھا جو ایک مرقع تھی اور حسن صورت کے ساتھ اپنے فن میں کامل تھی خواجہ حافظ رحمۃ اللہ علیہ کا بھی عالم جوانی تھا دل ہاتھ سے دے بیٹھے فرماتے تھے ؎

فغاں کیں لولیان شوخ شیریں کار شہر آشوب — چناں بردند صبر از دل کہ ترکاں خوان یغما را

شیراز کی تعریف کرتے ہوئے کہتے ہیں ؎

خوشا شیراز و وضع بے مثالش — خداوندا نگہدار از زوالش
صبا زاں لولی شنگول سرمست — چہ داری آگہی چون ست حالش

حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اعتراف کرتے ہیں کہ ایک لولی کو دل دے بیٹھے ہیں ؎

دلم ربودہ لولیٔ ست شور انگیز — دروغ وعدہ و قتال وضع و رنگ آمیز

بلکہ اپنے طالع پر ناز کرتے ہیں کہ اس بے وفائی کے زمانہ میں اس کا عشق آپ کا خریدار ہے ؎

بندہ طالع خویشم کہ دریں قحط وفا — عشق آں لولی سرمست خریدار منست

معلوم ہوتا ہے کہ ابتداء میں شاخ نبات کی عدم توجہ نے حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی محبت کو سخت مشتعل کیا اس عدم توجہ کی وجہ شاید یہ ہو کہ ؎

شاہداں در جلوہ و من شرمسار کیسہ ام — اے فلک ایں شرمساری تا بکے باید کشید

آخر حافظ رحمۃ اللہ علیہ کی دعائے نیم شب اور آہ سحر کا اثر ہوا ؎

عاشق کہ شد کہ یار بحالش نظر نہ کرد — اے خواجہ درد نیست وگرنہ طبیب ہست

لیکن حافظ رحمۃ اللہ علیہ کا عشق نفسانی خواہشات کا جوش نہ تھا ؎

ایں نہ عشق است آنکہ در مردم بود — ایں فساد از خوردن گندم بود (مثنوی)

کچھ شک نہیں کہ جوانی دیوانی مشہور ہے اور ممکن ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کا فضل شامل حال نہ ہوتا تو حافظ علیہ الرحمۃ کا دامن زہد و تقویٰ تر ہو جاتا مگر آپ نے صبر کیا اور اس وقت صبر کیا جب معشوق بالکل ہاتھ میں تھا اپنے دل کو سمجھایا کہ ؎

فردا کہ پیشگاہ حقیقت شود پدید — شرمندہ رہروے کہ نظر بر مجاز کرد

اس صبر کا یہ نتیجہ ہوا کہ خود فرماتے ہیں ؎

این ہمہ قند و شکر کز سخنم می ریزد — اجر صبریست کزان شاخ نباتم دادند

حافظ رحمۃ اللہ علیہ کا قلم فی الحقیقت شاخ نبات ہے لیکن لطف کچھ اور ہی ہے ؎

حافظا چہ طرفہ شاخ نباتیست کلک تو — کش میوہ دلپذیر تر از شہد و شکر است

؎

گفتند شعر من ز بہشت شکر رسست — زان غیرت شکر زدہ و کعب الغزال شد
باد ادب نشسته اگر حب نبات گفتہ — تا کش بسر نہ من کر آب زلال شد
ہر کس کہ کور زاد مادر بصر خویش — کے مشتری دلبر ما صاحب جمال شد

کیا اچھا لکھا ہے ؎

کلک حافظ شکرین میوہ نباتیست بچین — کہ درین باغ نبینی ثمرے بہتر ازین

ان واقعات نے جو خواجہ حافظ رحمۃ اللہ علیہ کو نوجوانی میں پیش آئے آپ کی شاعری اور آئندہ زندگی پر بڑا اثر کیا۔ خواجہ صاحب حافظ رحمۃ اللہ علیہ حافظ قرآن تھے اور اسی رعایت سے حافظ تخلص کرتے ہیں۔ فرماتے ہیں ؎

حافظا در کنج فقر و خلوت شبہائے تار — تا بود وردت دعا و درس قرآن غم مخور

ایک اور مقام پر فرماتے ہیں ؎

صبح خیزی و سلامت طلبی چون حافظ — ہر چہ کردم ہمہ از دولت قرآن کردم

اور اس شعر سے بڑھ کر اور کیا شہادت ہوگی ؎

ندیدم خوشتر از شعر تو حافظ — بقرآنے کہ اندر سینہ داری

؎

اے چنگ فرو بردہ بخون دل حافظ — فکرت مگر از عزت قرآن و خدا نیست

گو عشق مجازی نے زہد و تقویٰ کے ساتھ حقیقت کا انکشاف بھی کر دیا اگر یہ نہ ہوتا تو خواجہ حافظ رحمۃ اللہ علیہ زیادہ سے زیادہ ایک زاہد خشک ہوتے اور درس و تدریس میں عمر بسر کرتے اور گمنامی کی حالت میں دنیا سے گذر جاتے اس عشق نے مردہ دل کو زندہ کر دیا اور کچھ شک نہیں کہ ؎

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق — ثبت است بر جریدہ عالم دوام ما

عشق — حکماء کے کئی ایک فرقے ہیں جن میں سے دہری طبیعی اور الٰہی مشہور ہیں اسلام سے پیشتر مصر و یونان و ہندوستان وغیرہ ممالک میں ان کی تعلیم کا رواج رہا ہے اور فی زمانہ بھی مہذب ممالک میں کسی قدر رد و تبدل کے بعد یہی عقائد رائج ہیں ان لوگوں نے علم حقائق کا ذریعہ

عقل انسانی کو سمجھا ہے ان میں سے دہری تو بالکل صانع عالم کے منکر ہیں اور طبیعی اور الٰہی صانع کا اقرار تو کرتے ہیں مگر ان کا خدا ان صفات سے معرا ہے جو بروئے تعلیم اسلام اللہ تعالےٰ کی ذات کی نسبت بیان کی جاتی ہیں ہندوستان کے حکما حلول و اتحاد کے قائل رہے ہیں اور اس لئے ہندوؤں میں دیوتاؤں اور اوتاروں کی پرستش عام ہے توحید کی تعلیم جیسا کہ اسلام نے دی وہ دیگر مذاہب سے بہت مختلف ہے مگر اس سے انکار نہیں ہو سکتا کہ ہر ایک مذہب خواہ وہ دہری کیوں نہ ہو۔ "وجود" کا قائل ہے تفرقہ صرف اختلاف عقول کے باعث پڑا۔ "استدلال" جس کا سرچشمہ عقل ہے ایک ذریعہ معرفت حقائق اشیاء ہے اگرچہ حکماء کے نزدیک صرف یہی ایک ذریعہ ہے مگر صوفیہ کرام قائل نہیں مولانا روم فرماتے ہیں ؎

پائے استدلالیاں چوبیں بود ✦ پائے چوبیں سخت بے تمکیں بود

صاحب گلشن راز لکھتے ہیں ؎

زہے ناداں کہ او خورشید تاباں ✦ بنور شمع جوید در بیاباں
تو جہل خویش را دانش شمردی ✦ بنادانی درین پندار مُردی

چار و ناچار تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ عقل انسانی بذریعہ استدلال موجودات کی حقیقت کا علم حاصل نہیں کر سکتی اور اس لئے معرفت کا بہترین وسیلہ نہیں ہے ورنہ یہ اختلاف جو حکماء کی تعلیم و عقاید میں موجود ہے۔ اور آج تک رفع نہیں ہوا کبھی نہ ہوتا الحق ؎

جنگ ہفتاد و دو ملت ہمہ را عذر بنہ ✦ چوں ندیدند حقیقت رہ افسانہ زدند

صوفیائے کرام کے نزدیک "وجدان" معرفت کا حقیقی ذریعہ ہے جو ابتدا میں ریاضت اور مجاہدہ سے حاصل ہوتی ہے اس سے تزکیہ نفس اور صفائی قلب ہوتی ہے اور بعد ازاں اس آئینہ میں نور حقیقت کا جلوہ ہوتا ہے جس کے مشاہدہ سے عین الیقین کے مرتبہ پر انسان پہنچ سکتا ہے صوفیائے کرام "عقل" کو معرفت الٰہی میں معطل نہیں سمجھتے ان کا عقیدہ ہے کہ دیدہ عقل میں وجدانی نور کی ضرورت ہے ورنہ عقل بے بصر کی شہادت ناقابل اعتبار ہے اس صورت میں استدلال صرف قیاسات عقلی پر مبنی ہوتا ہے اور بصورت دیگر مشاہدہ کے بعد استدلال یقینی امور کی بنا پر کیا جاتا ہے دونوں میں بہت فرق ہے اول الذکر میں غلطی کا احتمال ہر وقت موجود ہے موخر الذکر میں بہت کم ہے اور اسی لئے صوفیائے شہودی کا مرتبہ استدلالیوں سے بڑھا ہوا ہے شہودیوں کی شہادت چشم دید ہے اور استدلالیوں کی قیاسات عقلی سے اخذ کی گئی ہے

مصرع

ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا

صوفیائے شہودی عالم کو حق کا غیر اور حق کو عالم کا غیر سمجھتے ہیں۔ مگر "ہمہ از وست" کے قائل ہیں۔
صوفیائے محققین کا یہ عقیدہ ہے کہ ریاضت اور مجاہدہ معرفت وجدانی کے ابتدائی مراحل ہیں۔ "ذکر" اور "فکر" سے حقیقی معرفت وجدانی حاصل ہوتی ہے ذکر اور فکر کو عشق کہتے ہیں ذکر تو معشوق حقیقی کی یاد ہے جو اٹھتے بیٹھتے اور پہلوؤں پر غرض ہر وقت اور ہر حال میں رہتی ہے اور فکر اس کا خیال ہے۔ جو ہر وقت اور ہر حال میں لگا رہتا ہے۔ فکر کی تعریف صاحب گلشن راز "رفتن از باطل سوئے حق" کرتے ہیں اور یہ سوائے ذکر اور فکر یعنے عشق کے ناممکن ہے عشق کی جامع و مانع تعریف غالباً یہی ہے کہ "عشق اپنے اصل کی طرف توجہ تام کا نام ہے" اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ موجودات جس کو وہ باطل سمجھتا تھا اب

"حق" جانتا ہے یعنے جو کچھ موجود و مشہود ہے وہی وجود مطلق ہے اور تمام موجودات ممکنہ اجسام و اعراض
اسی کی مقیدات ہیں جو اس کے عین ہیں اور غیر اعتباری ہیں یعنی "ہمہ اوست"
یہ مذہب کل صوفیائے محققین کا ہے جس کو وحدت الوجود کہتے ہیں نقشبندی مجددی عموماً شہودی
ہوتے ہیں یعنے ہمہ از اوست کے قائل ہیں مگر قادری چشتی سہروردی ہمہ اوست کہتے ہیں چونکہ شیخ احمد
سرہندی ہمہ از اوست کے قائل تھے اس لیئے مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید تقلیداً اس کے قائل ہیں"
تحقیق اسے نہیں کہتے شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی نقشبندی مجددی تھے مگر آپ کا مذہب وحدت
الوجود تھا، ایک دن اپنے مریدوں کو اس کی تعلیم کر رہے تھے ایک شخص نے کہا کہ یہ حضرت مجدد صاحب کی
تعلیم کے خلاف ہے۔ "فرمایا" پیر کا اتباع سلوک و ذکر و فکر میں کرنا چاہیئے مگر معارف اور کشوف میں نہ تو
تقلید ہو سکتی ہے اور نہ کرنی چاہیئے اگر یہی بات ہے کہ میں اپنے پیر کے خلاف تعلیم کرتا ہوں تو خود حضرت مجدد
نے اپنے پیروں کے مخالف تعلیم دی ہے حالانکہ حضرت خواجہ باقی باللہ و خواجہ عبید اللہ احرار وغیرہ اکابر وجودی
ہی تھے اور ہمارے پیر حضرت غوث الاعظم حنبلی تھے اور ہم حنفی ہیں اور خواجہ معین الدین اجمیری شافعی تھے
اور آپ کے مرید خواجہ قطب الدین بختیار کاکی حنفی تھے کچھ [illegible] تقلید کی بھی ایک حد ہے اور اس
کے بعد تحقیق ہے +

خواجہ حافظ رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب وحدت وجود تھا فرماتے ہیں ؎

سحرگاہاں کہ مخمور شبانہ | گرفتم بادہ با چنگ و چغانہ
نہادم عقل را زاد رہ از مے | ز شہر ہستیش کردم روانہ
نگار مے فروشم جلوۂ داد | کہ ایمن گشتم از مکر زمانہ
ز ساقی کماں ابرو شنیدم | کہ اے تیر ملامت را نشانہ
نہ پنداری زاں میاں طرفے مرادا | اگر خود را بہ بینی درمیانہ
برو ایں دام بر جائے دگر نہ | کہ عنقا را بلندست آشیانہ
شراب و مطرب و ساقی ہمہ اوست | خیال آب و گل در رہ بہانہ
کہ بندد طرف او از حسن شاہی | کہ با خود عشق ورزد جاودانہ
بدہ کشتی مے تا خوش برآیم | ازیں دریائے ناپیدا کرانہ
سرا خالیست از بیگانہ نوش | کہ نبود جز تو اے مرد یگانہ

وجود ما معماست حافظ
کہ تحقیقش فسون ست و فسانہ

حافظ رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق کا پایہ بہت بلند ہے اس سوال کا جواب کہ عشقبازی کس کا کام ہے
اس طرح دیتے ہیں کہ ؎

آسماں بار امانت نتوانست کشید | قرعہ فال بنام من دیوانہ زدند

اور اس غزل میں تو اس مسئلہ کے ہر ایک پہلو پر بحث کی ہے ؎

در ازل پرتو حسنت ز تجلی دم زد | عشق پیدا شد و آتش بہمہ عالم زد

جلوۂ کرد رخش دید ملک عشق نداشت ؎ عین آتش شد ازیں غیرت و بر آدم زد ؎
مدعی خواست کہ آید بہ تماشا گہ راز ؎ دست غیب آمد و بر سینہ نامحرم زد ؎

خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنی اصطلاح میں ابلیس کو "مدعی" کہتے ہیں کہ اس کا دعوے تھا کہ میں نار سے اور آدم خاک سے پیدا ہوئے ہیں اور میں اس سے بہتر ہوں اس کے دعوے میں انانیت اور تکبر تھا اس لیئے یہ بھی اس کام کے لایق نہ تھا بعض شعروں میں شیطان کو "رقیب" سے تعبیر کیا ہے کیونکہ آدم کے مقابلہ میں حریف تھا فرماتے ہیں کہ ؎

رقیب در گذرد بیش ازیں مکن نخوت ؎ کہ خاکساران در دوست خاکساران اند ؎

چونکہ ابلیس کو جن بھی کہا گیا ہے اس لیئے حافظ رحمۃ اللہ علیہ اسے "دیو سیرت" رقیب کہتے ہیں ؎

ز رقیب دیو سیرت بخدا ے بینا ہم ؎ مگر آں شہاب ثاقب مددے کند خدا را ؎

اور اس شعر کو صاف صاف لفظوں میں اس طرح بیان کرتے ہیں ؎

دام سخت است مگر یار شود لطف خدا ؎ ورنہ آدم نبرد صرفہ ز شیطان رجیم ؎

بعض اشعار میں اہرمن بھی لکھا ہے ؎

من آں نگین سلیمان بہیچ نستانم ؎ کہ گاہ گاہ برو دست اہرمن باشد ؎

خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ مذکورہ بالا اشعار میں لکھتے ہیں کہ فرشتوں کا بھی یہ کام نہ تھا اور جنات بھی اس کے قابل نہ تھے جن میں سے ابلیس تھا اس کے بعد فرماتے ہیں کہ ؎

عقل میخواست کز اں شعلہ چراغ افروزد ؎ برق غیرت بدرخشید و جہاں برہم زد
جان علوی ہوس چاہ زنخدان تو داشت ؎ دست در حلقۂ آں زلف خم اندر خم زد
دیگراں قرعہ قسمت ہمہ بر عیش زدند ؎ دل غمدیدۂ ما بود کہ ہم بر غم زد
نظرے کرد کہ بیند بجہاں صورت خویش ؎ خیمہ در آب و گل مزرع آدم زد
حافظ آں روز طرب نامۂ عشق تو نوشت ؎ کہ قلم بر سر اسباب دل خرم زد

تمام غزل میں خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نے ظاہر کیا ہے کہ سوائے حضرت انسان عشق کے قابل کوئی بھی نہیں اور انسانوں میں سے وہ انسان اس بار امانت کے متحمل ہوتے ہیں جو عیش و عشرت کے دلدادہ نہیں بلکہ تمام اسباب راحت و آرام کو برباد کرتے ہیں؛

خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مایۂ "استدلال" یعنے عقل کی تعریف بھی موزوں اور مناسب الفاظ میں کی ہے ؎

خرد ہر چند نقد کائنات است ؎ چہ سنجد پیش عشق کیمیا کار

"حافظ رحمۃ اللہ علیہ کا مرشد" ابتداء میں خواجہ صاحب رحمۃ اللہ نے صرف زہد و تقوے کے ذریعہ معرفت الہی کا حصول ممکن سمجھا اور مدت تک مجاہدہ اور ریاضت میں مشغول رہے مگر کچھ کام نہ بنا آخر معلوم ہوا کہ بغیر رہبر کامل منزل مقصود پر پہنچنا سخت مشکل ہے فرماتے ہیں ؎

بکوئے عشق منہ بے دلیل راہ قدم ؎ کہ من بخویش نمودم صد اہتمام و نشد

مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ خواجہ صاحب کی ولایت کے قائل ہیں "نفحات الانس" میں اولیاء اللہ کا

ذکر ہے حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا تذکرہ بھی لکھا ہے کہ حافظ صاحب لسان الغیب اور ترجمان الاسرار ہیں۔ اکثر اسرار غیبی اور معانی حقیقت کو لباس صورت پہنایا اور مجاز میں ظاہر کیا اگرچہ یہ معلوم نہیں ہوا کہ آپ کا مرشد کون تھا لیکن چونکہ آپ کا کلام صوفیائے کرام کے مشرب پر اس طرح واقعہ ہوا ہے کہ اس سے بہتر کسی نے آج تک کچھ نہیں لکھا ایک نقشبندی بزرگ فرمایا کرتے تھے کہ دیوان حافظ سے بہتر کوئی دیوان نہیں ہے؛

بقول مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ کے مرشد کا نام معلوم نہیں ہوا عبد القادر بدایونی اولیاء عہد اکبر شاہ کے ضمن میں شیخ نظام الدین انبیٹھی والہ کا ذکر کرتا ہے کہ ایک روز بوقت شام حضرت مسجد میں کچھ تصوف کے حقایق بیان فرماتے تھے اور اسی تقریب میں خواجہ حافظ رحمۃ اللہ علیہ کے کئی شعر پڑھے حسین خان کے ایک مصاحب نے پوچھا کہ خواجہ حافظ رحمۃ اللہ کس کے مرید تھے آپ نے فرمایا کہ خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کے مرید تھے؛

ملفوظات شاہ عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ محدث دہلوی میں مذکور ہے کہ ایک روز شاہ صاحب نے حافظ رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت فرمایا کہ اکثر فوائد سلوک شعر میں بیان کرتا ہے اور عالم و متقی تھا اور شراب نہیں پیتا تھا اور مرید شاہ بیرنگ نامی کا تھا جس وقت امیر تیمور نے شیراز فتح کیا اور شاہ منصور مارا گیا؛ تو تمام ایران شہر کو اپنے ساتھ بخارا میں لے گیا اس وقت حضرت نقشبند قید حیات میں تھے۔ حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے ان کی ملاقات ثابت اور مشہور ہے؛ لیکن استفادہ کی نسبت معلوم نہیں؛ اگر حافظ صاحب خواجہ نقشبند کے مرید ہوتے تو مولانا جامی جو اسی سلسلہ کے ایک بزرگ ہیں ضرور اسکا تذکرہ کرتے معلوم ہوتا ہے کہ خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ ان کے مرید نہ تھے مگر اس میں شک نہیں کہ انکا مرشد ضرور کوئی صاحب کمال بزرگ تھا۔ حافظ صاحب خود لکھتے ہیں کہ بغیر مرشد کامل اس پُرخطر راستہ میں قدم رکھنے کی جرأت نہیں کرنی چاہیئے؛ ؎

قطع این مرحلہ بے ہمراہی خضر مکن + ظلمات ست بترس از خطر گمراہی

اور ایک مقام پر فرماتے ہیں ؎

پا بنہ در خود کہ مقصد گم کنی + پا منہ پائے اندریں رہ بے دلیل

صرف یہی نہیں بلکہ مرشد کی خدمت میں حاضر رہنا چاہیئے؛ ؎

شبان وادی ایمن گہے رسد بمراد + کہ چند سال بجاں خدمت شعیب کند

اور مرشد کامل جو کچھ فرمائے اس کی تعمیل بغیر چون و چرا کرنی چاہیئے خواہ اس کا حکم بظاہر خلاف شرع معلوم ہو ؎

بمے سجادہ رنگین کن گرت پیر مغاں گوید + کہ سالک بے خبر نبود ز راہ و رسم منزلہا

مولانا روم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کیا اچھی نصیحت کرتے ہیں ؎

قال را بگذار مرد حال شو + پیش مرد کاملے پامال شو

خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی اس طرح ارشاد فرماتے ہیں ؎

گر در سرت ہوائے وصال ست حافظا + باید کہ خاک درگہ اہل بصر شوی

الغرض خواجہ صاحب مدتوں اپنے مرشد کی خدمت میں رہے فرماتے ہیں ؎

کیمیائیست عجب بندگی پیر مغاں — خاک رہ گشتم و چندیں درجاتم دادند

منزل فنا فی الرسول

شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے بالکل سچ کہا ہے کہ ؎

خلاف پیغمبر کسے راہ گزید — کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید

محال ست سعدی کہ راہ صفا — تواں رفت جز در پے مصطفےٰ

حافظ رحمۃ اللہ علیہ نے بھی رسول کریم کی متابعت کی، آنحضرت سے آپ کو عشق تھا اکثر نعتیہ اشعار لکھے جو آب زر سے لکھنے کے قابل ہیں ؎

ستارۂ بدرخشید و ماہ مجلس شد — دل رمیدہ ما را انیس و مونس شد

نگار من کہ بمکتب نہ رفت و خط ننوشت — بغمزہ مسئلہ آموز صد مدرس شد

آخری شعر کی خوبی اور لطف با مذاق طبیعتیں ہی معلوم کر سکتی ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُمی تھے کسی مکتب میں داخل نہیں ہوئے اور نہ لکھنا پڑھنا سیکھا مگر مصرع

بغمزہ مسئلہ آموز صد مدرس شد

اگرچہ اس شعر میں بھی رسول کریم کی تعریف انہی معنوں میں کی گئی ہے کہ ؎

یتیمے کہ ناکردہ قرآں درست — کتب خانۂ چند ملت بشست

مگر ؎

نگار من کہ بمکتب نہ رفت و خط ننوشت — بغمزہ مسئلہ آموز صد مدرس شد

اس میں کچھ اور ہی کیفیت ہے

ایک اور غزل میں حبیب خدا صلے اللہ علیہ والہ وسلم کی خوبیوں اور خُلق جمیلہ اور لطف و رحمت کا ذکر کرکے تمام انبیا پر آپ کی فضیلت نہائیت موزون لفظوں میں ظاہر کرتا ہے:

آں سیہ چردہ کہ شیرینی عالم با اوست — چشم میگوں لب خندہ دل خرم با اوست

سیہ چردہ کا اشارہ حدیث۔ "اخی صبیح و انا ملیح" کی طرف ہے "اگرچہ دلبر من ہچو یوسف است صبیح ولیکن از سر تا تا دہ لب ملیح" آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تمام انبیا پر فضیلت ہے اور سچ تو یہ ہے کہ مصرع

آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

حافظ صاحب رحہ نے اس مضمون کو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین اور سرور عالم ہیں۔ نہائیت عمدہ پیرایہ میں ادا کیا ہے: ؎

گرچہ شیریں دہناں بادشہانند ولے — او سلیمان زمان ست کہ خاتم با اوست

اکثر اشعار میں "خاتم" کی رعائیت اور دنیاوی جاہ و حشمت کے لحاظ سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سلیمان سے تعبیر کیا ہے ورنہ حافظ رحمۃ اللہ علیہ کا تو عقیدہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسم اعظم کی برکت سے ہر ایک مومن اہرمن کے شر سے امن میں ہے:

سزد گر خاتم لعلش زنم لاف سلیمانی — چو اسم اعظم باشد چہ باک از اہرمن دارم

معنہ وہ خاتم سلیمانی اس مہر نبوت کے مقابلہ میں کیا حقیقت رکھتی ہے جبیر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

کا اسم مبارک کندہ ہے ؎

من آں نگین سلیماں بہ ہیچ نستانم | کہ گاہ گاہ بر دوست اہرمن باشد

اس شعر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حسن صورت وحسن سیرت کا کمال کس خوبی سے ظاہر کیا ہے ؎

روئے خوبست وکمال ہنر و دامن پاک | لاجرم ہمت پاکاں دو عالم با اوست

اس شعر پر اگر عاشقان حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم وجد کریں تو بجا ہے ؎

خال مشکیں کہ بر آں عارض گندم گون ست | سر آں دانہ کہ شد رہزن آدم با اوست

دلبرم عزم سفر کرد خدا را یاراں | چہ کنم با دل مجروح کہ مرہم با اوست

با کہ ایں نکتہ تواں گفت کہ آں سنگین دل | کشت مارا و دم عیسئے مریم با اوست

کچھ شک نہیں کہ حافظ رحمۃ اللہ علیہ جو معتقد اور عاشق رسول کریم تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مکرم کی عنایت بنہایت تھی ؎

حافظ از معتقدان ست گرامی دارش | زانکہ بخشایش بس روح مکرم با اوست

بعض حضرات کا خیال ہے کہ صرف لا الٰہ الا اللہ نجات کے لیئے کافی ہے اور نعوذ باللہ محمد رسول اللہ ضروری نہیں اللہ تعالےٰ کی رحمت وسیع ہے جسے چاہے بخشدے اس سے تو کوئی بحث نہیں لیکن سچ تو یہ ہے کہ ؎

ہر کس کہ ندارد بجہاں مہر تو در دل | حقا کہ بود طاعت او ضائع و باطل

جب تک سالک اپنی ہستی کو رسول اللہ کی ہستی میں فنا نہیں کریگا بقا باللہ حاصل نہیں کر سکتا ؎

گشتیم جہاں را کہ بہ بینیم و ندیدیم | ہمچوں تو کسے زیبا ز شکل و شمائل

اس میں کچھ شک نہیں کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہ ذات بابرکات مجمع جمیع کمالات صوری اور معنوی ہے اور آپ کا نظیر گذشتہ اور آئیندہ زمانہ میں تلاش کرنا بے فائدہ ہے ایسا بشر نہ پیدا ہوا اور نہ ہوگا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہاشمی مطلبی تھے اور اپنی قوم کے سردار تھے میر قبائل کیا اچھا لفظ حافظ رح نے استعمال کیا ہے ؎

اے زاہد خود بیں بدر میکدہ بگذر | آں دلبر من بیں کہ بود میر قبائل

حافظ برو بندگی پیر مغاں کن | بر دامن او دست زن و از ہمہ بگسل

حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ تمام پیغمبروں کو "شیریں دہناں" اور "خوباں" وغیرہ سے تعبیر کرتے ہیں حبیب خدا کو خسرو خوباں کہنا بہت موزوں ہے۔ کس اشتیاق سے التجا ہے ؎

اے خسرو خوباں نظرے سوئے گدا کن | رحمے بمن سوختۂ بے سروپا کن

در دل درویش تمنائے نگاہے ہے۔ | زاں چشم سیہ مست بیک غمزہ روا کن

معجزہ شق القمر کا اشارہ کس خوبی سے کرتے ہیں ؎

گر لاف زند ماہ کہ ماند بجمالت | بنمائے رخ خویش و مہ انگشت نما کن

ایک اور غزل میں جو مرصع ہے حافظ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

اے قبائے بادشاہی راست بر بالائے تو + زینت تاج و نگین از گوہر والائے تو
آفتاب فتح را ہر دم طلوعے میدہد   از کلاہ خسروی رخسار مہ سیمائے تو
جلوہ گاہ طائر اقبال گردد ہر کجا   سایہ انداز د ہمائے چتر گردوں سائے تو
از رسوم شرع و حکمت با ہزاراں اختلاف   نکتہ ہرگز نشد فوت از دل دانائے تو

آخری شعر میں قرآن شریف کا مکمل شریعت ہونا ظاہر کیا ایک بات بھی تو ایسی نہیں جو بیان نہیں کی گئی، ایک نکتہ بھی تو ایسا نہیں جو دل دانائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فوت ہو گیا ہو، اگرچہ شرع و حکمت کے مضامین وسیع اور مختلف قسم کے ہیں قرآن شریف کی فصاحت اور بلاغت کا ذکر کرتے ہیں کہ ؎

آب حیوانش ز منقار بلاغت میچکد   طوطئ خوش لہجہ یعنے کلک شکر خائے تو

کچھ شک نہیں کہ ؎

گرچہ خورشید فلک چشم و چراغ عالم است   روشنائی بخش چشم اوست خاک پائے تو
آنچہ اسکندر طلب کرد و ندادش روزگار   جرعہ بود از زلال جام جاں افزائے تو

خدا جانے وہ کیا ارمان اور کیا حسرتیں اور کیا آرزو اور تمنا ہے جس کو حافظ رحمۃ اللہ علیہ نے ایک شعر میں بیان کر دیا ہے ؎

عرض حاجت در حریم حرمتت محتاج نیست   راز کس مخفی نماند بر فروغ رائے تو

بے شک ؎

جام جہاں نماست ضمیر منیر دوست   اظہار احتیاج خود آنجا چہ حاجت است
ارباب حاجتیم و زبان سوال نیست   در حضرت کریم تمنا چہ حاجت است

شفاعت کے مضمون کو کس خوبی سے ادا کیا ہے ؎

خسروا پیرانہ سر حافظ جوانی مے کند   بر امید عفو جاں بخش گنہ فرسائے تو

؎

فردائے روز حشر کہ عرض خلائق است   باشد دراں میان بمن افتد نگاہ تو

ایک اور لاجواب غزل نعت حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں اس طرح کہی ہے ؎

اے در رخ تو پیدا انوار پادشاہی   در فکرت تو پنہاں صد حکمت الٰہی
کلک تو بارک اللہ در ملک و دیں کشادہ   صد چشمہ آب حیواں از قطرۂ سیاہی
بر اہرمن نتابد انوار اسم اعظم   ملک آن تست و خاتم فرما ہر آنچہ خواہی

وہ کیسا احمق اور نادان ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا منکر ہے ؎

در حشمت سلیماں ہر کس کہ شک نماید   بر عقل و دانش او خندند مرغ و ماہی

وہ کلام جو آنحضرت کے منہ سے نکلتا تھا وحی الٰہی تھی اس کا اللہ تعالے خود حافظ ہے اور اس کی تاثیر سے انکار نہیں ہو سکتا کسی تلوار نے آج تک وہ کام نہیں کیا جو قرآن شریف کی آیات بیّنات نے کیا ؎

تیغے کہ آسمانش از فیض خود دہد آب   تنہا جہاں بگیرد بے منت سپاہی

بنی اسرائیل میں بھی صاحب شریعت اولوالعزم پیغمبر گذرے ہیں مگر مکمل شریعت اور قابل تائید کا

علم آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حصہ ہے ؎

در دور ماں آدم تا وضع سلطنت ہست　　　　مثل توکس ندیدہ ست ایں عمر راکماہی

نبی اسرائیل میں بھی بادشاہ گذرے ہیں اور انپر کیا موقوف ہے دیگر ممالک اور اقوام میں بھی اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اسلامی بادشاہوں کا نظیر نہیں ملتا؛

باز ارچہ گاہ گاہے برسر نہد کلاہے　　　　مرغان قاف دانند آئین بادشاہی؛

شخصی حکومت توکیا جمہوری اور دستوری حکومت بھی خلفاء کی خوبیوں کو نہیں پہنچ سکتی + آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ظہور پر حق کا ظہور ہوا اور باطل معدوم ہو گیا کفر وشرک کی بیخکنی ہوگئی توحید کا ہر ایک جگہ چرچا ہوا ؎

کلک تو خوش نویسد در شان یار و اغیار　　　　تعویذ جانفزائے افسون عمر کاہی

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاتم النبیین اور پیغمبر آخر الزمان ہیں تمام پیغمبروں کا زمانہ ختم ہو گیا۔ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا زمانہ دنیا کے آخر تک رہے گا:

اے عنصر تو مخلوق از کیمیائے عزت　　　　وے دولت توایمن از صدمت تباہی

جور از فلک نیاید تا تو ملک صفاتی　　　　ظلم از جہاں برافتد زاں توجہاں پناہی

اس قدر مدح وثنا کے بعد کس شوق سے عرض کرتا ہے ؎

دائم دلت بہ بخشد بر اشک شب نشیناں　　　　گر حال ما بپرسی از باد صبحگاہی

عمریست پادشاہا کز می تہیست جامم　　　　اینک ز بندہ دعویٰ و زمحتسب گواہی

جائے کہ برق عصیاں بر آدم صفی زد　　　　مارا چہ گونہ زیبد دعوے بے گناہی

یا ملجأ البرایا یا واہب العطایا　　　　عطفا علی مقل حلت بہ الدواہی

حافظ چو دوست از تو گہ گاہ میبرد نام　　　　رنجش ز بخت منما باز آ بعذرخواہی

خواجہ حافظ رحمۃ اللہ علیہ کے ہر ایک شعر سے جو نعت حبیب خدا میں لکھے ہیں بوئے عشق آتی ہے۔ ہر ایک شعر دل سے نکلا ہوا ہے اور دلوں پر اثر کرتا ہے آنحضرت کے حسن ملیح کی تعریف کرتا ہے ؎

اے پیک پے خجستہ چہ نامی فدیت لک　　　　ہرگز سیاہ چہرہ ندیدم بایں نمک

تمام پیغمبر اور انبیا کو زیبا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ والہ وسلم کے پاؤں چومیں ؎

خوباں سزد کہ بر ورت آیند جملگی　　　　وانگاہ خاک پائے تو بوسند یک بیک

ہم ظاہر از دو چشم تو در دیدہ مردمی　　　　ہم روشن از دو لعل تو در دیدہ مردمک

حضرت یوسف علیہ السلام کو دیکھ کر زنان مصر نے اپنے ہاتھ کاٹے آخر عورتیں تھیں فرشتے حضرت آدم علیہ السلام کو بحکم الٰہی سجدہ کرتے تھے اگرچہ وہ خسرو حسن وخوبی بجائے حضرت آدم علیہ السلام ہوتا نہیں بلکہ اس حسن کا کچھ حصہ حضرت آدم کو ملا ہوتا تو فرشتے عالم محویت میں سجدہ کرنا ہی بھول جاتے ؎

آدم ز حسن روئے تو گر بہرہ داشتے　　　　از دیدنش بسجدہ نپرداختے ملک

صورتگران چین اگر آں چہرہ بنگرند　　　　نقش نگار خانہ چیں را کنند حک

از طرف بام روئے چو ماہ تو ہر شبے　　　　مانند آفتاب ہمے تابد از ملک

خواجہ حافظ رحمۃ اللہ علیہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت میں صادق تھے اور آپ کو وہ مرتبہ حاصل ہوا جسے فنا فی الرسول کہتے ہیں ؎

در دوستی حافظ اگر نیستت یقیں ۔ زر خالص ست و باک نمیدارد از محک

مصرعہ

"خدا گواہ ست کہ ہر جا کہ ہست با اویم"

معیّت باحق اور جبر

فنا فی الشیخ یا فنا فی الرسول یا فنا فی اللہ کے یہ معنے ہیں کہ سالک اپنی ہستی کو شیخ یا رسول یا اللہ کی ہستی میں فنا کر دیتا ہے اور یہ امر سوائے عشق کے سرانجام نہیں ہو سکتا اور اس سے غرض یہ ہے کہ سالک شیخ اور رسول اور اللہ کے اخلاق حاصل کرے۔ تخلقوا باخلاق اللہ کے یہی معنی ہیں۔

شیخ یا رسول کا عشق اصطلاح صوفیائے کرام میں "بت پرستی" کہلاتا ہے بت پرستی کفر ہے مگر بقول خواجہ معین الدین رحمۃ اللہ علیہ اجمیری مصرعہ

"کفرے کہ باسلام رساند عین اسلام است"

سالک کو ایک دفعہ مجبوراً کافر بننا پڑتا ہے امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

خلق مے گوید کہ خسرو بت پرستی میکند ۔ آرے آرے میکند با خلق عالم کار نیست

فی الحقیقت بت پرستی اسی کا نام ہے پتھر پوجنا تو احمقوں کا کام ہے۔ بت یہی ہیں جن میں جلوہ خدائی نظر آتا ہے عشق کا خاصہ ہے کہ عاشق کی تمام قوتوں کو معشوق کی طرف متوجہ کر دیتا ہے عاشق ہر حال میں معشوق کی یاد اور تصور میں مشغول رہتا ہے ابتدائی غم و غصہ اور جوش و خروش کے بعد عاشق کی توجہ معشوق کی طرف ایسی لگی رہتی ہے کہ دنیا و مافیہا فراموش ہو جاتی ہے اس کے بعد اسے اپنے تن بدن کا ہوش نہیں رہتا نہ پوشش کی فکر ہوتی ہے اور نہ خورد و نوش کا خیال ہوتا ہے اس مرحلہ پر عاشق اپنی ہستی کو بتدریج فنا کرتا ہے ؎

در رہ منزل لیلےٰ کہ خطرہاست دراں ۔ شرط اوّل قدم آنست کہ مجنوں باشی

اور آخر وہ وقت آتا ہے کہ اسے اپنی ہستی کا علم بھی نہیں ہوتا ہے اس مرحلہ پر اگر قیس نے "انا لیلےٰ" کہا اور منصور نے "انا الحق" کا نعرہ مارا تو کچھ تعجب نہیں ؎

در آ در وادی ایمن تو ناگاہ ۔ درختے گویدت انی انا اللہ

روا باشد انا الحق از درختے ۔ چرا نبود روا از نیک بختے

سالک فنا فی الشیخ ہو کر شیخ کے رنگ میں ہوتا ہے اور فنا فی الرسول ہو کر رسول کی ہستی اختیار کرتا ہے اس میں کچھ شک نہیں کہ اسے فنا کلی نہیں کہتے لیکن قوی باطنی پر شیخ اور رسول کی طاقتوں کا مستقل قبضہ ہو جاتا ہے سالک کی سمع و بصر وغیرہ پر مرشد کی طاقتیں کام کرتی ہیں اسی طرح فنا فی اللہ ہو کر سالک کی صفات صفات الٰہی میں بدل جاتی ہیں اور معیّت باحق حاصل ہوتی ہے اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ سالک کا مذہب "وحدت وجود" اور اس کے ساتھ "جبری" عقائد ہوتے ہیں کیونکہ وہ اپنے کسی فعل اور ارادہ کو اپنی ذات کی طرف منسوب نہیں کر سکتا اس کی ہستی سو ہو منقطع ہو جاتی ہے جو عود نہیں کر سکتی ؎

رفت روز میاں ہم خدا ماند خدا ۔ الفقر اذا تم ہو اللہ این ست

حافظ رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی طرح فرماتے ہیں ؎

حجاب چہرہ جاں مے شود غبار تنم
خوشا دمے کہ ازیں چہرہ پردہ برفگنم
بیا ز ہستی حافظ ز پیش او بردار
کہ با وجود تو کس نشنود ز من کہ منم

ایک مقام پر اس طرح فرماتے ہیں ؎

میان عاشق و معشوق ہیچ حائل نیست
تو خود حجاب خودی حافظ از میاں برخیز

اس صورت میں "جبر" لازمی نتیجہ ہے مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ نے اس مضمون پر بہت اچھا لکھا ہے کہ ؎

ایں معیت با حق ست و جبر نیست
ایں تجلی مہ ست وا بر نیست
جبر باشد پرِ و بال کاملاں
جبر ہم زنداں و بند جاہلاں
بال بازاں را سوئے سلطاں برد
بال زاغاں را بگورستان برد

یعنے اگر کامل کا مذہب جبر ہو تو اس کے واسطے بہتر ہے، لیکن عوام الناس کے لئے گمراہی کا باعث ہے کامل صدور افعال کی نسبت اور اضافت اپنی طرف اس لئے نہیں کر سکتا کہ اس میں خود بینی اور غیریت پائی جاتی ہے اور اگر عوام کالانعام سب کام کا مدار تقدیر کو ٹھیرائیں تو مخالفت شریعت کے ساتھ معصیت پر جرأت کرتے ہیں جس کی وجہ یہ ہے کہ وہ متصف بصفات آلہی نہیں ہوتے اور معیت با حق سے بے بہرہ ہوتے ہیں اور ہستی موہوم میں گرفتار ہوتے ہیں یعنے اپنی ہستی کو ماسوائے ہستی حق موجود سمجھتے ہیں اور اس لئے وجود میں شرک کرتے ہیں ؎

دمے بے حق زدن محض گناہ است
بخود مشغول گشتن کفر راہ است
ترا ہر دم کشد پندار ہستی
سوئے ظلمت سرائے خود پرستی
خودی کفر ست نفی خویش کن زود
کہ جز حق در حقیقت نیست موجود
(رباللہ) فکر خود درائے خود در عالم رندی نیست
کفر ست دریں مذہب خود بینی و خود رائے (حافظ)
(والحق) اگر آلودۂ احرام غیری
ہمہ زر کعبہ باشی ننگ دیری
اگر از وہم غیر آگاہیت نیست
براہ کفر ہم گمراہیت نیست

یہ لوگ جو اپنی ہستی کو ہستی حق کا غیر سمجھتے ہیں کس طرح اپنے افعال کو حق کی طرف منسوب کرتے ہیں ان کے عقائد متضاد ہیں اہل اللہ جو اپنی ہستی "ہستی حق" میں فنا کر چکے ہیں اور ہر وقت باحق ہیں جو حق کی راہ پر چلتے ہیں جن کی سمع و بصر پر حق دیکھتا اور سنتا ہے، جن کی زبان پر حق بولتا ہے یہی برگزیدہ بزرگ ہیں جو انانیت اور خودی سے پاک ہیں ان کا مذہب "جبر" ہو سکتا ہے ؎

ترا اگر نیست از احوال توحید
مشو کافر بنادانی ز تقلید

مسئلہ وحدت وجود اور "جبر" پر بزرگان دین یعنے صوفیائے کرام اولیائے عظام نے بہت کچھ لکھا ہے اور خود خواجہ حافظ جو اسی مقدس جماعت میں سے تھے بہت کچھ فرما چکے ہیں آپ کا دیوان اول سے آخر تک پڑھو یہی مضمون جو ہم بالاختصار لکھ چکے ہیں مختلف اصطلاحوں اور موزوں الفاظ میں بیان فرماتے ہیں کسی جگہ ان مشکلات کو بیان کیا ہے جو حضرت عشق کی بدولت پیش آتی ہیں ۔

مصرع — کہ عشق آساں نمود اوّل ولے افتاد مشکلہا

اور کسی مقام پر شیطان رجیم کا ڈر ہے ؎

در راہ عشق وسوسہ اہرمن بسے است
ہشدار و گوش دل بہ پیام سروش کن

اور کسی جگہ حیرت اور بیخودی کا عالم ہے کہ کس طرح طلسم باطل ٹوٹتا ہے؎

چوں از عشق رخش بیخود و حیراں گشتم
خبر از واقعۂ لات و مناتم دادند

یہ عشق رسول تھا۔ اگرچہ یہ بھی بت پرستی تھی مگر حق آیا اور باطل معدوم ہوا ؎

بیخود از شعشہ پرتو ذاتم کردند
بادہ از جام تجلی بصفاتم دادند

یہ عشق الٰہی تھا صفات میں حیرت ہے اور ذات میں فنا ہے اور اس کے بعد بقا ہے حیرت بے شعوری کا نام ہے لیکن اس مرحلہ تک سالک کو اس بے شعوری کا علم ہوتا ہے ؎

تا در تو ز پندار تو ہستی باقیست
میداں بہ یقیں کہ بت پرستی باقیست
گفتی بت پندار شکستم رستم
ایں بت کہ تو پندار شکستی باقیست

فی الحقیقت اپنی ہستی کو موجود سمجھنا خود پرستی ہے اور خود پرستی نہائت مذموم بت پرستی ہے خواجہ صاحب رحمۃ جب وجہ مطلق کے مشاہدہ سے باخبر ہوئے تو معلوم ہوا کہ اب تک خود پرستی کے باعث بت پرستی میں گرفتار رہے ؎

کسیکہ حسن رخ دوست در نظر دارد
محقق است کہ او حاصل بصر دارد

جب حسن صفات کے عشق سے آزاد ہوئے اور ذات تک عروج کیا تو اس تحقیق کے بعد بقا حاصل ہوئی ؎

بحیات ابد آں روز رسانید مرا
خط آزادگی از حسن بماتم دادند

مگر سچ تو یہ ہے کہ یہ سب کچھ مرشد کامل کی خدمت اور رسول کریم صلی اللہ علیہ کی متابعت سے حاصل ہوا اور توفیق ازلی نے ہمت بندھائی ؎

کیمیائیست عجب بندگی پیر مغاں
خاک او گشتم و چندیں درجاتم دادند
ہمت حافظ و انفاس سحر خیزاں بود
کہ ز بند غم ایام نجاتم دادند

حافظ رحمۃ اللہ علیہ خود عالم اور فاضل تھے دیکھا کہ فلسفیانہ قیل و قال صرف منہ کی بک بک ہے اور باہمی اختلاف اور مباحثہ اور مجادلہ سے کچھ حقیقت کا انکشاف نہیں ہوتا۔ حکما خود گمراہ ہیں کہ آنکہ خود گمست کرا رہبری کند اگر حکماء ہی رہبر ہوتے تو پیغمبروں کی کیا ضرورت تھی ؎

طبیب راہ نشیں سر عشق نشناسد
برو بدست کن اے مردہ دل مسیح دمے

وہ لوگ جو عقل کا دم بھرتے ہیں جاہل ہیں ع نیکو نبود سخنے نازک بر جاہل ؎

بدرد عشق بساز و خموش شو حافظ
رموز عشق مکن فاش پیش اہل عقول

خواجہ حافظ رحمۃ نے اس غزل میں "سلوک" کی کیا اچھی تعلیم کی ہے ؎

مجاہدہ ۱۲ — اے بیخبر بکوش کہ صاحب خبر شوی
تا راہ رو نباشی کے راہبر شوی — سالک ۱۲
در مکتب حقائق پیش ادیب عشق
ہاں اے پسر بکوش کہ روزے پدر شوی — مرشد
ہستی موہوم ۱۲ — دست از مس وجود چو مردان رہ بشوئے
تا کیمیائے عشق بیابی و زر شوی — بقا ۱۲

نفس کشی — معرفت

خواب و خورت ز مرتبۂ خویش دور کرد — آنگہ رسی بخویش کہ بے خواب و خور شوی
گر نور عشق حق بدل و جان او فتد — باللہ کز آفتاب فلک خوبتر شوی
از پائے تا سرت ہمہ نور خدا شود — در راہ ذوالجلال چو بے پا و سر شوی
بنیاد ہستی تو چو زیر و زبر شود — در دل مدار ہیچ کہ زیر و زبر شوی
گر در سرت ہوائے وصال است حافظا
باید کہ خاک درگہ اہل بصر شوی؛ عارف کامل؛

"استدلال" سے معرفت حقیقی حاصل نہیں ہوتی فلسفیانہ قیل و قال سے کچھ کام نہیں بنتا ؎

از قیل و قال مدرسہ حالے دلم گرفت — یک چند نیز خدمت معشوق و مے کنم

اس کے بعد صرف زہد خشک جسے حافظ صاحب "دلق و طمع" سے تعبیر کرتے ہیں معرفت آلہی کا حقیقی ذریعہ نہیں؛

مطرب کجاست تا ہمہ محصول زہد و علم — در کار بانگ بربط و آواز نے کنم

حافظ رحمۃ اللہ علیہ نے تمام وسائل جو علم مدرسہ اور زہد خشک سے حاصل ہو سکتے تھے معرفت میں استعمال کئے گر ؎

در راہ کہ بر در خود بارم نداد دلبر — چندانکہ از جوانب انگیختم وسائل

آخر معلوم ہوا کہ یہ آلات اور ذرائع کشود کار میں نہیں آسکتے یہ کسی اور غرض کے لئے موجود ہیں ؎

حلاج بر سر دار ایں نکتہ خوش سراید — از شافعی نپرسید امثال ایں مسائل

؎

حدیث عشق کہ از حرف و صوت مستغنی ست — بنالہ دف و نے در خروش و ولولہ بود
مباحثے کہ ورق حلقۂ جنوں مے رفت — ورائے مدرسہ و قیل و قال و مسئلہ بود

؎

تا فضل و علم بینی بے معرفت نشینی — یک نکتہ ات بگویم خود را مبیں کہ رستی

حافظ رحمۃ اللہ علیہ نے "الفقر فخری" کے معنے خوب سمجھے تھے؛

قناعت قائل۔ وحدت وجود" "جبری" ہوتا ہے اور اس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ وہ قانع بھی ہو حافظ رحمۃ اللہ علیہ "وجودی" "جبری" اور "قانع" تھے جس کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ وہ متصف بصفات آلہی تھے اس لیئے ان کی اپنی ہستی فانی معدوم ہو چکی تھی اور کوئی فعل اس سے صادر نہیں ہو سکتا تھا اور جو کچھ اس کا نتیجہ ہوتا ہے اسے حافظ رحمۃ اللہ علیہ سے بہتر ہم بیان نہیں کر سکتے حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ قسم کھا کر فرماتے ہیں ؎

بسحر چشم تو اے لعبت خجستہ خصال — برمز خط تو اے آیت ہمایوں فال
بنوش لعل تو اے آب زندگانی من — برنگ و بوئے تو اے نوبہار حسن و جمال
بآں صحیفہ عارض کہ گشت گلشن چشم — بآں حدیقہ بینش کہ شد مقام خیال
بآں عقیق کہ مار است مہر خاتم چشم — بآں گہر کہ شمار است در درج مقال

بطیب خلق تو نفحۂ شمامہ گل | ببوئے زلف تو نکہت نسیم شمال
بجلوہائے تو شیوہائے رفتن چشم | بعشوہائے تو غمزہ ہائے چشم غزال
بگرد راہ تو یعنے بسایہ امید | بخاک پائے تو یعنے برشک آب زلال
بسرو ماہ نہایت بآفتاب بلند | بآستان رفیعت بآسمان جلال

کہ بے رضائے تو حافظ گر التفات کند
بعمر باز نماند چہ جائے مال و منال

حافظ رحمۃ اللہ علیہ محقق تھے اور ان کی تمام تحقیق کا نتیجہ یہ تھا کہ متاع دنیا حقیر ہے قسم کھا کر کہتے ہیں کہ

بفر دولت گیتی فروز شاہ شجاع | کہ ہست در نظر من جہاں حقیر متاع

لوگ دنیاوی اسباب جاہ و حشمت مہیا کرتے ہیں اور فکر مال و دولت میں عمر عزیز جس کا مدعا کچھ اور ہے ضائع کرتے ہیں اور یہ سب کچھ اس لئے کرتے ہیں کہ جمعیت خاطر حاصل ہو مگر فی الحقیقت وہ اسباب پریشانی فراہم کرتے ہیں

صراحی و حریفے خوشم ز دنیا بس | کہ غیر ازیں ہمہ اسباب تفرقہ است و صداع

قدیم فیلسوفان یونان و روم اور فی زمانا کیا دیو رنیے "مدعا زندگی" پر لطیف بحث کی ہے۔ ان میں بہت کچھ اختلاف ہے لیکن عموماً متفق الرائے ہیں کہ "حیات دنیا" کی غرض خوشی و راحت ہے اور اس مدعا کو حاصل کرنے کے لئے وہ تمام وسائل اور ذرائع فراہم ہونے ضرور ہیں جن سے راحت و آرام اور فرحت و انبساط اور عیش و عشرت میں زندگی بسر ہو "سٹرل" نے اپنی کتاب "یو ٹلی ٹیرین ازم" میں اسپر فلسفیانہ بحث کی ہے نلاسفر مذکور لکھتا ہے کہ خوشی کے مدارج بلحاظ اختلاف طبائع انسانی مختلف ہیں اور اس میں کچھ شک نہیں کہ ع

"سدا عیش دوراں دکھاتا نہیں"

اعلےٰ درجہ کی خوشی بہت کم عرصہ کے لئے ہوتی ہے اور حواس انسانی اپنی اپنی قابلیت کے مطابق اسے کم و بیش محسوس کرتے ہیں طبائع انسانی میں بہت اختلاف ہے بعض "راحت زندگی" سکون میں سمجھتے ہیں اور بعض "حرکت" میں سٹرل نے خوشی کے ساتھ "غم" پر بھی بحث کی ہے اور ان اسباب پر جو مانع "غم" ہیں غور کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ "خود غرضی" سے کبھی طمانیت قلب حاصل نہیں ہوتی مسٹر "مل" نے اس سوال پر کہ کیا مدعا زندگی دنیا میں حاصل ہو سکتا ہے طویل بحث کی ہے مگر ہماری تسلی کے لئے کافی نہیں ہمارا تو اس سے اتفاق ہے کہ مصرع

"سخت نایاب ہست مطلب ورنہ کوشش کم نبود" (بیدل)

تمام اسباب عیش و عشرت کوشش سے حاصل ہوتے ہیں اور کوشش آرام و راحت کی نفی کرتی ہے خواہ نفسانی راحت جسمانی۔ طمانیت قلب اور روحانی خوشی کے اسباب نہ صرف مختلف ہیں بلکہ متضاد بھی ہیں مصرع

"فحش گو جاہل اور ثقہ عالم"

اور فاسق و فاجر اور متقی زاہد اور علیٰ ہذا القیاس مختلف طبیعت اور حیثیت کے انسانوں کا آپس

میں مقابلہ کرو ع

بہ بیں تفاوت راہ از کجا است تا بکجا

حافظ رحمۃ اللہ علیہ نے فقر و امارت کا مقابلہ کیا ہے۔

جمشید جز حکایت جام از جہاں نبرد | زنہار دل مبند بر اسباب دنیوی
خوش فرش بوریا و گدائی و خواب امن | کایں عیش نیست در خور اورنگ خسروی
درویشم و گدا و برابر نمے کنم | پشمیں کلاہ خویش بصد تاج خسروی

ایک اور مقام پر فرماتے ہیں کہ

خشت زیر سر و بر تارک ہفت اختر پائے | دست قدرت نگر و منصب صاحب جاہی
اگرت سلطنت فقر بہ بخشد اے دل | کمتریں ملک تو از ماہ بود تا ماہی
اے سکندر منشیں و غم بیہودہ مخور | کہ نہ بخشند ترا آبحیات از شاہی

کچھ شک نہیں کہ محنت و مشقت سے مال و دولت جمع ہوسکتی ہے لیکن راحت اطمینان قلب حاصل نہیں ہوسکتا اور اس لئے مال و دولت وہ اسباب نہیں جن سے مدعا زندگی حاصل ہوسکتا ہو قناعت ہی ایک ذریعہ ایسا ہے کہ جس سے راحت دل میسر ہوسکتی ہے۔

ملک آزادگی و کنج قناعت گنجیست | کہ بشمشیر میسر نشود سلطاں را

زور اور زر سے آزادی اور قناعت کا حاصل کرنا بھی ناممکن ہے۔

ما ملک عافیت نہ بلشکر گرفتہ ایم | ما تخت سلطنت نہ بہ بازو نہادہ ایم
نہادہ ایم بار جہاں بر دل ضعیف | ایں کار و بار بستہ بگیسو نہادہ ایم

اس سے انکار نہیں ہوسکتا کہ دنیا میں حسب خواہش کامیابی خوشی کا موجب ہوتی ہے۔ لیکن یہ بھی بغیر جد و جہد حاصل نہیں ہوسکتی اس لئے غم کے بغیر خوشی متصور نہیں ہوسکتی قدرت خود غم اور خوشی کا مختلف اوقات میں مطالعہ کرتی ہے ہمارے حواس شاہد ہیں کہ فی الحقیقت وہ رنج و غم فرحت و انبساط اور خوشی و خرمی کو محسوس کرتے ہیں اور ان کے لئے پیدا ہوئے ہیں اور یہ ناممکن ہے کہ ان میں سے ایک ہو اور دوسرا نہ ہو حافظ رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق قابل قدر ہے کہ اطمینان قلب حقیقی مدعا زندگی ہے لیکن ہر ایک دل اور دماغ نے حصول مدعا کے لئے مختلف طریقے اختراع کئے ہیں خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ ایک غزل میں اہل دنیا کی خوشیوں کا نقشہ کھینچتے ہیں مختلف خواہشوں نے کیا کچھ راحت و آرام اور خوشی کے سامان سمجھ رکھے ہیں۔

عشقبازی و جوانی و شراب لعل فام | مجلس انس و حریف ہمدم و شرب مدام
ساقی شکر دہاں و مطرب شیریں سخن | ہمنشیں نیک کردار و حریف نیکنام
شاہدے در لطف و پاکی رشک آب زندگی | دلبری در حسن و خوبی عزت ماہ تمام
بادہ گلرنگ و تلخ و عذب و خوشخوار و سبک | نقلی از لعل نگار و نقلی از یاقوت جام
بزمگاہ دلنشیں چوں قصر فردوس بریں | گلشنے پیرامنش چوں روضۂ دار السلام
صف نشیناں نیک خواہ و پیشکاراں با ادب | دوستداراں صاحب سر و حریفاں دوست کام

غمزہ ساقی بیغمائی خرد آہختہ تیغ | زلف دلبر از برائے صید دل گسترده ام
نکتہ دانی بذلہ گو چوں حافظ شیریں سخن | بخشش آموزی جہاں افروز چوں حاجی قوام

ہر کہ ایں صحبت بجوید خوشدلی بروے حلال
وانکہ ایں عشرت نخواہد زندگی بروے حرام

دنیا میں اگر اس طرح زندگی بسر ہو تو سبحان اللہ، اور اگر مصرع
سام میسّر شود زہے توفیق

ہر ایک شخص مطلوب کی طلب میں سعی کرتا ہے اور "لیس للانسان الا ما سعی" کم و بیش کامیابی بھی ہوتی ہے لیکن بلند نظری اور پست ہمتی بھی کوئی چیز ہے کوئی شخص طالب دنیا ہے دنیا کا زر و مال جمع کرتا ہے اور تمام عمر اسباب عشرت فراہم کرنے میں بسر کرتا ہے لیکن بہرہ ور کم ہوتا ہے دنیا داروں کی نسبت حافظ رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ یہ ہے ؎

زمانہ ہیچ نہ بخشد کہ باز نستاند | مجو ز سفلہ مروت مجوز ناکس شے
شکوہ و سلطنت و حکم کے ثباتی داشت | ز تخت جم سخنے ماندہ است و افسرِ کے
نوشتہ اند بر ایوان جنت الماوے | کہ ہر کہ عشوہ دنیا خرید و اے بوے

ایک جماعت طالب آخرت ہے، دنیا میں زہد و تقویٰ اور فقر و فاقہ سے زندگی بسر کرتی ہے بیشک جنت الماوے ان کا گھر ہے حافظ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک تو دنیا کی کچھ قدر نہیں، ؎

جہان و جملہ ہیچ در ہیچ ست | ہزار بار من ایں نکتہ کردہ ام تحقیق

اس لئے خواجہ حافظ رحمۃ اللہ علیہ فکر ہیچ میں سرگرداں نہیں ہو سکتے تھے۔ لیکن آپ طالب آخرت بھی نہ تھے ؎

باغ بہشت و سایہ طوبیٰ و قصر حور | با خاک کوئے دوست برابر نمے کنم

؎

فاش میگویم و از گفتۂ خود دلشادم | بندۂ عشقم و از ہر دو جہاں آزادم
سایۂ طوبیٰ و دلجوئے حور و لب حوض | بہوائے سر کوئے تو برفت از یادم

؎

گدائے کوئے تو از ہشت خلد مستغنی ست | اسیر بند تو از ہر دو عالم آزاد ست

طالب دنیا اور طالب آخرت اور طالب حق تینوں اپنے اپنے مطلوب کی طلب میں سعی کرتے ہیں طالب آخرت بہ نسبت طالب دنیا زیادہ محنت کرتا ہے کیونکہ بہ نسبت دنیا منزل عقبیٰ دور ہے دنیا دار کے پاس عیش و عشرت، پوشش و خورد و نوش اور آسائش دنیوی کے سامان اور اسباب موجود ہوتے ہیں طالب آخرت اُن سے محروم اور مزید براں مجاہدہ اور ریاضت کی تکلیف برداشت کرتا ہے لیکن طالب حق طالب آخرت سے بھی زیادہ محنت اور کوشش کرتا ہے کیونکہ اسکی نظر کے مطابق اس کی ہمت بہت بلند ہوتی ہے اس لئے قناعت کے یہ معنے نہیں کہ قانع محنت و مشقت سے جی چراتا ہے بلکہ یہ ہیں کہ "متاع حقیر" کے لئے اوقات صرف کرنا پسند نہیں کرتا اور چونکہ اسے دنیاوی جاہ و حشمت کی نمود بے بود کی وقعت بخوبی معلوم ہوتی

ہے اس لیئے اس کی عدم موجودگی کا چنداں غم بھی نہیں ہوتا۔ اطمینان قلب جسے کہتے ہیں وہ طالب حق کو حاصل ہوتا ہے اور اسی کا نام قناعت ہے ورنہ کوشش اور قناعت لازم و ملزوم ہیں مصرع

چو حافظ از قناعت کوش وز دنیائے دوں بگذر

لسان الغیب خواجہ حافظ رحمۃ اللہ علیہ کے ابتدائی ایام کے حالات اور مذہبی خیالات کے جدا کیے مقامات کا تذکرہ بے فائدہ نہ ہوگا خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ صاحب حال و قال تھے آپ کا ہر ایک شعر آپ کا حال اور دل سے نکلا ہوا ہے اس لئے نہ صرف عوام الناس میں مقبول ہے بلکہ ہمیشہ اولیاء اللہ کے درس میں رہا ہے نکات تصوف بقول مولنا جامی خواجہ حافظ رحمۃ اللہ علیہ سے بہتر اشعار میں کسی نے بیان نہیں کئے چونکہ آپ جبری اور قانع تھے اس لئے دنیا داروں کی طرح آپکے پاس اسباب معیشت جمع نہ ہو سکتے تھے اور شاعری نے عملی دنیا میں حصہ لینے سے ہی روک دیا اس لئے قدرتی نتیجہ یہ تھا کہ آپ کی زندگی افلاس و عسرت میں بسر ہوتی مگر حافظ رحمۃ اللہ علیہ سب جانتے تھے کہ جو کچھ آپ نے حاصل کیا ہے اس کے مقابلہ میں افلاس کی تکلیفیں برداشت کرنا آسان ہے فرماتے ہیں ؎

حافظ از مشرب قسمت گلہ بے انصافیست | طبع چوں آب و غزلہائے رواں مارا بس

؎

حافظ ار سیم و زرت نیست برو شاکر باش | چہ بہ از دولت لطف سخن و طبع سلیم

؎

حافظ از فقر مکن نالہ کہ گر شعر اینست | ہیچ خوشدل نہ پسندد کہ تو محزوں باشی

یہ آپ کا حال تھا اور اسی سے آپ کے مقامات کا پتہ ملتا ہے کہ دولت کے مقابلہ میں مال دنیا ہیچ سمجھتے تھے ؎

تونگری نہ بمال است پیش اہل کمال | کہ مال تا لب گور است بعد ازاں اعمال

خواجہ حافظ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ؎

با گدایان در میکدہ اے سالک راہ | با ادب باش گر از سر خدا آگاہی
بر در میکدہ رندان قلندر باشند | کہ ستانند و دہند افسر شہنشاہی

؎

بامن راہ نشیں خیز و سوئے میکدہ آئے | تا بہ بینی کہ دراں حلقہ چہ صاحب جاہم
گدائے میکدہ ام لیک وقت مستی بیں | کہ ناز بر فلک و حکم بر ستارہ کنم

حافظ رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت مشہور ہے کہ آپ لسان الغیب ہیں مولینا جامی علیہ الرحمۃ اور اکثر بزرگ اس کی تصدیق کرتے ہیں اور حافظ رحمۃ اللہ علیہ خود فرماتے ہیں کہ ؎

بارہا گفتہ ام و بار دگر مے گویم | کہ من دلشدہ ایں رہ نہ بخود مے پویم
در پس آئینہ طوطی صفتم داشتہ اند | آنچہ استاد ازل گفت بگو مے گویم

فرشتہ لکھتا ہے کہ حاجی الیاس المشہور سلطان شمس الدین بھنگڑہ نے تمام ملک لکھنوتی اور بنگالہ پر فوج کشی کی۔ لیکن آخر کار دونوں بادشاہوں میں صلح ہو گئی اور حاجی الیاس بنگالہ کا

مستقل فرمانروا ہو گیا۔ اس کی وفات کے بعد اس کا بیٹا شاہ سکندر نو برس تک حکمران رہا اس کے بعد اس کا بیٹا غیاث الدین تخت نشین ہوا۔

غیاث الدین خواجہ حافظ رحمۃ اللہ علیہ کا ہمعصر تھا بقول فرشتہ سات سال اس کی مدت سلطنت ہے تمام عمر عیش و عشرت میں بسر کی کہتے ہیں کہ بادشاہ کے محل میں تین لونڈیاں سرو۔ گل اور لالہ نامی تھیں بادشاہ کو ان سے محبت تھی خدمت غسالگی ان کے سپرد تھی اتفاقاً بادشاہ سخت بیمار ہو گیا سرو، گل لالہ نے حق خدمت ادا کیا بادشاہ کو صحت ہوئی تو آزاد کر دیا۔ اور ان سے محبت بھی زیادہ ہو گئی حرم سرائے شاہی میں دوسری کنیزیں آتش حسد و غیرت سے جل گئیں ہر وقت سرو و گل و لالہ اور بادشاہ کی محبت کا ذکر محل میں رہتا اور سرو و گل اور لالہ سے چھیڑ شروع ہو گئی ایک دوسری کو طنزاً غسالہ کہتی ایک دن بادشاہ خوشی کے عالم میں بیٹھا ہوا تھا دور شراب چل رہا تھا کنیزوں میں حسب معمول سرو و گل و لالہ کا مذکور تھا بادشاہ کے دل میں یہ مصرعہ آیا مصرع

ساقی حدیث سرو و گل و لالہ مے رود

ہر چند کوشش کی دوسرا مصرع نہ بن سکا شعراء دربار نے بھی طبع آزمائی کی مگر بادشاہ کو کسی کی تضمین پسند نہ آئی خواجہ حافظ رحمۃ اللہ علیہ کی نظم دلکش اور شیرینی کا شہرہ دور دور تک ہو چکا تھا۔

عراق و پارس گرفتی بشعر خود حافظ ۔۔۔ بیا کہ نوبت بغداد و وقت تبریز است

حافظ حدیث سحر فریب خوشت رسید ۔۔۔ تا حد چین شام و با قصائے روم و رے

شعراء دربار شاہی نے عرض کیا کہ شیراز میں خواجہ محمد حافظ رحمۃ اللہ علیہ فی زمانہ اپنا نظیر نہیں رکھتے اگر یہ مصرع ان کی خدمت میں بھیجا جاوے تو اُمید ہے کہ خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اشعار پسند خاطر شاہ والا جاہ ہوں ایک ایلچی خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے ایک غزل لکھ کر بھیج دی اور اپنی کرامت کا اظہار بھی کیا۔

ساقی حدیث سرو و گل و لالہ میرود ۔۔۔ ویں بحث با ثلاثہ غسالہ میرود

اگرچہ خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو سرو و گل و لالہ اور ان واقعات کا علم نہ تھا جو ہم بیان کر چکے ہیں مگر "استاد ازل" نے جو کچھ کہا وہی موزوں ہو گیا حکمائے یونان نے شراب نوشی کا معمول اس طرح مقرر کیا ہے کہ علی الصبح تین پیالہ شراب پیتے ہیں جس سے معدہ کا غسل اور صفائی ہو جاوے اسے ثلثہ غسالیہ کہتے ہیں اور طعام کے بعد پانچ پیالے پیتے ہیں جس سے طعام ہضم ہو جاوے اسے "خمسہ ہاضمہ" کہتے ہیں اور بعد ازاں سات پیالے پیتے ہیں تاکہ خواب آرام ہو۔ اسے "سبعہ نائمہ" کہتے ہیں شعر کا مطلب تو یہی ہے کہ موسم بہار کا آغاز ہے اور سرو و گل و لالہ کی خوش کن گفتگو دور شراب کے ساتھ ہو رہی ہے لطافت معنوی اور صوری کے لحاظ سے یہ شعر جزو ہے خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نے صرف ان واقعات کا تذکرہ کیا ہے جس کا علم صرف سلطان غیاث الدین کو ہی تھا۔ بلکہ اس کا وقت اور حالت کا نقشہ بھی کھینچ دیا ہے جب سلطان کے دل میں۔ مصرع

ساقی حدیث سرو و گل و لالہ مے رود

موزون ہوا۔ غزل کے ایک شعر میں خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ایسی باتوں کا تذکرہ کیا ہے
جس کا علم خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو نہیں ہو سکتا تھا اور بعض باتیں تو ایسی ہیں جو سلطان غیاث الدین
کے سینہ میں سربستہ راز تھیں فرماتے ہیں:

می دہ کہ نو عروس چمن حد حسن یافت — کار این زمان ز صنعت دلالہ میرود
باد بہار می وزد از بوستان شاہ — وز ژالہ بادہ در قدح لالہ میرود
آں چشم جادوانہ عابد فریب بین — کش کاروان سحر بدنبالہ میرود
خوی کردہ می خرامد و بر عارض سمن — از شرم روئے او عرق از ژالہ میرود

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مذکورہ بالا اشعار خواجہ حافظ رحمۃ اللہ علیہ نے سلطان کی محل عیش و نشاط
میں بیٹھ کر لکھے ہیں یہ ایک تاریخی واقعہ ہے کہ سلطان غیاث الدین نے تمام عمر عیش و عشرت میں بسر کی۔
چونکہ حیات دنیا ہیچ ہے اس لئے خواجہ نصیحت کرتے ہیں ؎

از راہ مرو بعشوۂ دنیا کہ این عجوز — مکارہ می نشیند و محتالہ میرود
چوں سامری مباش کہ زر دید از خری — موسیٰ بہشت واز پے گوسالہ میرود

بنگالہ کا سحر مشہور ہے؛ غالباً حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ میں بھی اس کی شہرت ہوگی بنگالہ
کا جادو سلطان غیاث الدین پر چل چکا تھا حافظ رحمۃ اللہ علیہ سلطان کی بزم نشاط کا ذکر کرتے ہوئے
مشفقانہ نصیحت کرتے ہیں کہ سامری کی تقلید نہیں کرنی چاہیئے کہ وہ بھی سحر کا دلدادہ تھا اور سلطان بھی چشم
جادوانہ بنگالہ پر فریفتہ تھا سامری نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو چھوڑا اور گوسالہ پرستی اختیار کی بادشاہ
بہشت کی نعمتوں کو فراموش کرکے دنیاوی لذتوں میں مستغرق ہے حالانکہ دنیا کے فریب انسان کو گمراہ کرتے
ہیں۔ حافظ صاحب شعراء ہند کی نسبت لکھتے ہیں کہ وہ بھی ہمارے کلام سے فیضیاب ہونگے ؎

شکر شکن شوند ہمہ طوطیان ہند — زین قند پارسی کہ بہ بنگالہ میرود

اور اپنے کلام کی کرامت کا اس طرح اظہار کرتے ہیں کہ وہ شعر جن کا مضمون ایک ہی رات میں دل
میں پیدا ہوا اور موزوں ہوئے یعنے جن کی پیدائش ایک رات کی ہے گویا طفل یکشبہ ہیں ایران سے
بنگالہ تک ایک سال کی راہ طے کرتے ہیں ؎

طے مکان ببین و زمان در سلوک شعر — کاین طفل یکشبہ رہ یکسالہ میرود
حافظ ز شوق مجلس سلطان غیاث دین — خامش مشو کہ کار تو از نالہ میرود

سلطان غیاث الدین سنہ ۷۷۵ھ میں اس جہان فانی سے رحلت کر گیا۔
خواجہ حافظ رحمۃ اللہ علیہ فی الحقیقت لسان الغیب ہیں ہم ان قصوں کو اس جگہ نقل نہیں کرتے جو
آپ کے اشعار کے متعلق مشہور ہیں حافظ رحمۃ اللہ علیہ ولی اللہ تھے ان کی زبان پر حق بولتا تھا کچھ تعجب
نہیں اگر وہ لسان الغیب ہوں۔

آلِ مظفر

خواجہ حافظ رحمۃ اللہ علیہ کے مدحیہ اشعار سمجھنے کے لئے آپ کے زمانہ کے تواریخی حالات کا
علم ضروری ہے ان واقعات سے شمس الشعراء کے حالات زندگی پر بھی روشنی پڑتی ہے
ہندوستان میں خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے معاصر بادشاہ تخت دہلی پر فیروز شاہ تغلق اور دکن میں محمود شاہ

بہمنی اور بنگالہ میں غیاث الدین تھے فارس میں طوائف الملوکی تھی اور سچ تو یہ ہے کہ بدامنی کا زمانہ تھا مختلف خاندان اس ملک کے مختلف حصوں پر حکمرانی کرتے تھے اور آئے دن باہمی جنگ وجدل کی آگ مشتعل رہتی جس میں بالآخر کامیابی آل مظفر کو ہوئی +

اس خاندان کا جد اعلےٰ غیاث الدین حاجی خراسانی کے نام سے مشہور تھا خاوند شاہ صاحب روضۃ الصفا لکھتا ہے کہ یہ شخص نہایت قوی ہیکل اور بلند قامت تھا اس کی تلوار کا وزن ساڑھے تین من تھا اسی پر اس کی جسمانی طاقت کا قیاس ہو سکتا ہے یہ زمانہ ہلاکو خاں کی ترکتازی کا تھا حاجی خراسانی کے تین بیٹے ابوبکر۔ محمد۔ اور منصور نامی تھے ابوبکر اور محمد نے تاتاریوں کی رفاقت اختیار کی اور اکثر مہموں میں داد مردانگی دی ابوبکر تو سرحد مصر پر مارا گیا اور کچھ عرصہ بعد محمد بھی فوت ہو گیا تیسرا بیٹا منصور باپ کی خدمت میں رہا منصور کے تین بیٹے محمد و علی بیگ اور مظفر تھے مظفر اگرچہ سب سے چھوٹا تھا مگر شجاعت اور اولوالعزمی میں سب سے بڑا تھا حسن صورت اور سیرت میں بھی اپنا آپ نظیر تھا۔

اسوقت ہلاکو خاں کی اولاد فارس پر قابض تھی مظفر کے ستارہ اقبال نے روز افزوں ترقی کی شاہ غازان خاں اس پر نہایت مہربانی کرتا تھا۔ اس کے بعد ۷۰۴ھ (۱۳۰۴ع) میں اس کا بھائی اولجایتو سلطان تخت نشین ہوا اور مظفر امارت کے درجہ پر پہنچ گیا ہرات اور مرو وغیرہ کی صوبہ داری تفویض ہوئی۔ تھوڑے عرصہ بعد امیر مظفر کا انتقال ہو گیا لیکن اپنے خاندان میں جو آل مظفر کے نام سے مشہور ہے شاہی کی بنیاد رکھ گیا۔ امیر مظفر کا بیٹا امیر مبارز الدین محمد خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ہمعصر تھا سلطان کی وفات کے بعد سلطان ابوسعید بہادر خاں سریر سلطنت پر بیٹھا جو ہلاکو سے آٹھویں پشت میں تھا وزیر تھا ابوسعید کے عہد میں ملک میں عام بغاوتوں نے بدنظمی پھیلا رکھی تھی اور فی الحقیقت اس وقت فارس ہلاکو خاں کی اولاد کے ہاتھ سے نکل چکا تھا ہر ایک صوبہ دار کے سر میں ہوائے خودسری سمائی ہوئی تھی ان میں سے ایک امیر شیخ ابواسحاق تھا جس کا باپ امیر محمود عراق و فارس کے ایک حصہ کا والی تھا۔ امیر مبارز الدین محمد اس وقت یزد کا حاکم تھا۔ اور امیر حسین شیراز پر حکومت کرتا تھا ایک اور امیر ملک اشرف امیر پیر حسین چوپانی والیٔ شیراز کے بھائی بندوں میں سے تھا اس نے شیراز پر قبضہ کرنے کے لئے بہت سی جمعیت فراہم کی۔ امیر شیخ ابواسحاق اس سے آملا۔ اور شیراز کا محاصرہ کر لیا۔ شہر مسخر ہو گیا لیکن ابواسحاق نے ملک اشرف سے کہا کہ نامناسب ہے کہ آنجناب اس حال میں وارد شہر ہوں اگر مجھے اجازت ہو تو پہلے وہاں جا کر اہل شہر کو استقبال کے واسطے تیار کروں اور آپ کی رہائش کے لئے سب سامان جو آپ کی شایان شان ہو مہیا کروں۔ بعد ازاں آپ بھی تزک واحتشام سے شہر میں داخل ہوں تو مضائقہ نہیں ملک اشرف ابواسحق کے فریب میں آ گیا اور خوشی خوشی اجازت دی ابواسحق نے شہر پر خاطر خواہ قبضہ جما لیا۔ اور اہل شہر کو ملک اشرف کے برخلاف ابھارا ملک اشرف تو کسی اور امید پر غرہ تھا مگر معلوم ہوا کہ معاملہ دگرگوں ہو گیا اور بے سروسامانی کی حالت میں بھاگنا پڑا۔ ابواسحق کے لئے میدان خالی پڑا تھا تاج شاہی سر پر رکھ کر امیر سے بادشاہ بن گیا۔

شاہ ابواسحاق کو بخوبی معلوم تھا کہ مملکت فارس میں اگر کوئی شخص اس کا حریف ہے تو وہ امیر مبارز الدین محمد ہے۔ اس لئے امیر کی بیخکنی کی فکر لاحق ہوئی مبارز الدین نے اکثر مہمات میں اپنی شجاعت

اور سخاوت کا سکہ لوگوں کے دلوں پر بٹھا دیا تھا امیر کو بھی معلوم تھا کہ ابو اسحاق اس کی فکر میں ہے اور علاوہ ازیں وہ خود داعیہ سلطنت رکھتا تھا۔ سنہ ۷۵۳ ہجری میں مبارز الدین یزد میں اور ابو اسحق شیراز میں ایک دوسرے کی مقابلہ کی تیاری میں مصروف تھے ماہ رمضان میں ابو اسحق نے یزد کی طرف کوچ کیا اگرچہ پے درپے دلیرانہ حملے کیے لیکن شہر مسخر نہ ہوا اور مایوس ہو کر شیراز کی طرف مراجعت کی بروز چہارشنبہ ۱۴ جمادی الاول ۷۵۴ھ میں صحرائے پنج انگشت میں پھر ایک دفعہ دونوں لشکروں کا مقابلہ ہوا اور ابو اسحق نے شکست فاش کھائی امیر مبارز الدین کا حوصلہ بڑھ گیا اور شیراز پر فوج کشی کا ارادہ کیا ابو اسحق نے قاضی عضد الدین عبد الرحمن کو صلح کا پیغام دے کر بھیجا قاضی صاحب کے علم وفضل کا شہرہ تمام عراق اور فارس میں تھا ہر ایک شخص آپ کی عزت کرتا مبارز الدین بھی نہایت تعظیم و تکریم سے پیش آیا اس کے بڑے بیٹے جلال الدین شجاع نے شاگردی کا فخر حاصل کیا خواجہ حافظ علیہ الرحمۃ بھی قاضی صاحب کے علم وفضل اور تصانیف کی تعریف کرتے ہیں ؎

اگر شہنشہ دانش عضد کہ در تصنیف — زمین ہمت او کارہائے بستہ کشاد

قاضی صاحب کچھ عرصہ یزد میں مقیم رہے مگر جس غرض کے لئے تشریف لائے تھے پوری نہ ہوئی ۷۵۴ھ میں مبارز الدین نے شیراز کا محاصرہ کر لیا اقبال نے ابو اسحق کی یاوری نہ کی ایسا معلوم ہوتا ہے کہ زمانہ اس کے موافق نہ رہا تھا اس کے مشیر و وزیر جو فی الحقیقت اس کے دست و بازو تھے۔ اس واقعہ سے پیشتر ایک ایک کرکے اس جہان فانی سے رحلت کر گئے ان میں سے ایک شیخ مجد الدین تھا۔ جس کی نسبت حافظ رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ ؎

دگر مربئ اسلام شیخ مجد الدین — کہ قاضی بہ ازاں آسماں ندارد یاد

اور ایک بزرگ شیخ امین الدین تھے ؎

دگر بقیہ ابدال شیخ امین الدین — بنائے کار موافق بنام شاہ نہاد

؎

بر ندی شہرہ شد حافظ پس از چندیں ورع اما — چہ غم دارم چو در عالم امین الدین حسن دارم

اور سب سے بڑھ کر وزیر اعظم حاجی قوام الدین حسن خواجہ حافظ رحمۃ اللہ علیہ کے بے تکلف دوست اور ممدوح تھے اس کی سخاوت کا شہرہ تمام فارس میں تھا حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

دریائے اخضر فلک و کشتی ہلال — ہستند غرق نعمت حاجی قوام ما

ایام محاصرہ میں ایک روز ابو اسحق نے حاجی قوام الدین سے اپنے لشکر اور اہل شہر کا حال دریافت کیا جواب دیا کہ جب تک میری جان میں جان ہے آپ کی حکومت کو کوئی صدمہ نہیں پہنچ سکتا یہ پیشگوئی بالکل سچی تھی حاجی صاحب ایام محاصرہ میں انتقال کر گئے ان کے مرنے کے بعد نقشہ بگڑ گیا۔ ایک روز حاجی صاحب کا بیٹا بادشاہ کی محفل میں حاضر ہوا۔ ابو اسحق کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے کہا کہ ایام جوانی میں علم نجوم کا مجھے شوق تھا تبریز میں ایک شخص جو خواجہ نصیر الدین طوسی سے ہمسری کا دعوے رکھتا تھا اس فن میں میرا استاد بنا اس سال زائچہ طالع میں مجھے یہ نظر آیا کہ ایک شخص جس کا نظیر عرصہ

شجاعت وسخاوت میں زمانہ نے پیدا نہیں کیا فوت ہوگا" میرا خیال تھا کہ وہ "میں" ہوں مگر اب معلوم ہوا
کہ وہ "حاجی قوام الدین حسن" تھا +

حاجی صاحب کی وفات کا قلق ہمارے خواجہ صاحبؒ کو بھی سخت ہوا تاریخ وفات لکھی ؎

سرور اہل غنایم شمع جمع انجمن	صاحب صاحبقراں حاجی قوام الدین حسن
ہفصد و پنجاہ و چہار از ہجرت خیر البشر	مہر را جوزا مکاں و ماہ را خوشہ وطن
سادس ماہ ربیع الاول اندر نیم روز	روز آدینہ بحکم کردگار ذوالمنن
مرغ روحش کاں ہمائے آسماں قدر ابود	شد سوئے دار آزاد زیں دار محن

دوسری وجہ یہ تھی کہ خود ابو اسحق عیش و عشرت میں ڈوبا ہوا تھا چنانچہ جس وقت امیر مبارز الدین
بجبر و قہر شہر میں داخل ہوا اور طبل و نقارہ کی صدا ابو اسحق کے کان میں پڑی تو پوچھا کہ یہ شور کیسا ہے
کسی نے کہا کہ محمد مظفر منصور شہر میں داخل ہو گیا۔ کہا کہ یہ شورہ پشت مردک ابھی یہاں سے
نہیں گیا۔ لیکن یہ وقت بدمستی کا نہ تھا تھوڑی ہی دیر میں تمام لشکر ہرن ہو گیا تھوڑی سی جمعیت کے ساتھ
شہر سے نکل کر بھاگا مبارز الدین کا قبضہ شہر پر خاطر خواہ ہو گیا اور اسوقت سے اس کا زمانہ شاہی شروع
ہو گیا بذات خود عراق کی تسخیر کا ارادہ کیا اور اپنے بیٹے جلال الدین شجاع کو پیچھے چھوڑا خواجہ عماد الدین
محمود ابو اسحق کے زمرہ وزرا میں تھا ارادہ کیا کہ حق نمک ادا کروں اس لئے شجاع کے مقابلہ کے لئے
اٹھ کھڑا ہوا۔ لیکن تاب مقاومت نہ لا سکا شجاع نے گرفتار کر کے معاف کر دیا خواجہ عماد الدین محمود بھی
حافظ صاحب کا ممدوح تھا ؎

بیار جام لبالب بیاد آصف عہد	وزیر ملک سلیماں عماد الدین محمود
بود کہ مجلس حافظ بیمن تربیتش	ہر آنچہ مے طلبد جملہ باشدش موجود

ابو اسحق تین سال تک ادہر ادہر بھاگ کر جان بچاتا رہا مبارز الدین اس کے تعاقب میں تھا۔
قلعہ مسخر ہوا اور ابو اسحق گرفتار ہو کر مبارز الدین کے حضور پیش ہوا۔ قتل کا حکم صادر ہوا جس کی فوراً
تعمیل کی گئی۔

فی الحقیقت ابو اسحق شجاع اور کریم النفس سلطان تھا مگر اس کا اختر اقبال تھوڑے عرصہ کے لئے
چمکا اور غروب ہو گیا شہاب ثاقب کی طرح اس نے ایک لمحہ کے لئے چاروں طرف روشنی پھیلا دی
مگر یکلخت گل ہو کر معدوم ہو گیا خواجہ حافظ رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے عہد سلطنت کی نسبت بہت مناسب
لفظوں میں لکھا ہے ؎

راستی خاتم فیروزہ بو اسحاقی	خوش درخشید ولے دولت مستعجل بود

ابو اسحق کی موت کا ماتم تمام اہل فارس اور عراق نے کیا شعرائے وقت نے مرثیے لکھے مولانا عبید
زاکانی لکھتا ہے ؎

سلطان تاج بخش جہاندار امیر شیخ	کو از رہ سخاوت و جودش جہاں گرفت
شاہی چو کیقباد و چو افراسیاب گرد	کشور چو شاہ سنجر و شاہ اردواں گرفت
در عیش ساز عادت خسرو بنا نہاد	در عدل رسم و شیوہ نوشیرواں گرفت

بنگر کہ روزگار چو منصوبہ بشود — نکبت چگونہ دولت اودرا عنان گرفت
در کار روزگار و ثبات جہان عبید — عبرت ہزار بار ازیں میتوان گرفت
بیچارہ آدمی کہ ندارد بہیچ حال — نے بر ستارہ دست و نہ بر آسمان گرفت

خواجہ حافظ رحمۃ اللہ علیہ نے تاریخ وفات لکھی ہے

بروز کاف و الف جمادی الاول — بسال دال و دگر نون جاعل الاطلاق
خدایگان سلاطین مشرق و مغرب — خدیو کشور لطف و کرم باستحقاق
سپہر علم و حیا آفتاب جاہ و جلال — جمال دنیی و دیں شاہ شیخ ابو اسحاق
گذشت عرصۂ میدان خود بہ تیغ عدم — نہاد بر دل احباب خویش داغ فراق

خواجہ حافظ رحمۃ اللہ علیہ نے ابو اسحاق کے عہد سلطنت اور ارکان دولت کا مختصر تذکرہ اس طرح کیا ہے

بعہد سلطنت شاہ شیخ ابو اسحاق — بہ پنج شخص عجب ملک فارس بود آباد
نخست پادشہے ہمچو او ولایت بخش — کہ جان خویش بپرورد و داد عیش بداد
دگر مربی اسلام شیخ مجد الدین — کہ قاضی بہ ازاں آسمان ندارد یاد
دگر شہنشہ دانش عضد کہ در تصنیف — زمین ہمت او کارہائے بستہ کشاد
دگر بقیہ ابدال شیخ امین الدین — بنائے کار مواقف بنام شاہ نہاد
دگر کریم چو حاجی قوام دریا دل — کہ نام نیک ببرد از جہاں بخشش و داد
نظیر خویش نہ بگذاشتند و بگذشتند
خدائے عزوجل جملہ را بیامرزاد

کسی شخص کی جیتے جی منہ پر خوشامدانہ مدح کرنا کچھ اور بات ہے اور مرنے کے بعد تعریف کرنا کچھ اور معنے ہیں خواجہ حافظ رحمۃ اللہ علیہ کس خلوص نیت سے ان لوگوں کے حق میں دعائے مغفرت کرتے ہیں جو خواجہ صاحب کے زندگی میں ممدوح تھے۔

ابو اسحاق کے بعد مبارز الدین محمد مظفر بادشاہ بن گیا لیکن اس کی عمر ادھر اُدھر فوج کشی میں گذری مملکت فارس اس کی جولانگاہ تھی۔ کبھی تبریز کبھی اصفہان اور کبھی عراق پر لشکر کشی کی آخر وقت بھی آگیا کہ اس کی پر آشوب زندگی کا خاتمہ ہوئے

جلال الدین شجاع سب سے بڑا بیٹا تھا اور اکثر مہمات میں باپ کے ہمراہ رہا اور ہر ایک جگہ اپنے آپ کو اسم بامسمیٰ ثابت کیا آخری ایام میں مبارز الدین کی مزاج میں سختی اور تندی پیدا ہو گئی تھی عموماً اپنے بڑے بیٹوں کے ساتھ بے التفاتی اور ترش روئی سے پیش آتا۔ مگر سلطان ابو یزید جو سب سے چھوٹا تھا باپ کو بہت پیارا تھا شجاع اور محمود کو خیال پیدا ہو گیا کہ ان کا باپ انہیں محروم کرکے ابو یزید کو اپنا ولیعہد بنانا چاہتا ہے اس لئے محمود کو اپنے ساتھ گانٹھا اور مبارز الدین کو تخت و تاج سے معزول کرنے کی تجویز سوچنے لگا "شاہ سلطان" جو مبارز الدین کا داماد اور خواہر زادہ تھا اور والئے اصفہان بھی تھا اس سازش میں شریک ہوا ایک رات بادشاہ کو محل میں گرفتار کیا گیا اور "شاہ سلطان" نے مکحول کر

نابینا کر دیا کسی شاعر نے اس واقعہ کو اس طرح لکھا ہے ؎

یک چند شکوہ ہمتش پیل کشید | یک چند سپاہ زنہد تا نیل کشید
پیمانہ دولتش چو شد مالامال | ہم روشنی چشم خودش میل کشید

خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی تمام زندگی کے واقعات کو چند اشعار میں اس طرح بیان کیا ہے کہ ؎

دل منہ بر دنیا و اسباب او | زانکہ از وے کس وفاداری ندید
کس عسل بے نیش ازیں دکاں نخورد | کس رطب بے خار ازیں بستاں نچید
ہر کہ ایامے چراغے بر فروخت | چوں تمام افروخت بادش در دمید
بے تکلف ہر کہ دل بر وے نہاد | چوں بدیدم خصم خود مے پرورید
شاہ غازی خسرو گیتی ستاں | آنکہ از شمشیر او خوں مے چکید
گہ بیک حملہ سپاہی مے شکست | گہ بہوئے قلب گاہے مے درید
سروراں را بے گنہ مے کرد حبس | گردناں را بے سخن سر مے برید
از نہیبش پنجہ مے افگند شیر | در بیاباں نام او چوں مے شنید
عاقبت شیراز و تبریز و عراق | چوں مسخر کرد وقتش در رسید
آنکہ روشن بُد جہاں بینش باو | میل در چشم جہاں بینش کشید

مبارز الدین نے چار سال نابینائی کی حالت میں بسر کئے اور ۷۶۵ھ میں مرگیا مدرسہ مظفریہ میں مدفون ہوا۔

باپ کی زندگی میں ہی شاہ شجاع تخت وتاج کا مالک ہوگیا تھا اور حق تو یہ ہے کہ وہ ہر طرح ان کا مستحق تھا مبارز الدین کے پانچ بیٹے تھے: جلال الدین شجاع، شرف الدین مظفر، قطب الدین محمود، سلطان افسر اور سلطان ابویزید۔ شرف الدین مظفر کا انتقال باپ کی زندگی میں ہوگیا اس کے دو بیٹے نصرت الدین یحییٰ اور منصور تھے مشہور ہے کہ ایک رات شجاع نے مظفر اپنے بھائی کو خواب میں دیکھا کہ سلطنت کی مبارکباد دیتا ہے اس کے بعد مظفر نے اپنی اولاد کی نسبت شجاع سے عہد لیا کہ میری اولاد سے ہمیشہ نیک سلوک کرنا شجاع نے وعدہ کیا اور ہمیشہ اس عہد کا پاس کیا شاہ شجاع نے اپنے بھائیوں کو مختلف مقامات کی حکومت تفویض کی مگر "دہ درویش بیک گلیم بخسپند و دو بادشاہ دریک اقلیم نہ گنجند" آخر ان میں نفاق کی صورت پیدا ہوئی اول اول قطب الدین محمود مقابلہ میں آیا لیکن شکست کھائی آل مظفر کا پایۂ تخت ہمیشہ شیراز رہا محمود نے بہت ہاتھ پاؤں مارے کہ کسی طرح شیراز قبضہ ہو جائے لیکن ممکن نہوا۔ آخر سلطان اویس ابن امیر شیخ حسن ایلکانی حاکم عراق سے امداد کی درخواست کی جو ہلاکو خاں کی اولاد میں سے تھا اور بغداد میں پایۂ تخت تھا اور بہت سی جمعیت فراہم کر کے شیراز کا محاصرہ کر لیا محاصرہ طول پکڑتا جاتا تھا اور شاہ شجاع کے رفقاء ایک ایک کر کے شاہ محمود سے آملے شاہ سلطان جسنے مبارز الدین کو مکحول کیا تھا اس وقت شاہ شجاع کی طرف سے لڑ رہا تھا محمود کے ہاتھ پڑا اور مکحول کیا گیا کسی نے اس واقعہ کی نسبت لکھا ہے کہ ؎

گر است فلک چشم ترا میل کشیدہ — در ذات شریفش تو جہاں نقص ندید
آنکس کہ بداں چشم تو آسیب رساند — او نیز بعینہ مکافاتش دید

جب شجاع نے دیکھا کہ ملک ہاتھ سے جاتا ہے تو صلح کا خواہاں ہوا۔ بروئے شرائط صلح شیراز سے دست بردار ہونا پڑا اور بظاہر شاہ محمود اور معنی سلطان اویس کا قبضہ شیراز پر ہو گیا خواجہ سلمان مشہور شاعر نے اس فتح کی تاریخ اس طرح لکھی ہے ؎

ہمائے چتر ہمایوں پادشاہ اویس — بسیط ... ئے زمیں را بزیر سایہ گرفت
حدود مملکت فارس تا در ہر ہند — بسال خمسہ و ستین و سبعمائۃ گرفت

ان دونوں شعروں کی نسبت یہ مشہور ہے کہ سلمان نے فتح شیراز سے دو سال پیشتر کہے تھے۔ ۷۶۵
سلمان اپنے قصیدہ میں جو بتقریب فتح شیراز لکھا ہے اس کا اشارہ کرتا ہے۔

دولت سلطان اویس ہمہ ایراں گرفت — ماہ سہ تیغش سر حد کیواں گرفت
پایۂ رایتش سر افلاک برفراشت — شاہ دکانے زادم تا در کرماں گرفت
از طرفے دبدبش گردن دیوان ببست — وز جہتے لشکرش ملک سلیماں گرفت
معجز اقبال شاہ بود کہ پیش از زوال — نسخہ آں سر غیب خاطر سلماں گرفت

غالباً اسی زمانہ میں خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو بھی بغداد کا جو سلطان اویس کے حکومت میں تھا، خیال آیا ہوگا ؎

رہ نبردیم بمقصود خود اندر شیراز — خرم آں روز کہ حافظ رہ بغداد کند

اور انہی ایام میں یہ غزل لکھی ہوگی ؎

احمد اللہ علی معدلۃ السلطانی — احمد شیخ اویس حسن ایلکانی
خان بن خان شہنشاہ شہنشاہ نژاد — آنکہ مے زیبد اگر جان جہانش خوانی
دیدہ نادیدہ باقبال تو ایماں آورد — مرحبا اے بچنیں لطف خدا ارزانی
پرشکن طرۂ ترکانہ کہ در کاکل تست — بخت شاہ و کوشش قاآنی و چنگیز خانی
ماہ اگر بے تو برآید بدو نیمش بزنند — دولت احمدی و معجزۂ سلطانی
جلوۂ حسن تو دل مے برد از شاہ و گدا — چشم بد دور کہ ہم جانی و ہم جانانی
گرچہ دوریم بیاد تو قدح مے نوشیم — بعد منزل نبود در سفر روحانی
از گل فارسیم غنچۂ عیشے نہ شگفت — حبذا دجلۂ بغداد و مے ریحانی

اے نسیم سحری خاک رہ یار بیار
تاکند حافظ ازاں دیدہ جہاں نورانی

اس وقت "دالیئے" خواجہ جلال الدین توران شاہ تھا شاہ شجاع نے اس جگہ آکر پناہ لی۔ توران شاہ کی مدد سے شاہ شجاع کا بگڑا ہوا کام پھر بن گیا۔ کرمان پر قبضہ کیا اور بعد ازاں "کرمسیر" پر تصرف کر کے نصرۃ الدین شاہ یحییٰ کو اپنا مطیع و فرمانبردار بنایا تھوڑے عرصہ میں پھر شاہ محمود کے مقابلہ پر آیا اور فتح پائی اور توران شاہ وزیر اعظم مقرر ہوا خواجہ جلال الدین توران

شاہ نیک نفس عادل نہاد رعیّت پرور تھا ارکان سلطنت اور رعایا اور تمام مملکت اس سے خوش تھی اس سے پیشتر شاہ شجاع کے وزیر قوام الدین محمد اور کمال الدین یکے بعد دیگرے رہ چکے تھے اور دونوں قتل ہوئے قوام الدین طبعاً فیاض تھا مگر عہدہ وزارت پر ہوس شاہی باعث قتل ہوئی غالباً اسی شخص کی نسبت حافظ رحمۃ اللہ علیہ افسوس کے ساتھ لکھتے ہیں ؎

اعظم قوام دولت و دیں آنکہ بر درش | از بہر خاکبوس نمودی فلک سجود
با آں جلوہ آں عظمت زیر خاک رفت | در نصف ماہ ذی القعدہ از عرصہ وجود
تاکس امید جود ندارد زکس دگر | آمد حروف سال وفاتش امید جود

کمال الدین کی نسبت لکھتے ہیں کہ ؎

وفا از خواجگان شہر با من | کمال دین و دولت بوالوفا کرد

خواجہ جلال الدین توران شاہ خواجہ حافظ رحمۃ اللہ علیہ کے ممدوح ہیں اکثر غزلوں میں اس کی تعریف کرتے ہیں ؎

خوشم آمد کہ سحر خسرو خاوری گفت | با ہمہ پادشہے بندہ توران شاہم
توران شاہ خجستہ کہ در من مزید فضل | شد منت مواہب او طوق گردنم
وفاداری و حق گوئی نہ کار ہر کسے باشد | غلام آصف دوراں جلال الحق والدینم

؎

اے صبا بندگی خواجہ جلال الدین کن | کہ جہاں پر سمن و سوسن آزادہ کنی
تو بدیں دل کشی و نازکی اے مایہ حسن | لائق بزم گہ خواجہ جلال الدینی

شاہ شجاع کی عمر پنجاہ سہ سال و دو ماہ تھی اور پچیس سال سلطنت کی ہمہ صفت موصوف تھا۔ لطف طبع، حسن خلق، علم و فضل اور زیور ادب سے آراستہ اور شجاعت اور سخاوت میں بے مثل تھا نو سال کی عمر میں کلام اللہ حفظ کیا اور چند سالوں میں علوم مروجہ میں کمال پیدا کیا اس کی مجلس میں علما و فضلا کا ہجوم رہتا شاعر تھا اور عربی اور فارسی میں اچھے شعر کہتا اس نیک نہاد بادشاہ کا نام تواریخ ایران پر ہمیشہ زندہ رہیگا اس کے اخلاق نیکی اور دینداری کے قصّے بہت مشہور ہیں، شاہ شجاع کی فوج میں ایک شخص پہلوان اسد نامی ملازم تھا۔ خوبصورت، جوان رعنا، اور خوش خلق متقی اور پرہیزگار تھا ایک دن بادشاہ علی الصباح نہر کے کنارہ کنارہ سوار جارہا تھا موسم سرما تھا برف جمی ہوئی تھی دیکھا کہ پہلوان اسد برف توڑنے میں مشغول ہے بادشاہ نے پوچھا کیا کرتا ہے جواب دیا۔ "برف توڑتا ہوں تاکہ وضو کروں" بادشاہ کے دل میں نوجوان صالح کا زہد اثر کر گیا کرمان کی حکومت تفویض کی کسی شاعر نے اس واقعہ کو اس طرح بیان کیا ہے کہ ؎

از کرمے کہ ہست شاہ شجاع | مہر ایں مرد در دلش بنشست
زانکہ در ماہ دے ز بہر نماز | یخ شکست ست و دست رو شست

ایک دن حسب معمول تیر اندازی سے فارغ ہو کر معہ اعیان دولت واپس آرہا تھا کہ اثنی میدان میں ایک ضعیفہ عورت نے ایک تحریری درخواست کو پیش کیا مضمون یہ تھا کہ میں ایک ضعیفہ بیوہ عورت ہوں

میری دو لڑکیاں ایک یہودی کے پاس جو انہی ایام میں مشرف باسلام ہوا ہے بعوض مبلغ چار سو دینار
گرو ہیں اگر بادشاہ عالی جاہ التفات فرمائیں اور میری لڑکیاں قید رہن سے آزاد ہوں تو میں مدت الحیات
رہین عنایت و عاطفت بادشاہ رہونگی اور اللہ تعالےٰ اس کار ثواب کی اُجرت دنیا و آخرت میں نیک
دیگا شجاع یہ درخواست پڑھ کر رونے لگا اور اسی وقت گھوڑے سے اتر کر میدان میں بیٹھ گیا آنکھوں
سے آنسو جاری تھے اور کہتا تھا کہ اگر کل بروز قیامت بوقت حساب مجھ سے سوال ہوگا کہ تیرے عہد میں
دختران اسلامی نو مسلموں کے ہاتھ رہن تھیں تو میں کیا جواب دونگا پھر امرا و اعیان سے مخاطب ہو کر
کہا کہ جس کسی کو مجھ سے محبت ہے جو کچھ نقد و زر اسکے پاس اسوقت موجود ہو میدان میں رکھ دو ایک لاکھ دینار
جمع ہو گیا اس کے بعد کہا کہ کس شخص کو میری دامادی کی ہوس ہے ایک نوجوان آدینہ نام امیر اصفہان
کے رشتہ داروں میں سے سامنے آ کر کہنے لگا کہ مجھے آپ کی دامادی کی خواہش ہے پوچھا کہ تمہاری
سالانہ رسوم کیا ہے جواب دیا کہ ہزار دینار۔ اسے پندرہ ہزار دینار سالانہ کا اضافہ کیا گیا دوسرا شخص خسرو
شاد نام بھی اسی طرح سامنے آیا اس کا سالانہ وظیفہ بہت کم تھا بیس ہزار مقرر کیا بعد ازاں نو مسلم
یہودی کو زر رہن ادا کیا گیا اور لڑکیوں کو حرم سرائے سلطانی میں بیگمات کے حوالہ کیا اور حکم دیا کہ وہ
بھی لڑکیوں کو بطور جہیز کچھ دیں پچاس ہزار دینار بیگمات نے دیا اس کے بعد بادشاہ نے دھوم دھام
سے لڑکیوں کا عقد آدینہ اور خسرو شاد سے باندھا؛

نصرۃ الدین یحییٰ یزد کا حاکم تھا۔ شاہ شجاع کا کئی ایک دفعہ مقابلہ کیا اور ہر بار شکست کھائی مگر شجاع
نے کبھی اس کی شورہ پشتی کا خیال نہ کیا اور قصور معاف کرتا رہا ایک دفعہ یحییٰ نے ایک جاسوس شیراز
میں اس غرض سے بھیجا کہ بادشاہ کی نقل و حرکت کے متعلق صحیح صحیح حالات کی اطلاع دے اس شخص کا ایک
مقروض شیراز میں تھا اس سے ملاقات کی اور قرضہ کا تقاضا کیا اس نے تنگ آ کر کہا کہ تو جاسوس ہے
اور شہر میں جاسوسی کے لئے آیا ہوا ہے میں ابھی بادشاہ کو صورت حال سے آگاہ کرتا ہوں جاسوس
نے دیکھا کہ اب دھرے گئے خود ہی سبقت کی اور شجاع کی خدمت میں حاضر ہوا بادشاہ نے پوچھا کہ
تو کون ہے جواب دیا کہ میں جاسوس ہوں شاہ یحییٰ نے مجھے اس جگہ بھیجا ہے تاکہ میں معلوم کروں کہ آپ
کا ارادہ یزد پر حملہ آور ہونے کا تو نہیں ہے چونکہ مجھے بہ نسبت دوسرے اشخاص کی باتوں کے بادشاہ
کے قول پر پورا اعتماد ہے اس لیئے مناسب یہی خیال کیا کہ آپ ہی سے دریافت کروں بادشاہ
ہنس پڑا اور کہا کہ میں جھوٹ تو نہ بولونگا ارادہ ضرور تھا کہ اس سال یزد پر حملہ کروں لیکن
تری خاطر سے ارادہ فسخ کر دیا ہے جاسوس نے پھر کہا کہ ایک شخص کے ذمہ میرا کچھ قرضہ ہے وہ بھی
دلوا دو شجاع نے قرضہ بھی دلوا دیا جاسوس رخصت ہوا چند قدم گیا تھا کہ پھر واپس آیا اور کہا
دیکھنا اپنے عہد پر قائم رہنا ایسا نہ ہو کہ یزد پر حملہ کر دو اور مجھے شرمندہ ہونا پڑے شجاع
اس بے تکلف گفتگو سے بہت خوش ہوا اور خلعت اور انعام دے کر رخصت کیا؛

۷۸۶ھ میں شاہ شجاع کا انتقال ہو گیا +
"حیف از شاہ شجاع"
تاریخ وفات ہے؛

خواجہ حافظ رحمۃ اللہ علیہ نے بعض غزلوں میں شاہ شجاع کی تعریف کی ہے اور سچ تو یہ ہے کہ وہ اس تعریف کا مستحق تھا ؎

زمان شاہ شجاع ست و دور حکمت و شرع — براحت ایدل وجاں کوش در مسا و صباح

شاہ شجاع کے دامن پر یہ بدنما داغ تھا کہ باپ کو مکحول کیا خواجہ حافظ رحمۃ اللہ علیہ کو بھی یہ امر ناگوار تو گذرا مگر ایک غزل میں جس کا مطلع یہ ہے ؎

سحر ز ہاتف غیبم رسید مژدہ بگوش — کہ دور شاہ شجاع ست مے دلیر بنوش

مذکورہ بالا واقعہ کی طرف اشارہ کرتے ہیں ؎

رموز مملکت خویش خسرواں دانند — گدائے گوشہ نشینی تو حافظا مخروش

ایک غزل میں شاہ شجاع کی تعریف بلا مبالغہ اس طرح کی ہے ؎

عمر خسر وطلب ار نفع جہاں میطلبی — کہ وجودیست عطا بخش و کریم نفاع

مظہر لطف ازل روشنی چشم امل — جامع علم و عمل جان جہاں شاہ شجاع

منصور شاہ شجاع کے بعد سلطان زین العابدین اس کا بیٹا تخت نشین ہوا لیکن منصور اور نصرۃ الدین یحییٰ اور شجاع کے بھائی سلطان احمد ابو یزید اٹھ کھڑے ہوئے اور خانہ جنگی کی آگ مشتعل ہوگئی آخر منصور کامیاب ہوا چند سال حکومت کی تھی کہ تاتار کی طرف سے ایک طوفان اٹھا جو تھوڑے عرصہ میں تمام ایشیا پر محیط ہوگیا منصور کی کیا حقیقت تھی کہ اس کا مقابلہ کرتا تیمور نے فارس پر حملہ کیا منصور کی غیرت نے گوارا نہ کیا کہ دوسرے بادشاہوں کی طرح حلقہ بگوش ہو کر اطاعت قبول کرے مقابلہ کیا دشمنوں کی صفوں کو پھاڑتا ہوا تیمور تک پہنچا پانچ دفعہ پورے زور سے تلوار کا وار کیا۔ مگر خدا جانے کیا بات تھی کہ تیمور کو ذرا جنبش نہ ہوئی اتنے میں تیمور کے بیٹے اور دیگر سپاہیوں نے منصور کو یکہ و تنہا گھیر لیا دلاور بادشاہ شمشیر بکف لڑتا رہا زخموں سے چور ہو رہا تھا آخر لڑکھڑاتا ہوا گھوڑا اور سوار دونوں گرے منصور کا سر "آلوحش"[1] کے گھوڑے کے قدموں کے نیچے ڈالا گیا۔ آل مظفر کا خاتمہ ہوگیا۔ ستر ہزار بہادران ایران کو تہ تیغ کرکے ان کے سروں کا ایک منارہ چنا گیا۔ فتح کے بعد اکثر اہل کمال کو اپنے ہمراہ بخارا میں لے گیا ان میں خواجہ حافظ رحمۃ اللہ علیہ کی ملاقات خواجہ بہاؤالدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ سے ہوئی اور غالباً آنجناب کی سفارش سے رہائی ہوئی کسی شاعر نے منصور کی تاریخ وفات اس طرح لکھی ہے ؎

شہریارے عصر منصور آنکہ او — در زمین ملک تخم داد کشت

ملک ہشت از دار دنیا چوں بہشت — لاجرم تاریخ او شد ملک ہشت

نصرت الدین یحییٰ خواجہ حافظ رحمۃ اللہ علیہ نے بعض غزلوں میں نصرت الدین یحییٰ کی بھی تعریف کی ہے مورخین بھی اس کی تعریف کرتے ہیں ؎

دارائے جہاں نصرت الدین خسرو کامل — یحییٰ بن مظفر ملک عالم و عادل

گر نبودے شاہ یحییٰ نصرت الدیں از کرم — کار ملک و دیں ز نظم و اتفاق افتادہ بود

[1] اہل عرب "تیمور" کو "آلوحش" کہتے ہیں جس کی وجہ یہی معلوم ہوتی ہے کہ مغلوب لوگوں سے وحشیانہ سلوک کرتا تھا۔ ۱۲

کلام خواجہ حافظ رحمۃ اللہ علیہ

خواجہ حافظ رحمۃ اللہ علیہ کے ممدوح شیخ ابو اسحٰق شاہ شجاع اور منصور ہیں جن کی مدح میں خواجہ صاحب نے قصائد لکھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حافظ کا مدحیہ کلام ضایع ہو چکا ہے ایک قطعہ میں لکھتے ہیں کہ ؎

دل منہ اے جان من بر وعدۂ شاہ و وزیر — کس نمیداند کہ کارش از کجا خواہد کشاد

رو توکل کن ہمیدانی کہ نوک کلک من — نقش ہر صورت کہ زد رنگے دگر بیرون فتاد

شاہ ہرموزم ندید و بی سخن صد لطف کرد — شاہ یزدم دید و مدحش گفتم و ہیچم نداد

کار شاہاں ایں چنیں باشد تو اے حافظ مرنج — داور روزی رساں توفیق نصرت شاں داد

یا تو یہ قطعہ خواجہ حافظ رحمۃ اللہ علیہ نے نہیں لکھا اور نہ وہ مدحیہ کلام جو شاہ یزد کی نسبت آپ نے کہا اب موجود نہیں اور جو کچھ موجود ہے اس سے قیاس ہو سکتا ہے کہ خواجہ صاحب کی طبیعت قصیدہ گوئی کے مناسب واقع نہوئی تھی وہ لطافت اور شیرینی جو آپ کی غزلوں میں پائی جاتی ہے قصائد میں موجود نہیں جسکی وجہ ظاہر یہی ہے کہ آپنے ضرورتاً قصائد لکھے آپ خوشامدی شاعر نہ تھے ورنہ جھوٹی سچی باتیں بنا نا خوب جانتے +

بعض نسخوں میں ایسی غزلیں ہیں جو دوسرے نسخوں میں نہیں اس سے قیاس ہو سکتا ہے کہ حافظ رحمۃ اللہ علیہ کا کلام زمانہ کی دستبرد سے ضایع ہو چکا ہے مگر بعض غزلیں ایسی بھی ہیں جو خواجہ حافظ رحمۃ اللہ کے اشعار کا پایہ نہیں رکھتی غالباً یہ غزلیں کسی اور شاعر کی ہیں خواجہ حافظ رحمۃ اللہ علیہ کے کلام میں امتیازی خوبیاں موجود ہیں جو حقیقی معیار آپ کے اور غیر کے کلام پر کھنے کا ہو سکتی ہیں حافظ رحمۃ اللہ اپنے کلام کی نسبت جو کچھ رائے رکھتے تھے درج ذیل کی جاتی ہے ؎

در آسماں چہ عجب گر ز گفتۂ حافظ — سماع زہرہ برقص آورد مسیحا را

؎ غزل گفتی و در سفتی بیا و خوش بخواں حافظ — کہ بر نظم تو افشاند فلک عقد ثریا را

؎ غزل سرائے ناہید صرفہ نبرد — دراں مقام کہ حافظ برآورد آواز

یہ تو عالم بالا کا حال ہے روئے زمین پر بھی آپ کا کلام بے نظیر ہے ؎

دہ گند زمزمہ عشق در حجاز و عراق — نوائے بانگ غزلہائے حافظ شیراز

؎

حافظ حدیث سحر فریب خوشت رسید — تا حد چین و شام و باقصائے روم و رے

خواجہ حافظ اپنے کلام کی خوبیاں اس طرح بیان کرتے ہیں ؎

حافظ اگرچہ در سخن خازن گنج حکمت ست — از غم روزگار دوں طبع سخن گزار کو

؎ شعر حافظ ہم بیت الغزال معرفت است — آفریں بر نفس دلکش و لطف سخنش

؎ نظم دلکش حافظ چکید آب حیات — چنانکہ خوئے شدہ جاناں چکان از عارض

؎ آبحیات حافظ گشتہ خجل ز نظم تو — کس بہوائے عشق او شعر نگفتہ زیں نمط

؎ ازاں نہفتہ رخ خویش در نقاب صدف — کہ شد ز نظم خوشش لولو خوشاب خجل

؎ منم آں شاعر ساحر کہ بافسون سخن — از نے کلک ہم شہد و شکر میبارم

حسن کلام کی نسبت فرماتے ہیں کہ ؎

احسن این نظم از بیان مستغنیت — بر فروغ خور کسے جوید دلیل
آفرین بر کلک نقاشے کہ داد — بکر معنے را چنین حسن جمیل
معجز ست این شعر یا سحر حلال — ہاتف آورد این سخن یا جبرئیل
کس نداند گفت شعرے زین نمط — کس نیارد سفت درے زین قبیل

خواجہ صاحب سعدی اور نظامی کے قائل تھے فرماتے ہیں ؎

ز نظم نظامی کہ چرخ کہن — ندارد چو او ہیچ زیبا سخن

مگر اپنے کلام کی نسبت فرماتے ہیں کہ ؎

چو سلک در خوشاب ست شعر نظم تو حافظ — کہ گاہ لطف سبق مے برد ز نظم نظامی

خاجو کی طرز سخن کی تعریف کرتے ہیں کہ ؎

استاد غزل سعدی ست پیش ہمہ کس اما — دارد سخن حافظ طرز سخن خاجو

مگر ایک شعر میں خاجو اور سلمان کا رتبہ ظہیر سے کم کر دیا گیا ہے اور اپنا پایہ سب سے بلند بتاتے ہیں ؎

چہ جائے گفتہ خاجو و شعر سلمان است — کہ شعر حافظ شیراز بہ ز شعر ظہیر

خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے کلام کی خوبیاں اور اس کا موازنہ اور مقابلہ دیگر شعرا کے کلام سے آپ ہی کیا ہے جو ہم لکھ چکے ہیں آپ نے موجودہ دیوان میں رندانہ عاشقانہ نعتیہ مدحیہ غزلیہ ہیں مگر حافظ کی طبیعت کا رنگ ہر ایک شعر پر چڑھا ہوا ہے نکات تصوف اور حقائق اور معارف کو اس خوبی سے ادا کیا ہے کہ اس سے بہتر کسی شاعر سے آج تک نہیں ہو سکا یہ صرف ہماری رائے نہیں بلکہ مولنا جامی رح بھی اسیطرح فرماتے ہیں اور ہمیں معلوم نہیں کہ جو قبولیت آپکے کلام کو حاصل ہوئی ہے وہ کسی اور شاعر کو بھی نصیب ہوئی ہے +

ایام زندگی

ہم بیان کر چکے ہیں کہ حافظ صاحب حقیقی شاعر تھے اور حقیقی شعرا کا حصہ عالی دنیا میں بہت کم ہوتا ہے اور اس لئے ہمیشہ افلاس و عسرت کی شکایت کرتے ہیں خواجہ حافظ رحمۃ اللہ تنگدستی کا گلہ نہیں کرتے بلکہ سمجھتے ہیں کہ ایک وقت میں وہ خوبیاں جو آپ کی ذات میں جمع تھیں دنیاوی جاہ و حشمت کے ساتھ جمع نہیں ہو سکتیں اور خوش ہیں کہ آپنے بہتر انتخاب کیا ہے دنیائے فانی سے آپ کو کچھ الفت نہ تھی بلکہ آپنے زندگی کا اکثر حصہ آخری وقت کے انتظار میں بسر کیا دنیا میں انکا دل نہیں لگتا تھا اور جس طرح ایک ویران جگہ سے دل کو وحشت ہوتی ہے اسی طرح دنیا میں آپ کا جی گھبراتا تھا۔ مگر اس کی وجہ یہ نہ تھی کہ دنیا میں ان کے لئے کوئی لطف نہ تھا یا وہ مفلسی سے تنگ آئے ہوئے تھے وہ معشوق حقیقی کے وصال کے خواہاں تھے ؎

خرم آن روز کزین منزل ویران بروم — راحت جان طلبم وز پے جانان بروم

آپ نے آنکھوں سے شیخ ابو اسحاق کی جاہ و حشمت کو خاک میں ملتا ہوا دیکھا مبارز الدین کا معزول ہونا آپ کی نظروں کے سامنے تھا شاید آپکے دل میں یہ سوال پیدا ہوتا ہوگا کہ کیا یہی اسباب ہیں جن سے مدعا زندگی حاصل ہو سکتا ہے جس کا جواب ہمیشہ نفی میں ملتا رہا کیا دنیا میں یہی معیار

زیست ہے جس میں بمقابلہ محنت آرام مفقود ہے اور انجام بد ہے ؎

ز دانش مطلقاً بے بہرہ باشد | کہ از دنیا بشادی بہرہ جوید
بود از شرب شادی صائم آنکہ | کہ جلاب طرب از دہر جوید
کسے چوں نوشدارو جوید از دہر | گدا ہیں نوشدارو زہر جوید

خواجہ حافظ رحمۃ اللہ علیہ اپنا تجربہ اس طرح بیان فرماتے ہیں ؎

مدتے در طلب مال جہاں کردم سعی | تا آخرم خبر شد ز نقش حرزات
غرض ہر چہ فلک داد بمن باز ستد | نکند فائدہ فریاد و جوانی چہ سر است
عمر ضائع شد و از مال زیانے کرد | اندہ عمر کنوں از ہمہ غمہا بہتر ست
بعد ازیں یک نفس از عمر بملک دو جہاں | ندہم و ہم کہ بچشم دو جہاں مختصر ست
گنجہا یافتہ ام در دل ویران از ہنر | گرچہ بظاہر بت ضمیرم نہ ہنرہا ہنر ست
بعد ازیں ہرچہ رسد از بد و نیک اے حافظ
غم مخور شادی بزی زانکہ جہاں در گذر ست

خواجہ حافظ رحمۃ اللہ علیہ نہایت پر آشوب زمانہ میں پیدا ہوئے یہ ایسا زمانہ تھا کہ امن مفقود تھا آپ کے وطن مالوف شیراز کا کئی دفعہ محاصرہ ہوا اور مختصر بادشاہوں کے قبضہ میں رہا یہ ایسا وقت تھا جس کی نسبت آپ فرماتے ہیں کہ ؎

ایں چہ شوریست کہ در دور قمر می بینم | ہمہ آفاق پر از فتنہ و شر مے بینم

ان حالات میں گوشہ عافیت سب سے بہتر زندگی تھی اور اس کے ساتھ قناعت نے اس فتنہ انگیز زمانہ میں بھی آپ کے امن میں خلل نہ آنے دیا اللہ تعالیٰ نے آپ کو خزانہ غیب سے روزی دی ؎

تو نیک و بد خود ہم از خود بپرس | چرا دیگرے بایدت محتسب
ز بد دور باش و بہ نیکی بکوش | مکن عمر ضائع بہ لہو و لعب
چو دانی کہ روزی دہندت خدا ست | مدارا ز طمع قلب را منقلب
و من یتق اللہ یجعل لہ | و یرزقہ من حیث لا یحتسب

شاہان ہندوستان کی آرزو تھی کہ آپ تشریف لاویں مگر حافظ رحمۃ اللہ علیہ کو اس کی خواہش نہ تھی کہ طمع سے قلب کو منقلب کریں بہر حال اس سے بہتر زندگی اور کیا ہو سکتی ہے کہ خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی زندگی کے دن جس طرح ہوئے کاٹے لیکن آیندہ نسلوں کے لئے نصیحت حکمت معارف حقائق کا ذخیرہ چھوڑ گئے ؎

حافظ از فقر مکن نالہ کہ گر شعر اینست | ہیچ خوشدل نپسندد کہ تو محزون باشی

حافظ خواجہ رحمۃ اللہ علیہ صاحب اولاد تھے ایک لڑکا بچپن میں مر گیا سخت صدمہ ہوا فرماتے ہیں ؎

بلبلے خون جگر خورد و گلے حاصل کرد | باد غیرت بصدش حال پریشاں دل کرد
طوطئے را بہوائے شکریں دل خوش بود | ناگہش سیل فنا نقش امل باطل کرد

قرۃ العین من آں میوۂ دل یادش باد — کہ خود آساں بشد و کار مرا مشکل کرد
ساربانان بار من افتاد خدارا مددی — کہ امید کرم ہمرہ ایں محمل کرد
روئے خاکے و نم چشم مرا خوار مدار — چرخ فیروزہ طربخانہ ازیں کہگل کرد
آہ و فریاد کہ از چشم حسود مہ چہر — در لحد ماہ کماں ابرو من منزل کرد
نزدکے شاہ رخ و فوت شد امکاں حافظ
چہ کنم بازی ایام مرا غافل کرد

دلا دیدی کہ آں فرزانہ فرزند — چہ دید اندر خم ایں طاق رنگیں
بجائے لوح سیمیں در کنارش — فلک بر سر نہادش لوح سنگیں

خواجہ حافظ رحمۃ اللہ علیہ کی تاریخ ولادت اور وفات صحیح معلوم نہیں مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ نے تاریخ وفات اس طرح کہی ہے:

چراغ اہل معنے خواجہ حافظ — کہ شمعے بود از نور تجلےٰ
چو در خاک مصلے یافت منزل — بجو تاریخش از خاک مصلےٰ

اپنی بخشش کی نسبت پہلے ہی زندگی میں کہہ دیا تھا ؎

قدم دریغ مدار از جنازۂ حافظ — کہ گرچہ غرق گناہ است میرود بہ بہشت

حافظ علیہ الرحمۃ کی تربت

شاہ عبد العزیز محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ ایک روز میرے والد کے روبرو ایک شخص نے اپنا حال بیان کیا کہ شیراز میں بطور سیاحت گیا تھا خواجہ حافظ رحمۃ اللہ علیہ کی قبر شہر سے باہر واقع ہے اکثر رند اور میخوار اس جگہ جمع ہوتے ہیں حافظ علیہ الرحمۃ خود فرما چکے ہیں ؎

بر سر تربت ما چوں گذری ہمت خواہ — کہ زیارتگہ رندان جہاں خواہد شد

اور اس جگہ بیٹھ کر شراب نوشی کرتے ہیں سرود و سماع کی محفلیں بھی ہوتی ہیں حافظ علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے ؎

بر سر تربت من بے مے و مطرب منشیں — تا بہ بویت ز لحد رقص کناں برخیزم

بوقت شام لوگ اپنے اپنے گھروں کو لوٹے میں مسافر تھا اسی جگہ قیام کیا اور کہا اے حافظ آج میں تمہارا مہمان ہوں بھوکا ہوں اور خرچ راہ بھی نہیں ہے پہر شب یا اس سے زیادہ گذرا ہوگا کہ دیکھا کہ ایک شخص کے سر پر خوان ہے اور دوسرے آدمی کے ہاتھ میں مشعل ہے اس طرف چلے آتے ہیں پہلے تو خوف زدہ ہوا آخر دل کڑا کرکے انتظار کرنے لگا جب قریب آئے تو آواز دی کہ مہمان حافظ کہاں ہے میں نے جواب دیا کہ "میں ہوں" کہا کہ میں سویا ہوا تھا کہ حافظ رح کو خواب میں دیکھا۔ فرماتے ہیں کہ ایک شخص ہمارا مہمان ہے بھوکا ہے اور زاد راہ بھی نہیں رکھتا میں طعام تقسیم کر چکا تھا، تلاش کے بعد جو کچھ ملا حاضر ہے۔ اور یہ پانچ اشرفیاں زاد راہ ہیں"

تمت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دیباچہ

خواجہ حافظ رحمۃ اللہ علیہ کا کلام اگرچہ سلیس فارسی میں ہے مگر کوئی شعر ایسا نہیں جو لفظی اور معنوی خوبی سے خالی ہو آپ کے کلام کا حسن صورت اور حسن معانی تشبیہہ و استعارات اور دیگر صنائع سے آراستہ ہے مگر لطف یہ ہے کہ کلام میں رنگینی قدرتی معلوم ہوتی ہے ہم آپ کے اشعار پر آپ کے شاعرانہ مرتبہ کے اظہار کے لئے بحث نہیں کرتے بلکہ جو کچھ مقصود ہے وہ آپ کے اشعار کی شرح میں ظاہر کیا گیا ہے تصوف کے لطیف نکات کو ایسی خوش اسلوبی سے خواجہ شیراز چند لفظوں میں بیان کر جاتے ہیں کہ ہم بلا تامل کہہ سکتے ہیں کہ شعرائے فارس میں سے یہ صرف آپ کا حصہ ہے۔

چونکہ آپ کے اشعار میں اکثر چشم و لب و رخ و زلف و خط و خال اور شراب و شمع و شاہد اور مسجد اور خرابات اور بت و زنار و کفر و ایمان وغیرہما الفاظ استعمال ہوئے ہیں اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس مقام پر ان اصطلاحوں کی مختصر تشریح کر دی جاوے ہم نے ان اشعار کی شرح میں جہاں یہ الفاظ مستعمل ہوئے ہیں ان اصطلاحوں کی شرح تو کر دی ہے مگر یہ مقامات متفرق ہیں اور خواجہ شیراز علیہ الرحمۃ کا کلام سمجھنے کے لئے ان اصطلاحوں کا مطلب سمجھنا سب سے مقدم ہے۔ تصوف نکات شاعری کا سرمایۂ ناز ہے اور سچ تو یہ ہے کہ جو شخص تصوف سے واقف نہیں وہ نہ تو شاعر ہو سکتا ہے اور نہ سخن فہم ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ ان اصطلاحوں کی شرح صوفیہ کرام کے کلام سے کریں "گلشن راز" سوال و جواب سیزدہم میں لکھا ہے کہ:

سوال

چہ خواہی مرد معنے زیں عبارت ؛ کہ دارد سوئے چشم و لب اشارت
چہ جوید از رخ و زلف و خط و خال ؛ کسے کاندر مقامات ست و احوال

جواب

ہر آں چیزے کہ در عالم عیان ہست ؛ چو عکسے ز آفتاب آں جہان ست

جهاں چوں خط و زلف ابروست — کہ ہر چیزے بجائے خویش نیکوست
تجلی گہ جمال و گہ جلال ست — رخ و زلف آں معانی را مثال است
صفات حق تعالیٰ لطف و قہرست — رخ و زلف بتاں را زاں دو بہرست
چو محسوس آمد ایں الفاظ مسموع — نخست از بہر محسوس اند موضوع
نگر کز چشم شاہد چیست پیدا — رعایت کن لوازم را بدانجا
ز چشمش خواست بیماری و مستی — ز لعلش نیستی در عین ہستی
ز چشم او ہمہ دلہا جگر خوار — لب لعلش شفائے جان بیمار
دمے از مردمے دلہا نوازد — دمے بیچارگاں را چارہ سازد
بشوخی جاں دہد در آب و از خاک — بدم دادن زند آتش بر افلاک
از و ہر غمزہ دام و دانۂ شد — وزو ہر گوشۂ میخانہ شد
ز غمزہ میدہد ہستی بغارت — ببوسہ میکند بازش عمارت
ز چشمش خون ما در جوش دائم — ز لعلش جان ما مدہوش دائم
ز لمح بالبصر شد حشر عالم — ز نفخ روح پیدا گشت آدم
چو از چشم و لبش اندیشہ کردند — جہانے مے پرستی پیشہ کردند
بچشمش در نیاید جملہ ہستے — درو چوں آید آخر خواب و مستے
وجود ما ہمہ مستی است ماخواب — چہ نسبت خاک را با رب ارباب
خرد دارد ازیں صد گونہ آشفت — کہ ولتصنع علیٰ عینی چرا گفت
حدیث زلف جاناں بس دراز ست — چہ شاید گفت ازاں کاں جائے راز ست
ز قدش راستی گفتم سخن دوش — سر زلفش مرا گفتا کہ خاموش
کجی بر راستے زو گشت غالب — وزو در پیچش آمد زلف طالب
ہمہ دلہا ازو گشتہ مسلسل — ہمہ جانہا ازو بودہ مقلقل
معلق صد ہزاراں جاں ز ہر سو — نشد یک دل بروں از حلقۂ او
اگر زلفین خود را بر فشاند — بعالم در یکے کافر نماند
وگر بگذاردش پیوستہ ساکن — نماند در میاں یک نفس مومن
چو دام فتنہ شد مے چنبر او — بشوخی باز کرد از تن سر او
اگر زلفش بریدہ شد چہ غم بود — کہ گر شب کم شد اندر روز افزود
بیابد زلف او یک لحظہ آرام — گہے صبح آورد گاہے کند شام
رخ اینجا مظہر لطف خدائیست — مراد از خط جناب کبریائیست
رخش خطے کشید اندر نکوئی — کہ از ما نیست بیروں خوبروئی
خط آمد سبزہ زار عالم جاں — ازاں کردند نامش آب حیواں
ز تاریکی زلفش روز شب کن — ز خطش چشمۂ حیواں طلب کن

خضروار از مقام بے نشانی ؏ بجو از خطش آب زندگانی
مگر رخسار او سبع المثانیست ؏ کہ ہر حرفے از و بحر معانیست
ببیں بر آب قلب عرش حیاں ؏ ز خط عارض زیبائے جاناں
بر آں بنج نکتہ خالش بسیط ست ؏ کہ اصل مرکزش دور محیط است
از و شد خط دور ہر دو عالم ؏ و ز و شد خط و نفس قلب آدم
از آں حال دل پر خوں تباہ است ؏ کہ عکس نقطہ خال سیاہ است
ز خالش حال دل جز خوں شدن نیست ؏ کز آں منزل رہ بیروں شدن نیست
بوحدت در نباشد ہیچ کثرت ؏ یکے نقطہ ست اندر اصل وحدت
ندانم خال او عکس دل ماست ؏ دیا دل عکس خال روئے زیباست

سوال

شراب و شمع و شاہد را چہ معنی است ؏ خراباتی شدن آخر چہ دعوی است

جواب

شراب و شمع و شاہد عین معنی ست ؏ کہ در ہر صورتے او را تجلی است
شراب و شمع ذوق و نور عرفاں ؏ ببیں شاہد کہ از کس نیست پنہاں
شراب اینجا زجاجہ شمع مصباح ؏ بود شاہد فروغ نور ارواح
ز شاہد بر دل موسے اشرر شد ؏ شرابش آتش و شمعش شجر شد
شراب و شمع جاں آں نور اسرے است ؏ و لے شاہد ہماں آیات کبری است
شراب بیخودی درکش زمانے ؏ مگر از دست خود یابی امانے
بخور مے تا ز خویشت وا رہاند ؏ وجود قطرہ با دریا رساند
شرابے خور کہ جامش روئے یار است ؏ پیالہ چشم مست بادہ خوار است
شرابے را طلب بے ساغر و جام ؏ شراب بادہ خوار ساقی آشام
ز رویش پرتوے چوں بر مے افتاد ؏ بسے شکل حبابے بروے افتاد
ہمہ عالم چو یک خمخانہ اوست ؏ دل ہر ذرہ پیمانہ اوست
خراباتی شدن از خود رہائیست ؏ خودی کفر است اگر خود پارسائیست
نشانے دادہ اند اہل خرابات ؏ کہ التوحید اسقاط الاضافات
خرابات از جہان بے مثالی است ؏ مقام عاشقان لاابالی است

سوال

بت و زنار و ترسائی دریں کوئے ؏ ہمہ کفر است ورنہ چیست برگوئے

جواب

بت اینجا مظہر عشق است و وحدت ۔ بود زنار بستن عقد خدمت
چو کفر و دیں بود قائم بہستی ۔ شود توحید عین بت پرستی
چو اشیا ہست ہستی را مظاہر ۔ ازاں جملہ یکے بت باشد آخر
نکو اندیشہ کن اے مرد عاقل ۔ کہ بت از روئے ہستی نیست باطل
وجود آنجا کہ باشد محض خیر است ۔ اگر شریست در وے او ز غیر است
مسلماں گر بدانستی کہ بت چیست ۔ بدانستی کہ دیں در بت پرستی است
وگر مشرک ز بت آگاہ گشتے ۔ کجا در دین خود گمراہ گشتے
ندید او از بت الا خلق ظاہر ۔ بدیں علت شد اندر شرع کافر
تو ہم گر زو نہ بینی حق پنہاں ۔ بشرع اندر نخوانندت مسلماں
ہمیشہ کفر در تسبیح حق است ۔ و ان من شئ گفت اینجا چہ دق است
چہ میگویم کہ دور افتادہ از راہ ۔ فذرہم بعد ما جاءت قل اللہ
یکے گوئے و یکے بین و یکے داں ۔ بدیں ختم آمد اصل و فرع ایماں
نہ من میگویم ایں بشنو ز قرآں ۔ تفاوت نیست اندر خلق رحمٰن
نظر کردم بدیدم اصل ہر کار ۔ نشان خدمت آمد عقد زنار
نباشد اہل دانش را مقوّل ۔ ز ہر چیزے مگر بر وضع اوّل
میاں در بند چوں مرداں بمردی ۔ در آ در زمرۂ اوفوا بعہدی
ز ترسائے غرض تجرید دیدم ۔ خلاص از ربقۂ تقلید دیدم
بت و زنار و ترسائی و ناقوس ۔ اشارت شد ہمہ با ترک ناموس
اگر خواہی کہ باشی بندۂ خاص ۔ مہیّا شو برائے صدق و اخلاص
بباطن نفس ما چوں ہست کافر ۔ مشو راضی بدیں اسلام ظاہر
ز حق ہر لحظہ ایماں تازہ گرداں ۔ مسلماں شو مسلماں شو مسلماں
ریا و سمعہ و ناموس بگذار ۔ بیفگن خرقہ و بر بند زنار

ان اشعار میں رخ وخط وخال وغیرہما استعارات کی منظوم تشریح ہے اور اگر غور کیا جاوے تو یہ اشارات صوفیہ کرام نے قرآن شریف سے اخذ کئے ہیں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان اشارات کی مزید تشریح قرآن شریف کی آیات سے کی جاوے؛

ذات حق تعالے کسی شئے کی مثل نہیں "لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ" مگر یہ امر ظاہر ہے اشیاء میں امتیاز اضداد سے پیدا ہوتا ہے اور معرفت امثال سے حاصل ہوتی ہے اس لئے اللہ تعالے خود ہمارے لئے امثال بیان فرماتا ہے مدعا یہ ہے کہ ہم معرفت حاصل کریں اور اس کی صورت یہ ہے کہ ؎ ترتیب تصورہائے معلوم ۔ شود تصدیق نا مفہوم مفہوم

قرآن شریف میں ایمان اور کفر کا مقابلہ نور وظلمت کی مثال سے لیا گیا ہے:

(۱) مَثَلُهُمْ كَمَثَلِ الَّذِي اسْتَوْقَدَ نَارًا فَلَمَّا أَضَاءَتْ مَا حَوْلَهُ ذَهَبَ اللَّهُ بِنُورِهِمْ وَتَرَكَهُمْ فِي ظُلُمَاتٍ لَا يُبْصِرُونَ ۝ صُمٌّ بُكْمٌ عُمْيٌ فَهُمْ لَا يَرْجِعُونَ ۝

(۲) قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الْأَعْمَىٰ وَالْبَصِيرُ أَمْ هَلْ تَسْتَوِي الظُّلُمَاتُ وَالنُّورُ (رکوع)

ایمان نور علم سے حاصل ہوتا ہے اور کفر ظلمت جہل کا نتیجہ ہے:

(۳) وَيَضْرِبُ اللَّهُ الْأَمْثَالَ لِلنَّاسِ وَاللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ (۱۸-۱۰)

صاحب گلشن راز لکھتے ہیں کہ ؎

ہر آں چیزے کہ در عالم عیان است — چو عکسے ز آفتاب آں جہان ست

اگر زلفین خود را بر فشاند — بعالم در یکے کافر نماند

وگر بگذاردش پیوستہ ساکن — نماند در جہاں یک نفس مومن

اگر زلفش بریدہ شد چہ غم بود — کہ گر شب کم شد اندر روز افزود

خواجہ حافظ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

عکس روئے تو چو در آئینہ جام افتاد — عارف از پرتو مے در طمع خام افتاد

جلوہ کرد رخش روز ازل زیر نقاب — عکسے از پرتو آں بر رخ افہام افتاد

ایں ہمہ عکس مے و نقش مخالف کہ نمود — یک فروغ رخ ساقی ست کہ در جام افتاد

؎

ہر کرا با خط سبزت سر سودا باشد — پائے ازیں دائرہ بیروں ننہد تا باشد

ظل ممدود خم زلف توام بر سر باد — کاندریں سایہ قرار دل شیدا باشد

یہ اور اسی قسم کے تمام اشعار قرآن شریف کی آیات کا ترجمہ ہیں:

(۴) أَلَمْ تَرَ إِلَىٰ رَبِّكَ كَيْفَ مَدَّ الظِّلَّ وَلَوْ شَاءَ لَجَعَلَهُ سَاكِنًا ثُمَّ جَعَلْنَا الشَّمْسَ عَلَيْهِ دَلِيلًا ۝ ثُمَّ قَبَضْنَاهُ إِلَيْنَا قَبْضًا يَسِيرًا ۝ (۱۹-۲)

خواجہ حافظ رحمۃ اللہ کے اشعار میں "ظل ممدود" اور "خم زلف" اور "قرار" بلکہ تمام شعر آیت محولہ بالا کا ترجمہ ہے اگر قرآن شریف کی آیت کا مطلب سمجھ میں آگئے تو اس قسم کے تمام اشعار بآسانی سمجھ سکتے ہیں +

عالم کو حق تعالےٰ سے وہی نسبت ہے جو سایہ کو شخص سے ہے عالم جیسا کہ اس آیت سے واضح ہوتا ہے "ظل ممدود" ہے اگر یہ ظل ساکن ہوتی۔ ظل وہ تاریکی ہے جو آفتاب کی عدم موجودگی میں ہوتی ہے اور اس کو قرار ہوتا تو ہمیں نہ تو ظل کا علم ہوتا نہ ذی ظل کا مگر اللہ تعالےٰ نے آفتاب کو اس کا دلیل بنا دیا یعنے جب آفتاب طلوع ہوا اور اس کے "نور" اور ظل کی ظلمت میں امتیاز پیدا ہوا تو ہمیں یہ نور وظلمت محسوس ہونے لگا اور ہم نے ادراک حاصل کیا ورنہ عدم محض کا ادراک محال ہے اور اسی طرح وجود محض کا ادراک ناممکن ہے اسی عدم اور وجود نور وظلمت کے امتزاج سے ادراک حاصل ہوتا ہے اس لیئے ظہور جملہ اشیاء بضدادست

یعنے جب تک اضداد کی وجہ سے اشیاء میں امتیاز پیدا نہ ہو ہمیں کوئی چیز محسوس نہیں ہو سکتی۔ محسوس وہی چیز ہوتی ہے جو ظاہر ہو گویا ظہور اشیاء اضداد اشیاء پر موقوف ہے +

طلوع آفتاب سے پیشتر تاریکی چھائی ہوئی ہے اور محض تاریکی ظہور اشیاء کی مانع ہے گویا سیاہی ایک پردہ ہے جس میں اشیاء پوشیدہ ہیں جیسا کہ زلف جو رُخ روشن پر بکھری ہوئی ہو چہرہ کو چھپاتی ہے "نور" اشیاء کو پردہ اخفا سے خارج میں ظاہر کرتا ہے "اللہ نور السموٰت والارض" اسی نور سے آسمان وزمین کا ظہور ہوا ہے اور اگر یہ نہ ہوتا تو سب کچھ پردہ عدم میں ہوتا نور ہی نے آسمان وزمین کے وجود اور احکام و آثار کو ظاہر کیا ورنہ نہیں نہ تو عالم اور نہ خالق عالم کی معرفت حاصل ہوتی۔

خواجہ حافظ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

سواد موئے تو تفسیر جاعل الظلمات + بیاض روئے تو تبیان فالق الاصباح

اس شعر میں قرآن شریف کی ان آیات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

۵ اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ الَّذِیۡ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ وَجَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَالنُّوۡرَ ط (۷-۶)

۶- اِنَّ اللّٰہَ فَالِقُ الۡحَبِّ وَالنَّوٰی ط یُخۡرِجُ الۡحَیَّ مِنَ الۡمَیِّتِ وَمُخۡرِجُ الۡمَیِّتِ مِنَ الۡحَیِّ ط ذٰلِکُمُ اللّٰہُ فَاَنّٰی تُؤۡفَکُوۡنَ ۵ (۷-۱۷)

اللہ تعالےٰ ظلمت سے نور اور نور سے ظلمت پیدا کرتا ہے اور ظہور سے پیشتر دونوں اللہ تعالےٰ کے علم میں بالقوہ موجود ہیں جیسا کہ دانہ اور گٹھلی میں شجر بمعہ برگ و بار موجود ہوتا ہے ؎

در ہجر وصل باشد در ظلمت است نور

اللہ تعالےٰ ان کو بالقوہ سے بالفعل کر دیتا ہے اور اگر اللہ تعالےٰ چاہتا تو دونوں کو ساکن یعنے بالقوہ ہی رکھتا اور جس وقت اس کا ارادہ ہوگا ان کو اصلی حالت پر لے آئیگا +

۷- لہٗ ملک السموات والارض والی اللہ ترجع الامور یولج الیل فی النہار ویولج النہار فی الیل وھو علیم بذات الصدور ۵-

اس لئے نور ظلمت اور بقول خواجہ شیراز رحمۃ اللہ علیہ ؎

ایں ہمہ عکس مے ونقش مخالف کہ نمود + یک فروغ رخ ساقیست کہ در جام افتاد

عالم نور عالم میں اشیاء کی کثرت اور اختلاف تمام اشیاء کا ظہور اللہ تعالےٰ کے اسماء وصفات کا عکس ہے۔

ظل عین نور ہے اگر ان کی حقیقت معلوم ہو مگر بباعث تعین و اعتبار ایک دوسرے کا غیر ہے +

نور ظلمت کی مثال سے ہم نے سمجھ لیا کہ نور تو اشیاء اور ان کے احکام اور آثار کو ظاہر کرتا ہے۔ اور ظلمت ان کو پوشیدہ کرتی ہے۔

اگرچہ عالم میں "کوئی صورت اپنے صورتگر کی بے صورت نہیں لیکن کمال حسن کا اظہار صورت انسانی میں ہی ہوا ہے۔ اس لئے شعراء جو تلامیذ الرحمٰن ہیں اسی صورت سے معرفت کی لطیف نکات بیان کرتے ہیں۔ لیل و نہار اور ظلمت و نور کو زلف اور رُخ سے تشبیہ دے کر ایک لطف پیدا کرتے ہیں جس کی کیفیت دل محسوس کرتا ہے +

"خم زلف" سے ان کی مراد ظل کا سکون ہے اور اس کی درازی سے مراد ظل ممدود ہے پھر اس ظل کا اصل کی طرف رجوع کرنا یعنے سکون اور قرار کی حالت میں ہونا دل کا قرار ہے جس کی سبب بڑی خواہش یہی ہے کہ اصل سے وصل ہو ظل ممدود زلف کا "تطاول" ہے اس لئے اس سے بیقراری پیدا ہوتی ہے +

جو کچھ عالم اور عالم میں ہے وہ صرف صورتیں ہیں جو ہم محسوس کرتے ہیں اور ان صورتوں میں سے انسانی صورت کو خاص امتیاز حاصل ہے اور یہ صورت زلف و غمزہ و خال و قد و قامت وغیرہ کا مجموعہ ہے ہر ایک کے احکام و آثار مختلف ہیں اور لوازمات علیحدہ ہیں۔ مثلاً آنکہ ؎

رعائت کن لوازم را بدانجا
نگر کز چشم شاہد چیست پیدا

بیماری اور مستی تو اس کا حسن صورت ہے اور بصر کا آلہ ہے اور علی ہذا القیاس +

رخ سے مراد "وجہ مطلق" ہے جس کی نسبت قرآن شریف میں مذکور ہے:

۸ فَاَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ٥ (۱-۱-۱۳-)

۹ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ فَلِاَنْفُسِكُمْ وَمَا تُنْفِقُوْنَ اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ اللّٰهِ (۳-۴)

۱۰ كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ۝ وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ ۝ (۲۷-۱۱)

۱۱ اِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللّٰهِ لَا نُرِيْدُ مِنْكُمْ جَزَآءً وَّلَا شُكُوْرًا ۝ (۲۹-۱۸)

۱۲ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ ؕ (۲۰-۱۱)

"وجہ" کے معنی رخ ہیں اپنے وجود میں ہی غور کرو چہرہ ہی شناخت کا ذریعہ ہے اہل بصیر جس طرف نظر اٹھا کر دیکھتے ہیں ان کو ہر طرف وہ آیات نظر آتی ہیں جس سے ان کو حقتعالے کی شناخت یعنے معرفت حاصل ہوتی ہے آفاق میں بھی یہی وجہ ہے اور "فِیْ اَنْفُسِکُمْ" میں بھی یہی ہے وہ لوگ نہایت غافل ہیں جو کسی سائل کی صورت میں اس وجہ کے سوائے کچھ اور دیکھتے ہیں جو ان کے اپنے نفس میں موجود ہے ہر ایک صورت فنا ہونے والی ہے مگر یہ "وجہ" باقی ہے اس لئے جس کسی نے اس سائل کی صورت میں بھی "حق" کو شناخت کیا اس نے اپنے نفس کو اس صورت میں دیکھا اور اس نے حق کی معرفت حاصل کی اور اسکا ثواب اس کو ضرور ملے گا ورنہ جو کچھ دیا ضایع کیا "حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ" +

ہمارا کلام ہمارے علم کی صورت ہے ہم اپنے مافی الضمیر کا اظہار مخاطب پر بذریعہ حرف وصورت کرتے ہیں حرف و صوت کلام ہے اور ہمارا مافی الضمیر علم ہے اسی طرح عالم کلام الٰہی ہے اور اشیاء کلمات ہیں اور اس حیثیت سے عالم ایک "کتاب" ہے یعنے کلام الٰہی ہے اور اس لئے علم الٰہی کی صورت ہے معرفت کا ذریعہ علم ہی ہے اس لیئے "وجہ" یہی علم الٰہی ہے جس کی صورت عالم ہے عالم بالحق قائم ہے بلکہ اس کی حقیقت حق ہے:

۱۳- خلق السموات والارض بالحق۔

۱۴- ربنا ما خلقت ھذا باطلا۔

حق یہی علم ہے اس لئے عالم میں کوئی شے سوائے اس شئے کی صورت کے باطل نہیں اگر بت پرست صورت پرست نہوتے تو عین صراط مستقیم پر رہتے ؎

اگر از وہم غیر آگاہیت نیست | براہ کفر ہم گمراہیت نیست
اگر آلودۂ احرام غیر ے | ہم گر کعبہ باشی ننگ دیری

(بیدل)

"بہشت اور اس کی نعمتیں ایسی ہیں جو ہم محسوس نہیں کرتے، محسوس صرف صورتیں ہوتی ہیں اسلئے بہشت صورتوں کے علاوہ ہے، مگر چونکہ ؎

زترتیب تصور ہائے معلوم | شود تصدیق نامفہوم مفہوم

اس لئے اپنی صورتوں سے ہم بہشت کا ادراک کرسکتے ہیں اور اپنی صورتوں کی مثال سے ہم بہشت اور اس کی نعمتوں کو سمجھ سکتے ہیں حور و قصور و انہار و شراب طہور وغیرہ صورتیں نہیں ہوسکتیں بلکہ ان صورتوں کی حقیقت ہے، اور یہ علم کے سوا کچھ اور نہیں صورتیں تو ہم اب بھی محسوس کرتی ہیں لیکن جب آنکھ سے پردہ اُٹھ جائیگا اور بصر تیز ہوگی تو ظاہر ہے کہ صورت کا پردہ حقیقت سے اٹھ جائیگا اور وہ امر منکشف ہوگا جو اَب تک پوشیدہ ہے۔

۱۵۔ لَقَدْ كُنْتَ فِي غَفْلَةٍ مِّنْ هٰذَا فَكَشَفْنَا عَنْكَ غِطَآءَكَ فَبَصَرُكَ الْيَوْمَ حَدِيْدٌ ۝

خواجہ حافظ رحمۃ اللہ علیہ خانقاہ و مدرسہ اور صوفی و مدرس کی اس لئے مذمت کرتے ہیں کہ یہ صورت اور صورت پرست ہیں اور حقیقت سے ناواقف ہیں وہ شراب جس کے نشہ پر خواجہ شیراز مست ہیں وہ ہے جس کا اشارہ اس آیت میں ہے:

۱۶۔ وَسَقٰهُمْ رَبُّهُمْ شَرَابًا طَهُوْرًا ۝

زباغ وصل تو یابد ریاض رضواں آب | زتاب ہجر تو دارد شرار دوزخ تاب
بحسن عارض وقد تو بردہ اند پناہ | بہشت و طوبیٰ و طوبیٰ لہم وحسن مآب
بہار شرح جمال تو دادہ در ہر فصل | بہشت ذکر جمیل تو گفتہ در ہر باب

یہ شراب صورت سے پاک ہے اور ان صفات سے منزہ ہے مصرع

"ذوق ایں مے نہ شناسی بخدا تا نہ چشی" (جامی)

"عبادت" کے معنے "کفر" کے مخالف ہیں کفر کے معنے "حق" کو پوشیدہ کرنا اور عبادت کے معنے "حق" کا اظہار ہے جو لوگ عالم صورت میں صورت کے سوا اور کچھ نہیں دیکھتے وہ "کافر" ہیں کیونکہ انہوں نے حقیقت کو معلوم نہیں کیا اور حقیقت ان سے غائب اور پوشیدہ ہے جو لوگ اس صورت میں حقیقت کو دیکھتے ہیں حقیقت کا ظہور ان پر ہوگیا وہ "عابد" ہیں ہم بیان کرچکے ہیں کہ عالم صورت ظل ہے اور ظل کی تعریف یہ ہے کہ اشیاء اور ان کے احکام اور آثار کو پوشیدہ کرتی ہے اس لئے وہ لوگ جو اس میں گھرے ہوئے ہیں وہ کافر ہیں اور وہ جن کے حواس مثل شیشہ کے ہیں اور جن کی شمع قلب نزہت روح سے روشن ہے وہ نور میں چلتے ہیں سب سے پہلے انہوں نے اپنے نفس کی معرفت حاصل کی اور اسی نور علم سے حقیقت کو دیکھا یہ لوگ عباد اللہ ہیں یعنے مظہر الوہیت ہیں انپر الوہیت کا انکشاف ہوا۔ کافر اور عبداللہ میں بہت فرق ہے کافر کی جسم کی کثافت حواس پر اور حواس کی کدورت قلب پر اور قلب کی تاریکی روح پر حجاب پر حجاب ہے

۱۷ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَعْمَالُهُمْ كَسَرَابٍ بِقِيْعَةٍ يَّحْسَبُهُ الظَّمْاٰنُ مَآءً حَتّٰٓى اِذَا جَآءَهٗ لَمْ يَجِدْهُ شَيْـًٔا وَّوَجَدَ اللّٰهَ عِنْدَهٗ فَوَفّٰىهُ حِسَابَهٗ وَاللّٰهُ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ۝

اَوْ کَظُلُمٰتٍ فِیْ بَحْرٍ لُّجِّیٍّ یَّغْشٰہُ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِہٖ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِہٖ سَحَابٌ ط ظُلُمٰتٌ بَعْضُھَا فَوْقَ بَعْضٍ ط اِذَآ اَخْرَجَ یَدَہٗ لَمْ یَکَدْ یَرٰھَا ط وَمَنْ لَّمْ یَجْعَلِ اللّٰہُ لَہٗ نُوْرًا فَمَا لَہٗ مِنْ نُّوْرٍ ○ پ۱۸ ع

کافر چونکہ صورت پرست ہے اور صورت کی مثال "سراب" لی ہے کہ جب وہ تشنگی کی شدت محسوس کرتا ہے تو وہ پانی کی صورت دیکھتا ہے اور اس کے پیچھے دوڑتا ہے اس دوڑ دھوپ کے بعد حتی اذا جاءہ لم یجدہ شیئاً اس آیت میں لم یجدہ شیئاً یعنی پانی کی صورت کو کوئی چیز نہ پایا اس باطل پرستی کی طرف اشارہ ہے کہ کافر صورت کو ہی حق سمجھتے ہیں حالانکہ معاملہ بالکل برعکس ہے۔

عبد اللہ جس کا قلب نور علم سے روشن ہے وہ زمین و آسمان میں "وجہ اللہ" کو دیکھتا ہے اس نور علم کی مثال اس کے اپنے وجود میں قرآن شریف میں اس طرح مذکور ہے:

اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ط مَثَلُ نُوْرِہٖ کَمِشْکٰوۃٍ فِیْھَا مِصْبَاحٌ ط اَلْمِصْبَاحُ فِیْ زُجَاجَۃٍ ط اَلزُّجَاجَۃُ کَاَنَّھَا کَوْکَبٌ دُرِّیٌّ یُّوْقَدُ مِنْ شَجَرَۃٍ مُّبٰرَکَۃٍ زَیْتُوْنَۃٍ لَّا شَرْقِیَّۃٍ وَّلَا غَرْبِیَّۃٍ یَّکَادُ زَیْتُھَا یُضِیْٓءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْہُ نَارٌ ط نُوْرٌ عَلٰی نُوْرٍ ط یَھْدِی اللّٰہُ لِنُوْرِہٖ مَنْ یَّشَآءُ ط وَیَضْرِبُ اللّٰہُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ ط وَاللّٰہُ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ○ پ۱۸ - ع۱۰

انسانی وجود عالم کا خلاصہ ہے عالم اگر انسان کبیر ہے تو انسان عالم صغیر ہے عالم مقام عبودیت ہے یعنی علم الٰہی کی صورت ہے حق اس صورت میں پوشیدہ ہے اور عابد اس کو ظاہر کرتا ہے اس لئے عالم ایک عظیم الشان مسجد ہے مسجد وہ جگہ جہاں عبادت کی جائے اور اس لحاظ سے انسانی وجود ایک اسی نمونہ کی ایک چھوٹی سی مسجد یعنی مقام عبودیت ہے اور یہ وہ مقام ہے جہاں عابد ذکر الٰہی کرتا ہے آیت نمبر ۱۸ کے آگے اس طرح ارشاد ہوتا ہے کہ

فِیْ بُیُوْتٍ اَذِنَ اللّٰہُ اَنْ تُرْفَعَ وَیُذْکَرَ فِیْھَا اسْمُہٗ لا یُسَبِّحُ لَہٗ فِیْھَا بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ ○ رِجَالٌ لا لَّا تُلْھِیْھِمْ تِجَارَۃٌ وَّلَا بَیْعٌ عَنْ ذِکْرِ اللّٰہِ وَاِقَامِ الصَّلٰوۃِ وَاِیْتَآءِ الزَّکٰوۃِ یَخَافُوْنَ یَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِیْہِ الْقُلُوْبُ وَالْاَبْصَارُ ○ لِیَجْزِیَھُمُ اللّٰہُ اَحْسَنَ مَا عَمِلُوْا وَیَزِیْدَھُمْ مِّنْ فَضْلِہٖ ط وَاللّٰہُ یَرْزُقُ مَنْ یَّشَآءُ بِغَیْرِ حِسَابٍ ○ پ۱۸ ع۱۰ -

حق کی جستجو وہ تشنگی ہے جو ہر ایک طالب حق فطرتاً محسوس کرتا ہے مگر افسوس انہیں ہے جو حق اور باطل میں تمیز نہیں کر سکتے اور چار و ناچار باطل کے پیچھے لگے ہوئے ہیں آخر ان کو معلوم ہو جائے گا کہ وہ "سراب" کا تعاقب کر رہے تھے اور خوش نصیب وہ ہیں جو حق اور باطل میں امتیاز کرتے ہیں نور ان کے لئے ظلمت پر دلیل ہے اور وہ نور کی پیروی کرتے ہیں۔

خواجہ شیرازی رحمۃ اللہ علیہ کے اشعار میں اکثر مسجد اور خرابات کا ذکر ہے مسجد سے مراد عالم صورت یا وجود انسانی ہے جو مقام عبودیت ہے عبادت تو یہ ہے کہ اس مسجد میں بیٹھ کر وجہ مطلق کا مشاہدہ کیا جاوے نہ کہ اس کی در و دیوار و نقش و نگار پر فریفتہ ہوں جو شخص اس مسجد کی ظاہری نقش و نگار پر مرتے ہیں وہ

تو صورت پرست ہیں اور جو اس میں حقیقت کا علم حاصل کرتے ہیں جو ذکر اور فکر سے ہوتا ہے وہ حق پرست کہلا ؎

جلوہ بر من مفروش اے ملک الحاج کہ تو
خانہ مے بینی و من صاحب خانہ مے بینم

عالم چونکہ حرف صورت ہے اور صورت کو اصطلاح میں بت کہتے ہیں اس لئے بت شکنی سے مراد اس مجاز صورت کو اٹھا دینا ہے اور بت و بت خانہ کی خرابی کے یہی معنی ہیں کہ ان کو نظر انداز کرکے حقیقت کا مشاہدہ کیا جائے اس لئے خرابات وہ مقام ہے جہاں حق کا مشاہدہ ہوتا ہے اسی بت شکنی کے بعد مقام محمود پر سالک کا گذر ہوجاتا ہے یہی حقیقی حرم کعبہ یعنے بیت اللہ ہے ؎

ہر کہ شد محرم دل در حرم یار بماند   وانکہ ایں کار ندانست در انکار بماند
اگر از پردہ بروں شد دل من عیب مکو   شکر ایزد کہ نہ در پردہ پندار بماند

وہی لوگ عالم کو مسجد اور مقام عبودیت سمجھتے ہیں جو ہر وقت اور ہر حال میں اٹھتے بیٹھتے اور اپنے پہلوؤں پر اللہ کا ذکر کرتے ہیں اور پھر خلقت میں فکر کرتے ہیں ان کو معرفت حاصل ہوتی ہے تو کہتے ہیں کہ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا۔ یہ لوگ جدھر منہ کرتے ہیں ادھر "وجہ اللہ" کا مشاہدہ کرتے ہیں +

"عبادت" درحقیقت "نماز" کے ہم معنے ہے اور نماز کی ظاہری صورت یہی قیام و رکوع و سجود و قعدہ و تحیات ہے اور اس کے لوازمات خضوع و خشوع ہے اور غرض مشاہدہ وجہ مطلق ہے جس کو "حضوری" کہتے ہیں ؎

حضوری گر ہمے خواہی ازو غائب مشو حافظ

انسانی حالات اسی قیام و رکوع یعنے اٹھنا و بیٹھنا اور پہلوؤں پر ہونا ہے ان ہر سہ صورتوں سے باہر انسان ہو نہیں سکتا اس لئے اگر حضوری کی نماز کی غرض ہے تو قرآن شریف کی اس آیت میں غور کرو +

٢٠۔ اِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِي الْاَلْبَابِ ۝ الَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِهِمْ وَيَتَفَكَّرُوْنَ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۝ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا ۔ پ۴ - ع۱۰

نماز باجماعت فرض ہے جمعیت تفرقہ کے مخالف ہے یعنے جماعت تمام قوٰی باطنی کی متفقہ توجہ کا نام ہے جسے اصطلاح میں "حضور قلب" کہتے ہیں حضور قلب کے بغیر نماز ؎

بر زباں تسبیح و در دل گاؤ خر
ایں چنیں تسبیح کے دارد اثر

"حضور قلب" بغیر تصفیہ قلب ناممکن اور تصفیہ قلب بغیر تزکیہ نفس محال ہے تزکیہ نفس افراط و تفریط سے بچکر معتدل راستہ پر چلنا ہے یہی صراط مستقیم ہے اور یہی وہ پلصراط ہے جو بال سے باریک تر اور تلوار سے تیز تر ہے اعتدال قائم رکھنا سخت مجاہدہ ہے اس سے انسان ہوا و ہوس اور ظن و وہم کی متابعت سے بچتا ہے اور پھر بذریعہ ذکر عالم کا صحیح تصور قلب میں ہوتا ہے اس تصور کے بعد فکر سے حقیقت کی تصدیق ہوتی ہے حقیقی نماز تو یہ ہے ورنہ ؎

فردا کہ پیشگاہ حقیقت شود پدید   شرمندہ رہروی کہ نظر بر مجاز کرد
حافظ مکن ملامت رنداں کہ در ازل   مارا خدا ز زہد و ریا بے نیاز کرد

(۱) میرزا محمد علی صائب تبریزی

مدار از منزل آرایان طمع معماری دلها
که وسعت رفت از دست و دل مردم بمنزلها

نمی بود از بقدر خواب غرور دلبران سنگین
اگر میداشت آواز شکست شیشه دلها

دل بیداری باید درین وادی توجه کن
که من با پای خواب آلوده کردم قطع منزلها

به لیلی متهم دارند مجنون را ازین غافل
که دارد گفتگوی مردم دیوانه محفلها

هزاران عقده چون انگور اول داشتم صائب
بیک پیمانه می کرد ساقی حل مشکلها

(۲)

نه گرد کلفت بمغز مانع سیر دریا را
سپیدی جامهٔ احرام باشد دیدهٔ ما را

دل عاشق ز گلگشت چمن آسوده تر گردد
که هر شاخ گلی دامست مرغ رشته برپا را

ز دعوی بسته گردد چو زبان معنی شود گویا
بگفتار آورد خاموشی مریم مسیحا را

برون از خود ندارد چاره درد دل عاشق
همان کف مرهم کافور باشد زخم دریا را

اگرچه در نظرها چون شرر بیوزن می آیم
گریبان میدرد بی سنگی من سنگ خارا را

چنین کز چشم او گفتار میریزد عجب دارم
که گرد خواب مهر خاموشی آن چشم گویا را

ز شوق بیستون آئینه را بر سنگ زد شیرین
خوشا کاری که بر آتش نشاند کارفرما را

سراپا عشقم اما کارفرمائی نمی یابم
که بر فرهاد و مجنون تنگ سازم کوه و صحرا را

عبیر پیرهن در دیده اش گرد کسادی شد
چه خجلتها که رو داد از تماشا بت زلیخا را

(۱) جمال الدین عرفی شیرازی

دلم در کعبه رو کرد و همت جوید از دلها
که خواهد ماندش از بی کعبها در طی منزلها

تو افلاطون دلی اندیشه مبین چین میفگن
دران وادی که جز حسرت ندانی حل مشکلها

مثالی گو نیست مامی صفت بر دار ازان نقشی
جمال کعبه نتوان دید طی ناکرده منزلها

اگر پا سر محمل ریزی از دیر مغان گویم
جرس بخشاید و ناقوس بر بندد به محملها

خدا را خانقاه کهنه صوفی بر ندان ده
که ایوانها بسازند و بیارایند محفلها

چه خون آلود فردا خیزم و بر گرد او گردم
شهیدان محبت را ز حسرت خون شود دلها

تماشا دوستی عرفی ولیکن وای بر حالت
اگر بر دارد از پیش نظر توفیق حائلها

میرزا عبدالقادر بیدل

ز برق این تحیر آب شد آئینه دلها
نگه ره تا محمل و لیلی ست بیرون تا محملها

کجا راحت چه آسودن که از نایابی مطلب
بپای جستجو چون آبله خون گشت منزلها

چه دنیا و چه عقبی شد ره آنست ای غافل
بیا بگذر که از بهر گذشتنهاست حائلها

دماغ میرسانم از شکست ناله رنگی
بخون رفته پرواز دگر دارند بسملها

درین مزرع چه لازم خرمن ورزی آهو من باشی
دلی باید بدست آری همین تخم است و حاصلها

چو اشک از کلفت پندار هستی در گره بودم
بیکدم تا گره از چشم خود و حل گشت مشکلها

زبان شمع فهمیدم ندارم غیر من جرمی
که در خود کو توان آتش زدن مفت است محفلها

ردائے اہل تقوے بادبان کشتی مے شد
لب میگون او تا ریخت در پیمانہ صہبارا
دگر وحشی نگاہے بیند پیمانہ در خونم
کہ ہر مژگان او عمر ابد بخشد تماشا را
چو گرداب آنکہ دارد سیر در بحر وجود خود
کمند وحدت خود مے شمارد موج دریا را
ز چاہ افتادۂ یوسف ہمے آواز مے آید
کہ در صحرائے بر چاہ وطن فہمیدۂ یارا
غرور من نمے سازد بہر صید زبون صائب
بگرد دام خود گرداندہ ام صید باز عنقا را

کنار عافیت کم بود در بحر طلب بیدل
شکست از موج ناگل کرد بیرون ریخت ساحلہا

جمال الدین عرفی شیرازی

چوں سنگ ز نابدست گیرد
بس شیشۂ دل شکست گیرد
بدمست شدم مگو کہ واعظ
آہنگ ترانہ پست گیرد
از محتسب آمد ایں کہ در خلد
مستم ز مے الست گیرد
ما را چہ زیاں کہ مہر خود سنج
آں نامہ کہ نیست ہست گیرد
مے داغ شود دمے کہ عرفی
پیمانۂ خوں بدست گیرد

خواجہ حافظ رحمۃ اللہ علیہ

یارم چو قدح بدست گیرد
بازار بتاں شکست گیرد
در بحر فتادہ ام چو ماہی
تا یار مرا بشست گیرد
در پاش فتادہ ام بزاری
آیا بود آنکہ بدست گیرد
ہر کس کہ بدید چشم او گفت
کو محتسبے کہ مست گیرد
خرم دل آنکہ ہمچو حافظ
جامے ز مے الست گیرد

صائب

دانۂ خال تو روزیکہ مرا در دل بود
حاصل روئے زمیں از من بحاصل بود
کیست یاری کہ تسلی بجزو بودم از د
درمیان من او بیخبری حائل بود
نیست امروز غم روئے زمین در دل من
دائم ایں آئینہ را آئینہ داں از گل بود

خواجہ حافظ رحمۃ اللہ علیہ

یاد باد آنکہ سر کوئے توام منزل بود
دیدہ را روشنی از خاک درت حاصل بود
راست چوں سوسن و گل از اثر صحبت پاک
بر زباں بود مرا آنچہ ترا در دل بود
دل چو از پیر خرد نقد معانی مے جست
عشق میگفت بشرح آنکہ برو مشکل بود

سپہر خوید کہ با تاج خسروش برفت بلو
گل عنبرین کہ با دست ان غافل بود
آنچناں رفت کہ یکحرف زبانی نشنید
قاصد عمر گرانمایہ چہ مستعجل بود
ریخت در دامن صحرائے جنوں ابر بہار
نفت رازے کہ مرا غنچہ صفت در گل بود
در جواب غزل حافظ اگر سعیے کرد
نیست تقصیر ز صائب زمین این مشکل بود

آہ ازیں جور و تظلم کہ دریں دامگہ است
وائے زاں عیش و تنعم کہ دراں منزل بود
در دلم بود کہ بے دوست نباشم ہرگز
چہ تواں کرد کہ سعی من و دل باطل بود
یادش بہ یاد حریفاں بخرابات شدم
خم مے دیدم و خون در دل و پا در گل بود
بس بگشتم کہ بپرسم سبب درد فراق
مفتی عقل دریں مسئلہ لایعقل بود
راستی خاتم فیروزۂ بو اسحاقی
خوش درخشید و لے دولت مستعجل بود
دیدی آں قہقہہ کبک خراماں حافظ
کہ ز سرپنجۂ شاہین قضا غافل بود

خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کا کلام اور اس کا حسن صوری و معنوی محتاج بیان نہیں ؎ حسن این نظم از بیان مستغنی ست
کا خود فرماتے ہیں کہ ؎

منم آں شاعر ساحر کہ بافسون سخن
از نے کلک ہمہ شہد و شکر می بارم

اگر آنجناب نے اپنی کلک کو "شاخ نبات" کہا ہے تو کچھ مضائقہ نہیں اگرچہ خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کا کلام صنائع و بدائع کی کان ہے مگر لطف روزمرہ میں ہے اور سب سے بڑھ کر معنوی خوبیاں ہیں ہر ایک شعر میں ایک سبق ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ لسان الغیب روح القدس کی ترجمانی کر رہا ہے زندگی کا کوئی پہلو ایسا نہیں . . . . جس پر خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے دل بہانے والے انداز میں بحث نہ کی ہو آنجناب کا یہ دعوے بھی بجا ہے کہ آپ "خازن گنج حکمت" ہیں آپ کا کلام نکات تصوف حقایق اور معارف کا ایک دریا ہے جو بہا چلا جاتا ہے ایک ایک مصرع کی شرح کے لئے دفتر درکار ہے یہ کچھ مبالغہ نہیں ہمارے مختصر حواشی سے ہی اس دعوے کی تصدیق ہو سکتی ہے اور ہم سچ کہتے ہیں کہ ہم سے نا اہلی نہیں ہو سکا کہ ہم اس اختصار کا ہی حق ادا کرتے خواجہ کے کلام کی ظاہری اور معنوی خوبیوں اور بلند اور نازک خیالی اور لطف سخن پر قوم نے ایک حرف بھی نہیں لکھا جس کی وجہ یہی ہے کہ یہ کیفیتیں ہیں جن کا ہجوم دل و دماغ میں ہوتا ہے اور لفظوں میں بیان نہیں ہو سکتا اور یہ کہ ؎

کسے گیرد خطا در نظم حافظ
کہ ہیچش لطف در گوہر نباشد

خواجہ رحمۃ اللہ شاعر تھے اور حقیقی شاعر تھے لیکن آپ کی شاعری کو علم و فضل نے ایسی آب و تاب سے ظاہر کیا کہ نامور شعراء ایران میں سے یہ کمال چند ایک کو حاصل ہوا ہے اور یہ قبولیت تو ایسی کسی کو نصیب نہیں ہوئی خود فرماتے ہیں ؎

حسد چہ مے بری اے سست نظم بر حافظ
قبول خاطر و لطف سخن خداداد است

خواجہ رحمۃ اللہ کے کلام میں۔ سنائی، سعدی، نظامی، سلمان، ظہیر خواجو کا نام آتا ہے حکیم سنائی کی نسبت

خواجہ رحمۃ اللہ علیہ ایک غزل میں جس کا یہ مطلع ہے لکھتے ہیں ؎

چو آمد رسوم بے وفائی نماند از کسی نشان آشنائی

زمانہ کی بے وفائی اور ناقدردانی کا شکوہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ؎

اگر شاعر بخواند شعر چون آب کہ دل را او فزاید روشنائی

دہندش جرعۂ از بخل و امساک اگر خود فی المثل باشد سنائی

ان دو شعروں میں خواجہ رحمۃ اللہ نے حکیم سنائی کی تعریف کا حق ادا کر دیا ہے اور سچ بھی یہی ہے کہ حکیم ممدوح کی نظم سحر حلال ہے۔ حکیم انوری و خاقانی بھی حکیم سنائی کے مداح ہیں اور مولانا جلال الدین رومی صاحب مثنوی معنوی خواجہ رحمۃ اللہ علیہ سے بڑھ کر تعریف کرتے ہیں ؎

ترک جوشش کردہ ام من نیم خام از حکیم غزنوی بشنو تمام

حکیم سنائی سلطان ابراہیم غزنوی کے ہمعصر تھے شاہ روزگار کی مدح میں قصائد لکھا کرتے اور انعام و اکرام سے فارغ البال رہتے۔ ایک دفعہ سلطان ایک مہم سے فتح و ظفر کے ساتھ غزنی لوٹا۔ شہر جس کو سلطان محمود غزنوی نے عروس فلک بنا دیا تھا ابھی تک روئے زمین پر اپنا نظیر نہ رکھتا تھا سلطان کی آمد کی خوشی میں آئینہ بند تھا۔ سنائی سلطان کی مدح میں ایک قصیدہ لکھ رہا تھا دوسرے روز شہر کے باہر خیمہ ایستادہ ہو گئے اور سلطان نے دربار عام فرمایا۔ سنائی بھی شہر سے باہر نکلا ایک باغ میں سے گذر رہا تھا کہ دیکھا کہ ایک تختہ پر ایک مجذوب دیوانہ بیٹھا ہوا ہے جس کو ایک شخص شراب کا پیالہ بھر بھر کر دیتا ہے دیوانہ سرمستانہ رفیق سے کہتا ہے کہ "بیار بکوری سلطان" یعنی ایک ساغر سلطان کی یاد میں دے جو دل کا اندھا ہے رفیق نے پوچھا کہ سلطان تو ہمیشہ کفار کے ساتھ جہاد میں مشغول رہتا ہے اور ابھی ابھی غزا کے بعد واپس آیا ہے تو اس کو اندھا کس طرح کہتا ہے دیوانہ نے جواب دیا کہ سلطان کو محض تسخیر ولایت کفار مد نظر ہے نہ کہ اشاعت اسلام اگر نفس امارہ کے ساتھ جہاد اکبر میں مشغول ہو تو اس کے لئے بہتر ہے اس کے بعد پھر ایک پیالہ طلب کیا اور کہا کہ "بدہ بکوری سنائی" رفیق نے کہا کہ سنائی حکیم مشہور ہے اور آج اس کے کلام لاجواب کی داد ہر ایک طرف سے مل رہی ہے وہ اندھا کس طرح ہو سکتا ہے جواب دیا کہ اسی لئے کہ باایں ہمہ حکمت اس کو ابھی تک یہ نظر نہیں آیا کہ خدا تعالےٰ نے اس کو کس کام کے لئے پیدا کیا ہے اور مہمل بیہودہ کام میں عمر عزیز تلف کر رہا ہے۔ حکیم سنائی کے دل پر دیوانہ کی بات اثر کر گئی واپس لوٹے اور پھر کبھی امراء و سلطان کے دروازہ پر نہ گئے حرمین شریفین کی زیارت کے بعد غزنی کو لوٹے اور شیخ ابو یوسف ہمدانی کے حلقہ ارادت میں داخل ہو گئے۔ حکیم سنائی کی مثنوی حدیقہ سنائی یا الٰہی نامہ مشہور کتاب ہے اسی مثنوی کے مطالعہ کے بعد حسام الدین رحمہ نے مولانا رومی کی خدمت میں مثنوی معنوی کی فرمائش کی جس کی مقبولیت حد سے بھی بڑھ کر ہے یوں تو حکیم سنائی کا کلام حقائق اور معارف کا بحر بیکران ہے لیکن اس تذکرہ میں تبرکاً آنجناب کے ایک قصیدہ سے جو قاضی حسن غزنوی کی تعریف میں لکھا تھا چند اشعار کا اقتباس کیا جاتا ہے ؎

برگ بے برگی نداری لاف درویشی مزن رخ چو عیاراں نداری جاں چو نامرداں مکن

ہر چہ یابی جز ہوا آں دیں بود در جاں بکار ہر چہ بینی جز خدا آں بت بود در ہم شکن

چوں دو عالم زیر پایت نطع باشد پای کوب چوں دو کون اندر دو دستت جمع شد دستی بزن

سر برآر از گلشن تحقیق تا در کوئے دیں کشتگاں زندہ بینی انجمن در انجمن

صدفی صنف گلستاں بینی بہ تنگی چوں گل چمن
صدگر صنف خستاں بینی بزہرے چوں حسن

در دلیں خوربو العجب ہست کاندر رو جمع
چوں شوی بیمار بہتر گردی از گردن زدن

رہ کے اندک ننگ تنگنا ہست ایں کے رسد
درد باید صبر سوز و مرد باید گام زن

صدفہا باید کہ تا یک مشت پشم از پشت میش
صوفی را خرقہ گردد یا حمارے را رسن

ہفتہا باید کہ تا یک پنبۂ از آب و گل
شاہدے را حلہ گردد یا شہیدے را کفن

ماہہا باید کہ تا یک نطفۂ از پشت در رحم
صنف سے خیز و میداں یا عروس انجمن

سالہا باید کہ تا یک سنگ قابل ز آفتاب
لعل گردد در بدخشاں یا عقیق اندر یمن

صدق و اخلاص و درستی باید و عمر دراز
تا قبول حق شود صاحبقرانی در قرن

روزہا باید کہ تا یک مرد صاحب دل شود
بایزید اندر خراساں یا اویس اندر قرن

بادہ قبلہ در رہ توحید نتواں دست بست
یا رضائے دوست باید یا ہوائے خویشتن

یا برو ہمچو زناں رنگی و بوئے پیش گیر
یا چو مرداں اندر آ و گوئے در میداں فگن

دے ز دلتنگی زمانے طوف کردم در چمن
یکجہاں جاں دیدم آنجا جستہ از زندان تن

بیطرف ہر فصل طیبہ ویعب جاں صبا
بیدہاں خنداں و رقصاں و بیزباں گویا چمن

سوسن اینجا باز دیدہ درمیان سرو بن
نرگس آنجا ناز خفتہ در کنار نسترن

چاک کردہ بر نوائے عندلیب خوش نوا
قرطہ نیلی بنفشہ سیم سیمائے سمن

بوئے بیروں سود عطار از در آنسو مشکبار
نقش بیروں سود نقاش از در آنسو خانہ زن

من دراں صحرائے خوش با دل ہمی گفتم چنیں
کانیست عقل افزائے صحرا نیست تا بیچ از وطن

باغ گفت از راہ دیدہ ای سنائی چوں توئی
ہمہ چنیں آواز و رنگ و بوئے گرد د گفتن

ایک اور غزل مرصع جو پند و نصائح کا دفتر ہے حسب ذیل ہے :- ۵

مکن در جسم و جاں منزل کہ ایں پست است آں والا
قدم زیں ہر دو بیروں نہ اینجا باش نہ آنجا

بہرچہ از راہ باز افتی چہ کفر آں حرف چہ ایماں
بہرچہ از دوست وامانی چہ زشت آں نقش چہ زیبا

گواہ رہرو آں باشد کہ سردش بینی از دوزخ
نشان عاشق آں باشد کہ خشکش بینی از دریا

مگو مغرور غافل را برائے امن رو نکتہ
بدہ مغرور جاہل را ز بہر طمع او خرما

نہ حرف از بہر آں آمد کہ سوزی ز بہرہ ہا
نہ حرف از بہر آں آمد کہ دزدی چادر زہرا

تو علم آموختی از حرص انگہ ترس کاندر شب
چو دزدی با چراغ آید گزیدہ تر برد کالا

چو علمت ہست خدمت کن چو بیداناں کہ زشت آید
گزیدہ چینیاں احرام و مکی خفتہ در بطحا

چو تن جاں را مزین کن بعلم دیں کہ زشت آید
ازیں سو شاہ عریاں وز آنسو کوشک پر دیبا

تا یزداں ہمے گوید کہ در دنیا مخور بادہ
ترا ترسا ہمے گوید کہ در صفرا مخور حلوا

ز بہر دیں نہ بگذاری حرام از حرمت یزداں
ولیک از بہر تن مانی حلال از گفتہ ترسا

مہا بارے بحمد اللہ ز راہ حکمت و ہمت
بشوئے خط وحدت بر دل عقل از خطہ اشیا

نخواہم لاجرم نعمت نہ در دنیا نہ در جنت
ہمے گوئیم بہر ساعت چہ در سرا چہ در ضرا

که یا رب بر زبانش راستی ده تو در حکمت | چنانش کن که روشن بر فلک آئینه دار بوعلی سینا
گرفتم عمر من چون گل که در طفلی شوم کشته | نگهبان حرص من چون پیل که در پیری شوم پخته
بحرص ار شربت خوردم مگیر از من که بد کردم | بیابان بود تابستان و آب سرد استسقا
بهر حالا دریا گفتند از رفتنی در ختنی | بهر حال انبیا گفته آصف و صد قنا

شیخ سعدی کو آج کچھ بچہ جانتا ہے آنجناب کی کتاب گلستان دنیا میں مختلف زبانوں میں ترجمہ ہو چکی ہے خواجہ رحمۃ اللہ شیخ سعدی کے استادی کے معترف ہیں فرماتے ہیں کہ ؎

استاد غزل سعدی است پیش همه کس اما | دارد سخن حافظ طرز سخن خواجو

شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ پیمبران سخن میں سے ایک ہیں ؎

سہ کس بسخن پیمبران اند | ہر چند کہ لا نبی بعدی
ابیات و قصیده و غزل را | فردوسی و انوری و سعدی

سعدی رحمۃ اللہ علیہ

از هر چه میرود سخن دوست خوشتر است
پیغام آشنا نفس روح پرور است
هرگز وجود حاضر و غائب شنیدۂ
من در میان جمع و دلم جائے دیگر است
شاهد که در میان نبود شمع گو بمیر
ور هست گر چراغ نباشد منور است
ابنائے روزگار بصحرا روند و باغ
صحرا و باغ زنده دلاں کوئے دلبر است
کاج آں بخشم رفته ما آشتی کناں
باز آمدی که دیدۂ مشتاق بر در است
جانا دلم چو عود بر آتش بسوختے
وین دم که میزنم ز غمت دود مجمر است
شبها که بے توام شب گور است در خیال
ور بے تو بامداد کنم روز محشر است
گیسوت عنبرینه گردن تمام بود
معشوق خوبروئے چه محتاج زیور است
سعدی خیال بیهده بستی امید وصل
هجرت بکشت و وصل هنوزت مصور است

حافظ رحمۃ اللہ علیہ

باغ مرا چه حاجت سرو و صنوبر است
شمشاد سایه پرور من از که کمتر است
اے نازنین پسر تو چه مذهب گرفتۂ
کت خون ما حلال تر از شیر مادر است
چوں نقش غم ز دور به بینی شراب خواه
تشخیص کردہ ایم و مداوا مقرر است
در راه ما شکسته دلے میخرند و بس
بازار خود فروشی اناں سوئے دیگر است
از آستان پیر مغاں سر چرا کشیم
دولت دریں سرا و گشایش دریں در است
یک قصه بیش نیست غم عشق واین عجب
از هر کسے که می شنوم نامکرر است
شیراز و آب رکنی واین باد خوش نسیم
عیبش مکن که خال رخ هفت کشور است
فرق است ز آب خضر که ظلمات جائے اوست
تا آب ما که منبعش الله اکبر است
دے وعده داد وصلم و در سر شراب داشت
امروز تا چه گوید و بازش چه در سر است

زنهار ازین امید درازست که بر دل است
هیهات ازین خیال محالست که در سر است

ما آبروی فقر و قناعت نمی بریم
با پادشه بگوی که روزی مقدر است
حافظ چه طرفه شاخ نباتیست کلک تو
کش میوه دلپذیرتر از شهد و شکر است

۲

عشق ورزیدم و عقلم بملامت برخاست
هر که عاشق شد و حکم سلامت برخاست
هر که بنشاهد گلروی بخلوت بنشست
نتواند ز سر کوی ملامت برخاست
عشق غالب شد و از گوشه نشینان صلاح
نام مستوری و ناموس و کرامت برخاست
گل صدبرگ ندانم بچه رونق بشگفت
یا صنوبر بکدامین قد و قامت برخاست
در گلستانی که آن گلبن خندان بنشست
سرو آزاد بیک پای غرامت برخاست
دی زمانی بتکلف بر سعدی بنشست
فتنه بنشست و چو برخاست قیامت برخاست
که شنیدی که برانگیخت سمندم غم عشق
که نه اندر عقبش گرد ندامت برخاست

۲

دل و دینم شد و دلبر بملامت برخاست
گفت با ما منشین کز تو سلامت برخاست
که شنیدی که درین بزم دمی خوش بنشست
که نه در آخر صحبت بندامت برخاست
شمع گر زان لب خندان بزبان لافی زد
پیش عشاق تو شبها بغرامت برخاست
در چمن باد بهاری ز کنار گل و سرو
بهواداری آن عارض و قامت برخاست
مست بگذشتی و از خلوتیان ملکوت
بتماشای تو آشوب قیامت برخاست
پیش رفتار تو پا بر نگرفت از خجلت
سرو سرکش که بناز قد و قامت برخاست
حافظ این خرقه بینداز مگر جان ببری
کآتش از خرمن سالوس و کرامت برخاست

۳

کیست آنکس که پیوند تو در خاطر نیست
یا نظر با تو ندارد مگرش ناظر نیست
نه حلال ست که دیدار تو بیند هر کس
که حرام است بر آنکس که نظر طاهر نیست
هیچکس را مگر این عشق نباشد که مراست
کآنچه من می نگرم هر دگری ظاهر نیست
روزها رفت و هر روزه زوالی دارد
شب وصل من و معشوق مرا آخر نیست
هر که با غمزه خوبان سر و کاری دارد
هست معذور که بر داغ جفا صابر نیست
سر مویم بنظر کن که من اندر تن خویش

۳

مردم دیده ما جز برخت ناظر نیست
دل سرگشته ما غیر ترا ذاکر نیست
اشکم احرام طواف حرمت می بندد
گرچه از خون دل ریش دمی طاهر نیست
بسته دام قفس باد چو مرغ وحشی
طایر سدره اگر در طلبت سایر نیست
عاشق مفلس اگر قلب دلش کرد نثار
مکنش عیب که بر نقد روان قادر نیست
عاقبت دست بران سرو بلندش برسد
هر کرا در طلبت همت او قاصر نیست
از روان بخشی عیسی نزنم پیش تو دم

کیسر موئے ندارم که ترا ذاکر نیست
همه دانند که سودا زده و دل شده را
چاره صبر است ولیکن چه کند قادر نیست
هر که آن پنجهٔ مخضوب تو بیند گوید
گر بدین دست کسے کشته شود نادر نیست
گفته بودم دل با تو بگویم چندے
نه بیان چند بگویم که دلم حاضر نیست
اگر از چشم همه خلق بیفتم سهل است
تو چنداز که مخذول ترا ناصر نیست
التفات از همه عالم بتو دارد سعدے
ہمتے کان بتو مصروف بود قاصر نیست

زانکه در روح فزائی چو دمت قادر نیست
سنکه از آتش سودائے تو آہے نزنم
کے تواں گفت که بر داغ دلم صابر نیست
روز ازل که سر زلف تو دیدم گفتم
که پریشانی این سلسله را آخر نیست
سر پیوند تو تنها نه دل حافظ راست
کیست آنکش سر پیوند تو در خاطر نیست

ش

۴

آن شکر خنده که پر نوش دهانے دارد
نه دل من که دل خلق جهانے دارد
تماشائے درخت جنبش حاجت نیست
هر که در خانهٔ چو تو سرو روانے دارد
کافراں از بت جان چه تمتع دارید
بارے آں بت بپرستید که جانے دارد
ابروئش خم بکماں یار و قدست چو تیر
کس ندیدم که چنیں تیر و کمانے دارد
علت آن ست که وقتے سخنے میگوید
ورنه معلوم نگشتی که دهانے دارد
بخت آن ست که وقتے کمرے بندد
ورنه مفهوم نگشتی که میانے دارد
آنکه گفتی مرد اندر پئے خونخوارهٔ خویش
بلکے گوئے که در دست عنانے دارد
عشق داغی ست که تا مرگ نیاید نرود
هر که بر چهره ازیں داغ نشانے دارد
سعدیا کشتی ازیں موج بدر نتواں برد
این بحریست محبت که کرانے دارد

۳

شاهد آن نیست که موئے و میانے دارد
شاهد آن ست که این دارد آنے دارد
شیوه حور و پری خوب و لطیف است ولے
خوبی آن ست و لطافت که فلانے دارد
چشمهٔ چشم مرا ای گل خندان دریاب
که بامید تو خوش آب روانے دارد
مرغ زیرک نشود در چمنش نغمه سرائے
هر بهارے که ز دنبال خزانے دارد
خم ابروئے تو در صنعت تیراندازی
بستد از دست هر آنکس که کمانے دارد
گوئی خوبی که برد از تو که خورشید آں جا
نه سواریست که در دست عنانے دارد
دلنشیں شد سخنم تا تو قبولش کردے
آرے آرے سخن عشق نشانے دارد
در ره عشق نشد کس بیقیں محرم راز
هر کسے بر حسب فہم گمانے دارد
با خراباتنشینان ز کرامات ملاف
هر سخن جائے و هر نکته مکانے دارد
مدعی گو برو و نکته بحافظ مفروش
کلک ما نیز زبانے و بیانے دارد

غزل میں کوئی شاعر شیخ سعدی کا مقابلہ نہیں کر سکتا مگر خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس شعر میں اشارتاً اتنا کہہ دیا
سعدی رحمۃ اللہ علیہ مسلم الثبوت استاد ہیں اس لئے ان کی نسبت تو کچھ کہہ نہیں سکتا کہ کہاں تک میرا کلام ان کی
سکتا ہے البتہ میری طرز سخن خواجو جیسی ہے۔ خواجو کا دیوان ہماری نظر سے نہیں گذرا لیکن آتشکدہ
میں اس کے منتخب تین شعر درج ہیں جو حسب ذیل ہیں ؎

کس نیست کہ در دل غم عشق تو ندارد — کازا کہ غم عشق کسے نیست کسی نیست
جز غم بجہاں ہیچ ندارایم ولیکن — گر ہیچ نداریم غم ہیچ نداریم
پرسم ز تو پرسیدن اگر عیب نباشد — عاشق چو نخواہی معشوق چرائی

روزمرہ کے لحاظ سے بلاشبہ "دارد سخن حافظ طرز سخن خواجو" لیکن فی الحقیقت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ
سے سخن خواجو کو کچھ نسبت نہیں تذکروں سے تو یہی معلوم ہوتا ہے خود خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی رائے
بیان کیا تھا فرماتے ہیں ؎

چہ جائے گفتہ خواجو و شعر سلمان است — کہ شعر حافظ شیراز بہ ز شعر ظہیر

اس شعر میں خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نے ظہیر کا مرتبہ خواجو اور سلمان ساوجی سے اعلیٰ ظاہر کیا ہے اور باعتبار رتبہ سب سے بڑھ کر بتایا ہے
خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کی طرح سلطان اویس کا مداح ہے اگرچہ غزل میں سلمان خواجہ حافظ کا مقابلہ نہیں کر سکتا مگر
گوئی میں اس کا پلہ بھاری نظر آتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کی طبیعت قصیدہ گوئی کے مناسب واقع
ہوئی تھی اور اس لئے لکھتے بھی کم تھے۔ سلمان کا یہی پیشہ تھا ذیل میں سلمان کے ایک قصیدہ کے چند اشعار اور خواجہ
کی مدحیہ غزل نقل کی جاتی ہے قصیدہ و غزل سلطان اویس پسر شیخ امیر حسن کی مدح میں دونوں نامور شعرا نے لکھی

خواجہ حافظ شیرازی

احمد اللہ علی معدلۃ السلطانی
احمد شیخ اویس حسن ایلکانی
خان بن خان شہنشاہ شہنشاہ نژاد
آنکہ می زیبد اگر جان جہانش خوانی
دیدہ نادیدہ باقبال تو ایمان آورد
مرحبا ای بہمین لطف خدا ارزانی
بشکن طرۂ ترکانہ کہ در کاکل تست
بخشش و کوشش قاآنی و چنگیزخانی
ماہ اگر بے تو بر آمد بہ دو نیمش بزنند
دولت احمدی و معجزۂ سلطانی
جلوۂ حسن تو دل میبرد از شاہ و گدا
چشم بد دور کہ ہم جانی و ہم جانانی
گرچہ دوریم بیاد تو قدح می نوشیم

جمال الدین سلمان ساوجی

در درج بر عقیق لبت نقد جاں نہاد
جنس نفیس بود بجائے نہاں نہاد
قفلی ز درج بر در آں لعل زد لبت
خالی ز عنبر آمد و مہری بر آن نہاد
سلطان اویس شاہ درویں کز کمال عدل
در سلطنت تو در ہمہ نوشیرواں نہاد
عمرے عنان توسن ایام چرخ داشت
چوں پیر گشت در کف آں نوجوان نہاد
نصرت کہ مرغ بیضۂ فولاد تیغ زد
بر شاخسار رایت او آشیاں نہاد
چوں صید آہنین حساس کشیدہ دید
چرخش لقب سکندر گیتی ستاں نہاد
معمار دولت بگار کہ این خشت زر نگار

ہر منزل بندہ و در سفر بروحانی
از گل فارسیم غنچہ عیشی نشگفت
حبذا دجلہ بغداد و مے ریحانی
اے نسیم سحری خاک رہ یار بیار
تا کند حافظ ازاں دیدۂ جاں نورانی

بر طاق چار میں بلند آسماں نہاد
چوں اوج بارگاہ جلال ترا بدید
بر کند مہر از در ایں آستاں نہاد
ہر بوکہ گرگ بعہد تو باز یافت
در دم گرفت و برد و بہ پیش شباں نہاد
در دور دولت تو کہ با دور آسماں
ہر وضع را کہ گفت چنیں و چناں نہاد
اوضاع مملکت ہمہ نیکو نہادہ است
جز وضع من کہ بہتر ازیں میتواں نہاد
در بوستاں بیاد دہاں تو غنچہ را
ہر دم ہزار بوسہ صبا بر دہاں نہاد

سلمان ساوجی

آں یار کہ مشک بر قمر می ساید | از لعل لبش در و گہر می زاید
ہر چند کہ خائیدہ سخن بگوید | شیریں دہنش ولی شکر می خاید
خوش آمدی از کجا پسری بیا بنشیں | بیا کہ سید ہمت بر دو دیدہ جا بنشیں
جاں چو شنید کہ آں جان جہاں باز آید | از سر راہ عدم رقص کناں باز آید
شب ہجراں تو از روز قیامت کم نیست | غالبا روز قیامت شب ہجراں باشد

ظہیر فاریابی اکثر اکابر شعرائے عجم میں سے ایک ہے قصیدہ گوئی میں اگرچہ انوری کا مقابلہ نہیں کرسکتا مگر سلمان ساوجی سے پایہ بلند تر ہے غزل میں خواجہ حافظ کا پلہ بھاری ہے ظہیر کے دیوان کی نسبت یہ شعر مشہور ہے ؎
دیوان ظہیر فاریابی در کعبہ بدزد اگر بیابی چند غزلیات خواجہ رحمۃ اللہ اور ظہیر کی نقل کی جاتی ہیں سخن فہم خواجہ رحمۃ اللہ کے دعوے کی تصدیق خود کر سکتے ہیں ہم صرف ایک خاص امر کی طرف توجہ مبذول کرنا چاہتے ہیں۔ اگرچہ شعر ظہیر کا پایہ بلحاظ بلاغت و فصاحت خواجہ سے کم نہیں نازک خیالی میں اس کی نظیر مشکل ملیگا مگر خواجہ کے کلام میں ایک بات ہے جو ظہیر میں نہیں خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کے ہر ایک شعر میں ایک سبق ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ لسان الغیب حقیقت کی ترجمانی کر رہا ہے ہر ایک شعر پر ایک دفتر لکھا جا سکتا ہے ظہیر کی نظم بلحاظ زبان شستہ ہے اور نمونہ ہے دماغ آسمان خیال ہے مگر صحیفہ فطرت کا صحیح مطالعہ اگر کرنا چاہو تو خواجہ رحمۃ اللہ ہی کا کلام ہے جس سے یہ تو قع پوری ہو سکتی ہے۔

ابو نصر ظہیر فاریابی

با غم من نفس مردہ دلاں ایں ہمہ نیست
مستی مرگ بدیں خواب گرانی ایں ہمہ نیست

خواجہ شمس الدین محمد حافظ

حاصل کارگہ کون و مکاں ایں ہمہ نیست
بادہ پیش آر کہ اسباب جہاں ایں ہمہ نیست

چشم من از همه آثار ترا مے بیند
گر تو منظور نباشی دگراں ایں همه نیست

سایه پرور دو چمن نیستم اے ابر بهار
به گلستان من آسیب خزاں ایں همه نیست

قامت او که علامات قیامت دارد
پیش او جلوه اتا اے سرو رواں ایں همه نیست

لیلی ایں ناز همه بر دل مجنوں دارد
ورنه معشوقی او با دگراں ایں همه نیست

تا تو در شیشه و خم باده کنی عید آمد
باده پیش آر که ماه رمضاں ایں همه نیست

وقت تنگ است ظهیر از دهن یار مگو
ورنه وصف کمر و مبیاں اینهمه نیست

از دل و جاں شرف صحبت جاناں غرض است
همه آنست وگرنه دل و جاں ایں همه نیست

منت سدره و طوبی ز پے سایه مکش
که چو خوش بنگری اے سرو رواں ایں همه نیست

دولت آنست که بے خون دل آید بکنار
ورنه با سعی و عمل باغ جناں ایں همه نیست

پنج روزے که دریں مرحله مهلت داری
خوش بیاسائے زمانے که زماں ایں همه نیست

بر لب بحر فنا منتظرم اے ساقی
فرصتے داں که ز لب تا بدهاں ایں همه نیست

زاهد ایمن مشو از بازی غیرت زنهار
که ره صومعه تا دیر مغاں ایں همه نیست

دردمندے چو من سوخته زار و نزار
ظاهرا حاجت تقریر و بیاں ایں همه نیست

از تهیدستی من اندیشه و چوں گل خوش باش
زانکه تمکین جهاں گذراں اینهمه نیست

نام حافظ رقم نیک پذیرفت ولے
پیش رنداں رقم سود و زیاں اینهمه نیست

جس طرح خواجہ نے "ایں ہمہ نیست" ادا کیا ہے ظہیر سے نہیں ہوسکتا۔ یہ ردیف خواجہ ہی کی طبیعت کے لئے موزوں ہے۔

ظہیر

یاد روزیکه نگاهم همه بر روئے تو بود
سرمه دیده من خاک سر کوئے تو بود

رو بمحراب چو کردم سحر از بهر نماز
بیشتر خاطر من مائل ابروئے تو بود

در خراش دل من هیچ نپرس از شانه
تا بدانی که هم از الفت گیسوئے تو بود

دوش ترساں ز تو دیدم رخ ترسا بچه
مقصد از سجده آتش کده روئے تو بود

عطر گل آمد و رفتیم بتماشائے چمن
آرزویم همه جوئیدگی بوئے تو بود

حافظ

دوش در حلقه ما قصه گیسوئے تو بود
تا دل شب سخن از سلسله موئے تو بود

دل که از ناوک مژگان تو در خوں میگشت
باز مشتاق کماں خانه ابروئے تو بود

هم عفا الله صبا کز تو پیامے آورد
ورنه در کس نرسیدیم که در کوئے تو بود

عالم از شور و شر عشق خبر هیچ نداشت
فتنه انگیز جهاں غمزه جادوئے تو بود

من سرگشته هم از اهل سلامت بودم
دام راهم شکن طره هندوئے تو بود

در درد دوئیت را بسوز گر نه وید ظهیر
با جرشد بر بنیا که به پهلوئے تو بود

ظهیر

تا کے از ہجر تو آب دیدہ طوفانی بود
اشکم از لخت جگر لعل بدخشانی بود
مردمان بیمروت از بہائم کمتر اند
زہر ان ان فاوز بر خاصۂ حیوانی بود
بسکہ اسباب تعلق ہا دریدم طمع را
از لباس تن دلم مائل بعریانی بود
مرد باید عشق را در زندگی تاب آورد
جان سپردن در رہ جاناں تن آسانی بود
باز چپ اند از سیہ چشمان کرمانی ظہیر
سرمہ در چشم خوبان صفاہانی بود

---

(۴)

(۲)

ظهیر

شبے وگر گذرت بر مقام ما افتد
نزول زہرہ ز گردوں ببام ما افتد

بکشا بند قبا تا بکشاید دل من
که کشادے که مرا بود ز پہلوئے تو بود
بوفائے تو که بر تربت حافظ بگذر
کز جہاں میشد و در آرزوئے روئے تو بود

حافظ

در ازل ہر کو بہ فیض دولت ارزانی بود
تا ابد جام مرادش ہمدم جانی بود
خود گرفتم کافگنم سجادہ چوں سوسن بدوش
ہمچو گل بر خرقہ رنگ مے مسلمانی بود
من ہماں ساعت کہ می خواستم شد توبہ کار
گفتم ایں شاخ ار دہد بارے پشیمانی بود
خلوت ما را فروغ از عکس جام و بادہ باد
زانکہ کنج اہل دل باید کہ نورانی بود
بے چراغ جام در خلوت نمے آرم نشست
وقت گل مستوری مستاں ز نادانی بود
مجلس انس و بہار و بحث عشق اندر میاں
جام مے نگرفتن از جاناں گراں جانی بود
ہمت عالی طلب جام مرصع گو مباش
رند را آب عنب یاقوت رمانی بود
نیکنامی خواہی اے دل با بداں صحبت مدار
خودپسندی جان من برہان نادانی بود
گرچہ بے ساماں نماید کار ما سہلش مبیں
کاندریں کشور گدائی رشک سلطانی بود
خوش بود خلوت ہم آں صوفی ولیکن گر در و
بادہ ریحانی و ساقی مست ریحانی بود
دی عزیزے گفت حافظ میخورد پنہاں شراب
اے عزیز من گناہ آں بہ کہ پنہانی بود

حافظ

ہمائے اوج سعادت بدام ما افتد
اگر ترا گذرے بر مقام ما افتد

هزار عاشق بیدل که ره بدو دارند
کجا بفکر جواب سلام ما افتند
زمان مستی ما آں زماں بود که جاه
که از عذار تو عکسے بجام ما افتد
بشهد وصل تو دنداں چنیں فرو بردیم
که ترسم آنکه مبادا گام ما افتد
هزار نامه فرستادم و نشد که یکے
بدست دلبر عالی مقام ما افتد
زبس شکایت علّت بداں اسیر ظهیر
که حرفہائے صحیح از مقام ما افتد

ظهیر

چو غنچه مرده دل تا بکے نظاره کنم
نسیم وصل تو کو تا که جامه پاره کنم
بیاد عشوه آں چشم و پیچ زلفش
سخن همیشه ز ایهام و استعاره کنم
بوصل ار چو طپیدن نشود فراموشم
نظر به مردمک دیده ستاره کنم
چو ترک خواب کنم شب ز نیش بیداری
تهیّه ست کز آں زندگی دو باره کنم

حباب وار براندازم از نشاط کلاه
اگر ز روئے تو عکسے بجام ما افتد
ببارگاه تو چوں باد را نباشد راه
کے اتفاق بجام سلام ما افتد
چو جان فدائے لبش شد خیال مے بستم
که قطره ز زلالت بکام ما افتدا
خیال زلف تو گفتا که جاں وسیله مساز
کزیں شکار فراواں بدام ما افتد
ملوک را چو ره خاکبوس ایں در نیست
کے التفات جواب سلام ما افتد
به ناامیدی ازیں در مرو بزن فالے
بزن که قرعه دولت بنام ما افتد
شبے که ماه مراد از افق طلوع کند
بود که پرتو نورے ببام ما افتد
زخاک کوئے تو هرگه که دم زند حافظ
نسیم گلشن جاں در مشام ما افتد

حافظ

بعزم توبه سحر گفتم استخاره کنم
بهار توبه شکن میرسد چه چاره کنم
سخن درست بگویم نمی توانم دید
که مے خورند حریفان و من نظاره کنم
بدور لاله دماغ مرا علاج کنید
گر از میانه بزم طرب کناره کنم
اگر شبے بر زبانم حدیث تو برود
ز بے طهارتے آنگه زبانے غراره کنم
بتخت گل بنشانم بتے چو سلطانے
ز سنبل و سمنش ساز طوق و یاره کنم
مرا که نیست ره و رسم لقمه پرهیزی
همان بهاست که همسایه را اجاره کنم
ز روئے دوست مرا چوں گل مراد شگفت
حواله سر دشمن به سنگ خاره کنم

گدائے میکدہ ام لیک وقت مستی بیں
کہ ناز بر فلک حکم بر ستارہ کنم
اگر ز لعل لب یار بوسۂ طلبم
جواں شوم ز سر و زندگی دوبارہ کنم
چو غنچہ با لب خنداں بیاد مجلس شاہ
پیالہ گیرم و از شوق جامہ پارہ کنم
نہ قاضیم نہ مدرس نہ محتسب نہ فقیہ
مرا چہ کار کہ منع شراب خوارہ کنم
ز بادہ خوردن پنہاں ملول شد حافظ
بہ بانگ بربط و مے رازش آشکارہ کنم

مولانا نظامیؒ کی نسبت خواجہ رحؒ کی یہ رائے ہے کہ ؎

ز نظم نظامی کہ چرخ کہن
ندارد چو او ہیچ زیبا سخن

مولانا نظامی گنجوی کا کلام لاجواب ہے اور خواجہ رحمۃ اللہ علیہ بھی تسلیم کرتے ہیں لیکن ایک مقام پہ اپنے کلام کی نسبت اس طرح ارشاد فرماتے ہیں کہ ؎

چو سلک در خوشاب است شعر نظم تو حافظ
کہ گاہ لطف سبق مے برد ز نظم نظامی

غزل میں خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کا دعوٰے صحیح معلوم ہوتا ہے۔ ذیل میں خواجہ اور مولانا نظامی کی ایک غزل نقل کی جاتی ہے مطالعہ سے واضح ہوگا کہ طرز اور رنگ ایک ہی ہے۔

مولانا نظامی رحمۃ اللہ علیہ

دوش رفتم بخرابات مرا راہ نبود
مے زدم نالہ و فریاد کس از من نشنود
یا نبود ہیچ کس از بادہ فروشاں بیدار
یا نہ من ہیچکسم ہیچکسم در نکشود
پاسی از شب بگذشت بیشترک یا کمتر
رندی از غرفہ بروں کرد سر و رخ بنمود
گفت خیر است دریں وقت گرامی خواہی
بے محل آمدنت بردر ما بہر چہ بود
گفتمش در بکشا گفت برو ہرزہ مگوئے
کاندریں وقت کسے بہر کسے در نکشود
ایں نہ مسجد کہ بہر لحظہ درش بکشایند
کہ تو دیر آئی و اندر صف پیش رسی زود

خواجہ حافظ رحمۃ اللہ علیہ

دوش رفتم بدر خواب آلودہ
خرقہ تر دامن و سجادہ شراب آلودہ
آمد افسوس کناں مغبچہ بادہ فروش
گفت بیدار شو اے رہرو خواب آلودہ
شست و شوئے کن و وانگہ بخرابات خرام
تا نگردد ز تو ایں دیر خراب آلودہ
بہوائے لب شیریں دہناں چند کنی
جوہر روح بیاقوت مذاب آلودہ
بطہارت گذراں منزل پیری و مکن
خلعت شیب چو تشریف شباب آلودہ
آشنایان رہ عشق دریں بحر عمیق
غرقہ گشتند و نگشتند بآب آلودہ

این خرابات مغان است درو رندان مست
شاہد و شمع و شراب و شکر و نائے و سرود
ہر چہ در جملۂ آفاق در آنجا حاضر
مؤمن و ارمنی و گبر و نصاریٰ و یہود
گر تو خواہی کہ دل از صحبت ایشان ببری
خاک پائے ہمہ شو تا کہ بیابی مقصود

پاک و صافی شو و از چاہ طبیعت بدر آئے
کہ صفائی ندہد آب تراب آلودہ
گفتمش اے جان جہان دفتر گل عیبی نیست
کہ شود وقت بہار از مے ناب آلودہ
گفت حافظ برو نکتہ بیاران مفروش
آہ ازیں لطف بانواع عتاب آلودہ

خواجہ رحمۃ اللہ کی ایک اور غزل اسی رنگ میں ملاحظہ ہو:

درسرائے رفتہ بود و آب زدہ
سبوکشاں ہمہ روز بندگیش بستہ کمر
فروغ جام و قدح نور ماہ پوشیدہ
گرفتہ ساغر عشرت فرشتۂ رحمت
ز شور و عربدۂ شاہدان شیریں کار
عروس بخت رواں حجلہ ہزاراں ناز
سلام کردم و با من بروئے خنداں گفت
کہ کرد اینکہ تو کردی بضعف ہمت و رائے
وصال دولت بیدار ترسمت ندہند

نشستہ پیر و صلائے بہ شیخ شاب زدہ
ولی ز طرف کلہ خیمہ بر سحاب زدہ
عذار مغبچگاں را آفتاب زدہ
ز جرعہ بر رخ حور و پری گلاب زدہ
شکر شکستہ سمن ریختہ رباب زدہ
کشیدہ وسمہ و بر برگ گل گلاب زدہ
کہ اے خمار کش مفلس شراب زدہ
ز گنج خانہ شدہ خیمہ بر خراب زدہ
کہ خفتہ تو در آغوش بخت خواب زدہ

بیا بمیکدہ حافظ کہ بر تو عرضہ کنم
ہزار صف ز دعاہائے مستجاب زدہ

کسی واقعہ و منظر کا چند لفظوں میں نقشہ کھینچ دینا مولانا نظامی کا حصہ ہے۔ مولانا شاعری کیساتھ مصوری بھی کرتے ہیں وہ خیالات اور جذبات جو کسی مصوّر کے قلم سے ظاہر نہیں ہو سکتے مولانا کی کلک بے تکلف ظاہر کرتی ہے خواجہ حافظ کی قادرالکلامی بھی تکلفات سے معرّا ہے مولانا نظامی اور خواجہ حافظ رحمۃ اللہ علیہ کا کلام فصاحت و بلاغت کے دو دریا ہیں ایک کا تو کنارہ نظر نہیں آتا متانت اور وقار سے بہا چلا جاتا ہے دوسرا اٹھکیلیاں کرتا ہوا رواں دواں ہے اس کی ہر لہر مسکراتی ہمکتی موج ترتی ہوئی چلی جاتی ہیں اس دل و دماغ پر کیفیتوں کا ہجوم چھوڑ جاتی ہیں دونوں دریاؤں کا دامن موتیوں سے بھرا ہوا ہے جن کی آب و تاب کے سامنے نگاہ خیرہ ہو جاتی ہے؛

مولانا نظامی و سعدی تو ملک سخن کے شہنشاہ ہیں بلکہ پیغمبران سخن ہیں خواجہ رحمۃ اللہ انکی استادی کے معترف ہیں لیکن دیگر شعرائے عجم میں سے کوئی ایسا نظر نہیں آتا جو خواجہ حافظ رحمۃ اللہ علیہ کا نظیر ہو بلکہ ہر ایک خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کا مداح ہے صاحب آتشکدہ آذری لکھتا ہے کہ آپ کی کلیات معنوی کو دیکھا جائے تو شاعری آپ پر ہی ختم ہے آنجناب کے ابیات دلکش و اشعار خوش عاشقان عارف و عارفان عاشق کے موافق ہیں آپکے کلام سے ایسی کیفیت پیدا ہوتی ہے کہ استادان سخن میں سے کسی کے گفتار میں یہ بات نہیں اور کسی کے کلام سے مشتبہ نہیں ہوتی؛

مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ بھی حافظ کی نسبت یہی رائے رکھتے ہیں کہ نکات تصوف ودقائق ومعارف کو خواجہ رحمۃ اللہ علیہ سے بہتر کسی نے نظم میں ادا نہیں کیا۔ مگر ہر گلے را رنگ وبوئے دیگر ست استادان سخن لپنے اپنے طرز میں نرالی ادا رکھتے ہیں ذیل میں چند شعرا کی منتخب غزلیات نقل کی جاتی ہیں سخن فہم خود مقابلہ کر سکتے ہیں۔

مولانا نورالدین عبدالرحمن جامی رحمۃ اللہ علیہ

اے ہم سیمبراں سنگ تو بر سینہ زناں
تلخ کام از لب میگوں تو شیریں دہناں
دلق سالوس مرا پردہ ناموس درید
جلوہ تنگ قبایان تنک پیرہناں
بر در پیر خرابات کہ خمخانہ او
باد محروش ز تنگ ستم خم شکناں
میزدم حلقہ در آمد نہ دروں آوازے
کائے ترا خاتم دولت گرد اہرمناں
ساکن خانقہ ومدرسہ میباش کہ نیست
کنج میخانہ بآحنر وطن بیوطناں
لاف قوت مزن اے پشہ لاغر کہ شکست
زیر ایں بار گراں پشت ہمہ پیل تناں
جامی ایں نظم سخن گر بفرستد سوئے فارس
حافظش نام نہد خسرو شیریں دہناں

خواجہ شمس الدین حافظ رحمۃ اللہ علیہ

شاہ شمشاد قداں خسرو شیریں دہناں
کہ بمژگان شکند قلب ہمہ صف شکناں
مست بگذشت ونظر بر من درویش انداخت
گفت کائے چشم وچراغ ہمہ شیریں سخناں
تا کے از سیم وزرت کیسہ تہی خواہد بود
بندہ ما باش و بر خور ز ہمہ شیریں سخناں
بر جہاں تکیہ مکن گر قدحے مے داری
شادی زہرہ جبیناں خور ونازک بدناں
پیر پیمانہ کش ما کہ روانش خوش باد
گفت پرہیز کن از صحبت پیماں شکناں
کمتر از ذرہ نۂ پست مشو مہر بورز
تا بخلوتگہ خورشید رسی چرخ زناں
دامن دولت بدست آر وز دشمن بگسل
مرو یزداں شو و ایمن گذر از اہرمناں
با صبا در چمن لالہ سحر مے گفتم
کہ شہیدان کہ اند ایں ہمہ خونیں کفناں
گفت حافظ من و تو محرم ایں راز نہ ایم
از مے لعل حکایت کن و سیمیں ذقناں

ملک الشعرا حکیم افضل الدین ابراہیم خاقانی

اے صبحدم ببیں بکجا میفرستمت
نزدیک آفتاب وفا میفرستمت
ایں سر بمہر نامہ بآں مہربان رساں
کس را خبر مکن کہ کجا میفرستمت

خواجہ حافظ رحمۃ اللہ علیہ

اے ہدہد صبا بسبا میفرستمت
بنگر کہ از کجا بہ کجا میفرستمت
حیف است طائرے چو تو در خاکدان غم
زینجا بآشیان وفا میفرستمت

جان یکنفس درنگ ندارد گذشتنی است
ورنه بدین شتاب چرا میفرستمت
این درد که بر دل خاقانی آمده است
یک یک بگوی بهر دوا میفرستمت

ای غایب از نظر که شدی همنشین دل
میگویمت دعا و ثنا میفرستمت
هر صبح و شام قافله از دعای خیر
در صحبت شمال و صبا میفرستمت
در راه عشق مرحله قرب و بعد نیست
می بینمت عیان و دعا میفرستمت
تا مطربان ز شوق منت آگهی دهند
قول و غزل بساز و نوا میفرستمت
در روی خود تفرج صنع خدای کن
کائینه خدای نما میفرستمت
تا لشکر غمت نکند ملک دل خراب
جان عزیز خود بنوا میفرستمت
ساقی بیا که هاتف غیبم بمژده گفت
با درد صبر کن که دوا میفرستمت
هر دم نجی فرست مرا و بگو نیاز
کاین تحفه از برای خدا میفرستمت
حافظ [illegible] مجلس ما ذکر خیر تست
تعجیل کن [illegible] و قبا میفرستمت

۲

عکس در آئینهٔ ما ز رخ پاک انداز
خیز و در دیدهٔ این مدعیان خاک انداز
احتیاج بزم از پے دولت بهما
سایهٔ بر سرم از طرهٔ بیباک انداز
ساقی آن مے بچکم کاور دم بیهوشی
توبه پیمانهٔ من باده ادراک انداز
نیست شایان کمانی تو اگر نخچیرم
کرده قربان سر حلقهٔ فتراک انداز
این سخن دوش ز پیر مغان میفرمود
ابرو ریزی اگر بر قدم پاک انداز
خس شو از بند تعلق بطلب آزادی
آتش آور دو خاقانی خاشاک انداز

۲

خیز و در کاسهٔ زر آب طربناک انداز
پیش از آنی که شود کاسهٔ سر خاک انداز
عاقبت منزل ما وادی خاموشان است
حالیا غلغله در گنبد افلاک انداز
ملک این مزرعه دانی که ثباتی نکند
آتشی از جگر جام در املاک انداز
بسر سبز تو ای سرو که چون خاک شوم
ناز از سر بنه و سایه بر این خاک انداز
دل ما را که ز مار سر زلف تو بخست
از لب خود بشفا خانهٔ تریاک انداز
غسل در اشک زدم کاهل طریقت گویند
پاک شو اول و پس دیده بر آن پاک انداز

یارب آن زاهد خودبین که بجز عیب ندید
دود آهیش در آئینه ادراک انداز
چشم آلوده نظر از رخ جانان دور است
بر رخ او نظر از آئینه پاک انداز
چون گل از نکهت او جامه قبا کن حافظ
وان قبا در ره آن قامت چالاک انداز

خواجہ حافظ رحمۃ اللہ علیہ

اگر آن ترک شیرازی بدست آرد دل ما را
بخال ہندویش بخشم سمرقند و بخارا را
بدہ ساقی مے باقی کہ در جنت نخواہی یافت
کنار آب رکناباد و گلگشت مصلےٰ را
فغان کین لولیان شوخ شیرین کار شہر آشوب
چنان بردند صبر از دل کہ ترکان خوان یغما را
ز عشق ناتمام ما جمال یار مستغنی ست
بآب و رنگ و خال و خط چہ حاجت روئے زیبا را
من از آن حسن روزافزون کہ یوسف داشت دانستم
کہ عشق از پردہ عصمت برون آرد زلیخا را
حدیث از مطرب و مے گو و راز دہر کمتر جو
کہ کس نکشود و نکشاید بحکمت این معما را
نصیحت گوش کن جانا کہ از جان دوست تر دارند
جوانان سعادتمند پند پیر دانا را
بدم گفتی و خورسندم تعالی اللہ نکو گفتی
جواب تلخ مے زیبد لب لعل شکرخا را
غزل گفتی و در سفتی بیا و خوش بخوان حافظ
کہ بر نظم تو افشاند فلک عقد ثریا را

ملا محمد طاہر غنی کشمیری

جنونی کو کہ از قید خرد بیرون کشم پا را
کنم زنجیر پای خویشتن دامان صحرا را
بر بزم می پرستان محتسب خوش عربی دارد
کہ چون آید بمجلس شیشہ خالی میکند جا را
اگر شہرت ہوس داری اسیر دام عزلت شو
کہ در پرواز دارد گوشہ گیری نام عنقا را
بر بزم می پرستان سرکشی بر طاق نہ زاہد
کہ میریزند مستان بیجا با خون مینا را
شکست از ہر در و دیوار میریزد مگر گردد
ز رنگ چہرہ ما ریخت رنگ خانہ ما را
ندارد در رہ بگردون روح تا باشد نفس در تن
رسائی نیست در پرواز مرغ رشتہ بر پا را
لباس ما سبکساران تعلق بر نمی تابد
بود ہمچون حباب از خالی پیراہن ما را
دمید از شعلہ آواز قلقل بزم بے رونق
سرت گردم مکن خاموش ساقی شمع مینا را
دم جان بخش او تا رنگ حیرت ریخت در عالم
ز حیرت آئینہ در پیش نفس دیدم مسیحا را
اگر لب از سخن گوئی فرو بندیم جا دارد
کہ نبود از نزاکت تاب تبخن معنی ما را
غنی بروز سیاہ پیر کنعان را تماشا کن
کہ روشن کرد نور دیدہ اش چشم زلیخا را

میرزا جلال اسیر

نگہے درد کشیدہ ام کہ مپرس
گفتگوئے شنیدہ ام کہ مپرس
در محبت ز آہ بے تاثیر
اثرے باز دیدہ ام کہ مپرس
منم آں ہرزہ گرد کز پئے دل
آنقدر ہا دویدہ ام کہ مپرس
چوں کنم شکر بے زبانی خویش
بنوائے رسیدہ ام کہ مپرس
زیر پائے سمند ناز کسے
بہوائے طپیدہ ام کہ مپرس
اضطراب تمام داشت اسیر
آنچناں آرمیدہ ام کہ مپرس

خواجہ حافظ رحمۃ اللہ

درد عشقے کشیدہ ام کہ مپرس
زہر ہجرے چشیدہ ام کہ مپرس
گشتہ ام در جہان و آخر کار
دلبرے برگزیدہ ام کہ مپرس
آنچناں در ہوائے خاک درش
میرود آب دیدہ ام کہ مپرس
بے تو در کلبۂ گدائے خویش
رنجہائے کشیدہ ام کہ مپرس
من بگوش خود از دہانش دوش
سخنانے شنیدہ ام کہ مپرس
سوئے من لب چہ میگزی کہ مگوے
لب لعلے گزیدہ ام کہ مپرس
ہمچو حافظ غریب در رہ عشق
بمقامے رسیدہ ام کہ مپرس

خواجہ حافظ رحمۃ اللہ علیہ

اگر بعرض ہنر پیش یار بے ادبی است
زباں خموش ولیکن دہاں پر از عربی ست
پری نہفتہ رخ و دیو در کرشمہ و ناز
بسوخت عقل ز حیرت کہ ایں چہ بو العجبی ست
سبب مپرس کہ چرخ از چہ سفلہ پرور شد
کہ کار بخشی او را بہانہ بے سببی ست
ازیں چمن گل بے خار کس نچید آرے
چراغ مصطفوی با شرار بو لہبی ست
حسن ز بصرہ بلال از حبش صہیب از شام
ز خاک مکہ ابو جہل ایں چہ بو العجبی ست
جمال دختر رز نور چشم ماست مگر
کہ در نقاب زجاجی و پردہ عنبیست

صائب

زیار لطف نہاں خواستن فزوں طلبی است
کہ دل ز بادہ پر از خندہ کہ زیر لبی است
ز احتیاط سخن در حضور یاراں کن
کہ خون سنگدلاں آبگینہ حلبی ست
نمیکند نظر عارفاں بحسن مجاز
برنگ سینہ نہادن نشان تشنہ لبی ست
اگرچہ نقش دوئی نیست از قلمرو حسن
نظر بزلف و خط از روئے یار بی ادبیست
خسیس را تو مدارا ز زبان دراز شود
ز آب شعلہ کشد آتشے کہ بولہبیست
چراغ انجمن ما ست دیدۂ بیدار
مے شبانہ ما گریہ ہائے نیم شبیست

دوائے درد خود اکنوں ازاں مفرح جوے
کہ در صراحی چینی و شیشہ حلبی ست
بہ نیم جو نخرم طاق خانقاہ و رباط
مرا کہ مصطبہ ایوان و پائے خم طنبی ست
ہزار عقل و ادب داشتم من اے خواجہ
کنوں کہ مست و خرابم صلائے بے ادبی ست
بیار مے کہ چو حافظ مدام استغفار
بگریۂ سحری و نیاز نیم شبی ست

شیخ ابو الفیض فیضی

حریف بادہ کجا عاشق خراب کجا
جنون عشق کجا نشۂ شراب کجا
رسید یار و من افتادہ ناتواں ای دل
طپیدن تو کجا رفت و اضطراب کجا
شب از فراق تو خواجہ بود خیال سبلیں
شب فراق کجا و خیال خواب کجا
بدور عشق تو اے دلربائے دانم
کہ دل کجا شد و طاقت کجا و تاب کجا
خوشست غمکدہ ام در گرفتہ ز آتش آہ
فروغ شمع کجا خانۂ خراب کجا
بجوئے گرمی عشق از دم فسردہ دلاں
سبوئے بادہ کجا شیشۂ گلاب کجا
طمع مدار ز حاسد فروغ دل فیضی
سفال تیرہ کجا جام آفتاب کجا

خواجہ حافظ رح

صلاح کار کجا و من خراب کجا
ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا
چہ نسبت است برندی صلاح و تقوی را
سماع وعظ کجا نغمۂ رباب کجا

دلش بناز گہ زادگاں بود مائل
اگرچہ لیلیٰ صحرانشین ما عربی است
عروس عافیتے را کہ خلق میجویند
چو نیک در نگری در صبالہ غربی است
رواست صائب اگر نیست از رہ دعوے
تتبع غزل خواجہ اگرچہ بے ادبیست

جمال الدین عرفی شیرازی

امید عیش کجا و دل خراب کجا
ہوائے باغ کجا طائر کباب کجا
نمے نشاط جوانی بدست نتواں کرد
سرور بادہ کجا نشا شباب کجا
بذوق کلبۂ رنداں کجاست خلوت شیخ
حریم کعبۂ خلوت کجا شراب کجا
بلائے دیدۂ و دل را ز بیچ تشنا بانم
کسے نگویدم اے جان و ماں خراب کجا
بلند ہمتی ذرہ داغ مے کندم
وگرنہ ذرہ کجا مہر آفتاب کجا
نوائے عشق ابد مے سرود عرفی دوش
کجاست مطرب آہنگ این رباب کجا

مرزا محمد علی صائب تبریزی

کمال حسن کجا دیدۂ پر آب کجا
شکوہ بحر کجا خیمۂ حباب کجا
مرا کہ جلوۂ ہر ذرہ است رطل گراں
کجاست حوصلہ جام آفتاب کجا

دلم ز صومعه بگرفت و خرقهٔ سالوس
کجاست دیر مغاں و شراب ناب کجا

بشد که یاد خوشش باد روزگار وصال
خود آن کرشمه کجا رفت و آں عتاب کجا

ز روی دوست دل دشمناں چه دریابد
چراغ مرده کجا شمع آفتاب کجا

مبیں به سیب زنخداں که چاه در راه است
کجا همی روی اے دل بدیں شتاب کجا

چو کحل بینش ما خاک آستان شماست
کجا رویم بفرما ازیں جناب کجا

قرار و خواب ز حافظ طمع مدار اے دوست
قرار چیست صبوری کدام و خواب کجا

(۱۰۰)

شیخ ابوالفیض فیضی

بیاد و روز غم آتش شراب انداز
به بیم جرعه مصلاے من بآب انداز

قدح ز باده بگردش در آر دیده ز جست
زمانه را و فلک را بپیچ و تاب انداز

نمانده است ز دل جز غبار افسوسے
بایں خرابه فتد نور ماهتاب کجا

گذشته است تراز آفتاب پایهٔ ثنا
هلال شود با تو همرکاب کجا

بجستجوئے تو گرد از جهاں برآوردم
دگر کجا روم اے خانماں خراب کجا

مرا که نعرهٔ مستانه بیقرار نکرد
رسد بباغ دلم نغمهٔ رباب کجا

گرفتم اینکه رسد نوبت سوال من
دماغ حرف کجا قدرت جواب کجا

ز بسکه گرم تماشائے گلرخاں گشتم
نیافتم که کجا شد دل من آب کجا

ز برگ [illegible] گل بیش میشود [illegible]
ترا نهفته کند پردهٔ حجاب کجا

میاں سوخته و خام فرق بسیار است
سرشک تاک کجا گریهٔ کباب کجا

گرفته دست جهاں را غبار بیدردی
کجا رویم ازیں عالم خراب کجا

چنیں که تاب برآورده است ناز چشم
بساط خود فگند پرده‌های خواب کجا

فروغ حسن جهانگیر او کجاست که نیست
ز خویش میروی اے دل بدیں شتاب کجا

نظر بچشمهٔ حیواں نمی کنم صائب
مرا ز راه برد جلوهٔ سراب کجا

خواجه حافظ رحمة الله علیه

بیا و کشتی ما در شط شراب انداز
خروش و ولوله در جان شیخ و شاب انداز

مرا بکشتی باده در افکن اے ساقی
که گفته اند نکوئی کن و در آب انداز

سپاہ فتنہ برانگیز از کمین سپہر
غبار حادثہ در چشم آفتاب انداز
غنو در دیدۂ عشق و فسرو سینۂ شوق
بجلوۂ دو جہاں را در اضطراب انداز
ہزار پردگی حسن پردہ سوز تراست
بروئے دختر رز ہم قع حجاب انداز
حریم مجلس رنداں مقام بیداریست
نمک بخندہ ساقی بچشم خواب انداز
خمار بخت بر آشفت عشرتم فیضی
مرا بہ بزم شہنشاہ کامیاب انداز

۲

اے بخون غرقہ تیغ نگہت غمزہ زناں
سپر انداختۂ چشم تو ناوک فگناں
نازم آں تنگ قبا را کہ ز رشک قد او
پیرہن گشتہ کفن در بر گل پیرہناں
آرمیدند شہیدان تو بر بستر خاک
چہ غم از حلۂ فردوس ماتن بے کفناں
بندہ گو مت ز دعشق بگویاں چہ کنی
نقش بت ھو نگارد نہ دل برہمناں
از اسیران تو کس نیست بجاں کندن ما
سنگ فرہاد فزوں آمدہ از کوہکناں
سپریدم بتماشا گہ گلزار کہ من
غنچہ ساں تنگہ ہم از غم نسرین بدناں
بعد ازیں شب ہمہ شب فیضی ز زہر آشامی
نوش جاں باد می نوش لب شیریں دہناں

ز کوئے میکدہ برگشتہ ام ز راہ خطا
مرا دگر ز کرم در رہ صواب انداز
بیار زاں مے گلرنگ مشکبو جامے
شرار رشک و حسد در دل گلاب انداز
اگرچہ مست و خرابم تو نیز لطفے کن
نظر بریں دل سرگشتۂ خراب انداز
بنیم شب اگرت آفتاب مے باید
ز روئے دختر گلچہر رز نقاب انداز
مہل کہ روز وفاتم بخاک بسپارند
مرا بمیکدہ بر در خم شراب انداز
گر از تو یک سر مو سر کشد دل حافظ
بگیر در خم زلفش بہ پیچ و تاب انداز

۲

شاہ شمشاد قداں خسرو شیریں دہناں
کہ بمژگاں شکند قلب ہمہ صف شکناں
دامن دوست بدست آر و ز دشمن بگسل
مرد یزداں شو و ایمن گذر از اہرمناں
مست بگذشت و نظر بر من درویش انداخت
گفت کائے چشم و چراغ ہمہ شیریں سخناں
تا کے از سیم و زرت کیسہ تہی خواہد بود
بندۂ ما شو و بر خور ز ہمہ سیم تناں
کمتر از ذرہ نۂ پست مشو مہر بورز
تا بخلوتگہ خورشید رسی چرخ زناں
پیر پیمانہ کش ما کہ روانش خوش باد
گفت پرہیز کن از صحبت پیماں شکناں
بر جہاں تکیہ مکن گر قدحے مے داری
شادی زہرہ جبیناں خور و نازک بدناں
با صبا در چمن لالہ سحر مے گفتم
کہ شہیداں کہ اند ایں ہمہ خونیں کفناں
گفت حافظ من و تو محرم ایں راز نہ ایم
از مے لعل حکایت کن و سیمیں ذقناں

پ

مولانا طاہر غنی کشمیری

ل منور کے شود در ظلمت آثار بن
شمع را روشن نمیسازند تا در قالب است
ان نتوان بود بے لعلت کہ مشتاق ترا
ب شیریں تو با جاں شیوہ بر لب است
دام ملائک بر زمیں افتادہ است
ل نمید اند دے گوش ست یا خال لب است

٢

کارہ تو بیداری شبہائے دراز است
ہمت در فیض ست کہ بر روئے تو باز است
فتادن و برخاستن بادہ پرستاں
در مذہب رنداں خرابات نماز است
ے نیست چو در کاسہ مرا رعشہ بر اعضا
دستم بنظر پنجہ طنبور نواز است
چوں بال کشائیم کہ دریں رسد گہ بہر
ز دام ہمہ روئے زمیں سینہ باز است
ر پردہ ناموس کس از ناخن مطرب

خواجہ حافظ رحمۃ اللہ علیہ

آں شب قدرے کہ گویند اہل خلوت امشب است
یا رب ایں تاثیر دولت از کدامیں کوکب است
تا بگیسوئے تو دست ناسزایاں کم رسد
ہر دلے در حلقۂ در ذکر یا رب یا رب است
کشتۂ چاہ زنخداں توام کز ہر طرف
صد ہزارش گردن جاں زیر طوق غبغب است
تاب خوئے بر عارضش بیں کافتاب گرم رو
در ہوائے آں عرق تا ہست روز و شب است
اندراں موکب کہ بر پشت صبا بندند زیں
با سلیماں چوں برانم منکہ مورم مرکب است
شہسوار من کہ مہ آئینہ دار روئے اوست
تاج خورشید بلندش خاک نعل مرکب است
آب حیوانش ز منقار بلاغت مے چکد
زاغ کلک من بنام ایزد چہ عالی مشرب است
من نخواہم کرد ترک یار لعل و جام مے
زاہداں معذور داریدم کہ اینم مذہب است
آنکہ ناوک بر دلم از زیر چشمے مے زند
قوت جاں حافظش در خندہ زیر لب است

٢

المنۃ للہ کہ در میکدہ باز است
زاں رو کہ مرا بر در او روئے نیاز است
خمہا ہمہ در جوش و خروشند ز مستی
واں مے کہ در آنجاست حقیقت نہ مجاز است
از وے ہمہ مستی و غرور است و تکبر
وز ما ہمہ بیچارگی و عجز و نیاز است
شرح شکن زلف خم اندر خم جاناں
کوتہ نتواں کرد کہ ایں قصہ دراز است
بار دل مجنوں و خم طرہ لیلی

در بزم طرب پار ونشد پردهٔ سازست
رخسارهٔ محمود دکف پائے ایازست

بردوختہ ام دیدہ چو باز از ہمہ عالم
تا دیدهٔ من بر رخ زیبائے تو بازست

رازیکہ بر خلق نہفتیم و نگفتیم
بادوست بگوئیم کہ او محرم رازست

در کعبۂ کوئے تو ہر آنکس کہ در آید
از قبلۂ ابروئے تو در عین نمازست

اے مجلسیان سوز دل حافظ مسکیں
از شمع بپرسید کہ در سوز و گدازست

خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کا کلام ایسا مقبول اور زبان زد خاص و عام ہے کہ ایک ایک مصرع ضرب المثل بن گیا ہے بلکہ ان کے متعلق ایک ایک حکایت مشہور ہے عام حالات اور روز مرہ واقعات پر خواجہ رح کے اشعار اس طرح چسپاں ہوتے ہیں گویا انہی حالات اور واقعات کے متعلق لکھے گئے خود شعراء ہر ایک زمانہ میں اپنے دلی مدعا کا اظہار مناسب اور موزون الفاظ میں برمحل خواجہ کے کلام پر گرہ لگا کر کرتے اور اس طرح ان کا عقدہ خواجہ کے ناخن فکر سے ہی کھلتا قاضی احمد لاغر اچھا شاعر گذرا ہے سیستان میں شاہ کی محفل سے رنجیدہ خاطر ہو کر نکلا۔ قندھار میں آیا اور یہ قطعہ شاہ کی خدمت میں پیش کیا ؎

شہنشاہ بکرم عذر بندہ را بپذیر
زصحبتت دو سہ روزی اگر کنارہ کنیم

زبادہ منع تو نتوانم و بگویم نیست
کہ مے خورند حریفاں و من نظارہ کنیم

ایک اور شاعر تمکین کاشی گذرا ہے۔ مولانا لسانی شیرازی کا شاگرد تھا مؤلف تذکرہ آتشکدہ آذر مراتب شاعری میں شاگرد کا پایہ اُستاد سے بلند تر لکھتا ہے ایک دفعہ اس نے شاہ نعمت اللہ یزدی کی مدح میں قصیدہ لکھا مگر صلہ لائق نہ ملا۔ ایک قطعہ لکھ کر ارسال کیا۔

نعمت اللہ اختر برج سعادت شاہ یزد
آنکہ چرخش سر نہ پیچد ز طوق انقیاد

چوں تبریز آمدار باب سخن گشتند ازو
بر مراد خویش تا در جز تشریف نامراد

با وجود آنکہ گفتم مدح روئیش از ہمہ
از ہمہ کمتر دریں انعام بر رویم گشاد

گرچہ محتاجم ولیکن بیش از انعمت است
کز عطاہائے کمم گردد دل غمدیدہ شاد

کاشکے ہیچم ندادی تا چو حافظ گفتمے
شاہ یزدم دید و مدحش گفتم و ہیچم نداد

خواجہ اسیر بیگ تمکین شیخ غیاث الدین محمد تبریزی کی نسل سے شعراء تبریز میں ممتاز رتبہ رکھتا ہے شاہ طہماسب صفوی کے عہد میں خدمت دیوانی میں سرفراز ہوا۔ لیکن کچھ عرصہ بعد شاہ کی نظروں سے گر گیا۔ اور خراسان کے ایک جگہ میں قید ہوا۔ عبداللہ خاں روز بک اس کی جگہ مقرر ہوا جس نے یہ شعر خواجہ کو لکھ کر بھیجا

؎

اے خواجہ بعد ازیں طمع از زندگی ببر
زاں رو کہ گشتہ مسند خانی بکام ما

نے جواب میں لکھا کہ ؎

اے باد اگر بابل خراساں گذر کنی
زنہار عرضہ دہ بپریشاں پیام ما

وانگہ بگو ز راہِ وفا آں گروہ را
کائے کشتہ کینہ خواہ شما خاص و عام ما

کلک غرور جہل شما ثبت کردہ بود
در رقعہ کہ بود دراں رقعہ نام ما

کائے خواجہ بعد ازیں طمع از زندگی ببر
زاں روکہ کشتہ مسند خانی بنام ما

اے مدعی مگر نشنیدی کہ میرسد
شاہ ستارہ خیل و سپہر احتشام ما

باشد جواب دعوے خانی کہ کردۂ
بیتے کہ گفت حافظ شیریں کلام ما

چنداں بود کرشمہ و ناز سہی قداں
کائید بجلوہ سرو صنوبر خرام ما

ما بندگان حضرت شاہ ولائیتم
ثبت است بر جریدہ عالم دوام ما

ری شاگردان لسانی شیرازی میں سے ایک ہے عمر کا اکثر حصہ ایران و ہندوستان کی سیاحت
شاہان کی مدح میں بسر کیا ایک دفعہ شاہ ہند کی مدح میں قصیدہ لکھا لیکن صلہ خاطر خواہ نہ ملا۔
کر پیش کیا ؎

در مدح پادشاہ سخن سنج ملک ہند
گفتم قصیدۂ کہ پسندید ہر کہ دید

زانساں قصیدۂ کہ بگاہ نوشتنش
آبحیات بر ورق ہم از خامہ میچکید

اما چو روزگار مددگار من نبود
زاں شاخ گل بپائے دلم خار غم خلید

نشنید شاہ عقدہ کشا مصرعے ز من
بکشودہ قفل آرزوئے من از کلید

بودم ز آب دیدہ خود غرق بحر خوں
کز غیب ایں ترانہ بگوش دلم رسید

حافظ وظیفۂ تو دعا گفتن ست و بس
در بند آں مباش کہ نشنید یا شنید

ں قطعہ کا اثر خاطر خواہ ہوا اور صلہ و خلعت خاطر خواہ ملا۔ ۶
قتہ خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کا کلام عام و خاص میں مقبول ہے اور آپ نے بالکل صحیح لکھا ہے۔ کہ

قبول خاطر و لطف سخن خدا داد است

یوان حافظ رحمۃ اللہ علیہ کا ترجمہ اور شرح ہمنے ۱۹۱۳ء میں ختم کیا۔ لیکن شائع ۱۹۱۶ء میں ہوا اسوقت
ے لکھا قلم برداشتہ لکھا یہاں تک کہ نظر ثانی کی بھی فرصت نہ ملی۔ لیکن اشاعت کے بعد جب ہمیں یہ
وا کہ ترجمہ و شرح نے قبولیت عام حاصل کی ہے تو ہمیں تعجب ہوا کہ ہمارے ترجمہ و شرح میں اگرچہ ایک
تی کہ ہمنے اپنی ذاتی تحقیق کا اظہار کیا۔ مگر اس پر بھی اس قبولیت کی مستحق نہ تھی؛ لیکن ہمیں جلدی ہی
گیا کہ دراصل یہ قبولیت خواجہ کے کلام سے وابستہ ہے جو صدہا سال سے مقبول ہے اور مقبول رہیگا
جمہ و شرح میں جو شائع ہو چکا ہے ہم نے چند غزلوں اور ایک قصیدہ کو دیوان سے ارادتاً خارج
س کی وجہ صرف یہی تھی کہ ہمارے رائے میں یہ غزلیں اور قصیدہ خواجہ رحمۃ اللہ کا کلام نہیں ہو
ا اور ہماری رائے کی ہر ایک سخن فہم تائید کریگا۔ لیکن ہمیں کس قدر تعجب ہوا جب ایک بھرے مجمع
رے ایک دوست نے جو شعرائے پنجاب میں مشہور ہیں (اللہ مغفرت کرے) تھوڑے دن ہوئے

نصیحت کا اثر نہیں ہوتا تیسری وجہ یہ ہے کہ آجکل ہر کہ ومہ ناصح بنا پھرتا ہے جو اس منصب کے اہل نہیں ہوتے اس لیئے خواہ وہ ہمدردی کا اظہار بھی کریں بے اثر ہوتا ہے ؎

دلا تا بزرگی نیاری بدست　　بجائے بزرگاں نباید نشست

خواجہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

پیرانِ سخن بہ تجربہ گفتند دگفتمت　　ہاں اے پسر چو پیر شوی پند گوش کن

خواجہ رحمۃ اللہ علیہ غمگسار ناصح مشفق ہیں آپکا کلام زخمی دل پر مرہم کا اثر کرتا ہے۔ غمگسار ناصح کا سخن ناسزا اور جاہل ناصح کی نصیحت بے محل بے اثر ہوا ہی کرتی ہے لیکن خواجہ رح طینت ازلی کے بھی قائل ہیں جس بدبخت کی سرشت ہی بری ہو وہ کسی نصیحت سے فائدہ نہیں اٹھا سکتا ؎

گرجاں بدہد سنگ سیہ لعل نگردد　　باطینت اصلی چہ کند بدگہر افتاد

خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نے انصائح میں طینت اصلی کا خاص لحاظ کیا ہے اور آپ کی یہی رائے ہے کہ ایسے شخص کو نصیحت "چوں گردگاں برگنبدست" اور نصیحت کے لیئے چند امور کا لحاظ لازمی ہے ؎

محل قابل وجا انگہ نصیحت قابل　　چو گوش ہوش نباشد چہ سود حسن مقال

خواجہ رحمۃ اللہ اپنے رنگ میں فرماتے ہیں کہ ؎

چنگ در پردہ ہمے میدہدت پند ولے　　وعظت آنگہ دہد سود کہ قابل باشی

محل قابل و نصیحت قابل لازم و ملزوم ہیں۔

خواجہ رحمۃ اللہ کے نصائح سے وہی نیک بخت مستفید ہو سکتے ہیں جن کی سرشت قابل واقع ہوئی ہے فرماتے ہیں کہ ؎

پند حکیم عین صوابست و محض خیر　　فرخندہ بخت آنکہ بسمع رضا شنید

کہتے ہیں کہ حسن اعمال سے مثال بہتر ہے اگر نیک صحبت میسر ہو تو انسان ایسی صحبت میں اسوہ حسنہ کے اثر سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ اس سے انکار نہیں ہو سکتا کہ صحبت موثر ہے خواہ کیسی ہی ہو ؎

صحبت طالع ترا طالع کند　　صحبت صالح ترا صالح کند

خواجہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

نیکنامی گر بخواہی با بداں کمتر نشیں　　بدپسندی جان من برہان نادانی بود

ایک اور مقام پر فرماتے ہیں کہ ؎

حافظ از چشمۂ حکمت بکف آور جامے　　بوکہ از لوح دلت نقش جہالت برود

خواجہ رحمۃ اللہ بھی نصیحت کرتے ہیں کہ ناصح مشفق کی نصیحت پر عمل کرنا چاہیئے ؎

نصیحتے کنمت بشنو و بہانہ مگیر　　ہر آنچہ ناصح مشفق بگویدت بپذیر

جوانا سر متاب از پند پیراں　　کہ رائے پیر از بخت جواں بہ

خواجہ رح اکثر اشعار میں دوستی اور دشمنی کے متعلق کہتے ہیں کہ

آسائش دوگیتی تفسیر ایں دو حرفست　　با دوستاں تلطف با دشمناں مدارا

درخت دوستی بنشاں کہ کام دل بار آورد نہال دشمنی بر کن کہ رنج بیشمار آورد

خواجہ رح کی یہ نصیحت ہے کہ حتے الوسع کسی کو دشمن نہ بنانا چاہیئے۔ بلکہ حتے الوسع مدارات کیساتھ دشمن کو دشمنی سے باز رکھنا چاہیئے دشمنی رنج پیدا کرتی ہے اگر خوش رہنا چاہتے ہو تو کسی سے دشمنی نہ کرو دنیا میں اطمینان کے ساتھ زندگی بسر کرنے کا یہ پہلا سبق ہے اس کے بعد خواجہ رح کی یہ نصیحت ہے کہ رفیق شفیق پیدا کرو ؎

دریغ و درد کہ تا ایں زمان ندانستم کہ کیمیائے سعادت رفیق بود رفیق

دوستوں میں ذرا ذرا سی بات پر ملال پیدا ہو جاتا ہے خواجہ فرماتے ہیں کہ ؎

ملول از ہمرہاں بودن طریق کاروانی نیست بکش دشواریٔ منزل بیاد عہد آسانی

اس لیئے ہمیشہ دوستوں کے ساتھ لطف اور مہربانی سے پیش آنا چاہیئے اور ہر ایک فروگذاشت کو نظرانداز کرنا چاہیئے طریق کارروائی تو یہ ہے کہ دشمن بھی دوست بن جاویں۔ نہ کہ دوست بھی دشمن ہو جاویں۔

خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کی نصائح ایک ایسا دستورالعمل ہے جو کامیاب زندگی کا رہنما ہے اگر انسان اپنا آپ محتسب ہو اور اپنے نیک و بد کی خود ہی جانچ پڑتال کرے تو کسی ناصح کی ضرورت نہیں۔ فرماتے ہیں

تو نیک و بد خود ہم از خود بپرس چرا دیگرے بایدت محتسب
ز بد دور باش و بہ نیکی بکوش مکن عمر ضایع بہ لہو و لعب
چو دانی کہ روزی دہند خدا است مدار از طمع قلب را منقلب
و من یتق اللہ یجعل لہ و یرزقہ من حیث لا یحتسب

کامیاب زندگی بسر کرنے کا طریقہ یہی ہے کہ ع
"ز بد دور باش و بہ نیکی بکوش"

لیکن خواجہ اپنے نقطۂ خیال سے نصیحت فرماتے ہیں ؎

یک جو از خرمن ہستی نتواند برداشت ہر کہ در رہ فنا در رہ حق دانہ نکشت
؎ چناں بزی کہ اگر خاک رہ شوی کس را غبار خاطرے از رہگذر بنرسد
؎ دلا معاش چناں کن کہ اگر بلغزد پائے فرشتہ ات بدو دست دعا نگہدارد
؎ چناں زندگانی کن اندر جہاں کہ چوں مردہ باشی نگویند مرد

عموماً خیال تو یہی ہے کہ زندگی موت کے آنے کی خبر دیتی ہے اور اس میں کچھ شک نہیں کہ ایک دن مرنا امر ناگزیر ہے "کل نفس ذائقۃ الموت" لیکن جو شخص "بنجبر بمیرد در عین خود پرستی" جس کی زندگی محض نفسانیت کی زندگی ہے وہ فی الحقیقت مردہ ہے۔ لیکن جو اپنی ہستی کو دوسروں کے فوائد پر قربان کرتا ہے جو اپنی ہستی کو اس طرح فنا کر کے دوسروں کے فوائد کے لئے زندہ ہے اور دوسروں کے فوائد کے لئے مرتا ہے وہ دراصل زندہ ہے اس کی زندگی اور موت فی سبیل اللہ ہے "ثبت است بر جریدہ عالم دوام ما" طالب علمی کا زمانہ تھا کہ ہمیں پہلی دفعہ دہلی دیکھنے کا اتفاق ہوا صفدر جنگ کے مقبرہ پر کتبہ تاریخ وفات پڑھ رہا تھا کہ ایک بنگالی جس کا سن بظاہر چالیس سال سے

تجاوز کر گیا تھا وہاں آیا اور ہم سے دریافت کیا کہ یہ کیا تحریر ہے ہمنے صنعت آئینہ سمجھائی اس کے بعد باتوں باتوں میں پوچھا کہ دہلی کے آثار الصنادید میں سب سے عجب شے کیا دیکھی ہے تو جواب دیا کہ ہر ایک شئے عجب ہی نظر آئی سب ہی فاعتبروا یا اولی الابصار کے مطالعے کے لئے کافی ہے۔ لیکن آپ مجھ سے عمر و علم میں بڑے ہیں فرمائیے سب سے زیادہ عجب بات آپنے کیا دیکھی ہے"۔ کہا اور کیا اچھا کہا کہ میرے دل پر نقش ہو گیا کہ سب سے عجیب چیز دیکھی ہے کہ امرا و وزراء اور بادشاہوں کے مقبرے تو ویران پڑے ہیں اور کس پرسی کی حالت میں ہیں لیکن مساجد اور فقرا کے مقبرے نہایت بارونق ہیں اس کی کیا وجہ ہے پھر خود ہی فرمایا کہ یہ امرا و وزرا شاہ دنیا کے طالب تھے اس لئے جب تک دُنیا میں رہے انہوں نے دُنیا کا دنیا نے ان کا ساتھ دیا۔ جب دنیا کو چھوڑا دُنیا نے ان کو چھوڑ دیا۔ اللہ تعالے حی و قیوم ہے ہمیشہ تھا اور ہمیشہ رہیگا جسکا تعلق اس کے ساتھ ہے وہ بھی ہمیشہ رہیگا۔ مساجد اور فقرا کا تعلق اللہ کے ساتھ ہے یہی وجہ ہے کہ وہاں زندگی ہے اور دنیا داروں کی قبروں پر مردنی ہے اس لئے

چناں زندگانی کن اندر جہاں   کہ چوں مردہ باشی نگوئند مرد

ایک دفعہ ہمیں بتقریب عرس ایک مشہور بزرگ کے مقبرہ پر فاتحہ خوانی کا اتفاق ہوا اور ہم سے فارغ ہوا تو لوگوں کے ہجوم پر نظر پڑی مرد بھی تھے اور عورتیں بھی بکثرت تھیں کوئی دست بدعا تھا۔ کوئی طواف کر رہا تھا۔ کوئی سر بسجدہ تھا راگ رنگ بھی تھا۔ غرض سب کچھ تھا۔ جسے دیکھ کر ہمارے دل میں یہ اعتراض پیدا ہوا کہ سُبحان اللہ مقبرہ ایک خدا رسیدہ بزرگ کا ہو اور یہاں یہ بدعتیں اور خلاف شرع باتیں کی جائیں معاً ہمیں ایسا معلوم ہوا کہ کوئی ہمیں کہہ رہا ہے کہ کیا تو اہل دنیا کو نہیں دیکھتا جن کے در دولت پر ارباب حاجت کا ہجوم ہوتا ہے جن کے آگے پیچھے لوگ دوڑتے ہیں۔ جن کو لوگ ہر طرح کے عطایں خوش کرنا چاہتے ہیں اور خوشامد کا کوئی دقیقہ اُٹھا نہیں رکھتے اہل دُنیا کے لئے تمام اسباب راحت و آرام مہیا ہیں۔ فقرا فقر و فاقہ میں بسر کرتے ہیں۔ کیا کبھی تونے اس حالت پر بے جا اعتراض کیا مرنے کے بعد اگر فقرا کی قبروں پر چراغاں ہو۔ لوگوں کا میلہ ہو۔ غرض وہی کیفیت ہو جو اہل دنیا کے دروازہ پر ہوتی ہے تو اعتراض کی کیا وجہ ہے یہاں ہر ایک تماشہ کا آدمی آتا جاتا ہے یہ بدعات یہ لوگ کچھ بھی نہیں کرتے بلکہ ہر ایک کیا کرتے ہیں اور کرینگے۔ یہ راگ رنگ صرف یہیں نہیں بلکہ ہر جگہ ہو رہا ہے اگر یہاں نہ ہو تو دل کیوں ہو اگر تو دنیا کے ان تمام کاموں کو جو تیری نگاہ میں بُرے ہیں روک سکتا ہے تو ہمت کر ورنہ اتنا ہی سمجھ کر خاموش رہ کہ یہ کچھ انوکھی بات نہیں اور ہمارے اختیار کی بات نہیں لیکن سمجھنے کی بات یہ ہے کہ اہل دُنیا مردہ ہیں اور اہل اللہ زندہ ہیں۔ کبھی اہل دُنیا کی قبر پر یہ ساز و سامان دیکھنے میں آتے ہیں جو کچھ یہاں ہو رہا ہے۔ بُرا ہو یا اچھا اور دنیا میں یہی کچھ موجود ہے جس سے زندگی کا پتہ ملتا ہے۔ اہل اللہ کو اس سے بذاتہٖ کچھ تعلق نہیں کہ یہاں کیا ہو رہا ہے اور یہ لوگ یہاں وہ کام کیوں کرتے ہیں جو اپنے اپنے گھروں اور محفلوں میں کرتے ہیں کیا وہاں خدا حاضر و ناظر نہیں تونے کبھی خدا پر بھی اعتراض کیا ہے کہ ایسی باتیں اس کے حضور کیوں ہو رہی ہیں اگر نہیں تو کیا فقرا کے مقبرے ہی قابل اعتراض رہ گئے ہیں میاں یہ تمہارے جیسے لوگوں کے لئے ایک سبق ہے کہ جن کا تعلق اللہ کے ساتھ ہے آخرت تو ان کا حصہ ہی ہے۔ جب تک دنیا ہے دنیوی رنگ میں بھی وہ

زندگی کا ثبوت دے رہے ہیں۔ خیر یہ تو ایک کیفیت تھی جو ذہن میں آئی لیکن جو کچھ سبق ملنا تھا مل گیا ؎

چناں زندگانی کن اندر جہاں ۔۔۔ کہ چوں مردہ باشی نگویند مرد

المختصر انسان کو چاہیئے کہ دنیا میں رہ کر ایسی زندگی بسر کرے کہ ہمیشہ کی زندگی حاصل ہو انسان کو کیا کچھ کرنا چاہیئے اور کیا نہ کرنا چاہیئے خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کے نصائح سے بخوبی معلوم ہوتا ہے فرماتے ہیں کہ "رستگاری جاوید در کم آزاریست" ؎

مباش در پئے آزار ہر چہ خواہی کن ۔۔۔ کہ در طریقت ما غیر ازیں گناہے نیست

بد صحبت اور برائی سے کنارہ کرنا چاہیئے ؎

نازنینی چو تو پاکیزہ رخ و پاک نہاد ۔۔۔ بہتر آنست کہ با مردم بد ننشینی

؎ بیا ز موز مت کیمیائے سعادت ۔۔۔ ز ہمصحبت بد جدائی جدائی

؎ نیک نامی گر بخواہی با بداں کمتر نشیں ۔۔۔ بد پسندی جان من برہان نادانی بود

گوش بکشائے کہ بلبل بفغاں میگوید ۔۔۔ خواجہ تقصیر مفرما گل توفیق ببوئے

شکر ایزد کہ دگر بار رسیدی بہ بہار ۔۔۔ بیخ نیکی بنشاں ورہ توفیق بجوئے

یک نصیحت کنمت بشنو وصد گنج ببر ۔۔۔ از رہ عیش در آئے و برہ عیب مپوئے

؎ تا نگوئیم بد و میل بنا حق نکنیم ۔۔۔ جامہ کس سیہ و دلق خود ازرق نکنیم

عیب درویش و تونگر بکم و بیش بد است ۔۔۔ کار بد [illegible] مصلحت آنست کہ مطلق نکنیم

خواجہ رحمۃ اللہ علیہ اکثر اشعار میں ظاہر کرتے ہیں کہ دنیا گذشتنی اور گذاشتنی ہے، گیا وقت پھر ہاتھ آتا نہیں، وقت غنیمت سمجھو، غفلت میں وقت ضائع نہ کرو جو کام کر سکتے ہو آج کرو، آج اگر اسباب مہیا ہیں تو کام میں لاؤ یہ تمام نصائح حسب ذیل اشعار میں جو آب زر سے لکھنے کے قابل ہیں نہایت پسندیدہ پیرایہ اور دلائل کے ساتھ خواجہ رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں ؎

دلا تو فارغی از کار روے ترسیم ۔۔۔ کہ کس درت نکشاید چو گم کنی مفتاح

؎ اگر چہ دیدہ بود پاسبان تو اے گل ۔۔۔ بہوش باش کہ نقد تو پاسبان نبرد

؎ باغبانا ز خزاں بیخبرت مے بینم ۔۔۔ آہ ازاں روز کہ بادت گل رعنا ببرد

رہزن دہر نخفتہ است مشو ایمن ازو ۔۔۔ اگر امروز نبرد است کہ فردا ببرد

؎ بہ امنی رد د فرصت شمر غنیمت وقت ۔۔۔ کہ در کمینگہ عمر اند قاطعان طریق

؎ عزیزا نو بہار عمر بگذشت ۔۔۔ چو بر طرف چمن باد بہاری

بیا حافظ بہ پند تلخ کن گوش ۔۔۔ چرا عمرے بغفلت میگذاری

؎ ذخیرہ بنہ از رنگ و بوئے فصل بہار ۔۔۔ کہ میرسند ز پئے رہزناں بہمن و دے

؎ وقت را غنیمت داں آنقدر کہ بتوانی ۔۔۔ حاصل از حیات ای جاں یکدم است تا دانی

؎ چو بر روئے زمین باشی توانائی غنیمت داں ۔۔۔ کہ دوراں ناتوانیہا بسے زیر زمیں دارد

بلاگردان جان و دل دعائے مستمنداں است ۔۔۔ کہ بیند خیر ازاں خرمن کہ ننگ از خوشہ چیں دارد

؎ گل عزیز است غنیمت شمریدش صحبت — کہ بباغ آمد ازیں راہ وازاں خواہد شد
اے دل از عشرت امروز بفردا فکنی — مایۂ نقد بقارا کہ ضماں خواہد شد
؎ اے شاہ حسن چشمہ بحال گدا فگن — کیں گوش بس حکایت شاہ وگدا شنید
؎ بریں رواق زبرجد نوشتہ اند بزر — کہ جز نکوئی اہل کرم نخواہد ماند
؎ دائم گل ایں شباں شاداب نے ماند — دریاب ضعیفاں را در وقت توانائی
؎ امروز کہ بازارت پُر جوش خریداراست — دریاب بنہ گنجے از مایۂ نیکوئی
؎ آنکس کہ او فتاد خدا اَش گرفت دست — پس بر تو باد تا غم افتادگاں خوری
؎ ثوابت باشد اے دارائے خرمن — اگر رحمے کنی بر خوشہ چینی
؎ چو گل گر خردہ داری خدا را صرف عشرت کن — کہ قاروں را غلطہا داد سودائے زر اندوزی
سخن در پردہ میگویم چو گل از پردہ بیروں آے — کہ بیش از پنج روزی نیست حکم میر نوروزی
؎ احوال گنج قاروں کایام داد برباد — در گوش گل فروخواں تا زر نہاں ندارد

مکافات عمل کی نسبت کیا اچھا لکھا ہے:

ہر کسے آں درود عاقبت کار کہ کشت:

؎ دہقان سالخوردہ چہ خوش گفت با پسر — کای نور چشم من بجز از کشتہ ندروی
؎ مزرع سبز فلک دیدم و داس مہ نو — یادم از کشتۂ خویش آمد و ہنگام درو

صبر و استقلال کامیابی کے ضامن ہیں اور اس سے زیادہ اور کیا چاہیئے کہ ان اللہ مع الصابرین
خواجہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

صبر و ظفر ہر دو دوستان قدیم اند — بر اثر صبر نوبت ظفر آید
؎ گویند سنگ لعل شود در مقام صبر — آرے شود ولیک بخون جگر شود
اے دل صبور باش مخور غم کہ عاقبت — از شام صبح گردد از شب سحر شود

خواجہ رح اکثر اشعار میں نصیحت کرتے ہیں کہ دُنیا چند روزہ ہے اور یہی چند روز رنج و غم میں بسر ہوں تو زندگانی سے کیا حاصل ہوا۔ اس لیئے خوش رہنا چاہیئے اور

؎ ہر وقت خوش کہ دست دہد مغتنم شمار — کس را وقوف نیست کہ انجام کار چیست
پیوند عمر بستہ بموئیست ہوشدار — غمخوار خویش باش غم روزگار چیست
؎ بر ہست و نیست مرنجاں ضمیر و خوش می باش — کہ نیستی است سرانجام ہر کمال کہ ہست
؎ از زبان سوسن آزادہ ام آمد بگوش — کاندریں دیر کہن کار سبکباراں خوش است
؎ از نہنگ مکن اندیشہ و چوں گل خوش باش — زانکہ تمکین جہاں گذراں ایں ہمہ نیست

اگرچہ ہر ایک شخص اس امر کا خواہاں ہے کہ ہر وقت خوش رہوں مگر یہ نا ممکن ہے خوشی اور غم توام ہیں ایک کے ساتھ دوسرا لازم و ملزوم ہے دو اعتباری اور امتیازی نام ہیں اگر ایک کی خواہش ہے تو دوسرا خود بخود موجود ہو جائے گا۔ بلکہ ایک کی خواہش دوسرے کی خواہش ہے یہ ہو نہیں سکتا کہ جو دل خوشی محسوس کرے غم کو محسوس نہ کرے ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ خوشی اور غم دونوں کا احساس نہ ہو اور سچ تو یہی ہے کہ حقیقی خوشی یہی ہے اور خواجہ رحمۃ اللہ اسی اطمینان قلب کی طرف

اشارہ کرتے ہیں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کے لفظوں میں خوشی اور غم کی حقیقت ظاہر کریں فرماتے ہیں کہ ؎

بہست و نیست مرنجاں ضمیر و خوش میباش — کہ نیستی است سرانجام ہر کمال کہ ہست

ایک اور مقام پر فرماتے ہیں کہ ؎

پس زانو منشیں و غم بیہودہ مخور — کہ ز غم خوردن تو رزق نگردد کم و بیش
چونکہ ایں کوشش بیفائدہ سودی ندہد — پس اپیاز ارد دل خود ز غم ای دور اندیش

؎ رسید مژدہ کہ ایام غم نخواہد ماند — چناں نماند و چنیں نیز ہم نخواہد ماند
چہ جائے شکر و شکایت ز نقش نیک و بد است — کہ کس ہمیشہ گرفتار غم نخواہد ماند

اس دنیا میں عذاب و ثواب اور خیر و شر اور نیکی بدی اور رنج و راحت اور خوشی و غم ایک دوسرے کے ساتھ لگے ہوئے ہیں ؎

؎ بے خار گل نباشد و بی نیش نوش ہم — تدبیر چیست وضع جہاں ایں چنیں فتاد
؎ حافظ از باد خزاں در چمن دہر مرنج — فکر معقول بفرما گل بے خار کجاست
؎ دریں چمن گل بے خار کس نچید آرے — چراغ مصطفوی با شرار بولہبیست
؎ مکن ز غصہ شکایت کہ در طریق ادب — براحتے نرسید آنکہ زحمتے نکشید
؎ تا صد ہزار خار نمی روید از زمیں — از گلبنے گلے بگلستاں نمی رسد
؎ بی پارہ نمی کنم از ہیچ استخواں — تا صد ہزار زخم بدنداں نمی رسد
؎ ترسم کزیں چمن نبری آستین گل — کز گلبنش تحمل خارے نمی کنی
؎ خار ار چہ جاں بکاہد گل عذر آں بخواہد — سہل است تلخی مے در جنب ذوق مستی
؎ مقام عیش میسر نمی شود بے رنج — بلے بحکم بلا بستہ اند روز الست

چونکہ وضع جہان اسی طرح واقع ہوئی ہے اس لئے فکر معقول کا نتیجہ یہ ہے کہ اگر گل کی خواہش ہے تو خار کی خلش سے دل تنگ نہ ہونا چاہیئے۔ بلکہ سچ تو یہ ہے کہ یہی لازمی نتیجہ ہے ہاں اگر گل مراد سے دامن بھرنا منظور ہو تو تحمل خار ضرور ہے یہ نصیحت کہ گل اور خار دونوں کی طلب سے کنارہ کرنا چاہیئے عوام الناس کے لئے نہیں اس کی شرح ہم مناسب موقعہ پر کریں گے لیکن اگر اتنا ہی تجربہ و مشاہدہ سے سمجھ میں آجائے کہ دنیا چند روزہ ہے اور اس چند روزہ زندگی میں ہر ایک چیز غنیمت ہے خوشی تو کیا غم بھی نہیں رہیگا۔ تو دور اندیشی کا تقاضا ہے کہ غم کی تلخی کو بہت کچھ کم کر دیتی ہے ؎

نغمہ ہائے غم کو بھی اے دل غنیمت جانیئے — بے صدا ہو جائیگا یہ ساز ہستی ایک دن

خواجہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ "ہر سخن جائے و ہر نکتہ مکانے دارد" ہر ایک بات کا موقع و محل ہوتا ہے اور اسی کے ساتھ بھلی معلوم ہوتی ہے وقت پر جو کچھ تقاضائے وقت ہے کیا جائے تو مناسب یہی ہے اور صحیح بھی ہے فرماتے ہیں ؎

دلا چو پیر شدی حسن و نازکی مفروش — کہ ایں معاملہ با عالم شباب رود
سواد نامۂ موئے سیاہ چوں شد طے — بیاض کم نشود در صدد انتخاب رود

ادب کے متعلق فرماتے ہیں ؎

حافظا علم و ادب ورز کہ در مجلس شاہ | ہر کرا نیست ادب لائق صحبت نبود
در محفلے کہ خورشید اندر شمار ذرہ است | خود را بزرگ دیدن شرط ادب نباشد

غرور اور تکبر کی مذمت میں فرماتے ہیں کہ بگذر ز کبر و ناز کہ دیدہ است روزگار چین قبائے قیصر و طرف کلاہ کے

؎ حباب را چو فتد باد نخوت اندر سر | کلاہ داریش اندر سر شراب رود
؎ حافظ افتادگی از دست مدہ زانکہ حسود | عرض و مال و دل و دیں در سر مغروری کرد

یہ مرصع غزل سرتاپا قیمتی نصائح کا خزانہ ہے۔

خوش کرد یاوری فلکت روز داوری | تا شکر چوں کنی وچہ شکرانہ آوری
در کوئے عشق شوکت شاہی نمی خرند | اقرار بندگی کن و دعوائے چاکری
آنکس کہ اوفتاد خدائش گرفت دست | پس بر تو باد تا غم افتادگاں خوری
در شاہراہ جاہ و بزرگی خطر بسی ست | آں بہ کزیں گریوہ سبکبار بگذری
سلطان و فکر لشکر و سودائے تاج و گنج | درویش و امن خاطر و کنج قلندری
نیل مراد بر حسب فکر و ہمت است | از شاہ نذر خیر و ز توفیق یاوری
یکحرف صوفیانہ بگویم اجازت ست | اے نور دیدہ صلح بہ از جنگ داوری

حافظ غبار فقر و قناعت ز رخ مشوئے
کایں خاک بہتر از عمل کیمیا گری

خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کی ہر ایک غزل مرصع ہے اس میں پند و نصائح کے جواہرات اس خوبی اور مناسبت سے جڑے ہوئے ہیں کہ اسی مقام پر اپنی اصلی آب و تاب میں نظر آتے ہیں چند قطعات حسب ذیل ہیں ؎

خستگاں را چو طلب باشد و قوت نبود | گر تو بیداد کنی شرط مروت نبود
ما جفا از تو ندیدیم و تو ہم نپسندی | آنچہ در مذہب ارباب فتوت نبود
ہر کہ آئینہ صافی نشد از زنگ ہوا | دیدہ اش قابل رخسارہ حکمت نبود
چوں طہارت نبود کعبہ و بتخانہ یکیست | نبود خیر در آنخانہ کہ عصمت نبود
دولت از مرغ ہمایوں طلب و سایۂ او | زانکہ با زاغ و زغن شہپر دولت نبود

حافظا علم و ادب ورز کہ در مجلس شاہ
ہر کرا نیست ادب لائق صحبت نبود

سگ بر آں آدمی شرف دارد | کہ دل مرداں بیازارد
ایں سخن را حقیقتے باید | تا معانئے دل فرود آید
آدمی با نواست در مطعوم | سگ ز بیرون آستان محروم

حیف باشد کہ سگ وفا دارد
و آدمی دشمنی روا دارد

خواجہ رحمۃ اللہ علیہ لیس للانسان الا ما سعی کی تعبیر کیا اچھی کرتے ہیں۔

ثابت دست بجان عمر و بند تن بجسد — هرکه در طلبت همت او قاصر نیست
دست از طلب ندارم تا کام من برآید — یا جان رسد بجانان یا جان ز تن برآید
همت عالی طلب جام مرصع گو مباش — رند را آب عنب یاقوت رمانی بود
سعی ناکرده درین ره بجائے نرسی — مزد اگر میطلبی طاعت استاد ببر
کمتر از ذره نه پست مشو مهر بورز — تا بخلوتگه خورشید رسی چرخ زنان
شاهی طلبی گوهر ذاتی بنما — ور خود از گوهر جمشید و فریدون باشی

چند پند سودمند

اگرچه باده فرح بخش و باد گلبیز است — ببانگ چنگ مخور مے که محتسب تیز است
در آستین مرقع پیاله پنهان کن — که همچو چشم صراحی زمانه خونریز است
صراحی و حریفی گرت بدست افتد — بعقل نوش که ایام فتنه انگیز است
دے عزیزے گفت حافظ میخورد پنهان — اے عزیز من گناه آن به که پنهانی بود
مباش غره بعلم و عمل فقیه زمان — که هیچکس ز قضائے خدائے جان نبرد
برعمل تکیه مکن خواجه که در روز ازل — تو چه دانی قلم صنع بنامت چه نوشت
مزن دم ز حکمت که در وقت مرگ — ارسطو دهد جان چو بیچاره گرد
پیر پیمانه کش ما که روانش خوش باد — گفت پرهیز کن از صحبت پیمان شکنان
پیمان شکن هر آئینه گردد شکسته دل — ان العهود عند ملوک النهی ذمم
اے دل تو جام جم بطلب ملک جم مخواه — کین بود قول بلبل بستان سرائے جم
چون خون خصم همچو صراحی بریختی — بادوستان بعیش و طرب گیر جام جم
نصیحتے کنمت یاد گیر و در عمل آر — که این حدیث ز پیر طریقتم یاد است
مجو درستی عهد از جهان سست نهاد — که این عجوز عروس هزار داماد است
فریب عشوهٔ حسن از جهان پیر مخور — که هرکه او بوے اختلاط ناشاد است
غم جهان مخور و پند من مبر از یاد — که این لطیفهٔ نغزم زرهروے یاد است
رضا بداده بده وز جبین گره بگشائے — که بر من و تو در اختیار نگشاد است
وفا مجوئے ز دشمن که پرتوے ندهد — چو شمع صومعه افروزی از چراغ کنشت
چو غنچه گرچه فروبستگیست کار جهان — تو همچو باد بهاری گره گشا مے باش
وفا مجوئے ز کس ور سخن نمے شنوی — بهرزه طالب سیمرغ و کیمیا مے باش
خواهی که سخت و سست جهان بر تو بگذرد — بگذر ز عهد سست و سخنهائے سخت خویش
نظر کردن بدرویشان منافی بزرگی نیست — سلیمان با همه حشمت نظرها بود با مورش
بساط عهد دون پرفند دار و شهد آسایش — مذاق حرص و آز ایدل بشوی از تلخ و از شورش
ز سنگ تفرقه خواهی که منهنی نشوی — مشو لبهاں ترازو تا در پئے کم و بیش
دلربائی همه آن نیست که عاشق بکشند — خواجه آن است که باشد غم خدمتگارش

تو بندگی چو گدایاں بشرط مزد مکن ۔ کہ خواجہ خود روش بندہ پروری داند

دلا دلالت خیرت کنم براہ نجات ۔ مکن بفسق مباہات و زہد ہم مفروش

در بساط نکتہ داناں خود فروشی شرط نیست ۔ یا سخن دانستہ گو ای مرد بخرد یا خموش

... چو خواہی ... مرداں گزیں ۔ مرد عاشق پیشہ را با صورت دیواں چہ کار

... بیاموز ز آب صاف ای دل ۔ براستی طلب آزادگی ز سرو چمن

بصدق کوش کہ خورشید زاید از نفست ۔ کہ از دروغ سیہ روی گشت صبح نخست

کرم ورزی چو بہشتی چہ آدمی چہ ملک ۔ بمذہب ہمہ کفر طریقت است امساک

یا مکن با پیلباناں دوستی ۔ یا بنا کن خانہ در خورد پیل

ز انقلاب زمانہ طمع مدار ایں چرخ ۔ چو صبح بر رخ عالم ازیں صفت خندید

اے گدایان خرابات خدا یار شماست ۔ چشم انعام مدارید ز انعامے چند

پیر میخانہ چہ خوش گفت بدُردی کش خویش ۔ کہ مگو حال دل سوختہ با خامے چند

زمانے خوشدلی دہ دُر بیاب ۔ کہ دائم در صدف گوہر نباشد

یار مفروش بدنیا کہ بسے سود نکرد ۔ آنکہ یوسف بزر ناسرہ بفروختہ بود

شکوہ تاج سلطانی کہ بیم جاں درو درج است ۔ کلاہ دلکش است اما بترک سر نمی ارزد

یوں تو خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کا تمام دیوان پند و نصائح کا مجموعہ ہے یہ چند اشعار کا انتخاب کیا ہے ورنہ ہر ایک شعر پر دفتر لکھا جا سکتا ہے۔ خوش قسمت ہیں وہ جو نصیحت پر کان دھرتے ہیں۔

پیران سخن بتجربہ گفتند گفتمت ۔ ہاں اے پسر کہ پیر شوی پند گوش کن

لیکن:

حافظا اگر چہ پند حکیماں ملالت است ۔ کوتہ کنیم قصہ کہ عمرت دراز باد

خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کا کلام ایسا مقبول عام ہے کہ ایک ایک مصرع ضرب المثل بن گیا ہے:

ع خدایا ہیچ عاقل را مبادا بخت بد روزی ۔ ع عاقلا مکن کارے کہ بار آرد پشیمانی

ع تو تند میروی جانا ترسمت فرو مانی ۔ ع ازیں معاملہ غافل مشو کہ حیف خوری

ع سال دگر کہ دارد امید نو بہاری ۔ ع دریغ ایں سایۂ دولت کہ نا اہل افگندی

ع آفریں بر تو کہ شائستہ صد تحسینی ۔ ع بعد از تو خاک بر سر اسباب دنیوی

ع با کافراں را چہ کار گر بت نمی پرستی ۔ ع آں را کہ بصر نیست چہ خوبی و چہ زشتی

ع معذور دارمت کہ تو او را ندیدۂ ۔ ع اعتبار سخن عام چہ خواہد بودن

ع خود غلط بود آنچہ ما پنداشتیم ۔ ع روح را صحبت ناجنس عذابیست الیم

بلبلانیم کہ در موسم گل خاموشیم ۔ ع بقدر بینش خود ہر کسے کند ادراک

خواجہ آن است کہ باشد غم خدمتگارش ۔ ع مرغ زیرک چوں بدام افتد تحمل بایدش

سلوک

یوں تو خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کا کلام پند و نصائح کا دفتر ہے لیکن خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کے کلام میں ایک بات ہے کہ ہر سخن جائے و ہر نکتہ مکانے دارد۔ جہاں آپ یہ پسندیدہ

فرماتے کہ رازِ عشق پیش اہلِ عقل فاش کریں عقل کی باتیں جہلا کے سامنے بیان نہیں کرتے ہر ایک شخص کو اس کے فہم کے مطابق نصیحت فرماتے ہیں چنانچہ نصائح کے ذیل میں جو کچھ لکھا گیا ہے اس سے ہر ایک شخص فائدہ اٹھا سکتا ہے لیکن تعلیم سلوک خاص لوگوں کے لئے ہے اور ہر ایک شخص نہ اس پر عمل کر سکتا ہے اور نہ ہر ایک کے لئے ہے۔ خواجہ رحمۃ اللہ علیہ ایک طبیب حاذق کی طرح مختلف امراض کا علاج تشخیص کے بعد کر دیتے ہیں اور طالب کی طلب اور ہمت و حوصلہ کے مطابق تعلیم دیتے ہیں غرض یہ ہے کہ انسان خواہ اہلِ دنیا ہو یا عقبےٰ اپنے لیے ایسا راستہ اختیار کر سکتا ہے جو منزل مقصود کی طرف جاتا ہے اگرچہ خدا تعالےٰ کی یاد سے کوئی حال خالی نہیں ہونا چاہیئے مگر اہلِ دنیا تو کیا اہلِ آخرت سے بھی یہ نہیں ہو سکتا' اس لیے اگر اہلِ دنیا پانچ وقت ہی اس کو یاد کر لیا کریں تو ان کے لئے کافی مجاہدہ ہے اہلِ آخرت جن کی ہمت اہلِ دنیا سے بلند تر ہے اور جو فانی چیز کو چھوڑ کر دوامی زندگی کی نعمتوں کے طالب ہیں ان کو "حیاۃ الدنیا اور زینتہا" ترک کرنی چاہیئے ؂

نوشتہ اند بر ایوان جنت الماوٰے   کہ ہر کہ عشوہ دُنیا خرید وائے بوئے

خواجہ کی نصیحت ان لوگوں کو یہ ہے کہ عبادت میں ریا سے بچو' لیکن طالب صادق وہ ہے جو نہ صرف دُنیا کی زینت کو نظر انداز کرتا ہے بلکہ جنت کی بھی خواہش نہیں رکھتا صرف اللہ سے لو لگا کر بیٹھا ہے جو کچھ خواجہ طالبان صادق کو ارشاد فرماتے ہیں وہ اہلِ دنیا اور حور و قصور کے دلدادگان نہ سنیں تو بہتر ہے۔

سب سے پہلے سالک کو یہ سمجھ لینا چاہیئے کہ وہ صرف قربِ الٰہی طلب کرتا ہے اسلیئے دنیا اور آخرت کی نعمتوں سے دست بردار ہونا چاہیئے۔ "ما جعل اللہ لرجل من قلبین فی جوفہ" ہر ایک انسان کو ایک ہی قلب عطا ہوا ہے اس لیئے ہر ایک انسان اپنے اپنے مطلوب و مقصود کے لئے یکرو اور یک سو ہوتا ہے اور ہونا چاہیئے ورنہ مطلوب اور مقصود ہاتھ نہیں آتا۔

تفرقہ وجمعیت

ہم خدا خواہی و ہم دُنیائے دوں   ایں خیال است و محال است و جنوں

یہ ہو نہیں سکتا کہ "بیک دل رابصد پارہ کنی و ہر پارہ در پئے مقصدے آوارہ" اصطلاح میں دل کو امور متعددہ کے خیال سے پراگندہ کرنا "تفرقہ" کہلاتا ہے اور ایک ہی مقصود کے مشاہدہ کو "جمعیت" کہتے ہیں اس لیئے سالک کو سب سے پہلے یہ سمجھ جانا چاہیئے کہ دنیا اور آخرت کی نعمتیں اس کے لئے تفرقہ کا باعث ہیں اور اس کو جمعیت صرف اللہ تعالےٰ کی یاد سے ہو سکتی ہے۔

صراحی و حریفی خوشم ز دُنیا بس   کہ غیر ازیں ہمہ اسباب تفرقہ است و صداع

دنیا اور ترک دنیا

دنیا گذشتنی و گذاشتنی ہے طالبان دُنیا کی جدوجہد کو دیکھو اور جو کچھ وہ اس جدوجہد کے بعد حاصل کرتے ہیں اس پر غور کرو تو خود بخود دل دُنیا سے سیر ہو جائیگا خواجہ رحمہ فرماتے ہیں کہ

نصیحتے کنمت یاد گیر و در عمل آر   کہ ایں حدیث ز پیر طریقتم یاد است
مجو درستی عہد از جہان سست نہاد   کہ ایں عجوزہ عروس ہزار داماد است
فریب عشوہ حسن از جہان پیر مخور   کہ ہر کہ کرد بوے اختلاط ناشاد است

سالک کی نظر بلند ہونی چاہیئے اور دُنیائے دُوں کی طرف آنکھ اُٹھا کر بھی نہ دیکھے۔

چہ گویمت کہ بمیخانہ دوش مست و خراب
سروش عالم غیبم چہ مژدہ ہا دادست
کہ اے بلند نظر شاہباز سدرہ نشین
نشیمن تو نہ ایں کنج محنت آبادست
ترا ز کنگرۂ عرش می زنند صفیر
ندانمت کہ دریں دامگہ چہ افتادست

دُنیا سرائے فانی ہے اس کے دو دروازے ہیں اور دونوں "عدم" سے موسوم ہیں در عدم سے داخل ہوتا ہے اور دو عدم سے نکلتا ہے ایسی جگہ جہاں چند روز دنیا ہے انسان کو اس میں دل نہ لگانا چاہیئے اور عمر عزیز ان اسباب کے جمع کرنے میں صرف نہ کرنی چاہیئے، جس سے تفرقہ حاصل ہوتا ہے ؎

اندریں رباط دو در چوں ضرورت است رحیل
رواق طاق معیشت چہ سر بلند و چہ پست

جبکہ دُنیائے دُوں عدم کے درمیان واقع ہے تو نتیجہ ظاہر ہے کہ نمود بے بود ہے اس لیئے دُنیا کا غم بے فائدہ ہے ؎

بہ ہست و نیست مرنجاں ضمیر خوش می باش
کہ نیست ہست سرانجام ہر کمال کہ ہست

یہ امر ہمارے مشاہدہ میں آچکا ہے۔ "حیاۃ الدنیا وزینتہا" ہیچ ہے اس لیئے تقاضائے عقل یہ ہے کہ اس سے وہ کام لیا جائے جو عاقبت کے لئے مفید ہو ؎

شکوہ آصفی و اسپ باد و منطق طیر
بباد رفت و ازاں خواجہ ہیچ طرف نہ بست

اس شعر میں خواجہ رحمہ نے سلیمانی جاہ و جلال کا نقشہ کھینچا ہے کہ اگرچہ سلیمان علیہ السلام کو دُنیا میں سب میسر تھا، ہوا پر حکومت تھی پرندوں کی زبان سمجھتے تھے اور ان سے کام لیتے تھے، آخر یہ سب کچھ برباد ہو گیا۔ ہمارے لیئے اس میں ایک سبق ہے مگر افسوس ہے کہ اس کا مطالعہ نہیں کرتے وہ لوگ جن کے جاہ و جلال کی شہرت ہے آج کہاں ہیں اور کیا ہوئے ؎

گفتم اے مسند جم جام جہانبینت کو
گفت افسوس کہ آں دولت بیدار بخفت
سپہر بر شدہ پرویزن ست خوں افشاں
کہ قطرہ اش سر کسریٰ و تاج پرویز ست
شکوہ سلطنت و حکم کے ثباتی داشت
ز تخت جم سخنے ماندہ است و افسر کے
کس آگہ ست کہ جمشید و کے کجا رفتند
کہ واقف ست کہ چوں رفت جم برباد

اس دنیا میں آرام و راحت کی تلاش بے فائدہ جد و جہد ہے

مجوئے عیش خوش از دور واژگون سپہر
کہ صاف ایں سر خم جملہ دردی آمیز است
بخشاں جرعہ بر خاک و حال اہل شوکت بیں
کہ از جمشید و کیخسرو ہزاراں داستاں دارد
بیا کہ بود دور زمانہ وفا جام مے بیار
تا من حکایت جم و کاؤس کے کنم

خواجہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کچھ عقل سے کام لو اور دیکھو کہ اس جہان پُر آشوب میں ہر ایک شئے بے بنیاد ہے اس لئے تقاضائے عقل یہ ہے جہان اور کار جہان میں عمر عزیز تلف نہ کرنی چاہیئے۔

بچشم عقل ببیں ایں جہان پُر آشوب
جہان و کار جہان بے ثبات و بے محل است

اہل عارفان حقیقت پر یہ امر واضح ہو چکا ہے کہ ہر ایک چیز بے بنیاد ہے اور اسلیئے تباہ ہونے والی ہے

کہ وہ مطلق کو بقا ہے اس لیئے اس کے مشاہدہ میں ہمہ تن متوجہ رہنا چاہیئے

خلل پذیر بود ہر بنا کہ مے بینی — مگر بنائے محبت کہ خالی از خلل است

اہل دنیا کا عجب حال ہے ان کو اگر خوشی حاصل ہوتی ہے تو عارضی تو اس کا انجام بھی حسرت ہی ہوتا ہے ؎

کہ شنیدی کہ دریں بزم دمی خوش بنشست — کہ نہ در آخر صحبت بہ ندامت برخاست

جب ہم دیکھتے ہیں کہ جو کچھ ہست ہے وہ نیست ہونیوالا ہے۔ بہار زندگی کے ساتھ خزاں موت ہے تو گلشن دنیا میں گل عیش اگر ہاتھ لگا تو انجام خار غم ہی ہے ؎

مرغ زیرک شود در چمنش نغمہ سرائے — ہر بہارے کہ ز دنبال خزانے دارد
مے بیاور کہ ننازد بگل باغ جہاں — ہر کہ غارتگرے باد خزانے دانست

ہم تمام عمر دنیا کا زر و مال جمع کرتے رہتے ہیں اور خیال یہ کرتے ہیں کہ یہ تمام عمر کا حاصل ہے۔ لیکن اگر چشم بصیرت سے دیکھا جائے تو حاصل کیا ہوا عمر عزیز مفت میں ضائع کی ؎

حاصل کارگہ کون و مکاں ایں ہمہ نیست — بادہ پیش آر کہ اسباب جہاں ایں ہمہ نیست

وہ لوگ جو دنیا کے خریدار ہیں اور دنیا کے لئے اپنا سرمایہ دیتے ہیں عجب سودائی ہیں اگر انہیں یہ معلوم ہو کہ اس خرید و فروخت میں نفع و نقصان یکساں ہے تو سرمایہ کو محفوظ رکھیں اور ایسے کام میں لگا لیں جس میں سود کی امید ہو مگر یہ سودائی دیوانہ ہیں کہ اتنی بات بھی نہیں سمجھتے۔

سودائیان عالم پندار را بگو — سرمایہ کم کنند کہ سود و زیاں یکیست

جب سود و زیاں یکساں ہو تو نفع پر خوشی اور زیان پر غم بے فائدہ ہے ؎

سود و زیان و مایہ چو خواہد شدن ز دست — از بہر ایں معاملہ غمگیں مباش و شاد
نقد بازار جہاں بنگر و آزار جہاں — گر شما را نہ بس ایں سود و زیاں ما را بس

اس سے تو انکار نہیں ہو سکتا کہ دنیا فانی ہے اور کبھی ایک حال پر نہیں رہتی اس لیئے اس بے وفا پر کیا بھروسہ ہو ؎

نے الجملہ اعتماد مکن بر ثبات دہر — کایں کارخانہ ایست کہ تغییر مے کنند
اعتمادے نیست بر کار جہاں — بلکہ بر گردون گرداں نیز ہم

جب دنیا ہیچ ہے تو فکر ہیچ محض جہالت کا نتیجہ ہے ؎

غم دنیا دنی خوری بادہ بخور — حیف باشد دل دانا کہ مشوش باشد
جہاں و کار جہاں جملہ ہیچ در ہیچ است — ہزار بار من ایں نکتہ کردہ ام تحقیق
تا کے غم دنیائے دنی ایدل نادل — حیف است ز خوبی کہ شود عاشق زشتی

اس دنیا میں امن و آسائش مفقود ہے آرام کی طلب میں سعی کرنا فطرت کا تقاضا ہے مگر تقاضائے عقل یہ ہے کہ آرام دیرپا ہو اس دنیا میں یہ تو ناممکن ہے۔ بلکہ اس دنیا میں آرام ہی معدوم ہے

بساط عہد دوں پرور ندارد شہد آسایش — مذاق حرص و آز اے دل بشو از تلخ و از شوری

خواجہ رح نے اس شعر میں دنیا کی مناسبت سے اہل دنیا کو "دوں" اور دنیا کو "دوں پرور" ظاہر

کیا ہے اور امر واقع بھی یہی ہے۔ "دنیا ادنےٰ شے ہے اور بمقابلہ آخرت قریب تر ہے انسان قریب تر چیز کر لینے کے [illegible] ہاتھ بڑھاتا ہے۔ کیونکہ اس میں آسانی ہے۔ بل تحبون العاجلۃ وتذرون الآخرۃ ادنےٰ شے کا طالب "دون" ہی ہوگا اور پست ہمت کم حوصلہ شخص ہی طالب دنیا ہوتا ہے اور دنیا دون دل چسپی ہی ہو سکتی ہے ؎

زمانہ ہیچ نہ بخشد کہ باز نستاند — مجوز سفلہ مروت مجوز ناکس شے

کمند صید بہرامی بیفگن جام جم بردار — کہ من پیمودم ایں صحرا نہ بہرام ست و نہ گورش

ہے" نامیوں کے نشاں کیسے کیسے آج ان لوگوں کی خاک کا بھی سراغ نہیں ملتا اس لیئے خواجہ رحمۃ نصیحت فرماتے ہیں کہ گوش کن پند اے پسر از بہر دنیا غم مخور — گفتمت چون در حدیثے گر توانی داشت گوش

اس گوہر نصیحت کو وہی آویزہ گوش ہوش بناتے ہیں جن کے کان سننے کے ہوں؛ ؎

جمشید جز حکایت جام از جہاں نبرد — زنہار دل منہ بر اسباب دنیوی

جو امر بالبداہت ثابت شدہ؛ کسی دلیل کا محتاج نہیں ہوتا۔ خواجہ رحمۃ اللہ کے اشعار سے جو ہم نقل کر چکے ہیں واضح ہوتا ہے کہ جو کچھ آپ نے مشاہدہ اور تجربہ سے حاصل کیا آپ دلکش پیرایہ میں ظاہر کر رہے ہیں دنیا کی بے ثباتی آپکے دل پر نقش تھی۔ "حیاۃ الدنیا اور زینتہا" نمود بے سود ہے لہو و لعب ہے اور متاع قلیل ہے قسم کھا کر کہتے ہیں کہ ؎

قسم بحشمت و جاہ و جلال شاہ شجاع — کہ نیست باکسم از بہر مال و جاہ نزاع

بفر دولت گیتی فروز شاہ شجاع — کہ ہست در نظر من جہاں حقیر متاع

طرہ شاہد دنیا ہمہ مکر ست و فریب — عارفاں بر سر ایں نکتہ نجویند نزاع

دنیا کی مذمت قرآن، و حدیث سے ثابت ہے اور لسان الغیب انہی کی ترجمانی کرتے ہیں لیکن مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس مقام پر ایک غلط فہمی کا ازالہ کر دیں ترک دنیا سے مراد یہ ہے کہ دنیا کی محبت دل میں نہ ہو دل میں صرف اللہ کی محبت ہو اگر دنیا کی محبت ہوگی تو دل یاد حق سے غافل ہوگا؛

چیست دنیا از خدا غافل شدن — نے قماش و نقرہ و فرزند و زن

قماش و نقرہ و فرزند و زن اسوقت فتنہ کی صورت اختیار کرتے ہیں جب دل پر ان کی محبت کا غلبہ ہوتا ہے۔ محبت کا تقاضا یہ ہے کہ محبوب کی جدائی گوارا نہیں کرتی اور اس لیئے فی سبیل اللہ صرف کرنے کو دل نہیں چاہتا ہے حالانکہ تمام موجودات کا مالک اور خالق اللہ ہی ہے اور اسی کے راستہ میں صرف ہونا چاہیئے ہمیں دنیا چندروز کے واسطے "امانت" ملی ہے؛ اگر ہم بتقاضائے محبت اس میں تصرف کریں تو خائن ہیں اور اگر ہمارا محبوب اللہ ہے تو ہر ایک شے اسپر قربان کر دینگے یہی اسلام کا مفہوم ہے؛ حضرت ابراہیمؑ کی مثال سے سبق حاصل کرنا چاہیئے کہ کس طرح اپنے اکلوتے بیٹے کو جو ہزاروں آرزوؤں اور دعاؤں کے بعد عطا ہوا ہوا تھا آپ محض محبت الٰہی کے جوش میں قربان کرنے پر تیار ہو گئے خواجہ نے اس محبت الٰہی کے متعلق بہت کچھ لکھا ہے؛ جو مناسب مقام پر بیان کیا جائے گا؛ دنیا اور ترک دنیا سے آپ کی مراد محض "آزادی" ہے جس کو اصطلاح میں تجرید کہتے ہیں ؎

غلام ہمت آنم کہ زیر چرخ کبود — ز ہر چہ رنگ تعلق پذیرد آزاد است؛

عارف کو دنیا میں مرغ آبی کی طرح رہنا چاہیئے کہ اس کی رہائش پانی میں ہوتی ہے اور پانی کی گہرائیوں میں ڈوبا ہوا نظر آتا ہے؛ لیکن جب سطح پر آتا ہے تو پر و بال خشک ہوتے ہیں پانی کا اثر اسکے جسم پر مطلق نہیں ہوتا اسی طرح عارف کو دنیا میں رہنا چاہیئے کہ دامن تر نہ ہو اور جب دنیا سے جائے دنیا کا کچھ اثر باقی نہ رہے ؎

اشیائے روزگار بے ساز و برگ رو   کز مرد راہ باز نماند است ہیچ شے

ترک آخرت

صاحبان ہمت ہمیشہ ادنےٰ کو چھوڑ کر اعلےٰ کے حصول کی کوشش کرتے ہیں دنیا ادنےٰ شے ہے زہاد اور عباد اس کی نعمتوں کی طرف متوجہ نہیں ہوتے یہ جماعت جنت اور اس کی نعمتوں کو طلب کرتے ہیں۔ لیکن سالک طالب حق ہے اور دنیا اور آخرت دونوں کی نعمتوں کو ترک کرتا ہے اور اس لئے اس کی طلب یعنے محبت اس کے قلب سلیم میں نہیں ہوتی خواجہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

گدائے کوئے تو از ہشت خلد مستغنی است   اسیر بند تو از ہر دو عالم آزاد است

لسان الغیب نے اس شعر میں حقیقت اسلام کی ترجمانی کی ہے اسلام کا مفہوم "کامل اطاعت" ہے جس کا نتیجہ کامل آزادی ہے؛

مارا ز خیال تو پروائے شراب است   خم گو سر خود گیر کہ خمخانہ خراب است
گر خمر بہشت است بریزید کہ بے دوست   ہر شربت عذبم کہ دہی عین عذاب است

خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس قطعہ میں دنیا اور بہشت کی نعمتوں کا تذکرہ کیا ہے کہ جو لوگ شراب عشق آلٰہی کے نشہ میں چور ہیں وہ دنیا اور بہشت کے شراب کے متوالے نہیں ہوسکتے۔ "عذاب" مشتق ہے "عذب" سے جس کے معنے "خوش ذائقہ ہیں" یعنے بہشت کی خوش ذائقہ شراب بھی عذاب ہے؛ اگر دوست کے بغیر میسر ہو؛ اس جگہ عذاب کا مفہوم "تکلیف دہ" ہے؛ اس قطعہ کا مطلب یہ ہے کہ شراب کا نتیجہ بے خودی ہے جو لوگ شراب دنیا پیتے ہیں یعنے دنیا کی محبت میں سرشار ہیں ان کو نہ تو آخرت کا ہوش ہے اور نہ مشاہدہ حقیقت کی طرف توجہ ہے اور جو لوگ بہشت کی شراب طہور کے متوالے ہیں ان کو دنیا اور مافیہا کی خبر نہیں لیکن وہ لوگ جو خودی کو فنا کر چکے ہیں محبت الٰہی میں ایسے بے خود ہیں کہ ان کو دنیا اور عقبےٰ دونوں سے کچھ تعلق نہیں ہے ؎

فاش مے گویم و از گفتہ خود دلشادم   بندۂ عشقم و از ہر دو جہاں آزادم

طالب صادق جو اللہ سے لو لگا کر بیٹھا ہے دنیا اور عقبےٰ سے بالکل بے تعلق ہے یہ کامل آزادی اس کو کامل اطاعت ہی سے حاصل ہوتی ہے؛ جو حقیقی عشق کا مفہوم ہے:؎

عاشق یارم مرا با کفر و با ایماں چہ کار   تشنۂ دردم مرا با وصل و با ہجراں چہ کار
قبلہ و محراب من ابروئے دلدار است و بس   ایں دل شوریدہ را با ایں چہ و با آں چہ کار
چونکہ اندر ہر دو عالم یار مے باید مرا   با بہشت و دوزخ و با حور و با غلماں چہ کار

ایک اور مرصع غزل میں خواجہ رح دنیا اور بہشت کی نعمتوں سے اپنی بے تعلقی ظاہر کرتے ہیں؛ اور اس کے ساتھ یہ بھی واضح بیان کرتے ہیں کہ دنیا اور عقبےٰ میں ہمارا مطلوب ایک ہی ہے؛

گلعذاری ز گلستان جہاں ما را بس   زیں چمن سایۂ آں سرو رواں ما را بس

قصر فردوس بپاداش عمل می بخشند — ما کہ رندیم و گدا دیر مغاں ما را بس
از در خویش خدا را بہ بہشتم مفرست — کہ سر کوئے تو از کون و مکاں ما را بس
نیست ما را بجز از وصل تو در دل ہوسے — دیں تجارت ز متاع دو جہاں ما را بس

دو جہاں کی نسبت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کا فتوے یہ ہے کہ ؎

نعیم ہر دو جہاں پیش عاشقاں بجوئے — کہ ایں متاع قلیل ست و آں بہائے حقیر

صاحب دل دنیا تو کیا فردوس کی طرف بھی آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھتے؛

واعظ مکن نصیحت شوریدگان کہ ما — با خاک کوئے دوست بفردوس ننگریم

ایک اور غزل میں فرماتے ہیں کہ

صحبت حور نخواہم کہ بود عین قصور — با خیال تو اگر با دگرے پردازم

کبھی کبھی خواجہ پتہ کی بات بتاتے ہیں ؎

پدرم روضۂ رضوان بدو گندم بفروخت — ناخلف باشم اگر من بجوے نفروشم

چونکہ ہمارے جد امجد چھوڑ کر خلد بریں نکلے۔ اور "پدرم نیز بہشت ابد از دست بہشت" اس لیئے خلف الرشید وہی ہے جو بہشت کی نعمتوں کو ترک کرے ؎

مژدۂ وصل تو کو کز سر جاں برخیزم — طائر قدسم و از دام جہاں برخیزم
بولائے تو کہ گر بندۂ خویشم خوانی — از سر خواجگی کون و مکاں برخیزم
باغ بہشت سایۂ طوبے و قصر حور — با خاک کوئے دوست برابر نے کنم

ممکن ہے کہ خواجہ کی تعلیم سلوک سے غلط فہمی پیدا کی جائے اس لیئے اس مقام پر یہ واضح کر دینا مناسب ہے کہ خواجہ رحمۃ اللہ حقیقت آگاہ ہیں بہشت اور اس کی نعمتوں کا خیال خوش کن تو ہے۔ لیکن جو بہشت کی حقیقت سے آگاہ ہیں وہ تو یہی کہیں گے؛

چو طفلاں تا کے اے واعظ فریبی — بسیب بوستاں و جوئے شیرم

فی الحقیقت بہشت میں نہ تو سیب ہیں اور نہ جوئے شیر ہے وہاں ایسی نعمتیں ہیں جن کو ہمارے حواس اس دنیا میں محسوس کر ہی نہیں سکتے عوام الناس کو امثال سے سمجھانے کیلئے دنیا ہی کے نعمتوں کا تذکرہ کیا گیا ہے ؎

ز ترتیب تصور ہائے معلوم — شود تصدیق نا مفہوم مفہوم

خواجہ رحمہ اکثر مقامات میں واضح بیان کرتے ہیں کہ دنیا ہمارا اصلی مسکن نہیں ہے یہ منزل ویران ہمارا اصلی وطن نہیں ہے "خرم آں روز کزیں منزل ویراں بروم"۔ ہمارا اصلی گھر فردوس بریں ہے۔ روح کا گھر دنیائے دوں نہیں ہے۔ چہ گویمت کہ بمیخانہ دوش مست و خراب + سروش عالم غیبم چہ مژدہ ہا داد ست

کہ اے بلند نظر شاہباز سدرہ نشین — نشیمن تو نہ ایں کنج محنت آباد است
ترا ز کنگرۂ عرش میزنند صفیر — ندانمت کہ دریں دامگہ چہ افتاد است
شہپر زاغ و زغن زیبائے صید و قید نیست — کایں کرامت ہمرہ شہباز و شاہین کردہ اند
حافظا خلد بریں خانۂ موروث من است — اندریں منزل ویرانہ نشیمن چہ کنم
شہباز دست پادشہم ایں چہ حالت است — کز یاد بردہ اند ہوائے نشیمنم

طائر گلشن قدسم چہ دہم شرح فراق | کہ دریں دامگہ حادثہ چوں افتادم
ہمائے چوں تو عالی قدر حرص استخواں تا کے | دریغ ایں سایۂ دولت کہ بر نا اہل افگندی
عجب کرکس ہاست دریں شہر کہ قانع شدہ اند | شہبازان طریقت بہ شکار مگسے
چنیں قفس نہ سزائے من خوش الحان است | روم بہ گلشن رضواں کہ مرغ آں چمنم
چگونہ طوف کنم در فضائے عالم قدس | چو در سراچہ ترکیب تختہ بند تنم
مرا کہ منظر حور است مسکن و ماوے | چرا بکوئے خراباتیاں بود وطنم

غلط فہمی پیدا نہ کرنا چاہیئے کہ خواجہ بہشت و دوزخ کے منکر ہیں خواجہ رحمۃ اللہ بہشت اور دوزخ کی حقیقت بیان کرتے ہیں کہ خلد برین کیا ہے اور سلسبیل کسے کہتے ہیں ؎

اے رخت چوں خلد و لعلت سلسبیل | سلسبیلت کردہ جان و دل سبیل
ز باغ وصل تو یابد ریاض رضواں آب | ز تاب ہجر تو دارد شرار دوزخ تاب
بہ حسن عارض و قد تو بردہ اند پناہ | بہشت طوبےٰ و طوبےٰ بہم حسن مآب
بجار شرح جمال تو دادہ در ہر فصل | بہشت ذکر جمیل تو کردہ در ہر باب

مطلب یہ ہے کہ رضوان سے مراد اللہ تعالےٰ کی خوشنودی حاصل کرنا ہے جس کا نتیجہ لقاء الٰہی ہے اور قرب الٰہی ہی فردوس بریں ہے جسے دوزخ کہتے ہیں وہ "بعد" ہے جس کو اصطلاح میں ہجر کہتے ہیں اشارات میں یہاں ہجر و وصل آتش دوزخ و باغ بہشت سے تعبیر ہوتے ہیں۔

المختصر طالب صادق کو چاہیئے کہ صرف طلب حق میں جدوجہد کرے یہی ہماری زندگی کا منشا ہے

منزل مقصود یہ تو ظاہر ہے کہ اہل دنیا دنیا ہی کو منزل مقصود سمجھتے ہیں اور اسی طرح اہل عقبیٰ یہ سمجھتے ہیں کہ ترک دنیا سے عقبےٰ کی نعمتیں حاصل ہوتی ہیں گویا ان کا مقصود بالذات یہی نعمتیں ہیں۔ لیکن خواجہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ طالبان حق کا نصب العین اتنا بلند ہے کہ سالک کو کسی مقام پر امن و عیش نصیب نہیں ہوتا۔ ؎

مرا در منزل جاناں چہ امن و عیش چوں ہر دم | جرس فریاد مے دارد کہ بربندید محملہا

مطلوب ہمیشہ دور ہی نظر آتا ہے۔ اس لئے راستہ میں سالک کو قدم بڑھانا چاہیئے اور کہیں نہ ٹھہرنا چاہیئے۔ سچ تو یہ ہے؎

کس ندانست کہ منزل گہ معشوق کجاست | ایں قدر ہست کہ بانگ جرسے مے آید

یہاں مقام نہیں کہ حد و نہایت و بدایت سے تعبیر کیا جاسکے بلکہ ارتقا ہے۔ ؎

ایں راہ را نہایت صورت کجا تواں بست | کش صد ہزار منزل بیش است در بدایت
از ہر طرف کہ رفتم جز وحشتم نیفزود | زنہار ازیں بیاباں ویں راہ بی نہایت

وہ لوگ محض بے خبر ہیں جو دعوےٰ کرتے ہیں کہ وہ مقصود حاصل کرچکے ہیں عارف کامل ہمیشہ یہی کہیگا کہ "ما عرفناک حق معرفتک"۔ اور وہی طالب حق عالی ہمت ہے جس کا قدم آگے بڑھتا ہے اور کہیں نہیں رکتا۔ ہم نے کسی مقام بحوالہ شیخ اکبرؒ لکھا ہے کہ آنجنابؓ اکابر صوفیہ کرام سے کشف میں ملے جن میں سے ذوالنون مصریؒ و جنید بغدادیؒ بھی ہیں اور دیکھا کہ وہ ہمیشہ ترقی میں ہیں اور وہ ہم

کہ عارفان سالک بھی یہی رونا روتے ہیں ؎

با ہیچکس نشانے زاں دلستاں ندیدم | یا من خبر ندارم یا او نشان ندارد
ہر شبنمے دریں رہ صد موج آتشین است | دردا کہ ایں معما شرح و بیان ندارد

یہی طالب حق ہے وہی طالب صادق ہے جن کی طلب کی پیاس کبھی نہیں بجھتی خواجہ رح سالک کو یہی نصیحت فرماتے ہیں کہ سعی نا کردہ دریں رہ بجائے نرسی؛

منزل مقصود تو بہت دور ہے؛ سالک کو کئی مرحلے طے کرنے پڑتے ہیں بلکہ ہمیشہ طے کرتا ہوا چلا جاتا ہے البتہ اس تگ و دو میں چند مقامات بھی ہیں۔ مگر ستانے کے لئے نہ کہ دوامی آرام کے لئے؛

در دور بادہ یک دو قدح درکش و برو | یعنی طمع مدار وصال دوام را

ان میں سے ایک مقام قناعت ہے جس کی تعریف خواجہ رح۔ ترک دنیا و آخرت کرتے ہیں؛

ہر آنکہ کنج قناعت بہ گنج دنیا داد | فروخت یوسف مصری بکمترین ثمنی
من ایں مقام بدنیا و آخرت ندہم | اگرچہ در پیم افتند خلق انجمنی

قناعت کا تعلق درویشی کے ساتھ ہے اس لیئے پہلے یہ سمجھ لینا چاہیئے کہ درویشی کیا ہے؛ یوں تو اہل دنیا بھی قانع ہوتے ہیں جو صرف دنیا پر قناعت کرتے ہیں اور اہل آخرت بھی قانع ہیں جو دنیا کو ترک کرتے ہیں مگر خواجہ رح درویش قانع اس کو کہتے ہیں جو ترک دنیا و آخرت کرتا ہے ایک شے کے ترک سے یہ لازم نہیں آتا کہ دوسری چیز حاصل ہو گئی البتہ اتنا ہوتا ہے کہ رکاوٹیں دور ہو جاتی ہیں اور راستہ صاف ہو جاتا ہے؛

عموماً درویشی کی اصطلاح۔ "تونگری" کے مقابل استعمال ہوتی ہے آج تونگر اہل دنیا ہیں اور کل اہل آخرت ہونگے؛ لیکن درویش ہمیشہ تہی دست نظر آتا ہے اگر اپنے وجود پر غور کرو تو معلوم ہوگا کہ ہم محتاج محض ہیں اور ہمارے پاس کوئی ایسی شئے نہیں جو کچھ سب اللہ تعالےٰ کا دیا ہوا ہے یہ ایک نفسانی فریب ہے کہ انسان یہ سمجھتا ہے کہ میں فلاں اور فلاں شئے کا مالک ہوں جب اپنا وجود ہی اس کا نہیں ہے تو یہ مالک کس چیز کا ہے؟ اہل اللہ اس نکتہ کو سمجھتے ہیں اللہ ہی غنی ہے اور ہم سب اس کے محتاج ہیں؛ "اللہ غنی وانتم الفقراء" اس لئے درویشی یہ ہے کہ سالک یہ سمجھ لے کہ میں عدم محض ہوں؛ خواجہ رح فرماتے ہیں کہ از وے ہمہ نازاست و غروراست و تکبر۔ واز ما ہمہ بیچارگی و عجز و نیاز است؛ یعنے ناز و تکبر تو ہستی مطلق ہی کے لئے زیبا ہے اور عدم کے لئے عجز و نیاز۔ المختصر درویشی وہ ہی ہو ہمارے لئے قابل فخر ہے جبکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں "الفقر فخری" حسب نسب جاہ و حشمت غرض ہر ایک ایسا امر جس پر اہل دنیا و آخرت فخر کرتے ہیں درویشی کے خلاف ہے جب سالک نے یہ سمجھ لیا کہ دنیا و آخرت میں ہمارا کچھ نہیں تو اس بہائے حقیر و متاع قلیل پر کسی سے نزاع نہیں رکھتے اور نہ کسی پر ظلم و تعدی کرتے ہیں

جفا نہ شیوۂ درویشیست و راہروی | بیار بادہ کہ ایں سالکاں نہ مرد رہند

خواجہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ؎

کہ من از بازوئے خود دارم بسے شکر | کہ زور مردم آزاری ندارم

اگرچہ درویشی بظاہر بے نوائی و بیچارگی ہی ہے لیکن اس کی شان ہی جدا ہے

حافظا غبار فقر و قناعت ز رخ مشو ۔۔۔ کایں خاک بہتر از عمل کیمیاگری

خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نے ایک لاجواب غزل میں جس کا مطلع

روضۂ خلد بریں خلوت درویشان است ۔۔۔ مایۂ محتشمی خدمت درویشان است

ہے شان درویشی کی حقیقت بیان کی ہے ان دنیا داروں کی کیا حقیقت ہے کہ درویشوں سے الجھیں

بس تجربہ کردیم دریں دار مکافات ۔۔۔ با درد کشاں ہر کہ درافتاد برافتاد

حضرت موسیٰ کی شان درویشی دیکھیے اور فرعون کی دنیوی جاہ و جلال کو دیکھو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فقر اور کفار کی عظمت پر غور کرو غلبہ آخر کار درویشی ہی کا ہے

بجز خاطر ما کوش کایں کلاہ نمد ۔۔۔ بسے شکست کہ بر افسر شہے آورد

سچ تو یہ ہے کہ دنیا کی بادشاہت اللہ تعالیٰ کے راستے میں درویشی کے مقابلہ میں ہیچ ہے

گرچہ بے ساماں نماید کار ما سہلش مبیں

کایں دریں کشور گدائی رشک سلطانی بود

مبیں حقیر گدایان عشق را کایں قوم ۔۔۔ شہان بے کمر و خسروان بے کلہند

گدائے میکدہ ام لیک وقت مستی بیں ۔۔۔ کہ ناز بر فلک و حکم بر ستارہ کنم

گرچہ گرد آلودہ فقرم شرم باد از ہمتم ۔۔۔ گر بآب چشمۂ خورشید دامن تر کنم

منکہ دارم در گدائی گنج سلطانی بدست ۔۔۔ کی طمع در گردش گردون دوں پرور کنم

باوجود بینوائی روسیہ بادم چو ماہ ۔۔۔ گر قبول فیض خورشید بلند اختر کنم

با گدایان در میکدہ اے سالک راہ ۔۔۔ بادب باش گر از سر خدا آگاہی

بر در میکدہ رندان قلندر باشند ۔۔۔ کہ ستانند و دہند افسر شاہنشاہی

خشت زیر سر و بر تارک ہفت اختر پائے ۔۔۔ دست قدرت نگر و منصب صاحب جاہی

اگرت سلطنت فقر ببخشد اے دل ۔۔۔ کمتریں ملک تو از ماہ بود تا ماہی

الغرض درویشی کے ساتھ قناعت و رضا و توکل و صبر و شکر و صدق و اخلاص لازم و ملزوم ہیں اگر ہم اس موضوع پر مفصل لکھیں تو دفتر درکار ہے اس لیئے ہم دیوان میں ان اشعار کی طرف توجہ دلاتے ہیں جن کے تحت ان مقامات کی تشریح کی گئی ہے اس مقام پر چند اشعار کا حوالہ دیا جاتا ہے:

قناعت } قناعت کی تعریف ہم کر چکے ہیں کہ اس سے مراد ترک دنیا و آخرت ہے اس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ

بادشاہی عالم فقر دنیا و سر ۔۔۔ اگر ز سر قناعت خبر شود درویش

قناعت سالک کے قلب میں استغنا پیدا کرتی ہے۔ جس سے سالک ہر دو جہان سے بے تعلق ہو جاتا ہے اور اس لئے دنیا و آخرت کے امور میں تصرف نہیں کرتا یہ مقام "رضا" ہے

رضا } کی بابت کہ ہاتف میخانہ دوش با من گفت ۔۔۔ کہ در مقام رضا باش و از قضا مگریز

سالک مشاہدہ کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ عالم میں تصرف فرماتا ہے اور اس کا کوئی کام حکمت سے

[illegible] اسے قضا و قدر کے آگے تسلیم خم کر دیتا ہے بلکہ اپنے قلب میں ایک فرحت محسوس کرتا ہے جملہ مصائب و بلا برداشت کرتے ہیں اور شکوہ و شکایت سے زبان آلودہ رکھتے ہیں رضا اور صبر و شکر لازم و ملزوم ہیں۔ سالک کے لئے یہ مقام نہایت سخت آزمائش کا ہے۔

گویند سنگ لعل شود در مقام صبر — آرے شود و لیک بخون جگر شود

حاشا کہ من از جور و جفائے تو بنالم — بیداد لطیفان ہمہ لطف است و کرامت

صرف یہی نہیں کہ محبوب کے جور و جفا کی شکایت نہیں بلکہ رقیب کا بھی شکر ادا کرنا واجب ہے۔ ؎

من و مقام رضا بعد ازیں و شکر رقیب — دل بدرد تو خو کرد و ترک درماں گفت

توکل ﴿ توکل کی تعریف خواجہ رح اس طرح کرتے ہیں کہ ؎

تکیہ بر تقوے و دانش در طریقت کافریست — راہرو گر صد ہنر دارد توکل بایدش

یعنے علم و عمل و تقوے و دانش الغرض کسی شئے پر تکیہ نہ کرنا اصطلاح میں توکل کہلاتا ہے اس میں تو کچھ شک نہیں کہ ایمان و عمل پر مدار نجات ہے، لیکن سالک کا ایسا مطلوب اور مقصود ہے جن کے کارخانہ قدرت میں ان باتوں کو کوئی پوچھتا ہی نہیں ؎

بیا کہ رونق ایں کارخانہ کم نشود — ز زہد ہمچو توئی و ز فسق ہمچو منی

استغنا کی یہ کیفیت ہے کہ وہ "غنی عن العالمین" ہے۔

بہوش باش کہ ہنگام باد استغنا — ہزار خرمن طاعت بہ نیم جو ندہند

اس لئے خواجہ رح کی بھی نصیحت ہے کہ ؎

بر عمل تکیہ مکن خواجہ کہ در روز ازل — تو چہ دانی قلم صنع بنامت چہ نوشت

توکل محض اس کے فضل و کرم پر کرنا چاہیئے۔ یہ ایک نہایت ہی بیہودہ خیال ہے کہ "اعمال" کی ضرورت نہیں۔ اعمال کی ضرورت ہے اور اس کے بغیر نجات نہیں ہو سکتی لیکن "اعمال" پر بھروسہ نہیں کرنا چاہیئے بھروسہ اللہ تعالیٰ کی رحمت پر کرنا چاہیئے۔

گرچہ وصالش نہ بکوشش دہند — ہر قدر اے دل کہ توانی بکوش

یعنی حتی الوسع کوشش ضرور کرنی چاہیئے۔ اگرچہ محض کوشش سے مطلوب ہاتھ نہیں آتا مگر یہ لازمی امر ہے ؎

دلا دلالت خیرت کنم براہ نجات — مکن بفسق مباہات و زہد ہم مفروش

اور اگر سچ پوچھو تو ہمارے اعمال ہی کیا ہیں جن کے بھروسہ پر ہم "رب ارنی" کا دعوےٰ کریں۔

حافظ خام طمع شرمے ازیں قصہ بدار — عملت چیست کہ مزد دو جہاں مے خواہی

اس لئے ایقان یقین کرنا چاہیئے کہ جو کچھ ہوتا ہے اور ہو رہا ہے محض اللہ تعالےٰ کے کرم سے ہوتا ہے۔ ان اللہ "یحب المتوکلین" اور "من یتوکل علی اللہ فہو حسبہ" اور "حسبی اللہ و نعم الوکیل۔"

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ توکل کی یہ تعریف کرتے ہیں کہ توکل دل کی حالتوں میں سے ایک ایسی حالت ہے جو خدا کی وحدانیت اور اس کے لطف پر ایمان لانے سے پیدا ہوتی ہے اس حالت میں دل وکیل یعنے کارساز پر اعتماد کرتا ہے اور مطمئن رہتا ہے توکل کی شرط یہ ہے کہ سالک اپنے

سارے کام خداوند کریم کو تفویض کرے اور کسی امر میں اپنا اختیار نہ رکھے لیکن توکل۔ ترک عمل "کو نہیں کہتے بلکہ توکل علم وحال وعمل سے ہوتا ہے جو اس ایمان کے مطابق ہوتا ہے جو سالک کو اللہ تعالیٰ کے لطف و کرم پر ہے۔ خواجہ رح نے اس کی تشریح موزون پیرایہ میں کی ہے۔

"تو باخدائے خود انداز کار و دل خوش دار"

کاروانی کہ بود بدرقہ اش لطف خدا | بہ تجمل بنشیند بہ جلالت برود
ما بداں منزل عالی نتوانیم رسید | ہاں مگر لطف شما پیش نہد گامی چند

خواجہ رح کا یہ ارشاد کہ "ابر و گر صد ہنر دارد توکل بایدش" آب زر سے لکھنے کے قابل ہے کہ سالک کو باوجود اس امر کے کہ اس کے اعمال ہزاروں نیک ہوں کبھی ان پر تکیہ نہ کرنا چاہیئے ورنہ کبھی منزل مقصود پر نہ پہنچیگا بلکہ یہ سمجھنا چاہیئے کہ نیک کاموں کی توفیق بھی لطف آلٰہی ہے لاحول ولاقوۃ الا باللہ

تا فضل و علم بینی بے معرفت نشینی | یک نکتہ ات بگویم خود را مبیں کہ رستی

اگر سالک اپنے علم و فضل پر بھروسہ کرتا ہے تو یہ سمجھنا چاہیئے کہ ابھی تک خودی و خود پرستی میں گرفتار ہے۔

امام غزالی رح فرماتے ہیں کہ "توکل" کے تین درجہ ہیں۔ ایک کی مثال ایسے شخص کی ہے جو خصومت اور جھگڑے میں ایک وکیل مقرر کرتا ہے اور مطمئن ہوتا ہے کہ جو کچھ اس کا وکیل کہیگا یا کرے گا اس کے حق میں مفید ہے دوسرے درجہ کی مثال بچہ کی ہے کہ ہر آفت میں ماں کے سوا کسی کو نہیں جانتا بھوک کی حالت میں اسی کو پکارتا ہے اور خوف میں اسی کی پناہ لیتا ہے یہ اس کی سرشت ہے، تکلف کا اس میں دخل نہیں یہ ایسا متوکل ہے کہ اس کو اپنے توکل کا علم نہیں تیسرے درجہ کی مثال مردہ کی ہے جو بدست زندہ ہے جس طرح چاہے اس کو حرکت دے تینوں درجوں میں فرق اختیار و علم و قدرت کے لحاظ سے ہے پہلے درجہ میں اختیار ہے دوسرے درجہ میں اختیار نہیں، لیکن گریہ وزاری و دعا ہے تیسرے درجہ میں اختیار بالکل معدوم ہے حقیقی متوکل وہی ہے جو اپنے اختیار کو اللہ تعالیٰ کے ارادہ و قدرت میں فنا کرتا ہے۔ اگر اپنا اختیار محسوس کرتا ہے تو خود پرست ہے اسی بے اختیاری کی طرف خواجہ رح اشارہ فرماتے ہیں کہ

در پس آئینہ طوطی صفت داشتہ اند | آنچہ استاد ازل گفت بگو مے گویم
نقش مستوری و مستی نہ بدست من و تست | آنچہ استاد ازل گفت بکن آن کردم

یعنے ہمارا قول و فعل ہمارا نہیں بلکہ اللہ کی طرف سے ہے۔ "وما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمیٰ"

کمن در یں چمنم سرزنش بخودروئے | چنانچہ پرورشم میدہند میرویم

اکثر مقامات پر خواجہ زہد و تقوے کی بھی مذمت کرتے ہیں۔ درحقیقت یہ مذمت زہد و تقوے کی نہیں بلکہ ریاکاری کی ہے لیکن زہد و تقوے کے ساتھ قلب میں یہ خیال کہ ہم زاہد اور متقی ہیں نفسانی فریب ہے اور توکل ہی اس خیال کو رفع کرسکتا ہے

حافظا ایں سر وحدت را ز دست خود مدہ | کے خیال زہد و تقوے را توکل بشکند

اسرار وجود کل صوفیہ محققین کا مذہب۔ "وحدت وجود" ہے گو بعض حضرات رح ایسے بھی گذرے ہیں جو اس مذہب کے مخالف تو نہ تھے مگر ان کی تحقیق یہ ہے کہ "ہمہ از دست" ہے

غزلے بہ بیت

سحر گاہاں کہ مخمور شبانہ ۔ گرفتم بادہ با چنگ و چغانہ
نہادم عقل را زادِ رہ از مے ۔ ز شہر ہستیش کردم روانہ
ندیم و مطرب و ساقی ہمہ اوست ۔ خیال آب و گل در رہ بہانہ
سر ما غایت از بیگانہ می نوش ۔ کہ نبود جز نوائے مرد یگانہ

خواجہ حافظ رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق یہی ہے کہ "ندیم و مطرب ساقی ہمہ اوست" یعنے بہ نظر حقیقت ہمہ اوست تمام وجود حقیقی ایک ہی ہے اور وہی عین وجود حق اور ہستی مطلق ہے۔ لیکن مراتب میں فرق ہے اور خواجہ رحمۃ اللہ حفظ مراتب جسے اصطلاح میں "شریعت" کہتے ہیں خوب کرتے ہیں اگرچہ حقیقت وجود ایک ہی ہے مگر مرتبہ الوہیت اور ربوبیت اور مرتبہ عبودیت و خلقیت میں اسماء و صفات و نسب و اعتبارات مخصوصہ ہیں مرتبہ الوہیت کے اسماء مثلاً اللہ و رحمٰن کا اطلاق مراتب کونیہ پر عین کفر اور محض زندقہ ہے اور اسی طرح اسماء و صفات مرتبہ عبودیت و خلقیت کا اطلاق مرتبہ آلہیہ پر انتہا درجہ کی ضلالت ہے خواجہ حافظ فرماتے ہیں کہ

المنۃ للہ کہ در میکدہ باز است ۔ زاں رو کہ مرا بر در او روئے نیاز است
خمہا ہمہ در جوش و خروشند ز مستی ۔ واں مے کہ در انجاست حقیقت نہ مجاز است
از وے ہمہ مستی و غرور است و تکبر ۔ وز ما ہمہ بیچارگی و عجز و نیاز است

یعنے مستی و غرور و تکبر کا اطلاق مرتبہ الوہیت و ربوبیت کے لئے خاص ہے اور بیچارگی و عجز و نیاز کا اطلاق عبودیت کے لئے مخصوص ہے خواجہ رحمۃ اللہ علیہ حسن و عشق و عاشق و معشوق کی اصطلاحات کے پیرایہ میں ان تعلقات کو واضح بیان کرتے ہیں جو مراتب الوہیت و عبودیت میں ہیں ؎

میل دل مجنوں و خم طرہ لیلیٰ ست ۔ رخسارہ محمود و کف پائے ایاز ست

یعنے عاشق و معشوق میں یہی تعلق ہے کہ ایک طرف تو مستی و غرور و تکبر ہے اور دوسری جانب بیچارگی و عجز و نیاز ہے یہ سب کچھ ہے مگر خواجہ رحمۃ اللہ نے "حفظ مراتب" میں حد ہی کر دی ہے فرماتے ہیں کہ ؎

غرض کرشمہ حسن است ورنہ حاجت نیست ۔ جمال دولت محمود را بزلف ایاز

اور ایک مقام پر فرماتے ہیں کہ ؎

ز عشق نا تمام ما جمال یار مستغنے الیست ۔ بآب و رنگ و خال و خط چہ حاجت روئے زیبا را

"و اللہ غنی عن العالمین" اسم غنی کا اطلاق مرتبہ الوہیت کے لئے خاص ہے آب و رنگ و خال و خط کی حاجت جو محض تعینات اور اعتبارات ہیں مرتبہ الوہیت کو ہرگز ہرگز نہیں ہے البتہ ممکنات کو اس کی حاجت ہے۔ و اللہ الغنی و انتم الفقراء

سایۂ معشوق اگر افتاد بر عاشق چہ شد ۔ ما باو محتاج بودیم او بما مشتاق بود

خواجہ رحمۃ اللہ اکثر اشعار میں لفظ "سایہ" اور "عکس" اور "ظل" اور "پرتو" اور "نقش" اور "نقاب" اور "حجاب" سے مراد مرتبہ عبودیت اور خلقیت لیتے ہیں اور اشارہ اس آیت کی طرف ہے الم تر الی ربک کیف مد الظل ولو شاء لجعلہ ساکنا ثم جعلنا الشمس علیہ دلیلا ثم قبضنہ الینا قبضا یسیرا (۱۹-۲)

چنانچہ فرماتے ہیں کہ

ظل ممدود خم زلف توام بر سر باد
کاندریں سایہ قرار دل شیدا باشد

دوسرے مصرع میں "قرار دل شیدا" ، اشارہ آیۃ ولکم فی الارض مستقر و متاع الی حین (۲-۳۶) کی طرف ہے۔ یعنے ظل ممدود میں ممکنات کا قرار ہے۔ خواہ بالقوہ ہو یا بالفعل

ایک غزل میں لکھتے ہیں کہ ؎

عکس روئے تو چو در آئینہ جام افتاد
صوفی از پرتو مے در طمع خام افتاد

جلوۂ کرد رخش روز ازل زیر نقاب
عکسے از پرتو آں بر رخ افہام افتاد

ایں ہمہ عکس مے و نقش مخالف کہ نمود
یک فروغ رخ ساقی است کہ در جام افتاد

"جام" سے مراد عالم ہے۔ شیخ اکبرؒ "نص حکمۃ الٰہیہ فی حکمۃ آدمیہ" میں فرماتے ہیں کہ "حق سبحانہ نے کل عالم کو ایجاد فرمایا یہ وجود بدون آدم یعنے ایسا وجود جس میں روح نہ ہو پس کل عالم بلا آدم مثل آئینہ تھا جس پر جلا نہ ہو۔ اس آئینہ میں حق سبحانہ تعالیٰ نے چاہا کہ اپنے اسمائے حسنے کے اعیان خارجیہ کو دیکھے یا اس طرح کہو کہ اپنے وجود کو کون جامع عنصری میں دیکھے۔ کیونکہ رویت الشی نفسہ فی نفسہ بنفسہ ایسی نہیں ہوتی جیسا کہ غیر میں ہوتی ہے ؎

نطفۂ کرد کہ بنید بجہاں صورت خویش
خیمہ در آب و گل مزرعہ آدم زد

المختصر۔ "جام" سے مراد عالم" اور "در آئینہ جام" وہ صفائی ہے جو جلا کے بعد ہوتی ہے اور اس وقت آئینہ کسی شئے کے عکس لینے کے قابل ہوتا ہے یعنی "محل قابل"۔ اس وقت وجہ مطلق نے آئینہ عالم میں اپنا عکس دیکھا یہی اسمائے حسنیٰ ہیں جن کا عکس آئینہ عالم میں ظاہر ہوا۔ اور یہی وجہ مطلق ہے۔ جس کے اسماء وصفات نے تمام کائنات کو ظاہر کیا انہی اسماء وصفات کا عکس ہے۔ "نقش مخالف" یعنے ممکنات میں اضداد کو پیدا کر رہا ہے مولنا جامی رح فرماتے ہیں کہ ؎

ما ئیم وجود اعتبارات وجود
در خارج و علم عارض ذات وجود

در پردۂ ظلمت عدم مستورم
ظاہر شدہ عکس ما ز مرات وجود

چونکہ اسماء وصفات اگرچہ بحسب حقیقت عین ذات ہیں مگر ایک دوسرے کے غیر اور ضد ہیں اس لئے انکا عکس نقش مخالف ہی ہوگا اسپر کسی قدر تفصیل کے ساتھ ہم نے بحث پہلی اڈیشن میں کی ہے۔
چونکہ ممکنات بمنزلہ سایہ ہے اس لئے بمصداق "ویضرب اللہ الامثال للناس" مرتبہ الوہیت بمنزلہ آفتاب ہے اسی مناسبت سے خواجہ حافظ رحمۃ اللہ علیہ انسان کو "ذرہ" سے تشبیہ دیتے ہیں

کمتر از ذرۂ نۂ پست مشو مہر بورز
تا بخلوتگہ خورشید رسی چرخ زناں۔

چو ذرہ گرچہ حقیرم بہ بین دولت عشق
کہ در ہوائے رخت چوں بمہر پیوستم

یعنے یہی ظل ہماری رہنمائی شمس کی طرف کرتی ہے اور سایہ اور آفتاب کی مناسبت سے اس طرح لکھتے ہیں کہ ؎

آفتاب از روئے او شد در حجاب
سایہ را باشد حجاب از آفتاب

یعنے یہ حسن مجازی جو عکس وجہ مطلق نے عالم میں پیدا کیا ہے۔ بمنزلہ سایہ ہے۔ اور آفتاب الوہیت

[illegible] اس شعر میں خواجہ رحمہ نے ممکنات کو عدم [illegible] قرار دیئے ہیں کہ
[illegible] نہیں سوجھتی۔ اکثر اشعار میں خواجہ رحمہ نے [illegible] ہے کہ دائرہ امکان میں [illegible]
[illegible] ہوں۔ "وجود" کا نشان نہیں ملتا۔ ؎

کس نبودی واقف یک نکتہ ز اسرار وجود　　گر [illegible] شدی وادی امکان [illegible]

[illegible] چیست [illegible] وجود ما معماییست حافظ　　کہ تحقیقش فسون است و فسانہ

یہی سبب ہے کہ حکما ہمیشہ سرگرداں رہے مگر "معمائے" دہر کو حل نہ کر سکے۔ ؎

حاملان نقطۂ پرکار وجودند ولے　　عشق داند کہ دریں دائرہ سرگردانند

ایک غزل میں خواجہ رحمہ نے مفصل بیان کیا ہے کہ اسرار وجود سے نہ تو ملائکہ نہ شیطان نہ عقل واقف ہیں۔
[illegible] کا مطلع یہ ہے ؎

در ازل پرتو حسنت ز تجلی دم زد　　عشق پیدا شد و آتش بہمہ عالم زد

صرف "عشق" ہی ایک ذریعہ ہے جو معشوق تک رہنمائی کرتا ہے۔

عوام میں یہ خیال کہ وحدت وجود یا ہمہ اوست" سے مراد یہ ہے کہ تمام ممکنات خدا ہیں غلط فہمی پر مبنی ہے۔ "نعوذ باللہ" تمام محققین صوفیہ کرام جن کا مذہب "ہمہ اوست" ہے ممکنات کو عدم سمجھتے ہیں واجب الوجود کس طرح کہہ سکتے ہیں۔ ہاں ہم یہ ضرور کہیں گے جو اپنے آپ کو موجود سمجھتے ہیں وہ "وجود" میں شرک پیدا کرتے ہیں وجود ایک ہی ہے اور موجود بھی ایک ہی ہے۔ ممکنات محض صور نہیں ہیں جو "اسمائے" الٰہیہ جو مطلق کے عکس کا جلوہ ہے۔ بلکہ جلوہ کا پرتو ہے جو عدم کو لاحق ہے۔ ؎

حجاب چہرۂ جاں میشود غبار تنم　　خوشا دمے کہ ازیں چہرہ پردہ برفگنم
چنیں قفس نہ سزائے چو من خوش الحانیست　　روم بہ گلشن رضواں کہ مرغ آں چمنم
چو طوف کنم در فضائے عالم قدس　　چو در سرا چۂ ترکیب تختہ بند تنم
بیا و ہستی حافظ ز پیش او بردار　　کہ با وجود تو کس نشنود ز من کہ منم

اگرچہ خواجہ حافظ رحمہ اکثر اشعار میں وجود کو معما ہی کہتے ہیں اور "راز دہر" کے متعلق یہی ارشاد ہے کہ

حدیث از مطرب و مے گو و راز دہر کمتر جو　　کہ کس نکشود و نکشاید بحکمت ایں معما را

ایک مقام پہ اس طرح ارشاد ہے ؎

چیست ایں سقف بلند سادۂ بسیار نقش　　زیں معما ہیچ دانا در جہاں آگاہ نیست

مگر اس حدیث مطرب و مے میں راز دہر افشا کر رہے ہیں۔

بسر جام جم آنگہ نظر توانی کرد　　کہ خاک میکدہ کحل بصر توانی کرد

"جام" سے مراد "قلب" ہے جس میں "عالم" کا عکس پڑتا ہے اور فکر کے ذریعہ عارف عالم کے اسرار معلوم کرتا ہے یعنی عشق ہی ایک ذریعہ ہے جس سے اسرار دہر اور وجود پر اطلاع ہوتی ہے

گدائی در میخانہ طرفہ اکسیر است　　گر ایں عمل بکنی خاک زر توانی کرد
بعزم مرحلۂ عشق پیش نہ قدمے　　کہ سودہا بری ار ایں سفر توانی کرد
تو کز سرائے طبیعت نمیروی بیروں　　کجا بکوئے حقیقت گذر توانی کرد
جمال یار ندارد نقاب پردہ ولیکن　　غبار رہ بنشاں تا نظر توانی کرد

گر ایں نصیحت شاہانہ بشنوی حافظ　　　بشاہراہ طریقت گذر توانی کرد

تصوف } چونکہ خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کے دیوان میں لفظ صوفی اکثر اشعار میں استعمال ہوا ہے لہٰذا مناسب ہے کہ ان تمام اصطلاحات کی تشریح کردی جائے جو تصوف کی ذیل میں آتی ہیں تاکہ خواجہ رح کا کلام سمجھنے میں آسانی ہو۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ لفظ "تصوف" کا استعمال دنیائے اسلام میں دوسری صدی ہجری میں یا اس کے بعد ہوا ہے اور بعض محققین اس لفظ کی تحقیق یہ رائے رکھتے ہیں کہ عربی میں یونانی زبان سے آیا۔ جبکہ دوسری صدی ہجری میں یونانی کتابوں کا ترجمہ عربی زبان میں کیا گیا۔ علامہ ابوریحان کتاب الہند میں لکھتے ہیں کہ "صوف" دراصل "سوف" ہے۔ یونان میں جب علم و حکمت کا دور دورہ تھا، حکماء کا ایک فرقہ "سوفی" یعنی حکیم کہلاتا تھا۔ صاحب کشف الظنون کی تو یہ رائے ہے کہ

اعلم ان الاشراقیین من الحکماء الٰھیین کالصوفیین فی المشرب والاصطلاح ولا یبعد ان ھذا الاصطلاح من اصطلاحھم

جاننا چاہیے کہ اشراقیین حکماء الٰہیین میں سے ہیں جو صوفیین کی مانند مشرب اور اصطلاح میں ہیں اور کچھ بعید نہیں کہ یہ اصطلاح (صوفیہ) انہی کی اصطلاح میں سے ماخوذ ہو۔

"تصوف" کی اصطلاح پر امام قیشری رح نے بھی تحقیق کی داد دی ہے فرماتے ہیں کہ

اعلموا رحمکم اللہ ان المسلمین بعد رسول اللہ لم یتسم افاضلھم فی عصرھم بتسمیۃ علم سوی صحبۃ الرسول اذلا فضیلۃ فوقھا فقیل لھم الصحابۃ ولما ادرکھم اھل العصر الثانی سمی من صحب الصحابۃ التابعین ولیس وراء ذلک اشرف تسمیۃ ثم قیل من بعدھم اتباع التابعین ثم اختلف الناس وتباینت المراتب فقیل الخواص الناس ممن لھم شدۃ عنایۃ بامر الدین الزھاد والعباد ثم ظھرت البدع وحصل التداعی بین الفرق فکل فریق ادعوا ان فیھم زھادا فانفرد خواص اھل السنۃ المراعون انفسھم مع اللہ الحافظون قلوبھم عن طوارق الغفلۃ باسم التصوف واشتھر ھذا الاسم لھؤلاء الاکابر قبل المائتین من الھجرۃ

معلوم کرو کہ اللہ تعالےٰ تمہارے حال پر رحم فرمائے کہ رسول اللہ کی وفات کے بعد لوگوں نے اپنے ہمعصر صاحبان فضیلت کو کسی اور نام سے سوائے صحابہ کے موسوم نہ کیا جو صحبت رسول اللہ سے ماخوذ ہے کیونکہ اس سے بڑھ کر اور کوئی فضیلت کا معیار نہ تھا۔ اور اہل عصر ثانی جن کو صحابہ کا فیض صحبت حاصل تھا تابعین کہلائے کیونکہ اس سے بلندتر اور کوئی فضیلت نہ تھی۔ اس کے بعد تبع تابعین ہوئے بعد ازاں لوگوں میں اختلاف واقع ہوا اور مراتب و مشاغل ایک دوسرے سے علیحدہ ہوگئے جو لوگ خواص تھے جن کو امر دین کے ساتھ زیادہ رابطہ و ضبط تھا۔ زہاد اور عباد کہلائے اس کے بعد لوگوں میں بدعت عام رائج ہوگئی۔ اور ہر ایک جماعت ہر ایک شخص کو اپنے اپنے طریق پہ مخاطب کرنے لگی اور ہر ایک فریق کا یہ دعوےٰ تھا کہ "زہاد" انہی کی جماعت میں ہیں اسلئے اسم زہاد کا اطلاق عام ہوگیا بعد ازاں خواص اہل السنت جو ہر دم یاد خدا میں مشغول رہتے اسم "تصوف" سے

مشانہ ہوئے اور یہ اسم مشہور ہو گیا اس اسم کا اطلاق ابھی ہجرت کے دو سو سال کامل نہ ہوئے تھے کہ ان لوگوں پر ہوتا تھا۔

اس تحقیق کا نتیجہ یہ ہے کہ جو لوگ رسول اللہ کی صحبت کے فیض یافتہ تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد صحابہ کہلائے۔ قرآن مجید کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ لفظ "مسلم" کا عام اطلاق ہر ایک ایسے شخص کا جو رسول اللہ کا ہم عصر تھا ہوتا، جو خدا پرست ہو اس کی تائید احادیث سے بھی ہوتی ہے۔ تمام انبیاء دین اسلام کے ساتھ مبعوث ہوئے اور ان کے پیرو جو خدا پرست تھے مسلمان تھے خود رسول اللہ بھی "اول المسلمین" تھے وہ لوگ جو رسول پر ایمان لائے "مومن" سمجھے جاتے غالباً اس لئے خلیفہ کو "امیر المومنین" سے مخاطب کیا جاتا۔ علاوہ ازیں چونکہ صدیق اکبرؓ رسول اللہ کے جانشین ہوئے اس لئے وہ تو خلیفۃ الرسول کہلائے لیکن صدیق اکبر کے جانشین اور خلیفہ ثانی کے جانشین اور علیٰ ہذا القیاس ہر ایک جانشین کے لئے یہ اصطلاح موزوں معلوم نہ ہوئی اس لئے ایک ایسی اصطلاح "امیر المومنین" پسند کی گئی جس کا اطلاق ہر ایک خلیفہ پر ہو سکتا تھا یہی کیفیت تابعین اور تبع تابعین میں نظر آتی ہے۔ کچھ عرصہ بعد جب تبع تابعین کا دور ختم ہوا کسی ایسی اصطلاح کی ضرورت محسوس ہوئی جس کا اطلاق ہر ایک۔ ایسے شخص پر جو صحابہ و تابعین و تبع تابعین کی خو بو رکھتا ہو صحیح ہوتا۔ اس لئے "زہاد و عباد" کی اصطلاح مشہور ہوئی۔ مگر امت میں اختلاف واقع ہو چکا تھا۔ اور بنو امیہ و عباسیہ و ہاشمیہ کی حریفانہ کوششوں نے سیاسیات میں ایسی پیچیدگی پیدا کر دی کہ یہ گتھی آج تک سلجھنے میں نہیں آئی اس زمانہ میں دنیائے اسلام پر مذہبی رنگ نمایاں تھا ان کی سیاسی اقتصادی معاشرتی زندگی کا کوئی پہلو ایسا نہ تھا جو مذہب کی جھلک نہ دکھاتا ہو۔ سیاسی پیچیدگی نے عقائد پر اثر ڈالا تو اختلاف کی کوئی حد ہی نہ رہی۔ دین تو وہی اسلام تھا۔ اور ہر ایک شخص مسلمان مومن ہی کہلاتا تھا لیکن ہر ایک فریق دوسرے کو گمراہ سمجھتا تھا۔ اور اپنی نسبت یہ یقین کرتا تھا کہ ہم ہی اہل نجات ہیں اس طوفان بے تمیزی میں ایسے لوگ بھی تھے جو ہفتاد و دو فریق کے جھگڑوں سے علیحدہ تھے اور یاد خدا میں مشغول رہتے چونکہ سیاسی تنازعہ میں یہ لوگ حصہ نہ لیتے اس لئے کسی حد تک یہ خیال بھی صحیح تھا کہ یہ لوگ "ترک دنیا" کر چکے ہیں۔

اس زمانہ میں ہر ایک فریق نے کچھ نہ کچھ لباس میں امتیازی نشان بنا رکھا تھا جس سے اس فریق کی شناخت بآسانی ہوتی یہ امتیازی نشان آج تک قائم ہے اگرچہ اس میں وہ پہلی سی نمود و شان نہیں رہی۔ یہ لوگ جو ہفتاد و دو ملت کے تفرقہ پردازی سے الگ تھے بالکل علیحدہ بھی نہ رہ سکتے تھے چونکہ ان کا مشرب صلح کل تھا اور کسی فریق سے کچھ پرخاش نہ تھی ہر ایک فریق کے بزرگوں کو یہ بھی بزرگ ہی کہتے سنت رسول اللہ پر چلتے اس لئے یہ لوگ اہل السنت کہلاتے اس میں خواص اس "شخصیت" سے عشق کا دعوے رکھتے تھے "جو المزمل" اور "المدثر" کی مخاطب ہے۔ ہر ایک امر میں رسول اللہ کی متابعت کرتے اس لئے ان کا امتیازی نشان "کمبل" تھا۔ جو یہ لوگ عموماً اوڑھتے۔ رفتہ رفتہ اسی لباس صوف نے ان کو "صوفی" بنا دیا۔ یہ امر کہ "صوفی" کا عام لباس بھی تھا متقدمین کے کلام سے بھی واضح ہوتا ہے سنائی ؔ لکھتا ہے ؎

روزہا باید کہ تا یکمشت پشم از پشت میش ۔۔۔ صوفیئے را خرقہ گردد یا حمارے را رسن

رفتہ رفتہ یہی صوفیانہ خرقہ "تقوے" کا نشان بن گیا اور لوگوں میں عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا۔ قانون قدرت یہ ہے کہ جس طرح انسانی وجود میں روح اور جسم مل کر کام کرتے ہیں اور جب تک یہ اتفاق ہے انسان جیتا جاگتا چلتا پھرتا نظر آتا ہے جب روح مفارقت کر جاتی ہے تو ایک بت سا رہ جاتا ہے۔ اسی طرح ہر ایک امر میں رفتہ رفتہ "روح" نہیں رہتی بت رہ جاتا ہے اور لوگ اس بت کی پرستش کرتے ہیں تمام رسوم جن میں لوگ جکڑے ہوئے ہیں "بت" ہیں جو کسی زمانہ میں "روح" رکھتے تھے اسی طرح "خرقہ" کی تاریخ ہے ابتدا میں خرقہ "فقر" کی علامت تھا اس کے بعد تقوے کا نشان ٹھہرا آخرکار جامۂ ریا ہی رہ گیا۔

خواجہ رح نے صوفی و خرقہ کی جی کھول کر مذمت کی ہے مگر حق تو یہ ہے کہ یہ مذمت نہ "صوفی" کی ہے نہ خرقہ کی۔ بلکہ لوگوں کے بداعمال کی قرآن مجید کے مطالعہ سے بھی واضح ہوتا ہے کہ "رہبان" آنحضرت کے زمانہ میں اکثر فاسق تھے۔ لباس زہد و تقوے کی آڑ میں فسق و فجور خاطر خواہ ہوتا ہے۔ یہ ریاکاری نہایت ہی مذموم ہے۔ لیکن اس میں بھی کچھ شک نہیں کہ انہی لوگوں میں خدا پرست تارک دنیا بھی ہے اللہ تعالیٰ ان کی تعریف کرتا ہے اور اجر کا مستحق قرار دیتا ہے۔ یہی کیفیت صوفی و خرقہ کی ہے یہ امر یاد رکھنے کے قابل ہے کہ اگر صوفی اور خرقہ ابتدا سے مذموم ہوتا، دنیا طلبی کا ذریعہ نہیں بن سکتا تھا۔ اور کوئی شخص اس کے فریب میں نہ آتا۔ بلکہ فی زمانا بھی یہ لباس عزت سے دیکھا جاتا ہے اور آج کل جہاں تقوے فروشی نے بے شمار دکانیں کھول رکھی ہیں اور "پیران گمراہ" اور "شیخان جاہل" نے ہزارہا بندگان خدا کو دام تزویر میں پھنسا رکھا ہے۔ "خرقہ" کی وقعت کی بین دلیل ہے۔ خواجہ رح کے زمانہ میں بھی یہی کیفیت تھی چند اشعار ملاحظہ ہوں:

صوفی بیا کہ آئینہ صاف ست جام را　　تا بنگری صفائے مے لعل فام را

شیخ سعدی رح نے "صوفیہ" درویشوں کی نسبت لکھا ہے کہ پہلے یہ لوگ ایسے تھے کہ ظاہر حال خراب تھا، اور باطن آراستہ مگر آجکل ظاہر حال آراستہ ہے اور باطن خراب خواجہ رح انہی لوگوں کو مخاطب کرکے کہتے ہیں کہ آؤ اور آئینہ قلب کی صفائی پر کوشش کرو پھر دیکھو اس میں نور خدا نظر آئے گا۔

راز درون پردہ ز رندان مست پرس　　کیں حال نیست صوفی عالی مقام را

عجائبات قلب سے آگاہی اور حقیقت شناسی سے وہ لوگ کیا آگاہ ہو سکتے ہیں جو تصفیہ باطن کی طرف متوجہ ہی نہیں ہوتے۔

دلم ز صومعہ بگرفت و خرقہ سالوس　　کجاست دیر مغان و شراب ناب کجا

خانقاہ اور خرقہ کی آڑ میں جو ریاکاری کا بازار گرم ہے اس سے دل میں کدورت پیدا ہوتی ہے۔ صفائی باطن کے لئے شراب عشق کی ضرورت ہے۔

بہ نیم جو نخرم طاق خانقاہ و رباط　　مرا کہ مصطبہ ایوان و پائے خم طینت

منعم از مے مکن اے صوفی صافی کہ حکیم　　در ازل طینت ما را ز مے صاف سرشت
صوفی صاف بہشتی نبود زانکہ چو من　　خرقہ در میکدہ ہا رہن مے ناب بہشت

منعم از می مکن ای صوفی صافی که حکیم — در ازل طینت ما را ز می صاف سرشت
صوفی صافت بهشتی نبود زانکه چو من — خرقه در میکده ها رهن می ناب بهشت

باده نوشی که درو هیچ ریائے نبود — بهتر از زهد فروشی که درو روی و ریاست
ما نه مردان ریائیم و حریفان نفاق — آنکه در عالم سر است بدین حال گواست

خرقه زهد مرا آب خرابات ببرد — خانهٔ عقل مرا آتش خمخانه بسوخت

صوفی از پرتو مے راز نهانی دانست — گوهر هر کس ازین لعل توانی دانست

پشمینه پوش تندخو کز عشق نشنیدست بو — از مستیش رمزے بگو تا ترک هشیاری کند

مے خور که صد گناه ز اغیار در حجاب — بهتر ز طاعتے که بروئے و ریا کنند

گر مدد خواستم از پیر مغان عیب مکن — شیخ ما گفت که در صومعه همت نبود

خوش بود خلوتگه صوفی ولیکن گر درد — باده ریحانی و ساقی مست ریحانی بود

صوفیٔ مجلس که دے جام و قدح می شکست — دوش بیک جرعه می عاقل و فرزانه شد

صوفی نهاده دام و سر حقه باز کرد — بنیاد مکر با فلک حقه باز کرد
بازی چرخ بشکندش بیضه در کلاه — زیرا که عرض شعبده با اهل راز کرد

صوفیاں جمله حریفند و نظر باز ولے — زیں میاں حافظ دل سوخته بدنام افتاد

صوفی شهر ببیں که چوں لقمه شبهه میخورد — بال و دمش دراز باد ایں حیوان خوش علف

خیز تا خرقهٔ صوفی بخرابات بریم — رزق و طامات ببازار خرافات بریم
تا همه خلوتیاں جام صبوحی گیرند — چنگ و صبحی بدر پیر مناجات بریم
در نهد در ره ما خار ملامت زاهد — از گلستانش بزندان مکافات بریم

خواجہ صاحب کے اشعار سے واضح ہوتا ہے کہ ان کی نگاہ میں "صوفی" اور "خرقہ" کی وقعت کچھ نہ تھی لیکن جیسا کہ ہم لکھ چکے ہیں "خرقہ" اور "صوفی" سے ان کی مراد "جامہ ریا" و "ریاکار" ہی ہے یہ قانون قدرت ہے اور مختلف ممالک کے رسم و رواج سے اس قانون کا پتہ چلتا ہے کہ ابتدا کسی نیک کام کی تحریک صاف اور سادہ ہوتی ہے رفتہ رفتہ اس کی صورت بدلتی جاتی ہے اور ناممکن ہے کہ ایک صورت پر رہے۔ پھر رفتہ رفتہ معانی میں تغیر واقع ہوتا ہے اور یہ بھی ناممکن ہے کہ اس میں تغیر واقع نہ ہو بلکہ کیا کچھ بے جا نہ ہوگا کہ یہ صورت اور معانی کسی حالت سکون میں نہ تھے۔ البتہ آخیر کا احساس لوگوں کو نہیں ہوتا۔ قانون ارتقا اور تجدد امثال دنیا کا کائنات میں کررہے ہیں کسی زبان کے الفاظ کی تاریخ پر غور کرو تو معلوم ہوگا کہ ایک ہی لفظ پر ہر ایک زمانہ میں بلحاظ معانی اور صورت ہمیشہ تغیر واقع ہوتا رہا ہے یہی کیفیت "صوفی" اور خرقہ کی ہے۔

محض اصطلاح پر بحث کرنا کہ لفظ "تصوف" دراصل عربی ہے یا یونانی محض فضول ہے اور وہی لوگ اس بحث سے ٹھوکر کھائیں گے جو قوموں کی ترقی کے اسرار سے ناواقف ہیں اس زمانہ میں جس کو "ایام جاہلیت" کہا جاتا ہے قرآن مجید کے آیات سے واضح ہوتا ہے کہ اہل عرب "امی" تھے۔ اور چونکہ رسول اللہ انہی میں مبعوث ہوئے اس لیے آپ کا لقب "امی" ہے۔ لسان مذہب میں یہ ایک اصطلاح ہے اور اہل کتاب کے مقابلہ میں استعمال ہوئی ہے۔ یعنی "امی" وہ لوگ ہیں جو کتاب (الہامی کتاب) سے ناواقف ہوں چونکہ آنحضرت سے پیشتر عرب میں کوئی رسول کتاب کے ساتھ مبعوث نہ ہوا تھا اس لیے اہل کتاب یہود و انصاریٰ ان کو امی کہتے تھے۔ لفظ "امی" کا عام اطلاق ایسے لوگوں پر ہوتا ہے جو لکھنا پڑھنا نہ جانتے ہوں اس کا لفظی ترجمہ "مادر زاد" ہے یعنے جس طرح انسان بوقت پیدائش جاہل تھا ویسا ہی جاہل رہا۔ اہل عرب صدر اسلام میں علوم و فنون سے بالکل بہرہ ور نہ تھے۔ لیکن ہمسایہ اقوام کے مقابلہ میں امی ہی تھے رفتہ رفتہ جب وہ عرب سے باہر نکلے اور ضرورت نے مجبور کیا اور غیر اقوام سے ساتھ پڑا وہ تمدن و معاشرت اور علوم و فنون غرض ہر ایک پہلو سے ترقی کرتے گئے۔ یہاں تک کہ مورخین کا اتفاق ہے کہ آج زمانہ میں جو کچھ ترقی نظر آرہی ہے اس کا سنگ بنیاد اہل عرب ہی نے رکھا۔

آج مسلمانوں میں بے شمار فرقے ہیں جن کے نام ہی اگر شمار کیے جاویں تو دفتر درکار ہے حالانکہ یہ مسلم ہے کہ رسول خدا کے زمانہ میں ان میں سے کوئی نام "موجود نہ تھا"۔ قرآن شریف کے مطالعہ سے بلحاظ ایمان و عمل "مسلم اور مومن" دو نام واضح ہوتے ہیں اور اس کا اطلاق عام ہے۔ مگر موجودہ فرقہ بندی نے بے معنے قرار دیا ہے۔ اس لئے یہ تحقیق کہ "تصوف" صدر اسلام میں گمنام تھا بے نتیجہ ہے۔ البتہ یہ تحقیق کہ یہ اصطلاح حکمائے اشراقیہ کی ہے۔ وقعت کے قابل ہے لیکن اسپر بھی بحث بے سود ہے۔ ہاں یہ تحقیق کہ حکمائے اشراقیہ کا مشرب صوفیہ کے مشرب کے مشابہ ہے اور اصطلاح لفظ بھی یونانی لفظ **Sophist** سے ماخوذ ہے دقیق ہے اور ہمیں اس مسئلہ کی طرف متوجہ کرتی ہے کہ مشرب صوفیہ اسلام کے قابل ہے یا نہیں۔

اول تو جیسا کہ ہم لکھ چکے ہیں یہ ایک قیاس ہے کہ "تصوف" یونانی الفاظ سے ماخوذ ہے اس سے

انکار نہیں ہو سکتا کہ یونانی علوم و فنون سے آگاہ ہونے کے لئے یونانی کتابوں کا ترجمہ عربی میں کیا گیا اور جہاں تک ہمیں معلوم ہے عربی میں یونانی اسماء اصطلاحات کا ترجمہ نہیں کیا گیا، بلکہ اصل لفظ کو عربی حروف میں لکھا گیا اسماء معرفہ کا ترجمہ تو بے معنے بات تھی اس لئے ایسے اسماء نکرہ جو بوجہ تخصیص معروف ہوں اسماء معرفہ ہی کی حیثیت رکھتے ہیں۔ کچھ شک نہیں کہ حکماء یونان میں سے ایک فرقہ سوفسطے کہلاتا ہے اور چونکہ لفظ "صوفی" اس سے ملتا جلتا ہے اس لئے مغالطہ ہوا۔ حالانکہ یہ لفظ بعینہٖ عربی میں "سوفسطائیہ" موجود ہے اور اس کا عربی ترجمہ "حسبانیہ" بھی ہے

شیخ اکبرؒ فص حکمۃ قلبیہ فی کلمۃ شعیبیہ کے آخر میں فرماتے ہیں کہ

وقد ذکرنا صورۃ الترقی بعد الموت فی المعارف الالٰہیہ فی کتاب التجلیات لنا عند ذکرنا بعض من اجتمعنا من الطائفۃ فی الکشف

ہم نے اپنی کتاب تجلیات میں صورت ترقی بعد موت دربارہ معرفت الٰہی ذکر کیا ہے اور کشف میں اس طائفہ کے لوگوں مثلاً ذی النون مصری و جنید بغدادی رحمہم اللہ قدس سرہم سے ملاقات کا ذکر کیا ہے۔

ومن اعجب الامر انہ فی الترقی دائماً لا یشعر بذٰلک للطافۃ الحجاب الساتر ورقتہ وتشابہ الصور مثل قولہ تعالیٰ واُتوا بہ متشابہاً ولیس ھو الواحد عین الاٰخر

اور عجب تر یہ امر ہے کہ انسان ہمیشہ (دنیا اور آخرت میں) ترقی کر رہا ہے اور اس کو اس کا شعور نہیں جس کی وجہ یہ ہے کہ ایک تو لطافت حجاب ساتر اور اس کی رقت ہے (کہ بابہ الامتیاز خفی ہے۔ اور دوسرے غلبۂ تشابہ صور (کہ بابہ الاتحاد غالب ہے) مثل قول اللہ تعالیٰ اُتوا بہ متشابہاً اور ایک دوسرے کا عین نہیں ہے۔

فان الشبیہین عند العارف حیثیت انھما غیران

کیونکہ عارف کے نزدیک شبیہین اس حیثیت سے کہ دونوں شبیہہ ہیں ہر دو غیر ہیں (خواہ وہ ایک ہی شخص کی ہوں اور اس میں متشابہ ہوں۔

وما احسن ما قال اللہ فی حق العالم وتبدلہ مع الانفاس فی خلق جدید فی عین واحدۃ فقال فی حق طائفۃ بل اکثر العالم بل ھم فی لبس من خلق جدید فلا یعرفون تجدید الامر مع الانفاس

کیا ہی اچھا فرمایا ہے اللہ تعالےٰ نے عالم اور اس کے تبدل بانفاس خلق جدید کے حق میں عین واحد میں فرمایا طائفہ کے حق میں بلکہ اکثر اہل عالم کے حق میں کہ وہ خلق جدید کے متعلق اشتباہ میں ہیں (کہ ہر آن عالم عدم ہوتا ہے اور اسکا مثل اور متشابہ دوسرا وجود میں آتا ہے) اس لئے تجدید الامر مع الانفاس سے آگاہ نہیں۔

لکن قد عثرت علیہ الاشاعرۃ فی بعض الموجودات وھی الاعراض وعثرت علیہ الحسبانیہ فی العالم کلہ وجھلھم اھل النظر باجمعھم

لیکن مطلع ہوئے اشاعرہ بعض موجودات پر کہ وہ اعراض ہیں اور مطلع ہوئے اس پر حسبانیہ (جو موجودات کو تابع حسبان و خیال کہتے ہیں) کل عالم میں اور جاہل ان کو کل اہل نظر سمجھتے ہیں۔

ولکن اخطاء الفریقان اما خطاء الحسبانیہ

لیکن ہر دو فریق (اشاعرہ و حسبانیہ) نے

فیکونھم ما عشر واسع قولھم بالتبدل فی العالم باسرہ علی احدیۃ عین الجوھر المعقول الذی قبل ھذہ الصورۃ ولا یوجد الا بھا کما لا تعقل الا بہ

غلطی کہاں حسبانیہ کی غلطی بہ سبب عدم اطلاع اوجز ان کے قول کے کہ تبدل کل عالم احدیت پر اس جوہر کا عین ہے جو معقول ہے کہ اس نے ان صورتوں کو قبول کیا اور یہ کہ یہ جوہر ان صورتوں کے بغیر معقول نہیں ہو سکتا؛

فلو قالوا بذلک لفازوا بدرجۃ التحقیق اگر اس جوہر واحد کے بقا کی نسبت کہتے تو درجہ تحقیق تک پہنچ جاتے؛

شیخ اکبرؒ نے قانون ارتقا، کو اس دنیا کی زندگی تک محدود نہیں رکھا بلکہ فرماتے ہیں کہ مرنے کے بعد بھی انسان ہمیشہ ترقی کرتا چلا جا رہا ہے چنانچہ اس کا مفصل تذکرہ کتاب تجلیات میں کر چکے ہیں، جس میں مذکور ہے کہ آپ کشف میں ذی النون مصری اور جنید بغدادیؒ و سہل بن عبد اللہ تستری اکثر اہل اللہ سے ملے اور دیکھا کہ وہ ترقی کر رہے ہیں مگر ان کو اس کا علم نہ تھا شیخ اکبرؒ نے اس مسئلہ ارتقا کی تعلیم کی اور ان کو فائدہ پہنچایا فرماتے ہیں۔ "وما افدتھم فی ھذہ المسئلۃ مما لم یکن عندھم" (اور ان کو اس مسئلہ میں جس کا علم ان کو نہ تھا فائدہ پہنچایا؛ شیخ اکبرؒ قرآن مجید کی اس آیت سے کہ "اوتوا بہ متشابھا" سے یہ استدلال کرتے ہیں کہ بہشت کی نعمتیں بھی متشابہ ہونگی۔ اور اس آیت سے کہ بل ھم فی لبس من خلق جدید سے یہ استدلال کرتے ہیں کہ عالم اور اہل عالم ہر آن عدم میں جاتے ہیں اور ہر آن نئی خلق میں موجود ہوتے ہیں اگر لوگ اس راز کو سمجھتے تو منکر قیامت نہوتے؛ لیکن باوجود اس امر کے کہ وہ یہ تغیر و تبدل محسوس کرتے ہیں شبہہ میں ہیں ان میں سے ایک فرقہ حسبانیہ ہے

مناسب ہے کہ ہم شیخ رحؒ کی تحقیق کو مولنا جامی رحؒ کے لفظوں میں ادا کریں؛

شیخ رضؓ در فص شعیبی میفرمائد عالم عبارتست از اعراض مجتمعہ در عین واحد کہ حقیقت ہستی است و آں متبدل و متجدد میگردد مع الانفاس والآنات در ہر آنی عالم بعدم میرود و مثل آں بوجود مے آمد و اکثر اہل عالم ازیں معنے غافل اند کما قال سبحانہٗ و تعالےٰ بل ہم فی لبس من خلق جدید ار باب نظر کسے بریں معنے مطلع شدہ مگر اشاعرہ در بعض اجزائے عالم کہ اعراض ست حیث قالوا الاعراض لا تبقی زمانین و دیگر حسبانیہ کہ معروف اند بسو فسطائیہ در ہمہ اجزائے عالم چہ جواہر و چہ اعراض و ہر یک ازیں فریقین من وجہے خطا کردہ اند و اما خطائے سوفسطائیہ آن ست کہ مع توہمہم بالتبدل فی العالم باسرہ۔ تنبہ نشدہ اند

شیخ رضؓ فص شعیبی میں فرماتے ہیں کہ عالم سے مراد اعراض مجتمعہ ہیں عین واحد میں کہ حقیقت ہستی ہے اور وہ ہر آن اور ہر دم بدلتی رہتی ہے اور نئی نئی صورتوں میں ظاہر ہوتی ہے عالم ہر آن عدم میں جاتا ہے اور اس کا مثل وجود میں آتا ہے اور اکثر اہل عالم اس راز سے غافل ہیں جیسا کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے "کہ بل ہم فی لبس من خلق جدید" ارباب نظر میں سے سوائے اشاعرہ اور حسبانیہ کے جو سوفسطائیہ کے نام سے مشہور ہیں؛ کوئی اس راز سے آگاہ نہیں ہوا؛ اشاعرہ تو بعض اجزائے عالم پر کہ اعراض ہیں مطلع ہوئے اور سوفسطائیہ کل اجزائے عالم پر کہ خواہ اعراض ہوں یا جواہر

با آنکہ یک حقیقت است کہ متلبس بشوؤن و
و اعراض عالم و موجودات متعدد و متعینہ مینمائد
ظہور نیست اورا در مراتب کونی بغیر ایں صور و اعراض
چنانکہ وجود نیست اینہا را بدون او در خارج؛

اور دونوں فریق من وجہ خطا پر ہیں
اور سوفسطائیہ کی غلطی یہ ہے کہ باوجود ان کے
قول بالتبدل فی العالم باسرہ اس امر پر اطلاع
نہ ہوئی کہ ایک ہی حقیقت ہے جو متلبس ہو لی

ہے۔ صورتوں میں اور اعراض عالم و موجودات متعددہ متعینہ کا اظہار ہوتا ہے اور مراتب کونی میں اسکا
ظہور ان صورتوں اور اعراض کے بغیر نہیں ہوتا۔ جیسا کہ ان صورتوں اور اعراض کا وجود اس حقیقت کے
بغیر خارج نہیں ہے؛

سوفسطائی کہ از خرد بے خبر است
گوید عالم خیالی اندر گذر است
آری عالم ہمہ خیال است ولے
جاوید درو حقیقتے جلوہ گر است
(لایحیات وغیرہم)

سوفسطائی جو خرد سے بے خبر ہے۔
کہتا ہے کہ عالم ایک خیال ہے جو گذر رہا ہے؛
بیشک عالم تمام خیال ہی ہے۔ لیکن؛
ہمیشہ اس میں ایک حقیقت جلوہ گر ہے؛

یونانی سوفسطائیہ "اور عربی صوفیہ" میں بلحاظ اصطلاح و مشرب خواہ مشابہت ہو۔ مگر یہ دعوے
پایہ ثبوت کو نہیں پہنچ سکتا؛ کہ دونوں ایک ہی تھیلی کے بیٹے ہیں؛ شیخ اکبرؓ اسی مسئلہ کے ضمن
میں فرماتے ہیں کہ "ولہذا ما عثر احد من العلماء والحکماء علی معرفۃ النفس وحقیقتہا
الا الالٰہیون من الرسل والاکابر من الصوفیہ (اور اسی لئے کوئی شخص علماء حکماء میں سے
سوائے الٰہیین من الرسل اور اکابر صوفیہ معرفت نفس اور اس کی حقیقت پر مطلع نہیں ہوا) صوفیہ کو سوفسطائیہ
کے عقائد سے اتفاق نہیں اور جب ہم صوفیہ کرام کے حالات کا مطالعہ کتب تاریخ و سیر میں کرتے ہیں تو
ہر ایک زمانہ میں ان کی شخصیت معزز و ممتاز نظر آتی ہے اور ہمیں معلوم نہوا کہ وہ کس حیثیت سے حکماء
اشراقیہ کے مت پہ ہیں اور اگر یہ بھی ہو تو جبتک یہ ثابت نہو کہ ان کا مشرب اسلام کے مخالف ہے
ان کو خارج از اسلام سمجھنا غلطی ہے اس لیئے ہم اس مسئلہ پر ایک اور پہلو سے بحث کرتے ہیں؛ اور
اسلام ہی کی حقیقت پر غور کرتے ہیں؛

یہ تو کسی مسلمان کا عقیدہ نہیں کہ محمد نے کوئی دین اختراع کیا جس کا نام اسلام ہے؛ بلکہ ہر ایک
مسلمان کا ایمان ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسی اسلام کی تعلیم دی جسکے ساتھ ہر ایک نبی مبعوث
ہوا دین تو وہی ہے مگر فرق ہے تو یہی جو بچہ اور لڑکے اور جوان میں قدرتاً ہوتا ہے اور یہ عین قانون
ارتقا کے مطابق ہے اسلام نے جو آنحضرت نے ظاہر کیا اسوجہ سے کہ آنحضرت نبی آخر الزمان ہیں
آخری دین ہے اور اس لئے بہ نسبت سابق ادیان بہتر ہے؛ کیونکہ قانون ارتقا کے رو سے آخر اول
سے بہتر ہے؛ اگر چہ دین کی نوعیت میں فرق نہیں؛ لیکن مدارج میں ہے؛ الیوم اکملت لکم دینکم کے یہی معنے
ہیں کہ وہ دین جس کے ساتھ ہر ایک نبی مبعوث ہوا؛ آنحضرت کے ساتھ درجہ کمال تک پہنچ چکا تھا۔

قرآن مجید کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ دنیا کا کوئی حصہ نہیں جہاں انبیائے مبعوث نہوئے
ہوں "لکل قوم ہاد" اور "لکل قوم رسول" کے یہی مفہوم ہیں کہ ہر ایک قوم کے لئے ہادی اور رسول

کسے اور ہر ایک قوم کی روایتوں سے اس کی تصدیق ہوتی ہے۔ اس لئے قرآنمجید کی دعوے کے مطابق
ہر ایک قوم کا مذہب اسلام ہی ہونا چاہئے قرآنمجید میں یہ بھی مذکور ہے کہ اسلام دین فطرت ہے اس لیے
ہمیں ہر جگہ اسلام کا سراغ ہر ایک قومی مذہب میں مل سکتا ہے اس کے بعد اس تحقیق کا نتیجہ کہ عملاً
اکثر فرقہ کا مشرب صوفیہ کے مشابہ ہے اس نتیجہ کے مطابق ہوگا کہ مسلمانوں کا دین یہود و نصاریٰ و ہنود
دیگر مذاہب کے ادیان کے مشابہ تو کیا ایک ہی ہے فرق نوعیت میں نہیں بلکہ مدارج میں ہے۔ حقیقت
میں نہیں بلکہ صورت میں ہے اسی حقیقت کو مد نظر رکھتے ہوئے خواجہ رح فرماتے ہیں کہ ؎

همه کس طالب یارند چه هشیار چه مست　　همه جا خانهٔ عشق است چه مسجد چه کنشت
در عشق خانقاه و خرابات شرط نیست　　هر جا که هست پرتو روی حبیب است
در کعبه و بتخانه تو مسجودی و معبودی　　رو سوی تو باشد صاحب نظران را

خواجہ رح کا مذہب ہے کہ اسلام جس کو عشق سے تعبیر کرتے ہیں ایک ہی ہے مگر لوگوں کو اصطلاح
کے اختلاف نے مارا۔

آں جا کہ کار صومعہ را جلوہ مے دہند　　ناقوس دیر راہب و نام صلیب ہست

اختلاف السنہ کے ساتھ اصطلاح کا اختلاف لازمی نتیجہ ہے۔ لیکن جب مفہوم ایک ہی ہو تو
لڑنے جھگڑنے کی وجہ محض جہالت ہے ؎

یکیست ترکی و تازی دریں معاملہ حافظ　　حدیث عشق بیاں کن بہر زباں کہ تو دانی

یہ صرف خواجہ رح ہی کا مذہب نہیں بلکہ تمام صوفیہ محققین کا ہے اور جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں۔
بروئے آیات قرآنمجید یہی مذہب صحیح ہے۔

جنگ ہفتاد و دو ملت ہمہ را عذر بنہ　　چوں ندیدند حقیقت رہ افسانہ زدند

لوگ اسی حقیقت سے نا آشنا ہیں اور اسی جہالت کے باعث آپس میں لڑتے ہیں ہر ایک کا یہی دعوے
ہے کہ ہم ہی راہ راست پر ہیں یہ دعوے تو صحیح ہے۔ لیکن یہ دعوے کہ دوسرے گمراہ ہیں غلط ہے۔ حالانکہ
سب راہ راست پر ہیں کوئی گمراہ نہیں۔ کیونکہ تمام مذاہب کا ایک ہی سرچشمہ دین اسلام ہے جو کسی کے
باوا کی میراث نہیں۔ بلکہ ہر ایک کا حصہ ہے۔

یہود و ہنود کا یہ دعوے ہے کہ توریت و وید دنیا میں پہلا الہام ہے بروئے قانون ارتقا غلط ہے
جس کا فلسفہ یہ ہے کہ ہر ایک شئے یا نوع ناقابل ذکر حیثیت سے ترقی کرتی ہے خود حضرت انسان پر دہر
میں ایک ایسا وقت گذرا ہے کہ لم یکن شیئاً مذکورا۔ توریت اور وید کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ
ان کی حیثیت ناقابل ذکر نہیں بلکہ تہذیب و تمدن کے اعلےٰ مدارج کی شاہد ہے۔

توریت کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابراہیمؑ مصر میں تشریف لائے اور فرعون کی لونڈی
یا بیٹی سے نکاح کیا حضرت یوسف علیہ السلام مصر کے بازار میں فروخت ہوئے اور آخر نائب السلطنت
ہوگئے انہی ایام میں بنی اسرائیل مصر میں آکر آباد ہوگئے حضرت ابراہیم کا اصلی وطن غالباً وہی
تھا جہاں اب موصل آباد ہے اسجگہ سے ہجرت کر کے وہ کنعان میں آئے یعقوب یعنے اسرائیل ان کے
بیٹے اسحاق کا بیٹا ہے بنی اسرائیل جس سے مراد

[illegible] کس زبان میں گفتگو کرتے تھے؛ توریت میں چند الفاظ محفوظ ہیں جن سے ان کی زبان کا پتہ ملتا ہے؛ بنی اسرائیل مصر میں جب آباد ہوئے تو ان کا پیشہ چوپانی تھا اس جگہ چار سو سال [illegible] ہے بعد حضرت موسیٰ کے زمانہ میں مصر سے خروج کیا؛

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پرورش شاہی محل میں ہوئی تھی اور بقول مؤلف اعمال "آنحضرت مصری علوم و فنون میں کمال دستگاہ رکھتے تھے اس لیئے سوال یہ ہے کہ آنحضرت نے الواح یا توریت کس زبان اور کن حروف میں لکھی محققین اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ۔ الواح مصری تصویری خط میں تحریر ہوئیں اور یہ بھی ناممکن ہے کہ بنی اسرائیل مصری تمدن اور زبان کے اثر سے چار سو سال کے عرصہ میں ناآشنا رہے ہوں اگرچہ یہ بحث دلچسپ ہے مگر ہمارے موضوع سے خارج ہے؛ سوال دراصل شریعت موسوی کے متعلق ہے کہ اسکا ماخذ کیا ہے؛ محققین جنہوں نے تاریخ مصر کا مطالعہ کتبوں اور دیگر ذرائع سے کیا ہے۔ شریعت موسوی کا منبع دریائے نیل کی وادیوں میں بتاتے ہیں اور ہمارے خواجہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ؎

کلید گنج سعادت قبول اہل دل است — مباد کس کہ دریں نکتہ شک و ریب کند
شبان وادی ایمن گہی رسد بمراد — کہ چند سال بجاں خدمت شعیب کند

اس میں کچھ شک نہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام مصری علوم و فنون اور مصری مذہب کے اسرار سے واقف تھے اور بنی اسرائیل بھی مصری تمدن اور زبان سے آشنا تھے اور اس میں بھی کچھ کلام نہیں کہ ان امور کا اثر بنی اسرائیل کی آئندہ ترقی اور زندگی پر ہوا اور اس میں بھی شبہ نہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام مدین میں رہے اور چند سال چوپانی کرتے رہے؛ قرآن مجید کی تو کسی آیت سے یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ مدین میں آنحضرت علیہ السلام حضرت شعیب علیہ السلام کی خدمت میں رہے معلوم نہیں روایتوں میں اس کی کیا سند ہے اس میں کچھ شک نہیں کہ مدین میں حضرت شعیب علیہ السلام پیغمبر گذرے ہیں؛ لیکن یہ تحقیق نہیں کہ وہ حضرت موسےٰ علیہ السلام کے ہمعصر تھے توریت میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے خسر کا نام "یثرو" اور "رعوائیل" اور "حوباب" لکھا ہے۔ معلوم نہیں کہ ان میں سے ایک نام تھا یا تینوں اگر ہم ان امور پر بحث کریں تو ضرور ہے کہ اپنے موضوع سے دور جا پڑینگے؛ اس لیئے محققین کے سامنے دو نظریہ پیش کرتے ہیں ایک تو یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی توحید کو بنی اسرائیل نے فراموش نہ کیا تھا اور یہ کہ شریعت موسوی یا تو تمام و کمال موسےٰ کے قلب پر اللہ تعالےٰ نے الہام فرمائی یا رفتہ رفتہ مختلف قرون میں مدون ہوتی گئی دوسرا نظریہ یہ ہے تعلیم توحید اگرچہ بنی اسرائیل نے فراموش نہ کی تھی مگر بلاشائبہ شرک بھی نہ تھی اور یہ کہ شریعت موسوی ان رسوم کا مجموعہ ہے جو مصر میں رائج تھیں؛

چونکہ توریت تمام صحف انبیا کا جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد مبعوث ہوئے سنگ بنیاد ہے؛ اور نور اور ہدایت ہے اس لیئے اگر یہ ثابت ہو جائے کہ شریعت موسوی کا ماخذ مصری رسم و رواج ہے تو یہ تحقیق مفید اور دلچسپ ہوگی کہ زیر ارتقا اسپر کیا تغیر و تبدل واقع ہوا توریت کے مطالعہ جس کی تائید انجیل و قرآن سے ہوتی ہے بنی اسرائیل کی حالت حضرت موسےٰ علیہ السلام کے زمانہ میں یہ

کے اقتباس سے واضح ہو سکتی ہے:

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام پہاڑی کی طرف وادی ایمن میں گئے اور پہاڑی سے آواز آئی کہ میں تیرے باپ دادا کا خدا ہوں اور حضرت موسیٰ علیہ السلام خدا سے ہمکلام ہوئے تو کہا کہ:

"دیکھ جب میں بنی اسرائیل کے پاس جاؤنگا اور ان کو کہونگا کہ تمہارے باپ دادوں کے خدا نے مجھے تمہاری طرف رسول بنا کر بھیجا ہے تو وہ مجھ سے پوچھیں گے کہ اس کا کیا نام ہے تو میں کیا جواب دونگا خدا نے موسیٰ کو کہا کہ "یہواہ" (میں وہ ہوں جو ہوں) اور خدا نے یہ بھی موسیٰ کو کہا کہ بنی اسرائیل کو کہنا کہ تمہارے آبا و اجداد کے خدا نے رب ابراہیم و رب اسحٰق و رب یعقوب نے مجھے بھیجا ہے۔" (خروج آیت ۱۴)

اس کی تائید قرآن مجید سے بھی ہوتی ہے کہ بنی اسرائیل اللہ تعالےٰ رب العلمین (جیسا کہ ہم سمجھتے ہیں) اپنا قومی خدا ہی سمجھتے تھے اور اب ابراہیم و رب اسحٰق و رب یعقوب ہی کہتے اور بنی اسرائیل پر ہی کیا موقوف ہے اس وقت ہر ایک قوم بلکہ ہر ایک قبیلہ کا ایک ایک خدا تھا اور یہ عام عقیدہ تھا کہ ہر ایک خدا اپنی اپنی قوم اور قبیلہ کی امداد کرتا ہے جس کا وہ سر پرست ہے۔ ایسا ہی خدا بنی اسرائیل نے بھی سمجھا ہوا تھا۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو یہ بتایا کہ تمہارے آباؤ اجداد کے خدا نے مجھے تمہاری طرف رسول بنا کر بھیجا ہے تاکہ تمہیں قید غلامی سے آزادی دلوائے۔ اگر اسوقت نہیں تو واقعات کی شہادت پر یقین کر لیا کہ ہمارا بھی کوئی خدا ہے چونکہ تمام اقوام کے قومی خداؤں کے بت موجود تھے جن کی پرستش ہوئی تھی اس لیے یہ تقاضا بار بار ہونے لگا کہ اے موسے ہمیں بھی ایک بت بنا دو کہ اپنے باپ دادوں کے خدا کی پرستش کیا کریں:

بات اصل میں یہ ہے کہ اسوقت تک فہم انسانی حد بلوغت کو نہیں پہنچا تھا۔ بچپن کی باتیں تھیں۔ خیال اللہ تعالےٰ رب العلمین جو اطلاق سے بھی پاک ہے بلا شائبہ شرک اسوقت ناممکن تھا۔ بنی اسرائیل تو نیز جاہل قوم تھی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام ہی کے سوال "رب ارنی" پر غور کرو آنحضرت علیہ السلام نے اللہ تعالےٰ کا دیدار ممکنات میں سمجھ رکھا تھا حضرت موسے کی لن ترانی سے تسلی ہو گئی۔ لیکن بنی اسرائیل کی تسلی کے لئے یہ کافی نہ تھا ان کا تقاضا بار بار ہوتا اور آنحضرت سمجھاتے سمجھاتے تھک گئے کوہ طور کا نظارہ ہر ایک آتش فشاں پہاڑ پر دیکھنے میں آسکتا ہے لیکن قرون اولے کی خصوصیات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ ان سے نظارے دلوں پر خاص اثر ڈالتے تھے۔ جب نگاہ آسمان کی طرف اٹھتی تو گھنگھور گھٹاؤں بجلی کی چمک اور رعد کی گرج دل پر وہ کیفیتیں پیدا کریں جو زمانہ ناشناسی قلب میں محسوس ہو سکتی ہیں جو واقعات کے اسباب سے غافل ہوتا ہے چندسال ہوئے کانگڑہ کے زلزلہ نے "جعلنا عالیھا سافلھا" کا خوفناک منظر اہل پنجاب کو دکھایا۔ اس جگہ قرون اولیٰ کا نقشہ بجنسہ موجود ہے۔ ہندو دور دور سے اس دیوی کے درشن کے لیئے جوق جوق آتے ہیں۔ پنجاب میں "لاٹاں والی" مشہور ہے۔ حضرت موسے بنی اسرائیل کو مصر سے نکال کر جزیرہ نما سینا کی پہاڑیوں کی طرف لائے۔ خدا آگ کے ستون اور بادلوں میں ان کی رہنمائی کرتا تھا دن کو بادلوں اور رات کے وقت آگ کے ستون میں دکھائی دیتا آتش فشاں کی چوٹی پر یہ نظارہ آج بھی ویسا ہی نظر آتا ہے جیسا آنحضرت علیہ السلام کے زمانہ میں تھا اور ہر ایک سیاح کی رہنمائی دن کو دھواں جو بادل کی طرح اٹھتا ہے اور رات کو آگ کا ستون

جمہور کی روشنی میں ماند پڑ جاتا ہے ایسا ہی کرتا ہے جیسا کہ بنی اسرائیل کی اسوقت ہوئی تھی
اسوقت اگر ایران میں آتش پرستی رائج تھی اور ہندوستان میں اگنی کی پوجا ہوتی تھی تو کچھ تعجب
کی بات نہیں اس زمانہ کی یہ ایک خصوصیت ہے یہ ممکن ہے کہ ان لوگوں نے خدا کو ایک ہستی سمجھ لیا ہو جو
سب سے اعلیٰ اور ارفع ہے مگر ان کے عقائد اور اعمال میں شرک کا پہلو نمایاں اور غالب ہے اور بت پرستی
قرون اولیٰ میں ناگزیر امر تھا؛
یہ تو ان لوگوں کی توحید اور خدا پرستی کا حال ہے اب شریعت پر غور کرو معلوم ہوگا کہ "الاعمال بالنیت"
بالکل صحیح ہے ان لوگوں کے عقائد کے مطابق اُن کی پوجا پاٹ اور مذہبی رسوم وغیرہ ہیں لہو و گوشت سوختنی
قربانی کے ذریعہ پر اگنی کی بھینٹ ہوتا ہے معلوم نہیں کہ ان لوگوں کے مشرب اور "اصطلاح" کا ماخذ
کیا ہے مگر یہ یقینی امر ہے کہ ان میں مشابہت تامہ ہے ہزار ہا سال سے قربانی قرب الٰہی کا وسیلہ سمجھا جاتا
ہے اور باوجود اس امر کے کہ قرآن نے اس کے برخلاف اعلان کیا کہ قربانی کی گوشت اور لہو خدا تک نہیں پہنچتا؛
ابھی تک ابتدائی جوش و خروش کے ساتھ جاری ہے
عوام ہمیشہ سے صورت پرست رہے ہیں اور رہیں گے تقاضائے حکمت یہ ہے کہ عوام کو انہی کے عقل و
فہم کے مطابق ان کو ایسے طریقہ پر چلایا جائے کہ گمراہ نہ ہوں اور صورت پرستی میں حقیقت کی طرف رجوع
کریں جسے شریعت کہتے ہیں وہ انہی لوگوں کی رہنمائی کے لئے ہے اور ان کے عقل و فہم کے ارتقا کے ساتھ
شریعت کے احکام میں بھی ترمیم و تنسیخ لازمی امر ہے چنانچہ ایسا ہوتا آیا ہے؛ لیکن عموماً مصلحین جو ان
لوگوں کو شریعت کی حقیقت کی طرف متوجہ کرتے ہیں اپنے زمانہ میں کامیاب نہیں ہوتے اگر ہم اس ناکامیابی
کی وجوہ پر غور کریں تو حیرت ہوتی ہے کہ اس صورت پرستی میں کیا غضب کی کشش ہے کہ لوگوں کے دل
گوارا نہیں کرتے کہ اس کو ترک کریں بات اصل میں یہ ہے کہ ہر ایک رسم کے ساتھ جو کسی قوم میں رائج ہو
اس قوم کے دل وابستہ ہوتے ہیں ابتداء میں جبکہ کسی مصلح نے اس کو رواج دیا تو آئیتوں اور روائیتوں
سے اس کی ضرورت اور عظمت کا سکہ لوگوں کے دلوں پر جمایا کئی سال تک لوگوں نے اس کو زندہ
رکھا اور سچ تو یہ ہے کہ اس کے ساتھ زندہ رہے اب ایک اور مصلح کھڑا ہوا اور اس رسم کے برخلاف آواز
بلند کی اس کو ہم ایک مثال سے واضح کرتے ہیں؛
ایک دفعہ فریسی اور فقیہ حضرت عیسیٰ کے پاس آئے اور کہا کہ تیرے شاگرد بزرگوں کی روائیت کا
کیوں پاس نہیں کرتے کہ روٹی کھاتے وقت ہاتھ نہیں دھوتے آنحضرت نے فرمایا کہ × × × × × × ×
کیا نہیں سمجھتے کہ جو کچھ منہ میں جاتا ہے وہ پیٹ میں پڑتا اور پاخانہ میں نکل جاتا ہے مگر جو باتیں منہ
سے نکلتی ہیں وہ دل سے نکلتی ہیں اور وہی آدمی کو ناپاک کرتی ہیں کیونکہ برے خیال خونریزیاں
زناکاریاں، حرامکاریاں، چوریاں، جھوٹی گواہیاں، بدگوئیاں، دل ہی سے نکلتی ہیں یہ باتیں ہیں جو
آدمی کو ناپاک کرتی ہیں۔ مگر بغیر ہاتھ دھوئے کھانا کھانا آدمی کو ناپاک نہیں کرتا؛
(متی ۱۵۔ مرقس ۷)
ایک دفعہ فریسیوں نے آنحضرت علیہ السلام سے دریافت کیا کہ کیا یہ روا ہے کہ مرد اپنی بیوی کو چھوڑ دے
آنحضرت علیہ السلام نے جواب میں پوچھا کہ موسیٰ نے تمہیں کیا حکم دیا ہے وہ بولے کہ موسیٰ نے تو

اجازت دی ہے کہ طلاق نامہ لکھ کر چھوڑ دیں۔ آنحضرت علیہ السلام نے فرمایا کہ اس نے تمہاری سخت دلی کے سبب تمہارے لئے یہ حکم لکھا تھا۔ لیکن خلقت کے شروع سے (فطرتاً) خدا نے انہیں مرد اور عورت بنایا اس سبب سے مرد اپنے باپ اور ماں سے جدا ہو کر اپنی بیوی کے ساتھ رہے گا اور وہ اور اس کی بیوی دونوں ایک جسم ہیں اس لئے جسے خدا نے جوڑا ہے ایسے آدمی جدا نہ کرے (متی ۱۹۔ مرقس ۱۰۔ سوتا ۱۶)

حضرت عیسےٰ فریسیوں کو جواب میں حضرت موسےٰ کی کتاب پیدائش (باب ۲) کا حوالہ دیتے ہیں کہ خدا نے مرد اور عورت کو پیدا کیا اور اس کا جوڑہ بنایا اور استدلال فرماتے ہیں کہ جسے خدا جوڑے آدمی کیوں جدا کرے یعنے طلاق منشائے خلقت کے مخالف ہے اور ساتھ ہی یہ بھی بتا دیا کہ حضرت موسےٰ کبھی طلاق کا حکم نہ دیتے مگر اس زمانہ کے سنگدل لوگ ہی ایسے تھے۔

ان مثالوں سے واضح ہو گیا ہو گا کہ معاشرت و سیاسیات وغیرہ میں عوام کی رہنمائی کے لئے بتقاضائے حالات و ضرورت وقت دستور العمل کی حاجت ہے اور اس میں ترمیم و تنسیخ ہوتی چلی آئی ہے اور یہ منشا ارتقا رجوع بہتر سے بہتر صورت کی طرف ہوتا ہے الغرض منشائے شریعت یہی ہے کہ انسان ترقی کرے چونکہ مدارج میں تفاوت ہوتا ہے اس لئے ہر ایک انسان کی ترقی اپنے اپنے فہم و عقل و ہمت و حوصلہ کے مطابق ہوتی ہے کتب مقدس کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ان میں ہدایات ایسی صورت سے منضبط ہوتی ہیں کہ ہر ایک شخص اپنی اپنی سمجھ کے مطابق عمل کر سکتا ہے۔

حالانکہ حضرت عیسےٰ حضرت موسیٰ کے دین پر تھے مگر چونکہ رسم پرست فریسی اور فقیہی اپنے نقطۂ خیال سے یہ سمجھتے تھے کہ آنحضرت موسوی شریعت کے مخالف تعلیم دیتے ہیں اس لئے آنحضرت کو کافر خیال کرتے تھے۔ قرآن میں بھی اس امر کا تذکرہ ہے کہ انہی ظاہر پرست علماء آنحضرت کی والدہ کو کہا کہ

یٰمریم لقد جئت شیئاً فریا یعنے اے مریم بلاشبہ یہ طوفان (حضرت عیسےٰ) کہاں سے اٹھا لائی۔

یا اخت ھٰرون ماکان ابوک امرأ سوءٍ وما کانت امک بغیا۔ اے ہارون کی بہن تیرا باپ اور تیری ماں تو شریعت ناشارت الیہ کے تابع تھے یہ کس شریر لڑکا تو آئین موسوی کے مخالفت کرتا ہے حضرت مریم نے کہا کہ اس سے پوچھو کیا کہتا ہے اور کیوں کہتا ہے۔

جو کچھ حضرت عیسےٰ علیہ السلام اور دیگر انبیا کا حال عوام کالانعام کے ہاتھوں ہوا تاریخی واقعات ہیں الغرض یہی حرام و حلال و روا و ناروا کی بحث ہے جس کو لوگوں نے شریعت سے موسوم کیا ہے۔ خواجہ رحمۃ ظاہر پرستی کا مضحکہ اڑاتے ہیں ؎

روزہ یکسو شد و عید آمد و دلہا برخاست | مے بمیخانہ بجوش آمد و بباید خواست
نوبت زہد فروشاں گراں جاں بگذشت | وقت شادی و طرب کردن رنداں برخاست
بادہ نوشے کہ درو روے و ریائے نبود | بہتر از زہد فروشی کہ درو روے و ریاست
ما نہ مردان ریائیم و حریفان نفاق | آنکہ او عالم سر است بدیں حال گواست
فرض ایزد بگزاریم و بکس بد نکنیم | وانچہ گویند روا نیست نگوئیم رواست

ہماری تحقیق کا یہ نتیجہ ہے کہ خدا پرستی کی ابتدائی صورت یا ابتدائی تحریک قرون اولےٰ میں بت پرستی

تھی بعد قرون اولیٰ کی تمام روایات اور اساطیر اور کتابوں میں اس کا پتہ ملتا ہے۔ رفتہ رفتہ انسانی فہم ترقی کرتا گیا اور اس کے ساتھ صورت کو نظر انداز کرتا چلا آیا۔ اور ان تمام زنجیروں سے جن میں رسم پرست ہمیشہ جکڑے ہوئے ہیں آزادی حاصل کرتے رہے ہیں۔

اس میں کچھ شک نہیں کہ "دین" فطرت ہی ہے اور اس لئے دین اختراع نہیں اور نہ صنعت ہے اسی اختراع اور صنعت کی نسبت خواجہ رح فرماتے ہیں کہ "برخیز تا طریق تکلف رہا کنیم" لیکن یہ امر یاد رکھنے کے قابل ہے کہ بت پرستی خدا پرستی کی پہلی تحریک ہے فی الحقیقت تقاضا فطرت عبودیت" ہے یعنے ممکنات فطرتاً عبودیت کے لئے خلق ہوئے ہیں اور غرض یہ ہے کہ عبودیت سے معبود کی طرف ترقی کرے۔ ؎
ہر کہ خدمت کرد او مخدوم شد۔

"دین" کی تعریف میں محققین نے بہت کچھ لکھا ہے۔ لیکن جامع و مانع تعریف سے قاصر رہے ہیں جس کی وجہ یہ ہے کہ اس حقیقت پر مطلع نہیں ہوئے کہ "دین" کوئی انسانی اختراع نہیں ہے ایک فطری تحریک ہے بعض محققین دین کو "اخلاق" سمجھتے ہیں یعنے جب ہم اپنے تمام اخلاقی فرائض کو منجانب اللہ یقین کرتے ہیں تو یہی اخلاقی فرائض ہمارا دین ہے بعض یہ کہتے ہیں کہ "دین علم" ہے جس کے ذریعہ انسان کو معرفت نفس اور آفاق اور اسکا تعلق معلوم ہوتا ہے اور بعض کی یہ رائے ہے کہ دین ظاہری پرستش ہے جو ہم دیوتاؤں کی کرتے ہیں اور کوئی دین بغیر ظاہری پوجا پاٹ کے ممکن نہیں ایک محقق نے یہ لکھا ہے کہ دین اس ہستی پر ہمارا انحصار ہے جس کو ہم ادراک نہیں کر سکتے مگر جو ہمیں ادراک کرتا ہے ایک اور محقق یہ کہتا ہے کہ دین وہی جس سے ہمیں کامل آزادی نصیب ہو۔

اس میں کچھ شک نہیں کہ کم و بیش دین کی تعریف پر علم و اخلاق و عبادت کا اطلاق ہوتا ہے۔ لیکن سچ تو یہ ہے کہ دین کی جامع و مانع تعریف لفظوں میں مشکل ہے انسان فطرتاً علم کا طالب ہے اور علم ہی کے ذریعہ اپنے اخلاق کو آراستہ کرتا ہے اور عبودیت انسان کی فطرت میں ہے اور یہ بھی اسکی فطرت میں ہے کہ کامل آزادی حاصل کرنا چاہتا ہے۔ لیکن یہ آزادی یہ حریت اس دنیا میں "اطاعت" یا عبادت کے بغیر محال ہے اور کامل حریت اطاعت میں حاصل ہوتی ہے جبکہ ماسوا سے قطع تعلق ہو جاتا ہے جبتک تعلقات علائق میں انسان مقید ہے اس لئے دین عبادت ہی ہے۔ جس کے ذریعہ انسان معبود کے اخلاق حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے اور اس لئے کامل اطاعت ہے جسکا نتیجہ کامل حریت ہے ؎

غلام ہمت آنم کہ زیر چرخ کبود ز ہر چہ رنگ تعلق پذیرد آزاد ست
زیر بار اند درختاں کہ تعلق دارند اے خوشا سرو کہ از بند غم آزاد آمد

غالباً دین کی یہ تعریف جامع و مانع خیال نہیں کی جائیگی لیکن یہ امر یاد رکھنے کے قابل ہے کہ ہم دین کی تعریف کر رہے ہیں نہ کہ "مذہب" کی دین اور مذہب میں اتنا ہی فرق ہے جتنا کہ فطرت اور صنعت میں۔ مذہب انسانی اختراع ہے دین تقاضا فطرت ہے۔ اس کی مثال "رہبانیت" ہے جو محض انسانی اختراع ہے اور فطرت کے مطابق نہیں۔ حضرت انسان نے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے دین میں یہ ایک نیا شاخسانہ نکالا۔ لیکن اس کو نباہ نہ سکے اور نباہ بھی نہ سکتے تھے اسی طرح لوگوں نے خالص دین فطرت پر جو اعتدال ہے افراط و تفریط کی یہ دین نہیں۔ بلکہ لوگوں کا مذہب ہے دین فطرت عبودیت یعنی

کامل اطاعت فطرت ہے اور جیسا کہ ہم لکھ چکے ہیں اس کی غرض یہ ہے کہ ہم معبود کے اخلاق سے متخلق ہو جاویں اور یہ ہو نہیں سکتا جب تک ہم ان تمام قیود نفسانی سے آزادی حاصل نہ کریں جنہوں نے ہماری ہستی کو مقید کر رکھا ہے اگر یہ غرض نہو تو وہ دین ہی نہیں بلکہ لوگوں کا مذہب ہے جو یہ یقین کرتے ہیں کہ ہمارا معبود ان باتوں سے خوش ہوتا ہے جن سے ہم خوش ہوتے ہیں ؎

از ہر چہ بگفتند از کم و بیش | نشانے دادہ اند از دیدۂ خویش
منزہ ذاتش از چند و چہ و چوں | تعالیٰ شانہ عما یقولون

اس لئے قربانی اور دیگر مذہبی رسوم کو ادا کرتے ہیں کہ یہی ذریعہ قرب الٰہی کا ہے دماغ بیہودہ بحث و خیال باطل بست۔ اللہ تعالیٰ غنی عن العالمین ہے وہ نہ کسی بات سے خوش ہوتا ہے نہ رنجیدہ جب علمائے اللہ تعالیٰ کی نسبت ایسے الفاظ استعمال کرتے ہیں کہ یہ بات خدا کو پسند نہیں یا یہ امر خدا کو محبوب ہے تو اس سے وہ کیفیات مراد نہیں ہوتیں جو قلب انسانی میں پیدا ہوتی ہیں اور جنہیں خوشی و رنج سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ بلکہ یہ مراد ہے کہ یہ بات فطرت کے مطابق نہیں یہ امر فطرت کے منشا کے موافق ہے اور تمام اعمال جو ہم سے صادر ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ کی ذات پر اثر نہیں ڈالتے بلکہ خود ہماری ہی ذات پر موثر ہوتے ہیں۔ یعنے اگر ہم کوئی فعل خلاف فطرت کرینگے تو نتیجہ ہمیں ہی بھگتنا پڑے گا اس لئے عبادت ہمارے ہی لئے مفید ہے اگر ہم اس موضوع پر بحث کریں تو ہمیں ڈر ہے کہ اصل مطلب فوت ہو جائے گا۔ اس لئے ہم خواجہ حافظ کے مشرب اور اصطلاح کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

خواجہ رح "صوفی" کو ملامت کرتے ہیں لیکن فی الحقیقت صوفی کو نہیں بلکہ اس طائفہ کو ملامت کرتے ہیں جس کو "متصوفہ" کہتے ہیں۔ جس کی نسبت مولنا جامی رح لکھتے ہیں کہ "آں جماعت اند کہ بعض صفات نفوس خلاص یافتہ اند و بعضے از احوال و اوصاف صوفیان موصوف گشتہ و متطلع نہایات احوال ایشاں شدہ ولیکن ہنوز بازیال بقایائے صفات نفوس متشبث ماندہ باشند و بداں سبب از وصول غایات و نہایات اہل قرب و صوفیہ متخلف گشتہ"۔ لیکن خواجہ رح کے کلام سے واضح ہوتا ہے کہ وہ "صوفی" کا استعمال طایفہ "ملامتیہ" کے مقابلہ میں کرتے ہیں۔ "ملامتیہ" کی نسبت مولنا جامی رح لکھتے ہیں کہ "ملامتیہ جماعتے باشند کہ در رعایت معنے اخلاص و محافظت قاعدہ صدق و اختصاص غایت جہد مبذول دارند در اخفائے طاعات و کتم خیرات از نظر خلق مبالغت واجب دانند با آنکہ ہیچ دقیقہ از صوالح اعمال مہمل نگذارند و تمسک بجمیع فضایل و نوافل از لوازم شمرند و مشرب ایشاں در کل اوقات تحقیق معنے اخلاص بود و لذت ایشاں در تفرد و نظر حق باعمال و احوال ایشاں و ہمچناں کہ عاصی از ظہور معصیت پر حذر بود ایشاں از ظہور طاعت کہ مظنہ ریا باشد حذر کنند تا قاعدہ اخلاص خلل نپذیرد بعضے گفتہ اند الملامتیہ ہو الذی لا یظہر خیرا ولا یضمر شرا (ملامتی وہ ہے جو نیکی کا اظہار نہیں کرتا اور بدی کو پوشیدہ نہیں رکھتا)۔"
طائفہ متصوفہ کی ریاکاری کے متعلق خواجہ رح کے چند اشعار ہم نقل کر چکے ہیں ملامتیہ کی تعریف ملاحظہ ہو ؎

مقام اہل سعادت ملامت است اے دل | گزیں رہت بپریشاں در سعادت باز
من ارچہ عاشقم و رند و مست و نامہ سیاہ | ہزار شکر کہ یاراں شہر بے گنہند

میں چاکر گدایان عشق را کاین قوم — شہان بے کمر و خسروان بے کلہند
غلام ہمت دردی کشان یک رنگم — نہ آن گروہ کہ ازرق لباس و دل سیہند
بہ درد و صاف ترا حکم نیست دم درکش — کہ رزق قسمت رزاق ما ہمیں داد ست
ملامتم بخرابی مکن کہ مرشد عشق — حوالتم بخرابات کرد روز نخست
گر مرید راہ عشقی فکر بدنامی مکن — شیخ صنعان خرقہ رہن خانۂ خمار داشت
گر مدد خواستم از پیر مغاں عیب مکن — شیخ ما گفت کہ در صومعہ ہمت نبود
خوش بود خلوت اگر صوفی ولیکن گرد در — بادہ ریحانی و ساقی مست ریحانی بود
صوفیاں جملہ حریفند و نظر باز ولے — زیں میاں حافظ دل سوختہ بدنام فتاد
گرچہ بر واعظ شہر این سخن آسان نشود — تا ریا ورزد و سالوس مسلمان نشود
نقد صوفی نہ ہمہ صافی و بےغش باشد — اے بسا خرقہ کہ مستوجب آتش باشد
صوفی ما کہ ز ورد سحری مست شدی — شامگاہش نگراں باش کہ سرخوش باشد
خوش بود گر محک تجربہ آید بمیاں — تا سیہ روی شود ہر کہ درو غش باشد
در سماع اے ورز سر خرقہ بر انداز برقص — ورنہ در گوشہ نشیں دلق ریا در برگیر
صوف برکش ز سر بادۂ صافی درکش — سیم در باز و بزر و سیمبرے دربرگیر
بنشاں زلف و صوفی را بہ بازی برقص آور — کہ از ہر رقعہ دلقش ہزاراں بت بیفشانی

محققین صوفیہ اگرچہ "ملامتیہ" کو عزیز الوجود اور شریف الحال سمجھتے ہیں مگر حق تو یہ ہے کہ ابھی تک حجاب میں ہیں اس میں کچھ شک نہیں کہ ریاکار گنہگار سے بے ریا گنہگار بہتر ہے بشرطیکہ موخرالذکر اپنے نفس میں ندامت محسوس کرتا ہو۔ لیکن اگر بنظر تعمق دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ "ملامتیہ" لوگوں کی نظر سے نیکی کو پوشیدہ تو رکھتے ہیں، مگر اپنے نفس سے پوشیدہ نہیں رکھ سکتے اور نیز یہ کہ ابھی تک وجود خلق و نفس کا حجاب ان کے قلب پر ہے۔ اگر یہ نہ ہوتا تو خلق سے اپنے اعمال کو پوشیدہ رکھنے کی ضرورت نہ ہوتی اس لئے "ملامتیہ" اگرچہ ریاکار صوفیہ سے بہتر ہیں مگر ان لوگوں کے مرتبہ کو نہیں پہنچ سکتے جو ماسوے کو درمیان میں دیکھتے ہی نہیں خواجہ حافظ اگرچہ متصوفہ اور ریاکار زہاد کے مقابلہ میں "ملامتیہ" کی تعریف کرتے ہیں مگر اس کا اپنا مذہب یہ نہیں ہے۔ مگر ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ تمام مراحل آپ نے طے کئے ہیں آپ کا مذہب "قلندریہ" ہے جس کی تعریف یہ ہے کہ "ملامتیہ" کی طرح لوگوں میں ظاہر حال کی خرابی کے در پے نہیں ہوتے بلکہ وہ ظاہر پرستوں کے رسوم و عادات کی تخریب میں لگے رہتے ہیں اور ان تمام قیود سے جن میں ظاہر پرست جکڑے ہوئے ہیں آزاد ہوتے ہیں اور زہاد اور عباد کی طرح وہ زہد و عبادت میں مشغول نہیں رہتے۔ بلکہ اعمال پر بھی ان کا بھروسہ نہیں ہوتا۔ لیکن فرائض ادا کرتے ہیں اور اسباب دنیوی کے جمع کرنے میں اوقات ضائع نہیں کرتے بلکہ قانع ہوتے ہیں بقول مولانا جامی ملامتیہ اور قلندریہ بوجہ عدم ریا مشابہ ہوتے ہیں لیکن ان میں فرق یہ ہے کہ ملامتی جمیع نوافل و فضائل سے تمسک ڈھونڈتا ہے۔ لیکن ان کو خلق کی نظر سے پوشیدہ رکھتا ہے۔ لیکن قلندر حد فرائض سے نہیں گذرتا۔ اور خلق سے اپنے اعمال کے اظہار و اخفا کی پرواہ نہیں کرتا لیکن وہ طائفہ جو اس وقت قلندر

کہلاتا ہے اور اسلام کی اطاعت سے منحرف ہے ان اوصاف سے خالی ہے جس کا ذکر ہو چکا ہے برائے نام قلندر ہیں اگر ان کو "حشویہ" کہیں تو موزوں ہے۔ انہی لوگوں کی نسبت خواجہ حافظ فرماتے ہیں کہ

ہزار نکتۂ باریکتر ز مو اینجاست — نہ ہر کہ سر بتراشد قلندری داند

لیکن قلندر کی تعریف میں یہ لکھتے ہیں کہ

وقت آں شیریں قلندر خوش کہ در اطوارِ سیر — ذکر تسبیح ملک در حلقۂ زنار داشت
غلام ہمت آں رند عافیت سوزم — کہ در گدا صفتے کیمیا گری داند
بندۂ پیر خراباتم کہ درویشان او — گنج را ز بے نیازی خاک بر سر میکنند
ہر کہ از خود شد مجرد در طریق عاشقے — از غم بود و نبود چہ آگاہی دہاد کاں چہ کار
سوئے رندان قلندر بہ رہ آورد سفر — دلق پشمینہ و سجادہ بطامات برم

حقیقی قلندر کی تعریف خواجہ رح اکثر اشعار میں کرتے ہیں ہے

غلام ہمت آنم کہ زیر چرخ کبود — ز ہر چہ رنگ تعلق پذیرد آزاد است
ما نہ مردان ریائیم و حریفان نفاق — آنکہ او عالم سرا است بدیں حال گواست
فرض ایزد بگذاریم و بکس بد نہ کنیم — وانچہ گویند روا نیست نگوئیم روا است

المختصر تصوف پر بحث تو مختلف پہلوؤں سے ہوسکتی ہے۔ لیکن یہ دعوے کہ تصوف اور اسلام دو متضاد اصطلاحیں ہیں غلط فہمی پر مبنی ہے اور یہ دعوے وہی لوگ کرینگے جو نہ تصوف اور نہ اسلام کی حقیقت سے واقف ہیں سب سے اول یہ دیکھنا ہے کہ اسلام کیا ہے؟ اور یہ معلوم کرنے کے لئے تحقیق کرنا چاہیئے کہ اس کی ابتدا کیا ہے؟ ہم مختصر مگر کافی بحث اس موضوع پر کر چکے ہیں۔ اور جس نتیجہ پر ہم پہنچے ہیں اس کے رو سے یہ تو ثابت نہیں ہوتا کہ اسلام اور تصوف دو متضاد چیزیں ہیں البتہ ہم یہ تسلیم کرنے کے لئے تیار ہیں کہ اسلام کی ابتدائی صورت اس سے مختلف تھی جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں تھی۔ لیکن اختلاف صورت سے نوعیت اور حقیقت میں کچھ فرق پیدا نہیں ہوسکتا۔ "عبادت" ایک فطری جذبہ ہے انسان ابتدائے آفرینش سے عبد اور عابد رہا ہے اور اب بھی ہے اور یہ امر ہمارے مشاہدہ میں آچکا ہے۔ کہ انسان عموماً بندہ پرست یا خود پرست ہوتا ہے۔ پرستش انسانی خاصہ ہے اگر خدا پرست نہیں تو کسی نہ کسی چیز کی پرستش ضرور کریگا اگرچہ پرستش مختلف معبودوں کی ہو رہی ہے مگر جذبہ کی نوعیت اور حقیقت ایک ہی ہے انسان خدا پرست ارتقا کے زیر اثر ہوا ہے۔ ابتدا میں یہی بت موجود تھے بچپن میں جو فعل بچہ سے صادر ہوتے ہیں قابل مواخذہ نہیں ہوتے لیکن اگر وہی فعل کسی عاقل اور بالغ سے ظہور میں آئے تو ناقابل معافی ہے قرن اولیٰ میں جب فہم بلوغت کی حد تک نہ پہنچا تھا بت پرستی ناگزیر امر تھا۔ لیکن اب سخت مذموم ہے اب دیکھنا یہ ہے کہ تصوف کیا سکھاتا ہے خواجہ رح کے نصائح اور سلوک کے تحت ہم نے مختصر بحث کی ہے یہی تعلیم اسلام ہے خواہ یہ اسلام عرب میں ہو یا ایران یا ہندوستان یا یونان میں ہو اور خواہ اصطلاح ایک ہی ہو یا مختلف تعلیم ایک ہی ہے اس کا اثر ایک ہی جا ہے البتہ افراط و تفریط انسانی اختراع ہے معترضین کو اعتراض کرتے وقت اعتدال کو ہاتھ سے نہ دینا چاہیئے افراط و تفریط پر اعتراض کرتے ہوئے خود افراط و تفریط میں نہ پڑنا چاہیئے "ریا" مذموم ہے اور عبادت

دنہار صوفی حقیقی ریاکار نہیں ہوسکتے لیکن اگر کوئی ہو تو ریا کی مذمت کرنی چاہیئے نہ کہ صوفی اور تصوف کی البتہ جو حضرات یہ کہتے ہیں کہ خود پرستی ہی اسلام ہے ان کو ہم یہی کہینگے۔

ما با تو نداریم سخن خیر و سلامت

خودی اور خود پرستی محض کفر ہے اور یہ اہل دنیا ہی کے لیئے زیبا ہے اہل آخرت اور اہل اللہ کی عالی ہمتی اس امر کے مقتضی ہے کہ سب سے پہلے اس کو فنا کرنے میں سعی بلیغ کریں دنیا میں جنگ و جدل اور غلامی اور تمام مذموم اور قبیح باتیں اسی خودی کا نتیجہ ہیں یہ امر کہ "خودی" کے بیا اور وہ فائدے ہیں۔ ایک مغالطہ ہے اور نیز یہ امر فراموش نہ کرنا چاہیئے کہ اللہ تعالےٰ ظلمت سے نور پیدا کر سکتا اور کرتا ہے اور دنیع جہان اسی طرح واقع ہوئی ہے کہ دنیا میں کوئی امر اور کوئی شئے بے فائدہ نہیں لیکن فائدہ اور نقصان دو اعتباری اصطلاحیں ہیں اور ایک شئے دوسری شئے کے تعلق سے مفید اور مضر ظاہر ہوتی ہے بذاتہ کوئی شئے نہ مفید ہے نہ مضر اسی طرح خودی خمر کی طرح جو بیخود بناتی ہے ضرور فائدہ مند ہے اور جو خمر کو مفید سمجھ کر پیتے ہیں اس کی مضرتوں سے بھی واقف ہونگے اور ان کو معلوم ہوگیا ہوگا کہ نفع قلیل اور نقصان کثیر ہے۔

یہ امر ہمارے مشاہدہ میں آچکا ہے کہ ہر ایک شئے اپنی ہستی قائم رکھنے کے لئے جد و جہد کرتی ہے اس حد تک "خودی" ایک فطری جذبہ ہے اور کوئی شخص اسے مذموم نہ کہیگا اسکی مثال ایسی ہے کہ ایک بادشاہ دوسرے بادشاہ کے ملک پر حملہ کرتا ہے دوسرا مدافعت کرتا ہے حملہ مذموم فعل ہے۔ لیکن مدافعت مستحسن ہے اسی طرح اپنی ہستی قائم رکھنے کے لئے مدافعت پسندیدہ ہے۔ لیکن جب خودی کے فطری جذبہ پر نفسانیت کا رنگ آجاتا ہے تو انسان افراط و تفریط میں آرہتا ہے یا تو دیگر انسانوں کی ہستی مٹانے پر آمادہ ہوجاتا ہے یا ایسا کاہل ہوجاتا ہے کہ خود بخود لٹ جاتا ہے دونوں مذموم ہیں یہ افراط و تفریط جنکو خودی سے تعبیر کیا جاتا ہے اسلام کے سخت مخالف ہے اسلام توحید اور اخوت کی تعلیم دیتا ہے خودی خود پرستی اور مغائرت اور منافرت سکھاتی ہے اسلام محبت ہے اور اخوت محبت ہی سے وابستہ ہے خودی نفرت اور عداوت ہے یہ امر ظاہر ہے کہ اگر کوئی کسی پر حملہ نہ کرے تو مدافعت کی بھی ضرورت نہیں اگر ایک شخص کسی کے ساتھ بدی کرتا ہے تو لازم ہے کہ اس کو بدی سے باز رکھا جائے نہ یہ کہ اُس کے ساتھ ویسی ہی بدی کی جائے "جزاؤ سیئۃ سیئۃ مثلھا" بدی کا بدلہ ویسے ہی ایک بدی ہے کوئی نیکی نہیں ہے " عفو " نیکی ہے۔

لیکن "خودی" جو دیگر دنیوی تعلقات کے لحاظ سے ایک حد تک پسندیدہ ہے بہ تعلق عبادت سخت مذموم ہے ہم بیان کرچکے ہیں کہ عبودیت خاصہ انسانی ہے۔ اگر انسان خدا پرست نہوگا تو بت پرست ہوگا۔ لیکن بت پرستی خودی سے بہتر ہے۔ بت پرستی میں وہ فطری جذبہ موجود ہے جو خدا پرستی میں ہے یعنے عابد اپنے معبود کے حضور اپنی ہستی یا خودی ہی کو فنا کر دیتا ہے عبادت کا منشا خودی کے ساتھ پورا ہو نہیں سکتا۔ جو اس نکتہ کو سمجھتے ہیں وہ آیۃ ماخلقت الجن والانس الا لیعبدون کی تفسیر کے محتاج نہیں ہیں جبکہ ہماری خلقت کا منشا عبادت ہی ہے اور یہ پورا نہیں ہوسکتا جبتک ہم خودی کو محو نہ کردیں تو سوال یہ ہے تصوف یا خودی میں سے اسلام کے مطابق کون ہے ہم لکھ چکے ہیں کہ اسلام کامل اطاعت ہے جسکا نتیجہ کامل آزادی ہے جس کو اصطلاح میں فنا و بقا کہتے ہیں۔

یہ ناممکن ہے کہ انسان باوجود خودی بقا حاصل کر سکے۔

ہم لکھ چکے ہیں کہ دنیا میں ہر ایک شے اپنی ہستی قائم رکھنے کے لئے جدوجہد کرتی ہے یہی جدوجہد ہے
جو ارتقا کی روح رواں ہے قانون قدرت یہ ہے کہ ہر ایک شے اس جدوجہد میں اپنی "خودی" کو جو ادنےٰ
ہے رفتہ رفتہ محو کرتی جاتی ہے اور اعلےٰ مدارج کی طرف عروج کرتی ہے۔ زیر اثر ارتقا ہر ایک شے کا
اول جو خودی ہے فنا ہوتا رہتا ہے اور اس کا آخر جو بہتر ہے باقی رہتا ہے وللاخرۃ خیر لک من الاولیٰ
اور والاخرۃ خیر وابقیٰ کی یہی تفسیر ہے۔ حضرت انسان جو کسی وقت "لم یکن شیئاً مذکورا" ۔ مگر آج لقد
خلقنا الانسان فی احسن تقویم کا شاہد ہے اخلاقی زندگی سے بہت زیادہ ہے۔ خودی جہاں تک حیوانیت
کا تعلق ہے نہایت پسندیدہ ہے لیکن بڑے اخلاق سخت مذموم ہے علاوہ ازیں یہ امر بالبداہت ثابت
ہے کہ جب تک ہم خودی کو نہ مٹائیں ہم ایک نئی زندگی جو اعلےٰ ہے حاصل نہیں کر سکتے، اگر خودی کو قائم
رکھا جائے تو ارتقا محال ہے۔

ہم اتنا تو تسلیم کرنے کے لئے تیار ہیں کہ اہل دنیا جنکی توقعات اسی دنیا میں محدود اور اسی دنیا
سے وابستہ ہیں خود پرستی کو جتنا بھی اچھا کہیں صحیح ہے "خودی" کے بغیر ان کی زندگی محال ہے لیکن
اہل اللہ جو اپنے معبود کے اخلاق حاصل کرنے کے لئے سعی کرتے ہیں کبھی مقصود حاصل نہیں کر سکتے
اگر خود پرست ہوں ؎

فکر خود ورائے خود در عالم رندی نیست
کفر است دریں مذہب خود بینی و خود رائے

مرشد اور اس کی ضرورت

کل علماء و حکماء کا ہر ایک زمانہ میں اس امر پر اتفاق ہے کہ انسانی فلاح
وبہبودی علم وعمل پر موقوف ہے اقتداء کی صلاحیت صرف وہی
شخص رکھتا ہے جس کی ذات میں علم وعمل جمع ہوں علماء نے علم کی یہ تعریف کی ہے کہ علم وہ ہے جس سے
معلوم اس طرح صاف صاف منکشف اور متمیز ہو جائے کہ شک وشبہ کی بالکل گنجائش نہ ہو۔ مثلاً ہمیں
معلوم ہے کہ دو سے تین زیادہ ہیں اگر کوئی شخص معجزے دکھائے اور کہے کہ نہیں دو زیادہ ہیں تین سے
تو ہم ہرگز ہرگز باور نہ کریں گے اس لئے جو یقین علم سے حاصل ہوا ایسا پختہ ہوتا ہے کہ شک وشبہ سے
متزلزل نہیں ہوتا اس کو اصطلاح میں علم الیقین کہتے ہیں جیسے ہماری سعی اور کوشش ہے جو علم کے مطابق
اور مناسب ہو اور جس کی غرض نتائج علم حاصل کرنا ہے یعنے ہدایت اور رحمت کے حصول کے لئے ہماری
جدوجہد اور سعی ہمارا عمل ہے۔ لسان مذہب میں "ایمان" سے تعبیر کیا گیا ہے علم کا تعلق قلب سے
ہے اور عمل۔

حکماء نے علم ویقین میں یہ فرق بتایا ہے کہ علم مشاہدہ عینی ہے اور یقین سماعی ہوتا ہے مثلاً اگر ہم نے
مصر جو دریائے نیل سے سیراب ہوتا ہے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ "ہمیں مصر کا علم
ہے" اگر مشاہدہ عینی نہیں تو سماعی شہادت پر یقین کرتے ہیں یعنے کسی ایسے شخص کی شہادت پر
جسنے مصر کو اپنی آنکھوں سے دیکھا یقین کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم یقین کرتے ہیں کہ مصر ہے کے
ذرائع علم جو ہمارے پاس موجود ہیں یہی حواس ظاہری اور باطنی ہیں اور ایک دوسرے کا غیر ہے

سمع بصر کا اور بصر سمع کا کام نہیں دے سکتی اس لیئے ان حواس کی شہادت اپنے اپنے حلقہ ہی میں معتبر ہوگی مثلاً ہمارے کان میں ایسی آوازیں آتی ہیں جنہیں ہم سروں سے تعبیر کرتے ہیں جہاں تک سمع کا تعلق ہے ہمیں ان سروں کا علم حاصل ہے بصر کو سروں کا علم ہو ہی نہیں سکتا لیکن جب ہم کسی شخص کو دیکھتے ہیں کہ گا رہا ہے تو ہم سمع و بصر کے ذریعہ سے کہتے ہیں کہ اس شخص کی سریں ہمارے کان میں پڑتی ہیں المختصر ہر ایک حس کا استعمال اپنے اپنے موقع و محل پر جس کے لیئے وہ وضع ہوئی ہے ذریعہ علم ہے مصر کا علم شہادت عینی کا مقتضی ہے۔ اس لیئے ذرائع علم کی تعریف یہ ہو سکتی ہے جو شاہد اول ہو یا جس کی شہادت بلاواسطہ ہو مگر یہ تعریف ہی جامع و مانع نہیں ایک شخص مصر کی موجودگی کا ایسا ہی یقین کرتا ہے جیسا کہ دوسرا جس نے مصر کو دیکھا ہے دونوں مصر کے متعلق شک و شبہہ میں نہیں ہیں اور جب ہم علم ہیئت پر غور کرتے ہیں تو واضح ہوتا ہے کہ ہم ان لوگوں کی عینی شہادت پر یقین کرتے ہیں جو ہم سے صدہا سال بیشتر گذر چکے ہیں اور جن کے مشاہدات کی تصدیق ہم خود بھی نہیں کر سکتے اسیطرح ہم ہر ایک زمانہ میں دوسروں کے مشاہدات سے فائدہ اٹھاتے ہیں اگر شہادت اول ہی ذریعہ علم ہو تو دنیا میں ہر ایک ترقی کا سلسلہ منقطع ہو جائے ہمیں مجبوراً شہادت ثانوی پر یقین کرنا پڑتا ہے اس کو لسان مذہب میں "عقیدہ" کہتے ہیں۔

علم اور عقیدہ میں یہ فرق ضرور ہے کہ علم تحقیق سے اور عقیدہ تقلید سے حاصل ہوتا ہے۔ لیکن کسی شے کا علم حقیقی تقلید کے بغیر حاصل ہو ہی نہیں سکتا، یعنے حصول علم کے لیئے ہمارے لیے لازمی امر ہے کہ ابتداً کسی مقلد بنیں "اصطلاح" میں تقلید کو "بت پرستی" اور تحقیق کو حق پرستی کہتے ہیں۔ بت پرستی کفر ہے اور حق پرستی اسلام ہے لیکن بقول خواجہ معین الدین اجمیری رح "کفرے کہ باسلام رساند عین اسلام است"

ہم نے عبودیت کے تحت مفصل بحث کی ہے کہ قرون اولی میں بت پرستی عام تھی اور سچ پوچھو تو اب بھی کچھ کم نہیں قرون اولی میں عبودیت کا تقاضا بت پرستی ہی تھا قانون ارتقاء کے زیر اثر فہم انسانی بلوغ کو پہنچا اور حق پرستی کا آغاز ہوا اس لیئے یہ کہنا کچھ بیجا نہیں کہ حق پرستی کی ابتدا بت پرستی تھی۔

بت پرستی سے خدا ملتا ہے آخر اے دل۔
بت ہی مسجود خلائق تھے خدا سے پہلے (مولف)

بقول خواجہ حافظ رح — در کارخانہ عشق از کفر ناگزیر است۔

کوتہ اندیشی سے بت پرستی پر اعتراض تو کیا جاتا ہے۔ لیکن عموماً معترضین اگر گریبان میں منہ ڈال کر دیکھیں تو نہایت ہی ذلیل بت پرستی میں مبتلا ہیں اور لطف یہ ہے کہ اسکو حق پرستی سمجھتے ہیں۔

اصطلاح صوفیہ کرام رض میں "مرشد" اور "رسول" کو "بت" سے تعبیر کرتے ہیں انہی کی تقلید بت پرستی ہے انہی بتوں میں جلوہ خدائی نظر آتا ہے آخر سالک ان کے نقش قدم پر چل کر منزل مقصود تک پہنچ جاتا ہے ؎

محال ست سعدی کہ راہ صفا — تواں رفت جز در پئے مصطفےٰ

فی زماننا بعض اہل الرائے یہ کہتے ہیں کہ ؎

چشمے داری و عالمے در نظر ست   دیگر چہ بہ علم و کتابت باید

اگر یہ لوگ اپنے دعوے میں سچے ہیں تو "چشم ما روشن دل ما شاد"۔ لیکن جیسا کہ ہم علم ہیئت کی مثال سے واضح کر چکے ہیں اور اپنے روزمرہ کے کاموں میں دیکھتے ہیں کہ اس کے سوا چارہ نہیں کہ ہم دوسروں کے مشاہدات اور تجربات کا فائدہ اٹھائیں تو یہ دعوے پایۂ ثبوت کو عملاً نہیں پہنچتا خدا نے ہمیں آنکھیں دی ہیں اور اس واسطے دی ہیں کہ ہم دیکھیں لیکن علم و کتابت سے بے نیازی انہیں ثابت نہیں کر سکتی اگر خدا نے کسی شخص کو قلب سلیم عطا فرمایا ہے اور وہ نور بصیرت سے صراط مستقیم پر چل رہا ہے تو اسے خدا کا شکر کرنا چاہیئے لیکن ایسی مثال سے جو شاذ ہے ضرورت استاد کی نفی نہیں ہوتی۔

بعض اصحاب یہ کہتے ہیں کہ رسول ہی ایک مرشد کافی ہے اور آنحضرت کی تعلیم یعنے قرآن کی موجودگی میں نہ کسی مرشد اور نہ کسی تلقین کی ضرورت ہے ہم اس دعوے پر بھی صاد کرتے ہیں۔ اگر مدعی اپنے دعوے میں سچا ہے اور رسول کریم کے نقش قدم پر چل رہا ہے تو وہ رہبر کامل کی تقلید کر رہا ہے وہ استاد کی ضرورت کو خود تسلیم کرتا ہے۔

ایک ہم ہیں کہ ہر ایک امر میں ضرورت مرشد کی محسوس کرتے ہیں بلکہ ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ خدا تعالٰے نے ان لوگوں کو کیسا روشن دل و دماغ دیا ہے کہ مرشد اور رسول سے بے نیاز ہیں ان لوگوں کو اللہ تعالٰے کے اس نادر عطیہ کا شکریہ ادا کرنا چاہیئے اور ہمارے جیسے طالبان حق کی دستگیری میں دریغ نہ کرنا چاہیئے یہاں تک ہم نے غور کیا ہے یہی معلوم ہوا ہے کہ مشاہیر عالم بھی ہماری طرح مدتوں بھٹکتے رہے اور کسی مرد کامل کی تلاش میں مارے مارے پھرتے رہے۔

کلید گنج سعادت قبول اہل دل است   مباد کس کہ دریں نکتہ شک و ریب کند
شبان وادی ایمن گہے رسد بمراد   کہ چند سال بجاں خدمت شعیب کند

حضرت موسے ع کو بھی ایک دفعہ ایک ایسے ہی آدمی کی تلاش تھی آخر مل گیا یہ بزرگ روایتوں میں خضر ع کے نام سے مشہور ہے حضرت موسے ع اور خضر کی ملاقات اور رفاقت کا تذکرہ قرآن میں مفصل ہے حضرت خضر علیہ السلام نے حضرت موسے علیہ السلام کی رفاقت اس شرط پر منظور کی تھی کہ حضرت موسیٰ ع اپنے رہبر کے کسی قول و فعل پر معترض نہ ہونگے مگر حضرت موسے علیہ السلام سے نہ رہا گیا اور بار بار اس عہد کو توڑا آخر رہبر نے آنحضرت ع کو خوش اسلوبی سے رخصت کیا۔ آنحضرت علیہ السلام کی غرض پوری ہو چکی تھی اور جو کچھ سیکھنا تھا سیکھ چکے تھے انہی واقعات کو پیش نظر رکھتے ہوئے خواجہ حافظ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

بمے سجادہ رنگیں کن گرت پیر مغاں گوید   کہ سالک بے خبر نبود زراہ و رسم منزلہا

مسیح حضرت یحییٰ کے پاس اصطباغ پانے کے لیئے آئے اور آنحضرت ع کے حلقہ ارادت میں داخل ہوئے (متی ۳-۱۳- مرقس ۱-۹- لوقا ۳-۲۱)

یہ تو اولوالعزم پیغمبروں کا حال ہے اولیا اللہ کے تذکروں میں بھی یہی مذکور ہے کہ طلب حق میں شہر بہ شہر گئے بلکہ جنگلوں کی خاک چھانی۔ حضرت بایزید بسطامی رح سے بزرگ صدہا بزرگوں سے ملے اور ان کی صحبت سے مستفیض ہوئے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بزرگ بھی ابتدا میں ہماری ہی طرح

ضرورت مرشد محسوس کرتے تھے مولانا روم رح فرماتے ہیں کہ ؎

گر جدا بینی ز حق ایں خواجہ را　　گم کنی ہم متن و ہم دیباچہ را

ہمارے خواجہ رح اپنے تجربہ کی اور اس لئے پتہ کی بات کہتے ہیں فرماتے ہیں کہ ؎

بکوئے عشق منہ بے دلیل راہ قدم　　کہ من بخویش نمودم صد اہتمام و نشد

خواجہ رحمۃ اللہ اپنا تجربہ یہ بیان فرماتے ہیں کہ مینے بھی صدہا اہتمام کئے کہ اس راستہ میں رہبر کے بغیر قدم ہی نہ رکھنا چاہیئے ایک مقام پر فرماتے ہیں کہ ؎

یا منہ بر خود کہ مقصد گم کنی　　یا منہ پا اندریں رہ بے دلیل

یعنے اگر اس راستہ میں رہبر کے بغیر قدم رکھتا ہے تو پہلے ہی فرض کرلے کہ منزل مقصود پر نہ پہنچیگا اور اس لئے عقلمندی یہی ہے کہ رہبر کے بغیر قدم رکھنا ہی نہ چاہیئے ورنہ یقینی نتیجہ یہی ہے کہ ہرگز ہرگز منزل مقصود پر نہ پہنچو گے ؎

قطع ایں مرحلہ بی ہمرہی خضر مکن　　ظلمات است بترس از خطر گمراہی

خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کے خیال میں سکندر و خضر کا مشہور قصہ تھا چنانچہ سکندر کی نسبت تو آپ کا یہی فتویٰ ہے کہ ؎

اے سکندر بنشیں و غم بیہودہ مخور　　کہ نہ بخشند ترا آبحیات از شاہی

اور سچ بھی یہی ہے کہ ؎

ہم خدا خواہی و ہم دنیائے دوں　　ایں خیال است و محال است و جنوں

اجتماع ضدین محال ہے "آبحیات" کی اگر تلاش ہے تو پہلے ظلمات اور اس گمراہی کے خطرہ کا بھی صحیح صحیح اندازہ کرنا چاہیئے یہ مرحلہ خضر کی رفاقت کے بغیر قطع ہو ہی نہیں سکتا جسنے یہ منزلیں دیکھی ہوئی ہیں، اور چونکہ وہ راہ و رسم اور منزلہا سے واقف ہے اس لئے اس کی متابعت کرنی چاہیئے اور حضرت موسے علیہ السلام کے واقعہ سے سبق حاصل کرنا چاہیئے۔ اگرچہ روایتوں اور حکایتوں سے جو محض قیاسی ہیں یہ واضح ہوتا ہے کہ خواجہ رح کا کوئی مرشد نہ تھا مگر آپ کے کلام سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ آپ کا پیر و مرشد ضرور کوئی تھا اشعار محولہ بالا سے واضح ہوتا ہے کہ خواجہ رح کی یہ رائے ہے کہ مرشد کے بغیر کوئی سالک منزل مقصود پر نہیں پہنچ سکتا اور یہ کہ جبتک مینے مرشد کا وسیلہ نہ ڈھونڈا محروم ہی رہا۔

خواجہ رح اکثر اشعار میں یہ بھی بتاتے ہیں رہبر کن اوصاف سے موصوف ہونا چاہیئے ؎

خاماں رہ نرفتہ چہ دانند ذوق عشق　　دریا دلے بجوئے دلیرے سر آمدے

طبیب رہ نشین سر عشق نشناسد　　ببر و بدست کن اے مردہ دل مسیح دمے

مرید طاعت بیگانگاں مشو حافظ　　ولے معاشر رنداں پارسا مے باش

مدد از خاطر رنداں طلب اے دل ورنہ　　کار صعب است مبادا کہ خطائے بکنیم

سایۂ طائر کم حوصلہ کارے نکند　　طلب سایۂ میمون ہمائے بکنیم

حسب ذیل اشعار پر غور کرنا چاہیئے ؎

گرچہ راہیست پراز بیم زما تا بردوست
رفتن آساں بود ار واقف منزل باشی

دریا و کوہ در رہ من خستہ و ضعیف
اے خضر پے خجستہ مدد کن بہمتم

کار از بیرود مدد اے دلیل راہ
انصاف میدہیم کہ از رہ فتادہ ایم

ہمتم بدرقہ راہ کن اے طائر قدس
کہ دراز است رہ مقصد و من نوسفرم

یہ امر کہ یہ راستہ کیسا خطرناک ہے اور یہ کام کیسا صعب ہے مناسب موقع پر خواجہ رح کے لفظوں میں ظاہر کیا جائیگا اس مقام پر غلط فہمی کا ازالہ مناسب معلوم ہوتا ہے جو بعض اصحاب کو اعتراض کی صورت میں پیدا ہوئی یا پیدا کی جاتی ہے کہ مرشد پرستی بت پرستی ہے اور حق پرستی کے مخالف ہے اور کفر و شرک ہے اس سے مرشد پرست خدا اور رسول کی متابعت تو کیا سکھائیں گے اور گمراہی کا باعث ہو گئے ہیں اس کا مفصل جواب ہم عبودیت کے تحت دیں گے بالاختصار یہ ظاہر کیا گیا ہے کہ اگر یہ کفر ہی ہو تو چونکہ اسلام کی طرف رہنمائی کرتا ہے اس لیے کفر حقیقی نہیں اور اس کے سوا چارہ بھی نہیں اور اگر صرف متابعت اور اطاعت کفر ہے تو آخر رسول بھی تو ایک بشر ہے اس کی اطاعت کس لیے فرض ہے؟

جب سالک کو کوئی خضر وقت مسیح دم ایسا رہبر کامل جو "راہ و رسم منزلہا" سے واقف ہے۔ خوش قسمتی سے مل گیا تو یہ پہلے ہی یقینی امر ہے کہ ایسا مرشد کامل کوئی حکم خلاف احکام خدا و رسول مرید کو نہ دے گا۔ لیکن جیسے خضر و موسے علیہ السلام کے تذکرہ سے واضح ہوتا ہے اگر مرشد کا ارشاد بظاہر خلاف شریعت بھی معلوم ہو تو طالب کے لئے بے چون و چرا اطاعت واجب ہے کیونکہ اس راستہ کے اسرار و غوامض سے بالکل ناواقف ہوتا ہے اور مصلحت وقت کا تقاضا یہی ہوتا ہے کہ یہ طالب پر مناسب وقت اور موقع پر بذریعہ حال منکشف ہوں پیش از وقت انکا اظہار بذریعہ قال حجاب کا باعث ہوتا ہے اور مقصد حاصل نہیں ہوتا ؎

چو بشنوی سخن اہل دل مگو کہ خطاست
سخن شناس نۂ دلبرا خطا اینجاست

خواجہ رح کی رائے اس معاملہ کی نسبت ہم ظاہر کر چکے ہیں کہ آپ کا محققانہ فیصلہ یہ ہے کہ اس خطرناک مرحلہ میں رہبر کے بغیر قدم ہی نہ رکھنا چاہیئے آپ کے کلام سے واضح ہوتا ہے کہ آپ نے ذاتی جد و جہد سے اس مرحلہ کو طے کرنا چاہا مگر کچھ کام نہ بنا۔ آخر خود فرماتے ہیں کہ؎

سالہا پیروی خدمت رنداں کردم
تا بفتوئے خرد حرص بزنداں کردم

من بسر منزل عنقا نہ بخود بردم راہ
قطع ایں مرحلہ با مرغ سلیماں کردم

ان اشعار سے واضح ہوتا ہے کہ خواجہ رح کا کوئی مرشد ضرور تھا نہ صرف یہی بلکہ آپ اکثر اہل اللہ کی صحبت سے مستفیض ہوتے رہے اور اس صحبت کا یہ اثر ہوا کہ حرص و ہوا دنیا طلبی سے آپ نے کنارہ کیا لیکن منزل مقصود پر مرغ "سلیمان" کی بیعت میں پہنچے۔

خواجہ حافظ رحمۃ اللہ اکثر اشعار میں رسول کریم کو دیگر انبیا میں بوجہ مناسبت خاتم نبوت یا اسلیے کہ آنحضرت خاتم النبیین ہیں اور اسلیے بھی کہ آنحضرت کا شاہانہ جلال و حشمت خاص مناسبت رکھتا ہے سلیمان سے تشبیہ دیتے ہیں فرماتے ہیں کہ

گرچہ تیسرمیں دہناں بادشہانند و لے
آں سلیمان زمان ست کہ خاتم با اوست

در حشمت سلیمان ہر کس کہ شک نماید — بر عقل و دانش او بخندند مرغ و ماہی

اس لیے مرغ سلیمان وہ ہدہد فرخندہ فال ہے جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دربار دُربار میں حاضر رہتا ہے اور جس کے توسل سے عاشقان حبیب خدا کو بھی باریابی کا موقع ملتا ہے اور یہ مرشد کامل ہی ہو سکتا ہے خواجہ رح نے ایسے ہی مرغ سلیمان علیہ السلام کی معیت میں یہ مرحلہ طے کیا اس کے بعد فرماتے ہیں کہ ؎

صبح خیزی و سلامت طلبی چوں حافظ — ہر چہ کردم ہمہ از دولت قرآں کردم

مرا ازیں ظلمات آنکہ رہنمائی کرد — دعائے نیم شبے بود و گریۂ سحرے

فی زمانناکچھ تو پیران جاہل اور شیخان گمراہ نے لوگوں کو بدظن کر دیا ہے جو بقول خواجہ رحمۃ اللہ "تماماں رو نرفتہ" اور "طبیب راہ نشیں" اور "طائر کم حوصلہ" اور "بیگانہ نہیں" یہ "قاطعان طریق" ہیں کچھ شک نہیں گمراہی کا باعث ہوتے ہیں، مولنا روم فرماتے ہیں کہ ؎

اے بسا ابلیس آدم روئے ہست — پس نبائد داشت در ہر دست دست

لیکن دنیا میں جہاں سچ بھی ہے جھوٹ بھی ہے، بلکہ ایک دوسرے پر دلیل ہے جس طرح نور و ظلمت کی کیفیت ہے اس لئے کوئی وجہ نہیں کہ ہم ظلمت سے ڈر کر نور سے بھی چشم پوشی کریں،

اور کچھ سلف صالحین کی تصنیفات ٹھوکر کا باعث ہوتی ہیں مگر دراصل یہ اپنے ہی فہم کا قصور ہے

چو بشنوی سخن اہل دل مگو کہ خطا است — سخن شناس نئی دلبرا خطا اینجاست

ایسی کتابوں کا مطالعہ "استاد" کی مدد کے بغیر نہ کرنا چاہیئے ؎

سعی نا کردہ دریں رہ بجائے نرسی — مزد اگر مے طلبی طاعت استاد ببر

ایک تو لوگ اصطلاح صوفیہ کرام سے ناواقف ہوتے ہیں اور اس لئے اپنے نقطہ خیال سے جو کچھ سمجھتے ہیں وہ مصنف کے خیال سے بہت بعید ہوتا ہے دوسرے سچ تو یہ ہے کہ اگر کوئی آبحیات کا پیاسا ہے تو ایسی کتابیں "ظلمات است بترس از خطر گمراہی" اس کے لئے خضر کی ضرورت ہے ورنہ نصیحت ہے کہ ؎

ترا اگر نیست احوال و مواجید — مشو کافر بنادانی ز تقلید

یہ امر یاد رکھنے کے قابل ہے کہ قابل تقلید مرشد یا رسول کا "اسوہ حسنہ" ہوتا ہے نہ کہ صورت پرستی تقلید کی ضرورت کو ہم محسوس کرتے ہیں اگر کوئی خدا کا بندہ ایسا ہو جو راہ راست پر چل رہا ہے تو وہ کسی مرشد کے احسان سے بے نیاز ہے مگر ایک اور بات بھی ہے اور یہ بھی ہمارے جیسے گنہگاروں کے لئے ہے وہ یہ ہے کہ اصحاب رسول کریم کے لئے ایسی ایسی برکتیں خاص تھیں جو رسول کریم کی صرف صحبت ہی سے حاصل ہو سکتی تھیں صحبت کے خاموش اثر پر کچھ لکھنا تحصیل حاصل ہے کیا اب بھی کوئی ایسی صورت ہو سکتی ہے کہ ہم ان برکتوں سے کچھ حصہ لے سکیں؟ ہماری رائے میں اور تو کوئی صورت نہیں صرف یہی ایک ہے کہ نہاں نیک صحبت خوش قسمتی سے مل جائے اور ایسی صحبت مرشد کامل ہی کی اطاعت ہے،

اگرچہ استاد، رہبر، مرشد، پیر کی ضرورت کو زمانہ ہر ایک زمانہ میں تسلیم کرتا چلا آرہا ہے اور اولوالعزم انبیا بھی عملاً اس ضرورت کو محسوس کرتے رہے لیکن ہم یہ کہتے ہیں کہ ہمارا مرشد رسول ہے

یا خدا ہے وہ اپنے نفع و نقصان کو ہم سے بہتر جانتے ہیں اس لیئے ہم ان کو انہی کے حال پر چھوڑتے ہیں وہ یہ کہتے ہیں کہ ہر ایک کا رہنما خدا ہی ہے وہی سب کو ہدایت دینے والا ہے۔ علمی رنگ میں کسی کو اس سے انکار نہیں لیکن عملی دنیا میں ہمیں اس کی ضرورت ہے کہ کوئی خدا کا بندہ خدا تک پہنچا دے جو لوگ ہماری طرح اس ضرورت کو محسوس کرتے ہیں وہی ہمارے مخاطب ہیں۔

وہ امر جس کی طرف ہم بالخصوص متوجہ کرنا چاہتے ہیں یہ ہے کہ حکماء کا اس امر پر اتفاق ہے کہ علم شہادت اول ہی کے ذریعہ حاصل ہوتا ہے اور شہادت ثانوی پر ہم یقین کر سکتے ہیں جو محض عقیدہ ہے مثلاً ایک شخص نے خواب یا رویا میں فرشتہ دیکھا اور وہ اس سے ہمکلام ہوا یہ شخص لوگوں سے اپنا خواب بیان کرتا ہے اور کہتا ہے کہ فرشتہ کے ذریعہ مجھے خدا نے ایسا اور ایسا حکم دیا اس شخص کے لئے یہ شہادت اول ہے لیکن لوگ صرف اس کی بات پر یقین ہی کر سکتے ہیں مثلاً کوئی شخص یہ کہے کہ مجھے ایسا اور ایسا الہام ہوا ہے اس نے گوش ہوش سے الہامی آواز سن لی اور اس لئے وہ شاہد ہے مگر دوسرے لوگ صرف اس کی شہادت پر یقین ہی کر سکتے ہیں۔ یقین ایسی صورت میں علم کے ہم معنے نہیں ہے لیکن جیسا کہ ہمنے واضح کیا ہے کہ شہادت ثانوی پر یقین نہ کرنا دنیا کے سلسلہ ترقی کو منقطع کر دیگا اور اس لئے جب ہمارے قلب میں ایسی استعداد اور قابلیت نہ ہو جیسی کہ خاص خاص شخصیت کی خداداد اور روشن دماغی علمی اور عملی دنیا میں ظاہر کر رہی ہے تو اس کے سوا چارہ نہیں کہ ہم شہادت ثانوی پر یقین کریں اور ان برگزیدہ روحوں۔ مت ہدایت سے فائدہ اٹھاویں بحالت انکار ہم ان فوائد سے محروم رہیں گے یہی فوائد ہیں جنکے حصول کی خواہش ہم میں ضرورت مرشد کا احساس پیدا کرتی ہے۔

"یقین" ہی سے "علم" تک رسائی ہو سکتی ہے اور جب ہماری زندگی کا منشا حصول علم ہے تو خواہ وہ کسی ذریعے سے حاصل ہو ہمیں اس ذریعہ کو استعمال کرنا چاہیئے۔ یہ سوال کہ آیا یقین سے علم حاصل ہوتا ہے "عمل" پر فیصلہ ہو سکتا ہے "عمل" وہ سعی ہے جو طالب مطلوب کے حاصل کرنے کے لئے کرتا ہے "لیس للانسان الا ما سعیٰ" خواجہ حافظ رحمۃ اللہ علیہ نے اس "سعی" کے ضمن میں ضرورت مرشد کو بخوبی ظاہر کیا ہے کہ ؎

سعی نا کردہ دریں رہ بجائے نرسی | مزد اگر مے طلبی طاعت استاد ببر

تقوی ذکر اور فکر سے انسان اس نتیجہ پر پہنچتا ہے کہ "ربنا ما خلقت ھذا باطلا" یعنی "وما خلقنا السماء والارض وما بینھما باطلا۔ ذلک ظن الذین کفروا" (۲۳/۱۱)

"یسبح للہ ما فی السموات وما فی الارض لہ الملک ولہ الحمد وھو علی کل شیء قدیر ھو الذی خلقکم فمنکم کافر ومنکم مومن واللہ بما تعملون بصیر خلق السموات والارض بالحق وصورکم فاحسن صورکم والیہ المصیر (۲۸-۱۴)

"وخلق اللہ السموات والارض بالحق" (۲۵-۱۰۹)

موجودات میں ذکر اور فکر کے ذریعہ انسان اس نتیجہ پر پہنچتا ہے کہ باطل نہیں بلکہ "بالحق" قائم ہے لیکن صحیح ذکر موجودات کا صحیح تصور ہے جو قلب میں صاف صاف اور متمیز ہونا چاہیئے ایسا نہ ہو کہ

ایک شے کے تصور کو ہم دوسری شئے پر قیاس کر کے دونوں میں امتیاز پیدا نہ کریں اور صحیح تصور کے لئے لازمی ہے کہ اس شئے کے تصور میں دوسری شئے کے تصور کا شائبہ نہ ہو یعنے دیدہ و شنیدہ پر اس کو قیاس نہ کریں یہ بحث ادق ہے اور ہمارے موضوع سے خارج ہے اس لئے ہم جہاں تک ہمارے موضوع کا تعلق ہے قرآن مجید کی آیات کی طرف توجہ دلاتے ہیں آیات محولہ بالا سے واضح ہوتا ہے کہ "علم" ذکر اور فکر سے حاصل ہوتا ہے اور ذکر اور فکر کی صحت تصفیہ قلب پر موقوف ہے اور تصفیہ قلب تزکیہ نفس پر منحصر ہے اور تزکیہ نفس ہوا و ہوس سے کنارہ کرنا ہے

اس موضوع پر خواجہ حافظ رحمۃ اللہ نے جو کچھ لکھا ہے وہ آیات محولہ بالا کا ترجمہ ہے اور سچ تو یہ ہے کہ لسان الغیب نے ترجمانی کا حق خوش اسلوبی سے ادا کیا ہے فرماتے ہیں کہ ؎

آئینہ زنگار را صیقل ز تقوی پاک کن — پاک بنگر اندراں آئینہ جانانہ را
چشم آلودہ نظر از رخ جاناں دور است — بر رخ او نظر از آئینہ پاک انداز
اگر از وسوسہ نفس و ہوا دور شدے — بیشکے رہ ببری در حرم دیدارش
در رہ نفس کزو سینہ ما بتکدہ شد — تیر آہے بکشائیم و غزائے بکنیم
پاک و صافی شو واز چاہ طبیعت بدر آئے — کہ صفائی ندہد آب تراب آلودہ
روئے جاناں طلبی آئینہ را قابل ساز — ورنہ ہرگز گل و نسریں ندہد زایں دردے
دل کہ آئینہ شاہی ست غبارے دارد — از خدا مے طلبم صحبت روشن رائے

یہ چند اشعار جن میں تزکیہ نفس و تصفیہ قلب کی ضرورت بیان کی گئی ہے شرح طلب ہیں خواجہ فرماتے ہیں کہ ہماری زندگی کا منشا مشاہدہ "وجہ اللہ" ہے لیکن آیۃ فاینما تولوا فثم وجہ اللہ کا انکشاف اسوقت ہوتا ہے جب دل کے آئینہ سے زنگ دور ہو اور یہ زنگ جو فی الحقیقت ہماری نفس پرستی کے باعث قلب پر پیدا ہو جاتا ہے "تقوے" ہی سے دور ہو سکتا ہے اگر تقوے کی حقیقت معلوم کرنا ہو تو قرآن شریف کا مطالعہ شروع سے آخر تک کرنا چاہیئے "علم" کا نتیجہ ہدایت اور رحمت ہے لیکن تقوے کے بغیر ہدایت ناممکن ہے تقوے نفس پرستی کا قلع قمع کرتا ہے اکثر اعمال جس کو ہم صالح سمجھتے ہیں بذاتہ تقوے تو نہیں، لیکن اقرب متقوے ہیں، ہماری رائے میں تقوے معیت حق حاصل کرنے کا ایک ہی ذریعہ ہے نجات کا ایک ہی راستہ ہے، عاقبت بھی تقوے کے لئے ہے اور بزرگی اور فضیلت کا معیار عند اللہ یہی تقوے ہے اگر ہم اس موضوع پر بحوالہ آیات بینات بحث کریں تو دفتر درکار ہوگا، ہر ایک شخص جو قرآن مجید پڑھ سکتا ہے خود غور و فکر کے بعد اس نتیجہ پر پہنچیگا کہ تقوے اور نفس پرستی میں بعد المشرقین ہے، جہاں ایک ہو دوسرا نہیں ہو سکتا، قرآن شریف کی آیات سے واضح ہوتا ہے کہ ہمیں ہر ایک امر میں "وجہ اللہ" کا مشاہدہ کرنا چاہیئے۔ لیکن نفسانیت نے ہمارے حواس پر اور حواس نے قلب پر ایسا پردہ ڈال رکھا ہے کہ ہم مختلف اشیاء کی صورتوں کو دیکھتے ہیں اور انہی صورتوں میں محو ہیں ضرورت ہے کہ تقوے سے اس حجاب کی پردہ دری کی جائے، تاکہ مشاہدہ وجہ اللہ بے پردہ ہو،

اسرار خودی کے ہماری نفسانیت علم پر حجاب اکبر ہے یہ تو مسلم ہے کہ حق و باطل میں امتیاز

ذکر و فکر سے حاصل ہوتا ہے قرآن مجید کی آیات سے واضح ہوتا ہے ذکر اور فکر سے ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ "خلق السموٰت والارض وما بینھما" باطل نہیں اور جو باطل نہو "حق" ہے اور اس کی تائید قرآن مجید کی آیات مولہ بالا سے ہوتی ہے کہ موجودات کی خلقت بالحق واقع ہوئی ہے "حق" کے لئے زوال نہیں حق قائم بالذات ہے۔ لیکن ہم ممکنات کو ہر وقت فنا ہوتے ہوئے دیکھتے ہیں اس لئے جو فنا ہوتا ہے وہ حق ہو ہی نہیں سکتا اس لئے ممکنات کی صورتوں پر جو علے الدوام بحالت فنا ہیں "حق" کا اطلاق نہیں ہو سکتا۔ قرآن مجید کی آیات "کل شئی ھالک الا وجھہ" سے بھی واضح ہوتا ہے کہ ہر ایک شئے فنا ہونی ہے اور بقا صرف "وجہہ" کے لئے ہے اسی پر حق کا اطلاق صحیح ہے۔

ہماری نفسانیت محض صورتوں کو محسوس کرتی ہے اور اسی باطل کو حق سمجھتی ہے یا باطل کو حق کا مشابہہ دکھلاتی ہے اگر ہم ذکر اور فکر سے کام نہ لیں تو ہمارے حواس ان صورتوں کو جو ہم محسوس کرتے ہیں قائم بالذات اور مستقل ہستی ہی دکھائیں گے ہم سایہ کو ساکن دیکھتے ہیں حالانکہ وہ کسی وقت بھی ساکن نہیں بلکہ ہمیشہ حرکت میں ہے دنیا میں کوئی صورت ایسی نہیں جسپر ہمیشہ تغیر واقع نہیں ہوتا۔ ہر ایک صورت ہر وقت متغیر اور متبدل ہوتی رہتی ہے ایک صورت جو ہم دیکھتے ہیں چشم زدن میں فنا ہو جاتی ہے اور اس کی جگہ دوسری صورت موجود ہوتی ہے لیکن ہم کوتہ نظری کے باعث ایک ہی صورت کو دیکھتے ہیں مثلاً ہم ایک شیر خوار بچہ کو لڑکپن اور جوانی اور بوڑھاپے میں دیکھتے ہیں اس کے بچپن اور لڑکپن اور جوانی اور بوڑھاپے کی صورتوں میں بڑا فرق ہے اور اس سے واضح ہوتا ہے کہ اس بچہ کی صورت ہر آن بدلتی رہی ہے بلکہ کبھی ایک صورت پر نہیں رہا۔ لیکن اس بچہ کی روزانہ صورتوں میں ہمیں کچھ فرق محسوس نہیں ہوتا۔ یہی کیفیت تمام عالم کی ہے۔ مولانا جامیؒ لائحہ بست و ششم میں تحریر فرماتے ہیں کہ "شیخ اکبرؒ" نص شعیبی میں فرماتے ہیں کہ عالم ہر آن میں عدم ہوتا ہے اور اس کا مثل وجود میں آتا ہے۔ اور اکثر اہل عالم اس معنے سے غافل ہیں کہ اللہ فرماتا ہے۔ "بل ھم فی لبس من خلق جدید" * * * * * لیکن دیکھنے والا تعاقب الامثال سے غلطی میں پڑتا ہے اور یہ خیال کرتا ہے کہ یہ امر واحد مستمر ہے * * * * * حالانکہ عالم ہر آن عدم ہوتا ہے اور دوسرا عالم اس کی مثل موجود ہوتا ہے۔ محجوب تعاقب تماثل و تناسب احوال کے باعث سمجھتا ہے کہ وجود عالم ایک حال پر ہے اور از منہ متوالیہ میں بر یک منوال ہے۔ ؎

ہستی کہ دو آں نیست عیاں در شانی ۔۔۔ در شان دیگر جلوہ کند ہر آنے

ایں نکتہ بجو ز کل یوم فی شان ۔۔۔ گر بایدت از کلام حق برہانے

یہ امر ظاہر ہے کہ ان صورتوں پر جو ہم محسوس کرتے ہیں "حق" کا اطلاق نہیں ہو سکتا۔ لیکن ہم حواس کے ذریعہ یہی صورتیں محسوس کرتی ہیں بلکہ ان صورتوں کے عکس کو محسوس کرتے ہیں جو محض باطل ہیں۔ "وجہ" جسپر حق کا اطلاق صحیح ہے ہماری چشم آلودہ نظر نہیں دیکھ سکتی۔ اس کے لئے تصفیہ قلب کی ضرورت ہے یعنے ان صورتوں کو نظر انداز کرنا ہے۔ ان صورتوں کے نقش کو دل سے محو کرنا ہے۔

ہم ہر ایک شے کو اپنے وجود پر قیاس کرتے ہیں یعنے ہر ایک شے کو اپنی عین سے دیکھتے ہیں اور غلط فہمی سے سمجھتے ہیں کہ ہمیں اس شے کا علم حاصل ہے درحاصل جو کچھ ہم اپنی عین سے دیکھتے ہیں نہ ہماری خودی ہے نہ کسی شے کی معرفت اسی شے کو اسی شے کی عین نے دیکھا ہے۔ لیکن ہماری خودی ہمیں غلطی میں ڈالتی ہے ہم خدا کو بھی اپنے ہی وجود پر قیاس کرتے ہیں ؎

از وہر چہ بگفتند از کم و بیش | نشانے داده انداز دیدۂ خویش
منزہ ذاتش از چند و چہ و چوں | تعالیٰ شانہ عما یقولون

یہ امر ہمارے مشاہدہ اور تجربہ میں آچکا ہے کہ جب تک توجہ تام، استغراق، انہماک، شے کی طلب میں حاصل نہیں ہوتا، مطلوب ہاتھ نہیں آتا، یہی توجہ تام مطلوب کا ذکر ہے اور اس میں کلی انہماک فکر ہے اس مرحلہ پر ہم اپنی خودی کو بھول جاتے ہیں دنیا کے معمولی کاروبار میں بھی ہماری یہی حالت ہوتی ہے اور جب تک یہ حالت نہ ہو کہ کسی شے کی طلب میں ہر ایک دوسری شے سے بے خبر ہو جائیں یہاں تک کہ اپنے آپکو بھی فراموش کر دیں تب تک یہ شے حاصل نہیں ہوتی اصطلاح "علم" حاصل نہیں ہو سکتا۔ جب تک معلوم صاف صاف منکشف اور متمیز نہ ہو۔ اور یہ کیفیت پیدا نہیں ہو سکتی، جب تک ماسوے معلوم قلب سے محو نہ ہو جائے اور یہ محویت خود فراموشی کے بعد ہی طاری ہوتی ہے۔ اس کو اصطلاح میں "فنا" کہتے ہیں جو ذکر اور فکر کا نتیجہ ہے۔ ذکر ہر حال میں قیاماً وقعوداً وعلیٰ جنوبہم اور فکر خودی کو فنا کرتا ہے۔

مطلوب خواہ دنیا ہو یا عقبےٰ یا قرب خدا حاصل نہیں ہو سکتا۔ جب تک طالب اسی کی دھن میں نہ لگا رہے۔ اسی سے لو لگا کر نہ بیٹھے اور اسی کی طلب محبت و عشق میں فنا نہ ہو جائے یعنے خودی کو محو کر دے۔ خواجہ رح خودی کے متعلق فرماتے ہیں ؎

بر در میخانہ رفتن کار یک رنگاں بود | خود فروشاں را بکوئے مے فروشاں راہ نیست
نقاب پردہ ندارد نگار دلکش ما | تو خود حجاب خودی حافظا از میاں برخیز
ز ساقی کماں ابرو شنیدم | کہ اے تیر ملامت را نشانہ
نہ بندی زاں میاں طرفی کمر وار | اگر خود را بہ بینی در میانہ
فکر خود و رائے خود در عالم رندی نیست | کفر است دریں مذہب خود بینی و خود رائی
با مدعی مگوئید اسرار عشق و مستی | تا بے خبر بمیرد در عین خود پرستی
تا فضل و علم بینی بے معرفت نشینی | یک نکتہ ات بگویم خود را مبیں کہ رستی
تو مگر بر لب جوئے ز ہوس بنشینی | ورنہ ہر فتنہ کہ بینی ہمہ از خود بینی
در بحر مائی و منی افتادہ ام بیار | مے تا خلاص بخشدم از مائی و منی
نقش خودی ز لوح دل پاک کنی تو در زماں | گر ببری بجان و دل راہ بکوئے بیخودی

خودی سے قطع تعلق کرنا نہایت سخت مجاہدہ ہے ہر ایک زمانہ میں ہادیان صراط مستقیم نے سالکان طریقت کو نفس کشی کی طرف متوجہ کیا ہے مختلف ممالک اور اقوام میں انبیا و اولیا کی تعلیم و تلقین کا اب بھی سراغ ملتا ہے نصاریٰ اور ہندؤں میں ترک دنیا کے ساتھ سخت سے سخت جسمانی تکالیف

برداشت کرنا نفس کشی سمجھا گیا ہے؛ جس کو "رہبانیت" کہتے ہیں۔

چلہ کشی

سحر گہ رہروے در سرزمینے ہمیگفت ایں معما با قرینے
کہ اے صوفی شراب آنگہ شود صاف کہ در شیشہ بماند اربعینے

قرآن شریف میں مذکور ہے کہ حضرت موسےٰ علیہ السلام نے تنہائی میں تیس راتیں معتکف رہنے کا عہد کیا اور کوہ طور پر تشریف لے گئے؛ لیکن یکسوئی حاصل نہ ہوئی اول دس راتیں تو پریشان خیال میں بسر ہوگئیں رہ رہ کر قوم کا خیال آتا کہ میرے بعد گمراہ نہ ہو جائیں اس لئے جو کچھ خلوت کا منشاء تھا، یعنے یکسوئی پورا نہ ہوا ارشاد الٰہی ہوا کہ اے موسےٰ ایسی حالت میں ہمارے پاس کیوں آیا جس سے واضح ہوتا ہے کہ ایسی حالت میں حضور قلب ناممکن تھا اور سالک کو چاہیئے کہ صرف اللہ کے حضور کھڑا ہو ماسوے اللہ کا خیال جو توجہ الی اللہ کا سدِّ راہ تھا دس راتوں میں محو ہوا۔ غالباً حضرت موسےٰ علیہ السلام ایسی حالت میں خدا کے حضور نہ جاتے لیکن اگرچہ قوم کا خیال لگا ہوا تھا اور محبت الٰہی کی کشش ہی غالب تھی؛ جو کشاں کشاں آپ کو ادھر لے آئی اور اسی غلبہ محبت کے آخر خیال غیر کو فنا کر دیا۔ اور آنحضرت علیہ السلام تیس راتیں اعتکاف میں رہے مگر پہلی دس راتوں کو بھی شمار کیا جائے تو چالیس راتیں متعلقہ ہے۔

(۱) واذ وعدنا موسیٰ اربعین لیلۃ ثم اتخذ تم العجل من بعدہ وانتم ظلمون (۲-۵)
(۲) ووعدنا موسیٰ ثلثین لیلۃ واتممنٰہا بعشر فتم میقات ربہ اربعین لیلۃ (۹-۷)

اگرچہ وعدہ صرف تیس رات کا تھا۔ لیکن چونکہ پہلی دس راتوں میں یکسوئی حاصل نہیں ہوئی۔ اس لیے انکا شمار ایام معہودہ میں نہ کیا گیا؛ حضرت موسےٰ علیہ السلام کے بعد چلہ کشی سنت موسوی ہو گئی؛ چنانچہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بھی چلہ کشی کی اور چالیس دن رات بھوکے پیاسے رہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی چلہ کشی متی باب ۴ آیات ۱-۱۱- اور مرقس باب ۱- آیۃ ۱۲- اور لوقا باب ۴- آیات ۱-۱۳- میں مفصل مذکور ہے۔ مجاہدہ نفس کی ایک واضح دلچسپ مثال ہے حضرت عیسےٰ علیہ السلام حضرت یحییٰ علیہ السلام سے اصطباغ حاصل کر کے جنگل میں چلے گئے اور اس جگہ چالیس دن اور چالیس رات فاقہ کیا اور آخر کو انہیں بھوک لگی۔ نفس امارہ جس کی سرکوبی کے لئے آنحضرت علیہ السلام نے چلہ کشی کی اور جس کو اصطلاح میں شیطان کہتے ہیں دل میں چٹکیاں لینے لگا؛ چنانچہ آنحضرت کے دل میں یہ خیال آیا کہ میاں تم نے چلہ کشی کی بھوکے پیاسے رہے اسقدر ریاضت شاقہ اور محنت حاقہ کے بعد اب تمہاری کایا پلٹ گئی اگر تم اشارہ کر دو؛ یہ پتھر روٹیاں بن جائیں آنحضرت علیہ السلام سمجھ گئے کہ یہ خیال فاسد نفسانی فریب ہے اس لیے آیتوں اور روایتوں سے اس خیال کو دور کیا اور کہا کہ لکھا ہے کہ آدمی صرف روٹی سے نہیں۔ بلکہ ہر کلام سے جو خدا کے منہ سے نکلتا ہے زندہ ہے اس کے بعد آنحضرت علیہ السلام مقدس شہر میں تشریف لائے اور ہیکل سلیمانی کے کنگرہ پر کھڑے تھے کہ پھر نفس نے وسوسہ ڈالا اور آنحضرت کے دل میں خیال آیا کہ اب تو تمہارا یہ درجہ ہے کہ اگر اپنے آپ کو اس بلند کنگرہ سے گرا دو تو خدا تعالےٰ اپنے فرشتوں کو حکم دیگا تمہیں ہاتھوں پر اٹھا لیں گے تاکہ ایسا نہ ہو کہ تمہارے پاؤں کو پتھر کی ٹھیس لگے آنحضرت علیہ السلام نے معلوم کر لیا کہ یہ بھی نفسانی فریب ہے اس لیئے پھر اسی طرح جواب دیا کہ لکھا ہے کہ تو خداوند اپنے خدا کی آزمایش نہ کر؛ اگر آنحضرت علیہ السلام نفسانی فریب میں آکر اپنے آپ کو بلندی سے گرا دیتے تو یہ

ہوتا کہ دیکھیں خدا ہمیں محفوظ رکھتا ہے یا نہیں گویا اللہ تعالےٰ کو آزمانا تھا اس کے بعد شیطان ایک اور چال چلا آنحضرت ایک پہاڑی پر گئے بلندی سے نیچے نگاہ کی تو دنیاوی جاہ وحشمت کا نقشہ آنکھوں میں پھر گیا شیطان نے چٹکی لی اور کہا کہ یہاں یہ سب کچھ میری متابعت میں حاصل ہو سکتا ہے؟ اگر میرے کہنے پر چلو تو تمہارے لئے یہ سب سامان مہیا کئے دیتا ہوں۔ آنحضرت علیہ السلام نے پھر مقدس نوشتوں کی آیات پڑھیں کہ "لکھا ہے کہ تو خداوند اپنے خدا کو سجدہ کر اور صرف اس کی عبادت کر"

سالک جب مجاہدہ نفس پر کمر ہمت باندھتا ہے تو اس قسم کے خیالات اکثر پیدا ہوتے ہیں جو محض نفسانی فریب ہے ان وسوسوں سے اللہ کی پناہ مانگنی چاہیئے خواجہ رح نفسانی فریبوں کی طرف توجہ دلاتے ہیں کہ ان سے بچو اور اسی لئے ارشاد فرماتے ہیں کہ مرشد کامل کے بغیر اس پرخطر راستہ میں قدم نہ رکھنا چاہئے

زرقیب دیو سیرت بخدا ہے پناہم — مگر آں شہاب ثاقب مددے کند ہارا
دام سخت است مگر یار شود لطف خدا — ورنہ آدم نبرد صرفہ ز شیطان رجیم

سیدنا عبدالقادر جیلانی رح کے تذکرہ میں لکھا ہے کہ ایک روز آنجناب صحرا میں جارہے تھے۔ آفتاب کی حدت اور تشنگی کی شدت محسوس کر رہے تھے کہ دیکھا سر پر ایک بادل کا ٹکڑہ سایہ فگن ہے جس سے ایک آواز آئی کہ اے عبدالقادر بیٹے تجھے صوم وصلوٰۃ معاف کی معاً آنجناب رح کو خیال آیا کہ صوم وصلوٰۃ تو رسول کریم کو بھی معاف نہیں ہوئی مجھے کب معاف ہو سکتی ہے۔ ہو نہو یہ نفسانی فریب اور شیطانی وسوسہ ہے جب یہ راز آپ پر کھل گیا تو آواز آئی کہ اے عبدالقادر تجھ کو تیرے علم نے بچالیا ورنہ ہم نے اس مقام پر لاکھوں کو گمراہ کردیا۔ یہ فریب پہلے فریب سے بھی بڑھ کر تھا۔ تاکہ آنجناب رح کو اپنے علم وفضل پر بھروسہ ہو مگر آنجناب رح پر بھی یہ فریب کھل گیا اور فرمایا "لاحول ولا قوۃ الا باللہ ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء" اس کے بعد دیکھا کہ نہ تو ابر ہے اور نہ اس کا سایہ وہی آفتاب ہے اور وہی صحرا۔

یہ عالم مثال کے کرشمے ہیں اور عجائبات قلب سے تعلق رکھتے ہیں سالک سب کچھ دیکھتا ہے اور سنتا ہے۔ لیکن جو کچھ دیکھتا اور سنتا ہے قلب کے اندر ہی موجود ہوتا ہے۔ سلف صالحین اور انبیاؤں کے تذکروں میں اس قسم کی روایات بے شمار ہیں اور سالکان طریقت کے لئے سبق ہیں۔

چونکہ حضرت موسےٰ علیہ السلام سے وعدہ ابتدائی صرف تیس راتوں کا تھا اس لئے رحمۃ للعالمین کی امت کے لئے بھی تیس راتیں ماہ رمضان کی عبادت کے لئے مقرر ہوئیں ان ایام میں لازم ہے کہ تمام تعلقات کو قطع کرکے صرف خدا سے لو لگائی جاوے یوں تو خدا کا ذکر "قیاماً وقعوداً علےٰ جنوبہم" ہر حال میں کرنا چاہیئے اور اس کی آیات میں فکر ہر وقت کرنا چاہیئے مگر اللہ تعالےٰ کو انسانی کمزوریاں معلوم ہیں اس لئے سال میں ایک ماہ صوم اور دن میں پانچ وقت صلوٰۃ ہم دنیا داروں کے لئے کافی مجاہدہ ہے اگر ہم صوم وصلوٰۃ کی حقیقت سمجھ لیں۔ اور نماز حضور قلب سے ادا کریں تو رفتہ رفتہ ماسوے اللہ سے قطع تعلق ہو جائے گا۔ مگر افسوس ہے کہ ہم ہوا و ہوس میں ایسے گرفتار ہیں کہ

شب چو عقد نماز بر بندم — چہ خورد بامداد فرزندم

اودھر نماز کی نیت باندھی ادھر تمام دنیا کے خیالات کا ہجوم دل میں ہو گیا۔

بر زباں تسبیح در دل گاؤ خر — ایں چنیں تسبیح کے دارد اثر

لازم ہے کہ جب ہم نماز کے لئے کھڑے ہوں تو ہمارے دل میں ماسوے اللہ کا خیال تک نہ آئے اور اگر یہ حالت نہیں ہے تو تصفیہ قلب کی ضرورت مقدم ہے ماہ رمضان عبادت کے خاص ایام ہیں لیکن ہم صرف بھوکا اور پیاسہ رہنا ہی جانتے ہیں حالانکہ بھوک و پیاس کی شدت سے تصفیہ قلب ہوتا ہے مگر ہمیں اس طرف مطلق توجہ نہیں انتظار لگا رہتا ہے کہ کب آفتاب غروب ہو اور روزہ چھوٹے اگرچہ عام لوگوں کے لئے صرف یہی صوم وصلوٰۃ کافی مجاہدہ ہے اور اگر وہ اس میں دل لگائیں تو رفتہ رفتہ منزل مقصود کو پہنچ سکتے ہیں لیکن سالکان طریقت کے لئے اتنا کافی نہیں نہیں بہر حال اور ہر وقت میں ذکر الٰہی کرنا چاہیئے اپنی خودی کو حرف غلط کی طرح مٹا دینا چاہیئے اور ماسوے اللہ کا حجاب یکقلم اٹھا دینا چاہیئے مولٰنا جامی لوائح میں فرماتے ہیں کہ اس نسبت شریف کی ورزش اس طرح سے کرنی چاہیئے کہ کسی وقت اور کسی حال میں اس نسبت سے خالی نہ رہنا چاہیئے۔ اُٹھتے، بیٹھتے، آتے، جاتے، کھاتے، پیتے، سوتے، جاگتے، کہتے، سنتے، غرض تمام حرکات و سکنات میں حاضر وقت رہنا چاہیئے۔ تاکہ کوئی دم غفلت میں نہ گذرے لیکن چونکہ آدمی دام ہواؤ ہوس میں گرفتار ہے۔ یہ نسبت شریف دوام دشوار ہے مگر رفتہ رفتہ جب آثار جذبات لطف اس کے وجود میں ظاہر ہوتے ہیں اور محسوسات اور معقولات کے مشغلہ کو اس کے باطن سے دور کرتے ہیں اور اس کی لذت لذات جسمانی و راحات روحانی پر غالب آتی ہے کلفت مجاہدہ اُٹھ جاتی ہے اور مشاہدہ کی لذت اس کے دل و جان میں پیدا ہو جاتی ہے۔

اسرار عشق

ہم بیان کر آئے ہیں کہ قرآن مجید سے بھی واضح ہوتا ہے کہ اللہ کا ذکر ہر حال میں کرنا چاہیئے اور اس کی آیات میں فکر کرنا چاہیئے لیکن صحیح ذکر اور فکر کے لئے تصفیہ قلب مقدم ہے اور تصفیہ قلب تزکیہ نفس کے بغیر ہو نہیں سکتا۔ کچھ شک نہیں کہ ابتدا میں طبیعت مجاہدہ میں نہیں لگتی اور دنیا میں ایسا کام کون سا ہے جو بلا تکلیف سرانجام کو پہنچتا ہے۔ ورزش اور مشق سے انسان تکالیف پر غالب آتا ہے اور آخر کار کلفت مجاہدہ اُٹھ جاتی ہے۔ مجاہدہ کی غرض محض تزکیہ نفس ہے اور تزکیہ نفس کی غرض تصفیہ قلب ہے۔ خواجہ حافظ رح کے مخاطب عوام کالانعام نہیں ہیں۔ بلکہ طالبان صادق ہیں۔

کسی شئے کا ذکر اس شئے کا تصور ہے جو قلب میں حاصل ہوتا ہے اگر یہ تصور صاف صاف منکشف اور متمیز ہوگا تو فکر صحیح ہوگا۔ لیکن تصور صاف صاف قلب میں حاصل نہیں ہو سکتا جب تک توجہ تام نہ ہو اور توجہ تام اس شئے کے ماسوائے یہاں تک کہ اپنی خودی کو محو کرنے کے بعد ہوتی ہے۔ اس کو اصطلاح میں "عشق" کہتے ہیں عاشق اپنے معشوق کی یاد میں ایسا محو ہوتا ہے کہ اپنی خودی سے بے خبر ہو جاتا ہے ذکر الٰہی کا حق بھی عشق ہی کے ذریعہ ادا ہو سکتا ہے۔ ورنہ

تو کز سرائے طبیعت نمیروی بیروں — کجا بکوئے حقیقت گذر توانی کرد

جمال یار ندارد نقاب پردہ ولے — غبار رہ بنشاں تا نظر توانی کرد

دلا ز نور ریاضت گر آگہی یابے — چو شمع خنداں زناں ترک سر توانی کرد

گر ایں نصیحت شاہانہ بشنوی حافظ   بشاہراہ طریقت گذر توانی کرد

خواجہ حافظ رح نے عشق کی تعریف موزون الفاظ میں کی ہے اور حسب ذیل اشعار میں ظاہر کر دیا ہے کہ عشق کیا ہے اور عاشق کون ہو سکتا ہے اور یہ مرحلہ کیسا ہے اور کس طرح طے ہوتا ہے خواجہ حافظ رح صاحب صادق کو بھی نصیحت یہی کرتے ہیں کہ ؎

بکوئے عشق منہ بے دلیل راہ قدم   کہ من بخویش نمودم صد اہتمام و نشد

قطع ایں مرحلہ بے ہمرہی خضر مکن   ظلمات است بترس از خطر گمراہی

ضرورت رہبر پر ہم بحث کر چکے ہیں اس مقام پر عشق کی کیفیت خواجہ کے لفظوں میں بیان کرتے ہیں اور یہ اس لیئے کہ ؎

چو حافظ ما جرائے عشق بازی   نے گوید کسے بر وجہ احسن

عشق مدرسہ کی قیل وقال نہیں بلکہ حال ہے اس لیئے فرماتے ہیں کہ ؎

حدیث عشق ز حافظ شنو نہ از واعظ   اگرچہ صنعت بسیار در عبارت کرد

کچھ ایسی ہی بات ہے کہ خواجہ رح کا کلام دل پر اثر کرتا ہے اور واعظ کی وعظ بے تاثیر ہے۔

حافظ حدیث عشق تو از بسکہ دلکش است   نشنید کس کہ از سر رغبت ز بر نکرد

اس لیئے ہم حدیث عشق خواجہ حافظ رح ہی کے لفظوں میں بیان کرتے ہیں "عشق" کی عظمت و شان کا نقشہ کھینچتے ہوئے ایسے نکات بیان فرماتے ہیں جو قابل توجہ ہیں ؎

؎ بحریست بحر عشق کہ ہیچش کنارہ نیست   آنجا جز اینکہ جاں بسپارند چارہ نیست

؎ عجب راہیست راہ عشق ہیہات   کہ چرخ ہفتمش ہفتم زمین ست

؎ چو عاشق میشدم گفتم کہ بردم گوہر مقصود   ندانستم کہ ایں دریا چہ موج بیکراں دارد

؎ عجب راہیست راہ عشق کانجا   کسے سر بر کند کش سر نباشد

بحر عشق کا کنارہ آج تک کسی نے نہ پایا اس کے آشنا کو اس دریائے بے پایان اور موج بیکران میں بسم اللہ مجریہا و مرسہا کہہ کر اور جان سے پہلے ہی ہاتھ دھو کر داخل ہونا چاہیئے اس راہ کا پہلا مرحلہ "فنا" ہے جب تک "خودی" کو فنا نہ کریگا، عشق سے ہمیشہ نا آشنا رہیگا، اگرچہ اس بحر میں غوطہ لگا کر وہی سر اٹھاتا ہے جس کا سر نہو یعنے خودی کو پہلے ہی خیر باد کہہ چکا ہے مگر یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ "فنا" ہو کر نجات مل گئی، ابھی منزل مقصود دور ہے فنا تو شرط اول قدم ہے ؎

در رہ منزل لیلے کہ خطرہاست بسے   شرط اول قدم آنست کہ مجنوں باشی

سچ پوچھو تو عشق کا آغاز بعد فنا ہی ہوتا ہے؎

در رہ عشق از آنسوی فنا صد خطر است   تا نگوئی کہ چو عمرم بسر آمد رستم

یہ امر کہ عشق بحر بیکران ہے امر واقع ہے ہم بیان کر آئے ہیں کہ عشق ایسی توجہ تام کا مفہوم ہے۔ کہ ماسوی اللہ کا نقش قلب سے محو ہو جائے اس کے بعد سالک پر انوار صفات کا جلوہ ہوتا ہے جن کو اصطلاح میں "کلمات ربی" یا "آیات" کہتے ہیں انہی میں سالک فکر کرتا ہے اور یہی نور صفات رہنمائی کرتا ہے ؎ ہے نور ست رہبرا بنور رشید، کلمات ربی کی یہ کیفیت ہے کہ۔

"قل لو کان البحر مدادا لکلمت ربی لنفد البحر قبل ان تنفد کلمت ربی ولو جئنا بمثلہ مدادا" (۱۸:۱۰۹)

اسی عالم پر نظر کرو اس کثرت کا کچھ شمار ہو سکتا ہے جو عالم محسوسات میں مشاہدہ ہوتی ہے محسوسات اور معقولات بھی اسی نور کا پرتو ہے۔ جو کل یوم ہو فی شان کے دلکش نظارہ میں رونما ہوتا ہے۔

اس عشق میں وہی شخص قدم رکھ سکتا ہے جو ہوا و ہوس کا بندہ نہیں۔ جو خود پرست نہیں۔

عشقبازی کار بازی نیست اے دل سر بباز | زانکہ گوئی عشق نتواں زد بچوگان ہوس

قرآن میں حضرت آدم علیہ السلام کی خاکساری اور فرشتوں کی عاجزی اور شیطان کا تکبر مفصل مذکور ہے شیطان نے۔ ابیٰ واستکبر وکان من الکافرین"

در کوئے عشق شوکت شاہی نمی خرند | اقرار بندگی کن و دعوئے چاکری

یہ تکبر وغرور نفسانیت کا خاصہ ہے خودی کا شیوہ ہے۔

اے کہ دائم بخویش مغروری | گر ترا عشق نیست معذوری

عشق خودی کے ساتھ سب کچھ فنا کر دیتا ہے۔

شاد باش اے عشق خوش سودائے ما | اے طبیب جملہ علت ہائے ما

اے دوائے نخوت و ناموس ما | اے تو افلاطون و جالینوس ما

خواجہ حافظ رح اکثر اشعار میں واضح بیان کرتے ہیں کہ عشق کا راستہ خطرناک ہے اور اس کے ساتھ بے پایاں ہے ؎

بے شدیم رنشد عشق را کرانہ پدید | تبارک اللہ ازیں رہ کہ نیست پایانش

طریق عشق طریقے عجب خطرناک است | نعوذ باللہ اگر رہ بمقصدی نبری

بات اصل میں یہ ہے کہ اس مرحلہ میں فریب نفسانی اور وسوسہ شیطانی کی کوئی انتہا ہی نہیں ہم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی چلہ کشی کے ضمن میں بیان کر آئے ہیں کہ اولوالعزم انبیاء نے ان سے خدا کی پناہ مانگی ہے خواجہ حافظ رح بھی نعوذ باللہ میں اسی کی طرف اشارہ کرتے ہیں اور جس طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے مقدس نوشتوں کی آیات اور کلام الٰہی سے شیطانی وسوسوں کو معلوم کیا اسی طرح خواجہ حافظ سالک کو متنبہ کرتے ہیں کہ ؎

در رہ عشق وسوسہ اہرمن بسے است | ہشدار و گوش دل بہ پیام سروش کن

عجائبات عشق کی کچھ انتہا نہیں اس مرحلہ میں اگر سالک کلام الٰہی سے واقف نہ ہو اور رہبر کامل اس کا رہنما نہ ہو تو نعوذ باللہ سالک سمجھتا ہے کہ میری کایا پلٹ گئی میں کچھ اور ہو گیا اور ایسے دعوے کرتا ہے جو آخر کار فریب نفس ثابت ہوتے ہیں ہمیں رسول کریم کی متابعت کرنی چاہیئے اور ہر قدم پر استغفار "ما عرفناک حق معرفتک" کہنا چاہیئے اور امر واقع بھی یہی ہے کہ عشق بحر بیکران ہے جو سالک آگے بڑھتے چلے جا رہے ہیں وہی سمجھ سکتے ہیں کہ آگے کیا ہے ان کو نظر آ رہا ہے کہ کنارہ نظر نہیں آتا۔ جو رک گئے اور یہ سمجھ لیا کہ منزل ختم ہو گئی وہ ابھی سطح پر ہیں گو ہر مقصود جب تک گہرائیوں میں غوطہ نہ لگائیں نہیں مل سکتا ؎

قعر ایں دریا عمیق است و تو موجی ہرزہ تاز | فہم ایں معنے دقیق است و تو نا فہمیدۂ

عشق کا تعلق قلب سے ہے اسکا ابتدائی مرحلہ ذکر ہے جو معشوق کی یاد ہے اکثر لوگوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ ذکر کا تعلق صرف زبان سے ہے فی الحقیقت اسکا تعلق دل سے ہے لیکن جب طالب صادق مطلوب کی یاد میں محو ہوتا ہے تو اس کے زبان پر بھی وہی ہوتا ہے جو دل میں ہوتا ہے اگر زبان پر ہو اور دل کو اس کی خبر بھی نہ ہو تو یہ ذکر کی تعریف نہیں ہے ؎

بر زبان تسبیح و در دل گاؤ خر　　　این چنین تسبیح کے دارد اثر

اگر ہم اپنے گریبان میں منہ ڈال کر دیکھیں تو ہمارا دل شہادت دے گا کہ زبان سے موافق نہیں اس لئے عشق قال نہیں بلکہ حال ہے خواجہ حافظ رح فرماتے ہیں ؎

سخن عشق نہ آنست کہ آید بزبان　　　ساقیا مے دہ و کوتاہ کن این گفت و شنفت

اے آنکہ بتقریر و زبان دم زدی از عشق　　　ما با تو ندا ریم سخن خیر و سلامت

بشوی اوراق اگر ہمدرس مائے　　　کہ علم عشق در دفتر نباشد

ز کنج مدرسہ حافظ مجو گوہر عشق　　　قدم بروں نہ اگر لعل جستجو داری

در حریم عشق نتواں زد دم از گفت و شنید　　　زانکہ آنجا جملہ اعضا چشم باید بود و گوش

قرآن جسکی آیات بینات میں ہر ایک بات مفصل بیان کی گئی ہے۔ صرف زبانی تلاوت کے لئے نہیں ہے بلکہ اس میں تدبر و تفکر کی ضرورت ہے لوگ اس کا مطالعہ کرتے ہیں اور آیات کو سند آ پیش کرتے ہیں کہ جو ان کی ہوا و ہوس قابل ملامت نہ ٹھہرے۔ الحق

شرح مجموعہ گل مرغ سحر داند و بس　　　کہ نہ ہر کو ورقے خواند معانے دانست

"وما یعلم تاویلہ الا اللہ والراسخون فی العلم (۳-۸)

جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ نمازیں تین ہی ثابت ہوتی ہیں۔ بلکہ رکوع و سجود کے بغیر بھی نماز ہو سکتی ہے۔ ان کی نسبت خواجہ رح کا ارشاد ہے کہ ؎

نماز پر ور دینم نہ در راہ بدرست　　　عاشقے شیوۂ رنداں بلاکش باشد

در مصطبۂ عشق تنعم نتواں کرد　　　چوں بالش زر نیست لب آزیم بہ خشتے

دوام عشق و تنعم نہ شیوۂ عشق است　　　اگر معاشر مائے بنوش جام غمے

رندگان حقیقت رہ بلا سپرند　　　رفیق عشق چہ غم دارد از نشیب و فراز

عشق انتہائے جدوجہد و عالی ہمتی کا مفہوم ہے عاشق معشوق و مطلوب کی طلب میں انتہائی مصائب کا مقابلہ کرتا ہے اور ہر ایک حوصلہ شکن مصیبت جو سنگ راہ ہو برداشت کرتا ہوا آگے بڑھتا ہے

جناب عشق بلند است ہمتے حافظ　　　کہ عاشقان رہ بے ہمتاں بخود ندہند

در طریق عشقبازی امن و آرائش خطاست　　　ریش باد آں دل کہ با درد تو جوید مرہمے

فراز و نشیب بیاباں عشق دام بلاست　　　کجاست شیر دلے کز بلا نپرہیزد

صرف یہی نہیں بلکہ حرف شکوہ سے زبان کو آلودہ نہ کرنا چاہیئے۔

لاف عشق و گلہ از یار زہے لاف خلاف　　　عشقبازاں چنیں مستحق ہجرانند

نو بہندہ گلہ از یار و شر مکن اے دل　　　کہ شرط عشق نباشد شکایت از کم و بیش

عجائبات عشق بے شمار ہیں عشق سے کایا پلٹ جاتی ہے روباہ شیر اور شیر روباہ بن جاتا ہے مغرور و سرکش خاکسار اور خاکسار اعلےٰ مرتبہ پر پہنچتا ہے ذرہ آفتاب بن جاتا ہے عشق رحمت ہے ؂

عجائبات رہ عشق لے رفیق بسیار است — زپیش آہوئے دشت شیر نر بر مید
شیر ز بادیہ عشق تو روباہ شود — آہ ازیں راہ کہ در وے خطرے نیست کہ نیست
چو ذرہ گرچہ حقیرم ببین بدولت عشق — کہ در ہوائے رخت چوں بمہر پیوستم
کمتر از ذرہ نہ پست مشو مہر بورز — تا بخلوتگہ خورشید رسی چرخ زناں
ہر چند بحر گناہم ز شش جہت — تا آشنائی عشق شدم ز اہل رحمتم

درد عشق عجب درد ہے کہ جس کا درمان ہی نہیں مریض عشق پر رحمت خدا کی - مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی ؂

دردیست درد عشق کہ اندر علاج او — ہر چند سعی بیش نمائی بتر شود

اس تمہید کے بعد خواجہ حافظ عشق کی حقیقت بیان کرتے ہیں اور سب ذیل اشعار میں قرآن مجید کی آیات کی ترجمانی کرتے ہیں ؂

زانکس کہ ز اہل ذوق باسرار بود — گفتن بطریق ترجمانی او لے

فرماتے ہیں کہ ؂

نبود رنگ دو عالم کہ نقش الفت بود — زمانہ طرح محبت نہ ایں زماں انداخت

ہر دو عالم کی پیدائش سے پیشتر عشق کا نقش موجود تھا یعنے موجودات میں سب سے پیشتر عشق پیدا ہوا

در ازل پرتو حسنت ز تجلی دم زد — عشق پیدا شد و آتش بہمہ عالم زد
جلوہ کرد رخش دید ملک عشق نداشت — عین آتش شد ازیں غیرت و بر آدم زد
مدعی خواست کہ آید بتماشہ گہہ راز — دست غیب آمد و بر سینہ نامحرم زد
عقل میخواست کز اں شعلہ چراغ افروزد — برق غیرت بدرخشید و جہاں برہم زد
جان علوی ہوس چاہ زنخدان تو داشت — دست در حلقہ آں زلف خم اندر خم زد
نظرے کرد کہ بیند بجہاں صورت خویش — خیمہ در آب و گل مزرعہ آدم زد

حافظ آں روز طربنامہ عشق تو نوشت — کہ قلم بر سر اسباب دل خرم زد

سب سے بیشتر عشق پیدا ہوا اور یہ عین تقاضائے حسن ازلی تھا جس کے پرتو کا اشارہ "الم تر الیٰ ربک کیف مدالظل" (۴۵:۱۹) "وجہ" کے مطلق قرآن مجید کی آیات سے واضح ہوتا ہے کہ ہر ایک شئے فنا ہوگی مگر وجہ کے لئے ہے۔ اس لئے خواجہ حافظ رحمۃ اللہ لکھتے ہیں کہ ؂

خلل پذیر بود ہر بنا کہ مے بینی — مگر بنائے محبت کہ خالی از خلل است

"وجہ" کی مناسبت کے ساتھ حسن اور حسن کی مناسبت کے ساتھ عشق ایسی اصطلاحیں ہیں جن کا مفہوم واضح ہے۔ بنائے محبت یہی وجہ ہے "جس کی نسبت ارشاد الٰہی ہے کہ "کل شیء ھالک الا وجھہ" یہی وجہ حق ہے جس کا مشاہدہ ذکر و فکر کے بعد ہوتا ہے اور طالب حق شاہد ہوتا ہے کہ ربنا ما خلقت ھذا باطلا

عالم فہم الفاظ میں اس طرح کہہ سکتے ہیں کہ عالم جس سے مراد "السموات والارض وما بینھما" ہے بالحق قائم ہے جو کچھ ہم محسوس کرتے ہیں وہ محض صورتیں ہیں جو ہر آن فنا ہوتی ہیں اور فنا ہوتی رہیں گی لیکن عالم کی حقیقت کو بقا ہے۔ کیونکہ قرآن مجید کی آیات سے واضح ہوتا ہے کہ عالم بے حقیقت شے نہیں اس موضوع پر ہم بحث کر چکے ہیں اس مقام پر "عشق مجازی"۔ اور عشق حقیقی کی تشریح مناسب ہے؛

یہ تو واضح ہے کہ باطل صورتیں ہیں جو ہم عالم میں محسوس کرتے ہیں اس لیئے جو شخص حسن صورت پر مائل ہے وہ باطل پرست ہے اس میں کچھ شک نہیں کہ ہم صرف صورتیں محسوس کرتی ہیں اور اس لیے کہ صورتیں اشیاء کے اظہار کا آلہ ہیں کوتہ نظر ان صورتوں کو ہی قائم بالذات سمجھتے ہیں؛ لیکن جیسا کہ ہم بیان کر آئے ہیں؛ حقیقت شناس ان کو محض آلہ اظہار اشیا سمجھتے ہیں اور جانتے ہیں کہ یہ صورتیں ہر آن فنا ہوتی ہے اس لیئے ان صورتوں کو نظر انداز کرتے ہیں اور اصل یا حقیقت شے کی طرف متوجہ ہوتے ہیں یہ لوگ حق پرست ہیں؛

عشق مجازی صرف حسن صورت سے وابستہ ہے اور عشق حقیقی کا تعلق حسن "وجہ" کے ساتھ ہے؛

خواجہ حافظ رح عشق مجازی نہیں بلکہ عشق حقیقی کے اسرار بیان فرماتے ہیں؛ اور ان لوگوں کی کم ہمتی پر افسوس کرتے ہیں؛ جو صرف حسن صورت پر مرتے ہیں؛ ؎

المنۃ للہ کہ در میکدہ باز است	زاں رو کہ مرا بر در او روئے نیاز است؛
خمہا ہمہ در جوش وخروش اند ز مستی	واں مے کہ در انجاست حقیقت نہ مجاز است
مستئ عشق نیست در سر تو	رو کہ تو مست آب انگوری

چونکہ ہر ایک شے فنا ہونے والی ہے اور حق کو بقا ہے۔ اگرچہ اس عالم میں ہمارے صورتوں کا حجاب ہمارے حواس پر پڑا ہے؛ لیکن جسے قیامت کہتے ہیں وہ اس حجاب کا رفع ہے اور حقیقت کا اظہار ہے خواجہ حافظ رح فرماتے ہیں کہ ؎

فردا کہ پیشگاہ حقیقت شود پدید	شرمندہ رہروے کہ نظر بر مجاز کرد

ہم ظاہر کر چکے ہیں کہ سالک کو ابتداء میں بت پرستی؛ صورت پرستی باطل پرستی کے سوا چارہ نہیں کیونکہ ؎

ز ترتیب تصور ہائے معلوم؛	شود تصدیق نامفہوم مفہوم

اللہ تعالے نے ہی صورتوں کو پیدا کیا ہے اور "فاحسن صورکم و الیہ المصیر" (۲۸-۱۴) اور آیۃ "الم تر الی ربک کیف مد الظل ولو شاء لجعلہ ساکنا ثم جعلنا الشمس علیہ دلیلا ثم قبضنہ الینا قبضا یسیرا" (۱۹-۳) سے واضح ہوتا ہے محض ظل یا عدم کا ادراک بغیر موجودگی نور یا وجود ناممکن ہے؛ اور اسی طرح نور کا ادراک ظلمت کے بغیر ناممکن ہے اللہ تعالے نے اپنی قدرت کاملہ سے پرتو "حسن ازلی" سے جو عدم کو لاحق ہے صورتوں کو اس لیئے پیدا کیا کہ ہم پر حقیقت کا اظہار ہو؛ ورنہ اس کا ادراک ناممکن تھا اس معرفت حقیقت یا "وجہ" کے لیئے لازمی ہے کہ ابتداء میں ہم انہی تصور ہائے معلوم سے فائدہ اٹھائیں ورنہ نامفہوم کی تصدیق ناممکن ہے؛

اس جملہ معترضہ کے بعد ہم خواجہ حافظ رح کی حدیث عشق کی طرف رجوع کرتے ہیں کہ "بلائے محبت خالی از خلل" ہے۔ اس لیئے عاشقان صادق کی عالی ہمتی کا یہی تقاضا ہے کہ اس سے لو لگائیں

جن کو ہمیشہ بقا ہے۔

عرضہ کردم دو جہاں بر دل کار افتادہ | بجز از عشق تو باقی ہمہ فانی دانست

خواجہ سعؔ آیات "کُلُّ شَیْءٍ ہَالِکٌ اِلَّا وَجْہَہٗ" اور "کُلُّ مَنْ عَلَیْہَا فَانٍ وَّیَبْقٰی وَجْہُ رَبِّکَ ذُو الْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ"
اور "اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَۃَ عَلَی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَاَبَیْنَ اَنْ یَّحْمِلْنَہَا وَاَشْفَقْنَ مِنْہَا وَحَمَلَہَا الْاِنْسَانُ اِنَّہٗ
کَانَ ظَلُوْمًا جَہُوْلًا" کی ترجمانی کر رہے ہیں۔ ظلوماً وجہولاً کا ترجمہ دل کار افتادہ موزوں ہے۔
خواجہ حافظ نے عشق ہی کو امانت سمجھتے ہیں جس کا اہل صرف انسان ہی ہے چنانچہ فرماتے ہیں کہ

جلوہ کرد رخش دید ملک عشق نداشت | عین آتش شد ازیں غیرت و بر آدم زد
فرشتہ عشق نداند کہ چیست قصہ مخواں | بخواہ جام و شرابے بخاک آدم ریز
دوش دیدم کہ ملائک در میخانہ زدند | گل آدم بسرشتند و بہ پیمانہ زدند
بر در میخانہ عشق اے ملک تسبیح گوی | کاندر آنجا طینت آدم مخمر میکنند

اور اسی سے لطیف استدلال کرتے ہیں کہ

معمار وجود را ازنہ زدی رنگ نواز عشق | در آب محبت گل آدم نہ سرشتی

آدم کی پیدائش سے پیشتر سب کچھ موجود تھا۔ تسبیح گو ملک تھے اور ایک اور ہستی بھی تھی
جو ابلیس اور شیطان کے نام سے موسوم ہوئی۔ فرشتوں نے بحکم الٰہی آدم کو سجدہ کیا۔ ابلیس نے انکار
کیا اور تکبر کیا اور ملعون ہوا۔ "امانت" کا بوجھ جس کے متحمل زمین اور پہاڑ بھی نہ ہو سکے انسان کے
کاندھوں پر رکھا گیا۔ کیا یہی غرض پیدائش آدم کی نہ تھی۔ کہ ایک ایسی ہستی پیدا کی جائے جو امانت
کی بارکش ہو۔

یہ "امانت" کیا ہے۔ بعض مفسرین اور علمائے دین کی یہ رائے ہے کہ یہ امانت قرآن ہے۔ چنانچہ
قرآن شریف کی آیت "لَوْ اَنْزَلْنَا ہٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰی جَبَلٍ لَّرَاَیْتَہٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْیَۃِ
اللّٰہِ" سے استدلال ہو سکتا ہے کہ امانت پہاڑوں پر عرض کی گئی مگر وہ ڈر گئے اور متحمل نہ ہو سکے۔ لیکن
اس میں کچھ شک نہیں کہ "اِنَّ ہٰذِہٖ تَذْکِرَۃٌ" قرآن تذکرہ امانت ہے۔ بذاتہٖ امانت نہیں۔
صوفیہ کرام کی یہ رائے ہے کہ امانت "عشق" ہے بلکہ درد عشق ہے۔

قدسیاں را عشق ہست و درد نیست | درد را جز آدمی درخورد نیست

ہماری رائے میں امانت "علم" ہے۔ لاریب فیہ۔ ضرورت نہیں کہ ہم علم لی واحد اتبازی انسانی
خوبی پر بحث کریں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ارشاد الٰہی ہوتا ہے۔ کہ "قُلْ رَّبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا" یہ آیت
کافی دلیل اس امر کی ہے۔ کہ "علم" ہی ایک ایسی بے بہا نعمت ہے۔ جس کی زیادتی کی دعا آنحضرت صلعم
مانگا کرتے تھے اور یہ نعمت قرآن ہی کی صورت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قلب مبارک پر
نازل ہوتی رہی۔ قرآن کا نام ایک "علم" بھی ہے۔ عشق کے متعلق جو کچھ ہم نے لکھا ہے اس کا ماحصل
یہ ہے کہ حصول علم اس کے بغیر ناممکن ہے۔ اس درد عشق کا متحمل ہمارا دل کار افتادہ ہی ہو سکتا ہے
اور کیوں نہ ہم اپنے آپ کو جاہل ہی کہیں۔

اے خدا قربان احسانت شوم | ایں چہ احسان ست قربانت شوم

ہم جاہل تھے اور تو نے محض لطف و کرم سے ہمیں "علم" دیا۔ خواجہ حافظ رحمۃ اللہ نے "ظلوماً جہولاً"
کا ترجمہ ایک اور مقام پر "عشق" کی مناسبت کے ساتھ "دیوانہ" کیا ہے ؎

آسماں بار امانت نتوانست کشید — قرعہ فال بنام من دیوانہ زدند

خواجہ حافظ رح نے ایک لطیف نکتہ "عشق" کے متعلق ایسا بیان کیا ہے۔ گو اشارات تک کہیں
بھی رہ کر خیال آتا ہے کہ اسے اہل اشارات کے لئے ہی سربمہر ہی رہنے دیں مگر کچھ ایسی ہی بات ہے
کہ ہم خاموش نہیں رہ سکتے۔

ہم بیان کر آئے ہیں کہ عشق سب سے اول "خودی" پر ہاتھ صاف کرتا ہے اور اس کو فنا کر کے
چھوڑتا ہے وہ ذات جو اول اور آخر اور ظاہر او باطن ہے پردہ میں کہاں رہ سکتی ہے۔ اور نعوذ باللہ
وہ کیا شئے ہو سکتی ہے کہ جس سے وہ محجوب ہو ؎

جمال یار ندارد نقاب پردہ ولے — غبار رہ بنشاں تا نظر توانی کرد

یہ ہماری ہی "خودی" ہے جو ہمارے قلب اور حواس پر پردہ ہے اور یہی وجہ ہے کہ "جمال وجہ
مطلق" کے مشاہدہ سے محروم ہیں یہی غبار رہ ہے جو اس خاک کے پتلے نے اپنے وہم و ظن سے پیدا کر رکھا ہے
اور یہی خاک دھول ہے جو اپنی ہی آنکھوں میں ڈالتا ہے ورنہ وہ ہر جگہ حاضر و ناظر ہے۔ بلکہ ہر مقام و
وقت و حال پر حاوی ہے "حبل الورید" سے اقرب ہے۔ یہی نگہ ہر طرف "وجہ اللہ" کا مشاہدہ کر سکتی
ہے اور یہی آنکھ اس کا محمل ہے۔ ؎

اسی محمل کے پردہ میں وہ لیلی جلوہ آرا ہے — غبار چشم مجنوں ہے جسے سمجھا وہ صحرا ہے۔ (الفنا)

وہ لطیف نکتہ جو خواجہ حافظ رحمۃ اللہ علیہ بیان فرماتے ہیں اسی خودی کے متعلق ہے کہ رسول الکریم
صلے اللہ علیہ والہ وسلم اسی لیئے رحمۃ للعلمین ہیں کہ خودی کو نیست و نابود کرنے کے لیئے مبعوث ہوئے
قرآن اسی لیئے نازل ہوا کہ خودی کے برخلاف ارشاد الٰہی کا اعلان کردے۔ "اسلام" اسی کے لیئے
عند اللہ پسندیدہ دین ہے۔ کہ "حق پرستی" ہے۔ خود پرستی محض شیطنت ہے اور باطل پرستی ہے اس
لیئے اسلام اس کے مخالف ہے آیات ذیل پر غور کرو۔

یہ تو مسلم ہے کہ کل انبیاء جو آنحضرت علیہ السلام سے پیشتر مبعوث ہوئے اپنے اپنے قوم و ملک
کے واسطے رحمت تھے اور اسلام ہی کی برکات کے ساتھ "رحمت" ثابت ہوئے لیکن اس سے انکار نہیں ہو سکتا۔
کہ ان کا وجود صرف اپنی اپنی قوم کے واسطے رحمت تھا۔ اسے تقاضائے وقت کہو یا کچھ اور ان ایام میں ایک
قوم کا دوسری قوم کے ساتھ کچھ رابطہ اتحاد نہ تھا۔ رسول کریمؐ اگرچہ عرب میں مبعوث ہوئے۔ مگر یہ بشارت
لے کر آئے کہ "ما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین" اس میں کچھ شک نہیں کہ ہر ایک قوم کے نبی
رسول مبعوث ہوئے۔ لیکن یہ خصوصیت رسول کریم کے ساتھ ہے کہ ارشاد الٰہی ہے کہ "قل یا یھا الناس
انی رسول اللہ الیکم جمیعاً" (۹-۱۰)

"یا یہا الناس" کے خطاب نے ہر ایک امتیاز قومی و ملکی کو اٹھا دیا۔ جس کا مفہوم منافرت اور مغائرت تھا۔
عربی کو عجمی پر اور عجمی کو عربی پر۔ کالے کو گورے پر اور گورے کو کالے پر کوئی خودساختہ فضیلت نہ رہی۔
"جمیعاً" نے ہر ایک تفرقہ کو مٹا دیا اور بنی آدم میں "اخوت" قائم کی۔

ہر ایک ہادی ہر ایک رسول کی امت نے دیر و کنشت و کلیسا کی تعمیر کی اگرچہ یہ عمارتیں عبادت کے لئے خاص تھیں اور فی الحقیقت مساجد تھیں کیونکہ ہر ایک رسول اسلام ہی کے ساتھ مبعوث ہوا تھا۔ مگر اسلام کی حقیقت کو رحمۃ للعالمین ہی نے آشکار کیا اور تمام اقوام کو دعوت توحید و اخوت دی اور غیریت کا حجاب اٹھا دیا۔ دیر و کنشت و کلیسا مختلف اصطلاحیں ہیں جنکا مفہوم مسجد ہے اگر صورت میں اختلاف ہے تو معنے ایک ہی ہے اس نکتہ کو خواجہ حافظ رحمۃ اللہ نے اس طرح بیان کیا ہے ؎

ہمہ کس طالب یار اند چہ ہشیار و چہ مست
ہمہ جا خانۂ عشق است چہ مسجد چہ کنشت

در عشق خانقاہ و خرابات شرط نیست
ہر جا کہ ہست پر تو روئے حبیب ہست

آنجا کہ کار صومعہ را جلوہ مے دہند
ناقوس دیر و راہب و نام صلیب ہست

یکیست ترکی و تازی دریں معاملہ حافظ
حدیث عشق بیان کن بہر زباں کہ دانی

در کعبہ و بتخانہ تو مسجودی و معبودی
رو سوئے تو باشد صاحب نظراں را

صاحب نظر۔ فاینما تولوا فثم وجہ اللہ کا مشاہدہ کرتے ہیں اور یہ مشاہدہ اختلاف صورت کو مٹا کر ہی ہو سکتا ہے ہم بیان کر چکے ہیں کہ صرف صورت پرستی خودی کا نتیجہ ہے اور باطل پرستی ہے۔ اسلام" توحید اور اخوت کی تعلیم دیتا ہے اور اس اختلاف کو جو مختلف امم میں بوجہ صورت پرستی پیدا ہو گیا ہے مٹاتا ہے۔ اور یہ عشق ہی کا مفہوم ہے۔

مرزا عبد القادر بیدل رح فرماتے ہیں کہ ؎

اگر آلودۂ احرام غیرے
ہمہ در کعبہ باشی ننگ دیرے

اگر از وہم غیر آگاہیت نیست
براہ کفر ہم گمراہیت نیست

علامہ محمود شبستری صاحب گلشن راز فرماتے ہیں کہ ؎

حلول و اتحاد ایں جا محال است
کہ در وحدت دوئی عین ضلال است

حلول و اتحاد از غیر خیزد
مگر وحدت ہمہ از سیر خیزد

مولانا جامی رح صاحب سوانح فرماتے ہیں کہ ؎

اے غیر ترا بسوئے تو سیرے نہ
خالی ز تو ہیچ مسجد و دیرے نہ

دیدم ہمہ طالبان و مطلوباں را
آنجملہ توئے و در میاں غیرے نہ

مگر افسوس ہے وہ لوگ بھی جو رحمۃ للعالمین کی متابعت کا دم بھرتے ہیں اس عالمگیر اخوت سے چشم پوشی کرتے ہیں حالانکہ اخوت محبت ہی سے وابستہ ہے جہاں نفرت ہے وہاں تفرقہ اور عداوت اور بغض و حسد۔ عشق کا تقاضا یہ ہے کہ "غیر" کو جو محض امر موہوم ہے فنا کر دے اور "وحدت" سے اس پردہ کو اٹھا دے اور ہم بیان کر چکے ہیں کہ کس طرح علم و عمل سے ایسا ہو سکتا ہے۔ لیکن پیشتر اس کے کہ ہم خواجہ ہی کے الفاظ میں عشق کے متعلق کچھ اور لکھیں۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ خواجہ رح کی تعریف عشق پر بحث کریں۔

خواجہ رح کچھ ایسے "فنا فی العشق" ہیں کہ آپ کو خواہ مسجد ہو خواہ کنشت ہر ایک جگہ خانہ عشق نظر آتا ہے۔ خانقاہ ہو یا خرابات، صومعہ ہو یا دیر، ہر ایک جگہ عشق اپنا کام کر رہا ہے۔ مختلف

[illegible] ہیں جو ایک ہی حقیقت کے اظہار کے لئے وضع کی گئیں ہیں ورنہ ترکی و تازی وہی "حدیث عشق" ہے، یہی حدیث عشق خواجہ نے موزوں الفاظ اور دل لبھانے والے پیرایہ میں بیان کی ہے اور اسی عشق کے متعلق وہ وہ نکات بیان فرمائے ہیں کہ بقول مولٰنا جامی رح اس سے بہتر آج تک کسی نے بیان نہیں کئے اور ہماری نظر سے کسی شاعر کا کلام خواجہ رح کے پایہ کا نہیں گذرا، جس میں سِرِ دلبراں خوش تر پیرایہ میں اشعار کیا گیا ہو،

خواجہ رح نے زہد اور عشق اور عقل اور عشق کا اکثر اشعار میں مقابلہ کیا ہے اور عشق کے مقابلہ میں ہر ایک شئے کو ناچیز اور فانی قرار دیا ہے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ "عشق کیا ہے" اسکی تعریف و توصیف خواجہ رح نے کمال دکھایا ہے، فرماتے ہیں کہ ؎

بلطف خال و خط از عارفاں ربودی دل ۔ لطیفہ‌ہائے عجب زیر دام دانہ تست
لطیفہ ایست نہانے کہ عشق ازو خیزد ۔ کہ نام آں نہ لب لعل و خط زنگاریست
جمال شخص نہ چشم ست و زلف و عارض و خال ۔ ہزار نکتہ دریں کار و بار دلداریست

ہم بیان کر چکے ہیں کہ ہمیں صورتوں کے سوا کچھ اور محسوس نہیں ہوتا اور عالم صورت جس سے مراد محسوسات ہیں محض صورتوں کا مجموعہ نہیں بلکہ یہ صورتیں حقیقت کے اظہار کا آلہ ہیں کہ حقیقت اگرچہ ان صورتوں میں پوشیدہ ہے مگر ظاہر بھی ہے اگر موجودات، کائنات، ہستی میں غور کریں تو ایسے دلکش مناظر نظر آئیں گے کہ ع کرشمہ دامن دل مے کشد کہ جا اینجاست،

یہ حسن صورت جو دل کو کشش کرتا ہے اصطلاح میں "تجلیات شہودی" کہلاتی ہیں۔ مگر خواجہ ان تجلیات کے پردہ میں کسی اور حقیقت کے متلاشی ہیں جس کو "حسن ازلی" سے تعبیر کرتے ہیں اور اس کو "لطیفہ نہانی" کہتے ہیں۔ اسی سے عشق پیدا ہوتا ہے۔ یہی فی الحقیقت دلوں کو صورتوں کے پردہ میں کشش کرتا ہے یہ صورتیں یعنے خط و خال وغیرہ ویسا ہی اس "حسن" کے اظہار کا آلہ ہیں۔ یہی "حسن ازلی" ہے جو "توجہ مطلق" پر تاباں ہے اور جس سے "عشق" پیدا ہوتا ہے جو دل کو ہمہ تن اپنی طرف کشش کرتا ہے اصطلاح میں اس کو "توجہ تام" کہتے ہیں اور ہم بیان کر چکے ہیں کہ کس طرح تقوے سے تزکیہ نفس اور تزکیہ نفس سے تصفیہ قلب اور ذکر و فکر سے توجہ تام حاصل ہوتی ہے، جو حصول "علم" کا ایک ہی ذریعہ ہے، اسی استغراق، انہماک، محویت کو عشق کہتے ہیں، اور جب تک یہ نہو، مراد حاصل نہیں ہو سکتی۔ خواہ یہ مراد دُنیا ہو یا عقبےٰ یا خدا،

عشق اگرچہ ایک ہی ہے مگر بلحاظ اعتبارات دو قسم میں منقسم ہے، ایک عشق حقیقی، اور دوسرا عشق مجازی مؤخر الذکر کو "قنطرۃ الحقیقۃ" اس لئے کہا گیا، کہ ابتدا میں سالک کو ضرور بت پرستی میں مبتلا ہونا پڑتا ہے جو پیر پرستی یا رسول پرستی ہے، مگر ہم پیر یا رسول کی شخصیت پر بحث نہیں کرتے اسی "عالم صورت" پر غور کرتے ہیں،

یہ تو مسلم ہے کہ صورت حقیقت کے اظہار کا آلہ ہوتا ہے لیکن یہ اس امر کا انکشاف "فکر" کے بعد ہی ہوتا ہے اور ہوا ہے، ابتدا میں جو کچھ محسوس ہوتا ہے وہ صرف "صورت" ہی ہے۔ جبتک اس صورت کا تصور قلب میں ہے، ہم بت پرست کہلاتے ہیں اور عشق مجازی میں مبتلا ہیں، لیکن جب

صورت کو نظر انداز کر کے حقیقت کی طرف رجوع کرتے ہیں تو ہم حق پرست ہیں، مگر ابتداء میں اسلیے کہ ؎

زترتیب تصور ہائے معلوم — شود تصدیق نامفہوم مفہوم

ہمیں تصور ہائے معلوم کی طرف جو بعض صورتوں میں رجوع کرنا پڑتا ہے اور اس لیے صورت یا بت پرستی ناگزیر امر ہے، فی زماننا فہم انسانی حد بلوغ کو پہنچ چکا ہے، اور "ھدایت" اور "گمراہی" میں بین امتیاز نظر آرہا ہے، اور بت پرستی کو ہر ایک شخص برا جانتا ہے۔ لیکن ہماری مراد بت سے جمادات و نباتات کی پرستش نہیں ہے، بلکہ اس عالم صورت میں انہماک ہے "حقیقت" کی طرف سے چشم پوشی کرنا، اور "محض مجاز" کو مقصود بالذات سمجھنا بت پرستی ہے، صوفیہ کرام کے نزدیک تو اس بت پرستی سے "آنسوئے فنا" بھی نجات نہیں ملتی دونوں جہان محسوسات سے تعلق رکھتے ہیں کثافت اور لطافت سے نوعیت تو بدل نہیں جاتی عالم آخرت ایسا ہی عالم صورت ہے، جیسا کہ دنیا اور یہی وجہ ہے کہ طالبان حق دونوں جہان سے کنارہ کش ہیں ان کی جد و جہد اسی میں ہے کہ صورت کو نظر انداز کر کے حقیقت کا مفہوم کریں۔ اگرچہ بھی ارتقا کے ابتدائی منازل ہیں ذات حق تو اطلاق سے بھی پاک ہے نہ وہ صورت میں مقید ہے نہ معانی میں، اگر عالم آخرت دنیا کی حقیقت ہے تو یہ حقیقت بھی فی الحقیقت کسی اور حقیقت کی صورت ہے، غور کر دیکھو جب تک اسیر حجاب اور حجاب پر حجاب نہ ہو محسوس نہیں ہو سکتا، طالب صادق رفتہ رفتہ ہر ایک پردہ اٹھانا چاہتا ہے، اس جد و جہد اور کاوش کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ؎

دوش وقت سحر از غصہ نجاتم دادند — وندراں ظلمت شب آب حیاتم دادند

چہ مبارک سحری بود چہ فرخندہ شبے — آں شب قدر کہ ایں تازہ براتم دادند

چوں من از عشق رخش بیخود و حیراں گشتم — خبر از واقعہ لات و مناتم دادند

بیخود از شعشعہ پرتو ذاتم کردند — بادہ از جام تجلے صفاتم دادند

بعد ازیں روے من و آئینہ حسن نگار — کہ درانجا خبر از جلوہ ذاتم دادند

اس غزل کی شرح ہم مناسب مقام پر لکھیں گے، الغرض صوفیہ کرام کے نزدیک ابتداء میں بت پرستی ناگزیر امر ہے اس کو اصطلاح میں عشق مجازی کہتے ہیں، طالبان دنیا و آخرت سب اس عشق مجازی میں مبتلا ہیں۔ مگر طالبان حق دونوں سے آزاد ہیں ؎

فاش می گویم و از گفتہ خود دلشادم — بندۂ عشقم و از ہر دو جہاں آزادم

گدائے کوئے تو از ہشت خلد مستغنی است — اسیر بند تو از ہر دو عالم آزاد تر است

سرم بدنیا و عقبے فرو نمے آید — تبارک اللہ ازیں فتنہا کہ در سر ماست

اہل دنیا چہ کہیں، وہ چہ ہیں، کا تو حال ناگفتہ بہ ہے اس قابل نہیں کہ ان کا ذکر کیا جائے، حضرت عیسے علیہ السلام کو شیطان ایک بلند جگہ پر لے گیا جہاں سے حیاۃ الدنیا و زینتہا کا دلکش نظارہ پیش نظر تھا دنیا کی بادشاہت اور جاہ و جلال دکھا کر کہا کہ اگر مجھے سجدہ کرو تو سب کچھ تمہارا ہے مطلب یہ ہے کہ اس عالم صورت میں متابعت نفس امارہ سے یہ سب کچھ حاصل ہو سکتا ہے، مگر اہل ابصیرت پر روشن ہے کہ یہ نمود بے بود ہے بقول مولانا جامی رح کہ ؎

وعدۂ فردا بود امروز نقد · پیداست که فردا از و چه خواہد کشود

ہر ایک انسان خواہ وہ دُنیا کا طالب ہو یا آخرت کا یا طالب حق ہو مطلوب حاصل کرنے کے لئے یکساں جد و جہد کرتا ہے اور ہم بیان کر چکے ہیں کہ جب تک طلب مطلوب میں وہ اپنی ہستی سے غافل نہیں ہوتا مطلوب ہاتھ نہیں آتا۔ زہد و ریاضت جو اسی جد و جہد کا نام ہے ہر ایک شخص کو کم و بیش کرنی پڑتی ہے۔ لیکن خواجہ رح ان لوگوں کا مضحکہ اُڑاتے ہیں جو دُنیا یا آخرت کی نعمتوں پر مرتے ہیں کیسے کوتہ اندیش کیسے کم ہمت ہیں کہ خدا کو چھوڑ کر اِن کے پیچھے پڑتے ہیں ؎

باغ و بہشت و سایۂ طوبے و قصر حور · با خاک کوئے دوست برابر نمے کنیم

چونکہ اندر ہر دو عالم یار مے باید مرا · با بہشت و دوزخ و با حور و با غلماں چہ کار

خواجہ رح زاہدوں اور واعظوں کو خوب آڑے ہاتھوں لیتے ہیں اور عشق کا جو حق پرستی ہے زہد کے ساتھ جو محض ریاکاری ہے مقابلہ کرتے ہیں۔ ریاکاری کی حقیقت کو بھی خواجہ رح نے خوب واضح بیان کیا ہے؎

واعظاں کیں جلوہ بر محراب و منبر می کنند · چوں بخلوت میروند آں کار دیگر مے کنند

مشکلے دارم ز دانشمند مجلس باز پرس · توبہ فرمایاں چرا خود توبہ کمتر مے کنند

یہ ریاکاری تو ان لوگوں میں پائی جاتی ہے جو کھلے دُنیا دار ہیں مگر لوگوں میں تارک دُنیا مشہور ہیں یہی لوگ فاسق ہیں اور رہبان اور احبار کی طرح ترک دُنیا اس لئے کرتے ہیں کہ دُنیا ملے۔ لیکن حقیقی ریاکاری صورت پرستی ہیں ہے اہل دُنیا کے ذکر کو چھوڑ و اہل آخرت بھی جو حور و غلمان پر مرتے ہیں۔ ریاکار ہیں ان کا زہد خشک خواجہ رح کو نہیں بھاتا۔

ز زہد خشک ملولم بیار بادہ ناب · کہ بوئے بادہ دماغم مدام تر دارد

اور جب زاہدان خشک کی ریاکاری پر نظر کرتے ہیں تو دل و دماغ پر ایسا صدمہ پہنچتا ہے کہ نا گفتہ بہ ؎

ریائے زاہد سالوس جان من فرسود · قدح بیار بنہ مرہمے بریں دل ریش

اہل آخرت جو اپنے آپ کو حاملان شریعت کہتے ہیں۔ ہمیشہ اہل اللہ پر اعتراض کرتے چلے آئے ہیں اور نعوذ باللہ اہل اللہ کو گمراہ اور خیال اور کیا کچھ نہیں کہتے ان کے زعم ناقص میں یہ سمائی ہے کہ اللہ تعالیٰ عز و جل سے دعوے محبت بے ادبی ہے۔ انسان ضعیف البنیان کو یہ دعوے زیبا نہیں ان لوگوں نے انسانی ترقی کی حد یہیں تک سمجھی ہے کہ آخرت کی نعمتوں پر دُنیا میں ادلہ کہا کر بیٹھ رہے یہ ان لوگوں کی کوتہ اندیشی اور نفسانی فریب ہے۔ انسان اگرچہ بظاہر کچھ شے نہیں اور کچھ شے نہ تھا مگر لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم اور فتبارک اللہ احسن الخالقین اس کی شان میں ہے اور یہی اجر ممنون یعنے بے انتہا ترقیوں کا مستحق ہے ان نکات کو خواجہ رح نے موزون الفاظ میں بیان کیا ہے۔ جو مناسب مقام پر واضح کئے جائیں گے طالبان آخرت تو اہل اللہ کو بیراہ رگمراہ جانتے ہی ہیں مگر خواجہ رح سے سنیں انکی نسبت انکی کیا رائے ہے ؎

اے دل بیا کہ تا بہ پناہ خدا رویم · زانچہ آستین کوتہ و دست دراز کرد

کیا ضرور ہے کہ انسان کسی کے عیب بیان کرکے خود گنہگار بنے اور جب یہ مسلم ہے کہ ایک شخص کے گناہ کی
سزا دوسرے کو نہیں ملے گی اس لیئے رند کے گناہوں کو زاہد کے نامہ اعمال میں تو نہیں لکھا جائیگا پھر
زاہد کو کیا پڑی ہے کہ رندوں کے عیب بیان کرتا ہے اور بیٹھے بٹھائے مفت میں گنہگار بنتا ہے۔

من اگر نیکم اگر بد تو برو خود را باش
ہر کسے آن درود عاقبت کار کہ کشت

میں اگر اچھا ہوں یا برا اپنے لیئے ہوں۔ تجھ کو پرائی کیا پڑی اپنی نبیڑ تو۔ کہ جیسا بوئیگا ویسا کاٹیگا

تو و تسبیح و مصلی و رہ زہد و ورع
من و میخانہ و ناقوس و رہ دیر و کنشت

خواجہ رح زاہدان خشک سے پیچھا چھڑانا چاہتے ہیں مگر ان کا تو کام ہی یہی ہے کہ لوگوں کو برا کہیں
جس کا مطلب یہ ہے کہ ہم ہی نیک ہیں خواجہ رحمۃ اللہ بار بار یہی کہتے ہیں ؎

برو اے زاہد و دعوت مکنم سوئے بہشت
کہ خدا در ازل از بہر بہشتم نہ سرشت

ناامیدم مکن از سابقہ لطف ازل
تو چہ دانی کہ پس پردہ کہ خوب است کہ زشت

نہ من از خانہ تقوے بدر افتادم و بس
پدرم نیز بہشت ابد از دست بہشت

اگرچہ خواجہ رح سختی کے ساتھ کہتے ہیں کہ ؎

برو اے زاہد و بر دردکشاں خوردہ مگیر
کار فرمائے قدر می کند این من چہ کنم

اور خشک الفاظ میں یہ بھی کہتے ہیں کہ ؎

پند پیرانہ دہد واعظ شہرم لیکن
من نہ آنم کہ دگر پند کسے بپذیرم

مگر زاہد اور واعظ تو یہ سمجھتے ہیں کہ ہم مامور من اللہ ہیں کہ لوگوں کو خوب دل کھول کر برا کہیں طنز
و طعنہ سے ان کا تکیہ کلام ہے خواجہ رحمۃ اللہ نے ان لوگوں کی عادات اور بیہودہ گوئی کا خوب خاکہ اڑایا
ہے ؎

شیخم بطنز گفت حرام است مے مخور
گفتم بگو کہ گوش بہر خر نمے کنم

پیر مغاں حکایت معقول مے کند
معذورم ار محال تو باور نمے کنم

این تقویم بس است کہ چون زاہدان شہر
ناز و کرشمہ بر سر منبر نمے کنم

زاہد بطعنہ گفت برو ترک عشق کن
محتاج جنگ نیست برادر نمے کنم

آخر خواجہ رح بھی تنگ آکر کبھی کبھی پتہ کی بات بتاتے ہیں ؎

جلوہ بر من مفروش ای ملک الحاج کہ تو ⁂ خانہ می بینی و من خانہ خدا می بینم ✦ منعم مکنی ز عشق وی ای مفتی زمان ✦ معذور دارمت کہ تو او را ندیدہ
من اگر نیکم وگر بد تو برو خود را باش ✦ نامہ سیاہ ✦ ہزار شکر کہ یاران شہر بے گنہند ✦ زاہد از راہ بہ رندی نبرد معذور است ✦ عشق کاریست کہ موقوف ہدایت باشد

زاہد و عجب و نماز و من و مستی و نیاز
تا خود او را ز میاں با کہ عنایت باشد

خواجہ رح زہد اور عشق کا مقابلہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ہماری خوش قسمتی تھی کہ ؎

من ز مسجد بخرابات نہ خود افتادم
اینم از عہد ازل حاصل فرجام افتاد

زہد خشک محض ریاکاری ہے جس سے اللہ تعالیٰ نے ہمیں بے نیاز بنا رکھا ہے زاہدان بدگو کو انکے اپنے حال پر چھوڑ دو
انکو حقیقت کا کچھ علم نہیں ؎ واعظ ما بوئے حق نشنید بشنو این سخن ✦ در حضورش نیز میگویم نہ غیبت میکنم
جب صومعہ اور اسکی سیاہ کاری کا حال منکشف ہو گیا تو ؎

مرغ زیرک بدر صومعہ اکنون نپرد ⁂ کہ نہادہ است بہر مجلس وعظی دامے ✦ ز رہم میفگن ای شیخ بدانہائے تسبیح ✦ کہ چو مرغ زیرک افتد نفتد بہیچ دامے

جدول دوم

سطر / خانے	۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷	۸	۹	۱۰	۱۱
۱	ر	ه	ع	گ	س	ک	ن	ق	م	ل	ک
۲	ح	و	ص	ز	ا	ا	م	ک	ب	ی	ه
۳	ع	م	ی	م	ن	ح	ج	ا	ن	ف	د
۴	م	ت	ک	و	ک	ک	و	ا	ی	ا	ج
۵	گ	و	ل	ع	ک	ن	س	س	ش	ت	و
۶	ن	ش	ح	م	گ	ب	ج	م	ب	ا	س
۷	ا	ی	و	ت	ن	د	ت	ج	د	د	ب
۸	ک	ت	ت	ت	ا	خ	ش	ق	ب	ت	ک
۹	ک	د	ن	ت	د	ا	ن	ب	م	و	ی
۱۰	ا	ج	د	ب	ا	ب	ا	م	د	ا	ا
۱۱	ش	ه	ک	م	ا	ک	ل	ا	ا	ا	ا
۱۲	ک	و	ی	ا	ن	خ	ا	ا	ا	ن	د
۱۳	م	ر	ف	ن	ک	ا	ب	گ	ش	ت	ن
۱۴	ن	م	ب	ی	د	د	د	د	د	ک	ک

جدول سوم

سطر / خانے	۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷	۸	۹	۱۰	۱۱
۱	ا	چ	د	د	ا	ا	ک	ی	و	ک	ی
۲	ی	ز	ف	ک	ق	د	د	ن	م	ت	خ
۳	ت	م	ا	و	ن	م	ت	س	ا	ک	ک
۴	ج	ب	چ	ع	ز	ش	چ	د	ب	و	ک
۵	ی	د	ش	ا	ا	ن	ن	ا	م	م	م
۶	غ	خ	ه	ک	غ	م	ش	ق	ل	ا	ش
۷	س	ن	و	ا	د	د	ت	ک	س	ک	ک
۸	و	ه	و	و	غ	ت	ب	ل	م	د	ج
۹	ن	و	چ	ع	ا	ک	و	ی	ا	ی	ل
۱۰	ی	م	س	ه	م	ن	ت	ل	ا	و	س
۱۱	ن	م	س	ب	ن	ک	ت	و	س	ل	ک
۱۲	ك	ن	ک	ر	ح	س	ا	ی	ا	و	د
۱۳	ر	ب	ب	ز	ک	ش	ی	گ	ی	ک	ه
۱۴	ه	ک	د	ل	ل	م	م	م	ن	ه	ی

واللہ خیر حافظ
ہاں ہاں ای خوشان جام طریقت والے مدہوشان مدام شریعت مژدہ جانفزا
کہ کلام تصوف انضمام مطبوع سالکان مقبول عارفان سراپا پند در زمرۂ مواعظ
یعنی
دیوان حافظ مترجم
بفرمایش
خاکپائے اولیائے کرام شیخ الٰہی بخش و محمد جلال الدین تاجران کتب
کشمیری بازار لاہور بدلکش ترتیب تازہ
مطبوعہ رفاہی پریس لاہور

یا فتاح

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

۱
الا یا ایہا الساقی ادر کاساً و ناولہا — کہ عشق آساں نمود اول ولی افتاد مشکلہا
ہاں، اے ساقی شراب دے اور ساغر کو دور دے — عشق پہلے آسان معلوم ہوتا ہے مگر بعد میں سخت مشکل ہے

۲
بہوئے نافہ کاخر صبا زاں طرہ بکشاید — ز تاب جعد مشکینش چہ خوں افتاد در دلہا
مجھے اس خوشبو کی تمنا ہے جو نسیم صبح زلف کے آخری حصہ میں افشا یا ملاتی ہے — گیسوئے سیاہ کے پیچ و خم نے دل کو غم و الم سے بھر دیا ہے

۳
بمی سجادہ رنگیں کن گرت پیر مغاں گوید — کہ سالک بیخبر نبود ز راہ و رسم منزلہا
مصلے شراب سے رنگین کر، اگر پیر مغاں کا ارشاد ہو — کیونکہ واقف اسرار حقیقت راہ کے نشیب فراز سے بیخبر نہیں ہوتا

۴
مرا در منزل جاناں چہ امن و عیش چوں ہر دم — جرس فریاد میدارد کہ بر بندید محملہا
مجھے مقام عشق میں راحت و آرام کس طرح میسر ہو کہ ہر دم — جرس کی یہی صدا ہے کہ کوچ کی تیاری کرو

۵
شب تاریک و بیم موج و گردابے چنیں ہائل — کجا دانند حال ما سبکساران ساحلہا
اندھیری رات ہے اور موجوں کا خطرہ ہے اور کشتی بھنور میں ہے — ان لوگوں کو جو سمندر کے کنارہ پر ہیں ہماری حال کا کیا علم ہو سکتا ہے

۶
ہمہ کارم ز خود کامی بہ بدنامی کشید آخر — نہاں کے ماند آں رازی کزو سازند محفلہا
میرے ہر ایک کام کا نتیجہ خود کامی کے باعث بدنامی ہوا — وہ راز کس طرح چھپ سکتا ہے جس کا تذکرہ مجلسوں میں کیا جائے

حضوری گر ہمی خواہی ازو غائب مشو حافظ
اے حافظ اگر حضوری کی خواہش ہے تو کبھی غافل نہ ہو

متیٰ ما تلق من تہویٰ دع الدنیا و اہملہا
جب تو وصل محبوب کی خواہش کرتا ہے تو دنیا و مافیہا کو ترک کر

شرح ۱- اس مطلع کا مصرع اولیٰ ”الا یا ایہا الساقی ادر کاساً و ناولہا“ مشہور ہے کہ یزید ابن امیر معاویہ کی فکر رسا کا نتیجہ ہے چنانچہ یزید اس طرح لکھتا ہے کہ ؎ انا المسموم ما عندی بتریاق ولا راقی ÷ ادر کاساً و ناولہا الا یا ایہا الساقی ÷ خواجہ نے

[illegible] مرشد کامل [illegible] عارض معشوق [illegible] تجلیات [illegible]

اس میں اتنا تصرف کیا ہے کہ مقدم کو موخر اور موخر کو مقدم کر دیا۔

بعض حضرات خواجہ رحمۃ اللہ علیہ پر یہ اعتراض کرتے ہیں کہ اگر خواجہ رحمۃ اللہ علیہ اہلبیت سے محبت رکھتے تھے تو سر دیوان پر یزید کے مصرعہ سے مخالفت کا اظہار کر رہی ہے۔ اس کا جواب وہ لوگ جو خواجہ کو بزعم خود شیعہ تبرائی تصور کرتے ہیں۔ اس طرح دیتے ہیں۔

خواجہ حافظ را شبے دیدم بخواب ✽ گفتمش اے مقل دو دانش بمثال

از چہ برخود بستی شعر یزید ✽ باوجود این ہمہ فضل و کمال

گفت واقف نیستی زیں مسئلہ ✽ مال کافر ہست بر مومن حلال

ایسی ایسی دل بہلانے والی باتیں سنتا وہ دو فریق ہمیشہ سے کرتے چلے آتے ہیں۔ لیکن کم از کم ہمیں اس مسئلہ کی تحقیق نہیں ہوئی کہ مال کافر ہست بر مومن حلال"

ایک دفعہ لکھنؤ میں ایک بزرگ وارد ہوئے۔ ان کی نسبت لکھنؤ کے علما نے بے قیاس کیا کہ سنی ہیں۔ اور راس نے درپے آزار ہوئے۔ رفتہ رفتہ شاہ لکھنؤ کے پاس شکایت پہنچی طلبی پر دریافت کیا گیا کہ یزید کی نسبت کیا کہتے ہو۔ جواب دیا کہ اچھا شاعر تھا۔

شنیدم کہ مردان راہ خدا ✽ دل دشمناں ہم نہ کردند تنگ

ترا کے میسر شود ایں مقام ✽ کہ با دوستانت خلاف است و جنگ

خواجہ حافظ گرفتار راہو بکر و علیؓ نہ تھے۔ وہ خدا پرست تھے اور خدا پرست بندہ پرست نہیں ہوتا۔ کیا قیامت ہے کہ یہ لوگ جو بندہ پرست ہیں۔ خدا پرستوں کو بھی اپنے ہی جیسا سمجھتے ہیں۔ خواجہ رحمۃ اللہ علیہ عاشقان الٰہی میں سے تھے۔ آپ کا مذہب عشق تھا۔ اور یہ وہ مذہب ہے جس کی نسبت فرماتے ہیں کہ "از شافعی مپرسید امثال ایں مسائل"۔ عاشقان الٰہی محقق ہوتے ہیں۔ انہیں تقلید سے کیا کام ہے۔ یہ نہ تو حنفی ہو سکتے ہیں نہ شیعہ۔ "ہفتاد و دو ملت" سے بالکل بے تعلق ہوتے ہیں۔ جو لوگ خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کو کسی بزرگ کا مقلد سمجھتے ہیں اور ادھر ادھر کی باتیں بناتے ہیں معذور ہیں۔ ان لوگوں کی نسبت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کا اپنا فتویٰ ناطق ہے۔

جنگ ہفتاد و دو ملت ہمہ را عذر بنہ ✽ چوں ندیدند حقیقت رہ افسانہ زدند

لفظ "الا" مخاطب کو کسی امر کی طرف متوجہ کرنے کے لئے بولا جاتا ہے۔ اور فارسی میں "ہلا" اور انگریزی میں "ہلو" یہی لفظ ہے۔ ۹۳

ہاں ساقیا شراب دے ساغر کو دور دے ✽ آساں ہوں مشکلات غم عشق اور دے

ساقی۔ اس لفظ کے معنی پانی پلانا ہے، لیکن محاورہ میں ساقی شراب پلانے والے کو کہتے ہیں۔ اصطلاح صوفیہ کرام میں ساقی سے مراد اول حق تعالیٰ ہے۔

وسقٰھم ربھم شرابا طھورا

حق تعالیٰ مراتب تجلیات افعالی میں خود ساقی بنکر اپنے عاشقوں کو شراب پلاتا ہے اور عاشق یہ شراب پی کر محو فنا ہو جاتے ہیں۔ اور اس طرح عشق کی کشاکش و سختی سے خلاصی پاتے ہیں۔ عشق واسطہ ہے عاشق و معشوق کے مابین جب یہ پردہ فنا ہو کر اٹھ جاتا ہے تو عاشق عین معشوق ہو جاتا ہے۔ اس کے بعد عشق کا عمل بھی فنا ہو جاتا ہے۔

دویم ساقی سے مراد مرشد کامل رسول کریم ہیں۔

مرشد کامل دو جہاں مصطفےٰ است ✽

ہم نبی و ہم ولی را رہنما است ✽

سوم شیخ ہے جو رسول کریم کا نائب ہوتا ہے اور رسول کریم خلیفۃ اللہ ہیں۔ اس لئے ساقی کا اطلاق خواہ حق تعالیٰ پر ہو یا رسول یا شیخ پر مفہوم میں کچھ فرق نہیں ہے

گفتۂ او گفتۂ اللہ بود ٭ گرچہ از حلقوم عبد اللہ بود ٭

شیخ اور رسول درمیان میں یعنی واسطہ یا رابطہ یا وسیلہ ہے۔ ورنہ ساقی حق ہی ہے۔

"کاسہ" معنی ساغر یا پیالہ ہے۔ اور اصطلاح میں روئے معشوق ہے۔ صاحب گلشن راز لکھتے ہیں کہ

شرابے خور کہ جامش روئے یار است ٭ پیالہ چشم مست بادہ خوار است

مولانا جامی فرماتے ہیں۔

ساغر از دور عارضش کردیم ٭ بادہ خوردیم وایں ترانہ زدیم

اس جگہ کاسہ سے مراد وجہ مطلق ہے۔ کل شیء ھالک الا وجہہ ۔ مولانا بدر الدین صاحب اکبر آبادی صاحب بدر الشروح اس شعر کا مطلب اس طرح لکھتے ہیں کہ اے ساقی ازلی شراب عشق لم یزلی مجھ مفلس و بے نوا درماندہ مبتلا کو اپنے فضل و کرم سے عطا فرما کہ ابتدا میں تو عشق آسان نظر آتا تھا لیکن جب قدم دائرہ عشق میں رکھا۔ پرکار کی طرح سرگرداں در مبتلائے غم اور گرفتار الم ہو گیا ہوں۔ اس کا علاج بھی عشق ہی ہو سکتا ہے۔ کیونکہ آگ کا جلا آگ ہی سے اچھا ہوتا ہے۔ اور شراب کا خمار شراب ہی سے رفع ہوتا ہے۔ عشق کی مستی میں سب غم والم فنا ہو جائیں گے۔

اصلی مطلب یہ ہے کہ ہم نے جب خدا سے لو لگائی تو خیال یہ تھا کہ جس طرح دنیا کے اور کام جد و جہد سے حاصل ہو جاتے ہیں۔ مشاہدۂ وجہ مطلق بھی ہو رہے گا۔ مگر جوں جوں قدم آگے رکھا۔ تو معلوم ہوا کہ عاشقی خالہ جی کا گھر نہیں ہے۔ یہاں تو قدم قدم پر خطرہ ہے۔

در رہ منزل لیلیٰ کہ خطرہاست بسے ٭ شرط اول قدم آنست کہ مجنوں باشی

یہاں تو پہلے اپنے آپ کو فنا کرنا ہوتا ہے۔ نہ صرف یہی کہ دنیا و مافیہا سے غافل ہونا ہے۔ بلکہ اپنی خودی کو بھی محو کر دینا ہے مگر یہ کام بھی حضرت عشق ہی کر سکتے ہیں جس کے مدارج مختلف ہیں۔ مولوی شارح اس طرح لکھتے ہیں کہ عاشق کے دل میں اول رغبت پیدا ہوتی ہے یعنی معشوق بھلا معلوم ہوتا ہے اور ایک آرزو سی پیدا ہو جاتی ہے۔ اس کے بعد جب اس آرزو کا غلبہ ہو جاتا ہے تو ساتھ ہی ایک کشش پیدا ہو جاتی ہے جس کو "انزعاج" کہتے ہیں۔ یہ کشش ایک تعلق پیدا کر دیتی ہے جس کو "شوق" کہتے ہیں۔ اور جب اس میں بھی ترقی ہوتی ہے تو اشتیاق کہلاتا ہے۔ اس مرحلہ پر ایسا مضبوط تعلق قلب کو معشوق کے ساتھ ہو جاتا ہے جو ٹوٹ نہیں سکتا اور اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ عاشق غلبۂ اشتیاق میں ہر ایک چیز سے سوائے معشوق کے بے خبر ہو جاتا ہے۔ یہ مقام محبت ہے اور جب اپنا آپ بھی فراموش ہو جاتا ہے تو عشق کمال پر ہوتا ہے۔ یہ مقام فنا ہے۔ یعنی اس مرحلہ پر صرف معشوق باقی رہ جاتا ہے۔ کل شیء ھالک الا وجہہ۔ اس مقام پر انا لیلیٰ اور انا الحق بے اختیار منہ سے نکل جاتا ہے۔ مگر سچ پوچھو تو انانیت اس میں بھی ہے۔ صرف حق ہی حق باقی رہے تو منازل عشق تمام ہوتی ہیں۔

مطلب شعر کا یہ ہے کہ عشق ایک ایسا دشوار گذار راستہ ہے کہ توبہ ہی بھلی۔ بدرگاہ حق تعالیٰ میں التماس ہے کہ رب ارنی کی دعا اگر حضرت موسیٰ نے بھی کی مگر جواب ملا "لن ترانی"، تو مجھے نہیں دیکھ سکتا۔ جب تک تیری خودی یعنی تو باقی ہے۔ دیکھنا محال ہے۔ اس لئے التدعا ہے کہ اس خودی کو فنا کر دے۔ اور یہ ہو نہیں سکتا جب تک مشاہدہ وجہ مطلق میں محویت حاصل نہ ہو۔ یہ شعر دعائیہ ہے اور ابتدا ایسی دعا ہی ہونی چاہئے۔ کہ یا الٰہی اپنی محبت میں اس قدر سرشار کر دے کہ ماسوائے سے بے خبری ہو بلکہ اپنی انانیت بھی فنا ہو جائے۔

مجازی حقیقت کی طرف رہنما ہوتا ہے۔ اس لئے اس شعر کی کیفیت ذہن میں پیدا کرنا چاہو تو شب تاریک کا تصور باندھو ایک عاشق ہجور اس اندھیری رات میں بیقراری کی حالت میں کروٹیں بدلتا ہے۔ اس تاریکی میں کچھ نظر نہیں آتا آنکھوں میں رات کاٹ رہا ہے۔ کہ کب صبح ہو اور وہ نور دیدہ دل دکھائی دے۔ پھر اسی غم و غصہ رنج و ملم میں خدا خدا کرکے رات کٹ جاتی ہے اور نسیم صبح کے جھونکے شروع ہو جاتے ہیں۔ کیسے خوشگوار ہیں دل کو ٹھنڈا کر رہے ہیں۔ اب یقین ہو گیا کہ پو پھٹنے والی ہے۔ اور آفتاب عالمتاب طلوع ہونے والا ہے۔ اور شب فرقت کی سختی رفع ہو گئی ہے۔ بلکہ غیبت وہ آفتاب حسن جس کے انتظار میں رات کی ایک ایک گھڑی ایک ایک سال کے برابر تھی۔ جلوہ افروز ہوتا ہے۔ گذشتہ تکالیف کا شکوہ کرتا ہے کہ کس مصیبت سے رات بسر کی۔ کچھ میرا ہی دل جانتا ہے غرض لفظ لفظ رونے اس شعر میں وہ کیفیتیں پیدا کر دی ہیں۔ جو صرف ذہن آسکتی ہیں۔ لفظوں میں بیان نہیں ہو سکتیں۔

اب حقیقت کی طرف رجوع کرو۔ جس طرح رخ یار پر زلف پیچ و خم کھائی ہوئی مانع دیدار ہو رہی ہے۔ اور دل عاشق خستہ کو پیچ و تاب و اضطراب میں ڈال رکھا ہے۔ وجہ مطلق جس سے مراد وحدت ہے کثرت نے وہ ظلمت پیدا کر رکھی ہے کہ ہماری آنکھوں پر پردہ پڑ گیا۔ اب انتظار اس امر کا ہے کہ جس طرح رات کی تاریکی نور صبح سے کافور ہو جاتی ہے۔ یہ ظلمت کثرت رفع ہو۔ اور وجہ مطلق کا مشاہدہ ہو۔

در سر زلف ندانم کہ چہ سودا داری ✤ باز برہم زدہ کاکل مشک افشاں را

اے کہ برمہ کشی از عنبر سارا چوگاں ✤ مضطرب حال مگرداں من سرگرداں را

رات آخر ہونے کو ہے طالب صادق مراقبہ میں سر جھکائے بیٹھا ہے اور تمام ظاہری و باطنی قویٰ کی توجہ نور حقیقت کے انتظار پر لگی ہوئی ہے۔ طالب کا مجاہدہ و ریاضت صرف اسی امر کے لئے ہے کہ یہ ظلمت کثرت جس کا نقش دل و دماغ پر ہے محو ہو جائے۔ یہ نقش رفتہ رفتہ مدھم پڑتا جاتا ہے۔ اور نور کی شعاعیں اس طرح نظر آتی ہیں جس طرح آفتاب کی کرنیں جب وہ پردۂ ابر سے باہر آ رہا ہو

مطلب اس شعر کا یہ ہے کہ مجاہدہ و ریاضت کی سختی جو طالب برداشت کرتا ہے وہ نور حقیقت کے مشاہدہ کے لئے ہے۔

یہ صبا یا قاصد یار کیوں پیارا نہ ہو۔ جو پیارے کی آمد کا مژدہ سناتا ہے اس لئے اسی کی قسم کھا کر خواجہ رحمت کہتے ہیں کہ اس ظلمت کثرت کو محو کرنے میں جو کچھ سختیاں میں نے برداشت کیں اس کا اندازہ ہو ہی نہیں سکتا۔

سالکان طریقت جانتے ہیں کہ تجلیات کے وارد ہونے سے پیشتر ان تجلیات کا عکس قلب پر پڑتا ہے اور قلب کو ان تجلیات کے ورود سے آگاہی ہو جاتی ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی کے نزول سے پہلے معلوم ہو جاتا تھا کہ وحی نازل ہونے والی ہے۔ حضرت یعقوبؑ کو پیشتر اس کے کہ پیرہن یوسف مصر سے آتا۔ بوئے یوسف پہنچ گئی تھی۔

۴۔ منزل مقصود پر کوئی انسان بغیر وسیلہ پیر طریقت جو ہر ایک مقام اور راستہ کے نشیب و فراز سے واقف ہو پہنچ نہیں سکتا۔ اس لئے اس کے حکم کی تعمیل بے چون و چرا کرنی چاہیئے۔ خضر علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قصہ مشہور ہے کہ خضرؑ نے حضرت موسیٰؑ سے عہد لیا کہ کسی فعل پر اعتراض نہ کرنا اور ہر ایک حکم کی تعمیل کرنا۔ مگر حضرت موسیٰ سے نہ رہا گیا ہم۔ یہ مشکلات پیر کامل کی توجہ سے دور ہو سکتی ہیں۔ یہ راستہ ایسا ہے کہ ایک دم کے لئے آرام و راحت میسر نہیں۔

۵۔ ایک طرف تو شیطان سد راہ ہے کہ سالک کو منزل مقصود پر پہنچنے سے روکتا ہے۔ اور دوسری طرف کثرت کا جال ایسا پھیلا ہوا ہے کہ اس سے قطع تعلق مشکل ہے۔ فرشتے درد عشق سے نا آشنا ہیں۔ ان کو اس کا حال کیا معلوم ہو جو بےخبر ہیں اور وہ تمہارے حال سے کس طرح آگاہ ہو سکتے ہیں۔

۶ - جب ایسی ایسی مشکلات کا سامنا ہو تو خواہ مخواہ فریاد کرتا ہوں اور راز عشق افشا ہوا جاتا ہے - یہ دوسری مشکل ہے کہ رسوائی اور بدنامی ساتھ ساتھ لگی ہوئی ہے -

۷ - المختصر اگر حضوری کی تمنا ہے تو ایک دم غافل نہ ہو ہر حال میں کہ اٹھتے تب بیٹھتے - اور ہر پہلو اس کا ذکر کرو - اور ہمیشہ اس کا تصور رہا جائے -

	۱	
ای فروغ ماه حسن از روی رخشان شما	۱	آبروی خوبی از چاه زنخدان شما
آپ کے روئے روشن سے خوبصورتی چاند کی طرح روشن ہے		اور خوبی کی آبرو آپ کے چاہ زنخداں کے باعث ہے
عزم دیدار تو دارد جان بر لب آمده	۲	باز گردد یا برآید چیست فرمان شما
جان لبوں پر آئی ہے اور آپ کے دیدار کا ارادہ رکھتی ہے		آپ کا کیا حکم ہے لوٹ جائے یا نکل جائے
کی دهد دست این غرض یا رب که همدستان شوند	۳	خاطر مجموع ما زلف پریشان شما
یا رب یہ غرض کب حاصل ہوگی کہ ایک ہی جگہ		ہمارا دل اور آپ کی زلف پریشان جمع ہوں
کس به دور نرگست طرفی نبست از عافیت	۴	به که نفروشند مستوری به مستان شما
آپ کے گردش چشم سے کوئی شخص امن میں نہیں		بہتر ہے کہ آپ کی آنکھیں پردہ ہی میں رہیں
دور دار از خاک و خون دامن چو بر ما بگذری	۵	کاندرین ره کشته بسیارند قربان شما
جب تو ہماری لاش پر سے گذرے تو اپنے دامن کو خاک و خون سے بچانا		کیونکہ اس راستہ میں بہت تمہارے قربان ہوگئے
با صبا همراه بفرست از رخت گلدسته	۶	بو که بوی بشنویم از خاک بستان شما
صبا کے ہاتھ اپنے گل عارض کا گلدستہ بنا کر بھیج دیں		تاکہ آپ کے باغ کی خاک کی خوشبو ہم بھی سونگھیں
بخت خواب آلود ما بیدار خواهد شد مگر	۷	زانکه زد بر دیده آبی روی رخشان شما
شاید ہمارا سویا ہوا بخت جاگ اٹھے گا		اس لئے کہ آپ کے روئے روشن کی قدر ہوا آنکھوں سے آنسو بہاتا ہوں
ای شهنشاه بلند اختر خدا را همتی	۸	تا ببوسم همچو گردون خاک ایوان شما
اے بلند مرتبہ شہنشاہ بہر خدا توجہ فرمائیں		کہ آسمان کی طرح آپ کے محل کی خاک بوسی کروں
ای صبا با ساکنان شهر یزد از ما بگو	۹	کای سر ناحق شناسان گوی میدان شما
اے صبا شہر یزد کے رہنے والوں کو میری طرف سے کہنا		

۱ وجہ اللہ
۲ کمال حسن و جمال
۳ عالم کثرت و تقییدات
۴ شہود و دیکھا
۵ زلف و تقوے
۶ الا غلبہ
۷ فیض باطن
۸ شہودی
۹ عالم وجود
۱۰ محمد صلی اللہ علیہ وسلم
۱۱ توجہ باطنی
۱۲ معشوق
۱۳ عارفان
۱۴ عارفان حقیقت

گرچہ دوریم از بساط قرب ہمت دور نیست گرچہ میں بظاہر تم سے دور افتادہ ہوں مگر ہر وقت تمہاری یاد ہے	۱۰	**بندۂ شاہ شمائیم و ثنا خوان شما** تمہارے بادشاہ کا غلام ہوں اور تمہارا مدح خواں ہوں
دل خرابی میکند دلدار را آگہ کنید دلدار کو اطلاع دو کہ دل خرابی کرتا ہے	۱۱	**زینہار ای دوستان جان من و جان شما** اے دوستو تمہیں اپنی اور میری جان کی قسم ضرور کہنا
عمرتان باد و مراد ای ساقیان بزم جم اے بزم جمشید کے ساقیو تمہاری مرادیں عمر بھر بر آئیں	۱۲	**گرچہ جام ما نشد پر مے بدوران شما** اگرچہ ہمارا ساغر تمہارے دور میں شراب سے پر نہ ہوا

میکند حافظ دعائے بشنو آمین بگو
حافظ دعا کرتا ہے سنو اور آمین کہو
روزے ما باد لعل شکر افشان شما
خدا کرے کہ تمہارے لب کو جو لعل کی طرح سرخ اور شیریں ہے بوسہ دوں

تشریح ۱۔ صفات کا ظہور ذات سے ہے، ہر دو عالم یک فروغ روئے او۔ منبع حسن و خوبی وہی ذات ہے۔
۲۔ چونکہ عاشق دردمند دیدار کا خواہاں ہے اور زندگی میں یہ امید بر نہ آئی۔ اس لئے جان لبوں پر آگئی کہ ہستی موہوم منقطع ہو تو حقیقت کا انکشاف ہو۔
۳۔ زلف پریشان سے مراد عالم کثرت یا تمام موجودات ہے۔ اور خاطر مجموع سے مراد وحدت، یعنی کب وہ وقت آئیگا کہ کثرت وحدت ہوگی اور ہمیں وصال محبوب حاصل ہوگا۔
۴۔ نرگس سے مراد چشم ہے اور چشم آلہ ہے "بصر" کا اس لئے نرگس یا آنکھ سے اسم بصیر یا صفت بصیر مراد ہے۔ اور اس اسم و صفت کے ظہور کا تقاضا شہود ہے۔ تمام امور غیبیہ اسی اسم و صفت کے تقاضے سے "شہود" میں آتے ہیں۔ ہر ایک امر جو پردۂ غیب میں ہوتا ہے "مستور" ہے۔ لیکن اسم بصیر جو عالم "شہادت" کے ظہور کا تقاضا کر رہا ہے کسی امر کو پردہ میں کب رہنے دیتا ہے۔ "طرف بستن" محاورہ ہے۔ جسکے معنی "حاصل کرنا" طرفے نہ بست از عافیت کے معنی عافیت یا امن و سکون یا راحت حاصل نہ کی۔

مشہور ہے کہ ہیچ آفت نہ رسد گوشۂ تنہائی را۔ یا "الراحۃ بین الوحدات" وحدت مقام عافیت ہے اور اصطلاح میں اسی کو "جنت المادی" کہتے ہیں۔ شعر کا مطلب یہ ہے کہ اسم بصیر نے موجودات و محسوسات کو ظاہر کر دیا۔ اور کثرت کا ظہور ہوا۔ ہر ایک شخص ان تجلیات پر مائل ہو گیا۔ کوئی تو دنیا کے زر و مال کے پیچھے پڑا ہے اور سمجھتا ہے کہ آسائش اسی میں ہے۔ اور کوئی زر و مال کو لٹا کر عیش و عشرت میں پڑا ہے۔ اور سمجھتا ہے کہ آرام اسی میں ہے۔ الغرض جس شخص کو دیکھو عافیت سے دور ہے۔ یہ کیفیت اس کی چشم مست یعنی اسم بصیر کے ظہور کے باعث ہے۔ کہ ہر ایک شخص اپنے اپنے حال میں مست نظر آتا ہے۔ اس اسم بصیر کے دور دورہ میں راحت نہ تو کسی کے حصہ میں آئی ہے اور نہ آسکتی ہے۔ راحت صرف وحدت میں مل سکتی ہے اور یہ اسوقت ہو سکتا ہے جب کثرت نہ ہو اور کثرت اسم بصیر کے باعث ظہور میں آئی۔ اس لئے اگر چشم مست پردہ میں رہے اور کچھ مشہور نہ ہو تو بہتر ہے یعنی جو کچھ ظہور سے پیشتر

عاشقان مجازی / ظاہری باطنی / رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم / عاشقان الہی صحابہ کرام / رسول کریم

کیفیت طاری ہو جائے۔ اور یہ کیفیت اگر فضل الٰہی شامل حال ہو تو ہر ایک وقت میں ہو سکتی ہے۔ جو سالکان طریقت اپنی خودی کو فنا کر چکے ہیں وہ اس نرگس مست کی شعبدہ پردازی سے امن میں ہیں۔

خواجہؒ نے اس شعر میں ایک عجیب نکتہ بیان فرمایا ہے۔ کہ اس دنیا میں جو شخص حیران و سرگردان پھر رہے ہیں یہ کچھ ان کے بس کی بات نہیں تجلیات الٰہی نے انہیں گردیدہ بنا رکھا ہے۔ کوئی ننگ و نام کا خواہاں ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کے قلب کو کشش ایک ایسی تجلی کر رہی ہے جس کا تقاضا یہی ہے کہ یہ شخص ننگ و نام کا دلدادہ ہو۔ اگر کوئی شخص " حیاۃ الدنیا و زینتھا " پر مائل ہے تو اس کی بھی وہی وجہ ہے۔ المختصر کوئی امر بغیر مشیت ایزدی اور ارادہ الٰہی ظہور میں نہیں آتا۔ اگر کوئی شخص بادہ نخوت میں سرشار ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ اسم متکبر کا ظہور تقاضا کر رہا ہے غرض ہر ایک اسم اپنا اپنا کام کر رہا ہے۔ مگر اس کثرت اور اس اختلاف میں جو کچھ حیرانی و سرگردانی ان لوگوں کو لاحق ہوتی ہے وہ بھی تقاضا ظہور اسما و صفات ہے اور اس سے نجات حاصل کرنے کی خواہش بھی بے معنی ہیں مگر نجات اور راحت صرف وحدت میں ہے اور وحدت میں گذر فنا ہو کر ہوتا ہے۔

ہر ایک اسم الٰہی رب ہے اور ظہور میں مربوب کا تقاضا کرتا ہے۔ مثلاً اسم خالق تقاضا کرتا ہے کہ مخلوق موجود ہو اگر مخلوق موجود نہ ہو تو خالق کا ثبوت نہیں ہے۔ وہ خالق اسی وقت ہو سکتا ہے جب مخلوق موجود ہو۔ اس لئے ان اسما کو جو مربوب کے ظہور کا تقاضا کرتے ہیں اسمائے مشروطہ کہتے ہیں۔ کیونکہ اس کے ساتھ مربوب کا ہونا شرط ہے۔ اسم اللہ اسم ذات ہے۔ اور اس لئے جامع جمیع اسما مشروطہ و ثبوتی ہے۔ ہر ایک اسم بجائے خود ایک عالم کے ظہور کا تقاضا کر رہا ہے مثلاً خالق۔ عالم مخلوق کا تقاضا کر رہا ہے جس کا رب اسم خالق ہے۔ اور اس طرح اللہ جو جامع جمیع اسما ہے۔ " رب العالمین " ہے وہ ہر ایک اسم کا تقاضا ہے اس لئے اہل خرد وہ لوگ ہیں جو اصل کی طرف دیکھتے ہیں ؎

گرچہ تیر از کمان ہمی گذرد ❊ از کماندار بیند اہل نظر

اسمائے ثبوتی، سمیع و بصیر و کلیم و قدیر و علیم و مرید و نور ہیں جو عین ذات ہیں۔ اور ذات کے ساتھ قدیم ہیں۔ ان کے لئے کسی شرط کو مشروط نہیں کیا جا سکتا۔ سمع و بصر، کلام، قدرت و علم و ارادہ و نور ان کی صفات ہیں۔ تمام اسما و صفات کا ظہور انہی اسما و صفات ثبوتی سے ہوا۔ جو بذاتہٖ ثابت بحق ہیں۔

اللہ رب العالمین ہے اور تمام عوالم مربوب ہیں۔ " ربنا ما خلقت ھذا باطلا " کچھ شک نہیں کہ تمام عالم بالحق قائم ہے۔ اس نکتہ کو سمجھنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔

۵۔ **وجودک ذنب لا یقاس بھا ذنب**۔ خودی ایک گناہ ہے کہ اس سے بڑھ کر کوئی گناہ نہیں۔ اس لئے اگر مطلوب کی طلب ہے تو اغراض نفسانی خود بینی وغیرہ سے پرہیز کرو کیونکہ " ما و من " اور خودی میں اکثر گرفتار ہو کر اور راستہ میں رہ گئے۔ اور منزل مقصود کو نہ پہنچے۔

۶۔ **و للہ جنۃ لیس فیھا حور و لا قصور یتجلی ربنا ضاحکا**۔ لقائے الٰہی ہی فی الحقیقت جنت ہے کہ اس دنیا میں بھی جلوۂ دیدار دیکھنا نصیب ہو۔ ایک جھلک ہی سہی۔

۷۔ کوئی شخص سویا پڑا ہو۔ اور اس کے منہ پر پانی چھڑکیں۔ تو بیدار ہوتا ہے اس لئے ہمارے آنسو جو منہ پر گرتے ہیں شاید بخت خفتہ کو بیدار کریں اور ہمیں وصل نصیب ہو۔

۸۔ صاحب معراج کی خدمت میں التجا ہے کہ توجہ فرمائیں تاکہ ہم بھی باریاب ہوں۔

۹۔ مجازی [illegible] ہیں شہودیوں کے سر با ستغراق حقیقت سرشار رہوں۔

علامہ میں ان کی باطنی توجہ کا طالب ہوں - ان کے سردار یعنی حبیب خدا اشرف انبیا کا غلام ہوں اور ان کی ثنا کرتا ہوں -
۱ - اے صاحبو اور عاشقان الٰہی ایک نظر ادھر بھی - تم ساقیِ کوثر کی بزم میں ہو اور افسوس ہے کہ میں پیاسا رہوں -

۱
دل میرود ز دستم صاحبدلان خدا را
اے صاحب دل عاشقو دل پر میرا اختیار نہیں ہا خدا کیلئے مدد کرو
دردا کہ راز پنہان خواہد شد آشکارا
افسوس ہے کہ وہ راز جو اب تک پوشیدہ تھا ظاہر ہوا چاہتا ہے

۲
کشتی شکستگانیم اے باد شرطہ برخیز
ہا[illegible] شکستہ ہیں اے باد موافق ذرا چل
باشد کہ باز بینیم آن یار آشنا را
ممکن ہے کہ دوست کو دوبارہ دیکھ لوں

۳
اے صاحب کرامت شکرانہ سلامت
سلامتی کے شکریہ میں اے صاحب کرامت
روزے تفقدی کن درویش بینوا را
کسی دن میرے ساتھ ہمدردی کر کہ درویش بینوا ہوں

۴
سرکش مشو کہ چون شمع از غیرتت بسوزد
اے شیطان سرکشی مت کر مبادا شمع کیطرح غیرت میں آکر جلائے
دلبر کہ در کف او موم است سنگ خارا
وہ دلبر جس کے ہاتھ میں بطور معجزہ پتھر موم بن جاتا ہے

۵
دہ روزہ مہر گردون افسانہ ایست افسون
زمانہ کی موافقت دس روزہ ہے اور سراسر فریب اور جھوٹی باتیں
نیکی بجائے یاران فرصت شمار یارا
اے دوست فرصت غنیمت سمجھ اور دوستوں سے نیکی کر

۶
آئینہ سکندر جام جم است بنگر
سکندر کا آئینہ جام جم ہے - دیکھ
تا بر تو عرضہ دارد احوال ملک دارا
تاکہ تجھے دارا کے ملک کا احوال معلوم ہو

۷
آن تلخوش کہ صوفی ام الخبائثش خواند
وہ شراب کہ جسے صوفی نے تمام برائیوں کی ماں کہا
اشہی لنا و احلیٰ من قبلۃ العذارا
مجھے دوشیزہ عورتوں کے بوسے سے زیادہ مرغوب بلکہ شیریں ہے

۸
در حلقہ گل و مل خوش خواند دوش بلبل
پھولوں اور شراب کے دور میں گل و بلبل نے کیا اچھا کہا
ہات الصبوح ہبوا یا ایہا السکارا
اے مستو آؤ، اور شراب پیو،

۹
در کوئے نیکنامی ما را گذر ندادند
نیکنامی کے کوچہ میں مجھے جانے نہیں دیتے
گر تو نمی پسندی تغییر کن قضا را
اگر تجھے یہ پسند نہیں تو قضا کو بدل دے

۱۰
آسائش دو گیتی تفسیر این دو حرف است
دونوں جہان کی آسائش ان دو حرفوں کی تفسیر ہے
با دوستان تلطف با دشمنان مدارا
کہ دوستوں سے لطف سے اور دشمنوں سے مدارات کا پیرایہ

خوبان پارسی گو بخشندگان عمرند پارس کے معشوق عمر بخشتے ہیں، اس بات کا	۱۱ **ساقی بدہ بشارت پیران پارسا را** اے ساقی پیران پارسا کو مژدہ دے
ہنگام تنگدستی در عیش کوش و مستی تنگدستی کے وقت عیش و عشرت میں کوشش کر اور بیخودی پیدا کر	۱۲ **کیں کیمیائے ہستی قاروں کند گدا را** کیونکہ یہ زندگی کی ایسی کیمیا ہے کہ فقیر کو قارون بنا دیتی ہے
گر مطرب حریفاں ایں پارسی بخواند اگر مطرب راگ گویا یہ پارسی گائے گا	۱۳ **در وجد و حالت آرد پیران پارسا را** تو پیران پارسا کو وجد و حالت میں لائیگا،

۱۴ **حافظ بخود نپوشید ایں خرقۂ مے آلود**
حافظ نے خود بخود یہ شراب آلودہ خرقہ نہیں پہنا
اے شیخ پاکدامن معذور دار ما را
اے پرہیزگار شیخ مجھے معذور سمجھ

شرح - ۲ - بادشرط سے مراد مرشد کامل ہے جس طرح کشتی ہوا سے کنارہ پر لگتی ہے اسی طرح مرشد کامل کی توجہ سے منزل مقصود پر پہنچ سکتے ہیں۔

۶ - اگر انسان سعی کرے کہ اس کے دل سے زنگ کدورت دور ہو اور قلب صاف ہو جائے تو حجابات قلب کا مشاہدہ ہوتا ہے اور انسان نفسانی خواہشوں اور شیطانی وسوسوں پر غلبہ حاصل کرتا ہے جس طرح سکندر دارا پر غالب آیا مگر ملک دل فتح ہونا مشکل ہے۔

۹ - خواجہ رح کی سوانح عمری میں ہم نے معیت حق اور جبر کے زیر عنوان جو کچھ لکھا ہے، در شرح شعر:
کس بدور نرگست طرفے نہ بست از عافیت ٭ بہ کہ بفروشند مستوری بمستان شما
کا بغور مطالعہ کریں۔

خواجہ رح کا مذہب "جبر" تھا اور چونکہ آنجناب کو معیت حق حاصل تھی اس لئے کسی فعل کا انکی اپنی ہستی ہو کر ان سے صادر ہونا ناممکن تھا۔ اس کو وہ نقالِ کرچھے تھے۔ صرف یہی نہیں بلکہ ان کا ایمان تھا کہ جو کچھ بھی عالم میں ہو رہا ہے اس کے اسما و صفات جیسا کچھ تقاضا کرتے ہیں ظہور میں آتا ہے۔ اگر کوئی نیکنام یا بدنام ہے تو ایک دوسرے کی نظر میں ہے فی الحقیقت نہ نیکنام ہے نہ بدنام۔ یہ سب اصطلاحیں ہیں۔ اور اگر ایک دوسرے سے نسبت نہ ہو تو بالکل بے معنی ہیں۔ یعنی نیک و بد کا امتیاز و احساس صرف ہم کرتے ہیں اور اس کی وجہ یہی ہے کہ عالم میں امتیاز اضداد سے پیدا ہوتا ہے۔ محققین کے نزدیک یہ امتیاز اس ضد کے باعث ہے جو اسماء الٰہی میں ہے مثلاً لطف و قہر جمال جلال وغیرہ۔ وہی ہادی ہے۔ وہی مضل ہے۔ جو کچھ ظہور میں آتا ہے اسمار الٰہی کی ضد سے ہے۔ اور اس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ اللہ تعالٰے کے اسما کی کچھ حد و نہایت نہیں۔ لیکن یہ امر بالبداہت ثابت ہے کہ مظہر لطف و قہر و جمال و جلال و ہادی و مضل ایک دوسرے کے مخالف ہوں۔ یہ نقش نخالف ایک ہی قلم نے کیا۔

دنیا میں ایک دوسرے کو گمراہ سمجھتا ہے اور سمجھنا بھی یہی چاہیے کیونکہ اضداد کا یہ خاصہ ہے۔ اور اسی لئے اعتراض کرتا ہے۔ مگر بنظر غور دیکھا جائے تو کوئی گمراہ نہیں سب راہ پر ہیں۔ البتہ ایک دوسرے کے راستہ پر نہیں چلتا اسی لئے ایک دوسرے کی نظر میں گمراہ ہے۔

دنیا میں کوئی شے بذاتہ نہ اچھی ہے نہ بری۔ بعض حالات کے تعلق اور نسبت سے ہر ایک چیز اچھی بری بن جاتی ہے اور یہ عارضی امور ہیں۔ اگر ان سے قطع نظر کی جائے تو ہر ایک شے کی اصلیت معلوم ہو سکتی ہے۔ یہی کیفیت بدنامی و نیکنامی کی ہے کہ اصل میں بد و نیک میں کچھ تمیز نہیں۔

یہ تو امر واقع ہے مگر خواجہؒ نے اس میں ایک بات پیدا کی ہے۔ وہ یہ ہے کہ معترض کو مخاطب کرکے کہتے ہیں کہ گر تو نمی پسندی تغیر کن قضا را ٭ یعنی قضا میں تو تغیر ہو ہی نہیں سکتا۔ اس لئے قضا کے فعل پر اعتراض فضول ہے مگر ہم تو یہ کہیں گے کہ اعتراض کرنا بھی اسی فعل کا خاصہ ہے۔ اور اس کو خواجہ نے نظر انداز نہیں کیا۔ چونکہ طالبان صادق کو سلوک کی تعلیم کرتے ہیں۔ اس لئے نصیحت کرتے ہیں کہ اعتراض مت کرو۔

ہر ایک شخص بتقاضائے "عین" خود دوسرے پر اعتراض کرتا ہے اور یہ امر تعینات کا خاصہ ہے۔ شیخ اکبر فصوص الحکم میں فرماتے ہیں کہ ہر ایک شخص نے خدا تعالےٰ اور اس کی معرفت کو اپنے اپنے عقیدہ میں محدود کر دیا ہے۔ عارف کامل وہ ہے جو اس کو ہر ایک عقیدہ میں دیکھتا ہے۔ اور کسی ایک میں مقید نہیں کرتا۔

صاف اور سیدھے الفاظ میں ہم اس نکتہ کو اس طرح بیان کر سکتے ہیں کہ جو کچھ ظہور ہو رہا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے "علم" کے "عین" مطابق ہے۔ اور ہر ایک شے اور اس کے احکام و آثار و افعال بالتفصیل و بالاجمال اللہ تعالیٰ کے علم میں اس شے کے ظہور سے پیشتر موجود تھی۔ اس لئے ہر ایک شے متعینہ موجودہ اللہ تعالےٰ کے علم میں بعینہٖ موجود تھی یا اس طرح کہو کہ وہ صورت جو اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے اور جس کو اصطلاح میں "علمی صورت" کہتے ہیں "عین" صورت موجودہ متعینہ محسوسہ ہے۔ جس طرح ایک معمار کو مکان تعمیر کرنا منظور ہوتا ہے تو پہلے اس مکان کا مجمل نقشہ بعد ازاں مفصل نقشہ قلب میں کھنچ جاتا ہے۔ یہ مکان جو معمار کے قلب میں ہے اس مکان کے عین مطابق ہے جس کا خارج میں ظہور ہوا۔ یا جس کو معمار نے تعمیر کیا یہ مثال سمجھانے کے لئے ہے۔ اسی پر کل موجودات کی خلقت کا قیاس کرو۔ ہر ایک شے سے "ظہور" میں وہی کچھ صادر ہوتا ہے جو اس کی فطرت کے مقتضی ہے۔ خواجہ رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ تم یہ پسند نہیں کرتے کہ فلاں شے فلاں کام کرے یا نہ کرے تو مناسب ہے کہ اس کی فطرت کو بدل دو اور اپنی خواہش کے مطابق اس کی استعداد فطری کو بناؤ۔ یہ کام تو تم سے ہو نہیں سکتا پھر اعتراض کیوں کرتے ہو اور کرتے ہو تو صنعت الٰہی پر کرتے ہو۔

مرا برندی و عشق آں فضول عیب کند ٭ کہ اعتراض بر اسرار علم غیب کند ٭

مکن بچشم حقارت نگاہ در من مست ٭ کہ نیست معصیت و زہد بے مشیت

برو اے زاہد و دعوت مکنم سوئے بہشت ٭ کہ خدا در ازل از بہر بہشتم نہ سرشت ٭

تو و تسبیح و مصلےٰ و رہ زہد و ورع ٭ من و میخانہ و ناقوس و رہ دیر و کنشت

عیب رندان مکن اے زاہد پاکیزہ سرشت ٭ کہ گناہ دگراں بر تو نخواہند نوشت

پیر ما گفت خطا بر قلم صنع نرفت ٭ آفریں بر نظر پاک خطا پوشش باد

خواجہؒ کے تمام دیوان میں اکثر اشعار اس شعر کے ہم معنی ہیں۔ کہ گر تو نمی پسندی تغیر کن قضا را ٭ غالباً وہ حضرات جو اسرار وجود سے ناواقف ہیں یہ اعتراض پیش کریں گے کہ اگر یہ صحیح ہے کہ ہر ایک "عین معین" کی قابلیت

اور استعداد کے مطابق حضرت الوہیت نے اپنی قدرت کاملہ اور ارادہ سے وہ کچھ دیا جس کا ظہور ہو رہا ہے۔ اور تمام صورتیں
یہی عمل و احکام ہیں اور اس سے اقتضاء میں تغیر نہیں ہو سکتا۔ تو امر بالمعروف ونہی عن المنکر ہی سرے سے
فضول ہے۔ اس کا جواب ہم لکھ چکے ہیں۔ کہ ہر ایک عین معین مخصوص سے وہی کچھ صادر ہوتا ہے اور ہوگا جو اس کی فطرت
کے مقتضی ہے۔ اور نا ممکن ہے کہ کسی "عین" کی فطرت میں تبدیلی واقع ہو جو "معین" ہو چکی ہے "لا تبدیل الخلق"
اور "ذلک الدین القیم" اس لئے ہر ایک فعل جو اس سے سرزد ہوتا ہے۔ ہو کر رہے گا۔ کیونکہ تقاضائے فطرت
پہ مجبور ہے۔ امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا صدور بھی انہی "اعیان معین" سے ہوگا جن کی فطرت
اس کے مقتضی ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ۔ "بر رسولاں بلاغ باشد و بس"
کوئی شخص خواہ وہ نبی ہو یا رسول، ولی ہو یا مصلح اس سے زیادہ اور کچھ نہیں کر سکتا کہ اپنی فطرت کے تقاضے سے
مجبور ہو کر لوگوں کو دعوت دے۔ اور وہی لوگ اس کی دعوت کو قبول کریں گے جن کی "عین" میں قبولیت کی قابلیت اور
استعداد پہلے ہی سے موجود ہے۔ یہ لوگ خود بخود کھنچے چلے آئیں گے۔ نا ممکن ہے کہ دیگر اشخاص جن کی فطرت میں مخالفت
ودیعت ہو چکی ہے اس کی دعوت کو قبول کریں۔ بلکہ ضرور ہے کہ مخالفت پر کمر بستہ ہوں "من یھدی اللہ فلا
مضل لہ ومن یضللہ فلا ھادی لہ"

خواجہ رح نے ایک لطیف مثال سے اس نکتہ کو واضح کر دیا ہے۔

حسن ز بصرہ بلال از حبش صہیب از شام
ز خاک مکہ ابوجہل ایں چہ بوالعجبیست

ہم دور از کار باتیں نہیں بناتے۔ کیونکہ ہمارا دعوے بالبداہت ثابت ہے۔ "کل حزب بما لدیہم
فرحون"

شعر زیر بحث کے ہم معنی یہ شعر ہے۔

حافظ بخود نپوشید ایں خرقہ مے آلود
اے شیخ پاکدامن معذور دار ما را

پاکدامن کے مقابلہ میں "خرقہ مے آلود" ہے اس لئے ناپاک کے ہم معنی ہے۔
شیخ پاکدامن ہی پر کیا موقوف ہے۔ ہمارے خرقہ وجود آلودہ معصیت کی ابھی قطع و برید بھی نہ ہوئی تھی کہ قدسیوں
نے اعتراض کیا تھا کہ یہ کیسا قامت ناساز و بے اندام ہوگا جس کے لئے یہ "خرقہ مے آلود" بنایا جا رہا ہے۔ تقدس ملکوتی
تسبیح و تہلیل کے لئے کیا کچھ کم تھے کہ ہماری ضرورت پڑی۔ خیر اللہ میاں نے فرشتوں کو تو یہ کہہ کر خاموش کر دیا کہ "انی
اعلم ما لا تعلمون"۔ فرشتوں کا دھندا تو چھوٹا لیکن "شیخ پاکدامن" کا جھگڑا باقی رہ گیا۔ یہ حضرت اپنی پاکدامنی
پر اتراتے ہیں اور ہمارے "خرقہ مے آلود" کو نظر حقارت سے دیکھتے ہیں۔ کہیں ملکوتی معترضین کی روحیں ان میں
حلول تو نہیں کر گئیں۔

پاک اور ناپاک دو اعتباری اور نسبتی الفاظ ہیں۔ ورنہ بحیثیت حقیقت "ترسم کہ روز حشر عناں بر عناں رود
تسبیح شیخ و خرقہ رند شراب خوار"

خواجہ اس شعر میں معقول عذر پیش کرتے ہیں کہ فطرت انسانی پر غور کرو اور فکر کرو کہ اس کا خالق کون ہے
اور جب بلحاظ خلقت ہر ایک امر کی نسبت خالق کی طرف ہے تو اعتراض خالق ہی پر ہوگا۔ (نعوذ باللہ)
لباس ہستی جو انسان کو عطا ہوا ہے وہ مختلف رنگ کا ہے۔ اور انسان پر ہی کیا موقوف ہے۔ یہ لباس ہر ایک
شے پہنے ہوئے ہے اور سچ تو یہ ہے کہ "جز نمیں سرخ و کبود ایں جا نیست" (بیدل) سیاہی اور سفیدی ہیں روز

روشنی اور شب دیجور کا فرق ہے - لیکن یہ امتیاز ایک دوسرے کی موجودگی میں ہی پیدا ہو سکتا ہے اور دونوں لازم و ملزوم ہیں - ہر ایک اپنے اپنے رنگ میں ظہور کے منشا کو پورا کر رہا ہے - عارف کامل کے لئے تو یہ اختلاف و امتیاز و اضداد تو دفتر معرفت ہے اور جاہل اس سے ٹھوکر کھاتے ہیں - اور اعتراض پیدا کرتے ہیں - شیخ کے دامن کو پاک کون کہے گا - اگر ہمارے جیسے تردامن موجود نہ ہوں -

مستور و مست ہر دو چو از یک قبیلہ اند ٭ من دل بعشوۂ کہ دہم اختیار چیست

جب زاہد گوشہ نشین اور رسوا بدنام و بدمست دونوں اس کی مخلوق ہیں تو معرفت سے یہ امر بعید ہے کہ ایک تجلی کا اقرار اور دوسری کا انکار کیا جائے - البتہ جو اس ذوق سلیم سے نا آشنا ہیں معذور ہیں لیکن -

ترسم آں قوم کہ بر دردکشاں میخندند ٭ در سر کار خرابات کنند ایماں را

ساقی بنور بادہ بر افروز جام ما اے ساقی شراب کے نور سے میرے پیالہ کو منور کر	۱	مطرب بگو کہ کار جہاں شد بکام ما اور اے مطرب بشارت دے کہ تمام کام خاطر خواہ سرانجام ہوئے
ما در پیالہ عکس رخ یار دیدہ ایم میں نے پیالہ میں یار کے چہرہ کا عکس دیکھا ہے	۲	اے بیخبر ز لذت شرب دوام ما اے بیخبر یہ وہ مزا ہے جو ہمیشہ شراب نوشی سے حاصل ہوتا ہے
چنداں بود کرشمہ و ناز سہی قداں سہی قامت معشوقوں کے ناز و انداز اسوقت تک پسندیدہ ہیں	۳	کاید بجلوہ سرو صنوبر خرام ما جبتک ہمارا بلند قد سرو خراماں جلوہ افروز نہیں ہوتا
مستی بچشم شاہد دلبند ما خوش است میرے دلبر معشوق کی آنکھوں میں مستی کیسی بھلی معلوم ہوتی ہے	۴	زاں رو سپردہ اند بمستی زمام ما اس لئے ہمارے اختیار کی باگ اسکی مست آنکھوں کی حوالے ہے
ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق بیشک وہ شخص کبھی نہیں مرتا جسکا دل عشق سے زندہ ہے	۵	ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما زمانہ کے دفتر پر ہماری ہمیشگی ثبت ہے
ترسم کہ صرفہ نبرد روز باز خواست مجھے ڈر ہے کہ قیامت کے دن غلبہ حاصل نہ کریگی	۶	نان حلال شیخ ز آب حرام ما شیخ کے حلال کی روزی ہمارے حرام پانی پر
بگرفت ہمچو لالہ دلم در ہوائے سرو اس سرو کی محبت میں میرے دل پر لالہ کیطرح داغ ہے	۷	اے مرغ بخت کے شوی آخر تو رام ما اے میرے مرغ بخت تو کب ہمارے قابو میں آئے گا۔
ای باد گر بہ گلشن احباب بگذری اے صبا اگر تیرا گذر دوستوں کے گلشن میں ہو تو	۸	زنہار عرضہ دہ بر جاناں پیام ما تو ضرور میرا پیام میرے محبوب کو پہنچا دینا

گو نام ما ز یاد بعمداً چہ مے بری
اور کہنا کہ دیدہ و دانستہ میرا نام کیوں فراموش کرتا ہے

خود آید آنکہ یاد نیاری ز نام ما
وہ وقت آتا ہے کہ تجھے میرا نام بھولے سے یاد نہ آئیگا

دریائے اخضر فلک و کشتی ہلال
آسمان جو نیلے دریا کی طرح ہے اور ہلال جو کشتی کے مشابہ ہے

ہستند غرق نعمت حاجی قوام ما
ہمارے حاجی قوام الدین کی نعمت میں غرق ہیں

حافظ ز دیدہ دانۂ اشکے ہمی فشاں
اے حافظ آنکھوں سے آنسوؤں کے دانے گرا

باشد کہ مرغ وصل کند قصد دام ما
ممکن ہے کہ مرغ وصل ہمارے جال میں پھنس جائے

۱- شرح - اے مرشد کامل عشق سے ہمارا دل بھر دے کیونکہ عشق ہی ایک ایسا ذریعہ ہے جو تمام کام حسب دلخواہ کر دیتا ہے اور معشوق حقیقی تک پہنچا دیتا ہے۔

۲- ہم نے اپنے قلب میں معشوق کے انوار کا جلوہ مشاہدہ کیا ہے اور اس طرح عین الیقین کا مرتبہ حاصل کیا ہے۔ وہ لوگ جو غافل ہیں اس لذت دیدار سے ناآشنا ہیں۔ جو ہمیں ہمیشہ میسر ہے۔

۳- کچھ شک نہیں کہ انبیاء کرام جو چمن دنیا میں بلند مرتبہ ہیں اس وقت تک قابل تقلید تھے جب تک خاتم النبین مبعوث نہیں ہوئے تھے۔ آنحضرت اس معشوق خوش خرام کے مثل ہیں جو باغ میں آنکلتا ہے اور تمام آنکھیں اس کی طرف متوجہ ہو جاتی ہیں۔ اور کوئی شخص بید باغ کے درختوں کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھتا۔ جو پابند ہیں اور ہمارا سرو خوش رفتار روشوں پر ٹہلتا ہے۔ اور باغ عالم کو رونق دیتا ہے۔

۴- آنحضرت نشۂ عشق الٰہی میں مخمور ہیں اور آنجناب کی آنکھیں جلوۂ شاہد حقیقی دیکھ رہی ہیں۔ اس لئے لازم ہے کہ آپ کی اطاعت اور متابعت کریں۔ تاکہ آپ کے طفیل ہم بھی منزل مقصود پر پہنچیں۔

۵- قرآن شریف کی آیات سے ثابت ہے کہ جو قتیل عشق الٰہی ہیں یعنی اللہ تعالےٰ کے راستہ میں قتل ہوئے وہ زندہ ہیں۔ ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتاً بل احیاء عند ربھم یرزقون۔ فرحین بما اٰتٰھم اللہ من فضلہ۔ چونکہ عاشقان الٰہی بہر حال اللہ کی محبت میں ڈوبے ہوئے ہیں اس لئے ان کی موت فی سبیل اللہ واقع ہوتی ہے۔ یہ امر کہ وہ زندہ ہیں اس طرح بھی ثابت ہو سکتا ہے کہ وہ اپنی ہستی کو ہستی حق تعالےٰ میں فنا کر دیتے ہیں۔ اور حق تعالےٰ ہمیشہ زندہ ہے۔ دنیا میں بے شمار اولوالعزم بادشاہ گذرے ہیں۔ ان کی قبروں کا نشان تک نہیں ملتا۔ ان کا تعلق دنیا کے ساتھ تھا جب تک دنیا میں رہے دنیا نے ان کا ساتھ دیا۔ جب دنیا کو چھوڑا دنیا نے بھی ان کو چھوڑ دیا۔ اہل اللہ اگرچہ زندگی فقر و فاقہ سے بسر کرتے رہے لیکن مرنے کے بعد ان کی قبریں زیارتگاہ عالم ہیں اور ہر ایک شخص ان کا نام ادب سے لیتا ہے۔

۶- ایسا نہیں ہو سکتا کہ زاہد و تقویٰ ہمارے عشق پر غالب آجائے۔ ہمارا آب حرام ہے یعنی وہ پانی جو حرمت والا ہے اور جس سے شیخ بھی محروم ہے۔ ہماری تشنگی دیدار الٰہی کو بجھا دے گا۔ اور شیخ کے زہد و ریاضت کی کمائی جنت کی نعمتوں تک محدود ہے جو حور و قصور کے لئے ہیں۔

۷ و ۸ و ۹ ۔ یہ اشعار بحالت قبض لکھے ہیں اور درد و غم کا اظہار کیا ہے ۔ شعر (۹) میں ظاہر کیا ہے کہ ہمیں فراموش کرنے کی کوشش نہ کر۔ کیونکہ موت ہمارا نام و نشان مٹا دے گی اور تو خود بخود بھول جائیگا ۔
۱۰ ۔ اس شعر کا مطلب مفصل سوانح عمری خواجہ حافظ رحمتہ اللہ علیہ میں لکھا گیا ہے ۔

صلاح کار کجا و من خراب کجا پرہیزگاری کہاں اور میں خرابانی کہاں	۱	ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا دونوں میں راستہ کا فرق دیکھو تو کہاں سے کہاں تک ہے
چہ نسبت است برندی صلاح و تقوی را صلاحیت اور تقوے کو رندی سے کیا مناسبت ہے	۲	سماع وعظ کجا نغمہ رباب کجا وعظ کا سننا کہاں ، رباب کا نغمہ کہاں
دلم ز صومعہ بگرفت و خرقہ سالوس عبادت گاہ اور ریاکاری کے جامہ سے میرا دل بیزار ہے	۳	کجاست دیر مغان و شراب ناب کجا بت خانہ کہاں ہے اور شراب کہاں ہے
بشد ز یاد خوشش باد روزگار وصال اس نے ایام وصال کی خوش یاد کو فراموش کر دیا	۴	خود آں کرشمہ کجا رفت و آں عتاب کجا اب وہ کرشمہ کہاں گیا اور وہ عتاب کیا ہوا
ز روی دوست دل دشمناں چہ دریابد دشمنوں کو دوست کے حسن سے کیا ملے گا	۵	چراغ مردہ کجا شمع آفتاب کجا بجھا ہوا چراغ کہاں ۔ اور آفتاب روشن کہاں
ببیں بسیب زنخداں کہ چاہ در راہ است سیب زنخداں کو دیکھ کہ کنواں راستہ میں ہے	۶	کجا ہمی روی ای دل بدیں شتاب کجا اے دل تو کہاں جا رہا ہے اور اس تیزی کے ساتھ کدھر کو
چو کحل بینش ما خاک آستان شماست جبکہ آپ کے دروازہ کی خاک میری آنکھوں کا سرمہ ہے	۷	کجا رویم بفرما ازیں جناب کجا فرمائیے میں آپکے دروازہ سے کہاں اور کس طرف جاؤں

قرار و خواب ز حافظ طمع مدار ای دوست
اے دوست حافظ سے راحت و آرام کی امید نہ رکھ
قرار چیست صبوری کدام خواب کجا
قرار کسے کہتے ہیں ۔ صبر کیا ہوتا ہے ۔ اور خواب کہاں ہے

۱ و ۲ ۔ **شرح** ۔ صلاحیت اور اعمال صالح کی ضرورت تو اسے ہے ۔ جو اس کے عوض جنت کا طالب ہے اور ہماری یہ حالت ہے کہ سرے سے عمل خواہ وہ برے ہوں یا اچھے ۔ ہم سے سر زد نہیں ہوتے کیونکہ ہمنے اپنی ہستی کا خانہ خراب کر دیا ۔ ۱۔۱

ے پرہیزگاری ۱۲
ے رندی ۱۲
ے قیل و قال
ے خال ۱۲
ے معبد یہود
ے جامہ ریاکاری ۱۲
ے مشاہدہ عالم اطلاق
ے ظہور ۱۲
ے جمال دوست
ے ظاہر پرستی
ے دل مردہ ۱۲
ے وجہ اللہ ۱۲
ے لطف ۱۲
ے قہر ۱۲

۵ گرچہ تیر از کماں ہمی گذرد ۔ از کماندار بیند اہل خرد

وہی سنتا اور دیکھتا اور کرتا ہے۔ ہم مجبور محض ہیں۔

۴۔ ظاہر پرست ریاکاری کا جامہ پہنتے ہیں اور ان کا باطن کچھ اور ہے۔ اور ظاہر کچھ اور۔ مجھے ان سے نفرت ہے اور میں بت خانہ اور شراب ناب کا خواہاں ہوں۔ یعنی معرفت الٰہی کا۔

۵۔ یہ ظاہر پرست مردہ دل ہیں۔ انہیں نہ تو حسن ازلی کے دیکھنے کی طاقت ہے۔ اور نہ دیکھتے ہیں اور نہ کچھ فائدہ حاصل کرسکتے ہیں۔

۶۔ ۵ چیست میدانی زنخدان لطفہا ۔ لطف کردی چہ سیاہ بذات

یعنی ظاہر خوش اور خوش ذائقہ معلوم ہوتا ہے۔ مگر قہر نہاں ہے۔ اس کے لطف و کرم پر غرہ نہیں ہونا چاہیے بلکہ ڈر ڈر کر قدم رکھنا چاہیے۔ ایسا نہ ہو کہ شیطان کی طرح راندہ درگاہ ہو جائیں۔ سبب زنخدان پر بھی اطلاق آتا ہے مگر جب اس سے محبت ہوگئی اور اس کی چاہ میں گرے تو ہزار ہا محنت درد کا سامنا ہے۔

۱
اگر آں ترک شیرازی بدست آرد دل مارا
اگر وہ شیراز کا ترک (معشوق) میرا دل ہاتھ میں لے
بخال ہندوش بخشم سمرقند و بخارا را
تو اس کے سیاہ خال پر سمرقند اور بخارا کو نثار کردوں

۲
بدہ ساقی مے باقی کہ در جنت نخواہی یافت
اے ساقی باقی شراب دے دے کیونکہ جنت میں
کنار آب رکنا باد و گلگشت مصلے را
نہر رکنا باد کا کنارا اور مصلے کی گلگشت نہیں ملے گی

۳
فغاں کیں لولیان شوخ شیریں کار شہر آشوب
ان چنچل اور رسیلی لولیوں کی دستبرد سے فریاد ہے
چناں بردند صبر از دل کہ ترکاں خوان یغما را
کہ دل سے صبر اس طرح لوٹ لیا کہ جس طرح ترکوں نے خوان یغما کو

۴
من از آں حسن روز افزوں کہ یوسف داشت دانستم
میں نے یوسف کے حسن سے جو ترقی کر رہا تھا سمجھ لیا تھا
کہ عشق از پردہ عصمت برون آرد زلیخا را
کہ عشق زلیخا کو عصمت کے پردہ سے باہر کھینچ لائیگا۔

۵
بدم گفتی و خورسندم عفاک اللہ نکو گفتی
تو نے مجھے برا کہا اور میں خوش ہوں خدا تجھے معاف کرے تو نے اچھا کہا
جواب تلخ می زیبد لب لعل شکر خارا
تلخ جواب شیریں لب سے بھلا معلوم ہوتا ہے

حدیث از مطرب و مے گو و راز دہر کمتر جو
مطرب اور شراب کی نسبت گفتگو کر اور دنیا کے راز کی جستجو کم کر
کہ کس نکشود و نکشاید بحکمت ایں معما را
کہ کسی نے حکمت سے اس معمے کو نہ کھولا اور نہ حل ہوگا

ز عشق ناتمام ما جمال یار مستغنی ست
ہمارے ناقص عشق کی جمال یار کو کچھ پرواہ نہیں
بآب و رنگ و خال و خط چہ حاجت روئے زیبا را
خوبصورت چہرہ کو خال، خط، آب و رنگ کی کیا ضرورت ہے

نصیحت گوش کن جاناں کہ از جاں دوست تر دارند ۔ جوانان سعادتمند پند پیر دانا را

اے عزیز نصیحت سن کیونکہ جان سے زیادہ عزیز رکھتے ہیں ۔ سعادتمند جوان پیر دانا کی نصیحت کو

غزل گفتی و در سفتی بیا و خوش بخواں حافظ

اے حافظ تو نے غزل کہی ہے کہ موتی پروئے ہیں آ اور اچھی طرح پڑھ

کہ بر نظم تو افشاند فلک عقد ثریا را

کیونکہ آسمان تیری نظم پر عقد ثریا کو نثار کرتا ہے ۔

شرح ۔ امیر تیمور نے جس وقت شیراز فتح کیا تو اہل کمال کو بلوایا ۔ خواجہ حافظ بھی طلب ہوئے تو آپ سے دریافت کیا کہ سمرقند اور بخارا میرا وطن مالوف ہے ۔ آپ نے ایک شیرازی معشوق کے خال سیاہ پر نثار کر دیا ۔ جواب دیا کہ میرا وطن مالوف شیراز ہے یعنی وہ ذات ہے جس کا یہ سب ظہور ہے اور اس کا خال سیاہ تجلی ذاتی ہے ۔ ع سیاہی جوں بہ بینی عین ذات ست ۔ اور سمرقند یہ دنیا ہے اور بخارا آخرت ہے ۔ تم دنیا دار ہو اور دنیا کے طالب ہو ۔ یا دنیا ترک کرتے ہو تو عقبیٰ کی طلب کرتے ہو میں نے دنیا اور عقبیٰ دونوں کو اس لئے ترک کیا کہ مولا کا طالب ہوں ۔ تیمور کے دل پر بہت اثر ہوا ۔ کہا آفریں ہے تمہاری ہمت پر کہ دنیاوی خواہشوں سے کنارہ کرتے ہو اور پھر جنت کی طلب بھی نہیں کرتے ۔ جواب دیا کہ تعریف کی مستحق تمہاری ہمت ہے ۔ کیونکہ چند روزہ عیش و عشرت کی خاطر عقبےٰ سے دست بردار ہوتے ہو ۔ جو ہمیشہ ہے ۔ اور ہماری نظر تو بہت بلند ہے ۔ اگر چند روزہ آرام و راحت کو چھوڑ دیا تو کونسی بڑی بات ہے اور دیدار الٰہی بہت بڑی نعمت ہے ۔ حور و قصور اس کے مقابلہ میں ہیچ ہے ۔

۲ ۔ الدنیا مزرعۃ الآخرۃ " اس دنیا میں جس قدر سعی کی جائیگی اس کا پھل آخرت میں ملے گا ۔ نہر رکنا باد اور مصلیٰ شیراز میں دو مقامات ہیں ۔ مصلیٰ تو عید گاہ ہے اور رکنا باد کے کناروں پر اکثر زاہد و عابد ذکر خدا میں مشغول رہتے تھے اس لئے یہ صوم و صلوٰۃ اور عبادت و ریاضت کے مقامات جنت میں کہاں ملیں گے ۔ جو کچھ کرنا ہے اسی جگہ کرو ۔

۳ ۔ عشق مجازی کی محرک یہی تجلیات صوری ہیں ۔ جو اپنے حسن پر ہر ایک کو فریفتہ کرتی ہیں ۔

۴ ۔ ؎ گھر سے باہر نکلتا کبھی ہے خورشید ؛ ہوس گرمی بازار لئے پھرتی ہے

حسن حقیقی کا تقاضا یہی تھا کہ جلوہ افروز ہوتا اور عشق پیدا کرتا ۔ اور عشاق کو اپنا گرویدہ بناتا ۔ جو اسی کے اسما و صفات ہیں جو خود بخود ظہور کا تقاضا کرتے ہیں ۔

۶ ۔ جد و جہد سے جو ناقص ہو وصل حبیب کہاں میسر ہو سکتا ہے ۔ یہ محض اس کا کرم ہے کہ اس کا قرب نصیب ہوتا ہے ۔ اور اس کا حسن خط و خال وغیرہ سے جو اس کی صفات ہیں مستغنی ہے یعنی اس کا حسن ذاتی ہے اضافی نہیں ۔ اس کی ذات منزہ ہے ۔

۷ ۔ عقلی دلائل سے حقیقت کا راز معلوم نہیں ہو سکتا ۔ البتہ مرشد کامل کی تعلیم اور اس کے احکام کی متابعت سے یہ عقدہ حل ہوگا ۔ ؎

محال است سعدی کہ راہ صفا ؛ تواں رفت جز در پے مصطفےٰ

۱ دوش از مسجد سوی میخانه آمد پیر ما
کل مسجد سے میخانہ کی طرف میرا پیر آیا
چیست یاران طریقت بعد ازین تدبیر ما
اے میرے ہمراز دوستو بتاؤ میں کیا کروں ؟

۲ ما مریدان روبسوی کعبه چون آریم چون
ہم اس کے مرید کعبہ کی طرف منہ کس طرح کریں
روبسوی خانهٔ خمار دارد پیر ما
جبکہ ہمارے پیر کا رخ شراب خانہ کی طرف ہے

۳ در خرابات مغان ما نیز هم منزل شویم
ہم اپنے پیر کے ساتھ شراب خانہ میں ایک جگہ رہیں
کاین چنین رفتست در عهد ازل تقدیر ما
کیونکہ روز ازل سے ہماری تقدیر میں یہی لکھا ہے۔

۴ مرغ دل را صید جمعیت بدام افتاده بود
ہمارے مرغ دل کے جال میں جمعیت کا شکار پھنسا ہوا تھا
زلف بگشادی ز دست ما بشد نخجیر ما
تو نے زلف کو کھولا اور شکار ہمارے ہاتھ سے نکل گیا

۵ باد بر زلف تو آمد شد جهان بر من سیاه
ہوا نے تیری زلفوں کو پریشان کر دیا اور میری آنکھوں میں دنیا اندھیر ہو گئی
نیست از سودای زلفت بیش ازین توفیر ما
اب [illegible] تیری زلف کے سودا سے بڑھ کر ہمارا حال ابتر ہو گیا ہے

۶ در دل سنگینت آیا هیچ درگیرد شبی
کاش تیرے پتھر سے دل میں کسی رات موثر ہو۔
آه آتشبار و سوز ناله شبگیر ما
ہماری آہ آتش بار اور رات کا نالہ جاں سوز

۷ عقل اگر داند که دل دربند زلفش چون خوش است
عقل کو اگر یہ معلوم ہو کہ دل تیری زلف کے پیچ میں کیسا خوش ہے
عاقلان دیوانه گردند از پی زنجیر ما
تو عقلمند ہماری زنجیر کے پیچھے دیوانے ہو جائیں

۸ روی خوبت آیتی از لطف بر ما کشف کرد
تیرے حسین چہرے نے مہربانی سے مجھ پر خوبی کی آیت کا اظہار کیا
زان سبب جز لطف و خوبی نیست در تفسیر ما
اس وجہ سے میری تفسیر میں سوائے لطف و خوبی کے اور کچھ نہیں

۹ تیر آه ما ز گردون بگذرد جان عزیز
میری آہ کا تیر آسمان سے گذر گیا۔ اے جان عزیز
رحم کن بر جان خود پرهیز کن از تیر ما
اپنی جان پر رحم کر اور میرے تیر سے پرہیز کر

بر در میخانه خواهم گشت چون حافظ مقیم
میخانہ کے دروازہ پر میں حافظ کی طرح اقامت اختیار کرونگا
چون خرابی شد ای یار طریقت پیشه ما
جب کہ اے دوست [illegible] خرابی ہو رہا

عالم اطلاق
کل طاعت
دنیا عالم تعبیر
محمد
عالم اطلاق
عالم تقلید
مقام حقیقت
وحدت
مقام جمع
کثرت
مقام فنا
تجلیات صوری
ریشہ کثرت
صفت استغنا
عالم وجود

شرح ۱ - ۲ - ۳ - مرشد کامل دریں جا مصطفےٰ ست ؛ ہم نبی و ہم ولی را رہنماست ؛ زہد و تقویٰ اس جگہ مسجد مراد ہے - جو عبادت کی جگہ ہے - مگر زہد و تقویٰ جنت کی نعمتوں کے واسطے کیا جاتا ہے - جس کی عاشقان الٰہی کو طلب نہیں ہمارے پیر نے خود لقائے الٰہی کی تمنا کی اور ہمیں بھی اسی کی تمنا کرنی چاہیئے -

۴ - ایک وقت وہ تھا کہ ہم اس عالم میں تھے جہاں کثرت کا تفرقہ نہ تھا - اب یہ وقت ہے کہ وہاں سے نزول کیا - اور اس پریشانی میں مبتلا ہیں - یعنی ظہور موجودات سے بیشتر جمعیت تھی - اب تفرقہ ہے - عالم اطلاق میں ہم اس کے مشاہدہ میں مشغول تھے - اب عالم تقیدات میں اس سے محروم ہیں -

۷ - جو جانتے تری زنجیر زلف کا عالم ؛ اسیر ہونے کی آزاد آرزو کرتے - اگر عقلمندوں کو معلوم ہوتا کہ عشق ہی ایک ذریعہ کشود کا ہے تو وہ تمام تکلیفیں اور مصیبتیں برداشت کرتے جو عاشق کو لاحق ہوتی ہیں -

۸ - "فاینما تولوا فثم وجہ اللہ" چونکہ اس کا غیر موجود نہیں اور وہ مطلق رحمت ہے تو ہم نے ہر ایک امر کی تفسیر اس کے حسن و خوبی سے کی ہے -

۱ شب از مطرب[1] کہ دل خوش باد وی را ؛ شنیدم نالۂ جانسوز نے[2] را
رات مطرب سے کہ خدا اس کا دل خوش کرے ؛ میں نے بانسری کا نالۂ جان سوز سنا ،

۲ چنان در جان من سوزش اثر کرد ؛ کہ بے رقت ندیدم ہیچ شی را
اس کی سوزش کا اثر میری جان میں ایسا ہوا کہ مجھے نظر آتا تھا ؛ کہ ہر ایک شے پر رقت طاری ہے -

۳ حریفی بد مرا ساقی[3] کہ ہر دم ؛ ز زلف[4] و رخ[5] نمودے شمس[6] و دے[7] را
اس وقت میرے سامنے ساقی موجود تھا کہ ہر وقت ؛ زلف اور رخ سے آفتاب اور اندھیری رات کا سماں دکھاتا تھا

۴ چو شوقم دید در ساغر مے افزود ؛ بگفتم ساقی فرخندہ پی را
جب اس نے میرا شوق ملاحظہ کیا تو ساغر میں شراب ڈالی ؛ میں نے اس ساقی مبارک قدم سے کہا کہ

۵ رہانیدی مرا از شر ہستی[8] ؛ چو پیمودی پیاپے جام مے را
تو نے مجھے ہستی کی مصیبتوں سے آزاد کر دیا ہے ؛ جب پے درپے جام شراب دیتا رہا ،

۶ حماک اللہ عن شر النوائب ؛ جزاک اللہ فی الدارین خیرا
اللہ تعالےٰ تجھے حادثوں کی برائی سے پناہ میں رکھے ؛ اور تجھے دونوں جہان میں اس کا نیک اجر دے

۷ چو بیخود گشت حافظ کے شمارد ؛ بیک جو مملکت کاؤس و کے را
جب حافظ بے خود ہو گیا تو کس گنتی میں ؛ کاؤس اور کے حکومت کو لاتا ہے -

[1] مرشد ۱۲
[2] کلام معشوق ۱۲
[3] مرشد ۱۲
[4] عالم غیب ۱۲
[5] وحدت ۱۲
[6] نور ۱۲
[7] تاریکی ۱۲
[8] ہستی موہوم ۱۲

شرح - بشنو انیسے چوں حکایت می کند * اس غزل میں جو قطعہ بند ہے حافظؒ نے ایک ہی مسلسل واقعہ کا تذکرہ کیا ہے کہ مرشد کامل کی خدمت میں بیٹھا ہوا تھا - اور وہ مجھے معرفت کی تعلیم کر رہا تھا - اس نے مجھے بتایا کہ ؎

بچشمان دل مبین جز دوست * ہر چہ بینی بداں کہ مظہر اوست

میں نے دیکھا کہ ہر ایک شے جو زمین و آسمان میں ہے اس کی تسبیح کر رہی ہے اور کوئی مقام اس کے وجود سے خالی نہیں مرشد کامل نے مجھے بتایا کہ یہ دن اور رات اللہ تعالے کی آیات ہیں جنہیں اصطلاح میں رخ و زلف سے تعبیر کرتے ہیں یہ اسی کی تجلیات ہیں - کہیں سایہ ہے اور کہیں نور ہے - رات کے وقت ہر ایک چیز جو تاریکی میں ہوتی ہے تو یہ گویا حجاب ہے جو نور پر پڑا ہے جس طرح زلف پریشاں رخ روشن پر بکھری ہوئی ہو - جب مرشد نے دیکھا کہ اس کی تعلیم کا اثر مجھ پر خاطر خواہ ہوا تو اس نے مجھے ذکر و فکر کی تعلیم دی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ میری ہستی موہوم منقطع ہو گئی - اور مجھے معلوم ہوا کہ میں اپنی ہستی کو اللہ تعالے کی ہستی کے سوائے مستقل سمجھتا تھا جو سراسر غفلت کا نتیجہ تھا - فی الحقیقت ہستی موہوم نے باہمی ہوا تھی میں نہ تھا - میں نے مرشد کو دعائیں دیں کہ خدا کرے تیرا فیض ہمیشہ جاری رہے اور طالبان حق تجھ سے مستفید ہوں اب میں بیخود ہو گیا یعنی اپنی فانی ہستی سے نکل آیا ہوں اب کا ؤس و کے شاہان عجم کے دنیاوی جاہ و حشم تو جو نمود بے بود تھی - میں کب خیال میں لاتا ہوں - یعنی جس طرح میری ہستی فانی ہے اسی طرح یہ نمود و شان بھی ناپائیدار ہے - اس لئے اس کے جنجال اور اس کے حصول کے لئے کوشش بے فائدہ ہے - میں نے وہ بات حاصل کی ہے جو ہمیشہ رہے گی اور جسے زوال کا اندیشہ نہیں -

	۱	
صوفی بیا کہ آینہ صاف است جام را	۱	تا بنگری صفائی مے لعل فام را
اے صوفی آ کہ شیشہ جام صاف ہے		اور دیکھ تو اس میں سرخ شراب کی صفائی
راز درون پردہ ز رندان مست پرس	۲	کین حال نیست صوفی عالی مقام را
پوشیدہ راز مست رندوں سے دریافت کر		کیونکہ صوفی بلند مرتبہ والا اس حال سے آگاہ نہیں
در نقد عیش کوش کہ چوں آبخور نماند	۳	آدم بہشت روضہ دار السلام را
موجودہ زندگی میں کوشش کر کیونکہ جب دانہ پانی اٹھ گیا		تو آدمؑ نے بہشت کو چھوڑ دیا
در دور بادہ یک دو قدح درکش و برو	۴	یعنی طمع مدار وصال دوام را
شراب کا دور چل رہا ہو تو ایک دو پیالے پی کر راہ لو		یعنی طمع نہ کرنی چاہیئے کہ وصال ہمیشہ میسر ہو گا -
عنقا شکار کس نشود دام باز چیں	۵	کانجا ہمیشہ باد بدست است دام را
عنقا کسی کا شکار نہیں ہوتا ، جال اٹھا لو		کیونکہ اس جگہ جال پھیلانا بے فائدہ کوشش کرنا ہے
ای دل شباب رفت نچیدی گلے ز عشق	۶	پیرانہ سر مکن ہنر ننگ و نام را
اے دل جوانی کا وقت گذر گیا اور تو نے نخل عشق سے ایک پھل بھی نہ لیا		بڑھاپے میں ننگ و نام کو اپنا ہنر نہ بنا

له ظاہر ہے
ت قلب
ے عشق
سرار حقیقت
حضرا
جودی
شہو
قسمت
ظہور
تجلی
شو کنہ دا
الہی
لله ایام

من آں زماں طمع ببریدم ز عافیت میں نے اسی وقت سے راحت و آرام سے کنارہ کیا	۷	کایں دل نہادہ در کف عشقت زمام را جبکہ میرے دل نے تیرے عشق کے ہاتھ میں میرا اختیار دیدیا
ما را بر آستان تو بس حق خدمت ست ہمیں آپ کے دروازہ پر خدمت کا حق بہت حاصل ہے	۸	ای خواجہ باز بیں بترحم غلام را اے مالک اپنے غلام کی طرف نظر عنایت سے رحم کر

حافظ مرید جام جم است ای صبا برو
حافظ جام جم کا مرید ہے ، اے صبا ، جا
وز بندہ بندگی برساں شیخ جام را
اور صاحب جم کی خدمت میں بندہ کی طرف سے بندگی پہنچا

شرح - ۱ - صوفی سے مراد اس جگہ علمائے ظاہر ہیں کہ ظاہری طہارت و صفائی کے دلدادہ ہیں - اور سمجھتے ہیں کہ اس سے جنت حاصل ہوگی اور اس سے بیخبر ہیں کہ قلب جو تزکیۂ نفس اور ذکر و فکر سے صاف ہوتا ہے اور اس پر انوار الٰہی کا جلوہ ہوتا ہے . حقیقی ذریعۂ نجات ہے . اور اس قلب میں محبت و عشق حقیقی کی وجہ سے صفائی پیدا ہوتی ہے -

۲ - وہ صوفی جو مقام اور لطائف کے پیچھے پڑے ہیں - بالکل اسرار حقیقت سے بے خبر ہیں - ان اسرار کا علم تو رندان مست کو ہوتا ہے جو بادۂ عشق حقیقی سے سرشار رہوتے ہیں -

۳ - لیس للانسان الا ما سعیٰ ، حضرت آدم نے بہشت کو چھوڑا - کوشش کرنی چاہئے کہ خلف الرشید ثابت ہوں اور بہشت اور اس کی نعمتوں سے کنارہ کریں - اور مطلوب حقیقی کی طرف متوجہ ہوں - گر صوفی تو بہشت کے درجات کا طالب ہے - اور رند مست ذات الٰہی کا -

۴ و ۵ - کنہ ذات معلوم نہیں ہو سکتی - اور کوئی شخص کل پر حاوی نہیں ہو سکتا - اس لئے ذات کے پیچھے پڑنا وقت ضایع کرنا ہے - کیونکہ بے فائدہ کوشش ہے -

۶ - کل امر مرھون باوقاتھا " جوانی کا وقت جبکہ تمام قویٰ پورے زور میں ہوتے ہیں اس لئے ہے کہ اللہ تعالیٰ کی یاد میں بسر کیا جائے - ورنہ بڑھاپے میں جبکہ تمام قویٰ مضمحل ہو جاتے ہیں اور انسان ناکارہ ہو جاتا ہے عبادت کا وہ اثر و اجر کہاں ہوتا ہے - جوانی کے عالم میں کشت عمل میں بیج بونا چاہیے جو بڑھاپے میں اگر پختہ ہو اور آخرت میں کاٹنے کا موقع ملے - فصل پختہ کے وقت بارش کیا فائدہ دے گی - اس طرح ع - در وقت پیری گریہ و توبہ چہ سود کند ؟ اور آخرت میں کیا سرخروئی ہوگی -

رونق عہد شباب است دگر بستاں را باغ دوبارہ جوانی کی رونق پر ہے	۱	میرسد مژدہ گل بلبل خوش الحاں را بلبل خوش الحان کو پھولوں کی خوشخبری پہنچتی ہے
ای صبا گر بجوانان چمن باز رسی اے صبا اگر تو چمن کے درختوں کی طرف واپس جائے	۲	خدمت ما برساں سرو و گل و ریحاں را تو میرا سلام سرو و گل و ریحان کو پہنچا دینا

۳ ترسم آن قوم که بر دردکشان میخندند — در سر کار خرابات کنند ایمان را

مجھے خوف ہے کہ وہ قوم جو شراب پینے والوں پر ہنستی ہے — اس خرابات کے خیال میں کہیں ایمان نہ کھو بیٹھیں

۴ یار مردان خدا باش که در کشتی نوح — هست خاکی که به آبی نخرد طوفان را

اہل اللہ کی صحبت میں رہو کہ نوح کی کشتی میں — ایک ایسا انسان ہے کہ طوفان کو پانی کا قطرہ کر کے خیال میں نہیں لاتا

۵ ماه کنعانی من مسند مصر آن تو شد — گاه آن است که بدرود کنی زندان را

اے میرے کنعان کے چاند مصر کا تخت تیرے نصیب ہے — اب وہ وقت ہے کہ قید خانہ کو چھوڑ دے

۶ هر کرا خوابگه آخر بدو مشتی خاک است — گو چه حاجت که به افلاک کشی ایوان را

جس کے سونے کی جگہ دو مٹھی بھر مٹی ہے — اس سے کہو کہ آسمان تک بلند محل بنانے کی کیا حاجت ہے

۷ برو از خانه گردون بدر و نان مطلب — کین سیه کاسه در آخر بکشد مهمان را

آسمان کے گھر سے باہر ہو اور اس جگہ روزی طلب نہ کر — کیونکہ یہ کنجوس آخر مہمان کو مار ڈالتا ہے

۸ گر چنین جلوه کند مغبچه باده فروش — خاکروب در میخانه کنم مژگان را

اگر مغبچہ شراب بیچنے والا اس طرح جلوہ افروز ہوگا — تو میں میخانہ کے دروازہ پر مژگاں سے خاکروبی کروں گا

۹ در سر زلف ندانم که چه سودا داری — باز برهم زده کاکل مشک افشان را

معلوم نہیں کہ زلف کے سر میں کیا سودا سمایا ہے کہ — تو نے پھر مشک افشاں گیسو کو پریشان کیا ہے

۱۰ ایکه بر مه کشی از عنبر سارا چوگان — مضطرب حال مگردان من سرگردان را

تو نے چاند سے چہرہ پر زلف عنبر سارا کو پریشان کیا ہے — مجھ سرگردان کو اضطراب میں نہ ڈال

۱۱ نشوی واقف یک نکته ز اسرار وجود — گر چه سرگشته شوی دایره امکان را

تو وجود کے راز دل کے ایک نکتہ سے بھی واقف نہ ہوگا — اگرچہ تمام ممکنات میں سرگردان ہوتا رہے

۱۲ ملک آزادگی و کنج قناعت گنجیست — که بشمشیر میسر نشود سلطان را

آزادی کا ملک اور کنج قناعت ایسا خزانہ ہے — کہ کسی بادشاہ کو بزور شمشیر بھی حاصل نہیں ہو سکتا

۱۳ حافظا می خور و رندی کن و خوش باش ولی — دام تزویر مکن چون دگران قرآن را

اے حافظ شراب پی۔ رندی کر۔ اور خوش رہ۔ مگر — دوسرے لوگوں کی طرح تو قرآن کو مکر کا جال نہ بنا

۱ و ۲ - ہر ایک شئی کی عمر معین ہے - پیدا ہوتی ہے - بڑھتی ہے - پھلتی ہے - پھولتی ہے اور آخر کار فنا ہو جاتی ہے - دنیا میں کوئی شئی ایسی نہیں جو ایک حال پر قائم ہو - اور سچ تو یہ ہے کہ کبھی ایک حال پر قائم رہ سکتی ہی نہیں - یہی کیفیت ان حالات کی ہے جو سالک پر وارد ہوتے ہیں - یہ حالات تجلیات الٰہی ہیں جن کا مشاہدہ سالک کرتا ہے - اور ان تجلیات کو قیام نہیں - ایک آتی ہے - اور ایک جاتی ہے اور ہمیشہ حرکت میں ہے - "کل یوم ھو فی شان" - ان میں سے کسی ایک کو اچھا یا برا کہنا خاص خاص نسبتوں کے باعث ہو سکتا ہے - لیکن معرفت سے یہ امر بہت بعید ہے کہ ان کو اعتباری عارضی رنگ میں مشاہدہ کیا جائے - اس میں کچھ شک نہیں کہ موسم بہار جو چمن کا عالم شباب ہے اور ہر ایک بیل بوٹا اپنے پورے جوبن اور رونق پر ہوتا ہے "ظہور" میں خاص مرتبہ رکھتا ہے اور "ہر مرتبہ از وجود حکمے دارد + گر حفظ مراتب نکنی زندیقی" اور خزاں کا موسم جب ہر ایک شے پر پژمردگی چھائی ہوتی ہے اور نہ وہ بہار کی سی رونق اور تر و تازگی ہوتی ہے - دل پر خاص اثر رکھتی ہے - لیکن اہل معرفت کی نگاہ میں "خزاں ہم بہارے دارد"

یہ بھی دیکھا وہ بھی دیکھ ÷ ان نیتوں کا بھی پر یکھ ÷

جب قلب سالک پر ظہور تجلیات لطف و کرم کے باعث شگفتگی چھائی ہوئی ہو تو اس حالت کو اصطلاح میں "بسط" کہتے ہیں - اور جب اس کے خلاف قہر و عتاب کی تجلیات کا ظہور ہو تو پژمردگی سی چھا جاتی ہے - اس کو "قبض" کہتے ہیں مگر دونوں لازم ملزوم ہیں اور خوشحال کسانیکہ بہر حال خوش اند - اور ان تجلیات میں "کل یوم ھو فی شان" کا مشاہدہ کرتے ہیں -

اس شعر میں خواجہؒ نے موسم بہار کا جبکہ اس کی جوانی زور پر ہو نقشہ کھینچ دیا ہے - باغ کی رونق یا یہ کہو کہ وہ چیز جس سے باغ بنتا ہے - یہی بیل بوٹے ہیں - یہی سرو و گل و ریحاں ہیں اور ان کا ظہور اس وقت ہوتا ہے جب موسم بہار ہو - اسی طرح باغ کون و مکاں کی رونق تعینات سے ہے - جس طرح بلبل موسم بہار میں چہچہاتی ہے اسی طرح عاشقان الٰہی نغمہ سنج ہیں - اور ہر تجلیات شہودی کا حسن کمال پر ہے اور ہر عشق جوش پر ہے - گل و بلبل کی مناسبت ہر ایک شے میں نظر آتی ہے -

خواجہؒ نے اس شعر میں لفظ "دگر" یعنی دوبارہ سے ایک لطیف بات پیدا کی ہے - اور مسئلہ ظہور ہستی کو اشارات میں بیان کر گئے ہیں کہ موجودہ ظہور سے پیشتر ہمارا علمی ظہور ہو چکا ہے - حضرت الوہیت نے اپنے قدرت و ارادہ سے ہمیں اپنے علم میں جلوہ دیا - اور ہر ایک شے معین کی استعداد کے مطابق جسکو اس شے کی عین کہتے ہیں - لباس صورت عطا فرمایا - جس کو زیب تن کئے ہوئے ہر ایک شے مختلف رنگوں میں ظاہر ہو رہی ہے - المختصر پہلے اللہ تعالےٰ کے علم میں ہر ایک شے کا ظہور ہوا اور اب پھر خارج میں ہر ایک شے کا ظہور اسی طرح ہو رہا ہے - گل اپنی استعداد عینی کے مطابق حسن کے نمائندے ہیں اور بلبل اپنی فطری قابلیت کے موافق عشق کو کمال پر ظاہر کر رہی ہے -

مگر اس شعر میں خواجہؒ نے ایک اور لطیف تر نکتہ بھی بیان فرمایا ہے - کہ "میرسد مژدہ گل بلبل خوش الحاں را" اور اس سے مراد اس باغ علم کی دل لبھانے والی یاد ہے - جو ہماری زندگی کا سرچشمہ ہے اور سچ پوچھو تو یہ حسن و خوبی جس پر دل خود بخود مائل ہو رہا ہے - اسی چمن ازلی کا نقش ثانی یا عکس ہے - ورنہ یہاں خاک کے سوا کیا رکھا ہے عدم میں کیا قابلیت ہے اور اس سے ظہور میں آ ہی کیا سکتا ہے -

گل خوشبوے در حمام روزے ÷ رسید از دست محبوبے بدستم
بدو گفتم کہ مشکی یا عبیری ÷ کہ از بوے دلآویز تو مستم
بگفتا من گلِ ناچیز بودم ÷ ولیکن مدتے با گل نشستم

جمال ہمنشیں در من اثر کرد
وگرنہ من ہماں خاکم کہ ہستم

انسانی وجود بجائے خود ایک چمن ہے جس میں تمام کمالات ذاتی و صفاتی و اسمائی کا ظہور ہو رہا ہے۔ اس جسم خاکی سے یہ دلآویز خوشبو جس پر ہر ایک مست ہو رہا ہے اسی حقیقت کی شاہد ہے جس سے اہل معرفت وجد میں آتے ہیں

جاننا چاہیے کہ بقول حضرت ذوق "اے ذوق اس چمن کو ہے زیب اختلاف سے" چمن میں ہر ایک قسم اور رنگ کی نباتات ہوتی ہیں۔ اور ہر ایک بجائے خود زینت چمن ہے۔ لیکن سرو و گل ریحان کو خاص امتیاز حاصل ہے کہ ان کی خوشبو سے دماغ معطر ہو جاتا ہے اور ان کے حسن صورت کا دل پر خاص اثر ہوتا ہے۔ اگرچہ عالم میں مختلف رنگ اور دل و دماغ کے انسان ہیں۔ ان کے سیاہ فام اور سرخ و سفید و زرد وغیرہ سے دائی نسلیں اپنے رنگ میں کمال پر ہیں اور عالم و جاہل الغرض ہر ایک طبیعت و حیثیت کے انسان ہر ایک طبقہ میں ملتے ہیں۔ مگر انسانوں میں سے ان انسانوں کا مرتبہ اعلیٰ ہے جن کے علو مرتب کی شاہد "طین و زیتون و بلد امین" اب بھی موجود ہیں۔ اور جو بذاتہ اس امر کے شاہد ہیں کہ "لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم" یعنی انسان موجودات میں خاص امتیاز رکھتا ہے۔ انہیں میں "اجر غیر ممنون" کی قابلیت ہے اور اس کا ثبوت حضرت عیسیٰ و موسیٰ و محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ درود و سلام ان برگزیدہ اور ممتاز روحوں پر جو کمالات انسانی کی شاہد ہیں اور جو چمن دہر میں مبعوث ہو کر نہایت ترقی انسانی کے رہنما ہوئے ہیں گویا اس چمن کا شباب یعنی کمال ترقی انہی کے وجود مسعود کے باعث ہوا۔ ورنہ انسان نفس پرستی میں گرفتار ہو گیا تھا۔ انسانی نصب العین کو انتہا پر پہنچا دیا اور صورت پرست سے حق پرست بنا دیا۔ اور وہ کمالات جو پوشیدہ تھے ظاہر کر دیئے۔ اور انسان "تخلقوا باخلاق اللہ" کا عامل بن گیا۔ اب اگر "سبحان ما اعظم شانی" اور "انا الحق" کا دم بھرے تو کچھ تعجب نہیں ہے۔

۳ - یہ ظاہر پرست جو ہمارے حال پر ہنسی اڑاتے ہیں مجھے ڈر ہے کہیں اپنا ایمان برباد نہ کریں کہ اہل اللہ کو برا کہنا کفر ہے یا دوسرے معنی یہ ہیں کہ خود بھی اس حال میں مبتلا ہو کر مضحکہ کے مورد نہ بنیں۔

۴ - کل نبیاء نے اپنی قوم کے حق میں بد دعائی اور ان پر عذاب الٰہی نازل ہوا۔ حضرت نوح نے دعا کی کہ اے خدا زمین پر ایک کافر کو زندہ نہ چھوڑنا۔ سب طوفان میں غرق ہو گئے۔ لیکن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی کہ "اللھم اھد قومی انھم لا یعلمون" آپ کا وجود رحمت تھا۔ اور اس لئے بد دعا نہ کی بلکہ قوم کی ہدایت کی درخواست کی جو قبول ہوئی اور سب مسلمان ہو گئے۔ اس لئے آپ کی پیروی کرنی چاہیئے کہ طوفان وغیرہ کو خیال میں بھی نہ لائے اور رحمت الٰہی کے طالب ہوئے۔

۵ - حضرت یوسفؑ کا قصہ مشہور ہے کہ زلیخا کا عشق آنحضرتؑ کو کہاں سے کہاں لایا۔ کنعان میں آپ کی پیدائش واقع ہوئی۔ وجہ حسن صورت ماہ کنعان مشہور ہیں۔ مصر میں آئے تو بازار میں غلام ہو کر بکے جشق زلیخا آنحضرت کا خریدار ہوا۔ اور اسی عشق مجازی نے زلیخا کو بدحواس بنا رکھا تھا۔ آخر آپ کو زندان میں اسیر کرایا۔ یہاں سے آنحضرت مسند مصر پر وزیر اعظم ہو گئے۔

خواجہ یوسف سے مراد "روح" اور زندان سے "جسم خاکی" لیتے ہیں۔ اور ایک لطیف نکتہ یہ بیان فرماتے ہیں کہ ہمارے ظہور کی غرض یہ کمال حاصل کرنا تھا کہ "اسفل السافلین" سے نکل کر "اجر غیر ممنون" کے مستحق ہوئے۔ اور وہاں تک رسائی ہو گئی جہاں ہمیں پہنچنا تھا۔ اب مناسب ہے کہ اس زندان یعنی جسم مقید کو خیرباد کہیں اور فنا کی حاصل کریں۔ تاکہ

۵ باشد حاصل ہو۔ یعنی ان تقیدات اور تعینات کی قید سے نکل کر، وحدت مطلق میں جا ملیں۔

جب انسان اعلیٰ مرتبہ پر پہنچے تو مناسب ہے کہ پست ہمتی کے خیالات بالکل دماغ سے محو ہو جائیں اور دل میں وہی عالی حوصلہ اور اولوالعزمی ہو جو اعلیٰ مرتبہ کے مناسب ہے

ہماری رائے میں تو یہ شعر آب زر سے لکھنے کے قابل ہے۔ لیکن بعض کوتہ اندیش اس پر یہ اعتراض کرتے ہیں کہ خواجہ ایسی مضر تعلیم دیرہے ہیں جس کا اثر قوموں پر یہ ہو کہ کسی کام کی نہ رہیں۔ مگر ہم خواجہ رحمت کے ہمزبان ہو کر یہی کہیں گے کہ

چو بشنوی سخن اہل دل مگو کہ خطاست ؛ سخن شناس نہ دلبرا خطا ایں جاست

(بقیہ شرح صفحہ ۲۷ پر ملاحظہ ہو)

۱
بملازمان سلطاں کہ رساند ایں دعا را
بارگاہِ سلطانی کے ملازم کی خدمت میں کون میری التجا پہنچائے گا
کہ بشکر پادشاہی ز نظر مراں گدا را
کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے سروری بخشی ہے اسکے شکریہ میں فقیر و عاجز کو نظر سے نہ گرا

۲
ز رقیب دیو سیرت بخدا ہمی پناہم
رقیب دیو خصلت سے خدا کی پناہ ہے
مگر آں شہاب ثاقب مددی کند خدا را
شاید وہ شہاب ثاقب خدا کے لئے مدد کرے

۳
بخدا کہ جرعۂ دہ تو بعاشق سحر خیز
تو صبح اٹھنے والے عاشق کو ایک گھونٹ خدا کیلئے دے
کہ دعائے صبحگاہی اثرے کند شما را
ممکن ہے کہ صبح کی دعائیں تمہارے دل پر اثر کریں۔

۴
چہ قیامت ست جاناں کہ بعاشقاں نمودی
اے دوست یہ کیا غضب ہے کہ جو تو نے عاشقوں کے واسطے برپا کیا ہے
رخ ہمچو ماہ تاباں دل ہمچو سنگ خارا
کہ چہرہ تو چاند سا روشن ہے اور دل پتھر سا سخت ہے۔

۵
دل عاشقاں بسوزی چو عذار بر فروزی
جب تو چہرہ دکھاتا ہے تو عاشقوں کے دل جلاتا ہے۔
تو ازیں چہ سود داری کہ نمی کنی مدارا
تجھے اس سے کیا حاصل ہوتا ہے کہ مہربانی سے پیش نہیں آتا

۶
ہمہ شب دریں امیدم کہ نسیم صبحگاہی
تمام رات اس امید میں بسر ہوتی ہے کہ نسیم صبح
بہ پیام آشنائی بنوازد آشنا را
معشوق کا پیغام عاشق کو پہنچائے گی۔

۷
مژۂ سیاہت ار کرد بسوی خون ما اشارت
اگر تیری سیاہ مژگاں نے میرے قتل کا اشارہ کیا ہے
ز فریب او بیندیش و غلط مکن نگارا
تو اس کے فریب میں نہ آنا اور غلطی نہ کرنا

۸
دل مستمند ما را شکنج زلف بردی
میرے دردمند دل کو زلف کے پیچ و تاب میں جکڑ دیا
مشکن دل ضعیفم بنواز ایں گدا را
دیکھنا کمزور دل کو صدمہ نہ پہنچانا اور اس عاجز پر رحم کرنا

زفریب چشم جادو دل دردمند خوں شد تیری آنکھ کا جادو دل پر ایسا چلا کہ غم و الم سے بھر گیا	۹ **نظری فگن بحالش بت دلربا خدا را** اب خدا کے واسطے اس کے حال پر اے دلربا نظر عنایت کر
چو طبیب دردمنداں لب لعل یار باشد جب عاشقوں کا علاج دوست کا لب لعل ہے	۱۰ **دل دردمند عاشق ز کہ جو پدا ایں دوا را** تو عاشق دردمند دل یہ دوا کس سے تلاش کرے
دل دردمند ما را کہ ز ہجر تست پر خوں میرا دردمند دل تیری فرقت میں غم سے بھرا ہوا ہے	۱۱ **چہ شود اگر زمانے بخشی وصال یارا** تو کیا ہو جب اگر کبھی وصل بخشے

۱۲ **خبرے ز حال حافظ بہ بیار باز گوئید**
حافظ کے حال کی خبر دوست سے کہو
برسد مگر ز زلفش اثرے مشام ما را
ممکن ہے کہ اس کی زلف کی خوشبو ہمارے دماغ تک پہنچے

۵۷ تجلی صہ
۵۲ لطف خدا

۲ - شیطان کے شر سے تو پناہ ملنی مشکل ہے - مگر فضل خدا شامل حال ہو تو کوئی ڈر نہیں ۔ شیطان کو رقیب اس لئے کہا کہ "ان الشیطان للانسان عدو مبین" یوں بھی اس لئے کہ وہ نار سے مخلوق ہوا اور ہم مٹی سے ہیں۔

۴ و ۵ - "رب ارنی انظر الیک قال لن ترانی الخ" اول ظہور تجلی سے ہمیں عاشق بنایا۔ پھر اپنا چہرہ چھپایا - اور جب دیدار کی درخواست کی جاتی ہے تو جواب ملتا ہے کہ نہیں دیکھ سکتے -

۴ و ۱۲ - ان اشعار میں رخ و زلف و مژہ و چشم و لب سے وہی کچھ مراد ہے جس کی تشریح ہم دیباچہ میں کر چکے ہیں بغور مطالعہ کرنا چاہیے ۔

(بقیہ شرح صفحہ ۲۶)

بیشتر اس کے کہ ہم اس شعر کے حسن و قبح پر کچھ لکھیں ان حضرات سے جو "علم الاقتصاد" کے عالم ہیں ۔ پوچھتے ہیں کہ ایوان سر بفلک کشیدہ کیوں اور کس طرح تعمیر ہوتے ہیں - اور اسباب تعیش کی فراہمی کے جنون کا اثر ملک کی دولت اور بالخصوص "محنت" پر کیا پڑتا ہے - کیا یہ امر پسندیدہ ہے کہ ملک میں چند افراد تو دوسروں کی محنت شاقہ سے فائدہ اٹھا کر امیر کبیر بن جائیں - اور دن رات تعیش میں مستغرق ہوں - اور کثرت افراد کو پیٹ بھر کر کھانا بھی نہ ملے - اس کے بعد ہم ان حضرات سے جو "سیاسیات" سے واقف ہیں یہ سوال کرتے ہیں کہ جب ملک کی یہ حالت ہو کہ - مایا کو مایا ملے کر کے لمبے ہاتھ - تلسی داس غریب کی کوئی نہ پوچھے بات - تو جمہور کے دل و دماغ کی کیا حالت ہوتی ہے ؟ اس کے بعد جو "تواریخ" کا مطالعہ کر چکے ہیں شہادت دیں گے کہ انجام نہایت بد ہوتا ہے ایک طوفان بے تمیزی برپا ہو جاتا ہے - اور انقلاب عظیم واقع ہوتا ہے - امیر فقیر اور فقیر امیر بن جاتے ہیں - "ایوان سر بفلک کشیدہ" سے یہ تفاوت جو نا واجب کی حد تک لازماً پہنچ جاتا ہے - ہمیشہ طبقہ [illegible] افراط و تفریط کے ہم معنی ہے

راستہ ہی کو کہتے ہیں۔ اور افراط و تفریط اسلام کے مخالف ہے۔ اور عقلاً و شرعاً مذموم ہے۔ ملک میں ہر ایک قسم کی بدکاری کا نشو و نما۔ اور اس میں یو ماً فیو ماً ترقی اسی افراط و تفریط کے باعث ہے۔ ایک تو امیر عیش میں ڈوبے ہوئے ہیں اور دوسری طرف محتاج نان شبینہ ہر ایک قسم کا ذلیل کام کرتے ہیں اور جرایم میں مبتلا ہیں۔ دونوں کی اخلاقی حالت ناگفتہ بہ ہے۔ جب یہ حالت ہو تو عقل سلیم کا فتویٰ یہ ہے کہ شرافتِ انسانی کا خون ہو رہا ہے اور وہ اخلاقی ترقی جسکا اہل اشرف انسان ہی ہے۔ پامال ہو رہی ہے۔ اور انسان حیوان مطلق بلکہ اس سے بھی بدتر حالت میں ہے۔

ہم اس مسئلہ کو کہ "ایوان سر بفلک کشیدہ" کہاں تک انسانی ترقی کا لازمی عنصر ہے۔ اپنے روشن دماغ معاصرین کی "فکر" کے لئے چھوڑتے ہیں۔ جو بہتان خواجہ ؒ پر باندھا جاتا ہے وہ غلط فہمی پر مبنی ہے۔

خواجہ ؒ نے اس شعر میں اس اقتصاد اور سیاسیات کے اہم مسائل کو حل کر دیا ہے۔ فرماتے ہیں کہ ذرا غور کرو کہ تم نے کتنوں گھروں کی اینٹ سے اینٹ بجا کر ایوان سر بفلک کشیدہ کی تعمیر کی ہے۔ یہ محض نفس پرستی کا نتیجہ ہے اور یہ تمہاری زندگی کا منشا نہیں ہے۔ بہت بہتر ہوتا اگر خلق اللہ کی آبادی کی فکر کرتے آخر تمہاری نفس پرستی کا نتیجہ کیا ہوا۔ تم خاک میں مل گئے۔

پردہ داری می کند بر قصر قیصر عنکبوت ٭ چغد نوبت می زند بر گنبد افراسیاب

۷- خواجہ ؒ پھر نصیحت فرماتے ہیں کہ ہم اس دنیا میں چند روزہ مہمان ہیں۔ ہمیں اس "خانہ گردوں" یعنی دنیا کو اپنا گھر نہ سمجھنا چاہیے۔ اور یہاں پاؤں پھیلا کر مقیم نہ ہونا چاہیے۔ یہاں آرام و آسائش کی فکر خطرناک ہے۔ یہ مقام جد و جہد ہے۔ اور مدعا یہ ہے کہ ہم اس خانہ گردوں سے نکل کر عروج کریں۔ اور معراج حقیقت پر پہنچ جائیں وہ لوگ جو "حیاۃ الدنیا و زینتھا" کے دلدادہ ہیں۔ بندہ ہوا و ہوس ہیں۔ یا یہ کہو کہ خود پرست ہیں۔ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ ہم اس خانہ گردوں میں مہمان ہیں۔ اور آسمان کا فرض ہے کہ میزبانی کا حق ادا کرے۔ لیکن یہ امر مشاہدہ میں آ چکا ہے کہ آسمان "سیہ کاسہ" یعنی ممسک اور بخیل واقع ہوا ہے اور آخر مہمان کی جان لیکر ہی چھوڑتا ہے۔

زمانہ ہیچ نہ بخشد کہ باز نستاند ٭ مجو ز سفلہ مروت مجو ز ناکس شئ۔

خواجہ ؒ نے اس شعر میں یہ نکتہ بھی بیان کیا ہے کہ عالی حوصلگی اور اولو العزمی سے یہ امر بہت بعید ہے کہ کسی بخیل اور ممسک کی مہمانی قبول کرے۔ غیرت مردانگی اس پر لات مارتی ہے۔ ہمارا نصب العین ارفع ہے۔ جو لوگ مادیات میں سرگرداں ہیں ان کی فاقہ مستی ایک نہ ایک دن رنگ لائیگی۔

۱۱- اس میں کچھ شک نہیں کہ "دائرہ امکاں" میں سرگردانی "وجود" کی تلاش میں محض بے فائدہ ہے۔

اعتبارات ہمہ اوہام اند ٭ تو علم باش وجود ایں جانیست (بیدل رحمہ)

ممکنات نے بقول شیخ اکبرؒ "ابھی تک وجود کی بو بھی نہیں سونگھی" اسرار وجود سے ان کا واقف ہونا محال ہے۔ حضرت موسیٰؑ بھی "رب ارنی" پکارتے رہے۔ جواب "لن ترانی" ہی ملا۔

"دائرہ امکان" میں محض صورتیں ہیں اور ہم صورتوں کے سوا کچھ اور محسوس کر ہی نہیں سکتے۔ تمام عالم کی خاک چھان کر دیکھو یہی صورتیں نظر آئیں گی جن کو ہم کسی نہ کسی نام سے تعبیر کرتے ہیں اور یہ نمود بے بود ہے۔ جو ہمارے حواس ہی میں جلوہ افروز ہے۔ وجود یہ نہیں ہے۔ وجود "حقیقت" ہے اور یہ صورتیں باطل ہیں۔ اس باطل میں سرگردانی سے کچھ حاصل نہ ہوگا۔

ہم اپنی ہستی موہومہ اور تعینات یعنی ہر ایک شے کی نسبت یہ یقین کرتے ہیں کہ موجود ہے اور مستقل ہستی رکھتی ہے جو ورائے ہستی حق ہے۔ حالانکہ تعینات محض صورتیں ہیں۔ اور ایسی صورتیں ہیں جن کو ہمارے حواس محسوس کرتے

ہیں۔ یعنی یہ صورتیں خارج میں عدم ہیں مثلاً ہم ایک سرسبز درخت دیکھ رہے ہیں یہ ایک صورت رنگ و شکل حس بصر میں
ہے۔ اس کی سختی یا نرمی یا سردی یا گرمی چھو کر محسوس کرتے ہیں۔ یہ صورتیں حس لامسہ میں ہیں اسی طرح پتوں کی کھڑکھڑاہٹ
کی آواز ایک صورت سمع میں ہے اور علیٰ ہذا القیاس یہی صورتوں کا مجموعہ ہے۔ جن کو ہم "درخت" کے نام سے تعبیر کرتے
ہیں۔ لیکن صورتیں باطل ہیں اور باطل عدم کی ہم معنی ہے جو وجود کی ضد ہے۔ صورتیں تو وجود ہو ہی نہیں سکتیں۔ اور
دائرہ امکاں میں صورتوں کے سوا کچھ اور محسوس ہی نہیں ہوتا۔ اس لئے وجود کا یہاں پتہ نہیں ملتا۔

عاقلاں نکتۂ پرکار وجود اند ولے ٭ عشق داند کہ دریں دائرہ سرگردانند

"دائرہ امکاں" شیخ اکبرؒ کی اصطلاح میں صرف "صور علمیہ" ہے۔ یعنی صرف علم الٰہی میں ان کا ظہور ہوا ہے اور
خارج میں عدم ہیں۔ اور اس لئے ابھی تک ممکنات نے وجود کی بو بھی نہیں سونگھی

۱۲۔ "آزادگی و قناعت" شرح طلب اصطلاحیں ہیں۔ ہم نے بالاختصار خواجہؒ کی سوانح عمری میں ان اصطلاحوں
پر بحث کی ہے۔
"آزادگی" سے مراد قطع تعلق عن ما سوا اللہ ہے۔ یعنی تعینات اور تقیدات کی قید سے آزاد ہو کر ہستی مطلق سے
پیوست ہونا ہے۔ اور "قناعت" سے مراد معیت باحق ہے یعنی ما سوی اللہ سے قطع تعلق کے بعد معیت باحق حاصل
ہوتی ہے۔ اور کوئی فعل ہماری ہستی موہومہ کی طرف نسبت نہیں کیا جا سکتا۔ عام فہم عبارت میں اس طرح کہو کہ قناعت
سے مراد تزکیۂ نفس اور آزادگی سے مراد تطہیر القلب عن ما سوی اللہ ہے۔ تزکیۂ نفس کے یہ معنے ہیں کہ ہمارا کوئی فعل خواہش
نفسانی کا نتیجہ نہ ہو۔ ہر ایک فعل فطری تقاضا کے تحت صادر ہو اور ہم ان سے کلی آزاد ہوں۔ اور ہمیں کامل اطمینان
قلب حاصل ہو۔ جس طرح ایک معصوم بچہ ہر ایک فعل کامل دلی اطمینان کے ساتھ کرتا ہے۔ اسی طرح ہماری حالت
ہو۔ المختصر اعمال کی تحریک نفسانی خواہشات کے باعث نہ ہو اور ایسے اعمال کے نتائج پر نہ خوشی ہو اور نہ غم ہو۔
بلکہ اطمینان ہو اور یہ حقیقی قناعت ہے۔ آزادگی یعنی تطہیر القلب اور معیت باحق زور شمشیر حاصل نہیں ہو سکتے۔ بلکہ سرے
سے یہ ذرائع حصول آزادگی و قناعت میں بالکل ترک کرنے چاہئیں

۱۳۔ یہ شعر آزادگی و قناعت کی مزید تائید ہے۔ کہ آزادگی یعنی قطع تعلق عن ما سوی اللہ اور قناعت یعنی قطع نظر از اعمال
ان لوگوں کا کام نہیں ہے جو بندگان ہوا و ہوس ہیں اور دنیا دار ہیں۔ یہ لوگ ہر طرح کے مکر و حیلے خواہشات نفسانی
کو پورا کرنے کے لئے استعمال کرتے ہیں۔ بلکہ قرآن شریف کو بھی دام تزویر بنا رکھا ہے۔ کہ قرآن پڑھتے ہیں اور زہد و تقدس
کا دم بھرتے ہیں۔ تاکہ لوگوں کا رجوع ان کی طرف ہو اور اس طرح فریب دیکر نفسانی خواہشات کو پورا کرتے ہیں۔
خواجہؒ نصیحت کرتے ہیں کہ بہت بہتر ہے ہم منافق نہ بنیں۔ یوں تو نفسانیت میں ڈوبے ہوئے ہیں۔ لیکن ظاہر
حال فرشتہ صورت ہے اور لوگ فریب میں آجاتے ہیں۔ بہتر ہے کہ ہمارا ظاہر و باطن یکساں ہو۔ خواہ ظاہر باطن کی طرح
برا ہو تاکہ لوگوں کو مغالطہ تو نہ ہو۔
لیکن خواجہؒ کا مطلب اس شعر سے وہی کچھ ہے جو ملک آزادگی و کنج قناعت کا ہے۔ "می خوری" سے مراد
ترک خود پرستی ہے اور "رندی" اصطلاح میں قطع نظر اعمال کو کہتے ہیں۔ رند بے باک ہوتا ہے اس کے نزدیک اچھا
برا یکساں ہے۔ اور وہ ہر ایک تجلی لطف و قہر جلال و جمال میں اطمینان سے رہتا ہے۔ اور جانتا ہے کہ ع

ہر چہ از دوست میرسد نیکوست

جب انسان ترک خود پرستی اور اعمال سے قطع نظر کرلے تو ناممکن ہے کہ خواہشات نفسانی کا بندہ ہو اور
وہ راضی برضا اور قانع ہوتا ہے۔

اس لئے لوگوں کو فریب نہیں دے گا۔ جو خود بینی کا نتیجہ ہے۔

شعر		
۱	صبا بلطف بگو آں غزال رعنا را اے صبا نرمی اور ملائمت سے اس غزال رعنا کو کہو	کہ سر بکوہ و بیاباں تو دادۂ ما را کہ تو نے مجھے کوہ و بیابان میں سرگردان کیا ہے۔
۲	چو با حبیب نشینی و بادہ پیمائی جس وقت تو معشوق کے ساتھ بیٹھ کر شراب پیئے	بیاد آر حریفان بادہ پیما را تو آوارہ و سرگردان عاشقوں کو بھی یاد کرنا
۳	شکر فروش[۱] کہ عمرش دراز باد چرا شکر فروش معشوق کی عمر دراز ہو، کس لئے	تفقدے نکند طوطی[۲] شکر خا را طوطی شکر خا یعنی عاشق کے حال پر توجہ نہیں کرتا
۴	غرور حسن اجازت مگر ندادای گل اے گل شاید حسن کا غرور تجھے اجازت نہیں دیتا	کہ پرسشے نکنی عندلیب شیدا را کہ بلبل شیدا کا حال پوچھے
۵	بشکر آنکہ توئی پادشاہِ کشور حسن اس شکریہ میں کہ تو ملک حسن کا بادشاہ ہے	بیاد آر غریبان دشت و صحرا را آوارہ وطن و سرگردان دشت و صحرا یعنی عاشقوں کو فراموش کر
۶	بخلق و لطف تواں کرد صید اہل نظر اہل نظر خلق و مروت سے مطیع ہو سکتے ہیں	بہ دام و دانہ نگیرند مرغ دانا را دانا مرغ کو دانے اور جال سے نہیں پکڑ سکتے۔
۷	ندانم از چہ سبب رنگ آشنائی نیست میں نہیں جانتا کہ دوستی اور مروت کا رنگ کیوں نہیں	سہی قدان سیہ چشم ماہ سیما را ان سہی قد اور سیاہ چشم مہ جبیں معشوقوں پہ
۸	جز ایں قدر نتواں گفت در جمال تو عیب تیرے حسن میں سوائے اس کے اور کوئی عیب نہیں	کہ خال مہر و وفا نیست روی زیبا را کہ تیرے خوبصورت چہرہ پر مہر و وفا کا خال نہیں ہے۔

در آسماں چہ عجب گر بگفتۂ حافظ

کچھ تعجب نہیں اگر حافظ کے شعروں سے آسمان میں

سماع زہرہ[۳] برقص آورد مسیحا را

زہرہ کا راگ حضرت مسیح کو وجد میں لائے۔

[۱] معشوق
[۲] عاشق
[۳] سرود ناہید

غالباً اس غزل میں خواجہ نے عالم اور عالم صورت کی دلآویزی کی طرف متوجہ کیا ہے۔

آں خیالات کہ دام اولیاست ؛ عکس ماہرویان بستان قضاست

سمجھنا چاہیے کہ ؎

ہر چہ آمد درنظر، غیرے تونیست ؛ خود توئی یا خوے تو یا بوے تو

اس لیے عالم صورت یا محسوسات کی کیفیتوں پر فکر کرنا چاہیے

ہراں چیزے کہ در عالم عیان است ؛ چو عکسے ز آفتاب آں جہان است

ا و ۵ - اشعار میں حسن و عشق کا وہی پرانا قصہ ہے معشوق کا استغنا اور عاشق کی گردیدگی۔ طالب کا مطلوب کی طلب میں سرگرداں ہونا اور طلب کا ہمیشہ غائب رہنا۔ ہر ایک شخص جانتا ہے۔ مگر خواجہ ان میں بھی نکات معرفت بیان فرماتے ہیں۔

یار کو ہم نے جابجا دیکھا ؛ کہیں ظاہر کہیں چھپا دیکھا

کہیں عاشق نیاز کی صورت ؛ چشم گریاں و دل جلا دیکھا

سچ تو یہ ہے کہ نور ایک ہی ہے جس کے مختلف جلوے نظر آ رہے ہیں۔ کہیں حسن و کہیں عشق کی صورت میں متجلی ہے اور کہیں عاشق اور معشوق کی صورت میں ظاہر ہوا ہے۔ تمام تعینات میں اسی نے نزول کیا ہے اور ان کو کثرت میں محجوب بنا رکھا ہے۔ اور اسی حجاب کے پردہ میں کیا کیا نیرنگیاں ظہور میں آئی ہیں۔ اور ہر ایک تعین سے وہی کچھ ظہور میں آتا ہے جو اس کی عین کا اقتضا ہے۔

۶ - اے صبا اگر ہمارے حبیب کو خوشی خوشی گزرتا ہوا دیکھے تو اس وقت ہمیں یاد کرنا اور یاد دلانا کہ تیرا عاشق سرگشتہ و آوارہ پھرتا ہے۔

۷ - عالم صورت کی دلآویزی کے مختلف پہلو ہیں۔ ایک ہی شے کی مختلف صورتیں ہیں۔ جتنے ہمارے حواس ہیں اتنی صورتیں ہیں۔ حواس ظاہری بھی ہیں اور باطنی بھی۔ اس لیے صورتیں ظاہری بھی ہیں اور باطنی بھی ہیں۔ باطنی حواس باطنی صورتیں محسوس کرتے ہیں اور ظاہری حواس ظاہری صورتیں محسوس کرتے ہیں۔ لیکن فی الحقیقت کہنے سننے کے لیے حواس ظاہر و باطن ہیں ورنہ اگر بغور دیکھا جائے تو ع ظاہر ایں جا باطن است و باطن ایں جا ظاہر است۔ خواب اور بیداری واضح مثال اس امر کی ہے کہ ہم دونوں حالتوں میں ہر ایک شے یکساں محسوس کرتے ہیں۔ مگر یہ دقیق بحث ہے۔ اس مقام پر اتنا ذہن نشین کرنا چاہیے کہ ایک ہی شے ہمارے حواس پر مختلف صورتوں میں جلوہ نما ہوتی ہے۔ اس شعر میں خواجہ نے یہ نکتہ بیان فرمایا ہے کہ حسن دل کو قدرتاً کشش کرتا ہے۔ مگر جو اہل نظر یعنی صاحب دل ہیں ان کو وہی حسن اپنی طرف مائل کر سکتا ہے۔ جو خلق کو ظاہر کر رہا ہے۔ ؎

جو بندہ نوازی کرے جاں اس پہ فدا ہے تو
بے فیض اگر یوسف ثانی ہے تو کیا ہے

خواجہ نے اس شعر میں یہ نکتہ بیان فرمایا ہے کہ ہم صورتوں کے سوا کچھ اور محسوس کر ہی نہیں سکتے۔ اور یہ ان صورتوں کا حسن ہے جو ہمارے دل کو اپنی طرف مائل کرتا ہے۔ لیکن حسب استعداد ہر ایک قلب مختلف نقش ان صورتوں کا لیتا ہے۔ کوئی تو حسن ظاہر پر مرتا ہے اور کوئی حسن سیرت یا خلق کا دلدادہ ہے۔ مگر ہر ایک شخص حسن پر فریفتہ ہے جو صورتوں ہی سے وابستہ ہے اور کوئی اس سے قطع تعلق نہیں کر سکتا۔ غافل تو ایک شے کے حسن ظاہر پر اور عارف اس شے کے حسن باطن کے گرویدہ ہیں۔ ہاں اتنی بات ضرور ہے کہ عارف حسن ظاہر کے پھندے میں نہیں پھنستا۔ مگر دام حسن کا گرفتار

وہ بھی ہے۔ ظاہر نہ سہی تو باطن ہی سہی۔

یہ امر دل نشین کرنا چاہیے کہ حسن سے کوئی صورت خالی نہیں بلکہ صورت اور حسن لازم و ملزوم ہیں۔ کوئی صورت اپنے صورت گر کی بے صورت نہیں۔ لیکن کمال حسن صورت انسانی ہی میں ظاہر ہوا ہے۔ حسن کی تعریف لفظوں میں نہیں ہو سکتی۔

بیان حسن کر سکتا نہیں حسن بیاں پیدا +
زباں آنکھیں کرے آنکھیں کریں پہلے زباں پیدا +
(شارح)

حسن صورت میں تین امور قابل توجہ ہیں، خط و خال و رنگ و ادا، خط و خال اعضا کی موزونیت یا موزون تناسب ہے۔ رنگ خواہ کوئی ہو مگر ملاحت، گوئے ہوئے ہو۔ ادا وہ خاص امر ہے جو کسی حسین کو معشوق بنا دیتی ہے خواجہؒ فرماتے ہیں کہ:-

شاہد آن نیست کہ موئے ومیانے دارد + شاہد آنست کہ این ارد آنے دارد

ادا بناوٹ سے پیدا نہیں ہوتی بلکہ قدرتی امر ہے۔ ع

نہ ہر کہ چہرہ برا فروخت دلبری داند +

سچ پوچھو تو یہ سب حسن کی مختلف صورتیں ہیں۔ حسن کچھ اور ہی ہے۔ خواجہؒ نے اس نکتہ کو اس طرح بیان فرمایا ہے

لطیفہ ایست نہانی کہ عشق ازو خیزد + کہ نام آن نہ لب لعل و خط و زنگاریست

زعشق ناتمام ما جمال یار مستغنیست + بآب ورنگ وخال وخط چہ حاجت روئے زیبا را

المختصر حسن تو قدیم ہے اور اس کی مختلف صورتیں خواہ ظاہر ہوں یا باطن اس کی تجلیات ہیں جو قلب پر اپنا اثر ڈالے بغیر رہ نہیں سکتیں۔ عالم انہی تجلیات پر مائل ہے۔ کوئی عشوۂ دنیا کا خریدار ہے کوئی کرشمۂ آخرت کا دلدادہ ہے۔ مراتب میں فرق ضرور ہے۔ اس لئے تو حق کا عاشق سب میں ممتاز ہے۔ اور اس حسن کی صورت حسن خلق ہے۔ جو اوصاف حسنہ ہیں اور اخلاق الٰہی سے تعبیر ہوئے ہیں۔ انہی پر صاحب نظر مائل ہیں۔

۸۔ ہم بیان کر چکے ہیں کہ خواجہؒ اس غزل میں عالم صورت کے حسن دلآویز پر بحث کرتے ہیں۔ اور یہ صورتیں یا تعینات تجلیات ہی ہیں۔ اس عالم صورت کی دلربائی میں تو کچھ کلام نہیں اور یہ عالم صورت حسن ازلی کی ہی صورت ہے۔ مگر اس میں اور اس میں فرق ہے۔ وہ قدیم ہے اور یہ حادث ہے۔ وہ "الآن کما کان" ہے۔ اس میں کسی تغیر و تبدل کمی و بیشی کی گنجائش نہیں۔ لیکن اس میں یہ عیوب ہیں۔

خواجہؒ فرماتے ہیں کہ عالم اگرچہ تیرا ہی جمال ہے مگر اس میں یہ ایک عیب ضرور ہے کہ اس میں "خال مہر و وفا" نہیں جو حسن کی خوبیوں کو مکمل کر دیتا ہے۔ یعنی دنیا سے دل لگا کر لوگوں نے دیکھ لیا کہ کسی کا ساتھ نہیں دیتی۔

مہر و وفا لازم و ملزوم ہیں۔ دنیا میں مہر بھی نہیں اور وفا بھی نہیں۔ اور علاوہ ازیں اس کو بذاتہٖ استقلال بھی نہیں، مقام فنا ہے۔

بات اصل میں یہ ہے کہ عالم تجلیات کا جلوہ گاہ ہے۔ اور تجلیات کی کیفیت یہ ہے کہ "کل یوم ھو فی شان" کا نتیجہ ہیں۔ کبھی ایک حال پر قائم نہیں رہ سکتیں۔ اس لئے یہی مناسب ہے کہ عارف ان کو دیکھے مگر دل نہ لگائے ورنہ پریشانی لاحق ہوگی۔ خواجہؒ بھی یہی نصیحت فرماتے ہیں کہ۔

در دور بادہ یک دو قدح درکش و برو
یعنی طمع مدار وصال دوام را

ایک اور مقام پر فرماتے ہیں۔

نشان مہر و وفا نیست در تبسم گل
بنال بلبل بیدل کہ جائے فریاد است

ساقیا برخیز و در دہ جام را اے ساقی توجہ فرما اور جام شراب دے	۱	خاک بر سر کن غم ایام را اور فکر و اندیشہ روزگار کے سر پر خاک ڈال
ساغر مے در کفم نہ تا ز سر میرے ہاتھ کی ہتھیلی پر پیالہ رکھ دے تاکہ سر سے	۲	بر کشم ایں دلق ازرق فام را اس نیلے رنگ کی گدڑی (آسمان) کو اتار پھینکوں
بادہ در دہ چند ازیں باد غرور شراب دے کب تک نخوت کی ہوا سر میں سمائیگی	۳	خاک بر سر نفس نافرجام را نفس بد انجام کے سر پر خاک (جو ہوا وہوس کا تقاضا کرتا ہے)
گرچہ بدنامیست نزد عاقلاں اگرچہ عقلمندوں کے نزدیک رسوائی ہے	۴	ما نمی خواہیم ننگ و نام را مگر یہ ننگ و نام کا خواہاں نہیں ہوں
دود آہ سینۂ سوزان من میرے سینۂ سوزاں کی آہ نے	۵	سوخت ایں افسردگان خام را ان ریاکار زاہدان خشک کو حسد کی آگ میں جلا دیا ہے
محرم راز دل شیدائے خویش میرے شیدا دل کا محرم راز	۶	کس نمی بینم ز خاص و عام را خاص و عام میں سے کوئی بھی نہیں ہے
با دل آرامی مرا خاطر خوش است میری طبیعت اس دل آرام سے خوش ہے	۷	کز دلم یکبارہ برد آرام را جو ایک ہی دفعہ میرے دل سے آرام و راحت کو لے گیا
ننگرد دیگر بسرو اندر چمن وہ پھر سرو چمن کی طرف نہیں دیکھتا	۸	ہر کہ دید آں سرو سیم اندام را جس نے اس سرو سیمیں بدن کو دیکھ لیا
از سر دنیا گذشتی غم مخور چونکہ تو دنیا کی نعمتوں سے کنارہ کر چکا ہے	۹	خوش بخور ہم خوش بدار ایام را اس لئے خوش رہ اور روزگار کو بھی خوش رکھ

صبر کن حافظ بہ سختی روز و شب

اے حافظ روزگار کی سختی پر صبر کر

عاقبت روزی بیابی کام را

آخرکار تو مراد کو ایک دن پہنچے گا ،

شرح - ۱، نشۂ عشق سے مجھے اسقدر بیخود کردے کہ دنیا کے تفکرات کا علم محو ہو جائے۔

۲ - مجھے عشق میں ایسا سرشار کردے کہ ہستی موہوم کو قطع کروں اور یہ لباس جو عاریتاً چند روزہ ہے اس کو اتار دوں -

۳ -

شاد باش اے عشق خوش سودائے ما ؛ اے طبیب جملہ علتہائے را

اے تو افلاطون و جالینوس ما ؛ اے دوائے نخوت و ناموس ما

۸ - جب کثرت میں وحدت کا جلوہ نظر آتا ہے تو کثرت سے نظر اٹھ جاتی ہے

۱۰ - " ان اللہ مع الصابرین " صبر کی بدولت معیت حق حاصل ہوتی ہے - اس سے بڑھکر اور کیا مرتبہ ہو سکتا ہے

۱

بی غمت شاد مبادا دل غم پرور ما

ہمارے غمگین دل کی یہی خوشی ہو کہ تیرا غم اسے لگا رہے

غم خور اے دل کہ بجز غم نبود در خور ما

اے دل تو غم کھا۔ کیونکہ ہمارے لائق غم کے سوا کچھ اور نہیں،

۲

ما برفتیم تو دانی و دل غمخور ما

ہم چلے جاتے ہیں۔ تو جان اور ہمارا دل غمزدہ جانے

بخت بد تا بکجا مے برد آبشخور ما

دیکھئے بدبختی ہمارا آب و دانہ کہاں تک لے جاتی ہے

۳

میکنم شادی ازاں روز کہ گفتی برقیب

میں اس روز سے خوشی منا رہا ہوں کہ تو نے رقیب کو کہا

کیں گدا کیست کہ ہرگز نرود از در ما

کہ یہ گدا کون ہے جو بالکل ہمارے دروازہ سے نہیں جاتا

۴

از نثار مژہ چوں زلف تو در در گیرم

تیری زلف کی طرح جسکو بالوں میں موتی پروئے ہیں میں آنسوؤں کے قطرے بچھا دونگا

قاصدے کز تو سلامے برساند بر ما

اس قاصد پر جو تیرا سلام مجھے پہنچا دے،

۵

بدعا آمدہ ام ہم بدعا دست برآر

دعا کرتا ہوا آیا ہوں۔ تو بھی دعا کیلئے ہاتھ اٹھا

کہ وفا با تو قرین باد خدایا ور ما

کہ تو باوفا ہو اور میری خدا امداد کرے ،

۶

فلک آوارہ بہر سو کندم میدانی

آسمان مجھے ہر ایک طرف آوارہ و سرگرداں کر رہا ہے تو جانتا ہے ،

رشک می آیدش از صحبت جانپرور ما

کہ اسے ہماری صحبت سے جو ایک گونہ تسلی دیتی ہے رشک پیدا ہوا ہے،

۷

گر همه خلق جهان بر من و تو رشک برند

اگر تمام دنیا میری اور تیری صحبت پر رشک کرے

بکشد از همه انصاف ستم داور ما

تو خدا تعالیٰ ان سے ظلم کا بدلہ لے گا

۸

دردمندیم خبر میدهد از سوز دل

میں دردمند ہوں اور میرے دل کی تپش کی خبر دیتی ہے

دهن خشک و لب تشنه و چشم تر ما

میرا دہن خشک اور تشنہ لب اور چشم تر

۹

بسرت گر همه عالم بسرم بخروشند

تیرے سر کی قسم اگر تمام دنیا اس پر متفق ہو

نتوان برد هوای تو برون از سر ما

بھی سر سے تیری محبت نہیں نکال سکتی

۱۰

زود باشد که رساند که بسلامت یارا

خدا تعالیٰ جلدی تجھے بخیریت میرے پاس لائے گا

ای خوشا آن روز که آید بسلامت بر ما

وہ دن کیسا اچھا ہے کہ جب تو بسلامت میری بغل میں آئیگا

۱۱

تا ز وصف رخ زیبای تو تا دم زده‌ایم

جب سے میں نے تیری چہرہ کی خوبصورتی کا ذکر کیا ہے

ورق گل خجل است از ورق دفتر ما

گلاب کے پتے ہمارے دفتر کے ورق سے شرمندہ ہوئے ہیں

۱۲

هر که گوید کجا رفت خدا را حافظ

اگر کوئی دریافت کرے کہ خدا کے واسطے بتاؤ حافظ کہاں گیا

گو بزاری سفری کرد و برفت از بر ما

تو کہنا کہ روتا ہوا ہمارے پاس سے سفر کر گیا

ساقی بگذار از کف خود رطل گران را

اے ساقی پیالہ شراب میری طرف روان کر

تا خوش گذرانیم جهان گذران را

تاکہ خوشی خوشی اس دنیائے فانی سے روانہ ہو جاؤں

زاهد چه عجب گر کندم عیب برندی

زاہد اگر میری رندی کے عیب بیان کرے تو کیا تعجب ہے

پیوسته ز اهل هنر طعنه بود بی‌هنران را

بے ہنر ہمیشہ اہل ہنر کو طعنہ و ملامت کرتے ہیں

در کعبه و بتخانه تو مسجودی و معبود

کعبہ و بت خانہ میں تو ہی معبود ہے اور تجھے سجدہ کرتے ہیں

رو سوی تو باشد همه صاحب نظران را

جو عارف کامل اور اہل بصیرت ہیں ان کا منہ تیری طرف ہے

ارباب خرد ذوق می عشق چه دانند

عقلمند شراب کی لذت سے بے خبر ہیں

از حالت ما نیست خبر بیخبران را

ان غافلوں کو ہمارے حال کی خبر نہیں

کامی طلبد حافظ ازیں چشمۂ حیوان

حافظ اس آب حیات سے اپنا مطلب نکالنا چاہتا ہے

آری نتواں خورد نصیب دگراں را

ہاں سچ ہے کہ دوسروں کی قسمت ہمارے حصہ میں نہیں آسکتی

شرح - ۲ - زاہد سے مراد فرشتے ہیں - اور اس شعر میں اس واقعہ کی طرف اشارہ ہے جب فرشتوں نے اعتراض کرتے ہوئے ۔" قالوا اتجعل فیہا من یفسد فیہا ویسفک الدماء ونحن نسبح بحمدک ونقدس لک " کہا تھا (۱-۴۳) یعنی اللہ تعالیٰ کے حضور میں عرض کہ کیا ارض میں تو ایسی شخصیت کو رکھے گا جو وہاں فساد برپا کرے - اور خون گرائے - اور ہم تیری تسبیح حمد کے ساتھ اور تیری تقدیس کرتے ہیں -

خواجہ فرماتے ہیں کہ ان زاہدوں کی نظر ہمارے عیوب ہی پر پڑی جسکی وجہ یہ ہے کہ وہ خود بے ہنر تھے - اور جو بے ہنر ہوتا ہے وہ دوسروں میں عیب جوئی ہی کیا کرتا ہے - ع

کہ ہر کہ بے ہنر افتد نظر بعیب کند +

خواجہ حافظؒ نے اس شعر میں قرآن مجید کی حسب ذیل آیات کی طرف اشارہ کیا ہے -

" قالوا اتجعل فیہا من یفسد فیہا ویسفک الدماء ونحن نسبح بحمدک ونقدس لک، قال انی اعلم مالا تعلمون، وعلم آدم الاسماء کلہا ثم عرضہم علی الملائکۃ فقال انبئونی باسماء ھؤلاء ان کنتم صادقین، قالو سبحانک لا علم لنا الا ما علمتنا انک انت العلیم الحکیم، قال یا آدم انبئہم باسماءھم فلما انبأھم باسماءھم قال الم اقل لکم انی اعلم غیب السموات والارض واعلم ما تبدون وما کنتم تکتمون " (۱ پ ۴ ع)

مطلب یہ ہے کہ آدم کل اسما کا مظہر ہے اور فرشتے خاص خاص اسما کے مظہر ہیں - اس لئے بمقابلہ آدم ناقص ہیں کمال آدم ہی کو حاصل ہے - اس لئے اگر فرشتے جو بے ہنر تھے اور جس کا اقبال وہ خود کرتے ہیں - کہ انہیں اتنا ہی علم حاصل ہے جتنا عطا ہوا ہے - آدم پر اعتراض کریں تو اس کی یہی وجہ ہے کہ وہ ناقص ہیں -

اس شعر میں خواجہ نے کمالات انسانی اور دیگر تعینات کے خواص کا اشارتاً ذکر کیا ہے -

" رندی " سے مراد وہی کچھ ہے جو فرشتوں میں نہیں - ۵

درد دل کے واسطے پیدا کیا انسان کو +

ورنہ طاعت کے لئے کچھ کم نہ تھے کروبیاں +

قدسیاں را عشق ہست و درد نیست + درد را جز آدمی درخورد نیست (مثنوی معنوی)

اس شعر کی مفصل شرح دیباچہ میں قابل ملاحظہ ہے -

۳ - " صاحب نظر " سے مراد عارف کامل ہے، اور عارف کامل اپنی ہستی فنا کرکے " تخلقوا باخلاق اللہ " کا حامل ہوتا ہے - اسے معیت حق حاصل ہوتی ہے " فاینما تولوا فثم وجہ اللہ " کا وہی شاہد ہوتا ہے - وہ کثرت میں وحدت کا معائنہ کرتا ہے اور وہ کثرت میں محجوب نہیں ہوسکتا - اور یہی وجہ ہے کہ اس کی نظر صورت پر نہیں بلکہ حقیقت پر ہوتی ہے -

"ان اللہ لا ینظر الی صورکم ولکن ینظر الی قلوبکم"

اس لیے اگر صاحب نظر بت خانہ میں ہو یا کعبہ میں اس کی نظر معبود حقیقی کی طرف ہی ہوگی کیونکہ وہ صورت کو نظر انداز کر چکا ہے۔ تعینات محض صورتیں ہیں جب تک تعینات کو نظر انداز نہ کیا جائے حقیقت شناسی ناممکن ہے۔

خواجہ نے اس شعر میں چند ایک لطیف نکات بیان فرمائے ہیں۔ آیت "ان فی خلق السموات والارض واختلاف اللیل والنہار لآیات لاولی الالباب۔ الذین یذکرون اللہ قیاما وقعودا وعلی جنوبہم ویتفکرون فی خلق السموت والارض ربنا ما خلقت ھذا باطلا" (۳-۱۰) کی طرف اشارہ کیا ہے۔ اور صاحب نظر (ترجمہ "اولی الالباب" کا کیا ہے) یہی لوگ ہیں جو ذکر و فکر سے سمجھ چکے ہیں کہ "خلق السموت والارض بالحق" ان کو جس طرف متوجہ ہوں حق نظر آتا ہے۔ خواجہ نے صاحب نظر کی یہی تعریف کی ہے ؎

کسکہ حسن و رخ دوست در نظر دارد ۔ محقق است کہ او حاصل بصر دارد

اس شعر میں کعبہ و بت خانہ کے لیے مسجود و معبود کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ بت خانہ میں پجاری ایک بت یا صورت کی پوجا کرتا ہے۔ بت کو معبود سمجھتا ہے۔ کعبہ میں بت تو کوئی نہیں البتہ اس مکان کے اندر عابد خدا کو سجدہ کرتا ہے اس لیے مسجود کا لفظ ہی موزوں تھا۔ عوام الناس جو کعبہ و بتخانہ کی حقیقت سے بے خبر ہیں بت خانہ میں بتوں کو معبود سمجھتے ہیں اور کعبہ میں اگرچہ کوئی صورت پیش نظر نہیں ہوتی مگر وہ وہی تگ و دو کرتے ہیں جو ان کے دل میں ہیں۔ خواجہ نقشبند فرماتے ہیں کہ دو شخصوں کو دیکھ کر مجھے نہایت حیرت ہوئی۔ ان میں سے ایک کعبہ میں تھا۔ اور خدا سے بالکل غافل تھا اور دوسرا بازار میں دیکھا کہ کاروبار تجارت میں مصروف نظر آتا تھا مگر خدا سے ایک دم غافل نہ تھا۔ عوام الناس تو کعبہ کو بیت اللہ سمجھتے ہیں اور ان کا حج یہی ہے کہ خانۂ خدا کی زیارت ہوگئی۔ خواجہ فرماتے ہیں کہ ؎

جلوہ بر من مفروش اے ملک الحاج کہ تو
خانہ می بینی و من خانہ خدا می بینم

"اولی الالباب" عارف کامل، صاحب نظر ان صورتوں میں حقیقت اور اس کثرت میں وحدت کا مشاہدہ کرتے ہیں ان کے لیے بت و بتخانہ، کعبہ یا دیر ہو یا کلیسا۔ خواہ کہیں ہوں جس طرف متوجہ ہوں گے "وجہ اللہ" کو دیکھیں گے۔ یہ شعر شیخ اکبرؒ کے اس قول کے ہم معنی ہے کہ "لوگوں نے اللہ تعالیٰ کو اپنے اپنے عقیدوں میں مقید کر رکھا ہے۔ عارف کامل وہ ہے جو اس کو ہر عقیدہ میں دیکھتا ہے اور کسی خاص عقیدہ میں محدود نہیں کرتا۔"

اگر آلودہ احرام غیری ؛ ہمہ گر کعبہ باشی ننگ دیری
اگر از وہم غیر آگاہ نیست ؛ براہ کفر ہم گمراہ نیست

۴۔ خواجہ نے اکثر اشعار میں عقل اور عشق کا مقابلہ کیا ہے۔ اس شعر میں ارباب خرد کو بے خبر کہا ہے۔ ایک اور شعر میں فرماتے ہیں کہ ؎

خرد ہر چند نقد کائنات است ؛ چہ سنجد پیش عشق کیمیا کار

ایک اور شعر میں اس طرح مقابلہ کیا ہے کہ

طبیب راہ نشیں سر عشق نشناسد ؛ برو بدست کن اے مردہ دل مسیح دمے

دیباچہ و سوانح عمری میں عقل و عشق کے متعلق بحث کی گئی ہے، ملاحظہ ہو۔ اس شعر کا مطلب یہ ہے کہ ارباب خرد معرفت الٰہی کا ذریعہ استدلالی عقلی سمجھتے ہیں۔ اور ہمیشہ شک و شبہ میں رہتے ہیں۔

پائے استدلالیاں چوبیں بود ؛ پائے چوبیں سخت بے تمکین بود

عاشقان الٰہی ذوقِ عشق سے حق الیقین کے مرتبہ پر پہنچتے ہیں ۔ ۵۰ ۔ ما در پیالہ عکس رخ یار دیدہ ایم ؛ ای بیخبر ز لذت شرب مدام ما

۵ ۔ سیاہی گر بدانی نور ذاتست ؛ بہ تاریکی درون آب حیاتست ۔ اور تشبیہ سے مراد لطف الٰہی یہی ہے کہ محض عنایت ازلی سے سب کچھ داوی ہے ۔

صبحدم بکشاد خمارے[۵۱] در میخانہ را[۵۲] ؛ قلقل آواز صراحی جان دہد مستانہ را

صبح کے وقت ساقی نے شراب خانہ کا دروازہ کھولا ؛ صراحی کی آواز یعنی قلقل سے مستوں کی جان میں جان آتی ہے

۲ دور گرداں آمد آخر دریں بزم من ؛ ساقیا برخیز و در دہ آخریں پیمانہ را

زمانہ کی آخری گردش کے باعث اس محفل میں آ پہنچی ہے ؛ اے ساقی اٹھ اور آخری پیمانہ کو پر کر کے دے

۳ چوں شدم مجنوں برائے عشق لیلیٰ در جہاں ؛ ای خرد پندے مدہ ہمچوں من دیوانہ را

جب میں لیلیٰ کے عشق کے باعث اس دنیا میں مجنوں مشہور ہوا ؛ اے عقل اب مجھ جیسے دیوانہ کو مت سمجھا

۴ آئینہ زنگار[۵۳] را صیقل ز تقویٰ پاک کن ؛ پاک بنگر اندراں آئینہ جانانہ را

زنگ آلودہ آئینہ یعنی دل کو تقویٰ کی صیقل سے صاف کر ؛ اور پھر اس آئینہ میں معشوق کا جلوہ دیکھ صاف دیکھے گا ۔

۵ گرد شمع جان معشوقی بگرد ار عاشقی ؛ عاشقی آموز اندر سوختن پروانہ را

شمع حسن معشوق کے گرد اگر تو عاشق ہے چکر لگا ؛ پروانہ سے عاشقی کا سبق جلنے میں سیکھ

۶ نیست دشنامے بصیاد ازل ای جان من ؛ آمد مرغ ہوا گرداں ز بہر دانہ را ،

صیاد ازل کو برا مت کہو کیونکہ اے جان من ، ؛ طائر دانہ کی خاطر اڑتا ہوا آیا ،

حافظ از زہد و ریا توبہ کند پیش از آں

اس سے پیشتر کہ حافظ زہد و ریاکاری سے توبہ کرے ،

پس برو بکشائے آخر شب در میخانہ را

جاؤ اور رات کے آخر حصہ میں میخانہ کا دروازہ کھول لو ،

مرشد[۵۱] ؛ عشق[۵۲] ؛ ذکر[۵۳] ؛ طلب[۵۴] ؛ روح[۵۵] ؛ عشق[۵۶]

شرح ۱ ۔ میرے مرشد نے بوقت صبح مجھے عشق و محبت الٰہی کی تعلیم کی اور کہا کہ ذکر اور یاد الٰہی میں مشغول رہنا چاہئے کہ اس سے مردہ دل زندہ ہوتا ہے ۔

۶ ۔ اس میں صیاد ازل کا کیا قصور ہے ، ہمیں اس دنیا کے جال میں پھنسا دیا ۔ بات یہ ہے کہ فطرتاً ہماری روح کا تقاضا یہی تھا کہ غذائے عشق سے اپنا پیٹ بھرے ۔ اور اس دنیا میں اس نے یہ دانہ دیکھا ۔ آئی ، اور دام میں الجھ گئی ۔ بعض نسخوں میں یہ شعر اس طرح ہے ؎ نسبت ساقی بصیاد ازل دیں جان من ؛ آمد مرغ ہوا گرداں ز بہر دانہ را ،

یعنی ساقی صیاد ازل نے دام بچھایا ہوا تھا اور ہماری روح مرغ ہوا کی طرح دانہ کی تمنا میں اس میں پھنس گئی۔

میدمد صبح و کلہ بست سحاب — الصبوح الصبوح یا اصحاب

صبح ہونے والی ہے اور بادل چھایا ہوا ہے — اے ہمنشینو صبح کی شراب دو

۲ — می چکد ژالہ بر رخ لالہ — المدام المدام یا احباب

گل لالہ کے چہرہ پر شبنم گر رہی ہے — اے دوستو شراب لاؤ شراب

۳ — می وزد از چمن نسیم بہشت — پس بنوشید دمادم می ناب

چمن سے بہشت کی ہوائیں آتی ہیں — اس لئے ہمیشہ خالص شراب پیو

۴ — تخت زریں زدہ است گل بچمن — راح چوں لعل آتشیں دریاب

چمن میں پھولوں کے بادشاہ نے سنہری تخت — اور شراب سرخ کا تماشہ حاصل کرو

۵ — بر رخ ساقی پری پیکر — ہمچو عاشق بنوش بادہ ناب

ساقی پری پیکر کے رو برو — عاشق کی طرح شراب پیو

۶ — گر نشاں زآب زندگی جوئی — می بنوش بچو بہ بانگ رباب

اگر آب حیات کا پتہ پوچھتے ہو — تو نغمہ اور رباب کے ساتھ شراب پیو

۷ — در چنیں موسم عجب باشد — کہ ببندند میکدہ بشتاب

ایسے موسم میں تعجب ہے — اگر میکدہ کا دروازہ جلدی بند کردیں

۸ — در میخانہ بستہ اند دگر — افتح یا مفتح الابواب

میخانہ کا دروازہ پھر بند کردیا گیا — یا مفتح الابواب (اے خدا) کھولدے

۹ — چوں سکندر حیات اگر طلبی — لب لعل نگار را دریاب

اگر سکندر کی طرح آب حیات کی خواہش ہے — تو معشوق کے سرخ لب کو حاصل کر

۱۰ — زاہدا مے بنوش رندانہ — فاتقوا اللہ یا اولی الالباب

اے زاہد رندوں کی طرح شراب پی — اے عقلمندو اللہ سے ڈرو

---

۹۱ فیض مقدس

۹۲ ظہور رحمت

۹۳ انوار

۹۴ تلب

۱۰۔ خواجہ حافظ رح زاہد سے مراد ریاکار یعنے ہیں اور زاہد ریاکار کو کہتے ہیں اسلئے ارشاد ہے کہ تقویٰ اختیار کرو۔ یعنے ریاکاری چھوڑ دو۔ اور شراب عشق میں سرشار ہوکر ما سوا سے بے تعلق رہو کیونکہ زہد سے ما سوی کا تعلق قائم رہتا ہے۔

لب و دندان تو حقوق نمک تیرے لب اور دانتوں کا حق نمک	۱۱	داشت برجان سینہای کباب جلے ہوئے سینے پر بہت کچھ ہے

حافظا غم مخور کہ شاہد بخت
اے حافظ غم نہ کھا کہ بخت معشوق کی طرح
عاقبت بر کشد ز چہرہ نقاب
آخر کار چہرہ سے نقاب اٹھائے گا

شرح ۷۔ دنیا قیام عبادت و ریاضت ہے۔ اور زندگی چند روزہ ہے۔ جو کچھ کرنا ہے۔ کرلو اور فرصت کو غنیمت جانو۔ ایسا نہ ہو کہ کام کچھ نہ کرو اور کوچ کا وقت آجائے۔
۹۔ آب حیات دراصل فنا کو کہتے ہیں، فنا آب حیات جاودانی ہی کو کہتے ہیں۔ نفس کی آمد و شد سے وہ دم شمشیر قاتل کے جب ہستی موہوم فنا ہوگئی تو بقا باللہ حاصل ہوئی۔

گفتم ای سلطان خوبان رحم کن برین غریب میں نے کہا کہ اے حسینوں کے سردار اس غریب بندہ پر رحم فرمائیے	۱	گفت در دنبال دل رہ گم کند مسکین غریب جواب دیا کہ دل کے پیچھے غریب راہ گم کرتا ہے
گفتمش بگذر زمانی گفت معذورم بدار میں نے کہا کسی وقت تشریف لائیے کہا معاف کیجیے	۲	خانہ پرورد چہ تاب آرد غم چندین غریب ناز و نعمت سے پرورش یافتہ غریبوں کی فکر نہیں کرتا
خفتہ بر سنجاب شاہی نازنینی را چہ غم اس نازنین کو جو شاہی بستر پر سویا ہوا ہے کیا غم ہے	۳	گر ز خار و خارہ سازد بستر و بالین غریب اگر کسی غریب کا بچھونا کانٹوں پر ہے اور تکیہ پتھر کا ہے۔
ای کہ در زنجیر زلفت جان چندین آشناست آپکی زنجیر زلف میں بے شمار دوستوں کے دل گرفتار ہیں	۴	خوش فتاد آن خال مشکین بر رخ رنگین غریب اور رخ پر سیاہ خال کیا بھلا اور عجیب و غریب معلوم ہوتا ہے
می نماید عکس مے در رنگ روی مہوشت تیرے چاند سے چہرہ پر شراب کا عکس ایسا معلوم ہوتا ہے	۵	ہمچو برگ ارغوان بر صفحہ نسرین غریب جیسے نسرین کے تختہ پر سرخ پھول کی پنکھڑی بھلی معلوم ہوتی ہے
باز گفتم ماہ من آن عارض گلگون مپوش میں نے پھر کہا کہ اے بادشاہ حسن عارض گلگوں کو نہ چھپائیے	۶	ورنہ خواہی ساخت ما را خستہ و مسکین غریب ورنہ مجھے خستہ و مسکیں بنائیے گا

بس غریب افتاده است آن مور خط گرد رخت ، گرچه نبود در نگارستان خط مشکین غریب

سیاہ خط آپ کے چہرے کے گرد بہت عجیب و غریب ہے ، اگرچہ نگارخانہ میں سیاہ خط خوشنما معلوم نہیں ہوتے

گفتم ای شام غریبان طرۂ شبرنگ تو ، در سحرگاهان حذر کن چون بنالد این غریب

میں نے کہا تیری سیاہ زلف تو شام غریباں ہے ، اس لیے صبح کے وقت جب غریب نالہ وزاری کرے تو اس کی آہ سے ڈر جا

گفت حافظ آشنایان در مقام حیرت اند

اس نے کہا اے حافظ دوست حیرت کے مقام میں ہیں

دور نبود گر نشیند خسته و غمگین غریب

اگر بیگانے خستہ اور غمگین ہوں تو عجب نہیں ،

شرح ۱ - جب معشوق کی خدمت میں التجا کی کہ ہمارے حال پر رحم فرمائیے ذرا دیکھیں کہ فرقت کی مصیبتیں کس طرح برداشت کر رہے ہوں تو جواب دیا کہ جو شخص دل ہاتھ سے دے بیٹھتا ہے وہ خواہشات دل سے بھی کنارہ کرتا ہے اس لیے تیری آرزو کس طرح پوری ہو سکتی ہے ۔

۲ و ۳ - اللہ تعالیٰ بے نیاز ہے اسے اس بات کی کیا پرواہ ۔ کہ کوئی اس کے غم میں جان دیتا اور تکلیفیں اٹھاتا ہے یہ تو خواجہ حافظ رحمۃ اللہ علیہ نے عاشقانہ خیال ظاہر کیا ہے ۔ مگر فی الحقیقت یہ بات نہیں ۔ البتہ وہ اپنے دوستوں کو طرح طرح کی آزمائشوں میں ڈالتا ہے جو قرب کا ذریعہ ہیں ۔

۵ - وہ شخص جو اپنی ہستی موہوم کو منقطع کر چکے ہیں اور اس دنیا میں فناء کلی حاصل نہیں کر چکے مقام حیرت میں ہیں حالانکہ ان کو قرب حاصل ہے ع نزدیکاں را بیش بود حیرانی ، اور جو بیگانے ہیں ابھی تک پہلی منزل بھی طے نہیں کی ۔ وہ غمزدہ ہوں تو کیا تعجب ہے ۔ کیونکہ وہ ابھی بہت دور ہیں ۔

۱ آفتاب از روی او شد در حجاب ، سایه را باشد حجاب از آفتاب

آفتاب اس کا منہ دیکھ کر چھپ گیا ، آفتاب کے سامنے سایہ معدوم ہو جاتا ہے

۲ دست ماه و مهر بر بندد رخش ، ماه بی مهرم چو بگشاید نقاب

اس کا چہرہ چاند اور سورج کے ہاتھ باندھ دے ، جب میرا چاند جو بے مہر ہے نقاب اٹھائے ،

۳ از خیالم یار نشناسد کسی ، گر در آغوشش ببینم شب بخواب

کوئی شخص خیالی صورت اور مجھ میں فرق نہ کرے ، اگر رات کو میں خواب میں اس کو بغل میں لوں

۴ شاهدان مستور و مستان بی شکیب ، خانقه معمور و درویشان خراب

معشوق پردہ نشین اور متوالے بے صبر ہو گئے ، خانقاہ آباد اور درویش خراب حال ہیں ،

۵۱ مجاز ۱۲
۵۲ وجہ آفتہ
۵۳ مخفی ۱۲
۵۴ مجاز
۵۵ عدم ۱۲
۵۶ حقیقت
۵۷ تجلیات صوری ۱۲
۵۸ تجلی ذاتی ۱۲
۵۹ ہستی موہوم ۱۲

خون دل در جام دیدم از سر شک میں نے آنسو سے جام میں دل کا لہو دیکھا	۵	**آبرو برباد دادم از شراب** میں نے شراب کے باعث آبرو برباد کی
سوز مستاں گر بداند محتسب اگر محتسب کو مستوں کا دلی سوز معلوم ہو	۶	**در دم از می شاں زند بر آتش آب** فی الفور شراب سے ان کی آگ پر پانی چھڑکے
ہر کرا از دیدہ شد باران اشک جس کسی کی آنکھوں سے آنسو کی بارش جاری ہے	۷	**زیر دامن بادہ دارد چوں سحاب** دامن کے نیچے وہ بادلوں کی طرح ہوا رکھتا ہے
از برای بادہ مے باید زدن شراب کے واسطے مارنا چاہیے		**محتسب را حد بےحد و حساب** محتسب کو حد شرعی بے حساب

حافظا وعظ و نصیحت گو مکن
اے حافظ وعظ و نصیحت کہو کہ نہ کرے
ترک ترکان خطا نبود صواب
شہر خطا کے ترکوں (معشوقوں) کو چھوڑنا درست نہیں

شرح - ۱ و ۲ - یہ مخلوقات واجب الوجود کی ظل ہے - اور واجب الوجود بمنزلہ آفتاب ہے - اس کی موجودگی میں سایہ عدم ہے عشق مجازی اسوقت محو ہوجاتا ہے جب عشق حقیقی پیدا ہو۔ حقیقی حسن کے سامنے نمود بے بود کی کیا حقیقت ہے
۳ - اس کی موجودگی میں اگرچہ تصور ہی میں ہو۔ ہماری ہستی موہومہ ثابت ہوگی، اور فی الحقیقت ہماری ہستی خیالی صورتیں ہیں -
۴ - زمانہ کا عجب حال ہے کہ شاہد جن کو کھلے بندوں جلوہ افروز ہونا چاہیے - پردہ نشین - یا وہ ذات جس کا سبب ظہور ہے - خود روپوش ہے اور اس کے عاشق بے صبر پھرتے ہیں - خانقاہ آباد اور درویش خراب حال ہیں - حالانکہ اس صورت میں درویش خوش حال ہوتے تو مناسب تھا - یعنی اس کی صفات کا جلوہ ہو رہا ہے اور وہ خود مستور ہے -
۵ - وفور گریہ سے دل کا خون آنکھوں کے راستہ بہ نکلا اور جام میں مجھے یہی خون نظر آتا ہے یعنی اس قدر گریہ و زاری سے میں دنیا میں رسوا اور بدنام ہوگیا - اور راز عشق افشا ہوا - شراب محبت نے خوب ہماری آبروریزی کی

تعالی اللہ چہ دولت دارم امشب اللہ اکبر آج رات مجھے دولت وصل ملی ہے	۱	**کہ آمد ناگہاں دلدارم امشب** کہ میرا دلدار یکایک میرے پاس آیا

دولت وصل

چو دیدم روی خویش سجده کردم
جب میں نے اس کا خوبصورت چہرہ دیکھا سجدہ کیا

بحمد اللہ نکو کردارم امشب
الحمد للہ آج رات میں نے نیک کام کیا

نہال عیشم از وصلش بر آورد
اس کے وصل سے میری خوشی کا درخت پھل لایا

ز بخت خویش برخوردارم امشب
آج رات میں اپنے نصیب سے بہرہ یاب ہوا

بر آں عزمم کہ گر خود میرود سر
میں نے پختہ ارادہ کر لیا خواہ میرا سر ہی کیوں نہ جائے

کہ سرپوش از طبق بردارم امشب
کہ آج رات طبق سے سرپوش اٹھا دوں گا

کشد نقش انا الحق بر زمیں خوں
انا الحق کی صدا زمین پر خون کا نقش کھینچے گی

چو منصور ار کشی بر دارم امشب
آج رات اگر منصور کی طرح مجھے سولی پر کھینچا جائے

تو صاحب نعمتی من مستحقم
تو نعمتوں کا مالک ہے اور میں مستحق ہوں

زکوٰۃ حسن دہ حقدارم امشب
آج رات زکوٰۃ حسن دے کہ میں حقدار ہوں

برات لیلۃ القدرے بدستم
لیلۃ القدر کا حصہ مجھے

رسید از طالع بیدارم امشب
آج رات بخت بیدار سے ملا

ہمی ترسم کہ حافظ محو گردد
مجھے خوف ہے کہ حافظ فنا نہ ہو جائے

ازیں شورے کہ در سر دارم امشب
اس شور سے جو آج رات میرے سر میں سمایا ہے

شرح ۔ ۱ و ۲ ۔ یہ غزل حالات بسط میں لکھی گئی جبکہ تجلیات ذاتی کا ظہور ہوا اور مشاہدہ پر میں نے سجدہ کیا صوفیہ کرام کی اصطلاح میں سجدہ سے مراد فنا فی اللہ ہے ۔

نماز عاشقاں ترک وجود است ٭ نماز زاہداں سجدہ بسجود است

یعنی جب مجھ پر تجلیات ذاتی کا جلوہ ہوا تو میں بیخود ہو گیا اور میری ہستی فنا ہو گئی ۔ فلما تجلی ربہ للجبل جعلہ دکا وخر موسیٰ صعقا ۔

۳ و ۴ و ۵ ۔ ان تجلیات ذاتی نے مجھے فنا کر دیا ۔ اور مجھے وہ راز معلوم ہو گیا جو اب تک سربستہ تھا ۔ میں نے اب ارادہ کر لیا ہے کہ اس راز کو افشا کروں گا ۔ خواہ منصور کی طرح مجھے دار پر چڑھا دیا جائے ۔ حافظ اس مقام پر پہنچے جبکہ خود بخود "انا الحق" اور "سبحان ما اعظم شانی" کا نعرہ بلند ہوتا ہے ۔

درآ در وادی ایمن تو ناگہ ٭ درختے گوید ت انی انا اللہ

۹۲ فنا ۱۲

۹۳ فنا فی اللہ

روا باشد انا الحق از درختی + چرا نبود روا از نیک بختے +

اشعار کا مطلب یہ ہے کہ میں اس راز سربستہ کو ضرور افشا کرونگا - خواہ میرا سر اڑا دیا جائے - اور میرے خون کا ہر ایک قطرہ جو زمین پر گرے گا " انا الحق " کا نقش کھینچیگا - خواجہ صاحب کی سوانح عمری میں اس پر مفصل بحث کی گئی ہے - مشہور ہے کہ لیلۃ القدر میں تمام لوگوں کو جو کچھ ان کا نصیب ہو ملتا ہے - تو گویا آج کی رات لیلۃ القدر ہے کہ میرے حصہ میں یہ دولت آئی -

۱
صبح دولت میدمد کو جام ہمچو آفتاب
صبح وصل کا طلوع ہوا ہے وہ پیالہ جو آفتاب کی طرح روشن ہے کہاں ہے
فرصتی زین بہ کجا باشد بدہ جام شراب
اس سے بہتر فرصت کا وقت کب ملیگا لا شراب کا پیالہ دے

۲
خانہ بی تشویش و ساقی یار و مطرب بذلہ گو
گھر میں کوئی کھٹکا نہیں، ساقی دوست ہے اور مطرب خوش گفتار
موسم عیش ست و دور ساغر و عہد شباب
عیش و عشرت کا وقت ہے، شراب کا دور چل رہا ہے اور جوانی کا عالم ہے

۳
شاہد و مطرب بدست افشان و مستان پای کوب
معشوق اور مطرب بھاؤ بتا رہے ہیں اور مست تال دیتے ہیں
غمزۂ ساقی ز چشم می پرستان بردہ خواب
ساقی کا ناز شراب پینے والوں کی آنکھوں سے نیند اڑا لے گیا

۴
جای امن و یار ساقی و حریفان یکجہت
امن کی جگہ ہے اور ساقی یار ہے ، اور یار دوست ایک طرف ہیں
کردہ چشم مست ساقی می پرستان را خراب
ساقی کی مست آنکھ نے شرابیوں کو خراب کر رکھا ہے

۵
خلوت خاص است و جای امن و نزہتگاہ انس
خاص خلوت ہے امن کی جگہ ہے اور دل لبھانیوالا مقام ہے
اینکہ می بینم بہ بیداری ست یارب یا بخواب
یا الٰہی جو کچھ میں دیکھ رہا ہوں بیداری میں ہے یا خواب ہے

۶
از پی تفریح طبع و زیور حسن و طرب
دل بہلانے کے لئے اور سرور و حسن کو زیور پہنانے کے لئے
خوش بود ترکیب زرین جام با لعل مذاب
سنہری پیالہ اور لعل گداختہ (شراب) کی ترکیب بہت اچھی ہے

۷
از خیال لطف می مشاطۂ[۱] چالاک طبع
شراب کے سرور کے خیال سے تیز فہم مشاطہ نے
در ضمیر[۲] برگ گل خوش میکند پنہان گلاب[۳]
گل کی پتی میں گلاب کو پوشیدہ رکھا ہے

تا شد آن مہ مشتری درہای حافظ را کنون
جب سے وہ ماہ حافظ کے موتیوں (شعروں) کا خریدار ہوا ہے
میرسد ہر دم بگوش زہرہ گلبانگ رباب
تب سے زہرہ کے کانوں میں رباب کی سریلی آواز آتی ہے -

۱۔ قدرت
۲۔ رخسار
۳۔ پسینہ

شرح اتا ۵ - پہلے پو پھٹتی ہے پھر سورج نکلتا ہے - اس لئے جب دولت وصل اور خوش وقتی کی صبح ہو تو ساغر شراب کا سورج بھی طلوع ہونا چاہیئے - اور اس وقت سے بہتر اور کونسا موقعہ ہے کہ خلوت بھی ہے اور کسی غیر کا کھٹکا نہیں اور امن کی جگہ ہے اور ساقی موجود ہے وغیرہ وغیرہ - مطلب یہ ہے کہ یہ دنیا جو عالم اسباب ہے اور لازم ہے کہ وہ اسباب جو اس جگہ جمع ہیں - کسی ایسے کام میں کام آئیں کہ نتیجہ اچھا ہو - فرصت کا وقت دنیا میں ملتا ہے - مرنے کے بعد پھر موقعہ نہ ملے گا -

۶ - اس جگہ دونوں باتیں موجود ہیں - شراب عشق سرور پیدا کرتی ہے - بلکہ تفریح بھی ہے - اور ظاہری آرائش بھی ہے کہ سنہری جام میں سرخ رنگ کی شراب ایسی معلوم ہوتی ہے کہ لعل [illegible] -

۷ - اس شعر کی بے شمار شرحیں بیان کی گئی ہیں - مگر معنی شعر و بطون سنا کر چنانچہ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ حافظ رح شیراز کے بازار سے گذر رہے تھے - دیکھا کہ ایک فاضل اس شعر کے معنی بیان کر رہا ہے - آپ نے سن کر فرمایا کہ معنی تو خوب بیان کئے ہیں مگر شاعر کا یہ مطلب نہ تھا - اس نے اور لطیف معنے بیان کئے - کہا کہ [illegible] لیکن ابھی تک شاعر کے اصلی معنوں سے دور ہو - اس نے کہا کہ پھر آپ ہی فرمایئے - تو کہا کہ اس غزل میں سلسلہ ایک ہی مضمون کو باندھا گیا ہے کہ صبح کا سہانا وقت وصل محبوب کی بشارت دیتا ہے - کہ ایسے وقت میں رحمت الٰہی کا نزول ہوتا ہے - شراب عشق کا پیالہ آفتاب کی طرح روشن ہے - خلوت ہے اور امن ہے - اور رقیب کا خیال تک نہیں آتا - اسی کی یاد میں محویت ہے تجلیات شہود کی جلوہ افروز ہیں - اور صوت سرمدی کسی کی آمد کی خبر دیتی ہے - یہ ایسی بزم اور ایسا مقام ہے کہ کسی کی تشریف آوری کا انتظار ہو رہا ہے - تفریح کے سب سامان مہیا ہیں - عیش [illegible] کے سب سامان جمع ہیں لیکن معشوق حقیقی کے بغیر یہ کچھ نہیں - عاشق بیچارہ مجبور ہے - یہ سب کچھ تو مہیا ہو سکتا ہے لیکن معشوق پر قبضہ ناممکن ہے - اس لئے خود معشوق مہربانی فرماتا ہے - اور پردہ سے باہر نکل آتا ہے اور وصل کی خوشی کو مکمل کرتا ہے -

۸ - حافظ کا کلام اس قدر مقبول ہوا ہے کہ اہل زہرہ ساز کے ساتھ گاتے ہیں اور راہ میں نغمہ کا غلغلہ آسمان پر بلند ہو رہا ہے -

ز باغ وصل تو یابد ریاض رضوان آب تیرے وصل کے باغ سے جنت کو پانی ملتا ہے	۱	ز تاب ہجر تو دارد شرار دوزخ تاب تیری فرقت سے دوزخ کے شعلے بھڑکتے ہیں -
بہ حسن عارض و قد تو بردہ اند پناہ تیرے چہرہ کی خوبصورتی اور قد کی پناہ میں ہیں	۲	بہشت و طوبیٰ طوبیٰ لہم و حسن مآب بہشت اور طوبیٰ انہیں خوشی نصیب ہو کیا اچھی جگہ پائی ہے
چو چشم من ہمہ شب جو یبار باغ بہشت میری آنکھ کی طرح باغ بہشت کی نہریں	۳	خیال نرگس مست تو بیند اندر خواب تیری مست آنکھوں کے خیال خواب میں دیکھتی ہیں
بہار شرح جمال تو دادہ در ہر فصل تیرے چہرہ کو بہار ہر ایک موسم میں مفصل بیان کرتی ہے	۴	بہشت ذکر جمیل تو کردہ در ہر باب اور تیرا ذکر خیر بہشت ہر ایک باب میں کرتا ہے
لب و دہان ترا اے بسا حقوق نمک تیرے لب اور دہن کا حق نمک بہت	۵	کہ ہست بر جگر ریش و سینہای کباب زخمی جگر اور جلے ہوئے سینہ پر ہے

بسوخت این دل خام و بکام دل نرسید ، بکام اگر برسیدی زتیرگی خوناب
یہ خام دل جل گیا اور دل کا مطلب حاصل نہ ہوا ، اگر مدعا حاصل ہوتا تو اس طرح لہو نہ روتا ،

بدور چشم تو تنہا نہ عاشقان مستند ، خبر نہ داری از احوال زاہدان خراب
یہ خیال نہ کرنا کہ تیرے عہد چشم میں صرف عاشق ہی مست ہیں ، تجھے کچھ زاہدوں کے حال خراب کا بھی علم ہے

مرا بدور لبت شد یقین کہ جوہر لعل ، پدید میشود از آفتاب عالمتاب
مجھے تیرے دور لب سے یہ یقین ہوا ہے کہ جوہر لعل ، سورج کی شعاعوں سے ظہور میں آتا ہے

مہل کہ عمر بہ بیہودہ بگذرد حافظ
اے حافظ دیکھ عمر فضول کاموں میں بسر نہ ہو

بکوش و حاصل عمر عزیز را دریاب ،
کوشش کر کہ عمر عزیز کا پھل تجھے ملے

شرح - ۱ - یہ تمام مرصع غزل ہے اور اس قابل ہے کہ آب زر سے لکھی جائے - قرآن شریف کی آیات کا ترجمہ اور تفسیر ہے اور تصوف کے باریک نکتے نہایت خوبی سے بیان فرمائے ہیں - یعنی بہشت و دوزخ کے یہ معنی ہیں کہ بہشت میں لقائے الٰہی کی نعمت ہے اور دوزخ میں اس کی فرقت کی آگ میں جلنا ہے - یہ ان لقاء اللہ تعالےٰ فی الجنۃ المومنین حق ” اور حدیث شریف میں ہے کہ مومن جنت میں اللہ تعالیٰ کا دیدار اسی طرح کریں گے جس طرح چودھویں رات کا چاند ہوتا ہے -

۲ - بہشت اور طوبیٰ اور جنت کی دوسری نعمتیں اس رخ پرنور کی تجلیات کا نام ہے جو عاشقان الٰہی کے حصہ میں آئیں گی جس کے وہ طالب ہیں -

۳ - اور بہشت کی نہریں اس کا فیض ہیں جو ہمیشہ جاری ہے - اور یہ فیض کا دیدار ہے جو ہماری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے

۴ - دونوں جہان ایک کتاب کے مشابہ ہیں - جسمیں بے شمار فصلیں اور باب ہیں - ان فصلوں میں بہار ، تیرے چہرہ کا تذکرہ مفصل اور شرح بیان کرتی ہے اور بہشت جس کے بہت دروازے ہیں - بمنزلہ باب کے ہیں جس میں تیرا ہی ذکر خیر کیا گیا ہے یہ شعر الفاظ اور معنی دونوں کے لحاظ سے نہایت لطیف ہے - اور خواجہ حافظ رحمۃ اللہ علیہ کی شاعری کا اعلیٰ پایہ ثابت کرتا ہے اس شعر میں اکثر صنعتوں کو ختم کر دیا ہے - یہ دنیا آخرت کا ظاہر ہے اور آخرت دنیا کا باطن ہے - ظاہر میں صفات کا ظہور ہے اور ذات پوشیدہ ہے - اور بہار جس کی وجہ سے باغ عالم سرسبز ہے - اس کی صفات میں جو سراپا حسن ہے اور بہشت میں خود تیری ذات ہے - اور صفات کا پردہ اٹھایا گیا ہے - اس سے اعلیٰ کوئی نعمت نہیں ہو سکتی -

اکثر ناقص العقل اعتراض کرتے ہیں کہ خدا کا دیدار ہم کس طرح کریں گے - وہ مطلق ہے اور ہم محدود ہیں - اس کا جواب یہ ہے کہ بے شک مقید کا کام نہیں کہ مطلق کو دیکھے مگر ؎

دیکھو اللہ سے چھوٹوں کو بڑائی دیتا ، آسمان آنکھ کے تل میں ہے دکھائی دیتا

۷

مجو درستی عہد از جہان سست نہاد
زمانہ سے جس کی بنیاد بودی ہے عہد کی پائیداری مت ڈھونڈو

کہ این عجوزہ عروس ہزار داماد ست
کہ یہ بوڑھی عورت ہزار داماد کی عروس ہے،

۸

فریب عشوۂ حسن از جہان پیر مخور
اس بوڑھے جہان کے فریب میں نہ آنا

کہ ہر کہ کرد بوی اختلاط ناشاد ست
کہ جو شخص اس سے اختلاط کرتا ہے غمگین ہوتا ہے

۹

غم جہان مخور و پند من مبر از یاد
روزگار کا غم نہ کھا۔ اور میری نصیحت مت بھول

کہ این لطیفہ نغزم ز رہروی یاد ست
کہ یہ لطیف بات مجھے ایک سالک نے بتائی ہے

۱۰

رضا بدادہ بدہ وز جبین گرہ بکشای
جو کچھ تجھے دیا گیا ہے اس پر راضی رہ اور تیور نہ چڑھا

کہ بر من و تو در اختیار نگشاد ست
کہ اختیار کا دروازہ ہم پر بند کیا گیا ہے،

۱۱

نشان مہر و وفا نیست در تبسم گل
پھول کی مسکراہٹ میں عہد و وفا کا پتہ نہیں ملتا۔

بنال بلبل مسکین کہ جای فریاد ست
اے بیدل بلبل زاری کر کہ فریاد کی جگہ ہے

۱۲

حسد چہ می بری ای سست نظم بر حافظ
اے بودی نظم والے تو حافظ پر حسد کیوں کرتا ہے

قبول خاطر و لطف سخن خدا داد ست
طبیعت کی قبولیت اور کلام میں لطف خداداد ہے

قافیہ ۱۲

شرح۔ اس غزل میں خواجہ حافظ رحمۃ اللہ علیہ نے قیمتی نصیحتوں کا ذخیرہ جمع کر دیا ہے۔ اور اس کے ساتھ ہی دنیا کی مذمت دل کھول کر کی ہے۔ اس سے انکار نہیں ہو سکتا کہ دنیا اور اسباب دنیا ہیچ ہیں۔ اور اس سے انکر ہیچ بے فائدہ اور جہالت ہی انسانی اور نفسانی خواہشات صرف دنیا وی نمود و نشان تک محدود ہیں۔ اور یہ ایسی عمارت ہے جس کی تعمیر میں لوگ عمر عزیز صرف کر دیتے ہیں۔ اور مقصود حاصل نہیں ہوتا۔ اول تو حوادث زمانہ اس کی خرابی میں لگے ہوئے ہیں۔ اور اس کی شکست و ریخت میں مصروف ہیں۔ دوسرے موت اسے آخر مٹی کی برابر کر دیتی ہے۔ اس لئے ایسی چیز جو پائیدار نہیں اس کے حصول میں عمر عزیز ضایع کرنا حماقت ہے۔ حافظ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ شراب عشق پیو اور خواہشات نفسانی کا نقش دل سے محو کر دو۔ عشق کا خاصہ ہے کہ محبوب کے ماسوائے ہر ایک چیز کی ہستی کو فنا کر دیتا ہے۔ اور توحید بھی تعلقات کے قطع کرنے کا نام ہے۔ جب تمام تعلقات جو عالم کثرت میں ہیں قطع ہو گئے تو باقی وحدت رہ جاتی ہے۔ ایسا شخص جو ان تعلقات سے آزاد ہے۔ موحد حقیقی ہے۔ اگر اس دنیا کا رنگ قبول کیا تو سمجھ لو کہ ہمیشہ کہ سرگرداں رہوگے۔ جو شراب عشق سے مست ہے اور اپنی ہستی موہوم کو فنا کر چکا ہے۔ اسے بشارت دو کہ اس کا مرتبہ بہت بلند ہے۔ روح جسے شہباز سدرہ نشین سے تعبیر کیا ہے ایسی لطیف مخلوق ہے کہ رنج و غم کے گھر یعنی دنیا کے لائق نہیں۔ اس کا گھونسلہ تو عرش پر ہونا چاہیے۔ اور رب العالمین

پر بیعت کرنی چاہیے جو ماسوی اللہ سے قطع تعلق کر چکا ہے۔

جاننا چاہیے کہ اہل اللہ بھی وہی کام کرتے ہیں کہ جو اہل دنیا یا آخرت کرتے ہیں، ان کی پیدائش اور موت ایک ہی طرح واقع ہوتی ہے اور ایک ہی طرح بچہ سے جوان اور جوان سے بوڑھے ہوتے ہیں۔ لیکن فرق اتنا ہے کہ اس طوفان کثرت میں اہل دنیا مستغرق ہوتے ہیں اور اہل آخرت کو ہر وقت یہ دھڑکا لگا رہتا ہے۔ کہ اب ڈوبے اور اس لئے احتیاط کرتے ہیں کہ دامن تر نہ ہو مگر اہل اللہ بطخ کی طرح شناوری کرتے ہیں اور بطرز از طوفان بیدبا و جس وقت باہر آتے ہیں پانی کا کوئی اثر اس کے پر و بال پر نہیں ہوتا۔

دنیا میں تینوں قسم کے لوگ ہوتے ہیں۔ اور اسی دنیا میں کاروبار کرتے ہیں۔ مگر ایک تو دنیا ہی کو مقصود بالذات سمجھتے ہیں اور ان پر دنیا کا رنگ ایسا پختہ ہوتا ہے کہ وہ اور کسی کام کے نہیں رہتے۔ اور اہل آخرت دنیا کی لذات اور حیات الدنیا و زینتہا سے کنارہ کرتے ہیں۔ مگر اہل اللہ اس کو بھی ماسوی اللہ میں شمار کرتے ہیں اور دنیا اور آخرت دونوں سے کنارہ کرتے ہیں۔

ہر ایک شے اس کمال کی طالب ہوتی ہے جس کی قابلیت و استعداد اس میں موجود ہوتی ہے اور یہ کمال اس شے کا نصب العین ہوتا ہے۔ جس کے حصول کے لئے وہ جد و جہد کرتی ہے جس کو اصطلاح میں "ہمت" کہتے ہیں الغرض اپنی تمام طاقتوں کو اسی کمال کے حاصل کرنے پر لگا دیتا ہے۔ اور اس میں کچھ شک نہیں کہ ؎

ہر کسے را بہر کارے ساختند ٭ زلفتش را در دلش انداختند ٭

ہر ایک انسان اسی کام میں کمال پیدا کر سکتا ہے جو اس کی طبیعت کے موافق ہے اور جسکو سرانجام دینے کے لئے وہ ہمہ تن ذوق و شوق بن جاتا ہے۔ جو کام دل لگا کر نہ کیا جائے وہ ہرگز ہرگز تکمیل کو وقت مقررہ پر نہیں پہنچتا۔ دل لگانا توجہ تام ہے جو قلب تمام قویٰ کے ساتھ ایک مرکز پر لگا دیتا ہے۔ اس کو اصطلاح میں ہمت کہتے ہیں۔ جو اس فطری خواہش کے ساتھ لازمی ہے۔ جو اس کمال کے حاصل کرنے کے لئے قلب میں پیدا ہوتی ہے۔ اور جس کو عشق سے تعبیر کیا گیا ہے۔ در اصل "ہمت" عشق ہی کا نتیجہ ہے۔ اگر عشق نہ ہو تو ہمت بھی نہیں۔ اسکو جہاد بھی کہتے ہیں۔ انسان اس کمال کو حاصل کرنے کے لئے جو اس کے مد نظر ہے۔ ہر وقت "قیاماً و قعوداً و علی جنوبہم" اسی کمال کے ذکر و فکر میں مشغول رہتا ہے۔ یہاں تک کہ دل و دماغ اور تمام قویٰ پر اسی کا تسلط ہو جاتا ہے۔ اور انسان ہر ایک شے سے جو اس کمال کے ماسوا ہے بالکل بے خبر ہو جاتا ہے۔ اس وقت اس کے قلب کی کامل توجہ ایک ہی نقطہ پر لگی ہوئی ہوتی ہے اور اس میں اس کو ایسی محویت حاصل ہوتی ہے کہ وہ اپنی ہستی بھی بھول جاتا ہے۔ اور یہی نصب العین اس کا وجود ہو جاتا ہے۔ یہی حصول کمال ہے۔ اس نصب العین کا رنگ طبیعت ہو جاتا ہے اور انسان سے وہی کچھ ظہور میں آتا ہے جو اس کا تقاضا ہے اس لئے ہمارے اعمال اس نصب العین کے حصول کے لئے جس کا تقاضا ہماری فطرت کرتی ہے "سعی" کے ہم معنی ہیں۔ اور حصول نصب العین کے بعد وہ مطابقت ہے جو اس نصب العین کے اوصاف کے مقتضی ہے۔ مثلاً ایک شخص "جمع مال" کی دھن میں لگا ہوا ہے۔ اس کا نصب العین لچھمی ہے۔ اس شخص کے دل و دماغ پر اسی دیوی کا تسلط ہے۔ اور وہ صحیح معنوں میں اس کا پوجاری ہے۔ اٹھتے بیٹھتے غرض ہر حال میں وہ اسی کے ذکر و فکر میں محو ہے۔ اس وقت اس کا ہر ایک عمل وہ کوشش ہے جو وہ دولت کی طلب میں صرف کر رہا ہے۔ در حقیقت وہ ان اسباب کی فراہمی میں کوشش کرتا ہے جو دولت حاصل کرنے کا ذریعہ اور وسیلہ ہیں۔ اس لئے سعی وہ عمل ہے جو کسی شے کے حاصل کرنے میں صرف ہو۔ جو مقصود بالذات تو نہیں مگر مقصود بالذات کے حصول کے ذرائع میں سے ہے۔ جب لچھمی جو مقصود بالذات ہے حاصل ہو جاتی ہے۔ تو انسان ایسے اعمال کا

گدای کوی تو از ہشت خلد مستغنی ست تیرے کوچہ کا فقیر آٹھوں بہشتوں سے بے پروا ہے	۴	اسیر بند تو از ہر دو عالم آزادست تیرے عشق کا مقید دونوں جہانوں سے آزاد ہے
اگرچہ مستی عشقم خراب کرد ولے اگرچہ عشق کی مستی نے مجھے خراب کیا مگر	۵	اساس ہستی من زیں خراب آبادست میری ہستی کی بنیاد اس خرابی سے پختہ ہے ۔
دلا منال ز بیداد و جور یار کہ یار اے دل یار کے ظلم و ستم سے فریاد نہ کر کیونکہ یار نے	۶	ترا نصیب ہمیں کردہ است و ایں داد ست تیری قسمت میں یہی لکھا اور تجھے یہی کچھ دیا ہے

برو فسانہ مخوان و فسوں مدم حافظ
اے حافظ جا باتیں نہ بنا اور جھاڑ پھونک نہ کر
کزیں فسانہ و افسوں مرا بسی یادست
ایسے ایسے مکر و حیلہ کی باتیں مجھے بہت یاد ہیں

شرح - ۱ و ۲۔ رند خراب حال کو زاہد نہ چھیڑ تو ÷ تجھ کو پرائی کیا پڑی اپنی نبیڑ تو ÷

واعظ ہمیں نصیحت کرتا ہے اور شور مچاتا ہے، مجھ پر تو ایک مصیبت یہ نازل ہوئی کہ میں دل کھو بیٹھا، واعظ کا کیا نقصان ہوا ہے کہ نصیحت کرتا ہے ۔ اس کا اس سے کیا تعلق ہے ۔ ہم اگر فریاد کریں تو یہ کچھ بات بھی ہے ۔ واعظ جو ان رموز سے واقف ہی نہیں ۔ کیوں چیختا اور چلاتا ہے ۔ جس طرح بانسری میں ہوا بھرتے ہیں ۔ اسی طرح لوگوں اور واعظوں کی نصیحتیں میرے کانوں میں ہوا کی طرح آتی ہیں اور بے اثر ہیں، بانسری تو لبوں سے لگی ہوئی ہے اگر ہم بھی معشوق کے لبوں سے لب ملائیں تو کام ہے ۔ لوگ نصیحت کرتے ہیں ۔ یہ نہیں کرتے کہ ہمارا کام سنواریں ؎

یہ کہاں کی دوستی ہے کہ بنے ہیں دوست ناصح
کوئی چارہ ساز ہوتا کوئی غمگسار ہوتا

"میان" سے مراد غالباً دنیا ہے کیونکہ اس سے اول عالم ارواح ہے اور اس کے بعد عالم آخرت ہے درمیان ان دونوں کے یہ دنیا ہے جو نیست سے ہست ہوئی اور اس کا راز کسی نے نہ کھولا ہے نہ کھلا ہے ۔ کہ ع

کس نکشود و نکشاید بحکمت ایں معما را

اور بات یہ ہے کہ جو چیز ہیچ سے پیدا کی گئی ہے اس کے پیچھے پڑنا بے فائدہ ہے ۔ کیونکہ اس سے کچھ حاصل نہ ہوگا ۔ اور نہ کسی شخص نے اس سے فائدہ اٹھایا ہے ۔

۴ - کچھ شک نہیں کہ تیرے کوچہ کا گدا دونوں جہانوں سے آزاد ہے ۔ گدا کا کام سوال کرنا ہوتا ہے اور ایسی بات طلب کرنا ہے جو اس کے پاس نہیں ۔ ہم گدا ہیں اور اللہ غنی ہے ۔ اس لئے ہمارا سوال اللہ سے ہونا چاہیے ۔ دنیا اور آخرت سے کیا ملے گا طالب مولیٰ دنیا اور آخرت کی طرف متوجہ نہیں ہوتا ۔ اور جو عشق الٰہی میں گرفتار ہے ۔ وہ دنیا اور آخرت کی طلب نہیں کرتا ۔

۵ - اگرچہ ہم نے عشق کے ذریعہ ہستی موہوم کو فنا کر دیا ہے مگر اس فنا سے بقا باللہ حاصل کی ہے اور اب ہماری ہستی کی بنیاد پختہ ہو گئی ہے۔

۶ - اس شعر میں حافظ رح نے جبر و اختیار کے متعلق لکھا ہے کہ جو کچھ ہماری قسمت میں [illegible] اس لئے صبر کرنا چاہیے۔

۷ - بڑی باتیں بنانا اور کچھ کام نہ کرنا بے فائدہ ہے۔ [illegible] اور عمل نیک نہ ہوں تو نجات کس طرح ہو گی [illegible] لوگوں کا یہی حال ہے۔ اور اللہ تعالیٰ ان کی نیتوں سے خوب [illegible] ہے

اس غزل میں بعض نسخوں میں یہ شعر بھی ہے ۔ بر دو ملامت [illegible] چو کر [illegible] زاہد [illegible] داد

روزه یکسو شد و عید آمد و دلها برخاست روزہ ختم ہوا، عید آئی اور دلوں میں امنگیں پیدا ہوئیں	۱	می ز خمخانه بجوش آمد و می باید خواست شراب شراب خانہ میں جوش میں آئی ہے [illegible] پینا چاہیے
نوبت زهد فروشان گران جان بگذشت ریاکار زاہدوں کا دور گذر گیا اب نہیں [illegible]	۲	وقت شادی و طرب کردن رندان برخاست اب رندوں کی خوشی اور عیش کا زمانہ [illegible]
چه ملامت بود آن را که چو ما باده خورد اگر مجھ جیسے کے ساتھ وہ شراب پیئے تو کیا برا کرتا ہے	۳	این نه عیب است بر عاشق رند و نه خطاست رند عاشق کے لئے کوئی عیب نہیں اور نہ قصور ہے
باده نوشی که درو هیچ ریائی نبود شراب نوشی جس میں کوئی ریاکاری نہ ہو [illegible]	۴	بهتر از زهد فروشی که درو روی و ریاست اس زہد فروشی سے بہتر ہے جس میں ریاکاری ہو
ما نه مردان ریائیم و حریفان نفاق ہم نہ تو ریاکار ہیں اور نہ منافق	۵	آنکه او عالم سر است بدین حال گواست وہ خدا جو دل کے پوشیدہ اسرار کو جانتا ہے گواہ ہے
فرض ایزد بگذاریم و بکس بد نکنیم اللہ تعالیٰ کے فرائض ادا کرتے ہیں اور کسی سے برائی نہیں کرتے	۶	وانچه گویند روا نیست نگوئیم رواست اور جسے کہتے ہیں کہ جائز اور روا [illegible] ہم کہتے ہیں کہ روا ہے
چه بود گر من و تو چند قدح باده خوریم کونسی بڑی بات ہے اگر میں اور تو مل کر شراب پیں	۷	باده از خون رزانست نه از خون شماست شراب انگور کا خون ہے کچھ تمہارا لہو نہیں ہے
این نه عیب است کزین عیب خلل خواهد بود یہ ایسا عیب نہیں کہ جس عیب سے کچھ خلل واقع ہو	۸	ور بود عیب چه شد مردم بے عیب کجاست اور اگر عیب ہی ہو تو کیا ہوا بے عیب کون آدمی ہے

حافظ از عشق خط و خال تو سرگردان است

اگرچہ حافظ تیرے خط و خال کے عشق میں سرگرداں ہے

ہمچو پرکار ولے نقطۂ دل پابرجاست

لیکن پرکار کی طرح دل مرکز پر قائم ہے۔

شرح ۱ - روزہ تکلیف شرعی ہے۔ روزہ دار ہر ایک خواہش نفسانی سے باز رہتا ہے۔ اصطلاح صوفیہ کرامؒ میں روزہ ماسوی اللہ سے جس کی طالب ہماری نفسانیت ہوتی ہے توجہ قلب سلیم کے ذریعہ قطع تعلق کرنا ہے۔ یہ نہایت سخت مجاہدہ ہے۔ کہ طالب صادق کے دل میں ماسوی اللہ کا خیال تک نہیں آتا۔ وہ تمام حواس کا دروازہ جن سے "کثرت" کا دخل قلب میں ہوتا ہے۔ بند کر دیتا ہے۔ اور تمام قویٰ باطنی کو "وحدت" کی طرف متوجہ کرتا ہے۔

عید کا دن خوشی کا دن ہے اور روزہ حرام ہو جاتا ہے۔ جب طالب صادق ماسوی اللہ سے منہ پھیر کر اللہ کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو وحدت کا مشاہدہ کرتا ہے اس کے لئے یہی عید ہے کہ ماسوی اللہ سے قطع تعلق کرنے میں سخت محنت اور ریاضت کی ضرورت تھی اب اس مجاہدہ کی ضرورت نہ رہی طلب اس وقت اٹھ جاتی ہے۔ جب مطلوب ہاتھ میں ہو۔ پیاس اسی وقت تک ہے جب تک پانی نہ پیو۔ پانی پی کر پیاس بجھ جاتی ہے۔

جاننا چاہیے کہ "عید" روزہ کی تکالیف قبض کے بعد فرحت و انبساط کا دل میں "عود" کرنا ہوتا ہے۔ اور اس لئے اصطلاح میں "عید" ان تجلیات کا نام ہے جو اعادۂ اعمال سے قلب پر عود کرتی ہیں۔ شعر کا مطلب یہ ہے کہ زہد و ریاضت جو تزکیۂ نفس اور تصفیۂ قلب کے لئے لازمی تھا اب موجب تکلیف نہیں۔ کیونکہ "عادت" تکالیف کو رفع کر دیتی ہے اور تکالیف کا دور ہونا "عید" ہے۔

یہ امر بخوبی ذہن نشین کرنا چاہیے۔ تکالیف شرعیہ سے وہی شخص معذور ہیں جو نور وحدت میں ایسے مستغرق ہوئے ہیں کہ کثرت کی طرف عود نہیں کرتے۔ یہ لوگ مجذوب کہلاتے ہیں۔ لیکن وہ سالک جو وحدت و کثرت میں عروج و نزول کرتا ہے پابند احکام شرعی رہتا ہے۔ اس پر بعض ناواقف یہ اعتراض کریں گے کہ جب مجاہدہ محض تزکیۂ نفس و تصفیہ قلب کے لئے ہے تو حصول مدعا کے بعد مجاہدہ تحصیل حاصل ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اول تو "عادت" تکالیف کو رفع کر دیتی ہے۔ دوسرے اعمال بہ تعمیل احکام شرع عبث نہیں ہو سکتے۔

هر مرتبه از وجود حکمے دارد ✦
گر حفظ مراتب نہ کنی زندیقی ✦

جب تک سالک وحدت کے نور میں محو ہوتا ہے وہ امر و نہی سے آزاد ہے لیکن جب کثرت کی طرف رجوع کرتا ہے تو اس کے احکام اس پر مؤثر ہیں اور حفظ مراتب لازمی ہے ورنہ وہ عارف کامل نہیں کہ کثرت کو جو اللہ تعالیٰ کے اسماء و صفات و افعال کا ظہور ہے۔ عبث سمجھتا ہے۔ حالانکہ وہ تحقیق کر چکا ہے کہ "خلق السمٰوات والارض بالحق" دوم جب تک سالک اس دنیا میں ہے فنا کلی کبھی حاصل نہیں کر سکتا۔ اس لئے جب تک یہ حاصل نہ ہو احتمال ہے کہ کثرت میں محجوب نہ ہو جائے۔ سوم اقتدا کا منصب اس امر کا مقتضی ہے کہ امام مقتدی کے لئے اعمال میں نمونہ ہو اور ایسا اسوۂ حسنہ پیش کرے جو دوسروں کی رہنمائی کا باعث ہو اگر وہ اعمال کو عبث سمجھ کر ترک کرے تو ناسمجھ گمراہ ہو جائیں گے اس لئے تقاضائے مصلحت و حکمت یہی ہے کہ وہ شریعت کا پابند رہے۔

۴۔ زہد فروش اہلِ آخرت ہیں کہ دنیا کی لذتوں سے کنارہ کرتے ہیں۔ اور اس زہد کے عوض جنت کے خریدار بنتے ہیں گویا زہد کو جنت کے عوض بیچتے ہیں۔ زہد دل پر ایک بوجھ ہے اور ہر ایک کام جو بادلِ ناخواستہ کیا جائے گرانجانی کا موجب ہوتا ہے۔ اور سچ پوچھو تو یہ زہد فروش خریدارانِ حور و قصور بھی ہمارے دلوں پر بوجھ ہیں۔ کہ خود تو تقیدات کی قید میں ہیں اور عبادات اور معتقدات میں ایسی زنجیریں گھڑتے ہیں۔ اور اپنے آپ کو اور دوسروں کو ان میں جکڑتے ہیں کہ تقاضائے فطرت یعنی آزادی کا خیال امیدوں کے ساتھ خون کرتے ہیں

یہ غزل نعتیہ ہے اور آب زر سے لکھنے کے قابل ہے اس کا ہر ایک شعر اسلام اور اسلام کی خوبیوں کا تذکرہ ہے اس غزل کا مطلب سمجھنے کے لئے ہمیں ان واقعات کا علم ہونا چاہئے جو رسول کریمؐ کی بعثت سے پیشتر ظہور میں آئے۔ اور جن کے مختصر تذکرہ کی بھی اس شرح میں گنجائش نہیں۔

حضرت عیسیٰ کے زمانہ میں حاملانِ توریت یعنی علماء یہود کی یہ کیفیت تھی کہ دن رات شریعت موسوی کے مطالعہ میں بسر کرتے اور فقیہ وہ بال کی کھال کھینچتے کہ خدا کی پناہ۔ اس زمانہ میں بنی اسرائیل رومیوں کے محکوم تھے۔ اور یونانی علوم و حکمت کی اشاعت بنی اسرائیل میں ہونے لگی تھی۔ علماء یہود نے ان لوگوں کو کافر قرار دیا جو یونانی علوم و حکمت کی طرف متوجہ ہونے لگے۔ ایک فقیہ سے کسی نے پوچھا کہ یونانی علوم کس وقت سیکھنے چاہئیں۔ جواب دیا جب نہ دن ہو نہ رات۔ کیونکہ لکھا ہے کہ "تو شریعت کا مطالعہ دن رات کیا کر"۔ نہ اس سے فرصت ملے گی اور نہ ادھر توجہ کا وقت ملے گا۔ ایک دفعہ چند علماء یہود حضرت عیسیٰ کے پاس آئے اور کہا کہ "تیرے شاگرد روٹی کھانے سے پہلے ہاتھ نہیں دھوتے" حضرت عیسیٰ نے جواب دیا کہ تم نے اصل اصول مذہب کو تو پس پشت ڈال رکھا ہے اور ایسی باتوں کے پیچھے پڑے ہو جو تمہاری اپنی اختراع ہیں اور جن کا مذہب سے کچھ تعلق نہیں۔ غرض اس وقت ظاہر پرستی انتہا کو پہنچ چکی تھی۔

حضرت عیسیٰؑ کے بعد اور رسول کریمؐ کی بعثت سے پیشتر عیسائیوں نے اس ظاہر پرستی کی دل کھول کر مخالفت کی اور رہبانیت کی طرح ڈالی جس کا نمونہ اب بھی ہندوستان کے جوگی اور تپسی ہیں۔ رہبان ترک دنیا کرتے اور تمام عمر مجرد رہ کر انسانی آبادی سے دور جنگلوں اور پہاڑوں کے غاروں میں بسر کرتے۔ اور اپنے جسم کو طرح طرح کی تکالیف اور ذلتوں میں مبتلا رکھتے اس کا نام "نفس کشی" رکھا تھا۔ مشہور مورخ گبن لکھتا ہے کہ "نہایت حیرت انگیز امر یہ ہے کہ آج تک کسی قوم کے قوانین فوجداری نے ایسی سخت سزائیں وضع نہیں کیں جو رہبان اپنے لئے وضع کرتے ہیں اور برداشت کرتے ہیں"۔

علمائے یہود و نصاریٰ نے یہ اختراعیں دین میں بزعم خود اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے کیں اور افراط و تفریط میں پڑ کر اعتدال سے جو صراط مستقیم ہے دور جا پڑے۔

"ورهبانية ابتدعوها ما كتبناها عليهم الا ابتغاء رضوان الله فما رعوها حق رعايتها فاتينا الذين آمنوا منهم اجرهم وكثير منهم فاسقون" (۲۷-۱۹)

رہبانیت کچھ فرائض مذہب میں سے نہ تھی۔ جو فطرت اللہ اور فطرت الناس کے مطابق ہے۔ مگر ان لوگوں نے اپنے زعم میں یہ تصور کیا کہ اس سے خدا خوش ہوگا۔ مگر اس کو نباہ بھی نہ سکے۔ رہبانیت نے عوام الناس کے دلوں پر بڑا اثر کیا۔ رہبان دنیا ترک کرتے مگر دنیا ان کا پیچھا نہ چھوڑتی۔ زائرین ان کی زیارت کو آتے اور زیارت کفایت گناہ سمجھتے۔ رہبان معبود بن گئے جو بے تکلف لوگوں کے گناہ بخشتے۔ لوگ چڑھاوے چڑھاتے منتیں مانتے۔ اور نہایت عالیشان عمارات جن کو مونسٹریز (خانقاہ) کہتے ہیں تعمیر کراتے۔ ان میں وہ لوگ عورتیں اور مرد جو دنیا سے قطع تعلق کر چکے تھے رہتے۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ رہبانوں میں ایسے آدمی بھی تھے۔ جو خواہ وحشت کا کیسا ہی اعلیٰ

نمونہ ہوں مگر خواہشات ولذات نفسانی کے پاس نہ پھٹکتے - مگر ایسے بہت تھوڑے آدمی تھے - اکثر فسق وفجور میں ڈوبے ہوئے تھے "گبن" تعجب کرتا ہے کہ "رہبان نسل انسانی کو بڑھائے بغیر کس طرح روز افزوں ترقی کر رہے ہیں" مگر ساتھ ہی لکھتا ہے کہ بات اصل میں یہ ہے کہ یہ لوگ خوب سمجھتے ہیں کہ ترک دنیا میں دنیا زیادہ ملتی ہے"

"انی یؤفکون اتخذوا احبارھم ورھبانھم اربابا من دون اللہ والمسیح ابن مریم
یا ایھا الذین آمنوا ان کثیرا من الاحبار والرھبان لیاکلون اموال
الناس بالباطل ویصدون عن سبیل اللہ" (۱۰-۱۱)

واقع میں یہ روز عید تھا جب رسول کریمؐ نے فرمایا کہ "لا رھبانیت فی الاسلام"

یہی طوق اور زنجیریں جو علماء یہود ونصاریٰ نے دنیا کے لئے گھڑی ہیں - اور جس میں دنیا جکڑی ہوئی تھی جس سے رسول کریم نے لوگوں کو آزاد کیا -

"الذین یتبعون الرسول النبی الامی الذی یجدونہ مکتوبا عندھم فی التوراۃ
والانجیل یامرھم بالمعروف وینھٰھم عن المنکر ویحل لھم الطیبٰت ویحرم علیھم
الخبٰئث ویضع عنھم اصرھم والاغلٰل التی کانت علیھم، فالذین امنوا بہ وعزروہ
ونصروہ واتبعوا النور الذی انزل معہ اولٰئک ھم المفلحون. قل یایھا الناس انی
رسول اللہ الیکم جمیعا" (۹-۸)

یہی طوق اور زنجیریں ہیں جو لوگوں کو اندھا دھند تقلید کے گڑھے میں دھکیل کر جکڑ رکھتی ہیں - اور تحقیق کے تمام راستے بند ہو جاتے ہیں - اور ترقی کی سد راہ ہیں -

"یٰس والقرآن الحکیم انک لمن المرسلین علیٰ صراط مستقیم تنزیل العزیز الرحیم لتنذر
قوما ما انذر اباءھم فھم غٰفلون - لقد حق القول علیٰ اکثرھم فھم لا یومنون - انا جعلنا
فی اعناقھم اغلٰلا فھی الی الاذقان فھم مقمحون - وجعلنا من بین ایدیھم سدا ومن
خلفھم سدا فاغشینٰھم فھم لا یبصرون" (۲۲-۱۷)

اور سچ پوچھو تو یہ زنجیریں اور طوق جس میں لوگ جکڑے ہوئے ہیں عذاب دوزخ کا نمونہ ہیں -

"انا اعتدنا للکٰفرین سلٰسلا واغلٰلا وسعیرا" (۲۹-۱۸)

خدا سمجھے ان لوگوں کو جو ہمارے زمانہ میں رہبانیت کو رائج کر رہے ہیں - عالیشان خانقاہوں میں زیارتگاہ خاص وعام ہیں - لوگ ہاتھ چومتے ہیں - پاؤں پر بوسہ دیتے ہیں - سجدہ کرتے ہیں - منتیں مانتے ہیں - چڑھاوے چڑھاتے ہیں اور حضرات جھاڑ پھونک سے بیماریوں اور آسیب کا علاج کرتے ہیں - ایک طرف تو یہ مقدس جماعت رہبانیت کا نمونہ ہے - دوسری طرف ہمارے علماء ہیں جو ہر ایک امر میں علمائے یہود کے نقش قدم پر چل رہے ہیں حیض ونفاس وطہارت کے مسائل سے لوگوں کو الجھن میں ڈال رکھا ہے - لباس کی وضع قطع بالوں کی تراش خراش میں وہ موشگافی کرتے ہیں کہ اگر بال بھر فرق آئے تو انسان کفر کی حد تک پہنچ جاتا ہے - جو طوق وزنجیر رسول کریم رحمۃ للعالمین نے لوگوں کی گردنوں سے اتروائے یہ علماء انہی میں جکڑ رہے ہیں - اور مشائخ انہی میں مقید کرتے ہیں - اس نکتہ کو خواجہ نے اس غزل میں نہایت خوش اسلوبی سے بیان فرمایا ہے -

روزہ یکسو شد وعید آمد ودلہا برخاست

وہ زمانہ جب لوگ رہبانیت کی زنجیروں میں جکڑے ہوئے تھے گذر گیا - اب یہ مژدہ کانوں میں گونج رہا ہے

لطیفه ایست نهانی که عشق ازو خیزد
که نام آن نه لب لعل و خط زنگاریست

مگر خط و خال دام و دانہ ہیں جو حسن نے بچھا رکھے ہیں حسن ان دام و دانہ کے نیچے پوشیدہ اپنا کام کرتا ہے۔

۱
چو بشنوی سخن اہل دل مگو کہ خطاست
جب تو کسی صاحب دل کی باتیں سنے تو یہ نہ کہنا کہ غلط کہتا ہے
سخن شناس نۂ دلبرا خطا اینجاست
تو نادان ہے تو اس کو سمجھ نہیں سکتا قصور تیرے فہم کا ہے

۲
سرم بہ دنیا و عقبیٰ فرو نمی آید
میرے سر میں دنیا و عقبیٰ کا خیال تک نہیں سماتا
تبارک اللہ ازیں فتنہا کہ در سر ماست
تبارک اللہ کیا عجیب خیالات میرے دماغ میں ہیں

۳
در اندرون من خستہ دل ندانم کیست
میں نہیں جانتا کہ مجھ خستہ دل کے اندر کیا ہے
کہ من خموشم و او در فغان و در غوغاست
کہ مجھے تو چپ لگی ہوئی ہے اور وہ شور و فغاں کرتا ہے

۴
دلم ز پردہ برون شد کجائی ای مطرب
میرے دل کا راز کھلا جاتا ہے اے مطرب تو کہاں ہے
بنال ہاں کہ ازیں پردہ کار ما بنواست
نغمہ سرائی کر کہ اس ساز سے میرا کام بن جائیگا

۵
مرا بکار جہاں ہرگز التفات نبود
مجھے دنیا سے کچھ سروکار نہ تھا
رخ تو در نظر من چنیں خوشش آراست
لیکن تیرے چہرے کی وجہ سے مجھے خوش معلوم ہوتا ہے

۶
نخفتہ ام ز خیالی کہ می پزم شبہا
اس تصور کے باعث جو راتوں کو باندھتا ہوں نیند حرام ہو گئی
خمار صد شبہ دارم شرابخانہ کجاست
کئی سو راتوں کا خمار ہے شرابخانہ کہاں ہے کہ پی کر مدہوش ہو جاؤں

۷
چنیں کہ صومعہ آلودہ شد بخون دلم
چونکہ خانقاہ میرے خون دل سے آلودہ ہو گئی ہے
گرش بہ بادہ بشوئید حق بدست شماست
اگر شراب سے دھو ڈالو تو حق بجانب ہو

۸
ازاں بدیر مغانم عزیز میدارند
اس سبب سے دیر مغاں میں میری عزت کرتے ہیں کہ
کہ آتشی کہ نمیرد ہمیشہ در دل ماست
وہ آگ جو کبھی نہیں بجھتی میرے دل میں ہے

۹
چہ ساز بود کہ بنواخت مطرب عشاق
عاشقوں کے مطرب نے کونسا ساز بجایا
کہ رفت عمر و ہنوزم دماغ پر ز صداست
کہ عمر تو ختم ہو گئی مگر دماغ میں ابھی تک نغمہ گونج رہا ہے

۱۰
خمار عشق تو دیشب در اندرونم بود
تیرے عشق کا خمار کل رات میرے اندر تھا
کجاست وقت عبادت چہ وقت جائی دعاست
عبادت کا وقت کہاں اور دعا کا کون سا وقت اور قیام ہے

٥ وانکه پیشش بنهد تاج تکبر خورشید
جس کے سامنے آفتاب غرور کا تاج رکھ دیتا ہے
کبریائیست که در حشمت درویشان است
وہ درویشوں کی حشمت کا جلال ہے

٦ دولتی را که نباشد غم از آسیب زوال
وہ دولت جس کو زوال کے صدمہ کا غم نہ ہو
بی تکلف بشنو دولت درویشان است
وہ بے تکلف ظاہر کرتا ہوں کہ درویشوں کی دولت ہے

٧ خسروان قبلهٔ حاجات جهان اند ولی
بادشاہ دنیا کی حاجت روا کرتے ہیں
سببش بندگی حضرت درویشان است
اس کا سبب درویشوں کی بندگی کرنا ہے

٨ از کران تا بکران لشکر ظلمست ولی
ایک سرے سے دوسرے سرے تک ظلم کا لشکر ہے لیکن
از ازل تا بابد فرصت درویشان است
ابتدا سے ہمیشہ تک درویشوں کو فرصت حاصل ہے

٩ ای دل ار آب حیات ابدی می طلبی
اے دل اگر ہمیشہ کے لئے آب حیات چاہتا ہے
منبعش خاک در خلوت درویشان است
تو اس کا منبع درویشوں کے خلوت گاہ کے دروازہ کی خاک ہے

١٠ روی مقصود که شاهان جهان می طلبند
دنیا کے بادشاہ جس روے مقصود کے طالب ہیں
مظهرش آئینهٔ طلعت درویشان است
وہ درویشوں کی صورت کے آئینہ میں ظاہر ہے

١١ ای توانگر مفروش این همه نخوت که ترا
اے دولتمند اس قدر غرور نہ کر کہ تجھے
سروری در کنف همت درویشان است
درویشوں کی توجہ باطنی سے مسرت حاصل ہوسکتی ہے

١٢ گنج قارون که فرو میرود از قهر هنوز
قارون کا خزانہ جو زمین میں ابھی تک دھنستا چلا جا رہا ہے
خوانده باشی تو که از غیرت درویشان است
تو نے پڑھا ہوگا کہ درویشوں کی غیرت کا نتیجہ ہے

١٣ بنده آصف عهدم که در سلطنتش
میں تو اس زمانہ کے وزیر کا غلام ہوں جسکے دور حکومت میں
صورت خواجگی و سیرت درویشان است
صورت تو خواجہ کی ہے اور سیرت درویشوں کی ہے

حافظ اینجا بادب باش که سلطان و ملک
اے حافظ اس جگہ باادب رہ کہ بادشاہ اور فرشتے
همه در بندگی حضرت درویشان است
تمام درویشوں کے حضور دست بستہ کھڑے ہیں

حافظ از دولت عشق تو سلیمانی یافت
تیرے عشق کی بدولت حافظ کو سلیمانی کا مرتبہ ملا ہے

یعنی از وصل تواش نیست بجز باد بدست
یعنی تیرے وصل کی امید میں اس کے ہاتھوں میں ہوا کے اور کچھ نہیں

شرح ۱۔ مجاہدہ اور ریاضت کا مدعا یہ ہے کہ بہشت حاصل ہو۔ اس کی ہمیں خواہش نہیں۔ ہم تو اللہ تعالیٰ کے دیدار کے مشتاق ہیں اور شراب عشق پی کر متوالے ہو رہے ہیں

۲۔ نماز عشق کے لیے وضو بھی عشق کے پانی سے کرنا چاہیے۔ جب اس نماز عشق کی نیت باندھی تو دونوں جہان سے دست بردار ہو گیا۔ گویا چار تکبیریں پڑھیں کہ اللہ اکبر یعنی خدائے تعالیٰ ان سے بڑھ کر اور بالاتر ہے اس لئے اسی مطلب کے پیچھے پڑے جو ہمارے حوصلہ کی طرح بلند ہو۔

۴۔ گناہ اگر پہاڑ کی برابر بھی ہوں پھر بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت کے مقابلہ میں چیونٹی کے برابر ہیں اس لئے اس کی رحمت سے مایوس نہ ہونا چاہیے۔ یا عبادی الذین اسرفوا لا تقنطوا من رحمۃ اللہ ان اللہ یغفر الذنوب جمیعاً۔

۷۔ مشہور ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے قبضہ میں ہوا تھی کہ آپ کے تخت کو اڑا کر لیجاتی۔ ہمیں بھی یہی رتبہ حاصل ہے کہ ہمارے قبضہ میں بھی ہوا یعنی باد بدست ہے گویا کچھ حاصل نہیں۔

۱
سر ارادت ما و آستان حضرت دوست
که هرچه بر سر ما میرود ارادت اوست
ہمارا سر اور یار کا آستانہ
جو کچھ مجھ پر گذر رہی ہے وہ یار کی مرضی کے مطابق ہے

۲
نظیر دوست ندیدم اگرچه از مه و مهر
نهادم آینه‌ها در مقابل رخ دوست
میں نے اپنے یار کی مانند کسی کو نہ دیکھا اگرچہ
چاند اور سورج کے آئینہ کو یار کے چہرے کے سامنے رکھا

۳
نثار روی تو هر برگ گل که در چمن است
فدای قد تو هر سروبن که بر لب جوست
تیرے چہرہ پر باغ کے تمام پھولوں کی پتیاں قربان ہوں
اور تیرے قد پر تمام سرو جو نہر کے کنارے پر ہیں فدا ہوں

۴
مگر تو شانه زدی زلف عنبرافشان را
که باد غالیه‌سا گشت و خاک عنبربوست
شاید تو نے اپنی زلف عنبرافشاں میں کنگھی کی ہے
کہ ہوا معطر اور خاک میں عنبر کی خوشبو ہے

۵
رخ تو در نظر آمد مراد خواهم یافت
چرا که حال نکو در قفای فال نکوست
تیری صورت دیکھ لی اب دل کی مراد بر آئیگی۔
کیونکہ نیک فال کے پیچھے نیک حال ہوتا ہے۔

منزہ ذاتش از چند و چہ و چوں ؞
تعالیٰ شانہٗ عما یقولون ؞

مولانا جامیؒ لائحہ سیزدہم میں فرماتے ہیں۔
در حقیقت حق سبحانہٗ تعالیٰ جز ہستی نہیں۔ اور اس کو انحطاط و پستی نہیں۔ تغیر و تبدل اور تکسر و تحول سے پاک ہے۔ از ہمہ نشانہائے نشاں نہ در علم گنجد نہ در اعیان اور تمام چند ہا و چوں ہا اس سے پیدا ہوئے۔ اور وہ بے چون و چند ہے۔ تمام چیزیں اس سے مدرک ہیں وہ احاطہ ادراک سے باہر ہے۔ آنکھ اس کے مشاہدہ جمال میں خیرہ اور دیدہ بے ملاحظہ کمال تیرہ۔
رسول کریمؐ فرماتے ہیں کہ "ما عرفناک حق معرفتک"۔

کس ندانست کہ منزل گہِ معشوق کجاست ؞ اینقدر ہست کہ بانگ جرسے می آید

اس شعر کا مطلب یہ ہے کہ ممکنات پر واجب الوجود کو قیاس کرنا محض کفر و زندقہ ہے۔ دنیا میں ان لوگوں کی کثرت ہے جو سورج اور چاند اور ستاروں کو پوجتے ہیں۔ خواجہؒ فرماتے ہیں کہ میں نے ان کو بغور دیکھا وہ مطلق کے مقابل محض عدم ہیں۔
چونکہ آئینہ میں صرف عکس ہی ظاہر ہوتا ہے اور عکس صرف صورت کا ہوتا ہے اور صورت کسی شے کے ظہور کا آلہ ہوتا ہے۔ جس طرح ہمارے خیالات کے اظہار کا ذریعہ الفاظ ہیں۔ جو خواہ تحریری صورت میں ہوں یا تقریر کی محض اشارات ہیں جن کے مفہوم اور صورت میں نہ کچھ تعلق ہے اور نہ نسبت اسی پر ماہ و مہر کو قیاس کرو۔ خواجہ رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ ماہ و مہر بذاتہ آئینہ کی مثال ہیں۔ اور ان میں کچھ بھی نہیں۔ لیکن جب "رخ دوست" یعنے وجود مطلق یا حقیقت کے مقابل رکھے جائیں تو ان میں حقیقت کی صورت کا عکس پڑتا ہے۔ عکس کو صورت اور صورت کو حقیقت سے کچھ نسبت نہیں۔ خواجہ رحمۃ اللہ نے اس شعر میں حسب ذیل آیات کی طرف اشارہ کیا ہے۔
(۱) لیس کمثلہٖ شیٔ
(۲) الم تر الی ربک کیف مد الظل، ولو شاء لجعلہ ساکنا، ثم جعلنا الشمس علیہ دلیلا ثم قبضنٰہ الینا قبضا یسیرا (۱۹-۲)
چونکہ معرفت امثال سے حاصل ہوتی ہے اور وجود مطلق کی مثل موجود نہیں اس لئے اس کی معرفت محال ہوتی ہے۔ اگر ظل ہمیں نور کی طرف رہنمائی نہ کرتی۔
مقصد یہ ہے کہ ممکنات بذاتہ معنی عدم ہیں جو کچھ محسوس ہو رہا ہے وہ اس کے اسماء و صفات کا عکس ہے

دل سراپردہ محبت اوست دل میں اس کی محبت کا گھر ہے	۱	دیدہ آئینہ دار طلعت اوست آنکھ میں اس کا جلوہ نمودار ہے
من کہ سر در نیاورم بدو کون میں وہ ہوں کہ دونوں جہان کیطرف توجہ نہیں کرتا	۲	گردنم زیر بار منت اوست مگر اس کے احسان کا بوجھ میری گردن پر ہے
تو و طوبیٰ و ما و قامت یار اے زاہد تو طوبیٰ اور بہشت کی نعمت کا طالب اور میں یار کے قد کا	۳	فکر ہر کس بقدر ہمت اوست ہر ایک کی فکر اس کی ہمت کے مطابق ہوتی ہے

۴ دورِ مجنوں گذشت نوبت ماست
مجنوں کا دور ختم ہوا اب ہماری باری ہے
ہر کسی پنج روزہ نوبت اوست
ہر ایک شخص کی باری پنج روزہ ہے

۵ من کہ باشم دراں حرم کہ صبا
میری اس کے حرم میں کیا رسائی ہو کیونکہ صبا
پردہ دارِ حریمِ حرمت اوست
اس کی حریمِ حرمت کی پردہ دار ہے

۶ ملکتِ عاشقی و گنجِ طرب
عاشقی کی جائداد اور عیش و طرب کا خزانہ
ہر چہ دارم زیمنِ ہمت اوست
جو کچھ میرے پاس ہے اس کی توجہ کی برکت سے ہے

۷ من و دل گر فنا شویم چہ باک
اگر میں اور میرا دل دونوں فنا ہو جائیں تو کیا مضائقہ
غرض اندر میان سلامت اوست
مدعا تو یہ ہے کہ وہ سلامت رہے

۸ بے خیالش مباد منظرِ چشم
آنکھ اس کے تصور سے خالی نہ ہو
زانکہ ایں گوشہ خاصِ دولت اوست
کیونکہ یہ گوشہ صرف اسی کی دولت ہے

۹ گر من آلودہ دامنم چہ عجب
اگر میں آلودہ دامن ہوں تو کیا تعجب کی بات ہے
ہمہ عالم گواہِ عصمت اوست
تمام عالم اس کی عصمت کا گواہ ہے

۱۰ ہر گلِ نو کہ شد چمن آرائی
ہر ایک تازہ پھول جو باغ کی زیبائش کا باعث ہوا
اثرِ رنگ و بوی صحبت اوست
اس کی صحبت کی رنگ و بو کے اثر سے ہوا

فقر ظاہر مبیں کہ حافظ را
بظاہر فقیرانہ وضع پر نہ جانا کہ حافظ کا سینہ
سینہ گنجینہ محبت اوست
اس کی محبت کا خزانہ ہے

شرح ا۔ مولانا جامی لوائح میں فرماتے ہیں کہ: "ماجعل اللہ لرجل من قلبین فی جوفہ" حضرت بیچوں کہ ترا نعمت دادہ است، در درون تو یک دل، نہادہ است تا در محبت او یک رو باشی و یک دل، و از غیر او معرض و بدو مقبل، نہ آنکہ یک دل را بصد پارہ کنی و ہر پارہ در پے مقصدی آوارہ"
"ای آنکہ بقبلۂ بتاں دست ترا ہر مغز چرا حجاب شد پوست ترا"

دل درپے این و آن منہ کہ ہست ✽ یک دل و ارمغان ہست یک دوست

خواجہ فرماتے ہیں کہ ہمارے دل میں اسی کی محبت ہے اور آنکھوں میں وہی ہے مطلق غیر کا خیال دل میں نہیں آتا اور کثرت کو نظر انداز کر کے وحدت کا مشاہدہ کر رہے ہیں۔

بے خیالش مباد منظر چشم ✽ زانکہ این گوشہ خاص خلوت ماست

۲۔ دنیا اور آخرت کا خیال ہمارے دماغ میں نہیں آسکتا۔ اس یار کے آگے سر تسلیم خم ہے۔ "الحمد للہ رب العالمین"

کسی نے دنیا کو اور کسی نے آخرت کو مقصود بالذات سمجھ رکھا ہے ہمارا مقصود اور مطلوب ذات الہی ہے۔ رب کو چھوڑ کر مربوب کے پیچھے پڑنا کمال حماقت ہے۔

۳۔ خیر دنیا دار تو محض غافل ہیں۔ زاہد نے دنیا ترک کی مگر آخرت پر مرتا ہے۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ وہ آخرت اور دنیا سے بہتر ہے اس نے زاہد نے بہتر کا انتخاب کیا مگر ابھی تک کم ہمت ہے۔

خواجہ فرماتے ہیں کہ ہر ایک شخص اپنی اپنی ہمت اور حوصلہ کے مطابق ترقی کرتا ہے۔ دنیا دار ہمیشہ ہی کم ہمت ہیں اور اہل آخرت ہمارے مقابلہ میں کم ہمت ہیں۔ ہماری نظر ایسے نصب العین کے قرب کے لئے ہے جو زاہدوں کی فکر و ہمت سے بالاتر ہے۔

کچھ شک نہیں کہ طوبیٰ تک دنیا داروں کی رسائی ہے۔ لیکن قامت یار کی بلندی تک زاہدوں کا فکر نہیں پہنچتا۔ یہ کچھ عاشقوں کا ہی کام ہے۔

"فکر ہر کس بقدر ہمت اوست" میں خواجہ نے استعداد و قابلیت کا اشارہ کیا ہے جو اعیان ثابتہ یعنی صور علمیہ میں ہے۔

"فکر" بقول صاحب گلشن راز "رفتن از باطل سوئے حق" ہے یعنی باطل سے حق کی طرف رجوع کرنا اشیاء کی خارجی کو ہمارے حواس محسوس کرتے ہیں۔ یعنی ان اشیاء کا عکس ہمارے حواس پر پڑتا ہے اور ان صورتوں کو محسوس کرتے ہیں۔ یہ صورتیں باطل ہیں۔ قلب میں یہ ذاتی قابلیت ہے کہ وہ ان صورتوں میں غور کرتا ہے اور ان کی حقیقت معلوم کرنے کے درپے ہوتا ہے۔ اصطلاح میں جب کسی شے کا تصور قلب میں ہوتا ہے۔ ذکر اس شے کا کہلاتا ہے۔ یہ تصور و تذکر قوائے باطنی کو اپنی طرف متوجہ کرتا ہے۔ اور اس توجہ کا یہ نتیجہ ہوتا ہے کہ قلب اس شے کی صورت سے گذر کر جس کو اصطلاح میں "عبرت" (عبور کرنا) کہتے ہیں۔ اس شے کی حقیقت پر متوجہ ہوتا ہے۔ اس کو فکر کہتے ہیں۔ اور ایسی بات پیدا کرتا ہے جو محسوسات کے علاوہ ہے۔

خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ اہل دنیا تو بالکل فکر سے خالی ہیں کہ وہ صرف صورتوں میں مبتلا ہیں اس لئے ان میں کچھ ہمت ہی نہیں جو کچھ پاس ہے اسی پر قناعت کئے بیٹھے ہیں۔ محسوسات ہی میں سرگرداں ہیں ان کے علاوہ کوئی اور شے حاصل کر ہی نہیں سکتے۔ اہل آخرت محسوسات سے عبور کرتے ہیں مگر کنارہ نہیں لگتے۔ لیکن اہل فکر حق کو پا لیتے ہیں۔ اس لئے ان کی ہمت بہت بلند ہے۔

یہ قانون قدرت ہے کہ طلب ایسی شے کی ہوتی ہے جو ہاتھ میں نہ ہو اس لئے مطلوب غائب اور طلب حاضر ہوتی ہے جب مطلوب ہاتھ میں آجائے تو طلب مفقود ہوتی ہے۔ اس لئے مطلوب حاضر اور طلب غائب ہوتی ہے لیکن جب تک طلب حاضر نہ ہو کوئی شے مطلوب نہیں ہو سکتی۔ اس لئے مطلوب کا اطلاق ایسی شے پر نہیں ہو سکتا جو بصورت حاصل ہے۔ یہی کیفیت محسوسات کی ہے کہ ان پر مطلوب کا اطلاق ہو ہی نہیں سکتا کیونکہ محسوس و مشہود ہیں

• اے گل نو شے • (تجلیات شہودی ہیں اور اس شعر میں آیت کل یوم ھو فی شأن کی طرف اشارہ ہے مطلب
یہ ہے کہ اس چمن یعنی عالم میں جس شے کا ظہور ہوتا ہے اس میں صفات الٰہی کا اثر ہوتا ہے -
ہر چہ آید در نظر غیرے تو نیست ؛ خود توئی یا خوئے تو یا بوئے تو

شیخ سعدی نے اثر صحبت دوست کو کس خوبی اسلوب سے واضح کیا ہے -

گلِ خوشبوے در حمام روزے ؛ رسید از دست محبوبے بدستم
بدو گفتم کہ مشکی یا عبیری ؛ کہ از بوئے دلاویز تو مستم
بگفتا من گلِ ناچیز بودم ؛ ولیکن مدتے با گل نشستم

کمال ہمنشیں در من اثر کرد
وگرنہ من ہماں خاکم کہ ہستم

انسانی جسم خاکی جس کے حسن و شباب پر دل فریفتہ ہو جاتا ہے ۔ اگر روح نہ ہوتا تو کون گرویدہ ہوتا ؛ اثر صحبت ہی کی مثال ہمارے خیالات کے مطابق ہے کہ انہی خیالات کو ہم تقریر و تحریر کی صورت میں ظاہر کرتے ہیں - بعض ان کے حسن سے آگاہ ہوتے ہیں اور اس دماغ کی تعریف کرتے ہیں جس سے یہ پیدا ہوئے ہیں ۔ کہ اہل حرج واقف ہیں ۔ بحمدہ سبحان اللہ تبارک اللہ پکار اٹھتے ہیں کیونکہ اسی طرح ہر ایک شے کا حال ہے سمجھتے ہیں کہ ہر ایک شے کا خالق اللہ تعالےٰ ہے اور یہ شے در علم الٰہی میں موجود تھی اور اسی علم کا کرشمہ ہے کہ یہ شے اس شکل و صورت اور خوبی کے ساتھ ہوئی ہے - اس شعر کا مطلب یہ ہے کہ ہر ایک شے جو ظاہر ہو رہی ہے عین علم الٰہی کے مطابق ہے - اور اہل بصیرت "اثر صحبت" کو دیکھ کر ہر ایک شی کی حقیقت معلوم کر لیتے ہیں ۔

۱ آں سیہ چردہ کہ شیرینی عالم با اوست	چشم میگوں لب خنداں دل خرم با اوست
وہ حسن ملیح والا جس کے پاس تمام جہان کی شیرینی ہے	مست آنکھیں ہیں، لب تبسم کرتے ہیں، اور دل خوش ہے
۲ گرچہ شیریں دہناں پادشہانند ولے	آں سلیمان زمانست کہ خاتم با اوست
اگرچہ شیریں دہن بادشاہ ہیں، مگر	وہ وقت کا سلیمان ہے کہ خاتم اس کے پاس ہے
۳ روئے خوبست و کمال ہنر و دامن پاک	لاجرم ہمت پاکان دو عالم با اوست
خوبصورت چہرہ ہے جملہ کمالات و ہنر ہیں اور پاک دامن ہے	اس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ دونوں جہان کے برگزیدہ اشخاص کی ہمت اس کے ساتھ ہے
۴ خال مشکیں کہ بر آں عارض گندم گونست	سر آں دانہ کہ شد رہزن آدم با اوست
وہ سیاہ خال جو اس کے گندم گوں رخسار پر ہے	وہ اس دانہ کا راز جس نے آدم کو بھلا دیا اس کے قبضہ میں ہے
۵ دلبرم عزم سفر کرد خدا را یاراں	چہ کنم با دل مجروح کہ مرہم با اوست
میرے دلبر نے سفر کا ارادہ کیا ہے خدا کیلئے دوستو	بتاؤ کیا کروں کہ دل زخمی ہے اور مرہم اس کے پاس ہے

با کہ ایں نکتہ تواں گفت کہ آں سنگیں دل | کُشت ما را و دمِ عیسیٰ مریم با اوست
کس سے یہ نکتہ بیان کروں کہ اس سنگدل نے | مجھے قتل کیا اور عیسیٰ ابن مریم کا دم اس کے پاس ہے

حافظ از معتقدانست گرامی دارش
حافظ ان کے معتقدوں میں سے ہے اسکی عزت کرو
زانکہ بخشائش بس روحِ مکرم با اوست
اس لئے کہ روح مکرم کی بخشش بہت کچھ اس کے شامل حال ہے

شرح - ۱- خواجہ حافظؒ نے یہ غزل مرصع نعت سرور کائنات میں لکھی ہے آنحضرتؐ نے فرمایا کہ میرا بھائی یوسف صبیح تھا اور میں ملیح ہوں - آپ کے حسن کی تعریف میں حافظؒ لکھتا ہے کہ اس حسن میں ملیحی بھی ہے اور شیرینی بھی وہ جو حسینان جہاں میں نہیں ہے او مست آنکھیں، نشۂ عشق الٰہی میں سرشار ہیں، لبوں پر تبسم ہے اور دل خوش و خرم ہے - قلب سلیم ونفس مطمئنہ ہے - آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حلیہ میں یہ سب خوبیاں مذکور ہیں -
۲- اگرچہ دیگر انبیاء بمنزلہ معشوق شیریں دہن کے ہیں - لیکن آں حضرت کا مرتبہ سب سے بلند ہے کہ آپ خاتم النبیین ہیں - خواجہؒ نے آنحضرت کو اکثر اشعار میں حضرت سلیمانؑ سے تشبیہ دی ہے - اور اس لئے کہ بادشاہت کے اعتبار سے وہ ممتاز تھے - اور چونکہ حضرت سلیمان کے پاس بھی انگشتری تھی اور آنحضرتؐ مہر نبوت کے مالک تھے اور خاتم النبیین تھے - اس لئے یہ مشابہت موزوں ہے - مگر کچھ شک نہیں کہ آنحضرت کا مرتبہ حضرت سلیمان سے بہت بلند ہے - اور خود خواجہؒ کو بھی اس کا اعتراف ہے بلکہ نگین سلیمان کی وقعت آپ کی آنکھوں میں کچھ نہیں

من آں نگین سلیمان بہ ہیچ نستانم ؛ کہ گاہ گاہ برو دستِ اہرمن باشد

۳- خال سیاہ حسن کا جزو ہے اور ایک آدم کیا بلکہ کل انبیا آپ کے حسن کی تعریف کرتے چلے آئے - توریت و زبور اور حضرت سلیمان کی غزل الغزلات میں مفصل آنحضرت کی مدح ہے اور سب مشتاق دیدار ہیں - مگر سب سے نفیس مطلب شعر کا یہ ہے کہ اگرچہ شیطان آدم کے بہلانے کا باعث ہوا - مگر آں حضرتؐ نہ صرف اس کے شر سے امن میں رہے بلکہ وہ آپ کو نیک مشورہ دیتا جیسا کہ حدیث شریف میں ہے کہ ہر ایک آدمی کے ساتھ ایک شیطان ہے جو اس کو گمراہ کرتا ہے مگر میرا شیطان میرا تابع اور مسلمان ہے اور میرے قبضہ میں ہے -
۴- شعر ۵
حسن یوسف دمِ عیسیٰ یدِ بیضا داری ؛ آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری
سبحان اللہ، اعجاز عیسوی بھی آپ کے پاس ہے اور آپ کے عاشق آپ پر قربان بھی ہوتے ہیں - دوسری خوبی بھی ہے جو مذکور ہے - جو حضرت آپ کا حصہ ہے -
۵- خوبی کا کمال ہی ان دونوں خوبیوں میں ہے کہ خوبصورت ہو اور دامن بھی پاک ہو - حضرت یوسف پاکدامن بھی تھے اور خوبصورت بھی تھے مگر آپ کی پاکدامنی کا حافظ اللہ تعالیٰ تھا ورنہ جس وقت زلیخا نے خلوت میں دامن پکڑا تو تار تار ہو گیا ہوتا اگر اللہ تعالیٰ اپنا فضل نہ کرتا - آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فطرتاً پاک دامن تھے اور اس لئے تمام کائنات کی توجہ آنحضرت کی طرف ہے -
۶ و ۷- ان دو شعروں سے ظاہر ہوتا ہے کہ حافظؒ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مکرم سے فیض باطنی

۱۰ اس مصرعہ میں فرماتے ہیں کہ میرا دل بردہ دوست جانان یعنی عالم ارواح کی طرف سفر کر گیا۔ اور میرے زخمی دل کا علاج اسی کے پاس ہے اور وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مرید ہوں کیونکہ آپ کے فیض سے مستفیض ہوا ہوں)
اس تمام غزل سے ظاہر ہوتا ہے کہ خواجہ حافظ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشق صادق تھے جیسا کہ ہم نے آپ کی سوانح عمری میں لکھا ہے اور کچھ شک نہیں کہ ایسا بزرگ نہایت عزت اور احترام کے قابل ہے۔

۱
دارم امید عاطفتی از جناب دوست
مجھے دوست سے مہربانی کی امید ہے
کردم خیانتی وامیدم بعفو اوست
میں نے امانت میں خیانت کی لیکن امید ہے معاف کر دیگا

۲
دانم کہ بگذرد ز سر جرم من کہ او
میں جانتا ہوں کہ وہ میرا جرم معاف کر دیگا کیونکہ
گرچہ پریوش ست ولیکن فرشتہ خوست
اگرچہ اس کی صورت پری کی ہے مگر خصلت فرشتہ کی ہے

۳
بے گفتگوئی زلف تو دل را ہمی برد
تیری زلف گفتگو کے بغیر دل کو اڑا لیے جاتی ہے
با زلف سرکش تو کرا روی گفتگوست
تیری سرکش زلف کے ساتھ کس کو مجال گفتگو ہے

۴
عمریست تا ز زلف تو بوئی شنیدہ ایم
ایک عمر گذر گئی کہ تیری زلف کی خوشبو سونگھی تھی
زان بوی در مشام دل ما ہنوز بوست
وہ خوشبو ابھی تک میرے دماغ میں بسی ہوئی ہے

۵
ہیچ ست آن دہان کہ ندیدم ازو نشاں
وہ دہن موجود نہیں کیونکہ اس کا نشان نہیں ملتا
موئیست آن میان و ندانم کہ آن چہ موست
وہ کمر بال کی طرح باریک ہے مگر معلوم نہیں کہ وہ بال کونسا ہے

۶
دارم عجب ز نقش خیالش کہ چون نرفت
مجھے تعجب ہوتا ہے کہ تیرے تصور کا نقش کس لئے میری آنکھ سے
از دیدہ ام کہ دمبدمش کار شستشوست
مٹ نہ گیا حالانکہ اس کا کام ہمیشہ دھونا (گریہ وزاری) ہے

۷
چندان گریستم کہ ہر آنکس کہ برگذشت
میں اس قدر رویا کہ ہر ایک شخص نے جو میرے پاس سے گذرا
در دیدہ ام چو دید روان گفت اینچہ جوست
میری آنکھوں میں رواں دیکھ کر کہا کہ یہ کیا نہر ہے

۸
ما سر چو گوی بر سر کوئے تو تاختیم
میں نے اپنا سر گیند کی طرح تیرے کوچہ میں پھینکا
واقف نشد کسی کہ چہ گویست و اینچہ کوست
کوئی اس حال سے واقف نہ ہوا کہ یہ کیا گیند ہے اور کیسی گلی ہے

حافظ بدست حال پریشان تو ولے
حافظ کا حال اگرچہ پریشان ہے مگر
بر بوی زلف یار پریشانیت نکوست
بوئی زلف یار میں پریشانی بھی اچھی ہے

شرح - ۱ - اس شعر میں خواجہ حافظ رحمۃ اللہ علیہ "حق امانت" کا ذکر کرتے ہیں جسکو زمین و آسمان اٹھانے سے عاجز رہے اور انسان نے بوجہ ظلوم و جہول اٹھانے کا اقرار کیا۔ اگرچہ ہم نے بار امانت اٹھایا مگر سچ تو یہ ہے کہ امانت میں خیانت کی مگر ہماری مگر وہی اور جہالت پر نظر کرکے اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ معاف فرمائیگا۔

۸ - گو گیسو (در لفظ گو چہ) میں تجنیس خطی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ہماری سرفروشی اور عشق کا راز ایسا پوشیدہ ہے کہ کوئی اس سے واقف نہیں۔

۹ - چونکہ زلف کی پریشانی بھی خوبی اور حسن ہے اس لئے زلف کے تصور اور دنیا میں جو پریشانی لاحق ہو وہ بھی اچھی ہے

۱ آں شب قدری کہ گویند اہل خلوت امشب است
جسے گوشہ نشین شب قدر کہتے ہیں وہ آج کی رات ہے
یا رب این تاثیر دولت از کدامی کوکب است
یاالٰہی یہ دولت کس ستارہ کی تاثیر حاصل ہوئی ہے

۲ تا بگیسوی تو دست ناسزایاں کم رسد
اس لئے کہ نالائقوں کا ہاتھ تیرے گیسو تک نہ پہنچے
ہر دلی در حلقہ در ذکر یارب یارب است
تیرے حلقہ میں ہر ایک دل یا رب یا رب کہتا ہے

۳ غرقہ چاہ زنخدان توام کز ہر طرف
میں تیرے چاہ زنخداں میں غرق ہوں کہ ہر طرف سے
صد ہزارش گردن جان زیر طوق غبغب است
ہزاروں جانیں غبغب کی قید میں پڑی ہیں

۴ تاب خوی عارضش بیں کآفتاب گرم رو
اس کے چہرے کے پسینے کی طرف دیکھ کہ گرم رفتار سورج
در ہوای آن عرق تا ہست ہر روزش تب است
اس پسینے کی الفت میں جب سے پیدا ہے روز بخار میں مبتلا ہوتا ہے

۵ من نخواہم کرد ترک لعل یار و جام می
میں یار کا لب لعل اور شراب کا پیالہ نہ چھوڑوں گا
زاہداں معذور داریدم کہ اینم مذہب است
اے زاہدو، مجھے معذور سمجھو، کیونکہ میرا یہی مذہب ہے

۶ شہسوار من کہ مہ آئینہ دار روی اوست
میرا شہسوار جس کا چاند آئینہ دار (نوکر) ہے
تاج خورشید بلندش زیر نعل مرکب است
بلند سورج کا تاج اس کے گھوڑے کے نعل کے نیچے ہے

۷ اندرین موکب کہ بر پشت صبا بندند زین
اس موکب میں جہاں صبا کی پشت پر زین باندھتے ہیں
با سلیمان کی برابر من کہ مورم مرکب است
میں سلیمان سے کس طرح برابری کر سکتا ہوں جبکہ میرا مرکب چیونٹی ہے

۸ آب حیوانش ز منقار بلاغت میچکد
آب حیات اس کی بلاغت کی چونچ سے ٹپکتا ہے
زاغ کلک من بنام ایزد چہ عالی مشرب است
میرے قلم کا زاغ نام خدا کیسا عالی مشرب ہے

۹ آنکہ ناوک بر دلم از زیر چشمے می زند
جو محبوب نظر بچا کے میرے دل پر تیر مارتا ہے
قوت جان حافظ اندر خندہ زیر لب است
اس کے مسکرانے سے حافظ کی جان کو غذا ملتی ہے

هر که زنجیر سر زلف پری رویم دید جس کسی نے میرے پری چہرہ کی زلف کو دیکھا	۳	**شد پریشان دلش و بر من دیوانه بسوخت** سخت پریشان ہوا اور مجھ دیوانہ پر سخت افسوس ہوا
سوز دل بین که ز بس آتش اشکم دل شمع میرے دل کی سوزش کو دیکھ کر میرے آنسوؤں کی آگ سے	۴	**دوش بر من ز سر مهر چو پروانه بسوخت** شمع کا دل کل رات ہمدردی کی وجہ سے پروانہ کی طرح مجھ پر جل گیا
چون پیاله دلم از توبه که کردم بشکست شراب کے پیالہ کی طرح میرا دل اس توبہ سے جو میں نے کی تھی ٹوٹ گیا	۵	**چون صراحی جگرم بی می و پیمانه بسوخت** صراحی کی طرح میرا جگر شراب اور پیمانہ کے بغیر جل گیا
ماجرا کم کن و باز آ که مرا مردم چشم مجھ سے باتیں نہ بنا اور باز آ کہ میری آنکھوں کی پتلی نے	۶	**خرقه از سر بدر آورد و بشکرانه بسوخت** سر سے چادر اتار کر عشق کے شکرانہ میں جلا دی ،
آشنائی نه غریب است که دلسوز من است یہ کچھ تعجب کی بات نہیں کہ میرے دوستوں کا دل میرے لیے کڑھتا ہے	۷	**چون من از خویش برفتم دل بیگانه بسوخت** جبکہ میں اپنے آپ میں نہیں غیروں کا دل بھی جلتا ہے
خرقهٔ زهد مرا آب خرابات ببرد میری پارسائی کا جامہ خرابات کا پانی (شراب) بہا لے گیا	۸	**خانهٔ عقل مرا آتش خمخانه بسوخت** میری عقل کا گھر شراب خانہ کی آگ سے جل کر راکھ ہو گیا

ترک افسانه بگو حافظ و می نوش دمی

اے حافظ باتیں نہ بنا اور ذرا شراب پی

که نخفتیم شب و شمع بافسانه بسوخت

کہ میں تمام رات نہ سویا اور شمع افسانہ کے ساتھ جل گئی

شرح - ۹ - دستور ہے کہ رات کے وقت افسانہ گو کہانیاں بیان کرتے ہیں۔ اور سنتے سنتے نیند آجاتی ہے۔ افسانہ گفتن محاورہ ہے جس کا ترجمہ پہلے مصرع میں ہم نے " باتیں بنانا " کیا ہے ، دوسرے مصرع میں " افسانہ " کا اشارہ افسانہ گوئی کی طرف ہے۔ یعنی میں تمام رات نہ سویا اگرچہ شمع افسانہ گوئی کے ساتھ جل کر فنا ہو گئی۔ اپنے دل کی بے قراری اور سوزش کا یہ عالم ہے کہ شمع کا افسانہ سنتا رہا مگر نیند نہ آئی بہتر ہے کہ شراب پی کر مدہوش ہو جائیں مجاہدہ اور ریاضت اور شب بیداری سے کچھ نہ بنا اب شراب عشق کی ضرورت ہے کہ مشاہدہ حاصل ہو۔

زاهد ظاهر پرست از حال ما آگاه نیست زاہد ریاکار ہمارے حال سے واقف نہیں ہے	۱	**در حق ما هر چه گوید جای هیچ اکراه نیست** ہمارے حق میں جو کچھ کہے برا ماننے کی بات نہیں

٢ در طریقت ہر چہ پیش سالک آید خیر اوست
در طریقت میں سالک کے سامنے جو کچھ بھی آئے اچھا ہے

در صراط المستقیم ای دل کسی گمراہ نیست
کیونکہ اے دل صراط مستقیم پر کوئی گمراہ نہیں ہوتا

٣ تا چہ بازی رخ نماید بیدقی خواہیم راند
رخ کوئی چال چلے ہم پیادہ آگے بڑھائیں گے

عرصۂ شطرنج رندان را مجال شاہ نیست
رندوں کی شطرنج کی بساط پر شاہ کی اجازت نہیں

٤ اینچہ استغناست یارب وین چہ داور حاکم است
یا الٰہی یہ کیا بے پروائی ہے اور یہ کیا عالم ظالم ہے

کاین ہمہ زخم نہان ہست و مجال آہ نیست
کہ باوجود ایسے زخموں کے جو اوپر لگے ہیں آہ و نالہ کی بھی اجازت نہیں

٥ چیست این سقف بلند سادۂ بسیار نقش
یہ اونچی چھت کیا ہے جو سادہ بھی ہے نقش و نگار سے آراستہ بھی

زین معما ہیچ دانا در جہان آگاہ نیست
اس پہیلی سے کوئی دانا جہان میں واقف نہیں

٦ صاحب دیوان ما گویا نمی داند حساب
ہمارا صاحب دیوان معلوم ہوتا ہے کہ حساب سے واقف نہیں

کاندرین طغرا نشان حسبۃ للہ نیست
کہ اس طغرا میں حسبۃ للہ کا نشان نہیں ہے

٧ ہر کہ خواہد گو بیا و ہر کہ خواہد گو برو
جو شخص چاہے بے تکلف آ سکتا ہے اور جا سکتا ہے

گیر و دار و حاجب و دربان درین درگاہ نیست
اس درگاہ میں [illegible] دربان نہیں ہے

٨ ہر چہ ہست از قامت ناساز بی اندام ماست
جو کچھ خرابی ہے وہ ہمارے بے ڈول [illegible]

ورنہ تشریف تو بر بالای کس کوتاہ نیست
ورنہ اس [illegible]

٩ بر در میخانہ رفتن کار یکرنگان بود
شراب خانہ کے دروازہ پر [illegible] یکرنگوں کا

خود فروشان را بکوی می فروشان راہ نیست
خود فروشوں کو [illegible] نہیں

١٠ بندۂ پیر خراباتم کہ لطفش دایم است
میں پیر مغاں کا غلام ہوں [illegible] ہمیشہ

ورنہ لطف شیخ و زاہد گاہ ہست و گاہ نیست
شیخ و زاہد کی مہربانی [illegible]

حافظا ار بر صدر ننشیند ز عالی ہمتی ست
اگر حافظ صدر نشین نہیں تو اس وجہ سے ہے کہ عالی ہمت ہے

عاشق دردی کش اندر بند مال و جاہ نیست
تلچھٹ پینے والا عاشق [illegible]

شرح ۱ - زاہد سے مراد فرشتے ہیں جنہوں نے آدم کی نسبت کہا تھا کہ یہ فساد کریگا اور زمین پر خون بہائیگا اور اپنے زہد کا ذکر بھی کیا تھا کہ ہر وقت حمد و ثنا کرتے ہیں - ان کو بارگاہ الٰہی سے یہ جواب ملا - انی اعلم مالا تعلمون ۔ اس لئے یہ صحیح ہے کہ یہ فرشتے ہمارے حال سے آگاہ نہ تھے -

خیر فرشتے تو ہمارے حال سے بیخبر تھے اور جب ان کو ہمارے مرتبہ کا علم ہوا تو سجدہ کیا - مگر دنیا میں بھی فرشتے موجود ہیں جو ہمارا انکار برابر کرتے چلے آئے ہیں - اس میں کچھ شک نہیں کہ یہ بھی ہمارے حال سے بیخبر ہیں اس لئے جو کچھ بھی ہیں معذور ہیں ۔

"ظاہر پرست" وہ لوگ ہیں جو باطن کی صفائی کی طرف تو متوجہ نہیں ہوتے - مگر ظاہری طہارت میں یہاں تک مبالغہ کرتے ہیں کہ پرستش کی حد تک پہنچ جاتے ہیں حالانکہ مقدم ضرورت تزکیۂ نفس اور تصفیۂ قلب کی ہے -

اس میں کچھ شک نہیں - کہ ظاہری صفائی پسندیدہ امر ہے اور کپڑوں کو صاف ستھرا رکھنا چاہیئے "وثیابک فطھر (۷۴-۴)" اگرچہ "الناس باللباس" صحیح ہے لیکن "ولباس التقوی ذلک خیر (۷-۲۶)" جسم کی صفائی سے قلب کی صفائی بہتر ہے "ظاہر پرست" نماز میں خضوع و خشوع اور حضور قلب کو نظر انداز کر دیتے ہیں مگر "رفع یدین" اور "آمین بالجہر" کے متعلق ایک دوسرے کو بے تکلف کافر کہہ دیتے ہیں - اگر اس شبہ میں ہیں کہ کپڑے پر کہیں ناپاکی کا داغ ہے تو اس حالت میں نماز ہی درست نہیں - اور ان مسائل کے متعلق ایک عظیم الشان کتب خانہ مہیا کر رکھا ہے جس کا اگر بغور مطالعہ کیا جائے تو واضح ہو جائیگا کہ ان ظاہر پرستوں نے کیسی کیسی مضبوط زنجیریں اور طوق تیار رکھے ہیں -

"حال" اصطلاح میں وہ کیفیت ہے جو بوجہ نزول تجلیات قلب میں پیدا ہوتی ہے - اور یہ تجلیات محض فضل و کرم اللہ تعالیٰ سے دل پر نازل ہوتی ہیں اس میں کسی مجاہدہ اور ریاضت و کسب و اکتساب کا دخل نہیں ہوتا خواجہ اس شعر میں یہ امر واضح کرتے ہیں کہ زاہد جو مجاہدہ اور ریاضت میں مشغول ہے اس امر سے بیخبر ہے کہ اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہمیں وہ کچھ عطا فرما رہا ہے جو ہزار زہد و ریاضت سے حاصل نہیں ہو سکتا - اور یہ محض بخشش ہے ۔

خدا کی دین کا موسیٰ سے پوچھیئے احوال ؛
کہ آگ لینے کو جائیں پیمبری مل جائے ؛

بات اصل میں یہ ہے کہ "ظاہر پرست" صرف ظاہر کا مشاہدہ کرتا ہے اور دیکھتا ہے کہ جو کچھ ظہور میں آتا ہے کسی نہ کسی سبب سے آتا ہے اور اس لئے اسباب کی فراہمی میں سرگرداں ہے اور مسبب الاسباب کو فراموش کر چکا ہے بلکہ خدا کو بھی اس امر میں مجبور سمجھتا ہے کہ جو کچھ وہ کرنا چاہتا ہے اسباب ہی سے کرتا ہے - حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ وہ اسباب سے بالاتر ہے - اور اس کا فیض کسی سبب کا محتاج نہیں ۔

دادِ حق را قابلیت شرط نیست ؛ بلکہ شرط قابلیت دادِ اوست

اگر بغور دیکھا جائے تو اس کی بخشش ہر ایک شے کو پیدا کر رہی ہے - اور یہ بخشش ہمارے کسب کے بغیر ہی ہم پر ہو رہی ہے - اس لئے ہماری نظر اس کی بخشش پر ہونی چاہیئے نہ کہ ظاہری اسباب اور اعمال پر - یہ امر واضح ہے کہ کوئی فعل ہم سے صادر نہیں ہو سکتا - جب تک اس فعل کا ارادہ ہمارا قلب نہ کرے اور جب تک اس فعل پر قادر نہ ہو - لیکن ارادہ جو ہمارے قلب میں پیدا ہوتا ہے وہ ایک تجلی ہے جو قلب پر نازل ہوتی ہے - عارف سے جب کوئی فعل صادر ہوتا ہے تو اس کو اسی تجلی سے منسوب کرتا ہے اور ظاہر پرست جو

اس حقیقت سے آگاہ نہیں ہوتا اس کو اپنی طرف منسوب کرتا ہے۔

گرچہ تیر از کمان ہمیگذرد ٭ از کماندار بیند اہل خرد ٭

یعنی جیسے کہ عارف تو ہر ایک امر کو خدا تعالیٰ کی طرف سے سمجھتا ہے مگر ظاہر پرست اس کو ظاہری اسباب سے منسوب کرکے اعتراض کرتا ہے خواجہ فرماتے ہیں کہ

مرا بر قدمی عشق آں فضول عیب کند

کہ اعتراض بر اسرار علم غیب کند

شعر کا مطلب یہ ہے کہ ظاہر پرست غیب کے حالات سے ناواقف ہیں۔ جو کچھ ظاہر میں دیکھتے ہیں وہی کہتے ہیں۔ ہمارے افعال جو وہ ہم سے صادر ہوتا دیکھتے ہیں اور اس لئے ہم پر اعتراض کرتے ہیں۔ اگر ان کو یہ معلوم ہو کہ ہم اپنی ہستی موہومہ کو فنا کر چکے ہیں۔ اور ہمیں درمیان میں نہ دیکھیں تو آنکھیں کھلیں

خواجہ حافظ ان ظاہر پرستوں کو معذور سمجھتے ہیں اور تقاضائے معرفت بھی یہی ہے۔ اس لئے جو کچھ بھی یہ لوگ کہیں کہنے دو۔

۳۔ اس شعر میں خواجہ نے کمال معرفت کا اظہار کیا ہے۔ اس غزل کے مطلع میں ظاہر پرستی کا خاکہ کھینچا ہے کہ ظاہر پرستوں کی نظر صرف ظاہر پر ہوتی ہے۔ اور اسرار غیب سے محض ناواقف ہوتے ہیں۔ اس لئے مناسب ہے کہ ہم ظاہر سے باطن کی طرف رجوع کریں اس کو اصطلاح میں "طریقت" کہتے ہیں۔ جو "صراط المستقیم" ہے یعنی ایسا راستہ ہے جو منزل مقصود کو جاتا ہے۔ اور جس پر سالک کو قدم بڑھانا چاہئے۔ اور ہر ایک منزل و مقام سے گذرنا چاہیئے اور یہ سمجھنا چاہیئے کہ اس راستہ میں کوئی منزل و مقام نہیں ہے۔ ع

ہر سں فریاد میدارد کہ بر بندید محملہا ٭

خواجہ حافظؒ نکتہ کی بات بتاتے ہیں کہ "سیر الی اللہ" میں سالک جو کچھ مشاہدہ کرتا ہے وہ اس کی بہتری اور بہبودی کی دلیل ہے۔ ظاہر پرستوں کی طرح کسی امر پر اعتراض نہیں کرنا چاہیئے۔ کیونکہ اس سیر میں سالک مشاہدہ کرتا ہے کہ جو کچھ ظہور میں آرہا ہے وہ مشیت ایزدی سے آرہا ہے یہ فیض الٰہی ہے مرزا عبدالقادر بیدلؒ "نکات" میں یہ فرماتے ہیں کہ

"اگر بر تجلی یقین داری ہیچ جانب چشم بے ادب مکشا، واگر بر نیت ایماداری باخطرات دل جز بتعظیم پیش میا"

چونکہ طریقت صراط المستقیم ہے اور بقول شیخ سعدیؒ "کس ندیدم کہ گم شد از رہ راست" اس لئے جو شخص صراط مستقیم پر چل رہا ہے اسے گمراہی کا خوف نہیں ہوتا۔ اس شعر میں خواجہؒ حسب ذیل آیت کے مفہوم کو ادا کرتے ہیں

"مامن دابۃ الا ھو اخذ بناصیتھا، ان ربی علیٰ صراط مستقیم" (۱۱-۵۶)

یعنی کوئی دابہ (چلنے والا) ایسا نہیں جس کی چوٹی اللہ کے ہاتھ میں نہ ہو اور اللہ بیشک صراط مستقیم پر ہے۔ جب رہنما خود ہمارا رب ہو اور یہ راہ صراط مستقیم ہو جس پر ہمارا رہنما ہو اور جب سالک کی پیشانی کے بال رہنما کے ہاتھ میں ہوں تو روگردانی کی کونسی صورت ہے۔ خود بخود ناک کی سیدھ پر چلا جائیگا۔ اس آیت میں ہر ایک امر ایسا بیان کیا گیا ہے جو سیدھے راستہ کی طرف لے جا رہا ہے۔ پیشانی خود راہ راست کی سمت ہوتی ہے اور جب منہ سیدھے راستہ پر اٹھا ہوا ور چوٹی ایسے رہنما کے ہاتھ میں ہو جو سیدھے راستہ پر ہو تو

گمراہی کا مطلق خوف نہیں ہوتا۔ اس آیت میں دا یہ سے مراد سالک ہے۔
صراط مستقیم پر مفصل بحث ہم نے دیباچہ میں کی ہے۔
۳۔ شطرنج کے مہروں میں "رخ" اور "پیادہ" اور "شاہ" ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ عاشقوں کی بازی میں جو
صرف حسن و عشق کا ہے۔ "رخ" جس سے حسن کا اظہار ہوتا اور "پیادہ" جو تمام تکلیفیں برداشت کرتا ہے
عشق کا استعارہ ہے۔ اس بازی میں شاہ کو کوئی نہیں پوچھتا یہاں سب برابر ہیں۔
۴۔ دل زخموں سے چور ہو رہا ہے اور ظالم کہتا ہے کہ خبردار آہ و نالہ نہ کرنا، یہ کیسا اندھیر ہے
۵۔ یہ آسمان جو ایک وقت میں بالکل سادہ نظر آتا ہے اور ستاروں سے منقش ہے کیا ہے؟ یہ ایسا سوال ہے جس کے
جواب میں بڑے بڑے عقلمند عاجز ہیں
۶۔ شاہی زمانہ میں دستور تھا کہ کسی غریب اور مسکین کو کچھ دینا ہوتا تو فرمان پر "حسبۃً للہ" یعنی خدا کے لئے لکھتے معلوم
نہیں کہ خواجہ "قضا و قدر" کی شکایت کرتے ہیں کہ ہمیں خدا کے لئے بھی کچھ نہیں ملتا۔
۷۔ بارگاہ الٰہی میں ہر ایک شخص بشرطیکہ عاجز ہو آسکتا ہے اور جا سکتا ہے۔
۸۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت عام ہے خرابی ہمارے اعمال ناشائستہ کی ہے
۹۔ شراب عشق وہ شخص پی سکتا ہے جس کا ظاہر و باطن یکساں ہو۔
۱۰۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت عام ہے اور ہر وقت ہے اس لئے اہل اللہ بھی ہر ایک سے ہر وقت بالتفات پیش آتے
ہیں برخلاف اہل عقبیٰ کے آج مہربان ہیں تو کل نامہربان۔
۱۱۔ اگر حافظ نے دنیا داری قبول نہیں کی اور دنیا کی جاہ و حشمت کے پیچھے نہ پڑا تو اس لئے کہ نہایت عالی ہمت
ہے کہ نمود بے بود کو چھوڑ کر اللہ تعالیٰ سے لو لگائی جو ہمیشہ ہے۔ یہ "حیات الدنیا و زینتہا" تو صرف لہو و لعب ہے
نہایت احمق آدمی وہ ہیں جو عمر عزیز اس میں ضائع کرتے ہیں۔ مرزا عبدالقادر بیدل فرماتے ہیں کہ ؎
فلک تکلیف جاہت گر دہد فال حماقت زن ٭ کہ غیر از گاؤ نتواند کشیدن بار دنیا را ٭ غرضیکہ دنیاداروں

آں پیک نامور کہ رسید از دیار دوست وہ مشہور پیغمبر جو دوست کے شہر سے آیا ہے	۱	آورد حرز جاں ز خط مشکبار دوست دوست کا خط مشکبار لایا ہے جو جان کا تعویذ ہے
خوش میدہد نشان جلال و جمال یار دوست کے جمال اور جلال کا پتہ نہایت خوش اسلوبی سے دیتا ہے	۲	خوش میکند حکایت عز و وقار دوست اور یار کے عز و وقار کی حکایتیں جنت و قصائد بلاسے بیان کرتا ہے
دل دادمش بمژدہ و خجلت ہمی برم میں نے اسے دل دیدیا اور شرمندہ ہوں	۳	زیں نقد قلب خویش کہ کردم نثار دوست کہ یہ کھوٹی نقدی ہے جو دوست پر نثار کرتا ہوں
گر باد فتنہ ہر دو جہاں را بہم زند اگر فتنہ کی ہوا دونوں جہانوں کو تہ و بالا کردے	۴	ما و چراغ چشم و رہ انتظار دوست (مجھے کچھ پروا نہیں) میں اور میری آنکھوں کا چراغ اور قد دوست کا انتظار رہیگا

پیغمبر سیدالانبیاء حضرت ...

مائیم و آستانہ یار و سر نیاز میں ہوں اور یار کا آستانہ اور میرا سر سجدہ میں	۵	تا خواب خوش کرا بود اندر کنار دوست اور امید یہ ہے کہ دوست کی آغوش میں خواب راحت نصیب ہو
دیر سپہر و دور قمر را چہ اعتبار آسمان کی گردش اور چاند کے دور کا کیا اعتبار ہے	۶	در گردش اند ہمہ حسب اختیار دوست یہ سب دوست کے اختیار اور مرضی سے گردش کر رہے ہیں
شکر خدا کہ از مدد بخت کارساز خدا کا شکر ہے کہ بخت کارساز کی مدد سے	۷	بر حسب آرزو دست ہمہ کار و بار دوست دوست کا کاروبار خاطر خواہ ہو رہا ہے
کحل الجواہری بمن آرای نسیم صبح اے نسیم صبح میرے پاس سرمہ لا	۸	زان خاک نیکبخت کہ شد رہگذار دوست اس نیکبخت مٹی سے جو دوست کے راستہ میں پڑی ہو

۹ دشمن بقصد حافظ اگر دم زند چہ باک
اگر دشمن حافظ کے بقصد کا دم بھرے تو کیا ڈر ہے
منت خدای را کہ نیم شرمسار دوست
اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ میں دوست سے شرمندہ نہیں ہوں

شرح ۱-۲- یہ غزل خواجہ حافظ رح نے نعت رسول خدا میں لکھی ہے اور ایسے اچھے پیرایہ میں آنحضرت صلعم کی خوبیوں کو بیان کیا ہے کہ اس سے بہتر کسی شاعر نے نہیں لکھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ پیغام الہی لاتے رہے اس لئے پیک کا لفظ نہایت موزوں ہے۔ نامور اس لئے کہا کہ آنحضرت کا نام نامی اور اسم گرامی آفاق میں مشہور ہے۔ حفظ شکیبا رہے سے مراد قرآن مجید ہے جس سے اطمینان قلب حاصل ہوتا ہے اور کسی چیز کا خوف اور حزن و ملال باقی رہتا ہے۔ پیغمبر صلعم نے اللہ تعالیٰ کی صفات کا اس طرح بیان فرمایا ہے کہ ہر ایک پہلو سے بے مثل ہے۔ اللہ تعالیٰ کے جلال و جمال کا وہ خود نمونہ ہیں اور آپ کی ذات سے جو جلال و جمال کی مظہر ہے۔ اس کا ثبوت بخوبی ملتا ہے۔ آپ رحمۃ اللعالمین ہیں اور آپ کے خلق عظیم کی تعریف خود اللہ تعالیٰ فرماتا ہے آپ کے جلال کے سامنے کفر و شرک نیست و نابود ہو گئے۔ الغرض آپ کی ذات جمال و جلال الہی کا پتہ دیتی ہے اور قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ کی صفات رحیمیہ و قہریہ کا مفصل ذکر ہے۔ اور اللہ تعالیٰ ذو الجلال والاکرام کے صفات فصیح و بلیغ پیرایہ میں بیان کرتا ہے۔

۴- یہ قاصد جو معشوق حقیقی کی طرف سے آیا ہے۔ نہایت عزت و احترام کے لائق ہے ہم نے اپنا دل اس پر قربان کر دیا۔ مگر شرمندگی ہے تو اس بات کی کہ دل سکہ قلب تھا۔ کاش یہ نقدی کھری اور حقیقی ہوتی تو شرمندہ نہ ہونا پڑتا۔

۶- چاند، سورج، ستارے اسی کے حکم سے گردش کرتے ہیں اور فی الحقیقت اسی کے نور کی تجلیات ہیں اور مظاہر اقتدارات ہیں اور عالم کثرت کی زینت کے باعث ہیں۔

۵۱ مدینہ منورہ
۵۲ حبیب خدا
۵۳ شیطان

زلفت ہزار دل بیکے تار مو ببست	۱	راہِ ہزار چارہ گر از چار سو ببست
تیری زلف نے ہزار دل بال کے ایک تار میں باندھ رکھے ہیں		اور جو ہزار رستہ علاج کا سوچ سکتے ہیں انکو چاروں طرف سے بند کیا
تا عاشقاں بیوی نسیمش دہند جاں	۲	بکشود نافہ و در ہر آرزو ببست
تاکہ عاشق ان زلفوں کی خوشبو سونگھ کر جان دیں		ان کو کھول کر خوشبو پھیلا رکھی ہو مگر ہر ایک آرزو کا دروازہ بند کیا
شیدا ازاں شدم کہ نگارم چو ماہ نو	۳	ابرو نمود و جلوہ گری کرد و رو ببست
میں اس لئے عاشق ہوا کہ معشوق نے پہلی رات کے چاند کیطرح		ابرو دکھایا، جلوہ گری کی اور منہ چھپا لیا
ساقی بچند رنگ مئی اندر پیالہ ریخت	۴	این نقشہا نگر کہ چہ خوش در کدو ببست
ساقی نے کئی رنگوں کی ساتھ شراب پیالہ میں ڈالی		اور یہ نقش دیکھو کیسا اچھا کدو میں بند کیا
یارب چہ سحر کرد صراحی کہ خونِ خم	۵	با نغمہائے قلقلش اندر گلو ببست
اے خدا صراحی نے کیا جادو کیا ہے کہ مٹکے کا خوں		قلقل کے نغمے کے ساتھ گلے میں بند کر دیا
دانا چو دید بازی این چرخ حقہ باز	۶	ہنگامہ باز چید و درِ گفتگو ببست
دانا نے جب اس آسمان عیار کے ہتھکنڈے دیکھے		اطمینان حاصل ہوا اور اس میں بحث و مباحثہ کو ترک کیا
مطرب چہ نغمہ ساخت کہ در پردہ سماع	۷	بر اہل وجد و حال درِ ہای و ہو ببست
معلوم نہیں گویا نے کیا نغمہ سنایا کہ راگنیوں کے پردہ میں		اہل وجد پر ہائے و ہو کا دروازہ بند کر دیا

حافظ ہر آنکہ عشق نورزید و وصل خواست

ای حافظ جس کسی نے عشق تو پیدا نہیں کیا اور وصل کی خواہش کی

احرام طوف کعبۂ دل بی وضو ببست

اس نے کعبۂ دل کا احرام بغیر وضو کے باندھا

تشریح - ۱ و ۲ - دونوں شعر قطعہ بند ہیں۔ معشوق کی زلفوں میں ہزارہا دل الجھے ہوئے ہیں اور اس مشکل سے دانا بھی نہیں نکل سکتے یعنی رہائی ناممکن ہے۔ یہ تو ممکن نہیں کہ ان زلفوں تک ہاتھ پہنچ سکے البتہ اس کی خوشبو دماغ کو معطر کرتی ہے۔ مگر یہ آرزو کہ وہاں تک رسائی ہو پوری نہیں ہو سکتی۔

۳ - ہلال کی شکل ابرو کی مانند ہوتی ہے اور اس کا جلوہ تھوڑی دیر رہتا ہے۔ پہلی رات کا چاند جلدی غروب ہو جاتا ہے

۴ - شراب کدو میں بند رکھتے ہیں۔ ساقی نے شراب پیالہ میں مختلف رنگ اور انداز کے ساتھ ڈالی مگر لطف یہ ہے کہ کدو

میں تہہ دیکھی - اس شعر کی مختلف شرحیں لکھی گئی ہیں مگر کوئی بھی قابل اطمینان نہیں - غالباً چند رنگ سے مراد کثرت سے
اور ساقی سے مراد خالق کائنات ہے اور مے سے مراد محبت وعشق ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے اس زمین کو یگانگت
کی نعمتوں اور اشیا سے مزین کیا کہ دیکھ کر بے اختیار خالق ارض و سما اور انتہائی خلقت اور صانع کی کمال حکمت اعلیٰ کو لوگوں
[illegible] سے متاثر ہو کر [illegible] عشق ہے وصل کل کا نتیجہ عشق سے ہوتا ہے - اور ہر ایک دوسرے کو
کشش کر رہی ہے - اس لئے موجودات کی بنیاد اور قیام عشق پر ہے

مرحبا ای پیک مشتاقان بدہ پیغام دوست
اے عاشقوں کے نامہ بر مرحبا دوست کا پیغام سنا!

تا کنم جان از سر رغبت فدای نام دوست
تا کہ بخوشی خاطر دوست کے نام پر جان فدا کر دوں

۲

والہ و شیداست دایم ہمچو بلبل در قفس
بلبل کی طرح پنجرے میں ہمیشہ والہ و شیدا

طوطی طبعم ز شوق شکر و بادام دوست
میری طوطی طبع دوست کے شکر و بادام کی مشتاق ہے

۳

زلف او دامست و خالش دانۂ آں دام من
اس کی زلف جال ہے اور اس کا خال اس جال میں دانہ

بر امید دانہ افتادیم اندر دام دوست
اور میں اس دانہ کی امید پر دوست کے جال میں پھنس گیا

۴

سر ز مستی برنگیرد تا بہ صبح روز حشر
قیامت کی صبح تک اس شخص کے سر سے نشہ نہ اتریگا

ہر کہ چون من در ازل یک جرعہ خورد از جام دوست
جس نے میری طرح دوست کے جام سے ایک گھونٹ ازل میں پی لیا

۵

من نوشتم نامۂ از شرح حال خود ولی
میں نے اپنا حال مفصل بیان کرنے کے لئے نامہ لکھا لیکن

دردسر باشد نمودن بیش ازیں ابرام دوست
اس سے زیادہ لکھنا دوست کے دردسر کا باعث ہوگا

۶

میل من سوی وصال و قصد او سوی فراق
میری خواہش تو وصل کی ہے اور اس کا ارادہ جدائی کا ہے

ترک کام خود گرفتم تا برآید کام دوست
میں نے اپنا مطلب چھوڑ دیا کہ دوست کی مرضی کے موافق ہو

۷

گر دہد دستم کشم در دیدہ ہمچون توتیا
اگر ہاتھ لگے تو آنکھوں میں سرمہ کی طرح لگا لیں

خاک راہی کان مشرف گردد از اقدام دوست
وہ خاک راہ جو دوست کے قدموں سے مشرف ہوگئی ہو

حافظ اندر درد و غم میسوز و با درمان مساز
اے حافظ درد و غم میں جلا کر اور علاج کی جستجو نہ کر

زانکہ درمانی ندارد درد بے درمان دوست
کیونکہ دوست کے درد بے درماں کا علاج ہی نہیں ہے

شرح - ۱- مدعا، درود شریف - پیک مشتاقان، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پیغام دوست، کلام الٰہی، توحید، هاهو ما تعالی - بعد درود شریف کے بعد رسول اللہ کی خدمت اقدس میں التجا کرتے ہیں کہ اے مخبر صادق و پیغامبر مجھے اللہ تعالیٰ کی توحید کی تعلیم کرو۔

۲- شکر گفتگو، بادام آنکھیں، میری طوطی طبع تو دوست کا کلام سننے اور اس کا دیدار کرنے کی مشتاق ہے۔ اس دنیا میں قالب عنصری کے پنجرہ میں روح اس امید پر زندہ ہے۔ کہ دوست کا کلام اور دیدار نصیب ہوگا۔ روح کی غذا یہی ہے۔

آں ترک پریچہرہ کہ دوش از برما رفت کل وہ ترک پریچہرہ میرے پاس سے چلا گیا	۱	آیا چہ خطا دید کہ از راہِ خطا رفت نہیں معلوم مجھ سے کیا قصور ہوا کہ اس خطا کے باعث چلا گیا
تا رفت مرا از نظر آں نور جہاں بیں جب سے میری نظروں سے وہ نور جس سے جہان نظر آتا تھا چلا گیا	۲	کس واقف ما نیست کہ از دیدہ چہا رفت کوئی نہیں جانتا کہ میری آنکھوں سے کیا کچھ گیا۔
بر شمع نرفت از گذر آتش جانسوز شمع پر بھی جان جلا دینے والی آگ سے وہ نہیں گذری	۳	آں دود کہ از سوز جگر بر سر ما رفت جو اس دھوئیں سے مجھ پر گذری جو جگر کی تپش سے اٹھتا ہے
دور از رخ تو دمبدم از چشمہ چشم تیری آنکھوں سے دور میری آنکھوں کے چشمہ سے دمبدم	۴	سیلاب سرشک آمد و طوفان بلا رفت آنسوؤں کا سیلاب اٹھ آیا اور بلا کا طوفان برپا ہوا
از پای فتادیم چو آمد غم ہجراں جب فرقت کا غم آیا تو ہم عاجز ہو گئے	۵	در درد بماندیم چو از دست دوا رفت اور جب ہاتھ سے دوا گئی تو درد میں مبتلا ہو گئے
دل گفت وصالش بدعا باز تواں یافت دل نے کہا کہ اس کا وصل دعا سے حاصل ہو سکتا ہے	۶	عمریست کہ عمرم ہمہ در کار دعا رفت ایک عمر گذر گئی کہ میری عمر دعا کے کاموں میں صرف ہو گئی
احرام چہ بندیم چو آں قبلہ نہ اینجاست احرام کیا باندھیں جب وہ قبلہ اس جگہ نہیں	۷	در سعی چہ کوشیم کہ از مروہ صفا رفت جب مروہ سے صفا چلا گیا تو اب جدوجہد کیا کریں
دی گفت طبیب از سر حسرت چو مرا دید کل طبیب نے حیران ہو کر جب مجھے دیکھا، کہا	۸	ہیہات کہ درد تو ز قانون شفا رفت افسوس تیرا درد قانون شفا سے گذر چکا ہے۔

۹

ای دوست بپرسیدن حافظ قدمی نه
اے دوست حافظ کی پرسش کے لئے قدم رنجہ فرما
زاں پیش که گویند که از دار فنا رفت
اس سے پہلے کہ لوگ کہیں وہ اس دار فانی سے چلا گیا ،

شرح - ۱ - خطا اور ختن دو شہر ہیں اور ترک حسن اور خونریزی میں مشہور ہیں اگرچہ اس شعر میں خطا کے معنی تقصیر ہیں مگر ترکوں کے تذکرہ میں اس لفظ کا دوسرے معنوں میں تکرار بہت لطیف ہے -
۴ - معشوق کی جدائی میں آنکھوں سے آنسو بہاتا ہوں (۳۰۰۰۵) شعر میں مفصل بیان کیا ہے - کہ کیا تکلیفیں برداشت کرتا ہوں -
۷ - مروہ اور صفا مکہ معظمہ میں دو پہاڑیاں ہیں ایام حج میں حاجی الحاجی زیارت کرتے ہیں ، اس جگہ احرام باندھنے سے مراد دلی توجہ ہے اور قبلہ محبوب حقیقی ہے اور مروہ سے مراد قلب ہے - یعنی وہ قبلہ ، وہ محبوب حقیقی ہی نظر نہیں آتا تو کس طرف متوجہ ہوں - اور جب قلب میں وہ صفائی نہیں کہ شاہد حقیقی کا جلوہ نظر آسکے - تو کوشش بے فائدہ ہے - جیساکہ مروہ اور صفا پر حاجی کرتے ہیں -
۸ - قانون شفا ایک کتاب شیخ الرئیس بوعلی سینا کی تصنیف ہے جو طب میں مستند ہے شعر کا مطلب یہ ہے کہ ہماری بیماری اس حد تک پہنچ چکی ہے کہ شفا سے مایوسی ہو چکی ہے -

یہ غزل خواجہ صاحب نے سخت تشویش اور قبض کی حالت میں لکھی ہے ؎

منم که گوشهٔ میخانه خانقاه من ست | ۱ | **دعای پیر مغاں ورد صبحگاه من ست**
ہماری خانقاہ تو شراب خانہ کا ایک کونہ ہے | | اور پیر مغاں کے حق میں دعا کرنا صبح کا وظیفہ ہے

گرم ترانهٔ چنگ و صبوح نیست چه باک | ۲ | **نوای من بسحر آه عذر خواه من ست**
اگر مجھے چنگ اور صبوح کا نغمہ میسر نہیں تو کیا مضائقہ ہے | | میری صبح کی آہ میری عذر خواہ کافی ہے

ز پادشاه و گدا فارغم بحمد الله | ۳ | **گدای خاک در دوست پادشاه من ست**
الحمد للہ کہ بادشاہ و گدا دونوں سے فارغ ہوں | | دوست کے دروازہ کا فقیر میرا بادشاہ ہے

غرض ز مسجد و میخانه ام وصال شماست | ۴ | [illegible]
مسجد اور شراب خانہ سے ہمارا مطلب تمہارا وصال ہے | | اس خیال کے سوا اور کچھ نہیں خدا گواہ ہے

مرا گدائی تو بودن ز سلطنت خوشتر | ۵ | **که ذل جور و جفای تو عز و جاه من ست**
تیرے دروازہ کی گدائی مجھے سلطنت سے بہتر ہے | | کہ تیرے ظلم و ستم کی ذلت ہی میری عزت ہے

اگر بہ تیغ اجل خیمہ برکنم ورنہ ۶ رمیدن از در دولت نہ رسم و راہ منست

یہ ہو سکتا ہے کہ اجل کی تلوار سے میرا خیمہ گرا دیا جائے ورنہ تیرے ... دولت سے بھاگنا میرا دستور نہیں ہے

از آں زمان کہ بر آں آستاں نہادم روی ۷ فراز مسند خورشید تکیہ گاہ منست

اس وقت سے جبکہ اس کے آستانہ پر منہ رکھا ہے مسند خورشید میرا تکیہ گاہ بن گیا ہے

۸ گناہ اگرچہ نبود اختیار ما حافظ

اے حافظ اگرچہ گناہ کرنا ہمارے اختیار میں نہ تھا

تو در طریق ادب کوش و گو گناہِ منست

مگر شرط ادب یہی ہے کہ تو کہہ کہ گناہ میرا ہے

شرح ۲۔ اگرچہ قیامت کے روز ہمیں اپنے اعمال صالحہ پر ناز نہیں ہو سکتا اور زہد و ریاضت کا فخر نصیب نہیں لیکن عشق الٰہی میں آہ و نالہ ہماری طرف سے کافی عذر خواہ ہے اور بخشش کی امید ہے۔

لعل سیراب بخون تشنہ لب یار منست ۱ از پئے دیدن او دادن جاں کار منست

خون کا پیاسا اس سیراب میرے یار کا لب ہے اسے دیکھ کر جان دینا میرا کام ہے

شرم ازاں چشم سیہ بادش و مژگان دراز ۲ ہر کہ دل بردن او دید در انکار منست

اس کی لمبی لمبی مژگاں اور سیاہ آنکھوں سے شرم آنی چاہئے کہ جس کسی نے اس کی دل ربائی دیکھی ہے میرا انکار کرتا ہے

ساربان رخت بدروازہ مبر کاں سر کو ۳ شاہراہیست کہ منزلگہ دلدار منست

اے ساربان دروازہ پر مت جا کہ وہ پہاڑ کا دامن شاہراہ ہے جہاں میرا دلدار رہتا ہے

بندہ طالع خویشم کہ دریں قحط وفا ۴ عشق آں لولی سرمست خریدار منست

میں اپنی قسمت کا بندہ ہوں کہ ان دنوں جبکہ وفا کا قحط ہے اس سرمست لولی کا عشق میرا خریدار ہے

طبلہ عطر گل و درج عبیر افشانش ۵ فیض یک شمہ ز بوی خوش عطار منست

گلاب کے عطر کا طبلہ اور اس کی عبیر افشاں ڈبیہ میرے عطار کی خوشبو کے فیض کا ایک شمہ ہے

باغبان ہمچو نسیمم ز در خویش مراں ۶ کاب گلزار تو از اشک چو گلنار منست

[illegible] دروازہ سے مجھے مت دور کر کہ تیرے گلزار کا پانی آنسوؤں سے ہے مجھے گلنار سے

۷ شربت قند و گلاب از لب یارم فرمود — نرگس او کہ طبیب دل بیمار منست

قند و گلاب کی شربت یار کے لب سے اس کی نرگسی آنکھ — نے جو میرے دل بیمار کی طبیب ہے عطا فرمائی

۸ آنکہ در طرز غزل نکتہ بہ حافظ آموخت

جس نے حافظ کو طرز غزل میں نکتہ آفرینی کی تعلیم کی

یار شیریں سخن نادرہ گفتار منست [5]

وہ میرا یار شیریں سخن فصیح و بلیغ ہے

تشریح ۵ - یہ غزل نعتیہ ہے - آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا پسینہ مبارک گلاب تھا اس لئے یہ آپ کے ہی فیض کا ایک تتمہ ہے - کہ باغ جہاں معطر ہو چونکہ نور محمدی سے موجودات کا ظہور ہوا اس لئے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فیض ہے کہ موجودات ہے -

۸ - آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی فصاحت و بلاغت نے ہی نکتہ آفرینی کی ہمیں تعلیم کی -

۱ روزگاریست کہ سودائے بتاں دین منست — غم این کار نشاط دل غمگین منست

عرصہ سے بتوں کے عشق کا سودا میرا دین و مذہب ہے — اس کام میں جو غم حاصل ہوتا ہے وہ میرے غمگین دل کی خوشی اور [illegible]

۲ دیدن روئی ترا دیدۂ جان می باید — ویں کجا مرتبہ چشم جہاں بین منست

تیرا چہرہ دیکھنے کے لئے جان کی آنکھ چاہیے — یہ مرتبہ میری آنکھ کا کہاں ہے جو جہاں کو دیکھ رہی ہے

۳ تا مرا عشق تو تعلیم سخن گفتن کرد — خلق را ورد زباں مدحت و تحسین منست

جب سے تیرے عشق نے مجھے بات کرنے کی تعلیم کی ہے — خلق خدا کی زبان پر ہر وقت میری تعریف ہے

۴ دولت فقر خدایا بمن ارزانی دار — کیں کرامت سبب حشمت و تمکین منست

اے خدا فقر کی دولت مجھے عنایت فرما — کہ یہ کرامت میری حشمت و عزت کا باعث ہے

۵ واعظ شحنہ شناس ایں عظمت گو مفروش — زانکہ منزلگہ سلطان دل مسکین منست

واعظ کو جو کوتوال کو جانتا ہے کہو کہ اپنی بڑائی نہ کرے — کیونکہ سلطان کی منزل گاہ ہمارا مسکین دل ہی ہے

۶ یارب ایں کعبۂ مقصود تماشاگہ کیست — کہ مغیلان طریقش گل و نسرین منست

اے خدا یہ کعبہ مقصود کس کا جلوہ گاہ ہے — کہ اس کے راہ کے کانٹے میرے [illegible] کے پھول ہیں

[5] یار شیریں سخن یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ۱۲

یار ما باش کہ زیب فلک و زینت دہر میرا دوست بن کہ آسمان کی زینت اور دنیا کی زیبائش	۷	**از مہ روی تو و اشک چو پروین منست** تیرے چاند سے مکھڑے اور میرے پروین جیسے آنسوؤں کے باعث
۸	**حافظ از حشمت پرویز دگر قصہ مخوان** اے حافظ خسرو و پرویز کا جاہ و جلال اب ایک کہانی ہے **کہ لبش جرعہ کش خسرو شیرین منست** کہ اس کے لب میرے ہی خسرو شیریں گفتار کے فیض یافتہ ہیں	

تشریح :- ۱- ہمارا مذہب ؛ ایمان تو عشق ہے اور اس عشق میں جو غم و الم حاصل ہو وہی ہمارے دل کی خوشی ہے۔
۲- اس آنکھ سے وحدت کا مشاہدہ نہیں ہو سکتا - جو کثرت کی دیکھنے والی ہے - مشاہدہ جلوہ حقیقی کے لئے چشم باطن درکار ہے -
۳- ہمیں بات کرنے کا سلیقہ و شعور نہ تھا مگر تیرے عشق نے یہ بھی سکھا یا یعنی بوجہ عشق ہم نے جو کچھ محسوس کیا اس کا اظہار اشعار میں کیا چوٹ کھائے ہوئے دل سے اثر کرنے والی بات نکلتی ہے - لوگ ہمارا کلام سنکر متاثر ہوتے ہیں۔ اور واہ واہ کرتے اور داد دیتے ہیں -
۴- "واللہ الغنی وانتم الفقراء" فقر کی دولت کسی خوش نصیب کو حاصل ہوتی ہے - فقر وہ ہے جس کا تعلق اللہ تعالی کی صفت غنا سے ہے - اس لئے فقر کی وجہ سے معیت حق حاصل ہوتی ہے - جس خوش قسمت کو یہ دولت ملے اسے زوال کا اندیشہ نہیں -
۵- خواجہ صاحب "شحنہ" سے مراد شیطان لیتے ہیں - جو بنی آدم کو بارگاہ ایزدی میں باریاب ہونے سے روکتا ہے -
۶- مطلب یہ ہے کہ اے زاہد اگر تجھے نفسانی خواہشات اور شیطانی فریب کی معرفت حاصل ہے تو کونسی بڑی بات ہے - دل شکستہ پیدا کر کہ اس دل میں خدا کا گھر ہے - مگر خواجہ زاہد کو طنزاً کہتے ہیں کہ کیا ہوا اگر تو کوتوال کا دوست ہے یہ خیال نہ کر کہ تو کوتوال کی دوستی کے باعث بڑا آدمی بن گیا ہے - کوتوال تو سلطان کا ایک ادنی ملازم ہے - اور سلطان عالم کی جگہ ہمارے دل میں ہے - الغرض صرف زہد و مجاہدہ سے کچھ نہیں بنتا - درد عشق پیدا کرنا چاہیے - مجاہدہ سے صرف یہی ہوتا ہے کہ ہر وقت شیطان کا سامنا رہتا ہے - اور عشق کے باعث ہر وقت یاد الہی -
۹- کعبہ عرب میں ہے - جہاں ریگستان اور خار مغیلاں کے سوا اور کچھ نہیں - "واد غیر ذی ذرع" ہے اس لئے کعبہ تک پہنچنے کے لئے سفر نہایت دشوار ہے - مگر اس راستہ میں ہمیں کانٹے بھی پھول معلوم ہوتے ہیں - کیونکہ شوق اور محبت سے جاتے ہیں -
۷- فی الحقیقت زمین و آسمان کی زینت بلکہ موجودگی عشق کی وجہ سے ہے جو عاشق و معشوق میں رابطہ ہے اس لئے عاشقوں کا حق ہے کہ اللہ تعالی کی دوستی کا دم بھریں - اور یہی مستحق ہیں کہ اللہ تعالی نگاہ مہر سے ان کی طرف دیکھے -
۸- پرویز ایرانی بادشاہ کا نام ہے - قصہ مشہور ہے کہ فرہاد ایک عورت شیریں نامی پر عاشق ہو گیا - پرویز بھی شیریں کا خواہاں تھا - دنیاوی جاہ و حشمت نے شیریں کو بھی بادشاہ کی طرف مائل کر دیا - اور بیچارہ فرہاد مبتلائے مصیبت ہو کر بھی کامیاب نہ ہوا - آخر خودکشی کی ۔ "خسرو پرویز" سے مراد اس جگہ بظاہر "حیات الدنیا و زینتہا" ہے - خواجہ حافظ

فرماتے ہیں کہ یہ دنیا اور اس کی زینت ایسی نہیں کہ اس میں دل لگایا جائے۔ اگرچہ یہ بھی اسی دلدار کے جلوے سے معمور ہے۔ مگر بہتر یہ ہے کہ دلدار کی طرف متوجہ ہوں۔

ای شاہد قدسی کہ کشد بند نقابت	۱	وی مرغ بہشتی کہ دہد دانہ و آبت
اے معشوق حقیقی تیرا بند نقاب کون کھولتا ہے		اے مرغ بہشتی تجھے آب و دانہ کون دیتا ہے۔
رفتی ز کنار من دل خستہ بناگاہ	۲	تا جائی کہ شد منزل و ماوائی کہ خوابت
تو مجھ دل خستہ کی بغل سے یکایک چلا گیا		کونسی جگہ تیری منزل ہے اور کونسا مقام تیری خوابگاہ ہے
خوابم بشد از دیدہ دریں فکر جگر سوز	۳	کاغوش کہ شد منزل آسائش و خوابت
اس فکر جگر سوز سے میری آنکھوں میں نیند حرام ہوگئی		کہ کس کا آغوش تیری منزل اور آسائش اور خوابگاہ ہے
درویش نمی پرسی و ترسم کہ نباشد	۴	اندیشۂ آمرزش و پروائے ثوابت
تو درویش کو پوچھتا نہیں اور مجھے ڈر ہے کہ تجھے		(روز قیامت) بخشش کی فکر اور اجر کی پرواہ نہیں ہے
راہ دل عشاق زد آں چشم خماری	۵	پیداست ازیں شیوہ کہ مست است شرابت
اسی چشم مست نے عاشقوں کے دل کی راہ زنی کی		اس سے ظاہر ہے کہ تیری شراب مست ہے
ہر نالہ و فریاد کہ کردم نشنیدی	۶	پیداست نگارا کہ بلند است جنابت
جس قدر میں نے نالہ و فریاد کی تو نے نہ سنی		اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ تیری درگاہ بہت بلند ہے
ای قصر دل افروز کہ منزلگہ انسی	۷	یارب نکناد آفت ایام خرابت
اے دل لبھانے والے محل تو کس کی منزل گاہ ہے		خدا کرے زمانہ کی بلاؤں سے خراب نہ ہو
دور است سر آب دریں بادیہ ہشدار	۸	تا غول بیاباں نفریبد بسرابت
اس جنگل میں پانی دور ہے ہوشیار رہنا		غول بیاباں تجھے سراب دکھا کر فریب نہ دیں
تیری کہ زدی بر دلم از غمزہ خطا رفت	۹	تا باز چہ اندیشہ کند رای صوابت
وہ تیر غمزہ جو تو نے میرے دل پر مارا خطا گیا		اب دیکھیں کہ تیری رائے صواب کیا تجویز کرتی ہے
تا در رہ پیری بچہ آئیں روی ای دل		[illegible]
اے دل دیکھیں کہ بڑھاپے کا راستہ کس طرح طے کرتا ہے		جوانی کے دن [illegible]

حافظ نہ غلامیست کہ از خواجہ گریزد

حافظ وہ غلام نہیں کہ مالک سے بھاگ جائے

لطفے کن و باز آکہ خرابم ز عتابت

مہربانی فرما اور لوٹ آکہ تیرے عتاب سے حال خراب ہے

تشریح ۱ - حیرت ہے کہ وہ کون خوش نصیب ہے جس نے معشوق کے چہرہ سے نقاب کو اٹھا کر دیدار حاصل کیا ہے اور وہ کون صیاد ہے کہ اس مرغ کو آب و دانہ کا لالچ دیکر دام میں لاتا ہے اور قابو کرتا ہے -

۴ - درویشوں کی خبرگیری نہیں کرتا - شاید بروز حشر تجھے ضرورت نہیں کہ اس نیکی کے عوض تجھے اجر ملے - اور تجھے بخش دیں فی الحقیقت معشوق حقیقی کو اس کی ضرورت نہیں اس لئے تو یہ استغنا وغیرہ ہے -

۵ - تیری مست آنکھوں کا اثر دل پر ایسا ہوا ہے کہ وہ بھی ہوشیار نہیں رہا - اور راستہ سے بھٹک گیا ہے - اس لئے تیری آنکھ دل کے حق میں شراب ہے جو مست کر دیتی ہے -

۶ - یعنی تیری جناب اس قدر بلند ہے کہ ہمارا نالہ و فریاد وہاں تک پہنچ نہیں سکتا -

۷ - "قصر دل افروز" سے مراد یا تو "یہ دنیا ہے یا قلب" ہے - جہاں وہ معشوق حقیقی جلوہ فرما ہے -

۸ - "غول بیاباں" کی نسبت مشہور ہے کہ مسافروں کو جنگلوں میں چراغ کا شعلہ نظر آتا ہے - مسافر سمجھتا ہے کہ اس جگہ آبادی ہے اور اس کے نشان پر جاتا ہے - مگر وہ شعلہ اتنی ہی دور دکھائی دیتا ہے - مسافر بھٹک جاتا ہے - یہ واقعہ نورات کو پیش آتا ہے - دن کے وقت آفتاب سے ریت کے ذرے چمکتے ہیں اور دور سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ دریا لہریں لے رہا ہے - مسافر جو پیاسے ہوتے ہیں اس کی طرف جاتے ہیں - مگر یہ پانی اتنی ہی دور نظر آتا ہے - یہاں تک کہ مسافر دوڑ دھوپ کے بعد مر جاتا ہے - اسے "سراب" کہتے ہیں - شعر کا مطلب یہ ہے کہ منزل مقصود دور ہے اور وہ پانی جو تشنگی وصل کو بجھائے دور ہے - ذرا ہوشیار رہنا کہ اس راستہ میں غول بیابانی یعنی شیطان "سراب" کی صورت میں فریب نہ دے اور گمراہ نہ کر دے - پھر کبھی منزل مقصود پر نہ پہنچو گے -

---

۱

باغ مرا چہ حاجت سرو و صنوبر است

میرے باغ کو سرو اور صنوبر کی کیا ضرورت ہے

شمشاد سایہ پرور من از کہ کمتر است

میرا ناز پرور وہ شمشاد کس سے کمتر ہے

۲

ای نازنین پسر تو چہ مذہب گرفتہ

اے نازنین پسر تو نے کیا مذہب اختیار کیا ہے

کت خون ما حلال تر از شیر مادر است

کہ تجھے ماں کے دودھ سے زیادہ میرا خون حلال ہے

۳

چوں نقش غم ز دور بہ بینی شراب خواہ

جب غم کی صورت تو دور سے دیکھے شراب طلب کر

تشخیص کردہ ایم و مداوا مقرر است

میں نے یہی تشخیص کی ہوئی ہے کہ مقرر علاج یہی ہے

۴ در راه ما شکسته دلی میخرند و بس
میرے راستہ میں شکستہ دلی کے خریدار ہیں اور بس
بازار خود فروشی ازان سوی دیگرست
خود فروشی کا بازار وہ دوسری طرف ہے

۵ از آستان پیر مغاں سر چرا کشم
میں پیر مغان کے آستانہ سے سر کیوں اٹھاؤں
دولت دریں سرا و کشائش دریں درست
دولت اسی سرا میں ہے اور کشائش اسی دروازہ پر ہے

۶ یک قصہ بیش نیست غم عشق و این عجب
عشق کا غم ایک قصہ سے زیادہ نہیں اور تعجب یہ ہے
از ہر کسی کہ می شنوم نامکررست
جس کسی سے سنتا ہوں مختلف ہی کہانی بیان کرتا ہے

۷ شیراز و آب رکنی و این باد خوش نسیم
شیراز اور نہر رکن آباد، اور یہ خوش گوار نسیم کے جھونکے
عیبش مکن کہ خال رخ ہفت کشورست
ان کا عیب بیان نہ کر ہفت کشور کا خال ہے

۸ فرقست خضر کہ ظلمات جای اوست
آب خضر میں جس کا مقام ظلمات ہے اور
تا آب ما کہ منبع اش اللہ اکبرست
ہمارے آب میں جس کا سرچشمہ اللہ اکبر ہے فرق ہے

۹ دی وعدہ داد وصلم و در سر شراب داشت
کل وصل کا وعدہ دیا اور شراب سے سرمست تھا
امروز تا چہ گوید و بارش چہ در سرست
دیکھئے آج کیا کہتا ہے اور سر میں کیا سمائی ہے

۱۰ ما آبروی فقر و قناعت نمی بریم
ہم فقر و قناعت کی آبرو نہیں کھوتے
با پادشہ بگوی کہ روزی مقدرست
بادشاہ کو کہو کہ روزی مقدر میں مقرر ہے

۱۱ حافظ چہ طرفہ شاخ نباتیست کلک تو
اے حافظ تیرا قلم کیا طرفہ شاخ نبات ہے
کش میوہ دلپذیر تر از شہد و شکرست
جس کا میوہ شہد و شکر سے زیادہ دل لبھانے والا ہے

شرح - ۱ - وہ بہشت جس کی رونق سرو و صنوبر اور درختوں سے ہے اور جو ظاہر پرستوں کی خواہشات کا گھر ہے ہمارا مقام نہیں - ہمیں تو وہ باغ چاہیے جہاں وہ شمشاد قد خرام ناز کرتا ہے - یعنی جلوہ دلدار حقیقی نظر آتا ہے -
۲ - اے محبوب تو نے کیا شیوہ اختیار کر رکھا ہے کہ ہمارا خون شیر مادر سے زیادہ حلال سمجھا ہے
۳ - غم و الم اور تفکرات کو دور کرنے کا مجرب علاج شراب ہی ہے -
۴ - شکستہ دلی اور عجز و انکساری اللہ تعالے کے راستہ میں مقبول ہے خود بینی کا راستہ گمراہی ہے -

[illegible] حضرت [illegible] ہر ایک مختلف رنگ دکھاتا ہے۔ اس کی شکل میں [illegible]
[illegible] رنگ سے شخص میں مختلف رنگ اور کیفیت ہے۔ اس طرح [illegible]
[illegible] صاحب شیخ کے دانوں کو شمار کرتے ہیں اور برہمن زنارداری میں گرفتار ہے۔ تماشا دیکھتے ہیں
[illegible] ہیں۔ مگر حقیقت سے واقف عاشقان الٰہی ہیں جن کا نغمہ سب سے نرالا ہے۔
ان اشعار کی شرح حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی سوانح عمری میں کی گئی ہے۔ مگر وہ مجازی معنی ہیں۔ حقیقی مطلب وہ ہے کہ
آب حیات ظلمات میں ہے اور خضر اس کی تلاش میں سرگرداں رہے۔ اور ہمارا پانی اس سرچشمے سے ملتا ہے جس
کا نام اللہ اکبر ہے۔ یعنی ہمیں فیض اللہ تعالیٰ کے بحر رحمت سے ملتا ہے۔ اللہ اکبر، شیراز میں ایک چشمہ کا نام ہے۔ اور
شیراز اور نہر رکن آباد اور نسیم ہمارا وطن مالوف ہے۔ یعنی ہمارا وجود ہے۔ اسے حقارت کی نظر سے نہ دیکھو۔ ایسے وجود
عالم کی زینت ہیں۔

خاکساران جہان را بحقارت منگر ؛ تو چہ دانی کہ درین گرد سواری باشد

۱۱۔ اس شعر کے معنی بھی سوانح عمری میں لکھے ہیں۔ اس غزل میں بعض نسخوں میں یہ شعر بھی ہے

باما آکہ در فراق تو چشم زگریہ باز ؛ چون گوش روزہ دار بر اللہ اکبرست

۱
شگفتہ شد گل حمرا و گشت بلبل مست
سرخ پھول کھلا اور بلبل مست ہوئی
صلای سرخوشی ای عاشقان بادہ پرست
ای بادہ پرست عاشقو خوشی و خرمی کی عام دعوت ہے

۲
اساس توبہ کہ در محکمی چو سنگ نمود
توبہ جو ایسی معلوم ہوتی ہے جیسے پتھر
ببین کہ جام زجاجی چگونہ اش بشکست
دیکھنا جام زجاجی نے اسے کس طرح توڑ دیا

۳
بیار بادہ کہ در بارگاہ استغنا
شراب لاکہ استغنا کی دربار میں
چہ پاسبان و چہ سلطان چہ ہوشیار چہ مست
پاسبان، سلطان، ہوشیار، مست سب برابر ہیں۔

۴
ازین رباط دو در چون ضرورتست رحیل
اس دو دروازہ والے مسافرخانہ سے جب سفر کرنی ضرورت ہے
رواق و طاق معیشت چہ سربلند و چہ پست
تو عمر بسر کرنے کے لئے رہائشی مکان بلند ہو یا پست دونوں برابر ہیں

۵
مقام عیش میسر نمی شود بی رنج
بغیر رنج کے عیش میسر نہیں ہوتا
بلی بحکم بلا بستہ اند روز الست
روز الست میں "بلی" کو بلا کے حکم سے باندھا ہے

۶
بہست و نیست مرنجان ضمیر و خوش می باش
ہونے یا نہ ہونے سے اپنا دل رنجیدہ مت کر اور خوش رہ
کہ نیستست سرانجام ہر کمال کہ ہست
کیونکہ ہر ایک کمال جو موجود ہے نیست ہی ہو کر رہے گا

۷ شکوه آصفی و اسپ باد و منطق طیر
آصف جاہ و جلال اور بادرفتار گھوڑا اور منطق طیر
بباد رفت و ازاں خواجه هیچ طرف نه بست
سب برباد ہوگیا اور خواجہ نے اس سے فائدہ نہ اٹھایا

۸ ببال و پر مرو از ره که تیر پرتابی
اس بات پر نہ بھولنا کہ بال و پر رکھتا ہوں کہ تیر
هوا گرفت زمانی ولی بخاک نشست
تھوڑی دیر تک ہوا میں رہا مگر خاک میں آگرا

۹ زباں کلک تو حافظ چه شکر آں گوید
اے حافظ تیری قلم کی زبان کس طرح شکریہ ادا کرسکتی ہے
که تحفهٔ سخنش می برند دست بدست
کہ تیرے کلام کا تحفہ ہاتھوں ہاتھ لے جا رہے ہیں۔

۱ زلف آشفته و خوی کرده و خندان لب و مست
زلف پریشان کی ہوئی اور پسینہ میں تر اور ہنستا ہوا اور مستی کے عالم میں
پیرهن چاک و غزلخوان و صراحی در دست
جامے کے بند کھلے ہوئے اور غزلیں پڑھتا ہوا اور صراحی ہاتھ میں

۲ نرگسش عربده جوی و لبش افسوس کناں
اسکی نرگسی آنکھیں آمادہ فساد اور لبوں پر افسوس کے کلمات
نیم شب مست ببالین من آمد بنشست
آدھی رات کے وقت مست میرے سرہانے کے قریب آیا اور بیٹھ گیا

۳ سر فرا گوش من آورد بآواز حزیں
میرے کان کے پاس منہ رکھ کر دبی زبان میں کہا
گفت کای عاشق شوریده من خوابت هست
اے شوریدہ عاشق کیا تو سو رہا ہے؟

۴ عاشقی را که چنیں باده شبگیر دهند
جس عاشق کو ایسا پیالہ شراب رات کے وقت پیش کیا جائے
کافر عشق بود گر نبود باده پرست
وہ تو عشق کا منکر ہے اگر شراب نہ پیے۔

۵ برو ای زاهد و بر دردکشاں خرده مگیر
اے زاہد جا اور تلچھٹ پینے والوں پر نکتہ چینی نہ کر
که ندادند جز ایں تحفه بما روز الست
کہ ہمیں یہ تحفہ روز ازل میں ملا ہے۔

۶ آنچه او ریخت به پیمانه ما نوشیدیم
اس نے جو کچھ پیمانہ میں ڈالا ہم نے پی لیا۔
اگر از خمر بهشت ست وگر باده مست

خندۂ جام می و زلف گرہ گیر نگار
جام شراب کے خندہ اور معشوق کے پیچ و خم والی زلف نے

ای بسا توبہ کہ چون توبہ حافظ بشکست
بے شمار توبہ کو حافظ کی توبہ کی طرح توڑ ڈالا

۱۔ رندانہ غزل لاجواب اور مرصع ہے شعر (۱) تا (۴) قطعہ بند ہیں چند لفظوں میں معشوق کے دل لبھانیوالے انداز کو اس خوبی سے بیان کیا ہی کہ یہ صرف خواجہ حافظ علیہ الرحمۃ کی فصاحت و بلاغت کلام کا خلاصہ ہے۔

۵ تا ۶ قطعہ بند ہیں اس میں زاہد یعنے اہل آخرت اور اہل اللہ یعنے صاحبان درد عشق کا مقابلہ کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر ایک شخص کو اس کی استعداد اور قابلیت کے موافق کام سپرد کیا ہی ع "ہر کسے را بہر کارے ساختند" ہماری سرشت میں عشق ڈالدیا۔ اور تمہاری طبیعت میں بہشت کی نعمتوں کی خواہش دونوں اپنے اپنے مدعا کو حاصل کرنے کے لئے کوشش کرتے ہیں تم تو شراب بہشت پرست ہو اور ہم شراب عشق پی کر مدہوش ہیں ؎

زاہد نہ تم پیو نہ کسی کو پلا سکو + کیا بات ہے تمہارے شراب طہور کی

اس مضمون کے اکثر اشعار خواجہ رحمۃ اللہ کے دیوان میں ملتے ہیں اور خواجہ رحؒ "روز الست" سے ایک دلیل اخذ کرتے ہیں ایک تو یہ کہ جو کچھ کسی کی سرشت میں ہے وہی ظہور میں آئے گا ع

آخر آں روئد کہ اول کاشت ست

دوسرے یہ کہ اگر زہد و ریاضت و حمد و ثنا و تسبیح و تہلیل ہی ہماری پیدائش کی غرض ہوتی تو فرشتوں کا اعتراض بجا تھا اور اس کام کیلئے کیا فرشتے کچھ کم تھے معلوم ہوتا ہے کہ صرف تسبیح و تہلیل ہی غرض نہ تھی بلکہ اس کے سوائے کچھ اور بھی غرض خواجہ رحؒ ان لوگوں کو جو بہشت کے دلدادہ ہیں مخاطب کرتے ہیں کہ ہم دونوں مست ہیں تم خمر بہشت سے اور ہم بادۂ عشق الٰہی سے سرشار ہیں اب دیکھنا یہ ہے کہ خدا کو کیا منظور ہے ؎

زاہد شراب کوثر و حافظ پیالہ خواست | تا در میان خواستہ کردگار چیست

خدا چو صورت ابروی دلربای تو بست
جب اللہ تعالیٰ نے تیرے ابرو کی دلکش صورت بنائی

گشاد کار من اندر کرشمہای تو بست ۱
اسی وقت سے میری امیدوں کو تیری کرشموں سے وابستہ کردیا

ہزار سرو چمن را بخاک راہ نشاند
ہزاروں سرو چمن کو تیرے راستہ کی خاک پر ڈالدیا

زمانہ تا قصب زرکش قبای تو بست ۲
زمانہ نے جب تجھے زریں قبا پہنائی؛

مرا و مرغ چمن را ز دل ببرد آرام
میرے اور باغ کے جانوروں کے دل سے آرام جاتا رہا

سحر گہان کہ دل ہر دو در نوای تو بست ۳
صبح کے وقت جبکہ دونوں کا دل تیری رسیلی آواز پر لگا؛

زکار ماؤ دلِ غنچہ بس گرہ بگشود میرے کام کی مشکل حل ہو گئی اور غنچہ دل کی گرہ کھل گئی	۴	نسیم صبح چو دل در رہ ہوائے تو بست نسیم صبح کے باعث کہ دل تیرا ہوا خواہ تھا
مرا بہ بند تو دوران چرخ راضی کرد آسمان کی گردش نے مجھے تیری قید میں رضامند تو کرلیا	۵	ولی چہ سود کہ سر رشتہ در رضائے تو بست مگر اس کا کیا فائدہ جبکہ اختیار تیرے ہاتھ میں دیدیا
چو نافہ بر دل مسکین من گرہ مفگن نافہ کی طرح میرے مسکین دل پر گرہ نہ ڈال؛	۶	کہ عہد با سر زلف گرہ گشائے تو بست کہ تیری گرہ کھولنے والی زلف کے ساتھ اسنے عہد باندھا ہوا ہے
تو خود حیات دگر بودی ای زمان وصال اے زمانۂ وصل! تو غیر کے نالش ہی کے لئے تھا؛	۷	خطا نگر کہ دل امید در وفائے تو بست یہ میرے دل کا قصور تھا کہ تجھ سے وفا کی امید رکھتا تھا
ہم از نسیم تو روزی کشایشے یابد ممکن ہے کہ کسی روز تیرے نسیم سے کشائش کا منہ دیکھے	۸	چو غنچہ ہر کہ دل خویش در ہوائے تو بست غنچہ کی طرح جسنے دل تیری محبت میں لگایا ہوا ہے؛

۹	ز دست جور تو گفتم ز شہر خواہم رفت تیرے ظلم کے ہاتھوں سے تنگ آ گیا ہیں، کہا کہ شہر چھوڑ دونگا بخندہ گفت برو حافظا کہ پائے تو بست ہنس کر جواب دیا کہ ای حافظ جاؤ تیری پاؤں کسنے باندھے ہوئے ہیں

۳۔ اس شعر کا مطلب یہ ہے کہ مرغ چمن اور میرے دل کا صبر و قرار جاتا رہا کیونکہ دونوں تیری ہی یاد میں نواسنج ہیں اور یہ کہ قرآن شریف کی آیات کی طرف اشارہ ہے۔ تُسَبِّحُ لَهُ السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهِنَّ وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُمْ (پارہ ۱۵ رکوع ۴)

ای ہدہد صبا بسبا میفرستمت اے ہدہد صبا میں تجھے سبا کی طرف روانہ کرتا ہوں	۱	بنگر کہ از کجا بہ کجا میفرستمت دیکھ تو سہی کہ میں تجھے کہاں سے کہاں بھیجتا ہوں
حیف ست طائری چو تو در خاکدان دہر افسوس ہے کہ تیرے جیسا طائر اس خاک کی دنیا میں ہو	۲	زینجا با آشیان وفا میفرستمت میں تجھ کو اس جگہ سے وفا کے گھونسلہ میں روانہ کرتا ہوں

۳
ای غایب از نظر که شدی همنشین دل
اے محبوب تو نظر سے غائب ہے اور دل میں رہتا ہے
میگویمت دعا و ثنا میفرستمت
میں تیرے حق میں دعا کرتا ہوں اور ثنا خواں ہوں

۴
هر صبح و شام قافلهٔ از دعای خیر
ہر صبح و شام دعائے خیر کا قافلہ
در صحبت شمال و صبا میفرستمت
باد صبا اور باد شمال کے ہمراہ روانہ کرتا ہوں

۵
در راه عشق مرحلهٔ قرب و بعد نیست
عشق کے راستہ میں قرب اور دوری کی منزل نہیں ہے
می بینمت عیان و دعا میفرستمت
میں تجھے ظاہر دیکھتا اور دعائیں کرتا ہوں

۶
تا مطربان ز شوق منت آگهی دهند
اس لئے کہ مطرب میرے شوق سے تجھے آگاہ کریں
قول و غزل بساز و نوا میفرستمت
اپنا کلام اور اشعار نغمہ اور ساز کیساتھ بھیجتا ہوں

۷
در روی خود تفرج صنع خدای کن
اپنے چہرہ میں صنعت الٰہی کی سیر کر
کائینهٔ خدای نما میفرستمت
اسلیئے ایسا آئینہ جسمیں خدا نظر آئے روانہ کرتا ہوں

۸
تا لشکر غمت نکند ملک دل خراب
اس لیئے کہ تیرے غم کا لشکر ملک دل خراب کرے
جان عزیز خود بفدا میفرستمت
میں اپنی پیاری جان تیری قربانی کیلیئے بھیجتا ہوں

۹
ساقی بیا که هاتف غیبم بمژده گفت
اے ساقی آ کہ ہاتف غیب نے خوشخبری کیساتھ کہا ہے؛
با درد صبر کن که دوا میفرستمت
درد غم پر صبر کر کہ دوا بھیجتا ہوں

۱۰
هر دم غمی فرست مرا و بگو بناز
مجھے ہر ایک دم کیساتھ تازہ غم بھیج اور ناز سے کہہ کہ
کاین تحفه از برای خدا میفرستمت
یہ تحفہ خدا کے واسطے بھیجتا ہوں؛

۱۱
حافظ سرود مجلس ما ذکر خیر تست
اے حافظ ہماری مجلس کا سرود تیرا ذکر خیر ہے؛
تعجیل کن که اسپ و قبا میفرستمت
جلدی کر کہ اسپ اور قبا روانہ کرتا ہوں؛

۱۔ تشریح ہدہد کی نسبت افسانے مشہور ہیں جو غلط ہیں کہتے ہیں کہ حضرت سلیمان کی حکومت ہوا اور جانوروں اور جنوں اور انسانوں پر تھی ہوا پر آپ کا تخت اُڑتا تھا اور جانور غیر ممالک کی خبریں لاتے تھے ان میں ایک ہدہد بھی تھا جو شہر سبا کی طرف گیا اور ملکہ بلقیس کی خبر لایا واقع اصل میں اس طرح ہے کہ "ہدہد" ایک شخص کا نام ہے جو حضرت سلیمان علیہ السلام کے سپہ سالاروں میں سے تھا۔ بائیبل میں ایک شخص 'ہدعزر' کا نام آتا ہے اور غالباً یہی شخص تھا اس شعر میں "ہدہد صبا" سے مراد صبا ہے اور معنے قاصد ہیں معشوق کے حالات کی خبر دیتا ہے اور غالباً حقیقی معنے "روح" کے ہیں اور صبا سے مراد عالم ارواح ہے مطلب یہ ہے کہ روح کا جو ایک لطیف اور پاکیزہ مخلوق ہے اس خاکی بدن میں جو کثیف اور ظلمت کدہ ہے رہنا اچھا معلوم نہیں ہوتا میں اس کو آشیانہ وفا یعنی اس کی اصل کی طرف روانہ کرتا ہوں جو عالم نور ہے اور بطور قاصد کے بھیجتا ہوں کہ معشوق حقیقی کو پیغام دے کہ "جب دل میں تمہیں تم ہو تو آنکھوں سے نہاں کیوں ہو"۔

۷۔ یہ نعتیہ شعر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعریف میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود اللہ تعالیٰ کی صنعت کا نمونہ ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں صفات الٰہی جلال و جمال کا ظہور اس طرح ہوا ہے کہ کسی شخص میں نہ ہوگا اور نہ ہوا۔ آئینہ خدا نما کا یہ مطلب ہے کہ آئینہ میں اپنی صورت نظر آتی ہے اس لئے جب آئینہ دیکھینگے تو ظاہر ہوگا کہ آپ کی صورت رحمٰن ہی کی شکل پر ہے۔

ممکن ہے کہ اس شعر کا یہ مطلب ہو کہ ہر ایک انسان کو چاہیئے کہ اپنے وجود میں غور کرے اور دیکھے کہ فی الحقیقت یہ وجود اس کی صنعت ہے جو خالق حقیقی ہے اور جب اپنے نفس کی معرفت حاصل ہوگی تو اللہ تعالیٰ کی معرفت بھی ہوگی اور ذاتی معرفت آئینہ خدا نما ہوجائے گی اس سے خود بخود نتیجہ یہ پیدا ہوگا کہ ہمارا خالق کوئی ہے من عرف نفسہ فقد عرف ربہ

۱۱۔ معشوق کی مجلس میں غزلیں نغمہ و ساز کے ساتھ گاتے ہیں اور یہ غزلیں خواجہ حافظ رح کی تصنیف ہیں گویا خواجہ صاحب کا ہی اس مجلس میں ذکر خیر ہو رہا ہے اور معشوق کی توجہ اپنی طرف ہے اس لئے امید ہوسکتی ہے کہ ایک نہ ایک دن نہیں بلکہ جلدی خلعت قبولیت عطا ہو ✦

---

۱ ای غایب از نظر بخدا می سپارمت | جانم بسوختی و بدل دوست دارمت

اے مطلوب جو نظر سے غائب ہے تجھے خدا کو سونپتا ہوں | تو نے میری جان کو جلایا اور تجھے دل سے دوست رکھتا ہوں

۲ تا دامن کفن نکشم زیر پای خاک | باور مکن کہ دست ز دامن بدارمت

جبتک کفن کا دامن خاک کے پاؤں کے نیچے نہ کھینچونگا | یقین نہ کر کہ ہاتھ تیرے دامن سے اٹھا لوں گا

۳ محراب ابروم بنما تا سحرگہے | دست دعا برآرم و در گردن آرمت

اپنے ابروں کی محراب دکھا تاکہ بوقت صبح | دعا کے لئے ہاتھ اٹھاؤں اور تیری گردن میں ڈالوں

گربا دم شدن سوئے ہاروت بابلے اگر ہاروت بابلی کی طرف میرا گذر ہو	۴	صد گونہ ساحری بکنم تا بیارمت سو طرح کی جادو کروں اور تجھ کو لاؤں
خواہم کہ پیش میرمت اے بیوفا طبیب ای بیوفا طبیب چاہتا ہوں کہ تیرے سامنے جان دوں	۵	بیمار باز پرس کہ در انتظارمت بیمار پرسی کر کہ تیرا منتظر ہوں
صد جوئے آب بستہ ام از دیدہ در کنار آنکھوں سے ہر طرف سو نہریں پانی کی بہادی ہیں	۶	بر بوئے تخم مہر کہ در سینہ کارمت اس امید پر کہ تیری محبت کا بیج سینہ میں کاشت کر
میگریم و مرادم ازیں چشم اشکبار میں روتا ہوں اور چشم اشکبار سے میری مراد یہ ہے	۷	تخم محبت ست کہ در دل بکارمت کہ محبت کا بیج دل میں بوؤں
بارم دہ از کرم بر خود تا بسوز دل مہربانی سے مجھے اپنے پاس بلا لو تا کہ سوز دل سے	۸	در پائے دمبدم گہر از دیدہ بارمت تیرے پاؤں پر اپنی آنکھوں سے موتی نثار کرد
گر دیدہ و دلم کند آہنگ دیگرے اگر آنکھ اور دل کسی غیر کی طرف مائل ہوں	۹	دل را بر آتش افگنم و پیش آرمت تو دل کو آگ پر جلاؤں اور تیرے سامنے لاؤں
خونم بریخت و ز غم ہجرم خلاص داد میرا خون گرایا اور فرقت کے غم سے آزاد کیا	۱۰	منت پذیر غمزۂ خنجر گزارمت میں تیرے خنجر غمزہ کا شکر گذار ہوں

۱۱

حافظ شراب و شاہد و رندی نہ وضع تست
اے حافظ شراب اور شاہد بازی اور رندی تیری وضع کے خلاف ہے

فی الجملہ میکنی و فرو میگذارمت
مگر تو یہ کام کرتا ہے اور میں چشم پوشی کرتا ہوں

ا تشس ح طلب ہمیشہ غائب کی ہوتی ہے جب تک مطلوب غائب ہے۔ طلب موجود ہے۔ جب مط
ہاتھ میں ہو تو طلب نہیں رہتی اس لئے مطلوب کو غائب قرار دینا بالکل صحیح ہے اور علاوہ ازیں

کے مطابق ہے کہ معشوق حقیقی غائب ہے مطلب یہ ہے کہ اے معشوق حقیقی خدا حافظ تو تو مجھے آتش ہجر میں جلا رہا ہے اور میں ابھی تک تجھ پر جان دیتا ہوں معشوق حقیقی کو اس لئے دعا دیتا ہے کہ یہ بھی امر واقع ہے یعنے وہ خدائی کی صفات میں پوشیدہ ہے اور ہم اس کے حضور دعائیں ہی مانگا کرتے ہیں۔

۲۔ جب تک میں نہ مرجاؤں تب تک ممکن نہیں کہ تیری طلب میں کوشش نہ کروں۔

۳۔ قصہ مشہور ہے کہ ہاروت اور ماروت شہر بابل میں جادو سکھایا کرتے تھے مطلب یہ ہے کہ اگر ہاروت کی طرف میرا گذر ہو تو اس سے جادو سیکھ کر میں بچہ قابو میں لاؤں۔ ہاروت اور ماروت کی نسبت بہت غلط افسانے مشہور ہیں اصل واقعہ یہ ہے کہ ہاروت اور ماروت دو شخص بنی اسرائیل سے تھے اس وقت اہل بابل نے غلبہ حاصل کیا تھا اور یروشلم پر حملہ کرکے مسخر کر لیا اور بنی اسرائیل کو قید کر کے بابل میں لائے اور ان کو غلام بنایا اور اپنے مکانات تعمیر کرائے بنی اسرائیل نے کوشش کی کہ قید غلامی سے آزاد ہو جاویں اس لیئے ایک خفیہ مجلس قائم کی اور ہاروت اور ماروت کو اپنا سردار بنایا اس مجلس کے رازوں کو پوشیدہ رکھنے کے لیے سخت کوشش کی گئی اشارے مقرر کیئے گئے جن سے خاص خاص باتیں سمجھوم ذہنی تھیں عورتوں کو اس میں بالکل دخل نہ تھا اسیطرح بنی اسرائیل نے اہل فارس سے سازش کی اور اپنی امداد کے لئے بلایا۔ اہل فارس نے بابل پر حملہ کیا اور بنی اسرائیل نے شہر کے اندر بغاوت کی اور آخر آزادی حاصل کی۔ بنی اسرائیل نے اس خفیہ مجلس کو آئیندہ ہمیشہ قائم رکھا اور اس کے ذریعہ کارہائے نمایاں انجام دیئے موجودہ زمانہ میں فری میسن یہی خفیہ مجلس ہے جس کے "گرانڈ ماسٹر" ہاروت اور ماروت کی طرح ہوتے ہیں اس مجلس میں کوئی عورت شامل نہیں ہو سکتی "فری" کے معنے آزاد اور "میسن" کے معنے معمار کے ہیں چونکہ بنی اسرائیل اس وقت بحالت غلامی معماری کا کام کرتے تھے اور آلات معماری سے اشارات مقرر کیئے تھے اور یہی ان کی آزادی کا رانہ تھا اس لیئے اس مجلس کا نام بھی "مجلس آزاد معمار" ہوا۔ جو اب تک قائم ہے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں مدینہ منورہ میں بھی ایک مجلس بنی اسرائیل کی قائم تھی اور ان لوگوں نے سازش کی کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کریں مگر چونکہ آنحضرت اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں تھے اس لئے وہ لوگ کامیاب نہوئے چنانچہ اس کے مطابق قرآن شریف میں بھی ذکر ہے اور اس خفیہ مجلس کے راز افشا کیئے گئے ہیں ٭

۱

بجان خواجہ و حق قدیم و عہد درست
مجھے اپنے خواجہ کی جان اور پرانے حقوق اور درست عہد و پیمان کی قسم

کہ مونس دم صبحم دعائے دولت تست
کہ میرے صبحدم کا مونس تیرے دولت کی دعائیں ہیں

۲

سرشک من کہ ز طوفان نوح دست ببرد
میرے آنسو جو طوفان نوح سے بھی زبردست ہیں

ز لوح سینہ نیارست نقش مہر تو شست
لوح سینے سے تیرے محبت کا نقش مٹا نہیں سکتے

۳

بکن معاملہ واین دل شکستہ بخر
آؤ سودا کرلو اور یہ ٹوٹا ہوا دل مول لے لو

کہ با شکستگی ارزد بصد ہزار درست
کہ شکستگی کی قیمت لاکھ درست کے برابر ہے

۴

شدم ز عشق تو شیدائے کوہ و دشت و ہنوز
تیرے عشق میں کوہ و دشت میں مارا مارا پھر رہا ہوں مگر ابھی تک

نمیکنی بترحم نطاق سلسلہ سست
رحم فرما کر زنجیر کی کڑیوں کو ذرا ڈھیلا نہیں کرتا

۵

ملامتم بخرابی مکن کہ مرشد عشق
مجھے میرے خراب حال پر ملامت نہ کر کہ مرشد عشق نے

حوالتم بخرابات کرد روز نخست
مجھے روز ازل سے خرابات کے سپرد کر دیا ہے

۶

دلا طمع مبر از لطف بے نہایت دوست
اے دل دوست کے لطف بے غایت پر توقع نہ کر

چو لاف عشق زدی سر بباز چابک و چست
جب عشق کا دم بھرتا ہے تو دلیرانہ سر بیچ دے

۷

زبان مور بر آصف دراز گشت ازاں
چیونٹی نے آصف پر اس لئے زبان درازی کی

کہ خواجہ خاتم جم یاوہ کرد و باز نجست
کہ خواجہ نے خاتم جم کھو دیا اور پھر تلاش نہ کیا

۸

بصدق کوش کہ خورشید زاید از نفست
صدق میں کوشش کر کہ تیرے دم سے آفتاب پیدا ہوگا

کہ از دروغ سیہ روئی گشت صبح نخست
کہ صبح کذب کی وجہ سے پہلے سیاہ رو ہوتی ہے

۹

مرنج حافظ و از دلبراں وفا کم جوئے
اے حافظ رنج نہ کر اور دلبروں سے وفا کی امید نہ رکھ

گیاہ باغ چہ باشد چو این گیاہ نرست
باغ کا گھاس کیا شئے ہے اگر یہ گیاہ نہ اُگے

[illegible] منزلت میں جو عجب معنے ہے اور اب تک اسپر قائم رہے اور اسی پہنچ کی قسم جو اللہ تعالی کی ذات ہے۔ ہم
[illegible] کی مدت ہے دل سے دعا میں لیکن کچھی اور آن ہوتی ہے ہم ہر وقت تیری یاد میں لگے رہتے ہیں
[illegible] وزاری کا یہ حال ہے کہ طوفان نوح بھی اس کے سامنے ہیچ ہے مگر اس پانی سے اتنا نہیں ہو سکتا کہ عشق
[illegible] سینہ پر سے دہو ڈالے:

شکستہ دلی عجب چیز ہے اس کا خریدار سوائے خدا کے اور کون ہو سکتا ہے تمام دنیا اور آخرت بھی اسکی قیمت کے برابر نہیں
[illegible] قیمت سے مراد دنیا اور آخرت ہے واقعی آخرت کے مقابلہ میں دنیا صد اور آخرت ہزار ہے مگر دونوں ملا کر
شکستہ دل کے برابر نہیں اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ٹوٹے ہوئے دل کی قیمت لاکھ موتی سے بھی بڑھ کر ہے:

[illegible] دیوان میں اکثر اشعار خرابی وخرابات کے مضامین پر لکھے گئے ہیں صاحب گلشن راز فرماتے ہیں کہ۔

خراباتی شدن از خود رہائیست — خودی کفرست اگر خود پارسائیست

خرابات از جہان بے مثالیست — مقام عاشقان لا اُبالیست

خرابی وخراباتی سے مراد ترک خود پرستی ہے یعنے اپنی ہستی موہومہ کو بالکل خراب کرنا ہی اور بھلا اپنے وجود کو جو
محض ہستی موہومہ ہے مستقل ہستی سوائے ہستی حق سمجھتے ہیں اس ہستی کو فنا کرنا سالک کے مد نظر ہوتا ہے:
جب سالک جو اپنی ہستی موہومہ کو فنا کرتا ہے خراباتی ہوا تو خرابی اسی وجود موہومہ کی ہوگی اور خرابات وہ مقام ہے
جہاں سالک اس ہستی کو فناء کرتا ہے یعنے مقام فناء خرابات ہے:

خواجہ فرماتے ہیں کہ ظاہر پرست تو اس ہستی موہومہ کی عمارت کو خواہشات نفسانی میں مسلک ہو کر روز بروز پختہ کر
رہے ہیں اور ہم اسکو ویران کر رہے ہیں ظاہر پرست جو حقیقت حال سے [illegible] ناواقف ہیں ملامت کرتے ہیں ہماری معذرت جب
یہی ہے کہ میاں ہم کیا کریں اللہ تعالے نے ہماری سرشت میں اسی امر کی خواہش پیدا کر دی۔ ہر کسے را بہر کارے ساختند:

۷ حضرت سلیمان علیہ السلام اور چیونٹی کا قصہ مشہور ہے مطلب یہ ہے کہ مور یعنے نفس امارہ اسلیئے کہ آصف
یعنے وزیر سلیمان علیہ السلام (روح) کے سامنے بڑھ بڑھ کر باتیں بناتا ہے کہ اسپر بوجہ انگشتری کے جس پر اسم اعظم کندہ تھا
گم ہونیکے روح کا قابو نہیں رہا جب اللہ تعالی کی یاد سے غافل ہوا ہوا و ہوس میں گرفتار رہا:

۸ - آفتاب کے طلوع ہونیسے پیشتر صبح کا عجب سماں ہوتا ہے پہلے صبح کاذب کا طلوع ہوتا ہے افق پر روشنی نمودار ہوتی ہے
مگر یک لخت پھر اندھیرا چھا جاتا ہے اسے کاذب کہتے ہیں اس کے بعد پھر روشنی ہوتی ہے جو صبح صادق ہے اور آفتاب
طلوع ہوتا ہے شعر کا مطلب یہ ہے کہ جھوٹ سچ کو پوشیدہ کرتا ہے۔ جھوٹ بمنزلۂ باطل یعنے عدم ہے اور صدق حق یعنی ہستی مطلق
ہے کوشش کرنی چاہیئے کہ باطل کا پردہ اُٹھ جائے اور حقیقت کا مشاہدہ ہو خواجہ نے کیسی اچھی مثال پیش کی ہے کہ صبح
صادق کے بعد آفتاب طلوع ہوتا ہے اور صبح کاذب بیہودہ ہوتی ہے۔ فاعتبروا یا اولی الابصار:

۹ بعض نسخوں میں یہ شعر بھی ہے: ہزار بار اگر عاشقے نگارے را + بیازمود دلش سخت بود پیمان ست

خلوت گزیدہ را بتماشا چہ حاجت است — ۱ — چوں کوئی دوست ہست بصحرا چہ حاجت است

گوشہ نشین کو سیر و تماشہ کی کیا حاجت ہے — جب یار کی گلی موجود ہے تو جنگل اور صحرا کی کیا حاجت ہے

جانا بحاجتے کہ ترا ہست با خدای — ۲ — آخر دمی بپرس کہ ما را چہ حاجت است

اے دوست تجھے اس حاجت کی قسم جو تجھے خدا تعالی سے ہو — کبھی تو پوچھا ہوتا کہ ہمیں کیا حاجت ہے:

۳ ای پادشاہ حسن خدا را بسوختیم
خدا کے لیے ہم جل گیا اے شاہ حسن
باری سوال کن کہ گدا را چہ حاجت است
اتنا تو پوچھ کہ گدا کی کیا حاجت ہے

۴ ارباب حاجتیم و زبان سوال نیست
ہم حاجتمند ہیں لیکن سوال کی طاقت زبان میں نہیں
در حضرت کریم تمنا چہ حاجت است
تیری کریمی کی درگاہ میں تمنا کی کیا حاجت ہے

۵ جام جہان نماست ضمیر منیر دوست
دوست کا دل جام جہاں نما ہے
اظہار احتیاج خود آن جا چہ حاجت است
اس جگہ ضرورتوں کو بیان کرنے کی کیا ضرورت ہے

۶ آن شد کہ بار منت ملاح بردمی
وہ وقت گذر گیا کہ ملاح کی منتیں اور خوشامدیں کیا کرتے تھے
گوہر چو دست داد بدریا چہ حاجت است
جب گوہر مقصود مل گیا تو اب دریا کی کیا حاجت ہے

۷ ای مدعی برو کہ مرا با تو کار نیست
اے مدعی جا کہ مجھے تجھ سے کچھ کام نہیں
احباب حاضرند باعدا چہ حاجت است
دوست موجود ہیں دشمن سے کیا کام ہے

۸ محتاج جنگ نیست گرت قصد خون ماست
اگر میرے خون کرنے کا ارادہ ہے تو مقابلہ کی ضرورت نہیں
چون رخت از آن تست بیغما چہ حاجت است
جب سب لباس تیرا ہے تو لوٹ کھسوٹ کی کیا ضرورت ہے

۹ ای عاشق گدا چو لب روح بخش یار
اے محتاج عاشق جب لب یار روح بخش
میداندت وظیفہ تقاضا چہ حاجت است
تجھے دیا گیا ہے تو وظیفہ کا تقاضا کرنا عبث ہے

۱۰ حافظ تو ختم کن کہ ہنر خود عیان شود
اے حافظ تو بس کر کہ ہنر خود بخود ظاہر ہو جائیگا
با مدعی نزاع و محاکا چہ حاجت است
مدعی کے ساتھ لڑنے جھگڑنے کی کیا ضرورت ہے

۱۔ شرح ترک دنیا کرنے اور جنگلوں میں چھپنا اور مجاہدہ کرنے سے خدا نہیں ملتا۔ بلکہ خلوت دل میں بیٹھ جانے جو یار کی گلی ہے "صحرا" سے مراد دنیا اور تماشا سے مراد حیٰوۃ الدنیا و زینتہا۔ اور "خلوت" سے مراد ترک دنیا مطلب یہ ہے کہ جو شخص ترک دنیا کر چکا ہے وہ دنیا کی زینت پر ہرگز مائل نہیں ہو سکتا۔ دنیا کو صحرا سے نہایت مناسب تشبیہ دی ہے کہ یہاں خاک ہی چھاننی پڑتی ہے اور جو کچھ ہے لغو، بے بود ہے۔

۱۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے خطاب ہے۔ کہ آپ کی حاجت روائی تو خدا کرتا ہے کبھی آپ ہماری حاجتوں کو دریافت فرماویں کہ آپ کی وساطت اور شفاعت سے ہی کام بنے گا؛

۲ و ۴۔ جب اللہ تعالیٰ حاضر و ناظر اور ہمارے تمام دل کے بھیدوں سے واقف بلکہ ان ضرورتوں سے آگاہ ہے جن کا علم ہمیں نہیں تو کیا ضرورت ہے کہ ہم ان کو زبان پر لائیں؛ اس کو تو اس کی اطلاع پہلے سے ہے؛ رضا ہی پر شکر و صبر کرنا چاہیئے؛

۵۔ احسان ناخدا کا اُٹھائے میری بلا + کشتی خدا پہ چھوڑ دوں لنگر کو توڑ دوں؛ ہر ایک مقصد حاصل کرنے کا ایک نہ ایک ذریعہ ہوتا ہے۔ اور اس لئے حصول مقصد کے واسطے اس ذریعہ کی تلاش کی جاتی ہے؛ جب گوہر مقصود ہاتھ آجاتا ہے؛ تو یہ ذریعہ بے کار ہو جاتا ہے۔ ملاح کی منت تو اس لئے کی جاتی ہے کہ دریا کے پار کنارے لگا دے؛ یا ایسی جگہ لے جائے جہاں گوہر دستیاب ہو؛ جب گوہر مل گیا تو نہ تو دریا سے کچھ کام رہا اور نہ ملاح سے غالباً ملاح سے مراد اس جگہ مرشد ہے۔ پیر ہستی کی حد میں آتا ہے کہ کنارے لگا دے اسی واسطے اسکو اصطلاح میں بت پرستی کہتے ہیں جس کو آخر کار ترک کرنا پڑتا ہے؛

۷۔ مدعی سے مراد شیطان ہے کہ اس نے دعوےٰ کیا کہ میں انسان سے بہتر ہوں؛

۸۔ ہمارا جسم جو روح کا لباس ہے اللہ تعالیٰ کی عنایت ہے اور روح بھی اسی کا عطیہ ہے اگر واپس لے لے تو ہمارا کیا مقابلہ ہو سکتا ہے؛

۹۔ جب روح امر ربی ہے اور امر ربی سے مراد ہے تو گویا خدا اس کے لبوں سے زندگی حاصل ہوتی ہے اور اس کی برابر کوئی نعمت نہیں تو انسان اور کیا مانگ سکتا ہے؛

۱۰۔ شیطان سے لڑنے جھگڑنے کی ضرورت نہیں اس کا دعوےٰ اور ہمارا انکسار خود بخود ظاہر کر دیگا کہ خوبی کس بات میں ہے؛

خوشتر ز عیش و صحبت و باغ و بہار چیست اس سے بہتر اور کیا ہو سکتا ہے باغ و بہار ہو اور عشرت ہو	۱	ساقی کجاست گو سبب انتظار چیست ساقی کہاں ہے بتا تو کس قدر دیری کا کیا سبب
معنی آب زندگی و روضۂ ارم آب حیات اور بہشت کے معنے کیا ہیں؛	۲	جز طرف جوئبار و مے خوشگوار چیست ندی کے کنارہ اور خوشگوار شراب کے سوا اور کیا ہو سکتے ہیں؛
ہر وقت خوش کہ دست دہد مغتنم شمار خوشی کی گھڑی جو میسر ہو غنیمت سمجھ	۳	کس را وقوف نیست کہ انجام کار چیست کسی کو معلوم نہیں کہ انجام کیا ہونے والا ہے
پیوند عمر بستہ بموئیست ہوش دار عمر کا بال سے پیوند ہے ہوشیار رہ	۴	غمخوار خویش باش غم روزگار چیست اپنا غمخوار بن روزگار کا غم کیا کھاتا ہے

۵

راز درون پردہ چہ داند فلک خموش

پردہ کے راز تو فلک کو بھی معلوم نہیں چپ رہ

ای مدعی نزاع تو با پردہ دار چیست

اے مدعی تجھے پردہ دار سے کیا جھگڑا ہے؟

۶

مستور و مست ہر دو چو از یک قبیلہ اند

گوشہ نشین اور مست چونکہ ایک ہی خاندان سے ہیں

ما دل بعشوہ کہ دہیم اختیار چیست

ہم کس کے عشوہ پر دل دوں اپنا اختیار ہی کیا ہے

۷

سہو و خطای بندہ گرش نیست اعتبار

اگر بندہ کی غلطیوں اور بھول پر گرفت کریں تو کیا ٹھکانہ کر

معنی عفو و رحمت پروردگار چیست

پروردگار کے عفو اور بخشش اور رحمت کے پھر کیا معنے ہیں

۸

زاہد شراب کوثر و حافظ پیالہ خواست

زاہد نے شراب کوثر اور حافظ نے شراب کا پیالہ طلب کیا کر

تا در میان خواستہ کردگار چیست

دیکھئے اس میں خدا کی مرضی کے مطابق کیا ہوتا ہے

۱ و ۲ - چاروں شعر قطعہ بند ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ دنیا میں ہمیں فرصت کا وقت ملا ہے لازم ہے کہ ہم اسے ضائع نہ کریں: "الدنیا مزرعۃ الاخرۃ" اور وہ کام کریں جو کل کام آئے۔ طلب ہو تو صادق اور ہمیشہ کی زندگی حاصل کرنا حقیقی مدعا ہو دنیا گذشتنی و گزاشتنی ہے عمر چند روزہ ہے اور اس کا بھی اعتبار نہیں اس لئے جو وقت ہے نہایت بیش قیمت ہے کیونکہ پھر ہاتھ نہ آئے گا "گیا وقت پھر ہاتھ آتا نہیں" اس لئے اپنا ذکر کرنا چاہیے کوئی دم اس کی یاد سے غافل نہ رہنا چاہیئے "باغ و بہار - ولب جوئبار" آیات مظاہر قدرت الہی ہیں انہیں دیکھنا چاہیے شیخ سعدی رح فرماتے ہیں ؎ ما مداداں کہ تفاوت نکند لیل و نہار + خوش بود دامن صحرا و تماشائے بہار کہ امروز نہ بیند اثر قدرت او + غالب آنست کہ فرداش نہ بیند دیدار "ومن کان فی ہذہٖ اعمیٰ فہو فی الاخرۃ اعمیٰ"

۳ - مستور سے مراد تجلی باطنی ہے اور مست سے مراد تجلی ظاہر ہے اور ہر ایک شخص جانتا ہے کہ "ہو الاول اور ہو الباطن" یعنے وہی ظاہر اور وہی باطن ہے؛ چونکہ تحقیقات خواہ ظاہر ہوں گی خواہ باطن ایک ہی سے نکلی ہیں اس لئے طبیعت خواہ ظاہر پر مائل خواہ باطن پر اصل دونوں کا ایک ہے اور نتیجہ تو یہ ہے کہ یہ کچھ ہمارے اختیار کی بات نہیں کہ خود ہی دونوں میں سے کس کو منتخب کریں دل بے اختیار ایک نہ ایک پر مائل ہوتا ہے جس شخص نے ان کی حقیقت کو سمجھ لیا ہے وہ خواہ کسی حال میں ہو اس کو معیت حق حاصل ہوتی ہے خواجہ رح نے اس شعر میں بھی "جبر" کی تعلیم دی ہے؛

بدرد و صاف ترا حکم نیست دم درکش
کہ ہر چہ ساقی ما ریخت عین الطاف است

۱
ماہ ام ایں ہفتہ شد از شہر و بچشم سالیست
میرا چاند ایک ہفتہ سے اس شہر سے گیا ہے اور مجھے یہ عرصہ سال کے برابر نظر آتا ہے
حال ہجراں تو دانی کہ چہ مشکل حالیست
تو کیا جانتا ہے کہ جدائی کی گھڑیاں مشکل سے بسر ہوتی ہیں

۲
مردم دیدہ ز لطف رخ او در رخ او
آنکھ کی پتلی نے اسکے چہرہ کی لطافت کے باعث اسکے چہرہ میں
عکس خود دید و گماں کرد کہ مشکین خالیست
آفتاب کا عکس دیکھا اور گمان یہ کیا کہ سیاہ خال ہے

۳
اے کہ انگشت نمائی بکرم در ہمہ شہر
تیرے کرم اور مہربانی کا شہر میں یہاں تک چرچا ہے کہ لوگ انگلیاں اٹھاتے ہیں
وہ کہ در کار غریباں عجبت اہمالیست
تعجب ہے کہ ہم غریبوں کے کام میں اسقدر سستی اور دیری کرتا ہے

۴
میچکد شیر ہنوز از لب ہمچوں شکرش
اسکے ہونٹوں سے ابھی تک دودھ میٹھی میٹھی باتوں کیطرح ٹپکتا ہے
گرچہ در عشوہ گری ہر مژہ اش قتالیست
اگر چہ عشوہ گری میں اسکی ہر ایک پلک قتل کرنیوالی ہے

۵
بعد ازینم نبود شائبہ در جوہر فرد
اسکے بعد مجھے جوہر فرد یعنے تیری یکتائی میں کچھ شبہہ نہ ہوگا
کہ دہان تو درین نکتہ خوش استدلالیست
کہ اس نکتہ کے سمجھنے کیلئے تیرا دہن نہایت عمدہ دلیل ہے

۶
مژدہ دادند کہ بر ما گذری خواہی کرد
مجھے خوشخبری ملی ہے کہ تیرا گذر میری طرف ہوگا
نیت خیر مگردان کہ مبارک فالیست
نیک نیت بدلنی نہ چاہیئے کہ نیک فال ہے

۷
کوہ اندوہ فراقت بچہ حیلت بکشد
تیری جدائی کا پہاڑ حافظ خستہ دل کس طرح
حافظ خستہ کہ از نالہ تنش چوں نالیست
اٹھائے کہ نالہ سے اس کا بدن نال بن گیا ہے

۱۔ شرح اس شعر میں لفظی اور معنوی دونوں خوبیاں ہیں۔ ماہ کے معنے چاند بھی ہیں۔ اور مہینہ بھی ہے۔ اور شہر کے معنے مہینہ بھی ہے اور بستی بھی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ میرا ماہ تو اس شہر سے ہجرت کرکے چلا گیا۔ ابھی تک ہفتہ گذرا ہے مگر ایک ہفتہ مجھے سال کے برابر ہے۔

۲۔ یہ لاجواب شعر فرد ہے۔ اس سے بہتر کوئی کیا کہیگا۔ مطلب یہ ہے کہ اس کے رخسار اس قدر لطیف اور روشن ہیں کہ سورج کا عکس اس میں سیاہ خال نظر آتا ہے یعنے اس کے رخ روشن کے مقابلہ میں آفتاب کی روشنی بمنزلہ سیاہی کے ہے۔ سیاہ خال اور آنکھ کی پتلی میں بھی مشابہت ہے جس نے شعر کے لطف کو دو بالا کر دیا ہے۔

۳۔ آپ کی رحمت کا تمام جہان مداح ہے چنانچہ جس راہ سے گذرتے ہو لوگ اشارے سے بتاتے ہیں وہ صاحب

جو کرم تشریف لا رہے ہیں۔ تعجب ہے کہ ہماری حاجت کس لئے پورا نہیں کرتے ؛

۴۔ آپ کی کم سنی کا یہ عالم ہے کہ ابھی دودھ کے دانت ہیں مگر آنکھوں میں فتنے کوٹ کوٹ کر بھرے ہیں۔ جو عمر دیکھو تو بھولی بھالی پہ قہر و آفت غضب خدا کا ؛

۵۔ دہن کی تنگی دہن کا حسن ہے اس لئے نکتہ سے مشابہت دیتے ہیں خواجہ حافظ رہ فرماتے ہیں کہ اس باریک نکتہ کو سمجھنے کے لئے کہ تو جوہر فرد ہے تیرا نظیر کوئی نہیں اور اس لئے تیرے جیسا یا تیرا ملنا محال ہے تیرا دہن ایک عمدہ دلیل ہے کہ وہ بھی نکتہ موہوم ہے کہ نظر نہیں آتا۔ یعنے ذات بے ہمتا کی معرفت کا ذریعہ صفات ہیں اور اسی ذریعہ سے استدلال ہو سکتا ہے کہ وہ وحدہٗ لاشریک لہٗ ہے۔ اس شعر میں خواجہ رح نے ایک ادق مسئلہ کا حل اشارات میں کر دیا ہے۔ جوہر فرد کو اصطلاح حکما میں "جزو لایتجزیٰ" کہتے ہیں۔ حکما دلائل سے یہ ثابت کرتے ہیں کہ اجسام کی ترکیب جزو لایتجزیٰ سے ہوئی ہے یہ رائے حکماء متکلمین کی ہے لیکن اس کے برخلاف ایک اور فرقہ حکماء کا ہے۔ جو یہ کہتا ہے کہ ایسا جزو۔ جو لائق تقسیم نہ ہو عدم ہے اس لئے وجود کا اطلاق ایسے جزو پر نہیں ہو سکتا۔ لیکن متکلمین ایسے جزو کو وجود سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اگرچہ ایسا جزو نظراً قابل تقسیم نہیں مگر عقل و وہم و خیال میں اس کی تقسیم ہو سکتی ہے یہ ایک ایسا مسئلہ ہے کہ خود حکما بھی مشتبہ ہیں کہ جزو لایتجزیٰ بھی موجود ہو سکتا ہے یا نہیں خواجہ کہتے ہیں کہ مجھے تو کچھ شبہ نہیں کیونکہ میرے پاس ایک واضح دلیل موجود ہے اور وہ یار کا دہن ہے جو بوجہ تنگی۔ جزو لایتجزیٰ ہے مگر جب کہتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ قابل تقسیم ہے۔ نکتہ موہوم کی قیمت کو وہ کر رہے ثابت دم گفتار ہیں۔ (شارح) وہاں تنگ تو ایک نکتہ موہوم۔ جزو لایتجزیٰ ہے مگر بوقت خندہ یا دم گفتار تقسیم کو بالبداہت ثابت کرتا ہے ؛

زمانہ حال میں عناصر کی تعداد ستر سے زیادہ دریافت ہوئی ہے۔ حکماء نے موجودہ زمانہ میں اس رائے کو دقیع سمجھا ہے کہ موجودات میں جوہر فرد یا دیمقراطیسی اور ایتھر ہیں مگر پایہ ثبوت کو کوئی قیاس نہیں پہنچتا۔ کیونکہ ہر ایک شئے خواہ وہ جوہر فردہ سے موسوم ہو یا ایتھر میں ایک دوسری میں تبدیل ہو سکتی ہے اور ہوتی ہے اس لئے عموماً محققین وحدت وجود کے قائل ہیں ؛

اشارات میں "دہن" سے مراد نکتہ وحدت ہے۔ جو "وجود" سے تعبیر ہوتا ہے۔ وحدت برزخ ہے اور احدیت اور واحدیت کے درمیان ہے احدیت اور واحدیت کو اصطلاح میں عدم کہتے ہیں۔ اس لئے وجود دو عدموں کے درمیان ہے۔ ان تینوں مراتب کو "علی" کہتے ہیں واحدیت ظہور میں مرتبہ اجسام ہے اور یہ محض صورتیں ہیں اور عدم میں احدیت کو عدم اس لحاظ سے کہتے ہیں کہ اس مقام میں ہر ایک شئے عدم کا حکم رکھتی ہے یہ مرتبہ غیب غیب ہے اور اطلاق سے بھی پاک ہے۔ شعر کا مطلب یہ ہے کہ ہمیں وجود کے جوہر فرد یعنے یکتا ہونے میں کوئی شبہ نہیں کہ ہست نیست نما ہے یعنے وحدت وجود ہے جس نے وحدیت اور احدیت میں فرق پیدا کیا ہے اور لطف یہ ہے کہ یہ فرق فی الحقیقت نہیں۔ بلکہ علمی ہے جیسا کہ جوہر فردہ کی تقسیم فی الذہن ہے اس مسئلہ پر مفصل بحث کی گنجائش نہیں مسئلہ ادق ہے ؛

صحن بستان ذوق بخش و صحبت یاران خوش است | وقت گل خوش باد کز وی وقت میخوار...

باغ کا صحن ذوق بخش ہے اور یاروں کی صحبت خوش ہے | بہار کا موسم خوش ہے کہ اس سے شراب پینے والوں...

از صبا هر دم مشام جان ما خوش میشود
صبا سے ہر دم میرے روح کو تروتازگی حاصل ہوتی ہے

۲ آری آری طیب انفاس هواداران خوش است
ہاں سچ ہے کہ ہواداروں کے دم سے خوشی ہوتی ہے

ناگشوده گل نقاب آهنگ رحلت ساز کرد
گل کھلنے بھی نہ پایا کہ روانگی کا ارادہ کر لیا

۳ ناله کن بلبل که گلبانگ دل افگاران خوش است
اے بلبل نالہ وفغاں کر کہ جنکا دل پھٹ گیا ہو انکا نالہ بھلا معلوم ہوتا ہے

مرغ شبخوان را بشارت باد کاندر راه عشق
مرغ شبخواں کو خوشخبری ہو کہ عشق کے راستہ میں

۴ دوست را با ناله شبهای بیداران خوش است
دوست کو راتوں کے جاگنے والوں کا نالہ اچھا معلوم ہوتا ہے

گرچه در بازار دهر از خوشدلی جز نام نیست
اگرچہ دنیا کے بازار میں خوشدلی صرف نام ہی نام ہے

۵ شیوه رندی و خوش باشی عیاران خوش است
لیکن رندانہ وضع اور عیاروں کی خوش باشی سے خوشی حاصل ہوتی ہے

از زبان سوسن آزاده ام آمد بگوش
سوسن کی زبان سے یہ صدا میرے کانوں میں آئی

۶ کاندرین دیر کهن کار سبکباران خوش است
کہ اس پرانے دیر میں بے تعلق آدمی کا کام سب سے اچھا ہے

۷ حافظا ترک جهان گفتن طریق خوشدلیست
اے حافظ جہان کو چھوڑنا خوشدلی کا راستہ ہے
تا نپنداری که احوال جهانداران خوش است
تو یہ نہ سمجھنا کہ اہل دنیا کا حال خوش ہے

در دیر مغان آمد یارم قدحی در دست
شراب خانہ میں میرا یار پیالہ ہاتھ میں لئے ہوئے آنکلا

مست از می و میخواران از نرگس مستش مست

از نعل سمند او شکل مه نو پیدا
اسکے گھوڑے کی نعل سے ہلال کی شکل ظاہر ہوتی تھی

وز قد بلند او بالای صنوبر پست
اور اسکے بلند قد کے سامنے صنوبر کی بلندی بھی پست تھی

آخر چه گویم هست از خود خبرم چون نیست
کیونکر کہوں کہ ہے جبکہ مجھے اپنی خبر نہیں

از بهر چه گویم نیست با او نظرم چون هست
کیونکر کہوں کہ نہیں ہے جبکہ اسکے ساتھ نظر لگی ہوئی ہے

۴ چون شمع جهود من شب تا بسحر خود را — بیسوخت چو پروانه تا روز بپا بنشست

میرا محبوب پروانہ کی طرح جلایا اور آپ شمع کی طرح — تمام رات پاؤں پر کھڑا رہا

۵ شمع دل دمسازان بنشست چو او برخاست — افغان نظر بازان برخاست چو او بنشست

دمسازوں کی دل کی شمع بجھ گئی جب وہ محفل سے چلا — اور جب وہ بیٹھا تو نظر بازوں کے دل سے شور اٹھا

۶ گر غالیه خوشبو شد در گیسوی او آویخت — ور وسمه کمان کش شد با ابروی او پیوست

اگر نافہ خوشبو ہوا تو اس کی زلفوں سے الجھا — اگر وسمہ کماں کش ہوا تو اس کے ابرو سے پیوستہ ہوا

۷ باز آی که باز آید عمر شده حافظ

واپس آ کہ حافظ کی عمر گذشتہ واپس آئے

هر چند که ناید باز تیری که بشد از شست

ہر چند جو تیر کماں سے نکلا واپس نہیں آتا

۱ گل در بر و می در کف و معشوقه بکام ست — سلطان جهانم بچنین روز غلام ست

گل بغل میں اور شراب کا پیالہ ہاتھ میں اور معشوقہ اپنے مطلب کے مطابق ہے — جب ایسا روز نصیب ہو تو شاہ جہان میرے سامنے غلام ہے

۲ گو شمع میارید درین بزم که امشب — در مجلس ما ماه رخ دوست تمام ست

کہدو کہ شمع نہ لائیں اس بزم میں کہ آج رات — ہمری مجلس میں دوست کا چاند جیسا مکھڑا چودھویں کا ہے

۳ در مذهب ما باده حلال ست و لیکن — بی روی تو ای سرو گل اندام حرام ست

میرے مذہب میں شراب حلال ہے لیکن — تیرے چہرہ کے بغیر اے سرو گل اندام حرام

۴ گوشم همه بر قول نی و نغمهٔ چنگ ست — چشمم همه بر لعل لب و گردش جام ست

میرے کان بالکل بانسری کی آواز اور چنگ کے نغمہ پر لگے ہیں — اور آنکھ میری بالکل تیرے لعل لب اور پیالہ کی گردش پر لگ

۵ در مجلس ما عطر میامیز که جان را — هر لحظه به گیسوی تو خوشبوی مشام

ہماری مجلس میں عطر نہ چھڑک کہ روح کو — ہر وقت تیرے گیسوؤں سے خوشبو حاصل ہوتی

۶

از چاشنی قند مگو هیچ و ز شکر

قند و شکر کے ذائقہ کی نسبت کچھ نہ کہو

زاں رو کہ مرا از لب شیریں تو کامست

اس لئے کہ مجھے تو تیرے شیریں لبوں سے کام ہے

۷

تا گنج غمت در دل ویرانہ مقیم ست

جبتک تیرے غم کا خزانہ ہمارے ویران دل میں گڑا ہوا ہے

پیوستہ مرا کنج خرابات مقام ست

ہمیشہ میرا مقام خرابات کے گوشہ میں ہے

۸

از ننگ چہ گوئی کہ مرا نام ز ننگ ست

بدنامی کی نسبت کیا کہتا ہے ہم تو اسی بدنامی کے باعث مشہور ہیں

وز نام چہ پرسی کہ مرا ننگ ز نام ست

اور نیک نامی کی نسبت کیا پوچھتا ہے مجھے اس سے عار ہے

۹

میخوارہ و سرگشتہ و رندیم و نظر باز

شرابی اور سرگردان اور رند اور نظر باز ہوں

وانکس کہ چو ما نیست دریں شہر کدام ست

جو شخص مجھ سا اس شہر میں نہیں بتاؤ تو کون ہے

۱۰

با محتسبم عیب مگوئید کہ او نیز

میرے عیب کو کوتوال کے پاس بیان نہ کرو کہ وہ بھی

پیوستہ چو ما در طلب عیش مدام ست

میری طرح ہمیشہ عیش کی طلب میں مشغول ہے

۱۱

حافظ منشیں بی مے و معشوقہ زمانی

اے حافظ بغیر شراب اور معشوق کے کوئی دقت نہ بیٹھ

کایام گل و یاسمن و عید صیام ست

کیونکہ بہار کا موسم ہے اور ماہ رمضان کی عید کا دن ہے

۱- شرح ۱- جب اسباب عیش نصیب ہو تو یہ سمجھنا چاہیئے کہ اس کے مقابل میں ہفت اقلیم کی سلطنت بھی ہیچ ہے۔

۲ تا ۶- یہ اشعار قطعہ بند ہیں۔ شمع سے مراد حسن مجازی ہے اور وہ تمام سے مراد وحدت مطلق ہے۔ بادہ سے مراد عشق مجازی ہے۔ عطر دماغ کو معطر کرتا ہے اور اس شعر میں عطر سے مراد وہ اثر ہے جو حسن مجازی دل پر کرتا ہے۔ عطر و قند و شکر حقیقت مطلوبہ الٰہی ہیں ان اشعار میں خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نے مجاز و حقیقت کا موازنہ کیا ہے اس میں کچھ شک نہیں۔ کہ المجاز قنطرۃ الحقیقۃ اور بقول مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ

متاب از عشق رو گرچہ مجازیست + کہ ایں بہر حقیقت کارسازیست

مجاز جزو ہے تو حقیقت کل ہے۔ مجاز قطرہ ہے تو حقیقت دریا ہے۔ جزو میں کل کا تماشہ نظر آتا ہے۔ مگر قطرہ قطرہ ہے اور دریا دریا ہے۔ مجاز مقید ہے اور حقیقت مطلق ہے۔ مجاز حسن صورت ہے اور حقیقت حسن بے صورت کہ سالک مجاز ہی سے حقیقت کی طرف رجوع کرتا ہے جس طرح طالب علم الف بے سے شروع کرتا ہے اور آخر کار عالم ہو جاتا ہے یہی کیفیت سالک کی ہے کہ ابتدا میں تجلیات شہودی متعینہ میں فکر کرتا ہے جو اس کے قلب پر تجلی ہوتی ہیں یہ تجلیات بمنزلہ شمع ہوتی ہیں جو سالک کے خانۂ دل کو روشن کرتی ہیں۔ رفتہ رفتہ ترقی کرتا ہے "تا با خورشید"

عام فہم لفظوں میں اس شعر کا مطلب اس طرح ادا ہو سکتا ہے کہ عقل بصورت استدلال معرفت کا ابتدائی ذریعہ مگر بمنزلۂ شمع ہے، بقول صاحب گلشن راز؛ ؎

نہ بے کورے کہ او خورشید تاباں + بنور شمع جوید در بیاباں

عقل نور تو ہے مگر بمنزلۂ نور شمع ہے خورشید حقیقت کی جستجو اس شمع سے نہیں ہو سکتی عقل ایک خاص حد تک ساتھ دیتی ہے اس کے بعد وہ خود کہتی ہے۔ کہ

اگر یک سر موئے برتر پرم + فروغ تجلّے بسوزد پرم

اس لئے حواس اور عقل سے وہی کام لینا چاہیئے جو ان سے نکل سکتا ہے اور جس کے لئے یہ وضع ہوئے ہیں اور مجاز میں یہ خوب کام دیتے ہیں؛

خواجہؒ فرماتے ہیں کہ جبکہ مشاہدہ وجہ مطلق حاصل ہے تو اب ہم حسن مجازی سے بے نیاز ہیں یعنے اب عالم صورت کی قید سے آزاد ہیں باده عشق مجازی کچھ شک نہیں کہ حرام ہے اگر اس میں نفسانیت کا دخل ہے۔ بقول مولانا روم صاحب؛

ایں نہ عشق است آنکہ در مردم بود + ایں فساد از خوردن گندم بود

اِن اشعار میں خواجہؒ سلوک کی اعلےٰ تعلیم فرماتے ہیں کہ تقاضائے حسن یہ ہے کہ اس کا مشاہدہ نگاہ شوق کرے۔ سالک کو چاہیئے کہ دیکھے اور یہ سمجھے کہ وہ حسن ازلی کو دیکھ رہا ہے یہ اسی کے اسمائے وصفات کا ظہور ہو رہا ہے یعنے مشاہدہ مجاز میں بھی حقیقت کی طرف توجہ ہو۔ جس طرف خیال کرے وجہ اللہ کا خیال کرے۔ بلکہ ہر ایک امر میں وجہ اللہ کا تصور کرے؛ قرآن شریف کی حسب ذیل آیات پر غور کرو؛

"فاینما تولوا فثم وجہ اللہ" (۱-۱۴)

"کُلُّ مَنْ عَلَیْھَا فَانٍ وَیَبْقٰی وَجْہُ رَبِّکَ ذُو الْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ" (۲۷-۱۱)

"لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ۔ کُلُّ شَیْءٍ ھَالِکٌ اِلَّا وَجْھَہٗ" (۲۰-۱۱)

"وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَیْرٍ فَلِاَنْفُسِکُمْ وَمَا تُنْفِقُوْنَ اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْہِ اللہِ" (۳-۴)

"اِنَّمَا نُطْعِمُکُمْ لِوَجْہِ اللہِ لَا نُرِیْدُ مِنْکُمْ جَزَآءً وَّلَا شُکُوْرًا" (۲۹-۱۸)

سالک کے لئے نہائت ضروری امر یہ ہے کہ ہر ایک امر میں وجہ اللہ کا تصور کرے اگر کسی سائل کو طعام کھلاتا ہے تو وجہ اللہ کے لئے جس میں اپنی نفسانیت کو مطلق دخل نہ ہو جو جزا اور شکریہ کی تمنا کرتی ہے۔ بلکہ اپنے وجود میں بھی وجہ اللہ ہی کو دیکھے اور یہ تصور کرے کہ میں اپنے آپ کو طعام کھلا رہا ہوں اور اس لئے کسی شکریہ کا مستحق نہیں ہوں۔ سائل اور اپنی صورت کو نظرانداز کرے اور صرف وجہ اللہ کا مشاہدہ کرے۔ خواجہؒ فرماتے ہیں کہ اگر یہ کیفیت ہو تو عشق مجازی بھی حلال ہے' ورنہ حرام؛ لیکن جب وجہ مطلق میں محبت حاصل ہو تو مجاز حقیقت میں ہی جذب ہو جاتا ہے' افسوس ہے ان پر جو نفسانیت میں مبتلا ہیں ؛ ؎

فردا کہ پیشگاہ حقیقت شود پدید + شرمندہ رہروے کہ نظر بر مجاز کرد

۲۳۔ شراب عشق مشاہدہ کے بغیر کچھ مزہ نہیں دیتی ؛

۱۰۔ شیطان کے ساتھ ہمارے گناہوں کو نسبت دینا درست نہیں،' کیونکہ اس کے عمل اور ہمارے افعال بھی ایک ہی غرض پر مبنی ہیں۔ شیطان آدم کو اپنا رقیب سمجھتا ہے۔ کیونکہ دونوں خدا کی محبت میں مست ہیں اس لئے ایک دوسرے پر غیرت کی نگاہ رکھتا ہے؛

[ا]گر بلطف بخوانی مزید الطاف ست	۱		دگر بقہر برانی درون ما صاف ست
اگر مہربانی سے بلالو تو زیادہ لطف و کرم ہے			اگر قہر سے نکال دو تو ہمارا باطن صاف ہے
[ب]یان وصف تو گفتن نہ حد امکان ست	۲		چرا کہ وصف تو بیرون ز حد اوصاف ست
[تی]رے وصف کا بیان ممکن کی حد میں نہیں ہے			کیونکہ تیرے اوصاف اوصاف کی حد سے باہر ہیں
[بچ]شم عشق توان دید روئے شاہد را	۳		کہ نور دیدہ خوبان ز قاف تا قاف ست
[عا]شق کی آنکھ سے معشوق کو دیکھ سکتے ہیں			کہ خوبصورتوں کی آنکھ کا نور قاف سے قاف تک ہے
[بم]صحف رخ دلدار آیتے برخوان	۴		نہ ایں مقام مقالات کشف و کشاف ست
[مع]شوق کے مصحف رخسار سے آیت پڑھ			کہ یہ مقام کشف اور کشاف کے مقالات نہیں ہیں
[چو] سرو سرکشی ای یار سنگدل با ما	۵		چہ چشمہاست کہ بر روی تو ز اطراف ست
سرو کی طرح اے سنگدل دوست تو مجھ سے سرکشی کرتا ہے			دیکھ تو سہی کہ کتنی آنکھیں تیرے چہرہ کیطرف دیکھ رہی ہیں

عدو کہ منطق حافظ طمع کند در شعر

دشمن جو شعر میں حافظ کے بیان کی ہوس کرتا ہے

ہمان حدیث ہمای و طریق خطاف ست

یہی مثل ہما اور خطاف کی ہے

۱- شرح- عاشقان الٰہی کا عجب حال ہے کہ خواہ ان پر قہر و جلال بھی ہو ان کے دل پر کدورت نہیں آتی بلکہ اور زیادہ اشتیاق بڑھتا ہے اور اگر ان پر لطف الٰہی ہو تو سبحان اللہ۔

۲- چونکہ اس کے اسماء و صفات غیر محدود ہیں اس لئے ان کا بیان کب حد امکان میں ہو سکتا ہے اور ہم خود مقید اور محدود ہیں کب غیر محدود کی حمد و ثنا جو اس کے لائق ہے ادا کر سکتے ہیں۔

۳- کچھ شک نہیں کہ شاہد مقصود کا جلوہ عاشق کی آنکھ ہی دیکھ سکتی ہے اور اسی کا نور ہر جگہ جلوہ گر ہے- لیکن مصرع چشم و گوش را آں نور نیست۔ کثافت بشری اور ظاہر پرستی سے یہ راز نہیں پہنچتے۔

۴- کشاف تفسیر کا نام ہے اور کشف اسکی شرح ہے۔ ان کے مطالعہ سے کچھ حال نہیں کھلتا۔ ع قال را بگذار مرد حال شو۔ اور اصل بات یہ ہے کہ کشف سے بھی حقیقت کا انکشاف نہیں ہوتا۔ بلکہ منزل مقصود اس سے آگے ہے اور کشف کو کرامات وغیرہ ابتدائی مرحلے ہیں۔ مشاہدہ ہی سے معرفت حقیقی حاصل ہوتی ہے۔

۵- ہم سے سرکشی زیبا نہیں ذرا خیال تو کر کہ تجھ سے کس قدر امیدیں وابستہ ہیں اور کیا کچھ توقع کرتے ہیں اس سے لئے

...یف چاہو خلاف، ضرب المثل ہے۔ جس طرح ہم کہتے ہیں کہ مینڈکی کو بھی زکام ہوا۔ یا کوا ہنس کی چال چلا اپنی ... گیا۔ یعنے جو کچھ لطافت اور شیرینی حافظ رح کے کلام میں ہے کسی اور کے کلام میں کس طرح ہو سکتی ہے۔

۱

ما را ز خیال تو چه پروای شراب است
جب سے تیرا تصور باندھ رکھا ہے تو مجھے شراب کی پرواہ کیا ہے

خم گو سر خود گیر که خمخانه خراب است
شراب کے مٹکے کو کہو کہ اپنا سر کھائے کہ خمخانہ خراب ہو گیا ہے

۲

گر خمر بهشت است بریزید که بی دوست
اگر بہشت کی شراب بھی ہو تو گرا دو کہ دوست کے بغیر

هر شربت عذبم که دهی عین عذاب است
جو خوش ذائقہ شربت بھی ہے تو عین عذاب ہے

۳

افسوس که شد دلبر و در دیده گریان
افسوس کہ دلبر چلا گیا اور چشم گریاں ہیں

تحریر خیال خط او نقش بر آب است
اسکے خط کے تصور کی تحریر نقش برآب ہے

۴

بیدار شو ای دیده که ایمن نتوان بود
اے آنکھ جاگ کہ امن میسر نہیں ہو سکتا

زین سیل دمادم که درین منزل خواب است
اس بڑھتے ہوئے سیلاب سے کہ خواب گاہ میں ہے

۵

معشوقه عیان میگذرد بر تو ولیکن
معشوقہ تیرے پاس کھلے بندوں جاتی ہے لیکن

اغیار همی بینند ازان بسته نقاب است
چونکہ غیر دیکھ رہے ہیں اسلئے نقاب میں منہ چھپائے ہوئے ہے

۶

گل بر رخ رنگین تو تا لطف عرق دید
گل نے جب تیرے رنگین چہرہ پر پسینہ کے قطروں کا لطف دیکھا ہے

در آتش رشک از غم دل غرق گلاب است
دل کے غم سے رشک کی آگ میں گلاب عرق ہو گیا

۷

در بزم دل از روی تو صد شمع برافروخت
دل کی بزم میں تیرے چہرہ نے سینکڑوں شمع روشن کر رکھی ہیں

وین طرفه که بر روی تو صد گونه حجاب است
مگر عجب بات یہ ہے کہ تیرے چہرہ پر سو طرح کا حجاب ہے

۸

سبز است در و دشت بیا تا نگذاریم
موسم بہار کی باعث تمام جنگل سرسبز ہو گیا اس لئے ہاتھ

دست از سر آبی که جهان جمله سراب است
پانی (شراب) سے نہیں کھینچنا چاہیئے کہ تمام جہان سراب ہے

۹

در کنج دماغم مطلب جای نصیحت
میرے دماغ کے گوشہ میں نصیحت کیلئے جگہ تلاش نہ کر

کاین حجره پر از زمزمه چنگ و رباب است
کیونکہ یہ حجرہ چنگ و رباب کے نغموں سے بھرا ہے

۱۰ راہ تو چہ راہ ست کہ از غایت تعظیم
تیری راہ کیسا راستہ ہے کہ اس کی عظمت کے سامنے
دریائی محیط فلکش ہیچو حباب ست
فلک کا محیط دریا ایک بلبلہ کی طرح ہے۔

۱۱ ای روئی دل آرائی تو ای شمع دل افروز
اے دل کو روشن کرنیوالی شمع تیرے چہرے کے بغیر
دل رقص کناں بر سر آتش چو کباب ست
دل آگ پر کباب کی طرح رقص کرتا ہے ؎

۱۲ حافظ چہ شد ار عاشق و رند ست و نظرباز
کیا ہوا اگر حافظ عاشق اور رند اور نظرباز ہے
بس طور عجب لازم ایام شباب ست
جوانی کے دنوں کیسا تھے ایسی ایسی باتیں لازمی امور ہیں

شرح ۱ و ۲ مرزا اسد اللہ غالب لکھتے ہیں کہ۔ مے سے غرض نشاط ہے کس روسیہ کو ✦ اک گونہ بیخودی مجھے دن رات چاہیے اس میں کچھ شک نہیں کہ "بے خودی" کی طلب انسان فطرتاً کرتا ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ بعض لوگ شراب بھنگ اور ان چیزوں کا استعمال کرتے ہیں جو ان کو بے خود بنا دیتی ہے خواجہ کا فتویٰ ان لوگوں کی نسبت یہ ہے کہ

مستی عشق نیست در سر تو ✦ رو کہ تو مست آب انگوری

بیخودی عارضی ہے اور تقاضائے فطرت ایسی ایسی بناوٹوں سے پورا نہیں ہو سکتا۔ آب انگوری دل و دماغ کو خراب کرتا ہے۔ ضرورت ایسی مے اور ایسے ساقی کی ہے جسکی نسبت خواجہ فرماتے ہیں کہ ع: ساقیم حضرت و می آب حیات" یعنی آب زندگی ہی جی خوشگوار ہے جس کو اصطلاح میں عشق کہتے ہیں خواجہ فرماتے ہیں کہ مجھ شراب کی کیا پرواہ ہے جبکہ خیال یار نے مجھے اتنا محو بنا رکھا ہے کہ دنیا و مافیہا کیا مجھے اپنا آپ نظر نہیں آتا۔ ہمارا وجود ہی فنا ہو گیا ہے اب ہم شراب کی کیا ضرورت ہے خیر یہ تو آب انگور کی کیفیت ہے جو ہر طرح قابل ملامت ہے۔ ہمیں خمر بہشت کی بھی ضرورت نہیں خواہ یہ کیسی ہی خوش ذائقہ ہو۔ ہمارے لئے دوست کے بغیر زہر کے گھونٹ ہیں جب شراب بہشت کی وقعت ہمارے نگاہ میں کچھ نہیں تو شراب دنیا کو کسی شمار ہی میں نہیں لاتے خواجہ رح نے ان دو شعروں میں اس مضمون کو ادا کیا ہے کہ اہل دنیا تو دختر رز پرست ہیں اور اہل آخرۃ شراب طہور کے خیال میں دنیا سے بے خود ہیں ہم دونوں کو ترک کر چکے ہیں ہماری مستی ان شرابوں کی محتاج نہیں بلکہ خود ہمارا قلب شراب خانہ ہے۔ شراب عشق حقیقی پی ہم سرشار ہیں مشاہدہ جمال میں محو ہیں نہ تو دنیائے دوں کا خیال ہے اور نہ خلد بریں کے حور و قصور و شراب طہور کا: عام فہم الفاظ میں اس شعر کی تشریح یہ ہے کہ شراب کا نتیجہ بے خودی ہے اور بیخودی نتیجہ ہے عشق کا یعنے معشوق کی دھن میں عاشق کو اپنے وجود کی خبر بھی نہیں ہوتی۔ خواجہ فرماتے ہیں کہ ہمیں معشوق حقیقی کا خیال ایسا لگا ہوا ہے کہ نہ تو دنیا اور نہ جنت کی محبت ہے ع اسیر بند تو از ہر دو عالم آزاد ست؎

۵ ۔ حجاب و پردہ ندارد نگار دلکش ✦ تو خود حجاب خودی حافظ از میاں برخیز۔ "اغیار" سے مراد "عدم" ہے۔ جو خود ایک حجاب اور نقاب ہے ورنہ وہ تو نور السموات والارض ہے وہ تو پوشیدہ نہیں۔ "عدم" سے مراد "ظل" ہے ع سایہ را باشد حجاب آفتاب" شعر کا بھی یہی مفہوم ہے کہ تو خود نور السموات والارض ہے۔ مگر ہزارہا پردوں میں ہے ✦

۱ کنوں کہ در کف گل جام بادہ صافست
اب کہ گل کے ہاتھ میں شراب صاف کا پیالہ ہے
بصد ہزار زبان بلبلش در اوصافست
بلبل اسکی تعریف میں صد ہزار زبان کے ساتھ نغمہ سرا ہے

۲ بخواہ دفتر اشعار و راہ صحرا کن
شعروں کا دفتر لے کر جنگل کی طرف رُخ کر
چہ وقت مدرسہ و بحث کشف کشافست
یہ کونسا وقت مدرسہ اور کشف اور کشاف کی بحث کا ہے

۳ فقیہ مدرسہ دی مست بود و فتوے داد
کل مدرسہ کے مُلانے بحالت مستی یہ فتوے دیا
کہ می حرام ولے بہ ز مال اوقافست
کہ شراب حرام ہے لیکن اوقاف کے مال سے بہتر ہے

۴ بدرد و صاف ترا حکم نیست دم درکش
تلچھٹ ہو یا صاف شراب ہو تجھے اس میں کیا دخل چپ رہ
کہ ہرچہ ساقی ما ریخت عین الطافست
جو کچھ میرے ساقی نے پیالہ میں ڈالا ہے عین مہربانی ہے

۵ ببر ز خلق و ز عنقا قیاس کار بگیر
خلقت سے کنارہ کر اور عنقا پر اپنے کام کو قیاس کر
کہ صیت گوشہ نشینان ز قاف تا قافست
گوشہ نشینوں کی شہرت قاف سے قاف تک ہے

۶ حدیث مدعیان و خیال ہمکاران
ان مدعیوں کی باتیں اور میرے جیسے کام کرنیوالوں کے خیالات
ہماں حکایت زردوز و بوریا بافست
زردوز اور بوریا باف کی حکائیت کے مانند ہیں

۷ خموش حافظ و این نکتہ ہائی چوں زر سرخ
اے حافظ چپ رہ اور یہ نکتہ اشرفیوں کی طرح
نگاہدار کہ قلاب شہر صرافست
محفوظ رکھ کہ صراف اس شہر کے کھوٹے آدمی ہیں

۱ اشعار ہم - ہزار داستان بھی بلبل کو کہتے ہیں لفظ ہزار نے معنوی خوبی کے علاوہ لفظی حسن بھی بڑھا دیا ہے +
۲- کشاف قرآن شریف کی تفسیر ہے - مطلب یہ ہے کہ مدرسہ میں تفاسیر کے مشکل معانی حل کرنے سے کچھ نہیں بنتا - ذوق و شوق اور قلب سلیم پیدا کر - اگر منظور نظارہ ہے چشم شوق پیدا کر + اگر مطلوب وصل دوست ہے تو ذوق پیدا کر:
۳- مال اوقاف، وقف کا مال کسی کی ملکیت نہیں ہوتا: اس میں تصرف کرنا نہائت مذموم اور گناہ کبیرہ ہے، شراب اگرچہ حرام ہے، مگر وقف کا مال کہانا اس سے بدرجہا بُرا ہے - مال وقف" سے مراد اس جگہ دنیا ہے جو فی الحقیقت کسی کی ملکیت نہیں اور می سے مراد عشق حقیقی ہے جو اہل دنیا پر حرام ہے - اہل دنیا دنیا کو حلال سمجھتے ہیں اور عشق حقیقی کو حرام - فقیہ نے بحالت مستی یہ فتوے دیا کہ عشق دنیا داری سے بہتر ہے - خواجہ رح کا ایک اور شعر اسی شعر کے ہم معنی ہے -

۵ بیاکہ خرقہ من گرچہ رہن میکدہ ہاست ✦ ز مال وقف نہ بینی بنام من چیزے

۴ - اس شعر میں خواجہ رحمہ نے مسئلہ جبر و اختیار کی طرف اشارہ کیا ہے کہ ہمارے اختیار میں کچھ بھی نہیں۔ لیکن اسکے ساتھ ہی بتا دیا ہے کہ اللہ تعالےٰ نے جو کچھ پیدا کیا اور جو کچھ ہمارے حصہ میں آیا وہ محض اسکی لطف و کرم سے ہوا ورنہ ہمیں کسی قسم کا دعویٰ نہ تھا

۶ - اگرچہ "بوریا باف" بھی وہی کام کرتا ہے جو "زر دوز" کرتا ہے۔ لیکن فرق یہ ہے کہ بوریا باف خس و خاشاک میں محنت صرف کرتا ہے اور زر دوز قابل قدر بیش بہا چیز پر محنت کرتا ہے۔ خواجہ رحمہ فرماتے ہیں کہ نظم تو میں بھی لکھتا ہوں اور دوسرے لوگ بھی شاعر ہیں مگر وہ تو بوریا باف ہیں اور میں زر دوز ہوں۔ میرے خیالات قابل قدر اور قیمتی ہیں اور انکے نظم بوریا بافی ہے

۵ عدو کہ منطق حافظ طمع کند در شعر ✦ ہمان حدیث ہمای و طریق خطاف است

خواجہ رحمہ نے یہ دو غزلیں ایک ہی طرح پر لکھی ہیں اور دونوں میں ان شعرا پر چوٹ ہے جو اپنے آپ کو خواجہ کا ہمسر سمجھتے تھے ممکن ہے کہ یہ غزلیں آپ نے مقابلہ میں لکھی ہوں۔

۷ - "نکتہ" کے معنے اشرفی بھی ہیں۔ اس لئے اس شعر کی لفظی خوبیاں معنوی خوبیوں سے کم نہیں۔ مطلب یہ ہے کہ باریک بین دنیا میں کہاں ہے کہ تیرے ایسے خیالات کی قدر و قیمت سے واقف ہوں۔ اس لئے خاموشی بہتر ہے۔ ✦

---

۱ اگرچہ بادہ فرح بخش و باد گلبیز ست ✦ ببانگ چنگ مخور می کہ محتسب تیز ست

اگرچہ شراب فرحت بخشتی ہے اور ہوا پھول کی خوشبو بکھیرتی ہے ✦ لیکن چنگ اور ساز کے نغموں کے ساتھ شراب نہ پی کہ محتسب غالب ہے

۲ در آستین مرقع پیالہ پنہاں کن ✦ کہ ہمچو چشم صراحی زمانہ خونریز ست

مرقع کی آستین میں پیالہ پوشیدہ رکھ ✦ کہ صراحی کی آنکھ کی طرح زمانہ خونریز ہے

۳ صراحیے و حریفی گرت بدست افتد ✦ بعقل نوش کہ ایام فتنہ انگیز ست

اگر صراحی اور دوست تیرے قبضہ میں آئیں ✦ عقلمندی کرنا کیونکہ زمانہ فتنہ انگیز ہے

۴ ز رنگ بادہ بشوئید خرقہ ہا از اشک ✦ کہ موسم ورع و روزگار پرہیز ست

شراب کا رنگ خرقہ سے آنسو بہا کر دھوئیں ✦ کہ پرہیزگاری کا دور دورہ ہے اور تقوے کے ایام ہیں

۵ مجوی عیش خوش از دور واژگون سپہر ✦ کہ صاف این سر خم جملہ دردی آمیز ست

آسمان سے جو اُلٹا چکر کھاتا ہے خوشدلی کی زندگی مت ڈھونڈ ✦ کیونکہ اس مٹکے کی صاف شراب تمام تلچھٹ ہے

۶ سپہر برشدہ پرویزنیست خوں افشاں ✦ کہ قطرہ اش سر کسریٰ و تاج پرویز ست

بلند آسمان چھلنی ہے جس سے خون ٹپکتا ہے ✦ کہ اسکے ریزے کسریٰ کا سر اور پرویز کا تاج ہیں

نصیبۂ دل شخصی کہ شب سحر خیز است	۷	...سد از نور فیض سبحانی
اس شخص کی قسمت میں ہے جو تمام رات جاگتا ہے		...کے نور فیض سے پہنچتا ہے

	۸	
عراق و پارس گرفتی بشعر خود حافظ		
اے حافظ تیرے اشعار نے عراق اور فارس کو مسخر کر لیا		
بیا کہ نوبت بغداد و وقت تبریز است		
آؤ کہ اب بغداد کی باری ہے اور تبریز کا وقت ہے		

۱۔ شرح اس غزل میں خواجہ نے چند نصیحتیں کی ہیں جن پر عمل کرنا چاہیئے فرماتے ہیں کہ اگرچہ شراب عشق ایسی چیز ہے کہ جس کا نشہ دل و جان کو فرحت بخشتا ہے اور ہوا جس سے فیض اقدس مراد ہے مشام روح کو معطر کرتی ہے، مگر عشق کے معاملوں کا افشا نہیں کرنا چاہیئے کیونکہ ظاہر پرست شریعت کی آڑ میں طرح طرح کے الزام قائم کرتے ہیں اور چونکہ انکا غلبہ ہے اسلئے

۲۔ شراب عشق پوشیدہ طور پر پینی چاہیئے کیونکہ زمانہ خونریز ہے اور منصور کو سولی پر چڑھایا ۔

۳۔ اگر خوش قسمتی سے خاطر خواہ اسباب بہم پہنچے تو عقلمندی یہی ہے اپنا کام پوشیدہ طور پر کرنا چاہیئے۔ کیونکہ زمانہ فتنہ انگیز ہے، عوام الناس اس کے اہل نہیں اور کورانہ تقلید کرتے ہیں، بہتر ہو کہ انہیں ان باتوں کا علم نہ ہو۔ تاکہ فتنہ میں نہ پڑیں، یا یہ کہ ظاہر پرست فتنہ برپا نہ کریں ۔

۴۔ خرقہ پر شراب کے داغ لگے ہوئے ہیں اشک ندامت سے دھونے چاہئیں کیونکہ پرہیزگاری اور تقوے کا وقت ہے اور صاحب شریعت کا یہی حکم ہے کہ راز عشق افشا نہ کرو ۔

۵۔ جو شخص راتوں کو جاگتا ہے اور اسکی یاد میں مشغول ہے وہ اسی فیض کا مستحق ہے جو اللہ تعالے کی رحمت سے آتا ہے

جان ہا سوخت بپرسید کہ جانانہ کیست	۱	یارب آن شمع شب افروز ز کاشانہ کیست
میری جان تو جل گئی پوچھو تو کہ کس کا جانانہ ہے		یارب وہ شمع کس کے گھر کی راتوں کو روشن کر رہی ہے
تا ہم آغوش کہ می باشد و ہمخانہ کیست	۲	حالیا خانہ برانداز دل و دین من ست
پھر دیکھیئے کس کی بغل میں اور کس کے گھر رہتا ہے		اس وقت تو میرے دل اور دین کے گھر کو ویران کر رہا ہے
راح روح کہ و پیمان دہ پیمانہ کیست	۳	بادۂ لعل لبش کز لب ما دور مباد
کس کی روح کی راحت اور کس کے جام میں ہے ۔		اسکے لعل لب کی شراب جو میرے لبوں سے خدا کرے دور نہ ہو
باز پرسید خدا را کہ بپروانہ کیست	۴	دولت صحبت آن شمع سعادت پرتو
اس سے پوچھو تو سہی کہ کس کا پروانہ بنا ہوا ہے ۔		اس شمع کی صحبت کی دولت جسکا سایہ مبارک ہے

...ہر کسش افسونی و معلومم نشد ...شخص اسپر اپنا جادو چلانا چاہتا ہے مگر معلوم نہیں	۵	که دل نازک او مائل افسانه کیست کہ اسکا نازک دل کس کی باتوں میں لگا ہوا ہے
...رب آں شاه وش ماه رخ زهره جبیں ...خداوہ چاند سے مکھڑے زہرہ سے ماتھے والا بادشاہی کے لائق	۶	در یکتائی که و گوهر یک دانه کیست کس کا یکتا موتی اور یک دانہ گوہر ہے
...می لعل که ناخورده مرا کرد خراب ...شراب لعل کہ میں نے ابھی چکھی بھی نہیں اور خراب ہو رہا ہوں	۷	همنشین که و هم کاسه و پیمانه کیست کس کی ہمنشیں اور ہم پیالہ و پیمانہ ہے

گفتم آه از دل دیوانهٔ حافظ بی تو
میں نے کہا کہ تیرے بغیر حافظ کے دیوانہ دل کی حالت قابل افسوس ہے
زیر لب خنده زناں گفت که دیوانه کیست
ہونٹوں میں مسکرا کر کہا کہ کس کا دیوانہ ہے

...مستش ...۔ "راح روح" کے معنی روح کی راحت ہیں اور "راح" کے معنے شراب بھی ہیں۔
...لطف ...ہے۔

۸۔ تجاہل عارفانہ اسی کا نام ہے۔

بنال بلبل اگر با منت سر یاریست اگر تجھے میرے ساتھ دوستی کا خیال ہے تو اے بلبل گریہ و زاری کر	۱	که ما دو عاشق زاریم و کار ما زاریست کہ ہم دونوں عاشق زار ہیں اور رونا ہمارا کام ہے
دراں چمن که نسیمی وزد ز طرهٔ دوست اس چمن میں جہاں دوست کی زلفوں سے نسیم چلتی ہے	۲	چه جائی دم زدن نافه‌ہائی تاتاریست تاتاری نافوں کے دم مارنے کا کون سا مقام ہے
بیار باده که رنگین کنیم جامهٔ زرق شراب لا کہ ریاکاری کا لباس اس سے رنگین کریں	۳	که مست جام غروریم و نام هشیاریست کہ شراب غرور سے مست ہیں اور نام ہشیار رکھا ہوا ہے
خیال زلف تو پختن نه کار خامان ست تیری زلف کا تصور پختہ کرنا ہر ایک خام کا کام نہیں	۴	که زیر سلسله رفتن طریق عیاریست اس لئے کہ زنجیر کے نیچے ...

لطیفه‌ایست نهانی که عشق ازو خیزد ۵ که نام آن نه لب لعل و خط زنگاریست

ایک پوشیدہ لطیفہ ہے کہ جس سے عشق پیدا ہوتا ہے — اس کا نام لب لعل اور سبز خط نہیں ہے۔

جمال شخص نه چشم است و زلف و عارض و خال ۶ هزار نکته درین کار و بار دلداریست

کسی شخص کا حسن آنکھ، زلف، عارض اور خال نہیں ہے — دلداری کے کاروبار میں ہزارہا نکتے ہیں۔

به آستان تو مشکل توان رسید آری ۷ عروج بر فلک سروری به دشواریست

تیرے آستانہ پر پہنچنا مشکل ہے بے شک — سواری کے آسمان پر چڑھنا بہ مشکل میسر ہوتا ہے۔

قلندران طریقت به نیم جو نخرند ۸ قبای اطلس آنکس که از هنر عاریست

طریقت کے قلندر آدھے جو کے عوض بھی خرید نہیں کرتے — اس شخص کی قبائے اطلس کو جو ہنر سے خالی ہے

نه بسته‌اند در توبه حالیا می نوش ۹ که توبه وقت گل از عاشقان گنهکاریست

ابھی تک توبہ کا دروازہ بند نہیں ہوا۔ شراب پی — کیونکہ بہار کے موسم میں توبہ کرنا عاشقوں کے نزدیک گناہ ہے

سحر کرشمهٔ وصلش بخواب میدیدم ۱۰ زهی مراتب خوابی که به ز بیداریست

صبح کے وقت اسکے وصل کا کرشمہ میں نے خواب میں دیکھا — کیا اچھا مرتبہ خواب کا ہے کہ بیداری سے بہتر ہے

۱۱ دلش بناله میازار و ختم کن حافظ

اے حافظ نالہ و فریاد سے اسکا دل مت دکھا

که رستگاری جاوید در کم آزاریست

کیونکہ ہمیشہ کی نجات کم آزاری میں ہے۔

۱۔ شعر ۵ — آ عندلیب مل کے کریں آہ و زاریاں * تو ہائے ہائے گل کہہ میں ہائے ہائے دل۔
عاشقوں کا کام آہ و زاری ہے اس لئے بلبل جو عاشق گل ہے اس کو مخاطب کرکے کہتے ہیں کہ چونکہ ہم ایک ہی درد میں مبتلا ہیں اس لئے ایکدوسرے کے دوست ہیں۔ آؤ مل کر آہ و زاری کریں +
۲ تا ۴۔ یہ اشعار قطعہ بند ہیں۔
۳۔ ۵ ہوائیں تیرے زلفوں کی چمن اور دشت میں چلیاں * نہ شاخ گل نے دم مارا نہ چھڑیاں بید کی ہلیاں
جہاں قد و قامت کا حسن جلوہ گر ہے۔ وہاں صنعت کی خوبیوں کو کون پوچھتا ہے اسکی زلف کی خوشبو کے سامنے تاتاری نافوں کی کیا حقیقت ہے۔ ۵ در مجلس ما عطر میامیز که جان را + هر لحظه ز گیسوی تو خوشبوی مشام است

۳۔ بادہ سے مراد عشق ہے جس کی تعریف مولانا روم رح ان لفظوں میں کرتے ہیں ؎

شاد باش اے عشق خوش سودائے ما + اے طبیب جملہ علت ہائے ما

اے دوائے نخوت و ناموس ما + اے تو افلاطون و جالینوس ما

اور "جامہ" سے لباس صورت ہے اگر بغور دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ ہر ایک شئے نے مختلف رنگ کا لباس پہن رکھا ہے۔ حضرت بلھے شاہ صاحب رح قصوری فرماتے ہیں ؎

پیا۔ اپھن پوشاکاں آیا + آدم اپنا نام دھرایا۔

انگلینڈ کے مشہور و معروف ادیب مسٹر کارلائل نے بھی اس موضوع پر ایک کتاب "سارٹر ریسارٹر" لکھی ہے۔ یہ کالے حبشی اور زرد رنگ کے چینی و جاپانی اور سرخ و سفید ترک اور سبز ہندی مختلف رنگ کے لباس میں رنگین ہیں اور اپنے اپنے رنگ میں خوشنما معلوم ہوتی ہیں۔ ع "جز ہمیں سرخ و کبود ایں جا نیست" بقول سعدیا جیسے قدرت نے جو لباس جسم قطع کیا ہے اس کو انسانی صنعت کبھی پہونچ ہی نہیں سکتی۔ سوسن کو دیکھو کہ حضرت سلیمان کو با ہمہ شان و شکوہ ایسی قبائے نصیب نہیں ہوئی یہ مختلف رنگوں اور چمک دمک کا لباس بھی دیکھنے کے قابل ہے۔ مگر افسوس ہے ان پر جو صرف اس لباس کے نقش و نگار پر محو ہیں اور اسکی حقیقت سے بے خبر ہیں۔ اس وجود انسانی کا لباس خواہ سیاہ ہو یا سفید سرخ ہو یا کبود قدرتی جامہ ہے اور ظہور کا آلہ ہے اسلئے لباس سے مراد صورت اشیاء ہے یعنے ہر ایک شئے ہماری نظروں میں خاص خاص لباس یعنے صورت میں جلوہ گر ہے اور ہم اس لباس سے اس شئے کو شناخت کر لیتے ہیں۔ لیکن ایسے بھیڑیوں کی شناخت ناممکن ہے جنہوں نے بھیڑوں کا لباس پہنا ہوا ہے۔ اور بقول شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ ؎

در بر رہ ہمچو گوسفند سلیم + در قفا ہمچو گرگ مردم در

اور بقول خواجہ حافظ رح نشہ غرور میں بدمست ہیں اور نام ہشیار رکھا ہوا ہے باطن کچھ اور ظاہر کچھ اور ان لوگوں نے جامہ زرق یعنے ریاکاری کا لباس پہنا ہوا ہے اور اس لئے جیسے ہیں ویسے نظر نہیں آتے ایک مقام پر خواجہ رح انہی لوگوں کو مخاطب کر کے طنزاً کہتے ہیں ؎

من در چہ عاشقم و رندومست و نامہ سیاہ + غلام ہمت دروے کشان یکرنگم

ہزار شکر کہ یاران شہر بے گنہند + نہ آں گروہ کہ ازرق لباس ودل سیہند

ایک مقام پر صاف صاف الفاظ میں کہتے ہیں ؎

بیا بمیکدہ و چہرہ ارغوانی کن + مرو بصومعہ کانجائے سیاہ کارانند

خواجہ فرماتے ہیں کہ اس جامہ زرق کو شراب عشق سے رنگین کرنا چاہیئے اسی کو صبغۃ اللہ کہتے ہیں۔

۵ و ۶۔ خواجہ رح نے ان اشعار میں وہ نکتہ بیان فرمایا ہے جو آنجناب رح کے کمال معرفت کی دلیل ہے عالم صورت کو کئی ایک مقامات پر لباس تجلیات فرمایا ہے اور اس لباس کا نقش و نگار اور خال و خط اور زلف ابرو بنایا ہے ان اشعار میں یہ نکتہ بیان فرماتے ہیں کہ عشق دل میں اس لباس اور اس کی ظاہری زیبائش سے پیدا نہیں ہوتا بلکہ اس لباس کے پردہ میں کچھ اور ہی شئے کشش کر رہی ہے "لطیفہ ایست نہانی کہ عشق ازو خیزد" اور اس لطیفہ کا نام لب لعل و خط زنگار نہیں ہے یہ ایک کیفیت ہے جو بیان نہیں ہو سکتی حسن جسے کہتے ہیں وہ چشم و زلف و عارض و خال نہیں ہے بلکہ وہ شئے جو دلربائی کرتی ہے کچھ اور ہی چیز ہے اسی شعر کے ہم معنے اشعار حسب ذیل ہیں ؎

نہ ہر کہ چہرہ بر افروخت دلبری داند + نہ ہر کہ آئینہ سازد سکندری داند

ہزار نکتہ باریک تر ز مو ایں جا است + نہ ہر کہ سر بتراشد قلندری داند

زمن مے نوشش و دل در شاہدے بند + کہ حسنش بستۂ زیور نباشد

شاہد آن نیست کہ موئے و میانے دارد + شاہد آن ست کہ ایں دارد و آنے دارد

ع۔ آب و رنگ و خال و خط چہ حاجت روئے زیبا را

بلطف خال و خط از عارفاں ربودی دل + لطیفہائے عجب زیر دام و دانہ تست

ایں کہ مے گوئینہ آن بہتر ز حسن + یار ما ایں دارد و آں نیز ہم

شعر کا مطلب یہ ہے کہ لب لعل و خط زنگار و چشم و عارض اپنی اپنی جگہ خوب ہیں مگر ہمارے دل کو یہ صورتیں کشش نہیں کرتیں۔ بلکہ وہ تجلیات ہیں جو ان صورتوں میں ظاہر ہو رہی ہیں۔

۸۔ قلندری کمال معرفت کا نام ہے۔ عارف کامل حقیقت آگاہ ہوتا ہے۔ مطلب شعر یہ ہے کہ اس شخص کی قدر و منزلت ہماری نگاہ میں کچھ بھی نہیں جو بے ہنر ہے۔ خواہ کتنا ہی دولتمند ہو۔

"قبائے اطلس" سے مراد ظاہری زیبائش ہے جس پر ظاہر پرست ہی مائل ہونگے۔ حقیقت شناس ہنر کو دیکھتے ہیں ~

گہر کو جوہری صراف زر کو دیکھتے ہیں + بشر کے دیکھنے والے بشر کو دیکھتے ہیں

۱

اگرچہ عرض ہنر پیش یار بی ادبیست | زباں خموش و لیکن دہاں پر از عربیست

اگرچہ اپنے ہنر اور کمالات کا اظہار یار کے سامنے کرنا بے ادبی ہے لیکن دہن فصاحت و بلاغت سے بھرا ہے مگر خاموش ہوں

۲

پری نہفتہ رخ و دیو در کرشمہ و ناز | بسوخت دیدہ ز حیرت کہ ایں چہ بوالعجبیست

پری نے تو اپنا چہرہ چھپا لیا اور دیو ناز و کرشمہ کر رہے ہیں حیران ہوں کہ یہ کیا عجب معاملہ ہے۔

۳

سبب مپرس کہ چرخ از چہ سفلہ پرور شد | کہ کام بخشی او را بہانہ بی سببیست

اس کا سبب نہ پوچھ کہ آسمان کس لئے کمینہ پروری کرتا ہے، کہ وہ بے وجہ مطلب پورا کرتا ہے، اور یہی وجہ ہے

۴

دریں چمن گل بیخار کس نچید آری | چراغ مصطفوی با شرار بولہبیست

اس چمن میں کسی شخص نے پھول بغیر کانٹوں کے نہیں چنے مصطفےٰ کے چراغ کے ساتھ ابولہب کا شعلہ موجود ہے۔

۵

جمال دختر رز نور چشم ماست مگر | کہ در نقاب زجاجی و پردۂ عنبیست

دختر رز (شراب انگور) کا حسن میری آنکھوں کا نور ہے دیکھ پردہ زجاجیہ اور عنبی میں ہے۔

۶

بہ نیم جو نخرم طاق خانقاہ و رباط | مرا کہ مصطبہ ایوان و پائے خم طنبیست

میں خانقاہ اور رباط کو نیم جو کے عوض بھی خرید نہ کروں جبکہ شرابخانہ میرا محل اور شراب کا مٹکہ جائے پناہ ہے

دوائی درد خود اکنون ازاں مفرّح جوئے اپنے درد کی دوا اب اس مفرح سے تلاش کرو	۷	کہ در صراحی چینی و شیشۂ حلبیست جو جواہر چینی اور حلب کے شیشہ میں ہے
ہزار علم و ادب داشتم من ای خواجہ اے خواجہ میں ہزار علم اور ادب رکھتا تھا	۸	کنوں کہ مست و خرابم صلائی بی ادبیست مگر اب مست اور خراب ہوا اسلئے بے ادبی کی دعوت دیتا ہوں
حسن ز بصرہ بلال از حبش صہیب از شام حسنؒ بصرہ سے، بلالؓ حبش سے، صہیبؓ شام سے	۹	ز خاک مکہ ابوجہل ایں چہ بوالعجبیست مکہ کی خاک سے ابو جہل نہایت تعجب کا مقام ہے

۱۰

بیار مئی کہ چو حافظ مدام استغفار
شراب لا کہ حافظ کی طرح ہمیشہ استغفار
بگریۂ سحری و نیاز نیم شبیست
بوقت صبح رو رو کر اور آدھی رات کو عاجزی کیساتھ [illegible] ہوں

۱۔ شرح ہے۔ یار جو کہ تمام کمالات کا سرچشمہ ہے اور اسی کے فیض سے ہمارے وجود میں کمالات کا اظہار ہو رہا ہے اسکے سامنے ان کمالات کا دم مارنا کمال بے ادبی ہے یعنے یہ ہستی جو ہمیں حاصل ہوئی ہے واجب الوجود کی عطا اور بخشش ہے۔ اب اپنی ہستی کو مستقل سمجھنا اور انا الموجود کا دم بھرنا جہالت ہے اگرچہ میں فصیح و بلیغ تقریر میں ان کمالات اور ہنر کا اظہار کر سکتا ہوں، مگر خاموش ہوں، کیونکہ جانتا ہوں کہ ایسا کرنا کمال بے ادبی ہے۔

۲۔ ذات باہمہ صفات حسن و جمال پوشیدہ ہے اور باطل کا اظہار ہو رہا ہے۔ باطل وہ ہستی ہے جو فانی ہے اسلئے حیرت ہے کہ یہ کیا برعکس معاملہ ہے۔

۳۔ اس دنیا میں جہاں گل ہیں خار بھی ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جو چراغ ہدایت ہیں اور جن کے نور سے تمام عالم منور ہو گیا، ابولہب وغیرہ دشمنان دین سے تکلیفیں اٹھاتے رہے اور یہ لوگ گمراہی کی طرف لوگوں کو بلاتے رہے۔

۵۔ حکما کے نزدیک آنکھ کی تین رطوبتیں اور سات طبقے ہیں۔ رطوبتوں میں سے ایک زجاجیہ ہے اور طبقوں میں سے ایک عنبی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جس طرح آنکھ کا نور ان پردوں میں ہے اسی طرح شراب بھی اول انگور کے پردہ میں ہوتی ہے اور اس پردہ سے نکل کر زجاج یعنے شیشہ میں آتی ہے۔ مدعا یہ ہے کہ نور ذات ہزار ہا پردوں میں ہے جو اسماء و صفات نے ڈال رکھے ہیں۔ سورہ نور کا مطالعہ کرو ✣

۷۔ درد دل کی دوا کے لئے کوئی ایسی چیز چاہیئے جو (مفرح القلوب) ہو اور یہ چیز وہ ہے جو حلب کے شیشہ میں اور چینی صراحی کے جواہروں میں ہے یعنے شراب، حلب کے شیشے مشہور ہیں۔

۸۔ یعنی علم اور ادب سب کچھ سیکھا لیکن عقدہ حل نہ ہوا اور ان وسایل سے منزل مقصود کو نہ پہنچا۔ آخر رندانہ اور مستانہ روش اختیار کی یعنے عشق کو اپنا راہبر بنایا اب تمام لوگوں کو یہی مشورہ دیتا ہوں کہ اگر وہ منزل مقصود تک پہنچنا چاہتے ہیں تو عشق کو رہبر بنا دیں ✣

[illegible] ہیں ہے [illegible] اللہ تعالیٰ کے کام حکمت سے خالی نہیں اور اسے مطلق پرواہ نہیں کہ کسے
[illegible] قومیت کا خیال رکھ کر اپنا قرب بخشے ابوجہل خود مکہ کا رہنے والا اور قریشی تھا جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا مشہور
[illegible] قوم ہی تھی۔ مگر اللہ تعالےٰ نے قومیت کی طرف نہیں دیکھا اور ان لوگوں کو اعلےٰ مرتبہ دیا جو بالکل غیر تھے
[illegible] حسن بصری رضی اللہ عنہ اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ اور حضرت صہیب رضی اللہ عنہ تھے۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ
[illegible] صہیب رضی اللہ عنہ آنحضرت کے معزز صحابی تھے اور حسن بصری رح فقرا کے پیشوا ہیں:

۱
عیب رنداں مکن ای زاہد پاکیزہ سرشت — کہ گناہ دگری بر تو نخواہند نوشت
[illegible] زاہد رندوں کو برا نہ کہو — کیونکہ دوسرے کے گناہ تیرے نامۂ اعمال میں نہیں لکھے جائینگے

۲
من اگر نیکم اگر بد تو برو خود را باش — ہر کسے آں درود عاقبت کار کہ کشت
میں اگر بھلا ہوں یا برا تجھے کیا تو اپنا کام کر — ہر شخص وہی کچھ کاٹے گا جو اس نے بویا ہے

۳
ہمہ کس طالب یارند چہ ہشیار و چہ مست — ہمہ جا خانۂ عشق ست چہ مسجد چہ کنشت
تمام لوگ یار کے طالب ہیں خواہ ہشیار ہوں یا مست — تمام جگہ عشق کا گھر ہے خواہ وہ مسجد ہو یا بت خانہ

۴
سر تسلیم من و خاک در میکدہا — مدعی گر نکند فہم سخن گو سر و خشت
[illegible] کے دروازہ کی خاک اور میرا سر تسلیم — اگر مدعی یہ بات نہ سمجھ سکے تو پتھر سر پر مارے

۵
ناامیدم مکن از سابقۂ روز ازل — تو چہ دانی کہ پس پردہ کہ خوب ست و کہ زشت
[illegible] روز ازل کے عہد سے ناامید نہ کر — تو کیا جانتا ہے کہ پردہ کے پیچھے اچھا ہے یا برا

۶
من ز خانۂ تقویٰ بدر افتادم و بس — پدرم نیز بہشت ابد از دست بہشت
[illegible] پرہیزگاری کے گھر سے باہر نہیں نکلا ہوا ہوں — بلکہ میرے باپ نے بھی تو دائمی جنت کو ہاتھ سے دے دیا تھا

۷
بر عمل تکیہ مکن خواجہ کہ در روز ازل — تو چہ دانی قلم صنع بنامت چہ نوشت
[illegible] خواجہ اعمال پہ بھروسہ نہ کر کہ روز ازل میں — تجھے کیا معلوم کہ تقدیر نے تیرے نام کیا لکھا ہے

۸
گر نہادت ہمہ این ست زہی پاک نہاد — ور سرشتت ہمہ این ست زہی پاک سرشت
[illegible] تمہارا اصل ہے تو کیا اچھا نیک اصل ہے — اور اگر تیری سرشت یہی ہے تو کیا اچھی پاک سرشت ہے

۹
باغ فردوس لطیف ست و لیکن زنہار — تو غنیمت شمر ایں سایۂ بید و لب کشت
جنت کا باغ اگرچہ لطیف ہے لیکن خبردار — تو بید کے سایہ اور کشت کے کنارہ کو غنیمت سمجھ

۱۰

حافظا روز اجل گر بکف آری جامی

اے حافظ اگر مرنے کے وقت شراب کا ایک پیالہ ہاتھ میں ہو

یکسر از کوئی خرابات برندت بہ بہشت

تو تجھے فوراً خرابات (دنیا) سے بہشت میں لیجائینگے

۱۔ اس غزل میں خواجہ رح نے چند امور مثلاً اعمال ایمان وعیب جوئی وگناہ ونیکی اور جزا وسزا کا بیان کیا ہے ان میں سے ہر ایک مسئلہ بجائے خود اس امر کا تقاضا کرتا ہے کہ اسپر مفصل بحث دفتر میں ختم کی جائے لیکن بالاختصار شرح حسب ذیل ہے :-

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد آنحضرتؐ کے حواریوں اور پولوس رسول کے درمیان اس سوال پر مباحثہ مجادلہ کی نوبت پہونچ گئی کہ آیا نجات کے لئے صرف ایمان کافی ہے یا اعمال۔ پولوس رسول آنحضرتؐ کے حواری نہ تھے لیکن اس امر کے مدعی تھے کہ آنحضرتؐ نے رویا میں ان کو مامور فرمایا ہے اور روحانی فیض یافتہ ہیں پولوس کہتے تھے کہ اعمال کی ضرورت نہیں۔ ایمان نجات کے لئے کافی ہے اور اس لئے تمام احکام شریعت موسوی جن کے حواری اور خود حضرت عیسیٰ سختی سے پابند تھے بے فائدہ قرار دیئے۔ ایک دلیل یہ پیش کی کہ شریعت ہمیں گنہگار بناتی اور گنہگار ثابت کرتی ہے۔ مثلاً دس حکموں میں سے ایک حکم یہ ہے کہ "تو چوری نہ کر" اگر میں اس حکم سے واقف نہ ہوتا تو چوری کو بھی نہ جانتا۔ لیکن اس حکم کی واقفیت سے مجھے چوری کا علم ہوا اور چور بنا۔ اسپر حواریوں نے پولوس کے برخلاف کفر کا فتویٰ شائع کیا اور اُدھر پولوس نے بطرس اعظم سے لے کر ادنیٰ حواری تک ایک ایک کو ملعون اور مرتد کہا اور بزعم خود بے ایمان قرار دیا۔ حواریوں کی طرف سے یہ جواب تھا کہ "ہم اپنے اعمال سے اپنے ایمان کی صورت دکھاتے ہیں تو اپنے ایمان کو ثابت کر"۔

یہ مباحثہ اور مجادلہ ان خطوط کے مطالعہ سے بخوبی واضح ہوگا جو بائیبل کے آخر میں موجود ہیں۔

قرآن شریف کا فیصلہ اس امر کے متعلق ناطق ہے کہ ایمان و اعمال صالح لازم وملزوم ہیں اور نجات کے لئے دونوں لازم وملزوم ہیں

"ومن یاتہ مومنا قد عمل الصلحت فاولئک لھم الدرجت العلیٰ جنت عدن تجری من تحتہا الانہر خلدین فیھا وذالک جزاؤ من تزکیٰ" (۱۶-۱۱)

"ومن عمل صالحاً فلا نفسھم یمھدون لیجزی الذین امنوا وعملوا الصلحت من فضلہ انہ لا یحب الکفرین" (۲۱-۱۱)

"فاما الذین امنوا وعملوا الصلحت فیدخلھم ربھم فی رحمتہ ذلک ھو الفوز المبین" (۲۵-۱۷)

"وبشر الذین امنوا وعملوا الصلحت ان لھم جنت تجری من تحتہا الانہر" (۱-۲)

"والذین امنوا وعملوا الصلحت اولئک اصحب الجنۃ ھم فیہا خلدون" (۱-۸)

"الا الذین امنوا وعملوا الصلحت لھم اجر غیر ممنون" (۳۰-۸)

"ان الذین امنوا وعملوا الصلحت اولئک ھم خیر البریۃ" (۳۰-۲۲)

قرآن شریف میں جہاں نجات اور جنت کا ذکر ہے وہ ایسے ہی لوگوں کا حصہ ظاہر کی گئی ہے جو ایمان اور اعمال صالح کو ایک جگہ جمع کرتے ہیں اور ایمان اور اعمال کا ساتھ ساتھ ذکر ہے۔

۴
زمانہ گر بزند آتشم بخرمن عمر
اگر زمانہ ہمارے خرمن عمر میں آگ لگا دے
بگو بسوز کہ بر من ببرگ کاہی نیست
تو جلا کرے کہ ہم پر برگ و کاہ (ساز و سامان) کچھ بھی نہیں

۵
غلام نرگس جماش آں سہی سروم
میں اس سرو قد کے شوخ نرگسی آنکھ کا غلام ہوں
کہ از شراب غرورش بکس نگاہی نیست
شراب غرور کے باعث کسی کی طرف آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھتا

۶
مباش در پی آزار و ہر چہ خواہی کن
کسی کو تکلیف نہ دے اور جو کچھ چاہتا ہے کر
کہ در شریعت ما غیر ازیں گناہی نیست
کہ میری شریعت میں اس کے سوا اور کوئی گناہ نہیں

۷
عناں کشیدہ رو ای بادشاہ کشور حسن
اے بادشاہ حسن کے ملک کے مالک ذرا باگ کھینچکر چل
کہ نیست بر سر راہی کہ داد خواہی نیست
کہ راستہ میں کوئی ایسا شخص نہیں جو فریادی نہو

۸
عقاب جور کشادہ است بال در ہمہ شہر
ظلم کے عقاب نے تمام شہر میں پر کھولے ہوئے ہیں
کمان گوشہ نشینی و تیر آہی نیست
گوشہ نشین کی کمان اور آہ کا تیر بھی نہیں ہے

۹
چنیں کہ در ہمہ سودائی راہ می بینم
ایک وحشت کے عالم میں راہ دیکھ رہا ہوں
بہ از حمایت زلف توام پناہی نیست
تیری زلف کی حمایت سے بہتر اور کوئی پناہ نہیں

۱۰
خزینۂ دل حافظ بزلف و خال مدہ
حافظ کے دل کا خزانہ زلف اور خال کو مت دے
کہ کارہائی چنیں حد ہر سیاہی نیست
کہ اس قسم کے کام ہر ایک خزانہ دار سے انجام نہیں پاتے

۱ و ۲ و ۳ و ۴ - ان اشعار میں خواجہ حافظ علیہ الرحمۃ نے فقر کی صحیح تصویر کھینچ دی ہے۔ فی الحقیقت اپنی بے سر و سامانی اور بے برگی کا یہی تقاضا ہے کہ صبر کریں۔ جب اللہ تعالے کے دروازہ پر سر نیاز ہو اور غیر کا خیال تک نہیں تو یہ سمجھنا چاہیئے کہ ؎ گرچہ تیر از کماں ہمی گزرد + از کماندار بیند اہل خرد۔ اللہ تعالے کی مرضی پر صبر و شکر کرنا درجات کی بلندی کا ذریعہ ہے؎

۸- عدو سے مراد شیطان ہے۔ خواہشات نفسانی کے سبز باغ دل فریب ہیں؛ اور اہل دنیا کی خوشحالی دیکھ دیکھ کر جی للچاتا ہے مگر عاشقوں کے حصہ میں آہ و زاری ہے۔ صبر کرتے ہیں کہ وہ وقت کب آتا ہے۔ کہ مراد کو پہنچیں جس کے سامنے یہ تمام نمود بے بود ہیچ ہے شیطان کا مقابلہ سوائے صبر کے نہیں ہو سکتا؎

۵ - کبر ذاتِ الٰہی کے لئے زیبا ہے، وہ تمام عالموں سے غنی ہے۔

۶ - شعر آبِ زر سے لکھنے کے قابل ہے اگر غور کیا جائے تو اسی ایک گناہ میں تمام گناہ بڑے چھوٹے شامل ہیں کہ رستگاری جاوید در کم آزاریست ۔

۸ - افسوس ہے کہ کوئی صاحبِ دل نہیں رہا کہ عقاب، ظلم کا شکار تیرِ آہ سے کرتا۔

۱۰ - سیاہ کا لفظ اس شعر میں بلحاظ خط و خال اور خزینہ نہایت پر لطف ہے۔ جس کے معنے خزانہ کے بھی ہیں۔

حالِ دل با تو گفتنم هوس است دل کا حال تجھ سے بیان کرنیکی ہوس ہے	۱	خبرِ دل شنفتنم هوس است دل کی خبر سننے کی بڑی ہوس ہے
طمعِ خام بین که قصهٔ فاش خام طمع کو دیکھو کہ وہ راز جو فاش ہو چکا ہے	۲	از رقیبان نهفتنم هوس است رقیبوں سے پوشیدہ رکھنے کی ہوس ہے
شبِ قدری چنین عزیز و شریف ایسی شبِ قدر کہ پیاری اور عزت والی ہو	۳	با تو تا روز خفتنم هوس است صبح تک تیرے ساتھ سونے کی ہوس ہے
وه که دردانه چنین نازک عجیب بات ہے کہ ایسا نازک موتی	۴	در شبِ تار سفتنم هوس است اندھیری رات میں پرونے کی ہوس ہے
ای صبا امشبم مدد فرمائی اے صبا آج رات مدد کر	۵	که سحرگه شکفتنم هوس است کہ صبح کے وقت کھلنے کی ہوس ہے
از برای شرف بنوکِ مژه شرف حاصل کرنے کے لئے پلکوں کی نوک سے	۶	خاکِ راه تو رفتنم هوس است تیرے راستہ کی خاک صاف کرنے کی ہوس ہے

همچو حافظ بزعمِ مدعیان

حافظ کی طرح مدعیان کے خیال باطل میں

شعرِ رندانه گفتنم هوس است

رندانہ شعر کہنے کی ہوس ہے۔

۱

حسنت باتفاق ملاحت جہاں گرفت
تیرے حسن نے ملاحت کیساتھ مل کر جہاں پر قبضہ کر رکھا ہے
آری باتفاق جہاں میتواں گرفت
سچ ہے اتفاق سے جہاں فتح ہو سکتا ہے

۲

افشای راز خلوتیاں خواست کرد شمع
گوشہ نشینوں کے راز کو شمع فاش کرے گی
شکر خدا کہ سر دلش بر زباں گرفت
خدا کا شکر ہے کہ اسکے دل کے بھید نے اسکی زبان پکڑ رکھی ہے

۳

میخواست گل کہ دم زند از رنگ و بوی تو
گل نے چاہا کہ تیری رنگ و بو کا دم مارے
از غیرت صبا نفسش در دہاں گرفت
غیرت کے مارے صبا نے اسکا دم منہ میں بند کر دیا

۴

چوں لالہ کج نہادہ کلاہ طرب زکبر
لالہ کی طرح طرب کا کلاہ تکبر سے ٹیڑھا رکھا
ہر داغ دل کہ بادہ چوں ارغواں گرفت
ہر ایک داغ دل نے جس نے شراب ارغوان کیطرح لی

۵

زاں روی شوق ساغر می خرمنم بسوخت
اس وجہ سے شراب کے پیالہ کی شوق نے میرا خرمن ہستی جلا دیا
کاتش عکس عارض ساقی دراں گرفت
جب ساقی کے رخسار کے عکس سے آگ اسمیں لگ گئی

۶

آسودہ بر کنار چو پرگار می شدم
پرکار کی طرح میں کنارہ پر آسودہ ہو کر بیٹھا تھا
دوران چو نقطہ عاقبتم درمیاں گرفت
گردش زمانہ نے نقطہ کی طرح مجھے درمیان میں لیا

۷

خواہم شدن بکوی مغاں آستین فشاں
پیر مغاں کی گلی میں آستیں جھاڑتا ہوا جاؤں گا
زیں فتنہا کہ دامن آخر زماں گرفت
ان فتنوں سے جو آخر زمان کے دامنگیر ہیں

۸

بر برگ گل زخون شقایق نوشتہ اند
گل کی پتی پر شقائق کے خون سے یہ لکھا گیا ہے
کانکس کہ پختہ شد می چوں ارغواں گرفت
کہ جو پختہ ہوا اس کو شراب ارغوانی سے رنگ دیا جاتا ہے

۹

می دہ کہ ہر کہ آخر کار جہاں بدید
شراب دے کہ جس کسی نے دنیا کا انجام چشم بصیرت سے دیکھا ہے
از غم سبک برآمد و رطل گراں گرفت
غم سے سبکدوش ہوا اور رطل گراں یعنی جام شراب لیا ہے

۱۰

می دہ بجام جم کہ صباح صبوحیاں
جمشید کے جام میں شراب دے کہ شرابیوں کی صبح نے
چوں پادشہ بہ تیغ زرافشاں جہاں گرفت
بادشاہ کیطرح زریں تلوار سے جہان پر قبضہ کیا

۱۱

فرصت نگر کہ فتنہ چو در عالم اوفتاد
فراغت حاصل کر کیونکہ جب عالم میں فتنہ برپا ہوا
عارف بجام مے زد و از غم کراں گرفت
عارف نے جام میں شراب ڈالی اور کنارہ کیا

زین آتشِ نہفتہ کہ در سینۂ من است یہ آگ جو میرے سینہ میں دبی ہوئی ہے	۱۲	خورشید شعلہ ایست کہ بر آسماں گرفت اس کا شعلہ ایک سورج ہے جو آسمان پر چڑھ گیا

۱۳

حافظ چو آبِ لطف ز نظمِ تو می چکد
اے حافظ جب تیری نظم سے لطف کا پانی ٹپکتا ہے
غیری چگونہ نکتہ تواند براں گرفت
غیر کس طرح اس پر نکتہ چینی کر سکتا ہے

۱۔ ایک تو حسن اور پھر اس کے ساتھ ملاحت ملی ہوئی ہو گویا حسن و ملاحت کی اتفاق نے تمام جہان کا دل جیت لیا ہے۔ کہا ہے خواجہ حافظ۔ چونکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن ملیح کی اکثر تعریف کرتے ہیں۔
۲۔ چونکہ شمع خلوت میں بھی . . . . . موجود ہے اور اس کو اہل خلوت کے تمام راز معلوم ہیں اس لئے ڈر یہ تھا کہ شمع ان رازوں کو روشن کر دے گی مگر خدا کا شکر یہ ہے کہ یہ راز چھپے ہیں کہ شمع کی زبان کو پکڑ رکھا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ گوشہ نشین جس طرح جلتے ہیں اس کا حال شمع کو ہی معلوم ہے یا کس کو ہو سکتا ہے کہ ان کی سوزش کس حد تک ہوگی چونکہ اس سوزش کا راز شمع کو معلوم ہوا اور اس کے دل سے آگ نکل کر زبان پر ظاہر ہوئی۔
۳۔ گل سے مراد تجلیات شہودی ممکنہ ہیں جو مقید ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ ان نباتات میں وہ بات کہاں جو سرچشمہ نیست میں ہے۔ مقید اور مطلق میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ مقید نے یہ چاہا کہ مطلق ہونے کا دعوےٰ کرے دم بند ہو گیا جو فی الحقیقت ہے یعنی یہ کہ مقید ہی رہا۔ اس میں نکتہ یہ ہے کہ ممکن ممکن ہے اور واجب واجب ؎
نگو ممکن ز حدِ خویش بگذشت   نہ او واجب شد و نے ممکن ایں گشت
۴۔ آخر کار مر کر زمانہ کی گردش سے آسودہ ہو گئے۔
۵۔ دنیا کا انجام ہیچ ہے اسلئے ہیچ کی فکر کرنا عبث ہے۔ بہتر تو یہی ہے کہ انسان مدہوش ہو اور تفکرات سے نجات ہو۔
۱۳۔ ظاہر ہے کہ تمام پانی سیاہی کو دھو ڈالتا ہے اس لئے ممکن نہیں کہ حافظ رحمۃ اللہ علیہ کی نظم پر کوئی حرف رکھ سکے کیونکہ اس سے آب لطف ہمیشہ رواں ہے۔ جب شعر لطیف ہو گا تو نکتہ چینی کی گنجائش کہاں۔

خیالِ روئے تو در ہر طریق ہمرہ ماست تیرے چہرہ کا تصور میرے ہمراہ ایک سمت ہے	۱	نسیمِ موئے تو پیوندِ جانِ آگہ ماست تیرے زلف کی خوشبو میرے واقف کا روح کا پیوند ہے
بہ بیں کہ سیبِ زنخداں او چہ میگوید دیکھو اس کا سیبِ زنخدان کیا کہتا ہے	۲	ہزار یوسفِ مصری فتادہ در چہِ ماست ہزار یوسف مصری میرے چاہ میں ڈوبے ہوئے ہیں

برغم مدعیانی کہ منع عشق کنند مدعیوں کے خیال ناقص میں جو مجھے عشق سے منع کرتے ہیں	۳	**جمال چہرۂ تو حجت موجہ ماست** تیرا حسن اور چہرہ پختہ دلیل میرے لئے ہے۔
اگر بزلف دراز تو دست ما نرسد اگر تیری زلف دراز تک میرا ہاتھ نہ پہنچ سکے	۴	**گناہ بخت پریشان و دست کوتہ ماست** تو میرے پریشان بخت اور کوتہ ہاتھ کا قصور ہے
بحاجب در خلوتسرائے خاص بگو اپنے خاص الخاص خلوتسرائے کے دربان سے فرما کہ	۵	**فلان زگوشہ نشینان خاک درگہ ماست** فلاں شخص ہمارے دروازہ کی خاک کے گوشہ نشینوں سے ہے
بصورت از نظر ما اگرچہ محجوب است اگرچہ بوجہ صورت ہماری نظر سے چھپا ہوا ہے	۶	**ہمیشہ در نظر خاطر مرفہ ماست** مگر ہمیشہ ہمارے دل کی نگاہ کے سامنے ہے۔

۷

اگر چو سائلی حافظ درے زند بگشا

اگر سائل کی طرح حافظ دروازہ کھٹکھٹائے تو کھول دو

کہ سالہاست کہ مشتاق روئے چون ماست

کہ سالہا سال سے ہمارے چاند جیسے منہ دیکھنے کا مشتاق ہے

ا۔ "فاینما تولوا فثم وجہ اللہ" وہ مقام ہے کہ سالک کثرت میں مشاہدہ "وجہ اللہ" کرتا ہے۔ اور قیاماً و قعوداً و علیٰ جنوبھم۔ صرف ایک خیال میں محو رہتا ہے اور یہ خیال مشاہدہ وجہ اللہ ہے۔ جب تک ہر سال اور ہر ایک وقت اس خیال میں محویت حاصل نہ ہو گی حقیقت سے آگاہی ناممکن ہے۔

بعض نسخوں میں "نسیم کوئی تو" بجائے "نسیم موئے تو" ہے بہرحال مطلب ظاہر ہے کہ ہماری روح اور تیری جذبہ محبت میں ایک ایسا رابطہ ہے جو بہت مضبوط ہے اور ٹوٹ نہیں سکتا۔ بلکہ ہماری زندگی اسی محبت کیساتھ ہے ورنہ ہمارا زندہ رہنا محال ہے۔

۳۔ اگر وہ شخص جو مجھے عشق سے منع کرتے ہیں کبھی تیرے حسن وجمال کی جھلک دیکھ لیں تو بے اختیار بول اٹھیں کہ عاشق کے پاس پختہ وجہ عشق بازی کی ہے۔

۴۔ خواجہ ادب کو ہمیشہ ملحوظ خاطر رکھتے ہیں ایک مقام پر فرماتے ہیں کہ ؎

ہر چہ ہست از قامت ناساز بے اندام ماست + ورنہ تشریف تو بر بالائے کس کوتاہ نیست

ایک اور مقام پر فرماتے ہیں ؎ ہر کرا ادب نیست لائق صحبت نبود

گناہ گرچہ نبود اختیار ما حافظ — تو در طریق ادب کوش گو گناہ من است

سالک کو چاہیئے کہ ہمیشہ ربنا ظلمنا انفسنا ورد زبان رکھے۔

ادب تاجیست از لطف آلہی — بنہ بر سر برو ہر جا کہ خواہی

مولانا روم رح فرماتے ہیں کہ بے ادب محروم ماند از فضل رب ۔ بے ادبی نفس امارہ و شیطان کا کام ہے اور فضل الہیٰ سے دور رکھتا ہے ادب عجز و نیاز کے ہم معنے ہے اور بے ادبی غرور و تکبر کا مفہوم ہے ۔

زاہد غرور داشت سلامت نبرد راہ ＋ رند از رہ نیاز بدار السلام رفت

---

۱ درین زمانہ رفیقی کہ خالی از خلل است — صراحی مئی ناب و سفینۂ غزل است

اس زمانہ میں ایسا رفیق جو خلل سے خالی ہے — وہ خالص شراب کی صراحی اور بیاض غزل ہے

۲ جریدہ رو کہ گذرگاہ عافیت تنگ است — پیالہ گیر کہ عمر عزیز بی بدل است

اکیلا بے تعلق جا کہ گذرگاہ تنگ ہے — شراب کا پیالہ لے کہ عمر عزیز واپس نہیں آئیگی

۳ نہ من ز بی عملی در جہان ملولم و بس — ملالت علما ہم ز علم بے عمل است

صرف میں ہی دنیا میں بے عملی کے باعث رنجیدہ ہوں — علما کا ملال بھی علم بے عمل کے باعث ہے

۴ بچشم عقل ببین در جہان پر آشوب — جہان و کار جہان بے ثبات و بے محل است

عقل کی آنکھ سے پر آشوب دنیا کو دیکھ — دنیا اور دنیا کا کام سب بے بنیاد اور بے محل ہے

۵ دلم امید فراوان بوصل روی تو داشت — ولی اجل بره عمر رہزن امل است

میرا دل بہت کچھ تیرے چہرہ کے دیکھنے کی امیدیں رکھتا تھا — لیکن اجل عمر کے رستہ میں امیدوں کا خون کر دیتی ہے

۶ ز قسمت ازلی چہرۂ سیہ بختان — بشست و شوئے نگردد سفید این مثل است

ازل کی قسمت سے سیہ بختوں کا چہرہ — دھونے سے سفید نہیں ہو سکتا اور یہ مشہور بات ہے

۷ بگیر طرۂ مہ طلعتی و قصہ مخوان — کہ سعد و نحس ز تاثیر زہرہ و زحل است

کسی چاند سے خوبصورت کی زلف پر ہاتھ ڈال اور باتیں نہ بنا — کہ نحوست اور سعادت زہرہ اور زحل کی تاثیر ہے

۸ خلل پذیر بود ہر بنا کہ مے بینی — مگر بنائے محبت کہ خالی از خلل است

ہر ایک بنیاد جو تو دیکھ رہا ہے خراب ہونے والی ہے — مگر محبت کی بنا خلل سے خالی ہے

۹ بصبح دور نخواہند یافت ہشیارش — چنین کہ حافظ ما مست بادۂ ازل است

صبح قیامت تک حافظ کو ہشیار نہ پاؤ گے — ایسا شراب ازل سے مست ہوا ہے

ہو۔ یہاں راستہ جو تنگ ہو عام گذرگاہ نہیں ہوتا اس لیئے سالک کو تعلقات سے قطع تعلق کرنا چاہیئے۔ اور اس راستہ پر جانا چاہیئے ورنہ اس تنگ راستہ سے گذرنا محال ہے "تجرید" عالی مقام ہے سالک اس مقام ماسوی اللہ سے قطع تعلق کرتا ہے اور یہ ہو نہیں سکتا جب تک ساغر عشق الٰہی اور نشہ محبت حقیقی میں سرشار نہ ہو۔
تجرید کے متعلق خواجہ کے اشعار ذیل ملاحظہ ہوں۔ ؎

غلام ہمت آنم کہ زیر چرخ کبود — ز ہرچہ رنگ تعلق پذیرد آزاد است
زیر بارند درختاں کہ تعلق دارند — اے خوشا سرو کہ از بند غم آزاد آمد
ہر کہ از خود شد مجرد در طریق عاشقی — از غم و دردش چہ آگاہی و با درماں چہ کار
گر شوی پاک و مجرد چو مسیحا بہ فلک — از فروغ تو بخورشید رسد صد پرتو
نور خدا نمائدت آئینہ مجردی — از در ما درآ اگر طالب عشق سرمدی
نقش خودی ز لوح دل پاک کشی تو در زماں — گر بسری بجان و دل راہ بکوی مجردی
جان و دل تو حافظا بستہ دوام آرزوست — اے متعلق مخجل دم مزن از مجردی

حضرت مجدد الف ثانی سرہندی رح فرماتے ہیں کہ "وحدت وجود" کوچہ تنگ ہے۔ شاہراہ دیگر ہے یعنی شاہراہ گذرگاہ عوام ہے بلکہ عوام کالانعام ہے جہاں سے ہر ایک حیوان کا گذر ہوتا ہے۔ لیکن "وحدت وجود" میں سے گذرگاہ خاص بلکہ خاص الخاص کا ہوتا ہے۔ کیونکہ بقول حضرت عیسیٰ تنگ ہے وہ راستہ جو آسمانی بادشاہت کی طرف جاتا ہے اور کشادہ ہے وہ راستہ جو ہلاکت کی طرف لے جاتا ہے۔

۵ و ۶ و ۷ اشعار قطعہ بند ہیں ان اشعار میں خواجہ حافظ رح نے اپنی فصاحت و بلاغت کا کمال دکھایا ہے کہ وہ خواہش جو خود عاشق کے دل میں ہے معشوق کے منہ سے کہلواتے ہیں اور ساتھ ہی یہ بھی ظاہر کرتے ہیں کہ ہمارے دل کی خواہشات کا علم معشوق کو ہے۔ مطلب یہ ہے کہ عاشق کے لئے ناممکن ہے کہ جدوجہد سے معشوق کے دیدار سے فائز ہو ہاں اگر خود معشوق ہی مہربانی فرمائے تو ہو سکتا ہے۔

شعر (۶) میں تصوف اور "علم النفس" کو کوزہ میں بند کر دیا ہے فی الحقیقت "صورت" ہی "حقیقت" کا حجاب ہے ہماری نظر صورت پر پڑتی ہے اور حقیقت کو محسوس نہیں کرتے۔ جب صورت سے قطع نظر کی جائے تو حقیقت منکشف ہوتی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جب تک صورت کے گرویدہ ہو حجاب میں ہو ۔ . . . . جب صورت کو نظر انداز کر کے باطن کی طرف رجوع کرو گے حقیقت کا انکشاف ہوگا۔ عاشق مشاہدہ سے اس لئے مشرف نہیں ہوا کہ عالم صورت میں محو تھا جب حقیقت کی جستجو ہوئی تو دروازہ کھلا ؏ در خانہ اگر کس است یک حرف بس است ؎

۷۔ نجومی کہتے ہیں کہ زہرہ سعد ستارہ ہے اور زحل منحوس۔ خواجہ حافظ علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ ان باتوں میں نہ پڑو یہ محض بیہودہ بکواس ہے کسی ماہرو سے دل لگاؤ جو زہرہ اور زحل کی روشنی کو بھی ماند کر دے یعنے عشق پیدا کرو اور نحس و سعد کے جھگڑوں سے نجات حاصل ہو جائیگی۔

دل و دینم شد و دلبر بملامت برخاست	۱	گفت با ما منشین کز تو سلامت برخاست
دین اور دل ہاتھ سے گیا اور دلبر نے ملامت شروع کی		کہا کہ میرے پاس نہ بیٹھ کیونکہ تیرے پاس سے سلامتی چلی گئی ہے

۲ که شنیدی که درین بزم دمی خوش بنشست — که نه در آخر صحبت بندامت برخاست

تو نے کب سنا کہ اس بزم میں کوئی ایکدم خوش بیٹھا ہو اور آخر میں بیٹھ کر ندامت سے نہ اٹھا ہو۔

۳ شمع گر زان لب خندان بزبان لافی زد — پیش عشاق تو شبها بغرامت برخاست

اگر شمع نے اس لب خنداں کی مشابہت کا دم مارا ہے تو تیرے عاشقوں کے سامنے کئی راتیں درد کرب سے کھڑی رہی

۴ در چمن باد بهاری ز کنار گل و سرو — بهواداری آن عارض و قامت برخاست

چمن میں صبح بہار نہر کے کنارے اور پھول اور سرو کو دیکھ کر اس کے عارض اور قد کی ہواداری میں آتی ہے

۵ مست بگذشتی و از خلوتیان ملکوت — بتماشای تو آشوب قیامت برخاست

تو مست ہو کر گذر گیا اور عالم ملکوت (ارواح) کے رہنے والوں میں سے تجھے دیکھ کر قیامت کا شور برپا ہوا۔

۶ پیش رفتار تو پا بر نگرفت از خجلت — سرو سرکش که بناز قد و قامت برخاست

تیری رفتار کے سامنے شرمندگی سے قدم نہ اٹھا سکا سرکش سرو جو قد و قامت کے گھمنڈ پر اٹھا تھا۔

۷ حافظ این خرقه بینداز مگر جان ببری — کآتش از خرمن سالوس و کرامت برخاست

اے حافظ یہ خرقہ اتار پھینک شاید جان بچ رہے کیونکہ مکر و فریب کے خرمن سے آگ بھڑک اٹھی ہے

ا۔ ہمارا دل اور دین گیا اور یہ سب کچھ اس لئے ہاتھ سے کھو یا کہ معشوق ہاتھ لگے لیکن نتیجہ یہ ہوا کہ الٹا معشوق ملامت کر رہا ہے اور کہتا ہے کہ ہمارے پاس نہ بیٹھو ایسا نہ ہو کہ ہم تمہاری باعث بدنام ہوں (کہ نہ بدنام کند صحبت بدنامی چند) تجھ سے سلامتی جاتی رہی تو خراب خستہ ہے اس لئے تیری صحبت خرابی کی موجب ہے۔

۲۔ "بزم" سے مراد دنیا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اس دنیا میں کوئی شخص ایسا نہیں کہ جس کو ایک دم کے لئے خوشی حاصل ہوئی ہو اور آخر کار اس کو شرمندگی نہ ہوئی ہو یعنے دنیا کا عیش جس سے عارضی خوشی حاصل ہوتی ہے آخر کار انسان کو شرمندہ کرتا ہے کیونکہ اس کے نتائج بہت برے ہوتے ہیں اور ان نتائج کو دیکھ کر انسان شرمندہ ہوتا ہے۔

۷۔ یہ خرقہ فی الحقیقت مکر و فریب کی گدڑی ہے عشق کی آگ بھڑک اٹھی تو اب جب تک اس مکر و فریب کو ترک نہ کیا جائے جان کے بھی لالے ہیں کیونکہ اس گدڑی میں آگ تو لگ چکی ہے اس کو اگر اتار کر نہ پھینکا جائے تو جسم بھی جلے گا۔

۱ روی تو کس ندید و ہزارت رقیب ہست
تیرا چہرہ ابھی تک کسی نے نہیں دیکھا اور ہزاروں رقیب ہو گئے
در غنچہ ہنوز و صدت عندلیب ہست
ابھی تک تو کلی میں ہے اور سینکڑوں بلبلیں موجود ہو گئیں

۲ گر آمدم بکوی تو چنداں غریب نیست
اگر میں تیری گلی میں آیا تو کچھ تعجب کی بات نہیں
چوں من دریں دیار ہزاراں غریب ہست
میری طرح اس دیار میں ہزاروں غریب ہیں۔

۳ ہر چند دورم از تو کہ دور از تو کس مباد
اگرچہ میں تجھ سے دور ہوں اور خدا کرے تجھ سے کوئی دور نہ ہو
لیکن امید وصل تو ام عنقریب ہست
لیکن تیرے وصل کی امید مجھے عنقریب ہے۔

۴ در عشق خانقاہ و خرابات شرط نیست
عشق میں خانقاہ اور خرابات کی شرط نہیں
ہر جا کہ ہست پرتو روی حبیب ہست
ہر ایک جگہ موجود ہے دوست کے چہرہ کا عکس ہے۔

۵ آں جا کہ کار صومعہ را جلوہ میدہد
جس جگہ بت خانہ کے کام کو جلوہ افروز بنا رکھا ہے
ناقوس و دیر و راہب و نام صلیب ہست
وہاں ناقوس اور دیر اور راہب اور صلیب کا نام ہے

۶ عاشق کہ شد کہ یار بحالش نظر نکرد
کون عاشق ایسا ہے کہ جسکے حال پر یار نے نظر نہیں کی
ای خواجہ درد نیست وگرنہ طبیب ہست
اے خواجہ درد ہی نہیں ہے ورنہ طبیب تو موجود ہے

فریاد حافظ ایں ہمہ آخر بہرزہ نیست
حافظ کی فریاد یہ سب کچھ بیہودہ نہیں ہے۔
ہم قصۂ غریب و حدیثی عجیب ہست
عجیب و غریب کہانی اور نرالی باتیں ہیں۔

۱۔ مقصد جو یہ غزل مشتمل ہے اسکی خوبیوں سے اہل دل ہی خوب واقف ہیں۔ اس شعر کے ہم معنی مرزا عبدالقادر بیدل فرماتے ہیں
۵ چساں ز خلوت بروں خرامد نقاب نکشودہ نازنینے + کہ شش جہت ہمچو موج گوہر ہجوم آغوش کرد تنگش
ذات الٰہی غیب الغیب ہے۔ لیکن عاشقان الٰہی کا شمار نہیں۔ آرزو یہی ہے کہ مشاہدہ ہو۔ سچ ہے۔ کہ
مصرعہ نہ تنہا عشق از دیدار خیزد
۴۔ عشق الٰہی کے لئے یہ ضرور نہیں کہ خانقاہ ہی ہو۔ کوئی جگہ ہو مسجد ہو کہ بت خانہ ہو ہر ایک جگہ اسی دلدار کا جلوہ ہے +
۴ و ۵۔ یہ اشعار قطعہ بند ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ عشق کے لئے یہ ضروری نہیں کہ خانقاہ ہو یا خرابات ہو کوئی جگہ

مسجد ہو کہ بت خانہ ہو ہر ایک جگہ اسی دلدار کا جلوہ ہے ؎ ع دیر میں کعبہ میں ہے جلوہ اُسی دلدار کا ؎
اگرچہ وہ ہر ایک جگہ جلوہ افروز ہے " لیک چشم وگوش راآں نور نیست " جو شخص ہستی موہوم میں گرفتار ہیں
وہ کو کعبہ میں بھی نہیں ملتا اور جو حقیقت کا مشاہدہ کر چکے ہیں ان کو بت خانہ میں بھی وہی نظر آتا ہے؎
یہی مضمون خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نے مختلف مقامات میں لکھا ہے ۔ ؎

در کعبہ و بت خانہ تو مسجودی و معبود — و میکدہ تو باشد ہمہ صاحب نظراں را

مسجد ہر ایک جگہ وہی مسجود و معبود ہے مگر اصطلاحیں مختلف ہیں اور ساتھ ہی مختلف آثار و احکام ہیں مثلاً
... جلوہ گاہ ہے مگر اس کے واسطے اصطلاح میں ناقوس و دیر و راہب و صلیب مقرر ہیں مسجد میں اذان
... بت خانہ میں مندر و بت و زنار ہے و علے ہذا القیاس ؎
... اور دل میں درد نہیں ورنہ طبیب اور دوا تو موجود ہے ؎ از ماست کہ بر ماست ؎

---

۱ ساقیا آمدن عید مبارک بادت

اے ساقی عید کا آنا تجھے مبارک ہو

وان مواعید کہ کردی نرود از یادت

اور وہ وعدے جو کئے ہیں بھول نہ جانا

۲ در شگفتم کہ دریں مدت ایام فراق

میں تعجب کرتا ہوں کہ ان فرقت کے دنوں میں

برگرفتی ز حریفان دل و دین میدادت

تو نے عاشقوں سے ... توڑ لیا حالانکہ وہ دل اور دین تجھے دے چکے ہیں

۳ برسان بندگی دختر رز گو بدر آئے

شراب کو سلام پہنچا دو اور کہو کہ باہر آؤ

کہ دم ہمت ما کرد ز بند آزادت

کہ میری توجہ کے دم نے تجھے قید تنہائی سے آزاد کر دیا

۴ شادی مجلسیان در قدم و مقدم تست

اہل مجلس کی شادی اور خوشی تیرے استقبال اور قدم میں ہے

جائے غم باد ہر آں دل کہ نخواہد شادت

وہ دل جو تیری خوشی کا خواہاں نہ ہو غم کی جگہ ہو

۵ چشم بد دور کزیں تفرقہ خوش باز آورد

چشم بد دور ہو کہ اس تفرقہ اور جدائی سے تجھے

طالع نامور و دولت مادرزادت

تیرا نامور نصیبہ اور ازلی دولت واپس لائی ہے

۶ شکر ایزد کہ ازیں باد خزاں رخنہ نیافت

اللہ کا شکر ہے کہ اس خزاں کی ہوا سے کوئی خرابی پیدا نہیں ہوئی

بوستان سمن و سرو و گل و شمشادت

تیرے باغ اور چنبیلی اور سرو اور گل اور شمشاد میں

۷ حافظ از دست مدہ صحبت آں کشتی نوح

اے حافظ ہاتھ سے اس کشتی نوح کو مت چھوڑنا

ورنہ طوفان حوادث ببرد بنیادت

ورنہ طوفان حوادث تجھے جڑ سے اکھاڑ دے گا

اشعار ساقی کے لفظ نے خود بخود ظاہر کر دیا ہے کہ کیا وعدہ ہوا ہو گا یعنے یہ وعدہ جو تو نے کہا تھا کہ عید کی آمد پر شراب پلاؤں گا بر آ گیا

	مصرع اول	مصرع ثانی
۱	ساقی بیار بادہ کہ ماہ صیام رفت	دردہ قدح کہ موسم ناموس و نام رفت
	اے ساقی شراب لا کہ روزوں کا مہینہ چلا گیا	پیالہ کو دور دے کہ ناموس و ننگ کا زمانہ چلا گیا
۲	وقت عزیز رفت بیا تا قضا کنیم	عمری کہ بی حضور صراحی و جام رفت
	قیمتی وقت چلا گیا آ کہ قضا کریں	وہ عمر جو جام و صراحی کے بغیر بسر ہوئی
۳	در تاب توبہ چند توان سوخت ہمچو عود	مَی دہ کہ عمر در سر سودای خام رفت
	عود کی طرح توبہ کی تاب و تپش سے کب تک جلا کریں	شراب دے عمر تو خام خیالیوں میں بسر ہو گئی
۴	مستم کن آنچناں کہ ندانم ز بیخودی	در عرصۂ خیال کہ آمد کدام رفت
	مجھے ایسا مست کر دے کہ بیخودی میں مجھ یہ معلوم نہ ہو	کہ کون آیا اور کون گیا
۵	بر بوئے آنکہ جرعۂ جامی بما رسد	در مصطبہ دعائے تو ہر صبح و شام رفت
	اس امید پر کہ شراب کا ایک گھونٹ ہمیں بھی عنایت ہو گا	خانقاہ میں صبح و شام دعائیں مانگتا رہا
۶	دل را کہ مردہ بود حیاتی ز نو رسید	تا بوئی از نسیم میش در مشام رفت
	دل کو جو مردہ ہو گیا تھا از سر نو زندگی حاصل ہوئی	جس وقت سے اس کے دماغ میں شراب کی بو پہنچی ہے
۷	زاہد غرور داشت سلامت نبرد راہ	رند از رہ نیاز بدار السلام رفت
	زاہد مغرور تھا اس لئے گمراہ ہو گیا اور سلامتی کیساتھ راہ پر چلا	رند عاجزی کے باعث دار السلام میں پہنچ گیا
۸	زاہد تو دان و خلوت تنہائی و نیاز	عشاق را حوالہ بعیش مدام رفت
	اے زاہد تو جان اور تیری گوشہ نشینی اور عبادت	عاشق کے سپرد ہمیشہ کا عیش ہوا ہے
۹	نقد دلی کہ بود مرا صرف بادہ شد	قلب سیاہ بود ازاں در حرام رفت
	نقد دل جو کچھ پاس تھا شراب میں خرچ ہو گیا	قلب سیاہ تھا اس لئے حرام میں گیا
۱۰	دیگر مکن نصیحت حافظ کہ رہ نیافت	گم گشتۂ کہ بادۂ عشقش بکام رفت
	حافظ کو پھر نصیحت نہ کرنا کہ اس کو راستہ کہاں ملتا ہے	تو گم گشتہ ہے چونکہ عشق کی شراب اسکے مذاق آ گئی ہے

۱ ماہ رمضان سے مراد وہ ایام ہیں جو مجاہدہ اور ریاضت میں صرف ہوں۔ اس کے بعد عید کا دن ہے یعنے مشاہدہ حاصل ہوتا ہے۔

۲۔ قضا عمری اسوقت کرتے ہیں کہ گذشتہ عمر میں کوئی نماز سہواً رہ گئی ہو یا قضا ہو گئی ہو۔ حافظ رح فرماتے ہیں کہ عمر کا ایک حصہ تو گذر گیا اور شراب نہ پی لاؤ یہ قضا عمری کر لیں۔

۳۔ ابلیس سے مراد شیطان ہے کہ اس نے اگرچہ بہت عبادت کی مگر غرور کی وجہ سے راندہ درگاہ ہو گیا۔ رندسے مراد آدم ہے کہ انکساری اور خاکساری سے منزل مقصود کو پہنچ گیا ؎

عیب درگذر و بیش از ین سخن نخوت ✽ کہ ساکنان در دوست خاکسار انند

۴ قدح کے معنے دل بھی ہیں اور "کھڑا" بھی ہیں یعنے نقد ارتجاد (دل) جو تھا وہ تو شراب عشق میں صرف ہوا۔ اور قلب یہ سیاہ حرام میں گیا۔ مال حرام بود بجائے حرام رفت۔

---

۱ صبا اگر گذری افتدت بکشور دوست
بیار نفحہ از گیسوی معنبر دوست

اے صبا اگر تیرا گذر دوست کے ملک پر ہو
تو دوست کے معنبر زلفوں سے خوشبو لانا

۲ بجان او کہ بشکرانہ جان برافشانم
اگر بسوی من آری پیامی از بر دوست

اسکی جان کی (روح کی) قسم (یہ اسکی عنایت ہے) کہ شکریہ میں جان فدا کر دوں
اگر تو میری طرف یار کی جانب سے پیام لائے

۳ وگر چنانچہ دراں حضرت نباشد بار
برائی دیدہ بیاور غباری از در دوست

اور اگر تجھے اس کی حضوری میں باریابی نہ ہو
تو ان آنکھوں کے لیے دوست کی دروازہ کی خاک ہی (لے آنا)

۴ من گدا و تمنائے وصل او ہیہات
مگر بخواب ببینم جمال و منظر دوست

میں فقیر اور اس کی وصل کی آرزو افسوس
شائد خواب میں دوست کا چہرہ اور صورت نظر آئے

۵ دل صنوبریم ہمچو بید لرزان ست
ز حسرت قد بالائی چون صنوبر دوست

میرا صنوبری دل بید کی طرح لرزتا ہے
اس کے بلند قد کی حسرت میں جو صنوبر کی مانند ہے

۶ اگرچہ دوست بچیزی نمے خرد ما را
بعالمی نفروشیم موئی از سر دوست

اگرچہ دوست مجھے کسی شئے کے عوض مول نہیں لیتا
میں تمام دنیا کے عوض دوست کے سر کا ایک بال بھی فروخت نہ کروں

۷ چہ باشد ار شود از قید غم دلش آزاد
چہ ہست حافظ مسکین غلام چاکر دوست

کیا ہو اگر قید غم سے اس کا دل آزاد ہو جائے
کیونکہ حافظ مسکین دوست کا غلام اور نوکر ہے

غمش تا در دلم ماوا گرفته است — ۱ — سرم چون زلف او سودا گرفته است

جب سے اس کے عشق کے غم نے میرے دل میں گھر بنا رکھا ہے — میرے سر میں اس کی زلف کی طرح سودا ہے

لب چون آتش آب حیات است — ۲ — ازاں آب آتشی در ما گرفته است

اس کا لب آگ کی طرح سرخ آبحیات ہے — اس پانی سے میرے تن بدن میں آگ لگی ہوئی ہے

همای همتم عمریست کز جان — ۳ — هوای آن قد بالا گرفته است

میری ہمت کے ہما کے سر میں ایک عرصہ سے — جان و دل سے اسکے بلند قد کی ہوا سمائی ہوئی ہے

شدم عاشق ببالائی بلندش — ۴ — که کار عاشقان بالا گرفته است

میں اس کے بلند قد پر عاشق ہوا ہوں — کہ عاشقوں کا کام بلندی پر ہے

چو ما در سایهٔ الطاف اوئیم — ۵ — چرا او سایه از ما وا گرفته است

جب ہم اس کے مہربانی کے سایہ کے نیچے ہیں — اسنے کس لئے اپنا سایہ ہم سے ہٹا لیا ہے

نسیم صبح عنبر بوست امروز — ۶ — مگر یارم ره صحرا گرفته است

آج صبح کی ہوا سے عنبر کی خوشبو آتی ہے — شاید ہمارا یار جنگل کی سیر کو نکلا ہے

ز دریائے دو چشم گوہر اشک — ۷ — جہاں در لولو لالا گرفته است

ہماری دو آنکھوں کے دریا سے آنسوؤں کے موتی — اس قدر ہیں کہ دنیا میں موتی ہی موتی بھر گئے ہیں

حدیث حافظ ای سرو سمن بو

حافظ کے شعر اے چنبیلی کے خوشبو والے

بوصف قد تو بالا گرفته است

تیرے قد کی تعریف میں نہایت شہرت حاصل کر چکے ہیں

صبحدم مرغ چمن با گل نوخاسته گفت — ۱ — ناز کم کن که دریں باغ بسی چون تو شگفت

صبح کے وقت بلبل نے تر و تازہ کھلے ہوئے پھول سے کہا — کہ ناز کم کر کیونکہ اس باغ میں تجھ جیسے بہت کھل کر مرجھا گئے

گل بخندید کہ از راست نرنجیم ولی

گل ہنسا اور کہا کہ سچی بات کا مجھے رنج نہیں

۲ ہیچ عاشق سخن تلخ بہ معشوق نگفت

مگر کسی عاشق نے معشوق کو کڑوی بات نہیں کہی

گر طمع داری ازاں جام مرصع می لعل

اگر تجھے اس جام مرصع کی ہوس ہے جس میں سرخ شراب ہے

۳ دُرّ و یاقوت بنوک مژہ ات باید سفت

تو موتی اور یاقوت پلکوں کی نوک سے پرونے لازمی ہیں

تا ابد بوئے محبت بمشامش نرسد

ابد تک محبت کی بو اس کے دماغ تک نہ پہنچے گی

۴ ہر کہ خاک در میخانہ برخسار نرفت

جس کسی نے شراب خانہ کے دروازہ کی خاک رخسار سے صاف کی

در گلستان ارم دوش چو از لطف ہوا

کل بہشت کے باغ ہوا میں لطافت کے باعث

۵ زلف سنبل ز نسیم سحری می آشفت

سنبل کی زلفیں صبح کی ہوا سے پراگندہ ہوتی تھیں

گفتم ای مسند جم جام جہاں بینت کو

میں نے پوچھا کہ اے جمشید کے تخت وہ تیرا جام جہاں نما کیا ہوا

۶ گفت افسوس کہ آں دولت بیدار بخفت

جواب دیا کہ افسوس وہ دولت بیدار سو گئی

سخن عشق نہ آن است کہ آید بزبان

عشق کی باتیں ایسی نہیں کہ کہنے سننے میں آئیں

۷ ساقیا می دہ و کوتاہ کن ایں گفت و شنفت

اے ساقی شراب دے اور اس کہنے سننے کے جھگڑے کو ختم کر

اشک حافظ خرد و صبر بدریا انداخت

حافظ کے آنسوؤں نے عقل اور صبر کو دریا میں ڈال دیا

چہ کند سوز غم عشق نیارست نہفت

کیا کرتا غم عشق کا سوز چھپانے سے چھپ سکتا تھا

۱، ۲۔ اگرچہ یہ سچ ہے کہ گل کھلتے ہیں اور مرجھاتے ہیں مگر بلبل کا گل کو اس طرح طنزاً کہنا زیبا نہ تھا۔ کیونکہ عاشق کبھی گوارا نہیں کر سکتا کہ معشوق کو ایسی تلخ بات کہے خواہ وہ سچی ہی کیوں نہ ہو۔

۳۔ "جام مرصع می لعل" غالباً معشوق کے لبوں کو استعارہ میں ظاہر کیا گیا ہے، یعنے اگر تجھے بوسہ کی ہوس ہے "دُر و یاقوت" یعنے آنسو جو موتی اور یاقوت کے مشابہ ہیں پلکوں سے گرا۔ "جام مرصع" لب دلبر، "می لعل" ہونٹوں کی سرخی ہے۔

۷۔ سخن عشق زبانی بکواس نہیں ہے قال نہیں بلکہ حال ہے۔

اے آنکہ بتقریر و زباں دم زنی از عشق ما با تو نداریم سخن خیر و سلامت

بشو اوراق اگر ہمدرس مائی ... کہ علمِ عشق در دفتر نباشد

بات بھی حق ہے کہ عشق ایک کیفیت ہے جو لفظوں میں بیان نہیں ہو سکتی اُس جگہ تو مشاہدہ ہے مدرسہ کی بیہودہ بکواس نہیں ہے

در حریمِ عشق نتواں زد دم از گفت و شنید ... زانکہ آنجا جملہ اعضا چشم باید بود و گوش

خواجہؒ کے اشعار سے واضح ہوتا ہے کہ عشق میں زبان کا کچھ کام نہیں اس لئے عشق کی باتیں نہ زبان پر آسکتی ہیں اور نہ سنی جا سکتی ہیں۔ لیکن گوش کا کام سننا ہے اس لئے یہ غلط فہمی پیدا ہو سکتی ہے کہ جب جملہ اعضا چشم و گوش ہوں تو چشم کا کام مشاہدہ ہے اور گوش کا سمع تو وہ کیا بات ہے جو گوش کے لائق ہے خواجہؒ کا مطلب یہ ہے کہ گوش میں آواز ہو تو اسی کی جو مقصود ہے اور مشاہدہ ہو تو اسی کا جو مطلوب ہے۔ لیکن عشق میں باتیں بنانا عبث ہے۔

۱

گر ز دستِ زلفِ مشکینت خطائی رفت رفت ... ور ز ہندوئی شما بر ما جفائی رفت رفت

اگر تیری زلف سے کوئی خطا سرزد ہو گئی ہے تو کیا مضائقہ ہے۔ اور اگر تمہاری سیاہ گیسو نے مجھ پر کچھ جفا کی ہے تو کیا ہوا

۲

برقِ عشق از خرمنِ پشمینہ پوشی سوخت سوخت ... جورِ شاہِ کامران گر بر گدائی رفت رفت

پشمینہ پوش کے خرمنِ ہستی کو عشق کی بجلی نے آگ لگا کر جلا دیا۔ اگر کامران بادشاہ نے گدا پر ظلم کیا تو معاملہ رفت گذشت ہو گیا

۳

گر دلی از غمزۂ دلدار باری برد برد ... درمیانِ جان و جاناں ماجرائی رفت رفت

اگر دل نے دلدار کے غمزہ کو برداشت کیا ہے تو کر چکا ہے۔ جان اور جانان کے درمیان ایک بات تھی جو ہو گئی ہے

۴

در طریقت رنجشِ خاطر نباشد مے بیار ... ہر کدورت را کہ بینی چوں صفائی رفت رفت

طریقت میں دل کو رنجیدہ نہیں کیا کرتے شراب لا کہ کدورت دفع ہو۔ ہر ایک کدورت جب صفائی ہو جائے مٹ جاتی ہے

۵

عشق بازی را تحمل باید اے دل پایدار ... گر بلائی بود بود و گر خطائی رفت رفت

اے دل عشق بازی کے لئے پختہ صبر و تحمل ہونا چاہیئے۔ اگر کوئی بلا نازل ہوئی تھی تو ٹل گئی اور اگر کوئی خطا ہوئی تو گئی گذری

۶

از سخن چیناں ملالتہا پدید آید ولی ... چوں میانِ ہمنشیناں ماجرائی رفت رفت

نکتہ چین تو عیب ہی ظاہر کرتے ہیں۔ مگر دوستوں میں اگر کوئی بات ہو تو رفت گذشت ہو جاتی ہے

۷

عیبِ حافظ گو مکن زاہد کہ رفت از خانقاہ

حافظ کو اے زاہد برا نہ کہو کہ کیوں خانقاہ سے چلا گیا

پائے آزاداں چہ بندی گر بجائی رفت رفت

آزاد مرد کے پاؤں کیا باندھ رکھیگا جس جگہ بھی گیا گیا

بکوی میکده هر سالکی که ره دانست ۱ دری دگر زدن اندیشهٔ تبه دانست

شراب خانے کے کوچے کی راہ جس سالک کو معلوم ہوگئی ہے — دوسرا دروازہ کھٹکھٹانا اس نے تباہی کا خیال سمجھا

زمانه افسر رندی نداد جز بکسی ۲ که سرفرازی عالم درین کله دانست

زمانے نے رندی کا تاج سوائے اس شخص کے کسی کو نہیں دیا — جس نے کہ جہان کی سرفرازی اس کلاہ میں سمجھی ہے

بر آستانهٔ میخانه هر که یافت رهی ۳ ز فیض جام می اسرار خانقه دانست

جو شخص شراب خانے کے دروازہ تک پہنچا — شراب کے پیالہ کے فیض سے اسے خانقاہ کے اسرار کھل گئے

هر آنکه راز دو عالم ز خط ساغر خواند ۴ رموز جام جم از نقش خاک ره دانست

جس نے دونوں جہانوں کے راز پیالہ کے خط سے سمجھے ہیں — جام جم کے اسرار اس نے راستہ کی خاک کے نقش سے سمجھے ہیں

خوش آن نظر که لب جام و خط ساقی را ۵ هلال یکشبه و ماه چارده دانست

کیا ہی اچھی وہ نظر ہے کہ جام کے کنارے اور ساقی کے خط کو — پہلی رات کا اور چودھویں رات کا چاند سمجھا ہے

ورای طاعت دیوانگان ز ما مطلب ۶ که شیخ مذهب ما عاقلی گنه دانست

ہم سے دیوانوں کی اطاعت کے سوا کچھ اور نہ پوچھ — کہ میرے مذہب کے بزرگ نے عقلمندی گناہ سمجھا ہے

دلم ز نرگس ساقی امان نخواست بجان ۷ چرا که شیوهٔ آن ترک دل سیه دانست

میرے دل نے ساقی کی آنکھ سے جان کی امان نہیں مانگی — کیونکہ اس ترک سیہ دل کے شیوہ سے واقف تھا

ز جور کوکب طالع سحرگهان چشمم ۸ چنان گریست که خورشید دید و مه دانست

اپنے ستارہ کے ظلم سے صبح کے وقت میری آنکھ نے — اس قدر آنسو بہائے کہ سورج نے دیکھا اور چاند کو معلوم ہوگیا

بلند مرتبه شاهی که نه رواق سپهر ۹ نمونه ز خم طاق بارگه دانست

وہ بادشاہ بہت بلند مرتبہ ہے کہ نو آسمانوں کی رواق کو — نمونہ بارگہ کے طاق کے خم کا سمجھا ہے

حدیث حافظ و ساغر کشیدن پنهان ۱۰ چه جای محتسب و شحنه پادشه دانست

حافظ اور اسے پوشیدہ شراب نوشی کی باتیں — محتسب اور کوتوال تو درکنار بادشاہ تک معلوم ہیں

۱۔ شرح۔ جس سالک نے ایک دفعہ شراب خانہ عشق کی راہ دیکھ لی اسے معلوم ہو گیا کہ یہی راستہ ہے جو منزل مقصود کو جاتا ہے اس لئے کسی اور طریقہ کی طرف ملتفت نہیں ہوتا اور زہد و عبادت کی بے حاصلی سمجھ گیا کہ ؎

درازدو در دیدم رہ و رسم پارسائی

عشق کے باعث ہستی موہوم کو فنا کیا اب غیر کا خیال تک نہیں آتا۔ وہ جانتا ہے کہ یہی شرک ہے اور گمراہی اور تباہی کا باعث ہے +

۲۔ شراب خانہ عشق میں جب ایک دفعہ گذر ہو گیا تو خانقاہ کی حقیقت کا حال خود بخود معلوم ہو گیا کہ وہاں تو صرف ریاکاری ہے اور ظاہر پرستی ہے۔ یہ باتیں شراب عشق پی کر معلوم ہوتی ہیں۔

۳۔ یہ شعر بر آستانہ میخانہ کے ہم معنی ہے یعنے شراب خانہ عشق کے دروازہ پر قدم رکھنے سے اور فیض جام محبت سے یہ تو سالک کو معلوم ہو گیا کہ خانقاہ تو محض ریاکاری کا گھر ہے کہ وہاں حقیقت سے کوئی آگاہ نہیں "راز درون پردہ ز رندان مست پرس کیں حال نیست صوفی عالی مقام را" اور جب سالک ساغر دل کی طرف متوجہ ہوا اور ماسوئے اللہ کا نقش اپنے قلب پایا تو اس کو محو کرنے میں سعی کی کیونکہ اس کو معرفت حاصل ہو چکی ہے کہ ہر دو عالم ہیچ ہیں۔

"ساغر" سے مراد قلب عارف ہے "خط ساغر" سے مراد وہ نقوش ہیں جو دونوں جہانوں کے خیال اور محبت کے باعث قلب میں ہیں۔ جام جم سے مراد وہ قلب ہے جو دنیا کا دلدادہ ہے۔ سالک عارف کو معلوم ہو گیا کہ دنیا ہیچ ہے خاک ہے بلکہ نقش خاک ہے اس کی کچھ قدر و منزلت نہیں اور نہ اس کو بقا حاصل ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جب عارف نے ہر دو عالم کا راز معلوم کرنا چاہا تو قلب میں فکر کرنے لگا اسے معلوم ہو گیا کہ دنیا کا نقش بے ثبات ہے۔ ۵

زرطل دردکشاں کشف کرد سالک راہ ۔۔۔ رموز غیب کہ در عالم شہادت رفت

دونوں شعر ہم معنی ہیں جام جم سے تمام دنیا کے حالات ظاہر ہوتے تھے عالم شہادت یہ دنیا ہے جو کچھ اس میں واقع ہو رہا ہے اس کا ظہور پردہ غیب سے ہوتا ہے یعنے سالک راہ نے سمجھ لیا ہے کہ دنیا میں جو کچھ ہوتا ہے خدا کی طرف سے ہے ان کی نظر اسباب کو نہیں بلکہ مسبب الاسباب کو دیکھتی ہے مگر یہ کشف عشق ہی کے ذریعہ ہوتا ہے۔

۶۔ دیوانوں سے مراد اس جگہ مجذوب سالک اور سالک مجذوب ہیں جو عشق الٰہی میں مستغرق ہیں عقل کا اس جگہ کام نہیں بلکہ سچ تو یہ ہے کہ جس کو لوگ عقلمندی کہتے ہیں اور جو عشق کے مخالف تعلیم کرتی ہے سخت گناہ ہے کہ وہ ظاہر پرستی سکھلاتی ہے اور اس لئے شرک کی تعلیم کرتی ہے۔ جس سے بڑھ کر گناہ نہیں۔

۷۔ ترک سیاہ دل سے مراد سیاہ آنکھ ہے جو معشوق ہے اس کا شیوہ جور و جفا کرنا ہے اس کے نیزوں سے پناہ نہیں اس لئے اس سے یہ امید کرنا کہ جان بچ جائیگی غلطی ہے۔

۸۔ جو کچھ اس کی فرقت میں ہم پر یہ آسمان مصیبتیں نازل کرتا ہے۔ اس کا حال آسمان کو بھی معلوم ہے۔ میں تنہا رویا کہ خورشید نے بھی اس طوفان کو دیکھا اور چاند تک اس کا حال معلوم ہو گیا۔ وہاں تک طوفان گریہ پہنچا۔

۹۔ نو آسمانوں کی قدر اور وقعت جس شخص کی نظر میں یہ ہو کہ وہ اپنی طاق کا خم انہیں سمجھے اس کا مرتبہ کیا کچھ نہو گا ایسا شخص سوائے صاحب معراج صلی اللہ علیہ وسلم کے اور کون ہو سکتا ہے۔

۱۰۔ ہمارا حال صرف حاملان شریعت ہی کو معلوم نہیں بلکہ شارع کو بھی معلوم ہے، کہ ہم شراب عشق پیتے ہیں اور اس کے اسرار پوشیدہ رکھتے ہیں +

۱
تا سر زلف تو در دست نسیم افتاده است
جب سے تیری زلف نسیم کے ہاتھ میں پڑی ہے
دل سودازده از غصه دو نیم افتاده است
سودائی دل مارے غصہ کے دو ٹکڑے ہو گیا

۲
چشم جادوئی تو در عین سواد سحر است
تیری جادو کرنے والی آنکھ عین جادو کا شعر ہے
این قدر هست که این نسخه سقیم افتاده است
لیکن اتنی بات ضرور ہے کہ یہ نسخہ کسی قدر کمزور پڑ گیا ہے

۳
در خم زلف تو آن خال سیه دانی چیست
زلف کے پیچ میں وہ سیاہ خال جانتا ہے کیا ہے
نقطه دوده که در حلقه جیم افتاده است
سیاہ نقطہ ہے کہ جیم (ج) کے حلقہ میں پڑا ہے

۴
سایه قد تو بر قالبم ای عیسی دم
تیرے قد کا سایہ میری لاش پر اے عیسیٰ دم
عکس روحیست که بر عظم رمیم افتاده است
روح کا عکس ہے جو بوسیدہ ہڈیوں پر پڑ رہا ہے

۵
زلف مشکین تو در گلشن فردوس عذار
تیری زلف مشکیں تیرے رخسار پر جو باغ جنت کی مانند ہیں
چیست طاوس که در باغ نعیم افتاده است
مور ہے جو بہشت میں ناچتا ہے

۶
دل من در هوس روی تو ای مونس جان
تیرے چہرہ دیکھنے کی آرزو میں میرا دل اے مونس جان
خاک راهیست که در پای نسیم افتاده است
راستہ کی مٹی ہے جو ہوا کے پاؤں کے نیچے پڑی ہے

۷
همچو گرد این تن خاکی نتواند برخاست
گرد کی طرح یہ خاکی تن اٹھ نہیں سکتا
از سر کوی تو زان رو که عظیم افتاده است
تیری گلی سے کیونکہ اس کا ڈھیر لگا ہوا ہے

۸
آنکه جز کعبه مقامش نبد از یاد لبت
وہ شخص جس کا مقام کعبے کے سوائے اور کوئی جگہ نہ تھی تیرے لبوں کی یاد میں
بر در میکده دیدم که مقیم افتاده است
میں نے دیکھا کہ شراب خانہ کے دروازہ پر رہتا ہے

۹
حافظ گمشده را با غمت ای یار عزیز
بیچارہ حافظ اور تیرے غم میں ایک ایسا اتحاد ہے اے عزیز دوست
اتحادیست که از عهد قدیم افتاده است
جو روز ازل سے دونوں کے درمیان قائم ہو چکا ہے

ماحصل یہ ہے کہ نسیم تیری زلفوں کے ساتھ اٹھکیلیاں کرتی ہے اور ہمارا دل بوجہ رشک ٹکڑے ٹکڑے ہوا جاتا ہے۔

شعر میں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ خواجہ حافظ علیہ الرحمۃ کے خیال میں معشوق کی آنکھ کے متعلق دو مضمون تھے ایک تو یہ کہ اس کی آنکھ جادو ہے اور جادو کو سیاہی کے ساتھ بھی مناسبت ہے اس لئے سیاہی نے "نسخہ" کا مضمون بھی سوجھا دیا۔ دوسرا مضمون یہ ہے کہ اس کی آنکھ بیمار ہے چونکہ بیمار کی آنکھیں نہ صرف بوجہ لاغری دیگر اعضا سے بڑی معلوم ہوتی ہیں۔ بلکہ بیمار عموماً آنکھیں بند کئے پڑا رہتا ہے اور ان کا کھولنا ایک تکلیف دہ امر معلوم ہوتا ہے اسی طرح معشوق بھی بوجہ غرورِ حسن اور بے نیازی کسی کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھنا پسند نہیں کرتا "سقیم" یعنے بیمار کے لفظ نے نسخہ کے مضمون میں اور ہی کیفیت پیدا کر دی۔ اور اس کے ساتھ "عین" کا لفظ جس کے معنی آنکھ کے بھی ہیں شعر کے لطف کو اور بھی بڑھا دیتا ہے بہر حال اس شعر میں ایک کیفیت ہے۔ جو اس شعر کے لفظوں سے پیدا ہوتی ہے *

۱

بلبلی برگ گلی خوشرنگ در منقار داشت
واندراں برگ و نوا خوش نالہائی زار داشت

ایک بلبل کی چونچ میں خوشرنگ پھول کی پتی تھی۔
اور اس ساز و سامان کے ساتھ خوب نالہ و زاری کرتی تھی

۲

گفتمش در عین وصل ایں نالہ و فریاد چیست
گفت ما را جلوۂ معشوق در ایں کار داشت

میں نے کہا کہ عین وصل کی حالت میں یہ نالہ و فریاد کیا ہے
جواب دیا کہ معشوق کے جلوہ نے مجھے اس کام میں لگا رکھا ہے

۳

یار اگر ننشست با ما نیست جائی اعتراض
پادشاہ کامراں بود از گدایاں عار داشت

اگر یار میرے پاس نہیں بیٹھا تو اعتراض کا مقام نہیں
وہ کامران بادشاہ ہے اور فقیروں کی صحبت سے عار کرتا ہے

۴

در نمیگیرد نیاز و ناز ما با حسن دوست
خرم آں کز نازنیناں بخت برخوردار داشت

ہمارا ناز و نیاز دوست کے حسن پر کچھ اثر نہیں کرتا
خوش قسمت وہ ہے جو ان نازنینوں سے فائدہ اٹھاتا ہے

۵

خیز تا بر کلک آں نقاش جاں افشاں کنیم
کیں ہمہ نقش عجب در گردش پرکار داشت

آ کہ اس نقاش کے قلم پر جان نثار کریں
کہ یہ عجیب و غریب صورتیں اسکی گردش پرکار میں ہیں

۶

گر مرید راہ عشقی فکر بدنامی مکن
شیخ صنعاں خرقہ رہن خانہ خمار داشت

اگر راہ عشق کا ارادتمند ہے تو بدنامی کی فکر نہ کر
شیخ صنعان نے اپنا خرقہ ساقی کے پاس رہن رکھ دیا تھا

۷

وقت آں شیریں قلندر خوش کہ در اطوار سیر
ذکر تسبیح ملک در حلقۂ زنار داشت

اس میٹھے قلندر کا وقت خوشی سے گزرے کہ جس نے طرز زندگی میں
فرشتوں کی تسبیح کے ذکر کو زنار کے حلقہ میں رکھا ہے

ہست شد چوں مستی از عالم اسرار داشت	۸	عارفی کو سیر کرد اندر مقام نیستی
وہ ہست ہو گیا جب عالم اسرار کی مستی حاصل کی۔		جس عارف نے مقام نیستی کی سیر کی ہے۔

۹۔

چشم حافظ زیر بام قصر آں حور سرشت

حافظ کی آنکھ اس حور وش کے قصر کے بام کے نیچے

شیوۂ جنات تجری تحتها الانهار داشت

اس طرح ہے جس طرح باغوں کے نیچے نہریں جاری ہوتی ہیں۔

۱ ۔ ہے وجہ نہیں ہے کہ بلبل کے چونچ میں پھول کی پتی ہے یعنے عاشق کو معشوق کا وصل حاصل ہے۔ مگر پھر بھی وہ نالہ اور فریاد کر رہا ہے۔ بات اصل میں یہی ہے کہ جلوۂ حسن کا تقاضا یہی ہے کہ عاشق ہر حال میں نالہ و فریاد کرے۔ حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ ایک دفعہ کعبۃ اللہ میں مجاورت کر رہے تھے۔ ایک نوجوان دیکھا کہ لاغر اور زرد ہے۔ آپ نے پوچھا کہ تمہارے چہرہ سے عاشقی کے آثار پائے جاتے ہیں کیا کسی پر عاشق ہو؟ جواب دیا "ہاں"۔ پھر پوچھا معشوق نزدیک ہے یا دور؟ جواب دیا کہ ہر وقت معشوق کے پاس رہتا ہوں اور ہم آپس میں شیر و شکر ہیں۔" پوچھا کہ معشوق جفا پیشہ ہے یا مہربانی سے پیش آتا ہے؟ جواب دیا کہ اس کے لطف و کرم کی انتہا نہیں ہمیشہ مہربانی سے پیش آتا ہے۔" حضرت ذوالنون رحمۃ اللہ علیہ نے تعجب کرتے ہوئے کہا کہ جب یہ حالت ہے تو تم اس قدر لاغر اور زرد کیوں ہو؟ نوجوان نے آہ پر درد جگر سے کھینچ کر کہا۔ جو عاشق معشوق سے دور ہیں وہ امید کرتے ہیں کہ ایک نہ ایک دن قرب حاصل ہوگا۔ اس امید پر زندہ ہیں اور جو معشوق کے قریب ہیں انہیں ہر وقت یہی دھڑکا لگا رہتا ہے کہیں پھر فرقت کے صدمہ نہ سہیں۔ نیز معشوق ذرا سی بات پر ناراض ہو جائے تو گھر سے نکال دے گا۔

سچ ہے۔ **مصرع** نزدیکاں را بیش بود حیرانی۔

۲ ۔ عاشق و معشوق کی حیثیتوں کا بڑا فرق ہے ایک مطلق العنان بادشاہ ہے۔ اس کی قدرت اور ارادہ غیر محدود ہے۔ اپنے اختیارات کی حد نہیں۔ دوسرا فقیر ہے اور ہر وقت اس کا محتاج ہے۔ ایسا بادشاہ فقیروں کی صحبت کب پسند کرتا ہے۔

۴ ۔ بیچارا کچھ نہیں کر سکتا۔ عاجزی سے کام نہیں بن سکتا۔ یہ صرف خوش قسمتی ہے کہ اسے رحم آ جائے اور اپنے پاس بلائے۔

۵ ۔ یہ تمام صورتیں جو اپنے حسن و جمال سے فریفتہ کرتی ہیں۔ فی الحقیقت صانع حقیقی کا کام ہے اس لئے مناسب یہی ہے کہ ہم اس کی کلک قدرت کی حمد و ثنا بجا لائیں اور اس کے نقوش پر عاشق ہوں۔

"چہ باشد آں نگار خود کہ بندد ایں نگارہا"

۶ ۔ شیخ صنعان ایک مشہور زاہد و عابد بزرگ تھے۔ ایک ترسا بچہ پر عاشق ہو گئے اور سب زہد و تقویٰ بالائے طاق رکھ دیا۔ حضرت عشق کے کرشمے ہیں۔ کہ شیخ صنعان سا مسلمان رند بد مشرب بن گیا۔ اس راہ میں جب قدم رکھا تو بدنامی کا خیال نہ کرنا چاہیئے۔ ایسی مثل ہے کہ عاشقی اور نالہ جی کا ڈر۔

۷ ۔ صوفیہ کرام میں فرقہ قلندر جن کا ظاہر حال خراب اور باطن آراستہ ہوتا ہے حافظ ان کی تعریف کرتے ہیں

کہ اگرچہ ظاہر میں وہ کفر میں مبتلا معلوم ہوتے ہیں مگر ان کا باطن نور اسلام سے منور ہے۔ زنار کے دھاگے میں تسبیح کے دانے ہیں اور ان لوگوں سے ہزار ہا درجہ بہتر ہیں جو باطن خراب اور ظاہر آراستہ رکھتے ہیں +

۲۔ جس عارف نے فنا حاصل کی وہ بقا باللہ حاصل کرتا ہے۔

۱

بدام زلف تو دل مبتلای خویشتن ست

تیری زلفوں کے جال میں دل مبتلا خود بخود ہوا ہے

بکش بغمزہ کہ اینش سزای خویشتن ست

اے غمزہ سے قتل کر کہ یہی سزا اسکی مناسب ہے

۲

گرت ز دست برآید مراد خاطر ما

اگر تیرے ہاتھ سے میری مراد پوری ہو جائے۔

ببخش زود کہ خیری برای خویشتن ست

تو جلدی بخشش کر کہ نیکی اپنے ہی لئے ہوتی ہے

۳

بجانت ای بت شیرین من کہ ہمچو شمع

اے میرے پیارے معشوق تیری جان کی قسم کہ شمع کی طرح

شبان تیرہ مرادم فنای خویشتن ست

اندھیری راتوں میں اپنی ہستی فناہ کرنا میری دلی آرزو ہے

۴

چو رای عشق زدی با تو گفتم ای بلبل

اے بلبل جب تونے عشق کے متعلق اپنی رائے ظاہر کی تو میں کہتا ہوں

مکن کہ این گل خودرو برای خویشتن ست

کہ یہ کام نہ کر کہ یہ خود رو پھول صرف اپنے ہی واسطے ہیں

۵

بمشک چین و چگل نیست حسن گل محتاج

گل کا حسن چین کے مشک کا محتاج نہیں ہے۔

کہ نافہاش ز بند قبای خویشتن ست

کیونکہ کئی نافے اس کی بند قبا میں بند ہیں۔

۶

مرو بخانۂ ارباب بی مروت دہر

بے مروت دنیاداروں کے گھر نہ جا

کہ کنج عافیت در سرای خویشتن ست

کہ کنج عافیت اپنی ہی سرائے میں ہے۔

۷

بسوخت حافظ در شرط عشق و جانبازی

حافظ عشق اور جانبازی کے اقرار کو پورا کرنے کیلئے جل گیا

ہنوز بر سر عہد و وفای خویشتن ست

مگر ابھی تک اپنے اقرار اور وفا پر قائم ہے

۳۔ جس طرح شمع اندھیری راتوں میں جل کر اپنے آپ کو فنا کرتی ہے اسیطرح عاشقان الٰہی کا حال ہے کہ راتوں کو تیری یاد میں مشغول ہیں اور آتش عشق سے اپنے آپ کو جلاتے ہیں مدعا یہ ہے کہ مرتبہ فنافی اللہ حاصل ہو +

۱ صوفی از پرتو می راز نهانی دانست — گوهر هر کس ازین لعل توانی دانست

صوفی نے شراب کے عکس سے پوشیدہ راز معلوم کیا — اس سرخ شراب سے ہر ایک کی اصل و قابلیت معلوم ہو سکتی ہے

۲ شرح مجموعهٔ گل مرغ سحر داند و بس — که نه هر کو ورقی خواند معانی دانست

مجموعۂ گل کی تشریح صرف بلبل ہی جانتی ہے — یہ نہیں ہو سکتا کہ جس کسی نے ورق خوانی کی اور معنی سمجھ گیا

۳ عرضه کردم دو جهان بر دل کار افتاده — بجز از عشق تو باقی همه فانی دانست

میں نے اس دل کے روبرو دونوں جہان کی نعمتیں پیش کیں — مگر سوائے تیرے عشق کے ہر ایک چیز کو اس نے فانی سمجھا

۴ آن شد اکنون که ز افواه عوام اندیشم — محتسب نیز ازین عیش نهانی دانست

وہ وقت گذر گیا کہ لوگوں کی باتوں کا مجھے اندیشہ تھا — کوتوال بھی اس عیش میں بطور خفیہ مصروف ہے

۵ دلبر آسایش ما مصلحت وقت ندید — ورنه از جانب ما دل نگرانی دانست

دلبر نے میرے آرام کو مصلحت وقت کے خلاف سمجھا — ورنہ میری طرف سے دل کو مشتاق ہی دیکھا

۶ سنگ و گل را کند از یمن نظر لعل و عقیق — هر که قدر نفس باد یمانی دانست

کنکر پتھر کو نظر کی برکت سے لعل اور عقیق بنا سکتا ہے — جس کسی نے "باد یمانی" کے دم کی قدر معلوم کر لی

۷ ای که از دفتر عقل آیت عشق آموزی — ترسم این نکته به تحقیق ندانی دانست

تو عقل کے دفتر سے عشق کی آیت پڑھنا چاہتا ہے — مجھے ڈر ہے کہ یہ نکتہ تحقیق تجھے معلوم نہ ہوگا

۸ می بیاور که ننازد به گل باغ جهان — هر که غارتگری باد خزانی دانست

شراب لا کیونکہ وہ پھر کبھی دنیا کے باغ کے پھولوں پر نہ اترائے گا — جس کسی نے باد خزاں کی لوٹ کھسوٹ کو دیکھ لیا ہے

۹ حافظ این گوهر منظوم که از طبع انگیخت — اثر تربیت آصف ثانی دانست

حافظ نے یہ گوہر منظوم جو اپنی طبیعت سے پیدا کئے ہیں — آصف ثانی کی تربیت کے اثر کا نتیجہ سمجھا ہے

۱- صوفی نے شراب کی جھلک دیکھ کر یہ خیال کیا ہے کہ تمام اسرار منکشف ہو گئے، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہنوز تنگ…

حوصلہ ہے کہ صرف ایک جھلک پر سیر ہو گیا ورنہ عاشقان الٰہی تو خم کے خم خالی کر جاتے ہیں اور "ھل من مزید" کی صدا ان کے منہ سے نکلتی ہے بات اصل میں یہ ہے کہ شراب سے انسان کے جوہر کھلتے ہیں صوفی کی قابلیت کا اندازہ اسی سے ہو گیا کہ پیالہ میں شراب کا عکس دیکھ کر سمجھ لیا کہ تمام راز معلوم ہو گئے ۔

۲۔ کچھ شک نہیں کہ ؎ برگ سبز درختاں در نظر ہوشیار + ہر ورقے دفتریست معرفت کردگار ۔ مگر ہر ایک کا کام نہیں کہ ان سبز پتیوں سے وہ معرفت کا سبق سیکھے جو ہوشیار مطالعہ کرتے ہیں اصل میں گل کی رنگ و بو اور اس کی پتیوں کا حسن کچھ بلبل ہی خوب جانتی ہے یعنے عشق ہی ایسا اوستاد ہے جس سے یہ سبق حاصل ہوتے

۳۔ دنیا دار اور اہل آخرت تو دنیا اور بہشت کی نعمتوں پر مرتے ہیں گر ہمنے ذرہ غور کیا معلوم ہوا کہ دنیا ہیچ ہے اور بہشت کی نعمتیں بھی ایک حال پر نہیں مگر العشق نار یحرق ماسوی اللہ عشق کی آگ جو کچھ خدا کے سوا ہے سب کو جلا کر نیست کر دیتی ہے اس لئے عشق ہی کو پسند کیا کہ یہی باقی اور سب فانی ہیں غالباً خواجہ حافظ رہ "عشق" کو "امانت الٰہی" سمجھتے ہیں کہ

آسماں بار امانت نتوانست کشید قرعہ فال بنام من دیوانہ زدند

یہ عشق ہی ہے جو دل کے لئے خاص ہے ۔ دل کے لئے اور کوئی چیز مناسب نہیں ۔ مصرع

"عشق را جز آدمی در خور نیست"

اگرچہ عشق کے بغیر معرفت الٰہی کا حصول ناممکن ہے مگر ہماری رائے میں عشق صرف ذریعہ ہے فی الحقیقت وہ مدعا جو اس ذریعہ سے حاصل ہوتا ہے وہ "علم" یا معرفت ہے اور یہی امانت ہے جو ہمارے قلب میں ودیعت ہے ۔ عشق ہمارے قلب میں ایک ایسی تحریک پیدا کرتا ہے کہ اس کی تمام خفیہ طاقتوں کو بیدار کر دیتا ہے بند آنکھیں کھل جاتی ہیں اور کان سنتے ہیں اس وقت مشاہدہ سے علم حاصل ہوتا ہے ۔ ایک مقام پر فرماتے ہیں ؎

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق ثبت است بر جریدہ عالم دوام ما

ایک اور مقام پر فرماتے ہیں ؎

خلل پذیر بود ہر بنا کہ مے بینی مگر بنائے محبت کہ خالی از خلل ست

۴۔ کوتوال یا "محتسب" جو شراب عشق پینے سے منع کرتا ہے ۔ خود بھی تو اسی عیش میں مصروف ہے اس لئے اب اس افواہ اور چرچا کا کیا ڈر ہے کہ ہم شراب پیتے ہیں محتسب سے مراد شیطان ہے ۔ جو اس لئے آدمی کو عشق کے راستہ پر قدم نہیں رکھنے دیتا اور قدم قدم پر گمراہ کرتا ہے کہ اس کی غیرت قبول نہیں کرتی کہ دوسرا کامیابی کو دیکھے ۔

۶۔ "باد یمانی" وہی ہوا ہے جسکی نسبت رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا کہ یمن کی طرف سے مجھے دوست کی خوشبو آتی ہے انی لاجد نفس الرحمن من جانب یمن جس شخص نے اس روحانی فیض کی قدر کی وہ ایسی طاقت حاصل کرے گا کہ ایک نظر سے خاک کو کیمیا بنا دے گا ۔

۷۔ جو شخص یقین کرتا ہے کہ عقل کے ذریعہ سے معرفت الٰہی حاصل کروں جو صرف عشق کے وسیلہ سے ممکن ہے وہ ہرگز کامیاب نہ ہوگا کہ مصرع
کس نکشود و نکشاید بحکمت این معما را

بادہ پیش آر کہ اسباب جہاں ایں ہمہ نیست	۱	حاصل کارگہ کون و مکاں ایں ہمہ نیست
شراب عشق پلا کہ جہاں کے اسباب کچھ بھی نہیں ۔		دونوں جہانوں کا نتیجہ کچھ بھی نہیں ہے

۲
از دل و جان شرف صحبت جانان غرض ست — همه آنست وگرنه دل و جان این همه نیست

[illegible] و جان سے غرض صرف دوست کی صحبت کا حاصل کرنا ہے — غرض تو یہی ہے ورنہ دل و جان کیا چیز ہیں

۳
منت سدره و طوبی ز پی سایه مکش — که چو خوش بنگری ای سرو روان این همه نیست

[illegible] درخت طوبی کا احسان سایہ کے لیے نہ اٹھا — اے سرو رواں جب تو غور کریگا تو معلوم ہوگا کہ یہ کچھ بھی نہیں

۴
دولت آنست که بی خون دل آید بکنار — ورنه با سعی و عمل باغ جنان این همه نیست

دولت تو وہ ہے کہ بغیر جدوجہد کے ہاتھ لگے — ورنہ اعمال کی کوشش سے اگر جنت کا باغ بھی ملا تو کچھ نہیں

۵
پنج روزی که درین مرحله مهلت داری — خوش بیاسای زمانی که زمان این همه نیست

اس مرحلہ میں پانچ روز جو تجھے فرصت میسر ہے — غنیمت سمجھ اور خوش رہ کیونکہ یہ بھی ہاتھ نہ آئے گا

۶
بر لب بحر فنا منتظریم ای ساقی — فرصتی دان که ز لب تا بدهان این همه نیست

اے ساقی ہم فنا کے سمندر کے کنارے انتظار میں کھڑے ہیں — اتنی فرصت غنیمت ہے کیونکہ لب سے دہن تک کچھ بھی نہیں

۷
زاهد ایمن مشو از بازی غیرت زنهار — که ره صومعه تا دیر مغان این همه نیست

اے زاہد غیرت کے کرشموں سے بےپروا رہے فکر نہ ہو — کیونکہ بت خانہ اور خانقاہ کے درمیان اتنا فاصلہ نہیں کہ تو سمجھتا ہے

۸
دردمندی چو من سوخته زار و نزار — ظاهرا حاجت تقریر و بیان این همه نیست

مجھ سا دردمند جو زار و نزار جل کر خاک ہو گیا — اس امر کے ظاہر کرنے کیلئے تقریر اور بیان کی ضرورت نہیں

۹
از تهتک مکن اندیشه و چون گل خوش باش — زانکه تمکین جهان گذران این همه نیست

بے عزتی سے دل کو رنجیدہ نہ کر اور گل کی طرح خوش رہ — کیونکہ جہان فانی ہے اور اس کی [illegible] نہیں ہے

۱۰
نام حافظ رقم نیک پذیرفت ولی

اگرچہ حافظ کا نام مقبول ہوا اور مشہور ہوا لیکن

پیش رندان رقم سود و زیان این همه نیست

رندوں کے سامنے نفع و نقصان سب ہیچ ہے

شرح۔ اس غزل میں خواجہ حافظ رحمۃ اللہ علیہ نے پند و نصائح کے بیش قیمت موتیوں کا دریا بہا دیا ہے اور

ہر ایک شعر میں نہ صرف علم و حکمت کا سبق ہے۔ بلکہ خواجہ حافظ علیہ الرحمۃ کے بلند ی مرتبہ کی روشن دلیل ہے۔ فرماتے ہیں کہ دنیا ہیچ ہے اور سب کو معلوم ہے کہ جو کچھ پیدا ہوا ہے وہ عدم سے ظہور میں آیا ہے اس لیئے نتیجہ اس کے اور کیا ہو سکتا ہے کہ اس کا حاصل بھی عدم ہے۔ البتہ وہ چیز جو فانی نہیں اور جس کے باعث یہ سب کچھ ظہور میں آیا عشق ہے اس لیئے اسی عشق میں محویت حاصل کرنی چاہیئے۔

۲ - دل اور جان سے بڑھ کر دنیا میں اور کیا شئے ہے۔ لیکن اگر ان سے مقصود دلی نہ بر آئے اور معرفت الٰہی حاصل نہ ہو تو یہ بھی کچھ نہیں بالکل بے فائدہ ہیں۔

۳ - انسان سر و روان ہے کہ اس کو ایک جگہ قیام نہیں اور اس دنیا سے آخرت کی طرف سفر کر رہا ہے۔ اس لیئے کسی درخت کے سایہ کو تلاش کرنا اس غرض کے لئے کہ آرام ملے سخت حماقت ہے کیونکہ منزل پہ پہنچنا ہے اگر راستہ میں آرام کی خاطر بیٹھ گئے تو وہاں کب پہنچیں گے "سدرہ وطوبیٰ" بہشت کے درختوں کے نام یا آسمان کے درخت ہیں مطلب یہ ہے کہ دنیا اور آخرت میں اگر ایسی چیزیں بھی ملیں جو سب سے اعلیٰ پایہ کی ہوں پھر بھی انکی طرف متوجہ نہ ہونا چاہیئے "سایہ" کا لفظ نہایت موزوں اور معنے خیز ہے۔ ظاہر ہے کہ سایہ ایک نمود بے بود ہے۔ اس لیئے اس سایہ کے پیچھے دوڑنا نادانی ہے۔ لیکن خواجہ رح اس شعر میں لفظ "سایہ" کے ضمن میں یہ نکتہ بیان فرماتے ہیں کہ "سایہ" سے مراد "ظل" ہے اور کائنات محض ظلی وجود ہے۔ خواہ دنیا ہو یا آخرت اصل کو چھوڑ کر "ظل" کا دلدادہ ہونا سراسر حماقت ہے۔

۴ - دولت اور خوشحالی کے اسباب تو وہ ہیں جو مفت ہاتھ آئیں ورنہ اگر دنیا و آخرت سخت محنت اور مجاہدہ سے حاصل کی تو کیا کیا۔ یہ تو محنت کی مزدوری ہے۔ حاصل کیا ہوا اور فائدہ کیا ہے۔ بات اصل میں یہ ہے کہ دنیا و آخرت محنت و مشقت اور نیک عمل اور مجاہدہ سے مل سکتے ہیں لیکن قرب الٰہی کے لئے کوئی ذریعہ نہیں ہے ؎

ما بداں منزل عالی نتوانیم رسید + ہاں مگر لطف شما پیش نہد گامے چند

محض اللہ تعالےٰ کا فضل و کرم ہو تو ہو سکتا ہے اور یہی دولت جاوید ہے جس کو زوال کا ڈر نہیں ہے اور یہ دنیا اور آخرت کی نعمتیں کیا ہیں کہ ایک تو خون جگر پی پی کر حاصل کیں اور دوسرے پائدار نہیں اور فانی ہیں۔ ہیچ ہیں۔

۵ و ۶ - یہ پنجروزہ زندگی اس لئے غنیمت سمجھنی چاہیئے کہ فنا ہونے والی ہے۔ ہم گویا فنا کے سمندر کے کنارے کھڑے ہیں اور کوئی دم میں فنا ہونے والے ہیں۔ اس لئے اس قلیل عرصہ میں جبکہ اتنا اعتبار نہیں کہ سانس منہ سے لب تک آئے گا یا نہیں شراب عشق پینی چاہیئے کہ کچھ کام آئے۔

۷ - زاہد سے مراد شیطان ہے افسوس اس نے آدم کو بت سمجھا اور سجدہ کو بت پرستی۔ حالانکہ اگر اس کو چشم بصیرت حاصل ہوتی تو معلوم کر لیتا کہ اس بت پرستی اور حق پرستی میں کچھ فرق نہیں صرف فہم کا قصور ہے کہ دونوں میں زمین آسمان کا بعد تصور کرتا ہے۔ غیرت حق کے باعث آخر راندہ درگاہ ہوا۔

۸ - دنیا میں اگر عزت حاصل ہے تو کیا اور اگر بے عزتی ہے تو دل کو رنجیدہ کرنا نادانی ہے۔ کیونکہ دنیا فانی ہے اور یہ عزت اور بے عزتی بھی ہیچ ہے اس لئے ہر حال میں خوش ہونا چاہیئے۔ مصرع

خوشحال کسانیکہ بہر حال خوش اند

۹ - حافظ کا کلام مقبول تو ہوا اور ہر ایک شخص تعریف کرتا ہے۔ لیکن رند جو اہل معرفت ہیں جانتے ہیں کہ اس کا فائدہ حافظ کو ذاتی کیا ہے کچھ بھی نہیں۔ مصرع۔ بعد از سر من کن فیکون شدہ باشد۔ +

کوئی اسے برا کہے یا اچھا فی الحقیقت ہمیں اس سے نہ تو نقصان ہے اور نہ فائدہ یہ صرف نفسانی خواہش ہے
دنیا میں نام پیدا کرو۔ دنیا اور نام دونوں ہیچ ہیں ؎

بحریست بحر عشق که هیچش کناره نیست
عشق ایک ایسا سمندر ہے کہ جس کا کنارہ ہی نہیں ہوتا

آنجا جز آنکه جان بسپارند چاره نیست
اس جگہ اس کے سوا اور کوئی چارہ نہیں ہے کہ موت کے گھاٹ اتر جاؤ

۲ آن دم که دل بعشق دهی خوش دمی بود
وہ وقت جو عشق کو دیجئے وہ وقت نہایت اچھا ہے

در کار خیر حاجت هیچ استخاره نیست
کار خیر میں استخارہ کی ضرورت نہیں جلدی کر

۳ ما را بمنع عقل مترسان و می بیار
مجھے […] بات سے نہ ڈرا کہ عقل منع کرتی ہے شراب لے

کان شحنه در ولایت ما هیچ کاره نیست
کیونکہ ہماری ولایت میں یہ کوتوال بالکل نکما ہے

۴ از چشم خود بپرس که ما را که میکشد
اپنی آنکھ سے پوچھ کہ مجھے کون قتل کرتا ہے

جانا گناه طالع و جرم ستاره نیست
اے […] بدقسمتی اور ستارہ کا گناہ کوئی نہیں

۵ او را بچشم پاک توان دید چون هلال
اس کو […] پاک نگاہ سے دیکھ سکتے ہیں ہلال کی طرح

هر دیده جای جلوه آن ماه پاره نیست
ہر ایک آنکھ […] اس ماہ پارہ کا جلوہ دیکھنے کے قابل نہیں

۶ فرصت شمر طریقه رندی که این نشان
[…] طریقہ کو غنیمت سمجھ کہ یہ نشان

چون راه گنج بر همه کس آشکاره نیست
دفینہ […] ہے جو ہر کسی کو معلوم نہیں

نگرفت در تو گریه حافظ بهیچ روی
حافظ کی آہ و زاری نے تجھ پر بھی کسی طرح اثر نہ کیا

حیران آن دلم که کم از سنگ خاره نیست
میں اس دل پر حیران ہوں کہ پتھر سے کسی طرح کم نہیں

۲ "استخارہ" کی نیک کام میں کیا ضرورت ہے۔ عشق میں سوچ بچار کا کام کیا ہے۔ فوراً دل لگانا چاہیئے۔

۳ اس شعر میں خواجہ حافظ علیہ الرحمۃ نے ایک نہایت باریک نکتہ بیان فرمایا ہے اور حق تو یہ ہے کہ خواجہ صاحب ہی کا حصہ تھا کہ اس باریکی کو واضح کر کے فرماتے ہیں کہ جسے شیطان کہتے ہیں وہ عقل ہی ہے۔ الحق ؎

کسے کو عقل دور اندیش دارد
بسے آشفتگی در پیش دارد

ز دور اندیشی عقل فضولی یکے شد فلسفی دیگر حلولی

اسی عقل خانہ خراب نے لوگوں کو گمراہ کر رکھا ہے اس کے کرشموں میں وہ سبز باغ ہیں کہ آدمی فریب میں آ جاتا ہے اور خیال یہ کرتا ہے کہ "علم" حاصل ہوگا۔ مگر عقل سے علم کہاں حاصل ہوتا ہے بات اصل میں یہ ہے کہ وہ زندگی جو ذوق اور شوق کے متعلق ہے، عقل کے مخالف ہے حالانکہ یہ زندگی ہے جس سے قلب انسانی میں روشنی پیدا ہوتی ہے دلی جذبات اور فطری تقاضا کو عقل دباتی ہے حالانکہ ان کے ابھار میں ترقی کا راز پوشیدہ ہے اگر عوام الناس کے حالات پر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ "سیاست مدن" میں صرف عقل کی حکومت ہے اور تمام خرابیاں جو بلحاظ تمدن و معاشرت دنیا میں پیدا ہوتی ہیں وہ صرف عقل کی متابعت کا نتیجہ ہے جسے "آزادی اور ترقی کہتے ہیں" وہ صرف فطرت کی مطابقت سے حاصل ہوتی ہے خواجہ علیہ الرحمۃ نے جو بات چند لفظوں میں بیان کی ہے وہ شرح طلب ہے اور ایک دفتر میں اس کی شرح ہو سکتی ہے یہ نکتہ آسانی سے سمجھ میں نہیں آتا بہر حال نتیجہ یہ ہے کہ عشق کو اپنا رہنما بناؤ تمام اوصاف ذمیمہ اور خصائل رذیلہ جو عقل کی متابعت کا خاصہ ہے صرف عشق سے زائل ہو سکتی ہیں۔ خواجہ علیہ الرحمۃ "شحنہ" مدعی، رقیب، زاہد وغیرہ الفاظ شیطان کے لئے استعمال کرتے ہیں" ایک مقام پر فرماتے ہیں:

ورائے طاعت دیوانگاں ز ما مطلب + کہ شیخ مذہب ما عاقلی گنہ دانست

۴ - یعنے میں اسباب کو نہیں دیکھتا میری نظر حقیقت پر ہے ؎

گرچہ تیر از کماں ہمے گزرد + از کماندار بیند اہل خرد

ایک کتے کو پتھر اٹھا کر مارو تو وہ پتھر پر نہیں بلکہ پتھر مارنے والے پر بھونکیگا افسوس ایک کتے اور حیوان مطلق میں اتنی تمیز ہو اور انسان اشرف المخلوقات اس نکتہ کو نہ سمجھے "ستاروں کو نحس و سعد سمجھے اور شگون لے" اور خالق خیر و شر کو نظر انداز کر دے مطلب یہ ہے کہ مخلوقات صرف اسباب ہیں جن کے ذریعہ ہمیں خالق کی معرفت حاصل کرنا چاہیئے۔ تعجب ہے کہ انسان انہی اسباب میں محو ہے اور ان کو بذاتہ مقصود سمجھتا ہے اور علم اشیاء کو ہی فلسفہ اور سائنس کے نام سے تعبیر کرتا ہے۔ حالانکہ یہ صرف اسباب ہیں معرفت آلٰہی کے۔

۵ - ہلال اور بالخصوص ہلال عید لوگ نہائیت شوق سے دیکھتے ہیں۔ لیکن جس شخص کی آنکھ میں کچھ نقص ہو وہ ہلال کو نہیں دیکھ سکتا اور نہ ہی اسکی شہادت قابل اعتبار ہے اس لئے ایسی آنکھ جو امراض اور خرابیوں سے پاک ہو وہی ہلال کو دیکھ بھی سکتی ہے اور اس کی شہادت معتبر بھی ہے۔ معشوق حقیقی کے مشاہدہ کے لئے بھی ایسی ہی آنکھ کی ضرورت ہے جو پاک ہو یعنے ایسے قلب کی ضرورت ہے جو کدورت سے صاف ہو۔ مطلب شعر یہ ہے کہ مشاہدہ حقیقت کے لئے تصفیہ قلب مقدم ہے یہ ہو نہیں سکتا کہ ہر ایک قلب میں جو نفسانی خواہشات کے باعث مکدر ہے انوار آلٰہی کا جلوہ ہو۔ اس لئے تزکیہ نفس تصفیہ قلب سے مقدم ہے" ایک مقام پر فرماتے ہیں۔ کہ ؎

آئینہ زنگار را صیقل ز تقوای پاک کن + پاک بنگر اندراں آئینہ جانانہ را

تزکیہ نفس اور تصفیہ قلب تقوی سے ہوتا ہے اسکے بعد قلب ایک آئینہ کی مثال صاف ہوتا ہے اور اس میں عکس صاف صاف اور متمیز ہوتا ہے۔

چہ لطف بود کہ ناگاہ رشحہ قلمت	ا	**حقوق خدمت ما عرض کرد بر کرمت**
کیا ہی مہربانی کی بات تھی کہ تیرے قلم نے ناگاہ		تیرے کرم پر میرے خدمت کے حقوق کا اظہار کیا

بنوک خامه رقم کرده سلام مرا ۲ که کارخانهٔ دوران مباد بی رقمت

تو نے ہی نوک سے مجھے سلام لکھا ہے — زمانہ کا کارخانہ خدا کرے تیری تحریر سے خالی نہو

نگویم از من بیدل بسهو کردی یاد ۳ که در حساب خرد نیست سهو بر قلمت

میں نہیں کہتا کہ مجھ بیدل کو تو نے بھول کر یاد کیا ہے — کہ تیرے عقل کے حساب میں تیری قلم پر سہو نہیں ہے

مرا ذلیل مگردان بشکر این نعمت ۴ که داشت دولت سرمد عزیز و محترمت

اس نعمت کے شکریہ میں مجھے ذلیل نہ کر — کیونکہ تجھے ہمیشہ کی دولت نے معزز اور محترم بنایا ہے

بیا که با سر زلفت قرار خواهم کرد ۵ که گر سرم برود برندارم از قدمت

آ کہ تیرے زلف میں قرار پکڑونگا — کہ اگر سر بھی چلا جاوے تو تیرے قدموں سے نہ ہٹاؤنگا

ز حال ما دلت آگه شود مگر وقتی ۶ که لاله بردمد از خاک کشتگان غمت

شاید اس وقت ہمارے حال کی اطلاع تیرے دل کو ہوگی — جب تیرے عشق کے کشتوں کی خاک سے لالہ اُگے گا

روان تشنهٔ ما را بجرعهٔ دریاب ۷ چو میدهند زلال خضر بجام جمت

ہماری پیاسی روح کو ایک گھونٹ ہی پلا دے — جب کہ آب حیات تیرے جام جم میں ڈالا گیا ہے

صبا ز روی تو با هر گلی حدیثی کرد ۸ رقیب کی ره غماز داد در حرمت

صبا نے ہر ایک گل کو تیرے چہرہ کے حسن سے آگاہ کیا — رقیب نے کب اور کس طرح تیری بارگاہ میں غماز کو آنے دیا

دلم مقیم در تست حرمتش میدار ۹ بشکر آنکه خدا داشته است محترمت

میرا دل تیرے دروازہ پر پڑا ہے اسکی قدر کر — اس شکریہ میں کہ خدا نے تجھے محترم اور معزز بنایا ہے

همیشه وقت تو ای عیسی صبا خوش باد ۱۰ که جان عاشق دلخسته زنده شد بدمت

خدا کرے تیرا وقت اے حضرت عیسے کے معجزہ والے خوش ہو — کہ تیرے دم سے عاشق دلخستہ کی جان میں جان آئی

تمکین که هست تو خوش نیز میروی حافظ ۱۱ مکن که گرد برآید ز رشتهٔ عدمت

تمکین کی صحبت میں ہے اور حافظ تو بیفکر چلا جا رہا ہے — ایسا نہ کر مبادا تیرے عدم کے رشتہ سے گرد اٹھے

۱۔ شرح۔ یہ ایک منظوم خط ہے؛

۸۔ گل میں جو رنگ، بو اور حسن ہے وہ تیرے ہی جمال کا پرتو ہے۔ تعجب ہے کہ صبا کو تیری درگاہ میں کس طرح باریابی ہوئی اور اس نے تیرا مشاہدہ کیا اور گلوں سے حال بیان کیا اور اس کا اثر یہ ہوا کہ پھولوں میں بھی ایک کیفیت پیدا ہو گئی کہ دیکھ کر تو ہی یاد آتا ہے۔ رقیب یعنے شیطان کی غیرت نے یہ کس طرح گوارا کیا کہ صبا جس سے مراد مرشد کامل یا رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں چپکے سے اپنا کام کر گئی ہے +

ز گریہ مردم چشمم نشستہ در خون است آنسوؤں کے باعث آنکھ کی پتلی خون میں بیٹھی ہے	۱	ببین کہ در طلبت حال مردمان چون است دیکھ کہ تیری طلب میں مردم کا کیا حال ہے
بیاد لعل لب و چشم مست میگونت تیرے لعل لب مست آنکھوں کی یاد میں	۲	ز جام غم می لعلی کہ میخورم خون است غم کے پیالہ سے سرخ شراب (لہو) پیتا ہوں لہو کے گھونٹ پیتا ہے
ز مشرق سر کوئی آفتاب طلعت او اگر اسکی گلی کے مشرق سے اس کے چہرہ کا آفتاب	۳	اگر طلوع کند طالعم ہمایون است طلوع کرے تو میرا نصیبہ مبارک ہے؛
حکایت لب شیرین کلام فرہاد است اسکے شیریں لبوں کی کہانی فرہاد کا کلام ہے	۴	شکنج طرۂ لیلی مقام مجنون است لیلی کے زلف کے پیچ میں مجنوں کا مقام ہے
دلم بجو کہ قدت ہمچو سرو دلجوی است میری دلجوئی کر کہ تیرا قد سرو دلجوئی کی مانند ہے	۵	سخن بگو کہ کلامت لطیف و موزون است کوئی بات کر کہ تیرا کلام لطیف اور موزوں ہے
ز دور بادہ بجان راحتی رسان ساقی شراب کے دور دے کر اے ساقی روح کو تر و تازہ کر	۶	کہ رنج خاطرم از جور دور گردون است کہ میرے دل کا رنج زمانہ کی گردش کے باعث ہے
ازان زمان کہ ز دستم برفت یار عزیز جب سے میرے ہاتھ سے وہ پیارا دوست چلا گیا	۷	کنار دیدۂ من ہمچو رود جیحون است میری آنکھوں کے کنارے دریا جیحوں بن گئے ہیں
چگونہ شاد شود اندرون غمگینم میرا غم زدہ دل کس طرح خوش ہو سکتا ہے	۸	باختیار کہ از اختیار بیرون است اسے اختیار دے جو اختیار کے باہر ہے؛

۹

زبیخودی طلب یار میکند حافظ
بیخودی میں حافظ یار کی تلاش کر رہا ہے

چو مفلسی کہ طلبگار گنج قاروں است
جس طرح ایک مفلس گنج قاروں کا طلبگار ہو

نوٹ: مردم کے معنے آدمی بھی ہیں اور آنکھ کی پتلی بھی ہے دوسرے مصرع کے معنے دونو ہوسکتے ہیں کہ عشق میں آنکھوں کا یا آدمیوں کا کیا برا حال ہو رہا ہے۔

۱
زان یار دلنوازم شکریست با شکایت
اس دلنواز یار کا شکریہ شکایت کیساتھ ادا کرتا ہوں
گر نکتہ دان عشقی خوش بشنو این حکایت
اگر تو عشق کی باریکیوں کو سمجھتا ہے تو یہ حکایت بھی سن لے

۲
بی مزد بود و منت ہر خدمتی کہ کردم
جو خدمت بھی میں نے کی ہے وہ کسی مزدوری اور احسان کے بغیر نہیں کیا
یا رب مباد کس را مخدوم بی عنایت
اے خدا کسی شخص کا مخدوم بے عنایت نہ ہو

۳
رندان تشنہ لب را آبی نمیدہد کس
پیاسے رندوں کو کوئی پانی نہیں پلاتا
گویا ولی شناسان رفتند ازین ولایت
معلوم ہوتا ہے کہ ولیوں کو پہچاننے والے اس ولایت سے چلے گئے

۴
در زلف چون کمندش ای دل مپیچ کانجا
اسکی زلف میں جو کمند کی طرح ہے اے دل مت الجھ
سرہا بریدہ بینی بی جرم و بی خیانت
کہ اس میں بغیر جرم اور بغیر خیانت کے سر کٹا ہوا دیکھیگا

۵
این راہ را نہایت صورت کجا توان بست
اس راہ کے ختم ہونیکی صورت کہاں پیدا ہو سکتی ہے
کش صد ہزار منزل بیش ست در بدایت
کہ اسکی ابتدا میں لاکھوں منزلیں ہیں

۶
چشمت بغمزہ ما را خون خورد و می پسندی
تیری آنکھ نے غمزہ سے میرا خون کیا اور تو نے پسند فرمایا
جانا روا نباشد خونریز را حمایت
اے دوست قاتل کی حمایت جائز نہیں ہے

۷
ہر چند بردی آبم روی از درت نتابم
اگرچہ تو نے مجھے ذلیل و رسوا کیا مگر میں تیرے دروازہ سے منہ نہ موڑونگا
جور از حبیب خوشتر کز مدعی رعایت
دوست کا ظلم بہ نسبت دشمن کی مہربانی کے زیادہ پسندیدہ ہے

٨

ای آفتاب خوباں مے سوزد اندرونم

اے خوبصورتوں کے آفتاب میرا دل جل رہا ہے،

یک ساعتم بگنجاں در سایۂ عنائت

سایۂ عنائت میں مجھے ایک گھڑی تو آرام لینے دے

٩

دراین شب سیاہم گم گشتہ راہ مقصود

اس اندھیری رات میں منزل مقصود کی راہ گم کرچکا ہوں

از گوشۂ بروں آ ای کوکب ہدائیت

اے ہدائیت کے ستارے کسی گوشہ سے باہر نکل

١٠

از ہر طرف کہ رفتم جز وحشتم نیفزود

جسطرف میں گیا سوائے وحشت کے اور کچھ زیادتی نہیں ہوئی

زنہار ازیں بیاباں وین راہ بی نہائیت

اس بیابان اور اس راہ سے جسکا انجام نہیں خبردار ہو،

١١

عشقت رسد بفریاد گر خود بسان حافظ

تیرا عشق تیری فریاد کو اگر حافظ کی طرح پہنچیگا

قرآن زبر بخوانی با چاردہ روائیت

تو قرآن شریف حفظ چودہ روائیتوں کے ساتھ پڑھیگا

---

٥ - خواجہ رح نے اس شعر میں انسانی ترقی کی حقیقت بیان کی ہے کہ ترقی کا راستہ بے نہائیت ہے اہل دنیا غلط فہمی سے یہ سمجھتے ہیں کہ ان کی تو تعیت کی ابتدا اور انتہا یہی دنیا ہے ایک حیوان کی طرح پیدا ہوتا ہے اور حیوان کی طرح کھاتا پیتا اور مرتا ہے انسان بھی ایک حیوان ہے۔ اس میں تو کچھ شک نہیں کہ انسان بھی ایک حیوان ہے مگر بہائم اور انسان میں فرق یہی ہے یہ ترقی کر رہا ہے اور ترقی کرتا رہیگا اور ترقی کرتا ہوا انسان بنا ہے آئیندہ خدا جانے کیا ہوگا یہ راز بھی عشق ہی سے منکشف ہوتا ہے، جو ایک ہی ترقی کا راستہ ہے،

خواجہ رح نے اس "راہ" کے متعلق ایک مقام پر لکھا ہے کہ ع بحریست بحر عشق کہ ہیچش کنارہ نیست - ایک اور مقام پر لکھتے ہیں کہ ؎ عجب راہیست راہ عشق ہیہات + کہ چرخ ہفتمش ہفتم زمین است،

سالک کو اس راستہ میں قدم آگے بڑھانا چاہیئے اور کہیں مقام کا نام نہ لے نہ صرف دنیوی زندگی میں بلکہ بعد موت بھی آگے اور آگے ہی بڑھتا ہے اور اس لئے امن و آسائش اس راستہ میں نہیں۔ ؎

مرا در منزل جاناں چہ امن و عیش چوں ہر دم جرس فریاد مے دارد کہ بربندید محملہا

یہ راہ جیسے بے نہائت ہے ویسی ہی خطرناک بھی ہے ؎

در رہ عشق از آں سوئی فنا صد خطر است تا نگوئی کہ چو عمرم بسر آمد رستم

٩ "شب سیاہ" سے بظاہر مراد دنیا ہے۔ رات کی تاریکی میں کچھ نظر نہیں آتا اور اس دنیا میں بھی حقیقت پوشیدہ ہے اس لئے خواجہ دعا کرتے ہیں کہ اے کوکب ہدائیت کسی گوشے سے باہر نکل اور رستہ دکھا۔ کوکب ہدائیت سے مراد تجلے ہے یا مرشد کامل ہے، مسافر اندھیری راتوں میں ستاروں کو دیکھ دیکھ کر سمتیں معلوم کرتے ہیں اور منزل مقصود تک پہنچتے ہیں اگر ستارے رہنمائی نہ کریں تو گمراہ ہو جاویں۔ اس لئے منزل مقصود پر پہنچنے کے لئے کوکب ہدائیت کی ضرورت ہے جو دلیل راہ ہو ورنہ گمراہی

یقینی ہے ۔ قطع ایں مرحلہ بے ہمرہی خضر مکن ⁂ ظلمات است بترس از خطر گمراہی +

١١ ۔ یعنی عشق ہی ایک ذریعہ خلاصی کا ہے خواہ تو حافظ قرآن ہو اور قرآن چاردہ روایت کے ساتھ حفظ پڑھتا ہو
کچھ کام نہ آئیگا ۔ خواجہ ایک مقام پر لکھتے ہیں کہ ؎

صبح خیزی و سلامت طلبی چوں حافظ ⁂ ہر چہ کردم ہمہ از دولت قرآں کردم

ایک اور مقام پر لکھتے ہیں ؎

حافظا در کنج فقر و خلوت شبہائے تار + تا بود وردت دعا و درس قرآں غم مخور

١٢ ۔ یہ غلط فہمی نہ کرنی چاہیئے ۔ شعر کا مطلب یہ ہے ۔ کہ طوطی کی طرح قرآن از بر کر لینا اور بات ہے اور اسپر
عمل کرنا اور ہے اور وہ عمل عشق الٰہی میں پیدا ہوتا ہے ۔ +

١ یارب سببی ساز کہ یارم بسلامت ⁂ باز آید و برہاندم از چنگ ملامت

اے خدا کوئی سبب پیدا کر کہ میرا دوست واپس سلامتی سے آئے اور مجھے ملامت کے پنجہ سے رہائی دے

٢ خاک رہ آں یار سفر کردہ بیارید ⁂ تا چشم جہاں بیں کنمش جای اقامت

اس دوست کے رستہ کی خاک جو سفر کر رہا ہے لاؤ تاکہ اپنی جہان کو دیکھنے والی آنکھ میں رکھوں؟

٣ فریاد کہ از شش جہتم راہ ببستند ⁂ آں خال و خط و زلف و رخ و عارض و قامت

افسوس کہ چھ طرفوں سے رستہ بند کر رکھا ہے اس کے خال خط و زلف رخ عارض اور قد نے

٤ امروز کہ در دست توام مرحمتی کن ⁂ فردا کہ شوم خاک چہ سود اشک ندامت

آج تیرے ہاتھ پڑا ہوں مہربانی فرما کل جب خاک ہو جاؤنگا تو ندامت سے رونا کیا فائدہ دیگا

٥ ای آنکہ بتقریر و بیاں دم زنی از عشق ⁂ ما با تو نداریم سخن خیر و سلامت

تو جو کہ باتیں بنا کر عشق کا دم بھرتا ہے میں تیرے ساتھ بات بھی نہیں کرتا خانہ آباد دور ست زیادہ

٦ درویش مکن نالہ ز شمشیر احبا ⁂ کایں طائفہ از کشتہ ستانند غرامت

اے فقیر دوستوں کی تلوار سے فریاد نہ کر کیونکہ یہ ایسے لوگ ہیں جو مقتول سے خون بہا مانگتے ہیں

٧ در خرقہ زن آتش کہ خم ابروی ساقی ⁂ بر می شکند گوشۂ محراب امامت

خرقہ میں آگ لگا دے کہ ساقی کا خم ابرو شراب سے امامت کے محراب کے گوشہ کو توڑتا ہے

٨ حاشا کہ من از جور و جفائی تو بنالم ⁂ بیداد لطیفاں ہمہ لطف است و کرامت

یہ ہرگز نہیں ہو سکتا کہ تیرے ظلم و ستم سے فریاد کروں لطیف کا ظلم بھی لطف و کرم ہی ہے ۔

۹

کوتہ نکند بحث سر زلف تو حافظ

حافظ تیرے زلف کی باتیں ختم نہیں کرے گا

پیوستہ شد این سلسلہ تا روز قیامت

یہ سلسلہ تو روز قیامت سے ملا ہوا ہے۔

۵۔ صاحب قال از عشق کا یہ دم بھرے اور یہ سمجھے کہ قال سے حال حاصل ہوگا تو یقیناً خیر رسلامتی سے دور ہے، یہ معنے بھی ہو سکتے ہیں کہ ایسے لوگوں کو ہمارا دور ہی سے سلام ہے۔

۶۔ دوست اس زمانہ کے ایسے ہیں کہ جیسے زبردست ظالم قاتل کہ مقتول سے خون کا معاوضہ طلب کرتا ہے اس لئے ایسے آدمیوں سے کیا توقع ہو سکتی ہے۔

۷۔ یہ مکر و فریب کی گودڑی آگ میں جھونک مجھے یعنے آتش عشق کے حوالہ کر کیونکہ دوست کے مشاہدہ نے توبہ شکنی تک نوبت پہنچا دی ہے، مجاہدہ خستہ و خراب حال ہو رہا ہے۔

۱

ساقیم خضر ست و می آب حیات

ساقی میرا خضر ہے اور شراب آبحیات ہے

توبہ از می چوں کنم ہیہات ہات

شراب سے توبہ کس طرح کروں، ہیہات شراب لا۔

۲

بادۂ تلخ از لب شیریں لباں

تلخ شراب شیریں لبوں سے۔

در حلاوت می برد آب از نبات

مصری سے بڑھ کر خوش ذائقہ ہے۔

۳

چوں دم عیسیٰ نسیم او ز لطف

حضرت عیسےٰ کی دم کی طرح اسکے لطف کی ہوا

مردہ صد سالہ را بخشد حیات

صد سالہ مردہ کو زندگی بخشتی ہے۔

۴

جز بآب آتشیں یعنی شراب

آگ کے پانی یعنے شراب کے سوا

حل نمیگردد مرا این مشکلات

یہ مشکلیں میری حل نہیں ہو سکتیں۔

۵

روزی ما بیں کہ از دیوان عشق

ہماری قسمت کو دیکھو کہ دیوان عشق سے،

جز مئے ہجراں نشد ما را برات

ہجر کی شراب کے سوا ہمیں کچھ اور نہیں ملا

۶

شاد باد اروح آں رندی کہ او

اُس رند کی روح خوش رہے کہ جو،

بر سر کوئی مغاں یابد وفات

پیر مغاں کے کوچہ میں وفات [illegible] پا گیا

حاصل عمر تو حافظ در جہاں

اے حافظ دنیا میں تیری عمر کا پھل

بادۂ صافیست باقی ترّہات

صاف شراب ہے باقی سب بیہودہ باتیں ہیں

شربتی از لب لعلش نچشیدیم و برفت	١	روی مہ پیکر او سیر ندیدیم و برفت
ایسکے لب لعل سے ہم نے شربت نہیں پی اور وہ چلا گیا		اس کے چاند جیسا چہرہ سیر ہو کر نہ دیکھا اور وہ چلا گیا
گوئی از صحبت ما نیک بتنگ آمدہ بود	٢	بار بربست و بگردش نرسیدیم و برفت
ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہماری صحبت سے تنگ آیا ہوا تھا		کہ اپنا اسباب باندھا اور بڑی جلدی چلا گیا نہ ہم اسکی گرد کو بھی پہنچے
بسکہ ما فاتحہ و حرز یمانی خواندیم	٣	وز پیش سورۂ اخلاص دمیدیم و برفت
میں نے بہت دفعہ فاتحہ اور حرز یمانی پڑھا		اور اس کے سامنے سورۃ اخلاص دم کی اور وہ چلا گیا
سر ز فرمان خطم گفت مکش تا نروم	٤	ما سر از خط خطش نکشیدیم و برفت
اس نے کہا کہ جبتک میں نہ جاؤں میرے خط کے حکم سے سر پھیرنا		میں نے اس کے خط سے سر نہ کھینچا اور وہ چلا گیا
عشوہ میداد کہ از کوی ارادت نرویم	٥	دیدی آخر کہ چنان عشوہ خریدیم و برفت
نخرے کرتا تھا اور شرط کرتا تھا کہ اسکی محبت کے کوچے سے باہر نکلو		دیکھا آخر کار میں نے عشوہ کو خرید کر لیا اور وہ چلا گیا
شد چمان در چمن حسن و لطافت لیکن	٦	در گلستان وصالش نچمیدیم و برفت
باغ میں وہ خرام کرتا رہا لیکن		اس کے وصل کے باغ میں مجھے ٹہلنے کا موقع نہ ملا اور وہ چلا گیا
گفت از خود ببرد ہر کہ وصالم طلبد	٧	ما بامید وے از خویش بریدیم و برفت
کہا کہ جو شخص میرا وصال طلب کرتا ہے پہلے اپنے سے قطع تعلق کر لیتا ہے		میں نے اسکی امید پر اپنے آپ سے قطع تعلق کیا اور وہ چلا گیا
صورت او بلطافت اثر صنع خداست	٨	ما بروئش نظر سیر ندیدیم و برفت
اسکی صورت لطافت میں خدا کی صنعت کا نمونہ ہے		میں نے اسکے چہرہ کو نظر بھر کر نہ دیکھا اور وہ چلا گیا

ہمچو حافظ ہمہ شب نالہ و افغان کردیم

حافظ کی طرح تمام رات روتا اور چلاتا رہا

کای دریغا بوداعش نرسیدیم و برفت

افسوس میں اس کو وداع بھی نہ کر سکا اور وہ چلا گیا

٩

٩ - اس غزل میں بعض نسخوں کے مطابق یہ شعر بھی ہے

گلے از باغ وصالش کہ مرا روزی بود + آہ و دردا و دریغا نشمیدیم و برفت

مارا ز آرزوی تو پروای خواب نیست مجھے تیری آرزو میں نیند کی پرواہ نہیں؛	١	بی روی دلفریب تو بودن صواب نیست تیری دلفریب صورت کے بغیر رہنا درست نہیں؛
در دور چشم مست تو ہشیار کس ندید تیری مست آنکھوں کی دور میں کسی کو ہشیار نہیں دیکھا	٢	کو دیدہ کز تصور چشمت بخواب نیست وہ آنکھ کہاں ہے جو تیری آنکھ کی تصور میں سوئی ہوئی نہیں؛
در ہر کہ بنگری بغمی از تو مبتلاست جس کسی کو دیکھو ایک نہ ایک غم میں مبتلا ہے؛	٣	یک دل ندیدہ ام کہ ز عشقت خراب نیست ایسا دل میں نے کوئی نہ دیکھا کہ تیرے عشق میں خراب نہو
ہر کو بدست عشق تو شد کشتہ بر درت جو شخص تیرے دروازہ پر تیرے عشق کے ہاتھ سے قتل ہوا	٤	او را در آں جناب سوال و جواب نیست اسکو خدا کی جناب میں سوال و جواب (حساب حشر) نہ ہوگا

حافظ چو زر بہ بوتہ در افتاد و تاب یافت

حافظ سونے کی طرح کٹھیالی میں پڑا اور چمک اٹھا

عاشق نباشد آنکہ چو زر او بتاب نیست

وہ عاشق ہی نہیں جو سونے کی طرح تاب و تپش میں نہیں؛

٥

خم زلف تو دام کفر و دین است تیری زلف کا پیچ کفر و دین کا جال ہے	١	ز کارستان او یک شمہ این است اس کی کارستانیوں میں ایک شمہ برابر یہ ہے؛

جمالت معجز حسن است لیکن تیرا جمال تیرے حسن کا معجزہ ہے۔ لیکن	۲	**حدیث غمزہ ات سحر مبین است** تیرے غمزہ کی بات سحر یا جادو ہے
بر آں چشم سیہ صد آفریں باد اس سیاہ آنکھ پر صد آفریں	۳	**کہ در عاشق کشی سحر آفرین است** کہ عاشق کے قتل کرنے میں جادوگر ہے
عجب راہیست راہ عشق ہیہات عشق کا راستہ بھی عجیب راستہ ہے ہیہات	۴	**کہ چرخ ہشتمش ہفتم زمین است** کہ اس کا آٹھواں آسمان ساتویں زمین ہے
تو پنداری کہ بدگو رفت و جاں برد تو یہ سمجھتا ہے کہ برا کہنے والا چلا گیا اور جان سلامت لے گیا	۵	**حسابش با کراماً کاتبین است** اس کا حساب کراماً کاتبین کیساتھ ہے
ز چشم شوخ تو کی جاں تواں برد تیری شوخ آنکھ سے کسطرح جان سلامت لے جا سکتے ہیں	۶	**کہ دائم با کماں اندر کمین است** کہ ہمیشہ کمان (ابرو) کے ساتھ گھات میں ہے
لبت آب حیواں گفتم الّا تیرے لب کو آبحیات تو کہہ بیٹھا۔ اگر	۷	**چہ جای آب کان ماء معین است** پانی کا کیا ذکر ہے وہ "ماء معین" ہے
مشو ای جان ز کید زلفش ایمن اے جان اسکی زلفوں کے جال سے بے فکر نہو	۸	**کہ دل برد و کنوں در بند دین است** کہ دل تو پھنسا لیا اب دین کو قید کرنے کی فکر میں ہے

۹

ز جام عشق می نوشید حافظ
حافظ نے عشق کی جام سے شراب پی
مدامش مستی رندی ازین است
اسلئے ہمیشہ رندانہ مستی اسکو اس سے حاصل ہے

۱۔ تیرا حسن اس کی زلفوں میں کافر و مومن دونوں گرفتار ہیں۔ اصطلاح صوفیہ کرام میں زلف سے مراد عالم کثرت ہے جو اس کے اسماء، صفات و افعال کا ظہور ہے اور فی الحقیقت اسکی ذات پر حجاب ہے۔
۴۔ عشق کی دنیا بھی عجیب ہے کہ سب سے بلند آسمان اسکی سب سے پست زمین ہے یعنی معاملہ الٹا ہے۔
۵۔ کراماً کاتبین دو فرشتے ہیں جو آدمی کا نامہ اعمال لکھتے ہیں۔ بدگو نے اگر برا کہا تو اس کا

نامہ اعمال سیاہ ہوا اور اس کا بدلہ اس کو یقیناً ملے گا۔

۷ "ملا معین" آب رواں کے معنے ہیں۔ لطیفہ یہ ہے کہ معین سے مشتق ہے جسکے معنے چشم و چشمہ کے ہیں۔

دیدی کہ یار جز سر جور و ستم نداشت	۱	بشکست عہد ما و از و ہیچ غم نداشت
تو نے دیکھا کہ یار کو ظلم و ستم کا خیال تھا		مجھ سے عہد باندھ کر توڑ دیا اور کچھ پرواہ نہ کی
یارب مگیرش ار چہ دل چون کبوترم	۲	افگند و کشت و حرمت صید حرم نداشت
اے خدا اسکو گرفت نہ کر اگرچہ اس نے میرا دل کبوتر کیطرح		پھینکا ذبح کیا اور حرم کی شکار کی حرمت کا خیال نہ کیا
بر من جفا ز بخت بد آمد و گر نہ یار	۳	حاشا کہ رسم جور و طریق ستم نداشت
میری بدقسمتی کے باعث مجھ پر سختی آئی ورنہ دوست کو	۴	ظلم و ستم کا طریقہ اور رسم معلوم ہی نہ تھی
ساقی بیار بادہ و با مدعی بگو	۵	انکار ما مکن کہ چنین جام جم نداشت
اے ساقی شراب لا اور مدعی کو کہہ کہ		میرا انکار نہ کر کہ ایسا جام (رقاب) جم کے پاس بھی نہ تھا
ہر رہ روی کہ رہ بحریم درش نبرد	۶	مسکین برید وادی و رہ در حرم نداشت
ہر ایک راہرو جس کا رخ اس کے دروازہ کی حرم کیطرف نہیں		بیچارے نے وادی تو طے کی مگر حرم میں نہ پہنچا
خوش وقت رند مست کہ دنیا و آخرت	۷	بر باد داد و ہیچ غم از بیش و کم نداشت
خوش حال رند مست ہے کہ دنیا و آخرت		دونوں کو برباد کر دیا اور ذرہ برابر بیش و کم کا غم نہ کیا

۸

حافظ ببر تو گوی فصاحت کہ مدعی

اے حافظ تو فصاحت میں غلبہ حاصل کر کہ مدعی کو

ہیچش ہنر نبود و خبر نیز ہم نداشت

کچھ خبر نہیں اور کچھ ہنر نہیں رکھتا

بروای زاہد و دعوتم مکن سوی بہشت	۱	کہ خدا در ازل از بہر بہشتم نسرشت
اے زاہد جا اور بہشت کی طرف مجھے نہ بلا		کہ خدا نے مجھے روز ازل سے بہشت کے واسطے پیدا نہیں کیا

اور عاشق بھی نہیں رہتا۔ سالک نے جب معشوق جیسی عزیز چیز کو چھوڑ دیا اور وہ تمام لذتیں جو عشق سے حاصل ہوتی ہیں معدوم ہوگئیں تو حور و بہشت، حوض کوثر وغیرہ کی اسے کیا خواہش ہوگی۔ یہی مطلب ہے کہ جس نے معشوق حقیقی کا خیال نہ کیا وہ حور و قصور سے کیا لذت حاصل کرے گا۔

۷۔ جب اللہ تعالےٰ مہربان ہے اور اس کا لطف و کرم شامل حال ہے تو دوزخ و بہشت کے پیچھے پڑنا نادانی ہے۔ اہل دنیا کو دوزخ کا غم ہے اور اہل آخرت کو بہشت کی خوشی ہے۔ غرض تو یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ کی خوشنودی حاصل کی جاوے۔ دنیا و آخرت سے کنارہ کرنا چاہیئے۔

ای نسیم سحر آرامگه یار کجاست — ۱ — منزل آن مه عاشق کش عیار کجاست
اے باد صبا یار کی آرامگاہ کہاں ہے — اس چاند کی جو عاشقوں کو قتل کرتا اور عیار ہے منزل کہاں ہے

شب تار است و رہ وادی ایمن در پیش — ۲ — آتش طور کجا وعدۂ دیدار کجاست
اندھیری رات ہے اور وادی ایمن کا راستہ سامنے ہے — طور کی آگ کہاں ہے اور دیدار کا وعدہ کیا ہوا۔

ہر کہ آمد بجہاں نقش خرابی دارد — ۳ — در خرابات مپرسید کہ ہشیار کجاست
جو شخص اس جہان میں آیا خرابی کا نقش رکھتا ہے — خرابات میں مت پوچھو کہ ہشیار کہاں ہے

آنکس است اہل بشارت کہ اشارت داند — ۴ — نکتہا ہست بسے محرم اسرار کجاست
اس شخص کے لئے خوشخبری ہے جو اشاروں کو سمجھتا ہے — بے شمار نکتے ہیں محرم اسرار کہاں ہے۔

ہر سر موی مرا با تو ہزاراں کار است — ۵ — ما کجائیم و نصیحت گر بیکار کجاست
میرے ہر ایک بال کو تجھ سے ہزار ہا کام ہیں۔ — میں کہاں اور بے کار ملامت کرنے والا کہاں

عقل دیوانہ شد آں سلسلہ مشکین کو — ۶ — دل ز ما گوشہ گرفت ابروی دلدار کجاست
عقل دیوانہ ہوگئی وہ زنجیر زلف کہاں ہے۔ — میرا دل مجھ سے کنارے ہوا دلدار کا ابرو کہاں ہے

بادہ و مطرب و گل جملہ مہیاست ولی — ۷ — عیش بی دوست مہیا نشود یار کجاست
شراب اور مطرب اور گل سب کچھ مہیا ہے مگر — دوست کے بغیر عیش مکمل نہیں ہوتا۔ یار کہاں ہے۔

دلم از صومعہ و صحبت شیخ است ملول — ۸ — یار ترسا بچہ و خانۂ خمار کجاست
خانقاہ سے دل بیزار ہوا اور شیخ کی صحبت میں خاطر ملول ہوئی — وہ ترسا بچہ کہاں ہے اور ساقی کا گھر شرابخانہ کہاں ہے

بازپرسید ز گیسوئے شکن پر شکنش ۹ کین دل غمزدہ اش گشتہ گرفتار کجاست

اس کی زلف پیچ در پیچ سے دریافت کرو — کہ یہ غمزدہ دل کہاں گرفتار ہوا ہے

عاشق سوختہ دل در غم عشق تو بسوخت ۱۰ خود نپرسی تو کہ آں عاشق غمخوار کجاست

تیرے عشق میں عاشق سوختہ دل جل گیا — تو پوچھتا نہیں کہ وہ عشق میں غم کھانے والا کہاں ہے

۱۱ حافظ از باد خزاں در چمن دہر مرنج — فکر معقول بفرما گل بی خار کجاست

اے حافظ دنیا کے باغ میں باد خزاں سے رنج مت کر — تو خود غور کر کہ ایسا پھول بغیر کانٹے کہاں ہے

۳ تشریح :- حضرت موسیٰ علیہ السلام جب وادی ایمن میں آئے تو اس وقت اندھیری رات تھی اس وقت آپ کو آگ کی ضرورت ہوئی دیکھا کہ ایک جھاڑی میں ایک شعلہ بلند ہو رہا ہے آپ آگے بڑھے تو اس جھاڑی سے آواز آئی کہ اے موسیٰ میں تیرا رب ہوں۔ دوسری دفعہ حضرت موسیٰ نے کوہ طور پر اللہ تعالیٰ سے درخواست کی مجھے اپنا دیدار دکھا جواب ملا کہ لن ترانی تو مجھے نہیں دیکھ سکتا البتہ پہاڑ کی طرف دیکھ۔ پھر رب نے تجلی فرمائی اور حضرت موسیٰ بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ اس مضمون کو خواجہ حافظ علیہ الرحمۃ نے باندھا ہے۔ فی الحقیقت جو مرحلہ حضرت موسیٰ نے طے کیا وہی ہر ایک سالک کو پیش آتا ہے فرق اتنا ہے کہ حضرت موسیٰ کا مرتبہ بوجہ آپ کی استعداد اور قابلیت کے بہت بلند ہے۔

۴ بے شک نہیں کہ شرف وصل الٰہی اسی شخص کی قسمت میں ہے جو محرم اسرار ہے اور عارف کامل ہے۔

۵ ملامت کرنے والے ہی ظاہر پرست ہیں انہیں معشوق حقیقی سے کچھ کام نہیں اور عاشق صادق کا کام اسی سے ہے اور اسی کی یاد میں مستغرق ہے اس لئے دونوں میں زمین اور آسمان کا فرق ہے۔

۶ تمھارا گمشدہ ہے کیونکہ معشوق حقیقی کا اس کو پتہ نہیں ملتا اگر اس کی زنجیر زلف میں قید ہو جاوے یعنی عشق سے آگاہ ہو تو اسے کچھ خبر ملے۔ ورنہ اپنا یہ حال ہے کہ دل ہاتھ سے جاتا رہا دلدار کے ابروئے خمدار کا عشق لگا ہوا ہے۔

۷ جب تک یار موجود نہ ہو لطف زندگی کچھ نہیں خواہ تمام اسباب عیش مہیا ہوں۔

۸ خانقاہ میں بھی درس و تدریس کا باب کھلا ہے شیخ کی تعلیم ظاہر تقویٰ اور طہارت سے متعلق ہے جبتک عشق نہ ہو کچھ کام نہیں بنتا۔ قیل و قال سے کیا ہوتا ہے جبتک حال نہ ہو۔

۱۱ اس شعر میں خواجہ صاحب نے یہ نکتہ بیان فرمایا ہے کہ دنیا میں کوئی چیز خالص مفرد نہیں ہے۔ تو خالص بالکل اچھی ہے اور نہ بالکل بری ہے بلکہ اچھا اور برا دونوں کی کم و بیش آمیزش ہے۔ ایسی چیز کی تلاش بے فائدہ ہے جو ہر طرح ہوا اس کے ساتھ کچھ نقصان لازم و ملزوم ہے ؎

بے خار گل نباشد و بے نوش نیش ہم + تدبیر چیست وضع جہاں ایں چنیں فتاد

یعنے وضع جہاں اسیطرح واقع ہوئی ہے کہ گل کے ساتھ خار اور نیش کے ساتھ نوش موجود ہے یہ ہو نہیں سکتا کہ نوش ہو اور نیش نہ ہو

ایک ہو اور دوسرا نہ ہو۔ گل ہو اور خار نہ ہو۔ اسی شعر کے مضمون کو خواجہ رحمۃ اللہ علیہ مختلف الفاظ میں مختلف مقامات پر مختلف پہلوؤں سے لکھا ہے ؎ دریں چمن گل بے خار کس نچید آری۔ چراغ مصطفوی باشرار بولہبیست ؎

چراغ مصطفوی تو شمع ہدایت ہے مگر جہاں اس کا نور لوگوں کو صراط مستقیم کی طرف دعوت کرتا ہے۔ ابولہب بھی اپنی کوشش و سرگرمی سے بہت سے لوگوں کو دوزخ کا راستہ دکھاتا ہے۔ بات اصل میں یہ ہے کہ وضع جہان ہی اسی طرح واقع ہوئی ہے کہ پھول کے ساتھ کانٹا لگا ہوا ہے ؎

مکن زغصہ شکایت کہ در طریق ادب ۔۔۔ براحتے نرسید آنکہ زحمتے نکشید

اور سچ تو یہ ہے کہ رنج کے بغیر گنج نہیں ملتا۔ زحمت برداشت کرنے کے بعد راحت ملتی ہے ؎

قاصد ہزار خار نہ روید از زمیں + از گلبنی گلے بگلستاں نمے رسد

نی پارہ نے کنم از ہیچ استخواں + تا صد ہزار زخم بدنداں نمے رسد

حافظ صبور باش کہ در راہ عاشقی + ہر کس کہ جاں نداد بجاناں نمے رسد

جو شخص خار کی خلش کا متحمل نہیں ہو سکتا یقیناً گل مراد حاصل نہیں کر سکتا۔ کیونکہ دونوں لازم و ملزوم ہیں۔

ترسم کزیں چمن نبری آستین گل + کز گلبنش تحمل خاری نمی کنی

اصل میں رنج و راحت توام ہیں اور دنیا کی سرشت میں موجود ہیں ؎

مقام عیش میسر نمے شود بے رنج ۔۔۔ بلے بحکم بلا بستہ اند روز الست

المختصر مطلب آرام و راحت ہے۔ اگر یہ دنیا ہے یا آخرت بغیر جد و جہد جو سرا سر تکلیف ہے حاصل نہیں ہو سکتا۔

خواب آن نرگس فتّان تو بی چیزی نیست ۱ **تاب آن زلف پریشان تو بی چیزی نیست**

تیری فتنہ انگیز نرگسی آنکھوں کی نیند بے معنی نہیں — تیری پریشان زلفوں کے پیچ و خم کے کچھ معنے تو ہیں۔

از لبت شیر رواں بود کہ من می گفتم ۲ **کاین شکر گرد نمکدان تو بی چیزی نیست**

تیرے ہونٹ سے ابھی دودھ بہتا تھا کہ میں نے پہلے ہی کہہ دیا تھا — کہ یہ شکر نمکدان کے گرد کچھ کرکے ہی رہیگی؎

چشمۂ آب حیات است دہانت اما ۳ **زیر لب چاہ زنخدان تو بی چیزی نیست**

تیرا منہ آبحیات کا چشمہ ہے مگر — لب کے نیچے چاہ زنخدان کے بھی کچھ معنے ہیں؎

جان درازی تو بادا کہ یقین میدانم ۴ **در کمان ناوک مژگان تو بی چیزی نیست**

تیری عمر دراز ہو کہ مجھے یقین ہے کہ — کمان میں پلکوں کے تیر بھی کچھ چیز ہیں؎

مبتلائی بغم و محنت و اندوہ فراق ۵ **ای دل این نالہ و افغان تو بی چیزی نیست**

اے دل تو غم و محنت اور رنج اور جدائی میں مبتلا ہے — یہ تیرا شور و فغان سب بے معنی نہیں؎

	۶	
دوش باد از سر کویت بگلستان بگذشت کل ہوا تیری گلی سے ہوتی ہوئی باغ میں گئی	۶	ای گل این چاک گریبان تو بی چیزی نیست اے گل تیرا گریبان چاک کرنا بے وجہ نہیں

درد عشق ارچه دل از خلق نهان میدارد

اگرچہ دل عشق کا درد لوگوں سے چھپاتا ہے

حافظ این دیده گریان تو بی چیزی نیست

مگر اے حافظ تیری رونے والی آنکھیں بلا وجہ نہیں

اشعار: فتنہ انگیز آنکھوں کا سونا یہ معنے رکھتا ہے کہ فتنہ سویا ہوا ہے۔ زلفوں کے پیچ وخم کسی کے دل کو پہنچانے کی فکر میں ہیں۔ بہر حال دونوں امر دلفریب ہیں۔ اس کا خواب اور زلفوں کا پیچ وتاب دل کے لئے یکساں ہے۔

۲۔ تو ابھی شیر خوار تھا تیرے شیریں لب ملاحت کا اظہار کرتے ہوئے کہہ دیتے تھے۔ فتنے برپا ہونے والے ہیں۔

۳۔ اگرچہ تیرا دہن آبحیات ہے۔ گر زیر لب چاہ زنخدان کے یہ معنے ہیں کہ وہاں تک رسائی مشکل ہے۔ راستہ میں کنواں ہے اور اس میں گرنا لازمی امر ہے۔

۴۔ کمان ابرو میں پلکوں کے تیر عاشقوں کو گھائل کرتے ہیں۔

۵۔ شب درمضان کرنے کے یہ معنے ہیں کہ غم ورنج و فراق و محنت مبدل بخوشی در وصل و راحت ہو۔

۶۔ گل کا کپڑے پھاڑ کر دیوانہ ہونا یہ معنے رکھتا ہے کہ صبا تیرے کوچے سے وہاں تیری زلفوں کی خوشبو لے گئی ہے۔

۷۔ درد عشق کو لاکھ چھپاؤ مگر آنکھوں کا رونا صاف ظاہر کرتا ہے کہ دل پر کیا ہے۔

دیدمش دوش که سرمست خرامان میرفت کل میں نے اسے دیکھا کہ مست تھا اور ٹہل رہا تھا	۱	جام می برکف و در مجلس رندان میرفت شراب کا پیالہ ہاتھ میں تھا اور رندوں کی مجلس میں جا رہا تھا
چون همی گفتمش ای مونس دیرینه من جب میں نے اسے یہ کہہ کر مخاطب کیا کہ اے میرے پرانے دوست	۲	سخت میگفت دل آزرده پریشان میرفت تو سخت کلامی کی اور رنجیدہ پریشان ہو کر چلا گیا
نقش خوارزم و خیال لب جیحون می بست خوارزم کا تصور اور جیحو کے کناروں کا خیال جما یا ہوا تھا	۳	با هزاران گله از ملک سلیمان میرفت ہزاروں شکایتوں کے ساتھ سلیمان کے ملک سے جا رہا تھا
میشد آنکس که چو او جان سخن کس نشناخت وہ شخص چلا گیا جو شعر کی خوبیوں کو معلوم کرنے میں بےنظیر تھا	۴	من همی دیدم و از کالبدش جان میرفت میں نے اسے دیکھا کہ اس کے جسم سے جان نکل رہی ہے

گفتم اکنوں سخن خوش کہ بگوید با ما
میں نے اسے کہا کہ اب دل خوش کرنیوالی باتیں کون کریگا

۵ کاں شکر لہجۂ خوشگوئی سخندان برفت
کہ وہ شیریں کلام خوشگو، سخندان چلا گیا،

لا بہ بسیار نمودم کہ مرو سود نداشت
بہت منت خوشامد کی کہ مت جا مگر بے فائدہ

۶ زانکہ کار از نظر رحمت سلطان برفت
کیونکہ سلطان کی نگاہ رحمت سے اس کا کام گذر چکا تھا

پادشاہا ز کرم از سر جرمش بگذر
ملے بادشاہ اپنے کرم سے اس کے گناہ بخشدے

۷ چہ کند سوختہ از غایت حرمان برفت
دل جلا کیا کرے نہائت شکستہ دل ہو کر گیا ہے

۸ چوں لبشد آں صنم از دیدۂ حافظ غائب
جب وہ صنم حافظ کی آنکھوں سے غائب ہو گیا
اشک ہموارہ ز رخسار بداماں برفت
رخسار سے دامن پر برابر آنسو گر رہے تھے۔

ا۔ اس تمام غزل کا مضمون مسلسل ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ خواجہ حافظ علیہ الرحمۃ کا کوئی عزیز دوست تھا۔ مر گیا۔ تو آپ نے یہ غزل لکھی اور اس واقعہ کو بیان کرتے ہیں جب مرنے والے کو سکرات موت میں دیکھا،
۲۔ میں نے اسے کہا کہ تو میرا پرانا دوست ہے اس طرح چھوڑ کر جانا وفا سے بعید ہے۔ جواب سخت دیا اور آزردہ ہو کر جان دی،
۳۔ ملک سلیمان یعنے دنیا کی شکائیت کرتا تھا کہ رنج و غم کا گھر ہے اور خوارزم ایک شہر کا نام، یعنے بہشت اور دریا جیوں یعنے بہشت کی نہروں کا تصور اس کے دل میں تھا،
۴۔ سخن فہم ایسا تھا کہ اسکا جواب نہیں، مگر افسوس مر گیا اور داغ جدائی دے گیا،
۵۔ اب وہ دل لبھانے والی باتیں اور شعر کون سنائے گا،
۷۔ خواجہ حافظ رح مغفرت کے لئے دعا کرتے ہیں،
۸۔ چونکہ اس کے ساتھ دلی محبت تھی اس لئے اس کا مرنا شاق گزرا،

ہر آں خجستہ نظر کز پی سعادت رفت
وہ پاک باز جو سعادت حاصل کرنا چاہتا ہے،

۱ بکنج میکدہ و خانۂ ارادت رفت
شراب خانہ میں صدق اور یقین کیساتھ جاتا ہے

ز طل فرد کشاں کشف گرد سالک راہ
رندوں کی تلپھٹ سے سالک کو سیدھا رستہ دکھائی دیا

۲ رموز غیب کہ در عالم شہادت رفت
اور غیب کے اسرار جو عالم شہادت میں منکشف ہو گئے

بیا و معرفت من شنو که در سخنم	۳	ز فیض روح قدس نکتۂ سعادت رفت
مجھ سے معرفت کی باتیں سُن کہ میرے کلام میں		روح قدس کے فیض سے ذکی باریکیاں موجود ہیں
بجز طالع مولود من بجز رندی	۴	کہ این معاملہ با کوکب ولادت رفت
میرے پیدائش کے زائچہ سے بغیر رندی کے اور کچھ نہیں نکلتا ہے		کہ یہ معاملہ میرے پیدائشی ستارہ کے ساتھ واقع ہوا ہے
ز بامداد بطیبت دگر برآمدہ	۵	وظیفۂ می دوشین مگر زیادت رفت
صبح کے وقت تو نئے طور سے نکلا ہے		شاید کل رات کی شراب کا وظیفہ تو بھول گیا ہے
مگر بمعجزہ کوشد طبیب عیسی دم	۶	چرا کہ کار من خستہ از عیادت رفت
مگر طبیب اعجاز عیسوی سے زندہ کر سکے		ورنہ مجھ بیمار کا معاملہ عیادت سے گذر چکا ہے

هزار شکر که حافظ براه میکده دوش

ہزار شکر ہے کہ حافظ کل شراب خانہ کی راہ

ز کنج زاویۂ طاعت و عبادت رفت

خانقاہ کے گوشہ عبادت اور طاعت سے باہر نکل کر گیا

۵ بعض نسخوں میں یہ مصرع "ز بامداد بدمستی دگر برآمدہ" ہے ترجمہ یہ ہوگا کہ صبح سے تو غیر کے ہاتھوں میں نکلا ہے۔ اور بعض نسخوں میں "ز بامداد بمستی دگر برآمدہ" ہے ترجمہ اس طرح ہوگا کہ صبح سے اور ہی رنگ کی مستی ہے الغرض بہرحال مطلب صاف نہیں ہے۔

خمی کہ ابروی شوخی تو در کمان انداخت	۱	بقصد جان من زار ناتوان انداخت
تیرے شوخ ابرو نے خم جو کمان میں ڈالا ہے		میری کمزور و ناتوان جان کا قصد کر رکھا ہے
شراب خوردہ و خوی کردہ کی شدی بچمن	۲	کہ آبروی تو آتش در ارغوان انداخت
شراب پی کر اور پسینہ میں تر تو کب باغ میں گیا تھا		کہ تیری آبرو نے ارغوان کے پھول کو آگ میں ڈال رکھا ہے
بیک کرشمہ کہ نرگس بخود فروشی کرد	۳	فریب چشم تو صد فتنہ در جہان انداخت
ایک کرشمہ سے جو نرگس نے اپنا جوبن دکھایا		تیری دلفریب آنکھ نے سینکڑوں فتنے جہاں میں برپا کیے

۴

زشرم آنکه بروئی تو نسبتش کردند
اس شرمندگی سے کہ تیرے چہرے سے نسبت دی ہے
سمن بدست صبا خاک در دہان انداخت
چنبیلی کے منہ میں ہوا کے ہاتھ سے خاک پڑی ہے

۵

بزمگاہ چمن دوش مست بگذشتم
کل باغ کے پاس سے میں مست جا رہا تھا
کہ از دہان توام غنچہ در گمان انداخت
جسکی وجہ یہ ہے کہ غنچہ پر مجھے تیرے دہن کا گمان ہوا تھا

۶

بنفشہ طرۂ مفتول خود گرہ میزد
بنفشہ نے اپنے پیچیدہ طرہ کو بل دیا تھا
صبا حکایت زلف تو در میان انداخت
صبا نے تیری زلفوں کا قصہ اس کو سنایا

۷

کنوں بآب می لعل خرقہ میشویم
اب میں سرخ شراب سے گودڑی دھوتا ہوں
نصیبۂ ازل از خود نمیتوان انداخت
جو کچھ ازل سے مل چکا ہے خود بخود کس طرح چھوڑ سکتا ہوں

۸

نبود رنگ دو عالم کہ نقش الفت بود
دونوں جہان کا ابھی ظہور بھی نہ ہوا تھا کہ الفت موجود تھی
زمانہ طرح محبت نہ این زمان انداخت
زمانہ نے محبت کی بنیاد کچھ آج ہی نہیں ڈالی ہے

۹

من از ورع می و مطرب ندیدمی ہرگز
میں پرہیزگاری کے باعث شراب اور مطرب نظر بھر دیکھتا تھا
ہوائی مغبچگانم درین و آن انداخت
مغبچوں کی الفت نے مجھے دونوں کی لت لگا دی

۱۰

جہان بکام دل اکنوں شود کہ دور زماں
اب زمانہ ہمارے مطلب کے موافق ہوگا کہ زمانہ کے دور نے
مرا بہ بندگی خواجہ زمان انداخت
ہم خواجہ زمانہ کی خدمت میں پہنچ گئے ہیں

۱۱

مگر گشایش حافظ درین خرابی بود
شائد حافظ کی مطلب براری اسی خرابی میں تھی
کہ قسمت ازلش در می مغاں انداخت
کہ قسمت نے ازل سے مغاں کی شراب میں ڈال رکھا تھا

۱

روشن از پرتو رویت نظری نیست کہ نیست
تیرے چہرہ کے عکس سے کوئی آنکھ ایسی نہیں جو روشن نہ ہوئی ہو
منت خاک درت بر بصری نیست کہ نیست
تیرے دروازہ کی خاک کا احسان ہر ایک نظر پر ہے

۲ ناظر روی تو صاحب نظرانند ولی — سر گیسوی تو در هیچ سری نیست که نیست

صاحب نظر تیرے چہرہ کی طرف تکتے ہیں لیکن — کوئی سر ایسا نہیں ہے جس میں تیری زلف کی ہوا نہ سمائی ہو

۳ اشک غماز من ار سرخ برآید چه عجب — خجل از کرده خود پرده دری نیست که نیست

میرے آنسو جو میرا راز ظاہر کرتے ہیں سرخ ہیں تو کیا عجب ہے — اپنے کئے ہوئے پر ہر ایک پردہ دری کرنیوالا شرمندہ ہوتا ہے

۴ کین بمن خسته چه بندی که ز مهر — بر میان دل و جانم کمری نیست که نیست

مجھ خستہ دل کے لئے کمر کینہ کیوں باندھتا ہے — میرے دل اور جان کی کمر ٹوٹی ہوئی ہے

۵ تا بدامن ننشیند ز نسیمت گردی — سیل اشک از نظرم بر گذری نیست که نیست

تاکہ تیرے دامن پر گرد نہ بیٹھے — کوئی جگہ ایسی نہیں جہاں ہماری آنکھوں سے آنسو کا سیلاب نہیں

۶ تا دم از شام سر زلف تو سر جا نزند — با صبا گفت و شنیدم سحری نیست که نیست

تاکہ تیری زلفوں کی خوشبو کا دم نہ مارے — کوئی صبح ایسی نہیں جبکہ صبا سے میں کچھ کہتا سنتا نہیں

۷ من ازین طالع شوریده برنجم ورنه — بهره مند از سر کویت دگری نیست که نیست

میں اپنے شوریدہ بختی پر افسوس کرتا ہوں ورنہ — کوئی ایسا شخص نہیں جو تیری گلی میں کامیاب نہ ہوا ہو

۸ از خیال لب نوشین تو ای چشمه نوش — غرق آب و عرق اکنون شکری نیست که نیست

تیرے ہونٹوں کے تصور میں جو از حد میٹھے ہیں — کوئی شکر ایسا نہیں جو شرم سے پانی پانی نہ ہو

۹ آب چشمم که بر او منت خاک در تست — زیر صد منت او خاک دری نیست که نیست

میری آنکھوں کا پانی جس پر تیرے دروازہ کی خاک کا احسان ہے — کوئی دروازہ ایسا نہیں جس کی خاک پر اس کے سینکڑوں احسان نہ ہوں

۱۰ از وجود این قدرم نام و نشانیست که هست — ورنه از ضعف در آنجا اثری نیست که نیست

میرے وجود کا اس قدر نام و نشان ہے جتنا کہ ہے — ورنہ ضعف کے باعث اس میں کوئی ایسا اثر نہیں جو نہ ہو

۱۱ شیر در بادیه عشق تو روباه شود — آه ازین راه که در وی خطری نیست که نیست

تیرے عشق کے جنگل میں شیر بھی لومڑی بن جائے — افسوس یہ راستہ کیسا ہے کہ جس میں ہر ایک خطرہ موجود ہے

۱۲ نہ من دل شدہ از دست تو خونیں جگرم
از غم عشق تو پر خون جگری نیست کہ نیست

نہ صرف ایک میں ہی دل ہاتھ سے دیکر لہو کے گھونٹ نہیں پیتا
تیرے عشق کے غم میں کوئی جگر نہیں جو داغدار نہ ہو

۱۳ از سر کوی تو رفتن نتوانم گامے
ورنہ اندر دل بیدل سفری نیست کہ نیست

میں تیرے کوچے سے ایک قدم بھی نہیں اٹھا سکتا
ورنہ بیدل کے دل میں کوئی ایسا سفر نہیں جسکا ارادہ کیا ہو

۱۴ تو خود ای شعلہ رخشندہ چہ داری در سر
کہ کباب از حرکاتت جگری نیست کہ نیست

اے چمکیلے شعلہ تیرے سر میں کیا سمایا ہوا ہے
تیری حرکتوں سے کوئی جگر ایسا نہیں جو کباب نہ ہوا ہو

۱۵ مصلحت نیست کہ از پردہ بروں افتد راز
ورنہ در مجلس رنداں خبری نیست کہ نیست

مناسب نہیں کہ راز پردے سے باہر ہو کر ظاہر کیا جاوے
ورنہ رندوں کی مجلس میں وہ کونسی بات ہے جس کا علم نہیں

۱۶ بجز این نکتہ کہ حافظ ز تو ناخوشنود است
در سراپای وجودت ہنری نیست کہ نیست

بغیر اس بات کے کہ حافظ تجھ سے ناراض ہے
تیرے وجود میں سر سے لیکر پاؤں تک کوئی ایسا ہنر نہیں جو موجود نہ ہو

۱۵۔ خواجہ رحمۃ اللہ علیہ اکثر مقامات پر رند اور رندی کی تعریف کرتے ہیں :- ؎

راز درون پردہ ز رندان مست پرس + کیں حال نیست صوفیٔ عالی مقام را

اگرچہ رند راز درون پردہ سے واقف ہیں مگر مصلحت یہی ہے کہ راز پردہ ہی میں رہے۔ ایک مقام پر لکھتے ہیں ؎

گفت آں یار کزو گشت سر دار بلند + جرمش آں بود کہ اسرار ہویدا مے کرد

یعنے حسین منصور حلاج رح کا جرم جس کی پاداش میں دار پر کھینچا گیا یہ تھا کہ راز کی باتیں افشا کرتا تھا۔ خواجہ حفظ مراتب خوب کرتے ہیں کہ پردہ کی باتیں پردہ ہی میں رہنی مناسب ہیں اور یہ مقام ادب ہے۔ باوجود اس امر کے کہ بلحاظ حقیقت کے یہ واضح ہو چکا ہے کہ ہر ایک فعل جو ہم سے صادر ہوتا ہے اس کی نسبت خدا کی طرف ہے مگر شرط ادب یہ ہے کہ گناہ کی نسبت ہم اپنی طرف کریں اور ربنا ظلمنا انفسنا کہیں :- ؎

گناہ گرچہ نبود اختیار ما حافظ + تو در طریق ادب کوش و گو گناہ من است

رند اور رندی کی تعریف خواجہ رح کے کلام سے اسطرح معلوم ہوتی ہے کہ رندی کا تعلق "طائفہ ملامتیہ" سے ہے :- ؎

دامن گر چاک شد در عالم رندی چہ باک + جامہ در نیکنامی نیز مے باید درید

خواجہ رح اپنی نسبت بھی یہی کہتے ہیں کہ ان کا مذہب "رندی" ہے۔ اور آپ حلقہ رنداں میں ممتاز درجہ رکھتے ہیں :- ؎

بر سر تربت من چوں گذری ہمت خواہ + کہ زیارت گہ رندان جہاں خواہد بود

۱
نیست کہ افتادۂ آن زلف دوتا نیست
کوئی شخص نہیں جو اسکی زلف دوتا سے نہ پھنسا ہو
در رہگذری نیست کہ دامی ز بلا نیست
کوئی رہگذر ایسی نہیں جہاں بلا کے جال نہ پھیلا رکھا ہو

۲
روی تو مگر آئینۂ لطف الٰہیست
چہرہ شاید اللہ تعالیٰ کے لطف کا آئینہ ہے
حقا کہ چنین ست و درین روی و ریا نیست
سچ تو یہ ہے کہ بات اصل میں یہی ہے اس میں فریب اور ریا نہیں

۳
اہد دم توبہ ز روی تو زہی روی
تجھے تیرے چہرہ دیکھنے سے توبہ کی ہدایت کرتا ہے اسکا کیا منہ ہے
ہیچش ز خدا شرم و ز روی تو حیا نیست
نہ تو خدا سے شرم ہے اور نہ تیری صورت سے حیا کرتا ہے

۴
س طلبد شیوۂ چشم تو زہی چشم
تیری آنکھ کی طرز اڑانا چاہتی ہے کیا دیدہ دلیری ہے
مسکین خبرش از سر و در دیدہ حیا نیست
بیچاری کو سر کی خبر تک نہیں اور آنکھوں میں حیا نہیں ہے

۵
بہر خدا زلف میارای کہ مارا
خدا کے لئے زلف کو سنوارا نہ کر۔ کیونکہ
شب نیست کہ صد عربدہ با باد صبا نیست
ہمیں کوئی رات ایسی نہیں کہ صبا کیساتھ لڑنا نہیں پڑتا

۶
ازای کہ بی روی تو ای شمع دل افروز
اے شمع دل افروز واپس آ کہ تیرے چہرہ کے بغیر
در بزم حریفان اثری نور و ضیا نیست
عاشقوں کی بزم میں نور اور روشنی کا نشان نہیں

۷
ی می شد و گفتم صنما عہد بجا آر
ل جا رہا تھا کہ میں نے کہا اے صنم قول پورا کر
گفتا غلطی خواجہ درین عہد وفا نیست
کہا۔ جھوٹ ہے۔ اے خواجہ آج کل میں وفا نہیں ہے

۸
ار شہریاران سبب ذکر جمیل است
ریبوں کا حال پوچھنا نیکی سے یاد کرنیکا باعث ہوتا ہے
جانا مگر این قاعدہ در شہر شما نیست
اے دوست شاید یہ رسم تمہارے شہر میں نہیں ہے

۹
چون چشم تو دل می برد از گوشہ نشینان
تیری آنکھ گوشہ نشینوں کا دل اڑا کر لے جاتی ہے
دنبال تو بودن گنہ از جانب ما نیست
تیرے پیچھے پیچھے جانا میرا قصور نہیں ہے

۱۰
گر پیر مغان مرشد ما شد چہ تفاوت
اگر پیر مغاں میرا مرشد بنا تو اس میں فرق کیا ہے
در ہیچ سری نیست کہ سری ز خدا نیست
کوئی سر ایسا نہیں

گفتن بر خورشید کہ من چشمۂ نورم سورج کے سامنے یہ دعوے کرنا کہ میں نور کا چشمہ ہوں ایک ... ہے	١١	**دانند بزرگاں کہ سزاوار سہا نیست** مگر بزرگ جانتے ہیں کہ چنگاڑی کو یہ دعوے زیبا نہیں
عاشق چہ کند گر نخورد تیر ملامت عاشق کیا کرے اگر ملامت کا تیر نہ کھائے	١٢	**با ہیچ دلاور سپر تیر قضا نیست** کسی دلاور کے پاس قضا کے تیر کو روکنے والی ڈھال نہیں ہے
در صومعۂ زاہد و در خلوت عابد زاہد کی خانقاہ اور عابد کی خلوت میں	١٣	**جز گوشۂ ابروئی تو محراب دعا نیست** تیرے ابرو کے گوشہ کے سوا اور کوئی محراب دعا نہیں

١٤

اے چنگ فرو بردہ بخون دل حافظ

تو نے حافظ کے دل کے خون میں ہاتھ ڈالا ہے

فکرت مگر از غیرت قرآن خدا نیست

تجھے شاید خدا تعالیٰ کے قرآن کی غیرت کا کچھ پاس نہیں

شرح۔ اس شعر سے خواجہ حافظ رح کا کمال معرفت ظاہر ہوتا ہے۔ ایک چنگاڑی جو آفتاب کے مقابل ذرہ بے مقدار ہے اگر باوجود آفتاب یہ دعوے کرے کہ میں چشمہ نور ہوں تو اظہر من الشمس ہے کہ یہ دعوے غلط ہے جو عظمت اور بزرگی آفتاب کو بذاتہ حاصل ہے وہ ایک ذرہ میں کہاں جو کچھ ہے وہ آفتاب کے نور سے اقتباس ہے اسیطرح ممکنات واجب الوجود کے حضور محض عدم ہیں اگر ممکن دعوے کرے کہ انا الموجود تو غلط ہے۔ ؎ گو ممکن ز حد خویش نگذشت ✱ نہ او واجب شد و نہ ممکن این گشت

یہ تو ایک ذرہ اور آفتاب کا مقابلہ ہے۔ مگر وہ نور جس سے تمام عالم منور ہو رہا ہے اور ہزاروں آفتاب اس سے نور حاصل کرتے ہیں بے شمار ہیں ذرہ ہیں۔ وہاں انا الموجود دعوے خلاف ادب اور زندیقی ہے ؎

در محفلے کہ خورشید اندر شمار ذرہ است + خود را بزرگ دیدن شرط ادب نباشد

یہ تو نہیں ہو سکتا کہ ممکن واجب بن جائے لیکن ؎

کمتر از ذرہ نۂ پست مشو مہر بورز + تا بخلوت گہ خورشید رسی چرخ زناں

رواق منظر چشم من آشیانۂ تست میری آنکھ کا خانہ تمہارے ہی رہنے کی جگہ ہے	١	**کرم نما و فرود آ کہ خانہ خانۂ تست** مہربانی فرما کر آؤ کہ یہ گھر تمہارا ہی گھر ہے
بلطف خال و خط از عارفاں ربودی دل خال و خط کی لطافت سے عارفوں کا دل اڑا کر لے گیا	٢	**لطیفہائے عجب زیر دام و دانۂ تست** عجب لطیفے تیرے جال اور دام دانہ کے نیچے ہیں

دلت بوصل گل ای بلبل چمن خوش باد ۳ | که در چمن همه گلبانگ عاشقانه تست

بلبل تیرا دل گل کے وصل سے خوش رہے | کہ چمن میں تیرے ہی عاشقانہ نغمے سنائی دیتے ہیں

علاج ضعف دل ما بلب حوالت کن ۴ | که آن مفرح یاقوت در خزانه تست

ہمارے ضعف کا علاج لبوں کے حوالہ کر | کہ مفرح یاقوت تیرے ہی خزانہ میں ہے

بتن مقصرم از دولت ملازمتت ۵ | ولی خلاصه جان خاک آستانه تست

میں جسم سے تیری خدمت کا شرف حاصل کرنے سے قاصر ہوں | مگر میری جان تیرے آستانہ کی خاک ہی تو ہے

چه جای من که بلرزد سپهر شعبده باز ۶ | ازین حیل که در انبانه بهانه تست

[illegible] کیا ہوں شعبدہ باز آسمان بھی | تیرے حیلوں سے جو تیرے بہانے کے تھیلے میں ہیں لرز رہا ہے

من آن نیم که دهم نقد دل بهر شوخی ۷ | در خزانه بمهر تو و نشانه تست

میں وہ نہیں ہوں کہ ہر ایک شوخ کو نقد دل دے دوں | خزانہ دل پر تیری ہی مہر اور نشان ہے

تو خود چه لعبتی ای شهسوار شیرین کار ۸ | که توسنی چو فلک رام تازیانه تست

تو خود کیا خوبصورت ہے اے شہسوار شیریں کار | کہ آسمان جیسا گھوڑا تیرے کوڑے کا تابع ہے

سرود مجلست اکنون فلک برقص آورد ۹

تیری مجلس کے سرود نے آسمان کو بھی رقص میں ڈال دیا

که شعر حافظ شیرین سخن ترانه تست

وجہ یہ ہے کہ حافظ شیریں سخن کے شعر تیرا ہی راگ گاتے ہیں

ساقی بیا که یار ز رخ پرده برگرفت ۱ | کار چراغ خلوتیان باز در گرفت

[illegible] یار نے چہرہ سے پردہ اٹھا دیا | خلوت نشین لوگوں کے چراغ کا کام [illegible] پھر روشن ہو گیا

آن شمع سرگرفته دگر چهره برفروخت ۲ | وان پیر سالخورده جوانی ز سر گرفت

سرکشیدہ شمع کا چہرہ [illegible] اٹھا | اور اس بوڑھے [illegible]

۳
آں عشوہ داد عشق کہ مفتی زرہ برفت
عشق نے وہ کرشمے دکھائے کہ مفتی بھٹک گیا
واں لطف کرد دوست کہ دشمن حذر گرفت
اور دوست نے وہ مہربانیاں کیں کہ دشمن ڈر گیا

۴
زنہار زیں عبارت شیرین دلفریب
ان چکنی چپڑی باتوں سے خدا کی پناہ
گوئی کہ پستۂ تو سخن در شکر گرفت
گویا تیرا پستہ (دہن) نے باتیں شکر میں ملائی ہیں

۵
بار غمی کہ خاطر ما خستہ کردہ بود
جس غم کے بوجھ نے میرے دل کو خستہ کر رکھا تھا
عیسیٰ دمی خدا بفرستاد و برگرفت
ایک عیسیٰ دم خدا کے بھیجے ہوئے نے اتار دیا

۶
ہر سرو قد کہ بر مہ و خور حسن میفروخت
ہر ایک سرو قد جو چاند اور سورج کا مقابلہ حسن میں کرتا تھا
چوں تو در آمدی پئی کار دگر گرفت
جب تو اندر آیا تو کسی اور کام کی فکر کرنے لگا

۷
زیں قصہ ہفت گنبد افلاک پر صداست
اس قصہ سے سات آسمانوں کے گنبد گونج اٹھے ہیں
کوتہ نظر بیں کہ سخن مختصر گرفت
کوتہ نظر کو دیکھو کہ تھوڑی بات پر اکتفا کیا

حافظ تو ایں دعا ز کہ آموختی کہ یار
اے حافظ تو نے یہ دعا کہاں سے سیکھی ہے کہ یار نے
تعویذ کرد شعر ترا و بزر گرفت
تیرے شعر کو تعویذ بنا کر سونے سے منڈھ دیا

۱
شنیدہ ام سخنی خوش کہ پیر کنعاں گفت
میں نے کیا اچھی بات پیر کنعان (حضرت یعقوب) کی سنی ہے
فراق یار نہ آں میکند کہ بتواں گفت
کہ دوست کی جدائی سے جو کچھ گزرتا ہے بیان نہیں ہو سکتا

۲
حدیث ہول قیامت کہ گفت واعظ شہر
شہر کے واعظ نے قیامت کے ہول کا ذکر کیا ہے
کنایتیست کہ از روزگار ہجراں گفت
وہ جدائی کے دنوں کا اشارتاً بیان ہے

۳
نشان یار سفر کردہ از کہ پرسم باز
اپنے یار کا پتہ جو سفر کر گیا ہے کس سے پوچھوں
کہ ہر چہ گفت برید صبا پریشاں گفت
کہ صبا کے قاصد نے جو کچھ بیان کیا وہ پریشان باتیں ہیں

۴ فغاں کہ آں مہ نامہرباں دشمن دوست
فریاد کہ وہ نامہربان چاند دوست کا دشمن
بترک صحبت یاران خود چہ آساں گفت
یاروں کی صحبت کو ترک کرنا کیا آسان بات سمجھتا ہے

۵ غم کہن بمئے سالخوردہ دفع کنید
پرانا غم پرانی شراب سے غلط کرو
کہ تخم خوشدلی اینست پیر دہقاں گفت
پیر دہقان نے کہا ہے کہ خوشدلی کا بیج یہی ہے

۶ من و مقام رضا بعد ازین و شکر رقیب
اس کے بعد میں ہوں اور رضا کا مقام اور رقیب کا شکریہ ادا کرنا
کہ دل بدرد تو خو کرد و ترک درماں گفت
کہ دل تیرے درد کا عادی ہو گیا ہے اور علاج کو چھوڑ دیا ہے

۷ گرہ بباد مزن گرچہ بر مراد وزد
ہوا پر گرہ نہ لگا اگرچہ تیرے موافق ہی کیوں نہ ہو
کہ این سخن مثل باد با سلیماں گفت
کیونکہ یہ بات ہوا نے سلیمان کو کہی تھی

۸ مزن ز چون و چرا دم کہ بندۂ مقبل
چون و چرا سے دم نہ مار کہ خدا کے مقبول بندہ
قبول کرد بجاں ہر سخن کہ جاناں گفت
نے ہر ایک بات جو دوست نے کہی قبول کی

۹ بعشوہ کہ سپہر دہد ز راہ مرو
آسمان کے فریب سے راہ سے نہ بھٹک
ترا کہ گفت کہ این زال ترک دستاں گفت
تجھ کو کس نے کہا ہے کہ اس زال نے مکر فریب ترک کر دیا تھا

۱۰ بیار بادہ بخور زانکہ پیر میکدہ دوش
شراب لا اور پی کہ کل پیر میکدہ نے
بسی حدیث غفور و رحیم و رحمٰن گفت
دیر تک بیان کیا کہ اللہ تعالیٰ غفور اور رحیم اور رحمٰن ہے

۱۱ کہ گفت حافظ از اندیشۂ تو آمد باز
تجھے یہ کس نے کہا کہ حافظ نے تیرا خیال ہی چھوڑ دیا
من این نگفتہ ام آں کس کہ گفت بہتاں گفت
میں نے تو یہ نہیں کہا۔ جس کسی نے کہا جھوٹ کہا

۱ مدامم مست میدارد نسیم جعد گیسویت
مجھے تیری زلف کے پیچ و خم کی خوشبو ہمیشہ مست رکھتی ہے
خرابم میکند ہر دم فریب چشم جادویت
تیری جادو کرنے والی آنکھوں کا فریب مجھے ہر دم خراب کرتا ہے

پس از چندین شکیبائی شبی یارب توان دیدن
استقدر صبر کے بعد اے خدا کسی رات تو اس کا دیدار ممکن ہوگا ہے

۲ — که شمع دیده افروزیم در محراب ابرویت
کہ ہم اپنی آنکھوں کی شمع اس کے محراب ابرو میں روشن کریں

سوادِ لوحِ بینش را عزیز از بہر آں دارم
آنکھوں کی لوح کی سیاہی اس واسطے پیاری ہے

۳ — که جاں را نسخه باشد ز نقش خال ہندویت
کہ اس کے خال ہندو (سیاہ) کا نقش جان کا نسخہ ہے

تو گر خواہی که جاویداں جہاں یکسر بیارائی
اگر تیری یہ خواہش ہو کہ جہاں کو ہمیشہ آراستہ رکھے

۴ — صبا را گو که بردارد زمانی برقع از رویت
تو صبا کو کہو کہ تھوڑی دیر کے لئے برقع تیرے چہرے سے اٹھا دے

وگر رسم فنا خواہی که از عالم براندازی
اگر تیری یہ خواہش ہو کہ دنیا سے فنا کی رسم اٹھ جاوے

۵ — بیفشاں زلف تا ریزد ہزاراں جاں ز ہر مویت
تو زلفوں کو جھاڑ دو کہ ہر ایک بال سے ہزار جان میں نکل پڑیں

من و باد صبا مسکین سرگرداں و بی حاصل
میں اور باد صبا مسکین جو سرگرداں مارے مارے پھرتے ہیں

۶ — من از افسون چشمت مست و او از بوی گیسویت
میں تو تیری آنکھوں کے منتر سے مست اور وہ تیری زلفوں کی خوشبو سے

من از لطف صبا دارم سپاس نکہت جاناں
میں صبا کے لطف کے باعث دوست کی خوشبو کا ممنون ہوں

۷ — وگرنه کی گذر بودی سحرگاہاں ازیں سویت
ورنہ صبح کے وقت ادہر آنا کس طرح ہوتا

سوادِ دیده ہر وقتی بخون دل ہمی دیدم
آنکھوں کی سیاہی ہر وقت خون دل کے ساتھ دیکھتا ہوں

۸ — عزیزش دارم ایں ساعت بیاد خال ہندویت
اب میں اسکو پیارا سمجھتا ہوں کیونکہ تیرے سیاہ خال کی یاد بوجہ مشابہت دلاتا ہے

زہی ہمت که حافظ رست از دنیا و از عقبیٰ
حافظ کی ہمت کے کیا کہنے ہیں کہ دنیا اور آخرت سے کنارہ کیا

۹ — نیاید ہیچ در چشمش بجز خاک سر کویت
اسکی آنکھوں میں تیرے دروازہ کی خاک کے سوا کوئی چیز سما نہیں سکتی

---

۳ و ۸ دونوں ہم معنے شعر ہیں۔ اپنی آنکھوں کی سیاہی اس واسطے پیاری ہے کہ تیرے خال سیاہ کا تصور ہے۔ اور اس سے دل کو تسکین ہوتی ہے۔ شعر (۸) میں یہ بات اور بڑھا دی ہے کہ دل سے لہو روتا ہوں اور اس میں آنکھوں کی سیاہی بھی نکلی ہے۔ اور اس نے بوجہ مشابہت خال سیاہ کی یاد تازہ کر دی ہے۔ اس لئے عزیز ہے ورنہ پہلے تو اس کی کچھ قدر ہی نہ تھی۔ مطلب دونوں شعروں کا یہ ہے کہ تیری خال کا تصور خون کے آنسو لاتا ہے۔ مگر ہمیں اس میں بھی لطف حاصل ہے۔

۴ و ۵۔ قطعہ بند ہیں۔ اگر دنیا میں معشوق حقیقی کا جلوہ نہ ہو تو یہ ایسی دلکش نہ ہو۔ اس لئے اگر اسکی یہ مرضی ہوتی کہ دنیا ہمیشہ آراستہ و پیراستہ اور فنا کی دستبرد سے بچ رہے تو رخ روشن سے نقاب اٹھا دیتا۔ جیسا کہ بہشت میں ہوگا۔ چونکہ زلف سیاہ پردہ ہے

جو چہرے روشن پہ پڑا ہے۔ اس لئے مانع دیدار ہے کہ اگر اس کو جھاڑ دے تو ہزاروں جانیں زندہ ہو جاویں جو زلف میں الجھی ہوئی ہیں۔ دونوں شعروں کا مطلب یہ ہے کہ صفات جو کثرت کا باعث ہیں ذات پر پردہ ہیں اگر ان کو الٹ دیا جائے تو بے پردہ دیدار حاصل ہو اور بقا باللہ کے باعث فنا کا دستور اٹھ جائے۔

۱
مردم دیدهٔ ما جز برخت ناظر نیست
ہماری آنکھوں کی پتلیاں تیرے چہرے کے سوا کسی اور طرف نہیں دیکھتیں
دل سرگشتهٔ ما غیر ترا ذاکر نیست
میرا سرگشتہ دل تیرے غیر کو کبھی یاد نہیں کرتا

۲
اشکم احرام طواف حرمت می‌بندد
میرے آنسو تیرے حرم کے طواف کے لئے احرام باندھتے ہیں
گرچه از خون دل ریش دمی طاهر نیست
اگرچہ زخمی دل کے لہو کے باعث ان میں دم نہیں ہے

۳
بسته دام و قفس باد چو مرغ وحشی
وحشی جانور کی طرح پنجرہ کے جال میں گرفتار رہے
طایر سدره اگر در طلبت طایر نیست
سدرہ کا طائر (جبرئیل) اگر تیری طلب میں نہیں اڑتا

۴
عاشق مفلس اگر قلب دلش کرد نثار
اگر مفلس عاشق نے اپنا کھوٹا دل نثار کر دیا
مکنش عیب که بر نقد روان قادر نیست
تو برا نہ کہہ کیونکہ رائج الوقت نقدی کی طاقت نہیں رکھتا

۵
عاقبت دست بدان سرو بلندش برسد
آخر اس کا ہاتھ اس بلند قامت سرو تک پہنچ جائے گا
هر که را در طلبت همت او قاصر نیست
جو تیری طلب میں کوتاہ ہمت نہیں ہے

۶
از روان‌بخشی عیسی نزنم پیش تو دم
حضرت عیسیٰ کی جان بخشی (مردوں کو زندہ کرنا) کا دم تیرے سامنے نہیں بھرتا
زانکه در روح فزائی چو دمت قادر نیست
کیونکہ روح افزائی میں تیرے دم کی طرح قادر نہیں ہے

۷
منکه از آتش سودای تو آهی نزنم
جب میں ہوں کہ تیرے سودا کی آگ سے آہ تک نہیں کرتا
کی توان گفت که بر داغ دلم صابر نیست
یہ کس طرح کہا جا سکتا ہے کہ دل کے داغ پر صبر نہیں کرتا

۸
روز اول که سر زلف تو دیدم گفتم
پہلے روز جب تیری زلف دیکھی میرا ماتھا ٹھنکا کہتا تھا
که پریشانی این سلسله را آخر نیست
کہ اس سلسلہ کی پریشانی کی انتہا ہی نہیں ہے

۹
سر پیوند تو تنها نه دل حافظ راست
صرف حافظ کا دل ہی تجھ سے وابستہ نہیں ہے ۔
کیست آن کش سر پیوند تو در خاطر نیست
وہ کون ہے جس کو تیرے وصل کی خواہش دل میں نہیں

۱۔ مقتی‌حر:- جبکہ تیرے سوا کوئی اور موجود نہیں اور ہمیں کشف سے یہ معلوم ہو چکا ہے تو اب غیر کو ہم کس طرح دیکھ سکتے ہیں؟ "فاینما تولوا فثم وجہ اللہ"

۲۔ دم کے معنے خون سانس اور طاقت کے ہیں۔ تینوں معنے اس شعر میں عائد ہیں اور مناسبت لفظی اور حسن معنوی کی عمدہ مثال ہے۔

۴۔ یہ نعتیہ شعر ہے مطلب یہ ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ مرتبہ ہے کہ اس کو کوئی نہیں پہنچ سکتا۔ آنحضرت صلعم کی توجہ روح افزا تھی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی توجہ جان بخش تھی دونوں میں بڑا فرق ہے۔

۱
بی مہر رخت روز مرا نور نماندہ است
اے خورشید رو تیرے بغیر میرے دن بے نور ہیں۔
وز عمر مرا جز شب دیجور نماندہ است
اور میری عمر میں سوائے اندھیری راتوں کے کچھ باقی نہیں رہا

۲
ہنگام وداع تو ز بس گریہ کہ کردم
تجھے رخصت کرتے وقت میں بہت رویا۔
دور از رخ تو چشم مرا نور نماندہ است
تیرے رخ سے دور میری آنکھوں میں نور نہیں رہا۔

۳
وصل تو اجل را ز سرم دور ہمیں داشت
تیرا وصل موت کو میرے سرہانے سے دور رکھتا تھا۔
از دولت ہجر تو کنون دور نماندہ است
اب تیری فرقت کی بدولت وہ دور نہیں ہے۔

۴
از تلخی ہجران تو زین گردش بی مہر
میں بے مہر آسمان کی گردش سے تیری ہجر کی تلخی میں،
سوزم من ازین غصہ کہ مستور نماندہ است
میں جل رہا ہوں غم و غصہ میں جو ضبط نہیں ہو سکتا

۵
میرفت خیال تو ز چشم من و میگفت
تیرا خیال میری آنکھ سے جا رہا تھا اور کہتا تھا۔
ہیہات ازین گوشہ کہ معمور نماندہ است
افسوس ہے کہ یہ گوشہ غیر آباد ہوا جاتا ہے

۶
زین بعد چہ سود ار قدمی رنجہ کند دوست
اس کے بعد کیا فائدہ اگر دوست قدم رنجہ فرمائے
کز جان رمقی در تن رنجور نماندہ است
جب کہ رنجور کے تن میں کوئی سانس باقی نہ رہا۔

۷
نزدیک شد آن دم کہ رقیبان تو گویند
وہ وقت نزدیک ہے کہ رقیب کہیں گے۔
دور از درت آن خستہ و رنجور نماندہ است
کہ وہ خستہ اور رنجور تیرے دروازے سے دور رہ کر زندہ نہ رہا۔

۸
در ہجر تو گر چشم مرا آب نماند
اگر تیری فرقت میں میری آنکھ میں پانی نہ رہا
گو خون جگر ریز کہ معذور نماندہ است
تو کہہ دو کہ خون جگر گرائے کہ وہ معذور نہیں ہے۔

صبر است مرا چارهٔ هجران تو لیکن تیری فرقت میں میرا علاج صبر ہے۔ لیکن	۹	چون صبر توان کرد که مقدور نمانده است صبر کس طرح ہو سکتا ہے کہ طاقت نہیں ہے
	۱۰	حافظ ز غم از گریه نپرداخت به خنده حافظ غم کے باعث رو کر ہنستا ہے ماتم زده را داعیهٔ سور نمانده است ماتم زدہ کو خوشی کے ولولے کہاں ہوتے ہیں

امروز شاه انجمن دلبران یکیست آج [illegible] تمام معشوقوں کا بادشاہ ایک ہے	۱	دلبر اگر هزار بود دلبر آن یکیست دلبر خواہ ہزار ہوں مگر فی الحقیقت وہی دلبر ہے
[illegible] هر آن یکی دل و دین داده‌ام بباد میں نے صرف اسی ایک کے لیے دونوں جہان کو برباد کر دیا	۲	عیبم مکن که حاصل هر دو جهان یکیست مجھے ملامت نہ کرو کیونکہ دونوں جہانوں کا حاصل ایک ہی ہے
سودائیان عالم پندار را بگوی [illegible] سودائیوں کو کہو	۳	سرمایه کم کنند که سود و زیان یکیست کہ سرمایہ کم کریں کیونکہ فائدہ اور نقصان ایک ہی ہے
خلقی زبان به دعوی عشقش گشاده‌اند ایک خلق [illegible] زبان ہر ایک شخص [illegible]	۴	ای من غلام آنکه دلش با زبان یکیست میں تو اس کا غلام ہوں جس کا دل اور زبان ایک ہے
	۵	حافظ بر آستانهٔ دولت نهاده سر حافظ نے دولت سرا کے آستانہ پر سر رکھا ہے دولت در آن سر است که با آستان یکیست خوش قسمت وہ ہے جس کا سر اور آستانہ ایک ہو

۱ و ۲ شرح۔ یہ غزل حبیب خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نعت میں ہے کچھ شک نہیں کہ ہر ایک پیغمبر بجائے خود [illegible] ہے اور ان کی امت ان کی دلدادہ ہے مگر ان تمام انبیا کا سردار خاتم النبیین ہیں اور آج آپ کی شاہی کا سکہ دلوں پر بیٹھا ہوا ہے اور ہمارا یہ حال ہے کہ اس کی محبت میں دنیا و آخرت سے قطع تعلق کر بیٹھے [illegible] ہمارا مطلوب [illegible]

محبوب ہے اور اصلی بات یہی ہے کہ دونوں جہان کا حاصل بھی وہی ہے۔ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ظہور نہ ہوتا۔ تو دنیا و آخرت موجود نہ ہوتے کیونکہ جو کچھ ظہور ہوا وہ نور محمدی سے ہوا۔ اس لئے اگر ہم نے صرف اسی کو اپنا مقصود بنایا ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ دونوں جہانوں کا حاصل وہی ہے۔ یہ سمجھنا چاہیئے کہ صوفیہ کرام کی اصطلاح میں عالم کثرت کو نور محمدؐ کہتے ہیں اور نور محمد صفات الہی کا مجموعہ ہے اس کا خلاصہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وجود مبارک ہے جو سردار انبیاء اور خاتم النبیین ہیں تو نتیجہ یہ کہ عالم کثرت جس میں دنیا اور آخرت شامل ہیں صفات الہی کا ظہور ہے اور اس کا حاصل اور خلاصہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات ہے۔

۳۔ سودائی سے مراد ظاہر پرست ہیں جو عقل کا دم بھرتے ہیں اور قیل و قال اور منطق اور فلسفہ سے معرفت حاصل کرنا چاہتے ہیں ان لوگوں کا سرمایہ یہی عقل ہے اور یہی ان کا مایۂ ناز ہے۔ مطلب شعر کا یہ ہے کہ یہ لوگ جو لاف زنی کرتے ہیں۔ کہ ہم عقلمند ہیں اور اس راز کو معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ سود کیا ہے اور زیاں کیا ہے ان سرگردان لوگوں کو کہہ دو کہ فی الحقیقت سود اور زیان ایک ہی ہے اس میں کچھ فرق نہیں اور عقل کو کم استعمال کریں۔ کیونکہ یہ صرف دردسر ہے۔ جبکہ سود و زیان ایک ہی ہے تو اس سے کیا حاصل ہوگا کہ دماغ سوزی اور عقلی تجربوں سے دنیاوی فائدہ اٹھاویں۔ کیونکہ اسکا انجام فی الحقیقت زیان ہے۔ عقل کا کام یہ ہے کہ جہاں تک دنیاوی فائدوں کا تعلق ہے نہایت عمدہ تجویز بتاتی ہے۔ لیکن افسوس کہ اس کا انجام سراسر آخرت کا نقصان ہے۔ اس لئے یہ سود اور زیاں ایک ہی عقل سے حاصل ہوتے ہیں۔ بہتر یہی ہے کہ اس عقل سے اگر دنیاوی فائدہ حاصل کرنا چاہتے ہو تو معرفت کا ذریعہ نہ بناؤ بلکہ اس کو اس کے عشق میں صرف کرو۔

۴۔ ہر ایک اس عشق کا دم بھرتا ہے۔ مگر یہ زبانی باتیں ہیں ہم تو اس شخص کے غلام ہیں جن کا دل اور زبان یکساں ہو۔ یعنی عشق اس کے دل میں ہو اور پھر زبان سے اقرار زیبا ہے۔ یوں تو ہر ایک شخص کہتا ہے کہ میں مسلمان ہوں یا مومن ہوں میں رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت اور فعل سے اس کی متابعت اور زبان سے اقرار کوئی کوئی کرتا ہے۔ ایسا شخص ولی ہے اور اس کی بندگی کرنی چاہیئے۔ شعر۔ قال را بگذار مرد حال شو ٭ پیش مردِ کامل پامال شو

المنة لله که درِ میکده بازست خدا تعالےٰ کا شکر ہے کہ شراب خانہ کا دروازہ کھلا ہے۔	۱ زاں رو کہ مرا بر در او روی نیازست اسکی وجہ یہ ہے کہ میں اسکے دروازہ پر عجز و نیاز کی سجدہ کرتا ہوں
خمہا همه در جوش و خروش اند ز مستی شراب کے مٹکے جوش اور خروش میں مستی کے باعث ہیں۔	۲ واں مے که در انجاست حقیقت نه مجازست اور یہ شراب جو ان میں ہے شراب حقیقت ہے۔ مجازی نہیں۔
از وی همه مستی و غرورست و تکبر اس کی طرف سے تمام مستی اور غرور اور تکبر زیبا ہے۔	۳ وز ما همه بیچارگی و عجز و نیازست اور ہمیں بندگی و بیچارگی۔ عجز و نیاز مناسب ہے۔
رازیکه بر خلق نگفتیم و نگوییم وہ راز جو ہم نے دنیا پر ظاہر نہیں کیا اور بیان نہیں کریں گے	۴ با دوست بگوییم که او محرم رازست دوست سے کہیں گے کہ وہ محرم راز ہے۔

شرح شکن زلف خم اندر خم جاناں معشوق کی پیچ در پیچ زلف کی شرح	۵	کوتہ نتواں کرد کہ ایں قصہ درازست کوتہ نہیں کر سکتے کیونکہ یہ قصہ دراز ہے۔
میل دل مجنون و خم طرۂ لیلیٰ ست مجنوں کا دل محبت والا اور لیلیٰ کی زلف کا پیچ	۶	رخسارۂ محمود و کف پائی ایازست محمود کا رخسار اور ایاز کا پاؤں ہے۔
بر دوختہ ام دیدہ چو باز از ہمہ عالم باز کی طرح تمام دنیا کی طرف سے اپنی آنکھیں بند کی ہیں	۷	تا دیدۂ من بر رخ زیبای تو بازست اس وقت سے کہ تیرے خوبصورت چہرہ پر میری آنکھ کھلی ہے
در کعبۂ کوئی تو ہر آنکس کہ در آید تیری گلی کے کعبہ میں جو شخص چلا آیا۔	۸	با قبلۂ ابروئے تو در عین نمازست تیرے قبلہ ابرو سے فی الحقیقت نماز میں ہے۔

۹

ای مجلسیان سوز دل حافظ مسکیں
اے اہل مجلس، حافظ مسکین کے دل کا سوز
از شمع بپرسید کہ در سوز و گدازست
شمع سے پوچھو کہ وہ سوز و گداز میں ہے۔

۱۔ ... میں نہایت خضوع و خشوع سے اس کی یاد کرتا ہوں اور عجز و نیاز سے اپنی عبودیت کا اظہار کرتا ہوں، اسلئے ... رحمت الٰہی کا دروازہ کھلا ہوا ہے۔

۲۔ عاشق صادق نشہ عشق الٰہی سے مست اور جوش و خروش میں ہیں اور یہ عشق حقیقی ہے عشق مجازی نہیں جس کا ... ذکر کرتا ہوں۔

۳۔ ذات باری تعالیٰ کی شان تقاضا کرتی ہے کہ استغنا اور تکبر کرے اور ہم اس کے مخلوق ہیں اور اس لئے عجز و نیاز ہی زیبا ہے۔

۶۔ مجنوں کا دل لیلیٰ کی زلف میں اور محمود کا سر ایاز کے پاؤں کے نیچے ہی رہے گا۔ عاشق و معشوق کے تعلقات ایسے ہیں کہ ایک اس طرف سے نیاز اور اس طرف سے ناز ہوتا ہے۔

۷۔ جب سے مجھے شاہد حقیقی کا جلوہ نظر آیا، غیر پر میری آنکھ نہیں پڑتی اس وجہ سے کہ غیر اب موجود نہیں رہا۔ جدھر دیکھتا ہوں ادھر تو ہی تو ہے۔ "فاینما تولوا فثم وجہ اللہ"۔

۸۔ نماز حقیقی تو یہی ہے کہ مشاہدہ تجلیات میں محویت حاصل ہو اور حضور قلب سے ادا کی جائے ورنہ بقول کسے

بر زباں تسبیح و در دل گاؤ خر ✦ ایں چنیں تسبیح کے دارد اثر

۱

میر من خوش میروی کاندر سراپا میرمت
اے میرے امیر تو کیسا خوش خرام ہے تیرے سراپا پر میں قربان ہو جاؤں
ترک من خوش می‌خرامی پیش بالا میرمت
اے میرے ترک تیری چال کیسی دل لبھانے والی ہے تیرے قد پر قربان

۲

گفتہ بودی کی بمیری پیشم این تعجیل چیست
تو نے پوچھا تھا کہ تو کب تیرے حضور میں مریگا اتنی جلدی کیا ہے
خوش تقاضا میکنی پیش تقاضا میرمت
واہ واہ کیا اچھا تقاضا ہے اس تقاضا پر میں فدا۔

۳

عاشق و مهجور و مخمورم بت ساقی کجاست
عاشق ہجر کا مارا مخمور ۔ بت ساقی کہاں ہے ؟
گو خرامان شو کہ پیش قد رعنا میرمت
اسے کہو کہ ٹہلتا ہوا آ نکلے کہ اس کے رعنا قد پر جان دیتا ہوں

۴

امی کہ عمری شد کہ تا بیمارم از مژگان او
ایک مدت سے میں اس کی پلکوں کا بیمار ہوں
تو نگاہی کن کہ پیش چشم شہلا میرمت
ایک نظر دیکھ لے تو تیری چشم شہلا کے سامنے جان نکل جائے

۵

خوش خرامان میروی چشم بد از روی تو دور
تو کیا خوش خرام ہے چشم بد تیرے چہرے سے دور رہے
دارم اندر سر خیال آنکہ در پا میرمت
میرے سر میں یہ سمایا ہوا ہے کہ تیرے قدموں میں جان دوں

۶

گرچہ جای حافظ اندر خلوت وصل تو نیست
اگر چہ حافظ کو تیری خلوت میں جگہ نہیں ملتی ۔
ای ہمہ جای تو خوش پیش تو ہر جا میرمت
تیری ہر ایک جگہ خوش ہے میں تیرے سامنے ہر ایک جگہ مرتا ہوں

۱

کنون کہ میدمد از بوستان نسیم بہشت
اب جبکہ باغ سے بہشت کی ہوائیں چلتی ہیں ۔
من و شراب فرح بخش و یار حور سرشت
میرا اور دل کو فرحت دینے والی شراب حور سرشت یار کی مجلس گرم ہونی چاہیے

۲

چمن حکایت اردی بہشت میگوید
چمن اردی بہشت بہار کی حکایت بیان کرتا ہے ۔
نہ عاقل ست کہ نسیہ خرید و نقد بہشت
وہ آدمی عقلمند نہیں کہ نقد چھوڑ کر ادھار خریدتا ہے ۔

۳

بمی عمارت دل کن کہ این جہان خراب
شراب سے دل کی عمارت بنا کہ یہ فانی جہان
دران سرست کہ از خاک ما بسازد خشت
اس فکر میں ہے کہ ہماری مٹی سے اینٹیں بنائے ۔

۴ وفا مجوی ز دشمن که پرتوی ندهد — چو شمع صومعه افروزی از چراغ کنشت

دشمن سے وفا کی امید نہ رکھ کہ روشنی نہیں حاصل ہوتی — اگر خانقاہ کی شمع کو بت خانہ کے چراغ سے روشن کیا جائے

۵ مکن بنامہ سیاہی ملامت من مست — کہ آگہ است کہ تقدیر بر سرش چہ نوشت

مست کو برا لکھنے سے یعنی نامہ اعمال سیاہ کہہ کر — کسے معلوم ہے کہ تقدیر نے اسکے ماتھے پر کیا لکھا ہے

۶ گدا چرا نزند لاف سلطنت امروز — کہ خیمہ سایۂ ابر است و بزمگہ لب کشت

گدا آج بادشاہی کا دم کیوں نہ مارے — کہ ابر کا سایہ خیمہ اور کھیت کا کنارہ بزم ہے

قدم دریغ مدار از جنازۂ حافظ

حافظ کے جنازہ پر آنے سے دریغ نہ کر

کہ گرچہ غرق گناہست میرود بہ بہشت

کہ اگرچہ گناہوں میں غرق ہے مگر بہشت کو جاتا ہے

۶ جب بادل چھایا ہوا ہو اور اس کا سایہ خیمہ شاہی کے سایہ سے بہتر ہے اور ہرے ہرے کھیت لہلاتے ہوں جن کا کنارہ شاہی دربار سے آراستہ اور فرحت افزا ہے اس وقت گدا جس کو قدرت نے یہ سامان مفت مہیا کر دیئے ہیں یہ خیال کرے کہ میں بادشاہ سے کم نہیں تو درست ہے۔

۷ یہ شعر نہایت مشہور ہے کہ خواجہ حافظؒ نے وفات پائی تو لوگ اس خیال سے کہ یہ شخص رند اور باش تھا جنازہ نہیں پڑھتے تھے ایک شخص نے کہا کہ یہ کچھ کاغذ لکھ کر ایک مٹکے میں ڈالا کرتا تھا۔ دیکھیں تو کیا لکھا کرتا تھا۔ پہلا شعر یہی نکلا۔ اس لئے سب نے نماز پڑھی۔ یہ حکایت بالکل لغو اور غلط ہے۔ خواجہ حافظؒ کے اتقا اور بزرگی کی قدر ان کے اپنے زمانہ میں بھی تھی۔

۱ درد ما را نیست درماں الغیاث — ہجر ما را نیست پایاں الغیاث

افسوس کہ میرے درد کا علاج ہی نہیں — افسوس کہ میرے ہجر کی حد ہی نہیں

۲ دین و دل بردند و قصد جاں کنند — الغیاث از جور خوباں الغیاث

دین و دل تو اڑا کر لے گئے اب جان کا ارادہ کرتے ہیں — خوبصورتوں کے ظلم و ستم سے فریاد کرتا ہوں

۳ در بہائے بوسۂ جانی طلب — میکنند ایں دلستاناں الغیاث

ایک بوسہ کے عوض جان طلب کرتے ہیں — ان دلربا معشوقوں کے ہاتھ سے فریاد ہے

۶

بیا که خون دل خویشتن بحل کردم

آ کہ میں نے اپنا دل کا خون کرنا جائز قرار دیا ہے

اگر بمذهب تو خون عاشق ست مباح

اگر تیرے مذہب میں عاشق کا خون کرنا جائز ہے

۷

نداد لعل لبش بوسه بصد تلبیس

تیرے لب لعل نے بوسہ سو سو بہانوں سے بھی نہ دیا

نیافت کام دل من ازو بصد الحاح

دل کا مطلب باوجود ہزار منت اور عاجزی کے اس سے نہ نکلا

۸

صلاح و توبه و تقوی ز ما مجو زاهد

توبہ پرہیزگاری اور بھلائی کی امید اے زاہد مجھ سے نہ رکھ

ز رند و عاشق و مجنون کسی نجست صلاح

رند عاشق اور مجنوں سے کوئی صلاحیت کی توقع نہیں رکھتا

۹

پیاله چیست که بی یاد تو کشیم مدام

پیالہ کیا ہے جو تیری یاد میں ہمیشہ پیتے ہیں

و نحن نشرب شربا کذلک الاقداح

اور ہم شراب انہی ہی قدحوں سے پیتے ہیں

۱۰

دعای جان تو ورد زبان حافظ باد

حافظ کی زبان کا ورد تیری جان کی دعا ہو

مدام تا که بود گردش مسا و صباح

ہمیشہ یہی ذکر رہے جب تک صبح و شام کی گردش ہے

۱

به بین هلال محرم بخواه ساغر راح

محرم کا چاند دیکھ کر شراب کا پیالہ پیو

که ماه امن و امان ست و سال صلح و صلاح

کہ امن و امان کا مہینہ ہے اور صلح و صلاح کا سال

۲

عزیز دار زمان وصال را کاندم

وصل کے زمانہ کو عزیز رکھ کہ یہ وقت

مقابل شب قدرست و روز استفتاح

شب قدر اور استفتاح کے دن کے برابر ہے

۳

نزاع بر سر دنیای دون کسی نکند

دنیای دوں کے متعلق کوئی شخص نہیں جھگڑتا

به آشتی برای نور دیده گوی فلاح

اے میری آنکھ کے نور بہبودی کا گیند آشتی اور نرمی سے میدان لیجا

۴

دلا تو فارغی از کار خویش و می ترسم

اے دل تو اپنے کام سے بے فکر ہے اور مجھے ڈر ہے

که کس در نگشاید چو گم کنی مفتاح

کہ جب کنجی گم ہو گئی تو کوئی دروازہ نہ کھلیگا

۵ بیار باده که روزش بخیر خواهد بود
شراب لا کہ اس شخص کا دن خیر و عافیت سے بسر ہوگا
هر آنکه جام صبوحش نهد چراغ صباح
جب صبح کے جام کو صبح کے چراغ (آفتاب) کی جگہ رکھا

۶ کدام طاعت شایسته آید از من مست
مجھ مست سے کونسی اچھی بندگی ہو سکتی ہے
که رنگ صبح ندانم ز فالق الاصباح
کہ میں صبح کے پیدا کرنے والے اور صبح کے رنگ میں تمیز نہیں کر سکتا

۷ زمان شاه شجاع ست و دور حکمت و شرع
شاہ شجاع کا عہد ہے اور حکمت اور شریعت کا دور ہے
براحت دل و جان کوش در مسا و صباح
اے میرے دل اور جان راحت حاصل کرنے کی کوشش صبح و شام کر

بوی صبح چو حافظ شبی بروز آور
صبح کی امید پر حافظ کی طرح رات دن کردے (شب بیداری کر)
که بشگفد گل عیشت ز شعلهٔ مصباح
کہ تیری عیش کا پھول مصباح کے شعلہ سے کھلے گا۔

۱ دل من در هوای روی فرخ
اس فرخ رخ کی الفت میں میرا دل
بود آشفته همچون موی فرخ
اس کے زلفوں کی طرح بیقرار ہے

۲ بجز هندوی زلفش هیچکس نیست
اس کی زلف سیاہ کے سوا اور کوئی
که برخوردار شد از روی فرخ
اس کے فرخ رخ سے کامیاب نہیں ہوا

۳ سیاه نیک بخت ست آنکه دائم
وہ نیک بخت سیاہ ہے جو ہمیشہ
بود همراز و همزانوی فرخ
معشوق کے ہمراز اور ہم صحبت ہے۔

۴ شود چون بید لرزان سرو آزاد
آزاد سرو بید کی طرح لرز جائے
اگر بیند قد دلجوی فرخ
اگر یہ معشوق کا دل لبھانے والا قد دیکھ پائے

۵ بده ساقی شراب ارغوانی
اے ساقی سرخ شراب دے
بیاد نرگس جادوی فرخ
نرگس جادو یعنی معشوق کی آنکھ کی یاد میں

٦ دوتا شد قامتم همچون کمانی — زغم پیوسته چون ابروی فرخ

کمان کی طرح میرا قد خم ہو گیا — ہمیشہ کے غم کے مارے معشوق کے ابرو کی طرح

٧ نسیم مشک تاتاری خجل کرد — شمیم موی عنبر بوی فرخ

تاتار کے نافہ کی خوشبو کو — معشوق کے عنبر بو زلفوں کی خوشبو نے شرمندہ کر دیا

٨ اگر میل دل هر کس بجائیست — بود میل دل من سوی فرخ

اگر ہر ایک شخص کا دل کہیں نہ کہیں لگا ہوا ہے — تو ہمارا دل معشوق پر مائل ہے

٩ غلام همت آنم که باشد

میں اس کا بندہ ہوں

چو حافظ چاکر هندوی فرخ

جو حافظ کی طرح معشوق کے خط و خال کا نوکر ہے

١ آنانکه خاک را بنظر کیمیا کنند — آیا بود که گوشه چشمی بما کنند

وہ بزرگ جو ایک نظر سے مٹی کو اکسیر بنا دیتے ہیں — ممکن ہے کہ گوشہ چشم سے ہمیں دیکھیں

٢ دردم نهفته به ز طبیبان مدعی — باشد که از خزانه غیبش دوا کنند

مدعی طبیبوں سے میرا درد پوشیدہ ہی بہتر ہے — ممکن ہے کہ اپنے خزانہ غیب سے دوا کریں

٣ چون حسن عاقبت نه برندی و زاهدیست — آن به که کار خود بعنایت رها کنند

جبکہ خاتمہ بالخیر رندی اور پرہیزگاری پر نہیں — اسلئے بہتر ہے کہ اپنا کام اسکی عنایت پر چھوڑ دیں

٤ معشوق چون نقاب ز رخ بر نمی کشد — از وی حکایتی بتصور چرا کنند

جبکہ معشوق منہ سے نقاب نہیں اٹھاتا — اسکی نسبت اپنے خیال کیطرف سے باتیں کیوں بناتے ہیں

٥ بی معرفت مباش که در من یزید عشق — اهل نظر معامله با آشنا کنند

بے معرفت نہ رہو کیونکہ عشق کے بازار میں — اہل نظر واقف کار سے لین دین کرتے ہیں

۶ گر سنگ ازین حدیث بنالد عجب مدار — صاحبدلان حکایت دل خوش ادا کنند

اگر پتھر اس بات سے روئیں تو تعجب نہ کر — صاحب دل دل کی باتیں اچھی طرح سے بیان کرتے ہیں

۷ پنہاں ز حاسداں بخودم خواں کہ منعماں — خیر نہاں برائے رضائے خدا کنند

حاسدوں سے پوشیدہ مجھے بلوا کہ سخی — پوشیدہ خیرات خدا کی خوشنودی حاصل کرنیکے لئے کرتے ہیں

۸ بگذر ز کوئے میکدہ تا زمرہ حضور — اوقات خود ز بہر تو صرف دعا کنند

شراب خانہ کی گلی سے جانا کہ عاشق — اپنا وقت تیری ہی دعا میں صرف کریں

۹ حالی درون پردہ بسی فتنہ میرود — تا آں زماں کہ پردہ برافتد چہا کنند

اب پردہ کے اندر ہی اندر بیشمار خرابیاں ہیں — جب تک پردہ اٹھیگا معلوم نہیں کہ کیا کچھ ہوگا

۱۰ می خور کہ صد گناہ ز اغیار در حجاب — بہتر ز طاعتے کہ بروی و ریا کنند

شراب پی کہ سینکڑوں گناہ جو پردہ میں غیر سے پوشیدہ ہوں — اس عبادت سے بہتر ہیں جو ریاکاری کے ساتھ کی جائے

۱۱ پیراہنے کہ آید ازو بوئے یوسفم — ترسم برادران غیورش قبا کنند

وہ لباس جس سے میرے یوسف کی بو آئے — مجھے ڈر ہے کہ غیور بھائی اسکی قبا نہ بنالیں

۱۲ حافظ دوام وصل میسر نمی شود — شاہان کم التفات بحال گدا کنند

اے حافظ وصال ہمیشہ میسر نہیں ہوتا ہے — بادشاہ گدا کے حال پر کم توجہ کرتے ہیں

---

۱ ابر آذاری برآمد باد نوروزی وزید — وجہ می میخواہم و مطرب کہ میگوید رسید

بہار کا بادل اٹھا اور نوروز کی ہوا چلنے لگی — مجھے شراب کے [illegible] کی خواہش ہے اور مطرب [illegible]

۲ شاہدان در جلوہ و من شرمسار کیسہ ام — ای فلک این شرمساری تا بکی باید کشید

معشوق جلوہ افروز ہیں اور میں شرمندہ ہوں کہ جیب میں کچھ نہیں — اے آسمان یہ شرمساری کب تک [illegible]

۳

قحط جود است آبروی خود نمی باید فروخت

بخشش کا قحط ہے اپنی عزت کو فروخت نہیں کرنا چاہیے

باده و گل از بہای خرقہ می باید خرید

گودڑی کی قیمت کے عوض شراب اور گل خرید کرنے چاہئیں

۴

غالباً خواہد کشود از دولتم کاری کہ دوش

غالباً اب ہماری دل کی مراد بر آئے گی۔ کیونکہ کل

من ہمی کردم دعا و صبح آمین می دمید

میں دعا کر رہا تھا اور صبح سے آمین کی صدا پھوٹ رہی تھی

۵

با لبی و صد ہزاران خنده گل آمد بباغ

باغ میں وہ اس حالت میں آیا کہ لب پر ہزاروں پھولوں کا خندہ تھا

از کریمی گوئیا از گوشۂ بوئی شنید

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا مہربانی سے گوشہ میں بو سونگھی ہے

۶

دامنی گر چاک شد در عالم رندی چہ باک

رندانہ حالت میں اگر دامن چاک ہو گیا تو کیا ڈر ہے

جامۂ در نیکنامی نیز میباید درید

نیکنامی میں جامہ کو بھی پھاڑ دینا چاہیے۔

۷

این لطایف کز لب لعل تو من گفتم کہ گفت

یہ لطیف کلام جو میں نے تیرے لب لعل کے وصف میں کہتا ہوں کس نے کہی ہے

وان تطاول کز سر زلف تو من دیدم کہ دید

اور یہ غارتگری جو تیری زلف کے ہاتھ سے میں نے دیکھی ہے کس نے دیکھی

۸

عدل سلطان گر نپرسد حال مظلومان عشق

اگر سلطان کا انصاف عشق کے مظلوموں کا حال نہ پوچھے

گوشہ گیران را ز آسایش طمع باید برید

تو گوشہ نشینوں کو آسایش سے ناامید ہو جانا چاہیے۔

۹

تیر عاشق کش ندانم بر دل حافظ کہ زد

مجھے معلوم نہیں کہ عاشقوں کو قتل کرنیوالا تیر کس نے حافظ کے دل پر مارا ہے

این قدر دانم کہ از شعر ترش خون میچکید

اتنا معلوم ہے کہ اس کے تر شعروں سے خون ٹپکتا تھا۔

۱

اگر آن طائر قدسی ز درم باز آید

اگر وہ طائر قدسی (معشوق) ہمارے دروازہ میں لوٹ کر آئے

عمر بگذشتہ بہ پیرانہ سرم باز آید

تو اس بڑھاپے میں گذشتہ عمر واپس آجائے یعنی جوان ہو جاؤں

۲

دارم امید بدان اشک چو باران کہ مگر

مجھے اپنے آنسوؤں سے جو بارش کی طرح بہتے ہیں امید ہے کہ ممکن ہے

برق دولت کہ برفت از نظرم باز آید

کہ برق دولت جو میری آنکھوں کے سامنے کوندگئی ہے لوٹ آئے

۳ گر نثار قدم یار گرامی نکنم ۔ جوہر جان بچہ کار دگرم باز آید

اگر اپنے معزز دوست کے قدموں پر قربان نہ کردوں ۔ تو یہ جان پھر کس کام آئے گی

۴ آنکه تاج سر من خاک کف پایش بود ۔ از خدا می طلبم تا بسرم باز آید

وہ معشوق جس کے پاؤں کی خاک میرے سر کا تاج تھی ۔ خدا سے چاہتا ہوں کہ پھر میرے سر پر آ نکلے

۵ کوس نو دولتی از بام سعادت بزنم ۔ گر ببینم که مه نو سفرم باز آید

سعادت کے بام سے نئی خوش نصیبی کا نقارہ بجاؤں ۔ اگر یہ دیکھ پاؤں کہ یہ چاند [illegible] سفر سے واپس آتا ہے

۶ خواہم اندر عقبش رفت چو یاران عزیز ۔ شخصم ار باز نیاید خبرم باز آید

اس کے پیچھے میں عزیز دوستوں کی طرح جاؤں گا ۔ خواہ میں پھر نہ لوٹوں میری خبر ملے گی کہ فلاں عاشق مر گیا

۷ مانعش غلغل چنگ است و شکرخواب صبوح ۔ ورنہ گر بشنود آہ سحرم باز آید

چنگ کی صدا اور صبح کی میٹھی نیند ہی مانع ہے ۔ ورنہ اگر میری صبح کی آہ سنے تو ضرور آئے

آرزومند رخ شاہ چو ماہم حافظ

اے حافظ میں شاہ کے چاند جیسے چہرے کے دیکھنے کی آرزو رکھتا ہوں

ہمتی تا بسلامت ز درم باز آید

ہمت کا ہے کہ بسلامت دروازہ میں داخل ہوگا

۱ از دیدہ خون دل ہمہ بر روی ما رود ۔ بر روی ما ز دیدہ ندانم چہا رود

میری آنکھوں سے دل کا خون میرے چہرہ پر بہہ رہا ہے ۔ معلوم نہیں کہ تیرے سبب میری آنکھوں سے کیا کچھ جاری ہے

۲ ما در درون سینہ ہوائی نہفتہ ایم ۔ بر باد اگر رود سر ما زان ہوا رود

میں نے اپنے سینہ میں ہوائے عشق چھپا رکھی ہے ۔ اگر میرا سر برباد ہو گیا تو اسی ہوا سے ہوگا

۳ بر خاک راہ یار نہادیم روی خویش ۔ بر روی ما رواست اگرچہ آشنا رود

یار کے راستہ کی خاک پر میں نے اپنا منہ [illegible] ۔ [illegible] اگر دوست [illegible] منہ پر چلے

۴ سیلیست آب دیدہ بہر کہ بگذرد — گر خود دلش ز سنگ بود ہم ز جا رود

آنکھوں کا پانی ایک سیلاب ہے اور جس کسی پر امڈ آیا — وہ پتھر کا دل ہی کیوں نہ ہو ایکدفعہ تو جگہ سے ہل جائیگا

۵ ما را بہ آب دیدہ شب و روز ماجراست — زیں رہگذر کہ بر سر کویش چرا رود

مجھے تو دن رات آنکھوں کے پانی کیساتھ ماجرا ہے تعجب ہے — کہ اس رہگذر سے جو اسکی گلی میں ہے کس لئے رواں ہے

۶ خورشید خاوری کند از رشک جامہ چاک — گر ماہ مہر پرور من در قبا رود

رشک سے آفتاب جامہ پھاڑ ڈالے — اگر میرا ماہ مہر پرور قبا پہنے

۷ حافظ بکوی میکدہ دائم بصدق دل — چون صوفیاں بصفہ دارالصفا رود

حافظ ہمیشہ صدق دل سے میکدہ کے کوچہ میں — صوفیوں کی طرح صفہ دارالصفا کو جاتا ہے

۱ از سر کوی تو ہر کو بملالت برود — نرود کارش و آخر بخجالت برود

جو شخص تیرے کوچہ سے ملامت زدہ ہو کر جائے گا — اس کا کام نہیں بنے گا اور آخر شرمندہ ہوگا

۲ سالک از نور ہدایت طلبد راہ بدوست — کہ بجائی نرسد گر بضلالت برود

سالک ہدایت کے نور سے دوست تک رستہ ڈھونڈتا ہے — اگر اندھیرے میں چلے تو منزل مقصود تک نہیں پہنچ سکتا

۳ گروی آخر عمر از می و معشوق بگیر — حیف اوقات کہ یکسر ببطالت برود

عمر کے آخری حصہ میں شراب اور معشوق سے حظ حاصل کر — افسوس اس وقت پر؟ جو گمراہی میں گذر گیا

۴ ای دلیل دل گم گشتہ خدارا مددی — کہ غریب ار نبرد رہ بدلالت برود

اے گمراہ دل کے رہنما خدا کے واسطے مدد کر — کیونکہ غریب رہنما کے بغیر منزل مقصود پر نہیں پہنچ سکتا

۵ حکم مستوری و مستی ہمہ بر خاتمہ است — کس ندانست کہ آخر بچہ حالت برود

زہد اور رندی کا حکم خاتمہ پر موقوف ہے — کوئی نہیں جانتا کہ اس دنیا سے کس حالت میں جائیگا

کاروانی که بود بدرقه اش لطف خدا ۶ | بتجمل بنشیند به جلالت برود
وہ قافلہ جس کا رہنما خدا کا لطف ہے | تجمل کے ساتھ نزول کرتا ہے اور جلال کیساتھ کوچ کرتا ہے

۸

حافظ از چشمهٔ حکمت بکف آور جامی
اے حافظ حکمت کے چشمہ سے جام حاصل کر
بو که از لوح دلت نقش جهالت برود
ممکن ہے کہ تیرے دل کی تختی سے جہالت کا نقش مٹ جائے

شرح یہ غزل خواجہ حافظ رحمۃ نے سالکوں کے لئے گویا پند و نصیحت کا دفتر لکھا ہے۔ شعر (۱) میں ظاہر کیا ہے کہ دوست کے کوچہ میں وہی شخص مقام کر سکتا ہے جو دنیا جہان کی ملامت کا بوجھ اپنے سر پر لے قرب الٰہی اسی وقت حاصل ہوتا ہے جب نفس سرکش کی خواہشات سے کنارہ کیا جائے اور اگر اس سے دل تنگ ہوا تو یہ سمجھنا چاہیئے کہ کسی کام کے نہیں آخر شرمندہ ہونا پڑے گا جب مرنے کے بعد اس دنیاوی عزت کی حقیقت معلوم ہو گی کہ محض ہیچ ہے اس لئے بہتر یہ ہے کہ دنیا کی بے عزتی گوارا کی جائے اور آخرت کی عزت حاصل کی جائے۔

۲ نور ہدایت سے مراد مرشد کامل کی توجہ ہے منزل مقصود تک پہنچا دیتی ہے ورنہ اس کے بغیر اندھیرے میں راستہ تلاش کرنا سرگردان ہونا ہے

۳ تمام عمر تو جب یوں گذر گئی آخری عمر میں تو معشوق حقیقی سے لو لگانی چاہیئے۔

شعر (۴ اور ۲) کا مطلب ایک ہی ہے۔

شعر ۵ میں ظاہر کیا ہے کہ اگر انجام بخیر ہوا تو بہتر ورنہ کیا معلوم ہے کہ خاتمہ کس حالت میں ہوگا۔

۶ اللہ تعالیٰ کی عنایت اگر شامل حال ہو تو ہر حال میں راحت اور جاہ و جلال میسر ہو تا ہے۔

۷ حکمت ہی ایک ایسی چیز ہے جس کے حاصل کرنے کے لئے تمام عمر صرف کرنی چاہیئے۔ جہالت انسانی خاصہ ہے اس سے اگر حکمت حاصل ہو تو انسان ایسے مرتبہ پر پہنچ سکتا ہے جہاں نہایت بالاتر ہے۔

آنکس که بدست جام دارد ۱ | سلطانی جم مدام دارد
جس شخص کے ہاتھ میں جام ہے | وہ جمشید کی طرح ہمیشہ بادشاہی کرتا ہے

آبی که خضر حیات ازو یافت ۲ | در میکده جو که جام دارد
وہ پانی جس سے خضر نے زندگی حاصل کی | شراب خانہ میں تلاش کر کہ جام وہاں ملیگا

سررشتهٔ جم بجام بگذر ۳ | کاین رشته ازو نظام دارد
جمشید کا تعلق جام کے ساتھ چھوڑ دے | کیونکہ یہ رشتہ اسی سے بندھا ہوا ہے

بیرون زلب تو ساقیا نیست اے ساقی تیرے لب سے باہر نہیں ہے	۴	در دور کسے کہ کام دارد کسی شخص کا دور جو حسب خواہش ہو
ما و مَی و زاہدان و تقوےٰ میں اور شراب اور زاہد اور پرہیزگاری	۵	تا یار سرِ کدام دارد دیکھئے یار کو کیا بات پسندیدہ ہے
بر سینہ ریش دردمنداں دردمندوں کے زخمی دل پر	۶	لعلت نمکے تمام دارد تیرا لب لعل نمک کا کام کرتا ہے
نرگس ہمہ شیوہائی مستی نرگس نے مستی کی تمام عادتیں	۷	از چشم خوش تو دام دارد تیری خوبصورت چشم سے سیکھی ہیں
ذکر رخ و زلف تو دلم را تیرے رخ اور زلف کا ذکر میرے دل کے لئے	۸	دردیست کہ صبح و شام دارد ایسا درد ہے جو صبح و شام جاری ہے

۹

در چاہ ذقن چو حافظ ای جان
حافظ کی طرح چاہ ذقن میں

حُسن تو دو صد غلام دارد
تیرا حسن دو سو غلام رکھتا ہے

آنکہ از سنبل او غالیہ تابی دارد وہ معشوق جس کے پرپیچ زلف خوشبو پریشان ہے	۱	باز با دلشدگان ناز و عتابی دارد عاشقوں کے ساتھ ناز اور عتاب کر رہا ہے
از سر کشتہ خود میگذرد ہمچون باد اپنے سرگشتہ عاشق سے ہوا کی طرح تیزی سے گزر جاتا ہے	۲	چہ تواں کرد کہ عمرست و شتابی دارد کیا کیا جائے کہ وہ زندگی ہے اور زندگی جلد گزر جاتی ہے
ماہ خورشید نمائیش ز پس پردہ زلف میرا ماہ جو خورشید نما ہے زلف کے پردہ میں	۳	آفتابیست کہ در پیش سحابی دارد سورج ہے جس کے سامنے ابر چھایا ہوا ہو

آب حیوان اگر اینست که دارد لب یار ۴ روشن ست اینکه خضر بهره سرابی دارد

اگر آبحیات وہی ہے جو لب یار میں ہے — تو یہ امر ظاہر ہے کہ خضر سراب کے پیچھے لگا ہوا ہے

چشم من کرده بهر گوشه روان سیل سرشک ۵ تا سهی سرو ترا تازه بآبی دارد

میری آنکھ نے ہر ایک طرف آنسو سے سیلاب بہا دیا — مدعا یہ ہے کہ تیرا سرو قد پانی سے تازہ رہے

غمزهٔ شوخ تو خونم بخطا میریزد ۶ فرصتش باد که خوش رای صوابی دارد

تیرا شوخ غمزہ میرا خون خطا پر گراتا ہے — شاید بھلا کرے کہ اس کی رائے درست ہے

چشم مخمور تو دارد ز دلم قصد جگر ۷ ترک مست ست مگر میل کبابی دارد

تیری مست آنکھ میرے دل سے جگر کا ارادہ رکھتی ہے — ترک مست ہے شاید کباب کی خواہش رکھتا ہے

جان بیمار مرا نیست ز تو روی سوال ۸ ای خوش آن خسته که از دوست جوابی دارد

میری بیمار جان کو سوال کی طاقت نہیں — کیا اچھا وہ دل خستہ ہے جس کو دوست کا جواب ملتا ہے

کی کند سوی دل خسته حافظ نظری
چشم مستش که بهر گوشه خرابی دارد

حافظ کے خستہ دل کی طرف کب نگاہ کرے گا — وہ مست آنکھ جو ہر طرف خرابی برپا کر رہی ہے

اگر نه باده غم دل ز یاد ما ببرد ۱ نهیب حادثه بنیاد ما ز جا ببرد

اگر شراب ہمارے دل کا غم دور نہ کر دیتی — تو حادثہ کی خرابی ہماری بیخ کنی کر دیتی

وگر نه عقل بمستی فرو کشد لنگر ۲ چگونه کشتی ازین ورطه بلا ببرد

اگر عقل مستی میں لنگر نہ ڈالتی — تو کشتی اس بلا سے کس طرح سلامت نکل جاتی

طبیب عشق منم باده خور که این معجون ۳ فراغت آرد و اندیشه بلا ببرد

میں عشق کا طبیب ہوں اس کا علاج ہے کہ شراب پیو یہ معجون — دل کو غم سے فراغت دیتی ہے اور بلا کا درد دور کرتی ہے

دل ضعیفم ازاں میکشد بطرف چمن	۴	کہ جان زمرگ بدلداری صبا ببرد
میرا ضعیف دل اس لئے باغ کی طرف مجھے لے جاتا ہے		کہ صبا کی دلداری کے باعث موت سے جان بچا لے
گذار بر ظلمات است خضر راہی جو	۵	مباد کاتش محرومی آب ما ببرد
ظلمات پر گذر ہوتا ہے خضر سا رہنما تلاش کر		ایسا نہ ہو کہ ہمیں محرومی کی آگ تباہ کردے
فغاں کہ باہمہ کس نرد کینہ باخت فلک	۶	کسی نبود کہ دستے ازیں دغا ببرد
افسوس آسمان نے ہر ایک کے ساتھ کینہ بازی کی ہے		کوئی ایسا نہ ہوا جو اس پر غالب آتا

۷

بسوخت حافظ وکس حال او بیار نگفت

حافظ جل گیا اور کسی نے اس کا حال یار سے بیان نہ کیا

مگر نسیم پیامے خدائے را ببرد

شائد نسیم خدا کے واسطے ہمارا پیام پہنچا دے

اگر روم زپیش فتنہا برانگیزد	۱	ور از طلب بنشینم بکینہ برخیزد
اگر اس کے پیچھے چلوں تو فتنے برپا کرتا ہے		اور پیچھا چھوڑ دوں تو کینہ وری کرتا ہے
وگر براہگذری یکدم از وفاداری	۲	چو گرد در پیش افتم چو باد بگریزد
اگر ایک دم وفاداری کے ساتھ اسکے رستہ میں		گرد کی طرح بیٹھ جاؤں تو ہوا کی طرح اُڑ جاتا ہے
چو گویمش کہ چرا باکساں بیامیزی	۳	چناں کند کہ سرشکم بخوں بیامیزد
اگر میں اسکو یہ کہتا ہوں کہ کیوں لوگوں کیساتھ ملتا ہے		تو میرے ساتھ یہ سلوک کرتا ہے کہ میرے آنسوؤں کیساتھ خون ملاتا ہے
وگر کنم طلب نیم بوسہ صد افسوس	۴	زحقہ دہنش چوں شکر فرو ریزد
اگر نیم بوسہ طلب کرتا ہوں تو صد افسوس کا جواب		اس کے منہ کے حقہ سے شکر کی طرح نکلتا ہے
من آں فریب کہ در نرگس تو می بینم	۵	بس آبروئے کہ برخاک رہ فرو ریزد
یہ فریب جو میں تیری نرگسی آنکھ میں دیکھتا ہوں		تمام آبرو کو خاک میں ملاتا ہے

فراز و شیب بیابان عشق دام بلاست عشق کے بیابان کی بلندی و پستی بلا کا جال ہے	۶	کجاست شیردلی کز بلا نپرهیزد وہ شیردل کون ہے جو بلا سے نہیں ڈرتا۔
تو عمر خواه و صبوری که چرخ شعبده باز تو خدا سے عمر اور صبر طلب کر کیونکہ شعبدہ باز آسمان	۷	هزار بازی ازین طرفه تر برانگیزد اس سے طرفہ تر ہزاروں کھیل کھیلتا ہے۔

۸

بر آستانهٔ تسلیم سر بنه حافظ
تسلیم و رضا کے آستانہ پر اے حافظ اپنا سر رکھ
که گر ستیزه کنی روزگار بستیزد
کیونکہ اگر جھگڑا کیگا روزگار مخالف ہوگا۔

آن کیست کز روی کرم با من وفاداری کند وہ کون ہے جو مہربانی سے ہمارے ساتھ وفاداری سے پیش آئے	۱	بر جای بدکاری چو من یکدم نکوکاری کند مجھ سے بدکار کے ساتھ نیکی کرے۔
اول ببانگ نای و نی گوید من پیغام وی پہلے تو بانسری کی سہولی آواز کیساتھ مجھ کو اسکا پیغام سنائے	۲	وانگه بیک پیمانه می با من هواداری کند اس کے بعد ایک شراب کا پیالہ خیرخواہی کیساتھ دے
دلبر که جان فرسود ازو کام دلم نگشود ازو وہ معشوق جسکے باعث جان ختم ہو گئی اور دل کا مطلب حاصل نہ ہوا	۳	نومید نتوان بود ازو باشد که دلداری کند اس پر بھی اس سے ناامید نہ ہونا چاہئیے ممکن ہے کبھی دلداری کرے
گفتم گره نگشوده‌ام زان طره تا من بوده‌ام میں نے کہا کہ جب تک میں موجود رہا زلف کی گرہ تک نہیں کھولی	۴	گفتا منش فرموده‌ام تا با تو طراری کند جواب دیا کہ ہم نے فرمایا تھا کہ تیرے ساتھ طراری کرتی رہے
پشمینه پوش تندخو کز عشق نشنیده ست[۵] بو تندخو کمبل پوش جس نے عشق کی بو تک نہیں سونگھی	۵	از مستیش رمزی بگو تا ترک هشیاری کند اسے مستی کا راز بتا دو تاکہ ہشیاری کو ترک کرے
چون من گدائی بی نشان مشکل بود یار فلان مجھ جیسا بے نام و نشان فقیر اسکا دوست مشکل سے ہو سکتا ہے	۶	سلطان کجا عیش نهان با رند بازاری کند رند بازاری کیساتھ سلطان خلوت میں کب عیش کرتا ہے۔

[۵] شنیدن - نیز شنیدن بجز کسر نون - صحیح ہمیں است - کہ بہ ہر دو معنی - سخن گوش کردن و بو شنیدن آید و شمیدن - بمعنے بوئیدن از تعریب و تحریف فارسیان است نمیدانم

۷ زان طرۂ پر پیچ و خم سہل ست اگر بینم ستم — از بند و زنجیرش چہ غم آنکس کہ عیاری کند

اس پر پیچ زلف سے اگر ستم سہوں تو آسان بات ہے — قید اور زنجیر کا غم اس کو کیا جو عیاری کرتا ہے

۸ شد لشکر غم بیعدد از بخت میخواہم مدد — تا فخر دین عبد الصمد باشد کہ غمخواری کند

بے شمار غم کا لشکر آپڑا ہے بخت سے مدد مانگتا ہوں — تا فخر دین عبد الصمد ہماری غمخواری کرے

۹ با چشم پر نیرنگ او حافظ مکن آہنگ او

اے حافظ اس کا خیال چھوڑ دے کہ اس کی آنکھ بہت نیرنگ باز ہے

کان طرۂ شبرنگ او بسیار مکاری کند

کیونکہ اس کا سیاہ طرہ بہت مکاری کرتا ہے

---

۱ ای پستہ تو خندہ زدہ بر دہان قند — مشتاقم از برای خدا یک شکر بخند

تیرے پستہ جیسے تنگ شیریں دہن نے قند کے منہ پر ہنسی اڑائی ہے — میں تیرا مشتاق ہوں خدا کیلئے ذرا ہنس کر بول دے

۲ جائیکہ یار ما بشکر خندہ دم زند — ای پستہ کیستی تو خدا را دگر مخند

جس جگہ میرا یار ہنس کر بولے — اے پستہ تو کیا چیز ہے خدا کیواسطے مت ہنس

۳ خواہی کہ برنخیزدت از دیدہ رود خون — دل در ہوای صحبت رود کسان مبند

اگر تو چاہتا ہے کہ تیری آنکھ سے خون کی نہر جاری ہو — تو کبھی نوجوان کے ساتھ دل نہ لگا

۴ گہ طرہ می نمائی و گہ طعنہ میزنی — ما نیستیم معتقد مرد خود پسند

کبھی تو زلف دکھاتا ہے کبھی طعنہ زنی کرتا ہے — میں خود پسند آدمی کا معتقد نہیں ہوں

۵ طوبی ز قامت تو نیارد کہ دم زند — زین قصہ بگذرم کہ سخن میشود بلند

تیرے قد کے سامنے طوبی کی کیا مجال کہ دم مارے — میں یہ قصہ بیان نہیں کرتا کہ طوالت ہوجائیگی

۶ از آشفتگی حال من آگاہ کی شود — آنرا کہ دل نگشت گرفتار این کمند

میرے آشفتہ حال سے وہ کب آگاہ ہو سکتا ہے — جس کا دل اس کمند میں گرفتار نہیں ہوا

باز از شوق گرم شد آن شمع رخ کجاست ۷ تا جان خود بر آتش رویش کنم سپند

بازار شوق گرم ہے وہ شمع رخ کہاں ہے — تاکہ اپنی جان کو اس کے رخسار کی آگ پر سپند بناؤں

حافظ تو ترک غمزهٔ خوبان نمیکنی

اے حافظ تو معشوقوں کے غمزہ کو ترک نہیں کرتا

دانی کجاست جای تو خوارزم یا خجند

جانتا ہے تیرا مقام خوارزم یا خجند ہے

اگر ز کوی تو بوئی بمن رساند باد ۱ بمژده جان جهان را بباد خواهم داد

اگر تیرے کوچہ سے ہوا مجھ تک خوشبو پہنچا دے — تو اس خوشی میں جان جہاں کو برباد کر دوں

اگرچه گرد برانگیختی ز هستی من ۲ غباری از من خاکی بدامنت مفتاد

اگرچہ تو نے میری ہستی کی گرد اڑا دی ہے — لیکن میری خاک سے تیرے دامن پر غبار نہ پڑے

تو تا بروی من ای نور دیده در بستی ۳ دگر دری ز در شادی بروی من نگشاد

جب سے تو نے اے میری آنکھوں کے نور میرے سامنے دروازہ بند کیا ہے — اس وقت سے پھر کبھی دنیا میں خوشی کا دروازہ مجھ پر نہیں کھلا

خیال روی تو ام دیده میکند پر خون ۴ هوای زلف تو ام عمر میدهد بر باد

تیرے چہرہ کا تصور میری آنکھوں کو پر خون بنا رہا ہے — تیری زلف کی محبت میری عمر برباد کر رہی ہے

نه در برابر چشمی نه غایب از نظری ۵ نه یاد میکنی از من نه میبری از یاد

نہ تو آنکھوں کے سامنے ہے اور نہ نظر سے غائب ہے — نہ تو مجھے تو یاد کرتا ہے اور نہ مجھے بھولتا ہے

بجای طعنه اگر تیغ میزند دشمن ۶ ز دوست دست نداریم هر چه باداباد

اگر طعنہ کی جگہ دشمن تلوار مارے — پھر بھی دوست کو نہ چھوڑیں گے خواہ کچھ بھی ہو

ز دست عشق تو جان را نمیبرد حافظ ۷ که جان ز محنت شیرین نمیبرد فرهاد

حافظ تیرے عشق سے جان سلامت نہیں لے جا سکتا — کیونکہ فرہاد شیریں کی محبت کی محنت سے نہ بچ سکا

۱

بآب روشن می عارفی طہارت کرد
شراب کے روشن پانی سے عارف نے طہارت کی
علی الصباح کہ میخانہ رازیارت کرد
خدا جانے صبح کے وقت میخانہ کی زیارت کرنے کی

۲

ہمیں کہ ساغر زریں خور نہاں کردند
جونہی آفتاب کا سنہرا پیالہ چھپ گیا یعنی شام ہوئی
ہلال ابروئے ساقی بمی اشارت کرد
ساقی کے ہلال ابرو نے شراب کی طرف اشارہ کیا

۳

خوشا نماز و نیاز کسے کہ از سر درد
نماز اور نیاز اس شخص کا اچھا ہے کہ درد کے ساتھ
بآب دیدہ و خون جگر طہارت کرد
آنکھوں کے پانی اور جگر کے خون سے طہارت کی

۴

بہائے بادہ چوں لعل چیست جوہر عقل
سرخ شراب کی قیمت کیا ہے۔ جوہر عقل
بیا کہ سود کسے برد کایں تجارت کرد
جس کسی نے یہ تجارت کی نفع اٹھایا۔

۵

بیا بمیکدہ و ضع قرب جاہم بیں
شراب خانہ میں آ اور ہمارا قرب جاہ دیکھ
اگرچہ چشم بما واعظ از حقارت کرد
اگرچہ واعظ نے آنکھ سے ہماری طرف حقارت کا اشارہ کیا ہے

۶

نشان مہر و محبت ز جان عاشق جوئی
مہر و محبت کا نشان عاشق کی جان میں تلاش کرو
اگرچہ خانہ دل محنت تو غارت کرد
اگرچہ خانۂ دل تیرے غم نے برباد کردیا ہے

۷

اگر امام جماعت بخواندش امروز
اگر جماعت کا امام آج حافظ کو بلائے — تو
خبر دہید کہ حافظ بمی طہارت کرد
اسے خبر کردو کہ اس نے شراب سے طہارت کی ہے

۱۔ دوسرے مصرع کا ترجمہ اس طرح بھی ہو سکتا ہے کہ "علی الصباح جب میخانہ کی زیارت کی" اور اس طرح بھی ہو سکتا ہے کہ علی الصباح اس لئے کہ میخانہ کی زیارت کی"۔ شعر کا مطلب صاف نہیں ہے اور اس لئے ترجمہ بھی صاف نہیں ہو سکتا۔ اس کی شرح بھی مختلف کی گئی ہے۔ عموماً علی الصباح سے مراد روز ازل سمجھا گیا ہے اور میخانہ سے مراد "دنیائے معرفت و عشق" یعنے جس عارف کو روز ازل سے میخانہ کی زیارت سے بہرہ حاصل ہے وہی دنیا میں عشق میں مبتلا ہوتا ہے "آخر آں بروید کہ اول کاشت ست"۔ بعض میخانہ سے مراد "دنیا" لیتے ہیں جو ام الخبائث ہے اور تمام برائیوں کا گھر ہے۔ مطلب یہ ہوگا کہ جس عارف نے روز ازل میں شراب عشق پی وہی اس دنیا کی طرف متوجہ ہو کر اس میں مشاہدہ حقیقت سے بہرہ در ہوتا ہے۔

۴ بعزم مرحلهٔ عشق پیش نہ قدمی — کہ سودہا بری ار این سفر توانی کرد

عشق کی منزل کے ارادہ کے ساتھ قدم آگے اُٹھا۔ اگر تو نے یہ سفر کیا تو بہت فائدہ ہوگا۔

۵ بیا کہ چارۂ ذوق حضور و نظم امور — بہ فیض بخشی اہل نظر توانی کرد

حضوری کے لطف اور امور کے انتظام کا طریقہ۔ اہل دل کے فیض سے حاصل ہو سکتا ہے

۶ گل مراد تو آنگہ نقاب بگشاید — کہ خدمتش چو نسیم سحر توانی کرد

تیرا گل مراد اس وقت پردہ اُٹھائے گا۔ جب نسیم صبح کی طرح اس کی خدمت کرے گا

۷ تو کز سرای طبیعت نمیروی بیرون — کجا بکوی حقیقت گذر توانی کرد

تو طبیعت کی سرائے سے باہر نہیں نکلتا۔ حقیقت کے کوچہ میں تیرا گذر کب ہو سکتا ہے۔

۸ جمال یار ندارد نقاب پرده ولی — غبار ره بنشان تا نظر توانی کرد

یار کے جمال پر نقاب کا پردہ نہیں ہے۔ راستہ کا غبار ہٹا دے تاکہ دیکھ سکے۔

۹ دلا ز نور ریاضت گر آگهی یابی — چو شمع خنده زنان ترک سر توانی کرد

اے دل اگر ریاضت کے نور سے تو واقف ہو جائے۔ شمع کی طرح ہنستے ہنستے سر کٹانے کو تیار ہو جائے

۱۰ دلی تو تا لب معشوق و جام می خواهی — طمع مدار کہ کار دگر توانی کرد

معشوق کے لب تک تیرا دل اور جام شراب کی خواہش کرتا ہے۔ امید نہ رکھ کہ اور کوئی کام کر سکے گا

۱۱ گر این نصیحت شاہانہ بشنوی حافظ — بشاهراه طریقت گذر توانی کرد

اے حافظ اگر یہ شاہانہ نصیحت تو نے سنے۔ تو طریقت کے شاہراہ پر تیرا گذر ہو سکتا ہے۔

۷۔ "سرائے طبیعت" سے مراد خودی ہے۔ حضرت انسان اپنی ہستی موہوم کی قید میں مقید ہے۔ جبتک اس ہستی موہوم یعنے خودی میں گرفتار ہے حقیقت سے بالکل بے خبر رہے گا۔

اس غزل میں خواجہ رح نے شروع سے آخر تک ظاہر کیا ہے کہ عشق کے بغیر کچھ کام نہیں بنتا یہ عشق ہی ہے جو ہماری ہستی موہوم کو فنا کرتا ہے اور یہی ہستی موہوم ہے جو مطلوب حقیقی پر حجاب ہے جبتک یہ حجاب ہے حقیقت

حقیقت کا مشاہدہ ممکن نہیں ہے۔

اس غزل میں دو شعر بعض نسخوں میں یہ بھی ہیں۔

✤ اگرچہ صبح ز آرزی نفس بصدق صفا
اگر تو صبح کی طرح صدق و صفا کا دم بھرے

✤ دلا ز غصہ دوران گرت خیال بود
مجھے اس امر کی خوشی ہے کہ دنیا کے رنج و غم کا علاج ملے

✤ رخ ز ... بخوبی قمر تو ... ز ...
تیرا دلکا چہرہ حسن و خوبی میں چاند کی طرح ... ہے

✤ بدور بادہ گلگون اگر توانی کرد
تو ممکن ہے شراب گلگوں کے دور میں ملے۔

بیا کہ ترک فلک خوان روزہ غارت کرد
ترک فلک (آسمان) نے روزہ کے خوان کو یغما کی طرح غارت کردیا

۱ ہلال عید بدور قدح اشارت کرد
عید کے ہلال نے شراب کے پیالے کے دور کی طرف اشارہ کیا

ثواب روزہ و حج قبول آنکس برد
روزہ کا ثواب اور حج اس کا قبول ہوا

۲ کہ خاک میکدۂ عشق را زیارت کرد
جس نے عشق کے شراب خانہ کی خاک کی زیارت کی

مقام اصلی ما گوشۂ خرابات است
ہمارا اصلی گھر خرابات کا گوشہ ہے

۳ خداش خیر دہاد آنکہ این عمارت کرد
خدا اس پر اپنا فضل کرے جس نے یہ مکان بنایا

نماز در خم آن ابروان محرابی
محراب دار ابروؤں کے خم میں نماز

۴ کسی کند کہ بخون جگر طہارت کرد
وہ شخص ادا کرتا ہے جو جگر کے لہو سے وضو کیے

امام شہر کہ سجادہ میکشید بدوش
امام شہر جو کل سجادہ کو کاندھے پر اٹھائے ہوئے تھا

۵ بخون دختر رز جامہ را قصارت کرد
شراب سے لباس کو رنگین کیا۔

فغان کہ نرگس جماش شیخ شہر امروز
شیخ شہر کی آنکھ نے افسوس ہے کہ

۶ نظر بدردکشان از سر حقارت کرد
تلچھٹ پینے والوں کی طرف حقارت سے نظر کی

حدیث عشق ز حافظ شنو نہ از واعظ
عشق کی باتیں حافظ سے سنو واعظ کیا جانے

۷ اگرچہ صنعت بسیار در عبارت کرد
اگرچہ اسکو تقریر کی باتیں بہت بنانی آتی ہیں۔

بلبلی خون جگر خورد و گلی حاصل کرد ۔ ۱ ۔ باد غیرت بصدش حال پریشاں دل کرد

بلبل نے جگر کا لہو پی پی کر ایک گل حاصل کیا ۔ غیرت کی ہوا چلی اور اسکا دل بالکل پریشان کر دیا

طوطئی را بہوائے شکری دل خوش بود ۔ ۲ ۔ ناگہش سیل فنا نقش امل باطل کرد

طوطی شکر کی محبت سے خوشدل تھی ۔ فنا کا سیلاب آیا اور بنا بنایا کھیل بگاڑ دیا

قرۃ العین من آن میوۂ دل یادش باد ۔ ۳ ۔ کہ خود آسان بشد و کار مرا مشکل کرد

میری آنکھوں کا نور وہ دل کا میوہ ۔ آپ تو آسانی سے چلتا ہوا اور مجھے مشکل میں چھوڑ گیا

ساربان بار من افتاد خدا را مددی ۔ ۴ ۔ کہ امید کرمم ہمرہ این محمل کرد

اے شتربان میرا بوجھ گر پڑا ہے خدا کے لئے مدد کر ۔ کیونکہ تیری مہربانی پر بھروسہ کر کے اس محمل کے ہمراہ ہوا ہوں

روی خاکی و نم چشم مرا خوار مدار ۔ ۵ ۔ چرخ فیروزہ طربخانہ ازین کہگل کرد

میری خاکی چہرہ اور آنکھوں کے پانی کو خوار نہ کر ۔ آسمان نے ہمارے عشرت خانہ کو اسی کہگل کیا ہے

آہ و فریاد کہ از چشم حسود مہ و مہر ۔ ۶ ۔ در لحد ماہ کمان ابروی من منزل کرد

افسوس اور صد افسوس کہ چاند اور سورج کی نظر بد سے ۔ میرے کمان ابرو ماہ نے لحد میں آرام کیا ہے

۷

نزدی شاہ رخ و فوت شد امکان حافظ

شاہ کو کشت دی اور رخ کو نہ مارا یعنی جو کچھ کرنا چاہیے تھا نہ کیا اے حافظ

چہ کنم بازی ایام مرا غافل کرد

میں کیا کروں روزگار کے فریب نے مجھے غافل کر دیا تھا ۔

۶ شعر ۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نے یہ غزل فرزند کی وفات پر کہی ۔ "در لحد ماہ کمان ابروئے من منزل کرد" سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ کسی عزیز قریبی رشتہ دار کی موت کا سخت صدمہ آپ کو ہوا اور قرۃ العین اور میوہ دل سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کا فرزند تھا اور غالباً ایک ہی لڑکا تھا ۔ جیسا کہ "بلبلے خون جگر خورد و گلے حاصل کرد" سے واضح ہوتا ہے کہ ہزار تمنا اور آرزو کے بعد لڑکا پیدا ہوا اور مر گیا ۔

بخت از دہان یار نشانم نمیدہد ۔ ۱ ۔ دولت خبر ز راز نہانم نمیدہد

بخت یار کے منہ کا پتہ نہیں بتاتا ۔ نصیبہ اس پوشیدہ راز کی خبر نہیں دیتا ۔

۲
از بہر بوسۂ ز لبش جان ہمی دہم — اینم ہمی ستاند و آنم نمی دہد
ایک بوسہ لب کے واسطے جان دیتا ہوں میں — نہ یہ لیتا ہے اور نہ وہ دیتا ہے

۳
مردم ز انتظار و دریں پردہ راہ نیست — یا ہست پردہ دار نشانم نمی دہد
میں اسی انتظار میں مر گیا اور اس پردہ میں راستہ نہ ملا — یا خود پردہ دار اس راستہ کا نشان نہیں بتاتا

۴
شکر بصبر دست دہد عاقبت ولی — بد عہدی زمانہ امانم نمی دہد
آخر کار شکر اور صبر ہاتھ آئے گا۔ مگر — زمانہ کی بد عہدی سے امن نہیں ملتا ہے

۵
زلفش کشید باد صبا چرخ سفلہ بین — کانجا مجال باد وزانم نمی دہد
اسکی زلف کو ہوا نے کھینچا اس آسمان کمینہ کو دیکھو — کہ ہوا کی طرح مجھے اجازت نہیں دیتا ہے

۶
چندانکہ بر کنار چو پرگار میشدم — دوران چو نقطہ رہ بمیانم نمی دہد
جس قدر پرکار کی طرح کنارہ ہو کے چلتا ہوں — نقطہ کی طرح گردش زمانہ مجھکو کمر تک نہیں پہنچنے دیتی

۷
گفتم روم بخواب کہ بینم جمال یار
میں نے کہا کہ سو رہوں تاکہ خواب میں یار کا جمال دیکھوں
حافظ ز آہ و نالہ امانم نمی دہد
مگر حافظ آہ و زاری کے باعث مجھے آرام لینے نہیں دیتا

۱
بود آیا کہ در میکدہا بگشایند — گرہ از کار فروبستہ ما بگشایند
ممکن ہے کہ شراب خانہ کا دروازہ کھول دیں — اور میرے کام کی گرہ کو کھول دیں

۲
اگر از بہر دل زاہد خودبیں بستند — دل قوی دار کہ از بہر خدا بگشایند
اگر شراب خانہ کا دروازہ خود بیں زاہد کیلئے بند کر رکھا ہے — تو قوی امید ہے کہ خدا کے واسطے ضرور کھول دینگے

۳
در میخانہ ببستند خدایا مپسند — کہ در خانۂ تزویر و ریا بگشایند
شراب خانہ کا دروازہ تو بند کر رکھا ہے مگر اے خدا پسند نہ فرما — کہ مکر اور فریب کے گھر کا دروازہ کھول دیں

۴
گیسوی چنگ ببرید بمرگ می ناب
سارنگی کی زلف کو شراب خالص کی موت کے ماتم میں کاٹ دو
تا همه مغبچگان زلف دوتا بگشایند
تاکہ تمام مغبچہ زلف دوتا کو کھول دیں

۵
بصفائی دل رندان صبوحی زدگان
رند صبح کی شراب پینے والوں کے دل کی صفائی کے باعث
بس در بسته بمفتاح دعا بگشایند
بند شدہ دروازہ کو دعا کی کلید سے کھول دیں گے

۶
نامهٔ تعزیت دختر رز بنویسید
دختر رز یعنے انگور کی شراب کی ماتم کا نامہ لکھو
تا حریفان همه خون از مژه‌ها بگشایند
تاکہ یار لوگ پلکوں سے خون گرائیں

۷
حافظ این خرقهٔ پشمینه بینی فردا
اے حافظ اس کمبل کی گودڑی کے نیچے کل قیامت کو
که چه زنار ز زیرش بجفا بگشایند
دیکھنا کہ کتنے زنار کھولے جاویں گے

۱
بعد ازین دست من و دامن آن سرو بلند
اس کے بعد میرا ہاتھ اور سرو بلند قد کا دامن
که ببالای چمان از بن و بیخم بر کند
اس بلند قد نے میری بیخ کنی کردی ہے

۲
حاجت مطرب و می نیست تو برقع بگشای
شراب اور مطرب کی ضرورت نہیں تو چہرہ سے نقاب اٹھا
که برقص آورم آتش رویت چو سپند
تیرے رخسار کی آگ مجھے سپند کی طرح ناچ نچا سکتے ہیں

۳
هیچ روی نشود آینهٔ چهرهٔ بخت
کسی طرح میرے بخت کا چہرہ آئینہ کی طرح روشن نہیں ہوسکتا
مگر آن روی که مالند بران سم سمند
ہاں اس طرح ہوسکتا ہے کہ اسکے گھوڑے کے سم پر ملیں

۴
گفت اسرار غمت هر چه بود گو می باش
اسنے کہا کہ تیرے غم کے راز جوکچھ کہ ہوں ہوتے رہیں
صبر ازین بیش ندارم چه کنم تا کی و چند
اس سے زیادہ میں کب تک صبر کروں گا

۵
مکش ای آهوی مشکین مرا ای صیاد
میرے اس مشکین آہو کو اے صیاد مت ذبح کر
شرم از آن چشم سیه دار و ببندش بکمند
اس سیہ آنکھ سے شرم کر اور اسکو کمند میں مت باندھ

۶ من خاکی که ازیں در نتوانم برخاست
میں خاکی کہ اس دروازہ سے اٹھ نہیں سکتا

از کجا بوسہ زنم بر لب آں قصر بلند
اس بلند قصر کے بام پر کہاں بوسہ دے سکتا ہوں

۷ جز بزلف تو ندارد دل عاشق میلی
تیرے زلف کے سوا عاشق کے دل کو کسی چیز کی خواہش نہیں

آہ ازیں دل کہ بہ بند دہن تنگ نبند
افسوس اس دل پر کہ تنگ منہ کی قید میں ہمیشہ رہنا پسند نہیں کرتا

۸ شب و روز است بدعا عاشق بیدل گوید
دن رات بیدل عاشق دعا کرتا ہے کہ

کہ بہ بالای بلندت قامت از دہر گزند
کہ تیرے بلند قد کو دنیا میں کوئی گزند نہ پہنچے

۹ باز مستان دل ازاں گیسوی مشکین حافظ
اے حافظ اس مشکین زلف سے دل واپس نہ مانگ

زانکہ دیوانہ ہماں بہ کہ بود در بند
کیونکہ دیوانہ کے واسطے یہی بہتر ہے کہ قید میں رہے

۱ بتی دارم کہ گرد گل ز سنبل سایہ‌باں دارد
میرے معشوق کا چہرہ پھول کی طرح ہے اور اسکے رخ پر سنبل کی طرح اسکی زلف سایہ‌بان ہے

بہار عارضش خطی بخون ارغواں دارد
اسکے عارض کی بہار ارغوان کے خون سے رنگین ہے

۲ غبار خط بپوشانید خورشید رخش یارب
خط کا غبار اس کے آفتاب چہرہ کو چھپا نہیں سکتا اے خدا

حیات جاودانش دہ کہ حسن جاودان دارد
اسے ہمیشہ کی زندگی عطا فرما کہ حسن جاوداں رکھتا ہے

۳ چو عاشق میشدم گفتم کہ بردم گوہر مقصود
جب میں عاشق ہوا تو یہ سمجھا کہ گوہر مقصود ہاتھ آ گیا

ندانستم کہ ایں دریا ز موج بیکراں دارد
یہ معلوم نہ تھا کہ اس دریا میں کیسی موجیں ہیں جنکا کنارہ ہی نہیں

۴ چو در رویت بخندد گل مشو در دامش ای بلبل
اے بلبل جب تیرے منہ پر گل ہنستا ہے تو اس کے فریب میں نہ آنا

کہ بر گل اعتمادی نیست گو حسن جواں دارد
کیونکہ گل پر اعتبار نہیں اگرچہ حسن جوانی کا رکھتا ہے

۵ خدا را داد من بستاں ازو ای شحنہ مجلس
اے مجلس کے کوتوال خدا کیلئے اسکے ساتھ میرا انصاف کر

کہ می با دیگراں خوردہ است و با من سرگراں دارد
کہ شراب تو دوسروں کیساتھ پیتا ہے اور مجھ سے گراں ہے

شعر اول	نمبر	شعر دوم
چو دام طرہ افشاند ز گرد خاطر عاشق زلف کا جال جب عاشق کے دل پر پھیلاتا ہے	٦	بغماز صبا گوید کہ راز من نہاں دارد تو غمّاز صبا سے کہتا ہے کہ میرا راز چھپا رکھنا
ز خوف ہجرم ایمن کن اگر امید آں داری مجھے ہجر کے خوف سے امن میں رکھ اگر تجھے یہ امید ہے	٧	کہ از چشم بد اندیشاں خدایت در اماں دارد کہ بداندیشوں کی نظر بد سے تجھے خدا اماں میں رکھے
چہ افتادہ است دریں رہ کہ ہر سلطان معنی را اس راستہ میں کیا پڑا ہے کہ ہر ایک صاحبدل کو	٨	دریں درگاہ می بینم کہ سر بر آستاں دارد میں دیکھتا ہوں کہ اس درگاہ پر سربسجود ہے
بفتراک ار ہمی بندی خدارا زود صیدم کن اگر مجھے فتراک سے باندھتا ہے تو خدا کیلئے جلدی شکار کر	٩	کہ آفتہاست در تاخیر و طالب را زیاں دارد کہ دیری میں کئی خرابیاں ہیں اور طالب کا نقصان ہوتا ہے
ز سرو قد دلجویت مکن محروم چشمم را دل بھانے والے بلند قد سے میری آنکھوں کو محروم نہ رکھ	١٠	بدیں سرچشمہ اش بنشاں کہ خوش آب رواں دارد اس چشمہ میں اس کو بٹھا کیا اچھا اس میں آب رواں ہے
ز چشمت جاں نشاید برد کز ہر سو ہمی بینم تیری آنکھ سے جان نہیں بچ سکتی کیونکہ میں دیکھتا ہوں ہر طرف	١١	کمیں از گوشہ کردست و تیر اندر کماں دارد ہر گوشہ کمین بنا رکھا ہے اور کمان میں تیر رکھا ہوا ہے
بیفشاں جرعہ بر خاک و حال اہل شوکت بیں ایک گھونٹ شراب زمین پر چھڑک اور جاہ و حشمت والوں کا حال دیکھ	١٢	کہ از جمشید و کیخسرو ہزاراں داستاں دارد کہ جمشید اور کیخسرو کے متعلق ہزاروں قصے سناتے ہیں

١٣

چہ عذر از بخت خود گویم کہ آں عیار شہر آشوب
میں اپنے بخت کا کیا عذر بیان کروں کہ اس چالاک فتنہ پرداز نے
بہ تلخی کشت حافظ را و شکر در دہاں دارد
حافظ کو نہایت تلخی سے قتل کیا باوجود اسکے کہ شیریں دہن ہے

٢ - خط سے مراد تجلیات شہودی ہیں جو وجہ مطلق سے پیدا ہوتی ہیں اور وجہ مطلق پر حجاب بھی ہیں۔ مگر ان تجلیات کو بقا نہیں ہے۔ کل یوم ھو فی شان کا مشاہدہ ہے چونکہ ان تجلیات کے حسن دلفریب نے عاشقوں کو متوالا بنا رکھا ہے اسلئے دعا ہے کہ یہ حسن جو وجہ مطلق کے لئے جاودان ہے انکے لئے بھی ہو۔ ایک مقام پر اس مضمون کے ہم معنے فرماتے ہیں ؎
جز ایں قدر نتواں گفت در جمال تو عیب * کہ خال مہر و وفا نیست روئے زیبا را

یعنے دنیا جو فی الحقیقت تجلیات شہودی ہے کسی کا ساتھ نہیں دیتی اور اس سے ہم دونوں کی طلب بے فائدہ ہے کیونکہ ان تجلیات کو بقا نہیں ہے۔

بحسن خلق و وفا کس بیار ما نرسد میرے یار سے حسن خلق اور وفا کو کوئی نہیں پہنچتا	۱	ترا در این سخن انکار کار ما نرسد اس معاملہ میں کسی کو انکار کی گنجائش نہیں
اگرچہ حسن فروشان بجلوہ آمدہ اند اگرچہ بہت حسین جلوہ گر ہو رہے ہیں	۲	کسی بحسن لطافت بیار ما نرسد لیکن کوئی اس کے حسن اور لطافت کو نہیں پہنچتا
بحق صحبت دیرین کہ ہیچ محرم راز پرانی صحبت کے حقوں کی قسم کوئی محرم راز	۳	بیار یکجہت حق گذار ما نرسد ہمارے حق گزار یار کو جو صرف حق کیطرف متوجہ ہی نہیں پہنچ سکتا
ہزار نقد ببازار کائنات آرند کائنات کے بازار میں ہزار نقد لائیں	۴	یکی بسکہ صاحب عیار ما نرسد لیکن ہمارے صاحب عیار کے سکہ کو نہیں پہنچ سکتا
دریغ قافلۂ عمر آنچنان رفتند افسوس عمر کا قافلہ اس طرح گذر گیا	۵	کہ گردشان بہوای دیار ما نرسد کہ اس کی گرد ہمارے شہر کی ہوا کو نہیں پہنچ سکتی
ہزار نقش برآید ز کلک صنع ویکی صنعت کی قلم سے ہزاروں نقش پیدا ہوتے ہیں لیکن ایک بھی	۶	بدلپذیری نقش نگار ما نرسد میرے نگار کے دل لبھانے والے نقش کو نہیں پہنچ سکتا
دلا ز طعن حسودان مرنج و ایمن باش اے دل حاسدوں کے طعن سے رنجیدہ نہ ہو اور مطمئن رہ	۷	کہ بد بخاطر امیدوار ما نرسد کہ میرے امیدوار دل میں برائی نہیں پہنچ سکتی
چنان بزی کہ اگر خاک رہ شوی کس را اس طرح زندگی بسر کر کہ اگر راستہ کی خاک ہو جائے تو کسی کو	۸	غبار خاطری از رہگذار ما نرسد ہمارے راستہ سے دل پر کدورت نہ بیٹھے
بسوخت حافظ و ترسم کہ شرح قصہ او حافظ جل گیا اور مجھے ڈر ہے کہ اس کا قصہ مفصل	۹	بسمع پادشہ کامگار ما نرسد کسی حالت میں ہمارے بادشاہ کامگار کے کان تک نہ پہنچا ہو

یہ غزل نعتیہ ہے: شعر اوّل میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلق عظیم کی مدح ہے جس کی تعریف قرآن مجید میں ہے آپ کا خلق ایسا تھا کہ اس کی نظیر کہیں نہیں ملتی۔ اور اس سے کسی شخص کو انکار نہیں۔
۲۔ اگرچہ دیگر انبیا بھی اس دنیا میں اپنا جلوہ دکھا گئے مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی نہیں پہنچا۔

۱

بیا کہ رایت منصور پادشاہ رسید
دیکھ کہ منصور بادشاہ کا جھنڈا پہنچ گیا ہے

نوید فتح و بشارت بمہر و ماہ رسید
فتح کی خوشخبری مہر و ماہ تک پہنچ گئی ہے

۲

جمال بخت ز روئے ظفر نقاب انداخت
فتح کے چہرہ سے بخت کے جمال نے پردہ اٹھا دیا ہے

کمال عدل بفریاد دادخواہ رسید
انصاف کا کمال دادخواہ کی فریاد کو پہنچا ہے

۳

سپہر دور خوش اکنون کند کہ ماہ آمد
آسمان کی گردش بھلی معلوم ہوتی ہے کیونکہ چاند آگیا

جہاں بکام دل اکنوں رسد کہ شاہ رسید
دنیا اب مراد بر آئی کہ بادشاہ آگیا

۴

ز قاطعان طریق آں زماں شوند ایمن
چوروں کے ہاتھ سے دل اور دانش کے قافلے

قوافل دل و دانش کہ مرد راہ رسید
اب امن میں ہونگے کہ مرد آدمی پہنچ گیا ہے

۵

عزیز مصر بزعم برادران غیور
عزیز مصر یعنی یوسف علیہ السلام بھائیوں کی غیرت کے برخلاف

ز قعر چاہ بر آمد باوج ماہ رسید
کنوئیں کی تہ سے نکل کر ماہ تک پہنچا

۶

کجاست صوفی دجال چشم ملحد شکل
وہ صوفی دجال چشم ملحد کی شکل والا کہاں ہے

بگو بسوز کہ مہدی دیں پناہ رسید
اسے کہو کہ جل جا کہ مہدی دین پناہ آگیا

۷

صبا بگو کہ چہا بر سرم دریں غم عشق
اے صبا تو ہی کہہ کہ عشق کے غم میں

ز آتش دل سوزان و برق آہ رسید
دل کی جلا دینے والی آگ اور آہ کی بجلی سے مجھ پر کیا کچھ گزرا

۸

ز شوق روئے تو جاناں بدیں اسیر فراق
تیرے دیدار کے شوق میں مجھ ہجر میں مبتلا کا وہی حال ہوا

ہماں رسید کز آتش ببرگ کاہ رسید
جو آگ سے گھاس کے تنکے کا ہوا کرتا ہے

۹

مرو بخواب کہ حافظ ببارگاہ قبول
اے حافظ خواب غفلت میں سو کہ قبولیت کی بارگاہ میں

ز ورد نیم شب و درس صبحگاہ رسید
تیرا آدھی رات کا ورد اور صبح کا درس پہنچ گیا ہے

انشاءِ حافظ: یہ غزل خواجہ صاحب نے منصور بادشاہ کی مدح میں لکھی ہے جس کا تذکرہ خواجہ صاحب کی سوانح عمری میں کیا گیا ہے۔

۱ بنفشه دوش بگل گفت و خوش نشانی داد

کل بنفشہ نے گل سے کہا اور خوب پتہ کی بات کہی

که تاب من بجهان طرهٔ فلانی داد

کہ مجھے پیچ و تاب فلاں معشوق کی زلف نے دیا ہے

۲ دلم که مخزن اسرار بود دست قضا

میرا دل جو رازوں کا خزانہ تھا قضا کے ہاتھ نے

درش ببست و کلیدش بدلستانی داد

اس کا دروازہ بند کر دیا اور اسکی کلید دلربا کو دیدی

۳ شکسته وار بدرگاهت آمدم که طبیب

میں شکستہ حستہ تیری درگاہ میں حاضر ہوا ہوں کیونکہ طبیب نے

بمومیائی لطف توام نشانی داد

تیرے لطف و کرم کی مومیائی کا پتہ دیا ہے

۴ برو معالجه خود کن ای نصیحت‌گوی

اے نصیحت کرنیوالے جا اور پہلے اپنا علاج کر

شراب و شاهد و ساقی کرا زیانی داد

شراب اور معشوق اور ساقی نے کس کو نقصان پہنچایا

۵ تنش درست و دلش شاد باد و خاطر خوش

اس کا بدن تندرست اور دل خوش اور طبیعت شاد رہے

که دست داد و دهش داد ناتوانی داد

جس کی بخشش اور عطا نے مجھ دردمند ناتواں کی داد دی ہے

۶ گذشت بر من مسکین و با رقیبان گفت

مجھ مسکین کے پاس سے چلا گیا اور رقیبوں کو کہا

دریغ عاشق مسکین من که جانی داد

کہ افسوس میرے مسکین عاشق نے جان دے دی

۷ خزینهٔ دل حافظ ز گوهر اسرار

حافظ کے دل کا خزانہ اسرار کے گوہر سے

بیمن عشق تو سرمایهٔ جهانی داد

تیرے عشق کی بدولت جہان کا سرمایہ بہم پہنچاتا ہے

۱ پیرانه سرم عشق جوانی بسر افتاد

اس بوڑھاپے میں ایک جوان کا عشق لگ گیا

وان راز که در دل بنهفتم بدر افتاد

وہ راز جو دل میں چھپا رکھا تھا ظاہر ہو گیا

۲ از راه نظر مرغ دلم گشت هواگیر

نظر کے راستے سے میرا مرغ دل ہوا میں اڑتا ہے

ای دیده نظر کن که بدام که در افتاد

اے آنکھ دیکھ کس کے جال میں پھنسا ہے

۳ دردا که از آن آهوی مشکین سیه چشم
افسوس اس سیاہ آنکھ والے ہرن کے باعث

چون نافه بسی خون دلم در جگر افتاد
نافہ کی طرح میرے دل کا لہو جگر میں پڑ لینے غمزدہ ہوں

۴ بار غم او عرض بهر کس که نمودم
اس کے عشق کا غم ہر ایک جس کسی کے سامنے پیش کیا

عاجز شد و این قرعه بنامم بسر افتاد
عاجز ہو گیا اور یہ قرعہ میرے نام پر پڑا

۵ از رهگذر خاک سر کوی شما بود
تمہارے کوچہ کی خاک رہ سے گذر کر آیا

هر نافه که در دست نسیم سحر افتاد
ہر ایک نافہ جو صبح کی ہوا کے ہاتھ لگا

۶ مژگان تو تا تیغ جهانگیر بر آورد
تیرے پلکوں نے جب سے جہان پر قبضہ کرنیوالی تلوار نکالی

بس کشته دل زنده که بر یکدگر افتاد
کتنے دل قتل ہو ہو کر ایک دوسرے پر گرے

۷ این باده که پرورد که خمار خرابات
یہ شراب کس نے بنائی کہ خرابات کا ساقی

از بوی بهشتیش ز خود بیخبر افتاد
اس کی بہشتی بو سے مدہوش پڑا ہے

۸ بس تجربه کردیم درین دار مکافات
اس کلجگ میں میں نے بہت تجربہ کر کے دیکھا

با دردکشان هر که در افتاد بر افتاد
جو کوئی تلچھٹ پینے والوں سے لڑا بچھڑ گیا

۹ گر جان بدهد سنگ سیه لعل نگردد
اگر سیاہ پتھر جان توڑ کوشش کرے لعل نہیں بن سکتا

با طینت اصلی چه کند بدگهر افتاد
اپنی اصلی طبیعت سے مجبور ہے کہ بدگوہر ہے

۱۰ حافظ که سر زلف بتان دست کشش بود
حافظ جس کے ہاتھ میں معشوقوں کی زلف تھی

بس طرفه حریفیست کش اکنون بسر افتاد
عجیب حریف ہے کہ سر میں یہ سودا سمایا ہے

۱ بریدِ باد صبا دوشم آگهی آورد
باد صبا کے ہرکارہ نے کل یہ خبر دی

که روز محنت و غم رو بکوتهی آورد
کہ محنت اور غم کا دن ڈھل گیا

۲

بمطربان صبوحی دهیم جامهٔ پاک

صبح کے مطرب کو پاکیزہ لباس نذر کروں گا

بدین نوید که باد سحرگهی آورد

اس خوشخبری کے باعث جو صبح کی ہوا لائی ہے

۳

نسیم زلف تو شد خضر راهم اندر عشق

تیرے زلف کی ہوا میرے راستہ کی رہنما ہوئی

زهی رفیق که بختم بهمرهی آورد

کیا اچھا رفیق ہے کہ خوش قسمتی سے میرے ہمراہ ہے

۴

بیا بیا که طهور بهشت را رضوان

بہشت کی شراب طہور کو رضوان

درین جهان ز برای دل رهی آورد

اس جہان میں دل بہلانے کے لئے لایا ہے

۵

بخیر خاطر ما کوش کاین کلاه نمد

تو ہماری دلجوئی میں کوشش کر کیونکہ یہ کلاہ نمد

بسی شکست که بر افسر شهی آورد

بادشاہوں کے تاج کو اکثر شکست دے چکا ہے

۶

چه ناگهان که رسید از دلم بخرگه ماه

یہ کیا تھا کہ ناگہاں میرے دل سے چاند تک پہنچ گیا (نالہ)

چو یاد عارض آن ماه خرگهی آورد

جب مجھے اس چاند سے مکھڑے کی یاد نے بیقرار کردیا

۷

رساند رایت منصور بر فلک حافظ

حافظ نے فتح و ظفر کا جھنڈا آسمان پر بلند کیا

چو التجا بجناب شهنشهی آورد

جب شہنشاہ کے حضور التجا کی

۱

بکوی میکده یارب سحر چه مشغله بود

اے خدا شراب خانہ کی گلی میں صبح کیا شغل تھا

که جوش شاهد و ساقی و شمع و مشعله بود

کہ معشوق اور ساقی تو جوش میں تھے اور شمع اور مشعل موجود تھی

۲

حدیث عشق که از حرف و صوت مستغنیست

عشق کی باتیں جو حرف اور آواز کی محتاج نہیں ہے

بنالهٔ دف و نی در خروش و ولوله بود

دف اور بانسری کی صداؤں کے ساتھ جوش و خروش میں تھیں

۳

مباحثی که در آن حلقهٔ جنون میرفت

وہ مباحثہ جو اس جنون کے حلقہ میں ہو رہا تھا

ورای مدرسه و قیل و قال و مسئله بود

مدرسہ اور زبانی باتوں اور مسئلہ کے سوائے تھا

۴ دل از کرشمۂ ساقی بشکر بود ولی
ساقی کے کرشمہ کے باعث دل شکر گزار تھا ؛
ز نامساعدت بختش اندکی گلہ بود
لیکن بدنصیبی کا کچھ کچھ گلہ اور شکایت ضرور تھی

۵ قیاس کردم ازاں چشم جادوانہ مست
میں نے اس جادو کرنے والی مست آنکھ پر غور کیا ؛
ہزار ساحر چوں سامریش در گلہ بود
تو معلوم ہوا کہ ہزاروں جادوگر سامری کی طرح اپنی بقید گلہ گلہ میں ہیں

۶ بگفتمش بلبم بوسہ حوالت کن
میں نے اسے کہا کہ اپنے لب کو میرے بوسہ کے حوالہ کر
بخندہ گفت کیت با من ایں معاملہ بود
ہنس کر کہا کہ تیرے ساتھ یہ معاہدہ کب ہوا تھا

۷ ز احترام نظر سعد در رہ است کہ دوش
سعادت راستہ میں ہے احترام نظر کے رو سے کیونکہ کل
میان ماہ و رخ یار من مقابلہ بود
چاند اور میرے یار کے چہرہ کے درمیان مقابلہ تھا ؛

دہان یار کہ درمان درد حافظ داشت
یار کا منہ جس کے پاس حافظ کے درد کی دوا تھی ؛
فغاں کہ وقت مروت چہ تنگ حوصلہ بود
افسوس ہے کہ مروت کے وقت کس قدر تنگ حوصلہ نکلا

۲ ۔ نغمہ ۔ عشق کا تعلق دل سے ہے ۔ زبان صرف ایک ذریعہ دل کے خیالات کے اظہار کا ہے جو لفظوں میں جو مختلف قسم کی اندازیں اور اشارات ہیں ادا کرتی ہے دلی جذبات لفظوں سے کہاں ادا ہو سکتے ہیں البتہ دل کا حال دل کو ہی معلوم ہوتا ہے اور عشق کا حال دوسرے دل پر بغیر زبان کی وساطت یا تحریر اور تقریر ہوتا ہے ہاں وہ امر جو عشق کو جوش اور دلولے میں لاتا ہے وہ ساز و سرود کے دلکش نغمات ہیں ؛

۳ ۔ مدرسہ کی کمراں اور منطق اور فلسفہ کی بک بک اور سچ تو یہ ہے کہ فقہ کے وہ مسائل جو فقیہہ اور علماء ظاہر کی اختراع ہیں کچھ اور چیز ہیں اور مرشد کامل کے حلقہ میں وہ توجہ جو سالکوں کو ملتی ہے اور جس سے حقانیت حاصل ہوتی ہے کچھ اور ہے ؛ ٭

۴ ۔ شکر ہے ۔ بلکہ ہزار شکر ہے کہ معشوق حقیقی کی صفات کا جلوہ تو نظر آتا ہے اگرچہ تھوڑا سا گلہ یہ ضرور ہے کہ ہم ہی ایک محروم ہیں کہ بدقسمتی سے قرب حاصل ہونے سے رہا ؛

۷ ۔ جب چاند اور کسی ستارہ کا جو سعد ہو مقابلہ ہو تو نجوم کی اصطلاح میں اس طرح کہتے ہیں کہ چاند کی نظر سعد ہے ۔ چونکہ اب چاند اور میرے یار کے چہرہ کا مقابلہ ہے اور یار کا چہرہ سعد ہے تو اب یہ سمجھنا چاہیئے کہ نیک بختی کی دلیل ہے ؛ ٭

۱

بوی خوش تو ہر کہ ز باد صبا شنید[۱]

جس کسی نے تیری خوشبو باد صبا سے سونگھی

از یار آشنا سخن آشنا شنید

گویا یار کی باتیں یار کے پاس سے سنیں

۲

اینش سزا نبود دل حق گزار من

میرے دل کی یہ سزا نہ تھی جو شکر گزار ہے

کز غمگسار خود سخن ناسزا شنید

کہ اپنے غمگسار سے ناسزا اور ناشائستہ باتیں سنا

۳

اے شاہِ حسن چشم بحال گدا فگن

اے حسن کے بادشاہ فقیر کے حال پر بھی نگاہ کر

کین گوش بس حکایت شاہ و گدا شنید

کیونکہ ان کانوں نے کئی ایک بادشاہ اور فقیری کے قصے سنے ہیں

۴

خوش میکنم بباده مشکین مشام جان

میں شراب پیتا ہوں اور جان کے دماغ کو خوش کر رہا ہوں

کز دلق پوش صومعہ بوی ریا شنید

کیونکہ خانقاہ کے گودڑی پہننے والے صوفی میں ریا کی بو سونگھ چکا ہوں

۵

سرّ خدا کہ عارف سالک بکس نگفت

خدا تعالےٰ کے راز جو عارف سالک نے کسی شخص کے سامنے بیان نہ کیے

در حیرتم کہ بادہ فروش از کجا شنید

مجھے حیرانی ہے کہ شراب بیچنے والے نے کہاں سے سنے ہیں

۶

ما بادہ زیر خرقہ نہ امروز می کشیم

خرقہ کے نیچے پوشیدہ پوشیدہ شراب کچھ آج سے نہیں پیتا ہوں

صد بار پیر میکدہ این ماجرا شنید

سو دفعہ شراب خانہ کے پیر نے یہ ماجرا سنا ہے

۷

یارب کجاست محرم رازی کہ یک زمان

اے خدا وہ محرم راز کہاں ہے کہ تھوڑی دیر کیلئے

دل شرح آن دہد کہ چہ دید و چہا شنید

دل اُن باتوں کو مفصل بیان کرے جو دیکھا اور سنا ہے

۸

ما می ببانگ چنگ نہ امروز می کشیم

میں شراب چنگ اور باجے کی آواز کیساتھ کچھ آج سے نہیں پیتا

بس دیر شد کہ گنبد چرخ این صدا شنید

بہت مدت سے یہ آسمان کا گنبد اس صدا کو سن چکا ہے

۹

ساقی بیا کہ عشق ندا میکند بلند

اے ساقی آ کہ عشق نعرہ لگا رہا ہے

آنکس کہ گفت قصۂ ما ہم ز ما شنید

جس کسی نے ہمارا قصہ بیان کیا وہ ہم سے سن کر کیا

۱۰

پند حکیم عین صوابست و محض خیر

دانا آدمی کی نصیحت بالکل صحیح ہے اور محض خیر ہے

فرخندہ بخت آنکہ بسمع رضا شنید

وہ شخص خوش قسمت ہے جو رضا کے کانوں سے سنتا ہے

---

[۱] شنیدن - بمعنی بوئیدن - سخن گوش کردن - غیاث - (صحیح)

حافظ وظیفهٔ تو دعا گفتن است و بس

اے حافظ تیرا کام دعا کرنا ہے اور بس

در بند آں مباش کہ نشنید یا شنید

اس بات کا فکر نہ کر دعا سنی گئی ہے یا نہیں سنی۔

۴۔ تقدیم۔ اپنے حسن پر غرور کرنا زیبا نہیں اگرچہ تو اس وقت حسن کے ملک کا بادشاہ ہے اور میں فقیر ہوں مگر کئی بادشاہ اور کئی فقیر گزر گئے ان کی حکائیتیں باقی رہ گئی ہیں۔ اگر اس وقت فقیر کے حال پر مہربانی کرے گا تو نیک نام رہ جاوے گا۔ ورنہ رہنے ملک و دولت نہ شاہی ہے۔ باقی فقط تو ایک ذات الٰہی ہے باقی۔

۵۔ اس شعر کی شرح مختلف طریقہ سے کیگئی ہے مگر ہماری رائے میں تو اس کا یہ مطلب ہے کہ صرف سالک عارف ہی رازِ الٰہی سے آگاہ نہیں بلکہ وہ رند بد مشرب بھی اسی رنگ میں رنگے ہوئے ہیں جن کو سالک عارف جاہل سمجھتا ہے اور سچ تو یہ ہے کہ ہستی کا کوئی طبقہ ایسا نہیں جہاں معرفت الٰہی کا پتہ نہیں ملتا شجر و حجر بھی اس کی حمد کر رہے ہیں بحر و بر میں اسی کا جلوہ ہے دیر و حرم میں اسی کو سجدہ کر رہے ہیں " ہر اک گردن ہے وابستہ تمہاری یادگاری سے + کوئی تسبیح سے ہے اور کوئی زنار داری سے "۔ اگر کچھ ہے تو اپنی سمجھ کا قصور ہے کہ ہر ایک یہی سمجھتا ہے کہ میں ہی عارف ہوں اور حق یہ ہے کہ سب عارف ہیں۔ ورنہ کوئی یہ نہ سمجھتا کہ میں عارف ہوں البتہ یہ سمجھنا کہ میرے سوائے کوئی اور عارف نہیں انانیت اور خودی کی دلیل ہے جو معرفت کے مخالف ہے جو شخص ایسا دعوے کرتے ہیں ان کا دعوے شیطانی ہے اور وہ فی الحقیقت قرب سے بہت دور ہیں اور ان کی معرفت کامل نہیں ہے۔ لیکن اس میں شک نہیں کہ عرفان سے خالی وہ بھی نہیں۔

۷۔ کچھ شک نہیں کہ محرم راز کے روبرو راز کا بیان کرنا زیبا ہے ورنہ اندھے کے آگے رونا آنکھوں کا نقصان ہے۔

۹۔ ہم نے خواجہ حافظ رحمۃ اللہ علیہ کی سوانحعمری لکھنے کا ارادہ کیا جو بطور دیباچہ اس ترجمہ اور شرح کے ساتھ لکھی گئی ہے تو سوائے چند حکائیتوں کے اور کچھ حالات زندگی کا پتہ نہ ملا۔ بطور تفاول دیوان کھولا تو یہی غزل اسطالعہ میں آئی اور اس شعر نے خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کی سوانحعمری کا عقدہ حل کر دیا ہم نے آپکے کلام سے آپکے حالات زندگی کا پتہ لگایا۔ اگر یہ شعر نظر سے نہ گزرتا تو ممکن ہے کہ نہیں یہ خیال بھی پیدا نہ ہوتا کہ آپکے اشعار سے کچھ پتہ لگادیں۔ اور سچ تو یہ ہے کہ جو کچھ ہم لکھ چکے ہیں وہ بہت مختصر ہے خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کی ہر ایک غزل آپکے دل و دماغ کی خوبیوں کی شاہد ہے اور ان مقامات اور عالی خیالات کا پتہ بتاتی ہے جو آپکا حصہ تھے۔ خواجہؒ نے بالکل بجا فرمایا ہے۔

ـــ ما قصۂ سکندر و دارا نخواندہ ایم۔ از ما بجز حکائتِ مہر و وفا مپرس۔

مہر و وفا کا سبق اگر سیکھنا ہو تو دیوان حافظ کا مطالعہ کرو۔ اور سکندر و دارا کی حکائتیں اور ہی بازار خود فروشی ازاں سوئے دیگر است۔

دست بکاری زنم کہ غصہ سر آید	۱	بر سر آنم کہ گر ز دست بر آید
تو ایسا کام کروں کہ غم و غصہ دور ہو۔		ارادہ تو یہ ہے کہ اگر ہو سکے۔

۲ منظر دل نیست جائے صحبت اغیار
دل کی جگہ غیر کے رہنے کی جگہ نہیں ہے
دیو چو بیروں رود فرشتہ درآید
جب شیطان باہر نکلتا ہے فرشتہ داخل ہوتا ہے

۳ صحبت حکام ظلمت شب یلداست
حاکموں کی صحبت اندھیری رات کی تاریکی ہے
نور ز خورشید خواہ بو کہ برآید
نور سورج سے تلاش کرنا چاہیئے ممکن ہو کہ جستجو سے مل جائے

۴ بر در ارباب بے مروت دنیا
بے مروت دنیا دار اور امیروں کے دروازہ پہ
چند نشینی کہ خواجہ کی بدرآید
کب تک اس امید پر بیٹھا رہیگا کہ کب خواجہ گھر سے باہر نکلتا ہے

۵ بگذر ازیں روزگار تلخ تراز زہر
اس روزگار کو جو زہر سے زیادہ کڑوا ہے چھوڑ دے
بار دگر روزگار چوں شکر آید
چھوڑنے کے بعد بھی روزگار شکر کی طرح میٹھا ہوگا

۶ صالح و طالح متاع خویش نمودند
نیک بخت اور بدبخت دونوں نے اپنا اپنا سامان مہیا کر لیا
تا کہ قبول افتد و چہ در نظر آید
دیکھئے قبول کیا ہوتا ہے اور نظر میں کیا جچتا ہے

۷ بلبل عاشق تو عمر خواہ کہ آخر
اے بلبل عاشق تو زندگی کی دعا مانگ
باغ شود سبز و سرخ گل بدرآید
آخر کار باغ سرسبز ہوگا اور سرخ گل پیدا ہوگا

۸ صبر و ظفر ہر دو دوستان قدیم اند
صبر اور ظفر دو پرانے دوست ہیں
بر اثر صبر نوبت ظفر آید
صبر کے نقش قدم پر ظفر کی باری آتی ہے

۹ غفلت حافظ دریں سراچہ عجب نیست
اس سرائے (دنیا میں) حافظ کی غفلت کچھ تعجب کی بات نہیں
ہر کہ بمیخانہ رفت بیخبر آید
جو کوئی شرابخانہ میں گیا بے خبر ہی نکلتا ہے

۱ پیش ازینت بیش ازیں غمخواری عشاق بود
اس سے پہلے تو عاشقوں کی غمخواری بہت کچھ کرتا تھا
مہر ورزی تو با ما شہرۂ آفاق بود
اور تیری محبت ہمارے ساتھ جہان میں مشہور تھی

۲
یاد باد آن صحبت شبہا کہ با زلف توام
تجھے ان راتوں کی صحبتیں یاد ہونگی کہ تیری زلف کے ساتھ مجھے
بحث سرّ عشق و ذکر حلقۂ عشاق بود
عشق کے راز پر بحث اور عاشقوں کے حلقہ کا ذکر تھا

۳
حسن مہ رویان مجلس گرچہ دل می برد و دین
اگر مجلس کے خوبصورت معشوق کا حسن دل اور دین اڑا کر لیجاتا ہے
عشق ما بر لطف طبع و خوبی اخلاق بود
لیکن ہم تو طبیعت کی لطافت اور اخلاق کی خوبی کے عاشق ہیں

۴
از دم صبح ازل تا آخر شام ابد
ازل کی صبح سے لے کر ابد کی شام تک
دوستی و مہر بر یک عہد و یک میثاق بود
دوستی اور محبت ایک ہی عہد و پیمان پر رہی!

۵
سایۂ معشوق اگر افتاد بر عاشق چہ شد
اگر معشوق کا سائہ عاشق پر پڑا تو کون سی بات ہے
ما باو محتاج بودیم او بما مشتاق بود
ہم اس کے محتاج اور وہ ہمارا مشتاق ہے؛

۶
پیش ازین کین سقف سبز و طاق مینا برکشید
اس سے پہلے کہ یہ سبز رنگ کی چھت اور طاق مینا رنگ (آسمان) بنا
منظر چشم مرا ابروی جانان طاق بود
میری آنکھوں کے سامنے معشوق کا ابرو ہی طاق تھا؛

۷
رشتۂ تسبیح اگر بگسست معذورم بدار
اگر تسبیح کا رشتہ ٹوٹ گیا تو مجھے معذور سمجھ
دستم اندر ساعد ساقی سیمین ساق بود
میرا ہاتھ ساقی سیمین ساق کی کلائی میں تھا؛

۸
بر در شاہم گدائی نکتۂ در کار کرد
بادشاہ کے دروازہ پر ایک فقیر نے کیا اچھی بات کہی
گفت بر ہر خوان کہ بنشستم خدا رزاق بود
کہ جس دسترخوان پر بیٹھا ہوں خدا رزاق تھا؛

۹
شعر حافظ در زمان آدم اندر باغ خلد
حافظ کے شعر اسوقت جبکہ حضرت آدم بہشت کے باغ میں تھے
دولت نسرین و گل را زینت اوراق بود
نسرین کی دولت اور گل کے مجموعہ ورق (صفحات) کی زینت تھے

۵۔ شرح:۔ جہاں اور اہل جہان صرف "ظل" ہے اور یہ سائہ معشوق حقیقی کا ہے اگر خدا تعالےٰ کو ہمارے ساتھ محبت نہ ہوتی تو ہمارا ظہور ہی نہ ہوتا۔ گویا ہم اس کے عاشق ہیں اور اس کے ساتھ ہمارے اور اس کے درمیان عشق رابطہ ہے اس لئے وہ بھی ہمارا مشتاق ہے اس میں کچھ شک نہیں کہ "اللہ الغنی وانتم الفقراء" مگر اس کو غنی کون کہیگا جو ہم فقیر موجود نہ ہونگے۔ ہماری احتیاج نے اس کے غنا کو روشن کر دیا ہے اسیطرح دیگر صفات الٰہی پر قیاس کرو؛

۶- ابھی آسمان تو کیا دنیا کا ظہور بھی نہ ہوا تھا کہ ہم اس کے عشق میں مبتلا تھے اور اسی عشق کے باعث دنیا کا ظہور ہوا۔
۸- بات اصل میں یہ ہے کہ خدا روزی دیتا ہے خواہ بادشاہ کے دروازہ سے ملے یا کسی اور جگہ سے خود بادشاہ یہ روزی کہاں سے لایا ہے

۱
تا ز میخانہ و می نام و نشان خواہد بود
جب تک شراب اور شراب خانہ کا نام و نشان باقی ہے
سر ما خاک رہ پیر مغان خواہد بود
میرا سر پیر مغاں کی راستہ کی خاک بنا رہیگا

۲
حلقہ پیر مغانم ز ازل در گوش است
پیر مغاں کی اطاعت کا حلقہ ازل سے میرے کان میں پڑا ہے
ما ہمانیم کہ بودیم و ہمان خواہد بود
ہم وہی ہیں جو تھے اور وہی کچھ رہیں گے

۳
بر سر تربت ما چوں گذری ہمت خواہ
جب میری قبر پر تیرا گذر ہو تو ہمت طلب کر
کہ زیارتگہ رندان جہاں خواہد بود
کیونکہ جہان کے رندوں کی زیارت گاہ ہو گی

۴
بر زمینی کہ نشانِ کفِ پائے تو بود
جس زمین پر تیرے پاؤں کے نقش کا نشان ہو گا
سالہا سجدہ صاحب نظراں خواہد بود
مدت تک صاحب نظر سجدہ کرتے رہیں گے

۵
برو ای زاہد خود بین کہ ز چشم من و تو
اے خود بین زاہد جا کہ تیری اور میری آنکھ سے
راز ایں پردہ نہانست و نہاں خواہد بود
یہ راز پردہ میں پوشیدہ ہے اور پوشیدہ ہی رہیگا

۶
ترک عاشق کش من مست برون رفت امروز
عاشقوں کو قتل کرنیوالا میرا ترک آج مست ہو کر باہر نکلا ہے
تا کرا خون دل امروز روان خواہد بود
دیکھئے کس کے دل کا خون آج رواں ہوتا ہے

۷
عیب مستاں مکن ای خواجہ کزیں کہنہ رباط
اے خواجہ رندوں کی برائیاں بیان نہ کر کہ اس پرانی سرائے سے
کس ندانست کہ رحلت بچساں خواہد بود
کسی کو معلوم نہیں کہ سفر کس حالت میں ہو گا۔

۸
چشمم آں دم کہ ز شوق تو نہد سر بلحد
میری آنکھ اس وقت جبکہ تیرے شوق میں لحد میں سر رکھیگی
تا دم صبح قیامت نگراں خواہد بود
قیامت کی صبح تک تکتی رہے گی

۹
بخت حافظ گر ازیں گونہ مدد خواہد کرد
اگر حافظ کا نصیب اس طرح مدد کرتا رہے گا
زلف معشوقہ بدست دگراں خواہد بود
معشوق کی زلف دوسروں کے ہاتھوں میں چلی جائے گی

۴- دہلی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قدم مبارک کا نشان ہے [illegible]

اور نہایت موزوں ہے مگر اس شہر کی لطافت "بلد الامین" (مکہ معظمہ) کیلئے خاص ہے وہ زمین جہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے مسجد نگاہ عالم ہے آنحضرت صلعم کی بعثت سے پیشتر بھی مکہ کعبہ تھا مگر قبلہ محبوب جب انکی ذات سے بنا یہی کعبہ تھا جو بت خانہ تھا۔ انکی خدا ہے اور تمام دنیا کی آنکھیں اسیطرف لگی ہوئی ہیں اس لئے مکہ اور مدینہ کو مقدس مقامات رحمۃ للعالمین کی ذات نے بنایا۔

---

۱ ترسم کہ اشک در غم ما پردہ در شود — ویں راز سر بمہر بعالم سمر شود

مجھے ڈر ہے کہ میرے آنسو غم و رنج کی حالت میں میرا پردہ دری کرینگے — اور یہ راز (عشق) جو اسوقت تک پوشیدہ ہے تمام دنیا میں مشہور ہو جائیگا

۲ گویند سنگ لعل شود در مقام صبر — آری شود ولیک بخون جگر شود

کہتے ہیں کہ صبر سے پتھر لعل بن جاتا ہے — ہاں ہوتا تو ایسا ہی ہے۔ مگر جگر کا خون پی کر ہوتا ہے

۳ خواہم شدن بمیکدہ گریان و دادخواہ — کز دست غم خلاص دل آنجا مگر شود

شراب خانہ میں روتا ہوا فریادی جاؤں گا — شاید غم کے ہاتھ سے اس جگہ رہائی ہو جاوے

۴ ایں سرکشی کہ در سر سرو بلند تست — کی باتو دست کوتہ ما در کمر شود

یہ سرکشی جو تیرے سرو جیسے بلند قد کے سر میں ہے — کب میرا کوتاہ ہاتھ تیری کمر تک پہنچ سکتا ہے

۵ ایں قصر سلطنت کہ تواش ماہ منظری — سرہا بر آستانہ او خاک در شود

یہ سلطنت کا محل جس کا تو چاند ہے — اس کی دہلیز پر بیشمار سر دروازہ کی خاک ہیں

۶ از ہر کنار تیر دعا کردہ ام رواں — باشد کزیں میانہ یکے کارگر شود

ہر ایک طرف سے دعا کے تیر میں نے روانہ کئے ہیں — ممکن ہے کہ ان میں سے کوئی تیر کارگر ہو جائے

۷ از کیمیائی مہر تو زر گشت روئی من — آری ہمین ہمت تو خاک زر شود

تیری مہر و محبت کی کیمیا سے میرا چہرا سونا زرد بن گیا — بے شک تیری ہمت کی برکت سے مٹی زر ہو جاتی ہے

۸ اے دل حدیث ما بر دلدار عرضہ کن — لیکن چناں مکن کہ صبا را خبر شود

اے دل میری باتیں دلدار کو سنا — لیکن ایسا نہ کرنا کہ صبا کو خبر ہو جاوے

۹ روزی اگر غمی رسدت تنگدل مباش — رو شکر کن مبادا کہ از بد بتر شود

اگر کسی روز غم پہنچے تو دل تنگ نہ ہو — جا اور شکر کر مبادا بد سے بدتر حال نہ ہو جائے

ای دل صبور باش مخور غم کہ عاقبت اے دل صبر کر غم نہ کھا، کیونکہ آخر	۱۰	از شام صبح گردد و از شب سحر شود شام کے بعد صبح اور رات کے بعد سحر ہوتی ہے
در تنگنائے حیرتم از نخوت رقیب رقیب کے تکبر میں سخت حیران ہوں	۱۱	یارب مباد آنکہ گدا معتبر شود اے خدا کوئی گدا معتبر نہ ہو
بس نکتہ غیر حسن بباید کہ تا کسے حسن کے سوائے اور باتیں بہت سی ہونی چاہئیں	۱۲	مقبول طبع مردم صاحب نظر شود جب کہیں صاحب نظر آدمی کی طبیعت مائل ہوتی ہے
مہر تو در درونم و عشق تو در سرم تیری محبت میرے اندر اور تیرا عشق میرے سر میں آیا ہے	۱۳	یا شیر در درون شد و یا جاں بدر شود یا تو شیر اندر داخل ہو یا جان باہر نکلے

۱۴

حافظ سر از لحد بدر آرد بپای بوس
حافظ لحد سے سر قدم چومنے کے لئے اٹھائیگا
گر خاک او بپای شما پی سپر شود
اگر اس کی خاک تمہارے قدموں کے پیچھے چلے

۲۔ **شرح** :۔ صبر کرنا بھی کچھ آسان کام نہیں، اگرچہ صبر کا نتیجہ نہایت اچھا ہے مگر بوقت صبر خون جگر پینا ہے
۱۱۔ خواجہ حافظ رقیب اور مدعی وغیرہ الفاظ شیطان کے واسطے استعمال کرتے ہیں کہ مجھے حیرانی اس بات پر ہے کہ اس نفس سرکش کی حیثیت ہی کیا ہے۔ کہ اتراتا پھرتا ہے خدا کرے کوئی سفلہ معتبر نہ ہو۔ مطلب یہ ہے کہ اس کا اعتبار جو یہ قرب بڑھ گیا، اس لئے مغرور بن گیا اور اس نخوت کی وجہ یہ ہے کہ اصل اس کا بھری احتیاج یعنے عدم ہے، یہ اس قابل ہے کہ اس کے سر پر جوتے پڑتے رہیں پھر راہ پر رہتا ہے ورنہ خراب کرتا ہے
مصرع ۔ خاک بر سر نفس نافرجام را
۱۲۔ یعنے صاحب نظر کی طبیعت صرف حسن صورت پر مائل نہیں ہو سکتی حسن صورت کے ساتھ ہزار اسرار اور نکتے ہیں جو سیرت سے تعلق رکھتی ہیں اگر یہ سب کسی شخص کے وجود میں موجود ہوں تو صاحب نظر کی نگاہ میں ... قیمت پاتے ...
اسی طرح کلام میں، اگر صرف رنگینی عبارت ہو اور معانی میں کوئی خوبی نہ ہو تو ایسا کلام بھی ...
جیسے لوگ حسن کہتے ہیں، وہ محض صورت ہے حسن وہ ہے جو اس صورت کے پردہ یا آلہ میں ظاہر ہو رہا ہے وہ حقیقت ہے جو مجاز کے حجاب میں جلوہ گر ہے
۱۴۔ بعض نسخوں میں یہ دو شعر بھی ہیں کہ

اے مردمان دیدہ نگرئید بعد ازیں	پائے خیال دوست مبادا کہ تر شود
اے دل چو نافہ سر زلفش بدست تست	دم در کش ارنہ باد صبا را خبر شود

۱ تنت بناز طبیبان نیازمند مباد | وجود نازکت آزرده گزند مباد

خدا کرے تیرا جسم طبیبوں کے ناز کا نیازمند نہ ہوئے | تیرا نازک وجود کسی گزند سے آزردہ نہ ہو

۲ سلامت همه آفاق در سلامت تست | بهیچ عارضه شخص تو دردمند مباد

تمام جہان کی سلامتی تیری سلامتی کے ساتھ ہے | کسی عارضہ سے تیرا وجود دردمند نہ ہوئے

۳ درین چمن چو درآید خزان بیغمائی | رهش بسرو سهی قامت بلند مباد

اگر اس باغ میں خزاں لوٹ مار کے خیال سے آئے | تو اس کو تیرے بلند سرو جیسے قد تک راستہ نہ ملے

۴ در آن بساط که حسن تو جلوه اندازد | مجال طعنه بدبین و بدپسند مباد

جس جگہ تیرا حسن جلوہ افروز ہو | خدا کرے کسی بدبین اور بری شے پسند کرنیوالے کو طعنہ کی گنجائش نہ رہے

۵ جمال صورت و معنی ز یمن همت تست | که ظاهرت دژم و باطنت نژند مباد

[illegible] صورتی تیری توجہ کی برکت سے ہے | تیرا جسم بیمار اور دل غمگین نہ ہوئے

۶ هر آنکه روی چو ماهت بچشم بد بیند | بر آتش تو بجز چشم او سپند مباد

جو کوئی تیرا چہرہ [illegible] بری نظر سے دیکھیگا | تو خدا کرے کہ اسکی آنکھ تیرے رشک کی آگ پر سپند کا کام دے

۷ شفا ز گفته شکرفشان حافظ جوی | که حاجتت بعلاج گلاب و قند مباد

حافظ کے کلام سے جو شکر میں ہے شفا اور صحت طلب کر | کہ گلاب اور قند سے علاج کرنے کی حاجت نہ رہے

۶۔ مشہور ہے کہ بری نظر کے اثر سے بچنے کے لئے آگ پر سپند جلایا کرتے ہیں۔ شعر کا مطلب ہے چشم بد خدا کرے کہ خود سپند بن جاوے تاکہ تیرے حسن پر بری نظر کا اثر نہ ہو۔ آگ سے مراد اس جگہ آتش حسن بھی ہو سکتی ہے اور آتش رشک بھی۔ اگر آتش حسن ہو تو مطلب یہ ہے کہ تیرے رخسار آتشین پر چشم بد سپند کا کام دے اور اگر آتش رشک ہو تو مطلب ہے کہ بدبین رشک کی آگ میں جو تیرے حسن نے اس کے دل میں پیدا کردی ہے جلتا رہے۔ اور اس کی بدنظر اسی آگ پر سپند کا کام دے تاکہ اس کا اثر تیرے حسن پر نہ ہوئے

ترک من چون جعد مشکین گرد کاکل بشکند جب میرا ترک (معشوق) زلف کو بل دیتا ہے	۱	لالہ را دل خون شود بازار سنبل بشکند لالہ کا خون ہو جاتا ہے اور سنبل کو کوئی بھی پوچھتا نہیں
در خرامان سرو گلنارش کند میل چمن اگر اس کے سرو جیسا قد باغ کی سیر کا ارادہ کرے	۲	سرو را از پا در اندازد و دل گل بشکند تو سرو لڑکھڑا کر گر پڑے اور گل کا دل ٹوٹ جائے
تا خیال ابروی جانان ز چشم دور شد جب سے معشوق کے ابرو کا تصور آنکھ سے دور ہوا	۳	اندرین رہ سیلہا باشد کہ صد پل بشکند اس راستہ میں بیشمار سیلاب آ رہے ہیں کہ سینکڑوں پل توڑ دیئے
چون نسیم صبحگاہی پردہ گل بر درد جب صبح کی ہوا پھول کی پردہ دری کرتی ہے	۴	خار غم اندر دل مجروح بلبل بشکند تو بلبل کے زخمی دل کے اندر غم کا کانٹا کھٹکتا ہے
	۵	حافظا این سر وحدت را ز دست خود مدہ اے حافظ یہ توحید کا راز اپنے ہاتھ سے نہ دے تا خیال زہد و تقویٰ را توکل بشکند تاکہ توکل زہد اور پرہیزگاری کے غرور کو توڑ دے

۳۔ جب سے معشوق کے ابرو میری آنکھوں کے سامنے نہیں رہے اس قدر رو رہا ہوں۔ کہ سیلاب بہ نکلے ہیں اور صبر کے پل سینکڑوں ٹوٹ گئے ہیں؛

۴۔ یعنے جب بوقت صبح ہوا چلتی ہے اور کلیاں کھلتی ہیں تو بلبل کی نغمہ سرائی نالۂ غم ہوتا ہے یعنے آتش عشق اور تیز ہوتی ہے؛

۵۔ توحید کا راز یہی ہے کہ سوائے وجود باری تعالےٰ کچھ اور موجود نہیں اس لئے توکل اور بھروسہ اسی وجود پر ہو سکتا ہے۔ یہ امر کہ پرہیزگاری اور زہد و تقوی پر اس لئے بھروسہ کرنا کہ یہ کسی کام آویں گے توحید کے برخلاف ہے اس لئے موحد حقیقی وہی ہے کہ جو اپنے اعمال پر بھروسہ نہیں کرتا بلکہ خدا پر توکل کرتا ہے اور جانتا ہے کہ ؎

ہم کیا ہیں کہ کوئی کام ہم سے ہوگا ۔۔۔ کیا فائدہ فکر بیش و کم سے ہوگا؛
جو کچھ کہ ہوا ہوا کرم سے تیرے ۔۔۔ جو کچھ ہوگا تیرے کرم سے ہوگا؛

لیکن اس سے یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ اعمال کچھ شئے نہیں ہیں اعمال ایمان کی دُرستی ہے اور دونوں لازم و ملزوم ہیں خواجہ و نصیحت فرماتے ہیں کہ اعمال پر غرہ ہونا گنہگار بنتا ہے اس لئے مناسب یہ ہے کہ نیک اعمال کے ساتھ توکل ہو تاکہ غرور نفس سے نجات ہو اور انسان مفت میں گنہگار نہ بنے؛

یہ شعر اعلےٰ پایہ کا ہے پہلے یہ سمجھنا چاہیئے کہ "وحدت" اور "زہد اور تقویٰ" اور "توکل" کے معانی کیا ہیں؛ ان اصطلاحوں کی

تشریح دیباچہ میں کی گئی ہے۔

۱
جاں بی جمالِ جاناں میل چمن ندارد
بغیر معشوق کے جمال کے باغ کی سیر کا لطف جان کو نہیں ہے
ہر کس کہ ایں ندارد حقا کہ آں ندارد
جس کے پاس یہ نہیں ہے سچ تو یہ ہے کہ اسکے پاس وہ بھی نہیں

۲
با ہیچکس نشانی زاں دلستاں ندیدم
کسی شخص کے پاس اس دلربا کا پتہ نہ ملا
یا من خبر ندارم یا او نشاں ندارد
یا تو مجھے ہی خبر نہیں یا وہ بے نشان ہے

۳
ہر شبنمے دریں رہ صد موج آتشین است
ہر ایک شبنم کا قطرہ اس راستہ میں آگ کے سمندر کی سینکڑوں موجیں ہیں
دردا کہ ایں معما شرح و بیاں ندارد
افسوس کہ یہ ایسی پہیلی ہے کہ جو مفصل بیان ہی نہیں ہو سکتی

۴
سر منزل قناعت نتواں ز دست دادن
قناعت کی منزل کے سر کو ہاتھ سے نہیں دینا چاہیئے
ای ساربان فروکش کایں رہ کراں ندارد
اے ساربان بیٹھ جا کیونکہ اس راستہ کا کنارہ ہی نہیں ہے

۵
چنگ خمیدہ قامت میخواندت بعشرت
چنگ کبڑی پیٹھ والا تجھ کو عیش و عشرت کی طرف بلا رہا ہے
بشنو کہ پند پیراں ہیچت زیاں ندارد
بوڑھوں کی نصیحت سن کہ اس میں کچھ نقصان نہیں ہے

۶
گر خود رقیب شمع ست احوال ازو بپوشاں
اگر رقیب خود شمع بھی ہو اپنا حال اس سے چھپا
کاں شوخ سر بریدہ بند زباں ندارد
کیونکہ یہ سر کٹا ہوا شوخ زبان بند نہیں رکھ سکتا

۷
ذوقی چناں ندارد بی دوست زندگانی
وہ زندگی کا لطف دوست کے بغیر کہاں ہے
بی دوست زندگانی ذوقِ چناں ندارد
دوست کے بغیر وہ زندگی کا لطف کہاں ہے

۸
احوال گنج قاروں کایام داد برباد
قارون کے خزانہ کا حال جو زمانہ نے برباد کر دیا
در گوش گل فرو خواں تا زر نہاں ندارد
گل کے کان میں سنا تا کہ زر کو پوشیدہ نہ رکھے

۹
آں را کہ خواندی استاد گر بنگری بتحقیق
جس کو تونے استاد کہا ہے اگر غور سے دیکھیگا تو معلوم ہوگا
صنعتگر یست اما طبع رواں ندارد
کہ صنعت گر ہے مگر طبیعت میں قدرتی روانی نہیں

۱۰
ای دل طریق رندی از محتسب بیاموز
اے دل رندی کا طریقہ کوتوال سے سیکھ
مست است و در حق او کس ایں گماں ندارد
کہ وہ بھی مست ہے مگر کوئی شخص اسکی نسبت ایسا گماں نہیں کرتا

کس در جہاں ندارد یک بندہ چو حافظ

کسی کے پاس جہان میں حافظ کی طرح کوئی غلام نہیں

زیرا کہ چوں تو شاہی کس در جہاں ندارد

وجہ یہ ہے تیرے جیسا بادشاہ جہان میں کسی کو نہیں ملا

شرح - زندگی کا لطف اگر ہے تو دوست کے جمال کے ساتھ ہے اور باغ یعنی دنیا رہنے کے قابل اور اس
لائق اسی حالت میں ہوتی ہے جبکہ معشوق حقیقی کا جلوہ نظر آئے ورنہ جب یہ نہیں تو وہ بھی نہیں، یعنے جس شخص نے
نہیں سمجھا کہ دنیا میں زندگی کا لطف کیونکر اور کس طرح حاصل ہوسکتا ہے تو یہ سمجھنا چاہیئے کہ مُردہ ہے۔

۱- اللہ تعالےٰ فی الحقیقت لامکان اور بے نشان ہے اگر یہ بات نہ ہوتی تو تمہیں پتہ ضرور لگتا کہ وہ کہاں ہے یا یہ
کہ ہم ہی بے خبر ہیں اور اصل بات یہ ہے کہ وہ ہر جگہ حاضر و ناظر ہے کسی خاص جگہ میں محدود نہیں مگر ہم ہی بے خبر ہیں
مرزا عبدالقادر بیدل رح فرماتے ہیں ؎

نگہ بیچارہ چو شبنم ز شرم بے باکی آب گردد — اگر بداند کہ بے محابا بجلوہ گاہے کہ نزا مد

خواجہ عطار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

چشم بکشا کہ جلوۂ دلدار — متجلی است از در و دیوار
او بہ پیش تو ایستادہ چو سرو — سر فرو بردۂ تو نرگس وار

۲- شبنم پانی ہے لیکن عشق کے رستہ میں یہ پانی بھی آگ کا سمندر ہے یہ شعر نہایت لطیف ہے خود شبنم کا قطرہ ایک
دریائے آتش ہے اور حضرت عشق نے اس کو ایسا بنا رکھا ہے۔ افسوس ہے کہ لفظوں میں ہم اس کی کیفیت بیان نہیں
کرسکتے اور عوام الناس اس کو سمجھ نہیں سکتے۔

۳- دنیا میں وہی لوگ آرام سے بیٹھتے ہیں جو قناعت کرتے ہیں ورنہ ترقی کا راستہ بند نہیں نہ اس کی کوئی انتہا ہے۔ ہمیشہ
دوڑ مگر آرام سے بیٹھنا نصیب نہ ہوگا۔ مرزا عبدالقادر بیدل فرماتے ہیں ؎

سخت نایاب است مطلب ورنہ کوشش کم نبود — بیدماغاں طلب را جادہ ہم منزل است

ہماری کوششوں کی غرض یہ ہے کہ آرام و راحت حاصل ہو تو دوڑ دھوپ ہمیشہ آرام ملے تو بھی کچھ بات ہے۔
مگر یہاں تو یہ کیفیت ہے کہ تمام عمر تکلیفیں اٹھاؤ جس کے یہ معنے ہیں کہ راحت تمام عمر میسر نہیں اس لئے مناسب یہی ہے کہ
کوشش سے ہی کنارہ کریں اور قناعت اختیار کرکے ایک جگہ بیٹھ رہیں مگر یہ کام بھی کچھ آسان نہیں بہر حال قناعت
بھی ویسی ہی تکلیف دہ ہے جیسا کہ کوشش اور سچ تو یہ ہے کہ کوشش کے ساتھ اگر عشق ہو تو تمام تکلیفوں کا خاتمہ ہو جاتا ہے
اور مطلب بھی حاصل ہو جاتا ہے ہم تو قناعت کے معنے عشق ہی سمجھتے ہیں۔

۴- چنگ خمیدہ پشت ہوتا ہے اور اسی سے نغمہ دلکش کی صدائیں کان میں آتی ہیں جو عشرت کی دعوت کے ہم معنے ہیں
چنگ کو خمیدہ پشت ہونے کی وجہ سے بوڑھے سے تشبیہ دی گئی ہے اور بوڑھے کی نصیحت پر ضرور عمل کرنا چاہیئے۔ مطلب یہ ہے کہ ہر وقت
عشرت میں بسر کرو آخر کام تو بڑھاپا ہی ہے۔

۵- رقیب کے معنے اس جگہ بھی شیطان اور نفس امارہ ہیں یعنے اگر نفس امارہ بوجہ مجاہدہ اور ریاضت ایسا صاف ہو کہ نورانی

ہو جاوے پس بھی اس کا اعتبار نہ کرنا چاہیئے۔ نفس کشی سے لاف و گزاف اور اپنے مرتبہ کی بلندی کا غرور پیدا ہو جاتا ہے جو نہایت برا ہے شمع کا سر کاٹتے جاؤ تو اور روشن ہوتی ہے اس لئے نفس کشی سے قلب میں نور اور نور علی نور پیدا ہوتا ہے مگر جب اس کو یہ معلوم ہوتا ہے کہ اب میرا مرتبہ ایسا اور ایسا ہو گیا تو اتراتا ہے۔ یہ تکبر ہی گمراہی کا باعث ہے اس لئے کبھی اس پر اعتبار نہ کرو اور اس کی سرکوبی میں مشغول رہو۔

۷۔ ایک ہی مصرع کو تکرار سے شعر بار بار کہا ہے یہ خواجہ حافظ رح کے کلام کی خوبی ہے کہ امر واقع کو صرف تکرار شعر سے ظاہر کر رہا ہے قاعدہ ہے کہ جب ہم کسی چیز سے موثر ہوتے ہیں تو اس کے لطف کو قائم رکھنے کے لئے اس کا تکرار کرتے ہیں جھومتے ہیں اور بار بار ایک ہی فقرہ کو دہراتے ہیں۔ خواجہ صاحب نے یہی کیفیت اس شعر میں پیدا کر دی ہے یعنے وہ لطف جو دوست کی صحبت میں حاصل ہوتا ہے دوست کی فرقت میں کہاں اور تکرار سے یہ بھی ظاہر کر دیا ہے کہ دوست کی صحبت کا لطف ایک کیفیت ہے اور یہ کیفیت فرقت میں میسر نہیں یعنے دونوں کیفیتیں تکرار شعر سے ایک وقت میں پیدا کر دی ہیں۔ ہمارے سامنے اس حالت کا نقشہ بھی کھچ جاتا ہے جو وصل میں ہو اور اس کے ساتھ اس کو بھی محسوس کرتے ہیں جو ہجر میں ہو اور لطف یہ ہے کہ شعر میں صاف صاف لفظوں میں کسی ایک کو بھی بیان نہیں کیا گیا خواجہ رح کی شاعری کا بلند مرتبہ اس سے قیاس ہو سکتا ہے کہ چند لفظوں میں کیا بات پیدا کی ہے۔

۸۔ قارون کی نسبت مشہور ہے کہ اس کے پاس بے شمار دولت تھی گر بخیل حد درجہ کا تھا حضرت موسیٰ علیہ السلام اس کو خیرات کے کاموں میں روپیہ صرف کرنے کے لئے کہتے۔ نہ مانا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ معہ خزانہ کے زمین میں دھنس گیا۔ گل کے اندر جو زرد و زردسی خاک ہوتی ہے اس کو زر کہتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ گل کے کان میں قارون کا قصہ بیان کر دو کہ اگر وہ بھی بخیلی کرے گا تو آخر خاک میں ملے گا۔ گل کی شکل کان کے مشابہ ہے۔ یہ شعر کا نفظی لطف ہے مطلب یہ ہے کہ زر ہر تونیکی کے کاموں میں صرف کرو ورنہ تمہارے کام آئیگا اور نہ کسی اور کے۔

۹۔ معلوم ہوتا ہے کہ کسی وقت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نے کسی شاعر کو استاد سمجھ رکھا تھا۔ اور اسکی نسبت یہ گمان تھا کہ اس کا کلام استادانہ ہے۔ مگر جب اس کے اشعار پر غور کیا۔ تو دیکھا کہ آورد ہی آورد ہے۔ آمد نہیں۔ یعنے قدرت نے اس کو شاعر نہیں بنایا۔ اور طبیعت کی قدرتی روانی اس کے کلام میں نہیں پائی جاتی۔

۱۰۔ صوفیہ کرام میں ایک فرقہ "ملامتی کہلاتا ہے" جن کا ظاہر حال ایسا ہوتا ہے کہ لوگ ان کو "ملامت" کرتے ہیں۔ شیطان کی نسبت اکثر اہل اللہ کا یہ خیال ہے کہ عاشق خدا ہے گر لوگ اس کو گمراہ سمجھتے ہیں۔ خواجہ رحمۃ اللہ علیہ ملامت پسند کرتے ہیں۔

جہاں زابروئی عید از ہلال وسمہ کشید جہاں نے عید کے ابرو پر ہلال سے وسمہ لگایا۔	۱	**ہلال عید برابروئے یار باید دید** عید کا چاند یار کے ابرو پر دیکھنا چاہیئے۔
شکستہ گشت چو پشت ہلال قامت من ہلال کی طرح میرا قد ٹوٹ گیا۔	۲	**کمان ابروئی یارم کہ بار وسمہ کشید** میرے یار کی کمان ابرو نے کتنی بار وسمہ لگایا

۱۴

ز شوق لعل تو حافظ نوشت شعری چند

تیرے لعل لب کی شوق میں حافظ نے چند شعر لکھے

بخوان تو نظمش و در گوش کش چو مروارید

تو اس کی نظم پڑھ اور کان میں موتیوں کی طرح ڈال ۔

۱۔ شرح۔ وسمہ کشیدن محاورہ ہے جس کے معنے زیب و زینت کے ہیں مطلب یہ ہے کہ جہان کے چہرہ پر عید بمنزلہ ابرو کے ہے اور اس کی زیبائش ہلال ہوئی ہے اور لوگ خوش ہیں ۔ مگر ہماری عید تو یار کے ابرو دیکھنے سے ہوتی ہے ۔

۳۔ آیۃ وان یکاد الذین کفروا الخ نظر بد کے اثر سے بچنے کیواسطے پڑھتے ہیں مطلب یہ ہے کہ لوگ تیرے حسن کا نظارہ کرتے ہیں تو کچھ فکر نہ کر کیونکہ خط تیرے چہرہ پر آیت وان یکاد ہے اس لئے نظر نہیں لگ سکتی لطف یہ ہے کہ خط کے آنے سے حسن پوشیدہ ہو جاتا ہے بلکہ جاتا رہتا ہے مگر جب خود یہ خط آیۃ "وان یکاد" ہو تو حسن کے زائل ہونے کی کوئی صورت نہیں ۔

۱

جمالت آفتاب ہر نظر باد

خدا کرے کہ تیرا حسن ہر ایک شخص کی نظر میں سورج بن کر چمکے

ز خوبی روی خوبت خوبتر باد

خوبی کے باعث تیرا خوبصورت چہرہ زیادہ خوبصورت ہو

۲

ہمای اوج شاہین شہپرت را

تیرے اقبال کا ہما شاہین شہپر ہے ۔

دل شاہان عالم زیر پر باد

دنیا کے بادشاہوں کا دل اس کے پر کے سایہ کے نیچے ہو

۳

دلی کو بستۂ زلفت نباشد

وہ دل جو تیری زلف میں بندھا ہوا نہیں ہے

ہمیشہ غرقۂ خون جگر باد

ہمیشہ جگر کے لہو میں غرق رہے ۔

۴

بتا چون غمزہ ات ناوک گشاید

اے معشوق جب تیرا غمزہ تیر چلاتا ہے ۔

دل مجروح من پیشش سپر باد

میرا زخمی دل اس کے سامنے ڈھال بن جائے

۵

چو لعل شکرینت بوسہ بخشد

جب تیرا میٹھا لعل لب بوسہ عنایت کرے

مذاق جان من زو پر شکر باد

میری جان کا ذائقہ اس سے شکر بن جائے

۶

مرا از تست ہر دم تازہ عشقی

مجھے ہر دم تجھ سے محبت بڑھتی ہے ۔

ترا ہر ساعتی حسنی دگر باد

ہر گھڑی تیرا حسن دوبالا ہو ۔

بجان مشتاق روئے تست حافظ

حافظ تیرے چہرہ کے دیکھنے کا دل مشتاق ہے

ترا بر حال مشتاقاں نظر باد

تجھے بھی مشتاقوں کے حال پر نگاہ ہو

۹ - شرح :- اس شعر میں خواجہ صاحب نے معرفت کا ایک لطیف نکتہ بیان کیا ہے جو "کل یوم ھو فی شان" کا راز ہے یعنے تجلیات شہودی ہر آن نئی نئی جلوہ افروز ہوتی ہیں اور اس سے ہمارا بھی یہ حال ہے کہ ہر آن نیا عشق پیدا ہوتا ہے۔

چو روئیت چہرہ مہ تابان نباشد	۱	چو قدت سرو در بستان نباشد
تیرے چہرہ کی طرح چاند اور سورج بھی روشن نہیں ہیں		تیرے قد کی طرح باغ میں سرو بھی نہیں ہے
چو لعل و لؤلؤت در دلفروزی	۲	دُر دریا و لعل کاں نباشد
تیرے لب لعل اور موتی سے دانت ایسے دل لبھانے والے ہیں		کہ دریا میں موتی اور کان میں لعل بھی ایسے نہیں
میان خط سبزت لعل نوشیں	۳	عجب گر چشمۂ حیوان نباشد
تیرے سبز خط کے درمیان لعل لب		تعجب ہے اگر یہ آبحیات کا چشمہ نہ ہو
چو فندق پستہ اش خندد بعالم	۴	چرا بادام من گریاں نباشد
جب فندق کی طرح اس کا پستہ (لب) میرے حال پر ہنسی اڑاتا ہے		میرا بادام (آنکھیں) پھر کیوں نہ روئے
سواد کفر زلف او کہ دل را	۵	بروئے تو ازاں ایماں نباشد
اس کی زلف کی کفر کی سیاہی سے دل کو		تیرے چہرہ کی قسم ایمان حاصل نہیں ہو سکتا
بتو نسبت نباشد ہیچ تن را	۶	نہ تن باللہ کہ مثلت جاں نباشد
کسی تن کو تیرے ساتھ مناسبت نہیں ہے		نہ صرف تن بلکہ خدا کی قسم تیری جیسی کسی کی جان بھی نہیں ہے
اگرچہ ہست شیریں شعر حافظ	۷	چو لعل خسرو خوباں نباشد
اگرچہ حافظ کے شعر شیریں ہیں		مگر خسرو خوباں کے لب لعل جیسے نہیں ہیں

۴۔ شرح۔ لبوں پر سبزۂ خط گویا سبز گھاس ہے جو آبحیات کے چشمہ کے گرد اُگا ہوا ہے مطلب یہ کہ اس کے لب تک رسائی ہو تو زندگی ملتی ہے ؛

۷۔ شیریں اور خسرو کا قصّہ مشہور ہے شعر میں لطف پیدا کرنے کے لئے یہ دو لفظ استعمال کئے گئے ہیں۔ مگر اس جگہ ان کے لفظی معنے لئے گئے ہیں خسرو خوباں کے معنے حسینوں کا سردار ؛

۱

چو آفتاب مَی از مشرق پیالہ برآید

جب شراب کا سورج پیالہ کے مشرق سے نکلے

ز باغ عارض ساقی ہزار لالہ برآید

تو ساقی کے رخسار کے باغ سے ہزار لالہ پیدا ہوتا ہے

۲

نسیم در سر گل بشکند کلالۂ سنبل

نسیم گل کے سر پر سنبل کی بل کھولتی ہے

چو در میان چمن بوئی آں کلالہ برآید

جب باغ میں ... کی زلفوں کی خوشبو پہنچتی ہے

۳

حکایت شب ہجراں نہ آں شکایت حال است

فرقت کی رات کا قصہ یہ حال کی شکایت نہیں ہے

کہ شمۂ ز بیانش بصد رسالہ برآید

... بیان کا کچھ تھوڑا حصہ سو رسالوں میں ختم ہو جائے

۴

ز گرد خوان نگون فلک مدار توقع

آسمان کے سرنگوں دسترخوان سے یہ امید نہ رکھ

کہ بی ملالت صد غصہ یک نوالہ برآید

کہ سوا ... رنج و غصہ کے تجھے ایک لقمہ میسر ہوگا ؛

۵

گرت چو نوح نبی صبر ہست در غم طوفاں

اگر نوح علیہ السلام کی طرح تجھے غم کے طوفان میں صبر حاصل ہے

بلا بگردد و کام ہزار سالہ برآید

تو بلا دور ہو جائے گی اور ہزار سال کا کام پورا ہو جاوے گا

۶

بسعی خود نتواں برد پی بگوہر مقصود

اپنی کوشش سے تو گوہر مقصود ہاتھ لگنے سے رہا

خیال باشد کایں کار بی حوالہ برآید

یہ خیال ... ہے کہ بغیر قسمت کے کام ہو جائے گا ؛

۷

نسیم وصل تو گر بگذرد بتربت حافظ

اگر تیرے وصل کی ہوا حافظ کی قبر پر سے گزرے

زخاک کالبدش صد ہزار نالہ برآید

اس کے جسم کی خاک سے ہزار نالہ و فغاں پیدا ہوگا

۱۔ شرح۔ شراب سرخ کو آفتاب سے تشبیہ دی ہے چونکہ آفتاب مشرق سے طلوع ہوتا ہے اس لئے پیالہ جو شراب کے نکلنے کی جگہ ہے مشرق ہے۔ یعنے جس وقت ساقی شراب پیالہ میں ڈال کر پیش کرتا ہے ؛

۲
دلا چو غنچه شکایت ز بخت بسته مکن
اے دل غنچہ کی طرح شکایت نہ کر کہ بخت بند ہے
که باد صبح نسیم گره گشا آورد
کیونکہ صبح کی ہوا گرہ کھولنے والی نسیم کو لائی ہے

۳
رسیدن گل و نسرین بخیر و خوبی باد
گل اور نسرین کا آنا مبارک ہو
بنفشه شاد و خوش آمد سمن صفا آورد
بنفشہ خوش رہے اور سمن خوش آمدید کا مژدہ ہے

۴
علاج ضعف دل ما کرشمه ساقیست
میرے ضعیف دل کا علاج ساقی کا کرشمہ ہے
برآر سر که طبیب آمد و دوا آورد
سر اٹھا کر دیکھ طبیب آیا ہے اور دوا لایا ہے

۵
صبا بخوشخبری هدهد سلیمان است
صبا خوشخبری کے باعث ہدہد سلیمان بن گئی
که مژده طرب از گلشن سبا آورد
کیونکہ صبا کے باغ سے عیش و عشرت کا مژدہ لائی ہے

۶
چه راه میزند او مطرب مقام شناس
مطرب مقام کو سمجھنے والا کیا اچھا گا رہا ہے
که در میان غزل قول آشنا آورد
کہ غزل کے درمیان دوست کی باتیں بیان کرتا ہے

۷
تو نیز باده بچنگ آر و راه صحرا گیر
تو بھی شراب پر قبضہ جما اور صحرا کی راہ لے
که مرغ نغمه سرا ساز خوش نوا آورد
کیونکہ مرغ نغمہ سرا کیا اچھا ساز لایا ہے

۸
مرید پیر مغانم ز من مرنج ای شیخ
میں پیر مغاں کا مرید ہوں اے شیخ مجھ سے رنجیدہ نہ ہو
چرا که وعده تو کردی و او بجا آورد
کیونکہ وعدہ تو نے کیا تھا اور پورا اس نے کیا

۹
بتنگ چشمی آن ترک لشکری نازم
اس ترک جنگجو کی تنگ چشمی پر ناز کرتا ہوں
که حمله بر من مسکین یک قبا آورد
کہ مجھ مسکین پر حملہ کیا جس کے پاس ایک قبا تھی

۱۰
فلک غلامی حافظ کنون بطوع کند
آسمان بخوشی خاطر حافظ کی اب غلامی کرتا ہے
که التجا بدر دولت شما آورد
کیونکہ آپ کے در دولت پر التجا لایا ہے

۱۔ شرح:۔ ساقی تو پہلے بھی وہی تھا جو اب ہے مگر یہ ستی جواب رونما ہوئی بالکل نئی بات ہے۔ اس لئے اسی شراب کا خاصہ ہے۔ جواب پلائی گئی ہے۔ شراب توحید جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعہ نصیب ہوئی کچھ عجیب کیفیت رکھتی ہے ورنہ پہلے بھی وہی خداوند تھا جو اب ہے۔

۲۔ قبض کی شکایت بے فائدہ ہے کیونکہ رحمت آگئی ہے۔ بسط کا دروازہ کھل گیا ہے۔

۳۔ ملکہ سبا یعنے بلقیس اور حضرت سلیمان علیہ السلام کا قصہ مشہور ہے حضرت سلیمان علیہ السلام کے ایک سواری کا نام ہدہد تھا۔ مگر تاریخی واقعہ قصہ کہانی طوطا مینا کی بن گیا ورنہ اصل حقیقت یہی ہے کہ ملکہ بلقیس سلطنت سبا جو یمن اور ارض سبا کے کچھ حصہ پر پھیلی ہوئی تھی حکمران تھی۔ بذریعہ ہدہد حضرت سلیمان علیہ السلام کو اس ملکہ کے جاہ وجلال وغیرہ کی خبر ہوئی۔ آخر خود ملکہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی ملاقات کو آئی۔

۴۔ لفظ مقام۔ اصطلاح صوفیہ کرام سلوک کے راستہ میں وہ منزل ہے جہاں سالک کو کچھ عرصہ ٹھیرنا پڑتا ہے مثلاً مقام فقر وغنا وحیرت وغیرہ۔ بلکہ ایسا ہوتا ہے کہ بعد طے مراحل سلوک سالک کسی ایک مقام پر ہمیشہ کے لئے قیام کرتا ہے مطرب سے مراد مرشد ہے۔ یعنی مرشد کامل جو سلوک کے ہر ایک مقام سے واقف ہے وہ نکات معرفت بیان کرتا ہے کہ خود بخود عشق حقیقی پیدا ہوجاتا ہے

۵۔ مطرب مقام شناس سے مراد رسول کریم ہیں جو مقام محمودیت سے واقف ہیں۔ قول آشنا سے مراد قرآن ہے جو کلام اللہ ہے

۶۔ شیخ نے تو صرف وعدہ ہی وعدہ کیا کہ کل شراب طہور وقصور ملیں گے مگر ہمارے پیر نے اس وعدہ کو پورا پورا کردیا اور شراب معشوق غرض وہ نعمتیں جنکا وعدہ شیخ نے کل پر اٹھا رکھا تھا مہیا کردیں ایسے ہمارا پیر ہی اس قابل ہے کہ اسکے ہاتھ پر بیعت کیجائے

۷۔ زاہد تم پیو نہ کسی کو پلا سکو کیا بات ہے تمہاری شراب طہور کی۔

چو دست بر سر زلفش زنم بتاب رود جب اسکی زلف پر ہاتھ ڈالتا ہوں تو پیچ وخم کھاتی ہے	۱	ور آشتی طلبم بر سر عتاب رود اور اگر آشتی اور صلح طلب کروں تو عتاب کرتی ہے
چو ماہ نو رہ نظارگان بیچارہ ہلال کی طرح بیچارے دیکھنے والوں کی راہ	۲	زند بگوشہ ابرو و در نقاب رود ابرو کے گوشہ سے مارتا ہے پھر نقاب میں چھپ جاتا ہے
طریق عشق پر آشوب فتنہ است ای دل اے دل عشق کا راستہ پر آشوب اور فتنہ انگیز ہے	۳	بیفتد آنکہ دریں راہ باشتاب رود وہ گرتا ہے جو اس راستہ میں جلدی چلتا ہے
گدائی در جانان بسلطنت مفروش معشوق کے دروازہ کی گدائی سلطنت کے عوض مت بیچ	۴	کسے ز سایہ ایں در بآفتاب رود اس دروازہ کے سایہ سے آفتاب تک رسائی ہو سکتی ہے
حباب را چو فتد باد نخوت اندر سر بلبلہ کے سر میں جب تکبر کی ہوا سماتی ہے	۵	کلاہ داریش اندر سر سراب رود اس کی کلاہ داری سراب کے حوالہ ہوتی ہے۔

شب شراب خرابم کند به بیداری رات جیسے شراب مجھے بیداری میں خراب کرتی ہے	۶	وگر بروز حکایت کنم بخواب رود اور اگر دن کو یہ ماجرا سناؤں تو سو جائے
مرا تو عہد شکن خواندہ و میترسم تو نے مجھے بے وفا کہا ہے ڈرتا ہوں کہ	۷	کہ با تو روز قیامت ہمیں خطاب رود کہ قیامت کے روز تجھے بھی یہی کہیں گے
دلا چو پیر شدی حسن و ناز کی مفروش اے دل جب تو بوڑھا ہو گیا حسن اور ناز کا اظہار نہ کر	۸	کہ این معاملہ با عالم شباب رود کہ یہ باتیں جوانی میں ہی زیب دیتی ہیں
سواد نامۂ موی سیاہ چون شد طے جب سیاہ بالوں کی کتاب ختم ہو گئی	۹	بیاض کم نشود ور صد انتخاب رود تو بیاض (سفیدی) کم نہ ہوگی اگر سو انتخاب کریں
	۱۰	تو خود حجاب خودی حافظ از میان برخیز اے حافظ تو اپنا حجاب آپ ہے درمیان سے اٹھ خوشا کسے کہ درین راہ بی حجاب رود وہ خوش قسمت ہے جو اس راستہ میں بے حجاب گیا

۴- یعنے عشق کے راستہ میں جو پرخطر بھی ہے اور بے نہایت ... ہی سالک کو راستہ ہی میں بیدم کر دیتی ہے یہاں آہستہ آہستہ احتیاط اور منزل منزل چلنا چاہیے ... جلدی جانا ترسعت فرمائی ہے

۵- جب بلبلہ کے سر میں تکبر کی ہوا سمائی ہے تو پیدا ہوتا ہے اور فنا ہو جاتا ہے "کلاہ" نشان سرداری اور غرور و تکبر ہے "سراب" وہ نظارہ ہے جو عموماً ریگستانوں اور بے آب و گیاہ بیابانوں میں دکھائی دیتا ہے سورج کی کرنیں دور سے زمین پر پڑتی ہیں اور دور سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ پانی ہے۔ گو درختوں کا سایہ بھی پانی میں نظر آتا ہے۔ پیاسا اس پانی کی طرف جاتا ہے مگر یہ نظارہ دور تر نظر آتا ہے اس کو ہندی میں "مرگ جل" کہتے ہیں۔ ہرن بھی پیاس کے مارے اس سراب کے پیچھے دوڑتے ہیں مگر پانی نہیں ملتا اور دور نظر آتا ہے۔

یہی کیفیت انسان کی ہے کہ جب بادِ نخوت اس کے سر میں سماتی ہے تو وہ درحقیقت سراب کا تعاقب کرتا ہے اور آخر مایوس ہوتا ہے۔

۶- رات کو تو دیسے سونے نہیں دیتی اور دن خود سو جاتی ہے بہرحال مجھے خراب کرتی ہے۔

۶- "شب شراب" کے معنے وہ رات ہے جو شراب نوشی میں صرف ہو اس شعر کا مطلب یہ ہے کہ ایسی رات جو شراب نوشی میں بسر ہو مجھ کو بیدار رکھتی ہے اور راتوں کی بے خوابی خرابی کا باعث ہوتی ہے یعنے شراب عشق میری راتوں کو بیدار رکھتی ہے اور ہم معشوق کے تصور میں جاگتے رہتے ہیں یا رات مشاہدہ میں بسر کر دیتے ہیں مگر ان کو وقت

...ب ہنر کا ہے نہ کہ خواب کا۔ مگر ہمارا محبوب بھی عجب ضدی ہے نہ رات کو تو یوں ہمیں بیدار رکھتا ہے اور دن کو
...و سو جاتا ہے یعنی رات کے وقت مشاہدہ تجلیات میں آرام کرنے نہیں دیتا اور دن کے وقت اگر اسی مشاہدہ کی طرف
...ع کرتا ہوں تو تجلیات محجوب ہوتی ہیں وصل میں بھی وہی خرابی ہمارے لئے ہے جو ہجر میں ہے مضمون ہمیں کوئی
...قع نہیں دیتا کہ ہم کچھ حرف مطلب بھی کسی وقت زبان پر لاویں:

... - وقت پیری شباب کی باتیں ❖ ایسی ہیں جیسے خواب کی باتیں:

... جب تمام بال سفید ہو گئے تو خواہ کتنے ہی اکھڑواؤ سفیدی تو کسی طرح کم نہیں ہوتی:
...۹۹ قطعہ بند ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ جوانی میں حسن و ناز زیبا ہے۔ مگر پیری میں عیوب ہے۔ کیونکہ محض بناوٹ ہوتی ہے
...ڑھی میں جب سفید بال آنے لگے تو پیری کا آغاز ہو گیا۔ اب اگر سوچنا ہے ان کو اکھڑواتے رہو تو کب تک سفیدی تو
...ہتی جاویگی بال اکھڑوا کر جوان بننے سے تو رہے حسن و ناز کی تو شباب کا حصہ ہے:

اس شعر میں سواد اور نامہ اور روئے سیاہ اور بیاض اور انتخاب لطیف مناسبت ہے۔ بیاض کے معنے سفید
...ی ہے اور کسی شاعر کے کلام کا مجموعہ دیوان یا کلیات بھی ہے عموماً بیاض دو چند غزلیں یا کلام ہوتا ہے
...ر انتخاب کے لعد ہے اور یہ کلام اعلےٰ پایہ کا ہوتا ہے مگر عمر کا بیاض کچھ اور ہی ڈھب کا ہے کہ خواہ کتنے ہی سفید بال اکھڑواؤ کالے
...تی سیاہ ہی رہیں۔ مگر اس بیاض میں کوئی فائدہ نہیں بدلی اس سے انتخاب سے کچھ فائدہ نہیں ہے

---

۱ حسب حالی ننوشتیم و شد ایامی چند
اپنا حال نہ لکھا اور کئی دن گذر گئے
قاصدی کو کہ فرستم بتو پیغامی چند
قاصد کہاں ہے کہ تیرے پاس کچھ پیغام بھیجوں:

۲ ما بدان مقصد عالی نتوانیم رسید
ہم بلند مقصد تک نہیں پہنچ سکتے:
ہم مگر پیش نہد لطف شما گامی چند
ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ آپکی مہربانی چند قدم آگے بڑھ آئے

۳ چون می از خم بسبو رفت و گل افگند نقاب
جب شراب مٹکے سے پیالہ میں گئی اور گل نے نقاب اٹھا...
فرصت عیش نگہدار و بزن جامی چند
عیش کا وقت ہاتھ سے نہ دے اور چند جام پی لے

۴ قند آمیختہ با گل نہ علاج دل ماست
گل کے ساتھ قند ملا کر دینا میرے دل کا علاج نہیں ہے
بوسہ چند بیامیز بدشنامی چند
چند بوسے گالیوں کے ساتھ ملا کر دے:

۵ ای گدایان خرابات خدا یار شماست
اے خرابات کے فقیرو خدا تمہارا یار ہے
چشم انعام مدارید ز انعامی چند
چوپایوں سے انعام کی امید مت رکھ

۶ زاہد از کوچہ رندان بسلامت بگذر
اے زاہد رندوں کی گلی سے سلامتی سے گذر جا
تا خرابت نکند صحبت بدنامی چند
تاکہ تجھے چند بدنام آدمیوں کی صحبت خراب نہ کرے

٧ عیب می جمله بگفتی هنرش نیز بگو
شراب کی تمام برائیاں تونے بیان کیں اسکے ہنر بھی بیان کر
نفی حکمت مکن از بهر دل عامی چند
چند عام آدمیوں کے لئے حکمت کا انکار نہ کر

٨ پیر میخانه چه خوش گفت بدردی کش خویش
شراب خانہ کے پیر نے کل اپنے تلچھٹ پینے والے کو کیا اچھا کہا
که مگو حال دل سوخته با خامی چند
کہ جلے ہوئے دل کا حال خام آدمیوں سے بیان نہ کر

٩ حافظ از تاب رخ مهر فروغ تو بسوخت
حافظ تیرے سورج جیسے روشن چہرہ کے سامنے جل گیا
کامگارا نظری کن سوی ناکامی چند
اے کامگار ناکام کی طرف اک نظر کر

١ حسن تو همیشه در فزون باد
تیرا حسن ہمیشہ ترقی پر ہو
رویت همه سال لاله گون باد
تیرا چہرہ تمام سال سرخ رہے

٢ اندر سر من هوای عشقت
میرے سر میں تیرے عشق کی ہوا
هر روز که هست در فزون باد
دن بدن ترقی پر رہے

٣ قد همه دلبران عالم
تمام عالموں کے معشوقوں کے قد
در خدمت قامتت نگون باد
تیری خدمت میں جھکیں

٤ هر سرو که در چمن بر آید
ہر ایک سرو جو چمن میں پیدا ہوتا ہے
پیش الف قدت چو نون باد
تیرے الف قد کے سامنے نون (خمیدہ) ہو

٥ چشمی که نه فتنهٔ تو باشد
وہ آنکھ جو تیرا فتنہ نہیں ہے
از گوهر اشک غرق خون باد
آنسوؤں کے موتیوں سے خون میں غرق ہو

٦ هر جا که دلیست در غم تو
جہاں کہیں تیرے غم کا مارا دل ہے
بی صبر و قرار و بی سکون باد
بغیر صبر و قرار اور سکون کے ہو

۷ چشم تو ز بهر دلربائی — در کردن سحر ذوفنون باد

تیری آنکھ دل اڑانے کے سے لئے — جادو کرنے میں صاحب کمال ہوئے

۸ هر کس که به هجر تو نه نازد — از حلقهٔ وصل تو برون باد

جو کوئی تیرے ہجر سے نہ نبھائے — تیرے وصل کے دائرہ سے باہر ہو

۹ لعل تو که هست جان حافظ
دور از لب هر خسیس دون باد

تیرا لعل لب جو حافظ کی زندگی ہے
ہر ایک کمینہ خسیس سے دور رہے

---

۱ خسروا گوی فلک در خم چوگان تو باد — ساحت کون و مکان عرصهٔ میدان تو باد

اے بادشاہ فلک کا گیند تیرے چوگان کے خم میں ہو — تیرے میدان میں کون و مکان کی وسعت سما جائے

۲ همه آفاق گرفت و همه اطراف گشاد — صیت خلق تو که پیوسته نگهبان تو باد

تمام دنیا پہ قبضہ کر لیا ہے اور تمام طرف فتح کئے — تیری خلق کی شہرت نے جو ہمیشہ تیری نگہبان ہو

۳ زلف خاتون ظفر شیفتهٔ پرچم تست — دیدهٔ فتح ابد عاشق جولان تو باد

خاتون ظفر کی زلف تیرے پرچم کی عاشق ہے — فتح ابد کی آنکھ تیری جولانی کی عاشق ہو

۴ ای که انشای عطارد صفت شوکت تست — عقل کل چاکر طغراکش دیوان تو باد

جو کچھ عطارد لکھتا ہے وہ تیری شوکت کی صفت ہے — تیرے دیوان کی طغرا کش عقل کل ہو

۵ طیرهٔ جلوهٔ طوبی قد دلجوی تو شد — غیرت خلد برین ساحت ایوان تو باد

تیرا دل لبھانے والا قد طوبے کے جلوہ کو ماند کرتا ہے — تیرے ایوان کی وسعت خلد بریں کو شرمندہ کرتی ہو

۶ نه به تنها حیوانات و نباتات و جماد — هر چه در عالم امر است بفرمان تو باد

صرف حیوانات و نباتات و جمادات ہی نہیں — بلکہ جو کچھ کہ موجود ہے تیرا مطیع اور فرمانبردار ہے

حافظ خستہ باخلاص ثناخوان تو شد

بیمار حافظ اخلاص کے ساتھ تیرا ثنا خوان ہے

لطف عام تو شفابخش ثناخوان تو باد

تیری عام مہربانی تیرے ثنا خواں کو شفا بخشے

خوش ست خلوت اگر یار یار من باشد

تنہائی اچھی ہے۔ لیکن شرط یہ ہے کہ ہمارا یار ہو

۱ کہ من بسوزم و او شمع انجمن باشد

کہ میں جلوں اور وہ انجمن کی شمع ہو

من آن نگین سلیمان بہیچ نستانم

میں سلیمان کی اس انگشتری کو مفت بھی نہ لوں

۲ کہ گاہ گاہ درو دست اہرمن باشد

جو کبھی کبھی شیطان کے ہاتھ میں ہو

روا مدار خدایا کہ در حریم وصال

اے خدا یہ روا نہ رکھ کہ وصل کے مقام میں

۳ رقیب محرم و حرمان نصیب من باشد

رقیب تو محرم ہو اور محرومی میرے نصیب میں ہو

ہمای گو مفگن سایۂ شرف ہرگز

ہمائے کو کہو کہ شرف کا سایہ اس جگہ نہ ڈالے

۴ دران دیار کہ طوطی کم از زغن باشد

جہاں کوے سے کم قدر طوطی ہو

بیان شوق چہ حاجت کہ حال آتش دل

شوق کا اظہار کرنا کیا ضرور ہے کہ دل کی آگ

۵ توان شناخت ز سوزیکہ در سخن باشد

معلوم ہو سکتی ہے اس سوز سے جو کلام میں ہوتا ہے

ہوای کوی تو از سر نمیرود ما را

میرے سر سے تیرے کوچہ کی محبت نہیں جاتی

۶ غریب را دل آوارہ در وطن باشد

پردیسی کا آوارہ دل وطن میں ہی لگا رہتا ہے

بسان سوسن اگر دہ زبان شود حافظ

سوسن کی طرح اگر حافظ کی دس زبانیں ہوں

۷ چو غنچہ پیش تواش مہر بر دہن باشد

غنچہ کی طرح تیرے سامنے اس کے منہ پر مہر لگی ہوگی

۲- نشہ در روایت ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی انگشتری جس کی برکت سے آپ جن و انس پر حکومت کرتے تھے ایکدفعہ ایک جن کے ہاتھ لگی اور حضرت سلیمان علیہ السلام کی شان و شوکت شاہی جاتی رہی خواجہ فرماتے ہیں دنیا اور اسکی زینت کے کام کی جس پر شیطان کا قبضہ ہے یعنی دنیوی شان و شوکت خواہ بدرجہ کمال بھی میسر ہو ہیچ اور ناچیز ہے کہ اسکے تعلق کیساتھ وسوسہ شیطانی ہر وقت لگا رہتا ہے:

۱ خوش آمد گل وزاں خوشتر نباشد — که در دستت بجز ساغر نباشد

بہار کا آنا اچھا ہے مگر اس سے زیادہ اچھا نہیں ہو سکتا — کہ تیرے ہاتھ میں پیالہ کے سوائے کوئی چیز ہو

۲ زمانے خوشدلے دریاب دریاب — که دایم در صدف گوہر نباشد

دل کو خوش کرنے کا وقت حاصل ہو تو کر ہر مقصد ملا — کیونکہ صدف میں ہمیشہ گوہر نہیں رہتا ہے

۳ غنیمت داں و می خور در گلستاں — که گل تا ہفتہ دیگر نباشد

غنیمت سمجھ اور باغ میں شراب پی — کہ گل دوسرے ہفتہ تک نہیں رہنے کا

۴ عجب راہیست راہ عشق کانجا — کسی سر بر کند کش سر نباشد

عشق کا راستہ بھی عجیب راستہ ہے جہاں — وہ سر اٹھاتا ہے جس کا سر ہی نہیں رہتا

۵ بشوی اوراق اگر ہمدرس مائی — که علم عشق در دفتر نباشد

ورقوں کو دھو ڈال اگر میرا ہمدرس ہے — کیونکہ عشق کا علم دفتر میں نہیں ہوتا

۶ ز من بنیوش و دل در شاہدی بند — که حسنش بستہ زیور نباشد

میری نصیحت سن اور دل کسی معشوق سے لگا — ایسا معشوق کہ اس کا حسن زیور کا محتاج نہ ہوئے

۷ بیا اے شیخ در خمخانہ ما — شرابی خور که در کوثر نباشد

اے شیخ میرے شراب خانہ میں آ — ایسی شراب پی کہ کوثر میں بھی نہ ہو

۸ ایا پر لعل کردہ جام زریں — ببخشا بر کسے کش زر نباشد

اے شخص جس نے اپنے جام کو لعل (شراب) سے بھرا ہے — اس کے حال پر عنایت کر جس کے پاس زر نہیں ہے

۹ شراب بی خمارم بخش یارب — که با او ہیچ درد سر نباشد

اے خدا ایسی شراب بخش جس میں خمار نہ ہو — کہ اس کے ساتھ کوئی درد سر نہ ہو +

بنام ایزد بتے سیمیں تنم ہست انشاء اللہ میرے پاس ایسا سیم تن بت ہے	۱۰	**کہ در بتخانہ آزر نباشد** کہ آذر کے بت خانہ میں بھی ایسا نہیں
من از جاں بندہ سلطان اویسم میں جان و دل سے سلطان اویس کا غلام ہوں	۱۱	**اگرچہ یادش از چاکر نباشد** اگرچہ وہ اپنے چاکر کو یاد نہیں کرتا ہے
بتاج عالم آرائش کہ خورشید اس کے تاج کی قسم جو دنیا کو آراستہ کر رہا ہے سورج بھی	۱۲	**چنیں زیبندہ افسر نباشد** بھی اس طرح کا روشن تاج نہیں ہے

کسے گیرد خطا در نظم حافظ
وہی شخص حافظ کے کلام میں عیب نکالے گا

۱۳

کہ ہیچش لطف در گوہر نباشد
جس کے اصل میں کوئی خوبی نہ ہو گی

۸ - فنا ہو کر بقا حاصل ہوتی ہے۔ اول خودی کو محو کرنا چاہیئے اس کے بعد مقصود حاصل ہوگا۔ سر میں جو ہوا سمائی ہے اس کو نکال دو پھر سرافرازی حاصل ہو گی۔

۹ - ایسی شراب جس کا نشہ کبھی نہ اترے عشق حقیقی کے سوا اور کچھ نہیں۔ نہ کہ آب انگوری۔

۱۰ - امیر خسرو لکھتے ہیں ؎ اے چہرۂ زیبائے تو رشک بتان آذری ہر چند وصفت میکنم زاں صف تو بالاتری
آذر حضرت ابراہیم کے باپ کا نام ہے۔ توریت میں تارح لکھا ہے۔ مگر مشہور آزر ہی ہے۔ چونکہ تمام انبیا حضرت ابراہیم کی نسل سے ہیں اس لئے بتان آذری موزون اصطلاح ہے۔ جس سے اشارات میں تمام انبیا مراد ہیں خواجہ رحمۃ اللہ علیہ بھی یہی فرماتے ہیں کہ ہمارا بت اس پایہ کا ہے کہ تمام بتخانہ آذر میں اس کا مثل نہیں یعنے تمام انبیا سے افضل ہے صلی اللہ علیہ وسلم۔ اس شعر میں بنام ایزد نے خاص لطف پیدا کیا ہے۔ بنام ایزد کسی کی تعریف کرتے وقت بولتے ہیں مدعا یہ ہے کہ نظر بد دور ہو مگر ؎

زاحمد تا احد یک میم فرق است　　جہانے اندراں یک میم غرق است

یہ بت یہ نور خدا ہے۔ جس نے سموات اور ارض اور ما بینہما کو روشن کر دیا۔

خستگاں را چو طلب باشد و قوت نبود کمزور کو جب کسی چیز کے حاصل کرنے کی خواہش ہو لیکن حاصل کرنے کی طاقت نہ ہو	۱	**اگر تو بیداد کنی شرط مروت نبود** اگر تو بیداد کرے گا تو مروت سے بعید ہے

مصرع اول		مصرع دوم
ما جفا از تو ندیدیم و تو هم نپسندی ہم نے تجھ سے جفا نہیں دیکھی اور تجھے بھی تو پسند نہیں	۲	آنچه در مذهب ارباب فتوت نبود وہ بات جو جوانمرد والے لوگوں کے مذہب میں نہیں
تا که افسون نکند جادوئی چشم تو مدام جب تک تیری آنکھ کا سحر جادو نہیں کرتا	۳	نور در سوختن شمع محبت نبود محبت کی شمع کے جلنے میں نور نہیں ہوتا
چون چنین نیک ز سر رشتهٔ خود بیخبرم جب میں اس طرح اپنے انجام کار سے بے خبر ہوں	۴	آن مبادا که مددگاری فرصت نبود ایسا نہ ہو فرصت ہماری میری کوئی مدد نہ کرے
هر که آئینه صافی نشد از زنگ هوا جو کوئی ہوا و ہوس کے زنگ سے صاف آئینہ کی طرح نہ بنا	۵	دیده اش قابل رخسارهٔ حکمت نبود اسکی آنکھ حکمت کے رخسار کے دیکھنے کے قابل نہیں
خیره آن دیده که آبش نبرد گریهٔ عشق وہ آنکھ چندھیا جاوے کہ عشق کا رونا اسکی آبرو نہیں رکھتا	۶	تیره آن دل که درو نور مودت نبود وہ دل سیاہ ہے کہ جس میں مودت کا نور نہیں ہے
چون طهارت نبود کعبه و بتخانه یکیست جب پاکیزگی نہیں تو کعبہ اور بت خانہ دونوں ایک ہیں	۷	نبود خیر در آنخانه که عصمت نبود اس گھر میں خیر نہیں جس میں عصمت نہیں ہے
دولت از مرغ همایون طلب سایهٔ او دولت اس کے مبارک طلب سایہ کے مرغ کے ساتھ ہے	۸	زانکه با زاغ و زغن شهپر دولت نبود کوے اور چیل کے پروں کیسے تو دولت نہیں ہو
گر مدد خواستم از پیر مغان عیب مکن اگر میں نے پیر مغاں سے مدد طلب کی تو عیب نہ کر	۹	شیخ ما گفت که در صومعه همت نبود میرے شیخ نے یہ کہا ہے کہ خانقاہ میں ہمت نہیں ہوتی

حافظا علم و ادب ورز که در مجلس شاه

اے حافظ علم اور ادب حاصل کر کہ بادشاہ کی مجلس میں

هر کرا نیست ادب لایق صحبت نبود

جو کوئی ادب نہیں رکھتا صحبت کے لائق نہیں ہے

۵ - خواجہ کے اکثر شعر میں یہی مضمون ہے کہ تقوے سے آئینہ قلب کا زنگ دور کرنا چاہیے اس کے بعد نور کا

عکس صاف صاف اور متمیز نظر آئے گا۔ خواہشات نفسانی کا جس دل پر ہجوم ہو وہ زنگ آلودہ ہے۔ وہاں جمال یار کا عکس کہاں ہے؟

۷۔ طہارت صوفیہ کرام کی اصطلاح میں تطہیر القلب من ماسوی اللہ ہے یعنے قلب ایسا پاک وصاف ہو کہ غیر کا خیال تک اس کے نزدیک نہ آئے یہ انتہا سلوک ہے۔ جب سالک اس مرحلہ پر پہنچتا ہے تو اس کے لئے کعبہ و بت خانہ ایک ہے کیونکہ وہ کسی جگہ اور کسی وقت غیر کو نہیں دیکھتا۔ لیکن جب یہ حالت نہ ہو تو خواہ وہ کعبہ میں ہو بت پرست ہے۔ ع

اگر آلودہ احرام غیری　　ہمہ گر کعبہ باشی ننگ دیری

اگر از وہم غیر آگہیت نیست　　براہ کفر ہم گمراہیت نیست

عصمت بھی ایک اصطلاح ہے۔ گناہ عصمت کے مخالف ہے۔ "وجودک ذنب لا ذنب یقاس بہا"۔ خودی سے بڑھ کر کوئی اور گناہ نہیں اور اہل طریقت اسی کو گناہ کہتے ہیں۔ خانہ سے مراد وجود انسانی یعنے ایسے انسان میں کوئی بہتری کی امید نہیں جو خودی میں محو ہے جبتک خودی نہ مٹ جائے تبتک کوئی خیر کی امید نہیں جب خودی محو ہو گی تو غیر کا خیال بھی محو ہو گیا اور تطہیر القلب حاصل ہو گی

۱

دلبر برفت و دلشدگان را خبر نکرد
دلبر چلا گیا اور جو دل دے بیٹھے ہیں انکی خبر تک نہ لی

یاد حریف شہر و رفیق سفر نکرد
شہر کے ملاقاتی اور رستے کے رفیق کو یاد تک نہ کیا

۲

یا بخت من طریق محبت فرو گذاشت
یا تو میرے نصیب نے محبت کا طریقہ چھوڑ دیا

یا او بشاہراہ حقیقت گذر نکرد
یا وہی حقیقت کی شاہراہ سے نہیں گذرا

۳

من ایستادہ تا کنمش جان فدا چو شمع
میں کھڑا ہوں کہ شمع کی طرح جان فدا کر دوں

او خود گذر بما چو نسیم سحر نکرد
لیکن وہ نسیم صبح کی طرح ہم پر نہ گذرا

۴

گفتم مگر بگریہ دلش مہربان کنم
میں نے کہا کہ شائد رو رو کر اس کا دل مہربان بناؤں

در سنگ خارہ قطرۂ باران اثر نکرد
سنگ خارا میں مینہ کے قطرے نے اثر نہ کیا

۵

ہر کس کہ دید روی تو بوسید چشم من
جس کسی نے تیرا چہرہ دیکھا میری آنکھوں کو چوما

کاری کہ کرد دیدۂ من بی نظر نکرد
جو کام میری آنکھ نے کیا وہ بغیر نظر کے نہیں کیا

۶

در حیرتم کہ بہر چہ شد ہمدم رقیب
حیرانی ہے کہ کس لئے وہ رقیب کا ہمدم بنا

خر مہرہ ہیچکس چو قرین گہر نکرد
جبکہ آج تک کسی نے خر مہرہ کو موتی کے برابر نہیں رکھا

۷

کلک زبان بریدۂ حافظ در انجمن
... کہ زبان کٹی ہوئی حافظ نے انجمن میں

با کس نگفت راز تو تا ترک سر نکرد
کسی سے راز تیرا بیان نہیں کیا جبتک سر نہ کٹایا

۵۔ شرح۔ بعض نسخوں میں "نظر" کی جگہ "اجر" ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ہماری آنکھ جس سے مراد چشم بصیرت یا قلب ہے۔ اہل نظر کی نگاہ میں اس لئے قابل وقعت ہے کہ اس میں ہر وقت جلوۂ دلدار ہے درحقیقت اہل نظر میری آنکھ کو بوسہ نہیں دیتے بلکہ اس نور کو بوسہ دیتے ہیں جو میری آنکھ میں جلوہ افروز ہے۔ یعنے ہم ہر دم اسی کے تصور میں بیٹھے ہیں اور ہماری آنکھوں میں اسی کا جلوہ ہے اور یہ امر اہل نظر پر پوشیدہ نہیں رہی شناخت کرسکتے ہیں کہ ہم ہر وقت مشاہدہ حقیقت میں مشغول ہیں۔ چونکہ تو میری آنکھ میں مشاہدہ ہوتا ہے اس لئے تجھے بوسہ دینا مری آنکھ کو ——— بوسہ دینا ہے۔

۱

دل از من برد و رو از من نہاں کرد
میرا دل چھین لیا اور منہ مجھ سے چھپا لیا۔

خدا را باکہ ایں بازی تواں کرد
خدا کے واسطے یہ بتاؤ کہ کس سے یہ کھیل کھیلا جاسکتا ہے

۲

شب تنہائیم در قصد جاں بود
ہجر کی رات میری جان لینے کے فکر میں تھی۔

خیالش لطفہائے بیکراں کرد
اس کے تصور نے بے شمار مہربانیاں کیں۔

۳

چرا چوں لالہ خونیں دل نباشم
لالہ کی طرح کس لئے دل خون نہ ہو۔

کہ با من نرگس او سرگراں کرد
کہ اس کی نرگس (آنکھ) مجھ سے سرگراں ہے

۴

صبا گر چارہ داری وقت وقت است
اے صبا اگر علاج تیرے پاس ہے تو یہی وقت ہے

کہ درد اشتیاقم قصد جاں کرد
کہ اس کے اشتیاق کے درد نے میری جان لینے کا ارادہ کرلیا ہے

۵

بداں ساں سوخت چوں شمعم کہ بر من
اس نے مجھے شمع کی طرح اس طرح جلایا کہ مجھ پر

صراحی گریہ و بربط فغاں کرد
صراحی آنسو بہاتی تھی اور بربط فریاد کرتی تھی۔

۶

میان مہرباناں کی تواں گفت
مہربانوں میں کس طرح کہہ سکتے ہیں۔

کہ یار من چنیں گفت و چناں کرد
کہ یار نے مجھ سے ایسا اور ایسا کام کیا۔

۷

عدو با جان حافظ آں نہ کردی
دشمن بھی حافظ کی جان کے ساتھ وہ سلوک نہ کرتا

کہ تیر چشم آں ابرو کماں کرد
جو کچھ اس ابرو کمان کی آنکھ کے تیر نے کیا۔

۱

دلا بسوز کہ سوز تو کارہا بکند
اے دل جلا کر تیرا جلنا کئی کام نکالتا ہے

دعای نیم شبی دفع صد بلا بکند
آدھی رات کی دعا سو بلاؤں کو دفع کرتی ہے

۲

عتاب یار پریچہرہ عاشقانہ بکش
پریچہرہ یار کا غصہ سہتا رہ

کہ یک کرشمہ تلافی صد جفا بکند
کہ ایک کرشمہ سو جفاؤں کا بدلہ ہو جاتا ہے

۳

ز ملک تا ملکوتش حجاب برگیرند
ملک سے ملکوت تک سب پردہ اٹھ جاتا ہے

ہر آنکہ خدمت جام جہان نما بکند
جس کسی نے جام جہان نما کی خدمت کی

۴

طبیب عشق مسیحا دمست و مشفق لیک
عشق کا طبیب مسیحا دم اور مہربان ہے لیکن

چو درد در تو نہ بیند کرا دوا بکند
جب تجھ میں درد ہی نہیں دیکھتا تو دوا کسکی کرے

۵

تو با خدای خود انداز کار و دل خوش دار
تو اپنا کام خدا پر چھوڑ اور دل خوش رکھ

کہ رحم اگر نکند مدعی خدا بکند
کہ اگر مدعی رحم نہیں کرتا خدا رحم کریگا

۶

ز بخت خفتہ ملولم بود کہ بیداری
اپنے سوئے ہوئے نصیب سے ملول ہوں، شائد بیداری

بوقت فاتحہ صبح یک دعا بکند
پو پھٹنے کے وقت ایک دعا کرے

۷

بسوخت حافظ و بوی ز زلف یار نبرد
حافظ جل گیا اور یار کی زلف کی بو تک نہ سونگھی

مگر دلالت این دولتش صبا بکند
ممکن ہے کہ اس دولت کو صبا اس طرف لے آئے

۳ - "جام جہان نما" عارف سالک کا قلب ہے۔ قلب کی طرف جو سالک متوجہ ہوا اور سب سے پہلے اس کے تصفیہ میں مشغول رہا۔ اسپر ملکوت منکشف ہو گیا۔

۱

دیدی ای دل کہ غم یار دگر بار چہ کرد
اے دل تونے دیکھا کہ یار کے غم نے دوسری دفعہ کیا کیا

چون بشد دلبر و با یار وفادار چہ کرد
جب دلبر چلا گیا تو وفادار یار کے ساتھ کیا کیا

آه از آن نرگس جادو که چه بازی انگیخت
افسوس اس جادو کرنیوالی آنکھ نے کیا کھیل کھیلا

۲ وائی از آں مست کہ با مردم ہشیار چہ کرد
افسوس اس مست نے ہوشیار آدمیوں کیساتھ کیا کیا

اشک من رنگ شفق یافت ز بیمہری یار
میرے آنسوؤں نے یار کی بے مہری سے شفق کا رنگ حاصل کیا

۳ طالع بی شفقت بیں کہ دریں کار چہ کرد
اور میرے نامہربان نصیب کو دیکھ کہ اس کام میں کیا سلوک کیا

ساقیا جام میم دہ کہ نگارندۂ غیب
اے ساقی شراب کا پیالہ دے کہ غیب کا نقش بنانے والے نے

۴ نیست معلوم کہ در پردۂ اسرار چہ کرد
معلوم نہیں کہ اسرار کے پردہ میں کیا کیا ہوا ہے

آنکہ بر نقش زد ایں دائرۂ مینائی
جسنے اس دائرہ مینائی (آسمان) کا نقش بنایا ہے

۵ کس ندانست کہ در گردش پرکار چہ کرد
کسی کو معلوم نہیں کہ پرکار کی گردش میں کیا رکھا ہے

برقی از پردۂ لیلی بدرخشید سحر
لیلی کے پردہ سے صبح کے وقت بجلی چمکی ہے

۶ وہ کہ با خرمن مجنون دل افگار چہ کرد
معلوم نہیں [illegible] دل افگار کے خرمن کیساتھ کیا کیا

برق عشق آتش غم در دل حافظ زد و سوخت
عشق کی بجلی نے حافظ کے دل میں غم کی آگ لگائی اور جلا دیا

یار دیرینہ ببینید کہ با یار چہ کرد
دیکھنا پرانے دوست نے دوست کیساتھ کیا سلوک کیا

۵ — معمائے دہر کو کوئی شخص حل نہ کر سکا ہے

دست در حلقۂ آں زلف دوتا نتواں کرد
ان دو زلفوں کے پیچ میں ہاتھ نہیں ڈال سکتے

۱ تکیہ بر عہد تو و باد صبا نتواں کرد
تیرے وعدہ اور باد صبا کے عہد پر بھروسہ نہیں کر سکتے

آنچہ سعی ست من اندر طلبت بنمودم
جتنی کوشش ہو سکتی ہے تیری طلب میں کی

۲ ایں قدر ہست کہ تغییر قضا نتواں کرد
اتنی بات ضرور ہے کہ قضا کو بدل نہیں سکتا

دامن دوست بصد خون دل افتاد بدست
دوست کا دامن سو مصیبتوں کے بعد ہاتھ لگا

۳ بفسونیکہ کند خصم رہا نتواں کرد
اب دشمن خواہ کچھ مکر و حیلہ کرے چھوڑ دوں گا نہیں

۴

عارضش را بمثل ماہ فلک نتواں خواند
اس کے رخسار کو آسمان کے چاند جیسا نہیں کہہ سکتے

نسبت دوست بہر بی سر و پا نتواں کرد
دوست کو ہر ایک بے سر و پا سے نسبت نہیں دے سکتے

۵

سرو بالای من آں دم کہ در آید بسماع
مرا بلند قد سرو جب راگ گاتا ہے

چہ محل جامۂ جاں را کہ قبا نتواں کرد
یہ وقت ایسا نہیں کہ جان کے لباس کو قبا بنا کر نذر نہ کرلوں

۶

مشکل عشق کہ در حوصلۂ دانش ماست
عشق کی مشکل جہاں تک کہ میری عقل کی ہمت میں ہے

حل این نکتہ بدیں فکر خطا نتواں کرد
اس خطا کرنیوالی فکر سے اس نکتہ کا حل نہیں ہو سکتا

۷

غیرتم کشت کہ محبوب جہانی لیکن
مجھے اس غیرت نے مار ڈالا کہ تو تمام دنیا کا محبوب ہے لیکن

روز و شب عربدہ با خلق خدا نتواں کرد
دن رات خلق خدا کے ساتھ لڑائی نہیں کر سکتا

۸

من چہ گویم کہ ترا نازکی طبع لطیف
میں کیا کہوں کہ طبع لطیف تیری اس قدر نازک ہے

تا بحدیست کہ آہستہ دعا نتواں کرد
کہ آہستہ آہستہ دعا بھی نہیں کر سکتا

۹

نظر پاک تواں در رخ جاناں دیدن
معشوق کے چہرہ میں پاک نظر سے دیکھ سکتے ہیں

کہ در آئینہ نظر جز بصفا نتواں کرد
کیونکہ آئینہ میں نظر بغیر صفائی کے نہیں ہو سکتی

۱۰

بجز ابروئی تو محراب دل حافظ نیست
تیرے ابرو کے بغیر حافظ کے دل کا محراب اور کوئی نہیں

طاعت غیر تو در مذہب ما نتواں کرد
غیر کی طاعت ہمارے مذہب میں نہیں ہو سکتی

شرح: — غور کرنا چاہیئے کہ جو لوگ سورج کو دیوتا اور چاند کو دیوتا سمجھ کر پوجتے ہیں غلطی پر ہیں حضرت ابراہیم نے بھی ابتداء میں چاند اور سورج اور ستاروں کی پرستش کی لیکن جب دیکھا کہ یہ تو غروب ہونے والے اور فانی ہیں تو اس ذات کی طرف دل لگایا۔ جو ان سب کا خالق ہے۔ وجہ مطلق کے مشاہدہ کی طرف آنکھیں لگی ہوں نہ کہ تعینات مقیدہ کی طرف۔

نسبت رویت اگر با ماہ و مہ بر دیں کردہ اند   صورت نادیدہ تشبیہی بہ تخمیں کردہ اند

خواجہ رحمۃ اللہ علیہ موحد تھے۔ لیس کمثلہ شیٔ۔ وہ ذات جسکی کوئی صورت ہی نہیں اور جو ادراک سے پاک ہے کس طرح کسی شے

کی مثل ہو سکتی ہے اس لئے کسی چیز کو اس سے نسبت دینا سراسر جہالت ہے ؎

۹۔ تصفیہ قلب ہو تو انوار الٰہی کا عکس نظر آئے جب قلب خواہشات نفسانی سے مکدر ہو تو خاک دکھائی دے گا ؎

۱۰۔ ماسوی اللہ کی اطاعت عارف سالک کے لئے کفر ہے غیر حق کی طرف طالب صادق کبھی مائل نہیں ہوتا۔ ہمارے قلب میں اسی کے ابرو کا تصور ہے اور ظاہر پرست محراب کو اپنا قبلہ بناتے ہیں ؎

جلوہ بر من مفروش ای ملک الحاج کہ تو | خانہ می بینی و من خانہ خدا می بینم

دانی کہ چنگ و عود چہ تقریر می کنند
تو جانتا ہے کہ چنگ اور عود کیا باتیں کر رہے ہیں

پنہاں خورید بادہ کہ تکفیر می کنند
شراب پوشیدہ پیو کہ کفر کا فتویٰ لگاتے ہیں ؎

ناموس عشق و رونق عشاق می برند
عشق کی عزت اور عاشقوں کی رونق کو برباد کرتے ہیں

عیب جوان و سرزنش پیر می کنند
جوانوں کا عیب بتاتے ہیں اور بوڑھے کو سرزنش کرتے ہیں

جز قلب تیرہ ہیچ نشد حاصل و ہنوز
سیاہ قلب کے سوائے اور کچھ حاصل نہیں ہوا اور ابھی تک

باطل درین خیال کہ اکسیر می کنند
یہ غلط خیال جمائے بیٹھا ہوں کہ مجھے اکسیر بنا دیں گے

گویند رمز عشق مگوئید و مشنوید
کہتے ہیں کہ عشق کے اشارات بیان نہ کرو اور نہ سنو

مشکل حکایتیست کہ تقریر می کنند
یہ بڑی مشکل بات ہے جس کو بیان کر رہے ہیں

تشویش وقت پیر مغان می دہند باز
پیر مغاں کے وقت کو پریشان بنا رکھا ہے

این سالکان نگر کہ چہ با پیر می کنند
[illegible]

صد ملک دل بہ نیم نظر میتوان خرید
سو ملک دل کا ایک آدھی نگاہ سے خرید سکتے ہیں

خوبان درین معاملہ تقصیر می کنند
خوبصورت معشوق اس معاملہ میں کوتاہی کرتے ہیں

ما از برون در شدہ مغرور صد فریب
ہم دروازہ کے باہر سو مکر و فریب پر تکبر کرتا ہوں

تا خود درون پردہ چہ تقریر می کنند
معلوم نہیں کہ پردہ میں رہنے والے کیا تقریر کرتے ہیں

قومی بجہد و جہد گرفتند وصل دوست
ایک وہ لوگ ہیں کہ کوشش اور مجاہدہ سے دوست کا وصل حاصل کرتے ہیں

قومی دگر حوالہ بتقدیر می کنند
اور ایک یہ لوگ ہیں کہ تقدیر کے حوالہ کرتے ہیں

فی الجمله اعتماد مکن بر ثبات دهر ۹ کاین کارخانه ایست که تغییر می کنند
بات یہ ہے کہ دنیا کی پائداری پر بھروسہ نہ کر — یہ ایک کارخانہ ہے کہ بدلتے رہتے ہیں

۱۰

می خور که شیخ حافظ و مفتی و محتسب
شراب پی کہ شیخ و حافظ و مفتی اور کوتوال
چوں نیک بنگری همه تزویر می کنند
سب جب تو غور سے دیکھیگا مکر کرنے والے ہیں

در نظربازی ما بی‌خبراں حیرانند ۱ من چنینم که نمودم دگر ایشاں دانند
میری نظر بازی پر بے خبر لوگ حیران ہیں — میں تو ایسا ہی ہوں جیسا کہ نظر آتا ہوں کچھ اور وہ خود جانتے ہونگے

عاقلاں نقطهٔ پرکار وجودند ولی ۲ عشق داند که دریں دائره سرگردانند
عقلمند لوگ وجود کے دائرہ میں پرکار کا نقطہ ہیں — عشق کو معلوم ہے کہ اس دائرہ میں وہ سرگردان ہیں

وصف رخسارهٔ خورشید ز خفاش مپرس ۳ که دریں آئینه صاحب نظراں حیرانند
آفتاب کے چہرہ کی تعریف چمگادڑ سے نہ پوچھ — کیونکہ اس آئینہ کو دیکھ دیکھ کر صاحب نظر بھی حیران ہیں

گر شوند آگه از اندیشهٔ ما مغبچگاں ۴ بعد ازاں خرقهٔ صوفی بگرو نستانند
اگر مغبچے میری رائے سے واقف ہوں تو — پھر کبھی صوفی کا خرقہ رہن نہ رکھیں

لاف عشق و گله از یار زهی لاف خلاف ۵ عشقبازاں چنیں مستحق هجرانند
عشق کا دم بھرنا اور یار کی شکایت کرنا بیہودہ بات ہے — اس قسم کے عشقباز ہجر کے ہی قابل ہیں

جلوه گاه رخ او دیدهٔ من تنها نیست ۶ ماه و خورشید همیں آئینه میگردانند
اس کے چہرہ کا جلوہ گاہ صرف میری آنکھ ہی نہیں — چاند اور سورج بھی اسی آئینہ کو گردش دیتے ہیں

بکرم چشم سیاه تو بیاموزد کار ۷ ورنه مستوری و مستی همه کس نتوانند
تیری سیاہ آنکھ کی مہربانی سے یہ کام سیکھ لونگا — ورنہ مستی اور مستوری دونوں کام ہر ایک شخص نہیں کر سکتا

۸

مفلسانیم و ہوای می و مطرب داریم

میں مفلس ہوں شراب اور مطرب کی ہوا سر میں سمائی ہے

آہ اگر خرقۂ پشمین بگرو نستانند

افسوس ہے اگر صوف کا جبہ رہن نہ رکھیں

۹

گر نسیم سحرگہ ارواح برد بوئی تو باد

اگر ہوا تیری خوشبو کو عالم ارواح تک لے جائے

عقل و جان گوہر ہستی بہ نثار افشانند

عقل اور جان گوہر ہستی کو نثار کر دیں

۱۰

زاہد ار رندی حافظ نکند فہم چہ باک

اگر زاہد حافظ کی رندی کو سمجھ نہیں سکتا تو کیا فکر ہے

دیو بگریزد ازاں قوم کہ قرآں خوانند

جن ان لوگوں سے بھاگتا ہے جو قرآن پڑھتے ہیں

۱۔ **شرح**: میں تو نظر باز اور حسن پرست ہوں اور یہ بات کوئی پوشیدہ نہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ میں جیسا ہوں ویسا دنیا پر ظاہر کرتا ہوں مگر یہ لوگ جو میرے افعال پر حیران ہیں گویا ان میں کوئی عجیب چیز معلوم ہوتی ہے ذرا اپنے گریبان میں منہ ڈال کر دیکھیں کہ کیا وہ ویسے ہی ہیں جیسا کہ دنیا [illegible] ہے۔ سچی بات یہ ہے کہ میں اگر برا ہوں تو تمام دنیا جانتی ہے مگر یہ لوگ جو مجھے ملامت کرتے ہیں [illegible] تو [illegible] اپنے آپ کو ایسا ہی ظاہر کرتے ہیں مگر [illegible] چوں بخلوت میروند آں کار دیگر میکنند [illegible] یہ کار ہیں اور شکر ہے کہ میں ریاکار نہیں ہوں۔

۲۔ اس میں کچھ شک نہیں عقلمند تمام دنیا کا خلاصہ ہیں۔ مگر وہ راز ہستی جو صرف عشق کے ذریعہ معلوم ہوتا ہے عقل اس میں سرگردان ہے پرکار کا وہ نقطہ جو محیط پر چکر لگاتا ہے عقلمندوں کی مثال ہے اس دائرہ میں ان کی سرگردانی اس بات کی دلیل ہے کہ وجود کے اسرار پر ان کو آگاہی نہیں۔

۳۔ کسی کو باطن سے کیا پوچھتے ہو کہ حسن ازلی کیا ہے۔ جبکہ خرد اہل بصر اس جلوہ کو دیکھ کر حیران ہو رہے ہیں اور سمجھ نہیں سکتے کہ اس کی حقیقت کیا ہے۔ حیرت [illegible] قدم سلوک ہے سالک جب اس منزل میں پہنچتا ہے تو صفات الٰہی میں فکر کرتا ہے اور یہ [illegible] علمی معرفت [illegible] اس کے بعد مقام فنا ہے اس مقام میں سالک اور صفات کی حقیقت ایک ہو جاتی ہے جب سالک اس [illegible] کو اپنے وجود میں دیکھتا ہے تو چونکہ اپنے وجود کا علم ہمیں یقینی حاصل ہوتا ہے اس لئے اسے معرفت صفات حاصل ہوتی ہے۔ مگر یہ باتیں عشق کے سوائے کسی اور چیز سے حاصل نہیں ہو سکتیں اور عشق کے یہ معنے ہیں کہ کسی شئے کا صحیح تصور قلب میں حاصل کر کے اس میں اس درجہ تک فکر کرنا کہ اپنی ہستی کو بالکل فراموش کیا جائے صرف وہی شئے تمام [illegible] پر منقش ہو جائے یعنی اپنی ہستی کو اس شئے کی ہستی میں فنا کرنا ہے عقل صرف مشاہدہ سے استدلال کا نام ہے اسلئے حق الیقین حاصل نہیں ہو سکتا بلکہ انسان ہمیشہ سرگردان رہتا ہے عشق ذاتی تجربہ کا نام ہے۔ بلکہ اس سے بڑھ کر خود اس شئے کا ہیولیٰ بننا ہوتا ہے کیونکہ اس شئے کی حقیقت کو

اسی شے کی نظر سے اپنے قلب میں دیکھنا ہوتا ہے۔ ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا۔

۴۔ اگر شراب پلانے والے خوبصورت لڑکے اس بات سے واقف ہو جاویں کہ خانقاہ کے صوفیوں کی نسبت میری کیا رائے ہے اور وہ یہ ہے کہ پرلے درجہ کے ریاکار ہیں اور ان سے یہ نہیں ہو سکتا کہ عشق کے راستہ پر ثابت قدم رہیں اس لئے پھر کبھی کسی صوفی کا خرقہ شراب کے عوض رہن نہ رکھیں۔

۶۔ صرف میری آنکھوں کو ہی یہ امتیاز حاصل نہیں کہ معشوق حقیقی کا جلوہ اس میں نظر آتا ہے۔ بلکہ مہر و ماہ بھی اس کا آئینہ ہیں جس میں یہ عکس جلوہ کر رہا ہے۔ اور سچ تو یہ ہے کہ ہر ایک ذرہ میں شان الٰہی کا ظہور ہے۔ ضرورت صرف دیکھنے والی آنکھوں کی ہے۔ بات یہ ہے کہ یہ نہیں سمجھنا چاہیئے کہ صرف ہم ہی اس حقیقت سے آگاہ ہیں۔ ہر ایک جگہ اور ہر ایک چیز اس امر کی شاہد ہے کہ کل کائنات مختلف طریقوں سے اس سے واقف ہے۔ اور حق تو یہ ہے کہ معرفت علم ہے اور وہ خود ہی علیم ہے۔ ورنہ عدم کو کیا قدرت حاصل ہے کہ معرفت کا دعوے کرے۔ یہ تو شیطانی دعوے ہے کہ ہم ہی عارف ہیں عارف وہ خود ہے۔

۷۔ اس کی آنکھ سیاہ ہے اور مست بھی ہے۔ چونکہ سیاہ پردہ ہے کسی شے کے پوشیدہ کرنے کا اس لئے وہ مستور ہے اور چونکہ مست بے حجاب ہوتا ہے اس لئے اس کی آنکھ نے دونوں باتوں کو ایک جگہ جمع کر رکھا ہے یعنے وہ ظاہر بھی ہے اور باطن بھی ہے حالانکہ ہمیں یہ امر محال معلوم ہوتا ہے کہ ایک وقت دونوں صفات جمع ہوں۔ مگر اس قسم کے محالات خدا کے نزدیک امر واقع ہیں۔

۱۰۔ زاہد جو حقیقت سے ناواقف ہے ہماری رندی کے معنی سمجھ نہیں سکتا اور ہم سے دور بھاگتا ہے یہ کچھ تعجب کی بات نہیں شیطان رجیم کی قسم سے ہے قرآن پڑھنے والوں سے دور بھاگتا ہے وجہ یہ ہے کہ طبیعت مخالف ہے اور جنس مختلف ہے۔

معذرت یہ تمام غزل اور سچ تو یہ ہے کہ خواجہ حافظ رحمۃ اللہ کے تمام اشعار تقاضا کرتے ہیں کہ ہر ایک شعر کی شرح میں ایک ایک ضخیم کتاب لکھی جائے۔ ہم شرح کیا لکھ رہے ہیں معانی کا خون کر رہے ہیں۔ چند اشارات ہیں ناظرین کو چاہیئے کہ خود غور و فکر کریں۔ ان اشارات کو اپنا راہنما بنا کر ہر ایک شعر کا مطلب سمجھنے کی کوشش کریں۔

دوش وقت سحر از غصہ نجاتم دادند	۱	وندراں ظلمت شب آب حیاتم دادند
کل صبح کے وقت مجھے غم و غصہ سے نجات حاصل ہوئی		اور اس رات کی تاریکی میں مجھے آب حیات پلایا گیا
بیخود از شعشعۂ پرتو ذاتم کردند	۲	بادہ از جام تجلی بصفاتم دادند
مجھے ذات کے عکس کے جلوہ سے بے ہوش کیا گیا		اور صفات کے تجلی کے پیالہ میں مجھے شراب پلائی گئی
چہ مبارک سحری بود و چہ فرخندہ شبے	۳	آں شب قدر کہ ایں تازہ براتم دادند
کیا ہی مبارک صبح تھی اور کیا ہی اچھی رات تھی		وہ شب قدر تھی کہ یہ تازہ برات مجھے حاصل ہوئی

چون من از عشق رخش بیخود و حیران گشتم ۴ خبر از واقعهٔ لات و مناتم دادند

جب میں اس کے چہرے کے عشق سے حیران اور بیخود ہو گیا — تو لات اور منات کے واقعہ سے مجھ مطلع کیا گیا

من اگر کام روا گشتم و خوشدل چه عجب ۵ مستحق بودم و اینها بزکاتم دادند

اگر میری مراد بر آئی اور میں خوشدل ہو گیا تو تعجب کی کونسی بات ہے — میں مستحق تھا اور یہ سب کچھ مجھے زکوٰۃ میں ملا ہے۔

بعد ازین روی من و آئینهٔ حسن نگار ۶ که در آنجا خبر از جلوهٔ ذاتم دادند

اس کے بعد میرا منہ ہے اور نگار کے حسن کا آئینہ — کہ جس میں ذات کے جلوہ کی مجھے خبر دیگئی ہے۔

هاتف آن روز بمن مژدهٔ این دولت داد ۷ که ببازار غمت صبر و ثباتم دادند

غیب سے مجھے اس روز اس دولت کی خوشخبری مل گئی تھی۔ — جبکہ تیرے عشق کے بازار میں صبر اور قرار مجھے دیا گیا تھا

این همه قند و شکر کز سخنم می ریزد ۸ اجر صبریست کزان شاخ نباتم دادند

یہ قند اور شکر جو میرے کلام سے ٹپک رہا ہے — اس صبر کا اجر ہے جو شاخ نبات کے باعث میں نے کیا

کیمیائیست عجب بندگی پیر مغاں ۹ خاک او گشتم و چندیں درجاتم دادند

پیر مغاں کی خدمت عجب کیمیا ہے — میں اسکے پاؤں کی خاک بن گیا اور اسقدر درجے مجھے ملے

بحیات ابد آنروز رسانید مرا ۱۰ خط آزادگی از حسن بماتم دادند

ہمیشہ کی زندگی مجھے اس روز حاصل ہو گئی — جبکہ حسن نے مجھے خط آزادگی میری فنا کے بدلے عنایت کیا

عاشق آن دم که بدام سر زلف تو فتاد ۱۱ گفت کز بند غم و غصه نجاتم دادند

جس وقت عاشق تیری زلف کے جال میں پھنسا — تو کہنے لگا کہ غم و غصہ کی قید سے رہائی ہوئی۔

شکر شکر بشکرانه بیفشان ای دل ۱۲ که نگار خوش شیرین حرکاتم دادند

شکرانہ میں شکریہ کی شکر اے دل نثار کر — کہ مجھے ایسا معشوق عنایت ہوا ہے جس کی ہر ایک حرکت سے شیرینی اور حسن ٹپکتی ہے

همت حافظ و انفاس سحر خیزان بود ۱۳ که ز بند غم ایام نجاتم دادند

حافظ کی ہمت اور صبح اٹھنے والوں کے دم کی برکت تھی — کہ مجھے روزگار کی [illegible]

شرح : اس غزل میں خواجہ حافظ رحمۃ اللہ علیہ نے تمام مراتب سلوک کو طے کرنے کی خوشی ظاہر کی ہے اس غزل میں ہر ایک شعر اصطلاح صوفیہ کرام ہے بوجہ عدم فرصت ہم بالاختصار ان اشعار کا مطلب بیان کریں گے مگر سچ تو یہ ہے کہ بعض رموز ایسے ہیں کہ جو ہماری فہم سے بالاتر ہیں کوئی شخص خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کے رتبہ کا ہو تو ان کو سمجھے اور سمجھا سکے ہم کیا اور ہماری بساط کیا۔ بہرحال یہ غزل خواجہ حافظ رحمۃ اللہ علیہ کے مراتب عالی کی شاہد ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے وہ قلب سلیم عنایت فرمایا تھا کہ کسی خوش قسمت کو نصیب ہوتا ہے۔

"وقت سحر" سے مراد وہ وقت ہے جبکہ سالک کے قلب پر تجلیات الٰہی کا جلوہ ہوتا ہے۔ چونکہ شب و روز میں یہ وقت نہایت سہانا اور پسندیدہ ہے اور اس وقت خود بخود دل کو فرحت حاصل ہوتی ہے اس لئے اس وقت کو مراد وہ وقت لیا گیا ہے جبکہ فیض الٰہی کا نزول قلب پر ہوتا ہے ورنہ صبح کیا اور شام کیا فیض کا دروازہ تو کسی وقت بند نہیں ہے ہمارا ہی قصور ہے کہ ہم قلب کو غیر کی طرف متوجہ رکھتے ہیں۔

"غصہ" سے مراد مجاہدہ و ریاضت یعنی وہ "سعی" اور کوشش ہے جو طالب "مطلوب" کے حاصل کرنے میں صرف کرتا ہے۔ انسان کو غصہ اسوقت لاحق ہوتا ہے جبکہ کسی امر میں کامیاب نہیں ہوتا۔ اور بالخصوص باوجود کوشش ناکامیاب رہتا ہے۔

"ظلمت شب" یعنی رات کی تاریکی سے مراد یہ ہے کہ جلوۂ نور صفات قلب کو نظر نہیں آتا ہے جیسا کہ رات کی تاریکی میں راستہ دکھائی نہیں دیتا اور کوئی چیز نظر نہیں آتی۔ اسیطرح سالک حیران و سرگردان ہوتا ہے کہ کدھر جائے اور کیا کرے۔ مگر اس جگہ "ظلمت شب" سے مراد وہ مقام ہے جہاں کثرت اشیاء پوشیدہ ہو جاتی ہیں اور وصدت کا راستہ کھل جاتا ہے یعنے "مرتبہ فنا"۔

"آب حیات" سے مراد "بقا" ہے مشہور ہے کہ آبحیات چشمہ ظلمات میں ہے۔ ظلمات سے مراد وہی مقام حیرت اور فنا ہے جس کا بیان ہم کر چکے ہیں اس کے بعد بقا حاصل ہوتی ہے اس کی مثال یہ ہے کہ ہم ایک "درخت" دیکھ رہے ہیں۔ فرض کرو کہ ہمیں اس کا کچھ علم اس سے پیشتر نہیں تھا اور ہم نے کبھی کوئی درخت اس سے پہلے دیکھا ہی نہ تھا۔ یقیناً ہمیں درخت دیکھ کر حیرت ہوگی اور حیرت اس وقت ہوتی ہے۔ جبکہ ہمیں اس شے کا علم نہ ہو جوں جوں علم ہوتا جاتا ہے حیرت کم ہوتی جاتی ہے گویا حیرت کسی شے کو حواس سے صرف محسوس کرنے سے ہوتی ہے۔ پھر ہم اس شے یعنے درخت پر غور کرتے ہیں۔ اس کی ظاہری شکل و صورت شاخوں پتوں وغیرہ کا صحیح نقش قلب پر ہوتا ہے پھر اس کو کاٹتے ہیں اور اس کی اندرونی حالات کا علم جو فی الحقیقت مختلف نقش یا صحیح تصور ہے قلب پر ہوتا ہے۔ پھر اس کے خواص پر آگاہی ہوتی ہے۔ علی ہذا القیاس رفتہ رفتہ فکر کرنے سے ہمیں معرفت حاصل ہوتی ہے یہاں تک تو عقل معرفت کا ذریعہ ہے۔ لیکن ہمیں یہ معلوم نہیں ہوتا کہ اس شے کی حقیقت کیا ہے ہم اس شے کا صحیح تصور قلب میں پیدا کر کے خود وہی شے بن جاتے ہیں اسوقت ہماری اپنی ہستی جو حقیقی معرفت کے درمیان ایک حجاب تھی اٹھ جاتی ہے جسے اصطلاح میں خود بینی وغیرہ کہتے ہیں جو فنا ہوتی ہے وہی شے باقی رہتی ہے اس کے بعد ہمیں حقیقت کا علم ہوتا ہے یہ معرفت صرف عشق سے حاصل ہوتی ہے جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں۔

شعر کا مطلب یہ ہے کہ باوجود ریاضت شاقہ اور سخت مجاہدہ مجھے ایک عرصہ تک "حقیقت" کا پتہ نہ ملا۔ آخر "جوئندہ یابندہ" تلاش سے ہی مطلوب ملتا ہے۔ فیض الٰہی نے میرے قلب کو کھول دیا۔ اور مجھے ریاضت اور مجاہدہ کا نتیجہ مل گیا یعنی فنا ہو گیا اور فنا کے بعد مجھے بقا حاصل ہوئی۔

۲۔ پھر تو ذات سے مراد صفات ہے۔ ذات کی کنہ تو معلوم نہیں ہو سکتی۔ یہی کیفیت ہے کہ ایک قطرہ اگر سمندر کی حقیقت معلوم کرنا چاہے تو سمندر میں جا ملے۔ جو کچھ قطرہ کی حقیقت ہے، وہ خود بخود معلوم ہو جاوے گی۔ لیکن جب تک سمندر سے بوجہ غفلت جدا ہے۔ یہ کس طرح یقین ہوگا کہ حقیقت ایک ہی ہے۔

شعر کا مطلب یہ ہے کہ جب میں نے صفات میں فکر کی تو میں اپنی ہستی کو محو کر کے فنا فی الصفات ہو گیا۔ اسوقت مجھے صفات کے نور نے صفات کی حقیقت ظاہر کر دی۔ یہ حقیقت ذات ہے۔ یعنے میں صفات سے بھی محو ہو کر ذات تک جا پہنچا۔

۳۔ شب قدر کی تشریح ہم کر چکے ہیں۔

شعر کا مطلب یہ ہے کہ جب مجھے یہ بقا حاصل ہوئی تو یہ وقت میرے لئے شب قدر تھا۔ فی الحقیقت شب قدر کوئی خاص رات نہیں۔ بلکہ وہ وقت ہے جبکہ بقا باللہ حاصل ہوتی ہے یعنے ہماری زندگی کا مقصد اور منشا پورا ہوتا ہے۔ اور ہمیں معرفت کے ساتھ بقا حاصل ہوتی ہے۔ جب اس کی ذات تک پہنچا اور میری ہستی موہوم بالکل زائل ہو گئی تو مجھ پر لات و منات کے واقع کی حقیقت واضح ہوئی۔ لات و منات مشہور بت ہیں جن کی پرستش مکہ معظمہ میں ہوتی تھی۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب مکہ میں بعد فتح داخل ہوئے تو ان بتوں کو مخاطب کر کے کہا کہ حق آیا اور باطل زائل ہوا۔ یہ بت گر پڑے۔ گویا بت پرستی کی حقیقت معلوم ہو گئی یعنے اسوقت تک میں بت پرست یعنے باطل پرست تھا۔ کیونکہ اپنی ہستی کو وجود باری کے علاوہ ایک اور ہستی سمجھتا تھا۔ لیکن جب حق کا اظہار ہوا تو معلوم ہوا کہ ابتک جسے حق پرستی سمجھتا تھا وہ بت پرستی تھی۔ بت پرست بھی تو غلط فہمی سے یہی سمجھتے ہیں کہ وہ حق پرست ہیں حالانکہ اگر حق کا اظہار ان پر ہو تو معلوم ہو جائے کہ حق پرستی کی انہیں خبر تک نہ تھی۔

۶۔ اب جبکہ میرے بعد فنا اور فنا کے بعد بقا حاصل ہوئی ہے۔ اس کے بعد ہمیشہ میں جلوہ ذات کا مشاہدہ قلب میں کرونگا جو آئینہ بن گیا ہے اور جس میں اس کا عکس صاف اور روشن نظر آتا ہے۔ اصطلاح صوفیہ کرام میں قلب سے مراد تمام کائنات ہے اس کا خلاصہ انسانی قلب ہے۔ تمام کائنات ایک آئینہ کی طرح اس کے جلوہ حسن سے روشن ہو چکی ہے۔ اب اس کا مشاہدہ ہمیشہ کرونگا اور یہی میری زندگی کا باعث تھا۔

۷۔ صبر اور استقلال سے میں سلوک کے رستہ پر چلتا رہا آخر اس کا اجر مل گیا۔

۸۔ اس شعر سے بعض اہل الرائے یہ کہتے ہیں کہ چونکہ خواجہ نے مشائخ تبا کے عشق مجازی میں صبر کیا اور نفس امارہ کی خواہشات کو مارا۔ اس لئے عشق حقیقی کا درجہ ملا۔ شعر بہت صاف ہے اور غالباً اسی قصہ کی طرف اشارہ ہے جس کا تذکرہ ہم خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کی سوانح میں کر چکے ہیں۔

۹۔ پیر کامل کی خدمت سے انسان یہ تمام درجات حاصل کر سکتا ہے۔ مراد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ہیں۔

محال است سعدی کہ راہ صفا ۔۔۔ تواں یافت جز در پے مصطفٰے

۱۰۔ یعنے بقا تب حاصل ہوئی جب ہم فنا ہوئے۔

۱۱۔ زلف بھی سیاہ اور ظلمت شب بھی سیاہ۔ مطلب وہی ہے جو ہم اوپر بیان کر چکے ہیں۔

۱۲۔ ہمت سے مراد توجہ قلب ہے۔ یعنے میں معشوق حقیقی کی طرف یکسو ہو کر متوجہ رہا۔ اور پیر کامل کے دم یعنے توجہ سے میرا مقصد حاصل ہوا۔

۱ دوش دیدم کہ ملائک در میخانہ زدند

کل رات میں نے دیکھا کہ فرشتے شراب خانہ کا دروازہ کھٹکھٹا رہے ہیں

گل آدم بسرشتند و بہ پیمانہ زدند

آدم کی مٹی کو تیار کر کے شراب (عشق) میں خمیر کرتے ہیں

۲ ساکنان حرم ستر و عفاف ملکوت

عالم ملکوت کی مقدس جگہ کے رہنے والے

با من راہ نشین بادہ مستانہ زدند

مجھ سا راہ نشین کیسا تھ شراب مست کرنے والی پیتے ہیں

۳ شکر ایزد کہ میان من و او صلح فتاد

خدا کا شکر ہے کہ مجھ میں اور اس میں صلح ہو گئی

حوریان رقص کنان ساغر شکرانہ زدند

حوریں ناچتی ہوئی شکرانہ کا ساغر نوش کرتی ہیں

۴ جنگ ہفتاد و دو ملت ہمہ را عذر بنہ

بہتر فرقوں میں جنگ کی نسبت یہ سمجھ کہ معذور ہیں

چون ندیدند حقیقت رہ افسانہ زدند

ان کو حقیقت کا علم نہیں قصہ اور کہانیاں بیان کرتے ہیں

۵ آسمان بار امانت نتوانست کشید

آسمان امانت کا بوجھ نہ اٹھا سکا

قرعہ فال بنام من دیوانہ زدند

مجھ دیوانہ کے نام قرعہ فال پڑا

۶ نقطہ عشق دل گوشہ نشینان خون کرد

عشق کے نقطہ نے گوشہ نشینوں کے دل کو خون بنا دیا

ہمچو آن خال کہ بر عارض جانانہ زدند

اس خال کی طرح جو معشوق کے رخسار پر بنایا گیا ہے

۷ ما بصد خرمن پندار زرہ چون نرویم

ہم باوجود سو خرمن پندار گمراہ کیوں نہ ہوں

چون رہ آدم خاکی بیکی دانہ زدند

جبکہ آدم خاکی صرف ایک دانہ پر مقبول ہو گیا

۸ آتش آن نیست کہ بر شعلہ او خندد شمع

آگ وہ نہیں ہے جس کے شعلہ پر شمع ہنستی ہے

آتش آن است کہ در خرمن پروانہ زدند

آگ وہ ہے جو پروانہ کے خرمن میں لگائی گئی ہے

۹ کس چو حافظ نکشید از رخ اندیشہ نقاب

حافظ کی طرح کسی شخص نے خیال اور اندیشہ کے رخ سے نقاب نہیں اٹھایا

تا سر زلف عروسان سخن شانہ زدند

جب سے فن کی دلہنوں کی زلف میں شانہ کیا گیا ہے

۱ - یہ تمام غزل ایک ہی مضمون پر مسلسل ہے اور اس میں صرف عشق کا بیان ہے۔ "دوش دیدم" سے مراد یہ ہے

لہ مجھے بذریعہ کشف معلوم ہوا کہ ملائک میخانہ کا دروازہ کھول رہے ہیں اور حضرت آدم علیہ السلام کی مٹی کو شراب میں خمیر کر کے تیار کر رہے ہیں۔ غور کرنے پر بات ظاہر کی ہے کہ آدم کی پیدائش سے پیشتر میخانہ عشق کا دروازہ بند تھا۔ یہ اس وقت کھلا ہے جب آدم علیہ السلام کے ظہور کا وقت آیا اور عشق آدم علیہ السلام کے ظہور کا وقت آیا اور عشق آدم علیہ السلام کی سرشت میں رکھا گیا۔ بلکہ یہ کہنا چاہیئے کہ عشق ہی ان کے ظہور کا باعث ہوا اور عشق ہی انکی اصل ہے۔

۲۔ عالم ملکوت سے مراد عالم ارواح ہے۔ یعنے جب آدم کی سرشت کو شراب عشق کی گھٹی دی گئی تو روح نے بھی ہمارا ساتھ دیا اور بادہ پیمائی میں شریک ہوگئی یعنے عشق میں اسنے بھی خاک کے پتلے کا ساتھ دیا پہلے خاک کا پتلا تیار ہوا تو حضرت عشق کی بدولت جب اس میں روح پھونکی گئی تو یہ سمجھنا چاہیئے کہ مجلس عشق گرم ہوگئی اور دو دوست مل کر بادہ پیمائی کرنے لگے۔ حالانکہ ان میں سے ایک تو ایسے مقام کا رہنے والا ہے جو بہت بلند اور مقدس ہے اور دوسرا اسفل السافلین سے آیا۔ مگر سچ تو یہ ہے کہ حضرت عشق کے یہ سب کرشمے ہیں کہ اس میں بڑے چھوٹے کی تمیز نہیں۔

۳۔ اگر غور سے دیکھا جائے تو روح اور جسم میں زمین و آسمان کا تفاوت ہے اور ہم جنس بھی نہیں مگر حضرت عشق نے دونوں کو ایک کر دیا اور بہشت میں رہنے کے لئے جگہ ملی۔ اس لئے مقام شکر ہے کہ عشق کی بدولت یہ نعمت ہاتھ آئی۔

۴۔ تمام مذاہب اور ان کے فرقے ہزاروں ہیں اصل حقیقت سے تو کوئی آگاہ نہیں حکایتیں اور روایتیں سناتے ہیں۔ اور بیچارے معذور بھی ہیں۔ آنکھیں ہی نہیں۔ دیکھیں کیسے۔ دنیا میں مذاہب کا اختلاف اور پھر ایک مذہب میں فرقہ بندی کے یہی معنی ہیں کہ یہ لوگ حقیقت سے بے خبر ہیں۔ حقیقت تو ایک ہی ہے اور دو ہو نہیں سکتی۔ اگر یہ لوگ واقف ہوتے تو کبھی دو رائیں نہ ہوتیں اور اختلاف واقع نہ ہوتا۔ یہ لوگ اپنی اپنی رائے قیاسات اور ظن پر قائم کرتے ہیں اور ظن نفسانی خواہشات سے پیدا ہوتا ہے گویا ان کا مذہب نفس پرستی ہے حقیقت سے آگاہی تو صرف عشق کے ذریعہ ہو سکتی ہے اور اس سے یہ لوگ بے خبر ہیں۔ حالانکہ عشق ہمارا اصل ہے۔

۵۔ قرآن شریف میں مذکور ہے کہ اللہ تعالےٰ نے آسمان اور زمین اور پہاڑوں کو کہا کہ امانت کا بوجھ اٹھاؤ ان میں تاب نہ تھی۔ انسان نے یہ بوجھ بخوشی خاطر اٹھا لیا اور دراصل اپنے آپ پر ظلم کیا اور یہ حالت کیوجہ سے کیا کہ معلوم نہ تھا کہ میں کیا بوجھ اٹھا رہا ہوں جس کے متحمل آسمان اور زمین بھی نہیں "آسمان" سے مراد فرشتے یا وہ قوتیں ہیں جنہیں "مدبرات عالم" کہتے ہیں اور جو قوانین قدرت کی تعمیل میں محض مجبور ہیں اسیواسطے یہ بات استعارہ میں بیان کی گئی کہ فرشتوں نے کہا کہ ہم دن رات اور ہر وقت تیری حمد و ثنا کرتے ہیں انسان کو بنانے سے کیا فائدہ ہوگا۔ یعنے "مدبرات عالم" تو قدرتاً مجبور ہیں اور اطاعت میں قدرتاً سر تسلیم خم کرتے ہیں لیکن انسان کو مختار بنایا گیا ہے اور سچ تو یہ ہے کہ عشق اختیار کے ساتھ ہی ہو سکتا ہے حالانکہ غلط فہمی سے یہ سمجھا گیا ہے دل بے اختیار ہاتھ سے جاتا ہے۔ یہ "امانت عشق" ہے واقعی فرشتے اسکے اہل نہ تھے۔ کچھ ہم جیسے دیوانوں ہی کا کام تھا کہ اس بوجھ کے متحمل ہو گئے۔

۶۔ جس طرح محبوب کے رخسار کا خال دل کو غم عشق سے بھر دیتا ہے اسیطرح نقشہ عشق کا حال ہے کہ گوشہ نشین یعنے عاشق جو دو جہانوں سے سروکار نہیں رکھتے۔ اور سب سے کنارے ہیں اسی عشق کی بدولت دل پر ہاتھ رکھ کر بیٹھے ہوئے ہیں۔ اگر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ بظاہر خال رخسار اور اس دلولے اور طاقت میں جو جوش مارتی ہے اور جسے عشق کہتے ہیں اور اس سیاہ نقطہ میں جو گوشت کے لوتھڑے پر نظر آتا ہے جو سن کی تعبیر ہوتا ہے کچھ مناسبت نہیں۔ لیکن حقیقت سے آگاہ سمجھتے ہیں کہ کچھ تو ہے جو دل بیقرار ہوا جاتا ہے بہرحال یہ ایک راز ہے جو باتوں سے بمشکل حل ہوگا۔ خود حضرت عشق ہی حل مشکلات ہیں۔

۷۔ ایک عاشق نے تو حضرت آدم علیہ السلام کو بھولا دیا۔ اور ایک ہم ہیں کہ "پندار" کے سینکڑوں خرمن اٹھائے پھرتے ہیں

کون سی صورت ہمارے راہ راست پر آنے کی ہو سکتی ہے۔

۸۔ سائٹ نہیں ہے جو شمع کی لو میں ظاہر ہوتی ہے آگ وہ ہے جو پروانہ کی سرشت میں ہے کہ وہ خود بخود شمع پر قربان ہوتا ہے۔ یہ عشق ہے۔

۹۔ خواجہ حافظ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب سے شاعری نے دلکش حسن و جمال حاصل کیا ہے کسی شخص نے آج تک اس حسین دلہن کے منہ سے نقاب نہ اُٹھایا تھا۔ یہ کام ہم نے کیا ہے۔ اب ہر ایک شخص اس کے حسن کو دیکھ سکتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ خیالات کا اظہار موزون الفاظ میں اس طرح کہ مخاطب وہی سمجھے جو ہم سمجھانا چاہتے ہیں ایک مشکل امر ہے اور کسی نے آج تک یہ کام نہ ہوا میں نے کر دکھایا۔ غالباً یہ بھی عشق کی بدولت ہے۔

۱

دل من بہ دور رویت ز چمن فراغ دارد
میرا دل اس چہرہ کے حسن کے دور میں باغ سے بے پرواہ ہے

کہ چو سرو پائی بندست و چو لالہ داغ دارد
کیونکہ سرو کیطرح پابند ہے اور لالہ کی طرح داغ رکھتا ہے

۲

سر ما فرو نیاید بکمان ابروی کس
میرا سر کسی کمان ابرو کے سامنے نہیں جھکتا۔

کہ درون گوشہ گیران ز جہان فراغ دارد
کیونکہ گوشہ نشینوں کا دل تمام دنیا سے کنارہ کش ہے

۳

شب تیرہ چون سرآرم رہ پیچ پیچ زلفت
اندھیری رات میں زلف کی بھول بھلیوں میں کس طرح راستہ طے ہو

مگر آنکہ شمع رویت برہم چراغ دارد
ہو سکتا ہے کہ تیرے چہرہ کا چراغ میری رہنمائی کرے

۴

ز بنفشہ تاب دارم کہ ز زلف او زند دم
مجھے بنفشہ پر غصہ آتا ہے کہ تیری زلف سے ہمسری کا دم بھرتی ہے

تو سیاہ کم بہا بین کہ چہ در دماغ دارد
اس بے قدر شئے کو تو دیکھو کیا دماغ میں سمائی ہے

۵

بفروغ چہرہ زلفت ہمہ شب زند رہِ دل
تیری زلف تیرے چہرہ کی روشنی میں دل کو تمام رات لوٹتی ہے

چہ دلاورست دزدے کہ بکف چراغ دارد
یہ چور کس قدر دلاور ہے کہ ہتیلی پہ چراغ رکھتا ہے

۶

سزد ار چو ابر بہمن کہ برین چمن بگریم
اگر ابر بہمن کی طرح گریہ کروں تو بالکل بجا ہے۔

طرب آشیان بلبل بنگر کہ زاغ دارد
وہ گلزار نشاط جہاں بلبل کی آرام کی جگہ تھی کوے نے بسایا ہوا ہے

۷

من و شمع صبحگاہی سزد ار بہم بگرییم
میں اور صبح کے وقت کی شمع اگر دونو ملکر روئیں تو بجا ہے

کہ بسوختیم و از ما بت ما فراغ دارد
کہ ہم تو جل گئے اور ہمارا معشوق ابھی تک ہماری پرواہ نہیں کرتا

۸

بچمن خرام و بنگر بر تخت گل کہ لالہ
باغ کی سیر کر اور دیکھ کر گل کے تخت پہ لالہ

بہ ندیم شاہ ماند کہ بکف ایاغ دارد
بادشاہ کے وزیر کی طرح ہے کہ ہاتھ میں پیالہ ہے۔

۹

سرِ درسِ عشق دارد دلِ دردمند حافظ
عشق کا سبق پڑھنے کی خواہش حافظ کا دردمند دل رکھتا ہے

کہ نہ خاطرِ تماشا نہ ہوائے باغ دارد
کیونکہ نہ تو تماشہ میں اسکا جی بہلتا ہے اور نہ باغ کی سیر کو جی چاہتا ہے

۱- ہمارا قلب جو وجہ مطلق کا مشاہدہ کر رہا ہے کب تجلیات متعینہ مقیدہ کی طرف مائل ہو سکتا ہے جو عارف سالک وحدت کی سیر کر رہا ہو کثرت کی طرف رخ نہیں کرتا؛

سرو و لالہ سے مراد تجلیات ہیں جو تعین کی قید میں ہیں اور چمن سے مراد دنیا ہے جہاں ان تجلیات کا ظہور ہو رہا ہے اس چمن کی سیر بجز اعتبارات اور تعینات کا مجموعہ ہے وحدت کے سیر کرنے والوں کو نہیں بھاتی؛

۲- اس شعر میں پہلے شعر کی شرح ہے یعنی عارف سالک کا قلب تجلیات شہودی سے کنارہ کش ہے اور حسن مجاز پر فریفتہ نہیں ہوتا۔ کیونکہ حقیقت کا مشاہدہ کر رہا ہے:

۳ و ۵ - یہی مضمون اس شعر میں ہے؛

کفر زلفش رہ دیں میزد و آں سنگین دل | در رہش مشعلہ از چہرہ برافروختہ بود

مگر لطف نیا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ دنیا یا عالم کثرت کی بھول بھلیوں میں اگر ہم گمراہ ہو جاویں تو کچھ تعجب کی بات نہیں اس پیچ در پیچ راستہ میں رہنمائی وجہ مطلق ہی کرے تو کرے؛

ما بداں منزل عالی نتوانیم رسید | ہاں مگر لطف شما پیش نہد گامے چند

۴- ممکنات بھی انا الوجود کا دعوے کریں تو حیرت ہے عدم کب ہستی مطلق کے برابر ہو سکتا ہے یہ محض ایک ہوا ہے جو ممکنات کے سر میں سمائی ہے؛ سه

گر ممکن ز حد خویش بگذشت
نہ او واجب شد و نہ واجب ابر گشت

داد گرا فلک ترا جرعہ کش پیالہ باد اے انصاف کرنیوالے بادشاہ آسمان تیرے پیالہ کے پینے والا ہو؛	۱	**دشمن دل سیاہ تو غرقہ بخون چو لالہ باد** تیرا دشمن سیاہ دل لالہ کی طرح خون میں غرق رہے
ذروۂ کاخ رفعت رست زفرط ارتفاع تیرے بلند محل کا کنگرہ با فراط بلند ہوا ہے؛	۲	**راہروان وہم را راہ ہزار سالہ باد** وہم کے مسافروں کے لئے ہزار سال کی راہ خدا کرے ہو
زلف سیاہ پرچم چشم و چراغ عالم ست تیرے پرچم کی سیاہ زلفیں دنیا کی روشنی ہیں؛	۳	**جان ز نسیم دولتت در شکن کلالہ باد** تیرے دولت کی ہوا سے طرہ کے پیچ و خم میں جان پڑی

۴ ای مه برج سعادت مقصد کل ز آدمی — بادهٔ صاف دائمت در قدح و پیاله باد

اے عدل کے برج کے چاند بنی انسان کی پیدائش کا مقصد تیری ذات ہے — تیرے قدح اور پیالہ میں ہمیشہ شراب رہے

۵ چون بهوای قامتت زهره شود ترانه ساز — حاسدت از سماع آن همدم آه و ناله باد

جب تیرے قد کی محبت میں زہرہ گائے — تیرا دشمن اس راگ کو سن کر آہ اور نالہ کرتا رہے

۶ از طبق سپهر و آن قرصهٔ سیم و زر که هست — از لب خوان حشمتت سهلترین نواله باد

(طبق) آسمان کے اور چاندی اور سونے (چاند اور سورج) کی روٹیاں — تیری حشمت کے خوان کے لبے نہایت آسان لقمہ بن جاویں

۷ دختر فکر بکر من همدم صحبت تو شد — مهر چنین عروس را هم بکفت حواله باد

میرے فکر کی کنواری لڑکی تیری ہم صحبت ہوئی ہے — ایسی دلہن کا مہر بھی تیری ہتھیلی کے سپرد ہو

حافظ تو درین غزل حجت بندگی نوشت

تیرے حافظ نے اس غزل میں غلامی کا دعوے کیا ہے

لطف عبید پروری شاهد این قباله باد

بندہ پروری کا لطف اس دستاویز کا گواہ ہو

۱ دیریست که دلدار پیامی نفرستاد — ننوشت کلامی و سلامی نفرستاد

مدت ہوئی کہ دلدار نے کوئی پیغام نہیں بھیجا — نہ تو خط لکھا اور نہ سلام کہلا بھیجا

۲ صد نامه فرستادم و آن شاه سواران — پیکی ندوانید و پیامی نفرستاد

سو خط لکھ چکا ہوں اور سواروں کے بادشاہ نے — نہ تو قاصد دوڑایا اور نہ پیغام روانہ کیا

۳ سوی من وحشی صفت عقل رمیده — آهو روشی کبک خرامی نفرستاد

مجھ وحشی کی طرف جس کی عقل رفو چکر ہو گئی ہے — چکور کی چال چلنے والا ہرن جیسا (قاصد) روانہ نہ کیا

۴ دانست که خواهد شدنم مرغ دل از دست — زان طره چون سلسله دامی نفرستاد

جانتا تھا کہ میرا مرغ دل ہاتھ سے نکل جائے گا — اس زلف سے جال کی کڑیاں کیوں روانہ نہ کیں

فریاد کہ آں ساقی شکر لب سرمست افسوس کہ وہ شیریں لب سرمست ساقی	۵ دانست کہ مخمورم و جامی نفرستاد جانتا تھا کہ میں مخمور ہوں مگر پیالہ شراب کا نہ بھیجا
چندانکہ زدم لاف کرامات مقامات جتنا کہ میں نے مقامات سلوک کا دعوےٰ کیا	۶ ہیچم خبر از ہیچ مقامی نفرستاد مجھے کسی مقام کی کچھ خبر نہ بھیجی

۷ حافظ بادب باش کہ واخواست نباشد
اے حافظ ادب کو مدنظر رکھ کہ تقاضا نہیں ہو سکتا
گر شاہ پیامے بغلامی نفرستاد
اگر بادشاہ اپنے غلام کو پیام نہیں بھیجتا

۶۔ اصطلاح صوفیہ کرام میں "مقام" سے مراد وہ ہے جہاں سالک کو کچھ عرصہ ٹھیرنا پڑتا ہے مقامات بہت ہیں اور راہ بے نہایت ہیں ان کا شمار بھی نہیں ہو سکتا۔ مطلب یہ ہے کہ میں سلوک کا راستہ طے کرتا ہوا اور ہر ایک مقام پر قیام کرتا ہوا بڑھتا گیا مگر ہر ایک مقام پر معلوم ہوا کہ ابھی منزل مقصود دور ہے اور وہ مقام جہاں معشوق حقیقی ہے ابھی تک معلوم نہیں کہ کہاں ہے اس شعر میں خواجہ سالک کو تحریر فرماتے ہیں کہ کیا ہوا اگر تم صاحب مقامات بھی ہوگئے جبتک اصل مقام پر پہنچو مطلب کو ہاتھ سے نہ دو ورنہ یہ مقامات کسی کام نہ آئینگے صاحب کرامات ہونا اور بات ہے اور مقام احدیت تک پہونچنا اور شے ہے
کس ندانست کہ منزلگہ معشوق کجاست ✦ ایں قدر ہست کہ بانگ جرسے مے آید

دوش پیر می فروش کہ ذکرش بخیر باد کل شراب فروش پیر نے کہ اس پر رحمت ہو	۱ گفتا شراب نوش و غم دل ببر زیاد مجھے کہا کہ شراب پی اور غم کو بھول جا
گفتم بباد میدہدم بادہ نام و ننگ میں نے کہا کہ شراب پینے سے نام و ننگ برباد ہوتا ہے	۲ گفتا قبول کن سخن و ہرچہ باد باد جواب دیا کہ جو کچھ میں نے کہا اس پر عمل کر اور جو کچھ ہوتا ہے ہونے دے
سود و زیان و مایہ چو خواہد شدن ز دست نفع اور نقصان جب ہاتھ سے جانے والا ہے	۳ از بہر ایں معاملہ غمگین مباش و شاد تو اس معاملہ میں غم کھانا یا خوش ہونا نہ چاہیئے
بیخار گل نباشد و بی نیش نوش ہم پھول کانٹے کے بغیر نہیں ہوتا اور تریاق زہر کے بغیر نہیں	۴ تدبیر چیست وضع جہان اینچنیں فتاد کیا تدبیر کی جائے اس جہان کی وضع ہی ایسی ہے

پرکن زبادہ جام دمادم بگوش ہوش ۵ بشنو ازو حکایت جمشید و کیقباد

پیالہ شراب سے پر کر اور گوش ہوش سے

جمشید اور کیقباد کی حکایت اس سے سن

در آرزوئے آنکہ رسد دل براحتے ۶ جان در درون سینہ غم عشق او نہاد

اس امید پر کہ دل کو راحت نصیب ہوگی

جان نے سینہ کے اندر اس کے عشق کا غم رکھ دیا ہے

بادت بدست باشد اگر دل نہی بہیچ ۷ در معرضے کہ تخت سلیمان رود بباد

ایسی چیز سے جو ہیچ ہے دل لگا ہوا باندھنا ہے

اور ایسے مقام میں کہ سلیمان کا تخت برباد ہوتا ہے

۸

حافظ گرت ز پند حکیماں ملالت است

اے حافظ اگر تجھے داناؤں کی نصیحت بری معلوم ہوتی ہے

کوتہ کنیم قصہ کہ عمرت دراز باد

تو قصہ کوتاہ عمرت دراز باد ہے

شرح یہ غزل معرفت کا بحر بے پایان ہے پند و نصیحت کا دفتر ہے اور خواجہ حافظ رح کی کمال کا شاہد ہے

شعر ۱ تا ۵ قطعہ بند ہیں۔ یعنے مجھے مرشد کامل نے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کا نزول اسپر ہو یہ نصیحت کی کہ شراب عشق پیا کر اور دنیا کا فکر دل سے یک لخت محو کر دے خود حضرت عشق دنیا اور آخرت کے فکر سے نجات دلا دے گا؛ میں نے عرض کی کہ عشق تو بدنامی کا گھر ہے انسان ذلیل خوار اور رسوا ہوتا ہے فرمایا کہ دنیا کی عزت اور ذلت ہیچ ہیں اور یہ صرف عارضی باتیں ہیں مولنا روم رح فرماتے ہیں؛

شاد باش اے عشق خوش سودائے ما لے طبیب جملہ علت ہائے ما

اے دوائے نخوت ناموس ما اے تو افلاطون جالینوس ما

یعنے یہ عزت اور نام و ننگ و ناموس و نخوت جس کے حاصل کرنے کے لئے دنیا دار کوشش کرتے ہیں علت ہیں اگر ان کو قطع کیا جائے تو جو باقی رہے گا وہ توحید ہے۔ اس لئے اس کے نفع پر خوشی منانا یا نقصان پر غم کھانا عبث ہے؛ دنیا میں دونوں باتیں نفع اور نقصان؛ پھول کے ساتھ کانٹا ہمیشہ موجود رہتا ہے۔ اس لئے اگر پھول کی خواہش ہے تو کانٹے کو علیحدہ کرنا دشوار ہے؛ خوشی کے طالب ہو تو غم کے لئے تیار رہو آخر خوشی حاصل کرنے کے لئے جو کوشش کروگے وہ دردسر کیا کم ہے اس لئے نفع کی خواہش کے ساتھ نقصان بھی ضرور ہے۔ اور سچ پوچھو تو اصل بات یہ ہے کہ خوشی کے حاصل کرنے کی کوشش کو چھوڑ دو غم بھی خواہ مخواہ رفع ہو جاوے گا دنیا کا غم کیا چیز ہے دیکھو تو جمشید و کیقباد سے اولوالعزم شہنشاہ کہاں ہیں اور کیا ہوئے جب یہ نتیجہ ہے تو نہایت نادانی ہے کہ دنیا کی خوشی اور شان و شوکت سے دل لگایا جاوے۔

اس شعر میں لفظ "بادہ و باد باد" کو تجنیس و تکرار سے باندھا ہے۔ اسی طرح ایک مقام پر لکھتے ہیں ؎

دوشش آگہی زیار سفر کردہ داد باد — من نیز دل بباد دہم ہرچہ باد باد

۶۔ غم عشق نے الفت دل کو راحت دیتا ہے ؛

۷۔ دنیا ہیچ ہے۔ خدا پر دل لگانا مٹھی میں ہوا باندھنا ہے۔ بے فائدہ کوشش کرنا ہے سلیمان کا تخت ہوا پر چلتا تھا۔ مگر نتیجہ کیا ہوا سب کچھ برباد ہو گیا۔

۸۔ اے حافظ اگر دانا کی نصیحت بری معلوم ہوتی ہے تو خانہ آباد دولت زیادہ ؛

۱
دوشش در حلقۂ ما قصۂ گیسوی تو بود — تا دل شب سخن از سلسلۂ موی تو بود
کل ہمارے حلقہ میں تیری زلف کی باتیں ہو رہی تھیں — آدھی رات تک تیرے بالوں کے متعلق باتوں کا سلسلہ جاری رہا

۲
دل کہ از ناوک مژگان تو در خون میگشت — باز مشتاق کمان خانۂ ابروی تو بود
دل جو تیرے مژگان کے ناوک سے سراسر خون ہو گیا — تیرے ابرو کے کمان خانہ کا پھر مشتاق تھا

۳
ہم عفا اللہ صبا کز تو پیامے آورد — ورنہ در کس نرسیدیم کہ در کوی تو بود
صبا پر خدا کی رحمت ہو کہ تیرا پیغام لائی ہے — ورنہ مجھے تو کوئی نہ ملا جسکو تیرے کوچہ میں دخل ہو

۴
عالم از شور و شر عشق خبر ہیچ نداشت — فتنہ انگیز جہاں نرگس جادوی تو بود
دنیا عشق کے شور اور شر سے بالکل بے خبر تھی — جہاں میں تیری جادو کرنے والی آنکھ نے فتنہ برپا کیا

۵
من سرگشتہ ہم از اہل سلامت بودم — دام راہم شکن طرۂ ہندوی تو بود
میں سرگشتہ بھی امن سے بسر کر رہا تھا — تیرے سیاہ زلف کا خم میرے راستہ میں جال بن گیا

۶
بکشائید قبا تا بکشاید دل من — کہ گشادی کہ مرا بود ز پہلوی تو بود
قبا کے بند کھول دو کہ میرا دل بھی کھل جائے — کیونکہ جو کچھ کشائش مجھے حاصل ہوئی وہ تیرے پہلو میں بیٹھنے سے ہوئی

۷
بوفائی تو کہ بر تربت حافظ بگذر
تیری وفا کی قسم حافظ کی قبر پر کبھی آ نکل
کز جہاں میشد و در آرزوی روی تو بود
جہاں سے گزر رہا تھا اور تیرے چہرہ کی آرزو تھی

۱۔ دل شب کے معنے آدھی رات۔ اس شعر میں گیسوی کی مناسبت کے ساتھ رات اور سلسلہ و حلقہ خاص لطف پیدا

کر رہا ہے یعنے معشوق کی زلف اور اس کے بالوں کے سلسلہ کی باتیں عاشقوں کے حلقہ میں رات کے وقت شروع ہوئیں اور آدہی رات تک یہ گفتگو ہوتی رہی۔ شب سے مراد وہ ظلمت ہے جو بصورت حجاب وجہ مطلق پر ہے وجہ مطلق تو ہستی مطلق ہے اور ظلمت عدم ہے اس عدم کا حجاب ہماری آنکھوں پر پڑا ہے اور اسی ظلمت میں ہم حیران و سرگردان ہیں اس شعر میں گیسوئے اور اس کے پیچ در پیچ سلسلہ سے مراد تجلیات شہودی ہیں جو وجہ مطلق پہ حجاب ہیں سالک مراقبہ میں ان تجلیات کا مشاہدہ کرتا ہے اور فکر کرتا ہے رات کا وقت اور بالخصوص آدہی رات کا وقت گیسوئی کے لئے مناسب ہے؛

۳ - ہوا سے مراد اس جگہ وہ ذریعہ ہے جو قرب الٰہی حاصل کرنے کا ہے اور یہ غالباً "روح" یا طبیعت انسانی ہے جو قدرتاً اللہ تعالٰے کی طرف رجوع ہوتی ہے یعنے اللہ تعالٰے کی عبادت یا معرفت کا شوق قدرتاً ہماری طبیعت میں ودیعت ہے اور ہماری طبیعت ہی ہمیں اس طرف رہنمائی کرتی ہے؛ +

۴ - اسوقت دنیا میں جو کچھ ظہور ہو رہا ہے یا اس سے پیشتر ہوا یا ہوگا وہ صرف حضرت عشق کی بدولت ہے یہ ایسا لطیف مسئلہ ہے کہ اس کی شرح میں دفتر درکار ہے؛ اور درحقیقت عشق ہی کے ذریعہ راز ہستی کا انکشاف ہوتا ہے +

۱
در ازل پرتو حسنت ز تجلی دم زد
ازل میں تیرے حسن کا عکس متجلی ہوا؛
عشق پیدا شد و آتش بہمہ عالم زد
عشق پیدا ہوا اور تمام عالم میں آگ لگادی

۲
جلوہ گرد رخش دید ملک عشق نداشت
اس کے رخ کے گرد جلوہ دیکھا۔ مگر فرشتہ میں عشق نہ تھا
عین آتش شد ازین غیرت و بر آدم زد
اس غیرت سے عین آتش ہوا اور آدم کے تن بدن میں لگا

۳
مدعی خواست کہ آید بتماشا گہ راز
مدعی نے یہ ارادہ کیا کہ راز کی مجلس میں داخل ہو
دست غیب آمد و بر سینۂ نامحرم زد
غیب سے ہاتھ پیدا ہوا اور نامحرم کے سینہ پر لگا؛

۴
عقل میخواست کزان شعلہ چراغ افروزد
عقل نے یہ چاہا تھا کہ اس شعلہ سے چراغ جلائے
برق غیرت بدرخشید و جہاں برہم زد
غیرت کی بجلی کوندی اور جہان کو تہ وبالا کردیا

۵
جان علوی ہوس چاہ زنخدان تو داشت
روح تیرے چاہ زنخدان کی ہوس رکھتی تھی؛
دست در حلقۂ آں زلف خم اندر خم زد
ہاتھ تیری زلف کے حلقہ کے پیچ میں ڈالا

۶
دیگران قرعۂ قسمت ہمہ بر عیش زدند
اوروں نے قسمت کا قرعہ عیش پہ ڈالا؛
دل غمدیدۂ ما بود کہ ہم بر غم زد
ایک میرا غم زدہ دل تھا کہ اسکے غم پہ پڑا

خیمہ درآب و گل مزرعۂ آدم زد	،	نظری کرد کہ بیند بجہاں صورت خویش
آدم کی کھیت کے پانی اور مٹی میں خیمہ گاڑا		ایک نگاہ اس لئے کی کہ جہاں کو اپنی صورت پر دیکھے

حافظ آں روز طربنامۂ عشق تو نوشت

حافظ نے اس روز تیرے عشق کا طرب نامہ لکھا

کہ قلم بر سرِ اسبابِ دلِ خرم زد

کہ تمام عیش کے اسباب اور دل کی خوشی پر خط کھینچ دیا

شرح :- یہ غزل معرفت کا بحر ناپیدا کنار ہے خواجہ حافظ ربط عالم اور ظہور عالم کی کیفیت اور کثرت اور وحدت کے راز بیان فرماتے ہیں :

۱- ازل میں یعنے اسوقت جبکہ دنیا ومافیہا موجود نہ تھی اور ذات واحد کے سوائے اور کچھ نہ تھا معشوق حقیقی کے حسن کا عکس عدم پر پڑا اور نور پیدا ہو گیا یہ سوزِ عشق تھا جسنے تمام عالم میں آگ لگا دی اور اس کو اپنے عالم کو روشن کر دیا :

۲- فرشتے اس حسن کے عکس کو دیکھ رہے تھے اور تعجب کرتے تھے لیکن ان میں یہ قابلیت نہ تھی کہ اس کی معرفت حاصل کرتے یعنے ان میں عشق نہ تھا مولنا روم فرماتے ہیں کہ مصرع عشق را جز آدمی در خور دنیست - اس لئے تقاضا حسن یہی تھا کہ اس میں غیرت پیدا ہوتی کیونکہ اس کا جلوہ بے بصروں کے سامنے کچھ قدر نہ رکھتا تھا : آخر یہ آتش غیرت آدم کو کھا گئی - یعنے اس کا اہل پیدا ہوا : اس شعر میں یہ ظاہر کیا گیا ہے کہ اگرچہ فرشتے موجود تھے اور خود فرشتے درگاہ الٰہی میں عرض کرتے تھے کہ ہم تیری تسبیح وحمد وثنا کرتے ہیں : آدم کو پیدا کرنے سے کیا فائدہ ہوگا - جواب ملا کہ تم اس حسن کے اہل نہیں ہو جس کا آدم ہوگا - یعنے عشق فرشتوں میں نہیں ہے آدم میں ہے اور اسی لئے آدم پیدا ہوا :

۳- فرشتے تو یہ کہہ کر کہ جو کچھ یا جیسا کہ تونے ہمیں پیدا کیا ہے ویسے ہی ہیں اس سے زیادہ ہو نہیں سکتے خاموش ہو رہے - لیکن شیطان کے سر میں یہ سمائی کہ آدم کی کیا حیثیت ہے کہ ہم سے بڑھ کر قدم مارے اور راز کی باتیں معلوم کرے اس تکبر ونخوت نے جو سراسر عشق کے مخالف ہے اس کو محروم کر دیا اور نامحرم رہا :

۴- عقل نے یہ ارادہ کیا کہ شعلۂ عشق سے اپنا چراغ جلائے اور اپنے آپ کو روشن کرے اور رستہ اسی روشنی سے دریافت کرے - یہ ناممکن تھا عقل کی اس جرأت پر برق غیرت نے جہان کو تہ وبالا کر دیا - اور عقل سرگرداں ہو رہی ہے نہ اس کو اپنا پتہ ہے اور نہ منزل مقصود کی راہ دکھائی دیتی ہے :

۵- روح یہ چاہتی تھی کہ چاہِ زنخدان تک رسائی ہو جاوے اس لئے اس کی زلف کے خم وپیچ میں الجھ گئی - جب تک اس مقام تک رسائی نہ ہو رخ تک پہنچنا محال ہے :

۶- دنیا دار تو عیش وعشرت میں پڑے ہیں اور ہم غم عشق میں مبتلا ہیں اپنا نصیب اور قسمت ہے :

۷- معشوق حقیقی نے ایک نگاہ عدم پر کی منشا یہ تھا کہ جہان کو اپنی صورت پر دیکھے - اس لئے آدم علیہ السلام کو مٹی اور

ائی سے خمیر کیا اور اس جگہ مقام کر دیا۔ رہائش کے قابل یہی جگہ پسند فرمائی۔

۸۔ عشق کا طرب نامہ حافظ نے اسی روز سے لکھا جبکہ دنیا جہان کے اسباب سے قطع تعلق کیا اور دنیاوی خوشی سے کنارہ کیا۔ عشق کا طرب نامہ غم ہی ہو سکتا ہے۔

یہ غزل قطعہ بند ہے دیکھا جائے تو معلوم ہو گا کہ انسان کا وجود عجب معجون مرکب ہے۔ اس وجود میں وہ قوتیں ہیں جن کو شیطانی کہتے ہیں۔ مثلاً کینہ۔ بغض، حسد، شہوت وغیرہ اور وہ طاقتیں ہیں جنکو ملکوتی کہتے ہیں مثلاً رحم انصاف اتفاق وغیرہ اس وجود میں عقل ہے جس کے کرشمے اظہر من الشمس ہیں اسمیں روح ہے جس کی ہستی کا راز ابھی تک سربستہ چلا آرہا ہے اس غزل میں ان تمام طاقتوں کا جن سے انسانی وجود مرکب ہے خواجہ حافظ رح نے تذکرہ کیا ہے اور یہ اسکے ساتھ ہر ایک طاقت کے خواص بتلائے ہیں۔ اور نتیجہ یہ اخذ کیا ہے کہ ملکوتی صفات شیطانی خصلتیں اور عقل کی روشنی یہ سب کچھ ہے مگر عشق کی قابلیت حاصل کرنے کے لئے ان کا فرداً فرداً وجود بیفائدہ ہے ان کا مجموعہ جنپر "روح" حکمران ہے آدم بنتا ہے اور پھر عشق کی قابلیت پیدا ہوتی ہے ۔

۱ دوش می آمد و رخسارہ برافروختہ بود
کل آ رہا تھا اور چہرہ تمتما رہا تھا
تا کجا باز دل غمزدہ سوختہ بود
معلوم نہیں کہاں تک غمزدہ دل کو جلاتا رہا

۲ رسم عاشق کشی و شیوہ شہر آشوبی
عاشقوں کو قتل کرنے کی رسم اور شہر آشوبی
جامۂ بود کہ بر قامت او دوختہ بود
ایک لباس ہے جسکو اسکے قد کیواسطے تیار کیا ہے

۳ کفر زلفش رہ دین میزد و آن سنگین دل
اسکی زلف کا کفر دین کو غارت کرتا ہے اور وہ پتھر دل
در رہش مشعلہ از چہرہ برافروختہ بود
اس کے راستہ میں چہرہ سے مشعل کو روشن کرتا ہے

۴ دل بسی خون بکف آورد ولی دیدہ بریخت
دل نے بہت خون جمع کیا اور آنکھوں نے گرا دیا
اللہ اللہ کہ تلف کرد و کہ اندوختہ بود
تعجب ہے کہ جمع کوئی کرے اور برباد کوئی اور کرے

۵ یار مفروش بدنیا کہ بسے سود نکرد
یار کو دنیا کے عوض مت بیچ کیونکہ
آنکہ یوسف بزر ناسرہ بفروختہ بود
کھوٹے داموں سے جسنے یوسف کو فروخت کیا کچھ فائدہ نہ اٹھایا

۶ جان عشاق سپند رخ خود میدانست
عاشقوں کی جان کو اپنے چہرہ کا سپند سمجھ رکھا ہے
و آتش چہرہ بریں کار برافروختہ بود
اور اسی لئے چہرہ کی آگ بھڑکا رکھی ہے

۷ گرچہ میگفت کہ زارت بکشم میدیدم
اگرچہ کہتا تھا کہ تجھے نہایت برے حال سے مار ڈالونگا مگر میں نے دیکھا
کہ نہانش نظری با من دلسوختہ بود
کہ در پردہ نگہ مجھ دل سوختہ کی طرف ہی تھی

گفت و خوش گفت برو خرقہ بسوزاں حافظ

کہا اور کیا اچھا کہا کہ جا حافظ خرقہ کو آگ لگا دے

یا رب این قلب شناسی ز کہ آموختہ بود

اے خدا یہ کھوٹے پرکھنے کا ڈھنگ اس نے کہاں سے سیکھا

۱۔ شعر ۳:۔ قاعدہ ہے کہ جب آگ جلاتے ہیں تو گرمی کی وجہ سے چہرہ تمتما اٹھتا ہے۔ معشوق کا چہرہ جو تمتما رہا ہے ضرور کسی عاشق کا دل جلاتا رہا ہوگا۔ اور جس قدر گرمی یار کے چہرہ پر نمایاں ہے اسی حد تک قیاس ہو سکتا ہے۔ کہ عاشق کا دل جلایا ہوگا جس کا یہ اثر ہے ؛

۳۔ جب تاریک رات میں مسافر کو سیدھا راستہ منزل مقصود کا معلوم نہ ہو اور اس حالت میں کسی طرف روشنی نظر آئے تو مسافر اسی روشنی کی طرف جاتا ہے اور سمجھتا ہے کہ سیدھے راستہ پر جا رہا ہوں۔ معشوق نے اپنی زلف کو بکھیر رکھا ہے جو رہزنی کرتی ہے اور غضب یہ کیا ہے کہ اپنے رخسار تاباں سے اسی زلف کی راہ میں مشعل روشن کر رکھی ہے کہ عاشق تو اس مشعل کی طرف آتے ہیں اور زلف کی قید میں پھنس جاتے ہیں ؛

زلف سے مراد عالم کثرت یا تجلیات شہودی ہیں۔ اور چہرہ سے مراد وجہ مطلق ہے۔ لوگ تو وجہ مطلق کے اشتیاق میں بڑھتے ہیں مگر تجلیات شہودی کے قید میں مقید ہو جاتے ہیں ؛ ❖

۵۔ حضرت یوسف کا قصہ توریت و قرآن میں بتفصیل مذکور ہے۔ بھائیوں نے کھوٹے مول کے عوض فروخت کر دیا تھا مطلب شعر کا یہ ہے اے دوست مطلوب حقیقی کو دنیا کے عوض فروخت نہ کر۔ یعنے اپنا مطلوب دنیا کو نہ بنا کیونکہ اس سے کچھ فائدہ نہ ہوگا۔ دنیا کھوٹے دام ہیں۔ بازار حقیقت میں یہ سکہ رائج نہیں ہے کہ اس لئے آخرت میں افسوس ہوگا ؎

نوشتہ اند بر ایوان جنت الماوی ❖ کہ ہر کہ عشوۂ دنیا خرید وائے بوی

۸۔ خرقہ سے مراد ہستی موہوم ہے۔ اس کو فنا کرنا چاہیئے پھر بقا باللہ حاصل ہوگی ❖

۱

دوش آگہی ز یار سفر کردہ داد باد

کل ہوا نے یار مسافر کی خبر لا کر دی ؛

من نیز دل بباد دہم ہرچہ باد باد

میں بھی اب دل برباد کرتا ہوں جو ہونا سو ہو

۲

در چین طرۂ تو دل بی حفاظ من

تیری زلف کے پیچ میں میرے بے مروت دل نے

ہرگز نگفت مسکن مالوف یاد باد

ہرگز یہ نہ کہا کہ مسکن مالوف یاد باد

۳

دل خوش شدم بیاد تو ہر گہ کہ در چمن

میں تیری یاد سے دل خوش کر رہا تھا جبکہ چمن میں

بند قبائے غنچۂ گل می کشاد باد

باد گل کے قبا کے بند کھول رہی تھی ؛

۴ طرف کلاہ شاہیت آمد بخاطرم
تیرے شاہی تاج کا کنارہ میرے تصور میں آیا
آنجا کہ تاج بر سر نرگس نہاد باد
جہاں باد نے نرگس کے سر پر تاج رکھا۔

۵ کارم بداں رسید کہ ہمراہ خود کنم
میرا کام اب وہاں تک پہنچا ہے کہ مناسب ہے کہ اپنے ہمراہ
ہر شام برق لامع و ہر بامداد باد
بوقت شام بجلی اور بوقت صبح باد کو رکھوں۔

۶ از دست رفتہ بود وجود ضعیف من
میرا ناتوان جسم گیا گذرا تھا۔
صبحم بہ بوئے وصل تو جاں باز داد باد
صبح کے وقت تیری وصل کی خوشخبری سے باد نے جان ڈال دی

۷ امروز قدر پند عزیزاں شناختم
آج عزیزوں کی نصیحت کی قدر معلوم ہوئی۔
یارب روانِ ناصح ما از تو شاد باد
اے خدا میرے نصیحت کرنیوالے کی روح تجھ سے خوش ہو

۸ تاریخ عیش ما شب دیدار دوست بود
جس رات دوست کا دیدار نصیب ہوا وہ میرے عیش کی تاریخ تھی۔
عہد شباب صحبت احباب یاد باد
جوانی کے دن اور دوستوں کی صحبت یاد باد۔

۹ حافظ نہاد نیک تو کامت بر آورد
اے حافظ تیری نیک طبیعت تیرا مطلب بر لائیگی
جانہا فدائے مردم نیکو نہاد باد
جانیں نیک نہاد آدمی پر سے فدا ہوں۔

۱۔ شعر ۴ ۔ خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کے کلام کا حسن صوری و معنوی ہر ایک شعر میں نظر آتا ہے۔ لفظ ”باد“ کو کس خوش اسلوبی کے ساتھ مختلف معنوں میں باندھا ہے۔

۵۔ خواجہ رحمۃ اللہ علیہ اکثر اشعار میں اشارات میں گفتگو کرتے ہیں۔ برق و باد دونوں بربادی کے اسباب ہیں۔ اگر یہ دو رفیق ہوں تو ظاہر ہے کہ کیا نتیجہ ہو۔ دونوں سریع السیر ہیں۔ اس لئے شعر کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے۔ کہ میں منازل سلوک اس سرعت کے ساتھ طے کر رہا ہوں کہ برق و باد بھی بمشکل ہمراہ صبح و شام رہ سکتے ہیں۔ دونوں پیام رسانی کے ذریعے ہیں۔ اس لئے شعر کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ہر صبح و شام مجھے دمبدم یار کی خبر ملنی چاہیئے۔

کہ "الف" کی کیا صورت ہے "ب" کی کیا شکل ہے پھر یہی بچہ جوان ہو کر عالم بن جاتا ہے اس وقت وہ سمجھتا ہے کہ بچپن میں جو کچھ سمجھا تھا وہ حقیقت سے بہت دور تھا۔ مگر اس کے سوا چارہ بھی نہ تھا۔ یہی بت پرستی کی کیفیت ہے کہ انسان کو اس قابل بنایا جاتا ہے کہ حق پرست ہو۔

۴۔ عاشقوں کے طریق میں حسب ونسب کو کوئی نہیں پوچھتا۔ مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ؏

در ین راہ فلاں ابن فلاں چیزے نیست

۵۔ اس عشق کے راستہ میں جو آفتاب ہیں وہ بھی ذرہ کے برابر ہیں اس لئے اس مقام میں اپنے آپ کو بزرگ سمجھنا ادب کے خلاف ہے۔ شیطان نے بھی یہی سمجھا اور محروم رہا۔ مصرع ؏

بے ادب محروم ماند از فضل رب

آدم نے خاکساری کی اور اعلےٰ مرتبہ حاصل کیا۔

۷۔ انسان کے پاس اپنا کیا ہے۔ جو کچھ ہے وہ اللہ کا دیا ہوا ہے۔ اس لئے یہ بالکل فقیر ہے۔ فقیر اگر بادشاہ کے وصال کی آرزو کرے تو یہ اسوقت میسر ہو سکتا ہے جب کسی دن کے ساتھ رات نہ ہو۔ یعنے قیامت کو اور بات بھی یہی ہے کہ قیامت ہی کو دیدار نصیب ہوگا ✢

۱

دلم جز مہرِ مہ رویاں طریقے بر نمیگیرد

میرا دل سوائے مہ رویوں کی محبت کے کچھ اور طریقہ پسند نہیں کرتا

زہر در میدہم پندش ولیکن در نمیگیرد

میں تو اسے ہر طرح سمجھاتا ہوں مگر کچھ سنتا ہی نہیں

۲

خدارا اے نصیحتگو حدیث از مطرب و مے گو

اے نصیحت کرنیوالے خدا کیواسطے شراب اور مطرب کے متعلق باتیں کر

کہ نقشے در خیالِ ما ازیں خوشتر نمیگیرد

کہ میرے خیال میں اس سے زیادہ پسندیدہ کوئی اور بات نہیں ہے

۳

صراحی میکشم پنہاں و مردم دفتر انگارند

میں تو پوشیدہ شراب کی صراحی اپنے پاس رکھتا ہوں اور لوگ اسے دفتر سمجھتے ہیں

عجب گر آتش ایں زرق در دفتر نمیگیرد

تعجب ہے اگر اس مکر و فریب کی آگ دفتر میں نہ لگے

۴

نصیحت کم کن و ما را بفریادِ دف و نے بخش

نصیحت کم کر اور مجھے دف اور بانسری کے نغموں کے حوالہ کر

کہ غیر از راستی نقشے دریں جوہر نمیگیرد

کیونکہ بغیر راستی کے کوئی اور نقش اس جوہر میں گنجائش نہیں رکھتا

۵

میان گریہ میخندم کہ چوں شمع اندریں مجلس

روتے روتے ہنستا ہوں کہ شمع کی طرح اس مجلس میں

زبانِ آتشینم ہست اما در نمیگیرد

میری آگ کی زبان ہے مگر جسم میں اثر نہیں کرتی

۶

سرو چشمے بایں خوبی تو گوئی چشم ازو برگیر

ایسی خوبصورت آنکھ سراپا اور تو کہتا ہے کہ ادھر سے آنکھ اٹھالے

برو کایں وعظ بے معنی مرا در سر نمیگیرد

جا کیونکہ یہ بے معنے وعظ میرے سر میں نہیں سما سکتی

۷ نصیحت گوئی رندان را کہ با حکم خدا جنگ است
رندوں کو نصیحت کرنیوالا جو خدا کے حکم سے جنگ کرتا ہے
دلش بس تنگ می‌بینم چرا ساغر نمی‌گیرد
بہت دل تنگ، کہتا ہے کس سے شراب کا پیالہ نہیں لیتا

۸ چہ خوش صید دلم کردی بنازم چشم مستت را
تو نے کیا اچھا دل کا شکار کیا ہے تیری چشم مست کو آفرین ہے
کہ کس آہوی وحشی را ازین خوشتر نمی‌گیرد
کوئی وحشی ہرن کو اس سے بہتر طریقہ سے گرفتار نہیں جانتا

۹ سخن در احتیاج ما و استغنای معشوق است
ہماری محتاجی اور یار کے استغنا کے متعلق بات ہے
چہ سود افسونگری ای دل کہ در دلبر نمی‌گیرد
اے دل اس جادو کا کیا فائدہ جو دلبر پر نہیں چلتا

۱۰ خدا را رحمی ای منعم کہ درویش سر کویت
اے دولتمند خدا کے واسطے رحم کر کہ تیری گلی کا درویش
دری دیگر نمی‌داند رہی دیگر نمی‌گیرد
دوسرا دروازہ نہیں جانتا اور دوسری راہ پر نہیں چلتا

۱۱ من از پیر مغان دیدم کرامتہای مردانہ
میں نے پیر مغاں سے مردانہ کرامتیں دیکھی ہیں
کہ این دلق ریائی را بجامی بر نمی‌گیرد
کہ اس ریائی گودڑی کو ایک شراب کے پیالہ کے عوض نہیں لیتا

۱۲ بدین شعر تر شیرین ز شاہنشہ عجب دارم
ایسے تر اور شیریں شعر ہوں اور تعجب ہے کہ شہنشاہ
کہ سر تا پای حافظ را چرا در زر نمی‌گیرد
حافظ کو سر سے پاؤں تک زر میں کیوں نہیں منڈھ دیتا

۹ و ۱۰ مقصد یہ ہے اللہ تعالیٰ غنی ہے اور ہم سب اس کے محتاج اور فقیر ہیں اس نے ہمارے پاس کچھ بھی نہیں جسکے ذریعہ ہمارا منترا پہر چلے فقیری جادو ہے جسکی حقیقت کچھ بھی نہیں اور یہ جادو اسپر چلنے سے رہا اسلئے اسی غنی کے در پر صدا کرتے ہیں کہ ہمپر رحم کر نہ تو کوئی دوسرا دروازہ ہے جہاں سے ہم کچھ مانگیں نہ کوئی اور راستہ ہم کو معلوم ہے جہاں ہم کسی اور دروازہ پر پہنچ سکیں

۱ دیدم بخواب خوش کہ بدستم پیالہ بود
میں نے کیا اچھا خواب دیکھا کہ میرے ہاتھ میں شراب کا پیالہ ہے
تعبیر رفت و کار بدولت حوالہ بود
اس کی تعبیر یہ ہے کہ کام بن گیا اور مراد بر آئیگی

۲ چل سال رنج و غصہ کشیدیم و عاقبت
چالیس سال رنج و غصہ میں بسر ہوئے آخر کار
تدبیر ما بدست شراب دوسالہ بود
ہمارا علاج دو سالہ شراب کے ہاتھ میں تھا

۳

آن نافۂ مراد کہ میخواستم ز غیب
وہ مراد کا نافہ جس کے واسطے میں دعائیں مانگ رہا تھا

در چین زلف آن بت مشکین کلالہ بود
اس سیاہ زلف والے بت کے گیسو کے خم میں تھا

۴

از دست بردہ بود وجودم خمار عشق
عشق کے خمار نے تو جان لینے میں کسر نہ اٹھا رکھی تھی

دولت مساعد آمد و می در پیالہ بود
مگر یہ کہئے کہ نصیب اچھے تھے اور شراب پیالہ میں تھی

۵

نالان و دادخواہ بمیخانہ میروم
روتا ہوا فریاد کرتا ہوا شراب خانہ کی طرف جاؤنگا

کانجا گشاد کار من از آہ و نالہ بود
کیونکہ اس جگہ میری حاجت روائی آہ اور نالہ سے ہوتی ہے

۶

خون میخورم ولیک نہ جائی شکایت ست
خون جگر کا پیتا ہوں لیکن شکایت کا مقام نہیں

روزی ما ز خوان کرم این نوالہ بود
میری روزی میں خوان کرم سے یہی نوالہ تھا

۷

بر طرف گلشنم نظر افتاد وقت صبح
میری نظر صبح کے وقت گلشن پر پڑی

آن دم کہ کار مرغ چمن آہ و نالہ بود
اس وقت جبکہ مرغ چمن کا کام آہ و نالہ تھا

۸

ہر کو نکاشت مہر و ز خوبی گلی نچید
جسنے محبت کا بیج نہ بویا اور خوبی کا پھول حاصل نہ کیا

در رہگذار باد نگہبان لالہ بود
باد کے راستہ میں لالہ کی نگہبانی کرتا ہے

۹

آتش فگند در دل مرغان نسیم باغ
نسیم نے چمن کے جانوروں کے دل میں آگ لگا دی

زان داغ سر بمہر کہ در جان لالہ بود
اس سربمہر داغ کے باعث جو لالہ کی جان میں ہے

۱۰

آن شاہ تند حملہ کہ خورشید شیرگیر
وہ سخت حملہ آور بادشاہ جسکے سامنے معرکہ کے روز

پیشش بروز معرکہ کمتر غزالہ بود
خورشید شیر کا شکار کرنیوالا ہرن سے کمتر ہے

۱۱

دیدم کہ شعر دلکش حافظ بمدح شاہ
میں نے دیکھا کہ حافظ کے دلکش شعر جو اسنے شاہ کی مدح میں لکھے تھے

ہر بیت زان سفینہ بہ از صد سالہ بود
جس کا ہر ایک بیت سو رسالوں سے بہتر ہے پڑھتا تھا

۸۔ لالہ کا پودا ہوا میں قائم نہیں رہ سکتا۔ اسکی پنکھڑیاں ہوا میں بکھر جاتی ہیں جہاں ہوا چلتی ہو وہاں لالہ کی نگہبانی نہیں ہوسکتی۔

۹- ... سے مراد لالہ کی کلی ہے جو ابھی تک نہیں کھلی۔ لیکن نسیم چلی اور کلی پھولی اور داغ جو پہلے پوشیدہ تھا نمودار ہوا، مرغان چمن نے فریاد شروع کی۔

۱۰- خورشید شیر گیر: شیر سے مراد برج اسد ہے جسکی صورت شیر کی سی ہے آفتاب اس برج میں جا کر بادشاہ کا شکار کرتا ہے:

۱

دمی با غم بسر بردن جہان یکسر نمی ارزد

ایکدم غم میں بسر کرنی تمام جہان کے برابر نہیں

بمی بفروش دلق ما کزین بہتر نمی ارزد

شراب کے عوض میری گودڑی بیچ دو کیونکہ اس سے بہتر سودا نہیں ہوسکتا

۲

بکوی میفروشانش بجامی بر نمیگیرند

شراب بیچنے والوں کی گلی میں اسے ایک پیالے کے عوض بھی نہیں خریدتے

زہی سجادۂ تقوی کہ یک ساغر نمی ارزد

بارک اللہ مصلے تقویٰ کا ... کہ ایک ساغر کی قیمت بھی نہیں رکھتا

۳

شکوہ تاج سلطانی کہ بیم جان درو درج است

بادشاہ کے سر کا تاج جس میں جان کا خوف درج ہے

کلاہ دلکش است اما بترک سر نمی ارزد

خود تو اچھی ہے مگر سر کے عوض مول نہیں لے سکتے

۴

رقیبم سرزنشہا کرد کزین باب سر برتاب

مجھے رقیب نے سرزنش کی کہ اس دروازے سے سر اٹھا لے

چہ افتاد این سر ما را کہ خاک در نمی ارزد

میرے سر کو کیا ہو گیا ہے ... دروازہ کی خاک کے برابر بھی نہیں ہو سکتا

۵

ترا آن بہ کہ روی خود ز مشتاقان بپوشانی

تیرے لئے یہی بہتر ہے کہ اپنا چہرہ مشتاقوں سے چھپا رکھے

کہ شادی جہانگیری غم لشکر نمی ارزد

کیونکہ جہانداری کی ... لشکر کے غم کا متحمل نہیں ہو سکتا

۶

بشو این نقش دلتنگی کہ در بازار یکرنگی

اس دلتنگی کے نقش کو مٹا دے کیونکہ یکرنگی کے بازار میں

ہمہ نعمتہای گوناگون می احمر نمی ارزد

سرخ شراب دنیا کی تمام نعمتوں کے عوض بھی میسر نہیں آتی

۷

دیار و یار مردم را مقید میکند لیکن

وطن اور یار دوست انسان کو مقید کر دیتے ہیں لیکن

چہ جای پارس کاین محنت جہان یکسر نمی ارزد

پارس کیسی جگہ ہے کہ دنیا بھر کی تکلیفیں بھی نہیں چھوڑتیں

۸

بس آسان می نمود اول غم دریا ببوی سود

پہلے پہل تو دریا کے سفر کا غم نفع کی امید پر آسان معلوم ہوا

غلط گفتم کہ ہر موجش بصد گوہر نمی ارزد

کیسی غلطی ہوئی کیونکہ اسکی ہر ایک موج کا خوف سو موتیوں کے عوض بھی نہیں ہو سکتا

۹

برو گنج قناعت جو و کنج عافیت بنشین

جا اور قناعت کا گوشہ تلاش کر اور آرام کے خزانہ پر بیٹھ

کہ یکدم تنگدل بودن ببحر و بر نمی ارزد

کہ ایکدم تنگدل ہونا بحر و بر کی دولت کے برابر نہیں

۱۰

چو حافظ در قناعت کوش و از دنیای دون بگذر
حافظ کی طرح قناعت حاصل کرنے کی کوشش کر اور دنیائے دوں کو چھوڑ
که یک جو منت دونان بصد من زر نمی ارزد
کہ کمینے آدمیوں کی منت ایک جو کی ایک سو من زر کے برابر نہیں ہو سکتی

۱

دوستان دختر رز توبه ز مستوری کرد
اے دوستو دختر رز نے پردہ نشینی سے توبہ کی
شد بر محتسب و کار بدستوری کرد
کوتوال کے پاس گئی اور کاروبار کی اجازت حاصل کی ہے

۲

آمد از پرده بمجلس عرقش پاک کنید
پردے سے نکل کر مجلس میں آئی ہے اس کا پسینہ صاف کرو
تا نگویند حریفان که چرا دوری کرد
تاکہ یار یہ نہ کہیں کہ کیوں دور رہی ہے

۳

مژده گانی بده ای دل که دگر مطرب عشق
اے دل اس خوشخبری کے عوض میں کچھ نذر کر کہ پھر مطرب عشق نے
راه مستانه زد و چاره مخموری کرد
مخموری کا علاج مستانہ راگنیوں سے کیا ہے

۴

جای آن است که در عقد وصالش گیرند
مناسب تو یہ ہے کہ اس کے ساتھ عقد وصل کریں
دختر رز که بخم این همه مستوری کرد
دختر رز نے خم میں اس قدر عرصہ پردہ نشینی اختیار کی

۵

نه بهفت آب که رنگش بصد آتش نرود
سات پانیوں سے کیا سو آگ سے بھی یہ رنگ نہ جائیگا
آنچه با خرقه زاهد می انگوری کرد
جو انگوری شراب نے زاہد کی گودڑی پر چڑھا دیا ہے

۶

غنچه گلبن وصلم ز نسیمش بشگفت
میرے وصل کا غنچہ اسکی خوشبو سے کھل گیا
مرغ خوشخوان طرب از برگ گل سوری کرد
خوش نوا مرغ نے گل سوری کی پنکھڑی پر خوشی منائی

۷

حافظ افتادگی از دست مده زانکه حسود
اے حافظ خاکساری کو مت چھوڑ کیونکہ حاسد نے
عرض و مال و دل و دین در سر مغروری کرد
[illegible] اور مال اور دین کو غرور کے باعث برباد کر دیا

۷۔ حاسد سے مراد شیطان ہے۔ خاکساری کے باعث آدم کامیاب ہوا اور غرور کے باعث شیطان نے سب کچھ کھو دیا۔

۱

درخت دوستی بنشاں کہ کام دل ببار آرد
دوستی کا درخت لگا کہ دل کی مرادوں کا پھل ملیگا

نہال دشمنی برکن کہ رنج بیشمار آرد
دشمنی کی درخت کی جڑ سے نکال کہ اس سے رنج بہت حاصل ہوتا ہے

۲

چو مہمان خراباتی بعشرت باش با رنداں
جب تو خرابات کا مہمان ہے تو رندوں کیساتھ عیش و عشرت کر

کہ درد سر کشی جاناں گرت مستی خمار آرد
کیونکہ اگر مستی سے خمار پیدا ہوا تو سر درد پیدا ہوگا

۳

شب صحبت غنیمت داں و داد خوشدلی بستاں
رات کی صحبت غنیمت سمجھ اور خوشدلی کا حق ادا کر

بسی گردش کند گردوں بسی لیل و نہار آرد
آسمان بہت گردش کرے گا اور دن رات بہت آنے والے ہیں

۴

عماری دار لیلی را کہ مہر و ماہ در حکم است
محمل نشین لیلی جس کے حکم میں چاند اور سورج ہیں

خدایا در دل اندازش کہ بر مجنوں گذار آرد
اے خدا اس کے دل میں ڈال کہ کبھی مجنوں کی طرف توجہ

۵

بہار عمر خواہ ای دل وگرنہ ایں چمن ہر سال
اے دل عمر کی بہار کے مزے لوٹ ورنہ اس باغ میں ہر سال

چو نسرین صد گل آرد بار و چوں بلبل ہزار آرد
نسرین کی طرح سینکڑوں پھول کھلتے ہیں اور بلبل کی طرح ہزاروں آتے ہیں

۶

خدا را چوں دل ریشم قراری بستہ با زلفت
خدا کیواسطے میرے زخمی دل نے تیری زلف کیساتھ عہد باندھا ہے

بفرما لعل نوشیں را کہ جانم را قرار آرد
لب لعل کو فرما کہ میری جان کو تسکین دے

۷

ز کار افتادہ ای دل کہ صد من بار غم داری
اے دل کسی کام کا نہ رہا کہ صد من غم کا بوجھ اٹھا رہا ہے

برو یک جرعہ می درکش کہ در حالت بکار آرد
جا اور ایک گھونٹ شراب پی کہ کام بن جائے

در ایں باغ از خدا خواہد دریں پیرانہ سر حافظ
اس بڑھاپے میں حافظ اس باغ میں خدا سے چاہتا ہے کہ

نشیند بر لب جوئی و سروی در کنار آرد
نہر کے کنارے پر بیٹھا ہو اور سرو بغل میں ہو

۱

دوش از جناب آصف پیک بشارت آمد

کل جناب آصف کی خدمت سے قاصد خوشخبری لے کر آیا

کز حضرت سلیمان عشرت اشارت آمد

کہ حضرت سلیمان کی طرف سے عشرت کا اشارہ ہو چکا ہے

۲

خاک وجود ما را از آب بادہ گل کن

میرے وجود کی مٹی کو شراب کے پانی سے خمیر کر

ویران سرائے دل را گاہ عمارت آمد

دل کی ویرانہ سرائی کو تعمیر کرنے کا وقت آگیا ہے

۳

این شرح بی نہایت کز حسن یار گفتند

حسن یار کے متعلق جو بیشمار باتیں کی جاتی ہیں

حرفیست از ہزاران کاندر عبارت آمد

ہزاروں باتوں میں ایک حرف ہے جو کہنے سننے میں آسکتا ہے

۴

عیبم بپوش زنہار ای خرقۂ می آلود

اے شراب آلودہ گودڑی میرے عیب چھپانا

کان پاک دامن اینجا بہر زیارت آمد

کہ وہ پاک دامن اس جگہ زیارت کو آرہا ہے

۵

امروز جای ہر کس پیدا شود ز خوباں

آج خوبرو اپنے اپنے مرتبہ پر بیٹھیں گے

کان ماہ مجلس آرا اندر صدارت آمد

کیونکہ وہ مجلس کو آراستہ کرنیوالا چاند صدر نشین ہو کر آیا ہے

۶

بر تخت جم کہ تاجش معراج آفتاب است

جمشید کے تخت پر کہ جس کا تاج آفتاب کی معراج ہے

ہمت نگر کہ موری با این حقارت آمد

ہمت تو دیکھو کہ چیونٹی باوجود حقیر ہونے کے آرہی ہے

۷

از چشم شوخش ای دل ایمان خود نگہدار

اے دل اسکی شوخ چشم سے ایمان کو بچانا

کان جادوی کمان کش بر عزم غارت آمد

کیونکہ وہ جادوگر کمان کھینچے ہوئے غارت گری پہ آرہا ہے

۸

دریاست مجلس شاہ دریاب وقت و بشناس

بادشاہ کی مجلس دریا ہے باریابی حاصل کر اور وقت کو پہچان

ہان ای زیان رسیدہ وقت تجارت آمد

اے زیاں رسیدہ تجارت کا وقت آگیا ہے

۹

آلودۂ تو حافظ فیضی ز شاہ درخواہ

اے حافظ تو آلودہ ہے شاہ سے فیض کی التجا کر

کان عنصر سماحت بہر طہارت آمد

وہ جوانمرد پاک اور صاف کرنے کے لئے آرہا ہے

۱ در نمازم خم ابروئے تو چوں یاد آمد
نماز کے وقت جب مجھے تیرے ابرو کا خم یاد آیا
حالتے رفت کہ محراب بفریاد آمد
ایسی حالت ہوئی کہ محراب سے فریاد اٹھی

۲ از من اکنوں طمع صبر و دل و ہوش مدار
مجھ سے اب صبر و ہوش اور دل کو قابو میں رکھنے کی امید نہ کر
کاں تحمل کہ تو دیدی ہمہ بر باد آمد
وہ پہلی سی اکڑ فوں جو تو نے دیکھی تھی اب کہاں

۳ بادہ صافی شد و مرغان چمن مست شدند
شراب صاف ہے اور چمن کے جانور مست ہیں
موسم عاشقی و کار بہ بنیاد آمد
عاشقی کا موسم آیا اور کام بن گیا ہے

۴ بوئے بہبود ز اوضاع جہاں می شنوم
دنیا جہاں کی وضع سے بہتری کی امید بندھ گئی ہے
شادی آورد گل و باد صبا شاد آمد
پھول کے ساتھ خوشی آئی اور ہوا خوش خوش آئی ہے

۵ اے عروس ہنر از دہر شکایت منمائے
اے ہنر کی دلہن زمانہ کی شکایت نہ کر
حجلۂ حسن بیارای کہ داماد آمد
حسن کا گہوارہ آراستہ کر کہ داماد آیا ہے

۶ بر زلیخا ستم اے یوسف مصری مپسند
اے یوسف مصری زلیخا پر ستم کرنا پسند نہ کر
زانکہ از عشق بر او ایں ہمہ بیداد آمد
کیونکہ عشق کی بدولت اس پر سب مصیبتیں آئیں

۷ دلفریبان نباتی ہمہ زیور بستند
پھول جو طبقہ نباتات کے حسین ہیں زیور سے آراستہ ہیں
دلبر ماست کہ با حسن خداداد آمد
ایک میرا دلبر ہے کہ جس کے پاس حسن خداداد ہے

۸ زیر بارند درختاں کہ تعلق دارند
درخت زیر بار ہیں کیونکہ تعلق کی قید میں رہیں
اے خوشا سرو کہ از بند غم آزاد آمد
کیا ہی اچھا وہ سرو ہے جو غم کے بند سے آزاد ہے

۹ مطرب از گفتۂ حافظ غزلی نغز بخواں
اے مطرب حافظ کے کلام سے کوئی اچھی سی غزل سنا
تا بگویم کہ ز عہد طربم یاد آمد
تا کہ یہ کہوں کہ مجھے میرا عہد طرب یاد آیا

۱
دلی که غیب نمائیست جام جم دارد
وہ دل جو غیب کا حال جانتا ہے جام جم رکھتا ہے
ز خاتمی که ازو گم شود چه غم دارد
اگر اس کے پاس سے انگشتری گم ہو جائے تو اسے کیا غم ہے

۲
بخط و خال گدایان مده خزینهٔ دل
دل کا خزانہ ان فقیروں کے خط و خال کے حوالہ نہ کر
بدست شاہوشی ده که محترم دارد
کسی بادشاہ حسن کو دے کہ قدر کرے گا

۳
نه هر درخت تحمل کند جفای خزاں
ہر ایک درخت خزاں کی جفا کو برداشت نہیں کر سکتا
غلام همت سروم که ایں قدم دارد
میں تو سرو کی ہمت کا غلام ہوں کہ جسکے ایسے مضبوط قدم ہیں

۴
رسید موسم آں کز طرب چو نرگس مست
وہ موسم آیا ہے کہ جوش طرب سے نرگس مست کی طرح
نهد بپای قدح هر که شش درم دارد
قدح کی نذر کرنا چاہتا ہے جو کوئی چھ درم رکھتا ہے

۵
زر از بهای می اکنوں چو گل دریغ مدار
گل کی طرح زر شراب کے عوض بے دریغ
که عقل کل بصدت عیب متهم دارد
صرف کر کہ عقل کل تجھ پر سو بہتان باندھتی ہے

۶
ز سر غیب کس آگاه نیست قصه مخواں
کوئی شخص غیب کے احوال سے واقف نہیں باتیں بنا
کدام محرم دل ره دریں حرم دارد
کس محرم دل کو اس حرم میں جگہ ملتی ہے

۷
دلم که لاف تجرد زدی کنوں صد شغل
میرا دل جو تجرد کی لافیں مارتا تھا اب اس کو
ببوی زلف تو با باد صبحدم دارد
صبح کی ہوا اور تیری زلف کی خوشبو کیساتھ سو شغل ہیں

۸
مراد دل ز که جویم که نیست دلدارے
دل کی مراد کس سے بر آئیگی کہ دلدار ہی نہیں
که جلوهٔ نظر و شیوهٔ کرم دارد
جو نظر میں جلوہ گر ہو اور مہربانی کی عادت رکھتا ہے

۹
ز جیب خرقهٔ حافظ چه طرف بتواں بست
حافظ کی گودڑی کی جیب کس کام کی ہے
که ما صمد طلبیدیم و او صنم دارد
کہ ہم تو صمد کی طلب کرتے ہیں اور وہ بت رکھتی ہے

۱

دست از طلب ندارم تا کام من برآید

جبتک میرا کام پورا نہو گا میں طلب نہیں چھوڑوں گا

یا جان رسد بجاناں یا جاں زتن برآید

یا تو جان جاناں تک پہنچ جائیگی یا جان تن سے نکل آئیگی

۲

بکشائی تربتم را بعد از وفات بنگر

میری تربت کو مرنے کے بعد کھول کر دیکھ

کز آتش درونم دود از کفن برآید

کہ میرے دل کی آگ کے باعث کفن سے دھواں نکل رہا ہوگا

۳

بنمای رخ کہ خلقی والہ شوند و حیراں

اپنا چہرہ دکھلا کہ لوگ عاشق اور حیران ہوں

بکشای لب کہ فریاد از مرد و زن برآید

اپنے لب کھول کہ مرد و زن سے فریاد پیدا ہو

۴

جاں بر لب است و حسرت در دل کہ از لبانش

جان لب پر ہے اور حسرت دل میں کہ اسکے لبوں کا بوسہ نہ لیا

نگرفتہ ہیچ کامی جاں از بدن برآید

اور جان بدن سے نکل رہی ہے

۵

از حسرت دہانش جانم بہ تنگ آمد

اسکے دہن کی حسرت سے میری جان تنگ آئی ہوئی ہے

خود کام تنگدستاں کی زاں دہن برآید

بھلا تنگدستوں کا کام اس دہن سے کسطرح پورا ہوگا

۶

گفتم بخویش کز وی بر گیر دل دلم گفت

میں نے اپنے آپ کو کہا کہ اس سے دل ہٹالے دل نے جواب دیا

کار کسیست این کو با خویشتن برآید

کہ یہ کام اس شخص کا ہے جسکو اپنے آپ پر اختیار ہو

۷

ہر یک شکن ز زلفت پنجاہ و شصت دارد

تیری زلف کا ہر ایک خم ایک سو دس کمندیں رکھتا ہے

چوں این دل شکستہ با آن شکن برآید

میرا شکستہ دل اسکے خم سے کس طرح مقابلہ کر سکتا ہے

۸

بر بوی آنکہ در باغ آید گلی چو رویت

اس امید پر کہ باغ میں کوئی گل تیرے چہرہ جیسا نظر پڑے

آید نسیم و ہر دم گرد چمن برآید

نسیم آتی ہے اور چمن میں ہر دم آتی ہے۔

۹

ہر دم چو بیوفایاں نتواں گرفت یاری

ہر دم بیوفاؤں کی طرح ایک نت نیا یار نہ بنانا چاہئے

مائیم و آستانش تا جاں زتن برآید

ہیں ہم اور اسکا آستان ہے جبتک تن سے نہ نکلے

۱۰

برخیز تا چمن را از قامت و میانت

اٹھ کہ چمن میں تیرے قد اور قامت سے

سرو اور گلنار پیدا ہوں

۱۱

گویند ذکر خیرش در خیل عشقبازاں
عشق بازوں کے گروہ میں ذکر خیر ہو رہا تھا

ہر جا کہ نام حافظ در انجمن بر آید
جہاں کہیں حافظ کا نام انجمن میں آجاتا ہے

۱

در ازل ہر کو بفیض دولت ارزانی بود
ازل سے جس کو قسمت کا فیض سستا ملا ہے

تا ابد جام مرادش ہمدم جانی بود
ابد تک اس کی مرادیں بر آئیں گی۔

۲

من ہماں ساعت کہ از می خواستم شد توبہ کار
میرا تو اسوقت سے ہاتھ ٹمکا تھا جب سے شراب سے توبہ کی

گفتم ایں شاخ ار دہد باری پشیمانی بود
کہ اگر اس توبہ کی شاخ کو کوئی میں لگا تو وہ پشیمانی ہی ہوگی

۳

خود گرفتم کافگنم سجادہ چوں سوسن بدوش
میں نے فرض کرلیا کہ سوسن کیطرح سجادہ کاندھے پر اٹھائے ہوں

ہمچو گل بر خرقہ رنگ مے مسلمانی بود
لیکن گل کی طرح گودڑی پر شراب کا رنگ کیا مسلمانی ہوسکتی ہے

۴

خلوت ما را فروغ از عکس جام بادہ باد
میری خلوت شراب کے پیالہ کے عکس سے روشن ہے۔

زانکہ کنج اہل دل باید کہ نورانی بود
کیونکہ مناسب ہے کہ اہل دل کا گوشہ تنہائی نورانی ہو

۵

بی چراغ جام در خلوت نمے آرم نشست
پیالہ کے چراغ کے بغیر میں خلوت میں نہیں بیٹھ سکتا

وقت گل مستوری مستاں ز نادانی بود
بہار کے موسم میں مستوں کا چھپکر بیٹھنا نادانی ہے

۶

مجلس انس و بہار و بحث عشق اندر میاں
محبت کی مجلس گرم ہو اور بہار کا موسم ہو اور رمز عشق کی باتیں ہوں

جام می نگرفتن از جاناں گراں جانی بود
معشوق کے ہاتھ سے شراب کا پیالہ نہ پینا گراں جانی کی دلیل ہے

۷

ہمت عالی طلب جام مرصع گو مباش
عالی ہمت حاصل کر اگر زریں جام نہ ہو نہ سہی

رند را آب عنب یاقوت رمّانی بود
رند کے لئے انگوری شراب سرخ یاقوت ہے۔

۸

نیکنامی خواہی ای دل با بداں صحبت مدار
اے دل نیکنامی چاہتا ہے تو بروں کی صحبت میں نہ بیٹھ

بد پسندی جان من برہان نادانی بود
اے میری جان بدپسندی نادانی کی دلیل ہے۔

۹ گرچه پشیمان نماند کار ما هلش به بین — کان درین کشور گدائی رشک سلطانی بود

اگر چہ میں پشیمان نظر آتا ہوں مگر مجھے ایسا نہ سمجھ — کیونکہ اس ملک کی فقیری پر بادشاہ حسد کرتے ہیں

۱۰ خوش بود خلوت ہم ای صوفی ولیکن گر درد — بادہ ریحانی و ساقی مست ریحانی بود

صوفی کی خلوت اچھی ہے اگر اس میں — شراب ریحانی اور ساقی مست شراب ہو

۱۱ دی عزیزی گفت حافظ میخورد پنہان شراب — ای عزیز من گناہ آں بہ کہ پنہانی بود

کل ایک عزیز نے کہا کہ حافظ چھپ کر شراب پیتا ہے — اے میرے عزیز گناہ وہی بہتر ہے جو چھپ کر کیا جائے

۱ دلم بی جمالت صفائی ندارد — چو بیگانہ کاشنائی ندارد

میرا دل تیرے جمال کے بغیر صفائی نہیں رکھتا — بیگانہ کی طرح ہے جسکا کوئی دوست نہ ہو

۲ متاع دل پاک عشاق مسکیں — بازار حسنش بہائی ندارد

مسکین عاشقوں کے پاک دل کا سرمایہ — اس کے حسن کے بازار میں کچھ قیمت نہیں رکھتا

۳ دلا جام و ساقی گلرخ طلب کن — کہ چوں گل زمانہ بقائی ندارد

اے دل جام اور گلرخ ساقی کی طلب کر — کہ گل کی طرح دنیا کو بقا نہیں ہے

۴ اگر چہ دلم رفت لیکن عمش نیست — بجز آں خم زلف جائی ندارد

اگر چہ میرا دل جاتا رہا مگر کچھ فکر کی بات نہیں — اسکی زلفوں کے خم کے سوائے اسکا اور کوئی ٹھکانہ نہیں

۵ ازیں سینہ تنگ ترسم کہ تیرش — رود جائے وانگہ دوائی ندارد

اس تنگ سینہ سے ڈرتا ہوں کہ اس کا تیر — ایسی جگہ پہنچیگا کہ پھر علاج ہی نہ ہو سکے گا

۶ ہمہ چیز دارد دلارام لیکن — دریغا کہ با ما وفائی ندارد

دلارام کے پاس ہر ایک چیز ہے لیکن — افسوس ایک ہمارے ساتھ وفا نہیں ہے

چو ماہ است روشن کہ بی مہر رویش
چاند کی طرح روشن ہے مگر تیرے سورج جیسے مکھڑے کے بغیر
دل و جان حافظ صفائی ندارد
حافظ کے دل اور جان میں صفائی نہیں ہے۔

۱ دل شوق لبت مدام دارد	یارب ز لبت چہ کام دارد
دل تیرے لبوں کا ہمیشہ مشتاق ہے	یارب تیری لبوں سے اس کا کیا مطلب ہے
۲ جان شربت مہر و بادۂ شوق	در ساغر دل مدام دارد
جان محبت کی شربت اور شوق کی شراب	دل کے پیالہ میں ہمیشہ رکھتی ہے
۳ شوریدۂ زلف یار دائم	در دام بلا مقام دارد
یار کی زلف کا سودائی ہمیشہ	بلا کے جال میں پھنسا رہتا ہے
۴ آخر نرسد کہ باز پرسیم	کاں دلبر ما چہ نام دارد
کیا یہ نہیں ہو سکتا کہ پوچھیں	کہ ہمارے دلبر کا نام کیا ہے
۵ با یار کجا نشیند آں کو	اندیشۂ خاص و عام دارد
یار کے ساتھ بیٹھنے کا اسے کب موقع ملتا ہے جو	ہر خاص و عام کا خیال رکھتا ہے۔
۶ خرم دل آں کسی کہ صحبت	با یار علی الدوام دارد
اس شخص کا دل ہمیشہ خوش ہے کہ جسکی	صحبت یار سے ہمیشہ ہو۔
۷ تا صید کند دلے بشوخی	بر گل ز بنفشہ دام دارد
اس لئے کہ شوخی سے دل کا شکار کرے	گل (چہرہ) پر بنفشہ (زلف) کا جال پھیلا رکھا ہے
۸ حافظ چو دمی خوش است مجلس	اسباب طرب تمام دارد
حافظ جب مجلس ایک دم کیلئے خوش ہے	خوشی کے تمام سامان جمع رکھتا ہے۔

روی بر رهش نهادم و بر من گذر نکرد میں نے اسکے راستہ پہ منہ رکھا لیکن مجھ پر نہ گذرا	۱	صد لطف چشم داشتم و یک نظر نکرد مجھے سو مہربانیوں کی امید تھی ایک نگاہ بھی نہ کی
سیل سرشک ما ز دلش کین بدر نبرد میرے آنسوؤں کے سیلاب نے اس کے دل سے کینہ نہ نکالا	۲	در سنگ خارہ قطرہ باران اثر نکرد پتھر میں مینہ کی بوند نے کچھ اثر نہ کیا
ماہی و مرغ دوش نخفت از فغان من مچھلیاں اور جانور میرے فریاد سے کل رات نہ سوئے	۳	وان شوخ دیدہ بین کہ سر از خواب بر نکرد اور اس شوخ چشم کو دیکھ کہ خواب سے سر نہ اٹھایا
میخواستم کہ میرمش اندر قدم چو شمع میں نے چاہا کہ اس کے قدموں میں شمع کی طرح جان دوں	۴	او خود گذر بما چو نسیم سحر نکرد مگر خود اسنے نسیم سحر کی طرح مجھ پر گذر نہ کیا
یارب تو آن جوان دلاور نگاہدار اے خدا تو اس دلاور جوان کی حفاظت کر	۵	کز تیر آہ گوشہ نشینان حذر نکرد جس کو گوشہ نشینوں کے تیر آہ کا خوف نہیں
جانا کدام سنگدل بی کفایتیست اے معشوق وہ ایسا کون سنگدل ہے	۶	کو پیش زخم تیغ تو جان را سپر نکرد کہ تیرے تلوار کے زخم کے سامنے جانکو ڈھال نہیں بناتا
شوخی نگر کہ مرغ دل بال و پر کباب یہ جرأت تو دیکھ کہ مرغ کے پر و بال کباب ہوگئے ہیں	۷	سودائی خام عاشقی از سر بدر نکرد مگر عاشقی کا خام سودا ابھی تک سر سے نہیں گیا

۸

حافظ حدیث عشق تو از بسکہ دلکش است
اے حافظ تیرے عشق کی باتیں بہت دلکش ہیں
نشنید کس کہ از سر رغبت ز بر نکرد
ایسا کوئی نہیں جسنے سنکر شوق سے یاد نہ کی ہو

راہی بزن کہ آہی بر ساز آن توان زد ایسی راگنی سنا کہ دل سے آہ نکلے	۱	شعری بخوان کہ با او رطل گران توان زد ایسا شعر پڑھ کہ اس کے ساتھ شراب پینے کا لطف ہو

۲
بر آستان جاناں گر سر تواں نہادن
معشوق کے آستانہ پر اگر سر رکھنے کا موقع ملے
گلبانگ سربلندی بر آسماں تواں زد
تو سر بلندی کے نعرہ سے آسمان سر پر اٹھا لیں

۳
در خانقہ نگنجد اسرار عشق و مستی
خانقاہ میں عشق اور مستی کے راز کی گنجائش نہیں
جام می مغانہ ہم با مغاں تواں زد
شراب کا پیالہ مغاں کے ساتھ ہی ملکر پی سکتے ہیں

۴
شد رہزن سلامت زلف تو وین عجب نیست
اگر تیری زلف سلامتی کی رہزن ہو تو کچھ بڑی بات نہیں
گر رہزن تو باشی صد کارواں تواں زد
اگر تو خود ہی رہزن ہو تو سو قافلوں کو غارت کر سکتا ہے

۵
گر دولت وصالت خواہد دری کشودن
اگر تیرے وصل کی دولت کا دروازہ کھل جاوے
سرہا بریں تخیل بر آستاں تواں زد
تو صرف اسکے خیال پہ تیرے آستانہ پر ہشیار سر پھوڑ سکتے ہیں

۶
قد خمیدۂ ما سہلت نماید اما
اگرچہ میرا خمیدہ قد تیری نظر میں کوئی خوبی نہیں رکھتا
بر چشم دشمنانت تیر از کماں تواں زد
تیرے دشمنوں کی آنکھ پر تیر کمان سے مار سکتا ہوں

۷
از شرم در حجابم ساقی تلطفی کن
اے ساقی شرم کے مارے حجاب چھایا ہوا ہے تو مہربانی کر
باشد کہ بوسۂ چند بر آں دہاں تواں زد
ہو سکتا ہے کہ چند بوسے اس کے لبوں سے لے لوں (بحالت مستی)

۸
بر جویبار چشمم گر سایہ افگند دوست
اگر میری آنکھ کی نہر پر دوست اپنا سایہ ڈالے
بر خاک رہگذارش آب رواں تواں زد
اسکے راستہ کی خاک پر آب رواں کا چھڑکاؤ کروں

۹
درویش را نباشد منزل سرای سلطاں
درویش کا ٹھکانہ سلطان کے محل میں نہیں ہو سکتا
مائیم و کہنہ دلقی کاتش دراں تواں زد
میں ہوں اور پرانی گودڑی جس میں آگ لگائی جا سکتی ہے

۱۰
اہل نظر دو عالم در یک نظر ببازند
اہل نظر دونوں جہاں ایک نظر (نگاہ معشوق حقیقی) کے عوض دیتے ہیں
عشق است و داو اول بر نقد جاں تواں زد
عشق ہے اور اول ہاتھ صاف جان پر ہوتا ہے

۱۱
با عقل و فہم و دانش داد سخن تواں داد
عقل اور فہم اور دانش کیساتھ سخن کی داد دے سکتے ہیں
چون جمع شد معانی گوی بیاں تواں زد
جب معانی جمع ہو گئے تو کلام کی گیند میدان سے لے جا سکتے ہیں

۱۲ عشق و شباب و رندی مجموعۂ مراد است — ساقی بیا کہ جامی درایں زماں تواں زد

عشق اور جوانی اور رندی یہ دلی مراد کا مجموعہ ہے — لے ساقی آ کہ ایسے وقت میں شراب پی سکتے ہیں

۱۳ حافظ بحق قرآں کز زرق و شید باز آ

اے حافظ تجھے قرآن کی قسم مکر و فریب اور ریاکاری سے باز آ

باشد کہ گوئی عیشی درایں میاں تواں زد

تاکہ ممکن ہے کہ تجھے عیش میسر ہو سکے

---

۱ روز وصل دوستداراں یاد باد — یاد باد آں روزگاراں یاد باد

دوستوں کے وصل کے دن تجھے یاد رہیں — یاد رہیں تجھے وہ دن یاد رہیں

۲ ایں زماں درکس وفاداری نماند — زاں وفاداران و یاراں یاد باد

اس زمانہ میں کسی میں وفا نہیں رہی — ان وفاداروں اور دوستوں کو یاد رکھ

۳ کامم از تلخیِ غم چوں زہر گشت — بانگ نوش بادہ خواراں یاد باد

میرا مزا غم کی تلخی سے زہر کی طرح ہو گیا — شراب پینے والوں کی نوش نوش کا شور یاد رہے

۴ من کہ در تدبیر غم بیچارہ ام — چارۂ آں غمگساراں یاد باد

میں غم کے علاج سے عاجز ہو گیا ہوں — غمگساروں کی وہ چارہ سازی یاد رہے

۵ گرچہ یاراں فارغ اند از یاد من — از من ایشاں را ہزاراں یاد باد

اگرچہ یار دوست مجھے بھول گئے ہیں — میری طرف سے انکو ہزاروں یاد رہے

۶ مبتلا گشتم دریں دام بلا — کوشش آں حق گزاراں یاد باد

میں اس دام بلا میں پھنس گیا ہوں — حق گزاروں کی وہ کوشش یاد رہے

۷ راز حافظ بعد ازیں ناگفتہ بہ — اے دریغ از رازداراں یاد باد

حافظ کا راز اس کے بعد ناگفتہ بہ ہے — ان رازداروں کے نہ ہونیکا افسوس یاد رہے

۱ رسید مژده که ایام غم نخواهد ماند — چنان نماند چنین نیز هم نخواهد ماند
خوشخبری یہ پہنچی ہے کہ غم کے دن ٹل جائیں گے — ویسا حال نہ رہا اور ایسا بھی نہیں رہیگا

۲ من ارچه در نظر یار خاکسار شدم — رقیب نیز چنین محترم نخواهد ماند
اگرچہ میں یار کی نظر میں خاکسار ہوں — مگر رقیب کی بھی وہ قدر نہیں رہیگی

۳ چو پرده دار بشمشیر میزند همه را — کسی مقیم حریم حرم نخواهد ماند
جب پردہ نشین سب کو تلوار سے مارتا ہے — کوئی حریم حرم میں نہیں ٹھیرے گا

۴ توانگرا دل درویش خود بدست آر — که مخزن زر و گنج درم نخواهد ماند
اے غنی اپنے فقیر کا دل ہاتھ میں لا — کیونکہ زر کا خزانہ اور درہم کا گنج نہیں رہیگا

۵ غنیمتی شمر ای شمع وصل پروانه — که این معامله تا صبحدم نخواهد ماند
اے شمع پروانہ کا وصل غنیمت سمجھ — کہ یہ معاملہ صبح تک نہیں رہے گا

۶ سروش عالم غیبم بشارتی خوش داد — که بر در کرمش کس دژم نخواهد ماند
عالم غیب کے فرشتے نے کیا اچھی خوشخبری دی ہے — کہ اس کے کرم کے دروازہ پر کوئی مایوس نہیں رہیگا

۷ برین رواق زبرجد نوشته اند بزر — که جز نکوئی اهل کرم نخواهد ماند
اس رواق زبرجد (آسمان) پر زر سے لکھا ہوا ہے — کہ اہل کرم کی نیکی کے سوا کچھ اور باقی نہیں رہیگا

۸ سرود مجلس جمشید گفته اند این بود — که جام باده بیاور که جم نخواهد ماند
جمشید کی مجلس کا راگ کہتے ہیں یہ تھا — کہ شراب کا جام لا کیونکہ جم نہیں رہیگا

۹ چه جای شکر و شکایت ز نقش نیک و بدست — که کس همیشه گرفتار غم نخواهد ماند
نیک و بد پر شکر و شکایت کا کون سا مقام ہے — کوئی بھی ہمیشہ غم میں مبتلا نہیں رہیگا

۱۰ ز مهربانی جانان طمع مبر حافظ — که نقش مهر و نشان ستم نخواهد ماند
اے حافظ یار کی مہربانی پر مت بھول — کہ محبت کا نقش اور ستم کا نشان نہیں رہیگا

۹

تا چہ کند با رخ تو دود دل من

تیرے چہرہ کیساتھ میرے دل کا دھواں کیا کچھ خرابی کریگا

آئینہ دانی کہ تاب آہ ندارد

تو جانتا ہے کہ آہ کی تاب نہیں لا سکتا

۱۰

خون خور و خامش نشین کہ آن دل نازک

خون جگر پی کر چپکا ہو رہ کہ وہ نازک دل

طاقت فریاد دادخواہ ندارد

فریادیوں کی فریاد سننے کی طاقت نہیں رکھتا

۱۱

گوشۂ ابروی تست منظر چشمم

تیرے ابرو کا کنارہ میری آنکھ کا منظر ہوا

خوشتر ازین گوشہ پادشاہ ندارد

بادشاہ کو بھی اس سے بہتر گوشہ میسر نہیں

۱۲

حافظ اگر سجدۂ تو کرد مکن عیب

حافظ نے اگر تجھے سجدہ کیا تو عیب نہ سمجھ

کافر عشق اے صنم گناہ ندارد

اے صنم کافر عشق کو کوئی گناہ نہیں

۱

رسید مژدہ کہ آمد بہار و سبزہ دمید

خوشخبری یہ ملی ہے کہ بہار موسم آیا اور سبزہ ظاہر ہوا

وظیفہ گر برسد مصرفش گل ست و نبید

اگر روزینہ ملے تو تاڑی اور پھول کیلئے خرچ کرنا چاہیئے

۲

صفیر مرغ بر آمد بط شراب کجا ست

مرغ نے آواز دی کہ بط شراب موقع اور محل پر موجود ہے

فغان فتاد ز بلبل نقاب گل کہ درید

بلبل شور و غوغا کر رہی ہے گل کا نقاب کس نے پھاڑا

۳

ز روی ساقی مہوش گلی بچین امروز

چاند جیسے مکھڑے والے ساقی کے چہرہ سے پھول چن

کہ گرد عارض بستان خط بنفشہ دمید

کہ باغ کے رخسار کے گرد بنفشہ کا خط پھوٹ رہا ہے

۴

چنان کرشمۂ ساقی دلم ز دست ببرد

ساقی کے کرشمہ نے اس طرح دل ہاتھ سے لے لیا

کہ با کسی دگرم نیست روی گفت و شنید

کہ کسی اور سے مجھے کہنے اور سننے کی ہوس نہیں رہی

۵

من این مرقع رنگین چو گل بخواہم سوخت

میں یہ رنگین مرقع گل کی طرح جلا ڈالوں گا

کہ پیر بادہ فروشش بجرعۂ نخرید

کہ شراب بیچنے والے پیر نے اسے شراب کے ایک گھونٹ کے عوض نہ لیا

۶ بکوی عشق منه بی دلیل راه قدم — که گم شد آنکه درین ره برهبری نرسید

عشق کے کوچہ میں بغیر رہبر کے قدم نہ رکھ — کیونکہ اس رستہ میں جو شخص رہبر نہیں رکھتا گمراہ ہو گیا

۷ ز میوه های بهشتی چه ذوق دریابد — کسی که سیب زنخدان شاهدی نگزید

بہشت کے میوہ کا اسے کیا مزہ مل سکتا ہے — جسنے معشوق کا سیب زنخدان نہیں کھایا

۸ مکن ز غصه شکایت که در طریق ادب — براحتی نرسید آنکه زحمتی نکشید

رنج و غصہ کی شکایت نہ کر کہ ادب کے طریقہ میں — جو کوئی تکلیف برداشت نہیں کرتا آرام حاصل نہیں کر سکتا

۹ عجائب ره عشق ای رفیق بسیار است — ز پیش آهوی این دشت شیر نر برمید

اے دوست عشق کے راستہ کے عجائبات بہت ہیں — اس جنگل کے ہرن کے سامنے شیر نر بھی بھاگتا ہے

۱۰ خدای را مددی ای دلیل راه حرم — که نیست بادیه عشق را کرانه پدید

اے حرم کے راستے کے رہبر خدا کیواسطے مدد کر — کہ عشق کے بیابان کا کوئی کنارہ نظر نہیں آتا

۱۱ گلی نچید ز بستان آرزو دل من — مگر نسیم مروت درین چمن نوزید

میرے دل نے آرزو کے باغ سے کوئی پھول نہ چنا — شاید اس چمن میں مروت کی ہوا نہیں چلتی

۱۲ شراب نوش کن و جام زر بصوفی ده — که بادشه ز کرم جرم صوفیان بخشید

شراب پی اور صوفی کو زریں جام دے — کہ بادشاہ نے مہربانی سے صوفیوں کا جرم معاف کر دیا

۱۳ بهار میگذرد دادگسترا دریاب

بہار کا موسم جا رہا ہے اے مہربانی کرنیوالے شراب جلدی دے

که رفت موسم و حافظ هنوز می نچشید

کہ موسم گذر گیا اور ابھی تک شراب نہیں چکھی

۱ روز هجران و شب فرقت یار آخر شد — زدم این فال و گذشت اختر و کار آخر شد

ہجر کا دن ختم ہو گیا اور یار کی جدائی کی رات بسر ہو گئی — میں نے یہ فال نکالی ہے کہ ستارہ کی نحوست جاتی رہی اور غم کا کام تمام ہوا

۲ مگر بروئے دلارائے یار من ورنہ
ممکن ہے کہ میری یار دل لبھانیوالے کے چہرہ کی برکت سے
بہیچ گونہ دگر کار برنمے آید
کام بن جائے ورنہ کوئی اور صورت نہیں ہے

۳ دریں خیال بسر شد دریغ عمر عزیز
اسی خیال میں عمر عزیز کے دن پورے ہو گئے مگر افسوس
بلائے زلف سیاہت بدر نمے آید
تیری سیاہ زلف کی بلا ٹالنے سے نہیں ٹلتی ہے

۴ چناں بحسرت خاک در تو می میرم
تیرے دروازہ کی خاک بننے کی اسقدر آرزو ہے کہ
کہ آب زندگیم در نظر نمے آید
میری زندگی کی آبرو نظر نہیں آتی

۵ بسی حکایت دل ہست با نسیم سحر
بہت سی باتیں ہیں جو دل نسیم صبح سے کرنیکا ارادہ کرتا ہے
ولی بخت من امشب سحر نمے آید
لیکن میری بدقسمتی سے آج رات صبح ہونے میں نہیں آتی

۶ قد بلند ترا تا ببر نمیگیرم
جب تک تیرے بلند قد کو بغلگیر نہ کروں گا
درخت کام مرادم ببر نمے آید
میری مراد کا درخت پھل نہیں لائیگا

۷ مقیم زلف تو شد دل کہ خوش ہوائی داشت
دل تیری زلف میں ٹھیرا رہا ہے کہ اسکی آرزو تھی
وزاں غریب بلاکش خبر نمے آید
مگر اس غریب بلاکش کی خبر ہی نہیں ملتی ہے

۸ فدائے دوست نکردم عمر و مال دریغ
میں نے دوست پر جان و مال قربان کرتے وقت ذرا افسوس نہ کیا
کہ کار عشق ز ما ایں قدر نمے آید
کیا مجھسے عشق میں اتنا کام بھی نہ ہو سکتا تھا

۹ ہمیشہ تیر سحرگاہ من خطا نشدی
میرے صبح کی تیر نے کبھی خطا نہ کی تھی - مگر
کنوں چہ شد کہ یکی کارگر نمے آید
اب کیا ہو گیا کہ ایک بھی کارگر نہیں ہوتا

۱۰ زبسکہ شد دل حافظ رمیدہ زہمہ کس
حافظ کا دل اب ہر ایک سے دبک کر بھاگتا ہے
کنوں ز حلقۂ زلفت بدر نمے آید
کیونکہ اب اس کی زلف کی گرہ سے باہر نہیں نکلتا

۱ و ۲- وصل کی امید پر تمام عمر گذر گئی اگر دلدار ازلی کا چہرہ (وجہ) نظر آئے تو کام بنتا ہے - ورنہ اور کوئی صورت نہیں ہے

۴۔ اس شعر کے دو معنے ہو سکتے ہیں ایک یہ کہ تیرے دروازہ پر پڑے رہنے سے ہم خاک میں مل گئے اور سخت ذلیل و رسوا ہوئے اور دوسرے یہ کہ اس خاک تک پہنچنے کی اس قدر آرزو ہے کہ جان بھی جائے تو مضائقہ نہیں۔

۵۔ نہ فرقت کی رات ختم ہو گی نہ صبح ہو گی اور نہ نسیم صبح یار کی کچھ خبر لائے گی جس کا منتظر دل ہے۔

۶۔ "بر" کے معنے بغل اور پھل دونوں کے ہیں۔

۸۔ اس شعر کا یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ ہم نے مال و جان یار پر فدا نہ کیا عشق میں اتنا کام بھی نہ کر سکے افسوس رہ گیا۔

۹۔ تند صبح سے مراد دعا ہے۔

۱
سالہا دل طلب جام جم از ما میکرد
کئی سالوں سے دل مجھ سے جام جم مانگتا تھا
آنچہ خود داشت ز بیگانہ تمنا میکرد
جو اس کے پاس موجود تھا وہ اوروں سے مانگتا تھا

۲
گوہری کز صدف کون و مکاں بیروں بود
وہ موتی جو کون و مکان کے سیپ سے باہر تھا
طلب از گمشدگان لب دریا میکرد
اس کو دریا کے کنارہ پر گمراہ لوگوں سے مانگتا تھا

۳
مشکل خویش بر پیر مغاں بردم دوش
کل پیر مغاں کے پاس اپنی مشکل عرض کی
کاو بتائید نظر حل معما میکرد
وہ ایک نظر سے پہیلی کو سلجھاتا ہے

۴
بیدلی در ہمہ احوال خدا با او بود
ایک عاشق کو کہ ہر ایک حال میں خدا اسکے ساتھ تھا
او نمیدیدش و از دور خدا را میکرد
خدا تو نظر نہیں آتا تھا مگر دور سے خدا کا واسطہ دیتا تھا

۵
دیدمش خرم و خنداں قدح بادہ بدست
میں نے اس کو دیکھا کہ خوش ہے ہنستا ہے شراب کا پیالہ ہاتھ میں ہے
واندراں آینہ صد گونہ تماشا میکرد
اور اس آئینہ میں سو طرح کے جلوہ نظر آتے تھے

۶
گفتم ایں جام جہاں بیں بتو کی داد حکیم
میں نے کہا کہ حق تعالیٰ نے تجھے یہ جام جہان بیں کب عنایت فرمایا
گفت آں روز کہ ایں گنبد مینا میکرد
جواب دیا اس دن جب آسمان بنایا

۷
آں ہمہ شعبدہ ہا عقل کہ میکرد آں جا
عقل کے تمام شعبدے جو اس جگہ کرتے تھے ایسے تھے جیسے
سامری پیش عصا و ید بیضا میکرد
سامری کا جادو عصا اور ید بیضا کے معجزے کے مقابل

۸
گفت آں یار کزو گشت سر دار بلند
کہا کہ اس دوست کا جسکی وجہ سے دار کا سر بلند ہوا
جرمش آں بود کہ اسرار ہویدا میکرد
یہ جرم تھا کہ راز ظاہر کرتا تھا

فیضِ روح القدس ار باز مدد فرماید | دیگراں ہم بکنند آنچہ مسیحا میکرد
اگر روح القدس کا فیض پھر مدد کرے تو | جو کچھ مسیح کرتے تھے دوسرے بھی وہی کریں

گفتمش سلسلۂ زلف بتاں از پی چیست
میں نے اسکو کہا کہ تو کہہ زلف کے سلسلہ کی تجھ کو خبر ہے کہ کیا ہے

گفت حافظ گلۂ از شبِ یلدا میکرد
کہا کہ حافظ اندھیری اور لمبی رات کا گلہ کرتا ہے

۱۰

۱۔ شرح مشہور ہے کہ جمشید شاہ ایران کے پاس ایک جام تھا جس میں تمام دنیا نظر آتی تھی وہ جام یہی دل یا قلب سلیم ہے اگر یہ صاف ہو تو اس میں عرش سے فرش تک سب کچھ نظر آئے غفلت کے باعث خود دل کو معلوم نہیں کہ اس میں کیا قابلیت ہے ؎

۲۔ لغایت ۹۔ صدف کو کون و مکان سے تشبیہ دینا نہایت مناسب اور موزون ہے مگر وہ موتی یعنے حقیقت کون و مکان یعنے اس صدف سے باہر ہے اس کو ایسے لوگوں میں تلاش کرنا جو خود فراموش ہیں اور لب دریا رہتے ہوں اور دریا کی حقیقت سے آگاہ نہ ہوں سخت غلطی ہے دریا کی حقیقت موتی کی حقیقت ہے یعنے علم معرفت ایسے لوگوں سے جو کون و مکان یا آخرۃ کے پھندوں میں پھنسے ہوئے ہیں اہل اللہ سے دریافت کرو یہ مشکل انہی کی نظر کیمیا اثر یعنے توجہ سے حل ہو گی حضرت احمد جام کی نسبت روایت ہے ایک دفعہ چند علماء کی بحث کا اتفاق ہوا آپ نے ان سے پوچھا کہ موتی کی حقیقت کیا ہے " سب نے جواب دیا کہ " پانی " فرمایا کہ تم مقلد ہو محقق نہیں اگر کبھی تم نے موتی کو پانی ہوتے یا پانی کو موتی بنتے دیکھا ہو گا تو تمہاری شہادت معتبر اور قابل یقین تھی تم سنی سنائی باتیں کرتے ہو اور ہم جو کچھ کہتے ہیں اپنے مشاہدہ اور تجربہ کی بنا پر کہتے ہیں اس کے بعد ایک موتی منگوایا ہاتھ پر رکھ کر سب کو دکھایا دیکھتے دیکھتے یہ موتی پانی بن گیا۔

خواجہ صاحب رح فرماتے ہیں کہ قلب سلیم اللہ تعالیٰ کی عنایت ہے کچھ مجاہدہ اور ریاضت پر موقوف نہیں کہ سالہا سال کی محنت کے بعد حاصل ہوتا ہے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے روز ازل سے جن کو عنایت کرنا تھا کر دیا۔ جب آسمان پیدا ہوا اسی روز سے سب کی قسمت مقرر ہو گئی۔ قلب سلیم کے مقابلہ میں عقلی دلایل ایسے ہی باطل ہیں جیسے سامری کا شعبدہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزہ کے سامنے ہیچ ہے خدا خدا تو سب کہتے ہیں مگر ان کی شہادت اس واسطے قابل اعتبار نہیں کہ یہ لوگ خدا کا نام نادیدہ لیتے ہیں۔ ان کو معلوم نہیں کہ خدا کیا ہے ذرا کچھ مصیبت نازل ہوئی تو حواس باختہ ہو جاتے ہیں جنہوں نے مشاہدہ کیا ان کو معیت حق ہر حال میں حاصل ہے یعنے خدا ان کے ساتھ ہر حال میں ہے۔ خدا کرے ان غافلوں کو بھی یہی معیت حاصل ہو ؎ (عطار)

ہر کہ نادیدہ نام او گوید | مشرک است آں فضول نابجار

۶
دفتر دانش ما جملہ بشوئید بہ مے
میری دانش کا دفتر تمام شراب سے دھو ڈالو
کہ فلک دیدم و در قصد دل دانا بود
کیونکہ میں نے آسمان کو دیکھا ہے کہ داناوں کی خرابی کے پیچھے لگا ہوا ہے

۷
مطرب از درد محبت غزلی می پرداخت
مطرب درد محبت سے غزل گا رہا تھا
کہ حکیمان جہاں را مژہ خوں پالا بود
کہ اس کے اثر سے جہاں کے حکیم آنسو روتے تھے

۸
قلب اندودہ حافظ براو خرج نشد
حافظ کے میلے دل کی قیمت اس کی نظر میں کچھ نہ تھی
کہ معامل بہمہ عیب نہاں بینا بود
کیونکہ معاملہ کرنے والے پر تمام پوشیدہ عیب ظاہر تھے

۴- خواجہ رح کے اکثر اشعار شرح طلب ہیں۔ پیر مغاں سے مراد اللہ تعالیٰ ہے وسقٰہم ربہم شرابا طہورا سب سے بڑا پیر وہی عزوجل ہے وہی اپنے بندوں کو شراب طہور پلاتا ہے اس کا لطف و کرم اس امر کا تقاضا کرتا ہے کہ ہمارے جیسے بدمستوں کی بد اعمالیوں کو بھی بخشش دیتا ہے اور صرف یہی نہیں بلکہ پرورش فرما رہا ہے۔

۱
ساقی حدیث سرو و گل و لالہ میرود
اے ساقی سرو اور گل اور لالہ کی باتیں ہو رہی ہیں
وین بحث با ثلاثۂ غسالہ میرود
اور یہ بحث تین غسل دینے والیوں کے ساتھ ہے

۲
می دہ کہ نوعروس چمن حد حسن یافت
شراب دے کہ چمن کی نئی دلہن کا جوبن پورے زور پر ہے
کار این زمان ز صنعت دلالہ میرود
اس وقت کام دلالہ کی صنعت سے نکلتا ہے

۳
شکر شکن شوند ہمہ طوطیان ہند
ہندوستان کے تمام طوطی شکر شکن ہو جائیں گے
زین قند پارسی کہ بہ بنگالہ میرود
اس قند پارسی سے جو بنگالہ کی طرف جاتی ہے

۴
طی مکان ببین و زمان در سلوک شعر
دیکھو تو سہی کہ شعر کس طرح مکان اور زمانہ کو طے کرتا ہے
کاین طفل یک شبہ رہ یک سالہ میرود
کہ ایک رات کا بچہ ایک سال کی راہ طے کر رہا ہے

۵
باد بہار می وزد از بوستان شاہ
بادشاہ کے باغ میں باد بہار چل رہی ہے
وز ژالہ بادہ در قدح لالہ میرود
اور شبنم سے شراب لالہ کے پیالہ میں گرتی ہے

آن چشم جادوانهٔ عابد فریب بین
وہ آنکھ دیکھ جو زاہد کو گمراہ کرنیوالی ہے

۶ کش کاروان سحر بدنباله میرود
اس کے پیچھے پیچھے جادو کا قافلہ چلا جاتا ہے

خوی کرده می خرامد و بر عارض سمن
پسینہ میں تر جا رہا ہے اور اس کے سفید عارض پر

۷ از شرم روئی او عرق از ژاله میرود
پسینے کے قطرے ایسے ہیں جیسے چنبیلی پر شبنم

ایمن مشو ز عشوهٔ دنیا که این عجوز
دنیا سے بے فکر نہ ہو کہ یہ بڑھیا مکار

۸ مکاره می نشیند و محتاله میرود
گھات میں ہے اور حیلہ و مکر کرتی ہے

چوں سامری مباش که زر داد و از خرے
سامری کی طرح نہ ہو کہ زر بھی دیا اور گدھا پن کیا

۹ موسیٰ بہشت و از پی گوساله میرود
کہ موسیٰ کو چھوڑ کر بچھڑے کے پیچھے لگا

۱۰ حافظ ز شوق مجلس سلطان غیاث دیں
اے حافظ سلطان غیاث الدین کی مجلس کے شوق میں

خامش مشو که کار تو از ناله میرود
چپکا نہ رہ کہ تیرا کام تیرے نالہ سے نکلیگا

غالباً یہ غزل خواجہ صاحب نے ۷۷۳ہجری کے قریب لکھی تھی۔ اسوقت ہندوستان میں دہلی کے تخت پر سلطان فیروز شاہ تغلق اور دکن میں سلطان محمود شاہ بن سلطان علاؤالدین حسن کانکوی بہمنی اور بنگالہ میں سلطان غیاث الدین بن سکندر شاہ بن حاجی الیاس المشہور سلطان شمس الدین بنگرہ حکمران تھے یہ غزل خواجہ صاحب نے سلطان غیاث الدین کو لکھ کر بھیجی تھی۔ اس بادشاہ نے تمام عمر عیش و عشرت میں بسر کی اور کل سات سال اور چند ماہ سلطنت کرکے ۷۷۵ھ میں وفات پائی خواجہ صاحب کی غزل سے بھی معلوم ہوتا ہے۔ کہ سلطان دن رات عیش و عشرت میں غرق رہتا تھا۔ چنانچہ اشعارہ ۵ لغایت ۹ میں خواجہ صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ دنیا چند روزہ ہے اس کے پیچھے عاقبت خراب کرنا دانائی نہیں سامری کی مثال سے اس بات کا اشارہ کیا ہے کہ وہ بچھڑہ کے پیچھے لگا۔ جس سے مراد دنیا اور دنیا کی زینت ہے اور آخرت کو بھول گیا "بہشت" کے معنے ترک کرنا اور جنت دونوں ہیں شعر میں اس لفظ نے لطف پیدا کر دیا ہے۔

سلطان کے پاس تین لونڈیاں تھیں۔ جن کا نام سرو اور گل اور لالہ تھا۔ سلطان کو ان سے بہت محبت تھی سلطان کے چمن عیش کے یہی سرو اور گل اور لالہ تھے ان کے سپرد خدمت غسالہ تھی۔ یعنے سلطان کو غسل دیا کرتی تھیں۔ سلطان نے شادی کی سلطانہ اور ان کنیزوں کے درمیان اکثر نوک جھونک رہا

کرتی۔ ایک روز سلطان کے سامنے بھی یہی بحث شروع ہو گئی۔ "نوعروس چمن" کا اشارہ سلطانہ کی طرف ہے اور سلطانہ نے باتوں باتوں میں لونڈیوں کا ذکر کیا سلطان کے خیال میں یہ مصرع گذرا ساقی حدیث سرو وگل و لالہ میرود۔ گذرا شعرا دربار سے فرمائش مصرع ثانی کی ہر ایک نے طبع آزمائی کی مگر پسند نہ آیا آخر ایک شخص نے کہا کہ شیراز میں خواجہ شمس الدین حافظ کا آج دنیا میں جواب نہیں امید ہے کہ وہ اسپر موزون مصرع چسپان کریں گے۔ چنانچہ سلطان نے خواجہ صاحب کی خدمت میں تحفہ تحائف بھیجکر مصرعہ کی فرمائش کی خواجہ صاحبؒ رات کو بیٹھے اور قلم برداشتہ ایک غزل لکھدی جو شیراز سے بنگالہ تک ایک سال کا سفر طے کرنیکے بعد سلطان کو ملی اس غزل میں خواجہ صاحب بنگالہ کے شعرا پر بھی چوٹ کر گئے ہیں کہ یہ قند پارسی جو میں بھیج رہا ہوں بنگالہ کی طوطیوں یعنے شاعروں کو شکر شکن بنا دے گی بنگالہ کا جادو مشہور ہے اس میں بھی خواجہ صاحب نے نظرانداز نہ کیا اور سامری کے قصہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بادشاہ کو ایسی نصیحت کر گئے کہ آب زر سے لکھنے کے قابل ہے مقطع میں غیاث الدین کے نام سے لطف پیدا کر دیا ہے غیاث کے معنے فریادرس ہیں اور جب تک فریاد نہ کی جائے کون فریاد کو پہنچیگا اس لئے فرماتے ہیں کہ چپکا نہیں رہنا چاہیئے فریاد کرنی چاہیئے کیونکہ سلطان غیاث الدین کی مجلس کا اشتیاق اسی امر کے مقتضی ہے۔

اس غزل سے خواجہ صاحبؒ کی ولائیت کا پتہ ملتا ہے کہ ممکن ہے کہ بنگالہ کے شعرا کو سلطان اور سرو وگل و لالہ وغیرہ کے باہمی تعلقات وغیرہ کا حال معلوم ہو۔ مگر خواجہ صاحب شیراز میں ایک سال کی مسافت پر بیٹھے ہوئے تھے۔ کیسی پتہ کی باتیں لکھی ہیں۔

۱

سرو چمان من چرا میل چمن نمیکند
همدم گل نمیشود یاد سمن نمیکند

میرا سرو کس لئے خرام کرتا ہوا چمن کیطرف متوجہ نہیں ہوتا
کس لئے گل کا ہمدم نہیں ہوتا اور سمن کو یاد نہیں کرتا

۲

تا دل هرزه گرد من رفت بچین زلف او
زان سفر دراز خود یاد وطن نمیکند

جب سے میرا آوارہ دل اسکی زلف کی گرہ میں پہنچا ہے
اس لمبے سفر سے وطن کو کبھی یاد ہی نہیں کرتا

۳

پیش کمان ابرویت لابه همیکنم ولی
گوشه کشیده است از آن گوش بمن نمیکند

تیرے ابرو کمان کے آگے خوشامد کر رہا ہوں اگر
چونکہ گوشہ گیر ہے اس لئے میری نہیں سنتا

۴

چون ز نسیم میشود زلف بنفشه پرشکن
وه که دلم چه یاد از آن عهد شکن نمیکند

زلف بنفشہ ہوا سے پیچ و خم کھاتی ہے
اس عہد شکن کی یاد دل میں رہ رہ کر آتی ہے

۵

با همه عطر دامنت آیدم از صبا عجب
کز گذر تو خاک را مشک ختن نمیکند

باوجود اس امر کے کہ تیرا دامن سراسر عطر ہے مجھے
صبا پر تعجب ہے کہ تیری گذرگاہ کی خاک کو مشک ختن کیوں نہیں بنا دیتی

۶ ساقی سیم ساق من گر همه زهر میدهد — کیست که تن چو جام می جمله دهن نمیکند

میرا سیم ساق ساقی اگر بالکل زہر ہی دے تو وہ کون ہے — جو مثل تن شراب کے پیالہ کی طرح سب منہ نہ بن جائے

۷ دل بامید وصل تو همدم جان نمیشود — جان بهوای کوی او خدمت تن نمیکند

وصل کی امید پر دل جان کا ہمدم نہیں ہوتا — اور جان اسکے کوچہ کی آرزو میں تن کی خدمت نہیں کرتی

۸ دی گله ز طره‌اش کردم و از سر فسوس — گفت که این سیاه کج گوش بمن نمیکند

کل میں نے اسکے طرہ کی شکایت کی تو اسنے افسوس کرکے مجھسے کہا — کہ یہ سیاہ کج میری بات نہیں سنتا ہے

۹ دست بکش جفا مکن آب رخم که فیض ابر — بی مدد سرشک من در عدن نمیکند

ہاتھ اٹھا اور مجھ پر ظلم نہ کر کہ ابر کا فیض — میرے آنسو کی مدد کے بغیر عدن کا موتی نہیں بنا سکتا

۱۰ غالیه سائی شد صبا دامن پاکت از چه رو — خاک بنفشه زار را مشک ختن نمیکند

صبا موسم بہار کی وجہ سے عطر سے تر ہے اپنا دامن کس لئے — بنفشہ زار کی خاک کو مشک ختن نہیں بناتا

کشته غمزه تو شد حافظ ناشنیده پند — تیغ سزاست هر کرا درک سخن نمیکند

حافظ نے نصیحت نہ سنی اسلئے غمزہ کا قتیل ہوا — جو شخص بات نہ سمجھے اس کی سزا تلوار ہے

۱ سمن بویان غبار دل چو بنشینند بنشانند — پری رویان قرار دل چو بستیزند بستانند

چنبیلی کی خوشبو والے جب پہلو میں بیٹھتے ہیں تو دل سے گرد اٹھا دیتے ہیں — پری رو جب لڑتے ہیں تو دل کا قرار چھین لیتے ہیں

۲ بفتراک بلا جانها چو بربندند بربندند — ز زلف عنبرین دلها چو بفشانند بفشانند

جب فتراک بلا کو باندھتے ہیں تو جانیں بھی باندھتے ہیں — جب زلفوں کو پریشان کرتے ہیں تو دلوں کو بکھیرتے ہیں

۳ ز چشمم لعل رمانی چو میبارند میخندند — ز رویم راز پنهانی چو می بینند میخوانند

آنکھ جب خون کے آنسو روتی ہے تو وہ ہنستے ہیں — جب چہرہ کو دیکھتے ہیں تو دل کی بات معلوم کر لیتے ہیں

۴ بعمرے یک نفس با ما چو بنشینند برخیزند
عمر بھر میں ایکدم جب ہمارے پاس بیٹھے تو اٹھ کھڑے ہوتے ہیں
نہال شوق در خاطر چو برخیزند بنشانند
اور جب اٹھتے ہیں تو شوق کا درخت دل میں لگاتے ہیں

۵ چو منصور از مراد آنانکہ بردارند بردارند
منصور کی طرح جو مراد حاصل کرتے ہیں دار پر لٹکائے جاتے ہیں
کہ با این درد اگر در بند درمانند درمانند
اگر اس درد کے علاج کی فکر میں ہیں تو عاجز و قاصر رہیں گے

۶ سرشک گوشہ گیران را چو دریابند در یابند
گوشہ نشینوں کے آنسو کو اگر پایا تو موتی سے ملے
رخ از مہر سحر خیزان نگردانند گر دانند
صبح کے اٹھنے والوں کی محبت سے منہ نہ موڑیں اگر ان کو معلوم ہو جائے

۷ بدین حضرت چو مشتاقان نیاز آرند ناز آرند
اس درگاہ میں جب عجز و نیاز سے آتے ہیں تو ستائے نہیں جاتے
بدین درگاہ حافظ را چو میرانند میخوانند
اس دروازہ سے جب حافظ کو دھکیل دیتے ہیں تو واپس بلاتے ہیں

۱- تشریح - خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کے کلام کی خوبی حسن صوری و معنوی اس غزل سے ظاہر ہو رہی ہے ایک ہی لفظ کے تکرار کے ساتھ کیا کیا معانی پیدا کرتے ہیں - خواجہ کے کلام کا یہ غزل نمونہ ہے - بلکہ یہ کہنا چاہیئے کہ دیگر شعرا کے لئے نمونہ ہے -

---

۱ سحرم دولت بیدار ببالین آمد
صبح کے وقت میرا خوش نصیب میرے سرہانے پر آیا اور
گفت برخیز کہ آن خسرو شیریں آمد
کہا اٹھ کہ وہ خسرو شیریں آ رہا ہے -

۲ قدحے درکش و سرخوش بتماشا بخرام
ایک آدھ پیالہ پی اور خوش خوش نکل کہ اسکا جلوہ دیکھ
تا ببینی کہ نگارت بچہ آئیں آمد
تاکہ تجھے معلوم ہو کہ معشوق کس انداز کیساتھ آتا ہے

۳ مژدگانی بدہ ای خلوتی نافہ کشائے
اے خلوت نشین نافہ کھولنے والے مجھے مبارکباد کہہ
کہ ز صحرائے ختن آہوئے مشکیں آمد
کہ ختن کے صحرا سے آہوئے مشکیں آ رہا ہے

۴ گریہ آبے برخ سوختگان باز آورد
آنسوؤں سے دل جلوں کے چہرہ پر پھر رونق پیدا ہو گئی ہے
نالہ فریاد رس عاشق مسکیں آمد
نالہ عاشق غریب کی فریاد رسی کرتا ہے -

۵ مرغ دل باز هوادار کمان ابروئیست — که کمین صیدگهش جان و دل و دین آمد

مرغ دل پھر اس کمان ابرو کی ہوا خواہی کرتا ہے — کہ اسکی صید گاہ جان اور دل کی اور دین کی گھات

۶ در هوا چند معلق زنی و جلوه کنی — ای کبوتر نگران باش که شاهین آمد

ہوا میں کب تک بازی لگائیگا اور ناز کرتا رہیگا — اے کبوتر خبردار کہ باز آ رہا ہے

۷ ساقیا می بده و غم مخور از دشمن و دوست — که بکام دل ما آن بشد و این آمد

اے ساقی شراب دے اور دوست اور دشمن کا غم نہ کھا — کیونکہ ہماری مراد کے موافق غم گیا اور شراب آئی

۸ شادی یار پریچهره بده بادهٔ ناب — که می لعل دوای دل غمگین آمد

پری رو یار کی خوشی کی یاد میں خالص شراب دے — کہ سرخ شراب دل غمزدہ کا علاج ہے

۹ رسم بدعهدی ایام چو دید ابر بهار — گریه اش بر سمن و سنبل و نسرین آمد

جب ابر بہار نے زمانہ کی بدعہدی کی رسم دیکھی — تو اس کو سمن و سنبل اور نسرین پر رونا آیا

۱۰ چون صبا گفتهٔ حافظ بشنید از بلبل
عنبرافشان بتماشای ریاحین آمد

جب صبا نے بلبل سے حافظ کا کلام سنا
تو عنبر بکھیرتی ہوئی خوشبودار پھولوں کو دیکھنے آئی

۱۔ فرہاد اور شیریں کے عشق کا قصہ مشہور ہے خسرو پرویز شاہ ایران بھی شیریں کا عاشق تھا۔ فرہاد غریب نے تو جان شیریں مفت میں تلخی سے گنوائی اور خسرو کے ہاتھ شیریں آئی اس شعر میں خسرو شیریں سے پہلا معشوق مراد ہے۔ جو دلوں پر حکومت کرتا ہے۔

۳۔ "خلوتی نافہ کشائی" خلوتی سے مراد گوشہ نشین عابد ہے۔ نافہ لفظ ناف سے مشتق ہے۔ چونکہ مراقبہ میں سر ناف کی طرف جھکا ہوا ہوتا ہے اور جسم انسانی میں یہ بھی ایک گرہ عقدہ کی صورت ہے۔ جس کو عارف کھولنا چاہتے ہیں اس لئے خلوتی نافہ کشائی سے مراد مراقبہ کرنے والے سالک کی ہے۔ جو وجود کے عقدہ کو کھول کر معرفت حاصل کرتا ہے۔

۱ ستاره بدرخشید و ماه مجلس شد
ایک ستارہ چمکا اور مجلس کا چاند بن گیا
دل رمیدهٔ ما را انیس و مونس شد
اور میرے آوارہ دل کا دوست اور غمخوار بن گیا

۲ نگار من که بمکتب نرفت و خط ننوشت
میرا نگار جو نہ مکتب میں گیا اور نہ لکھنا پڑھنا سیکھا
بغمزه مسئله آموز صد مدرس شد
ایک غمزہ سے سو استادوں کو مسئلہ سکھلاتا ہے

۳ طرب سرای محبت کنون شود معمور
محبت کی طرب سرائے اب آباد ہوگی
که طاق ابروی یار منش مهندس شد
کہ میرے یار کا طاق ابرو مہندس بن گیا ہے

۴ ببوی او دل بیمار عاشقان چو صبا
صبا کی طرح عاشقوں کا بیمار دل اسکی بوئے محبت میں
فدای عارض نسرین و چشم نرگس شد
اس کے نرگسی آنکھ اور گل رخسار پر فدا ہو گیا

۵ بصدر مصطبه ام می نشاند اکنون یار
یار نے مجھے شراب خانہ کا صدر نشین بنا دیا
گدای شهر نگه کن که میر مجلس شد
دیکھ کہ شہر کا فقیر میر مجلس بن گیا

۶ لب از ترشح می پاک کن برای خدا
خدا کے لئے لب سے شراب کی نمی کو دور کر
که خاطرم بهزاران گنه موسوس شد
کہ میرا دل ہزاروں گناہ سے وسوسہ میں پڑ گیا ہے

۷ کرشمهٔ تو شرابی بعاشقان پیمود
تیرے کرشمہ نے عاشقوں کو وہ شراب پلائی ہے
که علم بیخبر افتاد و عقل بیحس شد
کہ علم بےخبر پڑا ہے اور عقل بے حس ہے

۸ خیال آب خضر بست و جام کیخسرو
خضر کے آبحیات اور کیخسرو کے جام کا تصور جم گیا
بجرعه نوشی سلطان ابوالفوارس شد
ایک ہی گھونٹ پینے سے سلطان ابوالفوارس بن گیا

۹ چو زر عزیز وجود است شعر من آری
زر کی طرح میرے شعر عزیز وجود ہیں
قبول دولتیان کیمیای هر مس شد
ہر ایک لوہے کیلئے کیمیا بن گیا ہے دولتمند قبول کرتے ہیں

۱۰ ز راه میکده یاران عنان بگردانید
اے دوستو شراب خانہ کے رستہ سے باگ موڑ لو
چرا که حافظ ازین راه رفت و مفلس شد
کیونکہ حافظ اسی راستہ سے گیا اور مفلس قلاش ہو گیا

۲ اس نعتیہ غزل کا ہر ایک شعر لاجواب ہے۔
ملستارہ بدرخشید" غالباً خواجہ صاحب کا اشارہ سورۃ الطارق کی طرف ہے۔ والسماء والطارق وما ادرٰک ما الطارق النجم الثاقب" پہلا مصرع تو اسی آیت کا ترجمہ ہے اور دوسرا مصرع دوسری آیت ان کل نفس لما علیھا حافظ کا ترجمہ ہے قرآن شریف کی آیات کا اگر مطلب سمجھ لیا جاوے تو یہ شعر کے معنے آسان ہیں ان آیات میں اس قدرتی نظارہ کو بطور شہادت پیش کیا ہے کہ اندھیری رات میں آسمان پر ایک روشن ستارہ نظر آتا ہے روشنی کا سرچشمہ آسمان ہی ہے لیکن اس اندھیرے میں جو دنیا پر چھایا ہوتا ہے اگر یہ ستارہ چمکتا ہوا دکھائی نہ دے تو رستہ چلنے والے مسافر گمراہ ہو جاویں اس لئے یہ ستارہ نور ہدایت ہے۔ حافظ ہی انیس و مونس ہوا کرتا ہے یہ ستارہ جو نور ہدایت ہے اور گمراہوں کا رفیق اور غمخوار بن کر راہ راست پر لاتا ہے رسول کریم رحمۃ للعلمین ہیں آپ کا ظہور اسوقت ہوا جبکہ دنیا پر کفر و شرک کی تاریکی چھائی ہوئی تھی وہ دل جو ادھر ادھر بحالت پریشانی آوارہ ہو رہے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رفاقت اور ہمدردی کے باعث تفرقہ سے بچکر جمعیت ہات حاصل کرنے لگے۔ والنجم اذا ھوی ما ضل صاحبکم و ما غوی شعر کے سچے سنے ہیں۔
۳۔ اس شعر میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدح خواجہ صاحب نے جس خوبی اور خوش اسلوبی سے فرمائی ہے وہ آپ ہی کا حصہ ہے شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی لکھا ہے کہ ؎

یتیمے کہ ناکردہ قرآں درست
کتب خانہ چند ملت بشست

مگر خواجہ صاحب کے کلام میں کچھ اور ہی لطف ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُمی تھے۔ نہ کبھی مکتب میں تعلیم پائی اور نہ کبھی مدرسہ میں لکھنا پڑھنا سیکھا۔ مگر ہزاروں غزالی رح اور رازی رح اور امام اور فقیہ اور غوث اور قطب آپنے پیدا کر دیئے دنیا اسلام کے ایسے عالم اور فاضل گذرے ہیں جنہوں نے دنیا کو علم کی روشنی سے بھر دیا یہ سب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض یافتہ تھے۔ گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے شاگرد دنیا کے استاد ہیں مسلمانوں تمہارے دین کے دنیا پر احسان ہیں۔
۴۔ کسی عمارت کا نقشہ مہندس ہی تیار کرتے ہیں سرائے محبت کی تعمیر بھی ایک مہندس ہی نے کی اور یہ محراب یار کے ابرو کا طاق ہے کہ جسنے دیکھا واللہ وہ شیدا ہو گیا +
۵۔ بات اصل میں یہ ہے انسان تو محض فقیر ہے البتہ خود پرست یہ سمجھتے ہیں کہ انا الموجود یہ خودی ان کو ایک دولت ہاتھ آئی ہے۔ جو نشہ عشق کی لہروں میں محض حباب کی صورت ایک ہوا نظر آتی ہے۔ جو ہمارے سر میں سمائی ہوئی ہے۔ اس لئے اس راستہ سے جو گذرا وہ جو کچھ اپنا سمجھتا تھا یعنی خودی برباد کر چکا میکدہ عشق میں خود پرستوں کا کام نہیں ؎

بر در میخانہ رفتن کار یکرنگاں بود
خود فروشاں را بکوئے می فروشاں راہ نیست

ساقی ار بادہ ازیں دست بجام اندازد	عارفاں را ہمہ در شرب ...
اگر ساقی ہاتھ سے شراب جام میں ڈالے	تمام عارفوں کو ...

۲ و چنین زیر خم زلف نهد دانهٔ خال — ای بسا مرغ خرد را که بدام اندازد

اور اگر اسی طرح زلف کے پیچ کے نیچے خال کا دانہ رکھے — کتنے مرغ دل ہیں جو جال میں پھنس جاویں گے

۳ آن زمان وقت می صبح فروغ ست که شب — گرد خرگاه افق پردهٔ شام اندازد

وہ وقت صبح فروغ شراب کے پینے کا ہے کہ رات — افق کے خیمہ پر شام کا پردہ ڈال دے

۴ روز در کسب هنر کوش که می خوردن روز — دل چون آئینه در زنگ ظلام اندازد

دن کو ہنر کی کمائی میں کوشش کرنی چاہیئے کیونکہ دن — دل کو آئینہ کی طرح تاریکی کے زنگ میں ڈالتا ہے

۵ ای خوشا حالت آن مست که در پای حریف — سر و دستار نداند که کدام اندازد

وہ مست کس قدر خوش نصیب ہے کہ حریف کے پاؤں میں — اس کو معلوم نہیں کہ اس کے سر اور دستار کو کہاں رکھا

۶ زاهدا سر بکله گوشهٔ خورشید بر آر — بختت ار قرعه بدین ماه تمام اندازد

اے زاہد خورشید کی ٹوپی کے گوشہ سے سر باہر نکال — اگر تیری خوش نصیبی اس ماہ کامل کی فال تیرے نام پڑے

۷ زاهد خام طمع بر سر انکار بماند — پخته گردد چو نظر بر می جام اندازد

خام طمع زاہد منکر ہی رہا — پختہ ہو جاتا اگر شراب کے پیالہ پر نظر ڈالتا

۸ باده با محتسب شهر نوشی حافظ

اے حافظ شہر کے کوتوال کیساتھ بیٹھ کر شراب پینا

که خورد باده ات و سنگ بجام اندازد

کہ تیری شراب پی جائیگا اور جام میں پتھر پھینک دیگا

۳ و ۴ ۔ "می صبح فروغ" ایسی شراب جسکی جھلک سے صبح دلکشا کا سماں نظر آتا ہے شراب پینے کا وقت رات ہے اور دن کو کسب ہنر کرنا چاہیئے یعنے بوقت شب عبادت اور ذکر و فکر اور دن کو کسب ہنر ۔

---

۱ سحر چون خسرو خاور علم بر کوهساران زد — بدست مرحمت یارم در امیدواران زد

صبح کے وقت جب مشرق کے بادشاہ آفتاب نے پہاڑوں پر اپنا جھنڈا گاڑا (کوہساروں پر علم گاڑا) — میرے یار نے اپنی رحمت کے ہاتھ سے امیدواروں کا دروازہ کھٹکھٹایا

۲ چو پیش صبح روشن شد که حال مهر گردون چیست | برآمد خنده خوش بر غرور کامگاران زد

جب صبح سے پہلے آسمان کی مہر کا حال سب پر روشن ہو گیا | تو کامگاروں کے غرور پر ہنسی اڑائی

۳ نگارم دوش در مجلس بعزم رقص چون برخاست | گره بگشود از گیسو و بر دلهای یاران زد

کل جب میرا معشوق رقص کے ارادہ سے مجلس میں اٹھا | زلف سے گرہ کھولی اور یاروں کے دلوں پر ڈال دی

۴ من از رنگ صلاح آندم بخون دل بشستم دست | که چشم باده پیمایش صلا بر هوشیاران زد

میں نے تو اسی وقت صلاح کے رنگ سے ہاتھ خون دل سے دھو ڈالا | جب اس کی مست آنکھ نے ہوشیاروں کو دعوت دی

۵ کدام آهن دلش آموخت این آیین عیاری | کز اول چون برون آمد ره شب زنده داران زد

کس سنگدل نے اس کو یہ عیاری کے انداز سکھائے ہیں | کہ جیسے ہی باہر نکلا تو سب سے پہلے زاہدوں پر ڈاکہ مارا

۶ خیال شهسواران پخت و شد ناگه دل مسکین | خداوندا نگهدارش که بر قلب سواران زد

تصور تو شہسواروں کا جمایا مگر غریب دل ہاتھ سے جاتا رہا | اے خدا اسکی حفاظت کر کہ سواروں کے قلب پر حملہ کیا ہے

۷ منش با خرقه پشمین کجا اندر کمند آرم | زره موئی که مژگانش ره خنجر گزاران زد

میں اس کمبل کے ساتھ کہاں اس کو بال برابر اپنی کمند میں لا سکتا ہوں | جس نے اپنی مژگان سے خنجر گزاروں پر حملہ کیا ہے

۸ نظر بر قرعه توفیق و یمن دولت شاه است | بده کام دل عاشق که فال بختیاران زد

قرعہ توفیق اور بادشاہ کی دولت کی برکت پر نظر ہے | عاشق کے دل کی مراد پوری کر کہ بخت والوں کی فال ڈالتا ہے

۹ شهنشاه مظفر فر شجاع ملک و دین منصور | که جود بی دریغش خنده بر ابر بهاران زد

شہنشاہ مظفر فر اور شجاع ملک اور دین منصور | کہ جسکی بخشش بے تامل ابر بہار پر ہنستی ہے

۱۰ از آن ساعت که جام می بدست او مشرف شد | زمانه ساغر شادی بیاد میگساران زد

جس گھڑی سے شراب کے پیالہ کو اسکے ہاتھ سے شرف حاصل ہوا ہے | زمانہ نے خوشی کا جام میخواروں کی یاد میں نوش کیا ہے

۱۱ ز شمشیر سر افشانش ظفر آن روز بدرخشید | که چون خورشید انجم سوز تنها بر هزاران زد

اسکی سر اڑانیوالی تلوار سے فتح اس روز چمکی | کہ جب تاروں کو جلانیوالا سورج اکیلا ہزاروں پر حملہ کرتا ہے

تعالی اللہ زہی ذاتی کہ تا نیرنگ ہستی یافت | ۱۲ | صفائی جوہر پاکش دم از پرہیزگاران زد
تعالی اللہ کہ وہ ذات جب سے ہستی کا ظہور ہوا ہے | | اسکی پاک جوہر کی صفائی پرہیزگاری کا دم بھرتی ہے

دوام ملک و عمر او بخواہ از لطف حق حافظ
اے حافظ اس کے ملک اور عمر کے لئے لطف حق سے ہمیشگی کی دعا مانگ

۱۳

کہ چرخ این سکہ دولت بنام شہسواران زد
کہ آسمان نے یہ سکہ دولت شہسواروں کے نام جاری کیا ہے

سحر بلبل حکایت با صبا کرد | ۱ | کہ عشق گل بما دیدی چہا کرد
صبح کے وقت بلبل صبا سے کہہ رہی تھی | | کہ تو نے دیکھا کہ گل کے عشق نے میرے ساتھ کیا کیا

غلام ہمت آن نازنینم | ۲ | کہ کار خیر بے روئی و ریا کرد
میں تو اس نازنین کی ہمت کا غلام ہوں | | کہ نیکی کا کام بغیر دکھاوے اور ریا کے کیا ہے

خوشش باد آن نسیم صبحگاہی | ۳ | کہ درد شب نشیناں را دوا کرد
صبح کی نسیم خوش [illegible] رہے | | کہ راتکے جاگنے والوں کے درد کی دوا کی

من از بیگانگاں ہرگز ننالم | ۴ | کہ با من ہرچہ کرد آن آشنا کرد
میں بیگانوں کا رونا نہیں روتا | | جو کچھ میرے ساتھ کیا میرے دوستنے کیا

نقاب گل کشید از زلف سنبل | ۵ | اگر بند قبائے غنچہ وا کرد
سنبل کی زلف سے گل کا نقاب اتاریگا | | اگر غنچہ کی قبا کے بند کو وا کیا ہے

ازان رنگ و رخم خوں در دل انداخت | ۶ | درین گلشن بخارم مبتلا کرد
اس رنگ اور روپ نے میرا دل غم سے بھر دیا | | اس گلشن میں مجھے کانٹے میں الجھا دیا

بہر سو بلبل بیدل در افغاں | ۷ | تنعم در میاں باد صبا کرد
ہر ایک طرف سے بیدل بلبل شور و فغاں کر رہی ہے | | اور عیش باد صبا بیچ میں کر رہی ہے

۸ گر از سلطان طمع کردم خطا بود
اگر بادشاہ سے مجھے کچھ امید تھی تو غلطی تھی

ور از دلبر وفا جستم جفا کرد
اور اگر دلبر سے وفا کی توقع کی تو جفا کی

۹ وفا از خواجگان شہر با من
شہر کے شرفا میں سے جنہے میرے ساتھ وفا کی

کمال دین و دولت بوالوفا کرد
وہ خواجہ کمال الدین و دولت بوالوفا ہے۔

۱۰ بشارت بر بکوئی می فروشاں
شراب بیچنے والوں کی گلی میں خوشخبری پہنچا دے

کہ حافظ توبہ از زہد و ریا کرد
کہ حافظ نے زہد اور ریا سے توبہ کی

۱ شاہداں گر دلبری زینساں کنند
اگر معشوق اس انداز سے دلربائی کرینگے

زاہداں را رخنہ در ایماں کنند
تو زاہدوں کے ایمان میں رخنہ ڈال دیں گے

۲ ہر کجا آں شاخ نرگس بشگفد
جس جگہ وہ نرگس کی شاخ پھوٹیگی؛

گلرخانش دیدہ نرگسداں کنند
گلرخ معشوق آنکھوں کو نرگس دان بنا دیں گے

۳ یار ما چوں سازد آہنگ سماع
میرا یار جب گانے کا ارادہ کرتا ہے

قدسیاں در عرش دست افشاں کنند
عرش پر فرشتے ہاتھوں سے تالیاں بجاتے ہیں

۴ رخ نماید آفتاب دولت
تیری دولت کا آفتاب چہرہ دکھلاتا ہے

گر چو صبحت آئینہ رخشاں کنند
اگر تیری صبح کی طرح آئینہ دل روشن کریں۔

۵ مردم چشمم بخوں آغشتہ شد
میری آنکھ کی پتلیاں خون میں تر ہیں

از کجا ایں ظلم بر انساں کنند
انسان پر ایسا ظلم کہاں سے کرتے ہیں؛

۶ عاشقاں را بر سر خود حکم نیست
عاشقوں کو اپنا اختیار کچھ نہیں

ہر چہ فرمان تو باشد آں کنند
جو کچھ تیرا فرمان ہو وہ کرتے ہیں۔

۷. پیش چشمم کمترست از قطره‌ای — آن حکایتها که از طوفان کنند

میری آنکھ میں ایک قطرہ سے کم ہیں — وہ حکایتیں جو طوفان نوح کے متعلق بیان کرتے ہیں

۸. کن نگاهی از دو چشمت تا روان — مرگ را بر بیدلان آسان کنند

دو آنکھوں سے ایک نظر کر تاکہ جان — بیدلوں کے جسم سے آسانی کے ساتھ نکل جائے

۹. عید رخسار تو کو تا عاشقان — در وفایت جان و دل قربان کنند

تیرے رخسار کی عید کہاں ہے کہ عاشق — تیرے وفا میں جان و دل قربان کریں

۱۰. ای جوان سرو قد گویی بزن — پیش از آن کز قامتت چوگان کنند

اے سرو قد جوان گیند کو مار (کامیابی کیلئے کوشش کر) — اس سے پیشتر کہ تیرا قد چوگان کیطرح خمیدہ ہو

۱۱. خوش برآی از غصه ای دل کاهل راز — عیش خوش در بوته هجران کنند

اے دل غصہ سے خوشی خوشی نکل کیونکہ محرم راز — ہجر کے بوتہ میں عیش و عشرت کرتے ہیں

۱۲. سر مکش حافظ ز آه نیم شب
اے حافظ نیم شب کی آہ سے سر نہ موڑ
تا چو صبحت آینه رخشان کنند
تاکہ تیری صبح کی طرح آئینہ (دل) روشن کریں

۱. شراب بیغش و ساقی خوش دو دام رهند — که زیرکان جهان از کمندشان نرهند

خالص شراب اور حسین ساقی دو جال ہیں جس سے نہیں بچتے ہیں — اور ایسے ہیں کہ دنیا کے دانا ان کے پھندے سے نہیں نکل سکتے

۲. من ار چه عاشقم و رند و مست و نامه سیاه — هزار شکر که یاران شهر بی گنهند

اگرچہ میں عاشق اور رند مست اور گنہگار ہوں — ہزار شکر کہ شہر کے دوست تو بے گناہ ہیں

۳. مبین حقیر گدایان عشق را کاین قوم — شهان بی کمر و خسروان بی کلهند

عشق کے فقیروں کو حقیر خیال نہ کر کیونکہ یہ جماعت — کمر بستہ بغیر بادشاہ اور تاج کے بغیر سلطان ہیں

۴ جفا نہ شیوہ درویشیت و راہروی — بیار بادہ کہ ایں سالکاں نہ مرد رہند

لوگوں پر ظلم کرنا درویشی اور سلوک کے برخلاف ہے — شراب لا کہ یہ لوگ مرد راہ سالک عارف نہیں ہیں

۵ مکن کہ کوکبہ دلبری شکستہ شود — چو چاکران بگریزند و بندگاں بجہند

ایسا کام نہ کر کہ دلبری کا کوکبہ ٹوٹ جائے گا — جب نوکر بھاگ جاویں اور غلام تتر بتر ہو جاویں

۶ غلام ہمت دُردی کشان یکرنگم — نہ آں گروہ کہ ازرق لباس و دل سیہند

میں تلچھٹ پینے والے یک رنگ آدمیوں کا غلام ہوں — نہ اس گروہ کا جو نیلا لباس پہنتے ہیں اور سیاہ دل ہیں

۷ قدم منہ بخرابات جز بشرط ادب — کہ ساکنان درش محرمان پادشہند

خرابات میں بغیر آداب بجا لائے قدم نہ رکھ — کیونکہ اس کے دروازہ پر رہنے والے بادشاہ کے محرم ہیں

۸ بہوش باش کہ ہنگام باد استغنا — ہزار خرمن طاعت بنیم جو ننہند

ہوشیار رہ کہ جس وقت استغنا کی ہوا چلتی ہے — عبادت کا ہزار خرمن آدھے جو کی قیمت نہیں پاتا

۹ جناب عشق بلندست ہمتے حافظ — کہ عاشقان رہ بی ہمتاں بخود ندہند

اے حافظ عشق کا حضور [illegible] ہمت چاہیے [illegible] — کیونکہ عاشق بے ہمتوں کی راہ نہیں چلتے

۵ کوکبہ وہ لکڑی ہے کہ جس کے سر پر فولاد یا چاندی یا سونے کا گیند لگاتے ہیں اور بادشاہ کے آگے آگے نوکر ہاتھ میں لئے چلتے ہیں یہ لکڑی تمام چاندی یا سونے سے بھی منڈھی ہوئی ہوتی ہے

---

۱ شاہد آں نیست کہ موئی و میانی دارد — شاہد آنست کہ ایں دارد و آنے دارد

معشوق وہ نہیں ہے کہ مو اور میان رکھتا ہو — معشوق وہ ہے کہ یہ بھی رکھتا ہو اور آن یعنی ادا بھی ہو

۲ شیوہ حور و پری گرچہ لطیف است ولی — خوبی آنست و لطافت کہ فلانے دارد

حور اور پری کی عادتیں اچھی بھی ہیں اور لطیف بھی ہیں مگر — خوبی وہ ہے جو فلاں معشوق میں ہے

ائمہ صفات وامہات الاسما کہتے ہیں اس مرتبہ کو متعین کر دیا ہے اور اسی کو تعین اول کہتے ہیں اور انہی اسماء وصفات سے دیگر اسماء وصفات کا ظہور ہوا۔ جن کی کچھ حد وشمار نہیں اس مرتبہ میں وجود کو تعین دوم کہتے ہیں جس میں ذات بے شمار اسماء وصفات سے موسوم ہو کر متعین ہو گئی؛

حکماء طبعی تو صرف عالم اجسام کی معرفت تک رہ گئے اور اس لئے مادہ پرست ہو گئے ایک وہ ہیں۔ جو ایک قدم آگے بڑھے اور عالم مثال کی معرفت حاصل کی ان کو سوائے شعبدہ بازی کے اور کچھ حاصل نہ ہوا۔ اور ایک وہ ہیں جو اور آگے بڑھے اور عالم ارواح میں داخل ہوئے یہ مجذوب ہیں وہ عارف سالک جو اور آگے بڑھا تعین دوم سے گذر کر تعین اول کے مرتبہ پر پہنچا۔ خود بخود رک جاتا ہے۔ اس مقام پر پہنچ کر وہ اقرار کرتا ہے کہ ماعرفناک حق معرفتک یہ اقرار عبودیت ہے کیونکہ الوہیت کی شان سے یہ امر بہت بعید ہے مگر یہ انتہا درجہ معرفت کا ہے یہ وہ مرتبہ ہے جس کو مقام "محمدیؐ" کہتے ہیں اس مرتبہ تک وہی پہنچتے ہیں جن کا رہنما نور محمدؐ ہوتا ہے۔ گو پہنچنا اور بات ہے اور مقام اور بات ہے اول تو راستہ میں ہی ان کا ظرف معلوم ہو جاتا ہے بے اختیار انا الحق اور سبحان ما اعظم شانی منہ سے نکلتا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مرتبہ کو دیکھو کہ اپنے اعلیٰ مقام میں بھی "انا عبد اللہ" فرماتے ہیں کوئی پہلے اللہ کا بندہ تو بنے پھر حقیقت معلوم ہوگی؛ انہی مراتب اعلیٰ کی طرف عروج کرنا۔ اصطلاح میں "معراج" کہلاتا ہے۔ یہ وہی مقام ہے جس کو تعین اول "وحدت" حقیقت محمدی کہتے ہیں۔ جہاں تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عروج فرمایا اور جس کا ذکر قرآن شریف کی اس آیت میں ہے فکان قاب قوسین او ادنیٰ فاوحیٰ الیٰ عبدہ ما اوحیٰ ما کذب الفواد ما رأیٰ؛ افتمارونہ علیٰ ما یریٰ ولقد راٰہ نزلۃ اخریٰ عند سدرۃ المنتہیٰ؛ عندھا جنۃ الماویٰ اذ یغشی السدرۃ ما یغشیٰ؛ ما زاغ البصر وما طغیٰ؛ لقد راٰی من اٰیٰت ربہ الکبریٰ۔ یہی سدرۃ المنتہیٰ ہے؛ یہی معرفت کی حد ہے۔ اور یہی انبیاء کے عروج کی انتہا ہے اسی جگہ "جنت الماویٰ" ہے؛ اسی جگہ اطمینان قلب حاصل ہوتا ہے اسی جگہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ دیکھا جو کہنے سننے سے باہر ہے۔ یہ وہ مقام ہے کہ آنکھیں خیرہ ہو جاتی ہیں؛ حواس باختہ ہو جاتے ہیں؛ انا الحق؛ انا اللہ؛ ابن اللہ ایسے ایسے کلمات سکر کی حالت میں منہ سے نکل جاتے ہیں مگر اس عالیشان نبی کے مرتبہ کا قیاس کرو کہ اس مقام پر بھی ثابت قدم ہے ما زاغ البصر وما طغیٰ صحیح حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جس نے ایک دفعہ کلمہ لا الٰہ الا اللہ محمد الرسول اللہ کہا وہ نجات پائے گا اس کا گھر جنت ہے لیکن تم نے معلوم کیا کہ "جنت الماویٰ" کہاں ہے؛ اب کلمہ کے معنے سمجھو۔ "لا" مرتبہ لاتعین؛ "اللہ" مرتبہ تعین اول؛ "الا اللہ" مرتبہ تعین دوم "محمد" مرتبہ ارواح "رسول" مرتبہ مثال اللہ مرتبہ اجسام ہے۔ اول بھی اللہ ہے اور آخر بھی اللہ ہے۔ اول تین مراتب علمی غیبی ہیں اس لئے باطن بھی وہی ہے اور دوسرے تین مراتب عینی شہودی ہیں اس لئے ظاہر بھی وہی ہے یہ کلمہ شہادت ہے شہادت حق الیقین کا مرتبہ ہے نہ کہ مقلدوں کی طرح سنی سنائی باتیں کرنا؛ پہلے ان مراتب وجود کی معرفت حاصل کر و پھر کلمہ صدق دل سے پڑھو گے اور شہادت دو گے ایسا شخص جنتی نہیں تو کون ہوگا؛

یقین کا مرتبہ بہت بلند ہے ہر ایک شخص اپنی اپنی استعداد کے مطابق معرفت حاصل کرتا ہے اور بمقابلہ یقین یہ گمان کا مرتبہ ہے۔

در سہ عشق لذت کس بیقین محرم راز ہر کسے برحسب فہم گمانے دارد
الحق تعالیٰ شانہ عما یقولون
۹۔ کرامات تو عالم مثال کے کرشمے ہیں عارف کامل جسنے اپنی ہستی کا نانہ خراب کر دیا اس مکان اور جائے سے آگے بڑھا ہوا ہے

شراب عیش نہاں چیست کار بے بنیاد	۱	زدیم بر صف رندان و ہر چہ بادا باد
چپکے چپکے شراب پینا بھی کیا عیش کا ہے		میں تو رندوں کے زمرہ میں شامل ہو گیا ہوں جو ہو سو ہو
گرہ ز دل بکشا و ز سپہر یاد مکن	۲	کہ فکر ہیچ مہندس چنین گرہ نکشاد
دل کی گرہ کھول اور آسمان کا ذکر نہ کر		کہ کسی جتنہ سرائی فکر نے آج تک یہ گتھی نہیں سلجھائی
ز انقلاب زمانہ عجب مدار کہ چرخ	۳	ازین فسانہ و افسوں ہزار دارد یاد
زمانہ کے انقلاب پر تعجب نہ کر کہ آسمان کو		ہزاروں یاد ہیں ایسے قصے کہانیاں
قدح بشرط ادب گیر زانکہ ترکیبش	۴	ز کاسہ سر جمشید و بہمن است و قباد
پیالہ ادب کے ساتھ لے کیونکہ یہ		جمشید بہمن و قباد کے سروں کو کاسہ بنایا گیا ہے
کہ آگہ است کہ جمشید کی کجا رفتند	۵	کہ واقف است کہ چون رفت تخت جم برباد
کون جانتا ہے کہ جمشید اور کیانی بادشاہ کہاں گئے		کون واقف ہے کہ جم کا تخت کس طرح اور کب برباد ہوا
ز حسرت لب شیرین ہنوز می بینم	۶	کہ لالہ می دمد از خاک تربت فرہاد
لب شیریں کی حسرت سے ابھی تک میں دیکھتا ہوں کہ		کہ لالہ فرہاد کی قبر کی خاک سے پیدا ہوتا ہے
مگر کہ لالہ بدانست بیوفائی دہر	۷	کہ تا بزاد و بشد جام می ز کف ننہاد
شاید لالہ نے زمانہ کی بیوفائی کو معلوم کر لیا ہو		کہ جب سے پیدا ہوا ہمیشہ شراب کا پیالہ ہاتھ سے نہیں رکھا
نمی دہند اجازت مرا بسیر سفر	۸	نسیم خاک مصلیٰ و آب رکناباد
مجھے سیر سفر کی اجازت		مصلیٰ کی زمین کی ہوا اور رکناباد کا پانی نہیں دیتا
بیا بیا کہ زمانی ز می خراب شویم	۹	مگر رسیم بگنجی درین خراب آباد
آ کہ کچھ عرصہ شراب سے بدمست ہو لیں		شاید اس خراب آباد میں خزانہ مل جائے

۱۰

حافظ مکن ملامت رندان که در ازل

اے حافظ رندوں کو ملامت نہ کر

ما را خدا ز زهد و ریا بی نیاز کرد

کیونکہ خدا نے مجھے زہد و ریا سے بے نیاز کر دیا ہے

۱۔ صوفی اور آسمان دونوں شعبدہ باز ہیں۔ مگر آسمان اس کام میں استاد ہے۔
۲۔ اس کے سامنے صوفی کی بازی گری بے حقیقت ہے۔
۳۔ "ساز" اور "آہنگ" اور "بازگشت" اور "پردہ" موسیقی کی اصطلاحات ہیں۔ اور "عراق" اور "حجاز" راگنیوں کے نام ہیں۔ "بازگشت" کا ہندی ترجمہ "پلٹا کھانا" اور "پردہ" سے سروں کی مراد ہے۔ مطلب یہ ہے کہ گویا عجب ہے کہ الاپ تو ایک راگنی کا کرتا ہے اور تان میں دوسری راگنی کی سروں میں پلٹا کھاتا ہے۔

۱

صوفی ار باده باندازه خورد نوشش باد

صوفی اگر شراب اندازہ سے پیئے تو اسکے لئے تریاق ہو

ورنه اندیشهٔ این کار فراموشش باد

ورنہ اس کام کا فکر ہی بھول جاوے

۲

آنکه یک جرعه می از دست تواند دادن

جو کوئی شراب کا ایک گھونٹ عنایت کر سکتا ہے

دست با شاهد مقصود در آغوشش باد

اسکا ہاتھ شاہد مقصود کے گلے میں ہو

۳

کیست آن شاهسوار خوش و خرم که دو کون

وہ خوش و خرم شاہسوار کون ہے خدا کرے دونوں جہاں

بستهٔ بند قبا و علم دوشش باد

اسکے بند قبا اور کندھے کے جھنڈے سے بندھے رہیں

۴

نرگس مست نوازش کن مردم دارش

اسکی مست آنکھ جو آدمیوں پر نوازش کرتی ہے

خون عاشق بقدح گر بخورد نوشش باد

اگر عاشق کا خون پیالہ میں پیئے تو تریاق ہو جائے

۵

چشمم از آینه داران خط و خالش گشت

میری آنکھ اسکی خط و خال کا آئینہ دار ہے

لبم از بوسه ربایان لب نوشش باد

میرا لب اسکے زندگی بخش لب کے بوسے لینے والوں میں ایک ہے

۶

گرچه از کبر سخن با من درویش نکرد

اگرچہ تکبر سے مجھ فقیر کے ساتھ بات تک نہ کی

جان فدای شکرین پستهٔ خاموشش باد

اسکے خاموش اور شیریں دہن پر میری جان فدا ہو

شاہ ترکان سخن مدعیاں می شنود ، شرمی از مظلمۂ خون سیاوشش باد

ترکوں کا بادشاہ دشمنوں کی بات سنتا ہے ، اسے خدا کرے سیاوش کے لہو سے شرمندگی حاصل ہو

پیر ما گفت خطا بر قلم صنع نرفت ، آفریں بر نظر پاک خطا پوشش باد

ہمارے پیر نے کہا کہ قلم صانع قدرت سے خطا نہیں ہوئی ، آفرین اس کی نظر پاک پر جو خطا پوش ہے

بغلامی تو مشہور جہاں شد حافظ

تیری غلامی سے حافظ مشہور جہان میں ہوا

حلقۂ بندگی زلف تو در گوشش باد

تیری زلف کا حلقہ بندگی اس کے کان میں ہو

۷ - شاہ ترکاں اس شعر میں شاہنامہ کے ایک قصہ کی طرف اشارہ ہے ، شاہ ترکاں افراسیاب تھا جسکی لڑکی پر شاہ ایران کیکاؤس کا بیٹا سیاوش عاشق ہو گیا تھا دونوں کی آخر شادی ہو گئی اور ان سے کیخسرو پیدا ہوا ، افراسیاب کو دشمنوں نے سیاوش کی طرف سے بدظن کر دیا اس لئے اسنے اس کو قتل کر دیا

۸ - اس شعر میں خواجہ صاحب نے قرآن شریف کی آیات کا ترجمہ کیا ہے ،

۹ - پیر ما ، پیر و مرشد اور ہادی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں کہ جن کا ارشاد یہ ہے کہ تمام حمد اور سب ستائش اللہ تعالے کیلئے ہیں اور تمام عالم اسی کی قلم صنعت [illegible] سے جو کچھ اسنے بنایا خوب بنایا یعنی عالم میں کوئی شے بذاتہ اور بہ نفسہ بری نہیں ہے اگر ہر ایک شے کا استعمال برمحل ہو تو وہ اچھا اور اگر غیر محل ہو تو برا یعنے ایک ہی چیز اچھی بھی ہو سکتی ہے اور بری بھی - لیکن فی الحقیقت وہ نہ اچھی ہے اور نہ بری - کیونکہ اگر اچھی ہو تو برے کے مقابلہ میں ہو گی اس لئے ان معنوں میں وہ ایسے عارضی صفات سے منزہ ہے ؛

مطلب شعر کا یہ ہے کہ مرشد کا یہ ارشاد ہے کہ اللہ تعالے کے قلم سے جو کچھ لکھا گیا اچھا لکھا گیا ہے ؛ خوش نویس است و نخواہد بد نوشت ، ہزار آفرین ایسے پاک نظر خطا پوش مرشد پر کہ اسنے ایک ایسا نکتہ بتایا ہے کہ تمام برائیاں معدوم ہو گئیں اس شعر میں پیر کی تعریف کی گئی کہ وہ پاک نظر خطا پوش ہے کہ عالم میں اس کو خطا نظر ہی نہیں آتی - خطا کار کو ہی نظر آتی ہے پاک نظر خطا سے کوسوں دور ہے

اس شعر میں خواجہ رح نے وحدت وجود کے ایک ادق مسئلہ کو حل کیا ہے یعنے مرشد کامل جس کا ارشاد ہے کہ کوئی صورت اپنے صورتگر کی بے صورت نہیں فتبارک اللہ احسن الخالقین صانع قدرت کو دیکھتا ہے کہ اسکی قلم صنع نے تو خطا لکھی ہی نہیں اگر اس کی نظر خطا پر حال پر ہوتی تو عیب نہیں ہوتا مگر مشاہدہ حقیقت نے منع کر دیا کہ اپنے ہر ایک کے قدر و اندازہ پیدا کی اس لئے مرشد کامل خطا پوش ہے جو لوگ موحد وجودی ہے خبر ہیں وہی عیب جو اور عیب بین ہیں ورنہ عیب اللہ خالق ہو تو مخلوق بری کیوں ہو اور جو شخص حقیقت [illegible] مشاہدہ کر لے [illegible] [illegible] عیب پوشیدہ ہو [illegible]

۱
صباوقت سحر بوئی ز زلف یار می آورد
دل شوریدۂ ما را ز نو در کار می آورد
ح کے وقت صبا زلف یار سے خوشبو لاتی ہے
میرے شوریدہ سر دل میں از سر نو جوش بھرتی ہے

۲
ز رشک تار زلف یار بر باد سحر میداد
صبا ہر نافہ مشکے کہ از تاتار می آورد
کی زلف کی تار کے رشک سے صبا نے ہر نافہ مشک کو
جو تاتار سے لاتی تھی صبح کے وقت برباد کر دیا

۳
روغ ماہ میدیدم ز بام قصر او روشن
کہ روئی از شرم او خورشید بر دیوار می آورد
ا نے چاندنی اسکے بام قصہ پر چمکتی دیکھی ہے
کہ مارے شرم کے آفتاب منہ دیوار پر لاتا تھا

۴
غنی اللہ حبیب بر ویش اگرچہ ناتوانم کرد
برحمت ہم پیامی بر سر بیماری آورد
یا ایسے ابرو نے شکن کو معاف کرے کہ اگرچہ مجھکو کمزور بنا دیا
رحمت سے بیمار کے سرہانے پیام بھی لاتا ہے

۵
بخشش جانا طبق تو لطف واحسان بود
اگر تسبیح میفرمود اگر زنار می آورد
شق کی بخشش سراسر لطف و احسان تھا
خواہ تسبیح ہو خواہ زنار ہو

۶
ن آن شاخ صنوبر را ز باغ سینہ برکندم
کہ ہر گل کز غمش بشکفت محنت بار می آورد
نے اس شاخ صنوبر کو اپنے سینہ کے باغ سے اکھاڑ پھینکا
کہ ہر ایک پھول کا جو اسکے غم میں پھولا پھل محنت ہے

۷
یم غارت عشقش دل خونین رہا کردم
ولی میریخت خون و رہ بدین ہنجار می آورد
ہ اسکی غارتگری کے خوف سے دل غمزدہ کو چھوڑ دیا
لیکن اس کا خون اسلئے رستہ میں ہی کر دیا اور اسی حالت میں لایا

۸
ن او خوش آن ساعت کہ آن زلف گرہ بندش
بدزدیدی چنان دلہا کہ خصم اقراری آورد
چھا وقت اور کیا اچھی وہ گھڑی ہے کہ اسکی زلف گرہ گیر
اس طرح دلوں کو اڑاتی تھی کہ دشمن بھی اقرار کرتے تھے

۹
ل مطرب و ساقی برون رفتم گہ و بیگہ
کز آن راہ گران قاصد خبر دشوار می آورد
بے ساقی کے قول کیمطابق میں کبھی کبھی باہر نکلتا تھا
کہ اس سخت رستے کا قاصد مشکل خبریں لایا کرتا تھا

۱۰
عجب میداشتم دیشب ز حافظ جام و پیمانہ
ولی منعش نمیکردم کہ صوفی وار می آورد
مجھے حافظ کے پاس جام و پیمانہ دیکھ کر تعجب ہوا
مگر میں نے اس کو منع نہیں کیا کہ صوفی کیطرح پیتا تھا۔

۱ صبا بہ تہنیت پیر می فروش آمد | کہ موسم طرب و عیش و ناز و نوش آمد

صبا پیر مے فروش کو بہار کی مبارکباد کہنے کے لیے آئی | کیونکہ عیش و عشرت اور شراب پینے کا موسم آگیا

۲ ہوا مسیح نفس گشت و باد نافہ گشا | درخت سبز شد و مرغ در خروش آمد

ہوا دم عیسیٰ کا دم بھرتی ہے اور ہوا معطر ہے | درخت سبز ہوگئے اور مرغ نے چہچہے شروع کیے

۳ تنور لالہ چنان برفروخت باد بہار | کہ غنچہ غرق عرق گشت و گل بجوش آمد

لالہ کا تنور باد بہار نے ایسا بھڑکایا | کہ غنچہ عرق میں غرق ہوا اور گل جوش میں آیا

۴ بگوش ہوش ز من بشنو و بعشرت کوش | کہ این سخن سحر از ہاتفم بگوش آمد

دل کے کان سے میری نصیحت سن اور عشرت میں کوشش کر | کہ یہ بات صبح کے وقت ہاتف نے میرے کان میں کہی

۵ ز فکر تفرقہ باز آی تا شوی مجموع | بحکم آنکہ چو شد اہرمن سروش آمد

تفرقہ کے فکر سے باز آ تا کہ جمعیت حاصل ہو | کیونکہ جیسے ہی شیطان نکلے تو فرشتہ داخل ہوتا ہے

۶ ز مرغ صبح ندانم کہ سوسن آزاد | چہ گوش کرد کہ با دہ زبان خموش آمد

مرغ صبح کی زبان سے نہ معلوم آزاد سوسن نے کیا سنا | کہ باوجود اس امر کے کہ اسکی دس زبانیں ہیں مگر چپ لگ گئی

۷ چہ جای صحبت نامحرم است مجلس انس | سر پیالہ بپوشان کہ خرقہ پوش آمد

مجلس محبت میں نامحرم کا کیا کام ہے | پیالہ کو ڈھانک دو کہ خرقہ پوش صوفی آرہا ہے

۸ بگویمت سخن خوش بیا و بادہ بنوش | کہ زاہد از بر ما رفت و بادہ نوش آمد

ایک اچھی بات کہتا ہوں آ اور شراب پی | کیونکہ زاہد ہمارے پاس سے اٹھ کر گیا مگر شرابی گھر آتا

۹ ز خانقاہ بمیخانہ میرود حافظ

حافظ خانقاہ سے میخانہ کو گیا

مگر ز مستی زہد و ریا بہوش آمد

شاید زہد و ریا کا نشہ اتر گیا ہوگا

۱. طائر دولت اگر باز گذاری بکند
اگر طائر دولت ایکدفعہ پھر ادھر آ نکلے
یار باز آید و با وصل قراری بکند
تو یار واپس آئے اور وصل کا اقرار کرے۔

۲. دیده را دستگه در و گهر گرچه نماند
اگرچہ آنکھ کو موتی دستیاب نہیں ہوتے
بخورد خونی و تدبیر نثاری بکند
خون جگر پی کر کچھ نہ کچھ نثار کرنے کی تدبیر نکال ہی لیگا

۳. شهر خالیست ز عشاق مگر کز طرفی
عاشقوں سے شہر خالی پڑا ہے ممکن ہے کہ کسی طرف سے
دستی از غیب برون آید و کاری بکند
کوئی مرد آ نکلے اور کام کر جائے۔

۴. کس نیارد بر او دم زدن از قصه ما
کوئی اس کو میرا قصہ سنانے کی جرأت نہیں کر سکتا
مگرش باد صبا گوش گزاری بکند
ہاں ہو سکتا ہے کہ باد صبا گوش گزار کردے

۵. داده ام باز نظر را به تذروی پرواز
میں نے اپنی نظر کے باز کو ایک چکور پر چھوڑا ہے
باز خواند مگرش بخت و شکاری بکند
شاید اسکا بخت آپ بلالے اور وہ شکار کرے

۶. کو کریمی که ز بزم طربش غمزده
ایسا سخی کہاں ہے کہ اسکی محفل طرب میں کوئی غمزدہ
جرعه درکشد و دفع خماری بکند
ایک گھونٹ پی کر خمار دفع کرے۔

۷. یا وفا یا خبر وصل تو یا مرگ رقیب
یا تو وفا ہو یا تیرے وصل کی خبر ملے یا رقیب کی موت کی اطلاع ہو
بازی چرخ ازین یک دو سه کاری بکند
آسمان کی شعبدہ پردازی انہیں سے ایک دو تین کام کرے

۸. دوش گفتم بکند لعل لبش چاره دل
کل میں نے کہا کہ تیرا لعل لب دل کا علاج کریگا
هاتف غیب ندا داد که آری بکند
ہاتف غیب نے آواز دی کہ ہاں ضرور کرے گا

۹. حافظا گر نروی از در او هم روزی
اے حافظ اگر تو اسکے دروازہ سے نہ ہٹے تو کسی روز
گذری بر سرت از گوشه کناری بکند
تیرے سر پر کسی گوشہ سے آ نکلے گا۔

۱ عکس روئے تو چو در آئینہ جام افتاد — عارف از پرتو می در طمع خام افتاد

جب تیرے چہرہ کا عکس شراب کے شیشہ میں پڑا — تو شراب کی جھلک سے عارف خام طمع میں پڑ گیا

۲ جلوہ کرد رخش روز ازل زیر نقاب — عکسے از پرتو آں بر رخ افہام افتاد

اسکے چہرہ نے نقاب کے نیچے روز ازل میں جلوہ کیا — اسکی چمک کا عکس عقل کے منہ پر پڑا

۳ ایں ہمہ عکس می و نقش مخالف کہ نمود — یک فروغ رخ ساقیست کہ در جام افتاد

یہ تمام شراب کا عکس اور مختلف نقش جو ظاہر ہوئے ہیں — ساقی کے چہرہ کی چمک ہے جو جام پر پڑ رہی ہے

۴ غیرت عشق زبان ہمہ خاصاں ببرید — از کجا سر غمش در دہن عام افتاد

غیرت عشق نے تمام خاصان بارگاہ کی زبان کاٹ دی — اسکے غم کا راز عوام الناس میں کس طرح اور کہاں سے پڑا

۵ ہر دمش با من دلسوختہ لطف دگر است — ایں گدا بین کہ چہ شایستہ انعام افتاد

مجھ دل جلے سے ہر ایک دم ایک نیا لطف ہے — اس فقیر کی طرف دیکھ کر ایسے انعام و اکرام کے کیسا لائق بنا

۶ پاک بین از نظر پاک بمقصود رسید — احول از چشم دوبین در طمع خام افتاد

پاک نظر سے دیکھنے والے پاکباز منزل مقصود کو پہنچے — دل دوئی کی آنکھ سے دیکھنے والا خام طمع میں پڑا

۷ زیر شمشیر غمش رقص کناں باید رفت — کانکہ شد کشتہ او نیک سرانجام افتاد

اسکے غم کی تلوار کے نیچے ناچتے ہوئے جانا چاہیے — کیونکہ جو اس کا گھائل ہوا اس کا انجام نیک ہوا

۸ در خم زلف تو آویخت دل از چاہ زنخ — آہ کز چاہ بروں آمد و در دام افتاد

چاہ زنخدان سے نکل کر دل اسکی زلف میں پھنس گیا — افسوس جو کنوئیں سے نکلا وہ جال میں پھنس گیا

۹ آں شد اے خواجہ کہ در صومعہ بازم بینی — کار ما با رخ ساقی و لب جام افتاد

اے خواجہ وہ وقت نکل گیا جو مجھے خانقاہ میں پھر دیکھے — اب تو ہمیں کام ساقی کے چہرہ اور لب جام کیساتھ ہے

۱۰ من ز مسجد بخرابات نہ خود افتادم — اینم از روز ازل حاصل فرجام افتاد

میں مسجد سے نکل کر خرابات میں خود بخود نہیں آپڑا — یہ تو روز ازل سے میری قسمت ہے

ہر کہ در دائرہ گردش ایام افتاد جو کوئی نہ چلے گردش ایام کے دائرہ میں آپڑا	۱۱	چہ کند کز پئی دوران نرود چون پرکار وہ کیا کرسکتا ہے اگر دوران (زمانہ) کے پیچھے پرکار کی طرح
	صوفیان جملہ حریفند و نظر باز ولے تمام صوفی حریف اور نظر باز ہیں مگر زین میان حافظ دل سوختہ بدنام افتاد ان کے درمیان ایک حافظ دل جلا ایسا ہے جو بدنام ہوا	۱۲

۱ و ۲ و ۳۔ ان تین اشعار میں حافظ رحمۃ اللہ علیہ نے عالم کے ظہور کا مسئلہ نہائت خوش اسلوبی سے بیان فرمایا ہے مطلع کے دوسرے مصرع میں بعض نسخوں میں عارف کی جگہ صوفی کا لفظ ہے۔ یعنے صوفی از پرتو می در طمع خام افتاد اور یہ زیادہ مناسب معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ عارف طمع خام میں نہیں پڑ سکتا۔ ان اشعار میں "عکس رخ" کا ذکر کیا گیا ہے۔ یعنے رخ کا عکس شراب کے شیشہ میں پڑا اور پھر اس شراب کا سایہ صوفی پر پڑا۔ دوسرے شعر میں اور وضاحت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے کہ روز ازل میں اس کا چہرہ حجاب میں جلوہ افروز ہوا۔ اس محبوب جلوہ کے عکس کی جھلک ہمارے قلب پر پڑی۔ تیسرے شعر میں صاف صاف لکھا ہے کہ شراب کا عکس جس کا اشارہ پہلے شعر میں کیا گیا ہے نور یہ عالم میں کثرت اور کثرت کے ساتھ مختلف صورتیں ساقی کے چہرہ کے روشنی سے ظہور میں آئی ہیں یہ مسئلہ ادق ہے اس لئے ہم اسے منفصل بیان کرنا چاہتے ہیں۔ اشعار میں دو چیزوں "نور" اور "سایہ" کا ذکر ہے۔ ان میں سے ہر ایک لفظ ایک اصطلاح علمی ہے قرآن شریف کی آیات کا خواجہ صاحب نے صحیح ترجمہ کیا ہے۔

"رخ روی" کل شی ھالک الا وجھہ"

"نور اور شیشہ اور شراب" اللہ نور السموات والارض مثل نورہ کمشکواۃ فیھا مصباح المصباح فی زجاجۃ الزجاجۃ کانھا کوکب دری یوقد من شجرۃ مبرکۃ زیتونۃ لا شرقیۃ ولا غربیۃ یکاد زیتھا یضی ولو لم تمسسہ نار نور علی نور یھدی اللہ لنورہ من یشاء و یضرب اللہ الامثال للناس و اللہ بکل شی علیم ط (۱۸-۱۰)

"عکس۔ پرتو۔ نقاب۔ نقش مخالف" الم تر الی ربک کیف مد الظل ج ولو شاء لجعلہ ساکنا ثم جعلنا الشمس علیہ دلیلا ثم قبضنہ الینا قبضا یسیرا ط (۱۹-۲)

سموات والارض کائنات ہیں۔ جس کو اصطلاح میں عالم کہتے ہیں عالم کو حق تعالے سے وہی نسبت ہے جو کسی شخص کے سایہ کو اس شخص سے ہے اس لئے عالم ظل خدا ہے۔ ظل وہ تاریکی ہے جو طلوع آفتاب سے پیشتر نیا پرچھائی ہوتی ہے اگر یہ تاریکی ہمیشہ رہتی اور آفتاب کی روشنی کا ہمیں علم نہ ہوتا یعنے یہ ظل اگر ہمیشہ ساکن رہتی تو ہمیں کسی چیز کی سرنشعر حاصل نہ ہوتی۔ "نور" کی تعریف یہ ہے جو خود ظاہر ہو اور دوسری اشیاء کو

ظاہر کرتا ہے، گویا نور وجود کی صفت ذاتی ہے اور نور سے ظلمت شب کا نور ہو جاتی ہے نور اور ظلمت کے مشاہدہ سے ہم نے یہ سمجھ لیا کہ تاریکی عدم ہے مگر حق تو یہ ہے کہ اگر یہ تاریکی ہمارے حواس میں نہ ہوتی تو ہمیں روشنی کا بھی علم نہ ہوتا، نور و ظلمت دو "نقش مخالف" ہیں اور اس مخالف یا ضد کی وجہ سے ان میں امتیاز پیدا ہوا یعنی عدم اور وجود کے امتزاج نے نقش مخالف یا مختلف صورتیں پیدا کر دیں۔ "نور" اصل میں علم ہے۔ کیونکہ اسی کی روشنی میں ہم اپنے اور دیگر اشیاء کو جانتے ہیں اسی علم کی بدولت زمین و آسمان روشن ہیں۔ اگر یہ علم نہ ہو تو تاریکی میں ہیں اب اپنے وجود میں غور کرو کہ ہم اپنے علم کا اظہار دوسرے مخصوص اشارات میں کرتے ہیں۔ کیونکہ علم ہمارے قلب میں ہے اور دوسروں کو محسوس نہیں ہو سکتا۔ مگر ہم اشارات سے جس کو اصطلاح میں کلام کہتے ہیں اپنے مافی الضمیر کا اظہار کرتے ہیں گویا ہمارا "کلام" ہمارے علم کی صورت ہے جس کو محسوس کرکے مخاطب ہمارے علم پر مطلع ہوتا ہے اسی طرح عالم حق تعالیٰ کی علم کی صورت ہے اور اسی صورت میں اس کے علم یعنے نور کا اظہار ہو رہا ہے گویا عالم ایسی صورت ہے جس کو دیکھ کر ہمیں حق تعالیٰ کی معرفت حاصل ہوتی ہے اس لئے عالم حق تعالیٰ کے نور کا عکس ہے اور یہ عکس ہمارے قلب پر پڑتا ہے۔ جس طرح ظل کے مشاہدہ سے ہمیں نور آفتاب کا علم حاصل ہوا اسی طرح اس عکس سے ہمیں نور کی طرف رہنمائی ہوئی۔

حیات، علم، کلام، نور، ارادہ، قدرت، حق تعالیٰ کی ذاتی صفات ہیں اور انہی صفات سے سب کچھ نقش مخالف اور کثرت اور کثرت کا اختلاف پیدا ہوا حق تعالیٰ نے انہی صفات کے نقاب یا حجاب میں جلوہ فرمایا، اس کا عکس عالم ہے اور اس عالم کا تصور ہمارے قلب میں ہے۔

ہمارا قلب جس کا تصفیہ تزکیہ نفس سے ہو چکا ہے ایک شیشہ ہے، اور اس میں "راح" یعنے شراب روح ہے جو ہماری زندگی ہے اس مصفا شیشہ میں یہ روح ہے اس میں کائنات کا عکس پڑتا ہے، یعنے صحیح تصور حاصل ہوتا ہے کائنات علم کی صورت یعنے عکس ہے۔ اور علم نور ہے، اور نور حق تعالیٰ کی ذاتی صفت ہے اور ذات وجہ مطلق ہے اس لئے نتیجہ یہ ہے کہ وجہ مطلق پر صفت نور علم کا نقاب ہے۔ اس حجاب میں "وجہ مطلق" کا عکس پڑا تو عالم کا ظہور ہوا اور اس عالم کا عکس ہمارے قلب پر پڑا تو ہمیں علم معرفت حاصل ہوا۔

صوفی خام ملبے سے مراد وہ لوگ ہیں جو ان صورتوں پر مائل ہیں یعنے عکس کے سایہ کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں حالانکہ حقیقت کچھ اور ہی ہے۔

راز درون پردہ ز رندان مست پرس + کیں حال نیست صوفی عالی مقام را

۴۔ جو مقربان الٰہی ہیں ان کی زبان جس سے کلام صادر ہوتا ہے اور جو مافی الضمیر کے اظہار کا ذریعہ ہے کاٹی گئی ہے۔ یعنے وہ تو فنا ہو چکے ہیں۔ لیکن تعجب ہے کہ عوام جن کو قرب حاصل نہیں اور جو خودی اور پندار کے باعث دور پڑے ہیں ایسی باتیں کرتے ہیں جو عارفانہ کلام ہے ان کو کس طرح ان کا پتہ ہوا خیال ہے کہ ان اگر کوئی بتانے والا تھا تو یہی خاصان بارگاہ الٰہی یعنے انبیا اور رسول تھے ان کی زبان تو قطع ہو چکی ہے پھر عام لوگوں کو یہ راز کی باتیں کسنے بتائیں شعر کا مطلب یہ ہے کہ خاصان بارگاہ الٰہی اپنی خودی مرحوم کو قطع کرچکے ہیں ان کی ہستی تو معدوم ہو چکی ہے لیکن ان کو بقا باللہ حاصل ہے۔ اس لئے ما ینطق عن الھوی ان ھو الا وحی یوحی۔

یعنے وہ اپنی زبان سے کچھ نہیں کہتے وہ خود بول رہا ہے یعنے عام لوگ [illegible] اللہ ہی ہے۔

۱

غلام نرگس مست تو تاجدارانند
تاجدار تیری مست آنکھ کے غلام ہیں

خراب بادۂ لعل تو ہوشیارانند
ہوشیار تیرے لعل لب کی شراب سے مست ہیں

۲

ترا صبا و مرا آب دیدہ شد غماز
تیرا صبا نے اور میرا میرے آنسوؤں نے راز ظاہر کیا

وگرنہ عاشق و معشوق رازدارانند
ورنہ عاشق اور معشوق ایکدوسرے کے رازدار ہیں

۳

بزیر زلف دوتا چون گذر کنی بنگر
جب تو راہ میں چلتا ہو تو دیکھ

کہ از یمین و یسارت چہ بیقرارانند
دونوں زلفوں کے نیچے داہنے اور بائیں کسقدر بیقرار تڑپ رہے ہیں

۴

گذار کن چو صبا بر بنفشہ زار و ببین
صبا کی طرح بنفشہ زار پر گزر کر اور دیکھ

کہ از تطاول زلفت چہ سوگوارانند
کہ تیری زلف کی لوٹ کھسوٹ سے کتنے سوگوار ہیں

۵

رقیب در گذر و بیش ازین مکن نخوت
اے رقیب جا اور اس سے زیادہ تکبر نہ کر

کہ ساکنان در دوست خاکسارانند
کیونکہ دوست کے دروازہ پر رہنے والے خاکسار ہیں

۶

نصیب ماست بہشت ای خداشناس برو
بہشت ہمارے نصیب میں ہے اے خداشناس جا

کہ مستحق کرامت گناہ کارانند
کیونکہ بخشش کے مستحق گنہگار ہیں

۷

نہ من بر آن گل عارض غزل سرایم و بس
صرف اکیلا میں ہی اسکے پھول جیسے رخسار پر غزل سرائی نہیں کرتا ہوں

کہ عندلیب تو از ہر طرف ہزارانند
بلکہ تیری بلبلیں ہر طرف ہزاروں ہیں

۸

تو دستگیر شو ای خضر پی خجستہ کہ من
اے خضر نیک کردار تو میری دستگیری کر

پیادہ میروم و ہمرہان سوارانند
میں پیادہ جا رہا ہوں اور میرے ہمراہی سوار ہیں

۹

بیا بمیکدہ و چہرہ ارغوانی کن
شراب خانہ میں آ اور چہرہ کو سرخ بنا

مرو بصومعہ کانجا سیاہ کارانند
خانقاہ میں مت جا کہ وہاں سیاہ کار ہیں

۱۰

خلاص حافظ ازان زلف تابدار مباد
خدا کرے کہ حافظ اس زلف تابدار سے رہا نہ ہو

کہ بستگان کمند تو رستگارانند
کیونکہ تیری کمند میں بندھے ہوئے آزاد ہیں

۲ ۔ صبا اور آنسو دونوں غماز ہیں، صبا نے تیری خوشبو ہر ایک طرف پھیلا دی اور لوگوں نے معلوم

کر لیا کہ تو معشوق ہے، میرا رونا دیکھ کر سمجھ لیا کہ میں عاشق ہوں اگر یہ دونوں درمیان نہ ہوتے تو ہمارے عشق کا حال کسی کو معلوم نہ ہوتا یہ ایک راز تھا جو عاشق اور معشوق سے باہر نہ جاتا:

۵۔ رقیب سے مراد شیطان ہے۔ اسنے تکبر کیا کہ میں آگ سے پیدا ہوا ہوں۔ اور آدم خاک سے بنا ہے، بشعر میں کیا اچھا جواب دیا گیا ہے کہ بارگاہ الہی کے ساکن خاکسار ہی ہیں وہاں عجز اور عبودیت مقبول ہوتی ہے اور بڑے بول کا سر نیچا:

۶۔ "خداشناس" سے مراد فرشتے ہیں جنھوں نے کہا تھا کہ ہم ہر وقت تسبیح وتہلیل کرتے رہتے ہیں اور آدم زمین پر خون گرائیگا اور فساد کریگا۔ گویا گناہ کرے گا:

۷۔ سے ہر اک گردن ہے وابستہ تمہاری یادگاری سے + کوئی تسبیح سے ہے اور کوئی زنار داری سے

۱۰۔ سے جو دیکھتے تیری زنجیر زلف کا عالم + اسیر ہونے کی آزاد آرزو کرتے ہیں

۱
قتل این خستہ بشمشیر تو تقدیر نبود
ورنہ ہیچ از دل بیرحم تو تقصیر نبود
مجھ خستہ کا قتل ہونا تیری تلوار سے مقدر نہ تھا
ورنہ تیرے بیرحم دل نے تو کچھ کسر باقی نہ رکھی تھی

۲
یارب آئینہ حسن تو چہ جوہر دارد
کہ در آہ مرا قوت تاثیر نبود
خدایا تیرے حسن کا آئینہ کیا جوہر رکھتا ہے
کہ آہ میں اتنی طاقت نہیں کہ اسمیں تاثیر کر سکے

۳
سر ز حیرت بدر میکدہا بر کردم
چون شناسائے تو در صومعہ یک پیر نبود
میں حیران ہو کر شرابخانوں کے دروازہ پر جھکا
جب خانقاہ میں تجھ کو پہچاننے والا کوئی پیر نظر نہ آیا

۴
من دیوانہ چو زلف تو رہا میکردم
ہیچ لائق ترم از حلقہ زنجیر نبود
مجھ دیوانہ نے جب تیری زلف کو ہاتھ سے چھوڑا
تو کوئی چیز سوائے زنجیر کی کڑی کے میرے مناسب حال نہ تھی

۵
نازنین تر ز قدت در چمن حسن نرست
خوشتر از نقش تو در عالم تصویر نبود
چمن حسن میں تیرے قد سے زیادہ نازنین کوئی اور چیز پیدا نہیں ہوئی
اور تیری صورت سے بہتر اس عالم صورت میں کوئی صورت نہیں

۶
تا مگر ہمچو صبا باز بزلف تو رسم
حاصلم دوش بجز نالہ شبگیر نبود
ممکن ہے کہ صبا کی طرح پھر تیری زلفوں تک رسائی ہو
کل تو سوائے رات بھر کی گریہ وزاری کے مجھے کچھ حاصل نہ تھا

۷
آن کشیدم ز تو ای آتش ہجران کہ چو شمع
جز فنائے خودم از دست تو تدبیر نبود
اے ہجر کی آگ میں نے تجھ سے وہ وہ تکلیفیں اٹھائی ہیں کہ شمع کی طرح
سوائے اسکے اور کچھ تدبیر نہ تھی کہ اپنے آپ کو فنا کر دوں:

آیتی بُد ز عذاب اندُہ حافظ بی تو
حافظ تیرے بغیر عذاب غم کی ایک آیت تھا
کہ بر ہیچکسش حاجت تفسیر نبود
کہ کسی شخص کو اس کی تفسیر کی حاجت نہ تھی

۷۔ جب تک فنا نہ ہو بقا حاصل نہیں ہوتی ہجر سے بچنے اور وصل حاصل کرنیکی یہی تدبیر ہے کہ ان اسباب کو فناہ کردیا جائے جن کی وجہ سے ہم ہجور ہیں۔ مصرعہ " تو خود حجاب خودی حافظ ازمیاں برخیز "

۸۔ یعنے ایسی آیت بنا کہ بغیر تفسیر کے اس کا حال معلوم ہو رہا تھا ۔

۱
گرمی فروش حاجت رندان روا کند
اگر شراب بیچنے والا رندوں کی حاجت پوری کرے
ایزد گنہ ببخشد و دفع بلا کند
خدا اس کے گناہ بخشے اور بلا دفع کرے گا

۲
در کارخانہ کہ رہِ علم و عقل نیست
ایسے کارخانہ میں کہ جہاں علم اور عقل کا دخل نہیں
وہم ضعیف رائی فضولی چرا کند
کمزور وہم اور فضول رائے کا کیا کام ہے

۳
مطرب بساز عود کہ کس بی اجل نمرد
اے مطرب عود کو ساز کر کہ کوئی اجل کے بغیر نہیں مرا
واں کو نہ ایں ترانہ سراید خطا کند
اور جس کسی کو یہ نغمہ پسند نہ آئے غلطی کرتا ہے

۴
گر رنج پیشت آید و گر راحت اے حکیم
اگر تیرے سامنے رنج آئے یا راحت اے حکیم
نسبت مکن بغیر کہ اینہا خدا کند
غیر سے منسوب نہ کر کہ یہ خدا کرتا ہے

۵
مارا کہ درد عشق و بلائے خمار ہست
مجھے تو عشق کا درد اور خمار کی تکلیف ہے
یا وصل دوست یا مئی صافی دوا کند
یا تو دوست کا وصل یا خالص صاف شراب اسکا علاج ہے

۶
حقا کہ در زماں برسد مژدہ اماں
سچ تو یہ ہے کہ اسیوقت امن کی خوشخبری ملے
گر سالکی بعہد امانت وفا کند
اگر سالک امانت کا عہد پورا کرے

۷
ساقی بجام عدل بدہ بادہ تا گدا
اے ساقی عدل کے پیالہ میں شراب دے تاکہ گدا
غیرت نیاورد کہ جہاں پُر بلا کند
غیرت میں آکر جہان کو پر بلا نہ کرے

جانْ رفت در سرِ مَی و حافظ ز غصّہ سوخت

شراب کے خیال میں جان نکل گئی اور حافظ غصہ سے جل بھن گیا

عیسیٰ دمی کجاست کہ احیایِ ما کند

عیسیٰ دم کہاں ہے کہ مجھے زندہ کرے ؎

۴۔ ؎ گرچہ تیر از کماں ہمے گزرد + از کماندار بیند اہل خرد (سعدی رح)

قرآن شریف میں مفصل مذکور ہے کہ ہر ایک امر اسی کی طرف رجوع کرتا ہے ہم بیان کرتے ہیں کہ فی الحقیقت نیک اور بد دو اعتباری نام ہیں اور کوئی چیز بنفسہٖ نہ اچھی ہے اور نہ بری ہے۔ بایں ہمہ خیر اور شر کی نسبت خالق ہی کی طرف ہونی چاہیئے ؎

گناہ اگرچہ نبود اختیار ما حافظ + تو در طریق ادب کوش گو گناہ من است

خیر و شر لازم و ملزوم ہیں اور یہ ایسا مسئلہ ہے کہ اختصار کی گنجائش نہیں ہم نے اسپر مفصل بحث اپنی تصنیف سلسلہ اشاہیر اسلام (الشیخ اکبر رض) میں کی ہے۔

۶۔ "امانت": قرآن شریف میں مذکور ہے:

انا عرضنا الامانۃ علی السموات والارض والجبال فابین ان یحملنہا واشفقن منہا وحملہا الانسان انہ کان ظلوما جہولا" (سورۃ الاحزاب ۹ع سیپارہ ۲۲) +

امانت کی نسبت مفسرین نے بہت کچھ لکھا ہے صوفیہ کرام رح "درد عشق" کو امانت سے تعبیر کرتے ہیں مولانا روم رح فرماتے ہیں کہ ؎

قدسیاں را عشق ہست و درد نیست + درد را جز آدمی درخور نیست۔

"درد عشق" فکر کا نام ہے "فکر" باطل سے حق کی طرف رجوع کرنا ہے۔ باطل فانی ہے اور حق باقی ہے۔ باطل عدم ہے اور حق وجود ہے۔ باطل ظلمت ہے اور حق نور ہے۔ عالم کی صورت سے عالم کی حقیقت کی طرف رجوع کرنا فکر کا کام ہے اور یہ درد عشق کے بغیر نہیں ہو سکتا۔ درد عشق سے ہم "علم" حاصل کرتے ہیں۔ کائنات میں انسان اور دیگر اشیا میں فرق صرف اسی "علم" کا ہے یعنی یہی ایک واحد خوبی ایسی ہے جو صرف انسان میں پائی جاتی ہے۔ انسان کو ہر ایک چیز پر اسی علم کی وجہ سے شرف حاصل ہے مگر یہ درد عشق کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتا۔ یہی عشق تمام اضافتوں کو قطع کر دیتا ہے تمام علتوں کو فنا کر دیتا ہے المختصر جو کچھ ماسوا اللہ ہے اس کو معدوم کر دیتا ہے ؎

شاد باش اے عشق خوش سودائے ما + اے طبیب جملہ علت ہائے ما

اے دوائے نخوت ناموس ما + اے تو افلاطون جالینوس ما

خواجہ حافظ رح نے ایک اور شعر میں آیت محولہ بالا کی طرف اشارہ کیا ہے ؎

آسمان بار امانت نتوانست کشید + قرعہ فال بنام

قرآن شریف میں بھی امانت (ہماری رائے میں) "علم" کے ہم معنی ہے اور "علم" ایمان کے ہم معنے ہے۔
ایمان ایسا یقین ہے جس میں شک وشبہ کی گنجائش نہ ہو۔
۷۔ دلیل یہ ہے۔ یا ایہا الذین امنوا اتقوا اللہ وابتغوا الیہ الوسیلۃ وجاھدوا فی سبیلہ لعلکم تفلحون (سیپارہ ۶-۹ع) +

۱
کلک مشکین تو روزی کہ زما یاد کند
جس روز تیرا مشکین قلم مجھے یاد کرے
ببرد اجر دو صد بندہ کہ آزاد کند
دو سو غلاموں کے آزاد کرنے کا ثواب حاصل کریگا

۲
قاصد حضرت سلمیٰ کہ سلامت بادا
سلمیٰ کے قاصد سے کہ اس پر درود وسلام ہو
چہ شود گر بسلامی دل ما شاد کند
کچھ بڑی بات نہیں اگر کسی روز سلام سے میرا دل خوش کرے

۳
یارب اندر دل آن خسرو شیرین انداز
اے خدا اس خسرو شیریں کے دل میں یہ ڈالدے
کہ برحمت گذرے بر سر فرہاد کند
کہ رحمت سے فرہاد کی طرف بھی گذر کرے

۴
حالیا عشوۂ عشق تو ز بنیادم برد
اب تو تیرے عشق کے کرشمے نے میری بنیاد اکھیڑ دی
تا دگر فکر حکیمانہ چہ بنیاد کند
دیکھئے تیری حکیمانہ فکر کیا دوسری بنیاد قائم کرتی ہے

۵
گوہر پاک تو از مدحت ما مستغنیست
تیرا پاک گوہر میری تعریف کا محتاج نہیں
فکر مشاطہ چہ با حسن خداداد کند
مشاطہ کی فکر حسن خداداد کیساتھ کیا کرسکتی ہے

۶
امتحان کن کہ بسی گنج مرادت بدہند
آزما کر دیکھ تجھے بہت گنج مراد ملے گا
گر خرابی چو مرا لطف تو آباد کند
اگر مجھ جیسے خراب کو مہربانی سے آباد کریگا

۷
شاہ را بہ بود از طاعت صد سالہ زہد
بادشاہ کے لئے پرہیزگاری کی سو سال عبادت سے بہتر ہے
قدر یک ساعت عمری کہ در و داد کند
عمر بھر میں ایک گھڑی انصاف کرنا

رہ نبردیم بمقصود خود اندر شیراز
شیراز میں تو مقصد حاصل نہیں ہوا
خرم آن روز کہ حافظ رہ بغداد کند
وہ دن کیا اچھا ہوگا جب حافظ بغداد کا راستہ لے گا

۱

گفتم کیم دہان ولبت کامراں کنند
میں نے کہا کہ میں کون ہوں کہ تیرے دہان اور لب سے میری مراد بر آئے

گفتا بچشم ہر چہ تو گوئی ہماں کنند
جواب دیا کہ جو کچھ تو کہیگا وہی آنکھوں سے عمل کرینگے

۲

گفتم خراج مصر طلب میکند لبت
میں نے کہا تیرا لب مصر کا خراج طلب کرتا ہے

گفتا دریں معاملہ کمتر زیاں کنند
جواب دیا کہ اس معاملہ میں بالکل خسارہ ہے

۳

گفتم بنقطۂ دہنت خود کہ برد راہ
میں نے کہا تیرے نقطۂ دہن تک کس کی رسائی ہوئی ہے

گفتا ایں حکایتیست کہ با نکتہ داں کنند
جواب دیا کہ یہ ایسی بات ہے جو صرف نکتہ داں سے کیجاتی ہے

۴

گفتم صنم پرست مشو با صمد نشیں
میں نے کہا کہ بت پرست نہ بن خدا پرست ہو

گفتا بکوی عشق ہم ایں و ہم آں کنند
جواب دیا کہ عشق کے کوچہ میں یہ بھی کرتے ہیں وہ بھی کرتے ہیں

۵

گفتم ہوائے میکدہ غم می برد ز دل
میں نے کہا کہ شرابخانہ کی محبت دل سے غم دور کرتی ہے

گفتا خوش آں کساں کہ دلی شادماں کنند
جواب دیا کہ وہ شخص خوش نصیب ہے جسکا دل خوش رکھتے ہیں

۶

گفتم شراب و خرقہ نہ آئین مذہبست
میں نے کہا کہ شراب اور خرقہ تو مذہب کا دستور نہیں

گفتا ایں عمل بمذہب پیر مغاں کنند
جواب دیا کہ یہ عمل پیر مغان کے مذہب میں روا ہے

۷

گفتم ز لعل نوش لباں پیر را چہ سود
میں نے کہا کہ شیریں لب سے بوڑھے کو کیا فائدہ

گفتا ببوسۂ شکرینش جواں کنند
جواب دیا کہ اس کے میٹھے بوسے سے جوان ہو جاتا ہے

۸

گفتم کہ خواجہ کے بسر حجلہ میرود
میں نے کہا کہ خواجہ کب حجلہ پر سوار ہوگا

گفت آں زماں کہ مشتری و قمر قراں کنند
جواب دیا کہ جب مشتری اور چاند کا قران ہوگا

۹

گفتم دعائے دولت تو ورد حافظ است
میں نے کہا کہ تیری دولت کی دعا حافظ کا ورد ہے

گفت ایں دعا ملائک ہفت آسماں کنند
کہا یہ دعا ہفت آسمان کے فرشتے کرتے ہیں

۱ کسے کہ حسنِ رخ دوست در نظر دارد
جس شخص کو معشوق کے رخسار کا مشاہدہ حاصل ہے
محقق ست کہ او حاصل بصر دارد
وہ محقق ہے کہ اسنے بصر کا حقیقی فائدہ اٹھایا ہے

۲ چو خامہ بر خط فرمان او سر طاعت
اس کے حکم کے تحت قلم کی طرح سر تسلیم رکھا ہوا ہے
نہادہ ایم مگر او بہ تیغ بردارد
ممکن ہے کہ وہ تلوار اُٹھائے

۳ کسی بوصل تو چون شمع یافت پروانہ
اس شخص کو تیرے وصل کا پروانہ ملسکتا ہے جو شمع کیطرح
کہ زیر تیغ تو ہر دم سرے دگر دارد
تلوار کے نیچے ہر دم نت نیا سر رکھے

۴ بپائے بوس تو دست کسے رسید کہ او
اس شخص کو تیرے پاؤں چومنے کا موقع ملسکتا ہے
چو آستانہ بدین در ہمیشہ سر دارد
جو آستانہ کی طرح ہمیشہ سر کو رکھتا ہے

۵ ز زہد خشک ملولم بیار بادۂ ناب
میں زہد خشک سے بیزار ہوں خالص شراب لا
کہ بوئے بادہ دماغم مدام تر دارد
کہ شراب کی بو ہمیشہ دماغ کو تر رکھتی ہے

۶ بزد رقیب تو روزی بسینہ ام تیری
ایک دن تیرے رقیب نے میرے سینہ میں تیر مارا
ز بسکہ تیر غمت سینہ بی سپر دارد
تیرے غم کے تیر کے سامنے سینہ بے سپر ہے

۷ کسیکہ از رہ تقوی قدم برون ننہاد
وہ شخص جو پرہیزگاری کے رستہ میں ایک قدم اِدہر اُدہر نہ ہوا
بعزم میکدہ اکنون سر سفر دارد
اب شراب خانہ کے ارادہ سے سفر کی تیاری کرتا ہے

۸ ز بادہ ہیچت اگر نیست این نہ بس کہ ترا
اگر تجھے شراب سے کچھ فائدہ نہوا تو کیا یہ تھوڑا ہے
دمے ز وسوسۂ عقل بے خبر دارد
کہ تجھے ایکدم کے لئے عقل کے وسوسوں سے بے خبر کردیتی ہے

۹ دل شکستۂ حافظ بخاک خواہد برد
لالہ کی طرح محبت کا داغ جو اسکے جگر پر ہے
چو لالہ داغ ہوائے کہ بر جگر دارد
حافظ کا ٹوٹا ہوا دل قبر میں ساتھ لے جائے گا۔

۱۔ خواجہؒ اہل بصر انہی کو سمجھتے ہیں جنکو "وجہ مطلق" کا مشاہدہ حاصل ہے۔ یہی لوگ اہل تحقیق ہیں انہی لوگوں کو دولت "سرمدی" ملتی ہے "دانی کہ چیست دولت دیدار یار دیدن" مشاہدہ کے متعلق خواجہؒ کے اشعار لاجواب ہیں۔

۴۔ اطاعت و عبادت و بندگی ہی سے قرب نہیں حاصل ہو سکتا ہے۔

۸۔ یعنے عشق کے نشہ میں اگر تمہیں کوئی اور خوبی نظر نہیں آتی تو کیا یہ کافی نہیں ہے کہ کچھ عرصہ عقل کے وسوسوں سے نجات مل جاتی ہے خواجہؒ نے عشق اور عقل کا مقابلہ موزوں الفاظ میں کیا ہے اللہ تعالیٰ نے عقل کے وسوسوں سے بھی پناہ میں رکھے نفسانی اور خناسی وسوسوں سے کچھ کم نہیں ہیں۔

گر من از باغ تو یک میوه بچینم چه شود اگر میں تیرے باغ سے ایک پھل چن لوں تو کیا ہوگا	۱	پیش پائی بچراغ تو بہ بینم چه شود اگر تیرے چراغ کے پیش پا دیکھ لوں تو کیا ہوگا
یارب اندر کنف سایہ آں سرو بلند اے خدا اس سرو بلند کے سایہ کے کنارہ پر	۲	گر من سوختہ یکدم بنشینم چه شود اگر میں دل جلا ذرا بیٹھ رہوں تو کیا بڑی بات ہے
آخر اے خاتم جمشید سلیمان آثار اے سلیمان کی حشمت والی جمشید کی انگشتری	۳	گر فتد عکس تو بر لعل نگینم چه شود اگر تیرا عکس میرے نگینہ کے لعل پر پڑے تو آخر کونسی بڑی بات ہے
زاہد شہر چو مہر ملک و شحنہ گزید جب شہر کے زاہد نے بادشاہ اور کوتوال کی محبت کا دم بھرا ہے	۴	من اگر مہر نگارے بگزینم چه شود میں نے اگر معشوق کی محبت اختیار کی تو ہو کیا گیا
صرف شد عمر گرانمایہ بمعشوقہ و مے میری بیش قیمت عمر معشوقہ اور شراب میں بسر ہوئی	۵	تا ازانم چہ بہ پیش آید ازینم چه شود دیکھنا یہ ہے کہ اس کا نتیجہ کیا ہوتا ہے اور اس سے کیا بنتا ہے
عقلم از خانہ بدر رفت اگر مے اینست میری عقل گھر سے باہر ہوئی اور شراب کی یہی تاثیر ہے	۶	دیدم از پیش کہ در خانۂ دینم چه شود تو جو کچھ مذہب کے گھر کا حال ہونیوالا ہے وہ مجھے پہلے ہی معلوم ہے
منکہ در کوئے بتاں منزل و ماوا دارم میں جو کہ بتوں کے کوچہ میں منزل اور مقام رکھتا ہوں	۷	گر دہی جائے بفردوس بریںم چه شود اگر مجھے فردوس میں جگہ دے کوئی بڑی بات نہیں
خواجہ دانست کہ من عاشقم و ہیچ نگفت خواجہ کو معلوم تھا کہ میں عاشق ہوں اور کچھ نہ کہا	۸	حافظ ار نیز بداند کہ چنینم چه شود اگر حافظ کو بھی خبر ہو جائے کہ میں ایسا ہوں تو کیا ہو

۳۲- ایران کے مورخین کی یہ رائے ہے کہ جمشید حضرت سلیمان کا ہی نام ہے۔ "خاتم" سے مراد مہر نبوت جو ختم المرسلین کا حصہ ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اگر اس نبوت کا عکس ہمارے قلب پر بھی پڑ جائے تو اے خاتم النبین تیری رحمت سے کچھ بعید امر نہیں۔

۱
گداخت جان کہ شود کار دل تمام و نشد — بسوختیم درین آرزوئے خام و نشد
جان اسی فکر میں گھل گئی کہ دل کا مطلب پورا ہو، نہ ہوا — میں اسی خام آرزو میں جل گیا مگر آرزو پوری نہ ہوئی

۲
فغان کہ در طلب گنج گوہر مقصود — شدم خراب جہانی ز غم تمام و نشد
افسوس کہ گوہر مقصود کے خزانہ کی طلب میں — میں تمام جہان میں غم کا مارا خراب ہوا مگر گوہر مقصود ہاتھ نہ آیا

۳
دریغ و درد کہ در جستجوئے گنج حضور — بسے شدم بگدائے بر کرام و نشد
افسوس اور صد افسوس کہ حضوری کے خزانہ کی تلاش میں — اہل کرم کے پاس گدائی کی مگر یہ حاصل نہ ہوا

۴
بطعنہ گفت شبے میر مجلس تو شوم — شدم بمجلس و کمترین غلام و نشد
ایک رات طعنہ دیا کہا کہ تیرا میر مجلس بنونگا — میں اسکی مجلس میں سب سے ادنیٰ غلام بنا مگر وہ مجلس میں نہ گیا

۵
پیام کرد کہ خواہم نشست با رندان — بشد برندی و دردی کشیم نام و نشد
مجھے پیام بھیجا کہ رندوں کیساتھ مل کر بیٹھونگا — میرا نام رندی اور تلچھٹ پینے والوں میں مشہور ہوگیا اور وہ نہ آیا

۶
رواست در بر اگر می طپد کبوتر دل — کہ دید در رہ خود پیچ و تاب دام و نشد
اگر بغل میں کبوتر دل تڑپے تو مناسب ہے — کہ اپنے رہ میں جال کے گھر میں پیچ دیکھے مگر گرفتار نہ ہوا

۷
بکوئے عشق منہ بی دلیل راہ قدم — کہ من بخویش نمودم صد اہتمام و نشد
عشق کے کوچہ میں بغیر رہنما کے قدم نہ رکھ — کہ میں نے خود بخود سو طرح کا انتظام کیا مگر فائدہ نہ ہوا

۸
بدان ہوس کہ بنوشم مستی آن لب لعل — چہ خون کہ در دلم افتاد ہمچو جام و نشد
اس ہوس میں کہ مست ہوکر اس لب لعل کا بوسہ لوں — کس قدر خون جگر شراب کے پیالہ کی طرح پیا مگر یہ حاصل نہ ہوئی

۹
ہزار حیلہ برانگیخت حافظ از سر مہر — بدان ہوس کہ شود آن حریف رام و نشد
حافظ نے محبت کی وجہ سے ہزاروں تدبیریں کیں — کہ وہ حریف اپنا رام ہو مگر نہ ہوا

۱ کی شعر تر انگیزد خاطر که حزین باشد — یک نکته درین معنی گفتیم و همین باشد

افسردہ طبیعت شعر تر کس طرح نکل سکتے ہیں — ایک نکتہ ہے ان معنوں میں ہم نے بیان کیا اور یہی ایک ہے

۲ از لعل تو گر یابم انگشتری زنہار — صد ملک سلیمانم در زیر نگین باشد

اگر تیرے لعل (فرمان لب حکم) سے مجھے امان کی انگشتری ملے — سو ملک سلیمان میرے زیر نگین ہوں

۳ غمناک نباید بود از طعن حسود ای دل — شاید که چو وابینی خیر تو درین باشد

حاسد کے طعنہ سے اے دل غمزدہ نہیں ہونا چاہیئے — ممکن ہے کہ اگر دل سے غور کر دیکھیگا تو تیری بہتری اسی میں ہو

۴ ہر کو نکند فہمی زین کلک خیال انگیز — نقشش بحرام ار خود صورتگر چین باشد

اس کلک خیال انگیز کا جس شخص کو فہم نہو — اس کا خاکہ حرام اگرچہ وہ چین کا مصور ہے

۵ جام می و خون دل ہر یک بکسی دادند — در دائرۂ قسمت اوضاع چنین باشد

شراب کا پیالہ اور دل کا خون انہیں سے ہر ایک کسی کو ملا — قسمت کے دائرہ میں اسی طور تقسیم ہوئی ہے

۶ در کار گلاب و گل حکم ازلی این بود — کاین شاہد بازاری وان پردہ نشین باشد

گلاب اور گل کی نسبت ازل میں یہ حکم ہوا تھا — کہ وہ تو بازاری معشوق اور یہ پردہ نشین ہو

۷ آن نیست که حافظ را مستی رود از خاطر — کاین سابقہ رندی تا روز پسین باشد

یہ نہیں ہو سکتا کہ حافظ کا نشہ اتر جائے — کیونکہ یہ ازلی رندی ہے اور آخر دم تک رہیگی

۱و۲ اس تمام غزل میں حافظ نے تقدیر کے مسائل بیان کئے ہیں [illegible]

۲ ۔ "انگشتری زنہار" امان کی انگوٹھی، قتل عام کے وقت جس شخص کو امان دی جاتی تھی اس کو ایک انگشتری عنایت ہوتی کہ اس کو دیکھ کر سپاہی اسے قتل نہ کریں +

"لعل" لب مراد حکم یا فرمان ہے یعنی اگر تیرے فرمان سے مجھے انگشتری زنہار ملے تو نہ صرف یہ کہ میری جان بخشی ہو بلکہ مجھے وہ جاہ و جلال حاصل ہو کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی سو گنا سلطنت کے برابر ہو

۴ ۔ "کلک خیال انگیز" خیال پیدا کرنے والا قلم [illegible]

[illegible] خواہ وہ چین کا مصور ہی کیوں نہ ہو [illegible]

اس لئے ایسا قلم جو صورتیں بناتا ہے وہ قلم ہے جس کا اشارہ اس آیت میں ہے کہ :-
اقرا باسم ربک الذی خلق ج خلق الانسان من علق ج اقرا و ربک الاکرم لا الذی
علم بالقلم لا علم الانسان ما لم یعلم ط (سورۃ العلق پ ۳۰ ۲۰-۲۰ ع-
تمام عالم ایک لوح ہے جس پر معصور ازلی نے مختلف صورتیں قلم علم سے بنائی ہیں اگر کسی کو اس حقیقت
کا علم نہ ہو تو وہ گمراہ ہے صفحۂ ہستی سے اس کا نام محو ہو جائیگا +

گل بی رخ یار خوش نباشد یار کے دیدار کے بغیر پھول نہیں بھاتا	۱	بی بادہ بہار خوش نباشد شراب کے بغیر بہار کا لطف نہیں
طرف چمن و ہوای بستاں چمن کی سیر اور باغ کی خواہش	۲	بی لالہ عذار خوش نباشد بغیر لالہ رخسار معشوق بے مزہ ہے
رقصیدن سرو و حالت گل سرو کا ناچنا اور پھول کا وجد میں آنا	۳	بی صوت ہزار خوش نباشد بلبل کے چہچہوں کے بغیر خوش نہیں آتا
باغ و گل و مل خوش ست لیکن باغ اور پھول اور شراب سب چیزیں اچھی ہیں	۴	بی صحبت یار خوش نباشد لیکن یار کی صحبت کے بغیر ان سے کچھ خوشی حاصل نہیں ہوتی
ہر نقش کہ دست عقل بندد عقل جو نقش باندھے ؛	۵	بی نقش نگار خوش نباشد بغیر تصور معشوق پسند نہیں آتا -
با یار شکر لب گل اندام یار شیریں لب گل اندام کی صحبت	۶	بی بوس و کنار خوش نباشد بغیر بوسہ اور بغل ہونیکے اچھی نہیں ؛
	۷	جان نقد محقر ست حافظ حافظ کی نقد جان ایک حقیر چیز ہے - از بہر نثار خوش نباشد اس پر نثار کرنے کے لائق نہیں ؛

گفتم غم تو دارم گفتا غمت سر آید
میں نے کہا کہ مجھے تیرا غم ہے جواب دیا کہ رفع ہو جاویگا

۱

گفتم کہ ماہ من شو گفتا اگر بر آید
میں نے کہا کہ میرا چاند بن جواب دیا کہ اگر طلوع ہو

گفتم ز مہرورزان رسم وفا بیاموز
میں نے کہا مہربانی کرنے والوں سے وفا کی رسم سیکھ

۲

گفتا ز ماہرویاں این کار کمتر آید
کہا یہ کام تو ماہرو مطلق نہیں جانتے ہیں

گفتم کہ بوی زلفت گمراہ عالمم کرد
میں نے کہا کہ تیری زلف کی خوشبو نے مجھے دنیا میں گمراہ کیا

۳

گفتا کہ بندگی کن کو بندہ بردر آید
جواب دیا کہ اگر تجھے سمجھ ہو تو وہی رہبر بن جائیگی

گفتم دل رحیمت کی عزم صلح دارد
میں نے کہا کہ تیرا رحیم دل کب صلح کا ارادہ کرتا ہے

۴

گفتا بکش جفا را تا وقت آن بر آید
جواب دیا کہ ابھی جفا برداشت کر تاکہ صلح کا وقت آئے

گفتم کہ بر خیالت راہ نظر ببندم
میں نے کہا کہ تیرے تصور پر نظر کا راستہ روکونگا

۵

گفتا کہ شبروست این از راہ دیگر آید
کہا کہ یہ رات کا چلنے والا (چور) دوسرے راستہ سے آئیگا

گفتم خوش آن ہوائی کز باغ خلد خیزد
میں نے کہا وہ ہوا جو جنت کے باغ سے آتی ہے کیسی فرحت پیدا کرتی ہے

۶

گفتا خنک نسیمی کز کوی دلبر آید
کہا وہ نسیم ٹھنڈک پیدا کرتی ہے جو دلبر کے کوچے سے آتی ہے

گفتم کہ نوش لعلت ما را بآرزو کشت
میں نے کہا کہ تیرے لعل لب کے تریاق نے تو ہمیں آرزو کا کشتہ کر دیا

۷

گفتا تو بندگی کن کان بندہ پرور آید
جواب دیا کہ تو بندگی کر کہ وہ بندہ پرور ہے

گفتم زمان عشرت دیدی کہ چون سر آید
میں نے کہا کہ تو نے دیکھا کہ خوشی کا وقت کتنی جلدی گذر گیا

گفتا خموش حافظ کاین غصہ ہم سر آید
جواب دیا حافظ چپکا رہ کہ یہ غصہ بھی نہیں رہیگا

گوہر مخزن اسرار ہمان ست کہ بود
گوہر مخزن اسرار جیسا پہلے تھا اب بھی ویسا ہی ہے

۱

حقہ مہر بدان مہر و نشان ست کہ بود
عشق پر وہی مہر اور نشان جو آگے تھا اب بھی ہے

از صبا پرس کہ مارا ہمہ شب تا دم صبح
صبا سے دریافت کر کہ میرے لئے تمام رات صبح تک

۲ بوئے زلف تو ہمان مونس جانست کہ بود
تیری زلف کی خوشبو اسیطرح مونس جان ہے جیسی کہ تھی

طالب لعل و گہر نیست وگرنہ خورشید
آفتاب لعل اور گوہر کا طالب نہیں ورنہ

۳ ہمچنان در عمل معدن و کانست کہ بود
معدن اور کان میں اس کا برابر عمل جاری ہے

رنگ خون دل ما را کہ نہان کرد خطت
میرے دل کے لہو کا رنگ جس کو تیرے خط نے چھپا دیا

۴ ہمچنان از لب لعل تو عیانست کہ بود
اسیطرح تیرے لب لعل سے ظاہر ہے جیسا کہ تھا

عاشقان بندۂ ارباب امانت باشند
عاشق امانت والوں کے بندے ہوتے ہیں

۵ لاجرم چشم گہربار ہمانست کہ بود
اس لئے چشم گہربار ویسی ہی ہے جیسا کہ تھی

کشتۂ غمزۂ خود را بزیارت مے آی
اپنے غمزہ کے کشتہ کی زیارت کے لئے آ

۶ زانکہ بیچارہ ہمان دل نگرانست کہ بود
کیونکہ بیچارہ اسی طرح راہ دیکھ رہا ہے جیسا کہ تھا

زلف ہندوی ترا گفتم کہ دگر رہ مزند
تیری سیاہ زلف کو میں نے کہا کہ پھر غارتگری نہ کرے

۷ سالہا رفت و بدان سیرت و شانست کہ بود
کئی سال گذر گئے مگر اسکی وہی خو بو ہے جو پہلے تھی

حافظا باز نما قصۂ خونابۂ چشم
اے حافظ پھر آنکھوں کا لہو رونا بیان کر

کہ درین چشمہ ہمان آب روانست کہ بود
کہ اس چشمہ میں وہی پانی جاری ہے جو پہلے تھا

اے گوہر مخزن اسرار" راز کے خزانہ کا موتی اس شعر میں خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ ایک نہایت لطیف نکتہ بیان فرماتے ہیں کہ اگرچہ عشق کی وجہ سے ظہور کائنات ہوا اور ابتدا میں "کان اللہ ولم یکن معہ شئی" اور کثرت کا حال یہ ہے کہ کچھ حد و شمار نہیں لیکن ذات حق "الآن کما کان" ہے وہ جیسا پہلے تھا اب بھی ہے نہ اس میں کچھ کمی بیشی نہ تغیر و تبدل واقع ہوا "اسرار" پوشیدہ چیز ہے یعنے ذات حق پہلے بھی غیب تھی اور اب بھی غیب ہے اس شعر میں حدیث قدسی "کنت کنزاً مخفیاً" کی طرف اشارہ ہے یعنے ذات الٰہی پوشیدہ خزانہ تھی ظہور کی محبت مشتاق ہوئے پیدائش کا باعث ہوئی دستور ہے کہ جب [illegible]

پوشیدہ شے پر ہوتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ وہ ابھی تک پوشیدہ ہے اور اعیان بھی ابھی تک علم میں مستور ہیں خارج میں ان کا کچھ وجود نہیں۔

۳ ”خورشید“ حق تعالےٰ نے دنیا پیدا کی تو یہ غرض نہیں کہ اس سے کچھ فائدہ اٹھائیے آفتاب جو کان میں لعل و گہر پیدا کرتا ہے وہ ان کا محتاج نہیں حالانکہ اس کے فیض سے ابھی تک لعل و گہر پیدا ہوتے ہیں حق تعالےٰ کا فیض ابھی تک جاری ہے۔ ”کل یوم ھو فی شأن“

۵ ”امانت“ اس کی شرح لکھی جا چکی ہے شعر کا مطلب یہ ہے کہ ”کنزاً مخفیاً“ کی امانت عاشقوں کو سپرد ہوئی ہے چنانچہ اس خزانہ کے موتی ابھی آنسوؤں کی صورت میں جمع ہو رہے ہیں۔ روز ازل سے اس وقت تک اس میں خیانت نہیں ہوئی یعنے عشق اپنا کام ابھی تک برابر کر رہا ہے۔

۷ ”زلف ہندوی“ تو ”ہندو“ کے معنے سیاہ اور چور ہیں اس شعر میں اس لفظ نے خاص لطف پیدا کر دیا ہے

---

۱ کنوں کہ در چمن آمد گل از عدم بوجود — بنفشہ در قدم او نہاد سر بسجود

جونہی چمن میں گل عدم سے وجود میں آیا — بنفشہ نے اس کے قدم میں سر رکھ کر سجدہ کیا

۲ بنوش جام صبوحی بنالۂ دف و چنگ — ببوس غبغب ساقی بنغمۂ نی و رود

صبح کی شراب کا پیالہ دف اور چنگ کے نغمہ کے ساتھ پی — ساقی کے غبغب کا بوسہ بانسری اور رود کے ساتھ لے

۳ بباغ تازہ کن آئین دین زردشتی — کنوں کہ لالہ برافروخت آتش نمرود

باغ میں زردشت کی ملت کو از سر نو تازہ کر — کیونکہ اب لالہ نے نمرود کی آگ کو بھڑکا رکھا ہے

۴ ز دست شاہد سیمیں عذار عیسیٰ دم — شراب نوش و رہا کن حدیث عاد و ثمود

معشوق سیمیں عذار عیسیٰ دم کے ہاتھ سے — شراب پی اور عاد اور ثمود کی باتیں چھوڑ

۵ جہاں چو خلد بریں شد بدور سوسن و گل — ولی چہ سود کہ در وی نہ ممکن است خلود

جہاں خلد بریں کی طرح سوسن اور گل کے دور دورہ میں ہوا — لیکن کیا فائدہ جب اس میں داخل ہونا ممکن نہیں ہے

۶ شد از فروغ ریاحین چو آسمان گلشن — زمین اختر میمون و طالع مسعود

گلشن پھولوں کے چمک دمک سے آسمان بنگیا — نیک ستارہ کی برکت اور سعید طالع کے باعث

۷ چو گل سوار شود بر ہوا سلیمان وار — سحر کہ مرغ در آید بنغمۂ داؤد

جب گل سلیمان کی طرح ہوا پر سوار ہو — صبح کے وقت مرغ نغمۂ داؤد سنائے

۸ بدورِ گل منشیں بی شراب و شاهد و چنگ — که همچو دورِ بقا هفتهٔ بود معدود

گل کے موسم میں شراب اور معشوق اور ساز سرود کے بغیر نہیں بیٹھنا چاہیے — کیونکہ بقا کا دور ایک ہفتہ کے گنتی کے دن ہیں

۹ بیار جام لبالب بیادِ آصفِ عهد — وزیرِ ملکِ سلیمان عمادِ دین محمود

پیالہ پُر کر کے آصف عہد کی یاد میں لا — جو وزیر ملک سلیمان عماد دین محمود ہے

۱۰ بود که مجلسِ حافظ بیمنِ تربیتش — هر آنچه می طلبد جمله باشدش موجود

ممکن ہے کہ حافظ کی مجلس میں اس کی تربیت کی برکت سے — جو کچھ وہ طلب کر رہا ہے سب کچھ موجود ہو جائے

۳ - مورخین ایران زردشت کو حضرت ابراہیم خیال کرتے ہیں اور غالباً صحیح ہو نمرود کی آگ کا تعلق حضرت ابراہیم سے ہے - اسلام ملت حضرت ابراہیم علیہ السلام کا نام ہے۔
آتش نمرود سے مراد جوش جوانی ہے بلکہ تمام خواہشات نفسانی زور پر ہوتی ہیں ایسی حالت اور ان ایام میں ملت **ابراهیم** علیہ السلام کی پیروی کرنی چاہیئے اور تقوی کو ہاتھ سے نہ دینا چاہیئے تاکہ یہ آگ سرد ہو جائے اور گلزار بنجائے یعنے دوزخ کی آگ باغ جنت اسیوقت ہو سکتی ہے جب ملت ابراہیم کی پیروی کی جائے

---

۱ گفتم که خطا کردی و تدبیر این بود — گفتا چه توان کرد که تقدیر چنین بود

میں نے کہا کہ تو نے خطا کی اور اسکی یہ تدبیر نہ تھی — جواب دیا کہ کیا ہو سکتا ہے تقدیر ہی ایسی تھی

۲ گفتم که خدا داد مرادت بوصالش — گفتا که مرادم بوصالش نه همین بود

میں نے کہا کہ خدا نے تیری مراد اسکے وصال سے پوری کی — جواب دیا کہ میری مراد صرف اس کا وصال ہی تھا

۳ گفتم ز من ای ماه چرا مهر بریدی — گفتا که فلک با من بدمهر بکین بود

مینے کہا کہ اے چاند تو نے مجھ سے کس لئے مہر و محبت قطع کر دی — جواب دیا کہ آسمان بدمہر میرے کینہ پر تلا ہوا تھا

۴ گفتم که بسی جام طرب خوردی ازین پیش — گفتا که شفا در قدح باز پسین بود

مینے کہا کہ تو نے اس سے پہلے بہت جام طرب پئے ہیں — کہا کہ شفا تو آخری پیالہ میں تھی۔

گفتم کہ قرین بدت افگند بدیں روز ۵ گفتا کہ مرا بخت بد خویش قرین بود

میں نے کہا کہ تیرا اس طرح بُرا حال کس نے کیا — جواب دیا کہ بخت بد میرے شامل حال ہے

گفتم کہ تو ای عمر چرا زود برفتی ۶ گفتا کہ فلانی چہ کنم عمر ہمیں بود

میں نے کہا کہ اے عمر تو اس قدر جلدی کیوں گزر گئی — کہا کہ میں کیا کروں عمر ہی اتنی تھی

گفتم کہ بسی خط خطا بر تو کشیدند ۷ گفتا ہمہ آں بود کہ بر لوح جبیں بود

میں نے کہا کہ تجھ پر بہت سی خطا ثابت کیا — کہا کہ وہی کچھ ہو جو لوح جبین پر لکھا ہوا تھا

گفتم کہ نہ وقت سفرت بود چنیں زود ۸ گفتا کہ مگر مصلحت وقت چنیں بود

میں نے کہا کہ اتنی جلدی سفر کیا یہ وقت سفر کا نہ تھا — کہا کہ شاید مصلحت وقت ایسی تھی

گفتم کہ ز حافظ بچہ علت شدہ دور

میں نے کہا کہ حافظ سے کس لئے تو دور ہوا ہے

گفتا کہ ہمہ وقت مرا داعیہ ایں بود

کہا کہ میرا تو ہر وقت یہی ارادہ تھا

گرچہ بر واعظ شہر ایں سخن آساں نشود ۱ تا ریا ورزد و سالوس مسلماں نشود

اگرچہ واعظ شہر کو یہ بات ناگوار گزرے گی — جب تک ریا اور مکر اور سالوس نہ چھوڑیگا مسلمان نہیں ہو سکتا

رندی آموز و کرم کن کہ نہ چنداں ہنر است ۲ حیوانی کہ ننوشد می و انساں نشود

رندی سیکھ اور کرم کر کہ صرف یہ ہنر نہیں ہے کہ — وہ حیوان جو شراب نہ پیے انسان نہیں ہو سکتا

گوہر پاک بباید کہ شود قابل فیض ۳ ورنہ ہر سنگ و گلی لولو و مرجاں نشود

پاک فطرت چاہیئے تاکہ فیض کے قابل ہو — ورنہ ہر ایک پتھر اور کنکر موتی اور مرجان نہیں ہو سکتا

اسم اعظم بکند کار خود ای دل خوش باش ۴ کہ بہ تلبیس و حیل دیو مسلماں نشود

اے دل تو بے فکر رہ کہ اسم اعظم اپنا اثر آپ کرے گا — اگرچہ مکر اور فریب سے دیو مسلمان نہیں ہو سکتا

۵ — دردمندی که کند درد نہاں پیش طبیب
وہ بیمار جو درد کو طبیب کے سامنے چھپا کر رکھتا ہے
درد او بی سببی قابل درماں نشود
جب تک اس کے مرض کا سبب نہ ہو علاج نہیں ہو سکتا

۶ — عشق می ورزم و امید کہ ایں فن شریف
عاشقی کرتا ہوں اور امید ہے کہ یہ فن شریف
چوں ہنرہای دگر موجب حرماں نشود
دوسرے ہنروں کی طرح حسرت و حرماں کا باعث نہ ہوگا

۷ — دوش میگفت کہ فردا بدہم کام دلت
کل کہتا تھا کہ کل تیرے دل کی مراد پوری کر دیگا
سببی ساز خدایا کہ پشیماں نشود
اے خدا کچھ ایسا سبب پیدا کر کہ وہ نہ پچتائے

۸ — حسن خلقی ز خدا می طلبم روی ترا
دعا مانگتا ہوں کہ تیرے چہرہ میں خلق کا حسن بھی ہو
تا دگر خاطر ما از تو پریشاں نشود
تا کہ پھر کبھی میری طبیعت تجھ سے پریشاں نہ ہو

۹ — ہر کہ در پیش بتاں از سر جاں میل زد
بتوں کے سامنے جس کسی کو جان کا خوف ہے
بی تکلف تن او لائق قرباں نشود
اس کا تن قربانی کے لائق بغیر تکلیف کے نہیں ہے

۱۰ — ذرہ را تا نبود ہمت عالی حافظ
اے حافظ جبتک ذرہ میں عالی ہمتی نہیں ہے
طالب چشمہ خورشید درخشاں نشود
چمکنے والے سورج کے چشمہ کا طالب نہیں ہو سکتا

۴؎ اسم اعظم؛ اسم اعظم ذات "اللہ" ہے جو جامع جمیع اسماء و صفات ہے اس شعر میں حضرت سلیمان علیہ السلام اور انگشتری اور دیو کے قصہ کی طرف اشارہ ہے وہ تو ایک کہانی ہے۔ بات اصل میں یہ ہے کہ۔ انگشتری "قلب" ہے اسم اللہ کے "ذکر" سے یہ اسم اس انگشتری پر نقش ہو جاتا ہے "دیو" سے مراد نفس امارہ ہے جو طمع و ہوا و ہوس سے قلب کو مکدر کر دیتا ہے اور اس نقش کو قلب سے محو کرنے کی کوشش میں لگا ہوا ہے۔ نفسانی فریب سے بچنا چاہیئے جو قلب کو اپنے قبضہ میں رکھنا چاہتا ہے اور اس کے لئے ہر طرح کے مکر اور حیلہ سے اپنا کام کرتا ہے جو شخص نفس کے فریب میں نہیں آتا اسم اعظم کی تاثیر سے وہ سلیمانی انگشتری کا کام کرتا ہے۔ شعر کا مطلب یہ ہے کہ نفس امارہ اگر مکر اور فریب کے باعث راہ راست پر نہیں آتا تو کچھ پرواہ نہیں۔ اسم اعظم اپنا اثر خود بخود کرے گا۔ اس کا ذکر ہمیشہ کرنا چاہیئے اس کی تاثیر سے یہ نفس سرکش رام ہو جائے گا۔

۱ — کارم ز دور چرخ بسامان نمی‌رسد — خون شد دلم ز درد و بدرمان نمی‌رسد

آسمان کی گردش کے باعث میرا کام بنتا ہوا نظر نہیں آتا — میرا دل خون ہو گیا درد کی وجہ سے مگر علاج کی کوئی صورت نہیں

۲ — چون خاک راه پست شدم همچو باد و باز — تا آبرو نمی‌رود نم نان نمی‌رسد

راستے کی خاک کی طرح میں پست ہو گیا ہوا کی طرح اور پھر بھی — جب تک آبرو نہیں جائیگی نان نہیں ملے گا

۳ — از دستبرد جور زمان اهل فضل را — این غصه بس که دست سوی جان نمی‌رسد

اہل فضل کا زمانہ کی غارتگری سے اتنا غصہ بس ہے — کہ ان کا ہاتھ جان تک نہیں پہنچتا

۴ — سیرم ز جان خود بدل راستان ولی — بیچاره را چه چاره که فرمان نمی‌رسد

راستبازوں کے دل کی قسم میں جان سے تنگ آ رہا ہوں مگر — بے چارہ کیا چارہ کرے کہ اجل ہی نہیں آتی

۵ — تا صد هزار خار نمی‌روید از زمین — از گلبنی گلی بگلستان نمی‌رسد

جب تک زمین سے لاکھوں کانٹے پیدا نہیں — شاخ سے گل گلستان میں پیدا نہیں ہوتا

۶ — یعقوب را دو دیده ز حسرت سفید شد — آوازهٔ ز مصر بکنعان نمی‌رسد

یعقوب کی حسرت کی وجہ دونوں آنکھیں سفید ہو گئیں — مصر سے کنعان تک کوئی خبر نہیں آتی

۷ — بی پارهٔ نمی‌کنم از هیچ استخوان — تا صد هزار زخم بدندان نمی‌رسد

کسی ہڈی سے گوشت کا ٹکڑا نہیں ملتا — جب تک سو ہزار زخم دانت اس کو نہیں لگتا

۸ — از حشمت اهل جهل بکیوان رسیده‌اند — جز آه اهل فضل بکیوان نمی‌رسد

جاہل تو حشمت و شوکت کے باعث ساتویں آسمان پہنچے ہیں — اہل فضل کی البتہ آہ وہاں تک پہنچتی ہے

۹ — صوفی بشوی زنگ دل خود بآب می — زین شست و شوی خرقه غفران نمی‌رسد

اے صوفی اپنے دل کا زنگار شراب کے پانی سے دھو — [illegible]

۱۰ — حافظ صبور باش که در راه عاشقی — هر کس که جان نداد بجانان نمی‌رسد

اے حافظ صبر کر عشق کے راستہ میں — جس کسی نے جان نہیں دی جانان تک نہیں پہنچتا

۱ مرا بہ بندیِ عشق آں فضول عیب کند — کہ اعتراض بر اسرار علم غیب کند

وہ بیہودہ مجھ پر بندی عشق کے باعث ملامت کریگا — جو علم غیب کے رازوں پر اعتراض کرتا ہے

۲ کمال صدق محبت ببیں نہ نقص گناہ — کہ ہر کہ بی ہنر افتد نظر بعیب کند

تو صدق اور محبت کے کمال کو دیکھ گناہ کے نقص کو نہ دیکھ — کہ جو بے ہنر ہوتا ہے وہی عیب پر نظر رکھتا ہے

۳ چناں بزد رہِ اسلام غمزۂ ساقی — کہ اجتناب ز صہبا مگر صہیب کند

ساقی کے غمزہ نے اسلام کے رستہ پر وہ غارتگری کی — کہ صہبا یعنے انگوری شراب سے پرہیز حضرت صہیبؓ ہی کریں تو کریں

۴ ز عطر حور بہشت آں زماں بر آید بوی — کہ خاک میکدہ ما عبیر جیب کند

حور بہشت کے عطر سے اسوقت خوشبو پیدا ہوگی — جب عبیر ہمارے شرابخانہ کی خاک کو جیب میں رکھیگی

۵ کلیدِ گنج سعادت قبول اہل دل است — مباد کس کہ درین نکتہ شک و ریب کند

اہل دل اگر قبول فرمادیں تو یہ سمجھو کہ سعادت کے خزانہ کی کنجی ہاتھ آگئی — کوئی شخص ایسا نہو کہ اسمیں شک و شبہ کرے

۶ شبانِ وادی ایمن گہی رسد بمراد — کہ چند سال بجان خدمت شعیب کند

وادی ایمن کا چرواہا (موسیٰ) اس وقت مراد کو پہنچا — کہ چند سال جان و دل سے حضرت شعیب کی خدمت کی

۹ زدیدہ خون بچکاند فسانہ حافظ — چو یاد عہد شباب و زمان شیب کند

حافظ کا قصہ آنکھوں کو خون رلاتا ہے — جب جوانی کے دن اور بڑھاپے کے زمانہ کو یاد کرتا ہے

۲- ہنرمند صرف ہنر کو دیکھتے ہیں اور بے ہنر عیب جوئی کرتے ہیں وجہ یہ ہے کہ بے ہنر تو عیوب سے بھرا ہوا ہے جب تک اس کو دوسروں میں عیب نظر نہ آئیں اس کے دل کی تسلی کس طرح ہو اس کی خوشی اسی میں ہے کہ دوسروں میں عیب نظر آئیں مگر ایسا شخص جو بے ہنر ہے بیہودہ ہے کہ وہ علم غیب کے اسرار سے واقف نہیں اور یہ نہیں جانتا کہ صانع قدرت نے جو کچھ پیدا کیا ہے وہ عیب سے پاک ہے۔ عشق کی صداقت ہر ایک شے میں پائی جاتی ہے اس کمال کو دیکھنا چاہیئے۔ عیب عدم میں ہے وجود میں عیب کہاں۔

۶- مرشد کامل کی خدمت کے بغیر انسان منزل مقصود پر نہیں پہنچتا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کئی سال حضرت شعیب علیہ السلام کی بکریاں چراتے رہے پھر وادی ایمن میں مراد حاصل ہوئی۔

۱ مژده ای دل که مسیحا نفسی می آید — که ز انفاس خوشش بوی کسی می آید

اے دل خوشخبری ہو کہ مسیح آرہا ہے — کہ اس کے خوش دم سے کسی کی بو آتی ہے

۲ از غم درد مکن ناله و فریاد که دوش — زده ام فالی و فریادرسی می آید

درد و غم سے نالہ و فریاد نہ کر کہ کل — میں نے فال ڈالی اور معلوم ہوا کہ فریادرس آتا ہے

۳ ز آتش وادی ایمن نه منم خرم و بس — موسی اینجا بامید قبسی می آید

وادی ایمن کی آگ سے صرف میں ہی خوش نہیں ہوں — حضرت موسیٰ بھی تو یہاں آگ کی چنگاری کی امید میں آتے ہیں

۴ هیچکس نیست که در کوی تواش کاری نیست — هر کس اینجا بامید هوسی می آید

کوئی انسان ایسا نہیں جسکو تیرے کوچے میں کام نہ ہو — اس جگہ ہر ایک شخص کچھ امید پر آتا ہے

۵ کس ندانست که منزلگه مقصود کجاست — این قدر هست که بانگ جرسی می آید

کسی شخص کو معلوم نہیں کہ معشوق کا مقام کہاں ہے — اتنا ہے کہ جرس کی آواز آتی ہے

۶ جرعه ده که بمیخانه ارباب کرم — هر حریفی ز پی ملتمسی می آید

شراب کا گھونٹ دے کہ فیاض آدمیوں کے شراب خانہ میں — ہر ایک حریف کوئی نہ کوئی التماس لیکر آتا ہے

۷ خبر بلبل این باغ مپرسید که من — ناله می شنوم کز قفسی می آید

اس باغ کی بلبل کی خبر نہ پوچھو کہ میں — نالہ سن رہا ہوں جو قفس سے آتا ہے

۸ دوست را گر سر پرسیدن بیمار غم است — گو بیا خوش که هنوزش نفسی می آید

اگر دوست کا ارادہ ہے کہ بیمار غم کا حال پوچھے — کہو کہ خوش خوش آؤ کہ ابھی دم آتا جاتا ہے

۹ یار دارد سر صید دل حافظ یاران — شاهبازی بشکار مگسی می آید

اے دوستو یار حافظ کے دل کے شکار کا ارادہ کرتا ہے — شاہباز مکھی کے شکار کو آتا ہے

ا۔ مژدہ۔ انجیل ۔ کا ترجمہ مژدہ یا بشارت یا خوشخبری ہے حضرت مسیح ؑ نے مژدہ سنایا کہ احمد تشریف لاتے ہیں مبشرا برسول

یاتی من بعدی اسمه احمد گویا حضرت مسیحؑ کا آنا خوشخبری تھی ایک ایسے شخص کی آمد کی جسکی منتظر آنکھیں عرصہ دراز سے تھیں۔
۵ ۔ بانگ جرس سے اتنا تو معلوم ہوتا ہے کہ ناقہ لیلیٰ کہیں قریب ہی ہے۔ مگر اس محمل نشین کو جو پردوں میں ہے کسی نے نہیں دیکھا۔ **مصرع** ۔ ہر کسے بر حسب فہم گمانے دارد۔

۱
مطرب عشق عجب ساز و نوائی دارد
مطرب عشق کا ساز اور گلا عجب ہے۔
نقش ہر پردہ کہ زد راہ بجائی دارد
کہ سروں کو چھیڑتا ہے اور مقام کا پتہ ملتا ہے

۲
عالم از نالہ عشاق مبادا خالی
دنیا عاشقوں کے نالہ و فریاد سے خدا کرے خالی ہو
کہ خوش آہنگ و فرح بخش نوائی دارد
کہ رسیلی اور دلکش سریں ہیں۔

۳
پیر دُردی کش ما گرچہ ندارد زر و زور
تلچھٹ پینے والا پیر اگرچہ زر اور زور نہیں رکھتا
خوش عطا بخش و خطا پوش خدائی دارد
لیکن اسکا خدا عیب پر پردہ ڈالنے والا اور بخشش کرنیوالا ہے

۴
از عدالت نبود دور گرش پرسد حال
انصاف سے بعید نہیں اگر بادشاہ
پادشاہے کہ بہمسایہ گدائی دارد
اپنے فقیر ہمسائہ کا حال پوچھے۔

۵
محترم دار دلم کایں مگس قند پرست
میرے دل کی قدر کر یہ میٹھے پر گرنے والی مکھی
تا ہواخواہ تو شد فر ہمائی دارد
جب سے تیری ہواخواہ ہوئی ہے ہما کی شان حاصل کی ہے

۶
اشک خونیں بطبیباں بنمودم گفتند
میں نے اپنے لہو کے آنسو طبیبوں کو دکھلائے کہنے لگے
درد عشق ست و جگر سوز دوائی دارد
کہ عشق کا درد ہے اور جگر سوز دوا رکھتا ہے

۷
ستم از غمزہ میاموز کہ در مذہب عشق
غمزہ سے ستم کا سبق نہ سیکھ کہ عشق کے مذہب میں
ہر عمل اجرے و ہر کردہ جزائی دارد
ہر عمل کا اجر اور ہر فعل کی سزا ہے۔

۸
نغز گفت آں بت ترسا بچہ بادہ فروش
اس شراب بیچنے والے بچہ بت ترسا نے کیا اچھا کہا
شادی روی کسی جو کہ صفائی دارد
کہ اس شخص کے چہرہ سے خوشی حاصل کر جو صفائی رکھتا ہے

۹
خسروا حافظ درگاہ نشیں فاتحہ خواند
اے بادشاہ درگاہ نشین حافظ فاتحہ پڑھتا ہے
وز زبان تو تمنائے دعائی دارد
اور تیری زبان سے دعا کی آرزو رکھتا ہے۔

۱ ۔ یہ مقامات صبر و شکر و رضا و توکل و فنا و بقا ہیں۔ **۲** ۔ پیر کی صحبت میں دنیا تو نہیں ملتی لیکن خدا ملتا ہے۔

۱
من و انکار شراب این چه حکایت باشد
میں اور شراب کا انکار یہ کیا بات ہے
غالباً این قدرم عقل کفایت باشد
غالباً اس قدر ہوش مجھے کافی ہے

۲
منکه شبها ره تقوی زده‌ام با دف و چنگ
میں جس نے راتوں کو دف اور چنگ کے ساتھ پرہیزگاری کی راہ خراب کی
این زمان سر بره آرم چه حکایت باشد
اب اگر پرہیزگاری کا دم بھروں تو یہ ہنسنے کی بات

۳
زاهد ار راه برندی نبرد معذور است
اگر زاہد کو رندی کا راستہ دکھائی نہ دے تو معذور ہے
عشق کاریست که موقوف هدایت باشد
عشق ایسا کام ہے جو ہدایت پر موقوف ہے

۴
تا بغایت ره میخانه نمیدانستم
اگر اب تک مجھے شراب خانہ کے راستے کا علم نہ ہوتا
ورنه مستوری ما تا بچه غایت باشد
تو میری گوشہ نشینی کس حد تک پہنچی ہوتی

۵
بندهٔ پیر مغانم که ز جهلم برهاند
میں پیر مغاں کا بندہ ہوں کہ جہالت سے نجات دی
پیر ما هر چه کند عین عنایت باشد
میرا پیر جو کچھ کرتا ہے عین عنایت ہوتی ہے

۶
زاهد و عجب و نماز و من و مستی و نیاز
زاہد اور نخوت اور نماز اور میں اور مستی اور نیاز
تا خود او را ز میان با که عنایت باشد
دیکھئے وہ کس کے حال پر مہربان ہوتا ہے

۷
دوش ازین غصه نخفتم که حکیمی میگفت
کل اسی غم و غصہ میں نہ سویا کہ ایک حکیم نے کہا
حافظ ار باده خورد جای شکایت باشد
اگر حافظ شراب پئے تو شکایت کا مقام ہے

۱ - میں شراب عشق کا تو ہرگز منکر نہیں ہو سکتا۔ اگرچہ نشہ عشق کی لہروں میں ہوش [illegible] باقی ہے تو یہ سمجھنے کے لئے کافی ہے کہ شراب کا انکار نہیں کرنا چاہیے۔

۳ - یعنے بغیر تائید ایزدی اور توفیق ازلی عشق کے رستہ پر چلنا ہر ایک کا کام نہیں ہے۔

۴ "مستور" وہ چیز جو ستر یا پردہ میں ہو۔ خواجہ حافظ رحمۃ اللہ علیہ مستی کو مستوری کے [illegible] بیان فرماتے ہیں اس لئے مستور وہ ہے جو راز کو چھپاتا ہے اور اسکے برخلاف [illegible] یعنے دونوں راز کو پوشیدہ اور ظاہر بحالت مجبوری رکھتے ہیں۔

اس شعر میں ایک لطیف نکتہ "اعیان ثابتہ" کے متعلق بیان کیا گیا ہے اس کی مثال ایسی ہے کہ ایک دانہ یا گٹھلی لو۔ اس میں درخت بمعہ برگ و بار وغیرہ پوشیدہ ہے اسی طرح حقائق اشیاء ظہور سے پیشتر علم الٰہی میں پوشیدہ یا مستور تھے اور بمنزلہ عدم کے تھے یا ایسے تھے جس طرح درخت گٹھلی میں "بالقوۃ" موجود ہے" یہ ایک پوشیدہ خزانہ کی طرح تھے" پھر بہ تقاضائے محبت ان کا اظہار ہوا۔ یعنی ان کے ظہور کا باعث عشق تھا۔ شعر کا مطلب یہ ہے کہ اگر ہم اب تک عشق سے آگاہ نہ ہوتے یعنے ہمارا ظہور نہ ہوا ہوتا۔ تو قیاس ہو سکتا ہے کہ ہم عدم ہی ہوتے ایک مقام پر خواجہ صاحب فرماتے ہیں ؎

مستور و مست ہر دو چو از یک قبیلہ اند من دل بعشوہ کہ دہم اختیار چیست

یعنے مستور و مست جس سے مراد "علم" اور "عین" ہے دونوں کی حقیقت ایک ہی ہے اور یہ ہمارے اختیار سے باہر ہے کہ ہم مستور رہیں یا مست بنیں جیسا کچھ روز ازل میں ہوا جس سے مراد وہ مرتبہ ہے جہاں حقائق اشیاء ابھی گٹھلی یا دانہ میں تھیں ہماری "عین" نے استعداد اور قابلیت ظاہر کی ویسا ہمارا ظہور ہوا ؎

مرا بر ندی و عشق آں فضول عیب کند کہ اعتراض بر اسرار علم غیب کند

لیکن باوجود اس کے کہ اشیاء کا ظہور ہوا مگر اشیاء خارج میں موجود نہیں ہیں۔ علم الٰہی میں ثابت ہیں ۔

"وسع ربی کل شی علما" (۷ - ۱۴)

"وسع کل شی علما" (۱۶ - ۱۳)

عالم اور اشیاء محض علمی صورتیں ہیں جس طرح ہمارے قلب میں ہماری علمی صورتیں ہوتی ہیں اور جسطرح ہمارے قلب سے باہر ان صورتوں کا وجود عدم ہے اسیطرح آسمان اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے علم الٰہی کی صورتیں ہیں اور حق تعالےٰ کے علم کے باہر ان کا وجود عدم ہے ؎

اعتبارات ہمہ اوہام اند تو عدم باش وجود اینجا نیست (بیدل رح)

اس لئے ؎ گر مخزن اسرار ہماں ست کہ بود حقہ مہر بداں مہر و نشان ست کہ بود

۱
مسلمانان مرا وقتے دلی بود کہ با وے گفتمی گر مشکلے بود
اے مسلمانو کسی وقت میرے پاس دل تھا ہر ایک مشکل جو پیش آتی اس سے بیان کرتا تھا

۲
دلی ہمدردی و یاری مصلحت بیں کہ استظہار ہر اہل دلے بود
وہ دل میرا ہمدرد اور مصلحت وقت کو جاننے والا تھا کہ اس سے ہر ایک صاحب دل کا حال معلوم ہوتا تھا

۳
بگردابے چو می افتادم از غم بتدبیرش امید ساحلے بود
جب کبھی غم کے مارے گرداب میں آ پڑتا تھا تو اسی کی تدبیر سے کنارے پر آ لگتا تھا

بوقت سرخوشی از آہ و نالہ عشاق خوشی کے وقت عاشقوں کے آہ و نالہ کو	۴	بصوت نغمہ چنگ و چغانہ یاد آرید چنگ و چغانہ کے سریلی سُروں کیساتھ یاد کرو
میغوریدز مانئے غم وفاداراں وفاداروں کی تمہیں کچھ فکر نہیں ہے	۵	ز بیوفائے دورِ زمانہ یاد آرید زمانہ کی دَور کی بیوفائی کو یاد رکھو
سمند دولت اگر تند و سرکش ست ولے اگر دولت کا گھوڑا تند اور سرکش ہے۔ تو	۶	ز ہمرہان بسر تازیانہ یاد آرید ہمراہیوں کو تازیانہ کے ساتھ یاد کرو

بوقت مرحمت اے ساکنان صدر جلال
اے جاہ وجلال کی کرسی پر بیٹھنے والو مہربانی کیوقت
ز روئے حافظ و آں آستانہ یاد آرید
حافظ کے چہرہ اور اس آستاں کو یاد کرو

۱ تا ۶۔ تمام غزل قطعہ بند ہے۔

۱۔ دوستوں کو مخاطب کرکے کہتے ہیں کہ راتوں کی پرلطف صحبت کو یاد کرو کہ **مصرع**

"کبھی ہم بھی تم بھی تھے آشنا تمہیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو"

۲۔ جب تمہاری امیدیں بر آئیں تو ہمیں بھی یاد کرو اور دوستی کے قول وقرار بھول نہ جانا۔

۳۔ یعنی ایسی حالت میں ہمارا راز ہر بھی جاتا رہا۔ اور یقیناً تمہارا راز بھی گیا یہ حالت ہی ایسی ہے کہ دل بے اختیار ہو جاتا ہے۔

۵ ہمنے تمہارے ساتھ وفا کی اور تم نے اس کا کچھ خیال نہ کیا یاد رکھو کہ زمانہ بے وفا ہے اگر اب موافق ہے تو کل مخالف ہوگا۔ زمانہ تمہارے ساتھ وہی سلوک کرے گا جو تمنے ہمارے ساتھ روا رکھا۔

۶۔ گھوڑا اگر سرکش ہو تو اسکو کوڑے سے رام کیا جاتا ہے یعنے اگر تمہاری خوش نصیبی کا گھوڑا تم کو آگے بڑھا کر لیجاتا ہے تو اگر یہ خیال ہے کہ تمہارے ہمراہی پیچھے رہ جائینگے تو اس گھوڑے کی خبر تازیانہ سے لینی چاہئے اور یہ بھی مطلب ہوسکتا ہے کہ اگر دولت کے باعث تم سرکش ہو رہے ہو تو ہمراہیوں کا حال دیکھ کر عبرت حاصل کرو۔

من و صلاح و سلامت کس ایں گمان نبرد میں کہاں اور صلاح اور سلامت کہاں کوئی مجھپر ایسا گمان نکرے	۱	کہ کس برند خرابات ظن آں نبرد کوئی شخص رند خرابات کی نسبت ایسا ظن نہیں کرتا

۲ من این مرقع پشمینه بهر آن دارم
میں یہ کمبل اس لئے اپنے پاس رکھتا ہوں
که زیر خرقه کشم می کس این گمان نبرد
کہ اسکی آڑ میں شراب پیئوں اور کسی کو اسکا وہم و گمان بھی نہ ہو

۳ مباش غره بعلم و عمل فقیه زمان
اپنے علم و عمل پر اے فقیہ زمان مغرور نہ ہو
که هیچکس ز قضائی خدای جان نبرد
کہ کسی شخص کی جان قضائے آسمانی سے نہیں بچی

۴ مشو فریفته رنگ و بو قدح درکش
رنگ اور بو پر مست ہو پیالہ پی لے
که زنگ غم ز دلت جز می مغان نبرد
کہ دل کا زنگ سوائے پیر مغاں کی شراب کے دور نہیں ہوتا

۵ اگرچه دیده بود پاسبان تو ای گل
اگرچہ اے گل تیری آنکھ تیری نگہبان ہے
بهوش باش که نقد تو پاسبان نبرد
خبردار کہ تیری نقدی یہی پاسبان نہ اڑالے

۶ سخن نزد سخندان ادا مکن حافظ
سخندان کے پاس اے حافظ سخن نہ لے جا
که تحفه کس دُر و گوهر به بحر و کان نبرد
کہ موتی اور گوہر کو بحر اور کان کے پاس نہیں لیجایا کرتے

۱ مرا می دگر باره از دست برد
شراب نے مجھے پھر آپ سے کھو دیا
بمن باز آورد می دستبرد
اور شراب سے مینے کھویا ہوا دوبارہ حاصل کیا

۲ هزار آفرین بر می سرخ باد
سرخ شراب پر ہزار آفریں
که از روی ما رنگ زردی ببرد
کہ میرے چہرے سے زرد رنگ کو دور کیا

۳ بنازم بدستی که انگور چید
میں اس ہاتھ پر فخر کرتا ہوں جس نے انگور چنے
مریزاد پائی که در هم فشرد
اسکا پاؤں کبھی نہ ڈگمگائے جسنے ہاتھ سے نچوڑی

۴ برو زاهدا خورده بر من مگیر
اے زاہد جا اور میری عیب جوئی نہ کر
که کار خدائی نه کاریست خرد
کہ خدا کا کام کچھ چھوٹی سی بات نہیں

مرا از ازل عشق شد سرنوشت ازل سے میرے ماتھے پر عشق لکھا گیا	۵	قضائے نبشتہ نشاید سترد لکھی کو کون مٹا سکتا ہے
مزن دم ز حکمت کہ در وقت مرگ علمیت پر فخر نہ کر کہ مرنے کے وقت	۶	ارسطو دہد جاں چو بیچارہ گرد ارسطو نے نہایت بیکسی کی حالت میں جان دی
مکن رنج بیہودہ خرسند باش بے فائدہ غم نہ کھا اور خوش رہ	۷	قناعت کن اینت اطلس چہ برد قناعت کر یہی اطلسی چادر ہے
چناں زندگانی کن اندر جہاں جہان میں اس طرح زندگی بسر کر	۸	کہ چوں مردہ باشی نگویند مرد کہ جب تو مرجائے تو یہ نہ کہیں کہ مر گیا
	۹	شو مست وحدت ز جام الست الست کا جام پی کر نشہ "وحدت" میں مست ہو جائیگا ہر آنکو چو حافظ مے صاف خورد وہ شخص جس نے حافظ کی طرح صاف شراب پی

۱۔ "دست برد" دست بردن از پیرے محاورہ میں سبقت لے جانا یا پیش دستی کرنے کو کہتے ہیں اور دست برد کے معنے غلبہ کے ہیں کیونکہ غالب ہی سبقت لے جاتا ہے۔

پہلے مصرع میں شراب کا غلبہ ظاہر کیا ہے شراب کا غلبہ ہو تو انسان مدہوش ہو جاتا ہے اور دوسرے مصرع میں اپنی پیش دستی کا ذکر کیا ہے۔

مطلب یہ ہے کہ شراب عشق کا نشہ ایسا تیز ہے کہ انسان اپنی ہستی موہوم کو کھو بیٹھتا ہے۔ لیکن جو کچھ کھویا ہوا ہوتا ہے وہ پھر مل جاتا ہے یعنے بقا حاصل ہوتی ہے یہ شعر نہائیت لطیف ہے۔

۳۔ "خورده گیری" عیب جوئی کرنا۔ خورده کے معنے کھایا ہوا اردو محاورہ میں بھی کہتے ہیں کہ ایسی باتیں تو میرے پیٹ میں ہیں۔ جس چیز سے انسان اچھی طرح واقف ہو اس چیز کی قدر و منزلت کم ہو جاتی ہے ایک چیز جسکی بھوک ہو قدر کے قابل ہے۔ جب تک پیٹ میں نہیں جاتی۔ لیکن جب انسان سیر ہو گیا۔ تو "نان جویں خوش نماند" یعنے طلب کے ساتھ قدر و قیمت ہے طلب نہو تو ہر کسی شئے کی کچھ قیمت نہیں۔

"زاہد کو مخاطب کر کے کہتے ہیں کہ مجھے حقارت سے نہ دیکھ میں اللہ تعالےٰ کی صنعت ہوں تو اللہ تعالےٰ کی صنعت کو حقیر چیز سمجھتا ہے۔ +

۵۔ قرآن شریف میں مذکور ہے۔ وَاِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْۢ بَنِىْٓ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَاَشْهَدَهُمْ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوْا بَلٰى ۔

مطلب یہ ہے کہ انسان کی فطرت میں عبودیت کا اقرار ودیعت ہے۔ تعجب ہے کہ انسان بندوں کی بندگی پسند کرتے ہیں اور اللہ تعالےٰ کا انکار کرتے ہیں گویا انکار ہی بمنزلۂ اقرار ہے۔ عبودیت انسان کی سرشت میں داخل ہے۔ اگر خدا کی بندگی نہیں کرے گا تو کسی اور شئے کی کرے گا۔ ہمت عالی ہے تو خدا کی بندگی کرے گا اور اخلاق الٰہی سے متخلق ہوگا ورنہ پست ہمت تو دنیا میں بہت ہیں۔

شعر کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص عشق سے واقف ہوا وہ حقیقت انسانی کا عارف ہے اور اس معرفت نفس سے اپنے رب کو پہنچانتا ہے۔

۱۔ مرا مہر سیہ چشماں ز سر بیروں نخواہد شد ‖ قضائی آسمان است این و دیگرگوں نخواہد شد

سیاہ آنکھوں کی محبت میرے دل سے نہیں جائے گی ‖ یہ تقدیر کا لکھا ہے بدل نہیں سکتا ہے

۲۔ مرا روز ازل کارے بجز رندی نفرمودند ‖ ہر آں قسمت کہ آنجا شد کم و افزوں نخواہد شد

مجھ کو ازل سے بغیر رندی کے کسی اور کام کا حکم ہی نہیں ہوا ‖ جو قسمت اس وقت ہو چکی بیشی و کمی نہیں ہو سکتی

۳۔ مجال من ہمیں باشد کہ پنہاں مہر او ورزم ‖ کنار و بوس و آغوشش چہ گویم چوں نخواہد شد

میرے اختیار میں تو صرف اتنا ہے کہ اسکی محبت کا دم چپکے چپکے بھروں ‖ بوسہ اور معانقہ ہونے کی نسبت میں کیا کہہ سکتا ہوں جب کہ نہیں

۴۔ شرب لعل و جائی امن و یار مہرباں ساقی ‖ دلا کی بہ شود کارت اگر اکنوں نخواہد شد

سرخ شراب اور امن کی جگہ اور مہربان یار ساقی موجود ‖ اے دل تیرے کام کی صورت کب بہتر ہوگی اگر اب نہ ہوئی

۵۔ بیا تا در صف رنداں بہ بانگ چنگ مے نوشیم ‖ کہ ساز شرع زیں افسانہ بی قانوں نخواہد شد

آ کہ رندوں کی صف میں بیٹھ کر نغمہ سرود کے ساتھ شراب پئیں ‖ کیونکہ شرع کا ساز ان باتوں سے بے ضابطہ نہیں ہونے لگا

۶۔ شبے مجنوں بہ لیلی گفت کای محبوب بے ہمتا ‖ ترا عاشق شود پیدا ولی مجنوں نخواہد شد

ایک رات مجنوں نے لیلی سے کہا کہ اے بے مثال معشوق ‖ عاشق تو تیرے بہت پیدا ہو سکتے ہیں مگر مجنوں کوئی نہ ہوگا

۷۔ رقیب آزارہا فرمود جائے آشتی نگذاشت ‖ مگر آہ سحرخیزاں سوئے گردوں نخواہد شد

رقیب نے بہت تکلیفیں پہنچائیں اور صلح کا کوئی پہلو نہ چھوڑا ‖ کیا صبح کے اٹھنے والوں کی آہ آسمان پر نہیں جائیگی

۸ بیا تا در می صافیت راز دهر نمایم — کہ کار عشق ازین افسانہ بی افسون نخواہد شد

آ کہ جب تک شراب باقی ہے دہر کے راز افشا کریں — کہ ان باتوں سے عشق کا جادو ٹوٹ نہیں سکتا۔

۹ مشوی ای دیدہ نقش غم ز لوح سینہ حافظ

اے آنکھ رو کر حافظ کے سینہ سے غم کا نقش مت مٹا

کہ زخم تیر دلدار است و رنگ خون نخواہد شد

کہ دلدار کے تیر کا زخم ہے اور لہو کا رنگ نہیں ہو سکتا

---

۱ معاشران گرہ از زلف یار باز کنید — شبی خوش ست بدین قصہ اش دراز کنید

اے دوستو یار کی زلف سے گرہ کھول دو — کیا اچھی رات ہے اس قصہ سے اسکو لمبی بنا دو

۲ حضور مجلس انس ست و دوستان جمع اند — و ان یکاد بخوانید و در فراز کنید

محبت کی مجلس گرم ہے اور دوست جمع ہیں — "وان یکاد" پڑھو اور دروازہ بند کر دو

۳ رباب و چنگ ببانگ بلند میگویند — کہ گوش ہوش بہ پیغام اہل راز کنید

رباب اور چنگ بلند آواز سے کہہ رہے ہیں — کہ گوش ہوش سے راز والوں کا پیغام سنو

۴ ہر آنکسی کہ درین حلقہ نیست زندہ بعشق — برو چو مردہ بفتوای من نماز کنید

اس حلقہ میں جو شخص عشق سے زندہ نہیں — میرے فتوے کے مطابق جاؤ اور اسکی نماز جنازہ پڑھو

۵ میان عاشق و معشوق فرق بسیار ست — چو یار ناز نماید شما نیاز کنید

عاشق اور معشوق کے درمیان بہت بڑا فرق ہے — جب یار ناز کرے تو تم نیاز کا اظہار کرو۔

۶ بجان دوست کہ غم پردہ شما ندرد — گر اعتماد بر الطاف کارساز کنید

دوست کی جان کی قسم کہ غم تمہاری پردہ دری نہیں کریگا — اگر کارساز کے لطف و کرم پر بھروسہ کرو گے

۷ نخست موعظہ پیر می فروش اینست — کہ از معاشر ناجنس احتراز کنید

سب سے پہلے شراب بیچنے والے پیر کی یہ نصیحت ہے — کہ ناجنس کی صحبت سے دور رہو۔

اگر طلب کند انعامی از شما حافظ
اگر حافظ تم سے انعام طلب کرے
حوالتش به لب یار دل نواز کنید
تو اس کو دل نواز یار کے حوالہ کر دو

۴۔ قرآن شریف کی آیت کی طرف اشارہ ہے جو نظر بد کے اثر کو دور کرنے کے لئے پڑھا کرتے ہیں۔
۵۔ آب زر سے یہ شعر لکھنے کے قابل ہے کہ خدا خدا ہے اور بندہ بندہ ہے بندہ ہرگز ہرگز بندگی سے باہر نہیں جا سکتا ممکن واجب نہیں ہو سکتا۔ واجب ممکن نہیں ہو سکتا۔ ایک مقام پر کہتے ہیں ؎
نیاز مند بلا گو که رخ از غبار مشوے • که کیمیائے مرادست خاک کوئے نیاز
یعنے اس عبودیت سے ہی مراد حاصل ہو گی۔

۱
مرا به وصل تو گر زانکه دسترس باشد
اگر مجھے تیرا وصل ہاتھ لگے
دگر ز طالع خویشم چه ملتمس باشد
تو اپنے نصیب سے مجھے اور کیا شکایت ہو سکتی ہے

۲
اگر به هر دو جهان یک نفس زنم با دوست
اگر دونوں جہانوں میں دوست کی معیت میں ایک دم گذرے
مرا ز هر دو جهان حاصل آن نفس باشد
تو دونوں جہانوں سے مجھے صرف یہی ایک دم حاصل ہو

۳
بر آستان تو غوغای عاشقان چه عجب
تیرے آستان پر عاشقوں کا شور ہو تو تعجب نہیں
که هر کجا شکرستان بود مگس باشد
کہ جہاں مٹھاس ہوتی ہے وہاں مکھیاں ہوتی ہیں

۴
ره خلاص کجا باشد آن غریقی را
وہ شخص جو غرق ہو چکا ہے کب کنارے لگ سکتا ہے
که سیل محنت عشقش ز پیش و پس باشد
کہ عشق کی محبت کا طوفان اسکے آگے اور پیچھے ہے

۵
چه حاجتست به شمشیر قتل عاشق را
عاشق کو قتل کرنے کیلئے تلوار کی ضرورت کیا ہے
که نیم جان مرا یک کرشمه بس باشد
میری نیم جان کو تو تیرا ایک کرشمہ کافی ہے

۶
هزار بار شود آشنا و دیگر بار
باوجود ہزار بار مجھ سے دو چار ہو چکے
مرا به بیند و گوید که اینچه کس باشد
جب کبھی مجھے ملتا ہے تو کہتا ہے کہ یہ کون شخص ہے

ازیں سبب کہ مرا دست بخت کوتاہ ست
اس لئے میرے نصیب کا ہاتھ لمبا نہیں

۷ کیم بسرو بلند تو دسترس باشد
میں کون ہوں کہ تیرے بلند سرو تک دسترس ہو

خوش ست بادۂ رنگیں و صحبت جاناں
شراب رنگین اور معشوق کی صحبت دل کو خوش کرتی ہے

مدام حافظ بیدل دریں ہوس باشد
حافظ بیدل ہمیشہ اسی ہوس میں رہتا ہے

۱ میزنم ہر نفس از دست فراقت فریاد
میرے ہر ایک دم کیساتھ تیرے ہجر کے ہاتھوں سے فریاد نکلتی ہے

آہ اگر نالۂ زارم نرساند بتو باد
افسوس ہے اگر میرا نالہ زار تجھ تک ہوا نہ پہنچائے

۲ چہ کنم گر نکنم نالہ و فریاد و فغاں
اگر میں نالہ و فریاد و فغان نہ کروں تو کیا کروں

کز فراق تو چنانم کہ بد اندیش مباد
کہ تیرے فراق میں میرا ایسا حال ہوا ہے کہ دشمن کا بھی نہ ہو

۳ روز و شب غصہ و خوں میخورم و چوں نخورم
دن رات میں غصے سے خون جگر پیتا ہوں اور کیوں نہ پیوں

چوں ز دیدار تو دورم بچہ باشد دل شاد
جبکہ تیرے دیدار سے دور ہوں کس طرح دل خوش ہو

۴ تا تو از چشم من سوختہ دل دور شدی
جب سے تو مجھ جلے دل کی آنکھ سے دور ہوا ہے

ای بسا چشمۂ خونیں کہ دل از دیدہ کشاد
کتنے خون کے چشمے دل نے آنکھوں سے بہا دئے ہیں

۵ از بن ہر مژہ صد قطرہ خون بیش چکید
پلکوں سے خون کے صد ہا قطرے ٹپک رہے ہیں

خوں بر آورد دل از دست فراقت فریاد
جبکہ دل سے فراق کے ہاتھوں سے فریاد نکلی

۶ حافظ دلشدہ مستغرق یادت شب و روز
حافظ جسکا دل کھویا گیا ہے تیری یاد میں دن رات محو ہے

تو ازیں بندۂ دلخستہ بکلی آزاد
اور تو اس شکستہ دل بندے سے بالکل آزاد ہے

۱ مژدہ اے دل کہ دگر باد صبا باز آمد
اے دل مژدہ ہو کہ پھر باد صبا لوٹ کر آتی ہے
ہدہد خوش خبر از طرف سبا باز آمد
خوشخبر ہدہد شہر سبا کی طرف سے لوٹتا ہے

۲ برکش اے مرغ سحر نغمہ داؤدی را
اے مرغ سحر ذرا نغمہ داؤدی اونچے سُروں میں سنا
کہ سلیمان گل از طرف ہوا باز آمد
کہ گل سلیمان کی حشمت والا ہوا کی طرف سے آ گیا

۳ لالہ بوئی می نوشین نشنید از دم صبح
لالہ نے شراب کی بو صبح کی ہوا سے جھونکوں سے نہیں سونگھی
داغ دل بود بامید دوا باز آمد
بلکہ یہ داغ دل تھا جو دوا کے لئے آ رہا تھا

۴ عارفے کو کہ کند فہم زبان سوسن
ایسا عارف کہاں ہے جو سوسن کی زبان سمجھ سکے
تا بگوید کہ چرا رفت و چرا باز آمد
تا کہ ہمیں یہ بتائے کہ کیوں گیا اور کیوں پھر آیا

۵ مردمی کرد و کرم بخت خداداد من
میرے بخت خداداد نے مہربانی اور مردانہ کام کیا
کاں بت سنگدل از راہ وفا باز آمد
کہ وہ سنگدل بت پھر وفا کے راستے سے میری طرف آ گیا

۶ چشم من از پی ایں قافلہ بس آہ کشید
میری آنکھ اس قافلہ کے پیچھے لگی ہوئی تھی
تا بگوش دلم آواز درا باز آمد
جسوقت دل کے کان میں گھنٹی کی آواز پڑی دل سے آہ نکلی

۷ گرچہ ما عہد شکستیم و گنہ حافظ کرد
اگرچہ ہمنے عہد کو توڑا اور حافظ نے گناہ کیا
لطف او بیں کہ بصلح از در ما باز آمد
اسکی مہربانی دیکھ کر صلح کے لئے میرے دروازے سے لوٹتا ہے

۴ - قرآن شریف میں مذکور ہے کہ اللہ تعالیٰ کی تسبیح ہر ایک شے کرتی ہے مگر ہم ان کی زبان سمجھ نہیں سکتے شعر کا مطلب یہ ہے کہ سوسن زبان حال سے بہار کی آمد و رفت کی وجہ بیان کر رہی ہے مگر ایسا عارف نہیں جو اسکی زبان سمجھ سکے۔ مصرع ؎
نہ ہر مستمعاں فہم کنند ایں اسرار (سعدیؒ)

۶ - یہ مطلب بھی ہے کہ آہیں بھرتا رہا تب کہیں اس قافلہ کی آمد آمد کی آواز کان میں پڑی۔

نقد ہا را بود آیا کہ عیارے گیرند کاش ہر ایک کی نقدی کو کسوٹی پہ پرکھیں	۱	تا ہمہ صومعہ داراں پی کارے گیرند تاکہ تمام خانقاہ والوں کی قدر و قیمت معلوم ہو
مصلحت دید من آنست کہ یاراں ہمہ کار میں تو اسی میں مصلحت دیکھتا ہوں کہ دوست سب کام	۲	بگذارند و خم طرۂ یارے گیرند چھوڑ کر معشوق کے طرہ کے پیچ کو پکڑیں
خوش گرفتند حریفاں سر زلف ساقی دوستوں نے ساقی کے زلف کو خوش خوش ہاتھ میں لیا تو ہے	۳	گر فلکشاں بگذارد کہ قرارے گیرند اگر آسمان مہلت دے تو اس میں قرار پکڑیں
یارب ایں بچہ ترکاں چہ دلیرند بخون اے خدا یہ ترکوں کے بچے کس قدر لہو بہانے پر دلیری کرتے ہیں	۴	کہ بہ تیر مژہ ہر لحظہ شکارے گیرند کہ مژہ کے تیر سے ہر لحظہ شکار کرتے ہیں
رقص بر شعر تر و نالۂ نی خوش باشد تر شعر پہ ناچنا اور بانسری کی فریاد بھلی معلوم ہوتی ہے	۵	خاصہ رقصی کہ درو دست نگارے گیرند خصوصاً وہ ناچ جو معشوق کے ہاتھ میں ہاتھ دیکر ہو
قوت بازوئے پرہیز بخوباں مفروش پرہیزگاری کے بل کا اظہار معشوقوں کے سامنے نہ کر	۶	کہ دریں خیل حصارے بسوارے گیرند کہ اس لشکر کا ایک سوار قلعہ (دل و ایمان) فتح کرنے کیلئے کافی ہے
زاغ چوں شرم ندارد کہ نہد پا بر گل جب کوے کو پھول پر پاؤں رکھتے ہوئے شرم نہیں	۷	بلبلاں را سزد ار دامن خارے گیرند تو مناسب ہے بلبلیں کانٹے کا دامن پکڑیں
تا کند اہل نظر خاک رہت کحل بصر اہل نظر تیرے راستہ کی خاک کو آنکھوں کا سرمہ بنانے کیلئے	۸	عمرہا شد کہ سر راہ گذارے گیرند عمر بھر سے راستہ میں پڑے ہیں کہ کبھی ادھر سے تیرا گذر ہو

۹

حافظ ابنائے زماں را غم مسکیناں نیست
اے حافظ دنیا داروں کو مسکینوں کا کچھ غم نہیں
زاں میاں گر بتواں بہ کہ کنارے گیرند
اسلئے اگر ہو سکے تو ان کیلئے یہ بہتر ہے کہ ان سے کنارہ کریں

ا۔ ایک اور مقام پر لکھتے ہیں کہ ؎ خوش بود گر محک تجربہ آید بمیاں تا سیاہ روئے شود ہر کہ درو غش باشد

یعنے خانقاہ والے بڑے پرہیزگار بنے پھرتے ہیں۔ اگر ان کے اعمال کو پرکھا جائے تو کھرا کھوٹا معلوم ہو جائیگا اور آئندہ ان لوگوں کا فریب کسی پر نہ چلیگا۔ اس لئے یہ لوگ بھی کسی اور کام میں مشغول ہونگے جو مفید ہو۔

۲۔ خواجہ اکثر اشعار میں زلف کے ساتھ قرار اور بیقراری کا تذکرہ کرتے ہیں۔ زلف سے مراد تو عالم کثرت ہے جہاں ایک وقت معین تک ہم نے قرار پکڑا ہے مگر یہاں ہمیشہ رہنا نہیں ہے۔ مطلب یہ ہے کہ یار لوگ تجلیات ظہوری یا حسن دنیا پر عاشق تو ہیں مگر فلک بھی انکی تاک میں ہے اور اجل کب چھوڑتی ہے۔ آپ کی ہو رہیں۔

نفس برآمد و کام از تو بر نمی آید دم نکل گیا اور ابھی تک تجھ سے مراد پوری نہ ہوئی	۱	فغاں کہ بخت من از خواب بر نمی آید افسوس کہ میرا نصیب ایسا سویا کہ جاگتا ہی نہیں
دریں خیال بسر شد زمان عمر و ہنوز اس خیال میں عمر کے دن پورے ہوگئے اور ابھی تک	۲	بلائے زلف سیاہت بسر نمی آید تیری سیاہ زلف کی بلا سے سر نہیں ٹلتی
مقیم زلف تو شد دل کہ خوش سوادی دید دل تیری زلف میں مقیم ہو گیا کیونکہ اچھا ٹھکانہ دیکھا	۳	وزاں غریب بلاکش خبر نمی آید مگر اس بلاکش غریب کے حال کی خبر ہی نہیں ملتی
قد بلند ترا تا ببر نمی گیرم جب تک تیرے بلند قد کو بغل میں نہ دباؤنگا	۴	درخت بخت مرادم ببر نمی آید میرے بخت مراد کا درخت پھل نہیں لائیگا
ز شست صدق کشادم ہزار تیر دعا صدق کی شست سے میں نے دعا کے ہزاروں تیر پھینکے	۵	ازاں میانہ یکے کارگر نمی آید ان میں سے ایک بھی کارگر نہ ہوا

۶

کمینہ شرط وفا ترک سر بود حافظ
وفا کی سب سے ادنے شرط سر دینا ہے اے حافظ
برو اگر ز تو ایں کار بر نمی آید
اگر تجھ سے یہ کام نہیں ہو سکتا تو جا اپنا راستہ لے

نہ ہر کہ چہرہ بر افروخت دلبری داند ہر شخص چہرہ کو بنا لینے سے ہر ایک دلبری کے انداز نہیں جان سکتا	۱	نہ ہر کہ آئنہ سازد سکندری داند ہر ایک شخص جو صرف آئینہ بنانا جانتا ہو سکندری نہیں کر سکتا

۲ نہ ہر کہ طرف کلہ کج نہاد و تند نشست ‖ کلاہ داری و آئین سروری داند

صرف ٹوپی ٹیڑھی رکھنے اور تن کر بیٹھنے سے ہر ایک شخص ‖ تاجداری اور شاہی کے آداب سے واقف نہیں ہو سکتا

۳ ہزار نکتۂ باریکتر ز مو اینجاست ‖ نہ ہر کہ سر بتراشد قلندری داند

اس مقام میں ہزار ہا نکتے ہیں جو بال سے بھی باریک ہیں ‖ صرف سر منڈانے سے قلندری نہیں آتی

۴ در آب دیدہ خود غرقہ ام چہ چارہ کنم ‖ کہ در محیط نہ ہر کس شناوری داند

میں اپنی آنکھوں کے پانی میں غرق ہوں کیا علاج کروں ‖ کہ سمندر میں ہر ایک شخص پیرنا نہیں جانتا

۵ غلام ہمت آں رند عافیت سوزم ‖ کہ در گدا صفتی کیمیا گری داند

اس رند عافیت سوز کی ہمت (توجہ) کا غلام ہوں ‖ کہ فقیری کی صفت کے ساتھ کیمیا گری جانتا ہے

۶ سواد نقطۂ بینش ز خال تست مرا ‖ کہ قدر گوہر یکدانہ گوہری داند

آنکھوں کی پتلی کی سیاہی (نور) تیرے خال کی وجہ سے ہے ‖ کہ یکدانہ موتی کی قدر گوہری ہی پہچانتا ہے

۷ بباختم دل دیوانہ و ندانستم ‖ کہ آدمی بچہ شیوہ پری داند

دیوانہ دل ہاتھ سے اُڑ گیا اور مجھے معلوم نہ ہوا ‖ کہ آدمی کس طرح پری کے انداز جانتا ہے

۸ بقد و چہرہ ہر آنکس کہ شاہ خوباں شد ‖ جہاں بگیرد اگر دادگستری داند

اس شخص نے قد اور چہرہ کی قسم جو معشوقوں کا سردار ہے ‖ تمام جہان پر قبضہ کر سکتا ہے اگر انصاف کی داد دینا جانتا ہے

۹ وفائے عہد نکو باشد ار بیاموزی ‖ وگرنہ ہر کہ تو بینی ستمگری داند

عہد کو پورا کرنا اچھا ہے اگر تو پورا کرنا سیکھے ‖ ورنہ جس کسی کو دیکھو ستمگری تو جانتا ہے

۱۰ تو بندگی چو گدایاں بشرط مزد مکن ‖ کہ خواجہ خود روش بندہ پروری داند

تو خدمت مزدوری کی شرط پر فقیروں کی طرح نہ کر ‖ کہ آقا کو بندہ پروری کا طریقہ معلوم ہے

۱۱ ز شعر دلکش حافظ کسے شود آگاہ ‖ کہ لطیف طبع و سخن گفتن دری داند

حافظ کے دلکش شعر سے وہ شخص واقف ہو سکتا ہے ‖ جسکی طبع لطیف اور موزون شعر کہنا جانتا ہے

۱ تا ۱۱ - اس غزل میں خواجہ صاحب نے پند و نصائح کا دریا بہا دیا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ تقلید اور شے ہے اور تحقیق اور چیز ہے۔ نقل اصل نہیں ہو سکتی۔

۹ - اس شعر کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جو شخص خوبصورتی کے باعث حسینوں کا سردار ہے تمام جہان کو مسخر کر سکتا ہے۔ اگر سیرت بھی ویسی ہو تو داد انصاف دینے والا ہو۔

۱۰ - کیا اچھی بات ہے کہ زاہد جنت پرست کو کب یہ بھی معلوم ہو گی جو زہد کا معاوضہ جنت طلب کرتا ہے۔ عبادت تو ہماری فطرت میں ہے اور عبودیت ہماری فطرت ہے۔ ہمیں اللہ تعالیٰ کی بندگی محض اس خیال سے کرنی چاہیے کہ ہمارا فرض ہے جو ہم نے ادا کرنا ہے نہ کہ یہ تمنا کریں کہ اس کی اجرت ہمیں آخرت میں ملے۔ اللہ تعالیٰ نے تو خود ہماری پرورش کا قرار کیا ہے زندگی پر کیا موقوف ہے جو ہمارا کام کرنیکا ہے وہ ہمیں کرنا چاہیے اور اسکے عوض کچھ طلب نہ کرنا چاہیے جو کچھ اسے دینا ہوگا وہ بغیر مانگنے کے دے گا اور دیتا ہے۔

۱
نیست در شہر نگاری کہ دل ما ببرد
شہر بھر میں ایسا کوئی معشوق نہیں جو میرا دل لے جائے
بختم ار یار شود رختم ازینجا ببرد
اگر نصیب یاری کرے تو شہر سے کہیں اور جگہ جا رہوں

۲
کو حریفی خوش و سرمست کہ پیش کرمش
ایسا حریف خوش وضع اور سرمست کہاں ہے کہ اسکی مہربانی کے سامنے
عاشق سوختہ دل نام تمنا ببرد
دل جلا عاشق آرزو کا نام لے

۳
در خیال این ہمہ لعبت بہوس می بازم
ارمان میں اس کھیل کے خیال میں لگا ہوا ہوں
بو کہ صاحب نظری نام تماشا ببرد
کیا ممکن ہے کہ کوئی صاحب نظر تماشائی ہو

۴
راہ عشق ارچہ کمینگاہ کمانداران است
اگرچہ عشق کا راستہ کمانداروں کی گھات کی جگہ ہے
ہر کہ دانستہ رود صرفہ ز اعدا ببرد
جو کوئی دیکھ کر دانستہ چلیگا دشمنوں پر غالب آئیگا

۵
سحر با معجزہ پہلو نزند دل خوش دار
جادو معجزہ کی برابری نہیں کر سکتا دل خوش رکھ
سامری کیست کہ دست از ید بیضا ببرد
سامری کیا چیز ہے کہ ید بیضا کے مقابلہ میں غلبہ حاصل کر سکے

۶
جام مینائی می سد رہ تنگدلیست
مینائی جام تنگدلی کے لئے رکاوٹ ہے
منہ از دست کہ سیل غمت از جا ببرد
اسکو ہاتھ سے نہ دے کہ غم کے سیلاب سے پاؤں اکھڑ جائینگے

۷
باغبانا ز خزان بیخبرت می بینم
اے باغبان میں تجھے خزاں کی طرف سے بیخبر دیکھتا ہوں
آہ ازاں روز کہ بادت گل رعنا ببرد
افسوس اس دن کا ہے کہ جب ہوا تیرا گل رعنا اڑا کر لیجائیگی

رہزن دہر نخفتہ است مشو ایمن از و
دہر کا رہزن سویا ہوا نہیں اسکی طرف سے بے فکر نہ ہو

۸ اگر امروز نبرد ست کہ فردا ببرد
اگر آج ڈاکہ نہ ڈالا کل ڈالے گا

بانگ گاوے چو صدا باز دہد عشوہ مخر
اگر بچھڑہ آواز دے تو اسپر فریفتہ مت ہونا

۹ کہ سحاب عکس ز خورشید مصفا ببرد
کہ بادل سورج چمکنے والے کی کرنوں کو گم کر دیتے ہیں

علم و فضلی کہ بچل سال دلم جمع آورد
علم اور فضل جو دل چالیس سال تک جمع کرتا رہا

۱۰ ترسم آن نرگس مستانہ بیکجا ببرد
مجھے ڈر ہے کہ وہ مست آنکھ ایک دفعہ ہی برباد کر دیگی

۱۱ حافظا ار جان طلبد نرگس مستانۂ او
اے حافظ اگر اسکی مست آنکھ تیری جان طلب کرتی ہے

خانہ از غیر بپرداز و بہل تا ببرد
عمر کا گھر خالی کر اور چھوڑ دے کہ وہ لے جائے

نفس باد صبا مشک فشان خواہد شد
باد صبا کے جھونکے مشک بکھیر رہے ہیں

۱ عالم پیر دگر بارہ جوان خواہد شد
بوڑھی دنیا از سر نو جوان ہو رہی ہے

ارغوان جام عقیقی بہ سمن خواہد داد
سرخ پھول عقیق کا پیالہ چنبیلی کو دیتا ہے

۲ چشم نرگس بشقایق نگران خواہد شد
نرگس کی آنکھ لالہ کی طرف دیکھ رہی ہے

گل عزیز ست غنیمت شمریدش صحبت
گل کیسا پیارا ہے اسکی صحبت کو غنیمت سمجھو

۳ کہ بباغ آمد ازین راہ وزان خواہد شد
کہ باغ میں اس راستہ سے آیا ہے اور اس راستے جائیگا

این تطاول کہ کشید از غم ہجران بلبل
یہ مصیبتیں جو بلبل نے ہجر کے غم میں برداشت کیں

۴ تا سراپردۂ گل نعرہ زنان خواہد شد
گل کے سراپردہ تک نعرہ مارتی ہوئی جائے گی

ای دل ار عشرت امروز بفردا فگنی
اے دل اگر آج کا عیش کل پر چھوڑتا ہے

۵ مایۂ نقد بقا را کہ ضمان خواہد شد
زندگی کی نقدی کا کون ضامن ہوگا

۶
ماه شعبان منه از دست قدح کاین خورشید
شعبان کے مہینے میں پیالہ ہاتھ سے نہ دے کہ یہ آفتاب
از نظر تا شب عید رمضان خواهد شد
عید رمضان کی رات تک نظر سے پوشیدہ رہیگا

۷
مطربا مجلس انس است غزل خوان و سرود
اے مطرب محبت کی مجلس ہے غزلیں گا
چند گوئی که چنین رفت و چنان خواهد شد
کب تک یہ کہیگا کہ ایسا تھا اور ایسا ہوجائیگا

۸
گر ز مسجد بخرابات شدم عیب مکن
اگر میں مسجد سے خرابات میں آیا تو برائی نہ کر
مجلس وعظ دراز است و زمان خواهد شد
وعظ کی مجلس لمبی ہے اور یہاں وقت ضائع ہوگا

۹
حافظ از بهر تو آمد سوی اقلیم وجود
حافظ تیرے لئے ہستی کے ملک میں آیا
قدمی نه بوداعش که روان خواهد شد
اسکے وداع کرنیکے لئے قدم رنجہ فرما کہ روانہ ہوجائیگا

۵ - اسی مضمون کو ایک اور مقام پر اس طرح لکھا ہے :-
ساقیا عشرت امروز بفردا مفکن ... یا ز دیوان قضا خط امانی من آر
مطلب یہ ہے کہ کسی شخص کو معلوم نہیں کہ اب کل آئیگی یا اسکے بعد کل ہوگا یا نہیں اسلئے آج جو کچھ کام کرسکتے ہو کرو اور کل پر مت چھوڑو

۱
نقد صوفی نه همه صافی و بیغش باشد
صوفی کی نقدی تمام صاف اور بغیر کھوٹ کے نہیں
ای بسا خرقه که مستوجب آتش باشد
کئی خرقے ایسے ہیں جو آگ میں جھونکنے کے لائق ہیں

۲
صوفی ما که ز ورد سحری مست شدی
ہمارا صوفی کہ صبح کے وظیفہ سے مست ہوا کرتا تھا
شامگاهش نگران باش که سرخوش باشد
شام کے وقت دیکھتا رہ کہ سرخوش ہوگا

۳
خوش بود گر محک تجربه آید بمیان
کیا اچھا ہو اگر تجربہ کی کسوٹی پر فیصلہ ہو
تا سیه روی شود هر که درو غش باشد
تاکہ جھوٹے کا منہ کالا ہو

۴
ناز پرورد تنعم نبرد راه بدوست
ناز و نعمت سے پلا ہوا دوست تک نہیں پہنچ سکتا
عاشقی شیوهٔ رندان بلاکش باشد
عاشقی بلاکش رندوں کا کام ہے

خط ساقی گر ازیں گونہ زند نقش بر آب اگر ساقی کا سبزہ خط اسطرح پانی پر نقش پیدا کریگا	۵	ای بسا رخ کہ بخونابہ منقش باشد کئی چہرے خون سے منقش ہو جاوینگے
غم دنیائے دنی چند خوری بادہ بخور دنیا فانی کا غم کب تک کھاتا رہیگا شراب پی	۶	حیف باشد دل دانا کہ مشوش باشد حیف ہے کہ دانا دل تشویش میں ہو

۷

دلق و سجادہ حافظ ببرد بادہ فروش
حافظ کی گودڑی اور مصلی شراب بیچنے والا لے جائیگا
گر شراب از کف آن ساقی مہوش باشد
اگر اس چاند سے ساقی کے ہاتھ سے شراب پلوائے

نسبت رویت اگر با ماہ و پرویں کردہ اند اگر تیرے چہرہ کو ماہ اور پروین سے نسبت دیتے ہیں	۱	صورت نادیدہ تشبیہی بتخمیں کردہ اند نادیدہ صورت کو خیالی تشبیہ دیتے ہیں
شمۂ از داستان عشق شورانگیز ماست میری عشق کی شور انگیز کہانی کا ایک شمہ ہے	۲	این حکایتہا کہ از فرہاد و شیریں کردہ اند یہ حکایتیں جو فرہاد اور شیریں کی نسبت بیان کی گئی ہیں
نکہت جانبخش دارد خاک کوئے گلرخاں گلرخوں کے خاک کی خوشبو سے جان میں جان آتی ہے	۳	عارفاں زانجا مشام عقل مشکیں کردہ اند عارف اسجگہ سے دماغ کو معطر کرتے ہیں
خاکیاں بی بہرہ اند از جرعہ کاس الکرام خاکسار کاس کرام کے گھونٹ سے بے بہرہ ہیں	۴	این تطاول بیں کہ با عشاق مسکیں کردہ اند یہ تکبر دیکھو جو مسکین عاشقوں سے روا رکھتے ہیں
شہپر زاغ و زغن زیبائے صید و قید نیست کوے اور چیل کا شہپر شکار اور قید کے لائق نہیں	۵	کایں کرامت ہمرہ شہباز و شاہیں کردہ اند یہ کرامت شہباز اور شاہین کا حصہ ہے
ساقیا مے دہ کہ با حکم ازل تدبیر نیست اے ساقی شراب دے کہ ازل کے حکم کا مقابلہ میں تدبیر کچھ نہیں	۶	قابل تغییر نبود آنچہ تعیین کردہ اند جو کچھ مقرر کر چکے ہیں اس کو تغییر کو قبول نہیں کرتا

از خرد بیگانہ شو چوں جانش اندر بر بکش
عقل سے بیگانہ بن اور دختر رز کو جان کی طرح بغل میں دبا
دختر رز را کہ نقد عقل کابیں کردہ اند
کیونکہ دختر رز کا مہر نقد عقل مقرر ہو چکا ہے

در سفالیں کاسۂ رنداں بخواری منگرید
رندوں کی مٹی کے پیالہ کو حقارت کی نگہ سے نہ دیکھو
کایں حریفاں خدمت جام جہاں بیں کردہ اند
کیونکہ ان لوگوں نے جام جہاں نما کی خدمت کی ہے

۹
یک شکر انعام ما بود و لبت رخصت نداد
ایک بوسہ میرا انعام تھا اور تیرے لب نے اسکی اجازت نہ دی
ہم تو انصافش بدہ شیریں لباں ہیں کردہ اند
تو خود انصاف کر کہ کبھی شیریں لب بھی ایسا کرتے ہیں

۱۰
شاہداں از آتش رخسار رنگیں دمبدم
معشوق آتش رخسار سے دمبدم رنگین ہیں؛
زاہداں را رخنہ ہا اندر دل و دیں کردہ اند
زاہدوں کے دل اور دین میں رخنہ ڈال رہے ہیں

۱۱
تیر مژگان دراز و غمزۂ جادو نکرد
لمبی لمبی پلکوں کے تیر اور جادو کے غمزہ نے وہ کام نہ کیا
آنچہ آں زلف دراز و خال مشکیں کردہ اند
جو کچھ اس لمبی زلف اور سیاہ خال نے کیا

۱۲
شعر حافظ را کہ یکسر مدح احسان شماست
حافظ کے شعر جو سراسر آپ کے احسان کی تعریف ہیں
ہر کجا بشنیدہ اند از لطف تحسیں کردہ اند
جس جگہ سنے گئے ہیں لطف سے تعریف کیگئی ہے

۱۔ "لیس کمثلہ شیئی" حق تعالے کسی شے کی مثل نہیں اگر اس کو کسی چیز سے تشبیہ دیجائے تو یہ سمجھنا چاہیئے کہ ہمنے حق تعالے کی کوئی صورت تصور کی ہے جس کو ہمنے دیکھا ہے یہ صورت حقتعالے تو ہو نہیں سکتا مگر اتنا ضرور ہے کہ ہم اپنے ہی خیال کی بندگی کرتے ہیں اور یہی بت پرستی ہے کہ ہم اپنے خیال میں ایک بت تراشتے ہیں اور پھر اس کو پوجتے ہیں حقتعالے کی شان اس سے ارفع و اعلے ہے۔ ؎

از وہر چہ بگفتند از کم و بیش ✽ نشانے دادہ اند از دیدۂ خویش
منزہ ذاتش از چند و چہ و چوں ✽ تعالے شانہٗ عما یقولون

اگر ہم اپنے معتقدات کا جائزہ لیں تو معلوم ہوگا کہ مصرع ع۔ ہر کسے بر حسب فہم گمانے دارد۔ کیا اچھا فرمایا ہے شیخ سعدیؒ نے ؎

اے برتر از خیال و قیاس و گمان و وہم ✽ وز ہر چہ دیدہ ایم و شنیدیم و خواندہ ایم

دفتر تمام گشت و بپایان رسید عمر ❁ ما ہمچناں دراوّل وصف تو ماندہ ایم

۴ - گلرخوں سے مراد مزار اولیا کرام ہیں جہاں عارف معتکف ہوتے ہیں۔

۵ - کُتے کو کوئی شخص فسمہ بالی نہیں دیتا زاغ و زغن کو کوئی شخص نہ شکار کرتا ہے اور نہ قید میں رکھتا ہے یہ تو باز اور شاہین کے حصہ میں شرافت آئی ہے مطلب یہ ہے کہ تکالیف شرعیہ اور دیگر مشقتیں جو عاشقان آلہی پر نازل ہوتی ہیں اسبات کی دلیل ہے کہ انسان اشرف المخلوقات ہے اور اس شریف ترین مخلوق میں سے عاشقان الٰہی کا درجہ سب سے بلند ہے کیونکہ وہ سب سے زیادہ تکلیف میں ہیں۔

۱

واعظاں کیں جلوہ بر محراب و منبر میکنند

واعظ جو کہ محراب اور منبر پر جلوہ کرتے ہیں

چوں بخلوت میروند آں کار دیگر میکنند

جب خلوت میں جاتے ہیں تو دوسرا کام کرتے ہیں

۲

مشکلی دارم ز دانشمند مجلس باز پرس

مجھ سے یہ گتھی نہیں سلجھتی مجلس کے دانا سے دریافت کرو

توبہ فرمایاں چرا خود توبہ کمتر میکنند

کہ جو شخص توبہ کی تعلیم دیتے خود کیوں توبہ نہیں کرتے

۳

گوئیا باور نمیدارند روز داوری

گوئیا روز قیامت کا ان کو یقین ہی نہیں

کایں ہمہ قلب و دغل در کار داور میکنند

کہ یہ دغا اور فریب حقتعالےٰ کے کام میں کرتی ہیں

۴

یارب ایں نو دولتاں را بر خر خودشاں نشاں

اے خدا انکو جنہیں نئی نئی دولت ہاتھ آئی ہو انکے گدھے پر بٹھادے

کایں ہمہ ناز از غلام ترک و استر میکنند

کہ یہ سب ناز ترک غلاموں اور خچر کیوجہ سے کرتے ہیں

۵

بندۂ پیر خراباتم کہ درویشان او

میں تو پیر خرابات کا بندہ ہوں کہ جسکے درویش

گنج را از بی نیازی خاک بر سر میکنند

لاپرواہی سے خزانہ کے سر پر خاک ڈالتے ہیں

۶

اے گدائے خانقہ باز آ کہ در دیر مغاں

اے خانقہ کے درویش ادہر آ کہ دیر مغاں میں

میدہند آبے و دلہا را توانگر میکنند

پلاتے تو پانی ہیں مگر دلکو غنی بنا دیتے ہیں

۷

حسن بی پایان او چندانکہ عاشق میکشد

اسکا بے پایان حسن جتنے زیادہ عاشق قتل کرتا ہے

زمرۂ دیگر بعشق از غیب سر بر میکنند

اتنے اور عشق کی وجہ سے غیب سے پیدا ہو جاتے ہیں

۸

خانہ خالی کن دلا تا منزل جاناں شود

اے دل گھر کو خالی کرتا کہ معشوق کی منزل بنے

کیں ہوسناکاں دل و جاں جائی دیگر میکنند

کیونکہ ان ہوا وہوس کے بندوں نے دل اور جان دوسری جگہ لگائی ہوئی ہے

آه آه از دست صرافان گوهر ناشناس افسوس افسوس ان ناقدر شناس صرافوں کے ہاتھ سے	۹	هر زمان خرمهره را با دُر برابر میکنند ہر زمانہ میں خرمہرہ کو موتی کے برابر کر دیتے ہیں
بر در میخانهٔ عشق ای ملک تسبیح گوی عشق کے شرابخانہ کے دروازہ پر اے فرشتے تسبیح پڑھ	۱۰	کاندر آنجا طینت آدم مخمر میکنند کہ اس میں آدم کی طینت کو مخمر کرتے ہیں
	۱۱	صبحدم از عرش می آمد خروشی عقل گفت صبح کے وقت عرش سے گونج کا شور سنائی دیتا ہے قدسیان گوئی که شعر حافظ از بر میکنند گویا فرشتے حافظ کے شعر حفظ کرتے ہیں

۱ ، ۲ و ۳۔ "اتامرون الناس بالبر وتنسون انفسکم وانتم تتلون الکتٰب" (ا-۴)
واعظ محراب میں منبر پر بیٹھ کر لوگوں کے سامنے پند ونصائح کے دفتر کھول دیتے ہیں مگر یہ سب ان کے منہ کی باتیں ہیں "خود را فضیحت۔ دیگراں را نصیحت" عوام الناس میں تو یہ دانا مشہور ہیں مگر سچ تو یہ ہے کہ پرلے درجہ کے احمق ہیں۔ لوگوں کو یہ کہتے ہیں کہ گناہوں سے توبہ کرو اور نیک کام کرو۔ اور ان کا اپنا حال یہ ہے کہ ہر وقت فسق وفجور میں ڈوبے ہوئے ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ ان لوگوں کو یقین نہیں کہ مرنے کے بعد احکم الحاکمین کے روبرو پیش ہونا ہے اگر یہ یقین ہوتا تو اس طرح ان کا ظاہر اور باطن منافقانہ ہوتا کہ کہتے کچھ ہیں اور کرتے کچھ ہیں۔ بات اصل میں یہ ہے کہ یہ واعظ جو منبر پر بیٹھ کر دھواں دار تقریریں کرتے ہیں اور لوگوں میں دانشمند مشہور ہیں مقلد ہیں تحقیق سے بالکل بے بہرہ ہیں اس لئے ان کو وہ یقین حاصل نہیں جو اہل اللہ کو حاصل ہے اور اسی لئے ان کا ہر ایک فعل ان کے قول کے مطابق نہیں ہوتا
۴۔ گدھے پر بٹھلانے سے تشہیر رسوا کرنا ہوتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ یہ واعظ جب بازاروں میں نکلتے ہیں تو سواری پہ لوگ ادھر ادھر سے دوڑ کر آتے ہیں اور ہاتھوں کو چومتے ہیں جلو میں خادم ہیں اللہ اللہ آپ کا دماغ عرش پر ہوتا ہے۔ دنیا اور دنیا کے تمام اسباب زینت تو خود جمع کرنے میں مصروف ہیں اور لوگوں کو منع کرتے ہیں ایسا نہ کرو۔
شعر کا اصل مطلب نہایت لطیف ہے۔ "نو دولت" وہ لوگ ہیں جن کو دولت بغیر محنت ومشقت حاصل ہوتی ہے اور یہ واعظ ہیں کہ جن کے گھر لوگ اپنی گاڑہی کمائی سے بھرتے رہتے ہیں اور ان کو مفت کی دولت ہاتھ آتی ہے "غلام" کے معنے بندے کے۔ اور "استر" سرکش نفس امارہ ہے۔ مطلب یہ ہے کہ یہ واعظ ہوا وہوس کے بندے ہیں۔ اور اسی پر ان کو ناز ہے۔ خدا کرے کہ اس کا اصل [illegible]
ہو جائے اور رسوائی خاطر خواہ ہو۔

٥۔ ہم تو اس مرشد کامل کے خادم ہیں جس کے مرید دنیا کے مال و زر پر خاک ڈالتے ہیں اور اس مرشد کی توجہ سے ان میں ایسا استغنا پیدا ہو گیا ہے کہ مال و دولت کی طرف نظر اُٹھا کر بھی نہیں دیکھتے۔

٨۔ دل جب تک ہوا و ہوس کا جولانگاہ ہے تب تک "علم" کی جگہ نہیں ہو سکتا۔ تزکیہ نفس اور تصفیہ قلب کے بعد اس میں نور علم ہوتا ہے۔

٩۔ صراف موتیوں کو خرمہرہ سے وزن کرتے ہیں گویا موتی کو خرمہرہ کے برابر کرتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ ہوا و ہوس کے سبب سے دنیا اور اس کی زینت کو جو خرمہرہ ہے دیدار الٰہی کی نعمت کے برابر سمجھتے ہیں یا دنیا کو آخرت کے برابر سمجھتے ہیں اور اہل آخرت بہشت اور حور و قصور کو مشاہدہ الٰہی کے برابر سمجھتے ہیں یعنے وہ دنیا اور آخرت کی وہی قدر و قیمت قیاس کرتے ہیں جو اہل اللہ مشاہدہ کی سمجھتے ہیں۔ منشا زندگی یہی سمجھا ہوا ہے کہ دنیا اور آخرت حاصل ہو۔ مصرعہ مگر چہ نسبت خاک را با عالم پاک ✦

١٠۔ بیت خانہ عشق وہ مقام ہے جسکا دروازہ مقام ملکوت ہے اسکے دروازہ پر فرشتے تسبیح و تہلیل میں مشغول ہیں آدم کو فرشتے اسی لئے سجدہ کرتے ہیں کہ اسکی فطرت کا خمیر اسی میخانہ عشق میں ہوا ہے۔ ؎

دوش دیدم کہ ملائک در میخانہ زدند ✦ گِل آدم بسرشتند و بپیمانہ زدند

١

ہر کہ شد محرم دل در حرم یار بماند
جو شخص دل کا محرم ہوا وہ یار کے حرم میں ہمیشہ رہا

وانکہ ایں کار ندانست دراں کار بماند
اور جس کو یہ کام معلوم نہیں وہ نکما ہے۔

٢

اگر از پردہ بروں شد دل من عیب مکن
اگر میرا دل پردہ سے باہر ہوا تو برا مت سمجھو

شکر ایزد کہ نہ در پردۂ پندار بماند
اللہ تعالےٰ کا شکر ہے کہ خودی کے پردہ میں نہ رہا

٣

صوفیاں واستدند از گرومی ہمہ رخت
صوفیوں نے تو تمام لباس شراب کے رہن سے چھڑوا لیا

خرقۂ ماست کہ در خانہ خمار بماند
ہمارا خرقہ شراب بنانے والے کے گھر میں پڑا ہے۔

٤

خرقہ پوشاں ہمگی مست گذشتند و گذشت
خرقہ پوش تمام مست تھے۔ اور گذر گئے

قصۂ ماست کہ در ہر سر بازار بماند
ایک ہمارا قصّہ ہے کہ جسکا چرچا ہر ایکجگہ ہو رہا ہے

٥

داشتم دلقے و صد عیب مرا می پوشید
ایک گودڑی میرے پاس تھی اور میرے سو عیب چھپاتی تھی

خرقہ رہن می و مطرب شد و زنار بماند
خرقہ شراب اور مطرب کے پاس رہن ہوا اور زنار رہ گیا

٦

از صدای سخن عشق ندیدم خوشتر
عشق کی باتوں سے کوئی اور بات زیادہ بھلی معلوم نہ ہوئی

یادگارے کہ دریں گنبد دوار بماند
یہ ایسی یادگار رہے جو اس گردش کرنیوالی گنبد میں باقی ہے

هر می لعل کزاں جام بلوریں ستدم ہر ایک شراب لعل رنگ جو اس جام بلوریں میں لی	۷	آب حسرت شد و در چشم گہربار بماند آب حسرت بنگئی اور موتی برسانے والی آنکھ میں رہی
جز دلم کو ز ازل تا بابد عاشق اوست بغیر میرے دل کے جو ازل سے ابد تک اسکا عاشق ہے	۸	جاوداں کس نشنیدم که درین کار بماند مینے کسی کی نسبت نہیں سنا کہ ہمیشہ اس کام پر قائم رہا
گشت بیمار که چوں چشم تو گردد نرگس نرگس اس لئے بیمار پڑی کہ اسکی آنکھ کا اندازہ حاصل ہے	۹	شیوهٔ آں نشدش حاصل و بیمار بماند یہ تو نہ ہوا مگر بیمار رہی
بر جمال تو چناں صورت چیں حیران شد چین کی تصویر تیرے حسن پر ایسی حیران ہوئی	۱۰	که حدیثش همه جا بر در و دیوار بماند کہ اسکی باتیں تمام در و دیوار پر رہ گئیں

۱۱

به تماشاگه زلفش دل حافظ روزی
ایک روز حافظ کا دل تیری زلف کے تماشاگاہ میں گیا
شد که باز آید و جاوید گرفتار بماند
ارادہ یہ تھا کہ دیکھ کر لوٹ آویگا مگر ہمیشہ کیلئے گرفتار رہا

ا حرم: وہ جگہ ہے جہاں بپاس حرمت خون گرانا منع ہے اور یہ جگہ کعبۃ اللہ کے گرد و نواح میں ہے اصلی کعبہ قلب ہے اور یہی حرم ہے ۵

کعبہ بنیاد خلیل آزر ست ✦ دل گذرگاه جلیل اکبر ست

"قلب" میں وہ چیز ودیعت ہے جو نور علم ہے۔ جو شخص اس نور کے ذریعہ قلب کی ماہیت کو پہنچ گیا اسنے معلوم کرلیا کہ وہ "حرم الہی" میں رہتا ہے اور یہ وہ امن کی جگہ ہے جو اس میں داخل ہوا منزل مقصود کو پہنچ گیا اور جو اس کام سے واقف نہیں وہ اس کام سے رہ گیا یعنے کم ہمت ہے اور یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں۔ کہ ناواقف انکار کرتے ہیں یعنے کافر ہیں +

هر آں کو خاطر مجموع و یار نازنین دارد جس شخص کو جمعیت خاطر اور نازنین یار ملا ہوا ہے	۱	سعادت همدم او گشت و دولت همقرین دارد سعادت اسکی ہمدم اور دولت اسکے نزدیک ہے
جناب عشق را درگه بسی بالاتر از عقل است عشق کی جناب کی درگاہ عقل سے بہت بلند ہے	۲	کسی آں آستاں بوسد که جاں در آستیں دارد وہی شخص اس آستان کو چومتا ہے جسنے جان ہتھیلی پر رکھی ہو

بخواری منگر ای منعم ضعیفان و فقیران را
اے دولتمند فقیروں اور کمزوروں کو حقارت سے نہ دیکھ

۳ کہ صدر مسند عزت فقیر رہ نشیں دارد
کیونکہ مسند عزت کا صدر راستہ پر بیٹھنے والا فقیر ہی ہے

دہان تنگ شیرینت مگر مہر سلیمان است
تیرا میٹھا دہن تنگ شاید سلیمان کی مہر ہے

۴ کہ نقش خاتم لعلش جہان زیر نگیں دارد
کہ اسکی خاتم لعل کا نقش تمام جہانکو زیر نگیں رکھتا ہے

چو بر روی زمین باشی توانائی غنیمت دان
جب تو زمین پر ہے تو توانائی کو غنیمت سمجھ

۵ کہ دوران ناتوانیہا بسی زیر زمین دارد
کیونکہ گردش زمانہ نے بیشمار ناتوانوں کو زیر زمیں دفن کیا ہے

بلاگردان جان و دل دعای مستمندان است
حاجتمندوں کی دعائیں جان اور دل کی بلائیں ٹالتی ہیں

۶ کہ بیند خیر از آن خرمن کہ ننگ از خوشہ چیں دارد
اس خرمن میں خیر و برکت کہاں جس سے کوئی خوشہ چیں فائدہ نہ اٹھائے

صبا از عشق من رمزی بگو با آن شہ خوباں
اے صبا میرے عشق کا اشارہ اس خوبصورتوں کے سردار سے کر

۷ کہ صد جمشید و کیخسرو غلام کمتریں دارد
جسکے ادنٰے سے غلام کے پاس سو جمشید اور کیخسرو ہیں

لب لعل و خط مشکیں چو آنش ہست و اینش نیز
لب لعل اور خط مشکیں میں ظاہری خوبصورتی بھی ہے اور ایک ادا بھی

۸ بنازم دلبر خود را کہ حسنش آن و ایں دارد
اپنے دلبر پر فخر کرتا ہوں کہ اس کے حسن میں وہ بھی ہے اور یہ بھی

۹ اگر گوید نمیخواہم چو حافظ بندہ مفلس
اگر وہ کہے کہ حافظ سے مفلس بندہ کا میں خواستگار نہیں

بگوئیدش کہ سلطانی گدائی رہ نشیں دارد
تو اسکو کہنا کہ بادشاہ کے رستہ پر فقیر بھی ہوا کرتے ہیں

۱۔ "خاطر مجموع" اس سے مراد مقام جمع ہے" اور اس میں کچھ شک نہیں کہ اسی مقام میں "یار نازنیں" ملتا ہے اور جس کو یہ ملے اس نے سب کچھ پایا۔

۲۔ معشوق اور عاشق میں رشتہ عشق ہے۔ مطلب شعر یہ ہے کہ اگر عاشق کی یہ خواہش ہے کہ معشوق ہاتھ سے نہ جائے یا معشوق کا وصل نصیب ہو تو چاہیئے کہ عاشق عشق کو ہاتھ سے نہ دے۔ کیونکہ یہی دونوں میں رابطہ ہے جب یہ رابطہ نہ رہا تو معشوق و عاشق کے تعلقات منقطع ہو گئے۔

خواجہؒ کے کلام کی یہ خوبی ہے کہ چند لفظوں میں اور سلیس عبارت میں وہ بات بیان کر جاتے ہیں جسپر دفتر

کھے جا سکتے ہیں۔ لطف یہ ہے کہ رشتہ کا ذکر کیا مگر یہ نہ بتایا کہ رشتہ ہے کیا۔ اشارات میں گفتگو اسی طرح کیا کرتے ہیں۔

۴۔ اللہ تعالےٰ کے نزدیک جیسا کہ قرآن شریف میں مذکور ہے۔ عزت "اتقا" کے باعث ہے نہ کہ ظاہری اور دنیاوی مال و دولت اور خاندانی وجاہت کے سبب" جسے حقیقی عزت کہتے ہیں وہ تو انہی لوگوں کو حاصل ہے جو متقی ہیں" اس لئے اگر دنیادار اُن کو حقارت کی نظر سے دیکھیں تو نادان ہیں۔

۵۔ توانائی سے مراد طاقت عمل ہے یعنے اس چند روزہ زندگی کو غنیمت سمجھ کر نیک عمل کرنا چاہیئے۔

۱
هر آنکه جانبِ اہلِ وفا نگهدارد — خداش در همه حال از بلا نگهدارد
جو شخص وفاداروں کی طرف خیال رکھیگا — خدا اس کو تمام حال میں بلا سے محفوظ رکھیگا

۲
گرت ہواست که معشوق بگسلد پیوند — نگاهدار سر رشته تا نگهدارد
اگر تجھے یہ خواہش ہے کہ معشوق تجھ سے قطع تعلق نہ کرے — تو سر رشتہ کی حفاظت کرتا کہ وہ بھی نگہ رکھے

۳
حدیثِ دوست نگویم مگر بحضرتِ دوست — که آشنا سخن آشنا نگهدارد
دوست کی باتیں سوائے دوست کے اور کسی کو نہیں کہتا — کیونکہ آشنا آشنا کا سخن محفوظ رکھتا ہے۔

۴
سر و زر و دل و جانم فدائے آں محبوب — که حق صحبت مهر و وفا نگهدارد
میرا سر اور زر اور دل اور جان اس محبوب پر فدا — جو مہر و وفا کی صحبت کا حق محفوظ رکھتا ہے

۵
دلا معاش چناں کن که گر بلغزد پائے — فرشته‌ات بدو دست دعا نگهدارد
اے دل اس طرح زندگی بسر کر کہ اگر پاؤں لڑکھڑائے — تو فرشتہ دونوں ہاتھ اٹھا کر تیرے لئے دعا مانگے

۶
نگهداشت دلِ ما و جائے رنجش نیست — ز دست بنده چه خیزد خدا نگهدارد
میرے دل کی طرف توجہ نہ کی لیکن یہ رنجش کی کوئی بات نہیں — بندے سے کیا امید ہوسکتی ہے خدا نگہبان ہے۔

۷
صبا در آں سرِ زلف ار دلِ مرا بینی — ز روئے لطف بگویش که جا نگهدارد
اے صبا اگر تو اسکی زلف میں میرا دل دیکھے — تو نرمی سے کہنا کہ جگہ کی حفاظت کرنا

۸
غبارِ راہگذارت کجاست تا حافظ — بیادگارِ نسیم صبا نگهدارد
تیرے رہگذر کا غبار کہاں ہے تاکہ حافظ — صبا کے جھونکوں کی یادگار میں حفاظت سے رکھے

۱
همای اوج سعادت بدام ما افتد
سعادت کی بلندی کا ہما میرے جال میں پھنس جائے
اگر ترا گذرے بر مقام ما افتد
اگر تیرا گذر ہمارے مقام پر ہو

۲
حباب وار براندازم از نشاط کلاه
حباب کی طرح مارے خوشی کے ٹوپی اچھال دوں
اگر ز روئے تو عکسے بجام ما افتد
اگر تیرے چہرہ کا عکس میرے پیالہ میں پڑے

۳
ببارگاه تو چوں باد را نباشد راه
اگر ہوا کو تیری بارگاہ میں راستہ نہ ملے
کی اتفاق مجال سلام ما افتد
میرا سلام عرض کرنے کی جرأت کا کس کو موقع ملیگا

۴
چو جاں فدائے لبت شد خیال می بستم
جب جان تیرے لبوں پر فدا ہوگئی تو میں نے یہ تصور کیا
کہ قطرۂ ز زلالت بکام ما افتد
کہ تیرا خوشگوار پانی میرے منہ میں پڑیگا

۵
خیال زلف تو گفتا کہ جاں وسیلہ مساز
تیری زلف کے خیال نے کہا کہ جان کو درمیان میں نہ لا
کزیں شکار فراواں بدام ما افتد
ورنہ اور ایک شکار میرے جال میں پھنسے گا

۶
ملوک را چو رہ خاکبوس ایں در نیست
جبکہ بادشاہوں کو اس دروازہ کی خاک چومنے کا راستہ نہیں ملتا
کی التفات جواب سلام ما افتد
تو میرے سلام کے جواب دینے کی طرف کب توجہ ہوگا

۷
بنا امیدی ازیں در مرو بزن فالے
ناامید ہوکر اس دروازہ سے مت جا فال ڈال
بود کہ قرعہ دولت بنام ما افتد
ممکن ہے کہ قرعہ دولت میرے نام پر پڑے

۸
شبے کہ ماہ مراد از افق طلوع کند
اس رات جبکہ مراد کا چاند افق سے طلوع ہو
بود کہ پرتو نورے ببام ما افتد
ممکن ہے کہ نور کا پرتو میرے بام پر پڑے

۹
ز خاک کوئے تو ہرگہ کہ دم زند حافظ
جب کبھی حافظ تیرے کوچہ کی خاک دم بھرتا ہے
نسیم گلشن جاں در مشام ما افتد
جہان کے باغ کی ہوا میرے دماغ کو تر و تازہ کرتی ہے

ہیں یعنے جب تک یہ عالم ہے یا جب تک انسان قید تعینات میں مقید ہے۔ دائرہ ممکنات سے باہر نہیں نکل سکتا

ع
نگو ممکن ز حد خویش بگذشت — نہ او واجب شد و نہ واجب ایں گشت

۲۔ بعض نسخوں میں یہ شعر اس طرح ہے کہ ع

سر نکلے از خاک لحد تا الله صفت برخیزم — داغ سودائے توام بردل شیدا باشد

بہر صورت مطلب یہ ہے کہ تیری زلف کا سودا دنیاوی زندگی تک ہی نہیں۔ بلکہ مر کر اور مرنے کے بعد از قیامت کے دن بھی اسکا داغ دل پر نظر آئے گا۔

۳۔ یہ شعر ادق ہے قرآن شریف کی آیت " الم تر الی ربک کیف مد الظل الخ" کی طرف اشارہ ہے "ظل کی تفسیر ہم اس شعر کی شرح میں کر چکے ہیں ع

جلوہ گرد رخش روز ازل زیر نقاب — عکسے از پرتو آں بر رخ افہام فتاد

"زلف" چونکہ سیاہ ہوتی ہے اور اس کے "پیچ" نے اسکی سیاہی کو اور بڑھا دیا ہے اور زلف کے پیچ اور درازی دونو زلف کی خوبیاں ہیں اس لئے اسکا دراز سایہ بھی ایسا ہی ہوگا زلف رخ روشن پر حجاب ہے کائنات جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں "وجہ مطلق" پر بمنزلہ زلف حجاب ہے۔ اور عالم کی صورت میں حقیقت پوشیدہ ہے۔ کائنات ظل خدا ہے۔ اسی ظل سے ذی ظل کی معرفت حاصل ہوتی ہے اس لئے خواجہ حافظ رح کی یہ خواہش کہ اس ظل میں دل قرار لیتا ہے بے جا نہیں اور چونکہ یہ ظل آہستہ آہستہ ذی ظل کیطرف رجوع کرتی ہے اس لئے بھی اطمینان قلب حاصل ہوتا ہے۔ بالآخر اسی ظل کے اندر رہ کر ہم اصل کیطرف رجوع کر رہے ہیں لفظ قرار کا اشارہ قرآن حمید کی اس آیہ شریفہ کی طرف ہے " ولکم فی الارض مستقر ومتاع الی حین ٥ کی طرف ہے یعنے انسان کو ایک مدت معینہ تک اسی زمین میں قرار پکڑتا ہے خواجہ حافظ رح نے اس سے عارفانہ نکتہ ہی اخذ نہیں کیا۔ بلکہ آپ کا کلام بھی عارفانہ ہے کہ جس جگہ کو محبوب حقیقی نے ہمارا قرارگاہ بنا دیا ہے ہمیں وہیں قرار حاصل کرنا چاہیئے چنانچہ تقاضائے عشق یہی ہے کہ دلکو اس سے ایک گونہ قرار حاصل ہو

۱
ہرگزم مہر تو از لوح دل و جاں نرود — ہرگز از یاد من آں سرو خراماں نرود
تیری محبت ہرگز میرے دل اور جان کی لوح سے محو نہ ہوگی — وہ سرو خراماں ہرگز مجھے نہیں بھولے گا

۲
آنچناں مہر توام در دل و جاں جائی گرفت — کہ گرم سر برود مہر تو از جاں نرود
تیری محبت نے میرے دل اور جان پر اس طرح قبضہ کیا ہوا ہے — کہ اگر میرا سر بھی جائے تیری محبت میری جان سے نہیں جا سکتی

۳
از دماغ من سرگشتہ خیال رخ دوست — بجفائے فلک و غصہ دوراں نرود
مجھ سرگشتہ کے دماغ سے یار کے چہرہ کا تصور — آسمان کے ظلم اور زمانہ کے غصہ سے محو نہیں ہو سکتا

۴
آنچہ از بار غمت در دل مسکین من است — برود دل ز من و از دل من آں نرود
جو کچھ تیرے غم کے بوجھ سے میرے غریب دل پر گزر رہی ہے — دل میرے ہاتھ سے چلا جائے مگر دل سے یہ نہیں جائیگا

در ازل بست دلم با سر زلفت پیوند	۵	تا ابد سر نکشد و ز سر پیمان نرود
ازل میں میرے دل نے تیری زلف کے ساتھ عہد باندھا تھا		ابد تک سرکشی نہ کریگا اور ہمیشہ اس عہد کو نباہیگا
گر رود از پی خوبان دل من معذور است	۶	درد دارد چہ کند کز پئے درمان نرود
اگر میرا دل معشوق کے پیچھے جائے تو معذور ہے		اپنے درد کا علاج نہ کرے تو کیا کرے

ہر کہ خواہد کہ چو حافظ نشود سرگرداں
جو کوئی یہ نہ چاہتا ہو کہ حافظ کی طرح سرگرداں نہ ہو
دل بخوباں ندہد در پی ایشاں نرود
تو معشوقوں کیساتھ دل نہ لگائے اور انکے پیچھے نہ جائے

۵ ازل میں جو کچھ باندھا گیا وہ الست بربکم قالوا بلیٰ سے ظاہر ہوتا ہے یہ عہد عبودیت ہے اور ہماری پیدائش کا منشا بھی یہ ہے ما خلقت الجن والانس الا لیعبدون یہ عہد ہو چکا ہے کہ ہم اللہ کی عبادت کرینگے عبودیت کا اقرار کرتے ہیں گے اور کبھی شیطان کیطرح سرکشی نہ کرینگے مطلب یہ ہے کہ تقاضائے فطرت انسانی ہی عبودیت ہے نہ اچھا اگر چہ ہمہ اوست مذہب کہتے ہیں مگر حفظ مراتب خوب کرتے ہیں زلف سے مراد تجلیات شہودی ہیں جو وجہ مطلق پر حجاب ہیں تجلیات ہوگی یہ عالم کثرت ہے جو وحدت پر حجاب ہے اس عالم کثرت میں ہمارا یہ عہد ہو چکا ہے کہ ہم ہمیشہ عبودیت کا اقرار کریں گے ۔

ہوس باد بہارم بسوی صحرا برد	۱	باد بوئے تو بیاورد و قرار از ما برد
مجھے باد بہار کی ہوس صحرا کی طرف لے گئی		ہوا تیری خوشبو لائی اور میرا صبر و قرار لے گئی
ہر کجا بود دلی چشم تو برد از راہش	۲	نہ دل خستہ بیمار مرا تنہا برد
جہاں کہیں دل تھا تیری آنکھ کیوجہ سے کھو یا گیا		صرف میرا خستہ اور بیمار دل ہی ایک ایسا نہ تھا
جام می دید لبت دم ز روان بخشی زد	۳	آبرو از لب جاں بخش روان بخشا برد
کل شراب کے پیالہ نے تیرے منھ کیطرح جان بخشی کا دم بھرا		جان بخشی کر نیوالے لبوں کی آبرو لے گیا
راہ ما غمزۂ آں ترک کماں ابرو زد	۴	رخت ما ہندوی آں سرو سہی بالا برد
اس ترک کمان ابرو کے غمزہ نے میری راہزنی کی		اس سرو بلند قد کے خال و خط نے مجھے لوٹ لیا

دل سنگین ترا اشک من آورد براه میرے آنسو تیرے پتھر دل کو راستے پر لائے ہیں	۵	سنگ را سیل تواند بره دریا برد سیلاب پتھر کو دریا کے راستہ پر لا سکتا ہے

۶

بحث بلبل بر حافظ مکن از خوش نفسی

بلبل کا تذکرہ حافظ کے سامنے فصاحت کے ساتھ بیان نہ کر

پیش طوطی نتوان صوت ہزار آوا برد

طوطی کے روبرو بلبل ہزار داستان کی آواز بے قدر ہے

یاد باد آنکه نهایت نظری با ما بود تجھے یاد ہوگا کہ کبھی تیری نگاہ بالکل میری جانب تھی	۱	رقم مہر تو بر چہرۂ ما پیدا بود تیری محبت کا نقش میرے چہرے سے ظاہر ہوتا تھا
یاد باد آنکه چو چشمت بعتابم می کشت تجھے یاد ہوگا کہ جب کبھی تیری آنکھ نے عتاب سے مارا	۲	معجز عیسویت در لب شکرخا بود عیسوی معجزہ تیرے شیریں لب میں تھا
یاد باد آنکه مہ من چو کله بشکستی اے میرے چاند تجھے یاد ہوگا کہ جب تو کلاہ ٹیڑھا رکھتا تھا	۳	در رکابش مہ نو پیک جہاں پیما بود تیری رکاب میں ہلال جہاں پیما ہوتا تھا
یاد باد آنکه رخت شمع طرب می افروخت تجھے یاد ہوگا تیرا چہرہ شمع طرب روشن کرتا تھا	۴	وین دل سوخته پروانه بی پروا بود اور یہ دل جلا بے پرواہ پروانہ بنا ہوا تھا
یاد باد آنکه چو یاقوت قدح خنده زدی تجھے یاد ہوگا کہ جب یاقوتی پیالہ قہقہہ لگاتا تھا	۵	در میان من و لعل تو حکایتها بود تیرے لعل لب اور میرے درمیان باتیں ہوا کرتی تھیں
یاد باد آنکه دران بزمگه خلق و ادب تجھے یاد ہوگا اس خلق اور ادب کی مجلس میں	۶	آنکه او خندۂ مستانه زدی صهبا بود جو مستانہ قہقہہ لگاتی تھی وہ انگوری شراب تھی
یاد باد آنکه صبوحی زده در مجلس انس تجھے یاد ہوگا کہ صبوحی پی کر محبت کی مجلس میں	۷	جز من و یار نبودیم و خدا با ما بود میں اور یار تھا اور خدا ہمارے ساتھ تھا

۸

یاد باد آنکه خرابات‌نشین بودم و مست
تجھے یاد رہے کہ ہم خرابات‌نشین اور مست ہوا کرتے تھے

آنچه در مجلسم امروز کم است آنجا بود
آج جو کچھ مجلس میں نظر نہیں آتا اسجگہ موجود تھا

۹

یاد باد آنکه باصلاح شما می‌شد راست
تجھے یاد رہے کہ تیری اصلاح سے درست ہوتی تھی؛

نظم هر گوهر ناسفته که حافظ را بود
ہر ایک گوہر ناسفتہ کی نظم جو حافظ کی تھی:

۱

یاد باد آنکه سر کوی توام منزل بود
تجھے یاد ہوگا کہ تیرے کوچہ میں میرا مقام تھا

دیده را روشنی از خاک درت حاصل بود
میری آنکھوں کو تیرے دروازہ کی خاک سے نور حاصل ہوتا تھا

۲

راست چون سوسن و گل از اثر صحبت پاک
تیری پاک صحبت سے سوسن اور گل کیطرح اسقدر صداقت حاصل تھی

بر زبان بود مرا آنچه ترا در دل بود
کہ جو کچھ تیرے دل میں تھا وہ میری زبان پر تھا

۳

دل چو از پیر خرد نقل معانی میجست
جب دل [illegible] معانی کی نقل ڈھونڈتا تھا

عشق می‌گفت [illegible]
جو کچھ اس کیلئے مسئلہ [illegible] عشق [illegible] کرتا تھا

۴

آه از آن جور و تطاول که درین دامگه است
[illegible] جور و ظلم [illegible] اس حال میں ہو رہا ہے آہیں بھرتا ہوں

وای از آن عیش و تنعم که در آن منزل بود
اور اس عیش و تنعم کو یاد کرتا ہوں جو اس منزل میں تھا

۵

در دلم بود که بی دوست نباشم هرگز
[illegible] ارادہ تھا کہ دوست کے بغیر ایکدم نہ بیٹھونگا

چه توان کرد که سعی من و دل باطل بود
کیا کہوں کہ میری اور میرے دل کی کوشش عبث تھی

۶

دوش بر یاد حریفان بخرابات شدم
[illegible] دوستوں کی یاد میں خرابات کیطرف گیا

خم می دیدم و خون در دل و پا در گل بود
شراب کے مٹکے کو دیکھا کہ دل میں لہو اور پاؤں کیچڑ میں پھنسے ہوئے تھا

۷

[illegible] که بپرسم سبب درد فراق
[illegible] ادھر پھرا کہ درد فراق کا سبب معلوم ہو

مفتی عقل درین مسئله لایعقل بود
مفتی عقل اس مسئلہ میں بالکل جاہل تھا

۸ راستی خاتم فیروزہ بو اسحاقی — خوش درخشید ولی دولت مستعجل بود

بادشاہ ابو اسحاق کی انگشتری کا فیروزہ — خوب چمکا مگر جلد گزرنے والی دولت تھی

۹ دیدی آں قہقہہ کبک خراماں حافظ

اے حافظ تو نے اس کبک خراماں کو قہقہہ لگا کر ہنستے دیکھا

کہ ز سرپنجہ شاہین قضا غافل بود

جو قضا کے شاہین کے پنجہ سے غافل تھا۔

۳ تا ۷ خواجہ رحمۃ اللہ علیہ اکثر اشعار میں عقل و عشق کا موازنہ کرتے ہیں۔ دیباچہ میں مختصر بحث کی گئی ہے۔ ملاحظہ ہو یعنے جو بات عقل کے لئے مشکل ہے اس کو عشق مشرح بیان کرتا ہے جو عقل کے لئے ناممکن ہے۔ عشق کے لئے ممکن ہے۔ ایک مقام پر فرماتے ہیں کہ

جناب عشق را درگہ بسے بالاتر از عقل است
کسے آں آستاں بوسد کہ جاں در آستیں دارد

---

۱ یاری اندر کس نمی بینیم یاراں را چہ شد — دوستی کی آخر آمد دوستداراں را چہ شد

کسی شخص میں دوستی کا رنگ نہیں دیکھتا یاروں کو کیا ہوا — دوستی کب جاتی رہی اور دوستداروں کو کیا ہوا

۲ آب حیواں تیرہ گوں شد خضر فرخ پی کجاست — خوں چکید از شاخ گل باد بہاراں را چہ شد

آبحیات سیاہ پڑ گیا خضر خوش خصال کہاں ہے — گل کی شاخ سے خون ٹپکتا ہے باد بہار کو کیا ہوا

۳ صد ہزاراں گل شگفت و بانگ مرغی بر نخاست — عندلیباں را چہ پیش آمد ہزاراں را چہ شد

صد ہزار گل کھلے اور کسی طائر کی آواز سنائی نہ دی — عندلیبوں پر کیا مصیبت پڑی بلبلوں کو کیا ہوا

۴ لعلے از کان مروت بر نیامد سالہاست — تابش خورشید و سعی ابر و باراں را چہ شد

مروت کی کان سے ایک لعل بھی پیدا نہیں ہوا کئی سال گذر گئے — آفتاب کی گرمی اور بادل اور بارش کی کوشش کو کیا ہوا

۵ زہرہ سازے خوش نمیسازد مگر عودش بسوخت — کس ندارد شوق مستی میگساراں را چہ شد

زہرہ اپنے ساز کو نہیں سنبھالتی شاید اس کا ستارہ جل گیا — کسی کو شوق مستی نہیں رہا شرابیوں کو کیا ہوا

کس نمیگوید کہ یاری داشت حق دوستی
کوئی نہیں کہتا کہ فلاں دوست کا مجھ پر حق دوستی ہے

حق شناساں را چہ حال افتاد یاراں را چہ شد ۶
حق شناسوں کا کیا حال ہوا اور یاروں کو کیا ہوا

گوی توفیق و کرامت در میاں افگندہ اند
توفیق اور کرامت کا گیند تو درمیان پڑا ہوا ہے

کس بمیداں در نمی آرد سواراں را چہ شد ۷
مگر میدان میں کوئی نہیں نکلتا شہسوار وں کو کیا ہوا

حافظ اسرار الٰہی کس نمیداند خموش
اے حافظ اسرار الٰہی کا بھید کسی کو معلوم نہیں چپ رہ

از کہ می پرسی کہ دور روزگاراں را چہ شد
تو کس سے پوچھتا ہے کہ روزگار کے دور کو کیا ہوا

باشد بیا جام دی سحر گہ اتفاق افتادہ بود ۱
[illegible] ایک دو پیالے پینے کا اتفاق ہوا تھا

وز لب ساقی شرابم در مذاق افتادہ بود ۱
اور ساقی کے لب سے شراب اپنے منہ سے لے رہا تھا

از شبستیزی و لب شاہد عہد شباب
جوانی [illegible] کے معشوق کو مستی کی حالت میں

رجعتی میخواستم لیکن طلاق افتادہ بود ۲
پینے [illegible]

نقش [illegible] مستم کہ گیرم کو سر آں چشم مست
[illegible] اس مست آنکھ کا بوسہ لوں

طاقت و صبر از خم ابروش طاق افتادہ بود ۳
اسکی خم ابرو سے طاقت و صبراو [illegible] پڑے تھے

[illegible] بیا جام دمادم دہ کہ در سیر طریق ۴
[illegible] کہ پیالا دے کہ طریقت کی سیر میں

ہر کہ عاشق وش نیامد در نفاق افتادہ بود
جو کوئی عاشق مزاج نہیں منافق ہے

[illegible] فرما کہ دوشم آفتاب ۵
[illegible] بیان کرنے والے شرح سنا کہ کل آفتاب

در شکر خواب صبوحی ہم وثاق افتادہ بود
صبح کی میٹھی نیند کے ساتھ ہم بغل تھا

مقامات طریقت ہر کجا کردیم سیر ۶
[illegible] مقامات میں جہاں کہیں ہم نے سیر کی ہے

عافیت را با نظر بازی فراق افتادہ بود
عافیت کو نظر بازی کے ساتھ جدائی تھی

گر نبودی شاہ یحییٰ نصرت الدین از کرم اگر شاہ یحییٰ نصرت الدین کی مہربانی نہ ہوتی	٧	کار ملک و دین ز نظم و اتفاق افتادہ بود ملک اور دین کا کام بگڑا ہوا تھا

٨
حافظ آں ساعت کہ ایں نظم پریشاں می نوشت
جس وقت حافظ یہ پریشان نظم لکھ رہا تھا
طائر شوقش بدام اشتیاق افتادہ بود
اسکا طائر شوق اشتیاق کے جال میں پھنسا ہوا تھا

٢- طلاق بائن کے بعد رجعت ممکن نہیں مطلب شعر ہے کہ "جوانی" جو تمام عمر میں محبوب و مرغوب ہے پیری میں ہم سے اسطرح جدا ہوئی جس طرح کوئی چاہتی بیوی کو طلاق بائن دے کہ اس علیحدگی کے بعد دونوں میں پھر تعلق زن و شوہری قائم نہیں ہو سکتے۔ مطلب شعر یہ ہے کہ جوانی گئی اب دوبارہ ہاتھ نہیں آتی۔

٦ یعنے آرام و راحت حقیقت میں مفقود ہے۔

مرا در منزل جاناں چہ امن و عیش چوں ہر دم — جرس فریاد میدارد کہ بر بندید محملہا

یارم چو قدح بدست گیرد جب میرا یار پیالہ ہاتھ سے اٹھاتا ہے	١	بازار بتاں شکست گیرد بتوں کا بازار سرد پڑ جاتا ہے
در بحر فتادہ ام چو ماہی سمندر میں مچھلی کیطرح پڑا ہوا ہوں	٢	تا یار مرا بشست گیرد اسلیئے کہ یار کانٹا لگا کر پکڑ لے
در پاش فتادہ ام بزاری زار و نزار اس کے قدموں پر گرا ہوں	٣	آیا بود آنکہ دست گیرد تاکہ میری دستگیری کرے
ہر کس کہ بدید چشم او گفت جس کسی نے اسکی آنکھ دیکھی کہا کہ	٤	کو محتسبے کہ مست گیرد کوتوال کہاں ہے کہ مست کو گرفتار کرے
خرم دل آنکہ ہمچو حافظ اس کا دل خوش ہے کہ حافظ کی طرح	٥	جامے زمی الست گیرد الست کی شراب سے پیالہ پیتا ہے

۵۔ خواجہ رحمۃ اللہ ایک مقام پر فرماتے ہیں کہ ؎

مستی عشق نیست در سر تو + رو کہ تو مست آب انگوری

یہ مستی ہے جو شراب الست سے پیدا ہوتی ہے جس کا تذکرہ خواجہ جا بجا فرماتے ہیں آب انگوری اور شراب [illegible] کا ذکر نہیں ہے۔

اس شعر میں "الست بربکم قالوا بلیٰ" کی طرف اشارہ ہے۔

[illegible] میں تمہارا خدا نہیں ہوں جواب دیا ہاں تو ہے یہ تو ثابت شدہ امر ہے) یہ اقرار بندگی وچاکری جو ہم کر چکے ہیں ہم نے پورا کرنا ہے ؎

در کوئے عشق شوکت شاہی نمے خرند + اقرار بندگی کن و دعوٰے چاکری

ہمارا منشا یہی ہے کہ ہم عبودیت کا دم بھریں اور اسکا نشہ اسطرح ہو کہ کسی طرح نہ اترے اسکا نتیجہ بقول خواجہ [illegible] یہ ہوگا کہ مالک "محرم دل" ہوگا ایسے اس کو یہ پیغام دے گا کہ یاایتھا النفس المطمئنۃ ارجعی الیٰ ربک راضیۃ مرضیۃ۔ فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی وہ بھی خوش ہوگا اور خدا بھی اس سے خوش ہوگا۔

ایک اور مقام پر فرماتے ہیں کہ ؎ شد مست وحدت ز جام الست + ہر آنکو چو حافظ مے صاف خورد۔

بنویس دلا بیار کاغذ اے دل کاغذ لا اور لکھ	۱	بفرست بہ آن نگار کاغذ اور معشوق کو نامہ تحریر کر
اے باد صبا ببر بآں شوخ اے باد صبا اس شوخ کے پاس	۲	از عاشق بیقرار کاغذ عاشق بے قرار کا خط لے جا
ہرگز ننویسد او جوابے وہ کبھی جواب نہ دے گا	۳	گر بنویسم ہزار کاغذ اگر ہزار خط بھی لکھوں
تا نام تو نقش شد براو ماند جب سے تیرا نام اس پر نقش ہوا	۴	بر صفحۂ روزگار کاغذ صفحہ روزگار پر کاغذ رہیگا

۵

بنویس ز روئے مہربانی
مہربانی سے دل فگار

بر حافظ دل فگار کاغذ
حافظ کو خط لکھ

۱ الا اے طوطئ گویائے اسرار — مبادا خالیت شکر زمنقار
ہاں اے رازوں کے بیان کرنے والی طوطی — تیری چونچ شکر سے خالی نہ ہو

۲ سرت سبز و دلت خوش باد جاوید — کہ خوش نقشے نمودے از خط یار
تیرا سر سبز اور دل خوش ہمیشہ رہے — کہ یار کے خط سے خوب نقش جمایا ہے

۳ سخن سربستہ گفتی با حریفاں — خدا را زیں معمّا پردہ بردار
حریفوں سے پوشیدہ بات کہی ہے — خدا کے لئے اس پہیلی سے پردہ اٹھاوے

۴ بروئے ما زن از ساغر گلابی — کہ خواب آلودہ ایم اے بخت بیدار
میرے چہرہ پر پیالہ سے گلاب چھڑک — کیونکہ اے بخت بیدار میں اونگھ رہا ہوں

۵ چہ رہ بود اینکہ زد در پردہ مطرب — کہ می رقصند باہم مست و ہشیار
یہ کیا نغمہ تھا کہ مطرب نے پردہ میں سنایا کہ — مست اور ہشیار باہم ناچتے ہیں

۶ ازیں افیوں کہ ساقی در مے افگند — حریفاں را نہ سر ماند نہ دستار
اس افیون سے جو ساقی نے شراب میں ڈالی — یاروں کا نہ سر رہا اور نہ دستار رہی

۷ خرد ہر چند نقد کائنات است — چہ سنجد پیش عشق کیمیا کار
عقل اگرچہ کائنات کی نقدی ہے — لیکن عشق کیمیاگر کے سامنے اسکی کیا حقیقت ہے

۸ سکندر را نمے بخشند آبے — بزور و زر میسّر نیست ایں کار
سکندر کو آب حیات نہیں دینگے — زور اور زر سے یہ کام نہیں بنتا

۹ بیا و حال اہل درد بشنو — بہ لفظ اندک و معنی بسیار
آ اور اہل درد کا حال سن — کہ لفظ تو کم ہیں اور معنی بہت ہیں

۱۰ بمستوراں مگو اسرار مستی — حدیث جاں مپرس از نقش دیوار
گوشہ نشینوں کو مستی کے راز نہ بتا — زندگی کی باتیں دیوار کے نقش سے نہ پوچھ

بت چینی عدوئی دین و دل ہست
چین کا معشوق دل اور دین کا دشمن ہے

۱۱ خداوندا دل و دینم نگہدار
اے خدا میرے دل اور دین کو محفوظ رکھنا

خداوندی بجائے بندگاں کرد
نیچے بندوں کے ساتھ مالکوں کا کام کیا

۱۲ خداوندا ز آفاتش نگہدار
اے خدا اس کو آفتوں سے محفوظ رکھنا

۱۳ ہمین دولت منصور شاہی
شاہ منصور کی دولت کی برکت سے

علم شد حافظ اندر نظم اشعار
حافظ شعروں کی نظم میں مشہور ہو گیا

اے باد مشکبو بگذر سوئے آں نگار
اے خوشبودار ہوا اس معشوق کی طرف جانا

۱ بکشا گرہ ز زلفش و بوئی من بیار
اسکی زلف کی گرہ کھولنا اور اسکی خوشبو میرے پاس لانا

باو بگو کہ اے مہ نامہربان من
اس سے کہنا اے نامہربان چاند

۲ باز آ کہ عاشقان تو مردند ز انتظار
واپس آ کہ تیرے عاشق انتظار میں مر گئے

دل دادہ ایم و مہر توا ز جاں خریدہ ایم
دل دے کر تیری محبت جان کیساتھ خریدی ہے

۳ بر ما جفا و جور فراقت روا مدار
ہم پر ہجر کا ظلم و ستم روا نہ رکھ

کردی چو روزگار فراموش بندہ را
زمانہ کی طرح بندہ کو بھولا دیا ہے

۴ زنہار عہد یار وفادار گوش دار
ہرگز وفادار دوست کا اقرار فراموش نکر

ای دل بساز با غم ہجران و صبر کن
اے دل ہجر کے غم پر راضی رہ اور صبر کر

۵ ای دیدہ در فراقش ازین بیش خوں مبار
اے آنکھ اسکے ہجر میں [illegible]

باری خیال دوست ز پیش نظر مشو
دوست کا تصور آنکھوں سے مت دھو

۶ چوں بر [illegible] ست [illegible]
جب اسکے وصال پر اختیار نہیں رکھتا ہے

حافظ تو تا بکی غم مال جہان خوری

اے حافظ تو کب تک جہان کے مال کا غم کھائیگا

بسیار غم مخور کہ جہان نیست پائدار

بہت غم نہ کھا کہ جہان فانی ہے

۱ اے بردہ گوی حسن ز خوبان روزگار

اے محبوب تو حسن میں دنیا کے معشوقوں سے سبقت لیگیا ہے

قدت براستی چو سہی سرو جویبار

تیرا قد راستی میں ندی کے سرو سہی کی طرح ہے

۲ الحق وجود نقش و نشان دہان تو

سچ تو یہ ہے کہ تیرے منہ کا نقش اور نشان

موہوم نقطہ ایست نہ پنہان نہ آشکار

ایک موہوم نقطہ ہے نہ تو ظاہر ہے نہ پوشیدہ

۳ دادیم دل بدست خط و زلف و خال تو

میں نے دل تیرے خط اور خال اور زلف کو دیدیا

از دست ہر سہ تا چہ کشد این دل فگار

دیکھئے یہ زخمی دل ان تینوں کے ہاتھ سے کیا مصیبتیں اٹھاتا ہے

۴ با دہ ہزار دشمن اگر یار با من است

اگر ایک یار میرے ساتھ ہے تو ہزار دشمن ہوں کیا پرواہ ہے

دانم مصاف را و نترسم ز کارزار

میں جنگ کرنا جانتا ہوں اور لڑائی سے نہیں ڈرتا

۵ عشقت چو در سرای دل خانہ گیر شد

تیرا عشق جب میرے دل کی سرا میں گھر بنا کر بیٹھ گیا ہے

زین در اگر بدر شوم آیم باضطرار

اس دروازہ سے اگر میں باہر آؤں تو مجبوراً آؤنگا

۶ گر سرو پیش قد تو سر میکشد مرنج

اگر سرو تیرے قد کے سامنے سر اٹھاتا ہے تو رنج نکر

عقل طویل را نبود ہیچ اعتبار

لمبے کی عقل کا کچھ اعتبار نہیں ہوتا

منصوبہ ہوای تو حافظ کنون چو باخت

جو حافظ تیری محبت میں چال چلا ہے

در ششدر غمت دلش افتادہ مہرہ وار

اسکا غم دل مہرہ شطرنج کی طرح تیرے غم کے ششدر میں ہے

۳
بی عمر زنده ام من و این بس عجب مدار
میں بغیر عمر کے زندہ ہوں اور اس سے تعجب نہ کر
روز فراق را که نهد در شمار عمر
ہجر کے دنوں کو زندگی کے دن شمار کون کرتا ہے

۴
اندیشه از محیط فنا نیست هر که را
مجھے فنا کے سمندر سے کچھ فکر نہیں ہے
بر نقطهٔ دهان تو باشد مدار عمر
تیرے دہن کے نقطہ پر میری زندگی کا مدار ہے

۵
در هر طرف ز خیل حوادث کمینگه است
ہر ایک طرف حادثوں کی فوج گھات میں ہے
زان رو عنان گسسته دواند سوار عمر
اس لئے عمر کا سوار باگ چھوڑ کر دوڑتا ہے

۶
این یک دو دم که دولت دیدار ممکن است
یہ ایک دو دم کہ دیدار کی دولت ممکن ہے
دریاب کار دل که نه پیداست کار عمر
دل کا کام بنا کہ زندگی کا کام حاصل ہونا مشکل ہے

۷
تا کی می صبوح و شکرخواب صبحدم
کب تک صبح کی شراب اور صبح کی میٹھی نیند
بیدار گرد هان که نماند اعتبار عمر
جاگتا رہ کہ زندگی کا اعتبار نہیں ہے

۸
دی در گذار بود و نظر سوی ما نکرد
کل جا رہا تھا اور میری طرف نظر نہ کی
بیچاره دل که هیچ ندید از گذار عمر
بیچارہ دل ہے کہ عمر سے کچھ فائدہ نہ اٹھایا

۹
حافظ سخن بگوی که در صفحهٔ جهان
اے حافظ کلام کر کہ دنیا کے صفحہ پر
این نقش ماند از قلمت یادگار عمر
تیری قلم کا یادگار عمر یہ نقش ہے

۱
ای صبا نکهتی از خاک در یار بیار
اے صبا یار کے دروازہ کی خاک کی خوشبو لا
ببر اندوه دل و مژدهٔ دلدار بیار
دل کا غم لے جا اور دلدار کی خوشخبری لا

۲
نکتهٔ روح فزا از دهن یار بگوی
یار کے دہن سے نکتہ روح فزا بیان کر
نامهٔ خوش خبر از عالم اسرار بیار
اور رازوں کی دنیا سے خوشخبر نامہ لا

۳ تا معطر کنم از لطف نسیم تو مشام — شمۂ از نفحات نفس یار بیار

تاکہ اپنا دماغ لطف کی ہوا کے جھونکوں سے معطر کروں — یار کے دم سے ذرا سی خوشبو لا دے

۴ بوفائے تو کہ خاک رہ آں یار عزیز — بے غباری کہ پدید آید از اغیار بیار

تیری وفائی تجھے قسم اس پیارے دوست کے رستے کی خاک — جو غیروں کے غبار سے پاک ہو لا دے

۵ روزگاریست کہ دل چہرۂ مقصود ندید — ساقیا آں قدح آئینہ کردار بیار

زمانہ گذر گیا کہ دل نے مقصود کا منہ نہ دیکھا — اے ساقی وہ پیالہ لا جو آئینہ کی طرح ہو

۶ گردی از رہگذر دوست بکوری رقیب — بہر آسایش ایں دیدۂ خونبار بیار

دوست کے راستہ کی گرد رقیب کے اندھے ہونے کی یاد میں — اس لہو رونیوالی آنکھوں کی تسلی کیلئے لا دے

۷ دل دیوانہ ز زنجیر نمی آید باز — حلقۂ از خم آں طرۂ طرار بیار

دیوانہ دل زنجیر سے باز نہیں آتا ہے — اس کے زلف کا کوئی پیچ لا دے

۸ خامی و سادہ دلی شیوۂ جانبازاں نیست — خبرے از بر آں دلبر عیار بیار

خامی اور سادہ دلی جانبازوں کا طریقہ نہیں ہے — اس چالاک دلبر کی خبر لا دے

۹ شکر آں را کہ تو در عشرتی ای مرغ چمن — باسیران قفس مژدۂ گلزار بیار

اس شکریہ میں کہ تو اے مرغ چمن عشرت میں ہے — پنجرہ کے قیدیوں کے پاس گلزار کی خوشخبری لا

۱۰ کام جاں تلخ شد از صبر کہ کردم بیدوست — عشوۂ زاں لب شیریں شکربار بیار

صبر سے کہ دوست کے بغیر کیا زندگی تلخ ہو گئی — اس شکر بار میٹھے لب سے کوئی عشوہ لا دے

۱۱ دلق حافظ بچہ ارزد بمیش رنگین کن

حافظ کی گودڑی کی کیا قدر ہے شراب سے اسکو رنگ دے

وانگہش مست و خراب از سر بازار بیار

اور اس کے بعد مست و خراب بازار میں لا دے

۱
اے صبا نکہتے از کوئے فلانے بمن آر
اے صبا محبوب کے کوچہ کی خوشبو لا
زار و بیمار غمم راحت جانی بمن آر
میں غم سے زار اور بیمار ہوں میری جان کی راحت لا

۲
قلب بیحاصل ما را بزن اکسیر مراد
میرے نامراد قلب کو اکسیر مراد بنا دے
یعنی از خاک در دوست نشانی بمن آر
یعنے دوست کے دروازہ کی خاک سے نشانی لا

۳
در کمینگاہ نظر با دل خویشم جنگ ست
گھات میں نظر میرے اپنے دل کیساتھ جنگ کرتی ہے
ز ابرو و غمزۂ او تیر و کمانی بمن آر
اسکے ابرو اور غمزہ سے تیر و کمان میرے پاس لا

۴
در غریبی و فراق و غم دل پیر شدم
غریبی اور فراق اور دل کے غم سے میں بوڑھا ہو گیا ہوں
ساغری ز کف تازہ جوانی بمن آر
کسی نوجوان کے کف سے شراب کا پیالہ میرے پاس لا

۵
منکران را ہم ازین می دو سہ ساغر بچشان
اس شراب سے منکروں کو بھی دو تین پیالے پلا
و گر ایشان نستانند روانی بمن آر
اگر وہ نہ لیں تو جلدی میرے پاس لا

۶
ساقیا عشرت امروز بفردا مفگن
اے ساقی آج کی عشرت کل پر نہ رکھ
یا ز دیوانی قضا خط امانی بمن آر
یا قضا کی عدالت سے میرے پاس امان کی سند لا

۷
دلم از پردہ بشد دوش کہ حافظ میگفت
میرا دل بے اختیار ہو گیا کہ حافظ کل کہتا تھا
اے صبا نکہتے از کوئے فلانے بمن آر
اے صبا محبوب کے کوچہ کی خوشبو میرے پاس لا

۱
روی بنما و مرا گو کہ دل از جان برگیر
چہرہ دکھلا کر مجھے کہہ کہ جان سے ہاتھ دھو لے
پیش شمع آتش پروانہ بجان گو در گیر
اور کہہ شمع کے سامنے پروانہ کے تن بدن میں آگ لگا دے

۲
بر لب تشنۂ من بین و مدار آب دریغ
میرے پیاسے لبوں کو دیکھ اور پانی دینے میں دریغ نہ کر
بر سر کشتۂ خویش آئی و ز خاکش برگیر
اپنے کشتہ کے سرہانے آ اور اسے خاک سے اٹھا

۱ دلا چندم بریزی خون ز دیده شرم دار آخر
اے دل کب تک لہو روئیگا آنکھوں سے کچھ تو شرم کر
تو نیز ای دیده خوابی کن مراد دل برآر آخر
اے آنکھ تو سو جا دل کی مراد کبھی تو بر آئیگی

۲ منم یا رب که جانان را ز عارض بوسه میچینم
اے خدا میں وہ ہوں کہ یار کے رخسار سے بوسے چنتا ہوں
دعای صبحدم دیدی که چون آمد بکار آخر
صبح کی دعا نے دیکھا کہ آخر کیا کام کیا

۳ چو باد از خرمن جانان ربودن خوشه تا چند
ہوا کی طرح خام طبع کے خرمن سے خوشہ کب تک اڑاتا رہیگا
ز همت توشه بردار و خود تخمی بکار آخر
تو ہمت پیدا کر اور خود بیج بو

۴ مراد دینی و عقبی بمن بخشید روزی بخش
دنیا اور آخرت کی مراد مجھے روزی بخش نے عطا کی
بگوشم قول چنگ اول بدستم زلف یار آخر
اول تو میرے کان میں چنگ کی آواز پھر یار کی زلف ہاتھ لگی

۵ نگارستان چین دانم نخواهد شد سرایت لیک
نگارستان چین کی نسبت جانتا ہوں کہ سرایت نہیں کریگا
بنوک کلک رنگ آمیز نقشی می‌نگار آخر
رنگ آمیز قلم کی نوک سے نقش بنا

۶ دلا در ملک شبخیزی گر از اندوه نگریزی
اے دل راتوں کی جاگنے کے ملک میں اگر تو غم سے بھاگیگا
دم صبحت بشارتها بیارد زان نگار آخر
تو آخر کار اس نگار کی صحبت کی خوشخبری تجھے ملیگی

۷ بتی چون ماه زانو زد می چون لعل پیش آورد
چاند نے سگھڑی جیسا بت پہلو میں بٹھایا اور شراب لعل کی طرح لایا
تو گوئی تائبم حافظ ز ساقی شرم دار آخر
ای حافظ تو کہتا ہی کہ پینے تو بہ کی ہوئی ہو ساقی سے شرم کر

۱ دیگر ز شاخ سرو سهی بلبل صبور
سرو سہی کی شاخ سے پھر صبا بر بلبل
گلبانگ زد که چشم بد از روی گل بدور
چہچہائی کہ گل سے چشم بد دور ہو

۲ ای گل بشکر آنکه شگفتی بکام دل
اے گل اس شکریہ میں کہ تو خاطر خواہ کھلا ہے
با بلبلان بیدل شیدا مکن غرور
بیدل اور شیدا بلبلوں سے غرور نہ کر

۳

زاہد اگر بہ حور و قصور ست امیدوار
اگر زاہد حور و قصور کا امیدوار ہے

ما را شراب خانہ قصور ست و یار حور
میرے لیئے شراب خانہ محل اور یار حور ہے

۴

از دست غیبت تو شکایت نمیکنم
تیری دوری سے شکایت نہیں کرتا

تا نیست غیبتی ندہد لذتے حضور
جب تک دُوری نہ ہو حضوری کا مزہ نہیں ملتا

۵

گر دیگران بعیش و طرب خرم اند و شاد
اگر اور عیش و طرب میں خوش و خرم ہیں

ما را غم نگار بود مایۂ سرور
میرے لیئے معشوق کا غم سرور کا مایہ ہے

۶

می خور ببانگ چنگ و مخور غصہ ور کسے
شراب نغمہ و سرود کیساتھ پی اور غصہ کہا اگر کوئی

گوید ترا کہ بادہ مخور گو ھو الغفور
کہے کہ شراب نہ پی تو جواب دے خدا غفور ہے

۷

حافظ شکایت از غم ہجران چہ میکنی
اے حافظ، ہجر کی راتوں کی شکایت کیا کرتا ہے

در ہجر وصل باشد و در ظلمت ست نور
ہجر میں ہی وصل ہے اور ظلمت میں ہی نور ہے

چنگ بنواز و بساز ار نبود عود چه باک چنگ درست کر اور بجا اگر عود نہیں تو کچھ فکر نہیں	۳	آتشم عشق و دلم عود و تنم مجمر گیر عشق میری آگ ہے دل عود ہے اور تن انگیٹھی ہے
در سماع آی و ز سر خرقه برانداز و برقص اگر سماع میں آ اور سر سے وجد میں آکر کمبل اتار ڈال	۴	ورنه در گوشه نشین دلق ریا در بر گیر ورنہ گوشہ میں بیٹھ اور ریاکاری کی گودڑی پہن
دوست گو یار شو و هر دو جهان دشمن باش [illegible]	۵	بخت گو روی کن و روی زمین لشکر گیر اگر بخت میرے موافق ہو تمام روئے زمین لشکر مخالف ہو تو کچھ فکر نہیں
ترک درویش مگیر ار نبود سیم و زرش درویش کو ترک مت کر اگرچہ اس کے پاس چاندی سونا نہ ہو	۶	در غمش سیم شمار اشک و رخش را زر گیر اس کے غم میں آنسوؤں کو چاندی اور اس کے چہرہ کو سونا سمجھ
میل رفتن مکن ای دوست دمی با ما باش اے دوست جانے کا قصد نہ کر اور کچھ عرصہ میرے پاس بیٹھ	۷	بر لب جوی طرب جوی و بکف ساغر گیر نہر کے کنارے خوشی تلاش کر اور ساغر ہاتھ میں لے
رفته گیر از برم و ز آتش و آب دل و چشم فرض کر کہ تو آگ میری پہلو سے اور پانی دل اور آنکھ سے جاتا رہا	۸	گونه ام زرد و لبم خشک و دو چشمم تر گیر اس پر بھی میں زرد ہوں اور لب خشک اور آنکھیں تر ہیں
صوفی برکش ز سر و باده صافی درکش سر سے کمبل اتار اور صاف شراب پی	۹	سیم در باز و بزر سیمبری در بر گیر چاندی صرف کر اور سیمبر کو بغل میں دبا

۱۰

حافظ آراسته کن بزم و بگو واعظ را
اے حافظ محفل آراستہ کر اور واعظ کو کہو
که ببین مجلسم و ترک سر منبر گیر
کہ ہماری مجلس کو دیکھ اور منبر کو ترک کر

روی بنما و وجود خودم از یاد ببر اپنا چہرہ دکھلا اور میری خودی کو بھلا دے	۱	خرمن سوختگان را همه گو باد ببر جلے ہوؤں کے خرمن کو برباد کر دے
ما چو دادیم دل و دیده بطوفان بلا جب کہ ہم نے دل اور آنکھ طوفان بلا کی نذر کی	۲	گو بیا سیل غم و خانه ز بنیاد ببر اب سیلاب غم آئے اور گھر کی بنیاد اکھاڑ دے

۳ زلف چون عنبر خامش کہ ببوید ہیہات
زلف عنبر خاموش کی طرح ہے کون اس کی خوشبو سونگھ سکتا ہے
ای دل خام طمع این سخن از یاد ببر
اے خام طمع دل اس بات کا ذکر تک نہ کر

۴ سینہ گو شعلۂ آتشکدۂ پارس بکش
سینہ کو کہو کہ ایران کے آتشکدہ کی آگ بجھا دے
دیدہ گو آب رخ دجلۂ بغداد ببر
آنکھ کو کہو کہ بغداد کے دجلہ کی آبرو کھو دے

۵ سعی نا کردہ درین راہ بجائی نرسی
جب تک کوشش نہیں کرے گا منزل مقصود پر نہیں پہونچیگا
مزد اگر می طلبی طاعت استاد ببر
اگر اجر چاہتا ہے استاد کی خدمت کر

۶ دوش میگفت بمژگان درازت بکشم
کل کہتا تھا کہ لمبی لمبی پلکوں سے تجھ کو قتل کر دونگا
یارب از خاطرش اندیشۂ بیداد ببر
اے خدا اس کے دل سے ظلم کا خیال ہی محو کر دے

۷ روز مرگم نفسے وعدۂ دیدار بدہ
میرے مرنے کے دن ایک دم کے لئے دیدار کا وعدہ کر
وانگہم تا بلحد فارغ و آزاد ببر
اس کے بعد لحد تک بے تکلف لے جاؤ

۸ دولت پیر مغاں باد کہ باقی سہل است
پیر مغاں کی دولت ہمیشہ رہے باقی چیزیں
دیگری گو برو و نام من از یاد ببر
اگر نہ ہوں تو نہ سہی میرا نام بھی بھول جائیں تو پرواہ نہیں

۹ بعد ازین چہرۂ زرد من و خاک در دوست
اس کے بعد میرا زرد چہرہ اور دوست کے دروازہ کی خاک
بادہ پیش آر و یکجا غمم از یاد ببر
شراب سامنے لا اور ایک دفعہ غم کو میرے دل سے بھلا دے

۱۰ حافظ اندیشہ کن از نازکی خاطر یار
اے حافظ یار کے نازک خاطر کا فکر کر
برو از درگہش این نالہ و فریاد ببر
اُس کے درگاہ سے یہ نالہ و فریاد دُور لے جا

شرح۔ ۵۔ لیس للانسان الا ما سعیٰ۔ خواجہ حافظ رح اور دیگر محققین پر اہل دنیا ہمیشہ یہ طعن کرتے ہیں کہ یہ لوگ مسلہ جد و جہد ہستی سے واقف نہیں اور اس لئے اسکے خلاف تعلیم دیتے ہیں، حالانکہ یہ الزام بہتان عظیم ہے، محققین ہمیشہ بلند آواز سے کہتے رہے ہیں کہ "سعی نا کردہ درین راہ بجائی نرسی"، خواجہ رح بھی ارشاد فرماتے ہیں کہ سعی بیہودہ بھی فضول ہے اگر منزل مقصود پر پہونچنا چاہتے ہو تو کسی ایسے شخص کو رہنما بناؤ جو " ز راہ و رسم منزلہا"، سے واقف ہو۔
یا بنہ خود کہ مقصد گم کنی، یا منہ پا اندریں رہ بے دلیل

قانون قدرت بہرحال یکساں ہے اگر دنیا کی ہوس ہے، یا آخرت کی تمنا ہے یا کچھ اور طلب کرتے ہو، تو ضرور ہے کہ مطلوب کی بھی سعی کرو، ورنہ منزل مقصود پر پہونچنا ناممکن ہے۔ یہ ہرگز خیال نہیں کرنا چاہیے کہ "قناعت" اور "سعی" دو متضاد اصطلاحیں ہیں، خود قناعت بھی محنت شاقہ اور ریاضت حاقہ سے حاصل ہوتی ہے غرض یہیں لازم نہیں کہ کوئی چیز بغیر سعی حاصل ہو سکتی ہے، در اقبول خواجہ م

اے دل جناب عشق بلند است ہمتی ، نیک شنو حدیث و تو ایں قصہ گوش دار

مقصد جتنا بلند ہوگا اتنی ہی بلند ہمتی درکار ہے چونکہ خواجہ رحمۃ اللہ ... کے ہم خیال محققین کا مطلوب دنیا اور آخرت سے ... ہے اس لئے ان کی سعی اور ہمت کی بلندی کا اندازہ مطلوب کی بلندی ... ہو سکتا ہے، ہاں اس میں کچھ شک نہیں ... ایک وقت میں ہم خدا خواہی و ہم دنیا دوں، ایں خیال است و محال است و جنوں، دنیا، آخرت دونوں ... سے ... مطلب ہے تو کم از کم دنیا کو چھوڑنا پڑے گا ... سے مرد خدا سے غافل ہوتا ہے۔

چیست دنیا از خدا غافل شدن ، نے قماش و نقرہ و فرزند و زن

ساقیا مایۂ شباب بیار اے ساقی جوانی کے سامان مہیا کر	١	یک دو ساغر شراب ناب بیار ایک دو پیالے خالص شراب کے لا
دارو درد عشق یعنی مے درد عشق کا علاج یعنی شراب	٢	کوست درمان شیخ و شاب بیار جو کہ جوان اور بوڑھے کا علاج ہے، لا
آفتاب ست و ماہ بادہ و جام شراب اور پیالہ سورج اور چاند ہیں	٣	درمیان مہ آفتاب بیار چاند میں سورج ڈال کر لا
غم دوراں مخور کہ رفت و نرفت دنیا کا غم نہ کھا کہ نفع ہوا کہ نہ ہوا	٤	نغمۂ بربط و رباب بیار ستار اور رباب کی شیریں سنا
می کند عقل سرکشی تمام عقل بالکل سرکشی کرتی ہے	٥	گردنش را ز می طناب بیار اس کی گردن میں شراب کی طناب دے
بزن ایں آتش مرا آبی میری آگ کو پانی سے بجھا	٦	یعنی آں آتش چو آب بیار یعنی وہ آگ جو پانی کی طرح ہو لا
گل اگر رفت گو بشادی رو اگر گل گیا ہے تو کہو خوشی خوشی جائے	٧	بادۂ ناب چوں گلاب بیار خالص شراب گلاب کی طرح لا

۸
غلغل قمری ار نماند روا ست
قمری کی کو کو اگر نہ ہو تو جائز ہے
قلقل شیشۂ شراب بیار
کہ شراب کے شیشہ کی قلقل ہو

۹
یا صواب ست یا خطا خوردن
شراب پینا یا تو درست ہے یا گناہ
گر خطا ہست و گر صواب بیار
خواہ گناہ ہو خواہ درست ہو لے آ

۱۰
وصل او جز بخواب نتواں دید
اس کا وصل بغیر خواب کے نہیں دیکھا جا سکتا
دارو ئی کو ست اصل خواب بیار
ایسا دارو جو خواب آور ہو لا

۱۱
گرچہ مستم سہ چار جام دگر
اگر مست ہوں تین چار اور پیالے
تا بکلی شوم خراب بیار
لا تاکہ بالکل بدمست ہو جاؤں

۱۲
یک دو رطل گران بہ حافظ دہ
ایک دو پیالے بھر کر حافظ کو دے
گر گناہ است و گر ثواب بیار
خواہ گناہ ہے خواہ ثواب ہے لے آ

شرح ۱۰ "خواب" سے مراد "بیخودی" ہے یعنی جب تک ہم "خودی" کے حجاب میں ہیں وہ ہم سے مستور رہے، اور ناممکن ہے کہ باوجود "خودی" ہم واصل حق ہوں، "خودی کفر ست و ترک کفر کن زود"، خودی یعنی ہستی موہومہ ہی کفر ہے اور اس لئے کافر یعنی مبتلائے ہستی موہومہ یا خودی "حق" کا انکار کرتا ہے۔ خواجہ رح فرماتے ہیں کہ اس کفر یعنی خودی کو نیست و نابود کرنے کا علاج صرف "عشق" ہے جو ہم کو "بیخود" بناتا ہے۔

۱
شب قدر ست و طی شد نامۂ ہجر
شب قدر ہے اور ہجر کا زمانہ ختم ہوا
سلام ہی حتی مطلع الفجر
طلوع صبح تک سب امان ہے

۲
دلا در عاشقی ثابت قدم باش
اے دل عاشقی میں ثابت قدم رہ
کہ در ایں رہ نباشد کار بے اجر
کہ اس راستہ میں کوئی کام بغیر اجر کے نہیں

۳
من از رندی نخواہم کرد توبہ
میں رندی سے توبہ نہیں کرونگا
و لو آذیتنی بالھجر والحجر
اگرچہ تو مجھے جدائی اور پتھروں سے مارے

۴
دلم رفت و ندیدم روی دلدار
میرا دل چلا گیا لیکن دلدار کا چہرہ نہیں دیکھا
فغان از ایں تطاول آہ ازیں زجر
اس سرکشی کے ہاتھ سے فغاں ہے اور اس سختی سے آہ بغیرہ

برآی صبح روشن دل خدا را ۵ اور روشن دل صبح خدا کے لئے نکل آ	که بس تاریک می بینم شب ہجر کہ ہجر کی رات کو سخت تاریک دیکھ رہا ہوں

وفا خواہی جفا کش باش حافظ

اے حافظ تو وفا کا خواہاں ہے جفا برداشت کر

فان الربح والخسران فی التجر

بیشک تجارت میں نفع اور نقصان دونوں ہیں

حل ہے ا۔ شب قدر الخ اس مطلع میں "سورۃ لیلۃ القدر" سے اقتباس کیا گیا ہے خواجہ ایسی رات کو جو شب وصل ہو لیلۃ القدر سے تعبیر کرتے ہیں۔ ایک مقام پر کہتے ہیں کہ

آن شب قدر کہ گویند اہل خلوت امشب است ۞ یارب این تاثیر دولت از کدامی کوکب است

دوسرے مقام پر ارشاد فرماتے ہیں کہ

چہ مبارک سحرے بود و چہ فرخندہ شبے ۞ آن شب قدر کہ این تازہ براتم دادند

ایک اور جگہ اسی طرح کہتے ہیں کہ

برات لیلۃ القدر سے رستم ۞ رسید از طالع بیدار امشب

"لیلۃ القدر" وہ وقت ہے جب فنا کے بعد بقا حاصل ہوتی ہے اور یہ وقت ہزار ماہ سے بہتر ہے، تمام عمر اس وقت کے انتظار میں ہو جب تمام مقصود حاصل اور ثمر ملتا ہے، یہ مقام وحدت ہے جب کثرت محجوب ہوتی ہے جس طرح رات کے پردہ میں ہر ایک شے پوشیدہ ہوتی ہے۔ یہ ایک مقام ہے جو عالم "ملکوت" اور عالم "امر" سے عروج اور نزول کے بعد حاصل ہوتا ہے، اس مقام میں سالک پر مرتبہ الوہیت اور اس کے احکام و آثار منکشف ہوتے ہیں، اور اس کے قلب میں عالم ملکوت اور امر کا عکس پڑتا ہے۔ یا اس طرح کہو کہ عالم ملکوت اور امر کے انوار سالک کے قلب سلیم پر نازل ہوتے ہیں

۲۔ اجر کی تصدیق بغیر کار" یعنی کام یا محنت یا سعی کے تصور کے نہیں ہو سکتی، مطلوب خواہ کوئی ہو ہمیشہ غائب ہوتا ہے اگر حاضر ہو تو مطلوب نہ ہوگا، طالب کی کوشش یہی ہوتی ہے کہ مطلوب کی طلب میں لگا رہتا ہے، بعض کوتاہ فہم یہ سمجھتے ہیں کہ مطلوب کا ہاتھ آنا ناممکن ہے اس لئے اس کی طلب میں سعی بیفائدہ ہے خواجہ رح فرماتے ہیں کہ بیفائدہ نہیں، کام کی اجرت کچھ نہ کچھ مل ہی جاتی ہے، ہاں استقلال جو انتہا درجہ کی سعی کا نام ہے شرط ہے۔

۳۔ بیشک "سعی" دردسر تو پیدا کرتا ہے مگر اس کے بغیر مطلوب ہاتھ نہیں آتا، یہ قانون قدرت ہے کہ رنج کے بغیر راحت نہیں، اور نقصان کے بغیر نفع نہیں اور سچ تو یہ ہے کہ اس عالم اعتبار میں دونوں لازم و ملزوم ہیں اور ہماری رائے میں تو رنج و غم کے بغیر لطف زندگی ہی نہیں، لیکن محققین کا مذہب یہ ہے کہ

ز رنج و راحت گیتی ۞ مرنجان دل کہ آئین جہان گاہے چنین گاہے چنان شد

دونوں اعتباری نام ہیں اور در اصل دونوں ہیچ ہیں، ای ہیچ در فکر، پیچ پیچ،

یہ امر اچھی طرح دل نشین کرنا چاہئے کہ خواجہ رح سیر سلوک میں رہنمائی کرتے ہیں، اس لئے جو کچھ ہر ایک مرحلہ پر پیش آتا ہے اس کو واضح بیان فرماتے ہیں، ابتداء میں مطلوب کے لئے رنج و غم اور محنت و مشقت ضرور ہے۔ اس کے بعد جب مطلوب ہاتھ لگے تو راحت ہے، اور آخری منزل یہ ہے کہ نہ طالب ہے نہ مطلوب اور نہ طلب ہے ۵

١
صبا ز منزل جانان گذر دریغ مدار
اے صبا معشوق کے مکان پر جانے سے دریغ نہ کر
و ز وی بعاشق مسکین خبر دریغ مدار
اور اس کی خبر عاشق مسکین کو پہونچانے سے دریغ نہ کر

٢
بشکر آنکہ شگفتی بکام دل ای گل
اے گل اس شکریہ میں کہ خاطر خواہ کھلا ہوا ہے
نسیم وصل ز مرغ سحر دریغ مدار
مرغ سحر سے واصل کی ہوا کا دریغ نہ کر

٣
مراد ما ہمہ موقوف یک کرشمہ تست
میری مراد صرف تیرے ایک کرشمہ پر موقوف ہے
ز دوستان قدیم این قدر دریغ مدار
پرانے دوستوں سے اس قدر دریغ نہ کر

٤
حریف بزم تو بودم چو ماہ نو بودی
میں بھی تیری بزم میں شریک تھا جب تو ہلال تھا
کنون کہ ماہ تمامی نظر دریغ مدار
اب تو ماہ کامل ہے اسطرف نظر کرنے سے دریغ نہ کر

٥
جہان و ہرچہ درو ہست سہل و مختصر ست
جہان اور جو کچھ اس میں ہے سہل اور مختصر ہے
ز اہل معرفت این مختصر دریغ مدار
اہل معرفت سے یہ مختصر سی شے دریغ نہ رکھ

٦
مکارم تو بآفاق می برد شاعر
تیری خوبیوں کو شاعر دنیا میں بیان کرتا ہے
ازو وظیفہ و زاد سفر دریغ مدار
اس سے وظیفہ اور زاد سفر دریغ نہ رکھ

٧
چو ذکر خیر طلب میکنی سخن این ست
جب تو ذکر خیر کی طلب کرتا ہے تو بات یہ ہے
کہ در بہائی سخن سیم و زر دریغ مدار
کہ سخن کی قیمت کے عوض چاندی اور سونے سے دریغ نہ کر

٨
کنون کہ چشمۂ نوش ست لعل شیرینت
اب جبکہ تیرا لب شیریں تریاق کا چشمہ ہے
سخن بگوئی و ز طوطی شکر دریغ مدار
کچھ بات کر اور طوطی سے شکر دریغ نہ رکھ

٩
غبار غم برود حال بہ شود حافظ
غم کا غبار جاتا رہے گا، اے حافظ حال بہتر ہو جائیگا
تو آب دیدہ ازین رہگذر دریغ مدار
تو اس رہگذر سے آنکھوں کا پانی دریغ نہ رکھ

شارح ٤ - "ماہ نو" سے مراد "نور اول" یعنی نور محمدی ہے اور "ماہ تمام" سے بھی یہی نور مراد ہے جیسا کہ اب یعنی کمال پر ہے، ابتدا میں بھی نور پیدا کیا گیا، پھر اسی نور سے تمام اشیا پیدا ہوئیں، اور کثرت کا یہ حال ہے کہ انتہا ہی نہیں، اگرچہ مخلوق جس کا اب ظہور ہوا ہے اس وقت تک ان معنوں میں موجود نہ تھی کہ اسکا ظہور نہ ہوا تھا، لیکن بالقوہ موجود تھی جیسا کہ

وا ہیں برگ و بادہ وغیرہ موجود ہوتے ہیں، اسی لئے خواجہ حافظ رح فرماتے ہیں کہ ہم اسوقت جب تو ماہ نو، تھا تیرے ہمنشین تھے اور اب جبکہ ماہ کامل ہوگیا ہے نظر عنایت ادہر بھی رہے ؛

۱
عید است و موسم گل و یاران در انتظار
عید ہے ... بہار کا موسم ہے، اور یار منتظر ہیں
ساقی بروی شاہ ببین ماہ و می بیار
اے ساقی بادشاہ کے چہرہ پر چاند دیکھ اور شراب لا

۲
دل برگرفتہ بودم از ایام گل ولے
بہار کے دنوں سے دل برداشتہ ہو رہا تھا مگر
کاری بکرد ہمت پاکان روزہ دار
زمانہ بھر کے پاکبازوں کی ہمت سے بھی کچھ کام نہ بنا

۳
گر فوت شد سحور چہ نقصان صبوح ہست
اگر سحری فوت ہوئی تو کیا نقصان ہوا صبح کی شراب تو موجود ہے
از می کنند روزہ کشا طالبان یار
یار کے طالب شراب سے روزہ افطار کرتے ہیں

۴
جز نقد جان بدست ندارم شراب کو
نقد جان کے سوا کچھ اور چیز ہاتھ میں نہیں شراب کہاں ہے
کان نیز بر کرشمہ ساقی کنم نثار
اس کو بھی ساقی کے کرشمہ پر نثار کرتا ہوں

۵
خوش دولتیست خرم و خوش خسرو کریم
کیا اچھی دولت ہے اور کیا اچھا بخشش والا بادشاہ ہے
یارب ز چشم زخم زمانش نگاہ دار
اے خدا اس کو زمانہ کی نظر بد سے دور رکھیے

۶
می خور بشعر بندہ کہ زیبے دگر دہد
بندے کے شعر کے ساتھ شراب پی کہ اس سے اور زیبائش ہوجائے گی
جام مرصع تو بدین در شاہوار
تیرے مرصع جام کی اس در شاہوار کے ساتھ

۷
دل در جہان مبند و بمستی سوال کن
دنیا میں دل نہ لگا اور کسی مست سے پوچھ
از فیض جام و قصہ جمشید کامگار
کہ جام کا کیا فیض ہے اور کامیاب جمشید کا کیا قصہ ہے

۸
ای دل جناب عشق بلند است ہمتی
اے دل عشق کی جناب بہت بلند ہے ہمت کر
نیکو شنو حدیث و تو این قصہ گوشدار
یہ بات اچھی طرح سن لے اور اس قصہ کو یاد رکھ

۹
زانجا کہ پردہ پوشی لطف عمیم تست
جس جگہ کہ پردہ پوشی تیرا عام لطف ہے
بر نقد ما بپوش کہ قلبی ست کم عیار
میری نقدی پردہ ڈال کہ اس میں کھوٹ بھی کھوٹ ہے

۱۰
ترسم کہ روز حشر عنان بر عنان رود
مجھے ڈر ہے کہ قیامت میں ہم عنان ہو کر جائے گا
تسبیح شیخ و خرقۂ رند شراب خوار
شیخ کی تسبیح اور رند شرابی کا خرقہ

۱۱

حافظ چو رفت روزه و گل نیز میرود
اے حافظ جب روزہ گیا تو گل بھی جائے گا
ناچار باده نوش که از دست رفت کار
ناچار شراب پی کہ کام ہاتھ سے جاتا ہے،

شرح ۱۱ - "روزہ،، سے مراد طالبان حق کی دنیاوی زندگی ہے، اور "افطار،، کا وقت وہ ہے جب لقائے الٰہی سے یہ "ہجر،، اور فرقت کے درد وغم ومحبت کا خاتمہ ہوگا، خواجہ رح اس شعر میں طالبان آخرت اور طالبان حق کا تذکرہ کرتے ہیں کہ طالبان حق نے "صبح ازل،، میں شراب عشق پی لی اور اس دنیا میں جو دار المحن ہے اور عاشقوں کے لئے بوجہ "متعین،، روز ہجر ہے آئے، جب حجاب ہستی موہوم چاک ہوگا اُس وقت یہ روزہ انطار کریں گے۔ ہاں چونکہ طالبان حق طلب آخرت نہیں کرتے اس لئے "سحور،، کو فوت کرچکے ہیں اور یہ طالبان آخرت کا حصہ ہے کہ "سحور،، کھاکر دن بھر بھوکے پیاسے اس اُمید پر رہتے ہیں کہ شب کی نعمتوں سے پیٹ بھریں گے، طالبان حق کو چونکہ اسکی طلب نہیں، اس لئے یہ سمجھنا چاہئے کہ ان کا روزہ زاہدون کا سا روزہ نہیں جو بھوکے پیاسے رہکر ترک دنیا کرتے ہیں، بلکہ ان کا روزہ ترک دنیا اور ترک آخرت دونوں ہیں،

ای دل جناب عشق بلند است ہمتی ؛ نیکو شنو حدیث و تو این قصہ گوش دار

۱۰۔ اس شعر کی خوبی لفظوں میں بیان نہیں ہوسکتی، مطلب تو یہی ہے کہ شیخ صاحب کی تسبیح بھی بروز حشر اُسی شمار میں ہوگی جس حساب میں خرقہ شراب آلودہ ہوگا۔ مگر نہ معلوم اس لئے کہ شیخ صاحب نے بوجہ تسبیح جو زہد وتقوے کا نشان ہے رند شراب خوار کو برا سمجھنا اور خود بینی و بدبینی کو اپنے نامہ اعمال میں عجب وتکبر کے ساتھ لکھوا لیا یا اس لئے کہ "مستحق کرامت گنہگارانند،، رند جسکو اپنے گناہ کا اعتراف ہے اور اس لئے شرمسار ہے شیخ صاحب کیسا تھ بھی بخشا جائے گا یا کسی اور وجہ سے دونوں بروز حشر برابر ہونگے۔ میری رائے میں یہ شعر نہایت لطیف ہی، اور خواجہ رح اس حقیقت کی طرف اشارہ کررہے ہیں جو تسبیح اور خرقہ کی ہے، یعنی دونوں کی ایک ہی حقیقت ہے وہی ایک رشتہ ہے جو تسبیح میں ہے اور وہی ایک تار ہے جو خرقہ کی صورت میں قطع ہوئی ہے، چونکہ حشر حقیقت پر ہوگا نہ کہ مجاز پر اس لئے دونوں یکساں ہیں یعنی حقیقت میں تسبیح وخرقہ میں کوئی امتیاز نہیں، امتیاز عالم صورت میں ہے جب صورت معدوم ہوگئی تو امتیاز کیسا۔

۱

عاشق یارم مرا با کفر و با ایمان چہ کار
میں یار کا عاشق ہوں مجھے کفر اور ایمان سے کیا کام ہے
تشنۂ دردم مرا با وصل و با ہجران چہ کار
میں درد کا پیاسا ہوں مجھے وصل اور ہجر سے کیا کام ہے

۲

از لب جانان نمی یابم نشان زندگی
جاناں کے لب سے مجھے زندگی کا نشان نہیں ملتا
پس مرا ای جان من با جان و با جانان چہ کار
پس اے جان من مجھے جان اور جاناں سے کیا کام

۳

کشتۂ عشقم مرا از شحنۂ دوران چہ غم
میں عشق کا کشتہ ہوں مجھے کوتوال زمانہ کا کیا غم
مفلس عورم مرا با زمرہ دیوان چہ کار
میں ننگا مفلس ہوں مجھے دیوان کے زمرہ سے کیا کام

۴ قبلہ و محراب من ابروی دلدار است و بس
میرا قبلہ و محراب دلدار کا ابرو ہے اور بس
این دل شوریدہ را با این چہ با آن چہ کار
اس شوریدہ دل کو اس سے اور اس سے کیا کام

۵ چونکہ اندر ہر دو عالم یار می باید مرا
چونکہ دونوں جہانوں میں میں یار کا خواہاں ہوں
با بہشت و دوزخ و با حور و با غلمان چہ کار
مجھے بہشت اور دوزخ اور حور اور غلمان سے کیا کام

۶ ہر کہ از خود رست و مجرد در طریق عاشقی
جو کوئی عاشقی کے طریقہ میں اپنے آپ سے مجرد رہے
از غم و درویشی چہ آگاہی و با دربان چہ کار
اس کو غم اور درویشی سے کیا واقفیت اور دربان سے کیا کام

۷ صورت مردان چہ خواہی سیرت مردان گزین
مردوں کی صورت کیا چاہتا ہے مردوں کی سیرت اختیار کر
مرد عاشق پیشہ را با صورت ایوان چہ کار
عاشق پیشہ مرد کو ایوان کی صورت سے کیا کام

۸ حافظا گر عاشق و مستی دگر رو باز گوی
اے حافظ اگر تو عاشق اور مست ہے پھر جا کر کہہ
عاشق یارم مرا با کفر و با ایمان چہ کار
عاشق یار کا ہوں مجھے کفر اور ایمان سے کیا کام ہے

شرح ۱۔ یہ شعر نہایت لطیف ہے اور خواجہ نے اس غزل کے مطلع اور مقطع کو اس سے آراستہ کیا ہے۔ عاشقان حق ہر ایک زمانہ میں یہی کہتے چلے آئے ہیں، خواجہ عطار فرماتے ہیں کہ

کفر کافر را و دین دیندار را ؎ ذرہ دردے دل عطار را

کفر اور ایمان دو اعتباری اور امتیازی نام ہیں جو دراصل ایک ہی حقیقت کی دو مختلف صورتیں ہیں، طالبان حق اس حقیقت کی طلب کرتے ہیں جو عشق کے سوا معلوم نہیں ہو سکتی یعنی تمام تعلقات کو قطع کر کے اور تمام امتیازات اور اعتبارات کو فنا کرنے کے بعد اس حقیقت کا انکشاف ہوتا ہے،

اس شعر کا مطلب یہ ہے کہ کافر طالب دنیا ہے اور ایماندار طالب آخرت ہے اور عاشق طالب حق ہے۔

۳۔ شحنہ ۔۔ سے مراد عقل یا شیطان ہے اور نفس کے معنی خیر۔

۴۔ مصرعہ کے یہ معنی ہیں کہ قبلہ و محراب پر نظر نہ رہے بلکہ دلدار پر ہو یہ نماز ہی کیا ہے کہ جس کے پیش نظر قبلہ و محراب ہو،

جلوہ بر من مفروش اے ملک الحاج کہ تو ؎ خانہ می بینی و من خانہ خدا می بینم

۵۔ ملاحظہ ہو شرح شعر

گر فوت شد سحور چہ نقصان صبوح ہست ؎ از می کنند روزہ کشان طالبان یار

۶۔ اس شعر میں تجرید کی صحیح تعریف کی گئی ہے۔

۷۔ صورت پر نہ جانا چاہیے بلکہ حقیقت کی طرف رجوع کرنی چاہیے، عشق کا تقاضا یہ ہے کہ حقیقت کا علم ہو۔
اس غزل میں خواجہ نے "تجرید" کے معانی کو خوب روشن کیا ہے۔ کفر و ایمان

بہشت اور دوزخ وحور وغلمان غرض ہر ایک شے در دو درماں و ایں و آں سے بے تعلقی ظاہر کی ہے۔
تجرید وہ مقام ہے جہاں آیہ
منکشف ہوتی ہے اور یہ مقام خاصان بارگاہ الٰہی کا حصہ ہے، تمنا ہے کہ ہمیں ان کی حاشیہ نشینی نصیب ہو۔

۱
گر بود عمر بمیخانہ روم بار دگر
اگر گذری ہوئی عمر پھر آئے پھر شراب خانہ میں جاؤں
بجز از خدمت رندان نکنم کار دگر
رندوں کی خدمت کے بغیر کوئی اور کام نہ کروں

۲
خرم آں روز کہ با دیدۂ گریاں بروم
وہ دن کیا اچھا ہے کہ روتا ہوا جاؤں
تا زنم آب در میکدہ یک بار دگر
تاکہ شراب خانہ کے دروازہ پر پھر چھڑکاؤ کروں

۳
معرفت نیست دریں قوم خدایا مددے
اس قوم میں معرفت نہیں اے خدا مدد کر
تا برم گوہر خود بخریدار دگر
تاکہ اپنا گوہر کسی اور خریدار کے پاس لے جاؤں

۴
عافیت می طلبد خاطرم ار بگذارند
میرا دل آرام طلب کرتا ہے۔ اگر اجازت دیں
غمزۂ شوخش و آں طرۂ طرار دگر
اس کا شوخ غمزہ اور طرہ طرار

۵
گر مساعد شودم دائرہ چرخ کبود
اگر میرا مددگار نیلے آسمان کا دائرہ ہو
ہم بچرخ آورمش باز بپرگار دگر
تو اس کو پھر پرکار میں چکر دیکر لاؤں

۶
راز سربستۂ ما بیں کہ بدستان گفتند
میرا پوشیدہ راز دیکھ کہ سرودوں میں
ہر زماں با دف و نے بر سر بازار دگر
دف اور بانسری کے ساتھ سر بازار کہا

۷
یار اگر رفت و حق صحبت دیریں نشناخت
اگر یار چلا گیا اور پرانی صحبت کا حق نہ پہچانا
حاش للہ کہ روم من ز پئے یار دگر
خدا نہ کرے کہ میں کسی اور یار کے پیچھے جاؤں

۸
ہر دم از درد بنالم کہ فلک ہر ساعت
ہر دم میں درد سے فریاد کرتا ہوں کہ فلک ہر گھڑی
کندم قصد دل زار بآزار دگر
میرے دل زار کا قصد نت نئے آزار کے ساتھ کرتا ہے

۹
بازگویم نہ دریں واقعہ حافظ تنہاست
میں پھر کہتا ہوں کہ اس معاملہ میں حافظ ہی اکیلا نہیں ہے
غرقہ گشتند دریں بادیہ بسیار دگر
کئی ایک اس بادیہ میں غرق ہوگئے ہیں

۱
نصیحتے کنمت بشنو و بہانہ مگیر
تجھے نصیحت کرتا ہوں سن اور بہانے نہ کر
ہر آنچہ ناصح مشفق بگویدت بپذیر
جو کچھ ناصح مشفق کہے اس کو قبول کر

۲
ز وصل روئے جوانان تمتعے بردار
جوانوں کے چہروں کے وصل سے فائدہ اٹھا
کہ در کمینگہ عمر ست مکر عالم پیر
کہ عمر کی گھات میں بوڑھے جہان کا مکر لگا ہوا ہے

۳
نعیم ہر دو جہان پیش عاشقان بجوے
دونوں جہان کی نعمتیں عاشقوں کے پاس تلاش نہ کر
کہ این متاع قلیل ست و آن بہائی حقیر
کہ یہ تھوڑا سرمایہ ہے اور وہ ناچیز چیز ہے

۴
معاشری خوش و رودی بساز میخواہم
اچھا دوست اور سریلا ساز ہونا چاہئے
کہ درد خویش بگویم بنالۂ بم و زیر
کہ اپنے درد کا اظہار سر دل میں ظاہر کر دوں

۵
بران سرم کہ ننوشم مے و گنہ نکنم
میرا یہ ارادہ ہے کہ نہ تو شراب پیوں اور نہ گناہ کروں
اگر موافق تدبیر من شود تقدیر
بشرطیکہ میری تدبیر کے موافق تقدیر ہو

۶
دل رمیدہ ما را کہ پیش میگیرد
ایک میرا آوارہ دل ہے کہ مجھے لئے پھرتا ہے
خبر دہید بہ مجنون بستہ در زنجیر
اس بات کی خبر مجنون کو کر دو جو زنجیر میں جکڑا ہوا ہے

۷
چو قسمت ازلی بے حضور ما کردند
جبکہ ازل میں قسمت میری موجودگی کے بغیر مقرر کی گئی ہے
گر اندکی نہ بوفق رضاست خردہ مگیر
اگر کچھ رضا کے مطابق نہ ہو تو برائی نہ کر

۸
بعزم توبہ نہادم قدح ز کف صد بار
توبہ کے ارادہ سے سو دفعہ ہاتھ سے پیالہ رکھا
ولی کرشمۂ ساقی نمیکند تقصیر
مگر ساقی کا کرشمہ توبہ توڑنے میں تقصیر نہیں کرتا

۹
چو لالہ در قدحم ریز ساقیا می ناب
اے ساقی لالہ کی طرح میرے پیالہ میں خالص شراب ڈال
کہ نقش خال نگارم نمی رود ز ضمیر
کہ معشوق کے خال کا نقش میرے دل سے محو نہیں ہوتا

۱۰
می دو سالہ و محبوب چاردہ سالہ
دو سال کی شراب اور چودہ برس کا معشوق
ہمیں بس ست مرا صحبت صغیر و کبیر
مجھے اسی چھوٹے بڑے کی صحبت بس ہے

۱۱
نگفتمت کہ حذر کن ز زلف او ای دل
میں نے نہ کہا تھا کہ اے دل اس کی زلف سے ڈر کر رہنا
کہ میکشند در آن حلقہ باد در زنجیر
کہ اس حلقہ میں ہوا کو جکڑتے ہیں

بیا ساغر یاقوت و فیض دُرِ خوشاب یاقوت کا ساغر اور آبدار موتی کا فیض لا	۱۲	حسود گو کرمِ آصفی ببیں و بمیر حاسد کو کہو کہ آصف (وزیر) کی مہربانی دیکھ اور غم و غصہ میں [مر]
بنوش بادہ و عزمِ وصالِ جاناں کن شراب پی اور جاناں کے دیدار کا ارادہ کر	۱۳	سخن بشنو کہ زنندت ز بامِ عرش صفیر یہ آواز جو بامِ عرش سے آرہی ہے سن
حدیثِ توبہ دریں بزمگہ مگو واعظ اس محفل میں اے واعظ توبہ کا ذکر نہ کر	۱۴	کہ ساقیانِ کماں ابروت زنند بہ تیر کہ کمان ابرو ساقی تجھے تیر سے ماریں گے

۱۵

چہ جائی گفتۂ خواجو و شعرِ سلمان ست
خواجو کے کلام اور سلمان کے شعر کا تو کیا مذکور
کہ شعرِ حافظِ شیراز بہ ز شعرِ ظہیر
حافظ شیراز کے شعر ظہیر کے شعر سے بھی بہتر ہیں

شارح ۳ - ملاحظہ ہو شرح شعر

گر فوت شد سحور چہ نقصان صبوح ہست ؛ از مَی کنند روزہ کشا طالبانِ یار

قرآن شریف کی آیت "فما متاع الدنیا فی الآخرۃ الا قلیل" کی طرف اشارہ ہے "متاع قلیل" ہی دنیا ہے۔

۵ - ایک مقام پر فرماتے ہیں کہ "در کوئے نیک نامی ما را گذر ندادند ؛ گر تو نمی پسندی تغییر کن قضا را"

اس شعر میں اسی مضمون کو نہایت لطیف پیرایہ میں ادا کیا گیا ہے کہ اگرچہ ہمارا ارادہ تو ہے مگر تدبیر تقدیر کے آگے بیکار ہے۔ مطلب یہ ہے کہ تقدیر سے چارہ نہیں جو کچھ ہو رہا ہے مشیت ایزدی سے ہو رہا ہے، ہم مجبور ہیں، لاکھ تدبیریں کریں وہی ہوتا ہے جو منظورِ خدا ہوتا ہے۔ یہ مقام "معیت بالحق" ہے اور اس مقام میں سالک اپنے آپ کو محض مجبور پاتا ہے۔ قرآن شریف میں بھی جہاں "معیت" کا ذکر ہے وہاں "جبر" کا مفہوم ہے۔ "ان اللہ مع الصابرین"
مگر یہ جبر عین اختیار ہے جبکہ معیتِ حق حاصل ہو،

ایں معیت با حق است و جبر نیست ؛ ایں تجلی قمر است و ابر نیست (مولانا روم رح)

۶ - اس شعر کا ترجمہ اس طرح بھی ہو سکتا ہے کہ ہمارے دلِ رمیدہ کو کون لئے پھرتا ہے یعنی "کہ" بیانیہ اور استفہامیہ دونوں ترجمہ میں موزوں ہیں، مگر بیانیہ ہی صحیح معلوم ہوتا ہے مطلب یہ ہے کہ مجنوں تو ہے کہ زنجیروں میں جکڑا ہوا ہے اور حرکت نہیں کر سکتا اور ایک ہمارا دل ہے کہ ہمیں ایک جگہ بیٹھنے نہیں دیتا۔ اسکی خبر مجنوں کو کرو کہ دونوں حالتوں کا مقابلہ کر کے دیکھ لے کہ مناسب حال کونسی حالت ہے،
اور اگر استفہامیہ "کہ" ہو تو مطلب یہ ہے کہ مجنوں کو جو بستہ در زنجیر ہے پوچھو کہ ہمارے دلِ رمیدہ کو کون لئے پھرتا ہے۔ کیا اس کی خبر کچھ اسے بھی ہے۔ اسکو اسکی مطلق خبر نہیں کیونکہ وہ تو پابند زنجیر ہے،

۷ - کیا اچھی نصیحت ہے اور کیسے اچھے پیرایہ میں بیان کی گئی ہے۔ خواجہ رح بار بار اپنی کمزوریوں اور مجبوریوں کی طرف توجہ دلاتے ہیں

اور نصیحت فرماتے ہیں کہ ہر حال میں صبر و شکر کرنا چاہئے۔
اس شعر میں یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ جب روز ازل میں ہر ایک شخص کی قسمت قدر کی گئی تو اس وقت کسی شخص کا مشورہ نہیں لیا گیا۔ اگر ہم اُس وقت موجود ہوتے تو اپنی خواہشات کے موافق (اگر کوئی صورت ہوتی) تقدیر بنا لیتے لیکن ہم تو موجود نہ تھے اور جو کچھ ہوا ہماری عدم موجودگی میں ہوا اس لئے جو کچھ ظہور میں آ رہا ہے اگر کسیقدر ہماری خواہشوں کے موافق نہ ہو تو برا نہ ماننا چاہئے۔
اس شعر میں یہ نکتہ ظاہر کیا گیا ہے کہ اگر بغور دیکھا جائے تو جو کچھ ظہور میں آ رہا ہے وہ عین ہماری خواہشات کے موافق ہے اگر کہیں کہیں ناموافقت نظر آتی ہے تو ہماری کوتاہ بینی ہے۔
"خورده مگیر" کا اشارہ بندہ اور اس کی طرف دونوں صورتوں میں مناسب ہے یعنی اگر تیری رضا کے موافق ہم نہیں چلتے تو معاف فرمائیے کیونکہ قسمت میں ہمارا کچھ دخل نہ تھا۔ اور اگر ہماری رضا کے موافق تقدیر کا کام نہ ہو تو برا نہیں ماننا چاہئے۔
اس شعر میں "اندکی" ، "از خورده مگیر" قابل غور ہیں۔ واقع میں انسان ناشکر گذار ہے چنانچہ آیت ولئن اذقنا الانسان منا رحمۃ ثم نزعنھا منہ انہ لیئوس کفور ۔۔۔ تمام کام تو ہماری خواہشات کے موافق ہوئے ہیں جب ذراسی خواہش پوری نہ ہو تو ناشکری کرتا ہے۔ حالانکہ ایسی کسی خواہشات کا پورا نہ ہونا ہی ہمارے حق میں مفید ثابت ہوتا ہے۔
۸۔ "بعزم توبہ" الخ۔ یوں تو توبہ تو ہر ایک شخص کرتا ہے اور واقع میں بُرے کاموں سے تائب ہی ہونا چاہئے مگر ان لوگوں سے پوچھنا چاہئے جو کسی کے حسن پر مفتون ہیں کہ میاں تم توبہ کیوں نہیں کرتے جواب یہی ملے گا کہ کیا کریں خواہش تو ہے کہ باز رہیں مگر جلوہ حسن کے سامنے کچھ پیش نہیں جاتی۔
اسی غزل میں حسب ذیل اشعار ملاحظہ ہوں۔

(۱) بر آن سرم کہ ننوشم مے و گنہ نکنم ؛ اگر موافق تدبیر من شود تقدیر
(۲) بعزم توبہ نہادم قدح ز کف صد بار ؛ ولے کرشمۂ ساقی نمیکند تقصیر
(۳) حدیث توبہ درین بزمگہ مگو واعظ ؛ کہ ساقیان کمان ابروت زنند بہ تیر

ایک اور مقام پر فرماتے ہیں

خندۂ جام مے و زلف گرہ گیر نگار ؛ اے بسا توبہ کہ چون توبۂ حافظ بشکست

ایک اور مقام پر اسطرح ارشاد ہے

آئین تقوے ما نیز دانیم ؛ اما چہ چارہ با بخت گمراہ

شعر زیر بحث میں "ساقی" سے مراد تجلیات شہودی ہیں اور "ساقیان کمان ابرو" سے بھی مراد یہی تجلیات ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ ان تجلیات میں ایسی کشش ہے کہ خود بخود دل مائل ہو جاتا ہے ہم نے بہت چاہا کہ ان سے دل نہ لگائیں مگر بے اختیار دل ہاتھ سے جا رہا ہے۔ واعظ نصیحت تو کرتا ہے مگر اس کرشمہ کو دیکھے۔ یہ بزم تجلیات ہے جس کی نظر ان پر پڑی وہ ہماری طرح رنگ میں رنگین ہو جائے گا۔

۹۔ چو لالہ الخ
"قدح" سے مراد دل ہے اور جب دل میں "نقش خال نگار" ہو تو لالہ سے تشبیہ نہایت موزوں ہے کہ لالہ کے اندر کے اندر بھی سیاہ داغ ہوتا ہے اور اس کی صورت بھی پیالہ کے مشابہ ہے۔ قدح اور لالہ اور دل جس میں خال کا نقش یعنی تصور ہو ایک دوسرے کے مشابہ ہیں اور اسی مناسبت کے لحاظ سے خواجہ فرماتے ہیں کہ "خال" جس سے مراد نقطہ ذات ہے ہمارے دل پر ایسا نقش ہو گیا ہے کہ محو نہیں ہو سکتا شراب عشق پی کر محویت حاصل کریں یعنی اسی

ذات میں فنا ہو جائیں،

۱۰۔ مے دو سالہ الخ

اس شعر کی شرح کئی ایک بزرگوں نے مختلف کی ہے، مگر ہماری رائے میں "مے" سے مراد "فنا" ہے یعنی ایسی محویت ہے کہ دنیا و مافیہا کا ہوش نہ رہے اور "دو سالہ" سے مراد ذات وصفات ہے،

چہ خوش گفت بہلول فرخندہ فال ؛ کہ از خدا پیش بودم دو سال

من آن وقت کردم خدا را سجود ؛ کہ ذات وصفات خدا ہم نبود

"مے دوسالہ" سے مراد فنافی الصفات اور فنا فی الذات ہے، اس "مے" سے مراد شراب حقیقی ہے مجازی نہیں چنانچہ خواجہ رح خود فرماتے ہیں

ہمہ درجوش وخروش اند مستی ؛ واں مے کہ درانجاست حقیقت نہ مجاز

ایک اور مقام پر فرماتے ہیں

مستی عشق نیست درسر تو ؛ روکہ تو مست آب انگوری

"معشوق چاردہ سالہ" سے مراد کمال حسن وخوبی ہے

چاردہ سالہ چابک وشیرین دام ؛ کہ بجان حلقہ بگوش است مہ چاردہش

برس پندرہ یا کہ سولہ کا سن ؛ جوانی کی راتیں مراد وں کے دن

چودھویں رات کا چاند بھی کمال پہ ہوتا ہے اور اسی سن دسال میں حسن بھی کمال کا اظہار کرتا ہے شعر کا مطلب یہ ہے کہ ہمیں ایسی شراب دو آتشہ کی ضرورت ہے جو ذات اور صفات میں کشید ہوئی ہو اور ایسے حسن کا مشاہدہ چاہئے جو کمال پہ ہو بس ہمارے لئے یہی کافی ہے

۱۳۔ بنوش بادہ الخ

اس شعر میں آیہ "الرحمن علی العرش استوی" کی طرف اشارہ ہے، یہ ایسا مقام ہے جہاں خاصان بارگاہ رحمانی پہونچتے ہیں، شعر کا مطلب یہ ہے کہ شراب محبت پی کر مقام "عرش" تک پہونچنے کی کوشش کرو یہ ارشاد "عرش" سے ہو رہا ہے کہ ہماری محبت میں سرشار ہو کر اس مقام میں قیام کرو،

جاننا چاہئے کہ "رحمن" اسم ایک ایسے عالم کا ہے جو سرچشمہ فیض ہے، اور یہ فیض نام ہے اس کے لئے کسی قابلیت وغیرہ کی شرط نہیں ہر ایک شے اس فیض سے بہرہ ور ہو رہی ہے، یہ رحمت عام ہے سورۂ "الرحمن" کا مطالعہ کرو تو بخوبی ذہن نشین ہو جائے گا، مقربان بارگاہ الٰہی جن کا گذر اس مقام پہ ہوتا ہے مشاہدہ کرتے ہیں کہ اسی "اسم رحمن" نے تمام اشیاء کو طرح طرح کی نعمتیں عطا فرمائی ہیں، جو غیر محدود ہیں، بلکہ خود تمام اشیاء اسی اسم کے فیض سے ظہور میں آئی ہیں، اس اسم کا مقام عرش ہے جو تمام کائنات پر محیط ہے یعنی اس رحمت عام سے کوئی ذرہ بھی باہر نہیں،

۱۵۔ چہ جائے الخ

خواجہ رح کی سوانح عمری میں خواجہ رح کے کلام کا مقابلہ کیا گیا ہے۔ ملاحظہ ہو۔

یوسف گم گشتہ باز آید بکنعان غم مخور	۱	کلبۂ احزاں شود روزے گلستاں غم مخور
کھویا ہوا یوسف پھر آئے گا غم نہ کھا		یہ ماتمی گھر ایک دن گلستان بن جائے گا غم نہ کھا

۲

ای دل غمدیده حالت به شود دل بد مکن
اے غمزدہ دل کا حال بہتر ہو جائے گا دل برا نکر

وین سر شوریده باز آید بسامان غم مخور
اور اس شوریدہ سر کا سامان راحت پھر پیدا ہوگا غم نہ کھا

۳

دور گردون گر دو روزی بر مراد ما نگشت
اگر آسمان کا دور دو ایک روز ہمارے موافق نہیں ہوا

دائما یکسان نماند کار دوران غم مخور
ہمیشہ زمانہ کا حال یکساں نہیں رہتا غم نہ کھا

۴

گر بهار عمر باشد باز بر طرف چمن
اگر زندگی کی بہار پھر چمن کی جانب آئے

چتر گل بر سر کشی ای مرغ خوشخوان غم مخور
اے خوش الحان مرغ پھولوں کا چتر تیرے سر پر ہوگا غم نہ کھا

۵

هان مشو نومید چون واقف نهٔ از سر غیب
ہاں جب تو غیب کے راز سے واقف نہیں ناامید نہ ہو

باشد اندر پرده بازی‌های پنهان غم مخور
پردہ میں کئی باتیں پوشیدہ ہوتی ہیں غم نہ کھا

۶

هر که سرگردان بعالم گشت و غمخواری نیافت
جو شخص کہ دنیا میں مارا مارا پھرا اور کوئی غمخوار نہ ملا

آخر الامر او بغمخواری رسد هان غم مخور
آخر کار اس کو غمخوار مل جائے گا، ہاں غم نہ کھا

۷

در بیابان گر بشوق کعبه خواهی زد قدم
اگر بیابان میں کعبہ کے شوق میں تو چلتا ہے

سرزنشها گر کند خار مغیلان غم مخور
اگر خار مغیلاں سرزنش کریں تو غم نہ کھا

۸

حال ما در فرقت جانان و ابرام رقیب
یار کی فرقت اور رقیب کے استقلال سے جو کچھ میرا حال ہو رہا ہے

جمله میداند خدای حال گردان غم مخور
وہ حق تعالیٰ کو جو حال کو بدلنے والا ہے سب کچھ معلوم ہے

۹

ای دل ار سیل فنا بنیاد هستی بر کند
اے دل اگر فنا کا سیلاب ہستی کی بنیاد کو اکھیڑ دے

چون ترا نوح است کشتیبان ز طوفان غم مخور
جب تیرا کشتیبان نوح ہے طوفان سے غم نہ کھا

۱۰

گر چه منزل بس خطرناک است و مقصد ناپدید
اگرچہ منزل بہت خطرناک ہے اور مقصود مفقود ہے

هیچ راهی نیست کو را نیست پایان غم مخور
مگر کوئی راستہ ایسا نہیں جسکی انتہا نہ ہو غم نہ کھا

۱۱

حافظا در کنج فقر و خلوت شبهای تار
اے حافظ فقر کے گوشہ اور اندھیری راتوں کی تنہائی میں

تا بود وردت دعا و درس قرآن غم مخور
جب تک دعا کا ورد اور قرآن کا درس کرتا رہیگا غم نہ کھا

شرح ۱- یوسف گم گشتہ الخ

اس غزل میں لسان الغیب نے بیقرار دلوں کو تسلی دی ہے کہ گھبرانے کی بات نہیں ہر ایک کام کا انجام نیک ہی ہوگا اور دلائل پیش کی ہیں کہ دنیا میں حالات یکساں نہیں رہتے اور حالات بدلتے رہتے ہیں۔ اگر آج خزاں ہے تو کل بہار بھی آئیگی اگر آج غم ہے تو کل خوشی نصیب ہوگی، اگر کعبہ مقصود کی طرف قدم اٹھایا ہے تو یہ سمجھ لینا چاہئے کہ منزل مقصود پر پہونچنے سے پیشتر صحرا اور خار مغیلاں راستہ میں پڑتے ہیں۔ لیکن انکا خیال نہیں کرنا چاہئے؛ ورنہ منزل مقصود کو اور اُس آرام کو پیش نظر رکھنا چاہئے جو منزل پر ملے گا، مقطع تو آب زر سے لکھنے کے قابل ہے،

۱
ای سرو ناز حسن که خوش میروی بناز
عشاق را بناز تو هر لحظه صد نیاز
اے محبوب تیرا ناز سے چلنا کیا بھلا معلوم ہوتا ہے
تیری ناز برداری عاشق سو سو نیاز کرتے ہیں

۲
فرخنده باد طالع نازت که در ازل
ببریده اند بر قد سروت قبای ناز
(دعا ہے کہ) تیرا طالع ناز فرخند رہے کیونکہ ازل سے
ناز کی قبا تیرے بلند قامت کے لئے (قضا و قدر نے) سوز لی قطع کی ہے

۳
آن را که بوئے عنبر زلف تو آرزوست
چون عود گو بر آتش سوزان بسوز و ساز
جو شخص تیری زلفوں کی بوئے عنبر کے سونگھنے کی آرزو رکھتا ہے
اسے کہدو کہ عود کی طرح آتش سوزان پر جلا کرے

۴
از طعنۂ رقیب نگردد عیار کم
چون زر اگر برند مرا در دهان گاز
میرے اخلاص میں رقیب کے طعنہ سے کمی واقع نہ ہوگی
اگرچہ زر کی طرح مجھے مقراض سے ریزہ ریزہ کریں

۵
پروانه را ز شمع بود سوز دل ولے
بی شمع عارض تو دلم را بود گداز
پروانہ تو شمع کی موجودگی میں سوز دل حاصل کرتا ہے یعنی جلتا ہے
مگر میرا دل اُس وقت گداز ہوتا ہے جب تیرا شمع رخسار سامنے نہ ہو یعنی ہجر میں جلتا ہوں

۶
دل کز طواف کعبۂ کویت وقوف یافت
از شوق آن حریم ندارد سر حجاز
جب میرا دل تیرے کوچہ کے کعبہ کے طواف سے واقف ہوا ہے
اس حرم کے اشتیاق سے حجاز کا خیال تک نہیں ہے

۷
هر دم بخون دیده چه حاصل وضو چو نیست
بی طاق ابروی تو نماز مرا جواز
ہر دم خون رونا اور اس طرح خون سے وضو کرنا کیا فائدہ رکھتا ہے جبکہ
تیرے محراب ابرو کے بغیر میری نماز ہی جائز نہیں ہے

۸
صوفی که بی تو توبه ز می کرده بود دوش
بشکست عهد چون در میخانه دید باز
تیرے بغیر صوفی نے کل شراب سے توبہ کی تھی لیکن
توبہ توڑ دی جب میخانہ کا دروازہ کھلا دیکھا

۹
چون باده مست بر سر خم رفت کف زنان
حافظ که دوش از لب ساغر شنید راز
شراب کے مٹکے پر بدمست شرابی کی طرح تالی بجاتا ہوا
حافظ گیا جس نے کہ کل پیالہ کے منہ سے راز کی باتیں سنیں

۵۱ ...ت وجود ۱۲
۵۲ ...شہود ۱۲
۵۳ ...خشک ۱۲
۵۴ ...نتی ۱۲
۵۵ ...صلی اللہ ... وسلم ۱۲
۵۶ ...شد ۱۲
۵۷ ...نتی ۱۲

شرح ۱۔ سرونازؔ وہ ہوتا ہے جس کی سیدھی شاخیں بلند ہوتی ہیں۔
۴۔ رقیب سے مراد شیطان ہے، شیطان ہم پر طعنہ کرتا ہے کہ ہم خاکسار ہیں حالانکہ یہی خاکساری اخلاص کی شاہد ہے کہ ہم ہر وقت عبودیت کا اقرار کرتے ہیں، محبت کے پرکھنے کی کسوٹی یہی ہے کہ انسان ہر ایک قسم کی مصیبت میں صبر شکر کرے۔ ہماری خاکساری اس امر کا تقاضا کرتی ہے اور ہم شیطان کی طرح بغاوت نہیں کرتے خواہ ہمیں ٹکڑے ٹکڑے کر دیا جائے جس طرح معترض زر کو کاٹتی ہے۔
۶۔ جو فنافی الذات ہیں وہ صفات کی طرف متوجہ نہیں ہو سکتے۔ [illegible] رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ۔

جلوہ [illegible] اے [illegible] نہ تو [illegible]

۷۔ سچ تو یہ ہے کہ حضور قلب کے بغیر نماز ادا نہیں ہوتی، اور جب تک [illegible] حقیقی نماز نہیں ہوتی اور خون دل سے وضو کرنے کے بغیر کچھ فائدہ نہیں ہوتا۔
۸۔ زاہد خشک کو تو اس بات کا علم نہ تھا کہ صرف عشق سے وصل ہوتا ہے لیکن جب اسے معلوم ہوا تو فوراً زہد و ریاضت کو چھوڑ کر ادھر متوجہ ہو گیا۔

۔	
بہ راہ میکدہ عشاق راست در تگ و تاز شراب خانہ کے راستہ پر عاشقوں کی دوڑ دھوپ ہے	ہمان تگاپو کہ حجاج را براہ حجاز ایسی تگاپو [illegible] حاجیوں کو حجاز کے راستہ میں ہے
چہ گویمت کہ ز سوز درون چہ می‌بینم کیا کہوں کہ دل کے جلنے کی وجہ سے کیا دیکھتا ہوں	ز اشک پرس حکایت کہ من نیم غماز آنسوؤں سے [illegible] پوچھ کہ میں چغلخور نہیں ہوں
بہیچ ور نہ روم بعد ازین [illegible] [illegible]	[illegible] ز آتش پرستی باز [illegible] پرستی سے باز آیا ہوں
شبی چنین کہ ز بخت می‌خواہم اس قسم کی رات صبح کے وقت اپنے نصیب سے مانگتا ہوں	کہ با تو شرح دہم سر انجام خود آغاز کہ تیرے پاس اپنے انجام بد کا حال بیان کرنا شروع کروں
تنم ز ہجر تو چشم از جہان فرو می‌بست میرا تن تیرے ہجر میں جہان سے آنکھیں بند کئے ہوئے تھا	امید دولت وصل تو داد جانم باز تیرے وصل کی دولت کی امید نے جان میں جان ڈالی
چہ حلقہ ہا کہ زدم بر در دل از سر سوز دل کے دروازہ کو سوز و گداز کے ساتھ کتنا کھٹکھٹایا	ببوی روز وصال تو در شبان دراز لمبی راتوں میں وصل کے دن کی امید پر
چو غنچہ سر نہفتہ نہان کجا ماند غنچہ کی طرح پوشیدہ راز کب تک پوشیدہ رہے گا	دل مرا کہ نسیم صباست محرم راز میرا دل جس کے محرم راز صبا کے جھونکے ہیں

ز شوق مجلس آن ماہ خرگہی حافظ

اے حافظ اس شاہی چاند کی مجلس کے شوق میں

گرت چو شمع جفائی رسد بسوز و بساز

اگر شمع کی طرح تجھ پر جفا ہو تو جلتا رہ نباہتا رہ

۱

برنیامد از تمنای لبت کامم ہنوز

تمنا ہے تیرے لب کا بوسہ ملے لیکن ابھی تک کچھ کام نہ نکلا

بر امید جام لعلت دردی آشامم ہنوز

اس امید پر کہ لعل لب کا بوسہ ملے گا تلچھٹ و غم کھا رہا ہوں

۲

روز اول رفت دینم در سر زلفین تو

روز ازل سے تیرے زلفوں کے خیال کا قرضہ میرے ذمہ ہے

تا چہ خواہد شد درین سودا سرانجامم ہنوز

معلوم نہیں کہ اس سودا کا انجام کیا ہوگا

۳

از خطا گفتم شبی موی ترا مشک ختن

غلطی سے میں نے ایک رات کہہ دیا کہ تیرا بال مشک ختن ہے

می‌زند ہر لحظہ تیرے مو بر اندامم ہنوز

اس کی سزا یہ ملی کہ ہر لحظہ اس کے بال میرے جسم پر تیر مارتے ہیں

۴

نام من رفتہ است روزی بر لب جانان بسہو

ایک دن بھولے سے جاناں کے لب سے میرا نام نکل گیا

اہل دل را بوی جان می‌آید از نامم ہنوز

اہل دل ابھی تک میرے نام سے بوئے جان سونگھتے ہیں

۵

پرتو روی ترا در خلوتم دید آفتاب

آفتاب نے میری خلوت میں تیرے چہرہ کی جھلک دیکھ لی

می‌رود چون سایہ ہر دم بر لب بامم ہنوز

اب سایہ کی طرح لب بام ہر وقت دوڑ دوڑ کر آتا ہے

۶

در ازل دادہ است ما را ساقی لعل لبت

ازل میں مجھے تیرے لعل لب نے ساقی بن کر

جرعۂ جامی کہ من سرگرم آن جامم ہنوز

جام شراب کا گھونٹ ایسا دیا کہ ابھی تک اس جام سے سرمست ہو رہا ہوں

۷

ساقیا یکجرعہ دہ زان آب آتشگون کہ من

اے ساقی اس آتشی رنگ شراب کا ایک قطرہ دے کہ میں

در میان پختگان عشق او خامم ہنوز

اس کے عاشقوں کے درمیان جو پختہ ہیں خام ہوں

۸

ای کہ گفتی جان بدہ تا باشدت آرام دل

اے محبوب تو نے مجھے کہا کہ جان دیدے تو آرام دل حاصل ہوگا

جان بغمہایش سپردم نیست آرامم ہنوز

جان تو تیرے غم کے حوالہ کر دی مگر ابھی تک آرام نہیں ملا

۹

در قلم آورد حافظ قصۂ لعل لبش

حافظ نے اس کے لعل لب کا قصہ قلم بند کیا یعنی لکھا

آب حیوان میرود ہر دم ز اقلامم ہنوز

میرے قلم سے ابھی تک آب حیات ہر دم جاری ہے

شعر ۳ اور دو لب بمعنی لعل لب سرخ ۔

۳ ازل سے میرا اور اس کی زلفوں کے درمیان خرید و فروخت کا سلسلہ جاری ہوا خدا جانے اس کا انجام کیا ہوگا۔ سودا دو معنی ہے یعنی وحشت زلف کی محبت کے عوض میں ہے۔

۴۔ خطا اور ختن دو شہر ہیں ختن مشک کے لئے مشہور ہے اور معشوق کے بالوں کو مشک ختن سے تشبیہ دی۔ یہ تشبیہ اگرچہ صحیح تھی مگر اس سے بڑھ کر اس کے بال کسی اور تشبیہ کے لائق تھے وہ تیر تھے جو میرے جسم پر اپنا کام کرتے ہیں۔

۱ صبا بمقدم گل راح روح بخشد باز
صبا گل کے قدم کے لئے روح میں تروتازگی بخشتی ہے
کجاست بلبل خوشگوی گو برآر آواز
بلبل خوش الحان کہاں ہے اسے کہو کہ آواز نکالے

۲ دلا ز ہجر مکن نالہ زانکہ در عالم
اے دل ہجر میں نالہ و زاری نہ کر کیونکہ دنیا میں
غم ست و شادی و خار و گل و نشیب و فراز
غم اور خوشی اور کانٹا اور پھول اور نشیب و فراز موجود ہیں

۳ دوتا شدم چو کمان از غم و نمی گویم
میں غم کے مارے کمان کی طرح جھک گیا اور ابھی تک
ہنوز ترک کمان ابروان تیر انداز
معشوق کی کمان ابرو تیر انداز کو چھوڑنا نہیں چاہتا

۴ طرۂ تو پریشانی دلم شد فاش
تیری زلف نے میری پریشانی کا حال فاش کر دیا
ز مشک نیست غریب آری گر کند غماز
بات یہ ہے کہ یہ امر مشک سے بعید نہیں کہ غمازی کرے

۵ مقام اہل سعادت ملامتست ایدل
خوش قسمت آدمیوں کا مقام اے دل ملامت ہے
کزین رہست بر ایشان در سعادت باز
اس راستہ سے ان پر سعادت کا دروازہ کھلا ہے

۶ اگر بسوزدت ایدل ز درد نالہ مکن
یعنی اے دل اگر تجھے جلائے تو درد سے مت چلا
دم از محبت او میزنی رو بدرد بساز
جب تو اس کی محبت کا دم بھرتا ہے تو درد کو نباہنا چاہئے

۷ دلا منال ز شامی کہ صبح در پے اوست
اے دل اس شام کی موجودگی سے مت رو جس کے بعد صبح کی آمد ہے
کہ نیش و نوش بہم باشد و نشیب و فراز
کیونکہ نیش اور نوش اور نشیب و فراز ایک جگہ موجود ہیں

۸ ز مشکلات طریقت عنان متاب ایدل
طریقت کی مشکلوں سے اے دل منہ نہ موڑنا چاہئے
کہ مرد راہ نیندیشد از نشیب و فراز
کہ مرد راہ نشیب و فراز سے نہیں ڈرتا ہے

۹ امید قد تو میداشتم ز بخت بلند
مجھے اپنی بلند بختی سے امید تھی کہ تیرا قد مجھ پر سایہ ڈالے گا
نسیم زلف تو میخواستم ز عمر دراز
اور اپنی طویل عمر سے یہ امید بندھی تھی کہ تیری زلف کی خوشبو لائیگی

نہ این زمان من شوریدہ دل نہادم روی ۱۰ بر آستان تو کاندر ازل نہادم باز

کچھ آج ہی میں نے تیرے آستانہ پر سر رکھا ہوا نہیں ہے بلکہ روز ازل سے یہ سر اسی جگہ رکھا ہوا ہے

۱۱ غبار خاطر ما چشم خصم کور کند

میرے دل کی کدورت دشمن کی آنکھ کو اندھا کرتی ہے

تو رخ بخاک نہ ای حافظ از مقام نیاز

اے حافظ تو عجز سے خاک پر سر رکھ

شرح ۱۔ بعض نسخوں میں مطلع اس طرح ہے :

عروس گل چو درآید به بزم گلشن باز ؛ کجاست بلبل خوش گوی تا کند آواز ؛

جب گل دلہن کی طرح بن ٹھن کر بزم گلشن میں دوبارہ آیا ہو تو بلبل خوش لہجہ کہاں ہے تاکہ نغمہ سرائی کرے

"گل" سے مراد تجلیات ہیں اور "گلشن" سے مراد "قلب" ہے جہاں تجلیات کا نزول ہوتا ہے،

"صبا" کی تشریح کے لئے شعر "بوی نافہ کاخر صبا زان طرہ بگشاید" الخ ملاحظہ ہو ؛

"بلبل" سے مراد عاشق صادق ہے جو ان تجلیات کے انتظار میں لگا ہوا ہے، جب تجلیات کے آمد کی خوشخبری قلب کو مل چکی ہو تو لازم ہے کہ شکرانہ میں حمد و ثنا ، الٰہی کا ترانہ گائے ۔ الحمد للہ ،

۵ ۔ خواجہ رح فرقہ ملامتیہ کی تعریف کرتے ہیں اس شرح کی شرح خواجہ رح کی سوانح عمری میں ملاحظہ ہو ،

۸ ۔ طریقت میں مشکلات بہت ہیں۔ خواجہ رح نے اکثر مقامات پر اس کا ذکر کیا ہے۔ چنانچہ ایک مقام پر فرماتے ہیں کہ

در رہ منزل لیلیٰ کہ خطرہاست بسی ؛ شرط اول قدم آنست کہ مجنون باشی ؛

ایک اور مقام پر ارشاد ہے،

دام سخت است مگر یار شود لطف خدا ؛ ورنہ آدم نبرد صرفہ ز شیطان رجیم

ایک اور مقام پر سالک کو تسلی دیکر دل بڑھاتے ہیں کہ

در طریقت ہر چہ پیش سالک آید خیر اوست ؛ بر صراط مستقیم اے دل کسے گمراہ نیست

منم غریب دیار و توئی غریب نواز ۱ دمی بحال غریب دیار خود پرداز

میں غریب الوطن ہوں اور تو غریب نواز ہے ایکدم اس غریب الوطن کا حال دریافت کر

بہر کمند کہ خواہی بگیر و بازم بند ۲ بشرط آنکہ ز کارم نگیری باز

جس کمند سے خواہش ہو مجھے گرفتار کرکے باندھو بشرطیکہ میرے کام سے نظر کسی اور طرف نہ ہو

خیال قد بلند تو میکند دل من ۳ تو دست کوتہ من بین و آستین دراز

تیرے بلند قد کا خیال میرا دل کرتا ہے میری کوتہ دستی اور درازآستینی کو تو دیکھو (چھوٹا منہ بڑی بات)

شیطان ۱۲

گرم چو خاک زمین خوار میکنی سہل ست اگر مجھکو خاک زمین کی طرح ذلیل کرے آسان ہے	۴	خرام میکن و بر خاک سایہ می انداز تو خرام اگر اور خاک پر اپنا سایہ ڈال	
ہزار دیدہ بروی تو ناظر ند و تو خود بیشمار آنکھیں تیرے منہ کو تک رہی ہیں	۵	نظر بروی کسی برنمیکنی از ناز مگر تو ناز سے کسی کے منہ کی طرف نہیں دیکھتا	
درون سینہ دلم چون کبوتران بطپید میرے سینے کے اندر میرا دل کبوتر کی طرح تڑپتا ہے	۶	چہ آتشی ست کہ برجان ما نہادی باز یہ کیا آگ ہے جو میری جان میں لگا رکھی ہے ؎	

۷

حدیث درد من ای مدعی نہ امروز ست
میرے درد کی باتیں کچھ آج کی نہیں ہیں بلکہ اے مدعی
کہ حافظ از ازل او رند بود و شاہد باز
حافظ شروع سے رند اور شاہد باز تھا

شرح ۱ - منم غریب دیار الخ
خواجہ رح دنیا کو ایسی جگہ سمجھتے ہیں جہاں ہم چند روز کے لئے وارد ہوئے ہیں - اور اس میں کچھ شک نہیں کہ دُنیا یعنی یہ جگہ کچھ عرصے کے لئے ہمارے قرار کی جگہ ہے، ہمارا اصلی وطن عالم ملکوت ہے جسکی محبّت عاشقوں کو بیقرار رکھتی ہے. خواجہ رح اکثر اشعار مین اپنی غربت کا تذکرہ کرتے ہیں۔

خورم آں روز کز ین منزل ویران بروم ❊ راحت جان طلبم وز پئے جانان بروم
دلم از وحشت زندان سکندر بگرفت ❊ رخت بربندم و تا ملک سلیمان بروم

ایک مقام پر فرماتے ہیں کہ ؎

نماز شام غریبان چو گریہ آغازم ❊ بہ نالہ ہائے غریبانہ قصہ پردازم
بیاد یار و دیار آنچنان بگریم زار ❊ کہ از جہان رہ و رسم سفر براندازم
من از دیار حبیبم نہ از بلاد رقیب ❊ مہیمنا برفیقان خود رسان بازم

ایک اور مقام پر فرماتے ہیں کہ ؎

رہرو منزل عشقیم و ز سر حد عدم ❊ تا با قلیم وجود ایں ہمہ راہ آمدہ ایم
گر ازین منزل غربت بسوئے خانہ روم ❊ نذر کردم کہ ہم از راہ بمیخانہ روم
زین سفر گر بسلامت بوطن باز آیم ❊ دگر آنجا کہ روم عاقل و فرزانہ روم
چنیں قفس نہ سزائے چو من خوش الحانی است ❊ روم بگلشن رضواں کہ مرغ آں چمنم

منم کہ دیدہ بدیدار دوست کردم باز میں وہ ہوں کہ دوست کے دیدار کے لئے آنکھیں کھلی رکھتا ہوں	۱	چہ شکر گویمت ای کارساز بندہ نواز اے بادشاہ بندہ نواز (محبوب) تیرا شکر کس طرح ادا کروں

۲ نیازمند بلا گو رخ از غبار مشوی — که کیمیای مراد است خاک کوی نیاز

عاشق کو جو ہر ایک بلا کو خوشی سے برداشت کرتا ہے کہو ترک عجز و نیاز نہ کر — کیونکہ عاجزی کے کوچہ کی خاک اکسیر مراد ہے

۳ بیک دو قطرہ کہ ایثار کردی اے خواجہ — بسا کہ در رخ دولت کنی کرشمہ و ناز

ایک دو قطرہ اشک جو تو نے ایثار کر دے ہیں — اس کی برکت سے دولت دیدار دوست پر حسب قدر خواہش ہم ناز کر

۴ من از نسیم سخن چین چہ طرف بر بندم — کہ سرو راست درین باغ نیست محرم راز

میں نسیم عیب جو سے کیا فائدہ کی امید رکھ سکتا ہوں — کہ سرو باوجود راست ہونے کے محرم راز نہیں ہے

۵ غرض کرشمہ حسن است ورنہ حاجت نیست — جمال دولت محمود را بزلف ایاز

مدعا تو حسن کا کرشمہ ہے ورنہ — دولت محمود کے جمال کو زلف ایاز کی حاجت نہیں

۶ طہارت ار نہ بخون جگر کند عاشق — بقول مفتی عشقش درست نیست نماز

اگر عاشق خون جگر سے طہارت نہ کرے — تو مفتی عشق کے فتوے کی بموجب اس کی نماز درست نہیں

۷ درین مقام مجازی بجز پیالہ مگیر — درین سراچہ بازیچہ غیر عشق مباز

اس مقام مجاز میں بجز پیالہ شراب کے اور چیز کو ہاتھ مت لگا — اس سرائے میں بغیر عشق کے دوسرے کھیل نہ کھیل

۸ اگرچہ حسن تو از عشق غیر مستغنی ست — من آن نیم کہ ازین عشقبازی آیم باز

مگرچہ تیرا حسن کسی غیر کے عشق کا محتاج نہیں ہے — میں ایسا آدمی نہیں کہ اس عشقبازی سے باز آؤں

۹ غزل سرائی ناہید صرفہ نبرد — دران مقام کہ حافظ برآورد آواز

زہرہ کی غزل سرائی غالب نہیں اس جگہ جہاں — حافظ اپنی آواز بلند کرتا ہے

شرح ۲ - آدمی کا شیوہ خاکساری ہے کہ اس کی اصل خاک ہے! اور یہی خاکساری حصول مراد اور عزت کا ذریعہ ہے

۳ - در پس ہر گریہ آخر خندہ ایست ؛ مرد آخر بین مبارک بندہ ایست

ایک دو قطرہ آنسو بہانے سے بے بہا دولت خوشی حاصل ہوتی ہے۔

۴ - ہوا کے ذریعہ آوازیں سنائی دیتی ہیں، گویا ہوا سخن چین ہے کہ راز افشا کرتی ہے اور ہماری باتیں جگہ بجگہ پہنچاتی ہے، سرو باوجود اس امر کے کہ راست اور سیدھا ہے مگر محرم راز نہیں کیونکہ سخن چیں اس جگہ بھی موجود ہے اس لئے راز پوشیدہ نہیں رہ سکتا۔

۵۔ سلطان محمود اور ایاز کا قصہ مشہور ہے، ایاز سلطان کا غلام تھا، سلطان اُس کا عاشق تھا۔ بات اصل میں یہ ہے کہ بزار یا جو یوسف جیسے غلام نہیں، ایاز نہایت وفادار، دیانت دار، اور صالح تھا، سلطان اس کے حسن صورت پر نہیں بلکہ حسن سیرت پر فریفتہ تھا، ایاز لاہور کا حاکم رہا ہے اسی جگہ وفات پائی اور اسی جگہ اس کا مقبرہ ہے، اس شعر میں حافظ خواجہ رح کہتے ہیں کہ ایک سلطان اور غلام میں کیا نسبت ہے۔ اسی طرح واجب الوجود اور انسان میں کیا تعلق ہے، خدا وندی اور بندگی میں جو فرق ہے وہ ظاہر ہے، اللہ تعالیٰ ہمارا محتاج نہیں بلکہ ہم ہی اس کے محتاج ہیں، یہ ظہور کائنات اس لئے نہیں ہوا کہ اس سے ذات باری تعالیٰ کو کچھ فائدہ تھا بلکہ فائدہ ہمیں ہے، اس ظہور کی غرض صرف اس کا اپنا اظہار ہے ورنہ ہم کہاں اور اس جمال ازلی کا عشق کہاں وہ اپنی صفات کاملہ کو ظاہر کر رہا ہے اور ہم پر نوازش و اکرام و الطاف ہو رہا ہے کچھ شک نہیں کہ خوبصورت چہرہ پر زلف بھلی معلوم ہوتی ہے مگر در اصل یہ بھی جزو حسن ہے اور حسن کا کرشمہ ہے کہ زلف پیدا کی ورنہ اس کی ضرورت ہی کیا تھی، خواجہ حافظ رحمۃ اللہ علیہ کا تصوف اس شعر سے بخوبی ظاہر ہوتا ہے:

خواجہ رح اکثر اشعار میں اسی مضمون کو نہایت عمدہ پیرایہ میں ادا کرتے ہیں، ایک مقام پر فرماتے ہیں

زعشق ناتمام ما جمال یار مستغنی است ٭ بآب ورنگ و خال و خط چہ حاجت روئے زیبا را

گرچہ حسن تو از عشق غیر مستغنیست ٭ من آن نیم کہ ازیں عشقبازی آیم باز

"حسن" کی تعریف لفظوں میں نہیں ہو سکتی۔ مراد "وجہ مطلق" ہے، "وجہ مطلق" پر تعینات کا پردہ پڑا ہوا ہے اور یہ ایک کرشمہ حسن ہے، ورنہ اس کی حاجت وجہ مطلق کو نہ تھی اور نہ ہے یعنی نشر ظہور، حسن کے لئے یہ کرشمہ رکھا گیا ہے عام فہم لفظوں میں اسطرح کہہ سکتے ہیں کہ "حقیقت" کی موجودگی میں "مجاز" کی کیا حقیقت ہے، حقیقت کو تو اس "مجاز" کی ضرورت نہ تھی اور نہ ہے، مگر یہ بھی حقیقت کا کرشمہ ہے یعنی حقیقت کا اظہار مجاز ہی کے پردہ میں ہو رہا ہے۔ لطف یہ ہے کہ "زلف" چہرہ کو پوشیدہ کر لیتی ہے اور اسی طرح وجہ مطلق کو تعینات نے ہماری نگاہوں سے پوشیدہ کر رکھا ہے۔ مگر اسی حجاب میں اس کا ظہور ہو رہا ہے اور نہ ہم میں یہ طاقت نہیں کہ وجہ مطلق کا مشاہدہ کر سکیں، اللہ نور السموات والارض اگرچہ عالم اجسام اور اس سے بالا تر عوالم اسی نور سے ظاہر ہوئے ہیں مگر یہ عوالم اس نور پر حجاب ہیں سب سے کثیف عالم اجسام ہے جو عالم مثال سے کثیف ہے اور عالم مثال عالم ارواح سے کثیف تر ہے غرض اسی طرح یہ عوالم درجہ بدرجہ کثیف اور لطیف ہیں، در حقیقت یہ کثافت و لطافت بوجہ قرب و بعد ہے۔ یعنی جس نسبت سے عالم ارواح کو قرب حاصل ہے اسی نسبت سے عالم اجسام سے لطیف تر ہے۔ جو بہ نسبت عالم ارواح بعید ہے۔ اگرچہ بقول خواجہ حافظ

نقاب پردہ ندارد نگار دلکش ما ٭ تو خود حجاب خودی حافظ از میاں برخیز

لیکن یہ امر ذہن نشین کرنا چاہیے کہ قرب و بعد بترتیب تعینات کے لحاظ سے ہے ورنہ ذات باری تعالیٰ کے نزدیک قرب و بعد نہیں، اور تعینات کے لحاظ سے قرب و بعد بالبداہت ثابت ہے، خواجہ رح بھی اس شعر میں یہی ارشاد فرماتے ہیں کہ "وجود مطلق" تو ہر ایک جگہ اور ہر ایک زمانہ میں یکساں تاباں ہے اسے ممکنات کی حاجت نہیں مگر جہاں تک ممکنات کا تعلق ہے وہ اپنا جلوہ ان ہی ممکنات کی پردہ میں دکھا رہا ہے۔

۶۔ طہارت الخ

جسم کی طہارت اور پاکیزگی تو پانی اور مٹی سے بھی ہو جاتی ہے۔ لیکن باطن کی صفائی کے لئے خون جگر پینا پڑتا ہے، یہ طہارت تو لہو کے بغیر ہو ہی نہیں سکتی جیسا کہ حضرت مفتی صاحب کا یہ فتویٰ ہے فرائض و واجبات ایسے اور ایسے ہیں حضرت عشق سب سے مقدم باطن کی صفائی طلب کرتے ہیں اور اس کے فرائض اور واجبات وغیرہ یہ ہیں "تزکیہ نفس"

ہو یعنی ہم کوئی کام نفسانیت کی متابعت میں نہ کریں کیونکہ نفسانیت کا خاصہ ہے کہ ہمیں ہمیشہ "مشبہ" میں رکھتی ہے یعنی ایسے سبز باغ دکھاتی ہے جو اصل کے مشابہ ہوتے ہیں اور ہم ایسے شبہ میں پڑ کر اصل سے دور ہوتے جاتے ہیں اور نقل کے پیچھے پڑے رہتے ہیں، گویا پانی کی تلاش میں "سراب" کا تعاقب کرتے ہیں۔ اور آخر کار رہا کام جاتے ہیں، یہ "ظن" جو ہمیں شبہ میں ڈالتا ہے صرف ہماری نفسانیت سے پیدا ہوتا ہے اور آئینۂ دل کو مکدر کر دیتا ہے، یہ شیشہ یہاں تک زنگ آلودہ ہو جاتا ہے کہ اس پر اصل شے یا مطلوب کا عکس صاف صاف ممیز اور منکشف نہیں ہو سکتا اور یہی وجہ ہے کہ ہم "علم" سے محروم ہو جاتے ہیں جس کی تعریف یہ ہے کہ معلوم اس طرح صاف صاف ممیز اور منکشف ہو جائے کہ شک و شبہ کی گنجائش ہی نہ ہو، اس لئے حصول "علم" کے لئے "تصفیۂ قلب" کی ضرورت ہے اور "تصفیۂ قلب" کے لئے مقدم "تزکیۂ نفس" ہے، تزکیۂ نفس ہر ایک امر میں اعتدال مدنظر رکھنا اور قایم کرنا ہے، یعنی افراط و تفریط سے بالکل کنارہ کشی کا نام ہے، اور یہ ایسا سخت مجاہدہ ہے کہ خاص خاص بندگان خدا ہی اس پل صراط سے جو بال سے باریک اور تلوار سے تیز ہے پار اترتے ہیں، انسان سخت سے سخت جسمانی تکالیف اٹھا سکتا ہے بلکہ جان پر کھیل جاتا ہے اور خوشی خوشی جان قربان کر دیتا ہے مگر "اعتدال" ہر امر میں قایم کرنا سخت مشکل ہے، خواہشات نفسانی سے کنارہ خون جگر ہی پی کر ہوتا ہے، ان لوگوں کو اس کا کیا پتہ ہو سکتا ہے جو صرف ظاہر طہارت ہی کافی سمجھے ہیں۔

"نماز" کے متعلق قرآن شریف کی آیات میں سخت تاکید ہے، اور عبادت کا مغز ہے، "نماز" سے مقصود یہ ہے کہ:

نماز تمام خواہشات نفسانی و شیطانی سے روکتی ہے اور خصائل ذمیمہ کی اصلاح کر کے اخلاق حسنہ سے آراستہ کرتی ہے "تخلقوا باخلاق اللہ" کا عامل بناتی ہے،

نماز حقیقی تو یہ ہے کہ معبود کی حضوری حاصل ہو نہ یہ کہ حضوری کا محراب ہی ہے،

جلوہ بر من مفروش اے ملک الحاج کہ تو خانہ می بینی و من خانہ خدا می بینم

حضوری حضور قلب ہی سے ہو سکتی ہے اور جب قلب کا رخ کسی طرف متوجہ ہوتا ہے تو نماز نہیں ہو قرب کے ہم معنی ہیں بلکہ دلیل اس امر کی ہے کہ ہم بہت دور گمراہ پڑے ہیں، لوجہ تام عشق کی تعریف ہر کہ انسان اپنے مطلوب کی یاد میں ہر وقت لگا رہتا ہے اور اسی کے تصور میں ایسا محو ہوتا ہے کہ اپنے آپ کو فراموش کر دیتا ہے بلکہ مطلوب اس کے دل و دماغ میں ہوتا ہے یہ حقیقی حضوری ہے

نماز زاہدان سجدہ و سجود است ؂ نماز عاشقان ترک وجود است

ہر دم بخون دیدہ چہ حاصل وضو چو نیست ؂ بے طاق ابروے تو نماز مرا جواز

"وجود" یہی ہماری نفسانیت ہے جس کے باعث ہم یہ "ظن" کرتے ہیں کہ ہم بھی موجود ہیں اور اپنی ہستی کو مستقل ہستی ورائے حق سمجھتے ہیں، یہ ظن ہمیں ہماری ہستی موہومہ کو ہستی مطلق کے مشابہ دکھاتا ہے، جب تک ہستی موہوم ہو کر حضوری قلب نہیں ہو سکتی اس لئے مفتی عشق کا فتویٰ بھی صحیح ہے کہ خون جگر پینے کے بغیر نماز درست نہیں ہوتی"

۷ ۔ درین مقام مجازی الخ

مقام مجازی سے مراد دنیا ہے چنانچہ خواجہ رح دنیا کو مجاز اور آخرت کو حقیقت سے تعبیر کرتے ہیں فرماتے ہیں کہ

فردا کہ پیش گاہ حقیقت شود پدید
شرمندہ رہروے کہ نظر بر مجاز کرد

دوسرے مصرعہ میں دنیا کو "سراچہ بازیچہ" سے تعبیر کیا ہے۔ اور یہ اصطلاح قرآن شریف کی آیت
سے اخذ کی ہے۔

شعر کا مطلب یہ ہے کہ دنیا کی زندگی لہو و لعب ہے دیکھنا اس کھیل تماشہ میں اپنا قیمتی وقت ضائع نہ کرنا بلکہ حقیقت
کے تصور میں مجاز کی طرف سے آنکھیں بند کر لو یہی مقام ہے جہاں حقیقت پر مجاز کا پردہ پڑا ہوا ہے اور کچھ نہیں
تو صورت مجازی ہی میں جلوۂ حقیقت دیکھو۔ ایسا نہ ہو کہ مجاز کو مقصود بالذات سمجھ کر اس کی لذتوں میں محو ہو جاؤ۔

۱
ہزار شکر کہ دیدم بکام خویشت باز
ہزار ہزار شکر ہے کہ میں نے اپنا مطلب خاطر خواہ دیکھ لیا
ترا بکام خود و با تو خویش را دمساز
تجھے اپنے مطلب کے موافق اور اپنے آپ کو تیرا مصاحب اور موافق پایا

۲
روندگان حقیقت رہ بلا سپرند
طریقت پر چلنے والے بلا کا راستہ اختیار کرتے ہیں
رفیق عشق چہ غم دارد از نشیب و فراز
عشق کے ہمراہ چلنے والا نشیب و فراز کا کیا غم رکھتا ہے

۳
غم حبیب نہان بہ ز جستجوی رقیب
محبوب کا غم رقیب کی جستجو سے پوشیدہ ہی رکھنا بہتر ہے
کہ نیست سینۂ ارباب کینہ محرم راز
کہ سینہ وروں کا سینہ محرم راز نہیں ہوتا

۴
چہ فتنہ بود کہ مشاطۂ قضا انگیخت
کیا فتنہ ہے جو مشاطۂ قضا نے برپا کیا ہے
کہ کرد نرگس مستش سیہ بسرمۂ ناز
کہ تیری مست آنکھ کو سرمۂ ناز سے سیاہ کر ڈالا ۔

۵
بدین سپاس کہ مجلس منور است بدوست
اس شکریہ میں کہ مجلس دوست سے منور ہو رہی ہے
گرت چو شمع جفائی رسد بسوز و بساز
اگر تجھے شمع سے جفا پہونچے تو جلا کر اور موافقت پیدا کر

۶
ملامتی کہ بروے من آید از غم عشق
غم عشق کے باعث جو ملامت کا تختۂ مشق ٹھیرا ہوں
ز اشک پرس حکایت کہ من نیم غماز
اس کی حکایت آنسوؤں سے پوچھ میں غماز نہیں ہوں

۷
بنیم بوسہ دعائی بخر ز اہل دلی
نیم بوسہ کے عوض اہل دل سے دعا خرید لے
کہ کید دشمنت از جان و جسم دارد باز
تاکہ تیرے دشمن کا مکر تیرے جسم و جان سے باز رہے

۸
فکند زمزمۂ عشق در حجاز و عراق
حافظ شیراز کی سریلی غزلوں نے حجاز اور
نوای بانگ غزلہای حافظ شیراز
عراق میں نغمۂ عشق پیدا کر دیا ہے

شرح ۴۳ - رقیب سے مراد شیطان ہے عشق الٰہی کا راز شیطان سے پوشیدہ رکھنا چاہئے جس سینہ میں کینہ ہو وہاں محبت کہاں اور سچ تو یہ ہے کہ شیطان عشق الٰہی سے محروم ہے اور ایک کینہ ور ہستی ہے۔

۴۴ - چہ فتنہ بود الخ

یہ شعر ادق ہے اور ہماری قابلیت کی دسترس سے اس کا مفہوم بالاتر ہے۔

قرآن دریا عمیق است و تو ٭ فہم این معنی دقیق است و تو نافہمیدہ (بیدلؔ)

لیکن جو کچھ ہماری رائے میں اس شعر کا مطلب ہے اور یا جو کچھ ہم نے سمجھا ہے وہ یہ ہے کہ اس شعر میں قرآن شریف میں کی آیت "الم تر الی ربک کیف مد الظل" کی طرف اشارہ ہے اور "ظل" سے مراد وجود اضافی ممکنات ہے جسکو "سرمہ ناز" سے تعبیر کیا ہے "نرگس" آنکھ کے مشابہ ہے اور استعارہ میں اس سے مراد آنکھ ہی ہوتی ہے، اصطلاح میں نرگس سے مراد نتیجہ اعمال " ہے جس کا اثر قلب پر ہوتا ہے، لیکن اسجگہ نرگس سے مراد تجلیات شہودی ہیں جن کا تعلق نور اور بصرت ہے،

معشوق کی آنکھ پہلے ہی مست تھی اب سرمہ کی سیاہی نے غضب ڈھایا، یعنی اسم نور اور وجود ظلی کے امتزاج سے وہ ہنگامہ برپا ہوا جو عالم میں نظر آرہا ہے۔ یعنی یہ امر یاد رکھنے کے قابل ہے کہ محض نور یا محض ظلمت کا ادراک ہو ہی نہیں سکتا نور و ظلمت کے امتزاج نے جو ایک دوسرے پر دلیل ہیں انہیں ایک دوسرے سے آگاہ کیا ہے۔

"ظہور" کے لئے حجاب لازمی امر ہے، نور کبھی ہم پر ظاہر نہ ہوتا اگر حجاب میں نہ ہوتا۔ اسی نور پر حجاب ظلمت ادراک کا ذریعہ ہوا اور دنیا میں جو کچھ ہنگامہ برپا ہو رہا ہے ان ہی دونوں کے امتزاج سے ہو رہا ہے۔ سورہ نور میں اس امر کی بخوبی تشریح کی گئی ہے بغور مطالعہ کرنا چاہئیے۔

آنکھ آلہ بصر ہے۔ اگر بغور دیکھا جائے تو بصر کا اظہار اسی آلہ سے ہو رہا ہے اور یہ سرمہ بصر پر حجاب ہے۔ اب اس حجاب پر سرمہ کی سیاہی دوسرا حجاب ہے۔ لیکن وہ مستی جس کی کیفیت قلب محسوس کرتا ہے "سرمہ ناز" نے اور دوبالا کر دی "ناز" چشم نیم باز کی مستانہ گردش ہے جس سے مژگان سیاہ خود بخود ہم آغوش ہو رہے ہیں، آنکھ کی مستی کا یہ تقاضا ہے کہ آنکھ بند رہے، اور سیاہ آنکھ جس پر سرمہ کی سیاہی حجاب پر حجاب ہے اس مستی کو عاشقوں پر کھلی بندوں ظاہر ہونے سے روک رہی ہے اور ناز نے پلکوں کا دروازہ بند کرنے کی کوشش کی ہے، لیکن اتنی پردہ داری کا نتیجہ یہ ہوا کہ عاشقوں کی آتش عشق مشتعل ہوگئی۔ "ناز" دیدہ و دانستہ بے التفاتی کے ہم معنی ہے۔

"نور" کی تعریف یہ ہے کہ وہ خود ظاہر ہوتا ہے اور دیگر اشیاء کو ظاہر کرتا ہے۔ مثلاً سورج کی روشنی سورج اور عالم کی تمام اشیاء کو ظاہر کر رہی ہے، "اللہ نور السموات والارض" کے یہ معنے ہیں کہ اللہ خود بھی "ظاہر" ہے اور دیگر اشیاء مخلوقات کو بھی ظاہر کر رہا ہے، لیکن نور مطلق کا ادراک ہم نہیں کر سکتے اگر روشنی شمع و فانوس میں نہ ہوتی تو ہم کبھی اس کا ادراک نہیں کر سکتے تھے۔ اس کی تشریح دیباچہ میں کی گئی ہے، اگرچہ بذاتہ نور کو شمع و فانوس کی حاجت نہیں کیونکہ وہ ان کے بغیر بھی موجود اور اپنے آپ ظاہر ہے لیکن ہمیں ان کی ضرورت ہے تاکہ وہ ہم پر ظاہر ہو۔ ممکنات اگرچہ حجاب اور حجاب در حجاب ہیں مگر اسی حجاب میں ہی سب کچھ ہے، ہمارا عشق اس امر کا تقاضا کر رہا ہے کہ ہم معشوق کو بے حجاب دیکھیں لیکن جب یہ نہیں ہو سکتا، اور حجاب ہوں تو اسی نسبت سے ہمارے دل کی بیقراری بڑھتی جائے گی۔

اس شعر کو اور اسی مفہوم کو دوسرے الفاظ میں بیان کرتے ہیں۔

"مشاطہ قضا" سے مراد علم و ارادہ و قدرت ہے، اور "نرگس" سے مراد "عین" ہے اور "نرگس مست" سے مراد "عین ثابتہ" ہے اور "سرمہ ناز" سے مراد وجود ظلی ممکنات ہے یا "عین" کا ظہور حق الخارج ہے۔

ہستی کا خاصہ موت ہے، "عین ثابتہ" اصطلاح میں "عدم" کہتے ہیں، کیونکہ خارج میں موجود نہیں اور علم الٰہی میں معدوم ثابت ہے، اس کی مثال ایک گٹھلی کی سی ہے کہ اس میں قابلیت و استعداد شجر بننے کی ہے لیکن برگ و بار خارج میں معدوم ہیں اور گٹھلی میں ان کی صورت موجود ہے. علم الٰہی میں ممکنات کی یہی کیفیت ہے کہ معدوم فی الخارج ہیں مگر علم الٰہی میں صورت موجود ہے، اس لئے عین ثابتہ کو نرگس مست سے تشبیہ دینا نہایت موزون ہے، وجود ظلی ممکنات یعنی اعیان ہیں کہ نور نے ظاہر کر دیا ہے، اور ارادہ و قدرت الٰہی نے خارج میں کھول دیا ہے،

شعر کا مطلب یہ ہے کہ عالم بمنزلہ عدم ہے، لیکن اس کا اظہار اسی پردہ عدم میں ہو رہا ہے،

غرض کرشمہ حسن است ورنہ حاجت نیست ۔ جمال دولت محمود را بزلف ایاز

زلف ایاز سے مراد بھی یہی وجود اضافی ظلی ہے،

ایک مقام پر فرماتے ہیں کہ

گوشہ گیری و سلامت ہوسم بود ولے ۔ فتنہ می کند آن نرگس فتان کہ مپرس

۱
بیا و کشتی ما در شط شراب انداز ۔ غریو و ولولہ در جان شیخ و شاب انداز
آ، اور میری کشتی شراب کی گھاٹ پر اتار ۔ نوجوان اور بوڑھے کے تن بدن میں شورش پیدا کر

۲
مرا بکشتی بادہ در افگن ای ساقی ۔ کہ گفتہ اند نکوئی کن و در آب انداز
اے ساقی مجھے شراب کی کشتی میں پھینک دے ۔ مثل مشہور ہے نیکی کر اور دریا میں ڈال

۳
ز کوی میکدہ برگشتہ ام ز راہ خطا ۔ مرا دگر ز کرم در رہ صواب انداز
میں غلطی سے میکدہ کے کوچہ سے لوٹ گیا ہوں، گمراہ ہو گیا ہوں ۔ براہ مہربانی مجھے صحیح راستہ پر لگا دو

۴
بیار زان می گلرنگ مشکبو جامی ۔ شرار رشک و حسد در دل گلاب انداز
اس گلرنگ اور مشکبو شراب کا ایک پیالہ لا ۔ رشک و حسد کی آگ گلاب کے دل میں لگا دے

۵
اگرچہ مست و خرابم تو نیز لطفی کن ۔ نظر بریں دل سرگشتہ خراب انداز
اگرچہ میں مست و خراب حال ہوں، تو مہربانی فرما ۔ اور اس دل شوریدہ پر نظر عنایت کر،

۶
بہ نیم شب اگرت آفتاب می باید ۔ ز روی دختر گلچہر رز نقاب انداز
اگر تیری خواہش ہو کہ آدھی رات کے وقت آفتاب نکل آئے ۔ گلرنگ دختر رز یعنی شراب سے پردہ اٹھا دے

۷
مہل کہ روز وفاتم بخاک بسپارند ۔ مرا بمیکدہ بر در خم شراب انداز
دیکھنا، مجھے مرنے کے وقت خاک میں دفن نہ کرنا ۔ بلکہ میکدہ میں شراب کے مٹکے میں ڈال دینا

۵۱ دل، ۵۲ عشق، ۵۳ آشوب و شور، ۵۴ عشق، ۵۵ عشق، ۵۶ عشق حقیقی ۱۲

۸

گر از تو یک سر مو سر کشد دل حافظ
اگر ایک بال برابر بھی حافظ کا دل تجھ سے سرکشی کرے
بگیر و در خم زلفش بپیچ و تاب انداز
تو اسے گرفتار کر کے زلف کے خم میں قید کر کے پیچ و تاب کھلایا کر

۱
حال خونیں دلاں کہ گوید باز
دل جو رنج و غم سے بھرے ہیں انکا حال کون بیان کرے
وز فلک خون جم کہ جوید باز
اور فلک سے جسم کے خون کا قصاص کون طلب کرے

۲
جز فلاطون خم نشین شراب
سوائے فلاطون کے جو شراب کے مٹکے میں بیٹھنے والا ہے
سر حکمت بما کہ گوید باز
مجھے حکمت کے اسرار کون بیان کرے

۳
شرمش از چشم می پرستان باد
اگر نرگس مست پھر اُگ آئے تو
نرگس مست اگر بروید باز
چاہیے کہ مے پرستوں سے آنکھ ملاتے ہوئے شرمندہ ہو

۴
ہر کہ چوں لالہ کاسہ گرداں شد
جس شخص نے لالہ کی طرح پیالہ ہاتھ میں لیا
زین جفا رخ بخوں بشوید باز
اس رنج و غم کا یہ انجام ہوگا کہ چہرہ خون آلودہ ہوگا

۵
بس کہ در پردہ چنگ گفت سخن
چونکہ چنگ نے پردہ میں باتیں کہیں
ببرش موئے تا نموید باز
اسکی زلف قطع کر دتا کہ پھر ایسی باتیں نہ کرے

۶
بکشاید دلم چو غنچہ اگر
میرا دل غنچہ کی مانند شگفتہ ہو جائے اگر
ساغر لالہ گوں ببوید باز
وہ پیالہ جو لالہ کی طرح ہے پی لے

۷

گرد بیت الحرام خم حافظ
شراب کے مٹکے کے گرد طواف کرتا ہوں حافظ
گر نمیرد بسر بپوید باز
اگر نہ مرے تو پھر سر کے بل طواف کرنا پڑے گا،

شرح ۱۔ خونیں دل۔ عاشق۔ جم کی نسبت مشہور ہے کہ ایران کا ایک بادشاہ تھا۔ اس نے ایک جام بنایا تھا جس میں تمام دنیا کا حال نظر آتا تھا، غالباً کرہ زمین ہوگا، اس شعر میں خواجہ حافظ رحمۃ اللہ علیہ کا مدعا یہ ہے کہ اب جمشید نہیں رہا اور نہ وہ اس کا جام رہا، گویا جمشید کا خون فلک نے کیا گیا جام کو خاک میں ملا دیا، اس لئے اہل دل جو جام عشق کی خواہش

۶ یارب آں زاہد خود بیں کہ بجز عیب ندید
یارب اس زاہد خود بیں کے آہ کا دھواں اسکی آئینۂ ادراک میں
دود آہیش در آئینۂ ادراک انداز
ڈال جو بغیر عیب کے اور کچھ دیکھ نہیں سکتا

۷ چشم آلودہ نظر از رخ جاناں دور ست
دھندلی آنکھ روئے جاناں سے دور ہے اور دیکھ نہیں سکتی
بر رخ او نظر از آئنۂ پاک انداز
اس کے چہرہ پر صاف شیشہ سے نظر کر

۸ غسل در اشک زدم کاہل طریقت گویند
آنسوؤں سے میں نے غسل کیا کیونکہ اہل طریقت کہتے ہیں
پاک شو اول وپس دیدہ بر آں پاک انداز
اول دھوکر پاک ہو پھر جمال روئے پاک دیکھ

۹ چوں گل از نکہت او جامہ قبا کن حافظ
پھول کی طرح اے حافظ خوشبو کا جامہ (وجود) قبا بنا
وآں قبا در رہ آں قامت چالاک انداز
اور یہ قبا اس چالاک قامت معشوق کے راستہ میں ڈال

شعر ۴ ۔ اے معشوق مرنے کے بعد میرے مزار پر آنا غرور ناز سے ایسا نہ ہو کہ ادھر آنا عار سمجھے۔
۶ ۔ زاہد خود بیں مجھ میں عیب ہی عیب دیکھتا ہے، اس کا آئینۂ عقل اندھا ہو جائے کاش عشق سے وہ بھی باخبر ہو اور عقل سے کنارہ کرے تو یہ خود بینی نہ رہے، آہ بھرتا رہے جو عشق کا نتیجہ ہے، مطلب یہ ہے کہ وہ بھی ہماری طرح عاشق ہو۔
۷ ۔ مکدر آنکھ کو عینک کی ضرورت ہے، آئینہ پاک سے نور بصیرت مراد ہے۔
یہ امر تو واضح ہے کہ آئینہ صاف ہو تو اس میں عکس صاف نظر آئے گا۔ آئینہ مکدر ہو تو عکس مکدر ہوگا۔ "آئینہ سے مراد قلب" مطلب یہ ہے کہ مشاہدہ حقیقت کے لئے تصفیۂ قلب کی ضرورت ہے، اور تصفیۂ قلب تزکیہ نفس سے ہوتا ہے اور ہماری نفسانی خواہشات ظن "کو پیدا کرتی ہیں "اور ظن" کو حقانیت میں کچھ حصہ نہیں ملا،
ظن ہمیں شک وشبہ میں ڈالتا ہے اور علم سے دور رکھتا ہے جس کی تعریف یہ ہے کہ معلوم اس طرح صاف صاف منکشف اور متمیز ہو کر اس میں شک وشبہ کی گنجائش نہ ہو۔ یہ علم بغیر تصفیۂ قلب حاصل نہیں ہو سکتا تاکہ اشیاء فی الخارج کا عکس صاف صاف اور متمیز ہو۔ جب تک کسی شے کا عکس قلب پر صاف صاف اور متمیز نہ ہوگا اس شے کا علم صحیح حاصل ہی نہیں ہو سکتا۔
اس لئے تصفیۂ قلب کی ضرورت ہے اور جیسا کہ ہم نے ظاہر کیا ہے تصفیۂ قلب تزکیہ نفس کے بغیر محال ہے، دیباچہ میں اسکی شرح کی گئی ہے،
شعر کا مطلب یہ ہے کہ آئینۂ قلب کو زنگ ہوا وہوس سے صاف کرو اور پھر مشاہدہ حقیقت ہوگا ورنہ مکدر حواس ہمیں حقیقت کے قریب نہ آنے دیں گے۔
شعر غسل در اشک الخ کا مطلب بھی یہی ہے، یہی نفسانیت ہے جس سے حواس پر پردہ پڑ جاتا ہے اور آئینۂ قلب مکدر ہو جاتا ہے۔
ایک اور مقام خواجہ ؒ فرماتے ہیں
اگر از وسوسہ نفس وہوا دور شدی ❊ بیشکے رہ ببرے در حرم دیدارش

۱
دلم ربودهٔ لولی وشیست شور انگیز
میرا دل ایک لولی وش شور انگیز
دروغ وعدهٔ قتال وضع و رنگ آمیز
جھوٹے وعدہ کرنے ہشیار عاشقوں کو قتل کرنیوالی حیلہ گر نے اڑا لیا

۲
فدائی پیرہن چاک ماہرویان باد
خوبصورت معشوقوں کے قبا پر قربان ہو جائے
ہزار جامہ تقوی و خرقہ پرہیز
ہزار پرہیزگاری کا لباس اور تقویٰ کا خرقہ

۳
فرشتہ عشق نداند کہ چیست قصہ مخواں
فرشتہ عشق سے بے خبر ہے باتیں نہ بنا
بخواہ جام شرابی بخاک آدم ریز
گلابی جام لیکر خاک آدم پہ چھڑک

۴
پیالہ در کفنم بند تا سحرگہ حشر
میرے کفن کے ساتھ شراب کا پیالہ باندھ دو تاکہ صبح قیامت کے وقت
بمی ز دل ببرم ہول روز رستاخیز
شراب سے محشر کا خوف دل سے دور کروں

۵
بیا کہ ہاتف میخانہ دوش با من گفت
آ، ہاتف میخانہ نے مجھے کل کہا کہ
کہ در مقام رضا باش و از قضا مگریز
مقام رضا میں ٹھہر اور قضا سے مت بھاگ

۶
غلام آن کلماتم کہ آتش افروزد
میں ان کلمات کا غلام ہوں جو آگ بھڑکاتے ہیں اور مشتعل کرتا ہیں
نہ آب سرد زند در سخن بر آتش تیز
نہ کہ آتش تیز پر گفتگو سے ٹھنڈا پانی چھڑکتے ہیں

۷
فقیر و خستہ بدرگاہت آمدم رحمے
میں تیری درگاہ پر فقیر اور خستہ ہو کر آیا ہوں رحم فرما
کہ جز ولای توام نیست ہیچ دستاویز
کیونکہ تیری محبت کے بغیر اور کوئی دستاویز میرے پاس نہیں ہے

۸
نقاب پردہ ندارد نگار دلکش ما
میرا محبوب دلکش نقاب اور پردہ نہیں رکھتا
تو خود حجاب خودی حافظ از میان برخیز
تو اپنا آپ حجاب ہے اے حافظ تو درمیان سے اٹھ جا

۳ ۔ فی الواقع فرشتہ "عالم کبیر" کی طاقت کا نام ہے اور اس طرح "عالم صغیر" یعنی انسان کی ملکوتی طاقتوں کو بھی فرشتوں سے تعبیر کرتے ہیں آدمی کا رتبہ فرشتہ سے بلند ہے، جو مظہر اسماء و صفات الٰہی ہے بلکہ جامع جمیع اسماء و صفات ہو "عالم کبیر" یعنی کل مخلوقات مجموعہ صفات ہو اور انسان اس کا خلاصہ ہے، عشق وہی امانت ہے جس کا متحمل سوائے انسان کے اور کوئی نہ ہو سکتا۔ ع عشق راجز آدمی درخورد نیست۔

۸ ۔ درحقیقت ذات باری تعالیٰ کا غیر موجود نہیں ہے۔ اس لئے اس پر کوئی چیز زیادہ نہیں اور نہ اس کو پوشیدہ کر سکتی ہے اور نہ شے آپ سے پوشیدہ ہے ہماری ہستی موہومہ ہی ایک حجاب ہے اگر یہ منقطع ہو جائے تو فاینما تولوا فثم وجہ اللہ

پیچ ہے کہ "وجودک ذنب لا یقاس بہا ذنب" ہمارا وجود ہی سب سے بڑا گناہ ہے اسے فنافی اللہ کرنا چاہئے ۔ ۵

نہ تھا کچھ تو خدا تھا کچھ نہ ہوتا تو خدا ہوتا ✦ ڈبویا مجھکو ہونے نے نہ میں ہوتا تو کیا ہوتا

۱ روز عیش و طرب و عید صیام است امروز ✦ کام دل حاصل و ایام بکام است امروز

آج روز عیش و عشرت ہے اور عید ماہ رمضان ہے ✦ دلی مدعا حاصل ہے اور روزگار موافق ہے ۔

۲ گو عروس فلکی رخ منما از مشرق ✦ که مرا دیدن آن ماه تمام است امروز

عروس فلک یعنی آفتاب کو کہو کہ آج مشرق سے اپنا منہ نہ دکھلائے ✦ کیونکہ آج رات مجھے اس ماہ کامل کو دیکھنا ہے

۳ زاهدی را که نبود همی صوامع جائی ✦ بین که در کنج خرابات مقام است امروز

زاہد کو صومعہ کی مانند کوئی جگہ نہ ملی، دیکھئے ✦ آج خرابات کے گوشہ میں مقیم ہے

۴ محتسب گو پند مده رندان را ✦ کانکه بی شاهد و می نیست کدام است امروز

محتسب یا واعظ رندوں کو نصیحت نہ کر ✦ آج ایسا شخص کون ہے جس کے پاس معشوق اور شراب نہیں ہے

۵ صبحدم بلبل مست از چه سبب نالد ✦ کار او چون به بهاران بنظام است امروز

بوقت صبح بلبل مست کس لئے رو رہی ہے ✦ جبکہ آج اس کا کام بہار کے ساتھ بنا ہوا ہے

۶ گو بگویند خلایق که می حافظ را ✦ چشم بر روی نگار و لب جام است امروز

اگر خلق کہتی ہے تو کہے کہ حافظ کی ✦ آنکھ معشوق کے چہرہ پر اور لب پیالہ پر ہے ۔

شعر ۲ ۔ شب وصل ہی تمنا ہے کہ آفتاب نہ نکلے ۔ یہ غزل حالت وصال میں لکھی گئی ہے ۔

۵ ۔ رنج و غم سے رونا درست ہے اور فرط خوشی سے رونا درست، شاید یہ خیال ہو کہ بہار کے بعد خزاں ہے ۔

۱ زلفین سیه خم خم اندر زده باز ✦ وز فتنه من شوریده بهم بر زده باز

سیاہ زلفوں کو پیچ در پیچ بنا رکھا ہے ✦ اور مجھ شوریدہ سر کو پریشان کر دیا ہے

۲ زان روی نکو چشم بد از دور که امروز ✦ بر مه زده طعنه و بر خور زده باز

اس خوبصورت چہرہ سے چشم بد دور ہے کیونکہ آج ✦ تو نے چاند پر طعن کیا ہے اور سورج کی روشنی پر غالب آیا ہے

مطلب یہی ہے کہ جو کام آنکھوں سے کیا جائے وہ نہایت مشکل ہوتا ہے،
شعر کا مطلب یہ ہے کہ میں نے قلب کو پاک وصاف بخوشی خاطر شوق وذوق کے ساتھ کیا ہے، اگرچہ ایسا سخت مجاہدہ تھا کہ میری آنکھیں خونِ دل بہاتی رہیں اور میرا چہرہ لہو سے رنگین ہو گیا،
"نقد" کی مناسبت کے ساتھ "سرہ" اور "سکہ" اور "زر" نے لطافت پیدا کر دی ہے سکہ پر بادشاہ وقت کا نقش ہوتا ہے اور ایسا سکہ ملک میں رائج ہوتا ہے، تو سونے کا سکہ سب سے قیمتی ہوتا ہے،
مطلب یہ ہے کہ میں نے نقدِ قلب کو بے عیب اور غیریت کے نقش سے پاک وصاف کیا جو کچھ اس میں آمیزش نفسانیت کی تھی اور جو قلب ایک میں عیب تھا اس کو مجاہدہ اور ریاضت سے صاف کیا اس کے بعد قلب صاف پر نقش وحدت کا ہوا کیونکہ غیریت کے محو ہونے پر وحدت کا سکہ بیٹھ گیا یعنی وحدت کا مشاہدہ ہوا جو مالک الملک اور احکم الحاکمین کا رائج سکہ ہے اور سچا ہے یعنی باطل کو چھوڑا تو حق ملا۔
"قلب" کے معنی دل بھی ہے اور کھوٹا بھی ہے "نقد" کے ساتھ قلب کی مناسبت لطیف ہے، یہ خواجہ رح کے کلام کی خوبی ہے اور یہ شعر مرصع اور لاجواب ہے، اس کا مطلب یہ بھی ہے کہ میں نے دل کو آنکھوں کے راستہ بہا دیا اور اس لئے آنکھیں لہو روتی ہیں چونکہ دل پر تیرا ہی نقش تھا اس لئے میرے چہرہ پر یہ طلائی نقش آگیا یعنی ہماری ہستی موہومہ تو محو ہو گئی اب ہمارے چہرہ پر وجہ مطلق ہی کا عکس ہے، بہر حال مطلب یہ ہے کہ "فاینما تولوا فثم وجہ اللہ"

۱
درآ کہ در دلِ خستہ توان درآید باز
اے محبوب آ، تاکہ دل خستہ ورنجور میں طاقت وتوانائی آئے
بیا کہ در دلِ مردہ روان درآید باز
آ، تاکہ دل مردہ میں تازہ روح پیدا ہو

۲
بیا کہ فرقت تو چشم من چنان بربست
آ کیونکہ تیرے ہجر نے میری آنکھ اس طرح بند کی ہے
کہ فتح بابِ وصالت مگر کشاید باز
شاید کہ تیرے وصل کا دروازہ کھلنے سے کھل جائے

۳
بہ پیش آئینۂ دل ہر آنچہ میدارم
شیشۂ دل کے سامنے ہر ایک چیز
بجز خیالِ جمالت نمے نماید باز
تیرے جمال کے خیال کے بغیر کچھ اور ظاہر نہیں ہوتی

۴
غمی کہ چون سپہ زنگ مصرِ دل بگرفت
غم سیاہ جبش کی طرح مصر دل پر چھایا ہوا ہے
ز خیلِ شادیِ روم رخت زداید باز
تیرے رومی چہرہ کی خوشی کے لشکر سے شکست کھا سکتا ہے

۵
ز خوفِ بادیہ دل بد مکن ببند احرام
جنگل کے ڈر سے ملول نہ ہو، احرام باندھ
کہ مرد راہ نیندیشد ارچہ ناید باز
کیونکہ مرد راہ کو خواہ کچھ ہی پیش کیوں نہ آئے اندیشہ نہیں ہوتا

۶
بدان مثل کہ شب آبستن آمدہ است بروز
گویا رات کو دن کا حمل ہے
ستارہ می شمرم تا کہ شب چہ زاید باز
ستارے گنتا ہوں کہ دیکھئے رات سے کیا پیدا ہوتا ہے

بیا کہ بلبل مطبوع خاطر حافظ
آ کہ حافظ کی طبیعت کی پسندیدہ بلبل

ببوئی گلشن وصل تو می سراید باز
تیرے وصل کے باغ کی بو کے لئے نغمہ سرائی کرتی ہے

شرح ۳ - آئینۂ دل کے سامنے ہر ایک چیز کا عکس معشوق کے جمال کا ظہور ظاہر کرتا ہے یعنی قلب صفائی میں صفات الٰہی کا عکس وہی نور جمال ہے جو عین ذات ہے، جدہر دیکھتا ہوں اُدہر تو ہی تو ہے۔

۴ - دنیا بمنزلہ ملک مصر ہے لشکر غم نے حبشیوں کی طرح چڑہائی کی ہے، اگر اس کا روئے روشن جو بمنزلہ لشکر روم ہے نظر آجائے تو فوج غم کو شکست ہو۔

۵ - اگرچہ جنگل میں مسافر کو ہر ایک طرح کا خوف ہوتا ہے، اور جان و مال کا خطرہ ہوتا ہے لیکن جس شخص نے مستقل ارادہ کر لیا ہے کہ خواہ کچھ ہو منزل مقصود پر پہنچنا ہے وہ برابر قدم بڑہاتا ہے۔

۶ - رات گویا حاملہ ہے جس کے پیٹ سے دن کا بچہ پیدا ہوتا ہے۔ میں تمام رات اختر شماری کرتا ہوں یعنی بیدار رہتا ہوں۔ دیکھئے کیا پیدا ہوتا ہے اور کیا ظہور میں آتا ہے، منجم کہتے ہیں تمام حادثات ستاروں کی گردش سے ظہور میں آتے ہیں۔ تمام رات اختر شماری اس لئے کرتا ہوں کہ دیکھئے دن کے وقت جو رات کے بعد پیدا ہوتا ہے کیا کیا حوادث ظہور میں آتے ہیں۔

ای صبا گر بگذری بر ساحل رود ارس اے صبا اگر رود ارس پر تیرا گذر ہو	۱	بوسہ زن بر خاک آن وادی و مشکین کن نفس اُس وادی کی خاک کو بوسہ دے اور اپنا دم مشکبو بنا،
منزل سلمی کہ بادش ہر دم از ما صد سلام سلمیٰ کی منزل جس پر میری طرف سے سو سو سلام پہونچیں (ور دی)	۲	پر صدای ساربان بینی و آہنگ جرس جس کا پتہ شتربانوں کی آوازوں اور جرس کی صدا سے لگتا ہے
محمل جانان ببوس آنگہ بزاری عرضہ دار جانان کے محمل کو بوسہ دے اور بعد ازاں رو رو کر عرض کر	۳	کز فراقت سوختم ای مہربان فریاد رس کہ تیرے فراق میں اے مہربان فریاد رس جل گیا ہوں
من کہ قول ناصحان را خواندمی بانگ رباب میں تو نصیحت کرنے والوں کی باتوں کو رباب کا نغمہ سمجھتا تھا	۴	گوشمالی خوردم از ہجران کہ اینم پند بس اب یہ نصیحت کافی ہے کہ ہجر سے گوشمالی ہو گئی
عشرت شبگیر کن می نوش کاندر راہ عشق رات کے وقت عیش و عشرت کر اور شراب پی کیونکہ عشق کی راہ میں	۵	شبروان را آشنائیہاست با میر عسس چوروں اور کوتوال کے درمیان آشنائی کا رابطہ ہے
دل برغبت می سپارد جان بچشم مست یار دل برضا و رغبت جان یار کی مست آنکھوں کے حوالہ کرتا ہے	۶	گرچہ ہشیاران ندادند اختیار خود بکس اگرچہ ہشیار اپنا اختیار کسی دوسرے کے ہاتھ میں نہیں دیتے

٧ طوطیان در شکرستان کامرانی میکنند
طوطی شکر کی جگہ کامرانی کرتی ہیں
وز تحسر دست بر سر میزند مسکین مگس
حسرت سے مسکین مکھی سر پر ہاتھ مارتی ہے

٨ عشقبازی کار بازی نیست ای دل سر بباز
عشقبازی کوئی کھیل نہیں ہے اے دل سر دے
زانکه گوی عشق نتوان زد بچوگان ہوس
کیونکہ گوئی عشق چوگان ہوس سے نہیں لیجایا جاسکتا

٩ نام حافظ گر برآید بر زبان کلک دوست
اگر دوست کی زبان قلم پر حافظ کا نام آجائے
از جناب حضرت شاہم بس است این ملتمس
تو بادشاہ سلامت کے حضور سے اتنی ہی التماس ہے

شرح ١ - ای صبا الخ - یہ غزل نعتیہ ہے اسلئے لیلیٰ کی طرح مشہور معشوقہ عرب ہے خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ صبا کو مخاطب کرتے ہیں کہ محبوب خدا کے روضہ اقدس کی طرف جا وہ منزل جہاں رحمۃ للعالمین کی رہائش ہے اسکی خاک پر بوسہ دے۔ اسکا اثر یہ ہوگا کہ تو سرتاسر خوشبو سے مہک جائیگی۔ اس منزل کا نشان بآسانی ملسکتا ہے۔ حجاج کے کارواں اس طرف جاتے ہیں شتربانوں کے شور اور جرس کی آواز خود تجھ کو پتہ بتادیگی۔ الخ

١ زانجا که لطف شامل و خلق کریم تست
چونکہ نیکوکاری تیرے کریمانہ خلق کا خاصہ ہے
جرم گذشته عفو کن و ماجرا مپرس
اس لئے گذشتہ جرم معاف کردے اور بازپرس نہ کر

٢ خواہی که روشنت شود احوال سر عشق
اگر تو چاہتا ہے کہ تجھ پر عشق کے راز کا حال روشن ہو
از شمع پرس قصه ز باد صبا مپرس
شمع سے قصہ پوچھ باد صبا سے مت پوچھ

٣ نقش حقوق خدمت و اخلاص و بندگی
حق صحبت کا نقش اور خلوص بندگی
از لوح سینه محو کن و نام ما مپرس
لوح سینہ سے محو کردے اور نام میرا نہ پوچھ

٤ از دلق پوش صومعه نقد طلب مجوی
صوفی سے نقد طلب یعنی احوال رندان کی امید نہ رکھ
یعنی ز مفلسان سخن کیمیا مپرس
مفلس سے کیمیا کی باتیں نہ پوچھ

٥ از دفتر طبیب خرد باب عشق نیست
طبیب عقل کے دفتر میں عشق کا باب نہیں ہے
ای دل بدرد خو کن و نام دوا مپرس
اے دل درد کی عادت کر اور دوا کا نام نہ پوچھ

٦ ما قصه سکندر و دارا نخوانده ایم
میں نے دارا اور سکندر کا قصہ نہیں پڑھا
از ما بجز حکایت مہر و وفا مپرس
مجھ سے سوائے مہر و وفا کی حکایت کے اور کچھ نہ پوچھ

ایک اور مقام پر فرماتے ہیں۔

سیر سپہر دور قمر را چہ اختیار ۔ درگردش اند برحسب اختیار دوست

ایک اور مقام پر فرماتے ہیں کہ

گدائے میکدہ ام لیک وقت مستی بیں ۔ کہ ناز بر فلک و حکم بر ستارہ کنم

یہ خیال کہ ستاروں کی گردش سے حوادثات رونما ہوتے ہیں غلط ہے ان کا کیا اختیار ہے یہ تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے گردش کر رہے ہیں، جو کچھ ہو رہا ہے مشیت ایزدی سے ہو رہا ہے،

اس شعر کا مطلب یہ ہے کہ میں ظاہر صورت پر بھولا ہوا تھا اور خیال کیا کہ آسمان پر ستاروں کی گردش وغیرہ صورت حال معلوم کروں۔ لیکن جب حقیقت کا اظہار ہوا تو معلوم ہوا کہ فلک تو اُس کی قدرت کاملہ کے ہاتھ میں جو کچھ ہو رہا ہے اُسی کے ارادہ وعلم سے ہوتا ہے۔

۱	دردِ عشقے کشیدہ ام کہ مپرس میں نے عشق کا درد وہ اٹھایا ہے کہ تو یہ ہی بھلی	زہر ہجری چشیدہ ام کہ مپرس ہجر کا زہر وہ چکھا ہے کہ مت پوچھ
۲	گشتہ ام در جہان و آخر کار[۱] تمام جہان چھان مارا اور آخر کار	دلبرے[۲] برگزیدہ ام کہ مپرس ایسا دلبر انتخاب کیا ہے کہ کیا کہوں، لاجواب
۳	آن چنان در ہوائی خاک درش[۳] اس تمنا میں کہ اس کے دروازہ کی خاک نصیب ہو	می رود آب دیدہ ام کہ مپرس آنکھوں سے پانی اس طرح جاری ہے کہ مت پوچھ
۴	بے تو در کلبۂ گدائے خویش تیرے بغیر اپنی فقیرانہ جھونپڑی میں	رنجہائی کشیدہ ام کہ مپرس وہ رنج اٹھائے ہیں کہ بیان نہیں کر سکتا
۵	من بگوش خود از دہانش دوش میں نے اپنے کانوں سے اور اُس کے منہ سے کل	سخنانی شنیدہ ام کہ مپرس ایسی باتیں سنی ہیں کہ مت پوچھ
۶	سوئی من لب چہ میگزی کہ مگوے کیا ہونٹ کاٹتا اور اشاروں سے بتاتا ہے کہ خاموش رہ	لب لعلے گزیدہ ام کہ مپرس میں نے لعل لب کو اسطرح چوما ہے کہ مت پوچھ

۷	ہمچو حافظ غریب در رہ عشق غریب حافظ کی طرح عشق کے راستہ میں بمقامے رسیدہ ام کہ مپرس ایسے مقام پر پہونچ گیا ہوں کہ مت پوچھ

[۱] نبی آخر الزمان
[۲] محمد صلی اللہ علیہ وسلم
[۳] روضۂ قدس

۔۔۔	۔۔۔
...یر ما نمی گنجد بغیر از دوست کس	۱ هر دو عالم را بدشمن ده که ما را دوست بس
...ن میں دوست کے خیال کے سوا اور کسی چیز کی گنجائش نہیں	دونوں جہان دشمن کے حوالہ کر دو مجھے ایک دوست کافی ہے
...ندم گون ما گر میل کردی نیم جو	۲ هر دو عالم پیش چشم ما نمودی یک عدس
...رنگ والا محبوب نیم جو کی برابر بھی مائل ہوتا	دونوں جہان میری نظروں میں نہایت حقیر اور ناچیز دکھائی دیتے
...ی ایں شمع و جمعی از پس و پیش دوان	۳ نی غلط گفتم نباشد شمع را خود پیش و پس
...نور پھیلاتا ہوا چلا جا رہا ہے اور مخلوق آگے پیچھے دوڑ رہی	نہیں میں نے غلط کہا شمع کا آگا پیچھا نہ... تو سبھی ہیں
...فل ست آنکو به شمشیر از تو می پیچد عنان	۴ قند را لذت مگر نیکو نمیداند مگس
...ہ شخص غافل ہے جو تیری تلوار کے سامنے سر بچاتا	شاید کہ مکھی کو قند کی لذت بخوبی معلوم نہیں
...طرم وقتی هوس کردی که بینم چیزها	۵ تا ترا دیدم نکردم جز بدیدارت هوس
...ے دل میں کسی زمانہ میں یہ ہوس تھی کہ چیزیں دیکھوں	جب سے تجھے دیکھا ہے تیرے دیدار کے سوا کوئی ہوس باقی نہیں
...ر دمان از عس شب گر خیالی در سر	۶ من چنانم کز خیالم باز نشناسد عس
...لوگوں کو کوتوال کی نسبت کچھ خیال دماغ میں ہے	تو میری یہ حالت ہے کہ میرے سایہ اور مجھ میں کوتوال تمیز نہیں کر سکتا
...یت از اشکم چو دریا گشت و می‌ترسم که باز	۷ بر سر آیند این رقیبان بکسارت چون خس
...ے آنسوؤں سے تیرا کوچہ ایک دریا بن گیا مگر ڈر یہ ہے کہ	رقیب تنکے کی طرح اس دریا پر بہتے ہوئے نہ آجائیں

حافظا این ره بپای لاشه لنگ تو نیست

اے حافظ یہ راہ عشق اس لنگڑے پن سے تو قطع نہیں کر سکتا

بعد از این بنشین که گردی بر نخیزد زین فرس

آرام سے بیٹھا رہ تاکہ ایسا نہ ہو کہ کسی سوار کے نیچے آکر کچل جائے

۲ ـ یہ غزل نعتیہ ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا رنگ گندم گوں اور آپ کا حسن ملیح تھا، حافظ رحمۃ اللہ علیہ ...شق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔

... ـ شمع سے مراد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں مخلوق خدا اس نور کے گرد جمع تھے" چونکہ شمع را پشت و روئی باشد۔ ...لئے یہ کہنا چاہیے کہ چاروں طرف اس کی روشنی یکساں پڑتی ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نور خدا ہیں اس لئے کسی ...طرف یا جہت میں مقید نہیں ہیں۔

... ـ شمشیر عشق کی ضرب سے سر پھیرنا بوالہوس کا کام ہے جو درد کی لذت سے ناآشنا ہے۔

۵ ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جس شخص نے دیکھا ناممکن ہے کہ وہ کسی اور طرف متوجہ ہو۔

۶ ۔ "عسس" سے غالباً مراد شیطان ہے جس کا اثر عوام الناس پر ہوتا ہے، لیکن ہماری یہ حالت ہے کہ وہ ہمارے سایہ اور ہم میں تمیز کرنے کے قابل نہیں یعنی ہم سرتاپا نیکیاں ہوں۔

۷ ۔ کوشش تو یہ کی کہ آنسو سے دریا بہا دیں کہ رقیب یعنی شیطان اسے عبور نہ کر سکے لیکن اب ڈر اس بات کا ہے کہ وہ کمبخت ایسا سبک ہے کہ تنکے کی طرح بہتا ہوا چلا آئے گا۔

۸ ۔ راہ عشق ایک دشوار اور سخت راستہ ہے ایک لنگڑا سا آدمی کا کام نہیں کہ پاؤں سے چل کر منزل مقصود پر پہونچ جائے بلکہ ڈر ہے کہ جو سوار آ رہے ہیں وہ اس لنگڑے کو کچل نہ ڈالیں۔ سوار اس راستہ میں مرد خدا ہیں۔ لنگڑا آدمی وہ ہے جو ہوا و ہوس میں گرفتار ہے کبھی دنیا اور اس کی زینت کا فریفتہ ہوتا ہے، کبھی عاقبت کا خیال آ جاتا ہے نہ اِدھر کا ہے نہ اُدھر کا دھوبی کا کتا نہ گھر کا نہ گھاٹ کا۔

سوار گھوڑا اڑائے جاتا ہو تو گرد بھی اڑتی ہے جب گھوڑا لنگڑا ہو تو وہ بڑھ نہیں سکتا اس لئے گرد بھی نہ اڑے گی۔ مطلب یہ ہے کہ عشق کے راستہ میں ہم لنگڑے گھوڑے کی طرح ہیں جو نہ بڑھ سکتا ہے اور نہ اس کے قدموں سے گرد اڑتی ہے۔

"خواجہ حافظ" گرد و غبار" سے مراد "جسم" لیتے ہیں یعنی انسان ہستی خاکی ہے جب تک یہ خاکی جسم "فنا نہ" تعین کی قید سے رہائی ناممکن ہے حضرت عشق اس کو فنا کرتے ہیں، مگر جو قلب ہوا و ہوس میں گرفتار رہے وہ کب آزاد ہو سکتا ہے، جب وجود انسانی کی گرد نہ اڑے گی تب تک پاک و صاف نہ ہو گا۔

۱ ۔ دلا رفیق سفر بخت نیکخواہت بس ۔ نسیم روضہ شیراز پیک راہت بس

نیک خواہ بخت رفیق سفر کافی ہے ۔ اور روضہ شیراز کے باغ کی ہوا کافی ہے

۲ ۔ دگر ز منزل جانان سفر مکن درویش ۔ کہ سیر معنوی و کنج خانقاہت بس

دوبارہ محبوب کی منزل سے اے درویش سفر نہ کر ۔ کہ باطن کی سیر اور خانقاہ کا گوشہ تجھے کافی ہے

۳ ۔ بصدر مصطبہ بنشین و ساغر مے نوش ۔ کہ این قدر ز جہان کسب مال و جاہت بس

شراب خانہ کی مسند پر بیٹھ اور شراب کا پیالہ پی ۔ کہ دنیا کے مال و جاہ سے تجھے یہی کمائی کافی ہے

۴ ۔ دگر کمین بگشاید غمے بکشور دل ۔ حریم درگہ پیر مغان پناہت بس

اگر غم ملک دل پر چڑھائی کی نیت سے گھات سے نکلے ۔ تو پیر مغاں کی درگاہ کے حرم میں پناہ کافی ہے

۵ ۔ فلک بمردم نادان دہد زمام مراد ۔ تو اہل دانش و فضلی ہمین گناہت بس

آسمان نادان آدمی کے ہاتھ میں مراد کی باگ دیتا ہے ۔ تو عقلمند اور صاحب فضل ہے تیرا گناہ یہی کیا کم ہے

۶ ۔ ہوای مسکن مالوف و عہد یار قدیم ۔ ز رہروان سفر کردہ عذرخواہت بس

وطن مالوف کی محبت اور عہد پرانے دوست کا ۔ سفر کر جانے والوں سے [illegible] عذر خواہی کرتا ہے

بمنت دگران خو مکن که در دو جهان غیروں کے احسان مند بننے کی عادت نہ ڈال کیونکہ دنیا اور آخرت میں	۷	رضائی ایزد و انعام پادشاهت بس اللہ تعالیٰ کی رضا اور احکم الحاکمین کی بخشش کافی ہے

۸

بهیچ ورد دگر نیست حاجت ای حافظ
کسی اور وظیفہ کی ضرورت نہیں اے حافظ
دعائی نیم شب و ورد صبحگاهت بس
آدھی رات کی دعا اور صبح کا ورد کافی ہے

ف ۔ حافظ رحمۃ اللہ علیہ نے خوب کہا ہے کہ جو شخص صاحب عقل وفضل ہوتا ہے وہ خراب وخستہ وخوار ہوتا ہے اور نادان مزے کرتے ہیں نتیجہ یہ ہے کہ فلک کینہ پرور ہے بلکہ یہ دنیا خود جاہل ہے اور عقل وفضل کی قدر نہیں کر سکتی، بلکہ یہ کہنا چاہیے کہ اس دنیا میں عقلمندی وفضیلت گناہ ہے جس کی سزا یہ ملتی ہے کہ عقلمند حیران وسرگرداں رہتے ہیں، مرزا عبدالقادر بیدل رحمۃ اللہ علیہ نے بھی خوب کہا ہے ؎

فلک تکلیف جاہت گر دہد قال حماقت کن ÷ کہ غیر از گاؤ نتواند کشیدن بار دنیا را

اور سچ تو یہ ہے کہ دنیا کا بوجھ احمق آدمی ہی برداشت کر سکتے ہیں عقلمندوں کا یہ کام نہیں ہے۔

گلعذاری ز گلستان جهان ما را بس دنیا کے باغ سے مجھے صرف وہی گل اندام معشوق کافی ہے	۱	زین چمن سایه آن سرو روان ما را بس اس چمن میں صرف اسی سرو خراماں کا سایہ درکار ہے
من و همصحبتی اهل ریا دورم باد مجھ سے منافق اور ریاکاروں کی صحبت دور رہے	۲	از گرانان جهان رطل گران ما را بس جن لوگوں نے دنیا کو کمایا ہے ان کی صحبت میں شراب نوشی کافی ہے
قصر فردوس بپاداش عمل می بخشند نیک اعمال کے عوض بہشت میں محل بخشتے ہیں	۳	ما که رندیم و گدا دیر مغان ما را بس میں رند اور گدا ہوں اسلئے شراب خانہ ہی میری جگہ ہے
بنشین بر لب جوی و گذر عمر ببین نہر کے کنارے پر بیٹھ کر دیکھ کہ پانی کی طرح عمر گذر رہی ہے	۴	کاین اشارت ز جهان گذران ما را بس اس گذشتنی اور گذشتنی دنیا میں یہ اشارہ سمجھنے کے لئے کافی ہے
نقد بازار جهان بنگر و آزار جهان غور کر کہ سعدی منت ومشقت کے بعد دنیا میں کیا حاصل ہوتا ہے	۵	گر شما را نه بس این سود و زیان ما را بس اگر تمہارے سمجھنے کے لئے یہ نفع ونقصان کافی نہیں تو میرے واسطے کافی ہے
یار با ماست چه حاجت که زیادت طلبیم میرا یار میرے ساتھ ہے اس سے زیادہ طلب کرنے کی کیا ضرورت ہے	۶	دولت صحبت آن مونس جان ما را بس اس محبوب آرام جان کی دولت صحبت کافی ہے

۷

ازدر خویش خدارا بہ بہشتم مفرست

خدا کے واسطے اپنے دروازہ سے نکال کر مجھے جنت میں مت بھیج

کہ سر کوئی تو از کون و مکان مارا بس

کیونکہ تیرے کوچہ کا دروازہ مجھے کون و مکان سے بہتر ہے

۸

نیست مارا بجز از وصل تو در سر ہوسے

میرے سر میں تیرے وصل کے بغیر اور کوئی خواہش نہیں

ویں تجارت ز متاع دو جہان مارا بس

دنیا و آخرت کے سرمایہ سے یہی کمائی مجھے بہت ہے

۹

حافظ از مشرب قسمت گلہ بی انصافیست

اے حافظ عقیدہ تو یہ کہ قسمت نے دیا جو کچھ دیا پھر شکایت بے انصافی ہے

طبع چوں آب و غزلہائے روان مارا بس

کیا یہ کم ہے تیری طبیعت پانی کی طرح ہے اور تیری غزلوں میں روانی ہے

اس غزل میں خواجہ حافظ رحمۃ اللہ علیہ نے قال و حال دونو کو جمع کر دیا ہے۔ دنیا کی بے ثباتی کا نقشہ کھینچ دیا ہے اور صرف یہی نہیں بلکہ یہ بھی بتایا ہے کہ ہمیں کیا کرنا چاہیئے۔

شعر (۱) میں دنیا کو باغ سے تشبیہ دی ہے لیکن اس باغ میں دل لگانے کے قابل کوئی چیز نہیں سوائے ایک سرو خراماں کے یا اس گل کے جس کی خوشبو سے تمام باغ مہک رہا ہے۔

شعر (۲) میں یہ ظاہر کیا ہے کہ اہل ریا اہل دنیا ہیں ان سے کنارہ کرو۔

شعر (۳) میں ظاہر کیا ہے کہ اہل آخرت وہ ہیں جو نیک عمل کرتے ہیں زہد و ریاضت سے چند روزہ زندگی بسر کرتے ہیں ان کی محنت کا ثمرہ باغ بہشت ہے اور اس کے قصر ہیں، لیکن اپنی حالت یہ ہے کہ نہ باغ دنیا کی تمنا ہے اور گلشن جنت کی آرزو ہے بلکہ صرف شوق [illegible] کے دیدار و وصال کی خواہش ہے جسے عشق سے تعبیر کرتے ہیں۔

شعر (۴) میں دنیا کی مثال نہایت عمدہ ہے۔ نہر کے کنارے بیٹھ کر پانی کی روانی پر غور کرو کدھر سے آتا ہے کدھر جاتا ہے اور پھر واپس نہیں آتا کس طرح جلدی جلدی گذر رہا ہے یہی حال اس دنیا اور زمانہ اور عمر کا ہے یہ اشارہ سمجھنے کے لئے کافی ہے کہ دنیا گذشتنی و گذاشتنی ہے اور اس کا حال گذر رہا ہے۔

شعر (۵) میں دنیا داروں کو توجہ دلائی ہے کہ غور کرو کہ اس محنت و مشقت سے کیا کماتے ہو محنت و مشقت جو سراسر نقصان ہے اور جو کچھ اس نقصان سے نفع حاصل ہوتا ہے وہ نسبتاً بہت کم ہے ایک تو ناپائیدار ہے دوسرے کچھ مفید نہیں، اس لئے دنیا کے لئے محنت کرنا سراسر نقصان ہے۔

شعر (۶) میں ظاہر کیا گیا ہے کہ معشوق حقیقی ہر ایک جگہ حاضر و ناظر ہے، سب کچھ اس کی مخلوق ہے۔ خالق کو چھوڑ کر مخلوق کو طلب کرنا سراسر نادانی ہے۔

شعر (۷) میں بھی صاف لفظوں میں کہہ دیا ہے کہ ہمیں بہشت کی آرزو نہیں ہے ہم تیرے طالب ہیں۔

شعر (۸) میں یہ ظاہر کیا ہے کہ دونو جہانوں کی تجارت اور اس سرمایہ کا فائدہ یہ ہے کہ معشوق حقیقی کا وصل نصیب ہو۔

آخری شعر میں یہ بیان کیا ہے کہ

قسمت کیا ہر ایک کو قسام ازل نے ❊ جس شخص کو جس چیز کے قابل کوئی [illegible] نظر آیا

یعنی اگر حافظ رند ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کی سرشت میں یہی کچھ تھا، مصرعہ [illegible] ہر کسے را بہر کارے ساختند،

حافظ صاحب کی شستہ کلامی اور طبیعت کی صفائی اور غزلوں کی روانی جو اس وقت تمام دنیا کو آپ کا مداح بنا رہی ہیں کچھ کم نہیں ہیں معلوم ہوتا ہے کہ حافظ نے خود بھی فیاض حقیقی کی اس بخشش کو محسوس کیا تھا کہ خدا نے انہیں ایک شاعر پیدا کیا ہے قسمت سے یہی کچھ حصہ میں آیا ہے اور یہی کافی ہے۔

۱
اگر رفیق شفیقی درست پیمان باش — حریف حجرہ و گرمابہ و گلستان باش
اگر رفیق شفیق ہے تو ہر حال میں وفا کر — حجرہ و حمام (گرم و سرد زمانہ) و گلستان (عیش و عشرت) میں ساتھی ہو

۲
شکنج زلف پریشان بدست باد مدہ — مگو کہ خاطر عشاق گو پریشان باش
زلف پیچ و خم کو ہوا کے ہاتھ میں دیکر پریشان نہ کر — اور یہ نہ کہہ کہ عاشقوں کی طبیعت پریشان ہوتی ہو تو ہو

۳
گرت ہواست کہ با خضر ہمنشین باشی — نہان ز چشم سکندر چو آب حیوان باش
اگر تجھے یہ خواہش ہے کہ خضر کی صحبت نصیب ہو — تو آب حیات کی طرح سکندر کی آنکھوں سے پوشیدہ رہ

۴
رموز عشق نوازی نہ کار ہر مرغیست — بیا و نوگل این بلبل غزلخوان باش
رموز عشق کا سریلی آواز میں بیان کرنا ہر پرندہ کا کام نہیں — آ اور گل نوشگفتہ اور بلبل خوش الحان کا بن

۵
طریق خدمت و آئین بندگی کردن — خدائی را کہ رہا کن بما و سلطان باش
خدمت ریاضت اور یہ طریقہ بندگی و مجاہدہ — برائے خدا چھوڑ اور میرے پاس آ کہ سلطانی کی تعلیم دوں

۶
دگر بصید حرم تیغ برمکش زنہار — از آنچہ با دل ما کردہ پشیمان باش
اگر دوبارہ حرم کے جانور پر تلوار نہ اٹھا — جو کچھ تو نے میرے دل کے ساتھ کیا اس سے پشیمان ہو

۷
تو شمع انجمنے یک زبان و یک دل شو — خیال کوشش پروانہ بین و خندان باش
تو محفل کی شمع ہے اسلئے تیری زبان ایک اور دل ایک ہونا چاہئے — ذرا پروانہ کی کوشش پر خیال کر اور خوش رہ

۸
کمال دلبری و حسن در نظربازیست — بشیوہ نظر از نادران دوران باش
معشوقوں کے حسن اور دلبری کا کمال نظربازی میں ہے — اس لئے عاشقوں کی طرح نظر کا شیوہ اختیار کر

۹
خموش حافظ و از جور یار نالہ مکن
اے حافظ چپ رہ اور دوست کے جور و ستم سے فریاد نہ کر
ترا کہ گفت کہ بر روئے خوب حیران باش
تجھے کس نے کہا تھا کہ خوبصورت چہرہ کو دیکھ اور حیران ہو

شعر ۳ ۔ سکندر سے مراد اہل دنیا اور صاحب جاہ وحشم ہے یعنی اگر تجھے یہ منظور ہو کہ خضر یعنی ایسے شخص کی صحبت نصیب ہو جو رہبر کامل ہو اور خدا رسیدہ ہو تو دنیا داروں سے کنارہ کر۔ آب حیات سکندر کو اس لئے نصیب نہ ہوا کہ ایک دنیا دار تھا اور دنیا فانی ہے اس لئے ایک فانی چیز کا شیدا تھا کس طرح حاصل کر سکتا۔ اگر تو چاہتا ہے کہ خضر کی طرح بقا حاصل ہو تو دنیا ترک کر۔

۴ ۔ بلبل خوش الحان خود حافظ رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔

۵ ۔ اس شعر میں خواجہ رحمۃ نے الوالعزمی کی روح پھونکدی ہے، اول تو انسان اشرف المخلوقات ہے اس لئے جمادات ونباتات وحیوانات کی پرستش کرنا اپنے آپ کو ذلیل ثابت کرنا ہے، شیخ سعدی رحمۃ پتھر پوجنے والوں کی نسبت حیران ہو کر پوچھتے ہیں کہ

"چی جمادی پرستد چہ ا ؟"

اس میں کچھ شک نہیں کہ انسان عبودیت کے دائرہ سے نہیں نکل سکتا، لیکن "عبد" ہے تو معبود بھی ایسا ہونا چاہیئے کہ جو ہستی مطلق اور اپنی صفات میں کامل ہو اور ایسی ذات ہو جس سے بالاتر کوئی نہ ہو۔ عبادت اور پوجا پاٹ کی غرض یہ ہے کہ عبد اپنے معبود کے اخلاق سے آراستہ ہو۔ اگر ہم ایسی چیزوں کی پرستش کریں جو ہم سے مرتبہ میں ادنیٰ ہوں تو ظاہر ہے کہ ہم انسانیت سے گر کر تنزل کریں گے۔ حالانکہ ہماری زندگی کا منشا ترقی کرنا ہے۔ اگر ہمارا معبود واللہ تعالیٰ ہو تو "تخلقوا باخلاق اللہ" کے عامل بنیں گے، اور چونکہ وہ خود سلطان ہے اس لئے ہمیں بھی سلطانی کا مرتبہ حاصل ہو گا۔

خواجہ رحمۃ فرماتے ہیں کہ شجر وحجر کو مت پوجو، اور ہوا وہوس کے غلام مت بنو، بلکہ ان تمام پر حکومت کرو۔ یہ تمہارے ارادہ و قدرت وعلم کے تحت کام کریں۔

اس شعر میں لفظ "خدای را" نہایت مناسب واقع ہوا ہے جس کا ایک مطلب تو یہ ہے کہ "خدا کے واسطے باز آ"، اور دوسرا مطلب یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی عبادت کرنی چاہیئے ان تمام اشیا یعنی ماسوی اللہ کو چھوڑ دو۔ کیونکہ خدا تعالیٰ کی عبادت ہیں" اجر غیر ممنون" کی مستحق بناتی ہے، خواجہ رحمۃ نے اسی خیال کو دیگر مقامات پر بھی ظاہر کیا ہے۔

باز آی و دل تنگ مرا مونس جان باش دلا پس آ، اور میرے دل تنگ کا مونس جان ہو	۱	وین سوخته را محرم اسرار نهان باش اور اس سوختہ کے پوشیدہ رازوں کا محرم بن
زان باده که در مصطبهٔ عشق فروشند اس شراب سے جو میخانہ عشق میں فروخت کرتے ہیں	۲	ما را دو سه ساغر بده و گو رمضان باش مجھے دو تین پیالے دے اگرچہ ماہ رمضان ہی کیوں نہ
در خرقه چو آتش زدی ای عارف سالک اے عارف سالک جب تو نے خرقہ میں آگ لگا دی	۳	جهدی کن و سر حلقهٔ رندان جهان باش تو کوشش کر اور رندان جہان کی جماعت کا سردار بن
آن یار که گفتا بتو ام دل نگران ست وہ دوست جس نے یہ کہا کہ میرا دل تیری طرف متوجہ ہے	۴	گو میرسم اکنون بسلامت نگران باش اسے کہو کہ خیر سے متوجہ رہ میں بھی حاضر ہوتا ہوں

خون شد دلم از حسرت آن لعل روان بخش	۵	آن درج محبت بہمان مہر و نشان باش
اُس یاقوت رنگ لب کی حسرت میں جو روح پھونکتا ہے دل خون ہوگیا		مگر وہ محبت کی ڈبیا اسی طرح سر بمہر ہے
تا بر دلش از غصہ غباری ننشیند	۶	ای سیل سرشک از عقب نامہ رواں باش
اے آنسوؤں کے سیلاب نامہ کے پیچھے رواں ہو تاکہ		نامہ پڑھ کر اُس کے دل میں غصے کدورت نہ بیٹھ جائے

حافظ کہ ہوس میکندش جام جہاں بین

حافظ کا دل جام جہاں بین کی ہوس کرتا ہے

گو در نظر آصف جمشید مکاں باش

اسے کہدو کہ آصف جمشید مکان کے زیر نظر رہے

شرح ۳۔ درخرقہ چو الخ

خرقہ سے مراد ہستی موہوم ہے جس کا نتیجہ خود بینی اور خود رائی ہے، یعنی ہم سمجھتے ہیں کہ ہماری ہستی مستقل و رائے ہستی حق ہے، جب عارف سالک نے اپنی ہستی موہومہ کی حقیقت معلوم کرلی اور سمجھ لیا کہ یہ ہیچ ہے تو خواجہ رحمت بتاتے ہیں اور ابھارتے ہیں کہ اسی پر اکتفا نہیں کرنا چاہئے بلکہ کوشش کرنی چاہئے۔ رندان جہاں کی جماعت کی سرداری حاصل ہو۔ خواجہ رحمۃ اللہ علیہ اپنے کلام میں اولوالعزمی اور عالی ہمتی کی تعلیم کرتے ہیں کہ اس راستہ میں کہیں مقام پر رک نہ گئے ہو۔ اس شعر سے واضح ہوتا ہے کہ "سر حلقہ رندان" کا رتبہ عارف سالک سے بڑھکر ہے، رندی کی تعریف خواجہ نے اکثر اشعار میں کی ہے، ایک مقام پہ فرماتے ہیں کہ

راز درون پردہ ز رندان مست پرس ۔ کیں حال نیست صوفی عالی مقام را

مناسب مقام پر اس کی تشریح کی گئی ہے، خواجہ اس شعر میں اس اصل اصول کی طرف توجہ دلاتے ہیں کہ کوشش کرنی چاہئے کہ سرداری و سروری حاصل ہو، اگر یہ حاصل نہ ہوگی تو اس کے قریب سالک پہونچ جائے گا۔ عالی ہمت طلبی چاہئے لیکن خواجہ ایک اور نکتہ بیان فرماتے ہیں جس کو عموماً اولوالعزم اور عالی ہمت اشخاص بھی نظرانداز کر دیتے ہیں وہ یہ ہے کہ یہ لوگ عموماً یہ سمجھتے ہیں کہ کچھ ہم کرتے ہیں اسی "خرقہ" کے ساتھ کرتے ہیں اور اس لئے خود بینی و خود رائی میں سرگرداں ہو جاتے ہیں، اور اس سے زیادہ ترقی نہیں کرتے جتنی کہ عالم اسباب میں ممکنات کی محدود طاقت اجازت دیتی ہے، حالانکہ یہ اس کا وہم ہوتا ہے کہ ہماری طاقتیں محدود ہیں، جب یہ یقین ہوگیا کہ ہستی ایک ہے اور وہ مطلق ہے اور اُس کی صفات بھی مطلق ہیں اور آتش عشق نے اس ہستی موہومہ کو جلا کر معدوم کر دیا تو اس فنا کے بعد بقا باللہ حاصل ہوئی، اس لئے ہماری طاقتوں کا کچھ شمار اور حد نہیں یعنی انتہائی ترقی قید ہستی موہومہ سے آزادی حاصل کرکے ہوسکتی ہے۔

باغبان گر پنج روزی صحبت گل بایدش	۱	بر جفای خار ہجران صبر بلبل بایدش
اے باغبان اگر اسے پنج روزہ زندگی میں صحبت گل کی خواہش ہو		تو بلبل کی طرح خار ہجر کی تکلیف پر صبر کرنا چاہئے
ای دل اندر بند زلفش از پریشانی منال	۲	مرغ زیرک چون بدام افتد تحمل بایدش
اے دل اس کی زلفوں کی قید میں بوجہ پریشانی نالہ و زاری نہ کر		دانا جانور اگر دام میں پھنستا ہے تو تحمل کرنا چاہئے

۳ **با چنین زلف و رخش بادش نظربازی حرام**
جس عاشق کے سامنے معشوق کی زلف اور رخ ہو اسے
ہر کہ روی یاسمین و جعد سنبل بایدش
چنبیلی اور سنبل پر نظر کرنا حرام ہو حقیقت کے سامنے مجازی کی کیا حقیقت ہے

۴ **رند عالم سوز را با مصلحت بینی چہ کار**
ایک عاشق حکمت عملی اور مصلحت کی کیا حاجت رکھتا ہے
کار ملک ست آنکہ تدبیر و تحمل بایدش
یہ دُرسر تو دنیا دار کے واسطے ہے کہ تدبیر و تحمل سے کام نکالتے ہیں

۵ **تکیہ بر تقوی و دانش در طریقت کافریست**
طریقت میں عقل اور پرہیزگاری پر بھروسہ کرنا کفر ہے
راہرو گر صد ہنر دارد توکل بایدش
سالک اگر سو ہنر رکھتا ہے پھر بھی توکل کرنا چاہیے

۶ **نازہا زین نرگس مستانہ می باید کشید**
اس مست آنکھ کی نازبرداری کرنی پڑے گی،
این دل شوریدہ گر آن زلف و کاکل بایدش
اگر اس دل شوریدہ کو زلف اور کاکل کی خواہش ہو

۷ **ساقیا در گردش ساغر تعلل تا بچند**
اے ساقی ساغر شراب کی گردش میں درنگ کب تک
دور چون با عاشقان افتد تسلسل بایدش
جب یاروں کا دور ہو تو پے در پے دینا چاہیے

۸ **کیست حافظ تا ننوشد بادہ بی آواز چنگ**
حافظ کون ہے کہ شراب بغیر نغمہ کے نہ پیے
عاشق مسکین چرا چندین تحمل بایدش
غریب عاشق کس لئے اتنا صبر کرے،

شرح ۱ - باغبان گر پنج روزی الخ

"باغ" وجود ہے جس میں طرح طرح کے گل بوٹے سرسبز و شاداب ہیں، اس وجود کا ظاہر اور باطن مشاہدہ کرنے کے قابل ہے، جو خلاصہ موجودات ہے "پنج روز" سے مراد ایام زندگی ہیں، "گل" سے مراد مقصود و مطلوب ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جس طرح بلبل خزاں کے دنوں میں جو اس کے لئے خار ہجر ہیں صبر کرتی ہے اور موسم بہار کے انتظار میں بیٹھی ہے اسی طرح اگر تم منشاء زندگی کو پورا کرنا چاہتے ہو اور یہ ارادہ ہے کہ مقصود و مطلوب ہاتھ لگے تو بغیر محنت و مشقت و رنج و غم و جد و جہد حاصل نہیں ہو سکتا،

۵ - عقلمند آدمی یہ سمجھتا ہے کہ وہ اپنی عقل کے زور سے اور تدبیر سے کام نکالتا ہے اور پرہیزگار یہ خیال کرتا ہے کہ زہد و ریاضت کے باعث بخشش ہے اور جنت اس کا صلہ ہے گویا دونوں اپنے زور بازو پر ناز کرتے ہیں ایک اپنی تدبیر پر اور دوسرا اپنے اعمال پر، لیکن طالب حق کے واسطے عقل اور تقوے پر بھروسہ کرنا حرام ہے بلکہ کفر ہے۔ اسے توکل کرنا چاہیے، توفیق نیک اعمال اور تدبیر فاعل حقیقی کی طرف سے ہے، اس رحمت اور عنایت سے کام بنتا ہے اور بنے گا، کوئی شخص تدبیر اور تقوے سے خدا رسیدہ نہیں ہو سکتا جب کہ اس کی اپنی ہستی قایم ہے اور وہ یہ سمجھتا ہے کہ میں بھی موجود ہوں، سب سے بڑھ کر گناہ اور کفر خود بینی ہے۔

برد از من قرار و طاقت و هوش مجھ سے صبر، طاقت اور ہوش اُڑا لے گیا	۱	بت سنگین دل سیمین بنا گوش ایک بتِ سنگدل اور چاندی کی بنا گوش والا
نگاری چابکی شوخی پری وش معشوق چالاک، شوخ، پری جیسا	۲	حریفی مه وشی ترکی قبا پوش خوش طبع، چاند جیسا، ترک قبا پوش
ز تاب آتش سودائے عشقش اُس کے عشق کی وحشت کی آگ کی تپش سے	۳	بسان دیگ دائم میزنم جوش ہمیشہ دیگ کی مانند جوش مارتا ہوں
چو پیراهن شوم آسوده خاطر لباس کی طرح آسودہ خاطر ہو جاؤں	۴	گرت همچون قبا گیرم در آغوش اگر تجھے قبا کی طرح آغوش میں لے لوں
اگر پوسیده گردد استخوانم اگر میری ہڈیاں بوسیدہ ہو جائیں	۵	نگردد مهرش از جانم فراموش اس کی محبت میری جان سے بھول نہیں سکتی
دل و دینم دل و دینم ببرده است میرا دل اور دین میرا دل اور دین لے گیا	۶	بر و دوشش بر و دوشش بر و دوش اُس کا اور اُس کا کاندھا

دوائے تو دوائے تست حافظ

اے حافظ تیری دوا اور تیرا علاج

لب نوشش لب نوشش لب نوشش

اس کا شیریں لب اس کا شیریں لب اس کا شیریں لب ہے

بجد و جهد چو کارے نمی رود در پیش جبکہ سخت کوشش سے بھی کوئی کام نہیں بنتا	۱	بکردگار رها کرده ام مصالح خویش میں نے کردگار کے حوالہ تمام کام کر دیا ہے
بپادشاہے عالم فرو نیارد سر اگر قناعت کا راز درویش کو معلوم ہو جائے	۲	اگر ز سر قناعت خبر شود درویش تو دنیا کے بادشاہ کے سامنے بھی سر نہ جھکائے
ز سنگ تفرقه خواهی که منحنی نشوی اگر چاہتا ہے کہ سنگ تفرقہ سے نہ جھکے	۳	مشو بسان ترازو در پئے کم و بیش تو ترازو کی طرح کم و بیش کے پیچھے نہ پڑے

۴

ریائی زاہد سالوس جان من فرسود
مکار زاہد کے ریا سے مجھے سخت غم ہے

قدح بیار و بزن مرہمی بریں دل ریش
شراب کا پیالہ لا تاکہ اس زخمی دل پر مرہم کا کام دے

۵

بنوش بادہ کہ قسام صنع قسمت کرد
شراب پی کیونکہ خالق نے شروع پیدائش سے

درآفرینش از انواع نوشدار و نیش
زہر اور زہر مہرہ کا حصہ مقرر کر دیا ہے

۶

ریا حلال شمارند و جام بادہ حرام
ریاکاری کو تو حلال سمجھ رکھا ہے اور شراب کے پیالہ کو حرام

زہی طریقت و ملت زہی شریعت و کیش
واہ واہ کیا دین اور مذہب اور کیا شریعت ہے

۷

بدلربائی اگر خود سرآمدی چہ عجب
اگر دلربائی کے باعث تو خود سر ہے تو تعجب کی کونسی بات ہے

کہ نور حسن تو بود از اساس عالم پیش
کیونکہ تیرے جمال کا نور عالم کے ظہور سے پیشتر تھا

۸

دہان تنگ تو دلخواہ جان حافظ شد
تیرے دہن تنگ کی خواہش حافظ کی جان کو مرغوب آئی

بجان بود خطرم زین دل محال اندیش
یہ دل جو محال کی فکر کرتا ہے جان کو خطرہ میں ڈال رہا ہے،

۱ - خواجہ حافظ رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت یہ غلط رائے قائم نہ کرنی چاہئے کہ وہ کوشش اور سعی کو بے فائدہ سمجھتے ہیں۔ دراصل ان کا مطلب یہ ہے کہ ہر ایک شخص کو کسی نہ کسی چیز کی طلب ہوتی ہے اور مطلوب کے حاصل کرنے کے لئے وہ جد وجہد کرتا ہے اور یہ قدرتی امر ہے کہ انسان کوشش کرتا ہے لیس للانسان الا ما سعی انسان کی طلب تین قسم کی ہے ایک دنیا حاصل کرتے ہیں، دوسرے آخرت کے لئے زہد و ریاضت کرتے اور تیسرے معشوق حقیقی کے طالب ہیں، اول الذکر دونوں باتیں جد وجہد سے حاصل ہو سکتی ہیں، دنیا تدبیر سے اور آخرت تقویٰ سے مگر معشوق حقیقی کا وصال نہ تو عقل و دانش کے حیلہ اور نہ زہد و تقوےٰ کے وسیلہ سے حاصل ہو سکتا ہے یہ بات کچھ ہمارے اختیار میں نہیں ہے، اس کا اختیار خود خدا کو ہے جسکو چاہے اپنا قرب عطا فرمائے اور جسکو چاہے راندۂ درگاہ بنائے۔ البتہ عشق ایک ذریعہ ہے مگر عشق صرف ایک خواہش ہے اس سے زیادہ اور کچھ نہیں، اور یہ خواہش بھی محض اسی معشوق حقیقی کے فضل سے دل میں پیدا ہوتی ہے، یہ سچ ہے کہ عشق جبراً پیدا نہیں ہوتا اور کوئی شخص بالارادہ دل میں پیدا نہیں کر سکتا، بلکہ خود بخود قلب پر اس کی تجلی ہوتی ہے۔ اس لئے عشق جد وجہد کی فہرست میں شامل نہیں ہے، اسی لئے خواجہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ؎

تکیہ بر تقوی و دانش در طریقت کافریست ۔ رہرو گر صد ہنر دارد توکل بایدش

۲ - جد وجہد سے جو کچھ تکلیف ہوتی ہے وہ منزل عشق میں ہزار گونہ زیادہ ہے، دنیا طلبی میں انسان معمولی کوشش سے کامیاب ہو جاتا ہے اور اس سے بڑھکر کوشش ایک متقی شخص کرتا ہے کیونکہ اس کا حوصلہ اور ہمت دنیا دار سے زیادہ ہے اور اس کا مطلوب دنیا سے زیادہ قدر و قیمت رکھتا ہے، اس لحاظ سے طلب حق کے لئے اتنی کوشش درکار ہے۔

اپنی ہستی فنا کر دے چنانچہ فرماتے ہیں

گرچہ وصالش نہ بکوشش دہند ✤ ہر قدر اے دل کہ توانی بکوش

۲ ۔ قناعت بھی عجیب چیز ہے ۔ دنیا میں احتیاج ہی ایک شئے ہے جو ہمیں ذلیل اور رسوا اور در بدر پھراتی ہے ؎

آنکہ شیران را کند روباہ مزاج ✤ احتیاج ست احتیاج ست احتیاج

لیکن قناعت اس کے برعکس ایک روباہ کو بھی شیر بنا دیتی ہے ۔ ایک درویش قانع کو کیا حاجت ہے کہ کسی بادشاہ کے دروازہ پر جائے اور اپنا سر جھکائے ۔ کہتے ہیں کہ سکندر اعظم کی مجلس میں تمام حکیم آئے لیکن حکیم دیو جانس کلبی نہ آیا ، سکندر خود ملنے گیا ۔ دیکھا کہ ایک فقیر دھوپ میں بیٹھا ہے ، سکندر نے کہا کہ اگر کچھ خواہش ہو تو فرمائیے ، جواب دیا کہ ذرا دھوپ چھوڑ کر ادھر ہو جاؤ ۔ یہ ہے قناعت ، صبر و شکر ، یہ تمام اوصاف حسنہ صرف اہل اللہ کا حصہ ہیں ، دنیا دار اس سے کوسوں دور ہیں ؎

گفت چشم تنگ دنیا دار را ✤ یا قناعت پر کند یا خاک گور

اہل آخرت دنیا سے قناعت کرتے ہیں اور اہل اللہ دنیا اور آخرت دونوں سے قناعت کرتے ہیں ان کی نگاہ میں سکندر اعظم کی کچھ حقیقت نہیں ہے ۔

۳ ۔ ترازو کا پلڑا ایک بھاری ہے تو ترازو کا جھکاؤ اس طرف ہو گا ، دوسرا بھاری ہے تو ادھر جھکاؤ ہو گا ۔ لیکن جب اعتدال ہو تو سیدھا رہتا ہے اس لئے خیر الامور اوسطہا ، اعتدال ہر حال میں قایم رکھنا چاہئے افراط اور تفریط سے بچنا چاہئے ۔

۴ ۔ خواجہ ؒ نے اکثر مقامات پر ” ریا “ کی مذمت ظاہر خواہ کی ہے اور اس سے مراد نفس پرستی ہے ، اور محض دنیا داری ہے ، ظاہر پرست یہ کہتے ہیں کہ خدا تعالےٰ کے ساتھ عشق کا دعویٰ گستاخی اور بے ادبی ہے ، اور اس لئے حرام ہے ، خواجہ ؒ فرماتے ہیں کہ ان لوگوں کا مذہب اور عقیدہ عجیب ہے کہ ریا کو تو حلال سمجھتے ہیں اور عشق الٰہی کو برا خیال کرتے ہیں ۔ ریا نفسانیت کا ایسا فریب ہے کہ بڑے بڑے عابد اور زاہد بھی اس کے چکر میں آجاتے ہیں ، اس کی تشریح ہم نے دیباچہ میں کی ہے ۔

افسوس ہے اس جماعت پر کہ خدا کی عبادت اس لئے کرتے ہیں کہ لوگوں میں عابد اور زاہد مشہور ہوں ۔ غور کرنا چاہئے کہ ایک عابد ریا کار ہو سکتا ہے لیکن عاشق ریا کار نہیں ہو سکتا ۔ ؎

زنہار ازان قوم نباشی کہ فریبند ✤ حق را بسجودے و نبی را بدرودے

۵ ۔ یہ شعر نعتیہ ہے اور ” اول ما خلق نوری “ کا ترجمہ ہے کہ ہر ایک چیز کا ظہور نور محمد سے ہوا اور نور محمد سب سے پہلے خلق کیا گیا ۔

محمد نے خدا کی (ظہور خلق کے باعث ہوئے) خدا نے مصطفیٰ کی (پیدا کیا) ✤ کوئی سمجھے تو کیا سمجھے کوئی جانے تو کیا جانے

اس نور محمد سے مراد ” تعین اول “ ہے جس کو ” وحدت “ اور ” حقیقت محمدی “ بھی کہتے ہیں ، اور اس مرتبہ میں ذات کا ظہور ، تمام صفات کے ساتھ ہوا ، ملاحظہ ہو دیباچہ ،

بدور لالہ قدح گیر و بی ریا می باش	۱	**ببوئے گل نفسے ہمدم صبا می باش**
موسم بہار میں جبکہ گل لالہ کا دور ہو پیالہ ہاتھ میں لے اور بے ریا ہو		پھول کی بو کے ساتھ ایک دم صبا کا ہمدم بن جا ۔

نگویمت کہ ہمہ سال می پرستی کن میں یہ نہیں کہتا کہ تمام سال شراب پیتا رہ	۲	سہ ماہ می خور و نہ ماہ پارسا می باش تین مہینے شراب پی اور نو ماہ پارسائی کر
چو پیر سالک عشقت بمے حوالہ کند اگر پیر جو عشق کے راہ و رسم سے واقف ہے تجھ کو شراب کے حوالہ کردے	۳	بنوش و منتظر رحمت خدا می باش تو پی جا اور رحمت خدا کا منتظر رہ
گرت ہواست کہ چون جم بسر غیب رسے اگر تجھے یہ خواہش ہے کہ جمشید کی طرح غیب کے اسرار معلوم ہوں	۴	بیا و ہمدم جام جہان نما می باش تو آ اور جام جہاں نما کا ہمدم بن
چو غنچہ گرچہ فروبستگیست کار جہان دنیا کا کام تو غنچہ کی طرح دل تنگی اور بخل ہے	۵	تو ہمچو باد بہاری گرہ گشا می باش لیکن تو باد بہار کی طرح گرہ کھولنے والا بن
وفا مجوی ز کس ور سخن نمی شنوی کسی شخص سے وفا کی امید مت رکھ اگر میرا کہا نہیں مانتا	۶	بہرزہ طالب سیمرغ و کیمیا می باش تو بیہودہ اور بے فائدہ سیمرغ اور کیمیا کی تلاش کر
	۷	مرید طاعت بیگانگان مشو حافظ اے حافظ غیر کی طاعت پرست جا ولی معاشر رندان پارسا می باش مگر وہ رند جو پارسا ہیں انکی صحبت اختیار کر

شرح ۱- بدور الخ

جاننا چاہیے کہ "حال" کے لئے قیام نہیں ہے، چنانچہ خواجہ رہ ایک مقام پر فرماتے ہیں کہ

در دور بادہ یک دو قدح درکش و برو ÷ یعنی طمع مدار وصال دوام را

"کل یوم ھو فی شان" ، تجلیات آتی اور جاتی ہیں اور ان کے لئے قیام نہیں، ان تجلیات کے دور دورہ میں سالک کو چاہئے کہ قلب کی طرف متوجہ رہے اور فیض حاصل کرتا رہے کل سے بھی مراد تجلیات ہیں کہ

یعنی نفس رحمانی میں دم لینا چاہئے۔ یعنی ان تجلیات کے مشاہدہ سے سرچشمہ نور تک پہونچنا چاہئے۔

خواجہ رہ اکثر اشعار میں "ریا" کی مذمت فرماتے ہیں ؎

ریا حلال شمارند و جام بادہ حرام ÷ زہے طریقت و ملت زہے شریعت و کیش

می خور کہ صد گناہ ز اغیار در حجاب ÷ بہتر ز طاعتے کہ بروے ریا کنند

مولانا جامی رہ نفحات الانس میں ابو ہاشم الصوفی قدس سرہ کے تذکرہ میں کہتے ہیں کہ اول شخص صوفی کے لقب سے مشہور رہوا۔ حضرت ابو ہاشم تھے۔ حضرت سفیان ثوری رہ کے ہمعصر تھے جنکی وفات ۱۶۱ھ میں بمقام بصرہ ہوئی حضرت ابو سفیان رہ فرمایا کرتے تھے کہ "لو لم یکن ابو ہاشم الصوفی ما عرفت دقائق الریا" یعنی اگر ابو ہاشم الصوفی نہ ہوتا تو میں دقائق ریا سے باخبر

نہ ہوتا، دقایق ریا کی معرفت حقیقت نفس کی معرفت پر موقوف ہے اور خاصان بارگاہ الٰہی میں سے بھی بہت کم ہیں جو ریا کے دقایق سے آگاہ ہیں، حضرت بایزید رح فرماتے ہیں کہ مجھے دو چیزوں کا پتہ نہ ملا کہ آیا ان کی بھی کوئی حد ہے، یک تو مقامات محمدی کا اور دوسرے فریب نفس، اگر بغور دیکھا جائے تو ہمارا کوئی عمل ریا کی آمیزش کے بغیر نہیں، جس دل پر ریا کا قبضہ ہو وہ نفسانیت سے رنگین ہے اور نا ممکن کہ وہ "نفس رحمانی" کا دم بھرے،

۲ - مے پرستی سے مراد اعتکاف ہے۔ اس لئے سہ ماہ سے مراد رجب و شعبان اور رمضان کے مبارک مہینے ہیں جو عبادت کے لئے خاص ہیں۔

۳ - یہ شعر "بمے سجادہ رنگین کن گرت پیر مغاں گوید ؛ کہ سالک بے خبر نبود ز راہ و رسم منزلہا" کے ہم معنے ہے۔

۴ - جام جہاں نما سے قلب عارف مراد ہے، جو مظہر انوار غیب ہے۔

۶ - گویا وفا اور کیمیا اور سیمرغ تینوں عنقا ہیں، سیمرغ ایک فرضی نام ہے، ؎

زنو لت شاہ مرغان گشت سیمرغ ؛ یکے مرغ ست خوانندش بسیمرغ

اکثر اشعار میں حافظ رح بیوفائی کا رونا روتے ہیں۔

این زمان در کس وفاداری نماند ؛ زان وفاداران و یاران یاد باد

اور تعہد امانت کا تقاضا ہے ؎

حقا کہ در زمان برسد مژدہ امان ؛ گر سالکے بعہد امانت وفا کند

دوم تجلیات شہودی کے لئے قیام نہیں اس لئے ان سے وفا کی امید عبث ہے۔

جز این قدر نتوان گفت در جمال تو عیب ؛ کہ خال مہر و وفا نیست روئے زیبا را

تیسرے دوستوں میں مہر و محبت اور وفا نہیں رہی اور اس کی شکایت خواجہ رح کو اکثر ہے،

۷ - مرید طاعت الخ

اس شعر میں خواجہ رح نے "رند" کے ساتھ "پارسا" کی تخصیص کی ہے۔ یعنی صحبت کے لائق رند ہوتے ہیں مگر وہ رند جو متقی ہوں، یعنی جن کا ظاہر اور باطن دونوں آراستہ ہوں، اس میں کچھ شک نہیں کہ فی زمانہ اکثر ایسے اشخاص ہیں جن میں ایک نہ ایک نقص ضرور ہوتا ہے، اگر باطن آراستہ ہے تو ظاہر خراب ہے اور اگر ظاہر آراستہ ہے تو باطن خراب ہے دونوں اقتدا کی صلاحیت نہیں رکھتے،

خواجہ رح نے اس شعر میں دونوں کا ذکر کیا ہے۔ جو شخص بیگانہ ہے یعنی جو معرفت سے آشنا نہیں [illegible] اس کی ظاہری عبادت جس کا اثر قلب پر نہیں ہوتا جس کا ظاہری نماز بر زبان تسبیح و در دل گاؤ خر [illegible] ایسے شخص کا مرید ہرگز ہرگز نہ ہونا چاہئے اور اس کی طاعت و عبادت پر نہ بھولنا چاہئے۔ ہاں ایک شخص جو رند بھی اور پارسا بھی ہو "یغرق طالبان است در قد التاج" ایسے شخص کے تصوف میں پامال ہونا چاہئے یہ مرد کامل ہے اور بقول مولانا [illegible]

اس شعر میں خواجہ رح نے ظاہری [illegible] کے ساتھ لفظ "مرید" اور "رند پارسا" کے ساتھ [illegible]

[illegible]

استعمال کیا جائے اور صاحب اور اصحاب کے الفاظ سے ارادتمندوں کو یاد کیا جائے جو سنت رسولؐ ہے اور یہ لفظ اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں اصحاب رسولؐ کے واسطے استعمال کیا ہے اس لئے یہی پسندیدہ ہے،
جو شخص صحبت میں بیٹھنے والا ہو وہ رفیق اور دوست اور یار ہوتا ہے، اور جو یار نہ ہو وہ بیگانہ ہوتا ہے، اس شعر میں خواجہ رحمۃ نے ظاہر پرستوں کو بیگانہ کیا ہے کیونکہ وہ کسی اہل اللہ کی صحبت سے فیض یافتہ نہیں ہوتے اور اس لئے ان سے دور ہی رہنا چاہئے۔

۱

من خرابم ز غم یار خراباتی خویش
میں خراب حال ہوں یار خراباتی کے غم سے

میزند غمزۂ او ناوک غم بر دل ریش
اس کا غمزہ غم کے تیر میرے زخمی دل پر مارتا ہے

۲

با تو پیوستم و از غیر تو دل ببریدم
میں تجھ سے ملا اور تیرے غیر سے دل پھیر لیا

آشنای تو ندارد سر بیگانہ و خویش
تیرا آشنا نہ تو بیگانہ کا اور نہ اپنے کا خیال رکھتا ہے

۳

بعنایت نظری کن کہ من دلشدہ را
مہربانی کی نظر مجھ بیدل پر کر

نرود بی مدد لطف تو کاری از پیش
کیونکہ تیرے لطف کے بغیر کوئی کام نہیں بن سکتا

۴

آخر ای پادشہ حسن و ملاحت چہ شود
اے حسن اور ملاحت کے پادشہ کیا ہو اگر

گر لب لعل تو ریزد نمکی بر دل ریش
لعل لب سے نمک اس زخمی دل پر چھڑکے

۵

خرمن صبر من سوختہ دل داد بباد
مجھ سوختہ دل کا کھلواڑہ برباد کر دیا

چشم مست تو کہ بگشاد کمین از پس و پیش
تیری مست آنکھ کہ پس و پیش سے گھات سے نکل کر حملہ آور ہوتی ہے

۶

گر چلیپای سر زلف ز ہم بگشاید
اگر تیری زلف جو صلیب کے مشابہ ہے کھل جائے

بس مسلمان کہ شود کشتہ آن کافر کیش
بے شمار مسلمان کفر اختیار کر لیں

۷

پس زانو منشین و غم بیہودہ مخور
متفکر نہ ہو اور بے فائدہ غم نہ کھا

کہ ز غم خوردن تو رزق نگردد کم و بیش
کیونکہ تیرے غم کھانے سے تیرا رزق کم و بیش نہیں ہو سکتا

۸

چونکہ این کوشش بیفائدہ سودی ندہد
چونکہ اس بیفائدہ کوشش سے کچھ حاصل نہیں ہوگا

پس میازار دل خود ز غم ای دور اندیش
اے دور اندیش غم سے اپنے دل کو مت دکھ دے

۹

پرسش حال دل سوختہ کن بہر خدا
خدا کے واسطے دل سوختہ کا حال پوچھ

نیست از شاہ عجب گر بنوازد درویش
بادشاہ سے کچھ بعید نہیں اگر فقیر پر نوازش کرے

حافظ از نوش لب لعل تو کامی یافت

حافظ کا مطلب تیرے لعل لب کے بوسے سے کب پورا ہوا

که زند بر دل ریشش دو هزاران نیشش

کب اس کے زخمی دل پر دو ہزار زہر کے نشتر نہ لگیں

چو برشکست صبا زلف عنبرافشانش جب صبا نے تیری زلفوں کو جن سے عنبر کی خوشبو آتی ہے پریشان کیا	۱	بهر شکسته که پیوست تازه شد جانش ہر ایک پیچ کے کھلنے سے جان میں تازگی آئی
کجاست همنفسی تا به شرح غصه دهم ہمدرد کہاں ہے تاکہ اس کے سامنے اپنا حال دکھ کا بیان کروں	۲	که دل چه میکشد از روزگار هجرانش کہ دل ایام فرقت میں کس مصیبت میں مبتلا ہے
نسیم صبح وفا نامه که برد بدوست نسیم صبا وفا نامہ میرے دوست کے پاس لے گئی	۳	ز خون دیده ما بود مهر عنوانش مہر عنوان اس پر ہماری آنکھوں کے لہو سے تھی
زمانه از ورق گل مثال روی تو بست زمانہ نے پھول کی پنکھڑیوں سے تیرے چہرہ کی نقل کی	۴	ولی ز شرم تو در غنچه کرد پنهانش مگر شرمندہ ہو کر کلی میں چھپا دی
بسی شدیم و نشد عشق را کرانه پدید بہت کوشش کی مگر عشق کا کنارہ ظاہر نہ ہوا	۵	تبارک الله ازین ره که نیست پایانش تبارک اللہ! اس راستہ کی انتہا ہی نہیں ہے
جمال کعبه مگر عذر رهروان خواهد شاید جمال کعبہ (معشوق حقیقی) اے حسن شاید سالکوں کا عذر خواہ ہو	۶	که جان زنده دلان سوخت در بیابانش کہ زندہ دلوں کی جان کعبہ کے بیابان میں خستہ ہو چکی ہے
دلم که مهر تو از غیر تو نهان میداشت اے دل تیری محبت تیرے غیر سے چھپا کر رکھتا تھا	۷	ببین که دیده کند فاش پیش یارانش دیکھنا آنکھیں یہ راز یار دل کے سامنے فاش کر رہی ہیں
بدین شکسته بیت الحزن که می آرد اس خراب خستہ خانہ غم کے ساتھ	۸	نشان یوسف دل از چه زنخدانش یوسف کا پتہ اس کے چاہ زنخدان سے کون لگائیگا
بگیرم آن سر زلف و بدست خواجه دهم اس کی زلف کو پکڑ کر خواجہ کے حوالہ کروں	۹	که داد من بستاند مگر ز دستانش کہ میرا انصاف اس کی زبردستی سے لے

۱۰

سحر بطرف چمن می شنیدم از بلبل
صبح کے وقت چمن کی طرف میں نے بلبل سے

نوائی حافظ خوش لہجہ غزل خوانش
حافظ شیریں کلام کی غزل سریلے سروں میں سنی

۲ - گل سے مراد تجلی شہودی ہے یا وہ ظل یا عکس ہے جو مطلق کا ہے۔ ظل اور ذی ظل ایک نہیں ہو سکتے لیس کمثلہ شی"
واجب واجب ہے اور ممکن ممکن۔

۶ - یعنی محبوب حقیقی کی تلاش میں اس کے راستہ میں جن تکالیف اور مصائب کا سامنا ہوا اس کی تلافی محبوب کے دیدار ہی سے ہو سکتی ہے۔

۱
چو جام لعل تو نوشم کجا بماند ہوش
جب میں تیرے لعل ایک بوسہ لیتا ہوں ہوش کہاں بجا رہتے ہیں
چو چشم مست تو بینم مرا کہ دارد گوش
جب تیری مست آنکھ دیکھتا ہوں اسوقت میری کون سنتا ہے

۲
منم غلام تو وزرانکہ از من آزادی
تو میرا محتاج نہیں ہے، مجھے اپنا غلام سمجھ
مرا بکوزہ فروش شرابخانہ فروش
مجھے شراب خانہ کے پیالہ بیچنے والے کے ہاتھ فروخت کر دے

۳
ببوسے آنکہ ز میخانہ کوزۂ یابم
اس اُمید پر کہ شراب خانہ سے ایک پیالہ مل جائے گا
روم سبوئی خرابا تیان کشم بر دوش
میں ادہر جاتا ہوں اور رندوں کا پانی بھرتا ہوں

۴
مراں گوی کہ خاموش باش و دم درکش
مجھے یہ نہ کہو چپ رہ اور سانس اندر کھینچ
کہ در چمن نتوان یافت مرغ را خاموش
کیونکہ باغ میں مرغ کو خاموش نہیں دیکھو گے

۵
اگر نشان تو جویم کدام صبر و قرار
اگر میں تیرا نشان ڈھونڈھوں تو کسی طرح صبر و قرار نہیں ہے
وگر حدیث تو گویم کدام طاقت و ہوش
طاقت و ہوش ٹھکانے نہیں کہ تیری باتیں کسطرح کروں

۶
شراب پختہ بخامان دل فسردہ مدہ
خام آدمی اور افسردہ دل کو پختہ شراب دے
کہ بادہ آتش تیز است و پختگان در جوش
کیونکہ شراب آگ ہے اور رند جوش میں ہیں

۷
نعیم روضۂ جنت بذوق آن نرسد
جنت کی نعمتوں میں بھی یہ لطف اور مزہ نہیں ہے
کہ یار نوش کند بادہ و تو گوئی نوش
کہ یار شراب پیئے اور تو کہے کہ پی لی جیا

۸
مرا چو خلعت سلطان عشق میدادند
مجھے قضا و قدر نے عشق کی سلطانی کا خلعت عطا کیا
ندا زدند کہ حافظ خموش باش خموش
اور آواز دی کہ حافظ خاموش رہ خاموش رہ

۲۔ مالک کا اختیار غلام پر کامل ہوتا ہے اور دستور ہے کہ اگر مالک غلام سے آزار ہو یعنی ناخوش ہو کر اپنا پیچھا چھڑانا چاہتا ہے تو اس کو بیچ ڈالتا ہے مطلب یہ ہے کہ میں غلام ہوں اگر تو اس لئے کہ صاحب اختیار ہے مجھے فروخت کرنا چاہتا ہے تو شراب والے کے ہاتھ بیچ ڈال یعنی مجھے توفیق عنایت فرما کہ کسی پیر کامل کے ہاتھ پر بیعت کروں،

۱
خوشا شیراز و وضع بی‌مثالش
شیراز کیا ہی اچھا شہر اور اس کی وضع کیسا بے مثل ہے
خداوندا نگہدار از زوالش
اے خدا اس کو زوال سے محفوظ رکھ

۲
ز رکنا باد ما صد لوحش اللہ
رکنا باد پر سو تحسین و آفرین ہو
کہ عمر خضر می‌بخشد زلالش
کہ اس کا پانی خضر کی عمر بخشتا ہے

۳
میان جعفرآباد و مصلےٰ
جعفرآباد اور مصلےٰ کے درمیان
عبیر آمیز می‌آید شمالش
اس کی شمالی ہوا خوشبو سے بھری ہوئی آتی ہے

۴
بشیراز آی و فیض روح قدسی
شیراز میں آ اور روح قدس کا فیض
بخواہ از مردم صاحب کمالش
صاحب کمال آدمیوں سے حاصل کر

۵
کہ نام قند مصری برد آنجا
جس کسو نے مصری شکر کا نام شیراز میں لیا
کہ شیرینان ندادند انفعالش
اس جگہ شیریں معشوقوں نے شرمندہ کیا

۶
صبا زان لولی شنگول سرمست
اے صبا اس لولی شوخ و ظریف اور سرمست
چہ داری آگہی چون ست حالش
سے بھی کچھ واقف ہے۔ اس کا حال کیا ہے

۷
مکن بیدار ازین خوابم خدا را
خدا کے واسطے مجھے اس خواب سے بیدار مت کر
کہ دارم عشرتی خوش باخیالش
کہ اس کے خیال اور تصور سے عجب عشرت حاصل کر رہا ہوں

۸
اگر آن شیرین پسر خونم بریزد
اگر وہ رسیلا نوجوان میرا خون بھی گرا دے
دلا چون شیر مادر کن حلالش
تو اے دل شیر مادر کی طرح اس کے لئے حلال کر دے

۹
چرا حافظ چو می‌ترسیدی از ہجر
اے حافظ جب تو ہجر سے ڈرتا تھا
نکردی شکر ایام وصالش
اس کے وصال کے دنوں کا شکریہ کس واسطے ادا نہیں کیا

در عہد پادشاہ خطابخش جرم پوش خطا کے بخشنے اور جرم کے نظر انداز کرنے والے بادشاہ کے عہد میں	۱	**حافظ قرابہ کش شد و مفتی پیالہ نوش** حافظ تو صراحی اور مفتی پیالہ شراب پینے لگ گئے
صوفی ز کنج صومعہ در پای خم نشست صوفی گوشہ نشینی سے نکل کر مٹکے کے پاس آبیٹھا	۲	**تا دید محتسب کہ سبو می کشد بدوش** جب دیکھا کہ کوتوال شراب کے مٹکے کندھے پر اٹھا کر لیجاتا ہے
احوال شیخ و قاضی و شرب الیہودشان شیخ اور قاضی کے حالات اور ان کا خفیہ شراب پینے کے متعلق	۳	**کردم سوال صبحدم از پیر می فروش** میں نے پیر مے فروش سے صبح کے وقت سوال کیا
گفتا نہ گفتنیست سخن گرچہ محرمی کہا کہ یہ بات بتانے کے لائق نہیں ہے اگرچہ تو محرم راز ہے	۴	**درکش زبان و پردہ نگہدار و می بنوش** زباں بند کر اور پردہ پوشی کر اور شراب پی
ساقی بہار میرسد و جام می نماند اے ساقی بہار آگئی اور شراب کا پیسہ نہیں ہے	۵	**فکری بکن کہ خون دل آمد ز غم بجوش** کچھ فکر کر کہ غم سے دل کا خون جوش مارنے لگا
عشق است و مفلسی و جوانی و نوبہار جوانی کے دن اور بہار کا موسم اور اس پر عشق اور مفلسی	۶	**عذرم پذیر و جرم بذیل کرم بپوش** یہ عذر معقول ہے اور اپنی جرم بخشی اور مہربانی دکھا کر
ای پادشاہ صورت و معنی کہ مثل تو اے بادشاہ حسن صورت و سیرت تیرے جیسا	۷	**نادیدہ ہیچ دیدہ و نشنیدہ ہیچ گوش** نہ کسی آنکھ نے دیکھا اور نہ کسی کان نے سنا
چندان بمان کہ خرقہ ازرق کند قبول اتنی دیر رہ کہ تیرا جوان بخت پیر فلک کمبل پوش سے	۸	**بخت جوانت از فلک پیر ژندہ پوش** ازرق خرقہ راشت میں قبول کرے
تا چند ہمچو شمع زبان آوری کنی کب تک شمع کی طرح زبان سے باتیں بنائے گا	۹	**پروانہ مراد رسید ای محب خموش** مراد کا پروانہ آپہنچا اے دوست خاموش رہ

۱۰

دی شب ندا ز غیب بگوش دلم رسید
کل رات میرے کان میں غیب سے یہ آواز آئی

حافظ تو غصہ کم خور و بنشین و می بنوش
اے حافظ تو غصہ مت کھا اور آرام سے بیٹھ اور شراب پی

۱
دلم رمیده شد و غافلم من درویش
میرا دل خوف زدہ ہے اور میں غریب ناواقف ہوں
که آن شکاری سرگشته را چه آمد پیش
کہ اس دل خستہ شکاری کو کس مصیبت کا سامنا ہوا

۲
چو بید بر سر ایمان خویش میلرزم
بید کی طرح، اپنے ایمان کی خیر پر لرز رہا ہوں مجھے خدشہ ہے
که دل بدست کمان ابروئیست کافر کیش
کیونکہ دل اس کمان ابرو کافر کے ہاتھ میں ہے

۳
خیال حوصلهٔ بحر می پزم هیهات
وہ قطرہ ہے بحر کی وسعت کا خیال اپنے پختہ کیا ہے افسوس
چهاست در سر این قطرهٔ محال اندیش
اس قطرہ (دل) کے سر پر جو محال کا اندیشہ کرتا ہے کیا بنی ہے

۴
بکوی میکده گریان و سرفگنده روم
شرابخانہ کے کوچہ میں روتا ہوا اور سر جھکائے جاؤں گا
چرا که شرم همی آیدم ز حاصل خویش
کیونکہ مجھے اپنی حاصل پر شرم آتی ہے

۵
نه عمر خضر بماند نه ملک اسکندر
نہ تو خضر کی عمر اور نہ سکندر کا ملک باقی رہیگا
نزاع بر سر دنیای دون مکن درویش
اے درویش دنیا کے لئے جھگڑا مت کر

۶
بنازم آن مژهٔ شوخ عافیت کش را
اس شوخ اور آرام کا خون کرنے والی مژگان پر ناز کرتا ہوں
که موج میزندش آب نوش بر سر نیش
کہ زہر کے سر پر اس کے تریاق کا پانی موج مارتا ہے

۷
ز آستین طبیبان هزار خون بچکد
حکیموں کی آستین سے بے شمار خون ٹپک پڑے
گرم بتجربه دستی نهند بر دل ریش
اگر تجربہ کے لئے میرے مجروح دل پر ہاتھ رکھیں

۸
تو بنده‌ای گله از پادشه مکن ای دل
اے دل تو بندہ ہے بادشاہ کے حضور شکایت نہ کر
که شرط عشق نباشد شکایت از کم و بیش
کیونکہ عشق کی شرط یہ نہیں کہ کم و بیش کی شکایت کی جائے

۹
بدان کمر نرسد دست هر گدا حافظ
اس کمر تک ہر ایک گدا کا ہاتھ نہیں پہونچ سکتا اے حافظ
خزینهٔ بکف آور ز گنج قارون بیش
گنج قارون سے زیادہ خزانہ قبضہ میں ہو تو کام بنتا ہے

۲ - مولانا جامی ؒ فرماتے ہیں کہ

توجز وی حق کل است روزی چند ÷ اندیشهٔ کل اگر کنی کل باشی

خواجہ رہ فرماتے ہیں کہ ہم جزو تو ہیں مگر ہماری کل سے نسبت قطرہ اور بحر کی ہے اگر قطرہ بحر کا تصور کرے تو محال اندیشی ہے، اتنا ہو سکتا ہے کہ

اپنے آپ کو اس بحر کے حوالہ کر دے اور اصل سے جا ملے۔

۱ سحر ز ہاتف غیبم رسید مژدہ بگوش — کہ دور شاہ شجاع ست مے دلیر بنوش

صبح کے وقت غیب سے فرشتہ نے میرے کان میں خوشخبری سنائی — کہ شاہ شجاع کا عہد ہے شراب دلیرانہ پیو

۲ شد آنکہ اہل نظر بر کنارہ میرفتند — ہزار گونہ سخن در دہان و لب خاموش

وہ وقت گذر گیا جبکہ اہل نظر ڈرتے تھے اور ہر ایک الگ چلتا تھا — زبان پر تو ہزار باتیں تھیں لیکن منہ کو چپ لگی ہوئی تھی

۳ ببانگ چنگ بگوئیم آن حکایت ہا — کہ از نہفتن او دیگ سینہ میزد جوش

اب ان باتوں کو نغمۂ ساز کے ساتھ علی الاعلان بیان کرینگا — کہ جن کو پوشیدہ رکھنے سے سینہ کی دیگ جوش مارتی تھی

۴ شراب خانگی از بیم محتسب خوردن — بروی یار بنوشیم و بانگ نوشانوش

کوتوال کے ڈر سے گھر میں چھپ کر شراب پیا — اب تو کھلے بندوں معشوق کے سامنے پئیں گے اور نوش نوش کا غل مچائینگے

۵ ز کوی میکدہ دوشش بدوش میبردند — امام شہر کہ سجادہ میکشید بدوش

شرابخانہ کے کوچہ سے کندھوں پر اٹھا کر — شہر کے امام کو لیجا رہے تھے جو کل تک کندھے پر سجادہ اٹھائے پھرتا تھا

۶ دلا دلالت خیرت کنم براہ نجات — مکن بفسق مباہات و زہد ہم مفروش

اے دل تجھے نجات کا راستہ حاصل کرنے کے لئے ایک نیک مشورہ دیتا ہوں — کہ اپنے عیب فخریہ بیان نہ کر اور عبادت میں ریاکاری بھی نہ کر

۷ محل نور تجلیست رائی انور شاہ — چو قرب او طلبی در صفائی نیت کوش

بادشاہ کی رائے تجلی کے نور کی جگہ ہے — جب تو اسکا قرب حاصل کرنا چاہتا ہے تو نیت کی صفائی میں کوشش کر

۸ بجز ثنای جلالش مساز ورد ضمیر — کہ ہست گوش دلش محرم پیام سروش

اس کے جلال کی حمد و ثنا کے سوا اور کوئی قلبی ذکر نہ کر — کہ اس کے دل کے کان الہامی کلام کے سننے والے ہیں

۹ رموز مصلحت ملک خسروان دانند

ملکی مصلحتوں کے راز بادشاہ ہی سمجھ سکتے ہیں

گدائی گوشہ نشینی تو حافظا مخروش

اے حافظ تو ایک گوشہ نشین فقیر ہے غوغا نہ کر

ا۔ یہ غزل نعتیہ ہے، خواجہ حافظ رحمۃ اللہ علیہ رندانہ پیرایہ میں کہتے ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے مبعوث

ہونے کی بشارت پیشتر ہی بذریعہ الہام انبیاء کو دی گئی تھی، آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو شاہ شجاع اس لئے کہا ہے کہ رسولِ خدا نے دلیرانہ کفر و شرک کا مقابلہ کیا اور اُس وقت سے توحید کا اعلان علی الاعلان کیا گیا، اور توحید کا غلبہ کفر و شرک پر ہوگیا، اس سے پیشتر یہ کیفیت نہ تھی،

۳۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ظہور سے پیشتر تمام انبیاء اور اولیاء بوجہ کفر و شرک ڈرتے رہے اور اگر کچھ کہا تو یا تو قتل کئے گئے یا طرح طرح کی تکلیفیں اور اذیتیں قوم کے ہاتھ سے اٹھائیں اور کچھ کامیابی نہ ہوئی۔ اگرچہ وہ توحید کی باتیں کہنا چاہتے تھے مگر کفر و شرک کے غلبہ نے مہر سکوت سب پر لگا دی تھی۔

۳۔ اب وہ زمانہ نہیں رہا، جب انبیاء کو لوگ قتل کرتے، قید کرتے، جلا وطن کرتے۔ جب باطل کا حق پر غلبہ تھا، اب حق آگیا اور باطل معدوم ہوگیا، اب توحید کا ڈنکا تمام عالم میں بج رہا ہے، وہ اسرار توحید جو دل کے دل میں حسرت کی طرح رہتے تھے اور جن کے اظہار کے لئے سینہ میں دیگ کی طرح جوش پیدا ہوتا تھا اور موقع نہ ملتا تھا۔ اب علی الاعلان بیانگ دہل کہہ سکتے ہیں جس کی وجہ یہ ہے کہ شاہ شجاع نے کافروں کی جڑ کاٹ دی اور کفر و شرک کو خاک میں ملا دیا۔

۴۔ محتسب سے اس جگہ مراد شیطان ہے، آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے پیشتر شیطان کا غلبہ تھا یعنی کفر و شرک کی حکومت تھی اس لئے اہل اللہ عبادت الٰہی کو ڈرتے ہوئے اور چھپ کر بجا لاتے تھے، اب یہ حالت ہے کہ امت محمدی میں ایسے مردان خدا ہیں جو مشاہدہ حقیقی رکھتے ہیں اور کھلے بندوں ہیں اور ہر ایک جگہ نماز پڑھتے ہیں، اذانیں دیتے ہیں تکبیریں بلند آواز سے کہتے ہیں کچھ شک نہیں کہ حافظ رحمۃ اللہ علیہ نے اس غزل میں ان چند اشعار میں وہ مدح کا حق ادا کیا ہے جو دفتر دفتر میں لکھا جا سکتا ہے، اگر صرف اسی ایک واقعہ پر غور کیا جائے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پیشتر کفر و شرک کا زور تھا اور آپ کے عہد مبارک سے لیکر اب تک توحید کا کیسا غلبہ ہے تو ایک دانا آدمی پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت بخوبی ثابت ہو سکتی ہے۔

۶۔ کچھ شک نہیں کہ اپنے عیوب ظاہر کرنا اور فخریہ بیان کرنا نہایت مذموم ہے گویا ایسے شخص کو گناہوں پر جرأت ہے اور کچھ خوف خدا نہیں اور زہد و ریاضت اس لئے کرنا کہ لوگوں میں شہرت ہو بہت برا ہے۔ نجات حاصل کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اگر گناہ سرزد ہوگیا تو ندامت حاصل ہو اور عبادت خالص للّٰہ ہو۔

۷۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قلب انوار الٰہی کا مظہر ہے اگر آنحضرت کا قرب حاصل کرنے کی خواہش ہے تو پہلے نیت کی صفائی کر دکیونکہ یہ نور ہر ایک خفیہ باتوں سے بھی آگاہ ہے۔

۸۔ سوائے درود شریف کے جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی مدح و ثنا ہے اور کوئی ورد نہ کرنا چاہئے، اور دل سے درود پڑھنا چاہئے۔ کیونکہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گوش دل میں جبرئیل علیہ السلام الہامی کلام سناتا ہے اور غالباً خواجہ حافظ رحمۃ اللہ علیہ کا اشارہ اس طرف ہے کہ فرشتے اس کی اطلاع آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیتے ہیں۔

مصرع اول		مصرع دوم
شراب تلخ میخواهم که مردافگن بود زورش مجھے ایسی تلخ شراب چاہئے کہ جو مردافگن زور رکھتی ہو	۱	که تا یکدم بیاسایم ز دنیا و شر و شورش تاکہ ایکدم دنیا اور اس کے شور و شر سے بےخبر ہو کر آرام حاصل کر دوں
بیا و می که نتوان شد ز مکر آسمان ایمن شراب لا کیونکہ آسمان کے فریب سے بچنا مشکل ہے	۲	به لعب زهره چنگی و بهرام سلحشورش جو زہرہ کے خوش کن نغمات اور مریخ کی خونریزی سے مکر کرتا ہے

۳

کمند صید بہرامی بیفگن جام جم بردار

بہرام کی شکار کرنیوالی کمند ہاتھ سے پھینکدے اور جم کا جام اٹھا

کہ من پیمودم این صحرا نہ بہرام است نے گورش

میں نے اس صحرا (دنیا) کو خوب دیکھا بھالا، نہ بہرام ہے نہ اس کا گور (گورخر یا قبر)

۴

نظر کردن بدرویشان منافی بزرگی نیست

فقیروں پر نظر کرنا بزرگی کے برخلاف تو نہیں ہے

سلیمان با چنان حشمت نظرہا بود با مورش

سلیمان باوجود اس جاہ و حشمت کے ایک چیونٹی پر نظر کرتا تھا

۵

بیا تا در می صافیت راز دہر بنمایم

آ کہ تجھے صاف شراب میں زمانہ کے راز بتاؤں کہ

بہ شرط آنکہ ننمائی بکج طبعان دل کورش

مگر شرط یہ ہے کہ راز کسی کج طبع کور باطن کو نہ بتائے

۶

شراب لعل می نوشم از جام زمرد گون

لعل رنگ شراب زمرد گوں پیالہ میں پیتا ہوں

کہ زاہد افعی وقت است می سازم ازین کورش

کیونکہ زاہد اسوقت سانپ کی طرح ہے اس سے اسکو اندھا کر دیتا ہوں

۷

بساط عہد دون پرور ندارد شہد آسایش

کمینہ پرور زمانہ کے دسترخوان پر آرام و آسایش کا شہد نہیں ہے

مذاق حرص و آز ای دل بشوی از تلخ و از شورش

اس کی تلخی اور شوری سے حرص اور آز کا ذائقہ اے دل دھو ڈال

۸

کمان ابروی جانانم نمی پیچد سر از حافظ

کمان ابرو والا معشوق حافظ کی طرف متوجہ ہے

ولیکن خندہ می آید برین بازوی پرزورش

لیکن ہنسی اس کے زور بازو پر آتی ہے کہ کوئی تیر کارگر نہیں ہوتا

۳ - بہرام شاہ ایرانی تھا مشہور ہے کہ گورخر کا شکار کیا کرتا تھا اس لئے بہرام گور مشہور ہوا، گور کا لفظ اس جگہ نہایت موزوں ہے یعنی اس دنیا میں اب نہ بہرام ہے اور نہ اس کا گورخر ہے۔ یا نہ بہرام ہے اور نہ اس کی قبر ہے۔ گویا نہ قبر کا نشان ملتا ہے شعر کا مطلب یہ ہے کہ ہم نے صحرائے دنیا کو خوب دیکھا ہے اس جگہ نہ بہرام ہے اور نہ اس کی گور ہے۔ مٹے نامیوں کے نشاں کیسے کیسے، اس لئے وہ کمند جس سے بہرام گورخر کا شکار کیا کرتا تھا کس کام کی، انجام یہ ہوا کہ نہ بہرام ہے نہ اس کی گور، دنیا میں رہکر مناسب یہ ہے کہ ہم اس طرح زندگی بسر کریں کہ کسی کو آزار اور تکلیف نہ دیں خود بھی خوش رہیں اور لوگ بھی ہم سے خوش رہیں۔ ایسی زندگی جو خوشی خوشی اطمینان قلب کے ساتھ بسر ہو پسندیدہ ہے۔ ایک مقام پر فرماتے ہیں کہ

ای دل تو جام جم بطلب ملک جم مخواہ + کین بود قول بلبل بستان سرای جم

خواجہ رح کے اکثر اشعار اس کے ہم معنی ہیں، آپ کی تعلیم یہی ہے کہ رستگاری جاوید در کم آزاریست۔ لیکن بعض حکما کا خیال یہ ہے کہ زندگی ہی آزار کا نام ہے، اور جد و جہد ہستی کی گتھی اسی آزار ہی سے سلجھتی ہے، مرزا عبدالقادر بیدل رح فرماتے ہیں کہ

مدعا از ہستی ما بس ہمین آزار بود + ورنہ در کنج عدم آسودگی بسیار بود

دراصل یہ خیال کہ "رستگاری جاوید درکم آزاریست" اس خیال کا مخالف نہیں کہ زندگی ہی آزار ہے، انسانی زندگی کے مختلف پہلو ہیں اور ان کی مناسبت کے ساتھ ہر ایک بات بھلی معلوم ہوتی ہے، انسانی زندگی صرف حیوانی ہی نہیں بلکہ اخلاقی بھی ہے اور اخلاق گفتگو یہی ہے کہ "رستگاری جاوید درکم آزاریست"، جدوجہد اور عالی ہمتی پر خواجہ رح کے پاکیزہ خیالات کا اظہار کر چکے ہیں، خواجہ رح اس کے حامی اور مؤید ہیں مگر آپ کا فلسفہ یہ ہے کہ انسان ہرگز ہرگز منزل مقصود کو نہیں پہونچ سکتا خواہ اس کے قبضہ میں "کمند صید بہرامی" ہو یا وہ "ملک جم" پر حکومت کرتا ہو۔ فرماتے ہیں کہ

اے سکندر منشین وغم بیہودہ مخور ✤ کہ نبخشند ترا آب حیات از شاہی

یہ آب حیات کچھ خضر طینت اشخاص ہی کا حصہ ہے، ایک مقام پر فرماتے ہیں کہ

من از بازوی خود دارم بسی شکر ✤ کہ زور مردم آزاری ندارم

۶ - مشہور ہے کہ سانپ کی نظر جب زمرد پر پڑتی ہے تو اندھا ہو جاتا ہے۔

۸ - اگرچہ کمان ابرو سے تیر نگاہ چل رہے ہیں مگر کوئی ایسا تیر نہ لگا جو کام تمام کر دیتا۔ خلش کہاں سے ہوتی جو جگر کے پار ہوتا

۱

صوفی گلی بچین و مرقع بخار بخش

اے صوفی گل چن کر اور زہد کو کانٹوں کے حوالہ کر

وین زہد خشک را بمی خوشگوار بخش

اور اس زہد خشک کو خوشگوار شراب کی عوض دے

۲

طامات وشطح دررہ آہنگ چنگ نہ

وعظ نصیحت اور باتیں بنانا چنگ کے طریقہ میں نہیں ہیں

تسبیح وطیلسان بمی ومیگسار بخش

تسبیح اور جبہ شراب اور شرابی کو بخش دے

۳

زہد گران کہ ساقی وشاہد نمی خرند

ایسا زہد جو ریاکاری سے بوجھل ہو ساقی اور معشوق خریدتے نہیں

در حلقہ چمن بہ نسیم بہار بخش

چمن کے حلقہ میں اس زہد کو نسیم بہار کے حوالہ کر

۴

راہم شراب لعل زد ای میر عاشقان

اے عاشقوں کے سردار شراب لعل رنگ نے مجھے رہزنی کی ہے

خون مرا بچاہ زنخدان یار بخش

میرا خون یار کے چاہ زنخداں کو بخش دو

۵

یارب بوقت گل گنہ بندہ عفو کن

اے خدا موسم گل میں بندہ کا گناہ معاف فرما

وین ماجرا بسرو لب جویبار بخش

اور ہمارے اعمال ناشائستہ کو بحق سرو لب جویبار (لب جو خدا) بخشدے

۶

ای آنکہ رہ بمشرب مقصود بردہ

تو مشرب مقصود پر پہونچ گیا ہے

زین بحر قطرہ بمن خاکسار بخش

اس بحر سے ایک قطرہ مجھ خاکسار کو بھی بخش دے

۷

شکرانہ کہ روی ترا چشم بد ندید

اس شکریہ میں کہ کسی بد نظر نے تیرا چہرہ نہیں دیکھا

ما را بعفو ولطف خداوندگار بخش

مجھے خدائی عفو اور لطف سے بخش دے

ساقی چو شاه نوش کند بادهٔ صبوح

اے ساقی جب بادشاہ صبح کی شراب پئے

گو جام زر به حافظ شب زنده دار بخش

تو کہنا کہ زریں جام حافظ کو جو راتوں کو بیدار رہتا ہے عطا فرمائے

۵ - گل سے مراد قیامت ہے چونکہ اس دن تمام حالات جو دنیا میں پوشیدہ ہیں کھل جائیں گے اور ہر ایک کا نامۂ اعمال اس کے سامنے کھلا ہوگا اس لئے یہ دن گل کی طرح ہے کہ ابتداً غنچہ ہوتا ہے۔ سرولب جوئبار سے مراد آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں کہ پانی رحمت الٰہی ہے اور اس آب رحمت سے آپ کی پرورش ہوئی ہے اور آپ رحمۃ للعالمین ہیں، اور آپکی شفاعت سے بندوں کے گناہ معاف ہونگے۔

اور مجازی معنی اس طرح ہیں کہ " بوقت گل "، یعنی تمام قوای جسمانی کا نشو ونما کامل ہوچکا ہے اور خواہشات نفسانی زور پر ہوں اُس وقت کچھ بے اعتدالی ظہور میں آئے تو قابل عفو ہے۔

سہو و خطائے بندہ چو گیرند اعتبار ٭ معنی عفو و رحمت پروردگار چیست

فکر بلبل همه آنست که گل شد یارش	**گل در اندیشه که چون جلوه کند در کارش**
بلبل تو اس فکر میں ہے کہ گل اس کا یار بن جائے	اور گل اس اندیشہ میں ہے کہ میرا جلوہ اس پر اپنا کام کرے
دلربائی همه آن نیست که عاشق بکشند	**خواجه آنست که باشد غم خدمتگارش**
دلربائی کا یہ تقاضا صرف نہیں ہے کہ عاشق کو قتل کیا جائے	بلکہ خواجہ وہ ہے جو خدمتگار کی فکر رکھتا ہے
جائی آنست که خون موج زند در دل لعل	**زین تغابن که خزف میشکند بازارش**
مناسب تو یہ ہے کہ لعل کے دل میں خون موج مارے	اس لئے کہ ٹھیکری اس سے بڑھ کر مقبول ہے
بلبل از فیض گل آموخت سخن ورنه نبود	**این همه قول و غزل تعبیه در منقارش**
بلبل نے گل کے فیض سے بولنا سیکھا ہے ورنہ	یہ بول و غزل و خوش گفتاری اس کی منقار میں کہاں تھی
آن سفر کرده که صد قافلهٔ دل همره اوست	**هر کجا هست خدایا بسلامت دارش**
میرے دوست نے سفر کیا اور دلوں کا سو قافلہ اسکے ساتھ ہے	جہاں کہیں ہو اے خدا اسے سلامت رکھ
اگر از وسوسهٔ نفس و هوا دور شدی	**بیشکی ره ببری در حرم دیدارش**
اگر نفسانی وسوسہ اور شیطانی خواہشوں سے دور رہے	بیشک اس کے دیدار کے مقدس مقام میں پہنچ جائے گا
ای که از کوچهٔ معشوقهٔ ما میگذری	**با خبر باش که سر می شکند دیوارش**
میرے معشوق کے کوچہ سے تو گذر رہا ہے	مگر خبردار رہ تاکہ اسکے کوچہ کی دیوار تیرا سر نہ پھوڑ دے

۸ صحبت عافیتت گرچہ خوش افتاد اے دل ‖ جانب عشق عزیزست فرو مگذارش

اگرچہ عافیت اور آرام تجھے خوش آتا ہے مگر اے دل ‖ عشق بھی پیاری چیز ہے اسے ہاتھ سے نہ دینا

۹ صوفی از سرخوش ازینست کہ کج کرد کلاہ ‖ بدو جام دگر آشفتہ شود دستارش

اگر صوفی اسوجہ سے خوش ہے کہ ٹوپی سر پر ٹیڑھی رکھتا ہے ‖ ایک دو اور جام پیئے گا تو دستار مبارک کی خیر نہیں

۱۰ دل حافظ کہ بدیدار تو خوگر شدہ است ‖ ناز پروردہ وصال است مجو آزارش

حافظ کا دل جو کہ تیرے دیدار کا عادی ہوگیا ہے ‖ وصال کا ناز پروردہ ہے اسے تکلیف نہ دے

۳۔ اس شعر میں صنعت ہے جو محض اصل کی نقل اور ملمع اور ریا، فطرت کے ساتھ جو حقیقت ہے اور جسکو بقا حاصل ہو مقابلہ کی گئی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ لوگ ناچیز شے دنیا کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں اور حقیقت سے روگردانی کرتے ہیں، گویا لوگوں کی نظر میں ناچیز شے کے بمقابلہ ایک متعجب شے کی قدر و قیمت ہے۔ الغرض، لعل کی قدر جوہری ہی جانتے ہیں عوام کالانعام کی نگاہ میں یہ بیچ ہی نہیں، اس شعر میں نکتہ یہ بیان کیا گیا ہے کہ لعل نایاب ہے اس لئے گرمی بازار اس کی نہیں ہو سکتی۔ گرم بازاری تو اس چیز کی ہوگی جو آسانی اور سہولت کے ساتھ ہر ایک کو دستیاب ہوتا ہے، لعل تو بادشاہوں کے خزانہ میں ہے کالعوام کالانعام تو خزف پر قانع ہیں۔

۶۔ خواجہ نے اس شعر میں یہ نکتہ بیان کیا ہے کہ "شک" وسوسۂ نفس سے پیدا ہوتا ہے اور شک اور "علم" میں زمین و آسمان کا فرق ہے، علم کی تعریف یہ ہے کہ معلوم اس طرح متمیز اور منکشف ہو جائے کہ شک کی گنجائش نہ رہے۔ اس لئے وسوسۂ نفس ہیں "علم" کے نزدیک جس کا نتیجہ ہدایت اور رحمت ہے پھٹکنے نہیں دیتا، خواجہ کا ارشاد یہ ہے کہ وسوسہ نفس اور ہوا و ہوس سے کنارہ کشی اختیار کر دیکھو "وجہ اللہ" کا مشاہدہ یقینی امر ہے، لاریب فیہ،

یہی وسوسہ نفس ہے جس کے تزکیہ کے بغیر تصفیہ قلب ناممکن ہے اور تصفیہ قلب کے بعد تمام نقش شک و ریب محو ہو جاتا ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ "علم" کا جلوہ اس آئینہ پر صاف صاف متمیز ہوتا ہے، اور مشاہدہ حقیقت ہوتا ہے اس وقت یہی نفس امارہ نفس مطمئنہ کی صورت اختیار کرتا ہے اور قلب میں وہ سکون اور راحت ہوتی ہے جو صرف خدا میں میسر ہے نفس امارہ کثرت میں پریشان اور سرگردان رکھتا ہے، مجاہدہ اور ریاضت سے اس کو پاک و صاف کرنا چاہیئے۔

۱ کنار آب و پای بید و طبع شعر و یار خوش ‖ معاشر دلبر شیرین و ساقی گلعذار خوش

پانی کا کنارہ، بید کا سایہ اور شاعرانہ طبیعت اور معشوق ہو ‖ دلبر شیریں کی صحبت اور گلعذار ساقی موجود ہو تو کیا خوشی کا مقام ہے

۲ الا ای دولت طالع کہ قدر وقت میدانی ‖ گوارا بادت این عشرت کہ داری روزگار خوش

او اے خوش قسمت وقت کو غنیمت سمجھ ‖ تجھ پر عشرت موافق ہو کہ تیرے دن بھلے ہیں

۳
عروس طبع را زیور ز فکر بکر می بندم
عروس طبع کو زیور فکر بکر کا پہناتا ہوں
بود کز نقش ایامم بدست افتد نگار خوش
ممکن ہے کہ اس پیرایۂ زینت سے وہ نقوش طبع نگار جیسے ہاتھ آجائے

۴
شب صحبت غنیمت دان و داد خوشدلی بستان
رات کی صحبت غنیمت جان اور خوشدلی کی داد دے
کہ مہتاب دل افروز است و طرف لالہ زار خوش
چاندنی دل لبھانے والی ہے اور لالہ زار بھلا معلوم ہوتا ہے

۵
چہ می در کاسۂ چشم است ساقی را بنام ایزد
ساقی کی آنکھ کے پیالہ میں کیسی شراب ہے نام خدا
کہ مستی میکند با عقل و می آرد خماری خوش
کہ عقل کے ساتھ مستی کرتی ہے خوش خمار پیدا کرتی ہے

۶
هر آنکس را کہ بر خاطر ز عشق دلبری بار است
جس شخص کی طبیعت پر کسی معشوق کا عشق غالب ہے
سپندی گو بر آتش نہ کہ داری کار و باری خوش
اُسے کہو کہ آگ پر سپند جلائے کیونکہ اُس کا کاروبار رونق پر ہے

۷
بغفلت عمر شد حافظ بیا با ما بمیخانہ
اے حافظ غفلت میں عمر گذری ہمارے ساتھ شرابخانہ میں آ
کہ شنگولان سرمستت بیاموزند کار خوش
کہ سرمست خوش طبع تجھے کوئی اچھا کام سکھلائیں

۵ - چہ می در کاسہ الخ

"ساقی"، سے مراد مرتبہ الوہیت ہے "وسقٰھم ربھم شرابًا طھورًا"، اور کاسۂ چشم سے مراد وجہاں ثابتہ ہیں، جب سالک ان میں فکر کرتا ہے اور ان کی حقیقت معلوم کرنا چاہتا ہے تو عقل تو بیخود ہی ہو جاتی ہے اور حیرت دامنگیر ہوتی ہے۔

کاسۂ چشم آلہ بصر ہے اور مشاہدہ اسی سے ہوتا ہے کائنات جسکا رب "اسم ظاہر"، ہے —— اس لئے کائنات مظہر ہے تمام تجلیات شہودی کا، کاسۂ چشم نور کا سرچشمہ ہے، جو خود ظاہر ہے اور دوسروں کو ظاہر کرتا ہے، تجلیات الٰہی کے پرتو نے جسکو اصطلاح میں "مے"، سے تعبیر کیا گیا ہے عقلمندوں کو حیران کر دیا ہے عقل اس کی کنہ کو نہیں پہونچ سکتی یہ ایک نشہ ہے جو عقل کو بیخود بناتی ہے اور عاشقوں کے دل کو کشش کرتی ہے،

۱
آزمودہ ایم دریں شہر بخت خویش
ہم نے اس شہر میں اپنی قسمت کو آزمایا ہے
باید برون کشید ازین ورطہ رخت خویش
نتیجہ یہ ہے کہ اس مصیبت سے باہر نکل جانا چاہئے

۲
از بسکہ دست می گزم و آہ می کشم
اکثر ہاتھ کاٹتا ہوں اور آہ کرتا ہوں
آتش زدم چو گل بتن لخت لخت خویش
تمام اعضاء میں گل شمع کی طرح میں نے آگ لگا دی ہے

۳ دوشم ز بلبلی چه خوش آمد که می سرود — گل گوش پهن کرده ز شاخ درخت خویش

کل بلبل کا نغمہ مجھے کیا ہی اچھا معلوم ہوا — پھول نے شاخ درخت سے کان کھولا ہوا تھا

۴ کای دل صبور باش که آن یار تندخوی — بسیار تندخوی نشیند ز بخت خویش

کہ اے دل صبر کر وہ تند خو یار — اپنے بخت کے باعث برافروختہ ہو رہا ہے

۵ گر موج خیز حادثه سر بر فلک زند — عارف بآب تر نکند رخت بخت خویش

اگر حادثہ اس قدر جوش میں ہو کہ اس کی موجیں آسمان تک اٹھیں — عارف اپنے بخت کا دامن کبھی تر نہ کرے گا

۶ خواهی که سخت و سست جهان بر تو بگذرد — بگذر ز عهد سست و سخنهای سخت خویش

اگر تو چاہتا ہے کہ سختی اور سستی دنیا کی تجھ پر نہ آوے — تو اپنا بودا عہد نہ باندھ اور سخت کلامی نہ کر

ای حافظ ار مراد میسر شدی مدام
اے حافظ اگر ہمیشہ مراد پوری ہوا کرتی
جمشید نیز دور نماندی ز تخت خویش
جمشید اپنے تخت سے دور نہ رہتا

۱۔ یہ دنیا فانی اور محنت و مشقت کا گھر ہے۔ ہم نے تجربہ کر لیا ہے بہتر یہی ہے کہ اس سے سفر کرنا چاہئے۔
۲۔ شمع محفل بھی سوختہ ہوتا ہے اسی طرح میں نے تمام جسم میں آگ لگا رکھی ہے اور شمع کی طرح میرا حال ہے کہ دھواں آہ کی صورت میں نکلتا ہے۔
۳ و ۴۔ بلبل نغمہ سرا اور کلیاں کھلی ہوئی ہیں اور بلبل اس طرح کہتی تھی کہ یار کے جور جفا پر صبر کرنا چاہئے۔
۵۔ گویا حادثہ ایک بحر ہے جس میں مختلف قسم کی بلائیں ہیں اگر اس کی موجیں آسمان تک بلند ہوں تو عارف کو کچھ پرواہ نہیں۔ بخت کی جگہ آسمان ہے گویا یہ موجیں عارف کے بخت کو تر نہیں کر سکتیں یعنی اسے مؤثر نہیں ہو سکتیں۔
۶۔ دنیا میں سختی و نرمی انسان پر گذرتی ہے اس سے بچنے کے لئے یہ تجویز ہے کہ سست عہد نہ باندھو جو وعدہ کرو پورا کرو اور سخت کلامی نہ کرو۔ خلق اور محبت سے پیش آؤ۔ دنیا میں آرام سے بسر ہوگی۔

۱ مجمع خوبی و لطف است عذار چو مهش — لیکنش مهر و وفا نیست خدایا بدهش

تیرا چاند جیسا چہرہ حسن و خوبی کا مجموعہ ہے — لیکن اس میں مہر و وفا نہیں ہے اے خدا اسے عنایت کر

۲ دلبرم شاهد و طفل است و بازی روزی — بکشد زارم و در شرع نباشد گنهش

میرا دلبر ایک معشوق اور طفل ہے کھیلتے کھیلتے ایک دن — مجھے بری طرح ایک بار مار ڈالے گا اور ازروئے شرع اس پر کوئی گناہ نہیں

۳ چاردہ سالہ بتی چابک و شیرین دارم
میرا معشوق چودہ برس کا چالاک اور رسیلا ہے
کہ بجان حلقہ بگوش ست مہ چاردہش
چودھویں رات کا چاند جان و دل سے اس کا حلقہ بگوش غلام ہے

۴ من ہمان بہ کہ ازو نیک نگہدارم دل
یہی بہتر ہے کہ میں اس سے اچھی طرح دل چھپا کر رکھوں
کہ بد و نیک ندیدہ ست و ندارد نگہش
کہ ابھی تک نیک و بد کی تمیز نہیں اور اس کی نظر ابھر نہیں پڑی

۵ بوئی شیر از لب ہمچون شکرش می آید
اس کے لبوں سے دودھ کی خوشبو شکر کی طرح آتی ہے
گرچہ خون میچکد از شیوہ چشم سیہش
اگرچہ اس کی سیاہ آنکھوں سے خون ٹپکتا ہے

۶ در پی آن گل نورستہ دل ما یارب
اس تازہ گل کے پیچھے اے خدا میرا دل
خود کجا شد کہ ندیدیم درین چند گہش
کہاں گیا کہ چند روز سے میں نے اسے نہیں دیکھا

۷ یار دلدار من ار قلب بدینسان شکند
اگر میرا یار دلدار قلب کو اس طرح ٹکڑے ٹکڑے کرتا ہے
ببرد زود بہ سرداری خود پادشہش
تو یقین ہے کہ سرداری سے جلدی بادشاہی تک ترقی کریگا

جان بشکرانہ کنم صرف گر آن دانہ دُر
اگر وہ موتی کا دانہ حافظ کی صدف چشم میں
صدف دیدہ حافظ شود آرامگہش
آرام کی جگہ بنالے تو جان شکرانہ میں نذر کردوں

۱ مرا کاریست مشکل با دلِ خویش
مجھے دل سے سخت مشکل معاملہ آپڑا ہے
کہ گفتن می نیارم مشکل خویش
کہ اس مشکل کا بیان نہیں ہو سکتا

۲ خیالت می اندو جان من از غم
تیرا تصور میرا دل جانتا ہے کہ غم سے
کہ ہر دم در چہ کارم با دل خویش
اس دل کے ساتھ کس طرح بسر کر رہا ہوں

۳ ز واپس ماندگان یاد کن آخر
جو پیچھے رہ گئے ہیں انہیں آخر یاد کر
چہ رانی تند یارا محمل خویش
اے دوست کیا تیز محمل چلا رہا ہے

۴ بسی گشتم چو مجنون کوہ و صحرا
مجنون کی طرح کوہ و صحرا میں بہت پھرا
مگر یابم سراغ از منزل خویش
اس امید پر کہ شاید اپنی منزل کا پتہ مل جائے

مرا در اول منزل رہ اُفتاد پہلی ہی منزل پر رہ گیا	۵	کہ آمد کشتیم در ساحل خویش اپنے ساحل پر کشتی نہیں پہنچی
چہ فرصتہا کہ گم کردم دریں راہ اس راستہ میں کسقدر فرصت تھی جو میرے ہاتھ سے گئی	۶	ز بخت خوابناک غافل خویش اپنے بخت خفتہ کی غفلت کے باعث

۷

کم از جولانی آخر در رہِ ما
میرے راستہ میں کس لئے جولانی نہیں کرتا
چو حافظ خاک کرد آب و گل خویش
جب کہ حافظ نے اپنا وجود خاک کر دیا ہے

ہاتفی از گوشہ میخانہ دوش غیب سے فرشتہ نے شرابخانہ کے گوشہ سے	۱	گفت ببخشند گنہ می بنوش کل آواز دی کہ گناہ بخش دین گے شراب پیو
عفو الٰہی بکند کار خویش خدا تعالیٰ کی مغفرت اپنا کام کرے گی	۲	مژدۂ رحمت برساند سروش رحمت کی خوشخبری فرشتے لاتے ہیں
این خرد خام بمیخانہ بر اس کچی عقل کو شرابخانہ میں لے جا	۳	تا می لعل آورد ش خون بجوش تاکہ سرخ شراب اس کا خون جوش میں لاکر پختہ ہوجائے
عفو خدا بیشتر از جرم ماست اللہ تعالیٰ کی بخشش ہمارے جرم سے زیادہ ہے	۴	نکتہ سربستہ چہ گوئی خموش سربستہ راز کو کیا افشا کرتا ہے خاموش رہ
گرچہ وصالش نہ بکوشش دہند اگرچہ اس کا وصل کوشش سے حاصل نہیں ہو سکتا	۵	ہر قدر ای دل کہ توانی بکوش مگر اے دل حتے الوسع کوشش کر
گوش من و حلقہ گیسوئے یار میں یار کی زلفوں کا بندہ ہوں	۶	روی من و خاک در می فروش اور میرا منہ شراب بیچنے والے کی دروازہ کی خاک ہے
داور دین شاہ شجاع آنکہ کرد دین کے بادشاہ شاہ شجاع جس کے حکم کی تعمیل	۷	روح قدس حلقۂ امرش بگوش روح قدس سننے کی ہے

وز خطر چشم بدش دار گوش اور بد نظر کے خطرہ سے محفوظ رکھ	۸	**ای مالک العرش مرادش بدہ** اے عرش کے مالک اُس کی مرادیں پوری کر	

رندی حافظ نہ گناہیست صعب
حافظ کی رندی کچھ ایسا سخت گناہ نہیں ہے
با کرم پادشہ عیب پوش ۹
جبکہ عیب پوش بادشاہ کا کرم موجود ہے

۴ ۔ عفو خدا الخ

خواجہ رح نکتہ سربستہ بیان کرتے ہیں کہ "عفو خدا بیشتر از جرم است"

مائیم پر گناہ تو دریائے رحمتی — جائیکہ فضل تست چہ باشد گناہ ما

اس نکتہ سربستہ کو شیخ اکبر رح نے خوب انشا کیا ہے فرماتے ہیں کہ " والرحمن الایاتیھم الا بالرحمۃ ومن اعراض عن الرحمۃ استقبل العذاب الذی ھو عدم الرحمۃ " یعنی رحمن اپنے بندوں کو رحمت ہی سے لایا ہے اللہ ہر ایک بندہ کا وجود رحمت کا بنا ہوا ہے اور جو شخص رحمت سے اعراض کرتا ہے عذاب کا استقبال کرتا ہے کہ جو عدم رحمت ہے ۔ شیخ اکبر رح نے قرآن کی ان آیات سے جن میں رحمت الٰہی مذکور ہے یہ استدلال کیا ہے کہ رحمت الٰہی ہر ایک شے پر وسیع ہے ، اور کوئی شے رحمت الٰہی سے باہر نہیں خود عذاب پر بھی رحمت محیط ہے اور سچ تو یہ ہے کہ عذاب بھی رحمت ہی کی ایک صورت ہے اگرچہ بظاہر عذاب عدم رحمت ہے ، جو کچھ عذاب بندوں پر ان کی بداعمالیوں کے باعث نازل ہوتا ہے اس کا منشا یہ ہے کہ انسان راستے پر آجائے اور یہ عین رحمت کی دلیل ہے ۔

فلولا کانت قریۃ امنت فنفعھا ایمانھا الا قوم یونس لما امنوا کشفنا عنھم الایۃ

یعنی کسی اہل قریہ کفار کو وقت مشاہدہ عذاب ایمان لانا نافع نہ ہوا سوائے قوم یونس کہ جب ایمان لائے حالت مشاہدہ عذاب میں تو ہم نے عذاب کو اُن سے دور کر دیا اس دنیا کی زندگی میں ،

عفو کی کیفیت اس آیت سے واضح ہوتی ہے ،

قل یعبادی الذین اسرفوا علی انفسھم لا تقنطوا من رحمۃ اللہ ، ان اللہ یغفر الذنوب جمیعا انہ ھو الغفور الرحیم ،

می سپارم بتو از چشم حسود چمنش اس کو حاسد کی نظر بد سے محفوظ رکھنے کے لئے تیرے حوالہ کرتا ہوں	۱	**یا رب آن نوگل خندان کہ سپردی بمنش** اے خدا وہ تازہ گل خنداں جو تونے مجھے عنایت کیا ہے
ہمت اہل کرم بدرقہ جان و تنش اہل کرم کی ہمت اس کی جان اور جسم کی رہنما ہو	۲	**ہمرہ اوست دلم با دبہر جا کہ رود** میرا دل اس کے ساتھ ہے خواہ وہ کہیں ہو
چشم دارم کہ سلامی برسانی زمنش تو اُمید کرتا ہوں میرا سلام پہونچا دے گی	۳	**گر بسر منزل سلمےٰ رسی ای باد صبا** اے صبا اگر تو سلمےٰ کی منزل پر پہونچے

۴ — بادب نافہ کشائی کن ازان زلف سیاہ — جای دلہای عزیزست بہم بر مزنش

ادب سے اس کی سیاہ زلف کو کھول کر نافہ کی خوشبو پھیلا — اس زلف میں عاشقوں کے دل ہیں اس سے احتیاط سے کھولنا

۵ — چون دلم حق وفا با خط و خالش دارد — محترم دار دران طرۂ عنبر شکنش

جبکہ میرا دل اس کے خط و خال سے وفا کا حق رکھتا ہے — اس لئے اس کے زلف عنبر فشاں میں عزت سے رکھ

۶ — گرچہ از کوی وفا گشت بصد مرحلہ دور — دور باد آفت دور فلک از جان و تنش

اگرچہ وفا کے کوچہ سے کوسوں دور جا پڑا ہے — اس کے جان و تن سے آسمان کی گردش کی آفت دور رہے

۷ — در مقامیکہ بیاد لب او می نوشند — سفلہ آن مست کہ باشد خبر از خویشتنش

اس جگہ جہاں اس کی لب کی یاد میں شراب پیتے ہیں — وہ مست سفلہ ہے جسے اپنے بدن کی ہو ش ہو

۸ — عز و مال از در میخانہ نشاید اندوخت — ہر کہ این آب خورد رخت بدریا فگنش

میخانہ کے دروازہ سے عزت اور مال جمع نہیں کرنا چاہئے — جو شخص یہ پانی (شراب) پیتا ہے اس کا اسباب دریا میں ڈالنا چاہئے

۹ — ہر کہ ترسد ز ملال اندہ عشقش نہ حلال — سر ما و قدمش یا لب ما و دہنش

جو شخص رنج سے ڈرتا ہے عشق کا اندوہ اس پر حرام ہو — میرا سر اور اس کا قدم یا میرا لب اور اس کا دہن

۱۰ — شعر حافظ ہمہ بیت الغزل معرفت ست

حافظ کے اشعار تمام معرفت کا منتخب کلام ہیں

آفرین بر نفس دلکش و لطف سخنش

اس کے دلکش آواز اور لطف سخن پر آفرین ہیں

۷ - خواجہ ایک خاص مقام کی طرف اشارہ کرتے ہیں "لب" سے مراد مقام واحدیت ہے جہاں تمام اسماء و صفات بالتفصیل حضرت علم میں ظاہر ہوتے ہیں۔ اس مرتبہ کا مظہر عالم اجسام ہے۔ واحدیت ہستی ہے اور عالم اجسام نیستی ہے، فی الحقیقت یہی واحدیت ہستی ہے جو اجسام کو بھی بصورت ہستی ظاہر کرتی ہے ورنہ مرتبہ اجسام فی الحقیقت عدم ہے، یہ مقام واحدیت اعلیٰ علیین ہے اور عالم اجسام اسفل السافلین ہے اس لئے وہ شخص فی الحقیقت سفلہ ہے جس کو اپنے تن بدن کی فکر ہے حالانکہ اس خودی کو محو ہونا چاہئے،

۱ — ای ہمہ شکل تو مطبوع و ہمہ جای تو خوش — دلم از عشوۂ شیرین شکرخای تو خوش

اے محبوب تیری شکل پسندیدہ اور تیرا سراپا خوب ہے — میرا دل تیرے شکر چبانے والے شیریں عشوہ سے کیسا ہی خوش ہے

ہمچو گلبرگ تری ہست وجود تو لطیف تیرا جسم گلاب کی پتی کی طرح نازک ہے	۲	ہمچو سرو چمنی ہست سراپای تو خوش اور سرو چمن کی طرح تیرا سراپا خوب ہے
هم گلستان خیالم ز تو پر نقش و نگار میرے خیال کا باغ تیرے تصور سے رنگین اور بیل بوٹوں سے آراستہ	۳	هم مشام دلم از زلف سمنسای تو خوش میرا دل تیری زلفوں کی خوشبو سے فرحت حاصل کرتا ہے
شیوهٔ ناز تو شیرین خط و خال تو ملیح تیرے ناز کا شیوہ شیریں اور خط و خال ملیح ہیں	۴	چشم و ابروی تو زیبا قد بالائی تو خوش تیری آنکھ اور ابرو زیبا اور بلند قد خوب ہے
پیش چشم تو بمیرم که بدان بیماری تیری آنکھ کے سامنے مروں کہ اس بیماری سے	۵	میکند درد مرا از رخ زیبائی تو خوش میرے درد کا درماں تیرا رخ زیبا ہی ہے
در ره عشق که از سیل فنا نیست گذار عشق کے راستہ میں جہاں فنا کے سیلاب سے گذر نہیں ہو سکتا	۶	می کنم خاطر خود را به تمنائی تو خوش میں اپنے آپ کو تیری تمنا سے تسلی دیتا ہوں

در بیابان فنا گرچه ز هر سو خطرست
اگرچہ فنا کے بیابان میں ہر ایک طرف سے خطرہ ہے
میرود حافظ بیدل به تولای تو خوش
لیکن حافظ بیدل تیری محبت میں خوش خوش جا رہا ہے

اس لطیفہ غزل میں خواجہ حافظ نے محبوب خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سراپا دلکش اور نہایت موزوں الفاظ میں لکھا ہے اور ہر ایک لفظ سے اس عشق کا پتہ ملتا ہے جو خواجہ علیہ الرحمۃ کو سرور انبیاء علیہ السلام کے ساتھ تھا، حضرت سلیمان علیہ السلام نے بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سراپا لکھا ہے جو قابل ملاحظہ ہے، فرماتے ہیں "میرا دوست نورانی گندم گوں (خط و خال تو ملیح) ہزاروں میں سردار ہے اس کا سر ہیرا سا چمکدار ہے اور زلفیں مسلسل مثل کوے کی سیاہ ہیں، اس کی آنکھیں ایسی ہیں جیسے پانی کے کنڈل پر کبوتر دودھ میں دھلی ہوئی نگینے کی مانند جڑی ہیں اس کے رخسار ایسے ہیں جیسے ٹٹی پر خوشبو دار بیل چھائی ہوئی اور چپلے پر خوشبو اگر بوئی ہوئی، اس کے ہونٹ پھول کی پنکھڑیاں جن سے خوشبو ٹپکتی ہے، اس کے ہاتھ سونے سے ڈھلے ہوئے اور جواہر سے جڑے ہوئے، اس کا پیٹ جیسے ہاتھی دانت کی تختی جواہر سے لپی ہوئی، اس کی پنڈلیاں جیسے سنگ مرمر کے ستون سونے کی چھکی پر جڑے ہوئے، اس کا چہرہ مانند مہتاب کے جوان مانند صنوبر کے (ہمچو سرو چمنی ہست سراپائے تو خوش)، اس کا گلا نہایت شیریں (شیوهٔ ناز تو شیریں) اور وہ بالکل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔ (اے ہمشکل تو مطبوع) یہ ہے میرا دوست اور میرا محبوب اے بیٹیو اور یروشلم کی" (کتاب تسبیحات سلیمان باب ۵ آیت ۱۰ الغایت ۱۶) اگرچہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا کلام الہام ربانی ہے اور پیشگوئی کے رنگ میں محبوب خدا کی آمد کی خبر دیتا ہے مگر لسان الغیب کے اشعار کی روانی

اور آمد قابل داد ہے، گو حضرت سلیمان علیہ السلام کا گیت اس پایہ کا ہے کہ وہاں خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کی رسائی نہیں

۱
دوش با من گفت پنہان کاردانی تیز ہوش
کل مجھے چپکے سے پوشیدہ ایک راز داں عقلمند نے کہا
کز شما پنہان نشاید داشت راز می فروش
کہ تم سے شراب بیچنے والے کا راز پوشیدہ نہیں رکھنا چاہئے

۲
گفت آسان گیر بر خود کارہا کز روی طبع
یعنی کہا کہ تمام کام اپنے آپ پہ سہل کر دے کیونکہ بتقاضا طبیعت
سخت میگیرد جہان بر مردمان سخت کوش
زمانہ اس شخص پر سختی کرتا ہے جو سخت کوشش کرتا ہے

۳
وانگہم در داد جامی کز فروغش بر فلک
اس کے بعد ایک پیالہ شراب کا دیا جس کے فروغ سے آسمان
زہرہ در رقص آمد و بربط زنان میگفت نوش
زہرہ ناچنے لگی اور رباب بجا کر کہا شراب پی

۴
تا نگردی آشنا زین پردہ رمزی نشنوی
جب تک تو واقف نہ ہوگا اس ساز سے کچھ نہ سن سکے گا
گوش نامحرم نباشد جای پیغام سروش
نامحرم کے کان غیبی آواز کے قابل نہیں ہوتے

۵
در حریم عشق نتوان زد دم از گفت و شنید
عشق کے مقدس مقام میں کہنے اور سننے کے لئے دم نہیں مار سکتے
زانکہ آنجا جملہ اعضا چشم باید بود و گوش
اس لئے اس جگہ تمام اعضا آنکھ اور کان ہونے چاہئیں

۶
در بساط نکتہ دانان خود فروشی شرط نیست
نکتہ دانوں کی مجلس میں خود فروشی شرط نہیں ہے
یا سخن دانستہ گو ای مرد بخرد یا خموش
یا تو سوچ سمجھ کر بات کر یا چپ رہ

۷
با دل خونین لب خندان بیاور ہمچو جام
شراب کے پیالہ کی طرح دل پر خون کے ساتھ خندہ لب ہونا چاہئے
نی گرت زخمی رسد آئی چو چنگ اندر خروش
اگر تجھے زخم پہنچے تو بانسری کی طرح شور و غوغا کر

۸
گوش کن پند ای پسر از بہر دنیا غم مخور
اے نوجوان میری نصیحت سن اور دنیا کے لئے غم نہ کھا
گفتمت چون در حدیثی گر توانی دار گوش
میں نے تجھے نہایت اچھی بات کہی ہے اگر تو سن سکتا ہے تو سن

۹
ساقیا می دہ کہ رندیہای حافظ عفو کرد
اے ساقی شراب دے کہ حافظ کی رندی کو معاف کر دیا ہے
خسرو صاحبقران جرم بخش عیب پوش
بادشاہ صاحبقران جرم کے بخشنے والے اور عیب کے نظر انداز کرنے والے نے

۱- اس غزل میں حافظ رح نے مرشد کامل کے ارشاد کو جو راز کی باتیں ہیں اس طرح بیان کیا ہے۔

۲ - یہ امر واقع ہے کہ جو شخص سخت کوشش کرتا ہے وہ گویا سختی میں گرفتار ہے اس لئے اس میں نکتہ یہ ہے کہ طبیعت جس امر کی عادی ہو وہی طبیعت کا رنگ ہوتا ہے، اگر انسان طبعاً سخت گیر ہے تو یہ سختی اس کی طبع کا رنگ ہو جائیگا اور ایسے شخص کو امن و آرام و آسائش نصیب نہ ہوگی، اس کے برخلاف جو آسانی پسند ہے اس کی طبع آرام و راحت کو پسند کرتی ہے۔

۳ - اس دعوی کو ثابت کرنے کے لئے کہ سختی اور آسانی کے نتائج کیا ہیں مرشد کامل نے باتوں کے لڈو نہیں بنائے بلکہ "حال" سے ثابت کر دکھایا کہ ہمیں ایک "جام"، دیا کہ جس سے قلب کے تمام حجاب اٹھ گئے۔ اور آسمان پر بھی راگ و رنگ کی محفل نظر آئی اور سریلی سروں میں یہی ندا آئی کہ "خوب پیو"

۴ - ذوق ایں می نشناسی بخدا تا نچشی،

۵ - عشق کی قال و قیل اور مدرسہ کی بحث اس نہیں بلکہ "حال" ہے عشق مشاہدہ حقیقت ہے،

از رقیب دلم نیافت خلاص رقیب (شیطان) سے میرے دل نے خلاصی نہیں پائی	۱	زانکہ القاص لایحب القاص جس کی وجہ یہ ہے کہ ہم پیشہ ہم پیشہ کا دوست نہیں ہوتا
محتسب خم شکست و من سر او محتسب نے شراب کا مٹکا توڑ دیا اور میں نے اس کا سر	۲	سن بالسن والجروح قصاص دانت کے بدلے دانت اور زخم کا قصاص زخم ہے
مطرب ما رہی بزد کہ بچرخ میرے مطرب نے اس طرح کا نغمہ سنایا کہ آسمان میں	۳	مشتری ہمچو زہرہ شد رقاص مشتری زہرہ کی طرح ناچنے لگی
گوہر از بحر کے برون آرد جب تک غوطہ خور سر سے ہاتھ نہیں دھو لیتا	۴	ترک سر تا نمی کند غواص بحر سے گوہر کس طرح لا سکتا ہے
نقدی از عشق جوی نہ از عقل عقل سے نہیں بلکہ عشق سے نقد حاصل کر	۵	تا کہ خالص شوی چو زر خلاص تاکہ خالص زر کی طرح تو خالص ہو جائے

حافظ اوّل ز مصحفِ رخِ دوست

حافظ نے یار کے مصحف رخ پر شروع میں

خواند الحمد و سورۂ اخلاص

الحمد اور سورۂ اخلاص پڑھی

۲ - آیہ کریمہ۔ الانف بالانف والاذن بالاذن والسن بالسن والجروح قصاص کا اقتباس اس شعر میں کیا گیا ہے۔

عربی سپہ سالار سعد وقاص رضی اللہ عنہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ والہ وسلم سے تھے فردوسی نے غلطی سے لکھا ہے کہ رستم عربی سپہ سالار کے ہاتھ سے مارا گیا رستم درحقیقت ایک عربی غلام کے ہاتھ سے قتل ہوا تھا اس جنگ میں سعد رضی اللہ عنہ بذاتہ، شامل نہیں ہوئے۔

۱
بیا کہ می شنوم بوئی جاں ازاں عارض
آ کہ اس رخسار سے مجھے جان کی بو آتی ہے۔
کہ یافتم دل خود را نشاں ازاں عارض
میں نے اپنے دل کا پتہ اس عارض میں پالیا ہے

۲
بگِل بماندہ قد سرو نازانِ قامت
معشوق کے قد کے سامنے سرو گل میں پڑا ہے
خجل شدہ ست گل گلستاں ازاں عارض
باغ کا گل اس رخسار کے سامنے شرمندہ ہے۔

۳
معائنی کہ ز حوراں بہ شرح میگویند
جو کیفیت حسن و لطف حوروں کے متعلق لوگ بیان کرتے ہیں
ز حسن و لطف بپرس این بیاں ازاں عارض
اس کا تذکرہ اس رخسار سے بیان کر۔

۴
گرفتہ نافہ چین بوئی مشک ازاں گیسو
اس زلف سے چین کے نافہ نے مشک کی خوشبو حاصل کی ہے
گلاب یافتہ بوئی چناں ازاں عارض
گلاب نے ایسی خوشبو اس رخسار سے پائی ہے

۵
بشرم رفتہ تن یاسمیں ازاں اندام
چنبیلی اس کے بدن کے سامنے شرمندہ ہے۔
بخوں نشستہ گل ارغواں ازاں عارض
اور سرخ پھول اس عارض کے باعث خون میں نہایا ہوا ہے

۶
ز مہر روئی تو خورشید گشتہ غرق عرق
تیرے روشن چہرہ کے سامنے آفتاب عرق انفعال میں غرق ہے
نزار ماندہ مہِ آسماں ازاں عارض
آسمان کا چاند اس عارض کے سامنے کمزور ہے۔

ز نظم دلکش حافظ چکید آبحیات
حافظ کی دلکش نظم سے آبحیات ٹپکتا ہے۔
چنانکہ خوی شدہ جاناں چکاں ازاں عارض
جس طرح کہ معشوق کے رخسار سے پسینہ ٹپکتا ہے۔

۲۔ اس شعر میں گِل اور گُل میں تجنیس خطی ہے۔ گِل کے معنے کیچڑ اور گُل کے معنے پھول ہے۔ گِل سے مراد مادہ یا عالم اجسام ہے گُل اور سرو سے مراد تجلیات شہودی یا حسن صورت مجازی ہے، اور قامت اور عارض سے

وجہ مطلق اور ہستی مطلق ہے یعنے حسن مجازی حسن حقیقی کے سامنے ہیچ ہے ۔

یہ امر واقعہ ہے کہ حسن مجازی مٹی ہی میں نظر آتا ہے اس لیئے تجلیات شہودی کا جلوہ مٹی کی صورت میں مشاہدہ ہوتا ہے۔ چہ نسبت خاک را با عالم پاک ۔

۴ ۔ ماہ جبین اور گلاب سے مراد تجلیات شہودی یا حسن مجاز ہے۔ اگرچہ ممکنات اور تعینات مقید ہیں مگر اس حسن میں بھی ایک کشش ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ اس حسن کا سرچشمہ بھی وہی وجہ مطلق ہے اس کا عکس اسی کا پرتو ہے ۔ ہمہ از وست ۔

۱

حسن و جمال تو جہان جملہ گرفت طول و عرض
تیرے حسن و جمال نے تمام جہان کو طولاً اور عرضاً مسخر کر لیا ہے

شمس فلک خجل شدہ از رخ خوب ماہ ارض
فلک کا سورج زمین کے خوبصورت چاند سے شرمندہ ہے

۲

از رخ تست مقتبس نور چہارم آسمان
تیرے چہرے سے چوتھے آسمان کا سورج نور کا اقتباس کرتا ہے

ہمچو زمین ہفتمیں ماندہ بزیر بار قرض
جیسے ساتواں طبقہ زمین قرض کا زیر بار ہے ۔

۳

دیدن حسن روی تو بر ہمہ خلق واجب است
تیرے چہرہ کی خوبصورتی تمام خلق کو دیکھنی واجب ہے

سجدہ درگہ تو شد بر ہمہ شاہ ارض فرض
تیری درگاہ کا سجدہ تمام زمین کے بادشاہوں پر فرض ہے

۴

گر لب روح پرورت گلشکری نبخشدم
اگر تیرا لب روح پرور مجھے گلقند نہ بخشتا

کی تن دردمند من رستہ شود ازین مرض
کب میرا دردمند تن اس مرض سے شفا پاتا

۵

بوسہ بخاکپای او دست کجا دہد ترا
اس کی خاکپائے کا بوسہ کب تجھے میسر ہوتا

قصۂ شوق حافظا خود کہ رساندش بعرض
ای حافظ تو خود اپنا قصۂ شوق کس طرح گزارش کر سکتا

۱

گرد عذار یار من تا بنوشت حسن خط
میرے یار کے رخسار کے گرد جس وقت حسن نے خط کھینچا

ماہ ز حسن روی او است فتادہ در غلط
چاند اسکے حسن کے باعث صاف غلطی میں پڑ گیا

۲

از ہوس لبش کہ آن ز آب حیات خوشتر است
اسکے لب کی ہوس میں جو کہ آب حیات سے بہتر ہے

گشت روان ز دیدہ ام چشمۂ آب ہمچو شط
میری آنکھوں سے پانی کا چشمہ دجلہ کی طرح رواں ہو گیا

۳
خالِ سیاہ را بران عارض سیم رنگ بین
سیاہ خال کو اس چاندی جیسے رخسار پر دیکھ ٹھیک ٹھیک
راست ز مشک ماند آن بر رخ ماہ یک نقط
چاند کے چہرہ پر مشک سے ایک نقطہ پڑ گیا ہے

۴
موئی کشادہ کردہ خوئی تا بہ چمن در آمدی
بال کھولے پسینہ ٹپکتا ہوا باغ میں داخل ہوا ہے
شد رخ گل چو زعفران مشک گلاب شد سقط
گل زعفران کی طرح زرد پڑ گیا اور گلاب کی خوشبو اڑ گئی

۵
گہ بہواش میدہم گرد مثال جان و دل
کبھی تو میں اسکی ہوا (محبت) میں جان و دل دیتا ہوں
گاہ بآب میکشم آتش عشق ہمچو بط
کبھی عشق کی آگ بطخ کی طرح پانی (آنسو) سے نکالتا ہوں

۶
گر بغلامی خودم شاہ قبول میکند
اگر بادشاہ اپنی غلامی میں مجھے قبول کر لے
تا بمبارکی دہم بندہ بہ بندگیش خط
تو مبارکبادی سے بندہ بندگی کا اقرار نامہ لکھدے

۷
آبحیات حافظا گشتہ خجل ز نظم تو
اے حافظ آبحیات تیری نظم سے شرمندہ ہو گیا ہے
کس بہوائی عشق او شعر نگفتہ زین نمط
کسی نے اسکی عشق کی ہوا (رنگ) میں اس قسم کے شعر نہیں کہے

۱
ز چشم بد رخ خوب ترا خدا حافظ
تیرے خوبصورت چہرے کا چشم بد سے خدا نگہبان ہے
کہ کرد جملہ نکوئی بجائے ما حافظ
کہ حافظ کے ساتھ ہر طرح نیکی کی ہے

۲
اگرچہ خون دلت خورد لعل او بستان
اگر اس کے لعل لب نے دل کا خون کر دیا ہے
بکام دل ز لبش بوسہ خونبہا حافظ
تو اس کا خونبہا بوسہ ہے جس سے دلی مدعا حاصل ہو سکتا ہے

۳
بزلف و خال بتان دل مبند دیگر بار
دوبارہ زلف اور بتوں کی خال میں دل نہ لگا
اگر بجستی ازین بند وایں بلا حافظ
اے حافظ اگر ایک دفعہ اس قید اور اس بلا سے رہائی پائے

۴
بیا کہ نوبت صلح است و دوستی و صفا
آ کہ اب صلح اور دوستی اور صفائی کی نوبت ہے
کہ با تو نیست مرا جنگ و ماجرا حافظ
اے حافظ تجھ سے مجھے جنگ اور گذشتہ قصوں کا تذکرہ نہیں ہے

تو از کجا و امید وصال او ز کجا
تو کہاں اور اس کے وصل کی امید کہاں

بدانکش نرسد دست ہر گدا حافظ
اے حافظ ہر ایک گدا کا ہاتھ اس کے دامن تک نہیں پہنچتا

چہ ذوق یافت دل من وصل آن محبوب
اس محبوب کے وصل سے میرے دل نے کیا مزہ چکھا

مرا است تحفہ جان بخش غمزدا حافظ
حافظ مجھے تحفہ جان بخش اور غم دور کرنیوالا ملا ہے

بیا بخوان غزل خوب و طرفہ و پر سوز
آ اور اچھی غزل اور طرفہ اور پرسوز پڑھ

کہ شعر تست فرح بخش و جانفزا حافظ
کہ تیرے شعر خوش کرنیوالے اور جانفزا ہیں اے حافظ

قسم بہ حشمت جاہ و جلال شاہ شجاع
شاہ شجاع کے حشمت اور جاہ و جلال کی قسم ہے

کہ نیست با کسم از بہر مال و جاہ نزاع
کہ مجھے کسی شخص کے ساتھ مال و جاہ کی نسبت کوئی جھگڑا نہیں

بہ فیض جرعہ جام تو تشنہ ایم ولے
تیرے جام کے جرعہ کے فیض کا پیاسا ہوں

نمی کنیم دلیری نمی دہیم صداع
لیکن جرأت نہیں کرسکتا اور درد سر بھی نہیں دیتا

خدای را بہ میم شست و شوی خرقہ کنید
خدا کے واسطے میرے خرقہ کو شراب سے دہو ڈالو

کہ من نمی شنوم بوی خیر ازین اوضاع
کہ مجھے اس سے خیر کی بو نہیں آتی

ببین کہ رقص کنان میرود بنالہ چنگ
دیکھ کہ ناچتا ہوا نغمہ ساز کیساتھ جا رہا ہے

کسی کہ اذن نمیدادی استماع سماع
جسکو تونے سماع (سرود) کے سننے کی اجازت نہیں دی

بعاشقان نظری کن بشکر این نعمت
عاشقوں پر اس نعمت کے شکریہ میں نظر عنایت کرکہ

کہ من غلام مطیعم تو بادشاہ مطاع
میں فرمانبردار غلام ہوں اور تو وہ بادشاہ ہے جسکی اطاعت واجب ہے

بمرو ادیب و نصیحت مگو کہ دیگر تو
اے ادب سکھانیوالے جا اور مجھے نصیحت نہ کر کہ دوبارہ

نہ بینیم پس ازین ہیچگہ بہ کنج بقاع
اس کے بعد مجھے کسی بقعہ میں تو نہیں دیکھے گا

ززہد حافظ و طامات او ملول شدم
حافظ کے زہد اور بیہودہ گوئی سے دل مکدر ہو گیا ہے

بساز رود و غزل گوئی بر سرود و سماع
ساز کو راست کر اور غزل سرود اور نغمہ کیساتھ پڑھ

۴۴۔ سماع کے متعلق صوفیہ کرام رح میں ہمیشہ اختلاف رائے رہا ہے۔ لیکن اکثر بزرگوں نے سماع جائز قرار
شیخ سعدی علیہ الرحمۃ نے آپ بیتی گلستاں میں لکھی ہے۔ کہ مجھے میرے استاد استماع سماع سے منع فرمایا کرتے
جتنا منع کرتے اتنا شوق سماع زیادہ ہوتا تھا۔ آخر ایک دن ایسا اتفاق ہوا کہ دوستوں کی مجلس میں ایک گویا سے
موقع ملا۔ سماع کیا تھا سمع خراشی تھی اور یہی دل میں آتا تھا کہ "پنبہ ام در گوش کن تا نشنوم" جب مجلس سماع
ہوئی تو میں نے کچھ روپیہ اور اپنی دستار نذر کی۔ ایک دوست نے مجھے کہا کہ ایسے قوال کی یہ خدمت نامناسب ہے
آواز صوت الحمیر ہو اور دل کے پردے پھاڑتی ہو۔ میں نے اپنی سرگزشت سنائی اور کہا کہ جو نصیحت استاد کی
تھا میں نے نہ سنی۔ مگر آج اس کا اثر دل و دماغ پر ہوا یہ سب اسی قوال کی آواز کا اثر ہے۔ اس نے وہ کام کیا جو
سے نہ ہو سکا اور میں نے آج سے توبہ کی کہ سماع نہ سنونگا۔

خوش الحانی ایک نعمت ہے اور سماع یہی کچھ ہے۔ ورنہ بقول شیخ سعدی رح

گر تو قرآں بریں نمط خوانی + ببری رونق مسلمانی

حضرت مخدوم علی ہجویری المعروف داتا گنج بخش صاحب لاہوری کشف المحجوب میں سماع جائز قرار دیتے ہیں مگر
ساتھ اداب سماع کا بھی تذکرہ کرتے ہیں کہ کم سننا چاہیئے۔ ایسا نہو کہ ہر وقت کے شغل کے باعث اس کی عظمت میں
آ جائے اور اکثر اہل اللہ نے سماع کے جواز کے ساتھ اہل کی شرط لگائی ہے۔ یعنے جو شخص اس کا اہل ہو وہ
تو مضائقہ نہیں۔ حضرت عبد القادر جیلانی رح کا یہ قول ہے کہ سماع کا نہ تو انکار ہو سکتا ہے اور نہ عام اجازت دیجا
اپنے اصحاب کو فرمایا کرتے کہ اگر سننے کا اتفاق ہوا تو انکار مت کرو۔ لیکن ارادتاً مت سنو۔

اگر ہم فی زمانناہ پیر قطاع الطریق کا حال دیکھیں، تو چار و ناچار تسلیم کرنا پڑتا ہے۔ کہ سماع حرام ہے۔ مجلس
گرم ہوتی ہے۔ رنڈیاں اپنے زیور حسن و ادا سے خواہشات نفسانی کو بھڑکاتی ہیں اور تانیں لے لے کر دلربائی
ادا کرتی ہیں یہ لوازمات سماع سب حرام ہیں اور اس طرح سماع محض لہو و لعب ہے۔ اور جب مضمون غزلیات بھی
ہو تو سائل کے لئے زہر قاتل ہے۔ ہندوستان میں رقص و سرود عام ہے ایسی محفلوں سے پرہیز کرنا چاہیئے۔

لیکن وہ دلی جذبات اور وہ نالۂ جانسوز جو بانسری میں مطرب اپنے دم سے بھر دیتا ہے خواہ بے حرف ہوتا ہے
دل پر خاص اثر کرتا ہے۔ جو اہل دل ہوں سنیں اور مولانا روم کے ان اشعار کا مطلب سمجھیں ؎

بشنو از نے چوں حکایت میکند + وز جدائیہا شکایت مے کند
کز نیستان تا مرا ببریدہ اند + وز نفیرم مرد و زن نالیدہ اند

اگرچہ سماع کی طاقت سالک کو نہیں مگر یہ بھی ایک بہانہ ہے ؎ ہر آنکو کہ ایزد پرستی کند + بر آواز دولاب مستی

جو بات ذوق و شوق کو زیادہ کرے، جائز ہے؛ لیکن صوفیہ محققین اور علماء دین متین نے اس لئے سماع سے [منع] فرمایا ہے کہ اس سے فتنہ کا اندیشہ ہے اور عوام الناس پر اس کا اثر اُلٹا بُرا ہوتا ہے۔ اس لئے احتیاط لازم ہے؛ [صر]ف اہل ہی سنیں اور سنائیں۔

غلام آن مغانیم کہ آتش افروزد ÷ نہ آب سرد زند در سخن بر آتش تیز

۱

[بہ] دولت گیتی فروز شاہ شجاع
[...] سلطنت کے جاہ و جلال کی قسم جسنے دنیا کو روشن کر دیا ہے

کہ ہست در نظر من جہان حقیر متاع
کہ دنیا میری نگاہ میں ناچیز اور حقیر شے ہے

۲

[ص]راحی و حریفی خوشم ز دنیا بس
[م]جھے شراب کی صراحی اور خوش طبع دوست کافی ہے

کہ غیر ازین ہمہ اسباب تفرقہ است و صداع
کہ اس کے علاوہ تمام اسباب تفرقہ اور درد سر ہے

۳

[م]سجدم بخرابات میفرستد عشق
[مس]جد سے خرابات کی طرف مجھے عشق بھیجتا ہے

بسر ہمی روم ای جان نمیکنم نزاع
سر کے بل میں جاتا ہوں اور میں جھگڑا نہیں کرتا

۴

[بس] است ورد شبانہ می مغانہ بیار
[ش]راب لا کہ رات کا ورد یہی کافی ہے

حریف بادہ رسید ای رفیق توبہ وداع
شراب آ پہنچی اور توبہ رخصت ہوئی

۵

[...]می خرد ایام و غیر ازینم نیست
[...] کا خریدار نہیں ہے اور میرے پاس اسکے سوائے اور کچھ نہیں

کجا روم بتجارت بدین کساد متاع
تجارت کیلئے کہاں جاؤں کہ بے رواجی کا یہ حال ہے

۶

[ب]یار می کہ چو خورشید مشعل افروزد
[ش]راب لا کہ آفتاب کی طرح مشعل روشن کرتی ہے

رسد بکلبہ درویش نیز فیض شعاع
درویش کی جھونپڑی میں اسکے فیض کی کرنیں پہنچ جائینگی

جبین و چہرہ حافظ خدا جدا نکناد
حافظ کا چہرہ اور جبیں خدا جدا نہ کرے

ز خاک بارگہ کبریای شاہ شجاع
شاہ شجاع کی عظمت والی بارگاہ کی خاک سے

۲- اس شعر میں "مسجد" اور "خرابات" دو اصطلاحوں کا استعمال کیا گیا ہے۔ مسجد وہ جگہ ہے جہاں معبود کو سجدہ کیا جاتا ہے

ز زہدِ حافظ و طامات او ملول شدم

حافظ کے زہد اور بیہودہ گوئی سے دل مکدر ہوگیا ہے

۶

بساز رود و غزل گوئی بر سرود و سماع

ساز کو راست کر اور غزل سرود اور نغمہ کیساتھ پڑھ

۴۳۔ سماع کے متعلق صوفیہ کرام رح میں ہمیشہ اختلاف رائے رہا ہے۔ لیکن اکثر بزرگوں نے سماع جائز قرار دیا ہے۔ شیخ سعدی علیہ الرحمۃ نے آپ بیتی گلستاں میں لکھی ہے۔ کہ مجھے میرے استاد استماع سماع سے منع فرمایا کرتے تھے۔ جتنا منع کرتے اتنا شوق سماع زیادہ ہوتا تھا۔ آخر ایک دن ایسا اتفاق ہوا کہ دوستوں کی مجلس میں ایک گویا سننے کا موقع ملا۔ سماع کیا تھا سمع خراشی تھی اور یہی دل میں آتا تھا کہ "پنبہ ام در گوش کن تا نشنوم"۔ جب مجلس سماع برخاست ہوئی تو میں نے کچھ روپیہ اور اپنی دستار نذر کی۔ ایک دوست نے مجھے کہا کہ ایسے قوال کی یہ خدمت نامناسب ہے جس کی آواز صوت الحمیر ہو اور دل کے پردے پھاڑتی ہو۔ میں نے اپنی سرگزشت سنائی اور کہا کہ جو نصیحت استاد کہا کرتا تھا میں نے نہ سنی۔ مگر آج اس کا اثر دل و دماغ پر ہوا یہ سب اسی قوال کی آواز کا اثر ہے۔ اس نے وہ کام کیا جو پیر و مرشد سے نہ ہو سکا اور میں نے آج سے توبہ کی کہ سماع نہ سنونگا"

خوش الحانی ایک نعمت ہے اور سماع یہی کچھ ہے۔ ورنہ بقول الشیخ سعدی رح

گر تو قرآں بریں نمط خوانی + ببری رونق مسلمانی

حضرت مخدوم علی ہجویری المعروف داتا گنج بخش صاحب لاہوری کشف المحجوب میں سماع جائز قرار دیتے ہیں مگر اسکے ساتھ آداب سماع کا بھی تذکرہ کرتے ہیں کہ کم سننا چاہیئے۔ ایسا نہ ہو کہ ہر وقت کے شغل کے باعث اس کی عظمت میں فرق آجائے اور اکثر اہل اللہ نے سماع کے جواز کے ساتھ اہل کی شرط لگائی ہے۔ یعنے جو شخص اس کا اہل ہو وہ سنے تو مضائقہ نہیں۔ حضرت عبدالقادر جیلانی رح کا یہ قول ہے کہ سماع کا نہ تو انکار ہو سکتا ہے اور نہ عام اجازت دیجا سکتی ہے اپنے اصحاب کو فرمایا کرتے کہ اگر سننے کا اتفاق ہوا تو انکار مت کرو۔ لیکن ارادتاً مت سنو۔

اگر ہم فی زماننا بہ پیر قطاع الطریق کا حال دیکھیں، تو چار و ناچار تسلیم کرنا پڑتا ہے، کہ سماع حرام ہے۔ مجلس سرود گرم ہوتی ہے۔ رنڈیاں اپنے زیور حسن و ادا سے خواہشات نفسانی کو بھڑکاتی ہیں اور تانیں لے لے کر دلربائی کا حق ادا کرتی ہیں یہ لوازمات سماع سب حرام ہیں اور اس طرح سماع محض لہو و لعب ہے۔ اور جب مضمون غزلیات بھی ہزلیات ہو تو سائل کے لئے زہر قاتل ہے۔ ہندوستان میں رقص و سرود عام ہے ایسی محفلوں سے پرہیز کرنا چاہیئے۔

لیکن وہ دلی جذبات اور وہ نالۂ جانسوز جو بانسری میں مطرب اپنے دم سے بھر دیتا ہے خواہ بے حرف ہوتا ہے لیکن دل پر خاص اثر کرتا ہے۔ جو اہل دل ہوں سنیں اور مولانا روم کے ان اشعار کا مطلب سمجھیں ؎

بشنو از نے چوں حکایت میکند + وز جدائیہا شکایت مے کند

کز نیستان تا مرا ببریدہ اند + وز نفیرم مرد و زن نالیدہ اند

اگرچہ سماع کی طاقت سالک کو نہیں مگر یہ بھی ایک بہانہ ہے ؎ ہر آنکو کہ ایزد پرستی کند + بر آواز دولاب مستی کند

جذبات ذوق و شوق کو زیادہ کرے، جائز ہے؛ لیکن صوفیہ محققین اور علماء دین متین نے اس لئے سماع سے منع فرمایا ہے کہ اس سے فتنہ کا اندیشہ ہے اور عوام الناس پر اس کا اثر برا ہوتا ہے اس لئے احتیاط لازم ہے۔ کاش اہل دل سنیں اور سنائیں۔

غلام آں مغانیم کہ آتش افروزد * نہ آب سرد زند در سخن بر آتش تیز

۱
بفر دولت گیتی فروز شاہ شجاع
شاہ شجاع کی سلطنت کے جاہ و جلال کی قسم جسنے دنیا کو روشن کر دیا ہے
کہ ہست در نظر من جہاں حقیر متاع
کہ دنیا میری نگاہ میں ناچیز اور حقیر شے ہے۔

۲
صراحی و حریفی خوشم ز دنیا بس
دنیا میں مجھے شراب کی صراحی اور خوش طبع دوست کافی ہے
کہ غیر ازیں ہمہ اسباب تفرقہ است و صداع
کہ اس کے علاوہ تمام اسباب تفرقہ اور درد سر ہے۔

۳
ز مسجدم بخرابات میفرستد عشق
مسجد سے خرابات کی طرف مجھے عشق بھیجتا ہے۔
بسر ہمیروم ای جان نمیکنم نزاع
سر کے بل میں جاتا ہوں، اسمیں جھگڑا نہیں کرتا۔

۴
بس است ورد شبانہ می مغانہ بیار
شراب لا کہ رات کا ورد یہی کافی ہے۔
حریف بادہ رسید ای رفیق توبہ وداع
شراب آ پہنچی اور توبہ رخصت ہوئی۔

۵
ہنر نمی خرد ایام و غیر ازینم نیست
روزگار میرے ہنر کا خریدار نہیں ہے اور میرے پاس اسکے سوا اور کچھ نہیں ہے
کجا روم بتجارت بایں کساد متاع
تجارت کیلئے کہاں جاؤں کہ بے رواجی کا یہ حال ہے

۶
بیار می کہ چو خورشید مشعل افروزد
شراب لا کہ آفتاب کی طرح مشعل روشن کرتی ہے
رسد بکلبۂ درویش نیز فیض شعاع
درویش کی جھونپڑی میں اسکے فیض کی کرنیں پہنچ جائینگی

جبین و چہرۂ حافظ خدا جدا نکناد
حافظ کا چہرہ اور جبیں خدا جدا نہ کرے!
ز خاک بارگہ کبریائے شاہ شجاع
شاہ شجاع کی عظمت والی بارگاہ کی خاک سے

۳۔ اس شعر میں "مسجد" اور "خرابات" دو اصطلاحوں کا استعمال کیا گیا ہے۔ مسجد وہ جگہ ہے جہاں معبود کو سجدہ کیا جائے

اس لئے اظہار عبودیت کا مقام ہے ایک مسجد تو وہ عمارت ہے جہاں مسلمان نماز کے لئے جمع ہوتے ہیں۔ لیکن اصطلاح صوفیہ کرام میں مسجد سے مراد وجود انسانی ہے اور عالم ہے۔ اللہ تعالےٰ نے انسان کو عبودیت کیلئے خلق کیا ہے

و ما خلقت الجن و الانس الا لیعبدون ۔

یہ عبودیت ہماری فطرت میں ہے اگر خدا پرست نہ ہوگا۔ بُت پرست ہوگا۔ بہرحال اس عالم میں ہر ایک شئے "عبد" ہے اور ایک دوسرے کی محکوم ہے۔ اس عالم میں ہر طرف عبودیت کا اظہار ہو رہا ہے۔ اللہ تعالےٰ معبود حقیقی ہے اور تمام اشیاء عابد ہیں اور اسی کو سجدہ کرتی ہیں۔ اسی طرح انسانی وجود بمقابلہ عالم ایک مسجد صغیر ہے۔ جب تک یہ وجود ہے عبودیت کے سوا چارہ نہیں۔ خرابات سے مراد اس وجود کا فناء کرنا ہے۔ جو عشق ہی کے ذریعہ ہوسکتا ہے یعنے عشق ہمیں مقام عبودیت سے نکال کر مقام الوہیت تک پہنچا دیتا ہے اور اسی کو قرب الٰہی کہتے ہیں۔

۱

بامداداں کہ ز خلوتگہ کاخ ابداع

وقت صبح جبکہ آسمان کی خلوت کدہ سے

شاہ خاور فگند بر ہمہ اطراف شعاع

آفتاب تمام طرف کرنیں پھیلاتا ہے۔

۲

برکشد آئینہ از جیب افق چرخ زناں

افق کے کیسہ سے آئینہ نکال کر چکر کھاتا ہوا

بنماید رخ گیتی بہزاراں انواع

دنیا کے چہرہ کو ہزارہا مختلف قسم سے دکھاتا ہے

۳

از زوایائی طربخانہ جمشید فلک

جمشید فلک کے عشرت کدہ کے گوشوں میں

ارغواں ساز کند زہرہ بآہنگ سماع

زہرہ سرود کے قصد سے ساز درست کرتی ہے

۴

چنگ در غلغلہ آید کہ کجا شد منکر

چنگ شور مچاتا ہے کہ منکر کہاں رہے۔

جام در قہقہہ آید کہ کجا شد منّاع

جام قہقہہ لگاتا ہے کہ منع کرنیوالا کہاں ہے

۵

وضع دوراں بنگر ساغر عشرت برگیر

انقلاب زمانہ کی وضع کو دیکھ اور عشرت کا پیالہ اُٹھا

کہ بہر حال ہمین ست بہیں اوضاع

کہ بہرحال یہی وضع اور یہی طرز ہے۔

۶

طرۂ شاہد دنیا ہمہ مکر ست و فریب

معشوقہ دنیا کا گیسو تمام مکر و فریب کا جال ہے

عارفاں بر سر ایں نکتہ نجویند نزاع

عارف اس بات پر کبھی جھگڑا مول نہیں لیتے

۷

عمر خسرو طلب ار نفع جہاں می طلبی

بادشاہ کی عمر درازی کی دعا مانگ اگر جہاں سے کچھ فائدہ کی طلب ہے

کہ وجودیست عطا بخش و کریم و نفّاع

کہ اسکا وجود سراپا جود و داد بخشش کرنیوالا اور نفع پہنچانیوالا ہے

مظہر لطف ازل روشنی چشم امل الٰہی لطف کا مظہر اور چشم امید کی روشنی ہے	۸	جامع علم و عمل جان جہان شاہ شجاع علم اور عمل کا جامع جان جہان شاہ شجاع ہے

۹

حافظ ار بادہ خوری با صنم گلرخ خور
اے حافظ اگر شراب پیتا ہے تو گلرخ معشوق کے ساتھ پی
کہ ازین بہ نبود در دو جہان ہیچ متاع
کہ دونوں جہانوں میں بہتر اس سے اور کوئی چیز نہیں ہے

در وفای عشق تو مشہور خوبانم چو شمع تیری محبت کی وفا میں دنیا کے معشوقوں میں شمع کی طرح مشہور ہوں	۱	شب نشین کوی سربازان و رندانم چو شمع رندوں اور جانثاروں کے کوچہ میں رات کو بیٹھنے والا شمع کی طرح ہوں
کوہ صبرم نرم شد چون موم از دست غمت تیرے غم کے ہاتھ سے میرے صبر کا پہاڑ موم کی طرح نرم ہو گیا	۲	تا در آب و آتش عشقت گدازانم چو شمع جب سے تیرے عشق کی آگ اور پانی میں شمع کی طرح گھل رہا ہوں
بی جمال عالم آرای تو روزم شب است تیرے جمال کے بغیر جو دنیا کی زینت ہے میرا روز روشن اندھیری رات ہے	۳	با کمال عشق تو در عین نقصانم چو شمع جب سے تیرے عشق میں کمال کر رہا ہوں شمع کی طرح گھٹ رہا ہوں
رشتہ صبرم بمقراض غمت ببریدہ شد میرے صبر کا دھاگا تیرے غم کی مقراض سے کاٹا گیا	۴	ہمچنان در آتش ہجر تو سوزانم چو شمع تیرے ہجر کی آگ میں شمع کی طرح جل رہا ہوں
گر کمیت اشک گلگونم نبودی تند رو اگر میرے سرخ آنسو تیزی کے ساتھ نہ چلتے	۵	کی شدی پیدا بہ گیتی راز پنہانم چو شمع تو دنیا میں میرا راز شمع کی طرح کس طرح ظاہر ہوتا
روز و شب خوابم نمی آید بچشم غم پرست غمزدہ آنکھوں میں دن اور رات نیند ہی نہیں آتی	۶	بسکہ در بیماری ہجر تو گریانم چو شمع ہجر کی بیماری میں شمع کی طرح آٹھ آٹھ آنسو رو رہا ہوں
درمیان آب و آتش ہمچنان سرگرم تست پانی اور آگ کے درمیان اسی طرح تیری محبت میں سرگرم ہے	۷	این دل زار و نزار اشکبارانم چو شمع یہ دل زار و نزار اور شمع کی طرح اشکبار ہے

در شب ہجراں مرا پروانۂ وصلی فرست ۸ ورنہ از آہی جہانی را بسوزانم چو شمع

ہجر کی رات مجھے وصل کا پروانہ بھیج ۔ ورنہ آہ سے دنیا کو شمع کی طرح جلا دونگا ۔

سرفرازم کن شبی از وصل خود ای ماہرو ۹ تا منور گردد از دیدارت ایوانم چو شمع

اے ماہرو اپنے وصل سے مجھے ایک رات سرفراز کر تاکہ تیرے دیدار سے میرا گھر شمع کیطرح منور ہو جاوے

ہمچو صبحم یک نفس باقیست بی دیدار تو ۱۰ چہرہ بنما دلبرا تا جاں بفشانم چو شمع

صبح کی طرح ایک دم تیرے دیدار کے بغیر باقی ہے اپنا چہرہ دکھا تاکہ شمع کی طرح جان قربان کر دوں ۔

آتش مہر ترا حافظ عجب در سر گرفت ۱۱

تیری محبت کی آگ حافظ کے سر میں عجب سمائی ہے

آتش دل کی بآب دیدہ بنشانم چو شمع

کب دل کی آگ آنکھ کے پانی سے شمع کی طرح بجھاؤنگا

سحر چو بلبل بیدل می شدم در باغ ۱ کہ تا چو بلبل بیدل کنم علاج دماغ

صبح کے وقت باغ میں بلبل کی طرح تھوڑی دیر کیلئے گیا تاکہ بلبل بیدل کی طرح دماغ کا علاج کروں

بچہرہ گل سوری نگاہ میکردم ۲ کہ بود در شب تاری بروشنی چو چراغ

گل سوری کے چہرہ پر میں نے نگاہ کی ۔ جو اندھیری رات میں چراغ کی طرح روشن تھا

چناں بحسن و جوانی خویشتن مغرور ۳ کہ داشت از دل بلبل ہزار گونہ فراغ

اسی طرح اپنے حسن اور جوانی پر مغرور تھا کہ بلبل کے دل سے بے تعلق معلوم ہوتا تھا

گشادہ نرگس رعنا بحسرت آب از چشم ۴ نہادہ لالۂ حمرا بجان و دل صد داغ

نرگس رعنا کی آنکھ سے پانی نکلتا تھا ۔ سرخ لالہ کے جان و دل پر سو داغ تھے ۔

زباں کشیدہ چو تیغی بسرزنش سوسن ۵ دہاں گشادہ شقائق چو مرد ماں بناغ

سوسن نے تلوار کی طرح سرزنش کے لئے زبان نکالی ہوئی تھی لالہ نے دو جورو والے خاوند کی طرح منہ کھولا ہوا تھا

یکی چو بادہ پرستاں صراحی اندر دست ۶ یکی چو ساقی مستاں بکف گرفتہ ایاغ

ایک کے ہاتھ میں شرابیوں کی طرح صراحی تھی — دوسرے کے ہاتھ میں پیالہ ساقیٔ مستاں کی طرح تھا

نشاط و عیش جوانی چو گل غنیمت داں

گل کی طرح عیش و عشرت جوانی کی غنیمت سمجھ

۷ کہ حافظا نبود بر رسول غیر بلاغ

کہ اے حافظ رسول کا کام کہہ دینا ہے اور بس

طالع اگر مدد کند دامنش آورم بکف ۱ گر بکشم زہی طرب ور بکشد زہی شرف

اگر میرا نصیبہ اچھا ہو تو معشوق کا دامن پکڑ لوں — اگر اسے بغل میں دبا لوں تو کیا مزہ ہو اور اگر مجھے وہ قتل کر دے تو زہے قسمت

طرف کرم ز کس نہ بست ایں دل پر امید من ۲ گرچہ صبا ہمی برد قصۂ من بہر طرف

امید سے بھرے ہوئے دل نے کسی سے کرم کی امید نہ رکھی — اگرچہ میرا قصہ صبا ہر ایک طرف لے گئی

چند بناز پرورم مہر بتان سنگدل ۳ یاد پدر نمیکنند ایں پسران ناخلف

کہاں تک سنگدل بتوں کی محبت کی پرورش ناز و نعمت سے کروں — یہ ناخلف بیٹے اپنے باپ کو یاد نہیں کرتے

از خم ابروے توام ہیچ کشایشی نشد ۴ وہ کہ دریں خیال کج عمر عزیز شد تلف

تیرے ابرو کے خم سے کوئی مشکل میری حل نہیں ہوئی — افسوس ہے کہ اس غلط بیہودہ خیال میں عمر عزیز ضائع ہوئی

من بخیال زاہدی گوشہ نشین و طرفہ آنکہ ۵ مغبچۂ ز ہر طرف میزندم بچنگ و دف

زاہد کی طرح میں گوشہ نشین تو ہو گیا لیکن مزہ یہ ہے — کہ مغبچہ ہر طرف سے چنگ اور دف بجاتے ہیں

ابروے دوست کی شود دستکش خیال من ۶ کس نزدست زیں کماں تیر مراد بر ہدف

دوست کا ابرو کب میرے خیال سے دست بردار ہوگا — اس کمان سے کسی نے اس طرح تیر نشانہ پر نہیں مارا

بیخبر اند زاہداں نقش بخوان و لا تقل ۷ مست ریاست محتسب بادہ بنوش و لا تخف

زاہد بے خبر ہیں نقش پڑھ اور اور بات نہ کہہ — محتسب ریا میں مست ہے شراب پی اور نہ ڈر

صوفیِ شہر بیں کہ چوں لقمۂ شبہہ میخورد شہر کا صوفی دیکھ کہ کس طرح شبہ کا لقمہ کھاتا ہے	۸	بال و دمش دراز باد ایں حیوانِ خوش علف اس کے بال اور دم دراز ہوں یہ خوب حیوان چراگاہ کا ہیں
من بکدام دل خوشی میخورم و طرب کنم میں کس دل کیساتھ خوشی کروں اور شراب پیئوں	۹	کز پس و پیش خاطرم لشکرِ غم کشیدہ صف آگے پیچھے سے لشکرِ غم صف باندھے کھڑا ہے
	۱۰	حافظ اگر قدم زنی در رہِ خاندانِ عشق اے حافظ اگر تو خاندانِ عشق کے راستہ میں قدم اٹھائیگا بدرقۂ رہت شود ہمتِ شحنۂ نجف تیری راستہ کا رہنما نجف کے شحنہ (کوتوال) کی ہمت ہو یعنی تیرا رہبر علیؑ

۱۔ دوسرے مصرعہ کا یہ بھی ترجمہ ہو سکتا ہے کہ اگر میں اسکا دامن کھینچ لوں تو کیا مزہ ہو اگر وہ کھینچ لے تو خوش قسمتی ہے مطلب ہے کہ اس کشمکش میں لطف ہے۔ خواہ وہ کھنچا آئے یا مجھے کھینچ لے جائے مدعا ایک ہی ہے۔

۱۰۔ خاندان چشتیہ و قادریہ و سہروردیہ وغیرہما کے پیشوا حضرت علیؓ ہیں صرف نقشبندیہ کا سلسلہ حضرت صدیق اکبرؓ تک جاتا ہے

زبان خامہ ندارد سرِ بیانِ فراق قلم کی زبان فراق کا بیان کرنے سے قاصر ہے	۱	وگرنہ شرح دہم با تو داستانِ فراق ورنہ فراق کی داستان میں کھول کر بیان کرتا
رفیقِ خیلِ خیالیم و ہمرکابِ شکیب میں اپنے لشکرِ خیال کا رفیق ہوں اور صبر کیساتھ ساتھ چلتا ہوں	۲	قرینِ محنت و اندوہ و ہمقرانِ فراق محنت و غم کے قریب ہوں اور فراق کے ساتھ ہوں
دریغ مدتِ عمرم کہ بر امیدِ وصال افسوس میری عمر کا زمانہ وصال کی امید پر	۳	بسر رسید و نیامد بسر زمانِ فراق ختم ہو گیا اور ابھی تک فراق کا زمانہ ختم نہوا
سرے کہ بر سرِ گردوں بفخر مے سودم وہ سر جو فخر سے آسمان تک بلند تھا	۴	ز روئے عجز نہادم بر آستانِ فراق میں نے فراق کے آستانہ پر عاجزی سے رکھ دیا
چگونہ باز کنم بال در ہوائے وصال میں کس طرح وصال کی ہوا (خواہش) میں بازو کھولوں	۵	کہ ریخت مرغِ دلم پر در آشیانِ فراق کہ میرے مرغ دل نے فراق کے آستانہ میں پر جھاڑ دیئے

بسی نماند که کشتی عمر غرقه شود وہ وقت دور نہیں ہے کہ میری عمر کی کشتی	۶	ز موج شوق تو در بحر بیکران فراق فراق کے بے کنارہ سمندر میں موج شوق کے تھپیڑے سے غرق ہو جائے
فلک چو دید سرم را اسیر چنبر عشق جب آسمان نے میرے سر کو عشق کے حلقہ میں قید دیکھا	۷	ببست گردن صبرم بریسمان فراق میری صبر کی گردن کو فراق کی رسی سے باندھ دیا
کنون چه چاره که در بحر غم بگردابی اب کیا چارہ ہو سکتا ہے کہ غم کے سمندر کے	۸	فتاده کشتی صبرم ز بادبان فراق گرداب میں میرے صبر کی کشتی فراق کے بادبان سے گر پڑی
چگونه دعوی وصلت کنم بجان که شدست میں کس طرح تیرے وصل کا دعوے جان سے کر سکتا	۹	تنم وکیل قضا و دلم ضمان فراق کہ میرا تن وکیل قضا کا اور دل ضامن فراق کا ہو گیا ہے
فراق و هجر که آورد در جهان یارب یا خدا فراق اور ہجر کو دنیا میں کون لایا ہے	۱۰	که روی هجر سیه باد و خانمان فراق کہ ہجر کا منہ کالا ہو اور فراق کا خانمان برباد ہو

بپای شوق گر این ره بسر شدی حافظ
اے حافظ اگر شوق کے پاؤں سے یہ راستہ طے ہو سکتا

۱۱

بدست هجر ندادی کسی عنان فراق
تو ہجر کے ہاتھ میں کوئی شخص فراق کی لگام نہ دیتا

مباد کس چو من خسته مبتلای فراق مجھ خستہ و خوار کی طرح کوئی شخص فراق میں مبتلا نہ ہو	۱	که عمر من همه بگذشت در بلای فراق کہ میری تمام عمر فراق کی مصیبت جھیلنے میں گذر گئی
غریب و عاشق و بیدل فقیر و سرگردان غریب اور عاشق اور بیدل اور فقیر اور سرگردان ہوں	۲	کشیده محنت ایام و درد‌های فراق ایام کی محنت اور فراق کی تکلیف برداشت کرتا ہوں
اگر بدست من افتد فراق را بکشم اگر فراق میرے ہاتھ پڑ جائے تو مار ہی ڈالوں	۳	بآب دیده دهم باز خونبهای فراق اور آنکھ کے پانی سے اس کا خونبہا ادا کروں

۴ کجا روم چه کنم حال دل کرا گویم — که داد من بستاند دهد جزائے فراق

کہاں جاؤں کیا کروں دل کا حال کسے کہوں — کہ میرا انصاف فراق سے لے اور اسکو اسکی سزا دے

۵ ز درد هجر و فراقم دمے خلاصی نیست — خدائے را بستان داد و دِه سزائے فراق

ایک دم بھی ہجر کے درد اور فراق سے رہائی نہیں — خدا کے واسطے انصاف کر اور فراق کو سزا دے

۶ فراق را بفراق تو مبتلا سازم — چنانکه خون بچکانم ز دیدہ ہائے فراق

فراق کو تیرے فراق میں مبتلا کر دوں — اس طرح کے فراق کی آنکھوں سے خون ہو کر آنسو جاری ہے

۷ من از کجا و فراق از کجا و غم ز کجا — مگر که زاد مرا مادر از برائے فراق

میں کہاں اور فراق کہاں اور غم کہاں — مگر میری ماں نے مجھے فراق کیواسطے جنا

بداغ عشق تو حافظ چو بلبل سحری

تیری عشق کو داغ سے حافظ بلبل کیطرح کہ صبح کیوقت چہچہاتی ہے

زند بروز و شبان خونفشاں نوائے فراق

دن رات لہو روتے ہوئے فراق فراق کی صدا کرتا ہے

۱ مقام امن و مے بیغش و رفیق شفیق — گرت مدام میسر شود زہے توفیق

امن کی جگہ اور خالص شراب اور مہربان دوست — اگر مدام میسر ہوں تو زہے قسمت

۲ جہان و کار جہان جملہ ہیچ در ہیچ ست — ہزار بار من این نکتہ کردہ ام تحقیق

دنیا اور دنیا کا کاروبار تمام ہیچ در ہیچ ہے — میں نے یہ نکتہ ہزار بار تحقیق کیا ہوا ہے

۳ دریغ و درد کہ تا این زمان ندانستم — کہ کیمیائے سعادت رفیق بود رفیق

افسوس اور صد افسوس کہ ابھی تک معلوم نہوا — کہ کیمیائے سعادت دوست ہے دوست

۴ بجائے امن رو و فرصت شمر غنیمت وقت — کہ در کمینگہ عمرند قاطعان طریق

امن کی جگہ میں جا اور وقت غنیمت سمجھ — کیونکہ عمر کی گھات میں رہزن بیٹھے ہوئے ہیں

۵ کجاست اہل دلے تا کند دلالت خیر | کہ ما بدوست نبردیم رہ بہیچ طریق

اہل دل کہاں ہیں کہ نیک راستہ بتائیں | کیونکہ میں نے ابھی تک کسی راستے سے دوست تک رسائی حاصل کی

۶ فدائے غمزۂ ساقی ہزار جاں آں دم | کہ تر کند لب لعل از شراب ہمچو عقیق

ساقی کے غمزہ پر ہزار جان اس وقت قربان ہو | جبکہ لعل لب شراب سے عقیق کی طرح تر کرے

۷ حلاوتے کہ ترا در چہ زنخدان ست | بکنہ او نرسد صد ہزار فکر عمیق

وہ حوش لطافت جو تیرے زنخدان کے چاہ میں ہے | ہزار فکر عمیق اس کی کنہ کو نہیں پہنچ سکتی

۸ اگرچہ موئے میانت بچون منی نرسد | خوش ست خاطرم از فکر ایں خیال دقیق

اگرچہ موئے میان مجھ جیسے کو قابو نہیں آتا | مگر اس دقیق خیال سے میری طبیعت تو خوش ہے

۹ ازاں برنگ عقیق ست اشک من ہمہ وقت | کہ مہر خاتم چشم من ست ہمچو عقیق

اگر میرے آنسو عقیق کے رنگ کے ہیں تو تعجب کی کونسی بات | کہ میری آنکھ کی مہر کا نقش عقیق کی طرح سرخ ہے

۱۰ بیا کہ توبہ ز لعل نگار و خندۂ جام | تصوریست کہ عقلش نمیکند تصدیق

آکہ معشوق کی شراب اور جام شراب کے خندہ (یعنی شراب بھرے جام) سے توبہ کرنا | ایسا تصور ہے کہ جس کی عقل تصدیق نہیں کرتی

بخندہ گفت کہ حافظ غلام طبع توام

ہنستے ہوئے کہا کہ اے حافظ تیری طبع کا غلام ہوں

ببیں کہ تا بچہ قدرم ہمیکند تحمیق

دیکھ کس قدر مجھے احمق بنایا ہے

۱۔ "تصور" اور "تصدیق" منطق کی اصطلاحیں ہیں۔ کسی چیز کا جب دل میں تصور آئے تو جب تک عقل اس کی تصدیق نہ کرے محض وہم ہوتا ہے۔ جو کچھ ہم دیکھتے ہیں خواہ یہ خواب میں ہو یا بیداری میں محض صورتیں ہیں بیداری میں اشیاء فی الخارج ہمارے اس سے باہر ہوتی ہیں اور خواب میں حواس معطل ہوتے ہیں لیکن ان اشیاء کا عکس جو ہمارے قلب پر پڑتا ہے وہ دیدہ دل کے سامنے ہوتا ہے اور فی الحقیقت دیکھنے والا دل ہی ہے خواہ بیداری ہو یا خواب۔ "چشم و گوش" تو صرف آلات ہیں۔ یہ عکس جو ہمارے آئینہ قلب پر کسی شے کا پڑتا ہے، اس شے کا تصور ہے

جس پر قلب کی تمام طاقتیں اپنا اپنا کام کرتی ہیں کسی شئے کا تصور "تذکر" کہلاتا ہے جب اس شئے کا تصور دل میں حاصل ہوا اور اس میں قوت حافظہ کی بھی آمیزش ہوتی ہے، جب تصور تذکر آگے بڑھتا ہے تو اصطلاح میں عبرت کہلاتا ہے کیونکہ وہ ایک مرحلہ سے دوسرے مرحلہ تک عبور کرتا ہے جو مرحلہ تفکر ہے۔ اسوقت قلب اس تصور پر فکر کرتا ہے اور جو کچھ نتیجہ حاصل ہوتا ہے اسکی تصدیق تجربہ اور مشاہدہ سے کرتا ہے۔ اور یہ عقل کی مدد سے کام کرتا ہے۔

اگر شراب خوری جرعہ فشاں بر خاک اگر شراب پیتا ہے تو ایک گھونٹ زمین پر چھڑک	۱	**ازاں گناہ کہ نفعے رسد بغیر چہ باک** جس گناہ سے کسی کو نفع پہنچے اس کا کیا ڈر ہے
بزن بر اوج فلک حالیا سرادق عشق آج فلک کی بلندی پر عشق کا خیمہ کھڑا کر	۲	**کہ خود بر د اجلت نا گہاں بہ تیرہ مغاک** کہ اجل خود بخود تاریک غار میں ایکدن تجھے لیجائیگی
مخور دریغ و بخور می بشاہد و دف و چنگ افسوس نہ کر اور شراب معشوق اور دف اور چنگ کیساتھ پی	۳	**کہ بیدریغ زند روزگار تیغ ہلاک** کیونکہ روزگار تیغ بے دریغ ہلاتا ہے
بخاک پائی تو ای سرو ناز پرور من تجھے تیری خاک پا کی قسم ای میرے ناز سے پرورش یافتہ سرو	۴	**کہ روز واقعہ پا وا مگیر از سر خاک** میری موت کے دن میری قبر سے پاؤں نہ اُٹھا
چہ دوزخی چہ بہشتی چہ آدمی چہ ملک خواہ دوزخی ہو خواہ بہشتی خواہ آدمی ہو خواہ فرشتہ	۵	**بمذہب ہمہ کفر طریقت ست امساک** ہر ایک کے مذہب میں بخل کفر ہے
فریب دختر رز طرفہ میزند رہ عشق شراب (دختر رز) کا فریب عشق کے رستے میں خوب ترتبر کرتا ہے	۶	**مبادتا بقیامت خراب طارم تاک** خدا کرے کہ قیامت تک انگور کی بیل خراب نہ ہو

براہ میکدہ حافظ خوش از جہان رفتی
ای حافظ شراب خانہ کے رستہ (دنیا) سے تو خوش خوش گذر گیا

۷

دعائی اہل دلت باد مونس دل پاک
اہل دل کی دعائیں تیرے پاک دل کی مونس ہوں

۱۔ دستور ہے کہ جب شراب پیتے ہیں تو پیالہ سے تھوڑی سی خاک پر چھڑکتے ہیں چنانچہ ایک ہندی

شاعر کہتا ہے سہ پہلے چھڑک زمین پہ تو قاضی کے نام کی:

۱ — اے دل ریش مرا با لب تو حق نمک
اے معشوق میرے زخمی دل کا تیرے لب پر حق نمک ہے
حق نگہدار کہ من میروم اللہ معک
حق کو محفوظ رکھ کہ میں جاتا ہوں خدا حافظ

۲ — توئی آں گوہر یکدانہ کہ در عالم قدس
تو وہ دُرِّ یتیم ہے کہ عالم قدس میں
ذکر خیر تو بود حاصل تسبیح ملک
فرشتوں کی تسبیح تیرا ہی ذکر خیر ہے

۳ — در خلوص منت ار ہست شکی تجربہ کن
اگر میری صفائی خلوص میں تجھے کچھ شک ہے تو تجربہ کر کے دیکھ لے
کس عیار زر خالص نشناسد چو محک
کسوٹی سے بہتر کوئی شے خالص سونے کو پرکھ نہیں سکتی

۴ — گفتہ بودی کہ شوم مست دو بوست بدہم
تونے کہا تھا کہ مست ہو کر دو بوسے دونگا
وعدہ از حد بشد و ما نہ دو دیدیم و نہ یک
وعدہ تو حد سے گذر گیا میں نے نہ تو دو دیکھے نہ ایک

۵ — بگشا پستہ خنداں و شکر ریزی کن
پستہ خنداں (خنداں لب) کو کھول اور شکر ریزی کر
خلق را از دہن خویش مینداز بشک
خلق کو دہن کی نسبت شک میں نہ ڈال

۶ — چرخ بر ہم زنم ار جز بمرادم گردد
اگر میری مراد پوری نہ ہوئی تو آسمان کو تہ و بالا کر دونگا
من نہ آنم کہ زبونی کشم از چرخ فلک
میں وہ نہیں ہوں کہ چرخ فلک سے عاجز آجاؤں

۷ — چوں بر حافظ خویشش نگذاری بارے
چونکہ تو اے رقیب (شیطان) اسے حافظ کے پاس آنے نہیں دیتا
اے رقیب از بر او یکدو قدم دورتر ک
اس لئے اس سے تو بھی ایک دو قدم دور رہ

۱۔ لب پر حق نمک اس لئے ہے کہ معشوق کے لب سے ایسی باتیں سنتا ہے جو زخم پر نمک کا کام کرتی ہیں۔
۲۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یتیم تھے اور چونکہ حضور انسان کامل ہیں اسلئے یہ کہنا بالکل درست ہے کہ نہ دنیا میں آپ جیسا کوئی گوہر پیدا ہوا نہ ہوگا آپ اپنا نظیر نہیں رکھتے۔ شک نہیں کہ آسمان کیا فرشتے بھی آپ پر درود بھیجتے ہیں صلی اللہ علیہ وسلم۔
۷۔ شیطان آدمی ہے تو بے التفاتی میں سدراہ ہے اس لئے اگر یہ کم بخت ایک دو قدم دور ہو جاوے تو بہتر ہو۔

۱
ای پیک پے خجستہ چہ نامی فدیت لک
ای نیک خصلت قاصد تیرا کیا نام ہے؟ تجھ پر فدا ہو جاؤں
ہرگز سیاہ چردہ بدیدم بایں نمک
مینے تجھ جیسا ایسی ملاحت کیسا گندم گون حسن نہیں دیکھا

۲
خوباں سزد کہ بر درت آیند جملگی
مناسب ہے کہ تمام معشوق در تیرے پر حاضر ہوں
وانگاہ خاکپائے تو بوسند یک بیک
اور پھر تیری خاکپا ایک ایک کرکے چومیں۔

۳
ہم ظاہر از دو چشم تو در دیدہ مردمے
تیری دونوں آنکھوں سے دیدہ خلق میں مردمی ظاہر ہوئی ہے
ہم روشن از دو لعل تو در دیدہ مردمک
تیرے دو لعل سے آنکھ کی پتلیاں روشن ہیں۔

۴
آدم ز حسن روئے تو گر بہرہ داشتی
اگر آدم کو تیرا حسن میسر ہوتا
از دیدنش بسجدہ نپرداختی ملک
اس کے دیکھنے سے فرشتے سجدہ نہ کرتے۔

۵
صورتگرانِ چیں اگر آں چہرہ بنگرند
اگر چین کے مصور وہ چہرہ دیکھ پاتے
نقشِ نگارخانہ چیں را کنند حک
نگارخانہ چین کا نقش مٹا دیتے۔

۶
از طرف بام روئے تو ماہ ہر شبے
لب بام تیرا چہرہ ہر ایک رات۔
مانند آفتاب ہمی تابد از فلک
اس طرح چمکتا ہے جس طرح آفتاب فلک پر سے

۷
در دوستی حافظ اگر نیستت یقیں
اگر حافظ کی دوستی پر تجھے یقین نہیں ہے۔
زر خالص ست و باک نمیدارد از محک
تو دعوے سے کہتا ہوں کہ یہ خالص سونا ہے اور کسوٹی سے نہیں ڈرتا

۱- یہ نعتیہ غزل مرصع ہے "پیک پے خجستہ" رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ آپ کا حسن گندم گوں مشہور ہے حضرت سلیمان بھی تسبیحات میں اس کا ذکر کرتے ہیں۔
۲- خوبان سے مراد تمام دیگر پیغمبر ہیں۔ اور اس میں کچھ شک نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وہ مرتبہ ہے جس کا ذکر حافظ علیہ الرحمۃ نے اس شعر میں کیا ہے۔
۳- یہ امر مسلمہ ہے کہ آپ کے اصحاب میں آپ کے اوصاف حسنہ کا جلوہ تھا۔ اور جو شخص آپ کے نقش قدم پر چلتا ہے اس میں بھی اوصاف نبوی کی جھلک نظر آتی ہے آنحضرت صلعم نور ہیں اور دنیا کی آنکھ اسی نور سے روشن ہے

۴۔ اگر آدم ایسے حسین ہوتے جیساکہ آنحضرت صلعم تھے تو فرشتے بیخودی میں سجدہ کرنا بھول جاتے۔ سجدہ تو کجا بلکہ اس حکم کا اثر بھی نہ ہوتا جسکی تعمیل میں آدم علیہ السلام کو سجدہ کیا۔

۵۔ چین کے مصور مشہور ہیں اگر آپ کا چہرہ دیکھ پاتے تو ان کو معلوم ہو جاتا کہ حسن کی تصویر یہی ہے۔

۶۔ حافظ علیہ الرحمۃ نے بہت بڑا دعوےٰ کیا ہے اس شعر میں بھی دعوےٰ ہے ؎

در خلوص منت ار ہست شکی تجربہ کن • کس عیار زر خالص نشناسد چو محک

لیکن میں یقین کرتا ہوں کہ حافظ علیہ الرحمۃ اپنے دعوے میں سچے تھے اور آپ عاشق رسول خدا تھے۔

---

۱ ہزار دشمنم ار میکنند قصد ہلاک — گرم تو دوستی از دشمناں ندارم باک

ہزار دشمن اگر میرے ہلاک کرنے کا ارادہ کریں — تو مجھے کچھ ڈر نہیں بشرطیکہ تو میرا دوست ہو

۲ مرا امید وصال تو زندہ میدارد — وگرنہ ہر دمم از ہجر تست بیم ہلاک

میں تو وصال کی اُمید پر زندہ ہوں — ورنہ ہجر سے ہر دم ہلاکت کا خوف ہے

۳ نفس نفس اگر از باد نشنوم بوئیت — زماں زماں کنم از غم چو گل گریباں چاک

اگر ہوا سے دمبدم تیری خوشبو نہ سونگھوں — تو ہر وقت غم سے گل کی طرح گریبان چاک کروں

۴ رود بخواب دو چشم از خیال تو ہیہات — بود صبور دل اندر فراق تو حاشاک

تیرے تصور سے میری آنکھیں سو جائیں نہایت افسوس کی بات ہے — تیری فرقت سے دل میں صبر آجائے ہرگز نہیں

۵ بضرب سیفک قتلی حیاتنا ابداً — فان روحی قد طاب ان یکون فداک

تیری تلوار کی ضرب سے میرا قتل ہمیشہ کی زندگی ہے — اس لئے میری روح خوش ہے کہ تیرے قربان ہو رہی ہے

۶ اگر تو زخم زنی بہ کہ دیگرے مرہم — وگر تو زہر دہی بہ کہ دیگرے تریاک

اگر تو زخم پہنچائے اس سے بہتر ہے کہ دوسرا مرہم لگائے — اگر تو زہر دے تو اس سے بہتر ہے کہ دوسرا تریاک دے

۷ ترا چنانکہ توئی ہر نظر کجا بیند — بقدر بینش خود ہر کسے کند ادراک

تو جیساکہ ہے ہر ایک نظر ویسے کہاں دیکھ سکتی ہے — ہر ایک شخص اپنی اپنی استعداد کے مطابق سمجھتا ہے

۸ عناں مپیچ اگر میزنی بشمشیرم — سپر کنم سر و دستت ندارم از فتراک

اگر تو مجھے تلوار سے مارے تو سر نہ پھیروں — سر کو سپر بناؤں اور تیرا فتراک نہ چھوڑوں

بچشم خلق عزیز آنگہی شوی حافظ
خلق کی نظروں میں تو اے حافظ اسوقت عزیز ہو گا
کہ بر درش نہی روئے مسکنت بر خاک
کہ اس کے دروازے پر عاجزی کا منہ خاک پر رکھے

ا ۔ یہ غزل مرصع اور طبعی روانی کی ایک مثال ہے۔ اگر خدا تعالےٰ کی نظر عنایت ہے تو تمام دنیا اگر دشمن ہو جائے تو ایک بال بیکا نہیں کر سکتے۔

۵ ۔ فنا فی اللہ ہو کر بقا باللہ ہو سکتا ہے۔ فنا آبحیات زندگانی کو ہی کہتے ہیں۔ نفس کی آمد شد دو دم شمشیر قاتل ہے

۷ ۔ یہ شعر لاجواب ہے اور معرفت کے نکات کو کوزہ میں بند کر دیا ہے۔ شیخ اکبرؒ فرماتے ہیں کہ لوگوں نے خدا تعالےٰ کو اپنے اپنے عقیدہ میں محدود مقصور کر رکھا ہے عارف وہ ہے جو اسکو ہر ایک عقیدہ میں دیکھتا ہے اور کسی ایک میں محدود نہیں کرتا۔ یہ امر کہ لوگوں نے کیوں اپنے اپنے عقیدہ میں اللہ تعالےٰ کو محدود کر دیا ہے۔ خواجہؒ نے اس شعر میں واضح کر دیا ہے۔ علامہ محمود شبستری صاحب گلشن راز فرماتے ہیں:

از و ہر چہ بگفتند از کم و بیش + نشانی داده اند از دیدۂ خویش
منزہ ذاتش از چند و چہ و چوں + تعالےٰ شانہٗ عما یقولون

ہر ایک شخص دوسری شے کو اپنی عین سے دیکھتا ہے۔ اور اپنے وجود پر قیاس کرتا ہے۔ اس لیے فی الحقیقت ہر ایک شخص اس شے کو نہیں دیکھتا۔ بلکہ اپنی عین کو اس شے میں دیکھتا ہے۔ اسی طرح لوگ اللہ تعالےٰ کی صفات کو نہیں دیکھتے اور اس ذات کو نہیں سمجھتے۔ بلکہ اپنی اپنی عین اور استعداد کا مشاہدہ کرتے ہیں۔ لیس کمثلہٖ شیئٌ وہ تو نہ کسی کی مثل ہے اور نہ ضد اور یہ ظاہر ہے کہ معرفت امثال سے اور امتیاز اضداد سے پیدا ہوتا ہے۔ اس لیے اللہ تعالےٰ کی نسبت یہ کہنا کہ وہ ایسا اور ایسا ہے محض خیالات ہیں وہ جیسا کہ ہے کسی کو معلوم نہیں۔ بصر اس کا ادراک نہیں کر سکتی۔ بلکہ وہ بصر کا ادراک کرتا ہے۔

اگر بکوئے تو باشد مرا مجال وصول اگر تیرے کوچہ میں مجھے دسترس ہو جائے	۱	رسد ز دولت وصل تو کار من بحصول تو اُمید ہے کہ تیرے وصل کی دولت سے میرا کام بن جائے
قرار بردہ ز من آں دو سنبل مشکیں تیری دو سیاہ زلفوں نے میرا قرار دل سے لے لیا	۲	خراب کردہ مرا آں دو نرگس مکحول اور دو سرمگیں آنکھوں نے مجھے خراب کیا
دل از جواہر مہر تو صیقلے دارد دل تیرے جواہر مہر (عشق) سے صیقل ہو گیا ہے	۳	بود ز زنگ حوادث ہر آئینہ مصقول زنگ حوادث سے ہر ایک آئینہ صیقل شدہ ہوتا ہے

۴

من شکسته بدحال زندگی یابم
میں شکستہ اور بدحال زندگی حاصل کر لوں گا

در آن زمان که به تیغ غمت شوم مقتول
اس وقت جبکہ تیرے غم کی تلوار سے قتل کیا جاؤں

۵

چه جرم کرده‌ام ای جان و دل بحضرت تو
تیرے حضور میں نے کیا جرم کیا ہے

که طاعت من بیدل نمی‌شود مقبول
کہ مجھ بیدل کی فرمانبرداری قبول نہیں ہوتی

۶

چو بر در تو من بینوای بی زر و زور
تیرے دروازہ پر مجھ مفلس اور بے زر اور بے زور کو

بهیچ باب ندارم ره خروج و دخول
کسی صورت سے آمد و رفت کا راستہ نہیں ملتا

۷

کجا روم چه کنم حال دل کرا گویم
کہاں جاؤں کیا کروں حال دل کس سے کہوں

که گشته‌ام ز غم و جور روزگار ملول
کہ روزگار کے ظلم و ستم سے ملول ہو رہا ہوں

۸

خراب‌تر ز دل من غم تو جای نیافت
تیرے غم نے میرے دل کے سوا کوئی اور جگہ زیادہ خراب نہ پائی

که ساخت در دل تنگم قرارگاه نزول
اسلئے کہ میرے تنگدل میں اپنی منزل بنا لی ہے

۹

بدرد عشق بساز و خموش شو حافظ
اے حافظ درد عشق سے موافقت پیدا کر اور خاموش رہ

رموز عشق مکن فاش پیش اهل عقول
اور اہل عقل کے سامنے عشق کے راز فاش نہ کر

۱

ای برده دلم را تو بدین شکل و شمائل
تو نے میرے دل کو اس شکل و صورت سے اڑا لیا

پروای کست نیست جهانی بتو مائل
تجھے کسی کی پرواہ نہیں اور ایک دنیا تجھ پر عاشق ہے

۲

گه آه کشم از دل و گه تیر تو از جان
کبھی تو دل سے آہ کھینچتا ہوں اور کبھی جان سے تیرا تیر نکالتا ہوں

پیش تو چه گویم که چها میکشم از دل
میں تیرے سامنے کیا کیا کہوں کہ دل سے کیا کچھ نکالتا ہوں

۳

وصف لب لعل تو چه گویم برقیبان
تیرے لعل لب کا وصف رقیبوں کے پاس کیا کیا کہوں

نیکو نبود معنی نازک بر جاهل
جاہل کے سامنے نکتے بیان کرنا اچھا نہیں ہوتا

ہر روز چو حسنت ز دگر روز فزون است ہر روز تیرا حسن دوسرے روز سے بڑھ کر ہے	۴	مہ را نتواں کرد بروئے تو مقابل چاند کو تیرے مقابلہ میں نہیں کر سکتے ؎
دل بردی و جاں میدہمت غم چہ فرستی تونے میرا دل لے لیا اور میں تجھے جان دیتا ہوں غم کو کیا بھیجتا ہے	۵	چوں نیک حریفیم چہ حاجت بہ محصل جب معاملہ بالکل صاف ہے تو محاصل کی کیا حاجت ہے

۶

حافظ چو تو پا در حرم عشق نہادی
اے حافظ جب تونے عشق کے حرم میں قدم رکھا ہے

در دامن او دست زن و از ہمہ بگسل
اس کا دامن پکڑ اور تمام سے کنارہ کر ؎

ا۔ بے شک اللہ تعالےٰ تمام جہانوں سے بے پرواہ ہے وہ کسی کا محتاج نہیں "اللہ غنی و انتم الفقراء" ہم۔ "کل یوم ھو فی شأن" درحقیقت اس کا حسن ذاتی "الان کما کان" مگر صفات کے لحاظ سے تجلیات کا جلوہ ہر وقت نیا ہے۔ چاند بھی ہلال ت بدر ہوتا ہے مگر پھر اس کو زوال ہے مگر اُس کے حسن کو زوال نہیں ہے ؎

ای رخت چوں خلد و لعلت سلسبیل تیرا چہرہ (دیدار) بہشت ہے اور تیرا لعل لب بہشتی چشمہ سلسبیل ہے	۱	سلسبیلت کردہ جان و دل سبیل تیرے سلسبیل نے جان و دل کو وقف کر دیا ہے
سبز پوشان خطت بر گرد لب تیرے لب کے گرد سبزہ خط	۲	ہمچو حور انند گرد سلسبیل سلسبیل کے گرد حوروں کی طرح ہے ؎
ناوک چشم تو در ہر گوشہ تیرے تیر نگاہ سے ہر گوشہ میں	۳	ہمچو من افتادہ دارد صد قتیل مجھ جیسے صدہا قتل ہوئے پڑے ہیں ؎
یارب این آتش کہ در جان من است اے خدا یہ آگ جو میری جان میں ہے	۴	سرد کن ز انساں کہ کردی بر خلیل سرد کر دے جس طرح کہ حضرت ابراہیم پر کی
من نمی یابم مجال اے دوستاں مجھے اس کے وصل کی طاقت نہیں ہے اے دوستو	۵	گرچہ او دارد جمالے بس جمیل اگرچہ اس کا حسن بہت بڑھا ہوا ہے ؎

۶
پائے مالنگ ست منزل بس دراز
میں پاؤں سے لنگڑا ہوں اور منزل دور ہے
دست ما کوتاہ و خرما بر نخیل
میرا ہاتھ کوتاہ ہے اور کھجور بلندی پر ہے

۷
حسن ایں نظم از بیان مستغنیست
اس نظم کی خوبی بیاں نہیں ہو سکتی
بر فروغ خور کسے جوید دلیل
آفتاب کی عظمت پر کون دلیل لاتا ہے

۸
آفریں بر کلک نقاشی کہ داد
اس مصور کی قلم پر آفریں ہو کہ
بکر معنے را چنیں حسن جمیل
معنے کو ایسا زیور حسن پہنایا

۹
معجز ست ایں شعر یا سحر حلال
یہ شعر معجزہ ہیں یا سحر حلال ہیں
ہاتف آورد ایں سخن یا جبرئیل
ہاتف نے یہ کلام سنایا ہے یا جبرئیل نے

۱۰
کس نداند گفت شعری زیں نمط
کوئی شخص ایسے شعر نہیں کہہ سکتا
کس نیارد سفت دری زیں قبیل
کوئی شخص اس طرح موتی نہیں پرو سکتا

۱۱
حافظ از سر پنجہ عشق نگار
حافظ معشوق کے عشق کے پنجہ میں
ہمچو مور افتادہ زیر پائے پیل
اس طرح عاجز ہے جس طرح چیونٹی ہاتھی کے پاؤں کے نیچے

۱
بعہد گل شدم از توبہ شراب خجل
موسم بہار میں شراب سے توبہ کرکے شرمندہ ہو رہا ہوں
کہ کس مباد ز کردار ناصواب خجل
کوئی شخص اس طرح اپنے کئے پر پشیمان نہ ہو

۲
صلاح من ہمہ جام می ست و من زیں بخت
میری صلاح تو صرف شراب کا جام ہے اور میں اس بخت سے
نیم ز شاہد و ساقی بہیچ باب خجل
کسی طرح معشوق اور ساقی سے شرمندہ نہیں ہوں

۳
ز خون کہ رفت مرا دوش در سراچہ چشم
اس خون کی وجہ سے جو کل میری آنکھوں سے جاری ہوا
شدیم در نظر رہروان خواب خجل
خواب کے مسافروں کی نگاہ میں شرمندہ ہوا ہوں

۴ تو خوبروئی تری ز آفتاب شکر خدا — که نیستم ز تو در روئی آفتاب خجل

تو آفتاب سے زیادہ خوبصورت ہے خدا کا شکر ہے کہ — ورنہ آفتاب کے منہ پر مجھے شرمندہ ہونا پڑتا

۵ رواست نرگس مست ار فگند سر در پیش — که شد ز شیوهٔ آن چشم پر عتاب خجل

مناسب ہے کہ تیری مست آنکھ سر جھکالے کہ — تیری اُس غصہ در آنکھ کے اشیوہ سے شرمندہ ہے

۶ بود که یار نپرسد گنه ز خلق کریم — که از سوال ملولیم و از جواب خجل

ہو سکتا ہے کہ دوست اپنے کریمانہ خلق کے باعث ہمارے گناہ کی پرسش نہ کرے — کہ سوال سے ملول ہوں اور جواب سے شرمندہ ہوں

۷ بزیر لب ز چه رو جام زهر خنده زند — اگر نه از لب لعل تو شد شراب خجل

جام کس لئے زیر لب زہر خندہ کرتا ہے — اگر تیرے لعل لب سے شراب شرمندہ نہیں ہوئی

۸ رخ از جناب تو عمریست تا نتافته ام — نیم بیاری توفیق ازین جناب خجل

تمام عمر تیرے حضور سے منہ نہیں پھیرا — توفیق کی امداد سے تیری جناب سے شرمندہ نہیں ہوں

۹ ازاں نهفته رخ خویش در نقاب صدف — که شد ز نظم خوشش لؤلؤ خوشاب خجل

اس لئے صدف کے پردہ میں منہ چھپا رکھا ہے — کہ آبدار موتی اس نظم سے شرمندہ ہے۔

۱۰ حجاب ظلمت ازاں بست آب خضر که گشت
ز نظم حافظ و این طبع همچو آب خجل

آبحیات اس لئے تاریکی کے پردہ میں چھپ — کہ حافظ کی نظم اور اس کی طبیعت کی روانی سے شرمندہ ہے

۱۰ - آبحیات کے متعلق مشہور روایت ہے کہ "ظلمات" یعنی تاریکی میں ہے
کہ آب چشمۂ حیوان درون تاریکی ست!

ظلمات در اصل وہ پوشیدہ اور محجوب مرتبہ وحدت ہے جہاں سوائے پیر کامل حضرت وقت کی رہنمائی کے رسائی ناممکن ہے۔ اس شعر میں خواجہ حافظ نے عام روایت کو مد نظر رکھا ہے۔ در اصل مطلب یہ ہے کہ چونکہ حافظ کی نظم اور طبع کی روانی آبحیات کو شرمندہ کر رہی ہے اس لیے آبحیات تاریکی کے پردہ میں روپوش ہے۔

مصرع دوم		مصرع اول
کہ بما میرسد زمان وصال کہ مجھے وصل کا پیغام دیتی ہے	۱	خوش خبر باش ای نسیم شمال اے نسیم شمال تو کہ ہمیشہ خوش خبر ہو
این جیراننا وکیف الحال ہمارے پڑوسی کہاں ہیں اور انکا کیا حال ہے	۲	ما لسلمی ومن بذی سلم سلمی کیسی ہے اور ذی سلم کا کیا حال ہے
از حریفان و رطل مالامال اور بے شمار شراب سے خالی ہو گئی	۳	عرصۂ بزمگاه خالی ماند بزمگاہ حریفوں ـــــ
فاسئلوا حالها عن الاطلال اس گھر کا حال اسکے پرانے آثاروں سے دریافت کرو	۴	عفت الدار بعد عافیة گھر منہدم ہو گیا اور اینٹ سے اینٹ بجگئی
تا چه بازند شبروان خیال دیکھیے خیالات کے چور کیا کچھ کام کرتے ہیں	۵	سایه افکند حالیا شب هجر اب تو شب فرقت نے اپنا سایہ ڈالا ہوا ہے
صمت هیهنا لسان الحال زبان حال بھی اس جگہ خاموش ہے	۶	قصة العشق لا انفصام لها عشق کی حکایت ختم نہیں ہوتی
آه ازین کبریا و جاه و جلال آہ اس کبریائی اور جاہ و جلال کے ہاتھ سے فریاد ہے	۷	ترک ما سوی کس نمی نگرد میرا ترک (معشوق) کسی کیطرف نہیں دیکھتا
مرحبا مرحبا تعال تعال مرحبا مرحبا خوش آمدی خوش آمدی۔	۸	یا برید الحمی حماک الله معشوق کے شہر کے قاصد اللہ تعالیٰ تیری حمایت کرے

۹

حافظا عشق و صابری تا چند

اے حافظ عشق اور صبر کب تک

ناله عاشقان خوش ست بنال

عاشقوں کی فریاد اچھی ہوتی ہے نالہ کر

۱

دارائی جهان نصرت دین خسرو کامل
جہان کا بادشاہ دین کا حامی صاحب کمال شاہ

یحیی بن مظفر ملک عالم و عادل
یحیی بن مظفر بادشاہ عالم اور عادل

۲

ای آنکه در اسلام پناه تو گشوده
تو وہ ہے جس کی حمایت نے اسلام میں

بر روی جهان روزنهٔ جان و تن و دل
جان اور تن اور دل کا روزن کھول دیا ہے

۳

تعظیم تو بر جان و خرد واجب و لازم
جان اور عقل پر تیری تعظیم واجب اور لازم ہے

انعام تو بر کون و مکان فائض و شامل
تیرا انعام کون و مکان پر جاری اور شامل ہے

۴

روز ازل از کلک تو یک قطره سیاهی
روز ازل میں تیری قلم سے ایک سیاہی کا قطرہ

بر روی مه افتاد که شد حل مسائل
چاند کے منہ پر گر پڑا اور اس وجہ سے مسائل حل ہو گیا

۵

خورشید چو آن خال سیه دید بدل گفت
جب آفتاب نے وہ سیاہ خال دیکھا تو کہا

ای کاش که من بودمی آن بندهٔ مقبل
کہ افسوس کاش میں ہی مقبول بندہ ہوتا

۶

شاها فلک از بزم تو در رقص و سماع است
ای بادشاہ آسمان تیری محفل میں رقص سرود میں ہے

دست طرب از دامن این سلسله مگسل
اس عیش وطرب کے سلسلہ سے اپنا ہاتھ مت کھینچ

۷

می نوش و جهان بخش که از خم کمندت
شراب پی اور جہان بخش دے کہ تیری کمند کے پیچ سے

شد گردن بدخواه گرفتار سلاسل
بدخواہ کی گردن زنجیر میں جکڑی ہوئی ہے

۸

چون دور فلک یکسره بر منهج عدل است
جبکہ آسمان کا دور عدل کے روش پر ہے

خوش باش که ظالم نبرد راه بمنزل
خوش ہو کہ ظالم منزل پر نہیں پہنچ سکتا

۹

حافظ قلم شاه جهان مقسم رزق است
اے حافظ بادشاہ رزق کو تقسیم کرنیوالا ہے

از بهر معیشت مکن اندیشهٔ باطل
معیشت کے واسطے بیہودہ فکر نہ کر

۱	
رهروان را عشق بس باشد دلیل	آب چشم اندر رهش کردم سبیل
سالکوں کا رہنما صرف عشق ہے	آنکھ کا پانی اسکے راستہ میں میں نے سبیل کر دیا ہے

۲

موج اشک ما کی آرد در حساب — آنکه کشتی راند در خون قتیل

میری آنسو کی موج کو کب حساب میں لاتا ہے — وہ معشوق جسنے کشتوں کے خون میں کشتی چلائی

۳

اختیاری نیست بدنامی ما — ضلّنی فی العشق من یهدی السّبیل

بیشک اختیار میں میری بدنامی نہیں ہے — مجھے عشق میں اس نے گمراہ کر دیا جو راستہ کا رہنما ہے

۴

بی می و مطرب بفردوسم مخوان — راحتی فی الراح لا فی السّلسبیل

شراب اور مطرب کے بغیر مجھے جنت میں نہ بھیج — میری راحت شراب میں ہے سلسبیل میں نہیں ہے

۵

آتش روی بتان بر خود مزن — ورنه از آتش گذر کن چون خلیل

معشوقوں کے چہرہ کی آگ اپنے آپ پر مشتعل نکر — ورنہ حضرت ابراہیم کی طرح آگ سے گذر جا

۶

یا مکن با پیلبانان دوستی — یا بنا کن خانهٔ در خورد پیل

یا تو ہاتھی والوں سے دوستی نہ کر — یا گھر کو ہاتھی کے گذرنیکے لائق تعمیر کر

۷

یا بنه بر خود که مقصد گم کنی — یا منه پای اندرین راه بی دلیل

یا تو یہ سمجھ رکھ کہ مطلب پورا نہ ہوگا — یا اس راستہ میں بغیر رہنما (مرشد) کے قدم نہ رکھ

۸

یا مکش بر چهره نیل عاشقی — یا فرو بر جامهٔ تقوی به نیل

یا تو چہرہ پر عاشقی کا داغ نہ لگا — یا نیل میں پرہیزگاری کا جامہ دھو ڈال

۹

شاه عالم را بقا و عز و مال — باد و هر چیزی که خواهد زین قبیل

دنیا کے بادشاہ کو بقا اور عزت اور مال — اور ہر ایک چیز اسی قسم کی میسّر ہو

۱۰

حافظ از سر پنجهٔ عشق نگار — همچو مور افتاده زیر پای پیل

حافظ معشوق کے عشق کے زبردست پنجہ میں — اس طرح ہے جس طرح ہاتھی کے پاؤں کے نیچے چیونٹی

ف اس شعر میں حضرت ابراہیم خلیل اللہ کے واقعہ کی طرف اشارہ ہے کہ آنحضرتؑ نے بتوں کو توڑا اور نتیجہ یہ ہوا کہ بت پرستوں کی آتش غضب مشتعل ہوگئی اور آنحضرت کو اس آگ کی حرارت برداشت کرنی پڑی مگر اللہ تعالےٰ نے حفظ و امن میں رکھا؛

شعر کا مطلب ہے کہ بتوں کی آتش عشق کو مشتعل نہ کر اور اگر تو ایسا کرنا چاہتا ہے تو خلیل اللہ کا مرتبہ پہلے حاصل کر جو ماسوائے اللہ سے بالکل قطع کر چکے تھے اس صورت میں تجھے کچھ خطر نہ ہوگا ورنہ یقیناً گمراہ ہو جائے گا خلیل اللہ کا مرتبہ یہ ہے کہ اس آگ سے صحیح و سلامت گذر سکے نہ کہ اسی میں نذر النار ہو جائے؛

بتوں سے مراد وہ تجلیات شہودی ہیں جن کا حسن مجازی دل کو کشش کرتا ہے یعنے کثرت میں سرگردان نہ ہو بلکہ اس سے گذر کر وحدت میں قیام اختیار کر یا عشق مجازی سے گذر کر عشق حقیقی حاصل کر +

۱ ہر نکتہ کہ گفتم در وصف آں شمائل
اس کے حسن کی تعریف میں جو نکتہ میں نے بیان کیا
ہر کس شنید گفتا للہ در قائل
ہر کسی نے سنا کہا للہ در قائل (خدا کہنے والے کو نیک بدلہ دے)

۲ دل دادہ بیاری عاشق کشی نگاری
تو نے یار اور عاشق کو قتل کرنیوالے معشوق کو دل دیا ہے
مرضیۃ السجایا محمودۃ الخصائل
جسکی عادتیں نیک ہیں اور جسکی خصلتیں اچھی ہیں؛

۳ تحصیل عشق و رندی آساں نمود اول
عشق اور رندی کا حاصل کرنا تو ابتدا میں آسان تھا
جانم بسوخت آخر در کسب ایں فضائل
اس فضیلت کے حاصل کرنے میں جان جل گئی؛

۴ گفتم کہ کی ببخشی بر جان ناتوانم
میں نے کہا کہ اس جان ضعیف پر کب رحم کریگا
گفت آں زماں کہ نبود جان در میانہ حائل
کہا کہ اسوقت جب جان درمیان حائل نہ ہوگی؛

۵ حلاج بر سر دار ایں نکتہ خوش سراید
حلاج (منصورؒ) نے سولی پر یہ بات کیا اچھی کہی
از شافعی مپرسید امثال ایں مسائل
کہ شافعی رحمۃ سے اس قسم کے مسئلے نہ پوچھو-

۶ دردا کہ بدر خود بارم نداد دلبر
افسوس دلبر نے اپنے دروازہ پر آنے نہ دیا
چندانکہ از جوانب انگیختم وسائل
باوجودیکہ ہر ایک طرف سے مختلف وسیلوں سے کوشش کی

۷ در عین گوشہ گیری بودم چو چشم مستت
عین گوشہ گیری کی حالت میں تیری مست آنکھ کی طرح تھا
اکنوں شدم چو مستاں بر ابروے تو مائل
اب عاشقوں کی طرح تیرے ابرو پر مائل ہو گیا ہوں-

ای زاہد خود بیں بدرِ میکدہ بگذر اے خود بین زاہد شراب خانہ کے دروازہ سے گذر	۵	آں دلبر من بیں کہ بود میر قبائل میرے معشوق کو دیکھ کہ جو میر قبائل ہے
از وصل تو شستند رقیباں ز طمع دست رقیبوں نے تیرے وصل سے ہاتھ دھو ڈالا،	۶	چوں گشت مرا کام دل از لعل تو حاصل جب مجھے دیکھا کہ تیرے لعل لب سے مقصد حاصل کر رہا ہوں

۷	حافظ تو برو بندگی پیر مغاں کن اے حافظ تو پیر مغان کی بندگی کر بردامن او دست زن و از ہمہ بگسل اسکے دامن کو پکڑ اور سب طرف سے کنارہ کر،	.

۵۔ "زاہد خود بین" سے مراد شیطان ہے، اور "میر قبائل" سے مراد سید الانبیاء ہاشمی مطلبی ہیں،

بسحر چشم تو ای لعبت خجستہ خصال اے نیک خصلت معشوق تیرے آنکھ کے جادو کی قسم	۱	برمز خط تو ای آیت ہمایوں فال اے نیک فال آیت (معشوق) تیرے خط کی رمز کی قسم
بنوش لعل تو ای آب زندگانی من تیرے لعل لب کی قسم اے میری زندگی کے پانی (آبحیات)	۲	برنگ و بوی تو ای نوبہار حسن و جمال اے نوبہار حسن و جمال تیرے رنگ اور بو کی قسم
بآں صحیفہ عارض کہ گشت گلشن چشم اس رخسار کے صفحہ کی قسم جو آنکھوں کیلئے گلشن ہے،	۳	بآں حدیقہ بینش کہ شد مقال خیال اور اس بینائی کے باغ کی قسم جو تصور کی زبان ہے
بآں عقیق کہ مارا ست مہر خاتم چشم اس عقیق کی قسم جو میری آنکھ کی انگشتری کا نگینہ ہے	۴	بآں گہر کہ شمار ست در بلیغ مقال اور اس موتی کی قسم جو میری بلاغت میں ہے
بطیب خلق تو و نفحۂ شمائمہ گل تیرے خلق کی خوشبو اور گل کی خوشبو دار ہوا کی قسم	۵	ببوئے زلف تو و نکہت نسیم شمال تیری زلف کی خوشبو اور نسیم شمال کی قسم

۶ بجلوہائی وشیوہائی رفتن چشم — بعشوہائی تو وغمزہائی چشم غزال

تیرے جلوہ کی قسم اور تیری آنکھ کی گردش کی قسم — تیرے عشوہ کی قسم اور تیرے آہو چشم کو غمزہ کی قسم

۷ بگرد راہ تو یعنی بسایۂ امید — بخاک پائے تو یعنی برشک آب زلال

تیرے راستہ کی گرد یعنی امید کے سایہ کی قسم — قسم ہے تیرے خاک پا کی جسپر صاف خوشگوار پانی رشک کرتا ہے

۸ بسرو ماہ نمائت بآفتاب بلند — بآستان رفیعت بآسمان جلال

تیرے بلند قامت کی قسم جو چاند جیسا ہے اور اس چہرہ کی جو آفتاب ہے — تیرے بلند مرتبہ آستان کی قسم تیرے جلال کی قسم جو عظمت کا آسمان ہے

۹ کہ بی رضائی تو حافظ گر التفات کند — بعمر باز نماند چہ جائے مال ومنال

تیری رضا کے بغیر حافظ کسی طرف متوجہ نہیں ہوتا — زندگی تجھ پر فدا کرتا ہے مال کا کیا ذکر ہے

اے یاد رہے کہ یہ نعتیہ غزل لاجواب ہے خواجہ حافظ رح نے اس غزل میں آنحضرت صلعم کے حسن وخوبی کی تصویر کھینچ دی ہے اور حسن وخوبی کی قسم کہاتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ کے سوائے کسی دروازہ پر نہیں جاسکتے آپ عاشق رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ یا اللہ یہ محبت ہمارے دل میں بھی پیدا کر۔ حافظ صاحب علیہ الرحمۃ کی قسم فصاحت وبلاغت کی شاہد ہے سخن فہم ہی اس خوبی کو سمجھ سکتے ہیں قرآن شریف میں جو فصاحت وبلاغت کا چشمہ ہے اس قسم کی قسم ہے جاہل اعتراض کرتے ہیں مگر ؎

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم — چشمۂ آفتاب راچہ گناہ

---

۱ شممت روح وداد وشمت برق وصال — بیا کہ بوئے ترا میرم ای نسیم وصال

میں نے محبت کی خوشبودار ہوا کو سونگھا اور وصال کی بجلی کو دیکھ پایا — اے نسیم وصال آکہ تیری خوشبو کو لے جاؤں

۲ احادیا بجمال الحبیب قف وانزل — کہ نیست صبر جمیلم در اشتیاق جمال

میرے حبیب کے اونٹوں پر حدی گانیوالے ٹھیر جا اسی جگہ نزول کر — کہ جمال کے شوق میں مجھے صبر جمیل نہیں رہا

۳ شکایت شب ہجران فرو گذار ای دل — بشکر آنکہ برافگند پردہ روز وصال

اے دل شب ہجر کی شکایت چھوڑ دے — اس شکریہ میں کہ روز وصال نے پردہ اٹھا دیا

۴ — **چو یار بر سرِ صلح ست و عذر میخواہد** — **تواں گذشت ز جورِ رقیب در ہمہ حال**

جب یار صلح کا خواہاں ہے اور عذر کرتا ہے — بہر حال رقیب کے ظلم سے درگذر ہو سکتی ہے

۵ — **بیا کہ پردۂ گلریز ہفت خانۂ چشم** — **کشیدہ ایم بہ تحریر کارگاہ خیال**

اے دوست آ کہ مینے پردہ گلریز ہفت خانہ چشم — کارگاہ خیال میں کھینچ رکھا ہے

۶ — **بجز خیال دہان تو نیست در دل تنگ** — **کہ کس مباد چو من در پیٔ خیال محال**

میرے تنگ دل میں تیرے دہن کے تصور کے سوا اور کچھ نہیں ہے — کوئی شخص میری طرح خیال محال کے پیچھے نہ پڑے

۷ — **ملال مصلحتے می نماید از جاناں** — **کہ کس بجہد نماند ز جان خود ملال**

معشوق سے مصلحت کے خیال سے ملال ظاہر کیا جاتا ہے — اپنی جان (معشوق) سے کون شخص فی الحقیقت ملال کر سکتا ہے

۸ — **مرا دلیست پریشاں بدست غم پامال** — **چنانکہ ہیچ کسش نیست واقف احوال**

میرا دل پریشان غم سے پامال ہے — اس طرح کہ کوئی واقف حال نہیں ہے

۹ — **قتیل عشق تو شد حافظ غریب ولے**

حافظ غریب تیرے عشق کے ہاتھ سے قتل ہوا مگر

بخاک ما گذری کن کہ خون مات حلال

میری خاک پر گذر کہ تجھے میرا خون حلال ہے

۵ - یوں تو خواجہ رح کا تمام دیوان آنجناب کے علم و فضل کا شاہد ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آنجناب کو ہر ایک علم فقہ و تفسیر و حدیث و منطق و معانی و فلسفہ و حکمت پر عبور حاصل تھا۔ اس شعر میں چند اصطلاحوں کو بیان فرمایا ہے۔

حکماء نے آنکھ کو چند طبقوں میں تقسیم کیا ہے۔ جو حسب ذیل ہیں:

(۱) صلبی (۲) مشیمی (۳) شبکی (۴) زجاجی (۵) جلدی (۶) بیضی (۷) عنکبوتی (۸) عنبی (۹) قرنی۔ ان طبقات کو مجموعی حدقہ کہتے ہیں۔

حدقہ کے گرد گوشت سفید اور چرب ہوتا ہے۔ اس کو ملتحمہ کہتے ہیں۔ ہفت خانہ چشم آنکھ کے وہ سات طبقات اور پردہ ہیں۔ جن میں سے ایک صلبی اور دوسرے مشیمی اور تیسرے شبکی اور چوتھے عنکبوتی اور پانچویں عنبی اور چھٹے قرنی اور ساتویں ملتحمہ ہیں اور اس کو گلریز کہتے ہیں یہ تمام پردے گلریزی میں شریک ہوتے ہیں۔

"کارگاہ" کے معنے خانہ وکارخانہ ہیں۔ کارگاہ خیال خود خیال یا قلب ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ہمنے دوست کیلئے ہشت خانہ میں گلریز کا پردہ کھینچ رکھا ہے، تاکہ وہ اس میں داخل ہوکر کارگاہ خیال کی سیر کرے غرض یہ ہے کہ ہمیں مشاہدہ ہو اور اس لئے اس کا تصور جمار کھا ہے۔
شعر کا مطلب یہ ہے کہ ہم نے تمام حجاب اور پردے اٹھادیئے ہیں اور اب کوئی امر مانع نہیں وہ بے حجابانہ آئے۔ ایک اور مقام پر فرماتے ہیں کہ

جمال دختر رز نور چشم ماست نگر ٭ کہ در نقاب زجاجی و پردہ عنبی است

اس شعر میں پردہ چشم زجاجی اور عنبی کو انگور و شیشہ کے معنوں میں بدل دیا ہے، اور چشم کے پردوں میں کچھ اور ہی کیفیت پیدا کر دی ہے اور لفظ "نور" نے "زجاجہ" کیطرف ذہن منتقل کر دیا ہے یہ خواجہ کی کلام کا اعلیٰ نمونہ ہے۔

ساقی بیار بادہ کہ آمد زمان گل اے ساقی شراب لا کہ بہار کا موسم آ گیا ہے	۱	تا بشکنیم توبہ دگر در میان گل تاکہ توبہ دوبارہ پھولوں کے درمیان توڑیں
بکوری خار خندہ زناں تا چمن رویم خار کو اندھا کرنے کیلئے ہنستے ہوئے چمن میں جاویں	۲	چوں بلبلاں نزول کنیم آشیان گل بلبلوں کی طرح گل کے آشیانہ میں نزول کریں۔
در صحن بوستاں قدح بادہ نوش کن بوستان کے صحن میں شراب کا پیالہ پی	۳	کایات خوشدلی برسید از زبان گل کہ گل کی زبان سے خوشدلی کی خوشخبری ملتی ہے
گل در چمن رسید مشو ایمن از فراق گل چمن میں پہنچ گیا فراق سے بے فکر مت ہو	۴	یار و شراب خواہ و سرا بوستان گل یار اور شراب اور بوستاں سرائے گل طلب کر

۵

حافظ وصال گل طلبی ہمچو بلبلاں
اے حافظ گل کا وصال بلبل کی طرح طلب کرتا ہے۔
جان کن فدائی خاک رہ باغبان گل
گل کے باغبان کے راستہ میں جان فدا کردی

الم یأتہم الاحباب ان یترحم کیا دوستوں کو اس بات کی خبر نہیں کہ دشمنوں کے ساتھ مہربانی کرنی چاہئے	۱	وللناقضین العہدان یتندم اور عہد توڑنے والوں کو شرمندہ ہونا چاہئے۔

۱

الم یأتهم انباء من فات عهدهم
کیا ان کو اس شخص کا حال معلوم نہیں جس نے عہد وفا نہ کیا

وفی صدره نار الاسی تیضرم
حالانکہ اس کے سینہ میں پشیمانی کی آگ بھڑک رہی ہے

۲

فیا لیت قومی یعلمون بما جری
اے کاش میری قوم کو ماجرا معلوم ہوتا

علی جریح منهم فیعفوا ویرحموا
جو کچھ اس جریح پر گذرا انکے ظلم سے پس معاف کرتے اور رحم کرتے

۳

حکی الدمع منی والجوارح اضمرت
میرے آنسوؤں نے میرا راز ظاہر کر دیا حالانکہ میرے اعضا نے پوشیدہ رکھا

فیا عجبا من صامت یتکلم
خاموشی پر تعجب ہے کہ بات نہیں کرتی اور راز افشا کرتی ہے

۴

اتی موسم البروز واخضرت ربی
بہار کا موسم آیا اور ٹیلے سرسبز ہوئے

ویرق خمر الندامی یترنم
شراب صاف ہے اور دوست ہم پیالہ نغمہ سرائی کرتے ہیں

۵

ایا من فاق کل السلاطین سطوة
اے وہ جو تمام بادشاہوں پر بوجہ سطوت غالب آیا ہے

ترحم جزاک الله والخیر لغنم
رحم کر خدا تجھے جزا خیر دے اور نیکی کو غنیمت سمجھ

۶

بنی عم جودوا علینا بجرعة
اے میرے چچا کی اولاد سخاوت کرو اور ایک گھونٹ بخشو

وللفضل اسباب بها یتوسم
اور بزرگی کیلئے اسباب ہیں جن سے پہچانی جاتی ہے۔

۷

شهوربها الافنا ویقتضی الغنا
یہ مہینے اپنے اثر کر رہے ہیں اور دل غنا کا تقاضا کرتا ہے

وفی شانه عیش الربیع المحرم
اور جس کے حق میں بہار کا عیش حرام ہو رہا ہے

۸

لکل من الخلان ذخر صدق
ہر ایک دوست کے پاس ذخیرہ ہے اور خیرات ہے

وللحافظ المسکین فقر ومغرم
اور حافظ مسکین کے لئے فقط فقر اور تاوان ہے

۹

اس غزل کے اکثر اشعار کا وزن درست نہیں جس کی وجہ یہ ہے کہ کتابت کی غلطی عرصہ دراز سے کسی نے صحیح نہ کی۔ ہمیں بھی عربی میں شد بود ہی ہے خواجہ رحمۃ اللہ کی بے شمار عربی غزلیں اسیطرح ضایع ہو گئیں +

با من راہ نشیں خیز و سوی میکدہ آئی مجھ راہ نشین کے ساتھ اٹھ کر میکدہ کی طرف آ	۷	تا ببینی کہ دراں حلقہ چہ صاحب جاہم تاکہ تجھے معلوم ہو جائے کہ اس حلقہ میں میرا کیا رتبہ بلند ہے
بر سر شمع قدت شعلہ صفت میلرزم شعلہ کی طرح تیرے شمع جیسے قد پر لرزتا ہوں	۸	گرچہ دانم کہ ہوائے تو کشد ناگاہم اگرچہ جانتا ہوں کہ تیری ہوا (محبت) مجھے گم کر دیگی
خوشم آمد کہ سحر خسرو خاور میگفت مجھے کیا پسند آیا کہ صبح کیوقت مشرق کے بادشاہ آفتاب نے کہا	۹	با ہمہ پادشہی بندۂ توران شاہم کہ باوجود اس تمام بادشہی کے توران شاہ کا بندہ ہوں

۱۰

مست بگذشتی و از حافظت اندیشہ نبود
بحالت مستی گذر گیا اور اپنے حافظ کا کچھ فکر نہ تھا۔
آہ اگر دامن حسن تو بگیرد آہم
افسوس اگر تیرے حسن کا دامن میری آہ پکڑ لے

۳۔ فی الحقیقت انسان خاک سے پیدا ہوا اور خاک کا پتلا ہے۔ اپنا عجز ظاہر کرنے کیلئے حافظ اپنے آپکو خاک کا ذرہ کہتے ہیں جو یار کے کوچہ میں ادہر ادہر لہرس لیتا ہے۔ مگر ہوا یعنے نفسانی ہوا اور ہوا و ہوس و حرص کا ڈر ہے کہ اگر ان کا غلبہ ہوا تو اسی طوفان بے تمیزی سے مجھے کہیں سے کہیں اڑا کر پھینک دینگے۔

۶۔ پیر مینا نہ سے مراد میرا مرشد ہے اور جام جہاں بیں سے مراد قلب ہے یعنے مرشد کامل نے توجہ فرما کر میرے قلب کو صاف کر دیا اور اب اس میں معشوق حقیقی کے انوار جلوہ کرتے ہوئے نظر کرتے ہیں۔

بارہا گفتہ ام و بار دگر میگویم کئی دفعہ کہہ چکا ہوں اور پھر کہتا ہوں	۱	کہ من دلشدہ ایں رہ نہ بخود میپویم کہ میں بیدل خود بخود یہ راستہ طے نہیں کر رہا
در پس آئینہ طوطی صفتم داشتہ اند آئینہ کے پیچھے طوطی کی طرح مجھے رکھا ہوا ہے	۲	آنچہ استاد ازل گفت ہماں میگویم جو کچھ استاد ازل کہتا ہے وہی میں کہتا ہوں
من اگر خارم اگر گل چمن آرائی ہست میں اگر خار ہوں یا گل ہوں چمن کا آراستہ کرنیوالا ہوں	۳	کہ ازاں دست کہ می پروردم میرویم اپنے ہاتھ سے جس طرح پرورش کرتا ہے میرا نشو و نما ہوتا ہے

۴

دوستان عیب من بیدل حیران مکنید
اے دوستو مجھ بیدل اور حیران کو ملامت نہ کرو

گوہری دارم و صاحب نظری میجویم
میرے پاس ایک گوہر ہے اور صاحب نظر کو تلاش کر رہا ہوں

۵

گرچہ با دلق ملمع مئی گلگوں عیب است
اگرچہ دلق ملمع کے ساتھ گلرنگ شراب پینا عیب ہے

نکنم عیب کزو رنگ ریا میشویم
میں عیب نہیں سمجھتا کیونکہ اس سے ریا کا رنگ دھوتا ہوں

۶

خندہ و گریہ عشاق ز جائی دگر است
عاشقوں کے ہنسنے اور رونیکا باعث کچھ اور ہے

می سرائیم بشب وقت سحری موئیم
رات کے وقت ہنستے ہیں اور دن کے وقت روتے ہیں

۷

حافظم گفت کہ خاک در میخانہ مبوی
مجھے حافظ نے کہا کہ شرابخانہ کے دروازہ کی خاک سونگھ

گو مکن عیب کہ من مشک ختن می بویم
اسے کہو کہ ملامت نہ کر میں مشک ختن سونگھ رہا ہوں

۱۔ اس غزل میں خواجہ حافظ رح نے وحدت وجود کے معانی بخوبی ظاہر کئے ہیں۔ اگرچہ بظاہر لفظوں سے یہ معنے واضح ہوتے ہیں کہ جو کچھ میں کرتا ہوں یا کہتا ہوں میرا قول و فعل میرے اپنے ارادہ سے ظہور میں نہیں آتا لیکن اس سے یہ نتیجہ اخذ کرنا کہ خواجہ رحمۃ اللہ علیہ "جبریہ" تھے غلط ہے اس کے یہ معنے ہیں کہ ہمنے اپنی ہستی موہوم کو معدوم کر دیا ہے میرا سمع و بصر اور علیٰ ہذا القیاس اللہ تعالےٰ کا سمع و بصر ہے" اس معیت باحق است و جبر نیست"۔ فنا فی اللہ کے بعد بقا باللہ اسے کہتے ہیں اس لئے جب ہماری اپنی ہستی ہی نہیں ہے تو کہنا اور سننا کا کیا مذکور ہے؛

۲۔ طوطی کو اس طرح پڑھنا سکھاتے ہیں کہ ایک آئینہ اس کے سامنے رکھتے ہیں طوطی اپنا عکس دیکھ کر خیال کرتی ہے کہ کوئی ہمجنس بالمقابل بیٹھا ہے؛ اس لیئے اس طرف متوجہ ہوتی ہے آئینہ کے پیچھے آدمی باتیں کرتا ہے۔ طوطی سمجھتی ہے کہ اس کا ہمجنس باتیں کرتا ہے اس لیئے نقل کرتی ہے اور بآسانی سیکھ جاتی ہے۔ خواجہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جو کچھ مجھے اُستاد ازل یعنے خدا کہتا ہے۔ وہی کہتا ہوں، قلب آئینہ ہے اس میں خیالات بصورت الہام ارادہ الٰہی سے پیدا ہوتے ہیں اور ان کا ظہور ہوتا ہے اس میں میرا کیا ہے؛

۳۔ دنیا میں مختلف قسم کی پیدائش ہے۔ لیکن اس سے انکار نہیں ہو سکتا کہ گل ہو یا خار ہر ایک بجائے خود زینت چمن ہے اور چمن آرائے حکمت کاملہ نے ان کو پیدا کیا ہے۔ خار کو برا سمجھو اور گل کو اچھا سمجھو یہ صرف تمہاری اپنی رائے ہے نہ خار برا ہے نہ گل اچھا ہے۔ جو کچھ ہے وہ یہ ہے کہ چمن آرائی کے واسطے دونو کی ضرورت ہے اور دونو موجود ہیں۔ نیک و بد بھی دنیا میں لازمی طور سے موجود ہیں اور دنیا کی زینت ہیں خواجہ حافظ رحمۃ اللہ علیہ

کا یہ دقیق فلسفہ عام فہم نہیں ہے سخت غلطی ہے اگر اس سے یہ نتیجہ پیدا کیا جائے کہ خواجہ حافظ رحمۃ اللہ علیہ عذاب و ثواب کے قائل نہیں ہیں۔ غرض یہ ہے کہ دنیا میں نیک و بد کی ضرورت ہے۔ یہ بدیہی امر ہے کہ دونوں موجود ہیں اس لیئے صاف نتیجہ یہ ہے کہ بذاتہٖ دونوں برے نہیں ہیں۔ دیگر اعتبارات کے لحاظ سے ہم ایک کو برا اور دوسرے کو اچھا کہتے ہیں اور فی الحقیقت اچھا کہنا بھی دیگر اعتبارات کے لحاظ سے ہے اس سے بھی انکار نہیں ہو سکتا کہ خاردار جھاڑیاں آگ کا ایندھن بنتی ہیں اور گلدستہ کے ساتھ خار بھی ہیں تو یہ سمجھنا چاہیئے کہ نیکوں کے باعث برے بخشے گئے مصرع "بداں را بہ نیکاں ببخشد کریم" خواجہ حافظ رحمۃ اللہ علیہ کا فلسفہ یہ ہے کہ دنیا میں کوئی چیز بذاتہٖ نہ اچھی ہے اور نہ بری ہے یہ اعتباری نام ہیں جو ہم نے وضع کئے ہیں۔ صانع قدرت نے ہر ایک شے کو کسی خاص کام کے واسطے پیدا کیا ہے اور وہ اس سے ظہور میں آتا ہے ایک ہی بیج اور ایک ہی زمین سے شاخیں اور پتے اور خار اور گل اور ثمر ایک ہی درخت میں پیدا ہو جاتے ہیں۔ باغبان قدرت نے ان کو مختلف صورتیں چمن کی زینت کیواسطے دی ہیں۔ ورنہ ان کی اصل ایک ہی ہے جس سا کوئی اختلاف نہیں ہے اور فی الحقیقت دنیا کی زینت بھی یہی اختلاف ہے۔ مصرع "اے ذوق اس چمن کو ہے زیب خلاف سے" اس لئے اگر نیک و بد نہوں تو دونوں میں تمیز کی کون سی صورت ہے:

---

۱ باز آی ساقیا کہ ہوا خواہ خدمتم — مشتاق بندگی و دعا گوئے دولتم

اے ساقی دوبارہ آ کہ تیری خدمت کی آرزو ہے۔ — تیری بندگی کا مشتاق اور تیری دولت کا دعاگو ہوں

۲ زانجا کہ فیض جام سعادت فروغ تست — بیروں شدن نمائے ز ظلمات حیرتم

چونکہ تیرے جام کے فیض کا (افاضہ) سعادت فروغ ہے — مجھے حیرت کی تاریکی سے باہر کا راستہ دکھا

۳ ہرچند غرق بحر گناہم ز شش جہت — تا آشنائے عشق شدم ز اہل رحمتم

اگرچہ ہر ایک طرف سے بحر گناہ میں غرق ہوں — لیکن جب سے آشنائے عشق ہوا اہل رحمت ہوں

۴ عیبم مکن برندی و بدنامی ای فقیہ — کاین بود سرنوشت ز دیوان فطرتم

میری بدنامی اور رندی کا عیب اے فقیہ نہ کر — کیونکہ یہی سرنوشت فطرتاً میسر ہی ہے

۵ می خور کہ عاشقی نہ بکسب است و اختیار — ایں موہبت رسید ز ایوان قسمتم

شراب پی کہ عاشقی اختیاری امر نہیں ہے اور کسب نہیں ہے — یہ بخشش قسمت کے محلوں سے مجھے ملی ہے

۶ گردم زنی ز طرہ مشکین آں نگار — فکری کن ای صبا ز مکافات غیرتم

ای صبا اگر معشوق کی زلف مشکیں کے باعث تو دم مارتی ہے — تو میری غیرت کے بدلہ کا بھی خیال رکھ

بر دیگراں نگار قباپوش بگذرد دوسروں کے پاس وہ معشوق قباپوش جاتا ہے	۲ ما نیز جامہ ہائے صبوری قبا کنیم ہم بھی صبر کی قبا پہنتے ہیں
ہفتاد ذلت از نظر خلق در حجاب دنیا کی نظر سے پوشیدہ ہزار خرابی	۳ بہتر ز طاعتے کہ بروئی و ریا کنیم اس بندگی سے بہتر ہے جو ریاکاری اور دکھاوے کیساتھ کیجائے
آں کو بغیر سابقہ چندیں نواخت کرد جو بغیر سابقہ تعلق کے اسقدر مہربانی کرتا ہے	۴ ممکن بود کہ عفو کند گر خطا کنیم ممکن ہے کہ اگر ہم خطا کریں تو بخش دے
گر یک شبی بدست من افتد نگار من اگر ایک رات میرا معشوق میرے ہاتھ لگے	۵ مشکل بود کہ دامنش از کف رہا کنیم مشکل ہے اگر اس کا دامن چھوڑ دوں
گفتم نگشت کام دلم حاصل از لبت میں نے کہا کہ میرا مطلب تیرے لب سے پورا نہ ہوا	۶ گفتا تو صبر کن کہ مرادت روا کنیم کہا کہ صبر کر تیری مراد کو ہم پورا کریں گے
۷ حافظ وفا نمیکند ایام سست عہد اے حافظ یہ ایام بودے عہد والے ساتھ نہ دینگے ایں پنجروزہ عمر بیا تا وفا کنیم آ کہ یہ پنجروزہ عمر وفا کریں	

ا۔ "طریق تکلف" سے مراد ظاہر پرستی ہے جو کام دلی توجہ اور دلی خواہش سے نہ کیا جاوے وہ سراسر باعث تکلف ہوتا ہے، غالباً یہی وجہ ہے کہ "تکالیف شرعیہ" کی اصطلاح وضع کی گئی ہے۔ کیونکہ ظاہر پرست جن خود ساختہ زنجیروں اور طوقوں میں جکڑے ہوئے ہیں اور اوروں کو جکڑتے ہیں اس کا احساس وہ ضرور خود کرتے ہیں ۔

؎ اے ذوق تکلف میں ہے تکلیف سراسر + آرام میں وہ ہیں جو تکلف نہیں کرتے۔؎

ان ظاہر پرستوں کی نماز "برزبان تسبیح و در دل گاؤ خر" ہے اور روزہ محض بھوک پیاس کا نام ہے انکے اعمال میں دل نہیں ہوتا اس لیئے توجہ الی اللہ نہیں ہو سکتی، چونکہ یہ ظاہر پرست ہر ایک کام بادل ناخواستہ کرتے ہیں اور اداب شریعت کو بہ تکلف ادا کرتے ہیں اس لئے ذوق و شوق عشق سے محروم ہیں۔ اس تکلف و تکلیف کی وجہ یہ ہے کہ یہ لوگ حقیقت سے آگاہ نہیں ہوتے اور خواہشات نفسانی میں مستغرق ہوتے ہیں جن کا قبضہ ان کے دل اور دماغ پر ہوتا ہے نفسانیت ان کے قلب کو ماسوائے اللہ کی طرف بزور کھینچتی ہے اتنا تو نقلاً معلوم ہے کہ نفس امارہ کی

متابعت نہ کرنی چاہیئے اس لیے جب نماز کی نیت باندھتے ہیں تو دل کو بزعم خود اللہ کی طرف متوجہ کرتے ہیں مگر ان کی کوشش کا یہ نتیجہ ہوتا ہے کہ رکوع وسجود کا قاعدہ ہو رہا ہے۔ اور زبان پر تسبیح وحمد ہے آنکھوں کے سامنے محراب ومنبر ہے مگر دل کہیں اور ہے اور وہیں ہوتا ہے جہاں لگا ہوا ہوتا ہے اور دل ماسوائے اللہ سے لگا ہوا تھا؛ اگر دل خدا سے لگا ہوا ہوتا؛ تو خدا کی طرف متوجہ ہوتا۔ مگر دل عشق کے بغیر نہیں لگ ہی نہیں سکتا جب ظاہر پرست عشق ماسوائے اللہ میں غرق ہیں تو بہ تکلف اللہ والوں کا سا رنگ بھرنا کیا ضرور ہے؛

۳۔ اس طرح یہ تکلف طاعت محض ریاکاری ہے لوگوں نے تو سمجھ لیا کہ حضرت تقدس مآب اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مشغول ہیں لیکن اللہ تعالیٰ جسکی نظر قلب پر ہے جانتا ہے کہ یہ مسخرا کیا حرکات ناشائستہ کر رہا ہے مگر سچ تو یہ ہے کہ یہ مسخرا ماسوائے اللہ کی عبادت کر رہا ہے کیونکہ اس کا منہ ادھر ہی اٹھا ہوا ہے خواجہ رحمۃ اللہ نے شعر میں یہ نکتہ بیان فرمائے ہیں کہ اگرچہ ہزار ہا قسم کے گناہ اگرچہ وہ گناہ ہی ہیں مگر خلق کی نظر سے پوشیدہ ہوں تو اس ریا کی طاعت سے بہتر ہیں کیونکہ اس طرح گنہگار خدا کو دھوکا نہیں دیتا۔ جیسا کہ ریاکار عابد کرتا ہے۔ ؎ اور

زنہار ازاں قوم نباشی کہ فریبند + حق را بسجودے و نبی را بدرودے

خواجہ رحمۃ اللہ نے ان گناہوں کا جو نظر خلق سے پوشیدہ کئے جاویں طاعت ریا سے مقابلہ کیا ہے اور نکتہ ظاہر کیا ہے کہ طاعت ریا کی باعث ریاکار عابد خدا کو خلق خدا کو اور خود اپنے آپ کو فریب دیتا ہے خدا کو تو کیا دھوکا دے سکتا ہے البتہ لوگوں میں نیکنام مشہور ہوتا ہے؛ حالانکہ نیک نہیں ہوتا یا بوجہ فریب نفس یہ سمجھتا ہے کہ میں نیک کام کر رہا ہوں بہرحال یہ ریاکاری محض دکھلاوے کی نیکی ہے گنہگار پوشیدہ گناہ کرتا ہے جانتا ہے کہ میں گناہ کر رہا ہوں صرف اس ذلت سے بچنے کیلئے اپنے گناہوں کو پوشیدہ کرتا ہے جو اگر ظاہر ہوں تو باعث بدنامی ورسوائی ہوں اس کے ساتھ یہ بھی جانتا ہے کہ خدا جانتا ہے اس لئے خواجہ رح ایک مقام پر فرماتے ہیں ؎

+ دیدۂ بد بیں بپوشاں اے کریم عیب پوش + زیں دلیریہا کہ من در کنج خلوت مے کنم +

جو شخص اپنے گناہوں کو پوشیدہ رکھتا ہے اس کی اصلاح کی قوی امید ہے اور علاوہ ازیں معصیت دیا پر جرأت صدہا قسم کی خرابیوں کی موجب ہوتی ہے اس لیئے ایک مقام پر ارشاد ہے کہ ؎

+ دی عزیزی گفت حافظ میخورد پنہاں شراب + اے عزیز من گناہ آں بہ کہ پنہانی بود

اگرچہ ریا اور گناہ خلوت میں بہت کم فرق ہے؛ اور فرق صرف اتنا ہی ہے کہ ریاکار نیک مشہور ہونا چاہتا ہے؛ اور گنہگار بدنام ہونا نہیں چاہتا ریاکار اپنی برائیوں کا مرقع ایسا بناتا ہے جو لوگوں کی نظروں میں واجب الاحترام ہو اور گنہگار اپنی برائیوں کو ایسا لباس پہناتا ہے جو جس کی طرف لوگ ملتفت نہیں ہوتے اس لیے گناہ خلوت ریا سے بہتر ہے برائیوں کا پوشیدہ کرنا دونوں حالتوں میں مقصود ہے لیکن ریا میں ایک بات یہ زیادہ ہے کہ وہ برائیوں کو نیکی کے لباس میں جلوہ دے کر ابلہ فریبی کرتی ہے خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نے "ندیا" کی خاطر خواہ مذمت کی ہے؛

۴۔ اس شعر سے واضح ہوتا ہے کہ خواجہ حافظ رح کا عقیدہ یہ ہے کہ تمام مخلوقات نیست سے ہست ہوئی ہے یعنی ظہور سے پیشتر کائنات کی ہستی عدم محض تھی اللہ تعالیٰ کی رحمت سے تمام مخلوقات کا ظہور ہوا اور اس کی رحمت سے امید ہے کہ ہمارے گناہ معاف کر دیگا؛ کیونکہ اس رحمت کی وسعت کا ثبوت یہ ہے کہ ہم عدم محض تھے اور ہمارا کچھ حق نہ تھا کہ ہم پر مختلف قسم کی عنایات اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوں مگر محض اپنی رحمت سے وہ ہماری پرورش کر رہا ہے یہ سلسلہ موجودہ حال آئندہ کی بہتری کی دلیل ہے دنیا میں ایسے کوتاہ اندیش انسان بھی ہیں جو مادہ پرست فلسفی ہیں انکا خیال ہے

کہ عدم موجود گردد ایں محال است" یعنے نیست سے ہست نہیں ہو سکتا" یہ لوگ اپنی ہستی پر غور نہیں کرتے کہ کس طرح خواب میں ہم مختلف اشیا دیکھتے ہیں انسان کوہ صحرا مکانات باغ جنگل غرض ہر ایک چیز بلکہ ایسی اشیا بھی دیکھتے ہیں جو دنیا میں موجود نہیں ہیں اور بحالت خواب ہم محسوس کرتے ہیں کہ یہ تمام اشیاء فی الحقیقت موجود ہیں۔ حالانکہ یہ صرف ہمارا اپنا خیال ہے اور جو کچھ ہم دیکھتے ہیں وہ محض ہستی موہومہ ہے اور یہ تمام اشیاء جو ہم بحالت خواب دیکھتے ہیں ہمارے قلب میں موجود ہیں اور قلب سے خارج ان کا وجود نہیں ہے اسی طرح تمام کائنات کی ہستی ہے کہ صرف علمی صورتیں ہیں اور خارج میں عدم محض ہیں جس طرح ہماری خیالی صورتیں ہمارے ارادہ سے فنا ہو سکتی ہیں اس طرح یہ علمی صورتیں اللہ تعالے کے ارادہ سے ظہور میں آتی ہیں اور فنا ہوتی ہیں ہمارے اپنے وجود میں ہستی کائنات کی مثال موجود ہے اگر اس بدیہی دلیل سے ہم فائدہ نہ اٹھائیں تو سخت کور باطنی ہے۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ جس طرح ہمارا خیال ہماری خیالی صورتوں کی اصل ہے۔ علم الٰہی تمام کائنات کی اصل ہے مگر تھوڑی دیر غور کرنے سے معلوم ہوگا کہ ہماری خیالی صورتوں کی ہستی کیا ہے اور وہ ہماری ذات کے مقابلہ میں کیا شئے ہیں اس سے بڑھ کر ہیچ ہماری اپنی ہستی ہے۔ سمجھنے اور سمجھانے کے لئے یہ ایک مثال ہے اہل باطن اور صاحب کشف ہی جانتے ہیں کہ ہم کیا ہیں اور ہماری کائنات کیا ہے۔ ؎

قعر ایں دریا عمیق است و تو موجی ہرزہ تاز + فہم ایں معنے دقیق است و تو نافہمیدۂ

نور عقل سے کنہ ذات الٰہی کا پانا تو بالکل ناممکن ہے۔ عقل تو صفات کی معرفت سے بھی عاجز ہے۔ ؎

زہے ناداں کہ او خورشید تاباں + بنور شمع جوید در بیاباں

۱

بشریٰ اذا سلامۃ حلت بذی سلم
مژدہ باد کہ معشوق ذی سلم میں داخل ہوگیا ہے

للہ حمد معترف غایۃ النعم
حمد خدا تعالے کیلئے ہے کہ نعمت کی غایت اعتراف نعمت ہے

۲

آن خوش خبر کجاست کزیں فتح مژدہ داد
وہ خوشخبری دینے والا کہاں ہے کہ جسنے اس فتح کا مژدہ دیا

تا جان فشانمش چو زر و سیم در قدم
تا زر و سیم کی طرح جان اس پر نثار کردوں

۳

از باز گشت شاہ چہ خوش طرفہ نقش بست
بادشاہ کی بازگشت سے عجب نقش ہے

آہنگ خصم او بسرا پردۂ عدم
دشمن کے عدم کے سرا پردہ میں جانیسے پیدا ہوگیا

۴

پیمان شکن ہر آئینہ گردد شکستہ دل
پیمان کو توڑنے والا ہر حالت میں شکستہ دل ہوتا ہے

ان العہود عند ملوک النہی ذمم
کیونکہ عقلمندوں کے نزدیک عہد کا پاس کرنا لازم ہے

۵

در نیل غم فتاد سپہرش بطعنہ گفت
غم کے نیل میں گرا اور آسمان نے طعنہ سے کہا

الآن قد ندمت و ما ینفع الندم
کہ اب نادم ہوتا ہے اب شرمندگی سے کچھ فائدہ نہیں

۶ — می جست از سحاب امل رحمتی ولے
امید کے بادل سے رحمت برستی ہے۔ مگر
جز دیدہ اش معاینہ بیروں نداد نم
بغیر آنکھوں کے اس کے معائنہ کی اجازت نہیں

۷ — ساقی بیا کہ دور گل ست و زمان عیش
اے ساقی آ گل کا موسم ہے اور عیش کا وقت ہے
پیش آر جام و ہیچ مخور غم ز بیش و کم
جام سامنے لا اور بیش و کم کا مطلق غم نہ کر

۸ — اے دل تو جام جم بطلب ملک جم مخواہ
اے دل تو جام جم کی طلب کر جم کے ملک کی خواہش نہ کر
کیں بود قول بلبل بستان سرائے جم
یہ قول جم کے باغ سرا کی بلبل کا تھا

۹ — چوں خون خصم ہمچو صراحی بریختی
جب دشمن کا خون صراحی کی طرح تو نے گرایا
با دوستاں بعیش و طرب گیر جام جم
دوستوں کے ساتھ خوشی خوشی جام جم ہاتھ میں لے

۱۰ — بشنو ز جام بادہ کہ ایں زال نو عروس
شراب کے جام سے یہ بات سن کہ اس بڑھیا نو عروس (دنیا) نے
بسیار کشت شوہر چوں کیقباد و جم
بہت شوہر کیقباد اور جم جیسے قتل کر دیئے

۱۱ — حافظ بکنج میکدہ دارد قرارگاہ
حافظ شراب خانہ کے گوشہ میں اسطرح بیٹھا ہوا ہے
کالطیر فی الحدیقۃ واللیث فی الاجم
جس طرح جانور باغ میں اور شیر جنگل میں

---

۱ — بعزم توبہ سحر گفتم استخارہ کنم
صبح کے وقت توبہ کے ارادہ سے میں نے کہا کہ استخارہ کرونگا
بہار توبہ شکن میرسد چہ چارہ کنم
توبہ شکن بہار آ گئی اب کیا چارہ کروں

۲ — سخن درست بگویم نمے توانم دید
میں سچ کہتا ہوں کہ دیکھ نہیں سکتا
کہ می خورند حریفاں و من نظارہ کنم
کہ حریف تو شراب پئیں اور میں انکا منہ دیکھوں

۳ — بدور لالہ دماغ مرا علاج کنید
لالہ کے موسم میں میرے دماغ کا علاج کرو
گر از میانہ اہل طرب کنارہ کنم
اگر اہل طرب کے درمیان سے میں کنارہ کروں

۴

اگر شبے بزبانم حدیث توبہ رود
اگر کسی رات میری زبان پر توبہ کی بات آجائے

زبی طہارتی آں را بمے غرارہ کنم
تو بے طہارتی کے باعث شراب سے غرارہ کروں

۵

بتخت گل بنشانم بتے چو سلطانی
گل کے تخت پر معشوق سلطان کی طرح بٹھاؤں

ز سنبل و سمنش ساز طوق و یارہ کنم
اور اس کا زیور سنبل اور چنبیلی کا بناؤں

۶

مرا کہ نیست رہ و رسم لقمہ پرہیزے
میں جو کہ راہ و رسم لقمہ پرہیزی سے واقف نہیں ہوں

ہماں بہ است کہ میخانہ را اجارہ کنم
یہی بہتر ہے کہ شراب خانہ کا اجارہ لے لوں

۷

ز روئے دوست مرا چوں گل مراد شگفت
دوست کے دیدار سے میرا گل مراد شگفتہ ہوگیا

حوالہ سر دشمن بسنگ خارہ کنم
دشمن کا سر سنگ خارہ کے حوالہ کروں

۸

گدائے میکدہ ام لیک وقت مستی بیں
شراب خانہ کا گدا ہوں لیکن مستی کے وقت دیکھ

کہ ناز بر فلک و حکم بر ستارہ کنم
کہ آسمان پر ناز اور ستارہ پہ حکم کرتا ہوں

۹

اگر ز لعل لب یار بوسہ یابم
اگر لعل لب معشوق سے بوسہ مل جاوے

جواں شوم ز سرو زندگی دوبارہ کنم
دوبارہ زندگی حاصل ہو اور از سر نو جوان ہو جاؤں

۱۰

چو غنچہ بالب خنداں بیاد مجلس شاہ
غنچہ کی طرح مسکراتے ہوئے مجلس شاہ کی یاد میں

پیالہ گیرم و از شوق جامہ پارہ کنم
شراب کا پیالہ اٹھاؤں اور شوق سے جامہ پارہ کروں

۱۱

نہ قاضیم نہ مدرس نہ محتسب نہ فقیہ
میں نہ قاضی ہوں نہ مدرس ہوں محتسب نہ فقیہ ہوں

مرا چہ سود کند کہ منع شرابخوارہ کنم
مجھے کیا فائدہ کہ شراب خواری سے منع کروں

۱۲

ز بادہ خوردن پنہاں ملول شد حافظ
پوشیدہ شراب پینے سے حافظ ملول ہوا

بہ بانگ بربط و نی رازش آشکارہ کنم
بربط اور بانسری کی صداؤں کیساتھ اسکا راز آشکارا کرتا ہوں

۱۱ - ایکدفعہ علمائے بنی اسرائیل حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس ایک عورت کو لائے جسپر یہ الزام لگایا گیا۔ کہ

زنا کی مرتکب ہوئی ہے۔ علماء نے آنحضرت سے کہا کہ شریعت کے مطابق حکم صادر فرمادیں۔ فرمایا کہ شریعت میں حکم تو سنگساری ہے اس لیئے تم میں سے وہ شخص اسپر پتھر اٹھائے جس نے کبھی کوئی گناہ نہیں کیا۔ اسپر ایک ایک کرکے سب دفعۃً ہوگئے اور عورت اکیلی رہ گئی آنحضرت علیہ السلام نے عورت کو نصیحت فرمائی اور کہا کہ سب لوگ چلے گئے اور تجھ پر الزام نہ لگایا میں بھی تجھ پر الزام نہیں لگاتا جا اور آئیندہ ایسے کام نہ کرنا:

خواجہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ قاضی و مدرس و محتسب و فقیہ کا تو یہ کام ہے اور وہ اپنا فرض منصبی ادا کرتے ہیں ہمارا نہ یہ منصب ہے اور نہ ہم کسی کو کچھ کہتے ہیں۔

تو فخر ہے کنی کہ من نہ ثنوزم ٭ صد کار کنی کہ نے غلام ہمت آمرزا

١. بغیر ازانکہ بشد دین و دانش از دستم — دگر بگو کہ زعشقت چہ طرف بر بستم

سوائے اسکے بغیر کہ دین اور دانش ہاتھ سے جاتا رہے — کہو کہ عشق میں اور کیا ہو سکتا ہے۔

٢. اگرچہ خرمن عمرم غم تو داد بباد — بخاک پای عزیزت کہ عہد نشکستم

اگرچہ خرمن عمر تیرے غم نے برباد کر دیا — تیرے عزیز خاکپا کی قسم تیرا عہد نہیں توڑا

٣. چو ذرہ گرچہ حقیرم ببین بدولت عشق — کہ در ہوای رخت چون بمہر پیوستم

اگرچہ ذرہ کی طرح حقیر ہوں لیکن دولت عشق کی برکت سے — کہ تیرے رخ کی ہوا رغبت میں آفتاب سے جا ملا۔

٤. بیار بادہ کہ عمریست تا من از سر مہر — بکنج عافیت از بہر عیش ننشستم

شراب لا کہ مدت سے میں بوجہ محبت — عافیت کے گوشہ میں آرام سے نہیں بیٹھا

٥. اگر ز مردم ہشیاری ای نصیحت گو — سخن بخاک میفگن چرا کہ من مستم

اگر تو ہشیار آدمی ہے اے نصیحت کرنیوالے — بات کو خاک میں نہ ملا کیونکہ میں مست ہوں

٦. چگونہ سر ز خجالت برآورم بر دوست — کہ خدمتی بسزا بر نیامد از دستم

میں کس طرح شرمندگی سے دوست کے آگے اپنے سر اٹھاؤں — کہ اسکے لائق کوئی خدمت میرے ہاتھ سے نہ ہوئی

٧. بسوخت حافظ و آن یار دلنواز نگفت — کہ مرہمی بفرستم چو خاطرش خستم

حافظ جل گیا اور اس یار دلنواز نے اتنا نہ کہا — کہ مرہم بھیجتا ہوں اگر وہ خستہ میرے عشق کا ہے

۴۳۔ انسان بھی اس عالم میں ایک ذرہ ہے اور ذرہ کی وقعت ہی کیا ہے لیکن حضرت عشق کی دستگیری سے آفتاب تک جا پہنچتا ہے یہ اولوالعزمی کی اعلےٰ مثال ہے کہ ایک شے ذرہ ہو اور سورج بن جاوے۔

جمال ہم نشیں در من اثر کرد ٭ وگرنہ من ہماں خاکم کہ ہستم

ایک اور مقام پر فرماتے ہیں ؎

کمتر از ذرہ نئی پست مشو مہر بورز ؛
تا بخلوت گہ خورشید رسی چرخ زناں ؛

---

۱ بگذار تا بشارع میخانہ بگذریم
آکہ شراب خانہ کے راستہ سے گذریں
کز بہر جرعۂ ہمہ محتاج ایں دریم
کیونکہ ایک گھونٹ کیواسطے اس دروازہ کے محتاج ہیں

۲ جائیکہ تخت و مسند جم میرود بباد
جہاں تخت اور مسند جمشید کی برباد ہورہی ہے
گر غم خوریم خوش نبود بہ کہ می خوریم
اگر غم کریں تو اچھا نہیں بہتر ہے کہ شراب پئیں

۳ تا بو کہ دست در کمر او تواں زدن
اس امید پر کہ اسکی کمر میں ہاتھ پہنچ سکتا ہے
در خون دل نشستہ چو یاقوت احمریم
دل کے خون میں سرخ یاقوت کی طرح بیٹھا ہوا ہوں

۴ روز نخست چوں دم رندی زدیم و عشق
جب روز ازل میں عشق اور رندی کا دم مارا تھا
شرط آں بود کہ جز رہ ایں شیوہ نسپریم
تو اب شرط یہ ہے کہ اس طریقہ سے کسی اور طرف نہ جائیں

۵ واعظ مکن نصیحت شوریدگاں کہ ما
اے واعظ شوریدہ سروں کو نصیحت نہ کر کہ ہم
با خاک کوئے دوست بفردوس ننگریم
دوست کے کوچہ کی خاک کی موجودگی میں جنت کیطرف آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھتے

۶ زاں پیشتر کہ عمر گرانمایہ بگذرد
اس سے پیشتر کہ بیش قیمت عمر گذر جائے
بگذار تا قیامت روئے تو بنگریم
اتنی مہلت دے کہ تیرا دیدار حاصل کرلیں

۷ چوں صوفیاں بحالت و رقصند در سماع
جب صوفی حالت وجد اور سرود میں ہیں
ما نیز ہم بشعبدہ دستے برآوریم
ہم بھی شعبدہ سے ہاتھ باہر کریں

۸ از جرعۂ تو خاک زمیں در و لعل یافت
تیرے شراب کے قطرہ سے زمین کی خاک لعل کی قیمت کی ہوگئی
بیچارہ ما کہ پیش تو از خاک کمتریم
میں بیچارہ ہوں کہ تیرے سامنے خاک سے کمتر ہوں

حافظ چو رہ بکنگرۂ کاخ وصل نیست
اے حافظ جب وصل کے محل کے کنگرہ پر راستہ نہیں ملتا
باخاک آستانۂ این در بسر بریم
اس آستانہ کی خاک سے بسر کریں گے

۹

بہ تیغم گر زند دستش نگیرم	۱ وگر تیرم زند منّت پذیرم
اگر مجھے تلوار سے قتل کرے اس کا ہاتھ نہ پکڑوں	اگر مجھے تیر سے مارے شکریہ ادائی کروں
کمان ابروئی مارا گو مزن تیر	۲ کہ پیش دست و بازوت بمیرم
اس کمان ابرو کو کہو کہ مجھے تیر نہ مارے	کہ اس کے دست و بازو کے سامنے مرتا ہوں
غم گیتی چو از پایم در آورد	۳ بجز ساغر نباشد دستگیرم
دنیا کے غم نے جب مجھے گرا دیا ہے	ساغر کے بغیر کوئی دستگیر نہیں ہو سکتا
برآئی ای آفتاب صبح امید	۴ کہ در دست شب ہجران اسیرم
اے صبح امید کے آفتاب طلوع ہو	کہ شب ہجر کے ہاتھ میں قید ہوں
چو طفلان تا کی ای واعظ فریبی	۵ بسیب بوستان و جوئی شیرم
اے واعظ کب تک بچوں کی طرح فریب دیگا	باغ کے سیب اور دودھ کی نہر سے
من آن مرغم کہ ہر شام و سحرگاہ	۶ رسد تا سدرہ آواز صفیرم
میں وہ مرغ ہوں کہ ہر صبح و شام	میری آواز سدرہ تک جاتی ہے
بفریادم رس ای پیر خرابات	۷ بیک جرعہ جوانم کن کہ پیرم
اے پیر خرابات میری فریاد رس	ایک گھونٹ سے جوان بنا دے کہ بوڑھا ہو گیا ہوں
بگیسوی تو خوردم دوش سوگند	۸ کہ از پائی تو من سر برنگیرم
کل تیرے زلف کی قسم کھائی	کہ تیرے قدموں سے سر نہ اٹھاؤں گا

۹

بسوز ایں خرقۂ تقوے چو حافظ
حافظ کی طرح یہ تقوے کا خرقہ جلا دے
کہ گر آتش شوم در وے نگیرم
کہ اگر میں آگ ہو جاؤں تو بھی اس خرقہ میں نہ لگوں

۵۔ اے واعظ یہ تو بچوں کو بہلانے کی باتیں ہیں کبھی سیب اور کبھی دودھ کا ذکر کرتا ہے قرآن شریف میں حور و قصور اور چشموں اور نہروں اور باغوں کا تذکرہ ہے اور درحقیقت قرآن شریف کے لفظوں سے واضح ہوتا ہے۔ کہ صرف سمجھانے کے لئے مثالیں بیان کی جاتی ہیں ورنہ بہشت کی نعمتوں کا قیاس اس دنیا میں نہیں ہو سکتا ہے، جو نہ آنکھوں نے دیکھیں اور نہ کسی طرح محسوس ہو سکتی ہیں، اس لئے ان نعمتوں کو سمجھانے کے لئے ایسی دنیاوی نعمتوں کا ذکر کیا گیا کہ انسان سمجھ سکے، بہشت لہو و لعب کا گھر نہیں ہے اور لغو باتوں کا وہاں مذکور نہیں ہے وہ ایک روحانی زندگی ہے، جس کی فرحت کا احساس روح ہی کر سکتی ہے بہرحال دنیا سے اس کا نقشہ مختلف ہے، ایک اور مقام پر فرماتے ہیں کہ

+ بجنلدم نزاہد دعوت معذر ما +
+ کہ ایں سیب زنخ زاں بوستاں بہ +

۱
بمژگانِ سیہ کردی ہزاراں رخنہ در دینم
سیاہ مژگاں سے تو نے میرے دین میں ہزاروں رخنے ڈال دیئے
بیا کز چشم بیمارت ہزاراں درد بر چینم
آ کہ تیری بیمار آنکھ سے ہزاروں درد حاصل کروں

۲
الا ای ہمنشین دل کہ یارانت برفت از یاد
اے دل کے پاس بیٹھنے والے تجھے یاروں کی یاد بھول گئی
مرا روزی مبادا آں دم کہ بی یاد تو بنشینم
خدا کرے مجھ پر وہ دم نہ گذرے کہ تیری یاد کے بغیر بیٹھوں

۳
شب رحلت ہم از بستر روم تا قصر حور العین
موت کی رات میں بستر سے اس حور العین کے محل تک جاؤں
اگر در وقت جان دادن تو باشی شمع بالینم
اگر جان کنی کے وقت تو میرے سرہانے کی شمع

۴
صباح الخیر زد بلبل کجائی ساقیا برخیز
بلبل صباح الخیر کا نغمہ سنا رہی ہے اے ساقی تو کہاں ہے اٹھ
کہ غوغا میکند در سر خمار خمر دوشینم
کہ کل رات کی شراب کا خمار میرے سر میں شور کر رہا

۵
اگر بر جائی من غیری گزیند دوست حاکم اوست
اگر دوست میری جگہ کسی اور کو پسند کرے تو اس کا اختیار ہے
حرامم باد اگر من جان بجای دوست بگزینم
میرے لئے حرام ہے اگر اس کی جگہ اپنی جان کو عزیز سمجھوں

کہ کرد افسون و نیرنگش ملول از جان شیرینم اس کے جادو اور شعبدوں سے جان شیریں سے بیزار ہو گیا ہوں	٧	جہاں پیر است و بے بنیاد ازیں فرہادکش فریاد دنیا ایک بے بنیاد بڑھیا ہے اس فرہاد کے قتل کرنیوالی سے فریاد
کہ سلطانی عالم را طفیل عشق می بینم دنیا کی بادشاہی عشق کی طفیل نظر آ رہی ہے۔	٨	جہاں فانی و باقی فدای شاہد و ساقی یہ دنیا فانی اور آخرت دونوں معشوق اور ساقی کو قربان ہوں
کہ با جام و قدح ہر شب قرین ماہ و پروینم کہ میں جام اور پیالہ کیساتھ ہر ایک رات چاند اور پروین کے قریب ہوں	٩	رموز عشق و مستی زمن بشنو نہ از واعظ عشق اور سرمستی کی راز مجھ سے پوچھ واعظ سے نہ سن

١٠ حدیث آرزومندی کہ دریں نامہ ثبت افتاد
اس نامہ میں اشتیاق کی باتیں جو لکھی گئی ہیں
ہمانا بی غلط باشد کہ حافظ داد تلقینم
سب غلط ہیں کہ حافظ نے مجھے سکھلائی ہیں

١۔ تیرے سیاہ مژگاں کے عشق میں دین کو جواب دے بیٹھا ہوں بیمار آنکھ میں یہ خوبی ہوتی ہے کہ ایک تو بڑی ہوتی ہے دوسری ضعف کے باعث اکثر بند رہتی ہے معشوق کسی طرف نظر بھر کر نہیں دیکھتا اور متوجہ نہیں ہوتا اس لیئے اسکی آنکھ کو بیماری سے تشبیہ دی ہے اس کا اثر یہ ہے کہ عاشق مرض عشق اخذ کرتے ہیں دل میں درد اور آہ سرد اور رنگ و چہرہ زرد رکھتے ہیں یہ تمام بیماریاں اسی بیمار آنکھ کا لازمی اثر ہیں۔

٣۔ عرق چین ایک خوشبودار دوائی ہے جس سے پسینہ کافور ہو جاتا ہے اس جگہ زلف محبوب سے مراد ہے کہ صبا اس کی زلف سے جو معطر ہیں خوشبو لاتی ہے اگر گل کو آگ پر رکھا جائے تو پہلے اس کے پیشانی عرق عرق ہو جاتی ہے تمام تر و تازگی نکل آتی ہے اور یہ عرق بخارات بن کر اڑ جاتا ہے اور گل مرجھا جاتا ہے گویا ہجر میں پژمردہ ہو رہا ہوں محبوب کے زلفوں کی ہوا مجھے از سر نو تازہ بنا سکتی ہے۔

٥۔ صباح الخیر اصطلاح میں اس وقت بولتے ہیں جب دوست ایک دوسرے سے بوقت صبح خیریت مزاج دریافت کرتے ہیں یعنے بلبل کہہ رہی ہے کہ صبح کا وقت کیا سہانا اور اچھا ہے اسوقت کل رات کی شراب کا خمار دور کرنے کیلئے شراب پینی چاہیئے۔

٧۔ مشہور ہے۔ شیریں معشوقۂ ایران پر فرہاد عاشق تھا اور خسرو پرویز شاہ ایران بھی فریفتہ تھا فرہاد کو کہا گیا کہ کوہ بے ستون سے ایک نہر کاٹ کر لا اس کے بعد شیریں کا عقد نکاح اس سے کر دیا جاویگا عشق نے غیر معمولی طاقت قوی میں پیدا کر دی تھی۔ بے چارہ نہر کاٹنے لگ گیا جب خسرو نے دیکھا کہ فرہاد یہ کام بھی خوش اسلوبی سے انجام دے چکا ہے تو ایک بڑھیا مکار عورت کو فرہاد کے پاس بھیجدیا اسنے فرہاد کو کہا کہ شیریں تو مرگئی بیچارہ فرہاد نے تیشہ سے اپنا سر پھوڑ لیا اور وہیں

مر گیا یہ دنیا بھی پیرزال ہے کئی فرہاد جیسے عاشق اسطرح مکر و فریب سے قتل کر چکی ہے اور ہم تو اس جگہ جان شیریں سی بیزار بیٹھے ہیں

بیا تا گل برافشانیم و می در ساغر اندازیم آ تا کہ گل افشانی کریں اور شراب ساغر میں ڈالیں	۱	فلک را سقف بشگافیم و طرح نو در اندازیم آسمان کی چھت پھاڑ ڈالیں اور ایک نئی بات پیدا کریں
اگر غم لشکر انگیزد کہ خون عاشقاں ریزد اگر غم کا لشکر چڑھ آئے کہ عاشقوں کا خون گرائے	۲	من و ساقی بہم سازیم و بنیادش براندازیم میں اور ساقی باہم سازش کرکے اسکی بنیاد اکھیڑ ڈالیں
چو در دست است رودی خوش بزن مطرب سرودی خوش جب تیرے ہاتھ میں ستار ہے تو اے مطرب کوئی اچھا سا نغمہ سنا	۳	کہ دست افشاں غزل خوانیم و پاکوباں سر اندازیم کہ تباوے کیساتھ غزل گائیں اور ناچتے ہوئے وجد کریں
صبا خاک وجود ما بآں عالیجناب انداز اے صبا میری خاک کو اس عالیجناب کے دروازہ پر ڈالدے	۴	بود کاں شاہ خوباں را نظر بر منظر اندازیم ممکن ہے کہ وہ خوبصورتوں کا سردار اس منظر پر بھی نظر
یکی از عشق می لافد دگر طامات می بافد کوئی تو عشق کی لاف مارتا ہے اور کوئی اپنے زہد و تقوے پر فخر کرتا ہے	۵	بیا کایں داوریہا را بہ پیش داور اندازیم آ کہ ان تمام بڑے بولوں کو خدا کے سامنے پیش کریں
بہشت عدن اگر خواہی بیا با ما بمیخانہ اگر تجھے ایسا بہشت چاہئے جس میں ہمیشہ قیام ہو تو میرے ساتھ شرابخانہ میں آ	۶	کہ از پای خمت یکسر بحوض کوثر اندازیم کہ اس کے مٹکے کی تہ سے حوض کوثر میں ڈالدیں
شراب ارغوانی را گلاب اندر قدح ریزیم سرخ شراب کے پیالہ میں گلاب ڈالیں	۷	نسیم عطر گرداں را شکر در مجمر اندازیم اور خوشبودار ہوا کی انگیٹھی میں شکر ڈالیں
بیا جانا منور کن ز رویت مجلس ما را اے محبوب آ اور میری مجلس کو چہرہ سے منور کر	۸	کہ در پیشت غزل خوانیم و در پایت سر اندازیم کہ تیرے سامنے غزل پڑھیں اور تیرے پاؤں میں سر ڈالیں

۹	سخندانی و خوشخوانی نمی ورزند در شیراز شاعری اور اچھا کلام شیراز میں قدر نہیں پاتا بیا حافظ کہ ما خود را بملک دیگر اندازیم اے حافظ آ کہ کسی اور ملک میں چلیں

۱۔ خواجہ حافظ ایک اولوالعزم شخص کی طرح "طرح نو" ڈالنا چاہتے ہیں آسمان کی سقف پھاڑ کر نئی تعمیر کا ارادہ ہے دنیا میں ایسے اشخاص جو "طرح نو" ڈالنے کی فکر میں ہوتے ہیں کچھ نہ کچھ نئی بات پیدا کر لیتے ہیں۔

لوگوں نے سمجھ رکھا ہے کہ جو کچھ بلا نازل ہوتی ہے آسمان سے ہی آتی ہے۔ خواجہ فرماتے ہیں کہ آؤ تو اس کا بھی علاج کر لیں اس کا طریقہ یہ ہے کہ خوب گلچھرے اڑائیں۔ وہ شراب جو ہمیں شراب عشق ان تو ہمارے نجات دلواتی ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ آسمان کی کیا حقیقت ہے کہ ہم اس سے خائف رہیں۔ ؎

سپہر دور قمر را چہ اختیار + در گردش زند بر حسب اختیار دوست

غم و الم دنیوی سے نجات اس طرح ہو سکتی ہے کہ ساقی یعنے مرشد کی رضا کی تعمیل میں عشق الٰہی میں سرشار رہیں۔ اطمینان قلب ذکر الٰہی سے ہی حاصل ہوتا ہے۔ ؎

این مدعیان در طلبش بے خبرانند + کاں را کہ خبر شد خبرش باز نیامد

۱

بی تو ای سرو روان با گل و گلشن چه کنم
اے سرو رواں تیرے بغیر گل اور گلشن کو کیا کروں

زلف سنبل چه کشم عارض سوسن چه کنم
سنبل کی زلف اور سوسن کے رخسار کو کیا کروں

۲

آه کز طعنهٔ بدخواه ندیدم رویت
افسوس ہے کہ بدخواہ کے طعنہ سے تیرا چہرہ میں نہ دیکھا

نیست چون آینه‌ام روی ز آهن چه کنم
اگر میرا آئینہ دل نہیں ہے تو لوہے کے آئینہ کو کیا کروں

۳

برو ای زاهد و بر دردکشان خرده مگیر
اے زاہد جا اور تلچھٹ پینے والوں کو ملامت نہ کر

کارفرمای قدر میکند این من چه کنم
قضا و قدر کا مالک یہ کام کرتا ہے میں کیا کروں

۴

برق غیرت چو چنین میجهد از مکمن غیب
جب غیرت کی بجلی غیب کی کمین گاہ سے اس طرح تڑپ رہی ہے

تو بفرما که من سوخته خرمن چه کنم
تو ہی بتا کہ میں سوختہ خرمن کیا کروں

۵

مددی گر بچراغی نکند آتش طور
اگر طور کی آگ چراغ سے مدد نہ کرے

چارهٔ تیره شب وادی ایمن چه کنم
وادی ایمن کی اندھیری راتوں میں کیا تدبیر کروں

۶

شاه ترکان چو پسندید و بچاهم انداخت
جب ترکوں کے بادشاہ نے یہی پسند کیا اور مجھے کنوئیں میں ڈالا

دستگیر ار نشود دست تهمتن چه کنم
اگر رستم کا ہاتھ میرا دستگیر نہ ہوتا تو کیا کرتا

۷

خون من ریختی از ناوک دلدوز فراق
فرقت کے تیر دلدوز سے میرا لہو بہایا

خود بگو با تو من ای دیدهٔ روشن چه کنم
تو آپ ہی بتا کہ اے میری آنکھوں کی روشنی تیرے ساتھ کیا کروں

حافظا خلد بریں خانۂ موروث من است

اے حافظ خلد بریں میرا موروثی گھر ہے

اندریں منزل ویرانہ نشیمن چہ کنم

اس ویران منزل میں رہ کر میں کیا کروں

۲۔ بدخواہ سے مراد شیطان ہے کہ اس کے جھگڑے اور فساد کے باعث ہم دیدار الٰہی سے ابتک محروم ہیں
فے الحال اگر آئینۂ قلب میں یا صفات میں جلوہ نظر آتا ہے تو یہ ہماری تشفی کیواسطے کافی نہیں ہے تمام کائنات
آئینہ ہے جس میں معشوق حقیقی کا عکس نظر آتا ہے مگر اصل کے دیکھنے والے عکس اور نقل پر کب مائل ہوتے ہیں۔
۴۔ اس شعر میں خواجہ حافظ رح نے اپنے عقیدہ کا اظہار کیا ہے۔ کہ ع ہر کسے را بہر کارے ساختند۔
۵۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام جب مدین سے واپس گئے تو وادی ایمن میں گذر ہوا۔ اندھیری رات تھی آگ کی ضرورت
محسوس ہوئی دیکھا کہ ایک جھاڑی میں شعلہ اُٹھ رہا ہے اس طرف آئے تو آواز آئی کہ میں تیرا خدا ہوں کلیم اللہ
پیغمبری اس جگہ عطا ہوئی اس شعر کا مطلب یہ ہے کہ جب تک عنایت ایزدی سے خود مطلوب حقیقی کا نور رہنمائی نہ کرے
اس اندھیری رات یعنے دنیا میں منزل مقصود پر پہونچنا ناممکن ہے۔
۶۔ اس شعر میں شاہنامہ کے مشہور قصہ چاہ بیژن کی طرف اشارہ ہے۔ شاہ ترکاں افراسیاب اس کی لڑکی
ہمشیرہ کے ساتھ بیژن کی محبت ہوگئی افراسیاب کو بُرا معلوم ہوا۔ ایک چاہ میں قید کرایا اور لڑکی کو گھر سے نکالا
رستم اس چاہ پر ہمشیرہ کی رہنمائی سے پہنچا۔ اور بیژن کو قید سے نکالا۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ نے ارادتاً اس
چاہ دنیا میں ہمیں ڈالا۔ اگر مرشد کامل دستگیری نہ کرے تو نکلنا ناممکن ہے لطف یہ ہے کہ اس چاہ میں قید ہونا
کی وجہ سے تھا۔
۸۔ چونکہ حضرت آدم علیہ السلام خلد بریں میں پرورش پاتے رہے اور وہی ان کا گھر تھا اس لئے حضرت آدم کی اولاد
کا گھر خلد بریں موروثی ہے اور اس پر ہمارا حق ہے یہ دنیا ایک ویران جگہ ہے یہاں رہنا ہمارا کام نہیں ہے۔

۱

تا سایۂ مبارکت افتاد بر سرم
جب سے آپ کا مبارک سایہ میرے سر پر پڑا ہی

دولت غلام من شد و اقبال چاکر
دولت میری غلام اور اقبال چاکر ہوگیا

۲

شد سالہا کہ از سر من بخت رفتہ بود
سالہا سال سے میں بد نصیب تھا

از دولت وصال تو باز آمد از د
تیری دولت وصال سے میں خوش نصیب

۳

بیدار در زمانہ ندیدے کسے مرا
زمانہ میں مجھے کوئی کبھی جاگتا ہوا نہ دیکھتا

در خواب اگر خیال تو گشتی مصّ
اگر خواب میں تیرا خیال تیری تصویر کھینچتا

۴

[م]ن عمر در غم تو بپایان برم ولے
[مَ]یں تمام عمر تیرے غم میں بسر کرتا ہوں -

باور مکن کہ بے تو زمانے بسر برم
لیکن یقین نہ کر کہ تیرے بغیر کوئی وقت زندہ رہ سکتا ہوں

۵

[آ]ں شب کہ باز در دل تنگم درآمدی
[ج]س رات میرے تنگ دل میں تو آیا

صد شمع در گرفت دماغ معطرم
سو شمع میرے معطر دماغ میں روشن ہو گئی

۶

درد مرا طبیب نداند دوا کہ من
افسوس طبیب میری بیماری کا علاج نہیں جانتا

بی دوست خستہ خاطر و با دوست خوشترم
میں دوست کے بغیر بیمار اور دوست کے ساتھ خوش ہوں

۷

گفتے بیا رخت اقامت بکوئے ما
تو نے کہا تھا کہ میرے کوچہ میں آکر اقامت اختیار کر

من خود بجان تو کہ ازیں کوئی نگذرم
مجھے تیری جان کی قسم میں اس کوچہ سے ہرگز نہ جاؤں گا

۸

ہر کس غلام شاہی و مملوک صاحبی ست
ہر ایک شخص بادشاہ کا غلام اور آقا کا بندہ ہے

حافظ کمینہ بندۂ سلطان کشورم
حافظ عاجز بندہ دنیا کے سلطان کا ہے

۱

مرا می بینی و دردم زیادت میکنی دردم
تو مجھے دیکھتا ہے اور میرے درد کو ہر دم زیادہ کرتا ہے

ترا می بینم و شوقم زیادت مے شود ہر دم
میں تجھے دیکھتا ہوں اور میرا شوق ہر دم زیادہ ہوتا ہے

۲

بسامانم نمیپرسی نمیدانم چہ سر داری
میرے سامان کی نسبت کچھ دریافت نہیں کرتا معلوم نہیں تجھے کیا خیال ہے

بدرمانم نمیکوشی نمیدانی مگر دردم
میرے علاج کے واسطے کوشش نہیں کرتا شاید میرے درد سے واقف نہیں ہے

۳

نہ راہ است اینکہ بگذاری مرا جانا و بگریزی
یہ طریقہ خوب نہیں کہ مجھے چھوڑ کر چلا جا رہا ہے

گذاری آر و بازم پرس تا خاک رہت گردم
ایک بار آکر پوچھ کہ تیرے رستہ کی خاک بن جاؤں

۴

ندارم دستت از دامن بجز در خاک و آن دم ہم
جبتک خاک نہ ہو جاؤں تیرے دامن سے ہاتھ نہ کھینچوں گا

چو بر خاکم گذار آری بگیرد دامنت گردم
اگر میری خاک پر تیرا گذر ہو گا تو تیرا دامن میری خاک پکڑے گی

بود کہ لطفِ ازل رہنموں شود حافظ
اے حافظ ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ کا لطف میری رہنمائی کرے
وگرنہ تا بابد شرمسار خود باشم
ورنہ ابد تک شرمندہ ہی رہوں گا۔

چہل سال بیش رفت کہ من لاف میزنم چالیس سال سے میں لاف زنی کر رہا ہوں	۱	کز چاکرانِ پیرِ مغاں کمترین... کہ پیر مغاں کے نوکروں میں سے ادنیٰ درجہ کا...
ہرگز بیمن عاطفت پیرِ مے فروش شراب بیچنے والے پیر کی برکت سے کبھی۔	۲	ساغر تہی نشد زمی صاف و... میرا پیالہ صاف اور شراب روشن سے خا...
در حق من بدُرد کشے ظن بد مبر مجھ تلچھٹ پینے والے کے حق میں بدظنی نہ کر	۳	کالودہ گشت خرقہ ولے پاک... کہ میرا خرقہ آلودہ ہو گیا مگر پاک دا...
شہباز دست پادشہم این چہ حالتست میں بادشاہ کے ہاتھ پر بیٹھنے والا شہباز ہوں یہ کیا معاملہ ہے	۴	کز یاد بردہ اند ہوائے نشـ... کہ میری یاد سے گھونسلے کی محبت فراموش...
حیف است بلبلے چو من اکنوں دریں قفس افسوس ہے کہ مجھ جیسا بلبل اس پنجرہ میں	۵	بایں لسان عذب کہ خامش... ایسا سریلا ہو اور سوسن کی طرح...
آب و ہوائے پارس عجب سفلہ پرورست پارس کی آب وہوا عجب کمینوں کو پرورش کرنیوالی ہے	۶	کو ہمرہے کہ خیمہ ازیں خاک... کوئی رفیق ہو تو اس زمین سے خیمہ...
توران شہ خجستہ کہ در من مزید فضل نیک خصلت توران شاہ کا لطف و فضل مجھ پر	۷	شد منت مواہب او طوق... میری گردن کا طوق اسکی بخشش کا...
حافظ بزیر خرقہ قدح تابکے کشی اے حافظ خرقہ کے نیچے کب تک پیالہ پیئے گا	۸	در بزم خواجہ پردہ زکار ت... خواجہ کی محفل میں تیرا راز افشا...

۱۳۔ یعنے میں روح ہوں اور میرا گھونسلا عالم ملکوت ہے عجب معاملہ ہے کہ اصل وطن کو بھول گیا ہوں اور قفس عنصری میں گرفتار ہوں؛

۱۴۔ شعر کا مطلب صاف ہے لیکن اس میں ایک خاص بات ہے جسکی طرف ہم توجہ دلانا چاہتے ہیں وہ یہ ہے کہ خواجہ جو اپنے وطن پارس کی بہت بڑائی کیا کرتے ہیں جس کے یہ معنے ہیں کہ اس جگہ علم و فضل کی قدر نہیں چنانچہ شکایت اکثر اشعار میں فرماتے ہیں مگر یہ گلہ کرتے ہوئے آرزو یہ ہے کہ کوئی رفیق مل جائے تو اس ملک سے کسی اور جگہ چلیں اگرچہ پارس سے دل برداشتہ تھا مگر اسپر بھی اکیلے جانا نہیں چاہتے خواہش یہ ہے کہ ایک ہمراہی میسر ہو لیکن ہمراہی یعنے رفیق ہم خیال بھی ہو کر جو پارس سے آپکی طرح ہی دل برداشتہ ہو ہر حال خواجہ کو ایک رفیق کی خواہش ہے اور اکثر اشعار میں اس خواہش کا اظہار کیا ہے کہ ؎

به مقام امن و می بی غش و رفیق شفیق ٭ اگرت مدام میسر شود زہے توفیق
دریغ و درد کہ تا این زمان ندانستم ٭ کہ کیمیای سعادت رفیق بود رفیق

۱
حاشا کہ من بموسم گل ترک مے کنم
یہ ہرگز نہیں ہوسکتا کہ میں موسم بہار میں شراب پینا چھوڑ دوں
من لاف عقل میزنم این کار کے کنم
میں عقل کی ڈینگ مارتا ہوں یہ کام کب کرتا ہوں

۲
مطرب کجاست تا ہمہ محصول زہد و علم
مطرب کہاں ہے کہ سب زہد اور علم جو کچھ حاصل کیا ہے
در کار بانگ بربط و آواز نے کنم
بربط اور بانسری کی سریلی آوازوں کی نذر کر دوں

۳
از قال و قیل مدرسہ حالی دلم گرفت
مدرسہ کی قیل و قال سے دل بیزار ہو گیا ہے
یکچند نیز خدمت معشوق و مے کنم
معشوق اور شراب کی خدمت بھی کچھ عرصہ کر لیں

۴
کو پیک صبح تا گلہ ہای شب فراق
باد صبا کہاں ہے کہ ہجر کی رات کی شکایتیں
با آن خجستہ طالع فرخندہ پے کنم
اس خوش نصیب نیک سیرت کے سامنے کروں

۵
کی بود در زمانہ وفا جام مے بیار
زمانہ میں کب وفا تھی شراب کا پیالہ لا
تا من حکایت جم و کاؤس و کے کنم
تاکہ جم اور کاؤس اور کے کی کہانیاں بیان کروں

۶
از نامہ سیاہ نترسم کہ روز حشر
میں اپنے سیاہ نامہ اعمال سے نہیں ڈرتا کہ قیامت کے دن
با فیض لطف او صد ازین نامہ طے کنم
اس کی مہربانی اور عنایت سے ایسے کئی نامے طے کرونگا

۷
خاک مرا چو در ازل از مے سرشتہ اند
جب روز ازل سے میری خاک کا خمیر شراب سے کیا ہے
با مدعی بگو کہ چرا ترک مے کنم
مدعی سے کہو کس واسطے میں اسے ترک کروں

۸	این جان عاریت کہ بحافظ سپرد دوست یہ جان جو دوست نے حافظ کو عاریتاً دی ہے روزی رخش ببینم و تسلیم وے کنم ایک دن اس کا منہ دیکھ کر اس کے حوالہ کردونگا

۵ کاؤس اور جمشید وغیرہ سب ایرانی بادشاہ تھے جس کا تذکرہ شاہنامہ فردوسی میں مفصل ہے یعنے یہ جاہ وحشم اور سلطنت والے دنیا کو چھوڑ کر چل بسے دنیا نے ان سے وفا نہ کی اس لئے دنیا میں دل لگانا سراسر نادانی ۔

۱
حالیا مصلحت وقت دراں مے بینم
اب مصلحت وقت یہی ہے - کہ
کہ کشم رخت بمیخانہ وخوش بنشینم
شراب خانہ میں جاؤں اور خوش خوش بیٹھوں

۲
جز صراحی و کتابم نبود یار و ندیم
صراحی شراب اور کتاب کے بغیر کوئی یار اور دوست نہیں ہے
تا حریفان دغا را بجہاں کم بینم
تا دغا باز دوستوں کو جہاں میں کم دیکھوں

۳
بسکہ در خرقہ سالوس زدم لاف صلاح
چونکہ فریب کے خرقہ میں لوگوں کو کہتا تھا کہ یہی نیکی ہے
شرمسار رخ ساقی و مے رنگینم
اب ساقی سے اور رنگین شراب سے شرمندہ ہوں

۴
جام مے گیرم و از اہل ریا دور شوم
شراب کا پیالہ پکڑوں اور ریاکاروں سے دور رہوں
یعنے از اہل جہاں پاکدلے بگزینم
یعنے دنیاداروں سے کنارہ کروں اور کسی پاکدل کی صحبت

۵
سر بآزادگی از خلق برآرم چو سرو
اگر یہ موقع ملے کہ دنیا سے پیچھا چھڑاؤں
گر دہد دست کہ دامن ز جہاں
تو سرو کی طرح خلق میں آزادگی کیساتھ سر بلند

۶
سینہ تنگ من و بار غم او ہیہات
میرا تنگ سینہ اور اسکے غم کا بوجھ افسوس ہے
مرد ایں بار گراں نیست دل مسکینم
میرا مسکین دل اس بوجھ کا متحمل

۷
دل و جانم بخیال سر زلف تو بسوخت
میرا دل اور جان اس کے زلف کے تصور میں جل گئی
ور گواہ بایدت اینک نفس مشکینم
اگر گواہ کی ضرورت ہو تو میرا مشکبار دم

۸ بر دلم گرد ستمہاست خدایا مپسند
میرے دل پر ستم کا غبار ہے، خدا کیلئے پسند نہ کر
کہ مکدر شود آئینہ مہر آئینم
کہ یہ آئینہ محبت والا مکدر ہو جاوے

۹ بندۂ آصف عہدم دلم آزردہ مکن
میں آصف وقت کا بندہ ہوں میرا دل رنجیدہ نہ کر
اگر دم زنم از چرخ بخواہد کینم
کہ اگر میں آہ کروں تو آسمان سے بدلہ لیگا

من اگر رند خراباتم وگر حافظ شہر
اگر میں خرابات کا رند ہوں یا شہر کا حافظ ہوں
ایں متاعم کہ تو می بینی و کمتر زینم
یہ جو کچھ تو مجھ میں دیکھتا ہے میں اس سے کمتر ہوں

۱ حجاب چہرۂ جان مے شود غبار تنم
میرے جسم کا غبار جان کا حجاب ہو رہا ہے
خوشا دمی کہ ازیں چہرہ پردہ بر فگنم
یہ اچھا وقت وہ ہے جب اس چہرے پر سے پردہ اٹھا دونگا

۲ چنیں قفس نہ سزائی من خوش الحان ست
اس قسم کا پنجرہ مجھ جیسے خوش الحان کے لائق نہیں
روم بگلشن رضوان کہ مرغ آں چمنم
بہشت کے باغ میں جاؤں کہ اس چمن کا مرغ ہوں

۳ عیاں نشد کہ چرا آمدم کجا بودم
یہ ظاہر نہ ہوا کہ اس جگہ کس لئے آیا اور کہاں تھا
دریغ و درد کہ غافل ز کار خویشتنم
افسوس اور صد افسوس کہ اپنے کام سے غافل ہوں

۴ چگونہ طوف کنم در فضائے عالم قدس
عالم قدس کے فضا میں کس طرح چکر لگاؤں
چو در سراچہ ترکیب تختہ بند تنم
جب اس دنیا میں جسم کا مقید ہوں

۵ اگر ز خون دلم بوئے عشق مے آید
اگر میرے دل سے عشق کی بو آتی ہے
عجب مدار کہ ہمدرد نافۂ ختنم
تو تعجب نہ کر کیونکہ نافہ ختن کا ہمدرد ہوں

مرا کہ منظر حور ست مسکن و ماوائے
جبکہ میرا گھر اور رہنے کی جگہ حوروں کی جگہ ہے
چرا بکوئی خراباتیاں بود وطنم
تو خراباتیوں کے کوچہ میں میرا وطن کیوں ہو

طراز پیرہن زرکشم مبیں چوں شمع	۷	کہ سوزہاست نہانی درون پیرہنم
میرے زریں لباس کیطرف مت دیکھ کہ شمع کیطرح		پیرہن کے نیچے پوشیدہ سوز ہے

بیا و ہستی حافظ ز پیش او بردار	۸
آ اور حافظ کی ہستی کو قطع کر دے	
کہ با وجود تو کس نشنود ز من کہ منم	
کہ تیری موجودگی میں مجھ سے کوئی نہیں سنتا کہ میں ہوں	

۱- اس غزل میں خواجہ حافظ رحمۃ اللہ علیہ نے تصوف کے تمام نکات حل کر دیئے ہیں کہ وہ وقت نہایت اچھا ہوگا جب مرغ روح قفس عنصری سے پرواز کریگی۔ یہ خاکی جسم لطف روح کا حجاب ہو رہا ہے جب یہ حجاب دور ہوگا۔ اس وقت روح عالم ملکوت کی طرف پرواز کرے گی؛

۲- یہ قفس عنصری ایسے خوش الحان مرغ کے لائق نہیں ہے میرا گونسلہ تو بہشت کے باغ میں ہونا چاہیئے کہ وہی اصلی جگہ میری رہائش کی ہے؛

۳- یہ سوال ہر ایک متفکر دماغ میں پیدا ہوتا ہے کہ ہم کیا ہیں اور کہاں سے آئے ہیں اور اس جگہ کیوں آئے اور کہاں جائیں گے اور علیٰ ہذا القیاس خواجہ حافظ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ ایسے سوال ہیں کہ ان کا جواب کوئی شخص نہیں دے سکتا افسوس ہے کہ یہی سوالات ہماری اپنی ذات کے متعلق ہیں اور ان کا جواب حاصل کرنے کی کوشش سب سے مقدم ہونی چاہیئے اگر ہم ہیں تو ایسے کاموں میں مشغول ہیں جو ہمارے متعلق نہیں ہیں اگر دولت جمع کرتے ہیں تو وہ اسی جگہ رہ جائیگی اور اگر فرزند کی خواہش ہے تو وہ ساتھ نہ دے گا اور اسی طرح دنیا کا کوئی کام ہمارے فائدہ کا نہیں مگر جو بات اپنے معرفت ضروری ہے اسکی طرف سے ہم غافل ہیں مناسب ہے کہ سب سے پہلے اسی کو حل کریں

۴- یہ دنیا کثیف عالم ہے اور عالم ارواح لطیف ہے جبتک اس کثافت میں پھنسا ہوا ہوں بلند مراتب کی طرف کس طرح عروج کر سکتا ہوں خواہشات نفسانی اور وسوسہ شیطانی انسان کو روحانی درجات حاصل کرنے نہیں دیتے ہیں

۶- اصل گھر میرا وہ ہے جہاں ہر طرف یار کا حسن بغیر حد و شکل میں صاف نظر آتا ہے۔ یہ مصیبت کا گھر اور خراب جگہ یعنے دنیا میرے رہنے کے لائق نہیں ہے؛

۷- اگر شمع کو بغور دیکھا جائے تو اس کا زرین شعلہ خوشنما معلوم ہوتا ہے اور ایسا نظر آتا ہے کہ گویا سونے کا تاج سر پر رکھا ہوا ہے لیکن در حقیقت وہ آگ ہے جو شمع کو جلا رہی ہے یعنے میری ظاہری حالت سے باطن کا قیاس نہ کرو +

۸- اس شعر میں وحدت وجود کے مسئلہ کو حل کر دیا ہے کہ اگر موجود ہے تو تیری ہستی ہے۔ میری ہستی موہومہ ہے اسے فنا کر دے یہ نہیں ہو سکتا کہ تو بھی موجود ہو اور میں یہ کہوں کہ میں بھی موجود ہوں، یہ تو شرک فی الوجود ہو گیا +؛

۱

خرم آں روز کزیں منزل ویراں بروم
وہ دن نہایت اچھا ہوگا جب اس اجڑی منزل سے کوچ کرونگا

راحت جاں طلبم وز پئے جاناں بروم
میں اپنے معشوق کے پاس جاؤنگا اور راحت جان کی خواہش کرونگا

۲

گرچہ دانم کہ بجائے نبرد راہ غریب
اگرچہ مجھے معلوم ہے کہ غریب منزل مقصود پر نہ پہنچیگا

من ببوئے خوش آں زلف پریشاں بروم
میں زلف پریشان کی خوشبو کے پتہ پر جاؤنگا

۳

چوں صبا با دل بیمار و تن بیطاقت
ہوا کی طرح بیمار دل اور کمزور تن کیساتھ

بہواداری آں سرو خراماں بروم
اس سرو خراماں کی ہواداری میں جاؤنگا

۴

دلم از وحشت زندان سکندر بگرفت
زندان سکندر کی وحشت سے دل گھبرا گیا ہے

رخت بربندم و تا ملک سلیماں بروم
اپنا بستر اٹھاؤں اور سلیمان کے ملک تک جاؤں

۵

در رہ او چو قلم گر بسرم باید رفت
اس کے راستہ میں قلم کی طرح سر کے بل جانا چاہیئے

با دل دردکش و دیدہ گریاں بروم
ایسے دل کیساتھ جو دردکش ہو اور ایسی آنکھوں کے ساتھ جو روتی ہوں جانا ہے

۶

نذر کردم کہ گر ایں غم بسر آید روزے
میں نے منت مانی ہے کہ اگر کسی دن یہ غم رفع ہوجائے

تا در میکدہ شاداں و غزلخواں بروم
شراب خانہ کے دروازہ تک خوش خرم اور غزل گاتا ہوا جاؤنگا

۷

بہواداری او ذرہ صفت رقص کناں
اس کے ہواداری میں ذرہ کی طرح ناچتا ہوا

تا لب چشمۂ خورشید درخشاں بروم
چمکنے والے آفتاب کے چشمہ کے کنارہ تک جاؤنگا

۸

نازکاں را چو غم حال گرفتاراں نیست
نازک مزاجوں کو جب گرفتار محبت کا غم نہیں ہے

ساربانان مددی تا خوش و آساں بروم
اے ساربانوں مدد کرو تا خوش اور بآسانی چلا جاؤں

۹

ور چو حافظ نبرم رہ ز بیاباں بیروں
اگر حافظ کی طرح اس بیابان سے باہر کا راستہ نہ ملے

ہمرہ کوکبۂ آصف دوراں بروم
تو آصف دکن کی فوج کے ہمراہ جاؤں گا

۱۔ حافظ خواجہ رح کا یہ خیال ہے کہ ہم عالم ملکوت سے آئے اور کسی اور عالم کی طرف سفر کر رہے ہیں اور یہ عالم

ہماری منزل مقصود ہے جس طرح ایک مسافر نے سفر میں ضرورتاً کوئی ایک جگہ مقام کرنا ہوتا ہے اسی طرح ہم نے آخرت کی طرف سفر کرتے ہوئے اس جگہ اس دنیا میں بھی چند روزہ قیام کیا ہے ہر ایک شخص ... تا ہے کہ ایسی منازل میں آرام و آسائش کے سامان کہاں میسر ہو سکتے ہیں یہ ویران جگہ ہے اس لیے وہ وقت تجارت اچھا ہوگا جب یہاں سے کوچ کریں گے اور رحلت کرتے ہوئے منزل مقصود کے قریب ہوتے جائیں گے۔

۲۔ اگرچہ ہمیں معلوم ہے کہ اپنی کوشش سے کچھ نہیں بنتا اور ہم اس طرح منزل مقصود پر نہیں پہنچ سکتے مگر یہ امید ہے کہ اس زلف معطر کی خوشبو سونگھتے سونگھتے ہم اس زلف تک پہنچ سکتے ہیں یعنے صفات آلہی میں جو نور ذات نظر آتا ہے وہ رہنما ہے زلف سے مراد صفات آلہی ہیں جو عارض ذات پر پریشان ہیں۔

۳۔ ہوا کی دھیمی رفتار ایک بیمار کی رفتار کے مشابہہ ہے۔ جو آہستہ آہستہ قدم اٹھاتا ہے۔ جس کے جسم میں طاقت نہیں ہے معنے یہ ہیں کہ آہستہ آہستہ منزل مقصود تک پہنچ جاویں گے۔

۴۔ زندان سکندر۔ شیراز کا نام ہے اور "ملک سلیمان" شہر یزد کو بھی کہتے ہیں۔ خواجہ حو کے وقت یزد بہ نسبت دیگر بلاد ایران زیادہ خوشحال تھا۔ اس جگہ کے لوگ اور حاکم اکثر خواجہ رح کو مدعو کرتے تھے چنانچہ خواجہ رح بھی ان کی تعریف میں کہتے ہیں کہ اے صبا با ساکنان شہر یزد از ما بگو + کائے سر ناحق شناساں گوئی میدان شما
گرچہ دوریم از بساط قرب ہمت دور نیست + بندۂ شاہ شمائیم و ثنا خوان شما

شیراز اور اہل شیراز اگرچہ بعض اوقات دل برداشتہ ہوتے مگر وطن کی محبت ہمیشہ سفر سے مانع رہی اسکے زندان سے مراد دنیا یا جسم عنصری ہے اور سکندر سے مراد روح ہے اور ملک سلیمان سے مراد عالم ملکوت ہے بلکہ اس سے بھی بلند تر مرتبہ عالم لاہوت ہے۔

۵۔ قلم کی مناسبت نہائت عمدہ ہے کہ ایک آواز بوقت تحریر پیدا ہوتی ہے جو درد دل کا اظہار کرتی ہے اور دیدہ گریاں بھی ہے اور سر کے بل چلتا ہے۔

۷۔ ملاحظہ ہو۔ چو ذرہ گرچہ حقیرم ببین بدولت عشق + کہ در ہوائے رخت چون بمہر پیوستم
اور نیز کمتر از ذرہ نۂ پست مشو مہر بورز + تا بخلوتگہ خورشید رسی چرخ زناں
ذرہ سے مراد ہمارا وجود مقید ہے اور آفتاب سے مراد وجود مطلق۔

۸۔ بعض نسخوں میں یہ اس طرح ہے
نازکاں را چو غم حال گرانباراں نیست + سارباناں مددی تا خوش و آساں بردم
اور بعض جگہ "نازکاں" کی بجائے "تازیاں" ہے۔ اور سار باناں کی جگہ تجار سایاں ہے بہرحال معنے آسان ہیں۔

---

۱ خیال روی تو در کارگاہ دیدہ کشیدم
تیرے چہرہ کا تصور میں نے آنکھ میں کھینچا (دیکھا تو)
بصورت تو نگاری ندیدم و نشنیدم
تیری شکل کا کوئی معشوق دیکھا نہ سنا

۲ امید خواجگیم بود بندگی تو کردم
اس امید پر کہ آقا بن جاؤں گا تیری بندگی کی
ہوای سلطنتم بود خدمت تو گزیدم
مجھے سلطنت کی خواہش تھی تیری بندگی کی

۳ اگرچہ در طلبت ہمعنان باد شمالم

اگرچہ تیری جستجو میں شمالی ہوا کے ساتھ ساتھ چلتا ہوں

بگرد سرو خرامان قامتت نرسیدم

مگر تیرے بلند قد کے گرد کو بھی نہ پہنچ سکا

۴ امید در سر زلفت بروز عہد بہ بستم

روز ازل سے تیری زلف سے امید وابستہ تھی

طمع بدور دہانت ز کام دل ببریدم

مگر اتنا سمجھ لیا کہ تیری لب تک رسائی ناممکن ہے

۵ گناہ چشم سیاہ تو بود و ناوک غمزہ

تیری سیاہ آنکھ اور اس کے غمزہ کے تیر کا قصور ہے

کہ من چو آہوی وحشی ز آدمی برمیدم

کہ میں وحشی ہرن کی طرح آدمی سے ڈر کر بھاگتا ہوں

۶ ز شوق چشمۂ نوشت چہ قطرہا کہ فشاندم

شوق سے میں نے آنکھوں سے کسقدر آنسوؤں کے قطرے گرائے ہیں

ز لعل روح فزایت چہ عشوہا کہ خریدم

تیرے لعل لب روح فزا سے کسقدر عشوہ خرید کئے ہیں

۷ ز غمزہ بر دل ریشم چہ تیرہا کہ گشادی

میرے زخمی دل پر غمزہ سے کسقدر تو نے تیر مارے ہیں

ز غصہ بر سر کویت چہ بارہا کہ کشیدم

اور غصہ و رنج سے کسقدر محنت کا بوجھ میں نے تیری کوچہ میں اٹھایا

۸ ز کوی یار بیار ای نسیم صبح غباری

اے باد صبا یار کے کوچہ سے غبار اڑا لا

کہ بوی خون دل ریش ازان غبار شنیدم

کہ اس غبار سے دل کے خون کی بو سونگھتا ہوں

۹ چو غنچہ بر سرم از کوی او گذشت نسیمی

غنچہ کی طرح نسیم میرے سر سے اس کے کوچہ سے آتی ہوئی گذر گئی

کہ پردہ بر دل خونین بہوای او بدریدم

کہ میں نے اپنے [illegible] اداری میں [illegible] پردہ پھاڑ ڈالے

۱۰ بخاک پای تو سوگند نور دیدۂ حافظ

تیرے خاک پا کی قسم کہ تو حافظ کی آنکھوں کا نور ہے

کہ بی رخ تو فروغ از چراغ دیدہ ندیدم

کیونکہ تیرے رخ کے بغیر چراغ چشم میں نور نہیں دیکھتا

۲-۵ ❊ ہر کہ خدمت کرد او مخدوم شد ❊ ہر کہ خود را دید او محروم شد

کامل اطاعت ہی سے آزادی حاصل ہوتی ہے بندگی ہی سے شاہی نصیب ہوتی ہے

۱ خیال روی تو گر بگذرد بگلشن چشم
اگر تیرے چہرہ کا خیال آنکھ کے باغ میں گزرے

دل از پی نظر آید بسوی روزن چشم
تو دل دیکھنے کے لئے آنکھ کے روزن میں آجائے

۲ بیا که لعل و گهر در نثار مقدم تو
آ کہ لعل و گوہر تیرے قدم پر نثار کردوں

ز گنج خانهٔ دل میکشم بمخزن چشم
کہ دل کے خزانہ سے آنکھ کے مخزن کیطرف لعل و گوہر لا رہا ہوں

۳ سزای تکیه گهت منظری نمی بینم
کوئی جگہ تیرے آرام کے لئے نظر نہیں آتی

منم بعالم و این گوشهٔ معین چشم
البتہ دنیا میں ایک میں ہوں اور یہ معین صورت کی آنکھ ہے

۴ سحر سرشک روانم سر خرابی داشت
صبح کے وقت آنسو رواں ہو کر خرابی برپا کرنیوالے تھے

گرم نه خون جگر میگرفت دامن چشم
اگر میرے جگر کا خون آنکھ کا دامن نہ پکڑتا

۵ نخست روز که دیدم رخ تو دل میگفت
پہلے ہی دن جب تیرا چہرہ دیکھا تو دل کہتا تھا

اگر رسد خللی خون من بگردن چشم
اگر کوئی خلل واقع ہو تو میرا خون چشم کی گردن پر ہوگا

۶ ببوی مژدهٔ وصل تو تا سحر همه شب
تیرے وصل کی خوشخبری کی امید پر تمام رات صبح تک

براه باد نهادم چراغ روشن چشم
آنکھ کا روشن چراغ ہوا کے راستہ پر رکھا

۷ بمردمی که دل دردمند حافظ را
تجھے مردانگی کی قسم کہ حافظ کے دردمند دل کو

مزن بناوک دلدوز مردم افگن چشم
آدمیوں کو ہلاک کرنیوالی آنکھ کے تیر دل دوز سے مت مار

۱- گویا آنکھ ایک باغ ہے اگر معشوق کا خیال اس باغ میں گذرے یعنے آنکھ میں معشوق کا تصور آئے تو دل بھی اس روزن سے یہ دلکش نظارہ دیکھنے کے لئے جھانکنے لگے یعنے دل خون ہوکر آنکھوں کے راستہ بہ نکلے؛

۲- دل ایک خزانہ ہے اور آنکھ اس کا مخزن ہے۔ لعل و گوہر سے مراد ہے آنسو اور آنکھ کے پانی قطرے ہیں؛

۱ خیز تا از در میخانه گشادی طلبیم
اٹھ کر آ کہ شراب خانہ کے دروازہ پر کشائش کی دعا کریں

بر در دوست نشینیم و مرادی طلبیم
دوست کے دروازہ پر بیٹھیں اور مراد حاصل کریں

۲

زادِ راہِ حرمِ دوست نداریم مگر
دوست کے مقدس مقام تک پہنچنے کیلئے راستہ کا خرچ نہیں رکھتا ہوں

بگدائے ز درِ میکدہ زادی طلبیم
گداگری کرکے شراب خانہ کے دروازہ پر زادِ راہ حاصل کریں

۳

اشکِ آلودۂ ما گرچہ روانست ولی
اگرچہ میرے آنسو رواں ہیں مگر

برسالت سوئے آں پاک نہادی طلبیم
پیغام اس نیک ذات کی طرف بھیجکر اپنا حال بیان کریں

۴

لذتِ داغِ غمت بر دلِ ما باد حرام
تیرے غم کے داغ کی لذت میرے دل کے لئے حرام ہو

اگر از جورِ غمِ عشقِ تو دادی طلبیم
اگر تیرے عشق کے ظلم سے انصاف طلب کروں

۵

نقطۂ خالِ تو بر لوحِ بصر نتواں زد
تیرے خال کا نقطہ بصارت کی تختی پر نہیں ڈال سکتا

مگر از مردمکِ دیدہ مدادی طلبیم
اتنا ہو سکتا ہے کہ آنکھ کی سیاہی سے کام چلایا جائے

۶

عشوہ از لبِ شیریں تو دل خواست بجاں
تیرے شیریں لب سے دل نے جان کے عوض بوسہ کی آرزو کی

بشکرخندہ لبت گفت مرادی طلبیم
ہنستے ہوئے تیرے لب سے نکلا کہ مراد حاصل کریں گے

۷

تا بود نسخۂ عطرے دلِ سودازدہ را
بیسکہ دیوانہ دل کے لئے عطر کا نسخہ

از خطِ غالیہ سائے تو سوادی طلبیم
تیرے معطر گیسو کی سیاہی سے تیار ہو سکتا ہے

۸

چوں غمت را نتواں یافت مگر در دلِ شاد
چونکہ تیرا غم سوائے ایسے دل کے جو خوش ہو مل نہیں سکتا

ما بامیدِ غمت خاطرِ شادی طلبیم
اس لئے تیرے غم کی امید پر اپنا دل خوش کریں

۹

بر درِ مدرسہ تا چند نشینی حافظ
اے حافظ مدرسہ کے دروازہ پر کب تک بیٹھا رہیگا

خیز تا از درِ میخانہ کشادی طلبیم
اٹھ کر آ کہ شراب خانہ کے دروازہ پر کشائش حاصل کریں

۱۔ شرابِ عشق کے نشہ میں مطلب حاصل ہو سکتا ہے۔ اور اسی عشق کے ذریعہ سے مرادِ دل بر آتی ہے۔
۲۔ "عالمِ قدس" تک عشق کے ذریعہ سے رسائی حاصل ہو سکتی ہے۔

۱
خیز تا خرقهٔ صوفی بخرابات بریم
اُٹھ کر آ کہ صوفی کا خرقہ خرابات میں لے جاویں
زرق و طامات ببازار خرافات بریم
فریب اور مکر کو خرافات کے بازار میں فروخت کریں

۲
تا همه خلوتیان جام صبوحی گیرند
تاکہ سب گوشہ نشین زاہد صبح کا جام پیویں
چنگ صبحی بدر پیر مناجات بریم
ہم صبح کا نغمہ پیر مناجات کے دروازہ پر شروع کریں

۳
ور نهد در رهِ ما خار ملامت زاهد
اگر میرے راستہ میں زاہد ملامت کے کانٹے بوئے
از گلستانش بزندان مکافات بریم
تو اسے اس کے باغ سے ہم مکافات کے قیدخانہ میں لے جائینگے

۴
شرم می آیدم از خرقهٔ آلودهٔ خویش
اپنے خرقہ سے جو گناہ سے آلودہ ہے مجھے شرم آتی ہے
که بدین فضل و هنر نام کرامات بریم
کہ اس فضل و ہنر کے ساتھ کرامات کا نام لیتا ہوں

۵
قدر وقت ار نشناسد دل و کاری نکند
اگر دل وقت کی قدر نہ کرے اور کوئی کام نہ کرے
بس خجالت که ازین حاصل اوقات بریم
کس قدر شرمندگی ہوگی کہ وقت ضایع کیا

۶
سوی رندان قلندر بره آورد سفر
رند قلندروں کے پاس سوغات
دلق پشمینه و سجاده بطامات بریم
پشمینہ گودڑی اور بیہودگی کا سجادہ لایا ہوں

۷
با تو آن عهد که در وادی ایمن بستیم
وہ عہد جو تم سے ہمنے وادی ایمن میں باندھا تھا
همچو موسی ارنی گوی بمیقات بریم
موسیٰ کی طرح اَرِنی کہتے ہوے محشر میں لے جاویں گے

۸
فتنه میبارد ازین طاق مقرنس برخیز
اس آسمان سے فتنہ کی بارش ہوتی ہے اُٹھ کر آ کہ
تا بمیخانه پناه از همه آفات بریم
شراب خانہ میں تمام آفتوں سے پناہ حاصل کریں

۹
در بیابان فنا گم شدن آخر تا چند
فنا کے بیابان میں گمراہ ہونا کب تک
ره بپرسیم مگر پی بمهمات بریم
راہ دریافت کریں اور منزل مقصود تک پہنچیں

۱۰
باده نوشیدن پنهان نه نشان کرم است
شراب پوشیدہ پینا کرم کی نشانی نہیں ہے
این میانجی برارباب کرامات بریم
یہ شکایت صاحب کرم کے پاس کرتے ہیں۔

خاک کوئے تو بصحرائے قیامت فردا
تیرے کوچہ کی خاک کل میدان قیامت میں

۱۱ ہمہ بر فرق سر از بہر مکافات بریم
اپنے سر پر ڈال کر فخر کریں گے

۱۲ حافظ آب رخ خود بر در ہر سفلہ مریز
اے حافظ اپنی آبرو ہر ایک کمینہ کے دروازہ پر مت گرا

حاجتے آں بہ کہ بر قاضی حاجات بریم
حاجت حاجتوں کو پورا کرنیوالے خدا کے پاس عرض کرنا بہتر ہے

۷۔ "وادی ایمن" وہ جگہ ہے جہاں حضرت موسیٰ کو پیغمبری عطا ہوئی تھی۔ "میقات" وہ مقام ہے جہاں حاجی احرام حج باندھتے ہیں لفظی ترجمہ اس کا "کام کرنے کا وقت" ہے۔ اس جگہ محشر مراد ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے استدعا کی تھی کہ "رب ارنی" اے خدا تو مجھے اپنا آپ دکھلا۔ جواب ملا کہ "لن ترانی" تو مجھے نہیں دیکھ سکتا۔ شعر کا مطلب ہے کہ وادی ایمن یعنے عالم ارواح میں ہم نے ایک عہد خدا تعالےٰ سے باندھا ہوا تھا اللہ تعالےٰ نے فرمایا تھا کہ "الست بربکم" کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں ہم نے جواب دیا تھا "بلیٰ" بے شک تو ہمارا رب ہے اسوقت ہمیں اس کا دیدار میسر تھا۔ ہم اُسے دیکھ رہے تھے اور ہمیں یقین تھا کہ ہمارا رب موجود ہے اسی لیئے تو فوراً کہہ دیا ہاں تو ہمارا رب ہے۔ اب یہ عہد عبودیت ہم نے اس دنیا میں وفا کیا ہے۔ حشر تک اس کو وفا کریں گے اور اس کے عوض "رب ارنی" کا تقاضا کریں گے تاکہ جلوۂ ربوبیت نظر آئے خواجہ حافظ علیہ الرحمۃ کا مطلب یہ ہے کہ رب معشوق حقیقی ہے اور عبد عاشق ہے اور عشق دونوں میں رابطہ ہے اور یہی تعلق اور رشتہ اور عہد دونوں میں ہے۔ ہمارا کام جو کچھ تھا ہم نے وفا کیا۔ اب اس کا کام یہ ہے کہ دیدار اور وصل سے شاد کام کرے۔

در خرابات مغاں گر گذر افتد بازم
پیر مغاں کی خرابات میں اگر دوبارہ گذر ہو جائے

۱ حاصل خرقہ و سجادہ رواں در بازم
تو جو کچھ خرقہ اور سجادہ سے حاصل کیا ہے نذر کر دوں

حلقۂ توبہ گر امروز چو زہاد زنم
اگر زاہدوں کی طرح توبہ کی زنجیر آج کھٹکھٹاؤں

۲ خازن میکدہ فردا نکند در بازم
شراب خانہ کا داروغہ کل دروازہ نہ کھولیگا

در چو پروانہ دہد دست فراغ البالی
اگر پروانہ کی طرح فارغ البالی حاصل ہو

۳ جز بداں عارض شمعے نبود پروازم
اس شمع رخ تک ہی میں پرواز کروں

۴ ماجرائی دل سرگشته نگویم با کس
اپنے سرگشتہ دل کا حال کسی اور سے بیان نہیں کرتا
زانکه جز تیغ غمت نیست کسے دمسازم
کیونکہ تیری غم کی تلوار کے سوا کوئی اور دمساز نہیں ہے

۵ صحبت حور نخواہم کہ بود عین قصور
حور کی صحبت کی خواہش نہیں کیونکہ یہ عین قصور ہے
با خیال تو اگر با دگرے پردازم
اگر تیرے خیال کے سوا کسی اور کیساتھ تعلق پیدا کر لیا

۶ سر سودائی تو در سینه بماندی پنهان
تیری سودا کا راز میرے سینہ میں پوشیدہ رہتا
چشم تردامن اگر فاش نکردی رازم
اگر تر دامن (گنہگار) آنکھ میرا راز فاش نہ کرتی

۷ مرغ سان از قفس خاک ہوائی گشتم
مرغ کی طرح خاک کے پنجرہ سے اڑوں گے
بامیدے کہ مگر صید کند شہبازم
اس امید پر کہ مجھے شہباز شکار کرے گا

۸ ہمچو چنگم بکنار آر و بده کام دلم
چنگ کی طرح مجھے بغل میں رکھ اور میری مراد پوری کر
یا چو نے از لب خود یک نفسے بنوازم
یا بانسری کی طرح ایک دم اپنے لب سے ملا کر نوازش فرما

۹ گر بہر موی سری بر تن حافظ باشد
اگر حافظ کے تن پر بالوں کی جگہ سر ہوں گے
ہمچو زلفت ہمہ را در قدمت اندازم
تیری زلف کی طرح سب کو تیرے قدموں پر ڈال دوں گا

۱ در خرابات مغاں نور خدا می بینم
خرابات مغاں میں خدا کا نور دیکھ رہا ہوں گے
وین عجب بین کہ چہ نوری ز کجا می بینم
کیا عجب بات ہے کہ نور ہے اور کہاں دیکھتا ہوں

۲ کیست دردی کش این میکده یارب کہ درش
یا الہی اس شرابخانہ میں کون تلچھٹ پینے والا ہے کہ اسکا دروازہ
قبلہ حاجت و محراب دعا می بینم
قبلہ حاجت اور محراب دعا دیکھتا ہوں گے

۳ جلوه بر من مفروش ای ملک الحاج کہ تو
اے حاجیوں کے سردار تو مجھ پر فخر نہ کر کہ تو
خانه می بینی و من خانه خدا می بینم
گھر دیکھتا ہے اور میں گھر کے مالک کو دیکھتا ہوں گے

۴

سوزِ دل اشکِ رواں آہِ سحر نالۂ شب
دل کی سوزش آنسوؤں کی روانی صبح کی آہیں رات کی فریاد

ایں ہمہ از اثرِ لطفِ شمامی بینیم
یہ سب کچھ آپ کے لطف کی اثر کی وجہ سے دیکھتا ہوں

۵

خواہم از زلفِ بتاں نافہ کشائی کردن
خواہش تو یہ ہے کہ معشوقوں کی زلفوں کو کھولکر خوشبو پھیلادوں

فکرِ دور است ہمانا کہ خطا می بینیم
یہ دُور کی بات ہے اور ایسی خواہش سراسر خطا ہے

۶

ہر دم از روئے تو نقشی زندم راہِ خیال
ہر دم تیرے چہرہ کا تصور میری خیال میں نقش ہو جاتا ہے

با کہ گویم کہ دریں پردہ چہا می بینیم
میں یہ بات کس کو کہوں کہ اس پردہ میں کیا دیکھ رہا ہوں

۷

کس ندید است ز مشکِ ختن و نافہ چیں
ختن کے مشک اور چین کے نافہ سے کسی نے وہ بات نہیں دیکھی

آنچہ من ہر سحر از بادِ صبا می بینیم
جو کہ میں ہر صبح بادِ صبا سے دیکھ رہا ہوں

۸

نیست در دائرہ یک نقطہ خلاف از کم و بیش
دائرہ میں ایک نقطہ بھی کم و بیش خلاف نہیں ہے

کہ من ایں مسئلہ بے چون و چرا می بینیم
میں اس مسئلہ پر بغیر چون و چرا کے یقین کرتا ہوں

۹

دوستاں عیبِ نظر بازیِ حافظ مکنید
اے دوستو حافظ کی نظر بازی پر اس کا عیب نہ کرو

کہ من او را ز محبانِ خدا مے بینیم
کہ میں اس کو محبانِ خدا سے سمجھتا ہوں۔

۱۔ خرابات مغاں سے مراد مقام عشق ہے۔

۳۔ حاجی تو صرف خانہ خدا کو دیکھتے ہیں اور ہم خدا کو دیکھتے ہیں۔

۴ بوئے گل، نالۂ دل، دودِ چراغِ محفل + جو تیری بزم سے نکلا وہ پریشاں نکلا۔ (غالب)

۸۔ خواجہ رحہ نے بعض اشعار میں دائرہ اور نقطہ کے مضمون کو مختلف پیرائے میں ادا کیا ہے۔ ایک مقام پر فرماتے ہیں کہ

چو نقطہ گفتمش اندر میانِ دائرہ آئے + بخندہ گفت کہ حافظ برو چہ پرگارے

ایک اور مقام پر اس طرح فرماتے ہیں کہ ؎

در دائرۂ قسمت ما نقطۂ پرگاریم + لطف آنچہ تو اندیشی حکم آنچہ تو فرمائی

نقطۂ عشق نمودم بتو ہاں سہو مکن + ورنہ چوں بنگری از دائرہ بیروں باشی

۸۔ دائرہ وجود میں غیر بالکل موجود نہیں ہے۔ مجھے عین الیقین ہے کہ یہ مسئلہ وحدت وجود صحیح ہے۔ ایک اور مقام پر فرماتے ہیں ؎ عاقلاں نقطۂ پرگارِ وجودند ولے + عشق داند کہ دریں دائرہ سرگردانند

۱
درد از یار است و درمان نیز ہم
درد بھی یار کی طرف سے ہے اور اسکا علاج بھی اسکی طرف سے ہے
دل فدائی او شد و جاں نیز ہم
دل اسپر نثار ہے اور جان بھی اسپر قربان ہے

۲
آنکہ میگویند آں بہتر ز حسن
یہ جو کہتے ہیں کہ حسن سے "آن" بہتر ہے
یار ما ایں دارد و آں نیز ہم
میرا یار وہ بھی رکھتا ہے اور یہ بھی رکھتا ہے

۳
ہر دو عالم یک فروغ روئے اوست
دونوں جہان اسکے روئے روشن کی ایک تجلّے ہیں
گفتمت پیدا و پنہاں نیز ہم
خواہ وہ ظاہر ہوں یا پوشیدہ

۴
داستاں در پردہ میگوئی ولے
تو داستان پوشیدہ بیان کرتا ہے
گفتہ خواہد شد بدستاں نیز ہم
لیکن آشکارا اور بے پردہ بھی بیان کرنا ہوگا

۵
یار بازا کنوں قصد جانِ ما
یار پھر میری جان کے پیچھے لگا ہوا ہے
عہد را بشکست و پیماں نیز ہم
اس نے عہد اور پیمان کو توڑ ڈالا

۶
خون ما آں نرگس مستانہ ریخت
اس مست آنکھ نے میرا خون گرایا
واں سر زلف پریشاں نیز ہم
اور اس زلف پریشان نے بھی یہی کام کیا

۷
عاشق از مفتی نترسد می بیار
عاشق کو مفتی کا ڈر نہیں ہے شراب لا
بلکہ از یرغوئے سلطاں نیز ہم
بلکہ بادشاہ کے محتسب کا بھی خوف نہیں ہے

۸
اعتمادی نیست بر کار جہاں
دنیا کے کام پر بھروسہ نہیں ہے
بلکہ بر گردونِ گرداں نیز ہم
بلکہ اس آسمان پر بھی نہیں ہے

۹
چوں سر آمد دولت شبہائے وصل
جبکہ وصل کی راتیں گذر گئیں
بگذرد ایّام ہجراں نیز ہم
فرقت کے دن بھی کٹ جاویں گے

۱۰
محتسب داند کہ حافظ مے خورد
کوتوال جانتا ہے کہ حافظ شراب پیتا ہے
و آصف ملک سلیماں نیز ہم
اور سلیمان کے ملک کا آصف بھی جانتا ہے

از غم خویش چنان شیفتہ کردی بازم
مجھے تو نے اپنے غم کا ایسا عاشق بنا رکھا ہے
ہر کہ از نالۂ شبگیر من آگاہ شود
جو شخص میرے راتوں کے نالے سے واقف ہو جاتا ہے

۱ کز خیال تو بخود نیز نمی پردازم
کہ تیرا خیال چھوڑ کر میں اپنے آپ کی خبر نہیں لیتا

۲ ہیچ شک نیست کہ چوں روز بدانداز آزم
اس میں شک نہیں کہ روز روشن کی طرح میرا راز ظاہر ہو جائیگا

گفتہ بودی کہ نبردہ کہ ز ہجرم چونے
تو نے مجھ سے دریافت کیا تھا کہ فرقت میں کیا حال ہے

۳ آنچنانم کہ بہ بینی و ندانی بازم
میں ویسا ہوں جیسا تو مجھے دیکھ رہا ہے اگرچہ تو پہچان نہیں سکتا

بعد ازیں بارخ خوب تو نظر خواہم باخت
اس کے بعد تیرے خوبصورت چہرہ پر نظر جمائے رکھونگا

۴ گو ہمہ خلق بدانند کہ شاہد بازم
خواہ تمام دنیا مجھ سے یہ کہے کہ میں حسن پرست ہوں

عہد کردی کہ بسوزی ز غم خویش مرا
تو نے اقرار کیا تھا کہ اپنے غم میں مجھے جلائے گا

۵ ہیچ نغزت تو بسوز کہ من بیسازم
کچھ فکر کی بات نہیں ہے تو مجھے جلا میں تو لطف پیدا کروںگا

آنچناں بر دل من ناز تو خوش می آمد
میرے دل کو تیرا ناز ایسا پسند ہے

۶ کہ حالات بکشم گر بکشی از نازم
کہ اگر تو مجھے ناز سے قتل کرے تو میرا خون حلال ہے

اگر از دام تو خود نیز خلاصم بخشی
اگر تو مجھے اپنے دام سے خود آزاد کر دے

۷ ہم بخاک سر کوئے تو بود پروازم
تو بھی تیری گلی کی خاک تک ہی میں پرواز کرونگا

۸
حافظ ار جان ندہد بہر تو چوں پروانہ
اگر حافظ پروانہ کی طرح تیرے واسطے جان نہ دے
پیش روی تو چو شمعش نفسے بگدازم
تو تیرے چہرہ کے سامنے شمع کی طرح گھل گھل کر مر جائے

در نہانخانۂ عشرت صنمی خوش دارم
عشرت کی خلوت میں ایک نہایت اچھا معشوق رکھتا ہوں

۱ کز سر زلف و رخش نعل در آتش دارم
اس

۲

گر بکاشانهٔ رندان قدمی خواهی زد
تو اگر رندوں کے گھر میں آئے

نقل شیر و شکرین و می بیغش دارم
تو میٹھے میوے اور خالص شراب نقل کیلئے حاضر ہے

۳

ور تو زین دست مرا بی سر و سامان داری
اگر تو اس طرح مجھے بے سر و ساماں بنائے رکھیگا

من به آه سحرت زلف مشوش دارم
میں آہ سحر سے تیری زلف کو پریشان کردونگا

۴

عاشق و رندم و میخواره به آواز بلند
میں عاشق ہوں اور رند ہوں اور شرابی ہوں

این همه منصب از آن شوخ پریوش دارم
یہ تمام منصب مجھے اس شوخ پری وش سے عطا ہوئے ہیں

۵

ور چنین جلوه نماید خط زنگاری دوست
اگر اسی طرح دوست کا سبزہ خط جلوہ کرتا رہیگا

من رخ زرد بخونابه منقش دارم
تو میں اپنے زرد چہرہ کو خون سے منقش کردونگا

۶

ناوک غمزه بیاور زره زلف که من
غمزہ کے تیر زلف کے ذریعہ سے چلا کہ میں

جنگها با دل مجروح بلاکش دارم
زخمی اور بلاکش دل کیساتھ کئی جنگ کر رہا ہوں

۷

یک سر موی بدست من و یک سر با دوست
بال کا ایک سرا میرے ہاتھ میں ہے اور ایک سرا دوست کے ہاتھ میں

سالها بر سر این موی کشاکش دارم
کئی سال گذر گئے کہ اس بال پر کشاکش جاری ہے

۸

حافظا چون غم و شادی جهان در گذرست
اے حافظ جب دنیا میں غم اور خوشی کو قیام نہیں

بهتر آن ست که من خاطر خود خوش دارم
بہتر یہی ہے کہ اپنی طبیعت خوش رکھیں

۱

دوستان وقت گل آن به که بعشرت کوشیم
اے دوستو موسم بہار میں یہی بہتر ہے کہ عیش و عشرت میں کوشش کریں

سخن پیر مغان ست بجان می نوشیم
یہ بات پیر مغاں نے فرمائی ہے شراب اچھی طرح پئیں

۲

نیست در کس کرم و وقت طرب میگذرد
کرم تو کسی شخص میں نہیں اور عیش و طرب کا موسم گذر رہا ہے

چاره آن ست که سجاده بمی بفروشیم
تجویز یہی ہے کہ سجادہ شراب کے عوض بیچ ڈالیں

۳

خوش ہوائیست فرح بخش خدایا بفرست
کیا اچھی ہوا فرحت دینے والی ہے اے خدا

نازنینی کہ برویش مئی گلگوں نوشیم
اس نازنیں کو بھیجدے کہ اس کے سامنے شراب گلگوں پیئیں

۴

ارغوان ساز فلک رہزن اہل ہنر ست
آسمان ارغوان ساز، اہل ہنر کا رہزن ہے

چوں ازیں غصہ ننالیم وچرا نخروشیم
اس غصہ سے کیوں نہ روئیں اور کس لئے فریاد نہ کریں

۵

گل بجوش آمد و از مئی نزدیمش آبی
موسم گل جوش میں ہے اور ہم نے شراب نہ پی

لاجرم ز آتش حرمان ہوس میجوشیم
لاچار ہوس کی بے نصیبی سے جوش پیدا ہو رہا ہے

۶

حافظ ایں حال عجب با کہ تواں گفت کہ ما
حافظ یہ عجیب حال ہے کس سے بیان کریں کہ ہم

بلبلانیم کہ در موسم گل خاموشیم
بلبل ہیں اور موسم گل میں خاموش ہیں

۱

دوش بیماری چشم تو ببرد از دستم
کل تیری بیمار آنکھ نے مجھے بے قرار کردیا

لیکن از لطف لبت صورت جاں می بستم
لیکن تیرے لب کے لطف سے بچنے کی صورت پیدا ہو گئی

۲

عشق من با خط مشکین تو امروزی نیست
تیری سیاہ خط کا عشق مجھے آج سے نہیں،

دیر گاہ است کزیں جام ہلالی مستم
مدت ہوئی کہ اس ہلالی جام سے مست ہوں،

۳

عافیت چشم مدار از من میخانہ نشیں
مجھ شراب خانہ میں بیٹھنے والے سے عافیت کی امید نہ رکھ

کہ دم از خدمت رنداں زدہ ام تا ہستم
کہ میں نے رندوں کی خدمت کا دم بھرا ہی جبتک زندہ ہوں

۴

در رہ عشق از آں سوئی فنا صد خطر ست
عشق کے راستہ میں فنا ہوکر بھی سو خطرہ ہے

تا نگوئی کہ چو عمرم بسر آمد رستم
تو یہ نہ کہنا کہ مرگئے اور بلا ٹلی

۵

بوسہ بر درج عقیق تو حلال ست مرا
تیرے عقیق کی ڈبیا (لب) پر بوسہ دینا حلال ہے

کہ بافسون جفا عہد وفا نشکستم
کہ جفا کے ہوتے میں نے وفا کا عہد نہیں توڑا

۶
بعد ازینم چہ غم از تیر کج انداز حسود
اس کے بعد حاسد کے الٹے تیر کا مجھے کیا غم ہے
کہ بمحبوب کمان ابرو خود پیوستم
کہ اس کمان ابرو محبوب کا وصل نصیب ہو گیا۔

۷
از ثبات خودم این نکتہ خوش آمد کہ بجور
مجھے اس ثابت قدمی پر یہ نکتہ خوب سوجھا کہ جور و جفا سے
بر سر کوئے تو از پائے طلب ننشستم
تیرے کوچہ میں تیری طلب سے باز نہیں رہا

۸
صنم لشکریم غارت دل کرد و برفت
اس غارتگر صنم نے میرے دل کو برباد کر دیا اور چلا گیا
آہ اگر عاطفت شاہ نگیرد دستم
افسوس ہے اگر بادشاہ مہربانی سے دستگیری نکرے

۹
رتبت دانش حافظ بفلک بر شدہ بود
حافظ کی دانائی کا رتبہ آسمان تک بلند ہو گیا تھا
کرد غمخواری بالائے بلندت پستم
تیرے بلند قد کے عشق نے پست کر دیا۔

۱
دوش سودائی رخت گفتم ز سر بیروں کنم
کل میں نے کہا کہ تیرے رخ کا سودا سر سے نکال ڈالونگا
گفت کو زنجیر تا تدبیر ایں مجنوں کنم
کہا کہ زنجیر کہاں ہے کہ اس دیوانہ کا علاج کر لوں

۲
قامتش را سرو گفتم سر کشید از من بخشم
اس کے قد کو میں نے سرو سے تشبیہ دی اکڑتا ہوا خفا ہوا
دوستاں از راست میرنجد نگارم چوں کنم
اے دوستو میرا محبوب راست گوئی سے خفا ہوتا ہے کیا کروں

۳
نکتہ ناسنجیدہ گفتم دلبرا معذور دار
میں نے اچھی بات نہیں کہی اے دلبر مجھے معذور سمجھ
عشوۂ فرمائی تا من طبع را موزوں کنم
عشوہ کر کہ میں طبیعت کو موزون کر لوں۔

۴
زرد روئی میکشم زاں طبع نازک بے گناہ
اس نازک طبع کے باعث زرد روئی کو بلا وجہ اٹھاتا ہوں
ساقیا جامے بدہ تا چہرہ را گلگوں کنم
اے ساقی شراب دے کہ چہرہ کو سرخ بنا دوں۔

۵
منکہ رہ بردم بگنج حسن بی پایان دوست
چونکہ میں یار کے بے شمار خزانہ حسن پر پہنچ گیا ہوں
صد گدائی ہمچو خود را بعد ازاں قاروں کنم
اس کے بعد اگر میری طرح سو فقیر بھی ہوں تو قارون بنا دوں

ای نسیم حضرت سلمی خدا را تا بکی ٦ ربع را برهم زنم اطلال را جیحون کنم

اے سلمیٰ کے مقام کی ہوا میں کبتک خدا کے لئے غور کر — منزلوں کو قطع کروں اور پرانے کھنڈروں کو ندی بنادوں

ای مهِ نامهربان از بنده حافظ یاد کن

اے نامہربان چاند اپنے بندہ حافظ کو یاد کر

تا دعائی دولت آن حسن روز افزون کنم

تاکہ تیرے روز افزوں حسن کی دولت کی ترقی کیلئے دعا کروں

---

١ دیده دریا کنم و صبر بصحرا فگنم — واندرین کار دل خویش بدریا فگنم

آنکھوں کو دریا بنادوں اور صبر جنگل کی طرف نکال دوں — اور اس گریہ و زاری سے اپنا دل دریا میں بہا دوں

٢ از دل تنگ گنه کار برآرم آهی — کآتش اندر گنه آدم و حوا فگنم

گنہگار تنگ دل سے آہ کروں — کہ اس سے آدم اور حوا کے گناہ کو آگ لگادوں

٣ خورده ام تیر فلک باده بده تا سرمست — عقده در بند کمر ترکش جوزا فگنم

آسمان کا تیر مجھے لگا ہے شراب دے تاکہ — جوزا کے ترکش کے کمربند میں گرہ ڈالدوں

٤ جرعهٔ جام برین تخت روان افشانم — غلغل چنگ درین گنبد مینا فگنم

اس تخت رواں (آسمان) پر پیالہ کا قطرہ پھینکوں — اس گنبد مینا (آسمان) میں چنگ کے نغمے غلغلہ ڈالدوں

٥ مایهٔ خوشدلی آنجاست که دلدار آنجاست — میکنم جهد که خود را مگر آنجا فگنم

خوشدلی کا سامان وہاں ہے جہاں دلدار ہے — کوشش کرتا ہوں کہ اپنے آپکو اس جگہ پہنچادوں

٦ بند برقع بگشا ای مه خورشید لقا — تا چو زلفت سر سودا زده در پا فگنم

اے خورشید لقا برقع کی گرہ کھول دے — کہ تیری زلف کی طرح اپنے دیوانہ سر کو تیرے پاؤں میں ڈالدوں

٧ حافظا تکیه بر ایام چو سهوست و خطا — من چرا عشرت امروز بفردا فگنم

اے حافظ زمانہ پر بھروسہ کرنا غلطی اور خطا ہے — کس لئے آج کی عشرت کل پر موقوف رکھوں

۴ - "ترکش جوزا" وہ ستارے ہیں جو برج جوزا میں ترکش کی طرح واقع ہیں اور ساز کی تاروں کو بھی کہتے ہیں۔ عطارد کا تصرف جوزا میں ہے، جب اس میں گرہ پڑ جائے گی، تو عطارد کا تصرف جاتا رہیگا اور یہ دلتنگی دور ہو گی اور آئندہ آسمان سے تیر نہ برسیں گے۔

۱
دیشب بسیل اشک رہ خواب میزدم — نقشے بیاد خط تو برآب میزدم
کل رات آنسوؤں کے سیلاب سے خواب کا راستہ بند کر دیا — تیرے خط گیسو کی یاد میں پانی پر نقش بنا دیا

۲
روی نگار در نظرم جلوہ مینمود — وز دور بوسہ بر رخ مہتاب میزدم
معشوق کا چہرہ میری نظر میں جلوہ کر رہا تھا — دور سے میں نے چاند کے چہرہ پر بوسہ دیا

۳
ابروئے یار در نظر و خرقہ سوختہ — جامے بیاد گوشہ محراب میزدم
یار کا ابرو نظر میں تھا زہد کا خرقہ جلا کر — اس محراب ابرو کی یاد میں جام نوش کیا

۴
چشمم بروی ساقی و گوشم بقول چنگ — فالی بچشم و گوش دریں باب میزدم
میری آنکھ ساقی کے چہرہ پر اور کان چنگ کی باتوں پر لگے ہوئے — آنکھ اور کان سے میں اس باب میں فال لے رہا تھا

۵
نقش خیال روی تو تا وقت صبحدم — بر کارگاہ دیدۂ بیخواب میزدم
صبح تک تیرے چہرہ کے خیال کا نقش — بے خواب آنکھ کے کارخانہ میں جما دیا

۶
ہر مرغ فکر کز سر شاخ طرب بجست — بازش ز طرۂ تو بمضراب میزدم
ہر ایک مرغ فکر جو طرب کی شاخ سے اڑا — تیرے طرہ کی مضراب سے اس کو مارا

۷
ساقی بصوت این غزلم کاسہ میگرفت — میگفتم این سرود و مئی ناب میزدم
میری اس غزل کی سرو پر ساقی پیالہ اٹھاتا تھا — میں یہ نغمہ ادا کر رہا تھا اور خالص شراب پی رہا تھا

۸
خوش بود وقت حافظ و فال مراد کام
حافظ کا وقت خوش خوش گذرتا تھا اور مراد کی فال
بر نام عمر و دولت احباب میزدم
دوستوں کی دولت اور عمر کے نام لیتا تھا

۱ روز عیدست و من امروز دراں تدبیرم
آج عید کا دن ہے اور میں اس تدبیر میں ہوں۔
کہ دہم حاصل سی روزہ و ساغر گیرم
کہ شراب کے پیالہ کے عوض تیس روزوں کا ثواب دوں

۲ چند روزیست کہ دورم زِ خِ ساقی و جام
چند روز سے میں ساقی اور جام سے دور ہوں۔
بس خجالت کہ پدید آید ازیں تقصیرم
کس قدر شرمندگی اس تقصیر سے ہو رہی ہے۔

۳ من بخلوت ننشینم پس ازیں ور مثل
میں اس کے بعد خلوت میں نہ بیٹھونگا اگر بالفرض
زاہد صومعہ برپائے نہد زنجیرم
خانقاہ کا زاہد میرے پاؤں میں زنجیر ڈال رکھے

۴ پند پیرانہ دہد واعظ شہرم لیکن
شہر کا واعظ مجھے بزرگوں کی طرح نصیحت کرتا ہے لیکن
من نہ آنم کہ دگر پند کسے بپذیرم
میں وہ نہیں ہوں کہ کسی شخص کی نصیحت پر عمل کروں

۵ آنکہ بر خاک در میکدہ جا داشت کجاست
وہ شخص کہاں گیا جو شراب خانہ کے دروازہ کی خاک پہ مقیم تھا
تا نہم بر قدم او سر و پیشش میرم
تاکہ اس کے قدم پر سر رکھوں اور اسکے سامنے جان دوں

۶ میکشیدم می و سجادہ تقوی بر دوش
میں شراب پیتا تھا اور پرہیزگاری کا سجادہ کاندھے پر رکھا تھا
آہ اگر خلق شود آگہ ازیں تزویرم
افسوس ہے اگر دنیا میرے اس فریب سے واقف ہو جاوے

خلق گویند کہ حافظ سخن پیر نیوش
دنیا کہتی ہے کہ اے حافظ بڑے بوڑھوں کی بات سن
سالخوردہ میم امروز بہ از صد پیرم
سالخوردہ پرانی شراب آج سو بوڑھوں سے بہتر ہے۔

۱ روزگاری شد کہ در میخانہ خدمت میکنم
ایک مدت سے مے خانہ کی خدمت کر رہا ہوں۔
در لباس فقر کار اہل دولت میکنم
فقر کے جامہ میں اہل دولت کا کام کرتا ہوں۔

۲ تا مگر در دام وصل آرم تذرو خوشخرام
اس امید پر کہ خوشخرام چکور کو وصل کے جام میں پھنساؤں
در کمینم انتظار وقت فرصت میکنم
میں اسکی گھات میں موقع اور مناسب وقت کا منتظر ہوں

۳ واعظ ما بوی حق نشنید بشنو این سخن
ہمارے واعظ کو حق کی بو تک نہیں پہنچتی یہ بات سن رکھو
در حضورش نیز میگویم نہ غیبت میکنم
کہ اسکے سامنے بھی یہی بات کہونگا کوئی پیٹھ پیچھے نہیں کہتا

۴ چون صبا افتان و خیزان میروم تا کوی دوست
صبا کی طرح اٹھتا بیٹھتا دوست کے کوچہ تک پہنچ جاؤنگا
وز رفیق راه استمداد ہمت میکنم
اور راستہ کے رفیق سے ہمت کی درخواست کرونگا

۵ خاک کویت برنتابد زحمت ما بیش ازین
تیرے کوچہ کی خاک اس سے زیادہ میرا بوجھ نہیں اٹھا سکتی
لطفہا کردی بتا تخفیف زحمت میکنم
اے محبوب نہایت مہربانی کی اب تخفیف زحمت کرتا ہوں یعنی رخصت ہوتا ہوں

۶ زلف دلبر دام راه و غمزه اش تیر بلاست
دلبر کی زلف راستہ میں جال ہے اور اس کا غمزہ تیر بلا ہے
یاد دار ای دل کہ چندینت نصیحت میکنم
اے دل یاد رکھ کہ اتنی دفعہ نصیحت کر چکا ہوں

۷ دیدهٔ بدبین بپوشان ای کریم عیب پوش
اے کریم عیب کو پوشیدہ کرنیوالے میری ان حرکات سے
زین دلیریہا کہ من در کنج خلوت میکنم
جو تنہائی میں کر رہا ہوں بد بین کی آنکھ سے پوشیدہ رکھ

۸ حاش للہ کز حساب روز حشرم باک نیست
خدا گواہ ہے قیامت کے حساب سے مجھے کچھ خوف نہیں
فال فردا میزنم امروز عشرت میکنم
کل کی فال لیتا ہوں اور آج عشرت کرتا ہوں

۹ از یمین عرش آمین میکند روح الامین
عرش کے دائیں جانب سے جبرئیل امین کہتا ہے
چون دعای پادشاه ملک و ملت میکنم
جب ملک اور ملت کے بادشاہ کیلئے دعا کرتا ہوں

۱۰ خسروا امید جاه و مال دارم زین سبب
اے بادشاہ جاہ اور مال کی امید میں اسلئے کرتا ہوں
التماس آستان بوسی حضرت میکنم
کہ حضور کے آستانہ کو بوسہ دینے کی آرزو پوری ہو

۱۱ حافظم در محفلی دردی کشم در مجلسی
کسی محفل میں تو حافظ ہوں اور کسی مجلس میں شراب پیتا ہوں
بنگر این شوخی کہ چون با خلق صحبت میکنم
اس شوخی کو دیکھ کہ خلق سے کس طرح صحبت رکھتا ہوں

زدست کوتہ خود زیر بارم ۱ کہ از بالا بلنداں شرمسارم
اپنے دست کوتہ سے ہجر میں گرفتار ہوں — بلند قد محبوب سے شرمندہ ہوں

مگر زنجیر زلفت گیرم دست ۲ وگرنہ سر بہ شیدائی برآرم
شاید تیری زلف کی زنجیر میری دستگیری کرے — ورنہ تمام دنیا میں دیوانہ وار پھروں گا

ز چشم من بپرس اوضاع گردوں ۳ کہ شب تا روز اختر مے شمارم
میری آنکھ سے آسمان کی وضع پوچھ — کہ شام سے صبح تک تارے گنتا رہتا ہوں

چہ مے خوردم من از میخانہ عشق ۴ کہ ہشیاری و بیداری ندارم
عشق کے شراب خانہ سے میں نے یہ شراب پی — کہ ہشیاری اور بیداری کا مجھے علم نہیں

باین شکرانہ مے بوسم لب جام ۵ کہ کرد آگاہ ز دور روزگارم
اس شکریہ میں جام کے لب بوسہ دیتا ہوں — کہ اس نے روزگار کے دور سے مجھے واقف کیا

من از بازوئے خود دارم بسی شکر ۶ کہ زور مردم آزاری ندارم
میں اپنے بازو کا بہت شکریہ ادا کرتا ہوں — کہ مردم آزاری کا زور نہیں رکھتا

اگر گفتم دعائے مے فروشاں ۷ چہ باشد شکر نعمت مے گذارم
اگر شراب بیچنے والوں کے حق میں دعا کی — تو کیا ہوا نعمت کا شکر ادا کرتا ہوں

مکن عیبم ز خوں خوردن دریں دشت ۸ کہ کار آموز آہوئے تتارم
اس جنگل میں خون جگر پینے پر عیب کر — کہ تتار کے ہرن سے یہ کام سیکھا ہے

تو از خاکم نخواہی برگرفتن ۹ بجائے اشک اگر گوہر بارم
تو مجھے خاک سے نہ اٹھائے گا — اگر آنسو کے بجائے میں گوہر برساؤں

سری دارم چو حافظ مست لیکن ۱۰ بہ لطف آں پری امیدوارم
حافظ کی طرح میرا سر بھی مست ہے لیکن — اس پری کے لطف کا امیدوار ہوں

۱

زلف بر باد مده تا ندہے بربادم — بنیاد ناز مکن تا نکنی بنیادم

زلف کو ہوا میں مت کھول تاکہ تو مجھے برباد نہ کرے — ناز کی بنیاد نہ اکھیڑ تاکہ تو میری بنیاد نہ اکھاڑے

۲

رخ برافروز کہ فارغ کنی از برگ گلم — قد برافروز کہ از سرو کنی آزادم

اپنا چہرہ دکھلا کر پھول کی پتیوں سے فارغ کردے — اپنا قد بلند کر کہ سرو سے آزاد ہو جاؤں

۳

زلف را حلقہ مکن تا نکنی دربندم — چہرہ را آب مدہ تا ندہی بربادم

زلف کو پیچ نہ دے تاکہ مجھے قید نہ کرے — چہرہ کو آب نہ دے تاکہ مجھے برباد نہ کرے

۴

شہرۂ شہر مشو تا ننہم سر در کوہ — شور شیریں منما تا نکنی فرہادم

شہر میں مشہور نہ ہو تاکہ میں پہاڑ کی طرف نہ نکل جاؤں — اور شیریں شور ظاہر نہ کر تاکہ مجھے فرہاد نہ بنائے

۵

می مخور با دگراں تا نخورم خون جگر — سرمکش تا نکشد سر بفلک فریادم

دوسروں کے ساتھ شراب نہ پی تاکہ خون جگر نہ پیوں — سرکشی نہ کر تاکہ میری فریاد آسمان تک پہنچے

۶

سرم از دست شد وصل تو ننمود جمال — دست گیرم کہ ز ہجر تو ز پا افتادم

میرا سر ہاتھ سے گیا لیکن تیرے وصل کا جمال نہ دیکھا — میری دستگیری کر کہ تیری ہجر کے باعث گر پڑا ہوں

۷

یار بیگانہ مشو تا نبری از خویشم — غم اغیار مخور تا نکنی ناشادم

بیگانوں کا یار نہ بن تاکہ میں خود رفتہ نہ ہو جاؤں — اغیار کا غم نہ کھا تاکہ میں ناشاد نہ رہوں

۸

رحم کن بر من مسکین و بفریادم رس — تا بخاک در آصف نرسد فریادم

مجھ مسکین پر رحم کر اور میری فریادرسی کر — تاکہ آصف کے دروازہ کی خاک تک میری فریاد نہ پہنچے

۹

چوں فلک جور مکن تا نہ کشی زار مرا — رام شو تا بدمد طالع فرخ زادم

آسمان کی طرح ظلم نہ کر تاکہ مجھے بری طرح ہلاک کرے — میرا مطیع ہو تاکہ میرا نیک ستارہ چمکے

۱۰

حافظ از جور تو حاشا کہ بنالد روزی — من ازاں روز کہ دربند توام آزادم

ہرگز حافظ کسی دن تیرے جور سے فریاد نہ کریگا — میں جس روز سے تیری قید میں ہوں آزاد ہوں

۱ سالہا پیروی خدمت رنداں کردم
تا بفتوائے خرد حرص بزندان کردم

مدت تک رندوں کی خدمت اور پیروی کرتا رہا
حتیٰ کہ خرد کے فتوے سے حرص کو قید کردیا

۲ من بسر منزل عنقا نہ بخود بردم راہ
قطع این مرحلہ با مرغ سلیماں کردم

میں عنقا کی منزل تک خود بخود نہیں پہنچ گیا
اس مرحلہ کو مرغ سلیمان کے ساتھ قطع کیا ہے

۳ از خلاف آمد عادت بطلب کام کہ من
کسب جمعیت ازاں زلف پریشاں کردم

عادت کے خلاف کرنے سے مطلب حاصل ہوتا ہے
میں نے جمعیت اس زلف پریشان سے حاصل کی ہے

۴ سایہ بر دل ریشم فگن اے گنج مراد
کہ من این خانہ بسودائی تو ویراں کردم

اے مراد کے خزانہ زخمی دل پر اپنا سایہ ڈال
کیونکہ میں نے یہ گھر تیرے سودا میں ویران کردیا

۵ توبہ کردم کہ نبوسم لب ساقی وکنوں
می گزم لب کہ چرا گوش بناداں کردم

میں نے توبہ کی تھی کہ ساقی کے لب کو بوسہ نہ دونگا مگر اب
لب کاٹتا ہوں کہ کس لئے نادان کی بات سنی

۶ نقش مستوری و مستی نہ بدست من و تست
آنچہ استاد ازل گفت بکن آں کردم

مستوری اور مستی میرے یا تیرے اختیار میں نہیں ہے
جو کچھ استاد ازل نے کہا کہ کر وہی کیا

۷ دارم از لطف ازل منزل فردوس طمع
گرچہ دربانی میخانہ فراواں کردم

خدا کے لطف سے فردوس کی طمع رکھتا ہوں
اگرچہ میخانہ کی دربانی بہت کرچکا ہوں

۸ اینکہ پیرانہ سرم صحبت یوسف بنواخت
اجر صبریست کہ در کلبہ احزاں کردم

اس بڑھاپے میں یوسف کی صحبت کا موقع دیا
اس صبر کا اجر تھا جو کہ میں نے اپنے غم کے گھر میں اختیار کیا

۹ گر بدیوان غزل صدر نشینم چہ عجب
سالہا بندگی صاحب دیواں کردم

اگر غزل کے دیوان میں صدر نشین ہوں کیا عجب ہے
مدت تک صاحب دیوان کی بندگی کرتا رہا ہوں

۱۰ ہیچکس را نرسد در خم محراب فلک
آں تنعم کہ من از ہمت سلطاں کردم

کسی شخص کو آسمان کی محراب کے نیچے
یہ آسودگی میسر نہیں جو میں نے سلطان کی توجہ سے حاصل کی

صبح خیزی و سلامت طلبی چوں حافظ
حافظ کی طرح صبح کے وقت اُٹھنا اور سلامتی طلب کرنا

۱۱

ہر چہ کردم ہمہ از دولت قرآں کردم
جو کچھ ہمنے کیا ہے۔ قرآن کی بدولت کیا ہے

۶۔ بستمری گوشہ نشینی یعنی زہد و ریاضت اور مستی یعنی رندی کوئی زاہد کوئی رند ہے اپنا اختیار نہیں جو کچھ قدرت نے بنا دیا وہی بنگیا۔
۸۔ اس شعر سے حضرت یعقوب علیہ السلام کی طرف اشارہ ہے کہ یوسف کی فرقت میں سخت غم لاحق ہوا۔ لیکن صبر کیا آخر یوسف علیہ السلام مل گیا۔

۱
سرم خوش است و بہ بانگ بلند میگویم
میرا سر سرور میں ہے اور میں بلند آواز سے کہتا ہوں
کہ من نسیم حیات از پیالہ میجویم
کہ میری زندگی کی روح شراب کا پیالہ ہے

۲
عبوس زہد بوجہ خمار بنشیند
زہد کی ترشروئی خمار آلودہ چہرہ سے دور ہوتی ہے
مرید ہمت دُردی کشان خوش خویم
میں خوشخو تلچھٹ پینے والی کی توجہ کا مرید ہوں

۳
گرم نہ پیر مغان در بروئی بگشاید
اگر پیر مغان میرے لئے دروازہ نہ کھولے گا
کدام در بزنم چارہ از کجا جویم
تو میں کدھر جاؤں اور کہاں علاج تلاش کروں

۴
مکن دریں چمنم سرزنش بخود روئی
اس باغ میں مجھے خود روئی پر ملامت نکر
چنانچہ پرورشم مید ہند میرویم
جس طرح مجھے پرورش کر رہے ہیں میں نشو و نما پاتا ہوں

۵
تو خانقاہ و خرابات درمیانہ مبیں
تو خانقاہ اور خرابات کو درمیان میں نہ دیکھ
خدا گواست بہر جا کہ ہست با اویم
خدا گواہ ہے کہ میں جہاں کہیں ہوں اسکے ساتھ ہوں

۶
زشوق نرگس مست و بلند بالائی
تیری مست آنکھ اور بلند قد کے شوق میں
چو لالہ با قدح افتادہ بر لب جویم
لالہ کی طرح پیالہ گرا ہوا نہر کے کنارہ پر ہوں

۷
شدم نشانہ بسر بستگی وابرو دوست
دوست کے ابرو سے دل لگا کر نشانہ بن گیا ہوں
کشیدہ در خم چوگان خویش چوں گویم
گیند کیطرح اپنے خم چوگان زلف کے پیچ میں مجھے لایا

غلام دولت آں خاک عنبریں بویم اس خوشبودار بالوں والے کے خاک کی دولت کا غلام ہوں	۸	**غبار راہ طلب کیمیائی بہروزیست** مالک کے راستہ کی خاک خوشحالی کی کیمیا ہے	
کہ من نہ معتقد مرد عافیت جویم کہ میں آرام طلب آدمی کا معتقد نہیں ہوں	۹	**نصیحتم چہ کنی ناصحا چہ میدانی** اے نصیحت کرنے والے مجھے کیا نصیحت کرتا ہے تو کیا جانتا ہے	

بیار می کہ بفتوائی حافظ از دل پاک
شراب لا کہ حافظ کے پاک دل کے فتویٰ سے
غبار زرق بہ فیض قدح فرو شویم ۱۰
مکر و فریب کی کدورت شراب کے پیالہ کے فیض سے دھو دیں

۴۔ باغ میں پودا باغبان بھی محنت لگاتا ہے مگر خودرو جھاڑیاں بھی ہوتی ہیں جو قدرتاً خود بخود پیدا ہو جاتی ہیں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ خواجہ حافظ رحمۃ اللہ علیہ کسی مرد بزرگ سے ظاہر نسبت نہ رکھتے تھے۔ فیض ازلی نے خود بخود بغیر کسی وسیلہ کے خدا رسیدہ بنا دیا ہے گویا ولی مادرزاد تھے۔ مگر ایک جگہ فرماتے ہیں کہ؎

من بسر منزل عنقا نہ بخود بردم راہ + قطع این مرحلہ با مرغ سلیمان کردم

یعنی میں خود بخود منزل مقصود تک نہیں پہنچا بلکہ مرغ سلیمان کی رہنمائی سے پہنچا ہوں اکثر مقامات پر سلیمان ع کا اشارہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دیتے ہیں؎

گرچہ شیریں دہنان پادشہانند ولے + آں سلیمان زمان است کہ خاتم با اوست

یعنی اگرچہ دیگر انبیاء بھی پادشاہ ہیں مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں اور مہر نبوت ان کے پاس ہے اس لئے بمنزلہ شہنشاہ ہیں اس لئے شعر زیر بحث سے ظاہر ہوتا ہے کہ خواجہ حافظ علیہ الرحمۃ کا مرشد ضرور کوئی تھا۔ اگرچہ یہ بھی ممکن ہے اور قیاس غالب ہے درست بھی ہے کہ روحانی فیض آپ کو کسی بزرگ سے پہنچا ہے اور آپ کے ہمعصروں میں کوئی آپ کا مرشد نہ تھا اپنے شہر کے مشائخ کی نسبت لکھتے ہیں کہ؎

نشان مرد خدا عاشقی ست با خود دار + کہ در مشائخ شہر این نشان نمی بینم
دریں خمار کسم جرعۂ نمی بخشد + ببیں کہ اہل دلی در جہان نمی بینم

آپ کے اشعار میں عموماً "خاک" کا لفظ یہ ظاہر کرتا ہے کہ کسی قبر کی طرف اشارہ ہے چنانچہ اسی غزل میں ہے کہ؎

غلام دولت آں خاک عنبریں بویم

اگرچہ خاک سے دروازہ کی خاک اور پاؤں کی خاک بھی ہو سکتی ہے مگر مجرد "خاک" سے قبر ہی مراد ہے ایک اور جگہ خواجہ حافظ رح فرماتے ہیں کہ؎

تا ابد معمور باد ایں خانہ کز خاک درش + ہر نفس با بوئے رحمن می وزد باد یمن

حضرت اویس قرنی کا قصہ مشہور ہے کہ آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عاشق تھے تمام عمر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت نصیب نہ ہوئی، لیکن روحانی فیض سے سب کچھ حاصل کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمایا کرتے کہ انی لاجد نفس الرحمٰن من جانب الیمن یعنی یمن کی طرف سے مجھے بوئے رحمان آتی ہے یہ اشارہ حضرت اویس رضی اللہ عنہ کی طرف تھا۔ چونکہ خواجہ حافظ رح بھی رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عاشق تھے اس لئے کچھ تعجب نہیں کہ روضہ اقدس کی دھن میں یہ شعر کہا ہو میں یقین کرتا ہوں کہ جو شخص آنحضرت کا عاشق ہے اسے کسی اور مرشد کی ضرورت نہیں۔

۵۔ خواجہ رح خدا کو شاہد اس دعوے کا بناتے ہیں کہ مجھے معیت حق حاصل ہے اور ہم بھی یقین کرتے ہیں کہ خواجہ رح کو معیت حق حاصل تھی شعر کا مطلب ہے کہ جب تک صورت پرستی میں مبتلا ہو تب تک یہی خانقاہ و خرابات ہی نظر آئیگی، حقیقت ایک ہے اور ایک ہی ہو سکتی ہے اس لئے جب ان صورتوں کا حجاب اٹھ جائیگا تو حقیقت ظاہر ہوگی اور معیت حق حاصل ہوگی۔

در قبلہ و بت خانہ تو مسجودی و معبودی ٭ رو سوئے تو باشد ہمہ صاحب نظراں را

۶۔ نہر کے کنارہ پر لالہ سر جھکائے کھڑا ہوا تو عجب نظارہ ہے خواجہ حافظ رح کا یہ مطلب ہے کہ میرا قدح شراب سرنگون ہے اور میں آنسوؤں کی ندی بہا رہا ہوں اور رہ رہ کر خیال معشوق کی مست آنکھوں اور بلند قامت کا آتا ہے۔

۱
صنما با غم عشق تو چہ تدبیر کنم
اے صنم تیرے عشق کے غم کا کیا علاج کروں
تا بکے در غم تو نالۂ شبگیر کنم
کب تک تیرے غم میں راتوں کو فریاد کروں

۲
دل دیوانہ ازاں شد کہ پذیرد درماں
میرے دیوانہ دل کا وہ وقت گذر چکا ہے کہ اسکا کچھ علاج ہو سکے
مگرش ہم ز سر زلف تو زنجیر کنم
ہاں تیری زلف کی زنجیر میں قید ہو سکتا ہے

۳
آنچہ در مدت ہجر تو کشیدم ہیہات
جو کچھ تیرے ہجر میں ایک مدت سے مجھپر گذرا ہے افسوس
در دو صد نامہ محال ست کہ تحریر کنم
دو سو نامہ میں بھی محال ہے کہ تحریر ہو سکے

۴
با سر زلف تو مجموع پریشانی خویش
اپنی پریشانی کا حال بحیثیت مجموعی تیرے زلف کے ساتھ
کو مجالی کہ یکایک ہمہ تقریر کنم
اتنی مجال کہاں ہے کہ ایکدفعہ بیان ہو سکے

۵
رند یکرنگم و با شاہد و مے ہم صحبت
میرا رنگ رندی ہے اور معشوق اور شراب کے ساتھ صحبت ہے
نتوانم کہ دگر حیلہ و تزویر کنم
یہ نہیں ہو سکتا کہ کوئی اور حیلہ اور مکر کروں

۶
آں زماں کارزو دیدن جانم باشد
اس وقت اس کا کام میری جان کو دیکھنا ہوگا
در نظر نقش رخ خوب تو تصویر کنم
نظر میں تیرے خوبصورت چہرہ کی تصویر کھینچ لیا

۷ گر بدانم که وصال تو بدین دست دهد
اگر مجھے معلوم ہو کہ تیرا وصل اس اجارہ سے حاصل ہوتا ہے
دل و دیں را ہمہ در بازم و توفیر کنم
تو دل و دین کو دے کر یہ سودا کر سکتا ہوں۔

۸ دور شو از برم اے واعظ و افسانہ مگو
اے واعظ میرے پہلو سے دور رہ اور باتیں نہ بنا
من نہ آنم کہ دگر گوش بہ تزویر کنم
میں وہ نہیں ہوں کہ دوبارہ مکر و فریب کی باتیں سنوں

۹ نیست امکان خلاص از غم او ای حافظ
اے حافظ اس کے غم سے رہائی ممکن نہیں ہے
چونکہ تقدیر چنیں بود چہ تدبیر کنم
جب تقدیر یہی ہے تو کیا تدبیر کروں

۱ صوفی بیا کہ خرقہ سالوس برکشیم
اے صوفی آ کہ فریب کا خرقہ اتار دیں
وین دلق زرق را خط بطلان بسر کشیم
اور اس مکر کی گودڑی پر باطل کا خط کھینچ دیں

۲ نذر و فتوح صومعہ در وجہ می دہیم
خانقاہ کی نذر و نیاز اس کے چہرہ پر نثار کر دیں
دلق ریا بآب خرابات برکشیم
اور ریا کی گودڑی خرابات کے پانی میں ڈبو دیں

۳ ستر قضا کہ در تتق غیب منتزلیست
قضا کا راز جو غیب کے پردہ میں پوشیدہ ہے
مستانہ اش نقاب ز رخسار برکشیم
مستی کی حالت میں یہ پردہ اس سے اٹھا دیں۔

۴ بیروں جہیم سرخوش و از بزم مدعی
سرور کی حالت میں مدعی کی مجلس سے باہر نکلیں
غارت کنیم بادہ و شاہد بہ بر کشیم
شراب کو لوٹ لیں اور معشوق کو بغل میں دبالیں

۵ کام جہاں برآر کہ بخشد خدا گناہ
دنیا کی حاجت روائی کر کہ خدا گناہ بخشیگا
روزی کہ رخت جاں بجہان دگر کشیم
اسدن جبکہ دوسری دنیا میں جان رحلت کریگی

۶ کو عشوۂ ز ابرو تو تا چو ماہ نو
تیرے ابرو کا عشوہ کہاں ہے کہ ہلال کی طرح
گوئے سپہر در خم چوگان زر کشیم
آسمان کے گیند کو طلائی چوگان میں لائیں

فردا اگر نہ روضۂ رضواں بما دہند اگر کل بروز حشر مجھے باغ جنت نہ دیں گے	۷	غلماں ز غرفہ حور ز جنت بدر کشیم تو غلمان کو دریچے سے اور حور کو جنت سے باہر کر دونگا

حافظ نہ حد تست چنیں لاف ہا زدن
اے حافظ ایسی لاف زنی تیرا کام نہیں ہے
پا از گلیم خویش چرا بیشتر کشیم
جتنی چادر دیکھ اتنے پاؤں پھیلا۔

۱ - اس غزل میں خواجہ حافظ رحمۃ اللہ علیہ نے رندی کا پورا پورا ثبوت دیا ہے۔ اور شعر
۷ - میں تو حد ہی کر دی ہے۔ کہ اگر باغ جنت مجھے نہ دیں گے اور حور و غلمان کو جنت سے باہر نکال دونگا۔ اور آخر
۸ میں فرماتے ہیں یہ لاف وگزاف میرا کام نہیں ہم تو یقین کرتے ہیں باغ جنت ضرور آپ کو ملے گا اور اس کی کی نوبت نہ آئے گی۔

عاشق روئی جوانی خوش و نوخاستہ ام ایک نوجوان خوش طبع کے چہرہ کا عاشق ہوں	۱	وز خدا صحبت او را بدعا خواستہ ام اور خدا سے اسکی صحبت کی دعائیں طلب کرتا ہوں
عاشق و رند و نظر بازم و میگویم فاش میں عاشق ہوں نظر باز ہوں اور رند ہوں صاف صاف کہتا ہوں	۲	تا بدانی کہ بچندیں ہنر آراستہ ام تاکہ تجھے معلوم ہو کہ اس قدر ہنر سے آراستہ ہوں
شرمم از خرقہ آلودہ خود مے آید مجھے اپنے آلودہ گناہ خرقہ سے شرم آتی ہے	۳	کہ بہر پارہ دو صد شعبدہ آراستہ ام کہ ہر ایک ٹکڑا دو سو شعبدہ سے آراستہ کر رکھا ہے
خوش بسوز از غمش ای شمع کہ امشب من نیز اے شمع خوب اس کے غم میں جلتی رہ کہ آج رات	۴	بہمیں کار کمر بستہ و برخاستہ ام میں بھی اسی کام پر کمر باندھ کر اٹھ کھڑا ہوا ہوں
با چنیں حیرتم از دست بشد صرفۂ کار اسی حیرت میں میں کسی کام کا نہ رہا کہ	۵	بر غمم افزودہ ام آنچہ از دل و جاں کاستہ ام جتنا دل اور جان میں نقصان ہوا اتنا غم بڑھ گیا

٦ پاسبان حرم دل شده ام شب همه شب
حرم دل کا پاسبان تمام رات رہا ہوں

بو کہ سیری بکند آں مہ ناکاستہ ام
ممکن ہے کہ وہ [illegible] کامل [illegible]

ہمچو حافظ بخرابات روم جامہ قبا
حافظ کی طرح خرابات کی طرف کپڑے پھاڑ کر جاؤں

بو کہ در بر کشد آں دلبر نوخاستہ ام
ممکن ہے کہ وہ نوجوان دلبر مجھے بغل میں لے لے

---

١ عشقبازی و جوانی و شراب لعل فام
عشقبازی اور جوانی اور سرخ رنگ کی شراب

مجلس انس و حریف همدم و شرب مدام
محبت واخلاص کی مجلس اور ہمدم دوست اور ہمیشہ دور شراب

٢ ساقی شکر دہان و مطرب شیرین سخن
میٹھی میٹھی باتیں کرنیوالا ساقی اور میٹھی راگنیاں گانیوالا گویا

همنشینی نیک کردار و حریفی نیکنام
ہمنشین نیک کردار اور دوست نیکنام

٣ شاہدی در لطف و پاکی رشک آب زندگی
معشوق ایسا کہ لطف اور پاکیزگی میں آب حیات کو شرمائے

دلبری در حسن و خوبی غیرت ماہ تمام
دلبر ایسا کہ حسن اور خوبی میں ماہ کامل کو غیرت دلائے

٤ بادہ گلرنگ و تلخ و تیز و خوشخوار و سبک
گلرنگ اور تلخ اور خوش ذائقہ اور ہلکی شراب

نقلی از لعل نگار و نقلی از یاقوت جام
نقل معشوق کے لب کا بوسہ اور جام شراب

٥ بزمگاہی دلنشین چوں قصر فردوس بریں
ایسی بزمگاہ جو خلد بریں کی طرح دل کو پسند ہو

گلشنی پیرامنش چوں روضۂ دار السلام
ایسا باغ جس کا صحن بہشت کی طرح ہو

٦ صف نشینان نیکخواہ و پیشکاران باادب
حاشیہ نشین خیر خواہ اور پیشکار با ادب

دوستداران صاحب اسرار و حریفان دوستکام
دوست رازدار اور دوست پرور

٧ غمزۂ ساقی بیغمای خرد آہختہ تیغ
ساقی کا غمزہ عقل کو لوٹنے کیلئے تیغ بکف ہو

زلف دلبر از برای صید دل گستردہ دام
دلبر کی زلف نے دل کا شکار کرنے کیلئے جال پھیلا رکھا ہو

ہر کہ این صحبت بجوید خوشدلی بروی حلال جو شخص اس صحبت کا شائق ہے اسکے لئے خوشدلی حلال ہے	۸	وانکہ این عشرت نخواہد زندگی بروے حرام اور جو اس عشرت کا خواہاں نہیں زندگی حرام ہے

۹

نکتہ دانی بذلہ گو چون حافظ شیرین سخن
حافظ شیرین سخن نکتہ دان اور بذلہ گو جیسا
بخشش آموزی جہان افروز چون حاجی قوام
حاجی قوام کی طرح دنیا کو سخاوت کا سبق سکھانیوالا

عمریست تا براہ غمت رو نہادہ ایم عمر گذر گئی کہ تیرے غم کی طرف متوجہ ہوں	۱	روئی و ریای خلق بیکسو نہادہ ایم روئے و ریا دنیا کی ایک طرف رکھ دی
ہم جان بدان دو نرگس جادو سپردہ ایم جان ان دو نرگسی آنکھوں کے سپرد کر چکا ہوں	۲	ہم دل بدان دو سنبل ہندو نہادہ ایم دل بھی ان دو سیاہ زلفوں کے حوالہ کر دیا
ما ملک عافیت نہ بہ لشکر گرفتہ ایم ہم نے عافیت کا ملک لشکر سے فتح نہیں کیا	۳	ما تخت سلطنت نہ بہ بازو نہادہ ایم سلطنت کا تخت زور بازو سے فتح نہیں کیا
در گوشۂ امید چو نظارگان ماہ ہلال کے دیکھنے والوں کی طرح امید کے ساتھ	۴	چشم طلب بران خم ابرو نہادہ ایم اس ابرو کے خم میں ٹکٹکی باندھ کر دیکھتا ہوں
بی بوی زلف تو سر سودائی از ملال بغیر خوشبو زلف تیری کے دیوانہ سر ملول ہو کر	۵	ہمچون بنفشہ بر سر زانو نہادہ ایم بنفشہ کی طرح زانو پر سر رکھا ہوا ہے
ننہادہ ایم بار جہان بر دل ضعیف دنیا کا بوجھ اس کمزور دل پر نہیں رکھا ہے	۶	وین کار بار بستہ بیکسو نہادہ ایم اس کام کی گٹھڑی باندھ کر ایک طرف رکھ دی ہے
تا سحر چشم یار چہ بازی کند کہ باز یار کی آنکھ کا جادو کیا کھیل کھیلتا ہے کہ پھر	۷	بنیاد بر کرشمہ جادو نہادہ ایم جادو کے کرشمہ پر بنیاد رکھی ہے

۸ طاق و رواق مدرسہ و قال و قیل فضل
مدرسہ کے در و دیوار اور فضیلت کی باتیں
زینہا بخاک کوئے تو چہرہ نہادہ ایم
ان تمام کو تیرے کوچہ کی خاک پر ہم نے چہرہ رکھ دیا ہے

۹ عمری گذشت و ما بامید اشارتے
عمر گزر گئی اور ہیں ایک اشارہ کی امید پر
چشمے بدان دو نرگس جادو نہادہ ایم
ان دو جادو والی آنکھوں پر نظر جما رکھی ہوئی ہے

۱۰ ناموس چند سالہ اجداد نیک نام
نیک نام بزرگوں کا چند سالہ ناموس
در راہ جام و ساقی مہرو نہادہ ایم
جام اور مہرو ساقی کے رستہ میں ڈال دیا ہے

۱۱ ہشیار و عاقلیم کہ بر دست و پا بدل
ہیں ہشیار اور عقلمند ہوں کہ دل کے ہاتھ اور پاؤں میں
زنجیر و بند زان خم گیسو نہادہ ایم
اس کی زلف کے پیچ سے زنجیر اور بند ڈال رکھے ہیں

۱۲ اے دل بعقل کوش کہ ما نقد عقل و ہوش
اے دل عقل کی فکر کر کہ ہیں نے عقل و ہوش کی نقدی
در راہ یار سلسلہ گیسو نہادہ ایم
زلف کے سلسلہ اور یار کی راہ میں صرف کر دی ہے

۱۳ فرما اشارتے کہ دو چشم امیدوار
اشارہ کر کہ امیدوار کی دونو آنکھیں
پیوستہ بر دو گوشہ ابرو نہادہ ایم
ہمیشہ دونوں ابروں کے گوشہ پر لگی ہیں

۱۴ گفتی کہ حافظا دل سرگشتہ ات کجاست
تو نے پوچھا کہ اے حافظ تیرا سرگشتہ دل کہاں ہے
در حلقہ ہائے آن خم گیسو نہادہ ایم
اس گیسو کے پیچ میں رکھا ہوا ہے

۱ غم زمانہ کہ ہیچش کران نمی بینم
زمانہ کا غم کہ جس کا کوئی کنارہ نہیں ہے
دواش جز مے چون ارغوان نمی بینم
سوائے شراب کے سوا کوئی اور علاج ہی نہیں

۲ نشان مرد خدا عاشقی ست باخود دار
مرد خدا کا نشان عاشقی ہے تو خود دیکھ لے
کہ در مشائخ شہر این نشان نمی بینم
اس شہر کے مشائخ میں یہ نشان نہیں ملتا

درین خمار کسم جرعۂ نمی بخشد اس خمار میں مجھے کوئی ایک گھونٹ شراب نہیں دیتا	۳	ببیں کہ اہل دلی در جہاں نمی بینم دیکھ کہ جہان میں مجھے کوئی صاحبدل نظر نہیں آتا
ز آفتاب قدح ارتفاع عیش بگیر آفتابی قدح سے عیش کو کمال پہنچانے کی خواہش نہ کر	۴	چرا کہ طالع وقت آن چنان نمی بینم کیونکہ میں ستارہ وقت کو موافق .... نہیں دیکھتا
نشان موی میانش کہ دل درو بستم اس کے موئے میان کا نشان کہ جس میں ہمنے دل باندھا ہے	۵	ز من مپرس کہ خود در میان نمی بینم مجھ سے مت پوچھ کہ میں اپنے آپکو درمیان نہیں دیکھتا
قد تو تا بشد از جویبار دیدہ من تیرا قد میرے آنکھوں کی ندی میں غرق ہو گیا	۶	بجائے سرو جز آب روان نمی بینم سرو کی جگہ میں سوائے آب رواں کے اور کچھ نہیں دیکھتا
برین دو دیدہ حیران من ہزار افسوس میری ان دو آنکھوں پر ہزار افسوس	۷	کہ با دو آئینہ رویش عیان نمی بینم کہ دو آئینہ ہیں اور اسکا چہرہ صاف نہیں دیکھتا

۸

من و سفینۂ حافظ کہ اندریں دریا
میں ہوں اور حافظ کی کشتی (دیوان) ہے کہ اس دریا میں

بضاعت سخن دُرفشاں نمی بینم
درفشانی کرنے والا کلام میں نہیں دیکھتا

فاش میگویم و از گفتہ خود دلشادم میں صاف کہتا ہوں اور اس کہنے پر خوش ہوں	۱	بندۂ عشقم و از ہر دو جہاں آزادم کہ عشق کا بندہ ہوں اور دو جہان سے آزاد ہوں
طائر گلشن قدسم چہ دہم شرح فراق گلشن قدس کا طائر ہوں فرقت کا حال کیا کہہ کر بیان کروں	۲	کہ درین دامگہ حادثہ چون افتادم کہ کس طرح اس حادثہ کے جال میں آکر پھنس گیا ہوں۔
من ملک بودم و فردوس برین جایم بود میں فرشتہ تھا اور بہشت میں میری جگہ تھی	۳	آدم آورد دریں دیر خراب آبادم آدم مجھے اس خراب جگہ میں لائے

۴ سایهٔ طوبیٰ و دلجوئی حور و لب حوض | بہوائے سر کوئے تو برفت از یادم

طوبیٰ کا سایہ اور حور کی دلجوئی اور حوض کا کنارہ | تیرے کوچہ کی محبت میں مجھے بھول گیا

۵ نیست بر لوح دلم جز الف قامت یار | چہ کنم حرف دگر یاد نداد استادم

میرے دل کی تختی پر بغیر یار کے قد کے الف کے اور کچھ نہیں | کیا کروں دوسرا حرف استاد سے نہیں سیکھا

۶ کوکب بخت مرا ہیچ منجم نشناخت | یا رب از مادر گیتی بچہ طالع زادم

میرے بخت کے ستارہ کو کسی نجومی نے نہیں پہچانا | معلوم نہیں مادر دنیا سے تولد کس وقت میرا کیا ناچہ تھا

۷ تا شدم حلقہ بگوش در میخانۂ عشق | ہر دم آید غمے از نو بمبارکبادم

جب سے شراب خانہ کے دروازہ کا غلام بنا ہوں | ہر دم تازہ غم مبارکباد کیلئے آتا ہے

۸ گر خورد خون دلم مردمک دیدہ رواست | کہ چرا دل بجگر گوشۂ مردم دادم

اگر میری آنکھ کی پتلی خون دل کا پیے روا ہے | کس لیئے میں نے دل معشوق کو دیا

۹ پاک کن چہرۂ حافظ بسر زلف ز اشک

حافظ کا چہرہ زلف کے ذریعہ آنسوؤں سے پاک کر

ورنہ این سیل دمادم ببرد بنیادم

ورنہ یہ زوردار سیلاب میری بنیاد اکھیڑ دیگا۔

۸ — مردم کے معنی آنکھ کی پتلی بھی ہے اور آدمی بھی ہے مطلب ہے کہ اگر میری آنکھیں خون روئیں تو بجا ہے کیونکہ دل و جگر کو اسکی آنکھ کے حوالہ کر دیا ہے، دل اور جگر خون کا چشمہ ہیں۔

---

۱ فتویٰ پیر مغاں دارم و عہدیست قدیم | کہ حرام است مے آنرا کہ نہ یارست و ندیم

میرے پاس پیر مغاں کا فتویٰ ہے اور بزرگوں کا قول ہے | کہ اس شخص کیلئے شراب حرام ہے جسکا کوئی یار اور دمساز نہ ہو

۲ چاک خواہم زدن این دلق ریائی چہ کنم | روح را صحبت ناجنس عذابیست الیم

یہ ریا کی گودڑی پھاڑ ڈالونگا اس کے سوا اور کیا کر سکتا ہوں | روح کیلئے ناجنس کی صحبت سخت عذاب ہے۔

٣

تا مگر جرعہ فشاند لب جانان بر من
اس امید پر کہ معشوق کے لب مجھ پر کوئی بوند چھڑک دیں

سالہا زاں شدہ ام بر در میخانہ مقیم
سالہا سال سے اسیلئے شراب خانہ کے دروازہ پر پڑا ہوں

۴

مگرش صحبت دیرین من از یاد برفت
شاید میری پرانی صحبت کو وہ بھول گیا ہے

اے نسیم سحری یاد دہش عہد قدیم
اے بادصبا اس کو پرانا اقرار یاد دلانا

٥

بعد صد سال اگر بر سر خاکم گذری
سو سال کے بعد بھی اگر میری قبر پر تیرا گذر ہو

سر برآرد ز گلم رقص کناں عظم رمیم
بوسیدہ ہڈیاں خاک سے ناچتی ہوئی اٹھ کھڑی ہوں

٦

فکر بہبود خود ای دل ز در دیگر کن
اے دل اپنی بہتری کا فکر دوسرے دروازہ پر کر

درد عاشق نشود بہ ز مداوائے حکیم
عاشق کا درد حکیم کے علاج سے اچھا نہیں ہوتا

٧

گوہر معرفت اندوز کہ با خود ببری
معرفت کے موتی اپنے واسطے جمع کر کہ یہی ساتھ لیجائیگا

کہ نصیب دگرانست نصاب زر و سیم
چاندی سونے کا نصاب غیروں کے حصہ میں آئے گا۔

٨

دام سخت است مگر یار شود لطف خدا
سخت جال پھیلا ہوا ہے خدا کا لطف شامل حال ہو تو ہو سکتا ہے

ورنہ آدم نبرد صرفہ ز شیطان رجیم
ورنہ آدم شیطان پر غلبہ نہیں پا سکتا

٩

غنچہ گو تنگدل از کار فروبستہ مباش
غنچہ (دل) کو کہو کہ ناکامیابی سے دل تنگ نہ ہو

کز دم صبح مدد یابی و انفاس نسیم
کہ صبح کی ہوا اور نسیم کے جھونکوں سے مدد ملیگی

١٠

دلبر از ما بصد امید گرفت اول دل
دلبر نے سو امیدیں دلا کر مجھ سے میرا دل پہلے لیا

ظاہرا عہد فرامش نکند خلق کریم
خلق کریم سے توقع ہے اقرار نہ بھولے گا

حافظ ار سیم و زرت نیست برو شاکر باش
ای حافظ اگر چاندی اور سونا تیرے پاس نہیں صبر و شکر کر

چہ بہ از دولت لطف سخن و طبع سلیم
طبع سلیم اور لطف کلام کی دولت سے بہتر اور کیا ہے؟

۱

گر ازیں منزلِ غربت بسوئے خانہ روم — نذر کردم کہ ہم از راہ بمیخانہ روم

اگر اس غربت کی منزل (دنیا) سے گھر (عالم ملکوت) کو جاؤں — تو میں نے منت مانی ہے کہ شرابخانہ کے راستے سے جاؤنگا

۲

زیں سفر گر بسلامت بوطن باز رسم — دگر آنجا کہ روم عاقل و فرزانہ روم

اس سفر سے اگر سلامتی کیساتھ وطن میں پہنچ پھروں — تو اس جگہ دانا اور عقلمند بن کر جاؤں گا۔

۳

تا بگویم کہ چہ کشفم شد ازیں سیر و سلوک — بدرِ میکدہ با بربط و پیمانہ روم

تاکہ یہ بیان کر سکوں کہ اس سیر و سلوک سے مجھ پر کیا کشف ہوا ہے — شراب خانہ کے دروازہ پر بربط اور پیمانہ لیکر جاؤنگا

۴

آشنایانِ رہِ عشق گرم خوں بخورند — کافرم گر بشکایت بر بیگانہ روم

اگر وہ لوگ جو عشق کی راہ سے واقف ہیں میرا خون بھی پئیں — تو میں کافر ہوں اگر بیگانہ کے پاس اس امر کی شکایت کروں

۵

بعد ازیں دستِ من و زلف چو زنجیرِ نگار — تا بکے از پئے کامِ دلِ دیوانہ روم

اس کے بعد میرا ہاتھ ہے اور معشوق کی زنجیر زلف ہے — کبتک دیوانہ دل کے مقصد کے لئے دوڑتا پھروں

۶

گر ببینم خمِ ابروئے چو محرابش باز — سجدۂ شکر کنم و ز پئے شکرانہ روم

اگر اس کا خم ابرو جو محراب کی طرح ہے دوبارہ دیکھوں — تو شکر کا سجدہ کروں اور شکرانہ کے نفل پڑھوں

۷

خرم آندم کہ چو حافظ بتولائے وزیر

وہ وقت کیا اچھا ہے کہ حافظ کیطرح وزیر کی محبت میں

سرخوش از میکدہ با دوست بکاشانہ روم

شرابخانہ سے دوست کے ہمراہ بحالت سرور گھر کو جاؤنگا۔

۱۔ اس دنیا سے جو ایک اُجڑی منزل ہے سفر کرنا ہر ایک مرد خدا کی دلی خواہش ہے۔

۲۔ یعنے اگر اس دُنیا سے سفر کرکے عالم ملکوت کی طرف جو ہمارا وطن ہے گیا تو جو تلخ تجربہ اس مصیبت کے گھر میں حاصل ہوا ہے وہ ہمیں دانا اور عقلمند بنا دے گا اور ممکن نہیں کہ ہم اس جگہ دوبارہ آدیں کیونکہ سخت نادانی ہے کہ ایسی خراب جگہ آکر قیام کریں۔

۳۔ سالک کی سیر اس عالم دنیا جس کو عالم ناسوت اور شہادت بھی کہتے ہیں بلند مراتب کی طرف ہوتی ہے۔ جو عالم مثال اور عالم ارواح وغیرہ ناموں سے موسوم ہیں ان عوالم میں سالک پر حقیقت کا انکشاف ہوتا ہے یہ سیر فکر اور ذکر

کے ذریعہ شروع ہوتی ہے۔ "فکر" اصطلاح صوفیہ کرام میں باطل سے منہ موڑ کر حق کی طرف توجہ کا نام ہے۔ باطل سے مراد پیدا کیا ہے اور ہستی موہوم ہے۔ "ذکر" ہر وقت مطلوب حقیقی کی یاد کا نام ہے سالک کی زبان اور دل پر مطلوب حقیقی کا نام رہتا ہے اور شوق سے یہ کیفیت ہوتی ہے کہ کسی وقت اسکی یاد نہیں بھولتی۔ اس کے بعد "فکر" ہے کہ کائنات میں سالک غور کرتا ہے اور کوشش کرتا ہے کہ اسکو معرفت نفس اور معرفت الٰہی حاصل ہو المختصر اس سیر میں طالب حق پر وہ حقائق منکشف ہوتے ہیں جن کا علم سوائے اس سیر معنوی کے اور کسی طرح حاصل نہیں ہو سکتا قرآن شریف میں جابجا ذکر اور فکر کیطرف متوجہ کیا گیا ہے یہ راستہ نہایت مشکل اور پُر خطر ہے۔ خوش نصیب وہ لوگ ہیں جو اس راستہ میں دلیرانہ قدم رکھتے ہیں اور منزل مقصود پر پہنچتے ہیں۔

گرچہ از آتش دل چون خم می در جوشم اگرچہ دل کی آگ کے باعث شراب کے مٹکے کی طرح جوش میں ہوں	۱	مُہر بر لب زدہ خون می خورم و خاموشم لب پر مہر سکوت لگی ہے خون دل پیتا ہوں اور خاموش ہوں
قصد جان ست طمع در لب جانان کردن معشوق کے لب کی ہوس کرنا جان سے ہاتھ دھونا ہے	۲	تو مرا بین کہ درین کار بجان میکوشم تو میری طرف دیکھ کہ اس کام میں جان و دل سے کوشش کرتا ہوں
من کی آزاد شوم از غم دل چون ہر دم میں دل کے غم سے کس طرح آزاد ہو سکتا ہوں جبکہ ہر دم	۳	ہندوی زلف بتے حلقہ کند در گوشم مجھے اس بت کی سیاہ زلف بندہ بنا رہی ہے
حاش للہ کہ نیم معتقد طاعت خویش خدا گواہ ہے کہ میں اپنی اطاعت اور بندگی پر ناز نہیں کرتا	۴	این قدر ہست کہ گہ گہ قدحے مینوشم اتنا ہے کہ کبھی کبھی پیالہ لبریز لیا کرتا ہوں
ہست امیدم کہ علی الرغم عدو روز جزا یہ امید ہے کہ قیامت کے دن دشمن کی خواہش کے برخلاف	۵	فیض عفوش ننہد بار گنہ بر دوشم اس کی رحمت سے گناہ معاف ہو جاویں گے
پدرم روضۂ رضوان بدو گندم بفروخت میرے باپ نے بہشت کا باغ دو دانہ گندم کے عوض فروخت کر دیا	۶	ناخلف باشم اگر من بجوی نفروشم ناخلف ہوں اگر میں ایک جو کے عوض نہ بیچ ڈالوں
خرقہ پوشی من از غایت دینداری نیست خرقہ میں نے دینداری کی وجہ سے نہیں پہنا ہے	۷	پردۂ بر سر صد عیب نہاں می پوشم بلکہ سینکڑوں پوشیدہ عیب پر پردہ ڈالا ہوا ہے
من نخواہم کہ بنوشم بجز از راوقِ مے میں سوائے خالص شراب کے اور کوئی چیز نہیں پیا چاہتا	۸	چہ کنم گر سخن پیر مغاں مے نوشم کیا کروں پیر مغاں کا کہنا نہ مانوں تو ہو نہیں سکتا

گر ازین دست زند مطرب مجلس رہ عشق

اگر اسی طرح سے مجلس کا مطرب عشق کے ستار بجاتا رہیگا

شعر حافظ ببرد وقت سماع از ہوشم

تو حافظ کے شعر سماع کے وقت مجھے بے خود بنا دینگے

۲۔ [illegible] تو پہلے ہی سے معلوم ہے کہ معشوق کے لب تک رسائی اسوقت ہوتی ہے جب جان سے ہاتھ دہو لیں۔ مگر ایک ہم ہیں کہ باوجود اس امر پر مطلع ہونیکے دل و جان سے [illegible] کرتے ہیں کہ وہاں تک رسائی ہو بلاسے جان جائے "لب" سے مراد حیات یا بقا ہے مگر یہ بقا [illegible] اپنا ہستی ہو [illegible] فنا کرتا ہے پھر بقا باللہ حاصل کرتا ہے۔

۳۔ عبادت و زہد و ریاضت پر تو بھروسہ نہیں کہ ان کے ذریعہ کچھ کام بنیگا ہاں کبھی کبھی شراب عشق کا جام پی لیا کرتا ہوں امید ہے کہ منزل مقصود پر پہنچ جاؤنگا۔

۵۔ خواجہ ح نے اپنی مغفرت کا نرالا ڈہنگ نکالا ہے کہ یہ [illegible] دشمن کے منصوبہ کو خاک میں ملانے کیلئے اپنی مطلب آری کی امید ہے۔ عدو سے مراد شیطان ہے جو اس فکر میں لگا ہوا ہے کہ ابن آدم کو دوزخ میں لے جائے لیکن خدا کو یہ کب پسند ہے کہ شیطان اپنے ارادہ میں کامیاب ہو اس نے ان کو شکست دینے کے لئے ضرور ہمارے گناہ اپنے فضل سے معاف کر دیگا۔

عدو سے مراد شیطان ہے یعنی شیطان کی خواہش تو یہ ہی کہ ہم گمراہ ہو کر دوزخ میں جائیں مگر امید ہے کہ اللہ غفور اور رحیم ہمارے گناہ بخشدیگا

۶۔ خواجہ رحمۃ اللہ کا رندانہ کلام بھی نرالا ہی ہے فرماتے [illegible] حضرت آدم نے دو دانہ گندم کے عوض بہشت کو فروخت کر دیا ہم بھی اگر اپنے باپ سے [illegible] نہ بیچیں تو ناخلف [illegible] اس لئے ایک جو کے عوض بیچ ڈالنا چاہیئے "جو" سے مراد "نفرت" ہے [illegible] اہل اللہ کا مقصد ہے ملاحدہ [illegible] کی کوئی قیمت جو مقرر کرنا اس چیز کو ناچیز ظاہر کرنا ہے مطلب یہ ہے کہ بہشت کی قدر و قیمت ہماری نگاہ میں کچھ بھی نہیں اہل اللہ دنیا اور آخرت کی طرف متوجہ بھی نہیں ہوتے۔

۷۔ یہ بھی عیب پوشی ہے کہ خود بخود اس کا اظہار کر رہے ہیں درحقیقت خواجہ خرقہ کی مٹی خراب کرتے ہیں کہ لوگوں نے یہ خرقہ دینداری کی وجہ سے نہیں پہنا بلکہ مقصد یہ ہے عیب پر پردہ ڈالا ہوا ہے لوگ خرقہ دیکھ کر گمان کرتے ہیں کہ حضرت بڑے دیندار ہیں مگر کون جانتا ہے کہ حضرت اس ٹٹی کی آڑ میں کیا کچھ شکار کھیلتے ہیں ؎

در خرقہ ازیں بیشش منافق نتوان بود ۔ بنیاد ششں ازیں شیوہ رندانہ نہادیم

گرچہ افتاد ز زلفش گرہی در کارم ۔ **ہمچناں چشم امید از کرمش میدارم**

اگرچہ تیری زلف کے باعث میرے کام میں گرہ پڑ گئی ہے ۔ لیکن تیرے کرم سے کشائش کی امید بھی ہے

شعر اول		شعر دوم
بطرب حمل مکن سرخی رویم که چو جام میرے چہرہ کی سرخی سے یہ قیاس نہ کر کہ خوشی کی باعث ہے	۲	خون دل عکس برون میدهد از رخسارم جام کی طرح میرے دل کا خون چہرے سے باہر عکس ڈال رہا ہے
پردهٔ مطربم از دست برون خواهد برد مطرب کا سرود مجھے بیخود بنا کر چھوڑے گا۔	۳	آه اگر زانکه دران پرده نباشد بارم افسوس ہے اگر اس پردہ میں میرا دخل نہ ہو۔
منم آن شاعر ساحر که بافسون سخن میں وہ جادوگر شاعر ہوں کہ کلام کے جادو سے	۴	از نی کلک همه شهد و شکر میبارم قلم کی نے سے شہد اور شکر برساتا ہوں۔
بصد امید نهادیم درین بادیه پای سو امید کے ساتھ میں نے اس جنگل میں قدم رکھا ہے	۵	ای دلیل دل گم گشته فرو مگذارم اے گمراہ دل کے رہنما میری طرف متوجہ رہ
چون منش در گذر باد نمی یارم دید جبکہ رہ گذر پر بھی یار کو دیکھنا نصیب نہیں ہوتا	۶	با که گویم که بگوید سخنی با یارم تو کس سے کہوں کہ میرا پیغام یار کو پہنچا دو
دیدهٔ بخت بافسانهٔ او شد در خواب میری بخت کی آنکھ اس کے افسانہ سے سو گئی	۷	کو نسیمی ز عنایت که کند بیدارم نسیم کہاں ہے کہ مہربانی سے بیدار کرے۔

۸

دوش میگفت که حافظ همه رویست و ریا
کل وہ کہتا تھا کہ اے حافظ سب رؤئے و ریا ہے
بجز از خاک درت با که بگو روا آرم
تو خود کہہ کہ تیرے دروازہ کی خاک کے سوا کدھر منہ کروں

۷ ۔ امرا کا دستور تھا کہ آرام کے وقت کہانیاں سنتے تھے اور سنتے سنتے سو جاتے ۔ اس شعر کا مطلب ہے کہ عشق کا افسانہ ایسا ہے کہ ہمارے بخت بیدار کی بھی آنکھ لگ گئی ۔ عاشق ہمیشہ بدنصیب ہوا کرتا ہے نسیم وصل کے جھونکے اگر بیدار کریں تو کریں ۔

اگرچه ما بندگان پادشهیم اگر چہ ہم بادشاہ کے بندے ہیں	۱	پادشاهان ملک صبحگهیم مگر صبح کے ملک کے بادشاہ ہیں

گنج در آستین و کیسہ تہی آستین میں خزانہ اور کیسہ خالی ہے	۲	جام گیتی نما و خاک رہیم گیتی نما جام اور راستہ کی خاک ہیں	
ہوشیار حضور و مست غرور حضوری میں ہشیار اور غرور میں مست	۳	بحر توحید و غرقہ گنہیم توحید کا بحر اور گناہ میں غرق ہیں	
شاہد بخت چوں کرشمہ کند جب بخت کا معشوق کرشمہ کرتا ہے	۴	ماش آئینہ رخ چو مہیم تو ہم اس کیلئے چاند کی طرح آئینہ رخ ہیں	
شاہ بیدار بخت را ہر شب بیدار بخت بادشاہ کے لئے ہر رات	۵	ما نگہبان افسر و کلہیم ہم نگہبان تاج و کلاہ کے ہیں	
گو غنیمت شمار صحبت ما اے کہہ دو کہ ہماری صحبت غنیمت سمجھ	۶	کہ تو در خواب و ما بدیدہ گہیم کہ تو ... یا ہوا ہے اور ہم نگہبان ہیں	
شاہ منصور واقف ست کہ ما شاہ منصور جانتا ہے کہ ہم	۷	روئے ہمت بہر کجا کہ نہیم جس طرح متوجہ ہوئے ہیں	
دشمناں را ز خوں کفن سازیم دشمنوں کا خونی کفن بنا دیتے ہیں	۸	دوستاں را قبائے فتح دہیم دوستوں کو فتح کی قبا پہنا تے ہیں	
رنگ تزویر پیش ما نبود مکر و فریب کا رنگ ہمارے پاس نہیں	۹	شیر سرخیم و افعی سیہیم ہم سرخ شیر اور سیاہ سانپ ہیں	

۱۰

وام حافظ بگو کہ باز دہند
حافظ کا قرضہ کہہ دو کہ واپس دیں ے

کردۂ اعتراف و ما گوہیم
تو نے خود تسلیم کیا ہے اور ہم گواہ ہیں ے

۱۔ غالباً یہ غزل خواجہ حافظ رح نے شاہ منصور کو لکھ کر بھیجی تھی۔ منصور نے خود اعتراف کیا تھا کہ خواجہ صاحب رح کی توجہ باطنی سے مجھے فتح ہوئی اور دشمنوں کو شکست ہوئی اور آپ کی ولایت کا قائل تھا۔ اور خانقاہ کا خرچ اپنے ذمہ لیا تھا اس غزل سے خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کا بلند مرتبہ اور آپ کا باطنی تصرف واضح ہوتا ہے اگر بلحاظ رعیت بادشاہ کے بندے ہیں۔ مگر صبح کے وقت جو قبولیت دعا کا وقت ہے ہم جو چاہیں کر سکتے ہیں۔ ہم بندے بھی اور بادشاہ بھی ہیں بادشاہ کے تاج و تخت کے نگہبان ہم ہیں شاہ منصور کا تذکرہ خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کی سوانح عمری میں کیا گیا ہے۔

۱
گر دست دہد خاک کف پائے نگارم
اگر معشوق کے کف پا کی خاک ہاتھ آجائے
بر لوح بصر خط غبارے بنگارم
تو بصر کی تختی پر خطِ غبار سے لکھوں

۲
پروانۂ او گر برسد در طلب جاں
اگر اس کا پروانہ میری جان کی طلبی کیلئے آئے
چوں شمع ہماں دم بدمی جاں بسپارم
شمع کی طرح اسی وقت جان حوالہ کردوں

۳
گر قلب دلم را ننہد دوست عیاری
اگر دوست کے نزدیک میرا کھوٹا دل معتبر نہو
من نقد رواں در دمش از دیدہ ببارم
تو آنکھوں سے نقدی جو رائج ہے حاضر کروں

۴
دامن مفشاں بر من خاکی کہ پس از مرگ
میری قبر پر دامن جھاڑ کہ مرنے کے بعد
زیں در نتواند کہ برد باد غبارم
اس دروازہ سے ہوا بھی میرا غبار اڑا کر نہیں لیجا سکتی

۵
از بوئی کنار تو شدم غرقہ امید
بغلگیری کی توقع پر امید کے دریا میں غرق ہوگیا
از موج سرشکم کہ رساند بکنارم
میری آنسوؤں کی موج سے مجھے کنارہ پر کون نکالیگا

۶
زلفین سیاہ تو بدلداری عشاق
تیری سیاہ زلفوں نے عاشقوں کی دلجوئی کیلئے
دادند قرارے و ببردند قرارم
اقرار کیا اور صبر و قرار لے گئیں

۷
امروز مکش سر ز وفائی من و اندیش
آج بیوفائی نہ کر اور ذرا فکر کر اس رات کا
زاں شب کہ من از غم بدعا دست برآرم
جبکہ میں مارے غم کے ہاتھ دعا کیلئے اٹھاؤں

۸
ای ساقی ازاں بادہ یکی جرعہ بیاور
اے ساقی اس شراب سے ایک گھونٹ لا
کاں بوئے شفا میدہد از رنج خمارم
جو رنج خمار سے شفا دیتی ہے

۹

حافظ لب لعلش چو مرا جان عزیز ست
اے حافظ اسکا لعل لب مجھے جان کیطرح عزیز ہے

عمری بود آں لحظہ کہ جاں را بلب آرم
عمر گذرنی چاہیئے اس وقت کیلئے جبکہ جان کو لب تک لاؤنگا

۱۔ خط غبار: ایک قسم کا خط ہے جس طرح خط گلزار ایک خط ہے حروف میں بیل بوٹے نظر آتے ہیں بلکہ انہی بیل بوٹوں سے حروف بناتے ہیں اسیطرح خط غبار ایسے چھوٹے چھوٹے حروف ہوتے ہیں کہ غبار اڑتا ہوا معلوم ہوتا ہے شعر کا مطلب یہ ہے کہ اگر اس کے پاؤں کی خاک مل جاوے تو آنکھوں پر خط غبار کی صنعت ظاہر کروں یعنے آنکھوں میں ڈالوں۔

۱
گر دست دہد در خم زلفین تو بازم
اگر تیری زلفوں تک ہاتھ دوبارہ پہنچ جائے
چوں گوی چہ سرہا کہ بچوگان تو بازم
گیند کی طرح بے شمار سر تیری چوگان میں ڈالدوں

۲
زلف تو مرا عمر عزیز ست ولی نیست
تیری زلف مجھے زندگی کی طرح پیاری ہے مگر
در دست سر موی ازاں زلف درازم
میرے ہاتھ میں اس زلف دراز کا ایک بال بھی نہیں ہے

۳
پروانہ راحت بدہ ای شمع کہ امشب
ای شمع تو راحت کا پروانہ دے کہ آج رات
از آتش دل پیش تو چوں شمع گدازم
دل کی آگ سے شمع کی طرح گداز ہو جاؤنگا

۴
چوں نیست نماز من آلودہ نمازی
جبکہ مجھ جیسے آلودہ گناہ کی نماز درست نہیں
در میکدہ زاں کم نشود سوز و گدازم
شراب خانہ میں اس لئے میرا سوز و گداز کم نہوگا

۵
در مسجد و میخانہ خیالت اگر آید
اگر مسجد اور شراب خانہ میں تیرا خیال آجاوے
محراب کمانخانہ ابروی تو سازم
تیرے ابرو کے کمان خانہ کی محراب بنادوں

۶
گر خلوت ما را شبی از رخ بفروزی
اگر میری خلوت کو ایک رات منور کرے
چوں صبح در آفاق جہاں سر بفرازم
صبح کی طرح آفاق میں سر بلند کروں۔

۷
آں دم کہ بیک خندہ دہم جاں چو صراحی
اسوقت جبکہ ایک قہقہ کیساتھ صراحی کی طرح جان دیدوں
مستان تو خواہم کہ گذارند نمازم
تیرے مستوں سے امید ہے کہ میری نماز جنازہ پڑھیں

محمود بود عاقبت کار دریں راہ اس راستہ میں میرا انجام محمود بخیر ہوگا	۸	گر سر برود در سر سودائے ایازم اگر ایاز کے سودا میں میرا سر چلا جاوے

۹

حافظ غم دل باکہ بگویم کہ دریں دور
اے حافظ دل کا غم کس سے کہوں کہ اس دور میں
جز جام نشاید کہ بود محرم رازم
جام کے سوا اور کوئی محرم راز نہ ہونا چاہیئے

گر من از سرزنش مدعیاں اندیشم اگر مجھے مدعیوں کی ملامت کا اندیشہ ہو	۱	شیوہ مستی و رندی نرود از پیشم تو رندی اور مستی کے شیوہ کا کیا اعتبار رہیگا
زہد رندانِ نو آموختہ راہی بدہست نو آموز رندوں کا زہد بے فائدہ ہے	۲	منکہ بدنام جہانم چہ صلاح اندیشم میں تو تمام دنیا میں بدنام ہوں انکے واسطے کیا تجویز کروں
شاہ شوریدہ سراں خوانِ منِ بیساماں را مجھ بے سامان کو شوریدہ سروں کا بادشاہ کہو	۳	زانکہ در کم خردی از ہمہ عالم بیشم کیونکہ کم عقلی میں سب سے بڑھ کر ہوں
بر جبیں نقش کن از خون دل من خالی میرے دل کے لہو سے ماتھے پر خال بنا	۴	تا بدانند کہ قربان تو کافر کیشم تا لوگ معلوم کرلیں کہ میں کافر تیرے قربان ہوں
اعتمادے بنما و بگذر بہر خدا مجھ پر بھروسہ کر اور خدا کے لئے گزر کر	۵	تا بدانی کہ دریں خرقہ چہ نادرویشم تاکہ تجھے معلوم ہو جاوے کہ اس خرقہ میں کس نا درویش ہوں
شعر خونبار من ای دوست بر یار بخواں میرے خونبار شعر اے دوست یار کے پاس پڑھ	۶	کہ ز مژگان سیہ بر رگ جاں زد نیشم کہ سیہ مژگاں سے میری رگ جاں پر نشتر لگا
دامن از رشحہ خون دل ما در ہم چیں میرے دل کے خون کے قطروں سے دامن بچا کر جانا	۷	کہ اثر در تو کند گر بخراشی ریشم کہ اگر اس زخم کو چھیر دیا تو اس کا اثر تجھ پر ہوگا

۸

من اگر رندم و گر شیخ چہ کارم با کس

میں اگر رند ہوں یا شیخ ہوں کسی سے کیا کام

حافظ راز خود و عارف وقت خویشم

اپنے راز کا نگہبان (حافظ) اور وقت کا عارف (پہچاننے والا) ہوں

---

۱ **ما برآریم شبی دست و دعائی بکنیم**

کسی رات ہم ہاتھ اٹھاویں اور دعا کریں

غم ہجران ترا چارہ زجائی بکنیم

تیرے ہجر کے غم کا علاج کسی اور جگہ سے تلاش کریں

۲ **دل بیمار شد از دست رفیقان مددی**

میرا بیمار دل ہاتھ سے جاتا رہا اے دوستو مدد کرو

تا طبیبش بسر آریم و دوائی بکنیم

تاکہ اسکا طبیب بلائیں اور دوا کریں

۳ **خشک شد بیخ طرب راہ خرابات کجاست**

طرب کی جڑ خشک ہوگئی خرابات کی راہ کدھر ہے

تا در آن آب و ہوا نشو و نمائی بکنیم

تاکہ اس جگہ کی آب و ہوا میں نشو و نما پائیں

۴ **آنکہ بیجرم برنجید و بہ تیغم زد و رفت**

جو کہ مجھ سے بغیر جرم کے خفا ہوا اور تلوار سے مارا اور چلا گیا

بازش آرید خدارا کہ صفائی بکنیم

خدا کے لئے اسے واپس بلاؤ کہ صفائی کریں

۵ **در رہ نفس کزو سینۂ ما بتکدہ شد**

نفس کی راہ میں کہ اسکے باعث میرا سینہ بتخانہ بنگیا

تیر آہی بگشائیم و غزائی بکنیم

آہ کا تیر چلائیں اور جہاد کریں

۶ **مدد از خاطر رندان طلب ای دل ورنہ**

اے دل رندوں کی توجہ سے مدد مانگ ورنہ

کار صعب است مبادا کہ خطائی بکنیم

مشکل کام ہے مبادا خطا کروں

۷ **سایۂ طائر کم حوصلہ کاری نکند**

کم حوصلہ طائر کا سایہ کچھ کام نہیں کرسکتا

طلب سایۂ میمون ہمائی بکنیم

ہما کے نیک سایہ کی تلاش کرنی چاہیے

۸ **دلم از پردہ بشد حافظ خوش لہجہ کجاست**

میرا دل نغمہ سے بیخود ہوگیا حافظ خوش الحان کہاں ہے

تا بقول و غزلش ساز و نوائی بکنیم

تاکہ اس کے غزل اور کلام سے ساز و نغمہ سنجی کریں

۱ - ہجر کا علاج دعا ہے کریں۔ خدا سے دعا مانگیں کہ ہجر کے ایام کٹ جاویں۔
۵ - جہاد بلکہ جہاد جسے کہتے ہیں وہ نفسانیت کا مقابلہ کرنا ہے خواجہ رح فرماتے ہیں کہ ہمارا سینہ جو معرفت کا گنجینہ ہونا چاہیئے اس نفس امارہ نے بت توج بناہ کہا ہے چاہیئے کہ آہوں کے تیر سے اس کو چھلنی کریں اور جہاد کریں۔
۵ - نفس کشی پر کمر باندھیں۔ یہ جہاد اکبر ہے۔ نفسانی خواہشات کی بندگی بت پرستی ہے۔
۷ - طائر کم حوصلہ وہ ناقص مرشد ہیں جو سدرۃ المنتہیٰ تک پرواز نہیں کر سکتے رسول کریم کی متابعت کرنی چاہیئے آنحضرت کا سایہ مبارک منزل مقصود تک پہنچا سکتا ہے مگر ہما کا ملنا مشکل ہے اور پھر اس کا سایہ نہایت مشکل ہے جو شاہی کی علامت ہے۔

	نمبر	
ماسر خوشان مست دل از دست داده ایم ہم مسرور اور سرمست ہیں دل ہاتھ سے دے چکے ہیں	۱	ہمراز عشق وہمنفس جام باده ایم عشق کے راز سے واقف ہیں اور شراب کے جام کے ہمدم ہیں
بر ما بسے کمان ملامت کشیده اند مجھ پر لوگوں نے ملامت کی کمان کھینچ رکھی ہے	۲	تا کار خود ز ابروے جاناں کشاده ایم جب سے معشوق کے ابرو سے کام آ پڑا ہے۔
ای گل تو دوش جام صبوحی کشیده اے گل تو نے کل صبح کا جام پیا ہے۔	۳	ما آں شقائقیم کہ با داغ زاده ایم اور ہم وہ شگفتہ پھول ہیں کہ ازل سے داغ لیکر پیدا ہوئے ہیں
پیر مغاں ز توبہ ما گر ملول شد اگر پیر مغاں ہماری توبہ سے رنجیدہ ہوا	۴	گو بادہ صاف کن کہ بعذر ایستاده ایم اسے کہو کہ بادہ صاف رکھیں کہ ہم عذر کیلئے کھڑے ہیں
کار از تو میرود مددی ای دلیل راه تیرے بغیر کام بگڑ رہا ہے اے راستہ کے رہنما	۵	انصاف میدہیم کہ از رہ فتاده ایم انصاف سے کہتا ہوں کہ راستہ سے رہ گیا ہوں
چوں لالہ می مبیں و قدح در میان کار لالہ کی طرح شراب نہ دیکھ اور پیالہ درمیان میں سمجھ	۶	ایں داغ بیں کہ بر دل خونیں نہاده ایم یہ داغ دیکھ جو کہ خونی دل پر رکھا ہوا ہے

۷

گفتی کہ حافظ ایں ہمہ رنگ و خیال چیست
تو نے کہا کہ اے حافظ یہ تمام رنگ اور خیال کیا ہے

نقش غلط مخواں کہ ہماں لوح ساده ایم
غلط نقش نہ پڑھ میں تو وہی سادہ تختی ہوں

۴۔ خواجہ رحمۃ اللہ نے توبہ کے متعلق اکثر اشعار لکھے ہیں فرماتے ہیں ؎

بعزم توبہ نہادم قدح ز کف صد بار ؎ ولی کرشمۂ ساقی نمے کند تقصیر
حدیث توبہ دریں بزمگہ مگو واعظ ؎ کہ ساقیانے کمان ابروت زنند بہ تیر
بیا کہ توبہ ز لعل نگار و خندۂ جام ؎ تصوریست کہ عقلش نمیکند تصدیق
اگر شبے بزبانم حدیث توبہ رود ؎ ز بے طہارتی آں زبانے غرارہ کنم
توبہ کردم کہ نبوسم لب ساقی و کنوں ؎ میگزم لب کہ چرا گوش بناداں کردم
من ترک عشقبازی و ساغر نمے کنم ؎ صد بار توبہ کردم و دیگر نمے کنم

۶۔ لالہ کی صورت پیالہ کی ہے اور اس کی سرخی شراب کے رنگ کی یاد دلاتی ہے پیالہ اور شراب کا خیال نہ کر بلکہ دیکھ جس کو یہ صورت اور رنگ دیا ہے اس کے دلپر داغ دیا ہے۔

۷۔ ہم تو عدم محض ہیں یہ رنگ اور خیال اور یہ کثرت اور اس کی رنگینی کا نقش تیرا ہی نورِ ظہور ہے۔

۱

ما وردِ سحر بر درِ میخانہ نہادیم
ہم نے صبح کا ورد شراب خانہ کے دروازہ پر رکھا ہوا ہے

اوقاتِ دعا در رہِ جانانہ نہادیم
دعا کے وقت دوست کے راستہ پر رکھے ہوئے ہیں

۲

سلطان ازل گنجِ غمِ عشق بما داد
سلطان ازل نے عشق کے غم کا خزانہ ہمیں دیا ہے

تا روئے بدیں منزلِ ویرانہ نہادیم
اس کے بعد ہم نے اس ویرانہ کی طرف منہ اٹھایا

۳

در خرقۂ صد عاقل و زاہد زند آتش
سو داناؤں اور زاہدوں کے خرقہ میں آگ لگا دیگا

ایں داغ کہ ما بر دلِ دیوانہ نہادیم
یہ داغ جو اس دیوانہ دلپر ہمنے رکھا ہے

۴

در دل ندہیم راہ پس ازیں مہرِ بتاں را
اس کے بعد بتوں کی محبت کو دل میں جگہ نہ دونگا

مُہرِ لبِ او بر درِ ایں خانہ نہادیم
اس کے لب کی مہر اس گھر پر لگا رکھی ہے

۵

آں بوسہ کہ زاہد ز پیش داد بما دست
وہ بوسہ جو اس سے پیشتر زاہد نے میرے ہاتھ پر دیا

از روئے صفا بر لبِ جانانہ نہادیم
صفائی کے ساتھ ہمنے معشوق کے لب پر رکھ دیا

۶

چوں میرود ایں کشتیِ سرگشتہ کہ آخر
جبکہ یہ سرگشتہ کشتی چل رہی ہے ۔ آخر کار

جاں در سرِ ایں گوہرِ یکدانہ نہادیم
اس گوہر یکدانہ میں جان رکھ دی ہے

۷

المنۃ للہ کہ چو ما بیدل و دیں بود
خدا کا شکر ہے کہ میری طرح بے دل اور بیدین ہی نکلا

آں را کہ خرد پرور و فرزانہ نہادیم
وہ شخص جس کو میں عقلمند اور دانا سمجھتا تھا

در خرقه ازیں بیش منافق نتواں بود خرقہ کے پردہ میں اس سے زیادہ کوئی منافق نہیں ہو سکتا	۸	بنیادش ازیں شیوۂ رندانہ نہادیم اس کی بنیاد ہم نے رندانہ طریقہ پر رکھی۔
۹	قانع بخیالی ز تو بودیم چو حافظ حافظ کی طرح تیرے خیال پر قناعت کئے بیٹھا تھا یارب چہ گدا ہمت "شاہانہ نہادیم ای خدا کیا فقیروں کی ہمت والا اور شاہونکی شان والا ہوں	

۱۔ یعنے ہمارے لئے شراب خانہ عشق ہی عبادت کی جگہ ہے اور معشوق حقیقی کے وصل کی دعائیں مانگنا ہمارا کام ہے۔

۷ سے : سنا کرتے تھے شہرہ ذوق جن کی پارسائی کا :
: وہ سب یار خرابات اپنے نکلے ہمنشیں نکلے :

۸۔ جو کام زاہد خرقہ کے پردہ میں کرتا تھا وہ ہم رندانہ وضع میں کرتے ہیں یہ کام خرقہ پرہیزگاری کے لائق تو نہیں البتہ رندی کے مناسب ہیں۔

ما دریں در نہ پئی حشمت و جاہ آمدہ ایم ہم اس دروازہ پر جاہ و حشمت کی غرض سے نہیں آئے ہیں	۱	از پئی حادثہ اینجا بہ پناہ آمدہ ایم بلکہ حوادث سے بچنے کے لئے پناہ مانگنے آئے ہیں
رہرو منزل عشقیم و ز سرحد عدم منزل عشق کے مسافر ہیں اور عدم کی سرحد سے	۲	تا باقلیم وجود ایں ہمہ راہ آمدہ ایم وجود کی اقلیم تک یہ تمام راہ قطع کر کے آئے ہیں
سبزۂ خط تو دیدیم و ز بستان بہشت تیرا سبزہ خط دیکھ کر بہشت کے باغ سے	۳	بطلبگاری ایں مہر گیاہ آمدہ ایم اس مہر گیاہ کی خاطر آئے ہیں
با چنیں گنج کہ شد خازن او روح امیں اس خزانہ کے باوجود کہ جس کا خزانچی جبرئیل ہے	۴	بگدائی بدر خانہ شاہ آمدہ ایم گدائی کرتے ہوئے بادشاہ کے گھر کے دروازہ پر آئے ہیں
لنگر حلم تو ای کشتی توفیق کجاست اے کشتی توفیق تیرے حلم کا لنگر کہاں ہے	۵	کہ دریں بحر کرم غرق گناہ آمدہ ایم کہ اس کرم کے بحر میں گناہ میں غرق ہو کر آئے ہیں

۶	
آبرو میرود ای ابر خطا پوش ببار آبرو جا رہی ہے ای خطا پوش بادل برس	کہ بدیوان عمل نامہ سیاہ آمدہ ایم کہ ہم عمل کے دیوان میں سیاہ نامہ لیکر آئے ہیں

حافظ این خرقہ پشمینہ بینداز کہ ما
اے حافظ یہ پشمینہ کا خرقہ اتار پھینک کہ ہم
از پی قافلہ با آتش و آہ آمدہ ایم
قافلہ کے پیچھے آگ اور آہوں کیساتھ چلے آرہے ہیں

ا۔ نہایت کوتہ اندیش وہ آدمی ہیں جو خدا تعالے سے دنیا اور اس کی زینت کی دعائیں مانگتے ہیں۔ اس شعر میں لفظ "حادثہ" لطیف واقع ہوا ہے تمام عالم حوادث کا مجموعہ ہے اور عالم خود "حادث" ہے۔ حادث کے معنے نو پیدا۔ اس لئے حادثہ کے معنے وہ واقعہ جو ظہور میں آتا ہے اور اصطلاح میں ایسا واقعہ جو رنج وغم کا باعث ہو۔ شعر کا مطلب یہ ہے کہ ہم اللہ تعالے کی بارگاہ میں اس لئے حاضر نہیں ہوتے کہ دنیا اور اس کی زینت کے حصول کی دعائیں مانگیں بلکہ دنیا اور اس کی زینت سے پناہ مانگتے ہیں قل اعوذ برب الفلق الخ اور قل اعوذ برب الناس الخ پر غور کرنا چاہیئے +

حشمت وجاہ محض دنیا اور اس کی زینت ہے، جو متاع قلیل، اور لہو ولعب ہے اس کی طلب تو کیا اس سے خدا کی پناہ مانگنی چاہیئے +

۲۔ ملک وجود تک عدم سے ہم روانہ ہو کر عشق کی منزلیں طے کرتے ہوئے آئے ہیں یعنے عشق ہی کائنات کے ظہور کا باعث ہوا۔

۳۔ مہر گیا ؛ ایک قسم کی بوٹی ہے مشہور ہے کہ جس شخص کے پاس ہو اس سے محبت کرتے ہیں۔ سبزہ خط کو مہر گیا سے تشبیہ دی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ بہشت سے اس دنیا میں صرف عشق کھینچ لایا ہے۔ سبزہ خط سے مراد دنیا ہے جس نے عارض حسن کو پوشیدہ کر رکھا ہے۔

۴۔ "روح الامین" کے معنے جبرئیل علیہ السلام۔ روح کے معنے امر ربی ہے اور "امین" کے معنے امانتدار۔ چونکہ امر ربی ایک امانت ہے کہ بصورت وحی انبیاء کے قلب پر نازل ہوتا ہے اور اس امانت کو بجنسہ جبرئیل علیہ السلام انبیاء تک پہنچاتے رہے اس لئے "روح امین" ہیں۔
مگر اس شعر میں یہ نکتہ ہے کہ "امانت" بذاتہ وہ بیش قیمت شے ہوتی ہے وہ امانت جو ارض وجبال پر عرض کیگئی اور وہ اس کے متحمل ہو سکے گرانقدر شے ہے اور فی الحقیقت۔ روح کے ساتھ انسان ہے۔ اور ہماری روح ہی امین ہے یعنے اس امانت کی جو خزانہ ہے خازن ہے مطلب شعر یہ ہے کہ باوجود اس خزانہ کے جو ہماری روح کو بطور امانت ہے ہم اللہ تعالے کے حضور فقیر ہی ہیں واللہ غنی وانتم الفقراء اس امانت سے تو ہم کچھ خرچ کر ہی نہیں سکتے ویسے اس امانت کی موجودگی میں مالامال ہیں۔ اس شعر میں شاہ اللہ تعالی ہو جسنے ہمیں گنج امانت کا خزانچی مقرر فرمایا ہے

ما ز یاران چشم یاری داشتیم مجھے دوستوں سے نیکی کی امید تھی	۱	خود غلط بود آنچہ ما پنداشتیم مگر یہ خیال سراسر غلط تھا۔
تا درخت دوستی کے بر دہد دیکھیے دوستی کا درخت کب پھل لاتا ہے	۲	حالیا رفتیم و تخمے کاشتیم اب تو جا کر بیج ڈالا ہے۔
گفتگو آئین درویشی نبود گفتگو درویشی کے دستور کے خلاف تھی	۳	ورنہ با تو ماجراہا داشتیم ورنہ تجھ سے بہت کچھ کہنا سننا
شیوۂ چشمت فریب جنگ داشت تیری آنکھ کا شیوہ ایک جنگ کا فریب تھا	۴	ما غلط کردیم و صلح انگاشتیم مجھ سے غلطی ہوئی صلح کر لی۔
نکتہ ہا رفت و شکائت کس ندید کئی باتیں ہو گئیں اور کسی نے شکائت نہ سنی	۵	جانب حرمت فرونگذاشتیم میں نے حرمت کا پاس ہمیشہ کیا
گلبن حسنت نہ خود شد دلفریب تیرے حسن کا پھولدار درخت خودبخود دلفریب نہیں ہو گیا	۶	ما دم ہمت برو بگماشتیم ہماری ہمت اور توجہ سے ایسا رنگ لایا ہے
چون نہادی دل بمہر دیگران جب تو نے اور دل کیساتھ دل لگا لیا	۷	ما امید از وصل تو برداشتیم ہمنے تیرے وصل سے امید منقطع کر لی

۸

گفت خود دادی بما دل حافظا

تو کہتا ہے کہ اے حافظ تو نے خود دل دیا

ما محصل بر کسے نگماشتیم

ہم نے کسی پر محصول نہیں لگایا ہے۔

۱ تا ۵ - غزل معرفت کا دریا ہے جو بے تکلف بہا چلا جاتا ہے۔ اہل تحقیق کیواسطے نہائت بیش قیمت موتی ہیں۔ پہلے اشعاروں میں تو فرقت کا رونا ہے مگر اس کے ساتھ یہ جتا دیا ہے کہ درویشی اور فقر سے بعید ہے کہ کسی قسم کی شکائت منہ پر لاویں۔

۶۔ اس شعر میں یہ ظاہر کیا ہے کہ اللہ تعالےٰ کے اسماء صفاتی مشروطی ظہور کا تقاضا کرتے ہیں۔ مثلاً "خالق" تقاضا کرتا ہے کہ مخلوق ہو اگر مخلوق نہو تو اسے خالق کون کہیگا اسی طرح دوسرے اسماء پر قیاس کرو نتیجہ یہ ہے کہ اس کا حسن دلفریب نہ ہوتا اگر ہم نہ ہوتے "دل تو ہمارے پہلو میں ہے" یہ مسئلہ نہایت دقیق ہے اور وحدت وجود کی جان ہے؛

۸۔ اس شعر میں یہ ظاہر کیا ہے کہ خدا تعالےٰ نے کسی کو مجبور نہیں کیا؛ بلکہ ممکنات نے فطرتاً وہ کام کیا ہے۔ جس کی وہ استعداد رکھتے ہیں یہ مسئلہ بھی ادق ہے اور اس میں کچھ شک نہیں کہ کان آنکھ کا کام اور آنکھ ناک کا کام اور اسی طرح مختلف عضو اپنا اپنا کام کرتے ہیں دوسرے کا کام نہیں دے سکتے؛ ہم بلاتکلف بہ تقاضا فطرت وہ کام کرتے ہیں جو ہمیں کرنا چاہیئے۔ دل کا کام عشق بازی ہے اور حسن پرستی؛

۱
ما نگوئیم بد و میل بناحق نکنیم
ہم کسی کو برا نہیں کہتا اور ناحق کی طرف مائل نہیں ہوتا
جامهٔ کس سیه و دلق خود ازرق نکنیم
کسی کا جامہ سیاہ نہیں کرتا اور اپنی گودڑی نیلی نہیں کرتا

۲
رقم مغلطه بر دفتر دانش نکشیم
غلط تحریر عقل کے دفتر پر نہیں کرتا
سر حق با ورق شعبده ملحق نکنیم
حق کا راز شعبدہ سے نہیں ملاتا ہے

۳
عیب درویش و توانگر بکم و بیش بدست
درویش اور مالدار کا عیب کرنا کم و بیش برا ہے
کار بد مصلحت آنست که مطلق نکنیم
بہتر یہی ہے کہ برا کام مطلق نہ کرنا چاہیئے

۴
خوش برانیم جهان در نظر راه روان
رہ رو و مسافروں کی نظر میں دنیا میں خوش خوش بسر کرتا ہوں
فکر اسپ سیه و زین مغرق نکنیم
سیاہ گھوڑے اور مغرق زین کی فکر نہیں ہے

۵
آسمان کشتی ارباب هنر می شکند
آسمان اہل ہنر کی کشتی کو توڑ دیتا ہے۔
تکیه آن به که برین بحر معلق نکنیم
اس معلق بحر پر بہتر یہی ہے کہ بھروسہ نہ کریں

۶
شاه اگر جرعهٔ رندان نه بحرمت نوشند
اگر بادشاہ رندوں کی شراب عزت سے نہیں پیتا
التفاتش بمی صاف مروق نکنیم
ہم بھی صاف اور خالص شراب کی جانب متوجہ نہیں ہوتے

۷
گر بدی گفت حسودی و رفیقی رنجید
اگر حاسد نے مجھے برا کہا اور دوست کو رنج پہنچا
گو تو خوش باش که ما گوش باحمق نکنیم
اسے کہو کہ تو خوش رہ کہ میں احمق کی بات پر کان نہیں دھرتا

۸

حافظ ار خصم خطا گفت نگیریم برو

اے حافظ اگر دشمن نے برا کہا تو کوئی گرفت نہیں کرتا ہوں

ور بحق گفت جدل با سخن حق نکنیم

اور اگر سچ کہا ہے تو سچی بات پر جھگڑنا خوب نہیں

۱۔ یہ غزل پند و نصایح کا دفتر ہے اگر اس پر عمل کیا جائے تو دنیا اور آخرت میں سرخروئی ہے کسی کو برا نہ کہو اور باطل کی طرف توجہ نہ کرو داغ ملامت سے کسی کا جامہ سیاہ نہ کرو اور اپنے آپ کو پرہیزگار ظاہر نہ کرو۔

۲۔ عقل سے فریب اور دغا کا کام لینا نادانی ہے چالاکی اور ہوشیاری اس کے معنے نہیں ہیں کہ شعبدہ بازی سے جھوٹ کو سچ کر دکھلاؤ اور لوگوں کو گمراہ کرو۔

۳۔ اگرچہ مالدار کی عیب جوئی اتنی بری نہیں جتنی درویش کی ہے مگر خواہ کم ہو یا زیادہ ہو عیب نکالنا اور برا کہنا مطلق چھوڑ دینا چاہیئے۔

۴۔ میں بالکل آزاد ہوں مجھے فکر نہیں کہ دن رات کس طرح گذرتے ہیں۔

۵۔ بحر معلق سے مراد آسمان ہے اول تو پانی پر سہارا ہو ہی نہیں سکتا اور اگر یہ معلق ہو تو اور بھی ناممکن ہے۔

۷۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کسی شخص نے خواجہ رحؒ کو برا کہا اور آنجناب کے کسی دوست کو رنج پہنچا۔ خواجہ رحؒ نے دوست کی تسلی کی کہا حاسد ہمیشہ برا ہی کہا کرتے ہیں اور برا نہ ماننا چاہیئے یہ سمجھ لو کہ ایک یاوہ گو بکواس کر رہا ہے اس لئے خوش رہو آخری شعر میں اپنے فقر کا پورا پورا ثبوت دیا ہے۔

۸۔۹

خود برا ہے کہ مجھ کو برا جانتا ہے	تو بھلا ہے تو برا ہو نہیں سکتا اے ذوق
کیوں برا کہنے سے اسکے تو برا مانتا ہے	اور اگر تو ہی برا ہے تو وہ سچ کہتا ہے

لیکن خواجہ رحؒ کسی کو برا نہیں کہتے اور اگر کوئی شخص برائی کرتا ہے تو ہمیں اسے برا نہ منانا چاہیئے اور اگر وہ حق کہہ رہا ہو تو سخن حق برا نہ ماننا چاہیئے۔

---

۱ **مرا عہدیست با جاناں کہ تا جاں در بدن دارم**

محبوب کے ساتھ میرا اقرار ہے کہ جبتک میری جان میں جان ہے

ہواداران کویش را چو جان خویشتن دارم

جان کی طرح اس کے کوچہ کی محبت کو عزیز رکھونگا۔

۲ **صفائی خلوت خاطر از اں شمع چگل جویم**

اس چگل (نام شہر) کی شمع سے اپنی طبیعت کی صفائی کی خواہش کرتا ہوں

فروغ چشم و نور دل از اں ماہ ختن دارم

آنکھ کی روشنی اور دل کے نور کی تمنا اس ختن کے چاند کی رکھتا ہوں

۳ **بکام و آرزوی دل چو دارم خلوتی حاصل**

جبکہ دل کی آرزو اور مطلب کے موافق مجھے خلوت حاصل ہے

چہ فکر از خبث بدگویاں میان انجمن دارم

تو بدگو کی بدی سے انجمن میں کیا ڈر ہے

شراب خوشگوارم ہست و یار مہرباں ساقی

جبکہ شراب خوشگوار اور مہربان ساقی موجود ہے

۴ ندارد ہیچکس یاری چنیں یاری کہ من دارم

کسی شخص کا ایسا دوست نہیں ہے جیسا کہ میرا ہے

مرا در خانہ سروے ہست کاندر سایۂ قدش

میرے گھر میں ایک سرو ہے کہ اس کے قد کے سایہ نیچے

۵ فراغ از سرو بستانی و شمشاد چمن دارم

باغ کے سرو اور چمن کے شمشاد کی ضرورت نہیں

سزد کز خاتم لعلش زنم لاف سلیمانی

بجا ہے اگر اسکے لب لعل کی انگشتری کی بدولت سلیمانی کا دعویٰ کروں

۶ چو اسم اعظم باشد چہ باک از اہرمن دارم

جب اسم اعظم موجود ہے تو اہرمن کا کیا خوف ہے

خدا را ای رقیب امشب زمانی دیدہ برہم نہ

اے رقیب آج رات کچھ عرصہ سو جا

۷ کہ من با لعل خاموشش نہانی صد سخن دارم

کہ میں اسکے لعل لب خاموش کیساتھ چھپکے چھپکے باتیں کر رہا ہوں

گرم صد لشکر از خوباں بقصد دل کمیں سازند

اگر خوبصورت معشوقوں کے صد لشکر میرے دل کیلئے گھات آپڑیں

۸ بحمد اللہ و المنۃ بتی لشکر شکن دارم

خدا کا شکر ہے کہ میرے پاس معشوق ہے کہ لشکر شکن ہے

الا ای پیر فرزانہ مکن عیبم ز میخانہ

اے پیر دانا میرا عیب میخانہ کے باعث نہ کر

۹ کہ من در ترک پیمانہ دل پیماں شکن دارم

کیونکہ پیمانہ کو ترک کرنے کیلئے میرا دل اقرار کو توڑنے والا ہے

چو در گلزار اقبالش خرامانم بحمد اللہ

جب میں اس کے اقبال کے باغ میں سیر کر رہا ہوں

۱۰ نہ میل لالہ و نسریں نہ برگ یاسمن دارم

تو الحمد للہ کہ مجھے نہ لالہ و نسرین اور نہ چنبیلی کی خواہش ہے

۱۱ برندی شہرہ شد حافظ پس از چندیں ورع اما

اے حافظ اسقدر زہد کے بعد رندی میں مشہور ہو گیا

چہ غم دارم چو در عالم امین الدین حسن دارم

کیا فکر ہے جبکہ دنیا میں امین الدین حسن موجود ہے

۱۔ "الست بربکم قالوا بلیٰ" کا مفہوم یہی ہے کہ ہم اقرار عبودیت فطرتاً کر چکے ہیں اور اللہ تعالے کو اپنا رب تسلیم کر چکے ہیں۔ یہ عہد "الست" جو باندھ چکے ہیں نہایت مضبوط ہے اور جبتک تن میں جان ہے اس عہد کو نبھاتے جائیں گے اور اسی سے لو لگا کر دنیا میں رہیں گے۔

۱
مرحبا طائر فرخ رخ و فرخنده پیام
ای فرخ رخ طائر اور خوشخبری لانے والے

خیر مقدم چه خبر یار کجا راه کدام
"خیر مقدم" کیا خبر ہے یار کہاں ہے کس طرف سے آرہا ہے

۲
یارب این قافله را لطف ازل بدرقه باد
ای خدا اس قافلہ کا رہنما تیرا ازلی لطف و کرم ہو

که ازو خصم بدام آمد و معشوق بدام
کہ اس سے دشمن جال میں پھنستا ہے اور معشوق مطیع ہوتا ہے

۳
ماجرای من و معشوق مرا پایان نیست
میرا اور محبوب کا قصہ ختم ہونے والا نہیں ہے

هر چه آغاز ندارد نپذیرد انجام
جس کا آغاز نہیں ہے اس کا انجام کیا ہوگا۔

۴
چشم خونبار مرا خواب نه درخور باشد
میری لہو رونیوالی آنکھوں کے مناسب نیند نہیں ہے

مَن لهُ المقتل دواء عجبًا کیف ینام
میری درد کی دوا قتل ہے عجب بات ہے اس صورت میں نیند کہاں

۵
تو ترحم نکنی بر من بیدل دائم
تو مجھ بیدل پر رحم نہیں کرتا میں جانتا ہوں

ذاک دعوای وها انت وتلک الایام
یہ میرا دعوے ہے اور تو وہی ہے جو تھا اور روزگار بھی وہی ہے

۶
گل ز حد برد تنعم ز کرم رخ بنمای
گل حد سے زیادہ ناز کرتا ہے اپنا چہرہ دکھلا

سرو مینازد و خوش نیست خدا را بخرام
سرو ناز کررہا ہے یہ خوب نہیں خدا کے لئے ذرا خرام دکھلا

۷
مرغ روحم که همی زد ز سر سدره صفیر
میرا مرغ روح جو سدرہ پر بانگ دیتا تھا

عاقبت دانه خال تو فکندش در دام
آخر کار تیرے خال کے دانہ نے اسے جال میں پھنسا دیا

۸
زلف دلدار چو زنار همی فرماید
جبکہ دلدار کی زلف ہمیں زنار پہننے کا حکم دیتی ہے

برو ای شیخ که شد بر تنم این خرقه حرام
اے شیخ تشریف لیجائیے مجھ پر یہ خرقہ حرام ہے

۹
حافظ ار میل بابروی تو دارد شاید
حافظ تیرے ابرو کی محبت رکھتا ہے مناسب ہے کہ

جای در گوشه محراب کنند اهل کلام
اہل کلام اللہ اس کو جگہ محراب کے گوشہ میں دیں

۱ مرو که در غم هجر تو از جهان برویم | بیا که پیش تو از خویش بی زمان برویم

نہ جا کہ تیرے ہجر کے غم سے ہم جہان سے جاتے ہیں | آ کہ تیرے روبرو ہم خود گم ہو جاتے ہیں

۲ سخن بگوی که پیش لب تو جان بدهیم | رها مکن که درین حسرت از جهان برویم

کوئی بات کر کہ تیرے لب کے سامنے جان دیں | مت چھوڑ کہ اس حسرت سے جہان سے جاتے ہیں

۳ روا مدار که جان بر لب ست و ما ز جهان | ندیده کام دل از آن لب و دهان برویم

یہ بات جائز نہ رکھ کہ جان لب پر ہو اور ہم دنیا سے | اس لب اور دہن سے مطلب حاصل نہ کیا اور چلے جائیں

۴ خوش آن زمان که بنهیم بر دهان لب تو | تو خود بگوئی که ما از برت چسان برویم

کیا اچھا وقت وہ ہے کہ میرے منہ پر تیرا لب ہوگا | تو خود کہہ کہ میں تیری بغل سے کس طرح جاؤں

۵ گدائی کوی شماییم و حاجتے داریم | روا مدار که محروم از آستان برویم

میں تمہارے کوچہ کا گدا ہوں اور محتاج ہوں | روا مت رکھ کہ اس آستان سے محروم جاؤں

۶ نشان وصل بما ده بهر طریق که هست | که باری از پی وصل تو با نشان برویم

مجھے اپنے وصل کا پتہ بتا خواہ کسی طریق سے ہو | کہ تیرے وصل کے لئے اس نشانی پر پہنچوں

۷ مگو که حافظ ازین در برو برای خدا | که هرچه رای تو باشد چنان برویم

یہ نہ کہہ کہ اے حافظ خدا کے لئے اس دروازہ سے جا | کہ جو کچھ تیری مرضی ہو اس پر عمل کر دوں گا

---

۱ مزن بر دل ز نوک غمزه تیرم | که پیش چشم بیمارت بمیرم

غمزہ کی نوک سے میرے دل پر تیر نہ مار | کہ تیری بیمار آنکھ کے سامنے مر جاؤں

۲ نصاب حسن در حد کمال ست | زکاتم ده که مسکین و فقیرم

حسن کا نصاب کمال درجہ پر پہنچ گیا ہے | مجھ کو زکوۃ دے کہ میں مسکین اور فقیر ہوں

قدح پُر کن کہ من از دولتِ عشق
پیالہ بھر دے کہ میں عشق کی دولت سے

۳ جوان بخت جہانم گرچہ پیرم
جوان بخت ہوں اگرچہ بوڑھا ہوں

چناں پُر شد فضائے سینہ از دوست
سینہ کی فضا دوست سے اسطرح بھر گئی

۴ کہ فکرِ خویش گم شد از ضمیرم
کہ اپنا فکر دل سے دُور ہو گیا

مبادا جز حسابِ مطرب و می
اگر منشی کا قلم کچھ لکھتا ہے۔ تو

۵ اگر حرفے کشد کلکِ دبیرم
سوائے مطرب اور شراب کے حساب کے اور کچھ نہ ہونا چاہئے

دراں غوغا کہ کس کس را نپرسد
اس شور میں کہ کوئی کسی کو نہ پوچھیگا

۶ من از پیرِ مغاں منّت پذیرم
میں پیر مغاں کا منت پذیر ہونگا

قراری کردہ ام با می فروشاں
شراب بیچنے والوں سے اقرار کیا ہے

۷ کہ روزِ غم بجز ساغر نگیرم
کہ غم کے روز شراب کے سوا کچھ اور نہ پیونگا

خوشا آں دم کہ استغنائی مستی
کیا اچھا وہ وقت ہو کہ مستی سے بے پرواہ ہو

۸ فراغت بخشد از شاہ و وزیرم
شاہ اور وزیر کی پرواہ نہ ہو

فراواں گنجِ غم در سینہ دارم
غم کا خزانہ بے شمار میرے سینہ میں ہے

۹ اگرچہ مدّعی بیند فقیرم
اگرچہ مدّعی کو میں فقیر نظر آتا ہوں

۱۰ من آں دم بر گرفتم دل ز حافظ
میں نے اس وقت دل حافظ سے ہٹا لیا
کہ ساقی گشت یارِ ناگزیرم
کہ ساقی ہمیشہ کا دوست ہو گیا

۱۔ قیامت کے روز جب ہر ایک نفسی نفسی پکاریگا۔ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کا دامنگیر ہ

مژدۂ وصلِ تو کو کز سرِ جاں برخیزم
تیرے وصل کا مژدہ کہاں ہے کہ جان فدا کر دوں

۱ طائرِ قدسم و از دامِ جہاں برخ
میں طائر قدس ہوں اور جہاں کے جال سے اڑ جا

یارب از ابر ہدایت برساں بارانی
اے خدا ہدایت کے بادل سے بارش بھیج

۲ **پیشتر زانکہ چو گردی ز میان برخیزم**
اس سے پیشتر کہ غبار کی طرح میں درمیان سے اٹھ کھڑا ہوں

بولائی تو کہ گر بندۂ خویشم خوانی
تیری محبت کی قسم اگر تو مجھے اپنا بندہ کہہ کر بلائے

۳ **از سر خواجگی کون و مکاں برخیزم**
کون و مکان کی خواجگی کو ترک کر دوں

بر سر تربت من بی می و مطرب منشیں
میری تربت پر بغیر شراب اور مطرب کے مت بیٹھ

۴ **تا بوئت ز لحد رقص کناں برخیزم**
تاکہ ناچتا ہوا اسکی بو سونگھ کر لحد سے اٹھ کھڑا ہوں

گرچہ پیرم تو شبے تنگ در آغوشم گیر
اگرچہ بوڑھا ہوں تو ایکرات مجھے بغل میں لیکر خوب دبا

۵ **تا سحر گہ ز کنار تو جواں برخیزم**
تاکہ صبح کے وقت تیرے پہلو سے جوان ہو کر اٹھ کھڑا ہوں

تو مپندار کہ از خاک سر کوئے تو من
تو نہ سمجھ کہ تیرے کوچہ کی خاک سے میں

۶ **بجفائے فلک و جور زماں برخیزم**
آسمان کے ظلم اور زمانہ کی جفا سے اٹھ کھڑا ہونگا

۷ **سرو بالا بنما ای بت شیریں حرکات**
اے میٹھی میٹھی حرکتوں والے معشوق اپنا بلند قد دکھلا

کہ چو حافظ ز سر جان و جہان برخیزم
کہ حافظ کی طرح جان فدا کر دوں اور جہان سے گذر جاؤں

۱- جاننا چاہیئے کہ جبتک ہستی موہومہ فنا نہ ہوگی یا قید تعین سے آزادی حاصل نہوگی بقا باللہ حاصل نہیں ہوسکتی فنا کلی تعینات کی قید میں ناممکن ہے فنا جزوی حاصل ہوسکتی ہے کہ سالک اپنی ہستی کو نظر انداز کر دیتا ہے۔ مگر جب تک جسم و جان کا تعلق ہے تعین کی قید بدستور ہے اس لیئے ہر ایک عارف سالک کی یہی خواہش ہوتی ہے ؎

کے باشد کہ لباس ہستی شدہ شق + تاباں گشتہ جمال وجہ مطلق (جامی رح)

خواجہ رح نے اکثر اشعار میں اس تمنا کو نہایت جانسوز فقرات میں ظاہر کیا ہے کہ وہ دن کب ہوگا کہ اس جہان سے رحلت کرینگے ؎ خرم آنروز کزیں منزل ویراں بروم + راحت جاں طلبم وز پئے جاناں بروم

"روح" طائر عالم قدس ہے اور دنیا کے جال میں آ کر پھنس گئی ہے۔ جب اپنے اصلی آشیانہ یعنے عالم ملکوت کی یاد آتی ہے تو بیقرار ہو جاتی ہے اور یہی جی میں آتی ہے کہ پرواز کرے اور اس قفس عنصری سے آزاد ہو کر عالم قدس کی ہوا کھائے۔

۲- کیا اچھی دعا ہے کہ اے خدا ابرِ عنائیت سے بلدان رحمت نازل فرما اس سے پیشتر کہ میں خاک ہو جاؤں ؛ قرآن شریف میں بار بار آیات میں نزول رحمت کو ما سے تعبیر کیا گیا ہے ؛ پانی سے ہر ایک چیز زندہ ہے ؛ اور زندگی رحمت الٰہی ہے اہل اللہ اس ہدایت کی طلب کرتے ہیں جو صراط مستقیم کی طرف رہنمائی کرتی ہے اور جس سے ہمیشہ کی زندگی حاصل ہوتی ہے یعنے بقا باللہ یہ آب رحمت جو آبحیات ہے مردہ دلوں کو زندہ کرتا ہے اس کی نسبت خواجہ رح دعا فرماتے ہیں کہ اے خدا ایسا نہو کہ ہم اسی تمنا میں خاک ہو جاویں یعنے مر جاویں اور ہمیشہ کی زندگی نصیب نہو ابر رحمت سے ہمیں زندہ کر ؛

۳- بندگی اور اللہ تعالےٰ کی بندگی کا راز خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نے خوب سمجھا ہے ہم آنجناب کے اکثر اشعار کی شرح میں لکھ چکے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت بکو تخلقوا باخلاق کی عامل بناتی ہے اس لئے اگر اسکے مقابلہ میں دونو جہان اور انکی بادشاہی یا تمام اگر توضیح میں اہل اللہ دنیا اور آخرت کی طلب نہیں کرتے ان کی بلند ہمتی کا یہ تقاضا ہے کہ قرب الٰہی حاصل ہو ؛

۱
من ترک عشقبازی و ساغر نمے کنم
میں عشقبازی اور ساغر کو ترک نہ کرونگا
صد بار توبہ کردم و دیگر نمے کنم
سو دفعہ توبہ کر چکا ہوں اور اب نہ کرونگا

۲
باغ بہشت و سایۂ طوبیٰ و قصر حور
بہشت کا باغ اور طوبے کا سایہ اور حور کا محل
با خاک کوئے دوست برابر نمے کنم
دوست کے کوچہ کی خاک کے برابر نہیں سمجھتا

۳
تلقین درس اہل نظر یک اشارت است
اہل نظر کی تعلیم صرف ایک اشارہ ہے ؛
کردم اشارتے و مکرر نمے کنم
میں نے اشارہ کر دیا ہے اور دوبارہ نہیں کرونگا

۴
ہرگز نمے شود ز سر خود خبر مرا
مجھے اپنے سر کا مطلق علم نہیں ہوتا
تا در میان میکدہ سر بر نمے کنم
جب تک مے کدہ میں داخل نہیں ہوتا

۵
شیخم بطنز گفت حرام ست مے مخور
شیخ نے مجھے طعنہ سے کہا کہ شراب حرام ہے مت پی
گفتم مگو کہ گوش بہر خر نمے کنم
میں نے کہا کہ ایسا مت کہہ میں ہر ایک گدھے کی بات پر کان نہیں دھرتا

۶
پیر مغاں حکائت معقول میکند
پیر مغاں معقول بات کہتا ہے ؛
معذورم ار محال تو باور نمے کنم
میں معذور ہوں اگر تیری محال بات پر اعتبار نہ کروں

۷
ایں تقویم بس ست کہ چوں زاہدان شہر
میرے واسطے یہ پرہیزگاری کافی ہے کہ شہر کے زاہدوں کی طرح
ناز و کرشمہ بر سر منبر نمے کنم
منبر پر ناز اور کرشمہ نہیں کرتا ؛

محتاج جنگ نیست برادر نمے کنم جھگڑا کی کوئی بات نہیں، اے بھائی میں نہیں کرتا	۸	**زاہد بطعنہ گفت برو ترک عشق کن** زاہد نے طعنہ سے کہا کہ جا اور عشق ترک کر

۹

حافظ جناب پیر مغان جائے دولت است

اے حافظ پیر مغاں کی درگاہ دولت کی جگہ ہے

من ترک خاک بوسی ایں در نمے کنم

میں اس دروازہ کی خاک بوسی ترک نہیں کرتا

۱۔ اس غزل میں خواجہ رح نے کمالیت اور سلاست کا حق ادا کر دیا ہے اس شعر میں کیسا عزم بالجزم اور پختہ ارادہ ظاہر کیا ہے اور وہ ایسے پیرایہ میں ظاہر کیا ہے کہ جس سے واضح ہوتا ہے کہ صد بار توبہ کا نتیجہ ہمیشہ پشیمانی ہی ہوا ہے

من ازاں ساعت کہ از مے خواستم شد توبہ کار + گفتم ایں شاخ ار دہد بارے پشیمانی بود

اتنی دفعہ بار بار پشیمانی کا نتیجہ یہی ہو سکتا ہے کہ اب پختہ عہد کیا ہے کہ ایسا کام نہ کرونگا جسکا انجام پشیمانی ہو۔

۲۔ سچ ہے اہل اللہ کو دنیا کا تو مطلق خیال نہیں آخرت جس کا نام باغ بہشت وسایہ طوبےٰ و قصر و حور بھا گیا ہے اور حظ نفسانی کی مثال ہے قرب الٰہی کے کس طرح برابر ہو سکتا ہے۔ افسوس ہے ان پر جو حور و غلمان پر مرتے ہیں اور حاصل مدعا کو نظر انداز کرتے ہیں۔

۳۔ جو اہل نظر ہیں وہ اشارتوں ہی میں سمجھاتے ہیں خواجہ رح بھی یہی فرماتے ہیں کہ ہم نے اشارت سے کام لیا ہے اور اشارت اگر مکرر ہو تو اشارت نہیں رہتی بلکہ صاف صاف بیان ہوتا ہے اشارت یہی ہے کہ خاص خالق کی طرف توجہ کرو مخلوق جو دنیا اور آخرت ہے اس کے پیچھے کیا پڑے ہو۔

۴۔ توجہ دلی اسی کا نام ہے کہ اپنے وجود کی بھی خبر نہ رہے اور جس چیز کی طرف توجہ ہو وہی وہی ہو۔

۵ و ۶ و ۷ و ۸۔ ان اشعار میں خواجہ رح نے عشق الٰہی کو کمال کے درجہ تک پہنچا دیا ہے۔ شیخ نے طنزاً کہا کہ شراب حرام ہے۔ مت پیا کر۔ خورا اور خر کا لفظ ایک ہی ہے اور انہی الفاظ میں لطف پیدا کیا ہے گدھے کے کان بھی ایک امتیازی امر ہے۔ شیخ کے طنز کا جواب کیا ترکی بہ ترکی دیا ہے کہ چپ رہ میں گدھوں کی باتوں پر کان نہیں دھرتا یعنے تو تو بیوقوف ہے مگر ہمارا پیر جو بات کہتا ہے معقول ہے اور وہ مے کو حلال کہتا ہے یعنے عشق الٰہی کی تلقین کرتا ہے اس لئے اگر میں تیری بات کا یقین نہ کروں تو معذور ہوں۔ میرے لیئے پرہیزگاری کافی ہے کہ تجھ سے زاہد کی طرح منبر پر چڑھ کر ریاکاری نہیں کرتا۔

زاہد نے طعنہ دیا کہ عشق ترک کر یعنے جواب دیا کہ بھائی مجادلہ کی بات نہیں میں ترک نہیں کرتا۔ چلو چھٹی ہوئی۔ زاہد سے مراد اہل جنت و حور و قصور ہیں جنکی راستہ میں عشق الٰہی کا دعوے گناہ ہے کیونکہ بے ادبی ہے حظ نفس ثواب ہے خواہ آخرت میں ہو۔

نہ ہے طریقت و ملت نہ ہے شریعت کیش

۱
من دوستدار روئی خوش و موئی دلکشم
میں خوبصورت چہرہ اور دلکش بالوں کو دوست رکھتا ہوں
مدہوش چشم مستی و می صاف بیغشم
مست آنکھ اور صاف خالص شراب کا متوالا ہوں

۲
در عاشقی گریز نباشد ز سوز و ساز
عاشقی میں سوز و ساز سے چارہ نہیں ہے
استادہ ام چو شمع مترساں ز آتشم
شمع کی طرح کھڑا ہوں آگ سے مت ڈرا

۳
من آدم بہشتیم اما دریں سفر
میں بہشتی آدم ہوں مگر اس سفر میں
حالی اسیر عشق جوانان مہوشم
چاند جیسے جوانوں کے عشق میں مبتلا ہوں

۴
بخت ار مدد کند کہ کشم رخت سوئے دوست
اگر بخت مدد کرے تو دوست کی طرف جاؤں
گیسوئی حور گرد فشاند ز مفرشم
حور کی زلفیں میرے راستہ کی گرد صاف کریں

۵
شیراز معدن لب لعل ست و کان حسن
شیراز لب لعل کا معدن اور حسن کی کان ہے
من جوہری مفلس ازاں رو مشوشم
میں مفلس جوہری ہوں اس لیے تشویش ہے

۶
از بسکہ چشم مست دریں شہر دیدہ ام
بیشمار مست آنکھ اس شہر میں دیکھی ہے
حقا کہ می نمیخورم اکنوں و سر خوشم
خدا کی قسم بغیر پیئے مست ہوں

۷
شہریست پر کرشمہ و خوبان ز شش جہت
یہ شہر پر کرشمہ ہے اور معشوق ششجہت میں نظر آتے ہیں
چیزیم نیست ورنہ خریدار ہر ششم
میرے پاس کوئی چیز نہیں ورنہ میں تو ششطرف کا خریدار

۸
گفتی ز سر عہد ازل نکتہ بگوئے
تو نے کہا کہ عہد ازل کے راز کے متعلق کوئی نکتہ بیان کر
انگہ بگویمت کہ دو پیمانہ درکشم
اسوقت کہونگا جبکہ دو پیمانہ شراب کے پی لونگا

۹
حسن عروس طبع مرا جلوہ آرزو ست
میری طبع کی دلہن کے حسن کو جلوہ کی خواہش ہے
آئینہ ندارم ازاں آہ میکشم
آئینہ نہیں ہے اس لیے آہ کرتا ہوں

۱۰
حافظ ز تاب فکرت بیحاصلی بسوخت
حافظ بیحاصلی کی فکر کی سوزش سے جل گیا
ساقی کجاست تا زند آبے بر آتشم
ساقی کہاں ہے کہ آگ پر پانی ڈالے

۷۔ چونکہ عاشقان الٰہی کی توجہ دنیا اور آخرت کے نفسانی مزوں کی طرف نہیں ہوتی اس لیئے فرماتے ہیں کہ اگر ہم خدا تعالےٰ کی طرف متوجہ ہوں تو حوریں ہمارا بستر ہ جھاڑیں یعنے ایسی ایسی ادنٰی خدمت کریں جو نفرت انگیز ہوں۔ مطلب یہ ہے کہ ہماری توجہ انکی طرف معلق ہو؛

۸۔ "عہد ازل" سے مراد وہ عہد ہے جو روحوں نے اللہ تعالےٰ سے باندھا۔ ایک تو اقرار عبودیت ہے؛ اللہ تعالےٰ نے فرمایا "الست بربکم"؛ روحوں نے جواب دیا "بلیٰ"؛ یہ اقرار عبودیت ہمیں نباہنا ہے؛ دوسرا اقرار امانت کے متعلق ہے عشق کے متعلق یہ عہد ہے کہ ہم اس میں خیانت نہ کریں گے؛

عہد کا مطلب یہ ہے کہ اس "عہد" کی حقیقت اسوقت معلوم ہوگی جب دو پیمانہ شراب پیئو گے یعنے شراب عشق۔ دو سے مراد دوئی یا غیریت بھی ہوسکتی ہے یعنے دوئی محو کروگے تو حقیقت کا اظہار ہوگا دوئی اسماء و صفات کے ظہور کے باعث ہے اس لیئے اسماء وصفات ہی دو پیمانہ ہونگے؛

۹۔ یعنے میری طبیعت کا حسن جلوہ کا تقاضا کر رہا ہے افسوس ہے کہ آئینہ سامنے موجود نہیں جس میں اس کا جلوہ نظر آئے؛ مطلب یہ ہے کہ میرے اشعار اس امر کا تقاضا کر رہے ہیں کہ سخن فہم صاحب دل سنیں اور داد دیں۔ لیکن افسوس ہے کہ کوئی ایسا شخص نظر نہیں آتا؛

---

۱ منکه باشم که بر آں خاطر عاطر گذرم — لطفہا میکنی ای خاک درت تاج سرم

میں کون ہوں کہ میرا خیال اس بزرگ دل میں گذرے — تو مہربانی کر رہا ہے تیرے دروازہ کی خاک میرے سر کا تاج ہے

۲ دلبرا بندہ نوازیت کہ آموخت بگو — کہ من این ظن برقیبان تو ہرگز نبرم

اے دلبر تجھے بندہ نوازی کس نے سکھائی کہہ تو سہی — کیونکہ میں یہ گمان رقیبوں پر تو ہرگز نہیں کرسکتا

۳ ای نسیم سحری بندگی ما برساں — کہ فراموش مکن وقت دعائی سحرم

اے باد صبا میرا اسلام پہنچا دے — کہ صبح کی دعا کے وقت مجھے بھول نہ جانا۔

۴ ہمتم بدرقہ راہ کن ای طائر قدس — کہ درازست رہ مقصد و من نوسفرم

اے طائر قدس اپنی ہمت کو میرا رہنما بنا — کہ سفر لمبا ہے اور میں سفر کرنا واقف ہوں

۵ خرم آں روز کزیں مرحلہ بر بندم رخت — و ز سر کوی تو پرسند رفیقاں خبرم

وہ دن نہایت خوشی کا ہو جب اس مرحلہ سے سفر کرونگا — تیرے کوچہ کے سر پر سے رفیق میرا حال پوچھینگے

۶ پایہ نظم بلندست و جہانگیر بگو — تا کند پادشہ بحر دہان پر گہرم

میری نظم کا پایہ بلند ہے اور جہاں میں مشہور ہوں کہدے — کہ بحر و بر کا بادشاہ میرا منہ موتیوں سے بھردے

۷ راه خلوتگه خاصم بنما تا پس ازین
خاص خلوت کی جگہ کا راستہ مجھے دکھلا کہ اس کے بعد
مے خورم با تو و دیگر غم دنیا نخورم
تیرے ساتھ شراب پیوں اور دنیا کا غم نہ کھاؤں

۸ حافظا شاید اگر در طلب گوهر وصل
اے حافظ مناسب ہے کہ گوہر وصل کے لئے
دیدهٔ دریا کنم از اشک و در او غوطه خورم
آنسو سے آنکھ کو دریا کروں اور اسمیں غوطہ ماروں

---

۱ من نه آن رندم که ترک شاهد و ساغر کنم
میں وہ رند نہیں ہوں کہ معشوق اور شراب کو چھوڑ بیٹھوں
محتسب داند که من این کارها کمتر کنم
کوتوال جانتا ہے کہ میں ایسی حرکت بالکل نہیں کیا کر[تا]

۲ چون صبا مجموعهٔ گل را به آب لطف شست
جب صبا نے گل کو بالکل لطف کے پانی سے دھو ڈالا ہے
کج دلم خوان گر نظر بر صفحهٔ دفتر کنم
مجھے کج فہم سمجھ اگر دفتر کے صفحہ پر اب نظر ڈالوں

۳ لاله ساغر گیر و نرگس مست و بر ما نام فسق
لالہ کے ہاتھ میں پیالہ ہے اور نرگس مست ہے اور فسق کی تہمت مجھ پر ہے
داوری دارم بسی یا رب کرا داور کنم
میں تو انصاف کا خواہاں ہوں آخدا کسکو منصف مقرر کر[وں]

۴ عشق دردانه است و من غواص و دریا میکده
عشق موتی ہے اور میں غوطہ خور ہوں اور شراب خانہ دریا ہے
سر فرو بردم در آنجا تا کجا سر بر کنم
اسجگہ غوطہ مارا ہے دیکھئے کہاں سر اونچا کرتا ہ[وں]

۵ گرچه گرد آلود فقرم شرم باد از همتم
گرچہ فقر کی گرد سے آلودہ ہوں لیکن میری ہمت کیواسطے عار ہے
گر به آب چشمهٔ خورشید دامن تر ک[نم]
کہ آفتاب کے چشمہ میں اپنا دامن تر کرو[ں]

۶ من که دارم در گدائی گنج سلطانی بدست
میرے پاس گدائی میں سلطانی خزانہ ہے
کی طمع در گردش گردون دون پر[ور کنم]
کب آسمان کی گردش کمینہ پرور کی طمع کرتا [ہوں]

۷ عاشقان را گر در آتش می پسندد لطف دوست
اگر دوست کے لطف کی مرضی یہ ہو کہ عاشق آگ میں جاویں
تنگ چشمم گر نظر بر چشمهٔ کوث[ر کنم]
تنگ چشمی ہے اگر نظر حوض کوثر پر کر[وں]

۸ عہد و پیمان فلک را نیست چندان اعتبار

آسمان کے عہد و پیمان پر کچھ بھروسہ نہیں ہے

عہد با پیمانہ بندم شرط با ساغر کنم

شراب کے پیمانہ سے عہد باندھتا ہوں اور ساغر سے تعلق پیدا کرتا ہوں

۹ باز کش یکدم عنان ای ترک شہر آشوب من

اے ترک شہر آشوب باگ واپس کر

تا ز اشک چہرہ راہت پر ز زر و گوہر کنم

تا کہ آنسو سے تیرے راستہ میں زر و گوہر نثار کردں

۱۰ با وجود بینوائی روسیہ بادم چو ماہ

با وجود بینوائی کے چاند کی طرح روسیاہ ہوں

اگر قبول فیض خورشید بلند اختر کنم

اگر خورشید بلند اختر کے فیض کو قبول کروں

۱۱ منکہ امروزم بہشت نقد حاصل میشود

جبکہ مجھے آج نقد بہشت ملتا ہے

وعدۂ فردائی زاہد را چرا باور کنم

زاہد کے کل کے وعدہ پر کیوں یقین کروں

۱۲ شیوۂ رندی نہ لائق بود وصفم را ولے

رندی کا طریقہ میرے مناسب حال تو نہ تھا مگر

چون در افتادم چرا اندیشۂ دیگر کنم

جب آ پڑا ہوں اب دوسرے طریقہ کی فکر کیا کروں

۱۳ دوش لعلت عشوہ میداد عاشق را ولے

کل تیرا لعل لب عاشق کو باتوں میں پھسلاتا تھا

من نہ آنم کز وے این افسانہا باور کنم

میں وہ نہیں ہوں کہ ان باتوں میں آجاؤں

۱۴ گوشۂ محراب ابروئی تو میخواہم ز بخت

بخت سے تیرے محراب ابرو کا ایک کونہ مانگتا ہوں

تا در آنجا ہمچو مجنون درس عشق از بر کنم

تا کہ اسجگہ مجنون کیطرح عشق کا درس ازبر کردں

۱۵ وقت گل گوئی کہ زاہد شو بچشم و جان و دل

گل کے موسم میں کہتا ہے کہ زاہد بن بسر و چشم

میروم تا مشورت با شاہد و ساغر کنم

میں جاتا ہوں کہ معشوق اور شراب سے مشورہ کرلوں

۱۶ زہد وقت گل چہ سودائیست حافظ ہوشدار

گل کے موسم میں زہد کا خیال کیا دیوانگی ہے اے حافظ خبردار

تا اعوذی خوانم و اندیشۂ دیگر کنم

تا میں اعوذ پڑھوں اور کچھ اور فکر کروں

ا۔ خواجہ رحمۃ اللہ نے اس غزل میں رندی و قلندری و فقر کے وہ نکات بیان فرمائے ہیں کہ اہل حال ہی اسکے

اہل ہیں ہر ایک شعر میں کیفیتوں کا ہجوم ہو رہا ہے جو لفظوں میں بیان نہیں ہو سکتیں۔ شعر کا مطلب یہ ہے کہ
یہاں وہ نشے نہیں جنہیں ترشی اتار دے۔ ہم وہ رند نہیں ہیں کہ محتسب کے ڈر سے شراب و شاہد کو چھوڑ دیں۔ خود
محتسب کو معلوم ہے کہ ہم ایسا کام کبھی کر ہی نہیں سکتے ہمیں محتسب کا خوف مطلق نہیں ہے۔
"محتسب" سے مراد عقل ہے جو پاسبانی کا کام کرتی ہے اور "قلب" کو عشق کی طرف متوجہ نہیں ہونے دیتی
خواجہ رحمۃ اللہ عقل اور عشق کا مقابلہ اکثر اشعار میں کرتے ہیں ؎

خرد ہر چند نقد کائنات است ٭ چہ سنجد پیش عشق کیمیا کار
خرد ز پیری من کے حساب برگیرد ٭ کہ باز با صنمے طفل عشق می بازم

شعر کا مطلب یہ ہے کہ ہماری رندی کا حال عقل کو بھی معلوم ہے کہ شاہد و ساغر سے ہمیں منع کرنا بے سود ہے

۲۔ مرزا عبد القادر بے دل رحمۃ اللہ فرماتے ہیں:

نشد دریں درسگاہ عبرت بفہم چندیں رسالہ پیدا ٭ جنوں سوادے کہ کردم امشب ز سیر اوراق لالہ پیدا

جو کچھ کیفیت صحیفہ فطرت کے مطالعہ سے ذہن میں پیدا ہوتی ہے وہ کتابوں کے پڑھنے سے کہاں ہوتی
ہے اہل نظر "برگ سبز درختاں" سے وہ معرفت کا سبق حاصل کرتے ہیں جو صد کتاب و صد ورق کے مطالعہ سے
نہیں ہو سکتا۔

۳۔ باغ عالم میں ہر ایک شے نشہ عشق میں سرشار نظر آتی ہے لالہ کی صورت پیالہ کی ہے۔ نرگس کی آنکھ مست
لوگوں نے ہمیں مفت میں بدنام کر رکھا ہے خدا ان لوگوں کو سمجھے اتنا غور نہیں کرتے کہ ہر ایک شے ہمیں اسی مستی
کی طرف متوجہ کر رہی ہے جس میں خود مدہوش ہے۔ جب اسباب ایک خاص امر کے لئے جمع ہوں تو نتیجہ کے ذمہ دار
ہم کس طرح ہو سکتے ہیں۔

۵۔ خواجہ رح نے اس شعر میں عالی ہمتی کی روح پھونکدی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اگرچہ فقر سے ہمارا جامہ گرد آلود
رہا ہے مگر ہماری ہمت چشمہ خورشید میں بھی دامن تر کرنا پسند نہیں کرتی۔
میلا کپڑا پانی سے پاک و صاف کرتے ہیں۔ لیکن فقر کا یہ تقاضا ہے کہ غیر کا احتیاج نہ رہے "واللہ غنی و
الفقراء" اسباب کی نہیں بلکہ مسبب الاسباب کی احتیاج ہونی چاہیئے۔ ایک اور مقام پر فرماتے ہیں کہ ؎

ما آبرو فقر و شفاعت نمے بریم ٭ با بادشاہ بگو کہ نفقے مقرر است

فقر کی یہ صفت ہے کہ اسباب کی طرف اسکی نگاہ استغنا نہ آئے۔ بلکہ اس طرف غلط نگاہ بھی نہ کرے اگرچہ فقر
احتیاج ہے مگر احتیاج ماسوائے اللہ شرک ہے اس لئے فقر کا مفہوم یہ ہے کہ احتیاج ماسوائے اللہ سے مستغنی ہو۔
شعر میں خواجہ رح فرماتے ہیں کہ اگرچہ ہم سراسر محتاج ہیں مگر کبھی ایسی ہستی سے بھی امداد طلب نہ کریں گے جو بمنزلہ آفتاب
فقر کے سینے زمین شور رہیں جس میں کچھ پیدا نہیں ہوتا۔ اور اصطلاح میں احتیاج محض ہے اصطلاح صوفیہ
میں فنا فی اللہ مراد ہے جب سالک اپنے وجود کو فنا کر دیتا ہے تو دنیا و آخرت میں اس کا وجود نہیں رہتا اس لئے
و آخرت کی کسی شئے کا محتاج نہیں ہوتا۔

باوجود بینوائی روسیہ باد و مہ چو ماہ ٭ گر قبول فیض خورشید بلند اختر کنم

۶۔ گدائی اور فقیری اور بے نوائی ہم معنے ہیں مراد فنا فی اللہ ہے۔
روایت ہے کہ ایک دن خلیفہ ہارون الرشید نے اپنے محل کے ایک کمرہ میں ہر ایک قیمتی شئے جمع کی زرق

لباس سونے چاندی کے برتن زیورات غرض سب کچھ موجود تھا اپنے تمام غلاموں اور کنیزوں کو جمع کرکے کہا کہ اس کمرہ میں جو جس چیز پر ہاتھ رکھے اسی کی ملکیت ہو گی ہر ایک غلام اور کنیز نے ایک ایک شے پسند کی اور لے لی۔ مگر ایک کنیز نے سلطان پر ہاتھ رکھ دیا اور کہا کہ یہ اور ایسی بے شمار اشیاء آپ کے حکم سے جمع ہو سکتی ہیں اس لیئے نہایت کوتہ اندیشی ہے کہ اس کمرہ میں آپکو چھوڑکر کسی اور شے کی طرف نگاہ ہو سلطان سے تعلق ہو تو گنج سلطانی ہاتھ آتا ہے گدائی اور فقر کا بھی یہی تقاضا ہے فنا فی اللہ ہو کر بقا باللہ حاصل ہوتی ہے؛

۱۳۔ عشق کا تقاضا ہے کہ معشوق کی رضا پر خوش رہے اگر معشوق کی یہ مرضی ہو کہ عاشق دوزخ میں رہے تو وہ عاشق نہیں اگر جنت کی خواہش کرے لیکن اس شعر میں خواجہ رح نے ایک عجیب نکتہ بیان فرمایا ہے کہ معشوق کی خوشی اگر یہ ہو کہ عاشق آگ میں جلتا رہے تو بھی اس کے لطف کا تقاضا ہو گا یعنے جو کچھ اللہ تعالے ہمارے لیئے پسند فرماتا ہے وہ عین لطف ہے خواہ ہمارے لیئے دوزخ ہی پسند فرمائے اور ہماری نفسانی خواہش عین عذاب ہے اگر یہ رضائے الٰہی کے خلاف ہو خواہ یہ خواہش جنت کی ہو؛ اس نکتہ کو سمجھنے کی کوشش کرنی چاہیئے خواجہ رح کو دوزخ جو دوسروں کیلئے عذاب ہے لطف الٰہی معلوم ہوتا ہے اور نعیم جنت کی برعکس اگر اللہ تعالے کو پسند نہو عذاب ہے؛

۱۴۔ "لعل" سے مراد لب ہے؛ جس سے کلام صادر ہوتا ہے۔ اصطلاح میں ممکنات کو "کلمات الٰہی" سے تعبیر کرتے ہیں اور ایسے تجلیات شہودی مراد ہیں یعنے ہم ان تجلیات کی طرف مائل نہیں ہوتے ہمارا کام ذات سے ہے؛

۱۵ و ۱۶۔ غالب کہتا ہے کہ

حضرت ناصح جو آئیں دیدہ و دل فرش راہ ✦ پر یہ سمجھاوے کوئی وہ مجھ کو سمجھائینگے کیا؛

گو اس شعر میں وہ بات ہے جس کو لفظوں میں بیان نہیں کرسکتے خواجہ رح اس شعر میں یہ نکتہ بیان فرماتے ہیں کہ جس چیز کے اصول سے ناصح منع کرتے ہیں دیکھنا یہ ہے کہ قدرت نے اس چیز کو کس غرض کے لیئے پیدا کیا ہو اور اس کا تقاضا کیا ہے موسم بہار ہو اور حضرت ناصح یہ نصیحت کریں کہ گوشہ نشینی اختیار کرو نہایت بے محل اور نامعقول بات ہے اس وقت ایسے کور باطن ناصح کی نصیحت پر کان نہیں دھرنا چاہیئے بلکہ شاہد و ساغر سے مشورہ کرنا چاہیئے کہ انکی رائے کیا ہے یعنے موسم بہار کو مناسب یہی شاہد و ساغر ہیں اگر ایسے موسم میں گوشہ نشینی کا خیال بھی دماغ میں پیدا ہو تو یہ سمجھنا چاہیئے کہ محض سودا ہے اور اس کے علاج کی فکر کرنی چاہیئے اور اسکو وسوسہ شیطانی اور خناسی سمجھ کر خدا کی پناہ مانگنی چاہیئے

۱

نماز شام غریباں چو گریہ آغازم
غریبوں کی نماز شام نالہ و زاری سے شروع کرتا ہوں

بمویہ ہائے غریبانہ قصہ پردازم
غریبانہ رونے سے دل بہلایا کرتا ہوں کے

۲

بیاد یار و دیار آنچناں بگریم زار
یار اور وطن کی یاد میں اس قدر روتا ہوں؛

کہ از جہان رہ و رسم سفر براندازم
کہ جہان سے سفر کی راہ و رسم اٹھا دونگا؛

۳

من از دیار حبیبم نہ از بلاد رقیب
میں محبوب کے شہر سے ہوں رقیب کے شہر سے نہیں آیا

مہیمنا برفیقان خود رساں بازم
ای خدا بندوں کو ان میرے رفیقوں کے پاس مجھے واپس پہنچا دے

۴ خدائی را مدد ای دلیل راه که من
اے راستہ کے رہنما خدا کیواسطے مدد کر کہ میں
بکوئے میکده دیگر علم برافرازم
شراب خانہ کے کوچہ میں پھر جھنڈا بلند کروں

۵ خرد ز پیری من کی حساب برگیرد
عقل میرے بوڑھاپے سے کب حساب مانگتی ہے
که باز با صنمی طفل عشق مے بازم
کہ طفل معشوق کے ساتھ عشقبازی کرتا ہوں

۶ بجز صبای شمالم نمی شناسد کس
بغیر شمالی ہوا کے مجھے اور کوئی نہیں پہچان سکتا
عزیز من که بجز باد نیست همرازم
اے میرے پیارے بغیر ہوا کے کوئی میرا ہمراز نہیں ہے

۷ هوای منزل یار آب زندگانی ماست
یار کے رہنے کے جگہ کی ہوا ہمارے واسطے زندگی کا پانی ہے
صبا بیار نسیمے ز خاک شیرازم
اے صبا خاک شیراز سے نسیم لا

۸ سرشکم آمد و عیبم بگفت روی بروی
میرے آنسو نکل آئے اور میرا عیب روبرو ظاہر کیا
شکایت از که کنم خانگیست غمازم
میں کس کی شکایت کروں کہ گھر کا بھیدی ہے

۹ ز چنگ زهره شنیدم که صبحدم میگفت
زہرہ کے چنگ سے میں نے سنا کہ صبح کے وقت کہتی تھی
مرید حافظ خوش لهجه خوش آوازم
کہ حافظ خوش لہجہ اور خوش آواز کی مرید ہوں

۱ و ۲ و ۳ و ۷ ۔ اس غزل سے ظاہر ہوتا ہے کہ خواجہ رح کو سفر کی تکالیف برداشت کرنی پڑی اور حب وطن نے دل کو بیقرار کیا۔ اگرچہ یہ واضح نہیں ہوتا کہ کہاں تشریف لے گئے ممکن ہے کہ تیمور کے ساتھ بخارا میں گئے ہوں یا کسی اور جگہ گئے ہوں غالباً شیراز سے بہت دور نہیں گئے اور غالباً یہ سفر پہلا اور آخری تھا۔

۲ ۔ یعنے اسقدر روتا ہوں کہ اگر لوگ میرا رونا دیکھ لیں تو آئندہ سفر اختیار نہ کریں اور یہ بھی معنے ہوسکتے ہیں کہ رو رو کر سیلاب بہا دیا ہے کہ اور کوئی شخص اسے عبور نہیں کرسکتا اور اس لیئے آئندہ سفر نہ کرے گا۔

---

۱ هرچند پیر و خسته دل و ناتوان شدم
ہرچند میں بوڑھا اور خستہ دل کمزور ہو گیا ہوں
هرگه که یاد روی تو کردم جوان شدم
جسوقت تیرے چہرہ کا تصور کرتا ہوں جوان ہو جاتا ہوں

۲

شکر خدا که هرچه طلب کردم از خدا
خدا کا شکر ہے کہ جو کچھ خدا سے طلب کرتا تھا
بر منتہای مطلب خود کامران شدم
اپنے مطلب کے انتہائی درجہ تک کامیاب ہوگیا

۳

در شاہراہ دولت سرمد بتخت بخت
ہمیشہ رہنے والی دولت کی شاہ راہ میں بخت کے تخت پر
با جام می بکام دل دوستان شدم
شراب کے جام کے ساتھ دوستوں کی دلی مراد پوری کرنیوالا ہوا

۴

از آن زمان که فتنهٔ چشمت بما رسید
اس وقت کہ تیری آنکھ کا فتنہ مجھ تک پہنچا
ایمن ز شر فتنهٔ آخر زمان شدم
فتنہ آخر زمان سے امن میں ہوگیا ہوں

۵

ای گلبن جوان بر دولت بخور که من
اے جوانی کے نہال دولت کا پھل کھا کہ میں
در سایهٔ تو بلبل باغ جنان شدم
تیرے سایہ میں جنت کی باغ کی بلبل ہوگیا ہوں

۶

اول ز حرف لوح وجودم خبر نبود
مجھے اپنی وجود کی تختی کے حرف سے خبر نہ تھی
در مکتب غم تو چنین نکته دان شدم
تیرے غم کے مکتب میں نکتہ دان ہوگیا ہوں

۷

قسمت حوالتم بخرابات میکند
قسمت مجھے خرابات کے حوالے کرتی ہے
هر چند اینچنین شدم و آنچنان شدم
ہر چند میں نے ادھر ادھر ہاتھ پاؤں مارے کچھ پیش نہ گئی

۸

من پیر سال و ماه نیم یار بیوفاست
میں پیر سال بوڑھا نہیں ہوں یار بیوفا ہے
بر من چو عمر میگذرد پیر از آن شدم
عمر کی طرح مجھ پر گذر رہا ہے اسلئے بوڑھا ہوگیا

۹

آن روز بر دلم در معنی گشاده شد
اس روز سے مجھ پر باطن کا دروازہ کھل گیا
کز ساکنان درگه پیر مغان شدم
جب سے پیر مغاں کی درگاہ پر سکونت اختیار کی

۱۰

دوشم نوید داد بشارت که حافظا
کل خوشخبری اور بشارت دی کہ اے حافظ
باز آ که من بعفو گناهت ضمان شدم
واپس آ کہ میں تیرے گناہوں کا ضامن ہوا ہوں

شعر (۱) و (۸) سے ظاہر ہوتا ہے کہ خواجہ رحمۃ اللہ نے عمر رسیدہ ہو کر وفات پائی شعر (۱) کا یہ مطلب ہے کہ

اگرچہ کمزور اور خستہ دل اور بوڑھا ہو گیا ہوں لیکن جب تیرا خوبصورت چہرہ یاد آتا ہے جوانی کی امنگیں اور ولولے دل میں جوش مارتے ہیں (شعر ۹) کا یہ مطلب ہے کہ جس طرح عمر جلدی جلدی گذر رہی ہے اسی طرح یار میرے پاس اگر جلدی گذر جاتا ہے اسی غم سے بوڑھا ہو گیا۔ ورنہ ماہ نے اور سالوں نے مجھے بوڑھا نہیں کیا۔

۱۰ اسے باز آنے سے توبہ کرنا ہے اگر توبہ کریگا۔ تو تیرے گناہ معاف ہونگے اور سچ پوچھو تو توبہ ایک بشارت ہے۔

اگر بر خیزد از دستم کہ با دلدار بنشینم ۔۔ ۱ ۔۔ ز جام وصل می نوشم ز باغ خلد گل چینم

اگر مجھ سے یہ ہو سکے کہ دلدار کے ساتھ بیٹھوں ۔۔ اس کے وصل کے جام سے شراب پیوں اور بہشت کے باغ سے گل توڑوں

شراب تلخ صوفی سوز بنیادم نخواہد برد ۔۔ ۲ ۔۔ لبم بر لب نہ ای ساقی و بستان جان شیرینم

تلخ شراب جس سے صوفی جلتے ہیں میری بنیاد نہیں اکھیڑ سکتی ۔۔ اے ساقی میرے لب پر لب رکھ اور میری جان شیریں لے لے

لبت شکر بمستان داد و چشمت مے بمیخواراں ۔۔ ۳ ۔۔ منم کز غایت حرماں نہ با آنم نہ با اینم

تیرے لب نے شکر تو مستوں کو دی اور تیری آنکھ نے شراب بیخواروں کو ۔۔ ایک میں ہوں کہ بدنصیبی سے نہ ان میں ہوں نہ ان میں

مگر دیوانہ خواہم شد درین سودا کہ شب تا روز ۔۔ ۴ ۔۔ سخن با ماہ میگویم پری در خواب می بینم

شاید میں اس دھن میں دیوانہ ہو جاؤنگا کہ شام سے صبح تک ۔۔ چاند سے باتیں کرتا ہوں اور پری خواب میں دیکھتا ہوں

چو ہر خاکی کہ باد آورد فیضی بود انعامی ۔۔ ۵ ۔۔ ز حال بندہ یاد آور کہ خدمتگار دیرینم

جبکہ ہر ایک خاک جو ہوا اڑا لائی تیرا فیض اور انعام ہے ۔۔ بندہ کے حال پر یہی مہربانی کر کہ تیرا پرانا خدمتگار ہوں

ز ہر کو نقش نظمی زد کلامش دلپذیر آمد ۔۔ ۶ ۔۔ تذرو طرفہ میگیرم کہ چالاک ست شاہینم

جس کسی نے نظم کا نقش باندھا اسکا کلام دلوں کو پسند آیا ۔۔ میں طرفہ چکور پکڑتا ہوں کہ میرا شاہین چالاک ہے

دگر باور نمیداری رو از صورتگر چین پرس ۔۔ ۷ ۔۔ کہ مانی نسخہ میخواہد ز نوک کلک مشکینم

اگر تجھے یقین نہیں ہے تو چین کے مصور سے پوچھ ۔۔ کہ مانی میرے قلم کی نوک کی تحریر کی نقل مانگتا ہے

وفاداری و حق گوئی نہ کار ہر کسی باشد ۔۔ ۸ ۔۔ غلام آصف دوراں جلال الحق والدینم

وفاداری اور سچ کہنا ہر ایک کا کام نہیں ہے ۔۔ میں آصف دوران جلال الحق والدین کا غلام ہوں

رموز عشق و سرمستی ز من بشنو نہ از حافظ ۔۔ ۹ ۔۔ کہ با جام و قدح ہر شب حریف ماہ و پروینم

عشق اور سرمستی کی راز مجھ سے سن حافظ سے نہ پوچھ ۔۔ کہ جام اور قدح کیساتھ ماہ اور پروین کا حریف ہوں

۵ غالباً اس شعر سے مراد یہ ہو کہ آدم کی اصل خاک ہی اس لئے جو بچہ اس دنیا میں آتا ہی وہ محض خدا کے فضل سے والدین کیلئے اللہ تعالے کا انعام ہوتا ہے اے خدا مجھے بھی اولاد دے ۔ یہ دعا پیغمبروں نے بھی کی ہے۔

۱
اینچہ شوریست کہ در دور قمر مے بینم
یہ کیا شور و شر ہے کہ قمر کے دور میں دیکھ رہا ہوں
ہمہ آفاق پر از فتنہ و شر می بینم
تمام زمانہ فتنہ و شر سے بھر گیا ہے۔

۲
ہر کسے روز بہی مے طلبد از ایام
ہر ایک شخص زمانہ میں بہتری کا خواہاں ہے
مشکل اینست کہ ہر روز بتر می بینم
مشکل یہ ہے کہ ہر روز بدتر حالت دیکھتا ہوں

۳
ابلہاں را ہمہ شربت ز گلاب و قند است
بیوقوفوں کے لئے گلاب اور قند کا شربت ہے
قوت دانا ہمہ از خون جگر می بینم
اور دانا کی خوراک خون جگر دیکھتا ہوں

۴
اسپ تازی شدہ مجروح بزیر پالاں
تازی گھوڑا پالان کے نیچے مجروح ہو گیا
طوق زریں ہمہ در گردن خر می بینم
زرین طوق گدھے کی گردن پر دیکھتا ہوں

۵
دختراں را ہمہ جنگ و جدل با مادر
لڑکیوں کو ماں کے ساتھ لڑنا اور جھگڑنا ہے
پسراں را ہمہ بدخواہ پدر می بینم
لڑکوں کو باپ کا بدخواہ دیکھتا ہوں۔

۶
ہیچ رحمے نہ برادر بہ برادر دارد
ایک بھائی دوسرے بھائی پر مطلق رحم نہیں کرتا
ہیچ شفقت نہ پدر را بہ پسر می بینم
باپ بیٹے پر کچھ شفقت نہیں کرتا۔

۷
پند حافظ بشنو خواجہ برو نیکی کن
حافظ کی نصیحت سن اور خواجہ جا اور نیکی کر
زانکہ ایں پند بہ از در و گہر می بینم
کہ یہ نصیحت موتی اور گہر سے بہتر ہے۔

۱۔ لسان الغیب خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نے زمانہ حال کے فتنہ کا نقشہ کھینچ دیا ہے اسے پیشگوئی سمجھو یا شاعرانہ خیال کی بلند پروازی۔ بہرحال جو کچھ لکھا ہے لفظاً بہ لفظ پورا ہو رہا ہے ہلال اسلامی نشان ہے اور اس لیئے مسلمانوں کے عہد کو دور قمر کہنا نہایت موزون ہے اس دور میں یہ کیا شور و شر ہو رہا ہے کہ تمام دنیا فتنہ سے بھر

گئی ہے اختلاف اسقدر بڑھ گیا ہے۔ سُنی اور شیعہ اور خوارج اور دیگر فرقے ایک دوسرے کے خون کے پیاسے ہیں اور آخرت کو فراموش کر دیا ہے جو اسلام کی تعلیم ہے۔

۲۔ یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ دنیا کی ضروریات روز بروز بڑھ رہی ہیں اور باوجود سخت محنت اور کوشش کے وہ فراغت کبھی حاصل نہیں ہو سکتی جو ابتدا زمانہ میں تھی۔ یہی وجہ ہے کہ مختلف ممالک دُنیا کا آپس میں رابطہ اتحاد پیدا ہو گیا ہے اور روز بروز انسانی آبادی بڑھ رہی ہے اور دیگر وجوہ بھی ہیں اس لیئے ہر ایک شخص کو اپنی ہستی قائم کرنے کے لیئے اپنے پیٹ کی فکر پڑی ہے اور اسی واسطے لوگ خود غرض اور المختصر ہر ایک عیب اور خرابی میں مبتلا ہیں اور اس لیئے دنیا کا حال روز بروز بدتر ہو رہا ہے۔

۳۔ فی زمانہ جو لوگ اہل علم و فضل ہیں بھوکے مرتے ہیں اور بے وقوف مزے کرتے ہیں۔

۴۔ تازی گھوڑے عربی شان و شوکت ہے گویا مسلمانوں کی شان و شوکت ہو چکی خر سے مراد خر عیسے یعنی عیسائی لوگ ہیں یعنی اصحاب عالب ہیں

شعر ۵-۶ میں بھی یہی مطلب ہے کہ اب مہر و مروت و مروت اٹھ گئی۔

دیدار شد میسر بوس و کنار ہم دیدار بھی میسر ہوا اور بوسے بھی لیئے اور بغل میں دبایا	۱	از بخت شکر دارم و از روزگار ہم بخت اور روزگار دونوں کا مشکور ہوں۔
زاہد برو کہ طالع اگر طالع من ست اے زاہد جا اگر ستارہ میرے موافق ہے	۲	جامم بدست باشد و زلف نگار ہم تو میرے ہاتھ میں جام اور معشوق کی زلف ہوگی
ما عیب کس برندی و مستی میکنیم میں کسی کا عیب رندی اور مستی کے باعث نہیں کرتا	۳	لعل بتاں خوش ست و می خوشگوار ہم بتوں کے لعل لب اور خوشگوار شراب اچھی چیز ہے
ای دل بشارتی دہمت محتسب نماند اے دل تجھے ایک خوشخبری سناتا ہوں کہ محتسب نہیں رہا	۴	و ز می جہاں پرست و بت میگسار ہم اور دنیا شراب سے بھری اور شرابی معشوق بہت ہیں
آں شد کہ چشم بدنگراں بود از کمیں وہ وقت گذر گیا کہ چشم بد گھات میں لگی ہوئی تھی	۵	خصم از میاں برفت و سرشک از کنار ہم دشمن درمیان سے اٹھ گیا اور آنسو بھی اب نہیں بہتے
خاطر بدست تفرقہ دادن نہ زیرکیست یہ دانائی نہیں کہ طبیعت کو پریشان بنایا جاوے	۶	مجموعہ بخواہ و صراحے بیار ہم خاطر جمع رکھنی چاہیئے اور صراحی لا۔
بر خاکیان عشق فشاں جرعۂ لبش عشق کے خاکیوں پر اپنے لب کا جرعہ چھڑک	۷	تا خاک لعل گوں شود و مشکبار ہم تاکہ خاک سرخ اور خوشبودار ہو۔

۸ چوں آبروئے لالہ و گل فیض حسن تست — اے ابر لطف بر من خاکے ببار ہم

جبکہ لالہ و گل کی آبرو تیرے حسن کے فیض سے ہے — اے لطف کے بادل ہم پر بھی برس

۹ چوں کائنات جملہ بہ بوئے تو زندہ اند — اے آفتاب سایہ ز من بر مدار ہم

جبکہ تمام کائنات تیری امید پر زندہ ہیں — اے آفتاب اپنا سایہ مجھ سے مت ہٹا

۱۰ اہل نظر اسیر تو اند از خدا بترس — وز انتصاف آصف جم اقتدار ہم

اہل نظر تیری قید میں ہیں خدا سے ڈر — اور آصف جمشید کی شان والے کے انصاف سے بھی ڈر

۱۱ بر یاد رائے انور او آفتاب صبح — جاں میکند فدا و کواکب نثار ہم

صبح کا آفتاب اس کی رائے انور کی یاد میں — جان نثار کر رہا ہے اور ستارے نثار ہو رہے ہیں

۱۲ گوئے زمیں ربودہ چوگان عدل تست — وین برکشیدہ گنبد نیلی حصار ہم

تیرے عدل کی چوگان نے زمین کا گیند لے لیا — اور اس نیلے آسمان کو بھی لپیٹ میں لے لیا

۱۳ تا از نتیجۂ فلک و طور دور اوست — تبدیل سال و ماہ و خزان و بہار ہم

جبتک آسمان کی گردش سے — سال اور ماہ اور خزاں و بہار تبدیل ہوتی ہے

۱۴ خالی مباد کاخ جلالت ز سروراں — وز ساقیان سرو قد گلعذار ہم

تیرا جلال کا محل سرداروں سے خالی نہ ہو — اور ساقی گلعذار بھی ہمیشہ رہیں

۱۵ برہان ملک و دین کہ ز دست وزارتش — ایام کان یمین شد و دریا یسار ہم

برہان الدین کے جسکی وزارت کے ہاتھ سے — کان کے دن سیدھے اور دریا کے دن بائیں ہاتھ ہو گئے

۱۶ عزم سبک عنان تو در جنبش آورد — ایں پایدار مرکز عالی مدار ہم

تیرا سبک عناں ارادہ حرکت میں لاتا ہے — اس مضبوط عالی مدار مرکز (زمین یا آسمان) کو

۱۷ حافظ کہ در ثنائی تو چندیں گہر فشاند — پیش کف تو شد خجل و شرمسار ہم

حافظ نے تیری تعریف میں اتنے موتی برسائے — تیرے ہاتھ کے آگے شرمندہ اور خجل ہو گیا

۱
صلاح از ما چه میجوئی که مستان را صلا گفتیم
مجھ سے کیا مشورہ طلب کرتا ہو کہ میں نے مستوں کو بلایا ہے
بدور نرگس مستت سلامت را دعا گفتیم
تیری مست آنکھ کی گردش میں سلامتی کو دعا دیکر رخصت کیا

۲
در میخانه را بکشا که هیچ از خانقه نکشود
شرابخانہ کا دروازہ کھول کہ خانقاہ میں کچھ مطلب حاصل نہوا
گرت باور بود ور نه سخن این بود و ما گفتیم
تجھے یقین ہو نہو بات اصل میں یہی ہے جو میں نے کہی تھی

۳
من از چشم خوش ساقی خراب افتاده ام لیکن
میں ساقی کی خوبصورت آنکھ سے مست ہو کر گر پڑا۔ لیکن
بلائی کز حبیب آمد هزارش مرحبا گفتیم
جو بلا محبوب کی طرف سے آئے اسے ہزار مرحبا کہا

۴
قدت گفتم که شمشاد است بس خجلت ببار آورد
تیرے قد کو شمشاد کہہ بیٹھا اسکا پھل یہ ملا کہ شرمندہ ہوا
که این نسبت چرا کردیم و این بهتان چرا گفتیم
کہ یہ نسبت کیوں کی اور یہ تہمت کس لئے باندھی

۵
اگر بر من نبخشائی پشیمانی خوری آخر
اگر مجھے نہ بخشیگا تو پشیمان ہوگا
بخاطر دار این معنی که در خدمت کجا گفتیم
یہ بات یاد رکھنا کہ تیری خدمت میں عرض کہاں کی تھی

۶
جگر چون نافه ام خون گشت به زینم نمی باشد
میرا جگر نافہ کی طرح خون ہو گیا اور اسے بہتر نہیں سکتا
جزای آنکه با زلفش سخن از چین خطا گفتیم
یہ اسبات کی سزا ہے کہ اسکی زلف کو خطائی کہ مشک چین کہا

۷
تو آتش گشتی ای حافظ ولی با یار در نگرفت
اے حافظ تو سراپا آگ ہو گیا لیکن یار میں کچھ اثر نہ کیا
ز بدعهدی گل گوئی حکایت با صبا گفتیم
تو کہتا ہے کہ گل کی بدعہدی کی حکایت صبا سے بیان کی

۱
عمریست تا من در طلب هر روز گامی میزنم
عمر گذر گئی کہ میں اسکی طلب میں ہر روز آگے بڑھ رہا ہوں
دست شفاعت هر دمی در نیکنامی میزنم
ہر دم نیکنامی کو شفاعت اور سفارش کیلئے کہتا ہوں

۲
بی ماه مهر افروز خود تا بگذرانم روز خود
اس ماہ مہر افروز جانی کے بغیر اپنے دن گذارنے کیلئے
دامی براهی می نهم مرغی بدامی میزنم
راستہ میں جال بچھاتا ہوں اور مرغ جال میں پھنساتا ہوں

۳ تا بو کہ یابم آگہی زاں سایۂ سرو سہی ‖ گلبانگ عشق از ہر طرف بر خوشخرامی میزنم

اس امید پر کہ اس سرو سہی کا سایہ میسر ہو ‖ ہر ایک خوشخرام کو عشق کا نغمہ سناتا ہوں

۴ ہر چند آں آرام دل دانم نبخشد کام دل ‖ نقشے خیالی میکشم فالی دوامی میزنم

ہر چند میں جانتا ہوں کہ وہ دلارام دلی مراد پوری نہ کریگا ‖ خیال میں اس کا تصور جماتا ہوں اور ہمیشہ فال لیتا ہوں

۵ اورنگ کو گلچہر کو نقش وفا و مہر کو ‖ حالی من اندر عاشقی داد تمامی میزنم

تخت کہاں ہے اور گلچہر کہاں ہے اور وفا اور محبت کا نقش کہاں ہے ‖ اب میں عاشقی میں ان تمام کا بدلہ دے رہا ہوں

۶ دانم سر آید قصہ ام چنداں نماند غصہ ام ‖ زیں آہ خوں افشاں کہ من ہر صبح و شامی میزنم

جانتا ہوں کہ میری داستان ختم ہو گی اور اسقدر رنج نہ رہیگا ‖ اس آہ خونفشاں سے جو ہر صبح و شام بھرتا ہوں

۷ با آنکہ از خود غائبم وزمی چو حافظ تائبم ‖ در مجلس روحانیاں گہ گاہ جامی میزنم

باوجود اسکے کہ خود بیخود ہوں اور حافظ کی طرح مے سے تائب ‖ روحانیوں کی مجلس میں کبھی کبھی پیالہ پی لیتا ہوں

اتا ہم خواجہ رح نے یہ ظاہر کیا ہے کہ مطلوب کی طلب میں کیا کچھ جدوجہد کرنی پڑی اور سب سے پہلے اصل مطلب حاصل کرنے کے لیئے ایسے ذرائع اور وسائل کی تلاش ہوتی ہے جن کا حقیقی تعلق مطلوب سے کچھ نہیں ہوتا گو از تم طالب ہیں ان ذرائع و وسائل کو مطلوب نہیں سمجھتا لیکن مطلوب تک پہنچنے کے لئے ان ذرائع کے استعمال میں مجبور ہوتا ہے۔ خواجہ رح بھی اسی جدوجہد کا رونا روتے ہیں کہ مطلوب تک پہنچنے کے لئے ہمیں کیا کچھ مصیبتوں کا سامنا ہے جب دیکھتے ہیں کہ ہم "بعد" کے وجہ سے دور ہیں اور تقاضائے طلب یہ ہے کہ قرب حاصل کریں تو منزل مقصود کے راستے قدم بڑہائے چلے جاتے ہیں اور ہر ایک ایسے شخص کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں جس کی نسبت یہ مشہور ہے کہ اسکو "قرب" حاصل ہے غرض یہ ہے کہ اس سے دریافت کریں کہ "قرب" کس طرح حاصل ہو سکتا ہے اور چونکہ اس کو قرب الٰہی حاصل ہے اس لیئے اس سے شفاعت کی توقع کرتے ہیں خواجہ رح تو ہر ایک نیکنام کے دست حق پرست پر بیعت کرتے ہیں مولانا روم رح نے "نے" کی سرود میں اس طرح فرماتے ہیں کہ ؎

من بہر جمعیتے نالاں شدم ✽ جفت بدحالاں و خوش حالاں شدم

یعنے یار کی جستجو میں ہر ایک سے ملتے رہے۔ ؎

کچھ سروکار نہیں رکھتے بد و نیک سے ہم ✽ تیرے ملنے کے لئے ملتے ہیں ہر ایک سے ہم

یہ شوق ذوق کی باتیں ہیں ورنہ مولانا روم رح کی نصیحت یہی ہے کہ

اے بسا ابلیس آدم روئے ہست ۔ پس بہر دستے نباید داد دست

خواجہ رح فرماتے ہیں کہ "قرب" الٰہی حاصل کرنے کے لئے ہم کسی نیک نام کے ہاتھ پر بیعت کرتے ہیں
خواجہ رح نے اس شعر میں لفظ "شفاعت" استعمال کیا ہے جو تشریح طلب ہے :
قرآن مجید کی حسب ذیل آیات پر غور کرنا چاہیئے :

(۱) واتقوا یوما لا تجزی نفس عن نفس شیئا ولا یقبل منها شفاعة ولا یؤخذ منها عدل ولا هم ینصرون (۱-۵)

(۲) واتقوا یوما لا تجزی نفس عن نفس شیئا ولا یقبل منها عدل ولا تنفعها شفاعة ولا هم ینصرون (۱-۱۴)

(۳) یایها الذین امنوا انفقوا مما رزقنکم من قبل ان یأتی یوم لا بیع فیه ولا خلة ولا شفاعة (۳-۱)

(۴) من ذا الذی یشفع عنده الا باذنه (۳-۱)

(۵) من یشفع شفاعة حسنة یکن له نصیب منها ومن یشفع شفاعة سیئة یکن له کفل منها وکان الله علی کل شیء مقیتا ۔ (۵-۷)

(۶) لا یملکون الشفاعة الا من اتخذ عند الرحمن عهدا (۱۶-۸)

(۷) یومئذ لا تنفع الشفاعة الا من اذن له الرحمن ورضی له قولا ۔ (۱۶-۱۴)

(۸) ام اتخذوا من دون الله شفعاء قل اولو کانوا لا یملکون شیئا ولا یعقلون قل لله الشفاعة جمیعا له ملک السموات والارض ثم الیه ترجعون (۲۴-۱)

(۹) ولا یملک الذین یدعون من دونه الشفاعة الا من شهد بالحق وهم یعلمون (۲۵-۱۲)

(۱۰) فما تنفعهم شفاعة الشافعین (۲۹-۱۵)

(۱۱) وکم من ملک فی السموات لا تغنی شفاعتهم شیئا الا من بعد ان یاذن الله لمن یشاء ویرضی (۲۷-۶)

(۱۲) ءاتخذ من دونه الهة ان یردن الرحمن بضر لا تغن عنی شفاعتهم شیئا ولا ینقذون (۲۳-۰)

(۱۳) ویوم تقوم الساعة یبلس المجرمون ولم یکن لهم من شرکائهم شفعوء (۲۱-۴)

(۱۴) ویقولون هؤلاء شفعاؤنا عند الله قل اتنبئون الله بما لا یعلم فی السموات ولا فی الارض سبحنه وتعلی عما یشرکون (۱۱-۶)

(۱۵) یقول الذین نسوه من قبل قد جاءت رسل ربنا بالحق فهل لنا من شفعاء فیشفعوا لنا او نرد فنعمل غیر الذی کنا نعمل قد خسروا انفسهم وضل عنهم ما کانوا یفترون (۸-۱۲)

(۱۶) وما نری معکم شفعاءکم الذین زعمتم انهم فیکم شرکؤا لقد تقطع بینکم وضل عنکم ما کنتم تزعمون (۷-۱۶)

(۱۷) وانذر به الذین یخافون ان یحشروا الی ربهم لیس لهم من دونه ولی ولا شفیع لعلهم یتقون (۷-۱۱)

(۱۸) وذکر به ان تبسل نفس بما کسبت لیس لها من دون الله ولی ولا شفیع (۷-۱۳)

(۱۹) ما من شفیع الا من بعد اذنه ذلکم الله ربکم فاعبدوه افلا تذکرون (۱۱-۵)

(۲۰) مالکم من دونہ من ولی ولا شفیع (۲۱-۱۳-)

(۲۱) ما للظلمین من حمیم ولا شفیع یطاع یعلم خائنۃ الاعین وما تخفی الصدور واللہ یقضی بالحق (۲۴-۱)

(۲۲) وقالوا اتخذ الرحمن ولدا سبحنہ بل عباد مکرمون لا یسبقونہ بالقول وھم بامرہ یعملون یعلم ما بین ایدیھم وما خلفھم ولا یشفعون الا لمن ارتضی وھم من خشیتہ مشفقون (۱۷-۱)

ان آیات بینات سے واضح ہوتا ہے کہ شفاعت کی مطلق نفی تو نہیں کی گئی مگر یہ امر صاف ہے کہ ما للظلمین من حمیم ولا شفیع یطاع اور اگر کوئی شخص یہ یقین کرے کہ میں گناہ بھی کروں اور میری شفاعت میرا پیر و مرشد کریگا اور مجھے نجات مل جائیگی، تو ؎

ہر آنکہ تخم بدی کشت و چشم نیکی داشت + دماغ بیہودہ پخت و خیال باطل بست!

فرشتے ہوں یا انبیا غرض کوئی ہو ایسے شخص کی سفارش نہ تو کر سکتے ہیں اور نہ ان کی سفارش مقبول ہو سکتی ہے ہاں وہ شخص جو نیک عمل کرتا ہے نیک نام ہے اللہ تعالے کی رضا پر چلتا ہے اور اس کی خوشنودی حاصل کرتا ہے متقی ہے اس کا شفیع خود اللہ تعالے ہے اللہ تعالے کے عباد مکرم ہوں اگر ایسے شخص کی شفاعت کریں تو مقبول ہو سکتی ہے بلکہ نیک کام ہی شفاعت کرنیوالا خود اپنی شفاعت کرتا ہے یعنے شفاعت میں اس کا بھی حصہ ہے۔

خواجہ رح شعر زیر بحث میں بھی کہتے ہیں کہ ہم اللہ تعالے کا قرب حاصل کرنے کے لئے نیک نام نیک بندگان خدا کا توسل ڈھونڈتے ہیں اور اللہ تعالے کے نیک بندے اسی غرض کے لئے مبعوث ہوتے ہیں کہ مخلوق الٰہی کو صراط مستقیم پر لا دیں۔

۵۔ اورنگ ایک عاشق کا نام ہے اسکی معشوقہ کا نام گلچہر تھا۔ وفا بھی ایک عاشق کا نام ہے اسکی معشوقہ کا نام مہر تھا مطلب یہ ہے کہ اگرچہ ان عاشقوں اور ان کے معشوقوں کے وجود اب دنیا میں نہیں لیکن میں ان کے نام کو زندہ کر رہا ہوں۔ "ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق" اس لیئے ان کی داد عاشقی دے رہا ہوں۔

---

۱ بروای طبیب از سر کہ خبر ز سر ندارم
اے طبیب تو میرے سرہانے سے اٹھ جا کہ مجھے سر کی بھی خبر نہیں ہے

بخدا رہا کنم جان کہ ز جان خبر ندارم
خدا کی قسم جان دیدونگا مجھے جان کی بھی خبر نہیں ہے

۲ بعیادتم قدم نہ کہ ز بیخودی شوم بہ
میری عیادت کیواسطے آ کہ بے خودی سے شفا ہو

می ناب نوش وہم دِہ کہ غم دگر ندارم
خالص شراب پی اور مجھے دے کہ دوسرا غم مجھے نہیں ہے

۳ غم ار خوری ازیں پس نکنم ز غمخوری بس
اگر تو اس کے بعد میرا غم کھائے تو میں غم کھانے سے باز نہ آؤنگا

نظری بجز تو باکس بکسے دگر ندارم
تیرے سوا کسی اور پر مجھے نظر نہیں ہے

۴ ز زرت کنند زیور بزرت کشند در بر
سونے سے تیرا زیور بناتے ہیں اور تو زر ہے اسلیئے تجھے پہنتے ہیں

من بینوائے مضطر چہ کنم کہ زر ندارم
میں بے نوا اور مضطر کیا کروں کہ زر نہیں رکھتا

دگرم مگو کہ خواہم کہ ز در گہت برانم پھر نہ کہنا کہ اپنے دروازہ سے مجھے دھکیل دونگا	۵	تو بریں و من برآنم کہ دل از تو برندارم تو اس بات پر قائم رہ میں اس بات پر کہ تجھسے دل نہ اٹھاؤنگا	
من اگرچہ می پرستم بدہید می بدستم میں اگرچہ می پرست ہوں شراب میرے ہاتھ میں دے	۶	مبرید دل ز دستم کہ دل دگر ندارم میرا دل میرے ہاتھ سے نہ لے کہ دوسرا دل میرے پاس نہیں	

۷	دل حافظ ار بجوئی غم دل بہ تندخوئی اگر حافظ کا دل مانگتا ہے تو دل کا غم میں کیا کہوں چہ بگو ہمت بگوئی سر زر دسر ندارم کہ تند خوئی سے کہتا ہے کہ درد سر کا خیال مجھے نہیں ہے

ای نور چشم من سخنی ہست گوش کن ای نور چشم ایک بات کہتا ہوں کان دہر کر سن	۱	تا ساغرت پرست بنوشان و نوش کن جب تک پیالہ ہاتھ پر ہے پی اور پلا
پیران سخن بتجربہ گفتند گفتمت بزرگ بات تجربہ کی کہتے ہیں اور میں نے بھی تجھے یہی کہا	۲	ہاں ای پسر کہ پیر شوی پند گوش کن ہاں اے پسر اگر تو پیر ہونا چاہتا ہے نصیحت سن
بر ہوشمند سلسلہ ننہادہ است عشق عشق نے ہوشمند پر یہ سلسلہ نہیں رکھا	۳	خواہی کہ زلف یار کشی ترک ہوش کن اگر تو چاہتا ہے کہ یار کی زلف پر قبضہ ہو ہوش ترک کر
تسبیح و خرقہ لذت مستی نہ بخشدت تسبیح اور خرقہ تجھے کچھ مستی کی لذت نہیں بخشیگا	۴	ہمت درین عمل طلب از میفروش کن اس عمل میں شراب بیچنے والے کی ہمت اور توجہ درکار ہے
با دوستان مضائقہ در عمر و مال نیست دوستوں کے ساتھ عمر اور مال کا دریغ نہیں کرنا چاہئے	۵	صد جان فدای یار نصیحت نیوش کن نصیحت ماننے والے یار پر سو جان فدا کر
در راہ عشق وسوسہ اہرمن بسی ست عشق کے راستہ میں شیطان کے وسوسے بہت ہیں	۶	ہشدار و گوش دل بہ پیام سروش کن ہشیار رہ اور غیب کی آواز پر دل کے کان دھر

برگ نوا تبہ شد و ساز طرب نماند خوشی کا ساز تباہ ہوگیا اور سرور کا نغمہ جاتا رہا **ساقی کہ جامت از می صافی تہی مباد** اے ساقی تیرا جام خالص شراب سے خالی نہو	۷ ۸	**ای چنگ نالہ برکش و ای دف خروش کن** اے چنگ نالہ کر اور دف شور کر **چشم عنایتی بمن دُرد نوش کن** نظر عنایت کے مجھ تلچھٹ پینے والے پر کر
۹	**سرمست در قبائی زرافشاں چو بگذری** زرافشاں قبا میں مست جا رہا ہے **یک بوسہ نذر حافظ پشمینہ پوش کن** حافظ کمبل پوش کی نذر ایک بوسہ کر	

۱۔ اس غزل میں خواجہ رح سالک کو نصیحت فرماتے ہیں کہ جب تک فیض الٰہی کا دروازہ کھلا ہے خود بھی مستفیض ہو اور دوسروں کو بھی مستفیض کرے۔

۲۔ پیران طریقت راہ و رسم منزلہا سے واقف ہیں اور جو ارشاد کرتے ہیں مشاہدہ اور تجربہ کی بنا پر کرتے ہیں۔ اس لئے ان کی نصیحت سننی چاہیئے اور اس پر کاربند ہونا چاہیئے جو سالک پیر طریقت کے ارشاد پر عمل کرے گا۔ ایک نہ ایک دن خود پیر بن جائے گا۔

یہ امر ظاہر ہے کہ مشاہدہ اور تجربہ یعنی علم کا سنگ بنیاد ہیں اس لیے جو بات تجربہ پر مبنی ہو ماننے کے قابل ہے اور اسکی روگردانی نہ کرنی چاہیئے۔

۳۔ خواجہ رح ہوش و عقل و خرد کی نسبت اکثر اشعار میں قطعی فیصلہ کر چکے ہیں کہ میدان عشق میں بے کار ہیں "عشق" ماسوائے اللہ سے بے خبر ہوتا ہے۔ جبتک ماسوائے اللہ کا ہوش ہے "اللہ" سے انسان غافل رہیگا۔ جب ماسوائے اللہ سے غافل ہوگا۔ اللہ کی طرف متوجہ ہوگا۔ زلف سے مراد ماسوائے اللہ ہے جو وجہ اللہ پر ہماری نگاہوں میں حجاب ہے اس حجاب کو اُٹھانے کے لئے "توجہ تام" کی ضرورت ہے جو عشق کی تعریف ہے اور عشق ہی سے حاصل ہوتی ہے عاشق اپنے معشوق کے تصور میں ایسا محو ہوتا ہے کہ اسکو اپنے وجود کی بھی ہوش نہیں رہتی اس لئے جبتک ایسی مدہوشی حاصل نہو "وجہ اللہ" کا مشاہدہ ہو ہی نہیں سکتا۔

۴۔ تسبیح و خرقہ محض ظاہر پرستی کی علامات ہیں ان سے وہ ذوق و شوق کہاں حاصل ہو سکتا ہے جسکی طلب طالب صادق کو ہوتی ہے اس کیلئے پیر کامل کی توجہ درکار ہے یعنے ظاہر پرستوں کی متابعت سے کچھ کام نہیں بنتا۔ اگر قرب الٰہی کی خواہش ہے تو ۔

؎ قال را بگذار مرد حال شو ❀ پیش مرد کاملے پامال شو ؎ (مولانا روم)

۶۔ خواجہ رح اکثر اشعار میں سالک کو تنبیہ کرتے ہیں کہ طریقت میں قدم پھونک پھونک کر رکھنا چاہیئے ۔ ۵

دام سخت ست مگر یار شود لطف خدا ◆ ورنہ آدم نبرد صرفہ ز شیطان رجیم

شیطانی وسوسے آدمی کو گمراہ کرتے ہیں ان سے بچنے کیلئے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگنی چاہیئے۔

از رقیب دیو سیرت بخدا ہے پناہم ◆ مگر آں شہاب ثاقب مددے کند خدارا

---

۱ افسر سلطان گل پیدا شد از طرف چمن — مقدمش یارب مبارک باد بر سرو و چمن

سلطان گل کا تاج چمن کی طرف سے ظاہر ہوا ہے — اے خدا اس کی آمد سرو اور سمن پر مبارک ہو

۲ خوش بجائی خویشتن بود این نشست خسروی — تا نشیند ہر کسے اکنون بجائی خویشتن

بادشاہ کا تخت قرینہ سے بچھایا گیا ہے — اور ہر ایک شخص اب اپنے اپنے مرتبہ پر کھڑا ہے

۳ تا ابد معمور باد این خانہ کز خاک درش — ہر نفس با بوی رحمان می وزد باد یمن

یہ گھر ہمیشہ آباد رہے کہ اس کے دروازہ کی خاک سے — شمالی ہوا رحمان کی خوشبو ساتھ لاتی ہے

۴ خاتم جم را بشارت دہ بحسن خاتمہ — کاسم اعظم کرد ازو کوتاہ دست اہرمن

جمشید کی انگشتری کو خوشخبری دے کہ اسکا انجام بخیر ہوا — کہ اس کے اسم اعظم نے شیطان کا ہاتھ کوتاہ کر دیا

۵ خنگ چوگانی چرخت رام شد در زیر زین — شہسوارا خوش بمیدان آمدی گوئی بزن

آسمان کا خنگ زین کے نیچے مطیع ہو گیا — اے شہسوار تو خوب میدان میں آیا گیند لے جا

۶ جویبار ملک را آب از سر شمشیر تست — تو درخت عدل بنشان بیخ بدخواہان بکن

ملک کی ندی میں آب تیری تلوار کے باعث ہے — تو عدل کا درخت لگا اور بدخواہوں کی جڑ اکھیڑ دے

۷ شوکت پور پشنگ و تیغ عالمگیر تو — در ہمہ شہنامہ ہا شد داستان انجمن

پشنگ کے بیٹے افراسیاب اور تیری دنیا فتح کرنیوالی تلوار کی شوکت — کا تذکرہ تمام شاہناموں میں درج ہو کر گھر گھر ہوا ہے

۸ بعد ازین نشگفت اگر با نکہت خلق خوشت — خیزد از صحرای ایران نافہ مشک ختن

اگر تیرے خلق کی نکہت کیساتھ بھی شگفتہ نہ ہوا — تو صحرائے ایران سے مشک ختن کا نافہ اٹھ جائیگا

۹ گوشہ گیران انتظار جلوہ خوش می کشند — بر شکن طرف کلاہ و برقع از رخ برفگن

گوشہ نشین تیرے جلوہ کا انتظار کر رہے ہیں — تاج سر پر ٹیڑھا رکھ اور چہرہ سے نقاب اٹھا

۱۰ ای صبا بر ساقی بزم اتابک عرضه دار — تا ازاں جام زرافشاں جرعهٔ بخشد بمن

اے صبا بزم اتابک کے ساقی سے عرض کر — تاکہ اس زرافشان جام سے ایک گھونٹ مجھے بھی دے

۱۱ مشورت با عشق کردم گفت حافظ می بنوش

عشق سے میں نے مشورہ کیا کہا کہ حافظ شراب پی

ساقیا می دہ بقول مستشار مؤتمن

اے ساقی شراب دے مشہور ہے کہ مستشار مؤتمن ہے

۳۔ اس شعر کی شرح لکھی جا چکی ہے یہ غزل نعتیہ ہے۔

۴۔ ایرانی مورخوں کی رائے ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام اور جمشید ایک ہی شخص تھا۔ اس لئے خاتم سلیمانی اور اسم اور دیو کی مشابہت جمشید سے کی گئی ہے۔

۷۔ افراسیاب ترکوں کا بادشاہ پشنگ کا لڑکا تھا۔ شاہنامہ فردوسی میں اس کی دلاوری اور ایران پر متواتر حملوں کا تذکرہ ہے آخر اسے مسلمانوں نے فتح کیا اس فتح کا تذکرہ بھی شاہنامہ میں ہے۔

۸۔ یعنی تیری خلق کی موجودگی میں اگر ایران سرسبز نہ ہوا تو یہ سمجھنا چاہیئے کہ ایران کی بربادی کے دن آ گئے۔

۱۰۔ اتابک ترکی لفظ ہے حافظ کے زمانہ میں بادشاہ اپنے لڑکوں کو تربیت اور تعلیم کے لئے صوبہ داروں کے پاس بھیجا کرتے تھے اتابک کے معنے اتالیق ہیں رفتہ رفتہ یہی اتابک خودمختار بادشاہ بن گئے تب قائم رہا۔ چنانچہ اتابک خاندان تواریخ میں مشہور ہے غالباً اس شعر میں اتابک سے مراد نائب خلیفہ کے ہیں یعنی اے صبا خلفاء راشدین کی خدمت میں عرض کر کہ وہ فیض جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل کیا ہے اس سے مجھے بھی کچھ عنایت فرما دیں۔

۱۱۔ مستشار مؤتمن" یعنے مشورہ دینے والا امین ہوتا ہے یعنے جن سے مشورہ طلب کیا جائے اس کا فرض ہے کہ نیک صلاح دے قرآن شریف میں اللہ تعالے کا حکم ہے "شاورھم فی الامر" یعنے آپس میں مشورہ کیا کرو اس لیئے ہر ایک مسلمان کا فرض ہے کہ مسلمان بھائی کو نیک اور صحیح مشورہ دے گویا مشورہ ایک امانت ہے اور مشورہ طلب کرنے والا اس امانت کو طلب کرتا ہے اس میں خیانت نہ کرنی چاہیئے۔

۱ ای خسرو خوباں نظری سوی گدا کن — رحمی بمن سوختهٔ بے سرو پا کن

اے خوبصورتوں کے بادشاہ مجھ گدا پر بھی ایک نظر کر — مجھ سوختہ اور بے سرو پا پر ترس کھا

۲ دارد دل درویش تمنائے نگاہے — زاں چشم سیہ مست بیک غمزہ روا کن

درویش کا دل ایک نگاہ کی آرزو رکھتا ہے — اس سیہ آنکھ سے ایک غمزہ کیساتھ روا رکھ

گر لاف زند ماہ کہ ماند بجمالت ۳ بنمائے رخ خویش و مہ انگشت نما کن

اگر چاند یہ لاف زنی کرے کہ تیرے حسن کے مشابہ ہے / اپنا رخ اس کو دکھا اور اس کو انگشت نما بنا

اے سرو چمان از چمن و باغ زمانے ۴ بخرام دریں بزم و دو صد جامہ قبا کن

اے سرو خرام اس چمن اور باغ سے تھوڑی دیر / اس بزم کی طرف آ اور دو صد جامہ کو چاک کر

شمع و گل و پروانہ و بلبل ہمہ جمع اند ۵ اے دوست بیا رحم بہ تنہائی ما کن

شمع اور گل اور پروانہ اور بلبل سب جمع ہیں / اے دوست آ اور میری تنہائی پر ترس کھا

با دل شدگان جور و جفا تا بکے آخر ۶ آہنگ وفا ترک جفا بہر خدا کن

عاشقوں کے ساتھ یہ ظلم و ستم کب تک / خدا کے لئے وفا کا ارادہ اور جفا کو ترک کر

۷

مشنو سخن دشمن بدگوئے خدا را

دشمن بدگو کی بات خدا کے لئے نہ سن

با حافظ مسکین خود اے دوست وفا کن

اے دوست حافظ مسکین اپنے کے ساتھ وفا کر

۱- خسرو خوبان سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔

۳- اس شعر میں انگشت نما نہایت موزوں لفظ ہے انگشت نما کے معنے رسوا کرنا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مشہور معجزہ "شق القمر" ہے کہ آپ نے انگلی کے اشارہ سے چاند کو دو ٹکڑے کر دیا۔

۵- آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب کبار میں چار یار صدیق اکبرؓ فاروق اعظمؓ۔ عثمان غنیؓ علی اسد اللہ کرم اللہ وجہہ ہیں جو رسول کریم کی بزم نبوت کے رونق ہیں خواجہ رح کا مطلب ہے کہ اس بزم میں باریابی کا مجھے بھی موقع دیا جاوے۔

ای روئے ماہ منظر تو نوبہار حسن ۱ خال و خط تو مرکز لطف و مدار حسن

تیرا چہرہ چاند جیسا ہے اور تو حسن کی نوبہار ہے / تیرا خال اور خط حسن کے لطف اور مدار کا مرکز ہے

در چشم پرخمار تو پنہان فسون سحر ۲ در زلف بیقرار تو پیدا قرار حسن

تیری خمار آلودہ آنکھ میں جادو پوشیدہ ہے / تیری بیقرار زلف میں حسن کی جگہ ہے۔

۳ ماہی نتافت چوں رخت از برج خسروے
سرداری کے برج سے تیرے چہرہ کی طرح کوئی چاند نہ چمکا
بری نخاست چوں قدت از جویبار حسن
حسن کی ندی کے کنارہ پر تیرے قد کی طرح کا سرو ابھر انہیں آیا

۴ خرم شد از ملاحت تو عہد دلبرے
دلبری کا عہد تیری ملاحت کے باعث خوش حال ہے
فرخ شد از لطافت تو روزگار حسن
تیری لطافت کے باعث حسن کا روزگار اچھا ہے۔

۵ از دام زلف و دانۂ خال تو در جہاں
تیری زلف کے جال اور خال کے دانہ سے دنیا میں
یک مرغ دل نماند نگشتہ شکار حسن
کوئی مرغ دل ایسا نہیں ہے جو حسن کا شکار نہ ہوا ہو

۶ دائم بلطف دایۂ طبع از میان جاں
طبیعت کی دایہ شفقت سے ہمیشہ جان کے ساتھ
مے پرورد بناز ترا در کنار حسن
تجھے ناز سے حسن کی گود میں پرورش کرتی ہے

۷ گرد لبت بنفشہ ازاں تازہ و ترست
تیرے لب کے گرد بنفشہ (خط عارض) اس لیے تر و تازہ ہے
کآب حیات میخورد از جویبار حسن
کہ حسن کی ندی سے آب حیات پیتا ہے۔

۸ حافظ طمع برید کہ بیند نظیر دوست[1]
حافظ کی یہ خواہش کہ دوست کی مثل دیکھے منقطع ہوگئی
دیار نیست غیر تو اندر دیار حسن
حسن کے شہر میں تیرے سوا کوئی رہنے والا نہیں ہے

[1] یعنی گشتہ شیخ ۱۲

(ا) یہ نعتیہ غزل ہے، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حسن و خوبی کی تعریف موزوں الفاظ میں کی ہے۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔

---

۱ بالا بلند عشوہ گر سرو ناز من
بلند قد عشوہ گر میرے سرو ناز نے
کوتاہ کرد قصۂ زہد دراز من
میرے طویل زہد کا قصہ کوتاہ کر دیا

۲ دیدی دلا کہ آخر پیری و زہد و علم
اے دل تو نے دیکھا کہ پیری اور زہد علم کے بعد
بامن چہ کرد دیدۂ معشوقہ باز من
میرے ساتھ میری حسن پرست آنکھ نے کیا کیا

از آب دیده بر سر آتش نشسته ام ۳ **کو فاش کرد در همه آفاق راز من**

آنکھ کے پانی سے آگ پر بیٹھا ہوا ہوں جسنے میرا راز تمام دنیا میں ظاہر کر دیا

می ترسم از خرابی ایمان که می برد ۴ **محراب ابروی تو حضور از نماز من**

میں ڈرتا ہوں کہ ایمان میں خلل نہ ڈالے وہ محراب ابرو کہ بوقت نماز حضور قلب کو قائم نہیں رہنے دیتا

مستست یار و یاد حریفان نمیکند ۵ **یادش بخیر ساقی مسکین نواز من**

یار مست ہے اور حریفوں کو یاد نہیں کرتا اپنے ساقی مسکین نواز کی یاد بخیر ہو

یارب کی آن صبا بوزد کز نسیم او ۶ **گردد شمامۂ کرمش کارساز من**

یارب وہ ہوا کب چلے گی جس کی نسیم سے اس کے کرم کی خوشبو میری کارساز ہوگی۔

بر خود چو شمع خنده زنان گریه میکنم ۷ **تا با تو سنگدل چه کند سوز و ساز من**

اپنے آپ پر شمع کی طرح قہقہہ لگاتے ہوئے روتا ہوں دیکھیں میرا سوز و ساز اے سنگدل تجھے کیا کرتا ہے

نقشی بر آب میزنم از گریه حالیا ۸ **تا کی شود قرین حقیقت مجاز من**

اب تو پانی پر آنسوؤں سے نقش بناتا ہوں کب میرا مجاز حقیقت کے قریب ہوگا

محمود را دمی که بآخر رسید عمر ۹ **میداد جان براری و میگفت ایاز من**

اسوقت کہ محمود کی عمر پوری ہو گئی جان دیتا تھا اور کہتا تھا کہ ہائے میرا ایاز

گفتم بدلق زرق بپوشم نشان عشق ۱۰ **غماز بود اشک و عیان کرد راز من**

میں نے کہا کہ فریب کی گودڑی سے عشق کا نشان پوشیدہ کروں گا میرے آنسو چغلخور تھے اور میرا راز ظاہر کر دیا

زاهد چو از نماز تو کاری نمیرود ۱۱ **هم مستی شبانه و راز و نیاز من**

اے زاہد تیری نماز سے اور تیرے پھر ہمارا راتوں کی مستی اور راز و نیاز سے کچھ نہیں بنتا

حافظ ز غصه سوخت بگو حالش ای صبا ۱۲ **با شاه دوست پرور دشمن گداز من**

حافظ تو غصہ میں جل گیا اے صبا اس کا حال کہنا بادشاہ دوست پرور اور میرے دشمن کو گداز کرنے والے کو

۱۱ - خواجہ رح کے اکثر اشعار سے واضح ہوتا ہے کہ مطلوب حقیقی جد و جہد سے بھی حاصل نہیں ہو سکتا اگرچہ دنیا و آخرت جد و جہد سے حاصل ہو سکتی ہے، مگر ؎

گرچہ وصالش نہ بکوشش دہند + ہر قدر اے دل کہ توانی بکوش

شاید بہ ما نہ در زدہ مجلسے دارد +

معلوم نشد کہ یار مشغول کیست + ہر کس بخیال خویش خبطے دارد

خواجہ رح ایک مقام پر فرماتے ہیں ؎ ترسم کہ روز حشر عنان بر عنان رود + تسبیح شیخ و خرقہ رند شراب خوار -

یہ امر کہ خدا کو کیا منظور ہے خدا ہی کو معلوم ہے ہر ایک شخص اسکی خوشنودی حاصل کرنا چاہتا ہے مگر سچ پوچھو تو اس کو نہیں بلکہ اپنی خواہشات کو طلب کرتے ہیں ؎

زاہد شراب کوثر و حافظ پیالہ خواست + تا در میانہ خواستہ کردگار چیست

حضرت جنید رح بغدادی کی نسبت روایت ہے کہ ایک دفعہ آپ کی ہمسائگی میں ایک یہودی کو رہنے کا اتفاق ہوا جو تمام شب شراب پی کر راگ و رنگ سے اپنے عیش کو مکمل کیا کرتا تھا جس کے باعث حضرت جنید رح کی عبادت میں خلل واقع ہوتا تھا - چند روز صبر کیا لیکن جب دیکھا کہ ہمسایہ اپنی عادت سے باز نہیں آتا تو ایک دفعہ اس سے شکایت کی جواب دیا کہ میں اپنی عادت سے مجبور ہوں اور آپ اپنی عادت سے، اس میں شکایت کیا ہو سکتی ہے آنحضرت نے فرمایا کہ تم میری شکایت پر توجہ نہیں کرتے تو خلیفہ کے پاس شکایت کی جائیگی یہودی نے کہا کہ خلیفہ میری ہی رعایت کریگا، کیونکہ ہم دونوں ایک ہی رنگ میں رنگے ہیں یہی راگ رنگ خلیفہ کے محلات میں ہوتا ہے وہاں شکایت بے سود ہے حضرت جنید نے کہا کہ سچ کہتے ہو، اب احکم الحاکمین کے پاس شکایت کرونگا، یہودی نے ہنسکر جواب دیا کہ وہاں بے شک شکایت کر و وہاں آپکا زہد و تقوے اور میرا راگ و رنگ دونوں کسی حساب میں نہیں، وہ ہم دونوں سے بے نیاز ہے۔

بیا کہ رونق این کارخانہ کم نشود + ز زہد ہمچو توئی یا ز فسق ہمچو منی

اگر آیہ "ان اللہ غنی عن العلمین" (۲۹-۶) اور دیگر آیات پر جو اسکی تفسیر میں غور کیا جائے تو واضح ہوگا کہ اگر کوئی برا کام کرتا ہے تو اپنے لئے اور اگر مجاہدہ کرتا ہے تو اپنے نفس کیلئے برائی اور نیکی اور ان کے نتائج کا تعلق ہماری ہی ذات تک محدود ہے اللہ تعالے کو ان کی نہ حاجت ہے اور نہ اس سے اسکی خدائی میں کچھ کمی یا بیشی ہوتی ہے۔

---

۱ بہار گل طرب انگیز گشت و توبہ شکن | بشادی رخ گل بیخ غم ز دل بر کن

(موسم بہار) طرب انگیز اور توبہ شکن ہے۔ | گل کے چہرہ کی خوشی سے غم کی جڑ اکھیڑ دے

۲ طریق صدق بیاموز از آب صاف ایدل | براستی طلب آزادگی ز سرو چمن

اے دل صاف پانی سے صدق کا طریقہ سیکھ | اور سرو چمن سے آزادی اور راستی حاصل کر

۳ رسید باد صبا غنچہ از ہوا دارے | ز خود بروں شد و بر تن درید پیراہن

باد صبا آگئی اور غنچہ ہوا داری سے | اپنے جامہ سے باہر ہو گیا اور اپنا پیراہن چاک کیا

ز دستبرد صبا گرد گل کلالہ بہ بیں صبا کی دستبرد سے پھول کے گرد کلالہ کو دیکھ	۴	شکنج گیسو سنبل نگر برود حسن اور حسن کی نہر پر سنبل کے گیسو کے پیچ دیکھ
عروس غنچہ بدیں زیور و تبسم خوش غنچہ کی دلہن اس زیور اور مسکراہٹ کے ساتھ	۵	معاینہ دل و دیں میبرد بوجہ حسن علانیہ دل و دین احسن طریقہ سے لیجاتی ہے
صفیر بلبل شوریدہ و نفیر ہزار بلبل شوریدہ کا نالہ اور ہزار داستان کی آواز	۶	برائے وصل گل آمد بروں ز قلب حزن غمگین دل سے گل کے وصل کے لئے نکلتی ہے
۷	حدیث و غصہ دوران ز جام جو حافظ دنیا کے رنج و غم کی باتیں اے حافظ پیالہ میں تلاش کر بقول مطرب و فتویٰ پیر صاحب فن مطرب کا یہ قول ہے اور پیر صاحب فن کا یہ فتویٰ ہے	

۲۔ صاف پانی کا ظاہر و باطن ایک جیسا ہوتا ہے اور ہر ایک شے جو اس میں ہوگی صاف نظر آئیگی؛ انسان کو بھی ایسا ہی ہونا چاہیئے کہ اس کا دل اس کی زبان پر ہو۔ تاکہ ہر ایک پر اس کا حال جتنا کہ وہ ہے روشن ہو جاوے اور جو کچھ اس کے دل میں ہے وہی ظاہر کرے اس کے برخلاف جھوٹ ظاہر و باطن میں سخت اختلاف پیدا کرتا ہے؛ جب انسان جھوٹ بولتا ہے تو وہ ظاہر نہیں کرتا جو اس کے دل میں ہوتا ہے اسیلئے "راستی" و "آزادی" کی مثال سرو چمن ہے؛ خواجہ رح سالک کو کائنات کی طرف متوجہ کرتے ہیں کہ ہر ایک شے معرفت کا دفتر ہے اسکا مطالعہ کرنا چاہیئے۔ "کلالہ" ایک نہر کا نام ہے۔ مگر اس جگہ لفظی ترجمہ گیسو کے حمد ار صحیح ہے۔ رود حسن بھی ایک مقام کا نام ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ہوا نے پھولوں کے گرد بیلوں کو پھیلا رکھا ہے اور نہر کے کنارہ سنبل زلف محبوب کی طرح پیچ و خم کھا رہا ہے؛

چندانکہ گفتند غم با طبیباں جس قدر اپنا غم طبیبوں کے سامنے بیان کیا	۱	درماں نکردند مسکین غریباں مسکین غریب علاج نہ کر سکے
آں گل کہ ہر دم در دست خار است وہ گل جو ہمیشہ کانٹے کے ہاتھ میں ہے	۲	گو شرم بادت از عندلیباں اسے کہو کہ بلبل سے شرم کرے

۳
ما درد پنہاں با یار گفتیم
میں نے اپنا پوشیدہ درد یار کو سنایا
نتواں نہفتن درد از طبیباں
درد کو طبیبوں سے چھپانا خوب نہیں

۴
یارب اماں دہ تا باز بیند
اے خدا فرصت دے کہ پھر دیکھے
چشم محبان روئے حبیباں
محبوں کی آنکھ دوستوں کے منہ کو

۵
دُرج محبت بر مہر خود نیست
محبت کی ڈبیا پر اختیار کی مہر نہیں ہے
یارب مبادا کام رقیباں
اے خدا رقیبوں کا مطلب پورا نہو

۶
ای منعم آخر بر خوان وصلت
اے دولتمند تیری خوان وصل پر
تا چند باشم از بی نصیباں
کب تک بے نصیب رہونگا

۷
حافظ نگشتے رسوائے گیتی
حافظ دنیا میں رسوا نہ ہوتا
گر می شنیدی پند غریباں
اگر غریبوں کی نصیحت سن لیتا

۱
چو گل ہر دم بہ بویت جامہ بر تن
گل کی طرح تیری بو کے لئے تن کا جامہ ہر دم
کنم چاک از گریباں تا بدامن
گریباں سے دامن تک چاک کرتا ہوں

۲
تنت را دید گل گوئے کہ در باغ
شائد تیرے تن کو گل نے باغ میں دیکھ لیا
چو مستاں جامہ را بدرید بر تن
مستوں کی طرح تن پر سے کپڑے پھاڑ ڈالے

۳
من از دست غمت مشکل برم جاں
میں تیرے غم سے بہ مشکل زندہ رہونگا
ولی دل را تو آساں بردی از من
لیکن تو نے دل بآسانی مجھ سے لے لیا

۴
بقول دشمناں برگشتی از دوست
دشمنوں کی باتوں میں آکر دوستوں سے پھر گیا
نگردد ہیچکس با دوست دشمن
کوئی شخص دوست کا دشمن نہیں ہوتا

۵

تنت در جامه چوں در جام باده
تیرا تن جامہ میں اسطرح ہے جس طرح شراب پیالہ میں

دلت در سینه چوں در سیم آهن
تیرا دل سینہ میں ایسا ہے جیسا کہ چاندی میں لوہا

۶

ببار ای شمع اشک از دیده چوں میغ
ای شمع آنسو بادل کی طرح برسا

که سوز دل شود بر خلق روشن
کہ سوز دل خلق پر روشن ہوئے

۷

مرو کز سینه ام آه جگر سوز
تو نہ جا کہ میرے سینہ کی آہ جگرسوز

برآید همچو دود از راه روزن
اس طرح نکلتی ہے جس طرح روزن سے دہواں نکلتا ہے

۸

دلم را مشکن و در پا میانداز
میرا دل مت توڑ اور پاؤں میں نہ روند

که دارد در سر زلف تو مسکن
کہ تیری زلف میں اس کا مسکن ہے

۹

چو دل را بست در زلف تو حافظ
جب حافظ نے دل کو تیری زلف میں باندھ دیا

بدینساں کار او در پا میفگن
اس کا کام اس طرح پامال نہ کر

۱

چوں شوم خاک رهش دامن بیفشاند ز من
جب میں اسکو راستہ کی خاک ہوتا ہوں مجھسے دامن جہاڑتا ہے

ور بگویم دل بگرداں رو بگرداند ز من
اگر کہتا ہوں کہ دل نہ ہٹا منہ پھیر لیتا ہے

۲

گر چو شمعش پیش میرم در غمم خندد چو صبح
اگر اسکے شمع رخسار کے سامنے مروں تو میرے غم پر صبح کی طرح ہنستا ہے

ور برنجم خاطر نازک برنجاند ز من
اگر میں رنج کروں اپنی خاطر نازک کو مجھسے رنجیدہ بنا لیتا ہے

۳

عارض رنگیں بهر کس مینماید همچو گل
عارض رنگین ہر ایک شخص کو گل کی طرح دکھاتا ہے

ور بگویم باز پوشاں باز پوشاند ز من
جب کہتا ہوں اسپر پردہ ڈال تو مجھ سے چھپا لیتا ہے

۴

دوستاں جان دادم از بهر دهانش بنگرید
اے دوستو اس کے دہن کے لئے جان دیدی دیکھو

گو بچیزی مختصر چوں باز می ماند ز من
کوئی مختصر بات تو کہو کہ پھر میرے پاس ہی رہے

او بخونم تشنه و بر من لبش تا چون شود	۵	کام بستانم از و یا داد بستاند ز من
وہ میرے خون کا پیاسا ہے اور اسکے لب پر دیکھیے کیا ہوتا ہے		تو اس سے مراد حاصل ہوگی یا مجھ سے بدلہ لیگا
چشم خود را گفتم آخر یک نظر شیرین ببین	۶	گفت میخواهی مگر تا جوی خون راند ز من
اپنی آنکھ کو کہا کہ آخر ایک نظر ادھر بھی دیکھ		کہا کیا تو چاہتا ہے کہ خون کی ندی مجھ سے بہائے
گرچه فرهادم به تلخی جان بر آید هیچ نیست	۷	بس حکایتهای شیرین باز می ماند ز من
اگر فرہاد کی تلخی سے جان نکلے تو افسوس نہیں ہے		کئی شیریں حکایتیں میرے متعلق یادگار زمانہ رہینگی

۸	ختم کن فضلی اگر زینگونه خوانی درس عشق
	ایسے ہی اگر تو اس طرح عشق کا درس پڑھیگا
	خلق در هر گوشه افسانه خوانند از من
	خلق ہر ایک جگہ میرا افسانہ پڑھیں گے ۔

خدا را کم نشین با خرقه پوشان	۱	رخ از رندان بی سامان مپوشان
خدا کے واسطے ان زاہد خرقہ پوشوں کے پاس کم بیٹھا کر		بے سامان رندوں سے چہرہ نہ چھپا ۔
درین خرقه بسی آلودگی هست	۲	خوشا وقت قبای می فروشان
یہ خرقہ گناہوں سے بہت آلودہ ہے		شراب بیچنے والوں کی قبا خوش وقت رہے
چو مستم کرده ای مستور منشین	۳	چو نوشم داده ای زهرم منوشان
جب تو نے مجھے مست کیا ہے تو پردہ میں نہ رہ		جب تو نے شہد دیا ہے تو اب زہر نہ پلا
تو نازک طبعی و طاقت نیاری	۴	گرانیهای مشتی دلق پوشان
تو نازک طبع ہے برداشت نہیں کر سکتا		دلق پوشوں کی مٹھی کے بوجھ کو
درین صوفی وشان دردی ندیدم	۵	که صافی باد عیش درد نوشان
ان صوفیوں میں میں نے درد نہیں دیکھا		تلچھٹ پینے والوں کا عیش صاف رہے ۔

۴ لب میگون و چشم مست بکشائے — که از شوق تو مئے لعل ست جوشاں
لب میگوں اور مست آنکھ کھول دے — کہ تیرے شوق سے سرخ شراب جوش میں ہے

۵ بیا و زرق ایں سالوسیاں بیں — صراحی خون دل و بربط خروشاں
آ۔ اور ان مکاروں کا فریب دیکھ — صراحی کا دل خون ہوگیا اور بربط نالہ و فریاد کر رہا ہے

۶ ز دلگرمی حافظ بر حذر باش — کہ دارد سینہ چوں دیگ جوشاں
حافظ کی دل کی گرمی سے ڈرے — کہ اس کا سینہ دیگ کی طرح ابل رہا ہے

۱ دانی کہ چیست دولت دیدار یار دیدن — در کوئی او گدائے بر خسروی گزیدن
تو جانتا ہے کہ دولت کیا ہے یار کا دیدار دیکھنا — اس کے کوچہ کی گدائی کو بادشاہی پر ترجیح دینا

۲ از جاں طمع بریدن آساں بود ولیکن — از دوستان جانی مشکل بود بریدن
جان سے ہاتھ دھونا تو آسان ہے لیکن — دلی دوستوں سے قطع تعلق کرنا مشکل ہے

۳ خواہم شدن بہ بستاں چوں غنچہ با دل تنگ — وانجا بہ نیکنامے پیراہنے دریدن
باغ میں غنچہ کی طرح دل تنگ ہو کر جاؤنگا — اور اس جگہ کپڑے پھاڑ کے سرخروئی حاصل کرونگا

۴ گہ چوں نسیم با گل راز نہفتہ گفتن — گہ سر عشقبازی از بلبلاں شنیدن
کبھی نسیم کی طرح گل کو پوشیدہ راز کہنا — کبھی عشقبازی کے راز بلبلوں سے سننا

۵ بوسیدن لب یار اول ز دست مگذار — کآخر ملول گردی از دست لب گزیدن
یار کے لب کو بوسہ دینا پہلے ہی ہاتھ سے نہ دے — ورنہ ہاتھ کاٹے گا اور ملول ہوگا

۶ فرصت شمار صحبت کز ایں دو راہ منزل — چوں بگذریم نتواں دیگر بہم رسیدن
صحبت غنیمت سمجھ کیونکہ اس دو در یہ منزل دنیا ہے — جب گذر جائیں گے پھر آکے مل کر نہ بیٹھیں گے

گوئی برفت حافظ از یاد شاہ منصور

گویا کہ حافظ شاہ منصور کی یاد سے فراموش ہوگیا

یارب بیادش آور درویش پروریدن

اے خدا غریب پروری اس کو یاد دلادے؛

ا- یعنے مشاہدہ حقیقت ہی حقیقی دولت ہے، اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں گدائی یعنے مشاہدہ کی طلب اور حیاۃ الدنیا و زینتہا کو ترک کرنا ہی دولت ہے؛

دلم را در سر زلف تو مسکن ۱ بہ نسیانش فرو مگذار و مشکن

میرے دل کا ٹھکانہ تیری زلفوں میں ہے — اس کو اس طرح [illegible] نہ چھوڑ اور نہ توڑ

وگر دل سرکشد چون زلف از خط ۰ بدست آرش ولی در پاش مفگن

اگر دل زلف کی طرح خط سے سرکشی کرے — اس کو قابو کر مگر پامال نہ کر

چو شمع ار پیش آئی در شب تار ۳ شود چشمم بدیدار تو روشن

اندھیری رات میں شمع کی طرح اگر تو میرے سامنے آئے — میری آنکھ تیرے دیدار سے روشن ہو جائے

بہ گلزارم چہ کار اکنون کہ گشتست ۴ جہان بر چشم از روے تو گلشن

اب مجھے باغ سے کیا سروکار ہے - کہ — میری آنکھ میں [illegible] تیرے چہرہ کے باعث گلشن بن گئی

ز سرو قامتت ننشینم آزاد ۵ ہمہ تن گر زبان باشم چو سوسن

تیری بلند قد کی تعریف سے فارغ ہو کر نہیں بیٹھ سکتا، — اگر میرا تمام جسم سوسن کی طرح زبان بن جائے

ز مہرت گر نتابم ذرہ روئے ۶ چو خورشیدم فرود آید ز روزن

اگر تیری مہر (محبت) سے ذرہ کی طرح روشن تر ہوں — خورشید [illegible]

کجا بر تنگ شکر دست یابد

شکر کے تنگ پر کس طرح قابو پائے گا

چو حافظ ماجرائے عشقبازی

حافظ کی طرح کوئی عشق کی داستان

نمی گوید کسے بر وجہ احسن

اس خوش اسلوبی سے بیان نہیں کر سکتا

۸

زدر درآ و شبستان ما منور کن دروازہ سے اندر آ اور میری اندھیری کوٹھڑی کو روشن کر	۱	دماغ مجلس روحانیاں معطر کن روحانیوں کے مجلس کے دماغ کو معطر کر
بچشم و ابروی جاناں سپردہ ام دل و جاں معشوق کے ابرو اور آنکھ کے حوالہ اپنا دل و جان کر دی ہے	۲	بیا بیا و تماشائی طاق و منظر کن آ آ اور طاق اور منظر کا نظارہ دیکھ
ازاں شمائل الطاف و حسن خوش کہ تراست اس پاکیزہ صورت اور حسن کے ساتھ جو تجھے حاصل ہے	۳	میان بزم حریفاں چو شمع سر بر کن معشوقوں کی بزم میں شمع کی طرح سر بلند کر
بگو بخازن جنت کہ خاک ایں مجلس جنت کے داروغہ کو کہا کہ اس مجلس کی خاک	۴	بتحفہ بر سوئے فردوس و عود مجمر کن فردوس میں بطور تحفہ لے جا اور انگیٹھی کا عود بنا
طمع بنقد وصال تو حد ما نبود تیرے وصال کی نقدی کی طمع کرنا حد سے باہر ہے	۵	حوالتم بداں لعل ہمچو شکر کن اس لعل لب کے حوالہ مجھے شکر کی طرح کر دے
چو شاہدان چمن زیر دست حسن تو اند باغ کے معشوق (نرگس و ریحان) تیرے حسن سے مغلوب ہیں	۶	کرشمہ بر سمن و ناز بر صنوبر کن سمن پر کرشمہ اور صنوبر پہ ناز کر
ستارۂ شب ہجراں نمی فشاند نور فرقت کی رات کا ستارہ نور نہیں دیتا	۷	ببام قصر برآ و چراغ مہ بر کن محل کے بام پر آ اور چاند کا چراغ روشن کر
ازیں مرقع پشمینہ نیک دلتنگم اس پشمینہ کے مرقع سے بہت تنگ آ گیا ہوا	۸	بیک کرشمہ صوفی وشم قلندر کن ایک کرشمہ سے میرے صوفی پن کو قلندر بنا

٩ فضول نفس حکایت بسی کند ساقی
اے ساقی نفس کی خواہشات بے شمار اور فضول
تو کار خود مده از دست و می بساغر کن
تو اپنا کام کر اور شراب پیالہ میں ڈال

١٠ لب پیالہ ببوس آنگہاں بمستاں ده
پیالہ کے لب پر بوسہ دے اور پھر مستوں کو پلا
بایں لطیفہ دماغ خرد معطر کن
اس لطیفہ سے عقل کا دماغ معطر کر دے

١١ وگر فقیہ نصیحت کند کہ مے مخورید
اگر فقیہ یہ نصیحت کرتا ہے کہ شراب نہ پیو
پیالۂ بدہش گو دماغ را تر کن
شراب کا پیالہ اس کے ہاتھ میں دیکر کہو دماغ تر کر

١٢ حجاب دیدۂ ادراک شد شعاع جمال
ادراک کی آنکھ کا پردہ حسن کی شعاع بنگئی
بیا و خرگہ خورشید را منور کن
آ اور خورشید کے خیمہ کو منور کر

١٣ پس از ملازمت عیش و عشق مہرویاں
مہرویوں کے عشق اور عیش میں مشغول رہنے کے بعد
ز کارہا کہ کنی شعر حافظ از بر کن
جو کام تونے کرنا ہے وہ یہ ہے کہ حافظ کے شعر یاد کر

١ شاہ شمشاد قداں خسرو شیریں دہناں
شمشاد قدوں کا بادشاہ اور شیریں دہنوں کا افسر
کہ بمژگاں شکند قلب ہمہ صف شکناں
مژگاں سے تمام صف شکنوں کے قلب کو پھاڑتا ہے

٢ دامن دوست بدست آر و ز دشمن بگسل
دوست کا دامن پکڑ اور دشمن سے کنارہ کر
مرد یزداں شو و ایمن گذر از اہرمناں
مرد خدا بن اور شیطانوں کے شر سے ایمن ہو جا

٣ مست بگذشت و نظر بر من درویش انداخت
بحالت مستی گذر رہا تھا اور مجھ درویش پر نظر کی
گفت کای چشم و چراغ ہمہ شیریں سخناں
کہا کہ شیریں سخن شاعروں کے چشم و چراغ

٤ تا کی از سیم و زرت کیسہ تہی خواہد بود
کب تک چاندی سونے سے تیرا کیسہ خالی رہیگا
پند ما بشنو و برخور ز ہمہ سیمتناں
میری نصیحت سن اور تمام سیم تن معشوقوں سے فائدہ اٹھا

کمتر از ذرہ نۂ پست مشو مہر بورز	۵	تا بخلوتگہ خورشید رسی چرخ زناں
ذرہ سے تو کم نہیں ہے پست ہمت نہ ہو مہر و محبت جاری رکھ		تا کہ آفتاب کی خلوت میں چکر لگاتا ہوا پہنچ جائے
پیر پیمانہ کش ما کہ روانش خوش باد	۶	گفت پرہیز کن از صحبت پیماں شکناں
میرے پیر شراب خوار نے کہ اس کی روح خوش رہے		کہا کہ صحبت پیماں شکن سے پرہیز کر
بر جہاں تکیہ مکن گر قدحے مے داری	۷	شادی زہرہ جبیناں خور و نازک بدناں
اگر شراب کا پیالہ تیرے پاس ہے تو جہان پر بھروسہ نہ کر		زہرہ جبیں اور نازک بدن معشوقوں کیساتھ خوشی منا
باد صبا در چمن لالہ سحر مے گفتم	۸	کہ شہیداں کہ اند ایں ہمہ خونین کفناں
لالہ زار پر صبح کے وقت میں نے صبا کو کہا کہ		یہ خونی کفن کس کے شہید ہیں

۹	گفت حافظ من و تو محرم ایں راز نہ ایم
	جواب دیا کہ اے حافظ میں اور تو اس راز کے محرم نہیں ہیں
	از مئے لعل حکایت کن و سیمیں ذقناں
	سرخ شراب اور سیمیں ذقن معشوقوں کی باتیں کر

ا۔ یہ غزل نعتیہ ہے خواجہ حافظ رح اپنی اصطلاح میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو "شمشاد قدان" "خسرو شیریں دہناں" "سلطان" بادشاہ وغیرہ لفظوں سے تعبیر کرتے ہیں یعنے پیغمبر شیریں دہن اور بہترین گفتار ہے اور ان کا سردار سید الانبیاء ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک خوبی یہ ہے کہ صف شکن اور بڑے بڑے رندوں کو جو تلوار کے زور سے بھی سر تسلیم خم نہ کرتے اپنی حسن بیان اور خلق اور دلائل سے مطیع کیا اور "لا اکراہ فی الدین" کا ارشاد

۹۔ لالہ زار کو دیکھ کر یہ کہنا کہ یہ خونی کفن کس کے شہید ہیں اور صبا کا جواب پر لطف ہے اور جواب بھی یہی کہ حسن وعشق نے یہ صورت پیدا کی ہے۔

شراب لعل کش و روئے مہ جبیناں بیں	۱	خلاف مذہب آناں جمال اینان بیں
سرخ شراب پی اور مہ جبینوں کا چہرہ دیکھ		زاہدوں کے مذہب کے خلاف ان کا جمال دیکھ
بزیر دلق ملمع کمندہا دارند	۲	درازدستی ایں کوتہ آستیناں بیں
ان کی گودڑی دریائی کے نیچے کمندیں رکھتے ہیں		ان کوتہ آستینوں فقیروں کی درازدستی دیکھ

۳ بخرمن دو جہاں سر فرو نمی آرند
دو جہان کے کھلواڑہ میں سر نیچا نہیں کرتے
دماغ کبر گدایان خوشہ چیناں بین
خوشہ چین فقیروں کا مغرور دماغ دیکھ

۴ گرہ ز ابرو پرچیں نمے کشاید یار
یار ابرو سے جبیں پے شمار تیور ہیں گرہ نہیں کھولتا
نیاز اہل دل و ناز نازنیناں بین
اہل دل کا نیاز (عاجزی) اور نازنینوں کا ناز (غرور) دیکھ

۵ حدیث عہد محبت ز کس نمے شنوم
محبت کے عہد کی باتیں کسی سے نہیں سنتا
وفائے صحبت یاران ہمنشیناں بین
ہمنشیں یاروں کی دوستی کی وفا دیکھ

۶ اسیر عشق شدن چارہ خلاص من است
عشق میں گرفتار ہونا میری رہائی کی تدبیر ہے
ضمیر عاقبت اندیش پیش بیناں بین
پیش بینوں کی دور اندیشی دیکھ

۷ غبار خاطر حافظ بہ برد صیقل عشق
عشق کا صیقل حافظ کی طبیعت کی کدورت کو صاف کر گیا
صفائی نیت پاکاں و پاکدیناں بین
پاکوں اور پاکدینوں کی نیت کی صفائی دیکھ

۱ صبح است ساقیا قدحی پر شراب کن
اے ساقی صبح کا وقت ہے شراب سے پیالہ بھر دے
دور فلک درنگ ندارد شتاب کن
آسمان کی گردش دیر نہیں کرتی جلدی کر

۲ زاں پیشتر کہ عالم فانی شود خراب
اس سے پیشتر کہ دنیا فانی خراب ہو
مارا ز جام بادہ گلگوں خراب کن
مجھے شراب گلابی کے جام سے خراب و مست کر

۳ خورشید مے ز مشرق ساغر طلوع کرد
شراب کا آفتاب پیالہ کے مشرق سے برآمد ہوا
گر برگ عیش می طلبی ترک خواب کن
اگر عیش کی خواہش ہے نیند کو چھوڑ دے

۴ روزیکہ چرخ از گل ما کوزہا کند
اس دن کہ چرخ آسمان ہماری مٹی سے کوزے بنائے
زنہار کاسہ سر ما پر شراب کن
خبردار میرے کاسہ سر کو شراب سے پر کر دے

۶ حال دلم چو خال تو ہست در آتش وطن
تیرے خال کی طرح میرے دل کا حال یہ ہو کہ آگ میں مسکن ہے
جسمم از آن دو چشم تو خستہ شدہ است و ناتوان
میرا جسم اسلئے تیری دونوں آنکھوں سے خستہ و ناتوان ہو گیا ہے

۷ آنکہ مدام شیشہ ام از می لعل دادہ است
جسنے مجھے ہمیشہ شیشہ سرخ شراب کا دیا ہے
شیشہ ام از چہ می برد پیش طبیب ہر زمان
میرے شیشہ کو کس لیئے ہر وقت طبیب کے پاس لے جاتا ہے

۸ حافظ از آب زندگی شعر تو داد شربتم
اے حافظ تیرے شعروں نے آبحیات کا شربت پلایا ہے
ترک طبیب کن بیا نسخہ شربتم بخوان
طبیب کو چھوڑ اور میری شربت کا نسخہ پڑھ

۱- اس تمام غزل میں خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نے ایک ہی مضمون پر اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آنجناب تپ میں مبتلا ہوئے اور [illegible]

---

۱ کرشمۂ کن و بازار ساحری بشکن
کرشمہ دکھلا اور ساحری کے بازار کی رونق کو مدہم کر
بغمزہ رونق بازار سامری بشکن
غمزہ سے سامری کی گرم بازاری کو سرد کر

۲ بباد دہ سر و دستار عالمی یعنی
دنیا کے سر اور دستار کو برباد کر یعنے
کلاہ گوشہ بآئین دلبری بشکن
دلبری کے دستور کے موافق کج کلاہ رکھ دے

۳ بروں خرام و ببر گوئی نیکی از ہمہ کس
باہر آ اور نیکی میں ہر ایک سے سبقت لے جا
سزائے حور دہ و رونق پری بشکن
حور کو سزا دے اور پری کی رونق کو پھیکا کر

۴ بآہوان نظر شیر آفتاب بگیر
اپنی بڑی بڑی آنکھوں سے آفتاب کے شیر (برج) کو گرہن لگا
بابروان دوتا قوس مشتری بشکن
دونوں ابروؤں سے مشتری کی کمان کو توڑ دے

۵ چو عطر سائے شود زلف سنبل از دم باد
جب سنبل کی زلف ہوا کے جھونکوں سے خوشبو لاتی ہے
تو قیمتش بسر زلف عنبری بشکن
تو اسکی قدر زلف عنبری سے گھٹا دے

۶ چو عندلیب فصاحت فروش شد حافظ

جب حافظ فصاحت کی بلبل کو بیچنے والا ہوا

تو رونق سخن گفتن دری شکن

تو اس کی رونق دری زبان کے کلام سے کم کر دے

۱۔ یہ غزل نعتیہ ہے آنحضرت کے معجزات کے سامنے جادو تمام باطل ہو گیا۔
۲۔ دنیا کو ایسا بیخود اور محو کر دے کہ سر اور دستار کی خبر نہ رہے جب تجھے شان دلبری کے ساتھ سر پر کجکلاہ رکھے ہوئے دیکھے
۳۔ کچھ شک نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام عالم سے نیکی میں گوئے سبقت لے گئے۔ حسن و خوبی میں نہ حور اور نہ پری آپ کا مقابلہ کر سکتی ہے۔ حور سے مراد عالم آخرت اور پری سے مراد دنیا کی زینت ہے یعنے دونوں جہان کی خوبیاں اگر جمع کر دی جاویں پھر بھی آپ کی خوبیاں کا پلہ بھاری ہے۔
۴۔ آہوئے چشم آنکھ کی خوبصورتی ہے۔ اگر ان آنکھوں سے شیر آفتاب کو دیکھ لے تو اسے گرہن لگ جائے اور دا‌ئرہ مشتری کے برج قوس کو توڑ ڈالیں یعنے آسمان پر بھی اس حسن و خوبی اور طاقت کا مقابلہ کرنیوالی کوئی چیز نہیں۔
۶۔ فصاحت تو قرآن شریف کا خاص معجزہ ہے اس کی بدولت حافظ رحمۃ اللہ علیہ بھی فصیح بن گئے۔ بلکہ فصاحت فروش ہو گئے۔ مگر کلام معجز نظام کی فصاحت کے سامنے ع چہ نسبت خاک را با عالم پاک۔

۱ گلبرگ را ز سنبل مشکیں نقاب کن — یعنے کہ رخ بپوش و جہانی خراب کن

پھول کی پتی (رخسار) کو سنبل مشکیں (زلف سے) پوشیدہ کر — یعنے رخ چھپا لے اور جہان کو خراب کر

۲ بکشا بعشوہ نرگس مست خراب را — وز رشک چشم نرگس رعنا پر آب کن

عشوہ سے مست اور خراب کرنیوالی نرگس (آنکھ) کو کھول — اور رشک سے نرگس رعنا کی آنکھ کو پر آب کر دے

۳ بفشاں عرق ز چہرہ و اطراف باغ را — چوں شیشہائے دیدۂ ما پر گلاب کن

چہرہ سے پسینہ جھاڑ اور باغ کی طرفوں کو — میری آنکھوں کے شیشہ کی طرح گلاب سے بھر دے

۴ بوئے بنفشہ بشنو و زلف نگار گیر — بنگر برنگ لالہ و عزم شراب کن

بنفشہ کی خوشبو سونگھ اور معشوق کی زلف ہاتھ میں لے — لالہ کے رنگ کو دیکھ اور شراب پینے کا ارادہ کر

۵ زانجا کہ رسم و عادت عاشق کشی تست — شمشیر کیں بخون دل ما خضاب کن

چونکہ تیری رسم اور عادت عاشقوں کو قتل کرنا ہے — کینہ کی تلوار کو میرے دل کے لہو سے رنگین کر

بخت خویش و خوئی ترا آزموده ام میں نے اپنی قسمت اور تیری عادت کو آزمایا ہے	۶	با دشمناں قدح کش و بما عتاب کن دشمنوں کیساتھ شراب پی اور مجھ پر عتاب کر

۷
حافظ وصال می طلبد از رہ دعا
حافظ دعائیں مانگ کر تیرا وصل چاہتا ہے؛
یا رب دعائے خستہ دلاں مستجاب کن
اے خدا خستہ دلوں کی دعا قبول فرما

ما سرخوشیم بادہ ما در پیالہ کن ہم مستی سے سرخوش ہیں ہمارے پیالہ میں شراب ڈال	۱	بدمست را بغمزہ ساقی حوالہ کن بدمست کو ساقی کے غمزہ کے حوالہ کر
در جام ماہ بادہ چوں آفتاب ریز چاند کے جام میں شراب آفتاب جیسی ڈال	۲	بر روئ روز سنبل مشکیں کلالہ کن روز روشن میں سنبل مشکین کو زلف پرخم بنا
ای پیر خانقہ بخراباست شو دمے اے پیر خانقہ خرابات میں تھوڑی دیر کیواسطے آ	۳	غسلے برآر و توبہ ہفتاد سالہ کن غسل کر اور ستر سال کی توبہ کر
صوفی بگریہ چہرہ مجلس بشو چو شمع اے صوفی رو رو کر مجلس کا چہرہ شمع کیطرح دہو	۴	آہنگ رقص ما ہمہ از آہ و نالہ کن ہمیں آہ و نالہ سے وجد میں لا

۵
گر نو عروس دہر در آید بعقد تو
اگر دہر کی نئی دلہن تیرے عقد نکاح میں آئے
ہر دو کون حافظش اندر قبالہ کن
تو حافظ کے دونوں جہان کی محبت قبالہ میں لکھدے

منم کہ شہرہ شہرم بعشق ورزیدن عشقبازی میں میرا چرچا تمام شہر میں ہے؛	۱	منم کہ دیدہ نیالودہ ام ببد دیدن میں وہ ہوں کہ آنکھ کو برا دیکھنے سے آلودہ نہیں کیا

۲
وفا کنیم و ملامت کشیم و خوش باشیم
وفا کرتے ہیں ملامت اٹھاتے ہیں اور خوش رہتے ہیں
که در طریقت ما کافریست رنجیدن
کہ ہمارے طریقہ میں رنج کرنا کافری ہے

۳
بمی پرستی از آں نقش خود برآب زدم
مے پرستی سے اس لئے اپنا نقش آب پر بنایا ہے
که تا خراب کند نقش خود پرستیدن
تاکہ خود پرستی کا نقش اس سے خراب ہو جائے

۴
به پیر میکده گفتم که چیست راه نجات
شراب خانہ کے پیر سے پوچھا کہ راہ نجات کیا ہے
بخواست جام می و گفت باده نوشیدن
شراب کا پیالہ طلب کیا اور کہا کہ شراب پینا

۵
عناں بمیکده خواهیم تافت زیں مجلس
اس مجلس سے شراب خانہ کی طرف دوڑ کر جائیں گے
که وعظ بی عملاں واجبست نشنیدن
کہ بے عملوں کی وعظ نہ سننا واجب ہے

۶
مراد ما ز تماشائے باغ عالم چیست
باغ عالم کے تماشا سے ہماری مراد کیا ہے
بدست مردم چشم از رخ تو گل چیدن
آنکھ کی پتلی کے ہاتھ سے تیرے چہرے کے پھول چننا (دیدار)

۷
برحمت سر زلف تو واثقم ورنه
تیری زلف کی شفقت سے واقف ہوں ورنہ
کشش چو نبود ازآں سو چه سود کوشیدن
جب اس طرف سے کشش نہیں ہے تو کوشش کا کیا فائدہ

۸
ز خط یار بیاموز مهر با رخ خوب
یار کے خط کی خوبصورت چہرہ کیساتھ محبت کرنا سیکھ
که گرد عارض خوباں خوشست گردیدن
کہ معشوقوں کے رخسار کے گرد طواف کرنا خوب ہے

۹
مبوس جز لب معشوق و جام می حافظ
اے حافظ معشوق کے لب اور شراب کے جام کے سوا کسی چیز کو بوسہ نہ دے
که دست زهد فروشاں خطاست بوسیدن
کہ زہد بیچنے والوں کا ہاتھ چومنا خطا ہے

۱۔ خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس شعر میں یہ دعوے کیا ہے کہ ہم عاشق مشہور ہو گئے اور ہم وہ ہیں کہ برائی پر ہماری نگاہ ہی نہیں پڑتی جو کچھ ہماری آنکھ دیکھ رہی ہے وہ صرف حسن و خوبی ہے اگر دعوئے عشق صحیح ہے تو نتیجہ اس کے سوا اور کچھ نہیں ہو سکتا کہ عاشق صرف حسن و خوبی ہی کا مشاہدہ کرے اللہ تعالیٰ نے

جو کچھ پیدا کیا ہے حسن و خوبی ہی ہے ؎ کوئی صورت اپنے صورت گر کی بے صورت نہیں۔ اور حق بھی یہی ہے کہ "خوش نویس است و نخواہد بد نوشت" عشق کا تقاضا یہ ہے کہ ہر ایک شئے میں حسن و خوبی ہی دیکھے، جسے لوگ جو عشق سے خالی ہیں عیب کہتے ہیں وہ عشق کی نگاہ میں حسن ہے۔ خواجہؒ ایسے لوگوں کو بے ہنر سے تعبیر کرتے ہیں فرماتے ہیں کہ ؎

کمالِ عشق و محبت بہ بین نہ نقص گناہ + کہ ہر کہ بے ہنر افتد نظر بعیب کند

جو لوگ عیوب کے دیکھنے والے ہیں انہیں اپنے دماغ کا علاج کرنا چاہیئے کیونکہ عیوب کا نقش ان کے قلب پر ہو رہا ہے۔

۲۔ خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس شعر میں اپنے آپ کو "ملامتی" ظاہر کیا ہے جو فقرا کا ایک فرقہ ہے اس کی تشریح دیباچہ میں کی گئی ہے یہ بھی عجب زندگی ہے۔

خوشحال کسانیکہ بہرحال خوش اند

جاننا چاہیئے کہ حقیقی خوشی اطمینان قلب ہی سے حاصل ہوتی ہے اور اطمینان قلب "ذکر الٰہی" سے حاصل ہوتا ہے "لا تطمئن القلوب الا بذکر اللہ"۔ اس نشے کا فرد وہ ہے جو ذکر الٰہی سے غافل ہے۔ نتیجہ یہ ہے کہ وہ ہمیشہ مایوس ہی رہیگا اور اس لیئے اس کا رنج و غم ایک قدرتی امر ہے۔

۔ "وفا" سے مراد وہ ایفائے عہد ہے جو حضرت انسان نے اللہ تعالےٰ سے عبودیت کی صورت میں باندھا اور "الست بربکم" کے جواب "بلیٰ" کا علی ثبوت دے رہا ہے اور اس امانت میں خیانت نہیں کرتا۔ جس کا بوجھ اس نے خوشی خوشی اُٹھایا، اگرچہ آسمان بھی اس کا تحمل نہ ہو سکا۔

شعر کا مطلب یہ ہے کہ ہم اپنا عہد وفا کر رہے ہیں اگر اس وفا کے ساتھ ہمیں ملامت کا نشانہ بننا پڑا لیکن ہمارے اطمینان قلب کے لیئے اتنا کافی ہے کہ ہم اپنا فرض خوش اسلوبی سے ادا کر رہے ہیں۔

۳۔ "نقش برآب زدن" محاورہ ہے، چونکہ پانی پر کوئی نقش برقرار نہیں رہ سکتا اس لیئے محاورہ میں جب کسی شئے کی بے قراری اور محویت کا اظہار مطلوب ہو تو کہتے ہیں کہ فلان شئے نقش برآب ہے۔ ؎

یہ زمانہ عالم خواب ہے پے تشنہ مثل سراب ہے + جو مکاں ہے نقش برآب ہے جو مکیں ہے مثل حباب ہے

اس شعر میں خواجہ رحمۃ اللہ نے "سراب" سے جو پانی ہی ہوتا ہے ایک لطف پیدا کیا ہے کہ ہم پرستی سے اپنا نقش یعنے وجود نقش برآب بنا رہے ہیں اور مدعا یہ ہے کہ خود پرستی کا نقش خراب ہو یعنے شراب عشق سے اپنی ہستی موہوم کو محو کر دیا ہے اور خودی کے نقش کو مٹا دیا ہے۔

۴۔ "پیر میکدہ" سے مرشد کامل ہے اور "بادہ نوشی" سے مراد عشق ہے یعنے نجات کی راہ شراب عشق ہی بدولت نظر آتی ہے، جس سے تمام تعلقات اور اضافات قطع ہو جاتے ہیں۔

۵۔ مجلس سے مراد مجلس "ظاہر پرستاں" ہے جو دعوے علم تو کرتے ہیں مگر "عمل" نہیں کرتے جسکی وجہ یہ ہے کہ ان کا علم یقینی نہیں ورنہ عمل کے مطابق ہوتا۔ اس کا علم جو کچھ ظاہر کر رہا ہے وہ یہ ہے کہ اس کا ظاہر و باطن یکساں نہیں، اور ایسے علموں کا وعظ نہ سننا چاہیئے کیونکہ بالکل بے اثر ہوگا۔ ہاں عاشقان الٰہی کی صحبت میں بیٹھنا چاہیئے جو یکرنگ ہیں اسی شعر کے ہم معنے مقطع ہے۔ کہ ؎

مبوس جز لب معشوق و جام مے حافظ + کہ دست زہد فروشاں خطاست بوسیدن

۶۔ عالم تجلیات اسمائے صفاتی کا مجموعہ ہے اور اس لیے باغ سے تشبیہ نہایت موزون ہے جہاں مختلف قسم کے پھول کھلے ہیں ہر ایک شی اس کی شاخیں اور پتے اور روئیدگی قابل دید ہے اور قابل سیر شعر کا مطلب یہ کہ اس عالم میں ہمارے سید نظر انہی تجلیات کا مشاہدہ ہے ' ہماری مراد بھی یہی کچھ ہے

میسوزم از فراقت روازجفا بگرداں تیرے فراق میں جل گیا ہوں جفا سے منہ موڑ	۱	ہجراں بلائے ما شد یارب بلا بگرداں ہجر میرے واسطے بلا ہوگیا یارب بلا ٹال دے
مہ جلوہ می نماید بر سبز خنگ گردوں چاند آسمان کے سبزہ گھوڑے پر جلوہ کرتا ہے	۲	تا او بسر درآید بر رخش پا بگرداں جبتک وہ سر کے بل گرے گھوڑے پر قدم رکھ
یغمائی عقل و دیں را بیروں خرام سرمست عقل و دین کے غارت کرنے کیواسطے سرمست ہوکر باہر خرام کر	۳	بر سر کلاہ بشکن در بر قبا بگرداں سر پر کلاہ کج رکھ اور قبا پہن لے
مرغولہ را بگرداں یعنی برغم سنبل سنبل کے برخلاف زلفیں کھول دے	۴	گرد چمن بخوری ہمچوں صبا بگرداں اور صبا کی طرح چمن میں خوشبو پھیلا دے
ای نور چشم مستاں در عین انتظارم اے مستوں کے نور چشم عین انتظار میں ہوں	۵	چنگ حزین و جامے بنواز یا بگرداں چنگ بجا یا جام کو دور دے
دوران چو مینویسد بر عارض بتاں خط زمانہ جب بتوں کے رخسار پر خط لکھتا ہے	۶	یارب نوشتہ بد از یار ما بگرداں اے خدا برا لکھا ہوا میرے یار سے ٹال دے

۷

حافظ ز خوبرویاں قسمت جز ایں قدر نیست
اے حافظ خوبصورتوں سے قسمت اس کے سوائے اور کچھ نہیں

گر نیست ترضائے حکم قضا بگرداں
اگر تیری مرضی نہیں ہے تو قضا کے حکم کو پھیر دے

بفگن بر صف رنداں نظرے بہتر ازیں رندوں کی مجلس پر اس سے بہتر نظر کر	۱	بر در میکدہ میکن گذرے بہتر ازیں شراب خانہ کے دروازہ پر اکثر گذر کر

۲ در حق من لبت آن لطف که می فرماید — گرچه خوبست ولیکن قدری بهتر ازین

میرے حق میں تیرا لب وہ لطف جو کر رہا ہے — اگر چہ خوب ہے لیکن کچھ اس سے زیادہ ہونا چاہئے

۳ آنکه فکرش گره از کار جهان بگشاید — گو درین نکته بفرما نظری بهتر ازین

جس کی فکر جہان کے کام سے گرہ کھول دیتی ہے — اسے کہو کہ اس نکتہ میں اس سے زیادہ بہتر نظر کر

۴ دل بدان رود[1] گرامی چه کنم گر ندهم — مادر دهر ندارد پسری بهتر ازین

اس نامور بیٹے کو اگر دل نہ دوں تو کیا کروں — مادر دہر اس سے بہتر پسر نہیں رکھتی ہے؛

۵ ناصحم گفت که جز غم چه هنر دارد عشق — گفتم ای خواجهٔ عاقل هنری بهتر ازین

مجھے ناصح نے کہا کہ عشق غم کے سوا کیا ہنر رکھتا ہے — میں نے کہا اے عقلمند خواجہ اس سے بہتر ہنر رکھتا ہے

۶ گر بگویم که قدح گیر و لب ساغر بوس — بشنو ای جان که نگوید دگری بهتر ازین

اگر یہ کہوں کہ پیالہ لے اور ساغر کے لب پر بوسہ دے — اے جان من سن کہ کوئی شخص اس سے بہتر بات کہیگا

۷ کلک حافظ شکرین شاخ نباتست بچین

حافظ کی کلک شاخ نبات شیریں ہے لے لے

که درین باغ نبینی ثمری بهتر ازین

کیونکہ اس باغ میں اس سے بہتر پھل نہ ملے گا؛

۱ یارب آن آهوی مشکین بختن باز رسان — وان سهی سرو روان را بچمن باز رسان

اے خدا اس مشکین آہو کو ختن میں واپس بھیج — اور اس سہی سرو رواں کو چمن میں واپس بھیج

۲ دل آزردهٔ ما را به نسیمی بنواز — یعنی آن جان ز تن رفته بتن باز رسان

میرے آزردہ دل کو نسیم سے خوش کر — یعنے اس جان کو جو تن سے نکل گئی واپس بھیج؛

۳ ماه و خورشید بامر تو بمنزل چو رسند — یار مه روی مرا نیز بمن باز رسان

تیرے حکم سے چاند اور سورج جب منزل پر پہنچے؛ — میرے مہرو یار کو بھی میرے پاس بھیجدے؛

[1] نہر جاری و نام ساز وغیرہ و بمعنے فرزند ۔ غ ۔ مصحح

۴ سخن اینست که ما بے تو نخواہیم حیات
بات یہ ہے کہ میں تیرے بغیر زندگی کی خواہش نہیں کرتا
بشنو ای پیک سخنگیر و سخن باز رسان
اے قاصد سن رکھ اور یہ پیغام پہنچا دے

۵ سنگ و گل گشت عقیق از اثر گریۂ من
پتھر اور مٹی میرے آنسوؤں سے عقیق بن گئے
یارب آن گوہر رخشان یمن باز رسان
اے خدا اس آبدار گوہر کو یمن میں بھیج

۶ بروای طائر میموں ہمایوں طلعت
اے نیک ہمایوں چہرہ والے طائر جا
پیش عنقا سخن از زاغ و زغن باز رسان
عنقا کے پاس زاغ و زغن کا پیغام پہنچا دے

۷ آنکه بودی وطنش دیدۂ حافظ یارب
اے خدا جس کا وطن حافظ کی آنکھوں میں تھا
بمرادش ز غریبی بوطن باز رسان
غریب الوطنی سے بامراد وطن میں بھیج دے

۱ خوشتر از فکر مے و جام چہ خواہد بودن
شراب اور پیالہ سے بہتر فکر اور کیا ہے
تا بہ بینیم سر انجام چہ خواہد بودن
تاکہ دیکھوں سرانجام کیا ہوتا ہے

۲ پیر میخانہ چہ خوش گفت معمائے دوش
کل پیر میخانہ نے کیا اچھی پہیلی کہی کہ
از خط جام کہ فرجام چہ خواہد بودن
جام کے خط سے کوئی فرجام اور کیا ہوگا

۳ بادہ خور غم مخور و پند مقلد مشنو
شراب پی غم نہ کھا مقلد کی نصیحت نہ سن
اعتبار سخن عام چہ خواہد بودن
عام لوگوں کی بات کا کیا اعتبار ہوتا ہے

۴ غم دل چند توان خورد کہ ایام نماند
دل کا غم کب تک کھائیں گے کہ دن ہی نہ رہی
گو نہ دل باش و نہ ایام چہ خواہد بود
کہہ کہ اگر دل نہ رہے نہ ایام رہیں تو کیا ہو

۵ مرغ کم حوصلہ را گو غم خود گیر و برو
کم حوصلہ مرغ کو کہو کہ اپنا کام کر اور جا
رحم آنکس کہ نہد دام چہ خواہد بود
ہر شخص جال پھیلاتا ہے اس کا رحم کیا

دست رنج تو ہماں بہ کہ شود صرف بکام ۶ تا بہ بینم کہ بنا کام چہ خواہد بودن

بہتر یہی ہے کہ ہاتھ کی کمائی مراد دل میں صرف ہو تا کہ دیکھوں کہ نا کامیابی سے کیا ہوتا ہے

۷

بردم از رہ دل حافظ بدف و چنگ و غزل

میں نے دف اور چنگ اور غزل سے حافظ کا دل چھین لیا

تا جزائے من بد نام چہ خواہد بودن

دیکھئے مجھ بد نام کو کیا بدلا ملتا ہے

۲۔ اس شعر میں لفظ "جام" اور "فرجام" سے ایک نئی بات پیدا کی ہے جام کے معنے پیالہ ہیں اور "فرجام" کے انجام اور کسی کام کا آخر یا نتیجہ ہے اور "فر" کے معنے شکوہ ہیں جام کا خط شراب کے انتہائی مقدار کو ظاہر کرتا ہے یعنی اگر خط تک شراب پیالہ میں بھری جائے تو پیالہ لبریز ہو جاتا ہے یہ تو خط "جام" کے معنے ہیں مطلب شعر کا یہ ہے کہ پیر میخانہ نے ایک پہیلی کے پیرایہ میں پوچھا کہ "فرجام" کسے کہتے ہیں یعنے انجام کار کیا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ "خط جام" یعنے پیالہ شراب سے بھرا ہے۔

دلبر جانان من برد دل و جان من ۱ برد دل و جان من دلبر جانان من

میرے دلبر جانان نے میرا دل اور جان لے لی میرا دل اور جان میرے دلبر جانان نے لے لیا

از لب جانان من زندہ شود جان من ۲ زندہ شود جان من از لب جانان من

یار کے لب سے میری جان زندہ ہوتی ہے [illegible]

روضۂ رضوان من خاک سر کوئی دوست ۳ [illegible]

بہشت کا باغ یار کے کوچہ کی خاک ہے یار کے کوچہ کی خاک بہشت کا باغ ہے

این دل حیران من والہ و شیدائے تست ۴ والہ و شیدائے تست این دل حیران من

حیران دل تیرا عاشق اور مشتاق ہے تیرا عاشق اور مشتاق یہ حیران دل ہے

یوسف کنعان من مصر ملاحت تراست ۵ مصر ملاحت تراست یوسف کنعان من

اے کنعان کے یوسف ملاحت کا مصر تیرا ہے ملاحت کا مصر میرے یوسف کنعان تیرا ہے

آنکه من در جستجوئش از خرد بیرون شدم
جس کی تلاش میں میں نے عقل کو رخصت کیا ہے

۷ کس ندید ست و نبیند مثلش از هر سو ببین
اس کا مثل نہ کسی نے دیکھا نہ سنا خواہ ہر طرف دیکھ لے

از مراد شاہ منصوری فلک برخ متاب
اے آسمان شاہ منصور کی مراد پوری کر جیسے منہ نہ موڑ

۸ تیزی شمشیر بنگر نیرو بازو ببین
اس کی تلوار کی تیزی دیکھ اور زور بازو دیکھ

۹ حافظ ار در گوشۂ محراب می نالد رواست
اگر حافظ اس کے محراب کے کونہ میں فریاد کرے رواہے

ای نصیحت گو خدا را آن خم ابرو ببین
اے نصیحت کرنیوالے خدا کے واسطے اس ابرو کا خم دیکھ

ای لبت آب حیات و ای قدت سرو چمن
تیرا لب آب حیات ہے اور تیرا قد سرو چمن ہے

ای رخت خورشید مشرق ای خطت مشک ختن
تیرا رخ مشرق کا آفتاب ہے اور تیرا خط مشک ختن ہے

۲ همچو ابرویت بچشم من کم آید ماه نو
میری نظر میں تیرے ابرو کے مقابلہ میں ہلال نہیں جچتا

چون لب لعلت نباشد عقیق اندر یمن
تیرے لعل کی طرح کوئی عقیق یمن میں نہیں ہے

۳ تا رخت دیده است گل در باغ ای سرو روان
اے سرو رواں گل نے باغ میں جب سے تیرا چہرہ دیکھ پایا ہے

بر تن خود چاک می سازد ز خجلت پیرهن
شرم سے اپنے تن پر کپڑے پھاڑتا ہے

۴ رشتۂ جان من ست آن یا سر موی بتان
میری جان کا رشتہ ہے یا بتوں کے زلف کا بال ہے

ذرۂ خورشید یا درج درست آن یا دهن
سورج کا ٹکڑا ہے یا موتی کی ڈبیا یا وہ دہن ہے

۵ بوسه میخواهم ز تو لب را بدندان میگزی
میں بوسہ مانگتا ہوں اور تو ہونٹ کاٹتا ہے

میکنی جانم جراحت بار دیگر جان من
جان من تو دوبارہ میری جان کو زخمی کر رہا ہے

۶ عاشق روی توام ای شاه خوبان جهان
اے جہان کے معشوقوں کے بادشاہ میں تیرے چہرہ کا عاشق ہوں

این حکایت را بدانند آشکارا مرد و زن
تمام مرد و زن علانیہ اس بات سے واقف ہیں

مُرد حافظ در غمت در گردن تو خون من

حافظ تیرے غم میں مرگیا، میرا خون تیری گردن پر ہے

داد من بستاں از تو روز محشر ذو المنن

اس کا انصاف قیامت کے روز خدا تجھ سے لیگا

۱ اے آفتاب آئینہ دار جمال تو
آفتاب تیرے حسن کا آئینہ دار ہے

مشک سیاہ مجمرہ گردان خال تو
سیاہ مشک تیرے خال کا عود جلانیوالا ہو

۲ صحن سرائے دیدہ بشستم ولی چہ سود
آنکھ کی سرائے کا صحن میں نے دھو ڈالا لیکن کیا فائدہ

کایں گوشہ نیست در خور خیل خیال تو
کیونکہ یہ گوشہ تیرے خیال کے لشکر کے لائق نہیں ہے

۳ مطبوع تر ز روئے تو صورت نہ بست ہیچ
تیری صورت سے زیادہ دل لبھانیوالی صورت

طغرا نویس ابرو مشکیں مثال تو
تیرے ابرو مشکین کے طغرانویس نے اور کوئی نہیں لکھی

۴ در اوج ناز و نعمتی اے بادشاہ حسن
اے حسن کے بادشاہ تو ناز اور نعمت کے اوج پر ہے

یارب مباد تا بقیامت زوال تو
خدا کرے قیامت تک تیرا زوال نہ ہو

۵ تا پیشوائے بخت روم تہنیت کناں
اپنی قسمت کی پیشوائی کیلئے خوشی خوشی جاؤں

کو مژدۂ ز مقدم عید وصال تو
تیرے وصل کی عید کی خوشخبری کب سنونگا

۶ تا آسماں ز حلقہ بگوشاں ما شود
تیرے ابرو کا عشوہ ہلال کی مانند کہاں ہے

کو عشوۂ ز ابروے ہمچوں ہلال تو
تاکہ آسمان میرے حلقہ بگوشوں کی طرح ہو

۷ در چین زلفش اے دل مسکیں چگونہ
اے دل مسکین اس کے زلف کے پیچ میں تیرا حال کیا ہے

کاشفتہ گفت باد صبا شرح حال تو
کیونکہ باد صبا نے تیرا حال بہت پریشان کھول کھول کر سنایا

۸ برخاست بوئے گل ز در آشتی درآئے
پھول کی خوشبو پھیل گئی صلح اور صفائی کے دروازہ سے داخل ہو

اے نوبہار ما لب فرخندہ فال تو
تیرا لب فرخندہ فال میری نوبہار ہے

در صدر خواجہ عرض کدامیں جفا کنم خواجہ کے حضور کس کس جفا کے متعلق عرض کروں	۹	یا شرح نیاز مندی دل یا ملال تو اپنے دل کی نیاز مندی یا تیرے ملال کا ذکر کروں
	۱۰	حافظ دریں کمند سر سرکشاں بسی ست ایحافظ اس پھندے میں کئی سرکشوں کے سر پھنسے ہوئے ہیں سودائے کج مپز کہ نباشد مجال تو تو دیوانہ نہ بن کہ تیری طاقت اور مجال نہیں ہے
اے پیک راستان خبر سرو ما بگو اے راست بازوں کے قاصد میرے سرو کی خبر سنا	۱	احوال گل بہ بلبل دستان سرا بگو گل کا حال بلبل سے بیان کر
ما محرمان خلوت انسیم غم مخور ہم محبت کی خلوت کے محرم ہیں غم نہ کھا	۲	با یار آشنا سخن آشنا بگو یار آشنا کی بات آشنا سے کہہ
دلہا ز دام طرہ چو بر خاک مے فشاند کئی دل زلف کی جال سے خاک میں پھینک دیئے	۳	با آں غریب ما چہ گذشت از ہوا بگو ہمارے غریب دل کے ساتھ کیا گزرا ہوا سے کہہ
پر چیں چونی شدی سر زلفین مشکبار تیری دونوں زلفوں کی صورت پر پیچ ہو گئی	۴	با ما سر چہ داشت ز بہر خدا بگو خدا کے واسطے بیان کر کہ میری نسبت اسکا کیا خیال ہے
گر دیگرت براں در دولت گذر فتد اگر دوسری بار تیرا گذر اس در دولت پر ہو	۵	بعد از ادائے خدمت و عرض دعا بگو دعا اور تسلیمات کے بعد میری طرف سے عرض کرنا
ہر کس کہ گفت خاک در دوست توتیاست جسنے یہ کہا کہ دوست کے در کی خاک توتیا ہے	۶	گو ایں سخن معاینہ در چشم ما بگو اسے کہو یہ بات میری آنکھ میں دیکھ کر کہو
مرغ چمن بموید من دوش میگریست باغ کے جانور میرا رونا دیکھ کر رو دیئے	۷	آخر تو واقفی کہ چہ رفت اے صبا بگو اے صبا تو بھی واقف ہے کیا گذرا مجھے بتا

ے مخبر صادق علیہ الصلوٰۃ والسلام ۔۱۲۔

۸

در راہ عشق فرق غنی و فقیر نیست

عشق کے راستہ میں فقیر اور غنی میں کچھ فرق نہیں

اے بادشاہ حسن سخن با گدا بگو

اے بادشاہ حسن گدا سے بات کر

۹

آں می کہ در سبو دل صوفی بعشوہ برد

وہ شراب جسنے سبو میں عشوہ سے صوفی کا دل لے لیا

کے در قدح کرشمہ کند ساقیا بگو

اے ساقی کب پیالہ میں جھلکتی ہوئی نظر آئیگی

۱۰

آنکس کہ منع ما ز خرابات میکند

جو شخص مجھے خرابات میں جانیسے منع کرتا ہے

گو در حضور پیر من ایں ماجرا بگو

اسے کہو کہ یہ بات میرے پیر کے حضور میں کہہ

۱۱

جاں پرورست قصۂ ارباب معرفت

عارفوں کا قصہ جان کو پرورش کرتا ہے

رمزے برو بپرس و حدیثی بیا بگو

جا اور ان سے راز پوچھ اور انکی نسبت کوئی بات کہہ

۱۲

ہر چند ما بدیم تو ما را بداں مگیر

ہر چند میں برا ہوں لیکن تو مجھے برائی پر گرفت کر

شاہانہ ماجرائے گناہ گدا بگو

شاہانہ رحمت کے ساتھ گدا کے گناہ کا حال بیان کر

۱۳

برایں فقیر نامۂ آں محتشم بخواں

اس فقیر کے سامنے اس حشمت والے کا نامہ پڑھ

باایں گدا حکایت آں پادشا بگو

اس گدا کے پاس اس بادشاہ کی حکایت بیان کر

۱۴

حافظ گرت بمجلس او راہ میدہند

اے حافظ اگر تجھے اس کی مجلس میں باریابی نصیب ہو

می نوش و ترک زرق برائے خدا بگو

شراب پی اور خدا کے لئے مکر و فریب کو چھوڑ دے

۱

ای خونبہائی نافہ چیں خاک راہ تو

تیرے راستہ کی خاک چین کے نافہ کی خونبہا ہے

خورشید سایہ پرور طرف کلاہ تو

تیرے کلاہ کے گوشہ کا سایہ پرور آفتاب ہے

۲

نرگس کرشمہ می برد از حد بروں خرام

نرگس حد سے زیادہ ناز کرتی ہے باہر آکر خرام کر

ای جاں فدائی شیوۂ چشم سیاہ تو

میری جان تیری سیاہ آنکھ کے فدا ہو جائے

۳ خونم بخور که هیچ ملک با چنین جمال — از دل نیایدش که نویسد گناه تو

ایسا لہو پی کہ کوئی فرشتہ کبھی دل سے خواہش کریگا — کہ اس حسن و جمال کے ساتھ تیرا گناہ لکھے

۴ آرام و خواب خلق جهان را سبب توئی — زاں شد کنار دیدهٔ دل تکیه گاه تو

خلق جہان کے آرام اور خواب کا باعث تو ہی ہے — اس لیئے دل کی آنکھ کا پہلو تیرا تکیہ گاہ ہے

۵ با هر ستاره سر و کار است هر شبم — از حسرت فروغ رخ همچو ماه تو

ہر ایک رات ہر ایک ستارہ سے میرا کام ہے — تیرے چاند جیسے مکھڑے کے دیدار کی حسرت کے باعث

۶ یاران همنشین همه از ما جدا شدند — مائیم و آستانهٔ دولت پناه تو

میرے ہمنشیں دوست سب مجھ سے جدا ہو گئے — اب میں ہوں اور تیرا آستانہ دولت ہے

۷ یار بدان مباش که مانند بخت نیک — یار تو باد هر که بود نیک خواه تو

بردں کا دوست نہ بن کہ تیرے نیکبخت کی طرح — تیرا وہ یار بنے جو تیرا نیک خواہ ہوے

۸ فردای روز حشر که عرض خلائق است — باشد در آں میاں بمن افتد نگاه تو

کل قیامت کے دن جبکہ خلق اپنا حال عرض کریگی — ممکن ہے کہ تیری نگاہ مجھ پر پڑے

۹ حافظ طمع مبر ز عنایت که عاقبت — آتش زند بخرمن غم دود آه تو

اے حافظ مہربانی کی آرزو نہ رکھ کہ آخرکار — تیری آہ کا دھواں غم کے کھلواڑہ میں آگ لگا دیگا

۱۔ یہ غزل نعتیہ ہے چین کے نافہ کا خون ہو گیا اس لیئے اس کا خونبہا تیرے راستہ کی خاک ہے یعنے تیرے پاؤں کی خاک ہی چین کا نافہ ہے اور آفتاب تیرے کلاہ کا ایک گوشہ ہے، بلکہ اسی گوشہ کا سایہ ہے۔

۳۔ کراماً کاتبین فرشتے ہیں جو ہر ایک شخص کا نامہ اعمال لکھتے ہیں اے محبوب اگر تو میرا خون بھی پیئے تو کس فرشتے کا دل گوارا کریگا کہ اسے گناہ سمجھ کر تیرے نامہ اعمال میں لکھے۔

۸۔ قیامت کے روز میں تیری جستجو کرونگا، کہ میری شفاعت کر اپنا حال تیرے سامنے عرض کرونگا کہ تیری فرقت میں یہ حال ہو گیا ہے۔

۱

ای قبای پادشاہی راست بر بالای تو
بادشاہی کی قبا تیرے قامت کے لئے موزون ہے

زینت تاج و نگیں از گوہر والای تو
تاج اور انگشتری کی زینت تیری ذات سے ہے

۲

آفتاب فتح را ہر دم طلوعے میدہد
فتح کا آفتاب ہر دم طلوع کرتا ہے

از کلاہ خسروی رخسار مہ سیمائی تو
تیرے چاند سے چہرہ شاہی کلاہ سے

۳

جلوہ گاہ طائر اقبال گردد ہر کجا
جہاں کہیں تیرا آسمان سے بلند ہما والا چتر اپنا سایہ ڈالتا ہے

سایہ انداز ہمای چتر گردوں سای تو
وہاں طائر اقبال جلوہ کرتا ہے

۴

از رسوم شرع و حکمت با ہزاران اختلاف
شرع و حکمت کی رسموں سے باوجود ہزاروں اختلاف کے

نکتہ ہرگز نشد فوت از دل دانای تو
ایک نکتہ بھی تیرے دانا دل سے فوت نہیں ہوا

۵

آب حیوانش ز منقار بلاغت میچکد
تیری کلک شکر خائے خوش الحان طوطی کے

طوطی خوش لہجہ یعنی کلک شکر خای تو
بلاغت کی منقار سے آبحیات ٹپکتا ہے

۶

گرچہ خورشید فلک چشم و چراغ عالم است
اگرچہ سورج دنیا کا چشم و چراغ ہے

روشنائی بخش چشم اوست خاک پای تو
اس کو روشنی دینے والی تیری خاکپا ہے

۷

آنچہ اسکندر طلب کرد و ندادش روزگار
جو کچھ سکندر طلب کرتا تھا اسکو زمانہ سے نہ ملا

جرعہ بود از زلال جام جان افزای تو
تیری جان افزا جام کے شفاف پانی کا ایک گھونٹ

۸

عرض حاجت در حریم حضرت محتاج نیست
تیرے مقدس حرم میں حاجت عرض کرنیکی ضرورت نہیں

راز کس مخفی نماند بر فروغ رای تو
کیونکہ کسی کا راز تیرے رائے کی تجلی کے سامنے پوشیدہ

۹

خسروا پیرانہ سر حافظ جوانی میکند
اے بادشاہ بوڑھاپے میں حافظ جوانی کرتا ہے

بر امید عفو جان بخش گنہ فرسائی تو
تیری گناہ بخشنے والی جان بخشی کی عفو کی امید پر

ا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نعت میں یہ غزل خواجہ حافظ رحمۃ اللہ نے کیا لکھی ہے اپنی مغفرت

سند حاصل کرلی ہے میرا اپنا حال یہ ہے کہ جب کبھی پڑھتا ہوں وجد کی حالت طاری ہو جاتی ہے کچھ شک نہیں کہ دونوں جہان کی سرداری سید الانبیا کے واسطے ہے بلکہ یہ کہنا چاہیئے کہ بادشاہی لباس اسی وجود پاک کے لئے قضا و قدر نے قطع کیا اور بادشاہی کے نشان یعنی تاج و تخت و خاتم کی زینت اُسی کی وجود سراپا جود سے ہے

۲۔ فتح کا آفتاب آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے کلاہ مبارک کے گوشہ سے طلوع کرتا ہے دنیا کا دل مسخر کرلیا۔ رخ روشن جسنے دیکھ لیا ہمیشہ کے واسطے غلام بن گیا۔

۳۔ جس جگہ آپ کے اقبال کا سایہ ہے وہاں ہزاروں آفتاب پیدا ہو جاتے ہیں۔

۴۔ شرع اسلام یعنے قرآن شریف میں سب رطب و یابس بیان کر دیا گیا ہے کوئی ایسی بات نہیں جو رہ گئی ہو۔ اگرچہ مختلف اور ہزارہا مختلف قسم کے مضامین ہیں لیکن باوجود مضامین کے اختلاف اور اُن کی کثرت کے ایک نکتہ بھی ایسا نہیں جو رہ گیا ہو۔ اللہم صل اللہ علیہ وسلم۔

۵۔ فصاحت اور بلاغت آپ کے کلام معجز نظام کا خاصہ ہے آب حیات ہے۔ عاشقوں کی زندگی ہے۔ تمام جن و انس کے واسطے رحمت ہے۔ یہ آبحیات کیا ہے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم۔ جس خوش قسمت نے دل و جان سے سنا اور پڑھا۔ حیات جاودانی حاصل کرلی۔

۶۔ آفتاب اگرچہ نور ہے اور دُنیا کی آنکھ کو روشن کرتا ہے۔ راستہ دکھاتا ہے۔ مگر یہ نور آپ کی خاکپائے مبارک ہے۔ یہ سرمہ ہے جو آفتاب کی آنکھ میں ہے یہ نور محل ؟) ہے جو ظہور کا باعث ہے خدا کی قسم اگر یہ نور نہوتا کچھ نہوتا دقیق معنی کا فہم اگر نہیں ہے تو اتنا سمجھ لو کہ تمام دنیا ہمیشہ بادیہ ضلالت اور گمراہی کی تاریکی میں بھٹکتی پھرتی اگر وہ نور خدا وہ نور مجسم شمع ہدایت اس تاریکی میں رہنما نہوتا۔

۷۔ سکندر کو آبحیات کی تلاش تھی مارا مارا پھرتا رہا۔ آبحیات آپ کے جام وحدت کا ایک قطرہ ہے جو شخص یہ پئے گا کبھی نہ مریگا اور ہمیشہ کی زندگی پائے گا۔

۸۔ آنحضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے دربار دُربار میں عرض معروض کی کیا حاجت ہے آپکا قلب مبارک سراپا نور ہے نور خدا کا جلوہ گاہ ہے ہمارے دل کی خواہشیں آپ پر پوشیدہ نہیں ہیں حاجتیں وہاں بیان کی جاتی ہیں جہاں ضرورت اس امر کی ہو کہ حاجت روا بغیر سننے کے ہماری حاجتوں کو نہیں جانتا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تو کہنے کے بغیر جانتے ہیں اور اسیلئے کہے بغیر حاجت روائی کرتے ہیں۔

۹۔ حافظ اس پیرانہ سالی اور بوڑھاپے میں جوانوں کے کام کرتا ہے توقع یہ ہے کہ آپکی شفاعت سے گناہ معاف ہو جاویں گے اور جان بخشی ہو جائے گی۔

بجان پیر خرابات و حق صحبت او پیر خرابات کی جان کی قسم اور اسکے حق صحبت کی سوگند	۱	کہ نیست در سر من جز ہوای خدمت او کہ میرے سر میں اسکی خدمت کی خواہش کے سوا اور کچھ نہیں
بہشت اگرچہ نہ جائے گناہگاران است بہشت اگرچہ گناہگاروں کی جگہ نہیں ہے	۲	بیار بادہ کہ مستظہرم برحمت او شراب لا کہ اسکی رحمت سے قوی پشت ہوں

چراغ صاعقۂ آں شراب روشن باد اس شراب کی بجلی کا چراغ روشن رہے	۳	کہ زد بخرمن من آتش محبت او کہ جس نے میرے کھلواڑہ میں اسکی محبت کی آگ لگا
بر آستانۂ میخانہ گر سرے بینی اگر شراب خانہ کے آستانہ پر کوئی سر دیکھے	۴	مزن بپائے کہ معلوم نیست نیت او ٹھوکر نہ مار کہ اسکی نیت کا حال معلوم نہیں ہے
بیار بادہ کہ دوشم سروش عالم غیب شراب لا کہ کل عالم غیب کے فرشتہ نے	۵	نوید داد کہ عام ست فیض رحمت او یہ خوشخبری دی کہ اسکی رحمت کا فیض عام ہے
مکن بچشم حقارت نگاہ بر من مست حقارت کی نظر مجھ مست پر نہ کر	۶	کہ نیست معصیت و زہد بی مشیّت او کہ گناہ اور زہد اسکی مرضی کے بغیر نہیں ہے
نمیکند دل من میل زہد و توبہ ولے میرا دل زہد اور توبہ کی طرف مائل نہیں ہوتا لیکن	۷	بنام خواجہ بکوشیم و فر دولت او خواجہ کے نام اور اسکی دولت کی شوکت کیلئے کوشش کریں
	۸	مدام خرقۂ حافظ بادہ در گروست حافظ کی گودڑی شراب کے عوض ہمیشہ رہن ہے مگر ز خاک خرابات بود فطرت او مگر شاید خرابات کی خاک سے اس کا خمیر ہے

۲- خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس شعر میں قرآن شریف کی حسب ذیل آیات سے استدلال کیا ہے۔

(۱) قل یعبادی الذین اسرفوا علی انفسھم لا تقنطوا من رحمۃ اللہ ان اللہ یغفر الذنوب جمیعا انہ ھو الغفور الرحیم (۲۴-۲)

(۲) قال عذابی اصیب بہ من اشاء و رحمتی وسعت کل شیی (۹-۸)

اللہ تعالیٰ کی رحمت ہر ایک شئے پر وسیع ہے یہاں تک کہ اس کا عذاب بھی اس کی رحمت ہی کی ایک صورت ہے کوئی شئے اس کی رحمت سے باہر نہیں اور نہ ہو سکتی ہے۔ اسی شعر کے ہم معنے یہ شعر ہے ؎

بیار بادہ کہ دوشم سروش عالم غیب + نوید داد کہ عام است فیض رحمت او

اس شعر میں خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نے ورحمتی وسعت کل شیئ کا ترجمہ کیا ہے۔

۴- اس شعر سے واضح ہوتا ہے کہ خواجہ رحمۃ اللہ کی مراد شراب سے عشق اور محبت ہے۔

(۴) کسی کی بدی نہ ٹوہ کر عیب ہے ۔ کہ اس کا خدا عالم الغیب ہے ' (حسن)

ظاہر حال پر نہ جانا چاہیئے جبتک نیت مجرمانہ ثابت نہ ہو کوئی فعل جرم نہیں ہو سکتا اور قابل مواخذہ نہیں شیخ ابو عثمان رحہ ایک دفعہ شیخ یوسف کی خدمت میں حاضر ہوئے خرابات میں ایک مکان کے اندر بیٹھے دیکھا ایک لڑکا خوبصورت پاس بیٹھا ہوا تھا اور صراحی بھی رکھی ہوئی تھی ۔ شیخ صاحب گئے تو ارادت سے تھے مگر یہ حال دیکھ کر لاحول پڑھتے ہوئے لوٹے واپسی پر خیال آیا کہ شیخ یوسف کے زہد واتقا کے متعلق روایات مشہور ہیں لیکن جو کچھ آج آنکھوں نے دیکھا ان سے مطابقت نہیں ہرتی مناسب ہے کہ نہیں سے پوچھ لا اس لیئے پھر شیخ یوسف کے پاس آگئے اور اسی حال میں دیکھا اندر گئے تو شیخ تعظیم کے لئے اُٹھے اور اپنے پاس بٹھا لیا پوچھا کہ حضرت باوجود اس کمال کے جو آپکا لوگوں میں مشہور ہے یہ کیا حال ہے فرمایا کہ یہ لڑکا میرا بیٹا ہے اور یہ صراحی پانی پینے کے لئے ہے ظالموں نے اس محلہ کو خرابات بنا دیا ہے مکان میرا اپنا ہے ؛

آیات ذیل پر غور کرنا چاہیئے :

(۱) والذین یؤذون المومنین والمومنات بغیر ما اکتسبوا فقد احتملوا بہتانا واثما مبینا (۲۲-۳)

(۲) یا ایھا الذین امنوا اجتنبوا کثیرا من الظن ان بعض الظن اثم (۲۶-۱۳)

۶ - کسی کو چشم حقارت سے دیکھنا گناہ ہے اگر گناہ سے نفرت کی جائے تو مناسب ہے مگر گنہگار کی تحقیر بری ہے اس کو نیکی کی طرف دعوت دینی چاہیئے اور خلق اور محبت سے سمجھانا چاہیئے ۔ خواجہ رح حقارت کے گناہ سے بچنے کے لئے ایک اور نکتہ بیان فرماتے ہیں " کہ نیست معصیت و زہد بے مشیت او " جس کو اللہ نے توفیق نیکی دی اس کو اللہ تعالے کا شکر یہ ادا کرنا چاہیئے نہ یہ کہ نفسانی فریب میں آکر غرور اور نخوت میں مبتلا ہو اور دوسروں کو حقیر سمجھنے لگے ، شیطان نے بھی آدم کو حقیر سمجھا اور تکبر کیا یعنے اپنے آپ کو بڑا سمجھا ۔ اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم "

نکتہ یہ ہے کہ " وان تصبھم حسنۃ یقولوا ھذہ من عند اللہ وان تصبھم سیئۃ یقولوا ھذہ من عندک قل کل من عند اللہ (۵-۷) قرآن شریف میں بیشمار آیات میں ہر ایک کی نسبت اللہ سے کیگئی ہے کہ وہی فاعل حقیقی ہے خواجہ رح نے ایک مقام میں اسی شعر کے ہم معنے فرمایا ہے :

بگر رنج پیشت آید و گر راحت اے حکیم ۔ نسبت مکن بغیر کہ اینہا خدا کند

۱	تاب بنفشہ میدہد طرہ مشکسائی تو	پردہ غنچہ میدرد خندہ دلکشائی تو
	تیری زلف مشکین بنفشہ کے رشک کا باعث ہے	تیری دل لبھانیوالی ہنسی غنچہ کا پردہ پھاڑتی ہے
۲	ای گل خوش نسیم من بلبل خویش را مسوز	کز سر صدق میکند شب ہمہ شب دعای تو
	ای میرے خوشبودار پھول اپنی بلبل کا دل مت جلا	جو صدق دل سے تمام رات تیرے واسطے دعا کرتی ہے
۳	دشمن و دوست گو بگو ہر غرضی کہ ممکن ست	جور ہمہ جہانیاں میکشم از برای تو
	دوست اور دشمن کو کہو کہ جو دل میں آئے کہو	میں تمام جہان کی ملامت تیرے واسطے برداشت کرتا ہوں

۴

خرقهٔ زهد و جام می گرچه نه درخور من است
زہد کا لباس اور شراب کا پیالہ اگرچہ میرے مناسب حال نہیں

این همه نقش میزنم در طلب وفای تو
یہ تمام باتیں تیری وفا میں کر رہا ہوں؛

۵

شور شراب و سوز عشق آن نفسم رود ز یاد
شراب کا شور اور عشق کا سوز اسدم مجھ کو بھولیگا

کاین سر پر هوس شود خاک در سرای تو
جبکہ پھر پر ہوس سر تیری سرائے کے دروازے کی خاک ہوگا

۶

منکه ملول گشتمی از نفس فرشتگان
میں تو فرشتوں کے سانس سے ملول ہوتا تھا؛

قال و مقال عالمی میکشم از برای تو
دنیا کی چہ میگوئیاں صرف تیری خاطر سہن رہا ہوں

۷

مهر رخت سرشت من خاک درت بهشت من
تیرے چہرہ کی محبت میری سرشت میں ہے تیری دروازہ کی خاک بہشت میری ہے

عشق تو سرنوشت من راحت من رضای تو
تیرا عشق میری سرنوشت ہے میرا آرام تیری رضا ہے

۸

دلق گدای عشق را گنج بود در آستین
عشق کے گدا کی گودڑی کی آستین میں خزانہ ہو

زود بسلطنت رسد هر که بود گدای تو
جو شخص تیرا گدا ہے جلدی بادشاہ ہو جاوے گا

۹

شاه نشین چشم من تکیه گه خیال تست
میرے آنکھ کا شاہ نشین تیرے خیال کی جگہ ہے

جای دعاست شاه من بی تو مباد جای تو
دعا کا مقام ہے میرے بادشاہ تیرے بغیر تیری جگہ خالی نہو

۱۰

خوش چمنیست عارضت خاصه که در بهار حسن
تیرا رخسار کیا اچھا باغ ہے خصوصاً بہار حسن کے وقت

حافظ خوش کلام شد مرغ سخن سرای تو
خوش کلام حافظ تیرا مرغ سخن سرائے ہوگیا

۴۔ اس شعر میں بھی خواجہ رحمۃ اپنے آپکو ملامتی ظاہر کرتے ہیں ایک مقام پر فرماتے ہیں کہ
؎ وفا کنیم و ملامت کشیم و خوش باشیم + که در طریقت ما کافریست رنجیدن
شرح اسی شعر کے تحت ملاحظہ ہو۔

۷۔ عاشقان الٰہی ایسے ہی ہوتے ہیں کہ عشق الٰہی ان کی سرشت میں ہوتا ہے اور طالبان مشاہدہ وجہ اللہ ہوتے ہیں اور دنیا اور آخرت کی طرف متوجہ نہیں ہوتے اور رضائے الٰہی پر چلتے ہیں خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نے ایک شعر میں مقامات عشق کو واضح کردیا ہے۔

۸۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ حقیقی دولت اور سلطنت عشق الٰہی سے ہی حاصل ہوتی ہے:

دانی کہ چیست دولت دیدار یار دیدن ÷ در کوی او گدائی بر خسروی گزیدن

ابروی دوست گوشۂ محراب دولت است ÷ آنجا بمال چہرہ و حاجت بخواہ ازو

	#	
خط عذار یار کہ بگرفت ماہ ازو	۱	خوش حلقہ ایست لیک بہ در نیست راہ ازو
یار کا خط رخسار جس سے چاند کو گرہن لگ گیا		اچھا حلقہ ہے مگر اس سے باہر [illegible]
ابروی دوست گوشۂ محراب دولت است	۲	آنجا بمال چہرہ و حاجت بخواہ ازو
دوست کا ابرو محراب دولت کا کونہ ہے		اس جگہ سجدہ کر اور حاجت طلب کر
ای جرعہ نوش مجلس جم سینہ پاک دار	۳	کائینہ ایست جام جہاں بیں کہ آہ ازو
مجلس جمشید کے شراب پینے والے سینہ صاف رکھ		کیونکہ جام جہاں بین پر تیرا حال آئینہ ہو جائیگا
سلطان غم ہر آنچہ تواند بگو بکن	۴	من بردہ ام بہ بادہ فروشان پناہ ازو
سلطان غم جو کچھ کر سکتا ہے کرے		میں نے شراب بیچنے والوں کے پاس پناہ پکڑی
کردار اہل صومعہ ام کرد می پرست	۵	این دود بین کہ نامۂ من شد سیاہ ازو
خانقاہ کے رہنے والوں کے فعلوں سے میں بیزار ہو کر مے پرست ہو گیا		یہ دھواں دیکھئے کہ میرا نامہ عمل [illegible]
ساقی چراغ مے بہ رہ آفتاب دار	۶	گو بر فروز مشعلۂ صبحگاہ ازو
اے ساقی شراب کا چراغ آفتاب کے راستہ میں رکھ		اور اسے کہو کہ صبح کی مشعل اس سے روشن کر
آبی بروی نامۂ اعمال ما فشاں	۷	بتواں مگر سترد حروف گناہ ازو
میرے نامۂ اعمال کے منہ پر پانی چھڑک		شاید اس سے حروف گناہ [illegible] سکیں
آخر درین خیال کہ دارد گدای شہر	۸	روزی شود کہ یاد کند پادشاہ ازو
آخر اس خیال کے باعث جو شہر کے گدا کے دل میں ہے		کسی دن بادشاہ [illegible]
حافظ کہ ساز مجلس عشاق ساز کرد	۹	خالی مباد عرصۂ این بزمگاہ ازو
حافظ نے عاشقوں کی مجلس کا ساز درست کیا		یہ بزم گاہ اس سے خالی [illegible]

۱۔ کسی خوبصورت چہرہ پر خط کا ظاہر ہونا ایسا ہے جیسے چاند کو گرہن لگ گیا۔ مگر وہ بھی لوازمات حسن سے ہے
اس شعر میں "ماہ" سے مراد رخسار یار ہے لفظ "بدر" نے شعر کے حسن صوری کو دوبالا کر دیا ہے؛
"خط" سے مراد وجود ظلی اضافی ہے جسکو ممکنات سے تعبیر کرتے ہیں اور "ماہ" سے مراد وجہ اللہ ہے چونکہ
وجود ظلی وجہ اللہ پر جہاں تک ہمارے مشاہدہ کا تعلق ہے حجاب ہو گیا ہے اس لیئے خواجہ رحمۃ اللہ فرماتے ہیں۔
کہ اس حلقہ سے باہر نکلنے کا راستہ نظر نہیں آتا۔ جب تک انسان قید تعین میں گرفتار ہے اس حصہ ممکنات سے
باہر نہیں ہو سکتا؛

۲۔ دولت سے مراد مشاہدۂ تعالےٰ الٰہی ہے چنانچہ فرماتے ہیں کہ "دانی کہ چیست دولت دیدار یار دیدن"
"نماز" جو معراج مومنان ہے اسی مشاہدہ کا نام ہے خواجہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مساجد کی در و دیوار کو
کیا دیکھتے ہو اور محراب و منبر کو مدّ نظر رکھ کر کیا دعائیں مانگتے ہو۔ "وجہ اللہ" کا مشاہدہ کرو کہ تمہاری سعی مشکور ہو؛

جلوہ بر من مفروش ای ملک الحاج کہ تو ٭ خانہ می بینی و من خانہ خدائے بینم

۳۔ "جم" سے مراد "آن سلیمان زمان ست کہ خاتم با اوست" یعنے خاتم النبیین جن کے ہاتھ میں مہر نبوت ہے۔ "جام
جہان بین" سے مراد قلب صافی آنحضرت ہے جو آئینہ کی مثال ہے جس میں تمام جہان کا حال روشن ہو رہا ہے
اس لیئے خواجہ رحمۃ اللہ سالک کو نصیحت فرماتے ہیں کہ ای سالک اگر تو چاہتا ہے کہ نور محمدی سے فیض کا
اقتباس کرے تو لازم ہے کہ پہلے تزکیہ نفس سے تصفیہ قلب حاصل کرے؛ نفسانی خواہشات کو بالکل دل میں
جگہ نہ دے اور سینہ کو تمام قسم کی آلودگی شرک و کفر سے پاک کرے؛ کیونکہ ایسی روحانی مجلس میں جہاں
پاک روحیں جمع ہیں اس آلودگی کے ساتھ باریابی حاصل نہ ہو گی ؎

شست و شوئے کن وانگاہ بخرابات خرام ٭ تا نگردد ز تو این دیر خراب آلودہ
پاک و صافی شو و از چاہ طبیعت بدر آئے ٭ کہ صفائے ندہد آب تراب آلودہ

شعر کا مطلب یہ ہے کہ قلب محمدی آئینہ کی مثال ہر ایک امر کا شاہد ہے اس لیئے اگر ہمیں یہ منظور ہو کہ
اس قلب مبارک سے نور فیض کا اقتباس کریں تو اپنے قلب کو صاف رکھنا چاہیئے کیونکہ جب تک قلب مکدر ہے
اس میں عکس حاصل کرنے کی قابلیت نہیں ہے یہ صفائی اتباع سنت رسول اللہ سے ہی حاصل ہو سکتی ہے ؎

محال ست سعدی کہ راہ صفا ٭ تواں رفت جز در پے مصطفےٰ

۵۔ خانقاہ کے زاہدوں کے افعال سے بیزار ہو کر میں مے پرست ہو گیا؛ لطف یہ ہے کہ عمل تو ان زاہدوں
کے سیاہ تھے مگر نامۂ اعمال میرا سیاہ ہو گیا کہ ان کے باعث میں مے خوار ہوا؛ یعنے ان ظاہر پرستوں کے
افعال و اعمال سے جو سراسر ریاکاری ہے میں بیزار ہو گیا انکا صرف ظاہری آراستہ نظر آتا ہے؛ اور محض نمود بے بود
ہے اس کا باطن ایسا ہی سیاہ ہے جیسا کہ اس کا نام اعمال جو ریاکاری کا لازمی نتیجہ ہے؛

۶۔ "مے" سے مراد عشق ہے اور چراغ سے مراد وہ نور ہے جس کے باعث زمین و آسمان کا ظہور ہو رہا ہے خواجہؒ نے
اکثر اشعار میں ظاہر کیا ہے کہ عشق بھی کائنات کے ظہور کا باعث ہے؛
"ساقی" سے مراد اللہ تعالےٰ ہے جیسا کہ آیۃ "وسقٰہم ربہم شرابا طہورا" میں مذکور ہے؛ بقول صاحب
گلشن راز حق تعالیٰ مراتب تجلیات افعالی میں خود ساقی بنا ہے خواجہ رحؒ بھی اس شعر میں مشعلہ صبح سے مراد مراتب
تجلیات افعالی ہی لیتے ہیں۔

آفتاب چشمہ نور ہے اس چشمہ سے جو تجلیات افعالی صادر ہوتی ہیں ان کا ظہور کائنات میں ہوتا ہے لیکن کائنات میں یہ تجلیات صورتوں میں محجوب ہیں اس لئے ان کا ذاتی مشاہدہ نہیں ہوسکتا۔ اس شعر میں استدعا ہے کہ ان کا نزول قلب پر ہو کہ وہی قابلیت مشاہدہ رکھتا ہے اور جب ان تجلیات کا مشاہدہ حاصل ہوگا تو اسی چراغ کے ذریعہ ہم آفتاب تک پہنچ جاویں گے۔ ع ہمیں نورست رہبر تا بہ خورشید۔ اگر تاریک راستہ میں چراغ رکھ دیا جائے تو ظاہر ہے کہ یہ راستہ روشن ہوجاویگا۔ اور بآسانی منزل مقصود تک پہنچ سکتے ہیں۔ اسی طرح اگر آفتاب حقیقت کے راستہ میں تجلیات جو کہ حقیقت کی شعاعیں ہیں۔ جس کو خواجہ مشعل صبح سے تعبیر کرتے ہیں ہمارے دیدہ قلب کو روشن کردیں تو آفتاب نظر آجائیگا۔ مشعل صبح بھی سورج ہی کو کہتے ہیں لیکن یہ مشعل یعنے مجاز ہے اور وہ آفتاب یعنے حقیقت ہے مطلب ہے کہ ہمارے دیدہ مجاز کو نور حقیقت سے روشن کردے۔

مجاز درحقیقت حقیقت ہی کی صورت ہے اس لئے اس شعر میں آفتاب ہی کو مخاطب کیا گیا ہے کہ اپنی مشعل صبح یعنے مجاز کو "چراغ مے" یعنے عشق سے روشن کر کیونکہ عشق ہی کے ذریعہ پردہ مجاز اٹھ سکتا ہے۔

۷۔ آب سے مراد رحمت الٰہی ہے جیسا کہ قرآن شریف میں بھی "ما" کو جو آسمان سے نازل ہوتا ہے رحمت سے تعبیر کیا گیا ہے مطلب یہ ہے کہ ہمارے نامہ اعمال کی سیاہی محض رحمت الٰہی کے پانی سے دور ہوسکتی ہے ورنہ یہ روسیاہی کسی طرح مٹانے سے نہیں مٹ سکتی۔

۸۔ گدا سے مراد فقیر سائل ہے اور بادشاہ سے مراد غنی ہے۔ اللہ غنی ہے اور ہم اس کے محتاج ہیں جبکہ ہمارے دل میں یہ خیال جما ہوا ہے کہ ایک نہ ایک دن ضرور ہمارے حال پر مہربانی فرمائیگا تو امید ہے کہ ایک نہ ایک دن ایسا ہو ہی جائیگا۔

۱
گفتا بروں شدی بتماشائے ماہ نو
اس نے کہا کہ تو ہلال کو دیکھنے کے لیئے باہر نکلا
از ماہ ابروانِ منت شرم نیست رو
جا تجھے میرے ماہ ابرو سے شرم نہ آئی

۲
عمریست تا دلم ز مقیمان زلف تست
عمر ہوگئی کہ دل تیری زلف میں مقیم ہے
غافل ز حفظ جانب یاران خود مشو
اپنے یاروں کے پاس خاطر سے غافل نہ ہو

۳
مفروش عطر عقل بہندوئے زلف یار
عقل کا عطر یار کی سیاہ زلفوں کے پاس فروخت نہ کر
کانجا ہزار نافۂ مشکیں بہ نیم جو
کہ اس جگہ ہزار نافہ مشکین کی قیمت آدھا جو ہے

۴
تخم وفا و مہر دریں کشت زار عشق
محبت اور وفا کا بیج اس عشق کی کھیتی میں
آنگہ عیاں شود کہ رسد موسم درو
اسوقت ظاہر ہوتا ہے کہ جب کاٹنے کا موسم آتا ہے

۵
ساقی بیار بادہ کہ رمزی بگویمت
اے ساقی شراب لا کہ ایک امر تجھ کو بتاؤں
از سیر اختران کہن سال و ماہ نو
جو پرانے ستاروں اور نئے سال و ماہ کی سیر سے مجھ کو معلوم ہوا ہے

شکل ہلال بر سر مہ میدہد نشاں ہلال کی شکل چاند کے سر پر معلوم ہوتی ہے	٦	ز افسر اتابک و پر کلاہ گو اتابک [illegible] کلاہ کے گوشہ سے

٧	حافظ جناب پیر مغاں مأمن وفاست اے حافظ پیر مغاں کی درگاہ وفا کی جگہ ہے درس وفا بہر بر او خوان وز و شنو پھر تو وفا کا درس اس جگہ پڑھ اور سن

۱۔ "ماہ نو" سے مراد تجلیات حدوث ہیں یعنے مجاز اور "ماہ ابروان" سے مراد تجلیات ذاتی ہیں یعنے حقیقت
شرمندہ ابروے کہ نظر بر مجاز کرد

۲۔ الدنیا مزرعۃ الآخرۃ دُنیا آخرت کی کھیتی ہے۔ اس دنیا میں عشق حقیقی کا بیج پھل نہیں لاتا بلکہ آخرت میں لائے گا۔ آخرت میں جبکہ ہر ایک شخص کو اس کے اعمال کا پھل ملے گا۔ عشق کا ثمرہ بھی دیدار الٰہی ہوگا ۔

گلبن عیش میدمد ساقی گلعذار کو عیش کا درخت بڑھ رہا ہے گلعذار ساقی کہاں ہے	۱	باد بہار می وزد بادۂ خوشگوار کو بہار کی ہوا چل رہی ہے خوشگوار شراب کہاں ہے
ہر گل ز گلرخے یاد ہمیکند ولے ہر ایک تازہ گل سے گل رخسار یاد آتا ہے لیکن	۲	گوش سخن شنو کجا دیدہ اعتبار کو سننے والے کان اور عبرت کی آنکھ کہاں ہے
مجلس بزم عیش را غالیہ مراد نیست عیش کی مجلس کا غالیہ مراد نہیں ہے	۳	ای دم صبح خوش نفس نافۂ زلف یار کو اے [illegible] صبح کی ہوا زلف یار کی خوشبو کہاں ہے
حسن فروشی گلم نیست تحمل اے صبا مجھ میں اتنی برداشت کہاں کہ گل کی حسن فروشی دیکھوں	۴	دست زدم بخون دل بہر خدا نگار کو اپنا ہاتھ دل کے لہو میں ڈالا کہ خدا کے واسطے بتا کہ معشوق کہاں ہے
شمع سحر ببزمگہ لاف ز عارض تو زد صبح کی شمع نے بزم میں تیرے جیسے حسن کا دعویٰ کیا	۵	خصم زبان دراز شد خنجر آبدار کو دشمن زبان دراز ہو گیا ہے آبدار خنجر کہاں ہے

گفت مگر ز لعل من بوسہ نداری آرزو ۶ مُردم ازیں ہوس ولی قدرت و اختیار کو

اس نے کہا کہ میرے لب لعل کا بوسہ لینے کی خواہش نہیں ہے — میں تو اسی ہوس میں مر گیا قدرت اور اختیار ہی کہاں ہے

حافظا اگرچہ در سخن خازنِ گنج حکمت است

اگر حافظ سخن میں حکمت کے خزانہ کا خزانچی ہے

از غم روزگار دوں طبع سخن گزار کو

کمینہ روزگار کے غم میں سخن گزار طبیعت کہاں ہے

۲۔ زمین سے ہر ایک گل کسی گل رخ کی خبر لاتا ہو یعنے خاک میں کیا صورتیں تھیں جو کہ پنہاں ہوگئیں مگر کوئی شخص عبرت حاصل نہیں کرتا
۴ و ۵۔ گل سے مراد وہ تجلیات ہیں جو اس باغ عالم کی زینت ہیں اور نگاہ مجاز کو اپنی طرف متوجہ کرتی ہیں
اور شمع سے مراد تجلی روشنی ہے جو آفتاب حقیقت کے سامنے کچھ حقیقت نہیں رکھتی؛
ان اشعار کا مطلب یہ ہے کہ یہ تجلیات مجازی بھی حقیقت کا دعوے کرتی ہیں۔
بہت کی آرزو خدائی کی ✦ شان ہے تیری کبریائی کی؛

مرا چشمیست خون افشاں ز چشم آں کماں ابرو ۱ جہاں پر فتنہ می بینم ازاں چشم و ازاں ابرو

اس کمان ابرو آنکھ کے باعث میری آنکھ لہو روتی ہے — اس کی آنکھ اور اس ابرو کی وجہ سے تمام جہان فتنہ سے بھر گیا

غلام چشم آں ترکم کہ در خواب خوش مستی ۲ نگارین گلشنش رویست و مشکیں سایباں ابرو

میں اس ترک کی آنکھ کا مطیع ہوں کہ خواب مستی میں — اس کا چہرہ باغ رنگین ہے اور ابرو مشکین سائبان ہے

ہلالی شد تنم زیں غم کہ با طغرائے مشکینش ۳ کہ باشد مہ کہ بنماید ز طاق آں کماں ابرو

میں اس غم سے ہلال کی شکل بن گیا کہ اسکی مشکین زلف کے ساتھ — اس کمان ابرو کے طاق سے چاند کی شکل نظر آئے

ہمیشہ چشم مستش را کمان حسن زہ باشد ۴ کہ از پیوستہ تیر اوکشد بر سر کماں ابرو

ہمیشہ اس کی مست آنکھ کی حسن کی کمان کھچی رہے — کہ اس کے بل پر وہ کمان ابرو تیر چلاتا ہے

رواں گوشہ گیراں را جبینش طرفہ گلزار است ۵ کہ بر طرف سمن زارش ہمی گردد چماں ابرو

گوشہ نشینوں کی جان کے لئے اس کا حسن عجب گلزار ہے — کہ اس کے سمن زار کی جانب ابرو خرام کرتا ہے

۶ رقیبان غافلند از ما کز آن چشم سیه هردم — هزاران گونه پیغام ست و حاجب در میان ابرو

رقیب مجھ سے غافل ہیں کہ ہردم اسکی سیاہ آنکھ کی — ہزار گونہ پیغام پہنچتے ہیں اور ابرو درمیان میں حاجب

۷ دگر حور و پری را کس نگوید با چنین حسنی — که این را اینچنین چشم ست و آن را آنچنان ابرو

حور و پری کی نسبت کوئی شخص تیرے حسن کے مقابلہ میں نہ کہیگا — کہ اس کی آنکھ ایسی ہے اور اسکی ابرو ایسا ہے

۸ تو کافر دل نمی بندی نقاب زلف و می ترسم — که محرابم بگرداند خم آن دلستان ابرو

اے کافر دل والے تو زلف کو پوشیدہ نہیں کرتا اور میں ڈرتا ہوں کہ — کہ میرا محراب دل چھین لینے والا ابرو نہ بدل دے

۹ اگرچه مرغ زیرک بود حافظ در وفاداری

اگرچہ حافظ دانا مرغ تھا مگر وفاداری میں

به تیر غمزه صیدش کرد چشم آن کمان ابرو

غمزہ کے تیر سے اس کمان ابرو نے شکار کر لیا

---

۱ مزرع سبز فلک دیدم و داس مه نو — یادم از کشتهٔ خویش آمد و هنگام درو

آسمان کی سبز کھیتی اور ہلال درانتی دیکھ کر — مجھے اپنے بیج بونے اور فصل کاٹنے کا وقت یاد آیا

۲ گفتم ای بخت بخسپیدی و خورشید دمید — گفت با این همه از سابقه نومید مشو

میں نے کہا کہ بخت تو سو گیا اور آفتاب نکل آیا — جواب دیا کہ باوجود اس امر کے روز ازل سے ناامید نہ ہو

۳ تکیه بر اختر شبگرد مکن کاین عیار — تاج کاوس ربود و کمر کیخسرو

رات کو چلنے والے ستارہ پر بھروسہ نہ کر کہ یہ عیار — کاؤس کا تاج اور کیخسرو کا کمربند اڑا لے گیا

۴ گر روی پاک و مجرد چو مسیحا به فلک — از فروغ تو بخورشید رسد صد پرتو

اگر مسیح کی طرح آسمان پر پاک اور مجرد جائیگا — تیری تجلی سے آفتاب بھی سو نور حاصل کریگا

۵ آسمان گو مفروش این همه عظمت که ترا ست — خرمن مه بجوی خوشهٔ پروین بدو جو

آسمان کو کہو کہ یہ عظمت نہ دکھلا کہ تیرا — چاند کا کھلواڑہ ایک جو اور پروین کا خوشہ دو جو قیمت بیکتا

٦ گوشوار دُرّ و لعل ارچه گران دارد گوش — دورِ خوبی گذران ست نصیحت بشنو

اگرچہ کان کو موتی اور لعل میں نصیحت گراں گزرتی ہے — حُسن کا دور گذر جانے والا ہے یہ نصیحت سُن لے

٧ چشمِ بد دور ز خالِ تو که در عرصهٔ حُسن — بیدقی راند که بُرد از مه و خورشید گرو

تیرے خال سے چشم بد دور ہے کہ حُسن کی شطرنج میں — ایسا پیادہ چلایا کہ چاند اور سورج کو مات کر دیا

٨ هر که در مزرعِ دل تخمِ وفا سبز نکرد — زرد روئی کشد از حاصلِ خود گاهِ درو

جس نے دل کی کھیتی میں وفا کا بیج سبز نہ کیا — فصل کاٹنے کے وقت زرد رو ہوگا۔

٩ اندرین دائره میباش چو دف حلقه بگوش — ور قفائی خوری از دائرهٔ خویش مرو

اس دائرہ میں دف کی طرح حلقہ بگوش رہ — اپنے دائرہ سے قدم باہر نہ رکھ ورنہ منہ کی کھائے گا۔

١٠ آتشِ زرق و ریا خرمنِ دین خواهد سوخت — حافظ این خرقهٔ پشمینه بینداز و برو

مکر اور ریا کی آگ دین کا کھلواڑہ ضرور جلا دیگی — اے حافظ یہ کمبل پھینک دے اور جا۔

ا۔ "الدنیا مزرعۃ الاخرۃ" یعنے دنیا آخرت کی کھیتی ہے جو یہاں بوؤگے وہی وہاں کاٹوگے ؎

از مکافاتِ عمل غافل مشو + گندم از گندم بروید جو ز جو

خواجہ رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم نے فلک کی سبز کھیتی دیکھی اور ہلال کو درانتی کی طرح دیکھا تو آخرت کا سماں آنکھوں میں پھر گیا کہ افسوس ہم نے کیا بویا ہے جس کا پھل ہمیں آخرت میں ملیگا افسوس افسوس ہمنے وقت ضایع کیا اور تخم بدی بویا آخرت میں نیکی کا پھل نہیں مل سکتا۔

نیلگوں آسمان کو ایک لہلاتے کھیت اور ہلال کو درانتی سے تشبیہ دی ہے جو نہائت مناسب ہے۔ ایک مقام پر فرماتے ہیں کہ ؎

تخمِ وفا و مهر درین کشت زارِ عشق + آنگاه شود عیاں که رسد موسمِ درو
هر که در مزرعِ دل تخمِ وفا سبز نه کرد + [illegible]

یعنے دنیا میں لازم ہے کہ ہم وہ عہد جو ازل (میں کیا تھا پورا کریں ورنہ آخرت میں شرمندہ) ہونا پڑے گا خواجہ رحمۃ اللہ آیۃ "وجوہ یومئذٍ خاشعۃ" کی طرف اشارہ کرتے ہیں اور یہ کہ جس شخص نے یہاں بدی بوئے وہاں "لیس لہم طعام الا من ضریع"

۲۔ یعنے جب آسمان پر لہلاتے کھیت اور چاند کی درانتی کو دیکھکر آخرت کا وقت یاد آیا اور دل میں سوچا کہ افسوس وقت گذر گیا اور آفتاب قیامت نکلنے والا ہے کچھ نہ بویا کہ وقت پر پھل کھاتا افسوس ہیں کیسا بدقسمت ہوں لیکن ارشاد الٰہی ہوا کہ لاتقنطو من رحمۃ اللہؕ اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو؛

۳۔ خواجہ رحمۃ اللہ اس شعر میں تجرید کی تعریف کرتے ہیں کہ جو آدمی علائق دینوی سے پاک وصاف ہو کر دنیا سے جاتا ہے اس کے سایہ سے صدہا آفتاب روشن ہو جاتے ہیں یعنے وہ نور آلٰہی کا اقتباس کرتا ہے جسکی ظل یہ اور ایسے کئی آفتاب ہیں اس شعر میں لطف یہ ہے کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام تمام عمر مجرد رہے اور خانہ داری کے دہندوں سے فارغ رہے؛ گرچہ یہ ایک اتفاقیہ امر تھا کیونکہ آنحضرت کل اکتیس سال اس دنیا میں رہے اور اس عمر میں عموماً لوگ مجرد ہی رہتے تھے چنانچہ توریت میں مذکور ہے کہ حضرت اسحاق کی شادی چالیس سال کی عمر میں ہوئی اور اسی طرح اور بھی بہت مثالیں ہیں۔ نصاریٰ کے ایک فرقہ رومن کیتھولک نے اسی کو تجرید خیال کیا کہ انسان تمام عمر عورت کے پاس نہ جائے اور نہ صرف مرد بلکہ عورتیں مردوں کے پاس نہ جائیں یہ امر خلاف قانون قدرت ہے اور نوع انسان کی ترقی کا مانع ہے آنحضرت کے حواری خانہ داری کے تعلقات رکھتے تھے اور آنحضرت نے کبھی ان کو منع نہ کیا تجرید درحقیقت ماسوا اللہ سے کنارہ کشی ہے اور ان تمام اضافات اور تعلقات کو قطع کرنا ہے جو توحید کے منافی ہے؛

۵ بعض نسخوں میں ایک اور شعر دیکھنے میں آیا ہے۔ کہ ؎

جام جمشید بمن دہ کہ نیرزد برمن + گنج قاروں بجو و ملک سلیماں بدوجو

مجھے جام جمشید دے کہ میرے نزدیک گنج قارون کی قیمت ایک جو اور ملک سلیمان کی دو جو بھی نہیں؛

ایک مقام پر فرماتے ہیں کہ ؎

من آں نگیں سلیماں بہیچ نستانم + کہ گاہ گاہ بر و دست اہرمن باشد

یعنے اس دنیا کی حیات اور اس کی زینت محض متاع قلیل ہے اور اس کی دلداو ہماری نفسانی خواہشات ہی ہیں اور نتیجہ ہیچ ہے "گنج قارون" سے مراد دنیا ہے، "ملک سلیمان" سے مراد آخرت ہے؛

۶۔ "دائرہ" سے مراد دنیا ہے۔ "حلقہ بگوش" سے مراد عبودیت ہے یعنے دنیا مقام عبودیت ہے، اور انسان کو چاہیئے کہ اس دائرہ عبودیت سے قدم باہر نہ رکھے؛ ورنہ منہ کی کھائیگا؛

"دف" ایک تو بذاتہٖ دائرہ کی صورت ہوتی ہے اور دوسرے حلقہ بگوش ہی ہے؛ اس کے کناروں پر حلقے آویزاں ہوتے ہیں جو تھاپ کے ساتھ جھنکار کی آواز دیتے ہیں؛ دف ہمیشہ منہ کی کھاتی ہے اور یہی عبودیت کی کیفیت ہے عارف کامل وہ ہے جو ہمیشہ انا عبداللہ کہے۔ ؎

زیں سرزنش کہ کرد ترا دوست حافظا

بیش از گلیم خویش مگر پا کشیدۂ

ای در چمن خوبی رویت چو گل خودرو	۱	چیں شکن زلفت چوں نافۂ چیں خوشبو
تیرا چہرہ حسن وخوبی کے چمن میں خودرو پھول ہے		تیری زلفوں کے پیچ وخم چین کے نافہ کی خوشبو ہیں

۲
ماہ ست رخت یا روز مشک ست خطت یا شب
تیرا چہرہ چاند ہے یا روز روشن ہے تیرا خط مشک ہے یا رات ہے
سیم ست بت یا عاج سنگ ست دلت یا رو
تیرا سینہ چاندی ہے یا ہاتھی دانت تیرا دل پتھر ہے یا لوہا

۳
لعلت بدر دنداں بشکست لب پستہ
تیرے لعل لب نے سقی جیسے دانتوں سے پستہ کا لب توڑ دیا
زلفت بخم چوگاں بربود دلم چوں گو
تیری زلف نے چوگان کے خم سے گیند کی طرح میرا دل اڑا لیا

۴
آں رائحہ زلف ست یا لخلخہ عنبر
یہ زلف کی ہوا ہے یا عنبر کا لخلخہ ہے
یا غالیہ می ساید در باغچہ حسن او
یا اس کا حسن باغ میں عطر مل رہا ہے

۵
گفتے سخن خود را با یار بباید گفت
تو نے کہا کہ اپنی بات یار سے کہنی چاہیئے
اے کاش توانستم گفتن سخنی با او
اے کاش میں اس سے بات کر سکتا

۶
بدگوئی تو آں باشد کز یار کند منعت
تیرا برا کہنے والا وہی ہے جو تجھے یار سے منع کرے
گر یار نکو باشد مشنو سخن بدگو
اگر یار نیک ہے بدگو کی بات نہ سن

۷
با ما بہ ازیں میباش تا راز نگردد فاش
مجھ سے اس سے بہتر سلوک کر کہ راز فاش نہو
نبود بد اگر باشی با دل شدگاں نیکو
کچھ برائی نہیں اگر عاشقوں کے ساتھ نیکی کرے

۸
استاد غزل سعدی ست پیش ہمہ کس اما
تمام لوگوں کے نزدیک غزل کا استاد سعدی ہے
دارد سخن حافظ طرز سخن خاجو
حافظ کی طرز کلام خاجو کی طرح ہے

۱
مطرب خوشنوا بگو تازہ بتازہ نو بنو
اے رسیلے مطرب کوئی تازہ اور نئی سے نئی راگنی سنا
بادۂ دلکشا بجو تازہ بتازہ نو بنو
دل بہلانے والی شراب تازہ سے تازہ اور نئی سے نئی ڈھونڈ

۲
با صنمی چو لعبتی خوش بنشین بخلوتے
صنم صورت کے پاس خاطر جمع کر کے خلوت میں بیٹھ
بوسہ ستان کام ازو تازہ بتازہ نو بنو
و [illegible] تازہ بتازہ نو بنو بوسہ لے

۳
ساقی سیم ساق من نیست می بیار پیش
میرے چاندی کی ساق والی ساقی مے نہیں ہے شراب لا
زود که پر کنم سبو تازه بتازه نو بنو
جلدی سبو تازه بتازه نو بنو پر کر دوں

۴
بر ز حیات کے خوری گر نه مدام می خوری
زندگی کا لطف کیا حاصل کرے گا اگر ہمیشہ شراب نہ پیے گا
باده بخور بیاد او تازه بتازه نو بنو
اس کی یاد میں شراب پی تازه بتازه اور نو بنو

۵
شاهد دلربای من میکند از برای من
میرا دلربا معشوق میرے واسطے
نقش و نگار و رنگ و بو تازه بتازه نو بنو
نقش و نگار اور رنگ اور بو تازه بتازه نو بنو کرتا ہے

۶
باد صبا چو بگذری بر سر کوے آن پری
اے باد صبا اگر اسکے کوچہ سے تیرا گذر ہوے
قصۂ حافظش بگو تازه بتازه نو بنو
اس کو حافظ کا قصہ تازه بتازه اور نو بنو سنانا

۱
از خون دل نوشتم نزدیک یار نامه
دل کے لہو سے یار کو خط لکھا
انی رایت دهرا من هجرک القیامه
بے شک مینے زمانہ کو تیرے ہجر میں قیامت دیکھا ہے

۲
هر چند کازمودم از وی نبود سودم
ہر چند میں نے اس کو آزمایا مگر اس سے نفع نہ پایا
من جرب المجرب حلت به الندامه
آزمائے ہوئے کو آزمانا شرمندگی پیدا کرتا ہے

۳
دارم من از فراقت در دیده صد علامت
تیرے فراق سے میری آنکھ میں سو نشانیاں ہیں
لیس الدموع عینی هذا لنا العلامه
یہ آنکھ کے آنسو نہیں ہیں میری نشانی یہی ہیں

۴
پرسیدم از طبیبے احوال دوست گفتا
میں نے طبیب سے دوست کا حال دریافت کیا جواب دیا کہ
فی بعدها عذاب فی قربها السلامه
دوری میں عذاب ہے اور قرب میں سلامتی ہے

۵
گفتم ملامت آرد گر گرد دوست گردم
میں نے کہا کہ اگر دوست کا طواف کروں تو لوگ ملامت کرتے ہیں
والله ما رأینا حبا بلا ملامه
خدا کی قسم کسی دوستی کو بغیر ملامت کے نہیں دیکھا

حال درون ریشم محتاج شرح نبود
میرے زخمی دل کا حال بیان کا محتاج نہیں ہے

۶ خود میشود محقق از آب چشم خامه
قلم کے آنکھ کے پانی سے خود بخود تحقیق ہو جائیگا

باد صبا ز حالم ناگه نقاب برداشت
باد صبا نے ناگاہ میرے حال سے پردہ اٹھا دیا

۷ کالشمس فی ضحاها تطلع من الغمامه
اس طرح روشن کر دیا جیسے طلوع آفتاب [illegible] بادل سے نکلتا ہے

۸ حافظ چو طالب آمد جامی بجان شیرین
حافظ ایک جام اور جان شیریں کا طالب ہے

حتی یذوق منه کاسا من الکرامه
تاکہ پیالہ اس کے فضل و کرم سے چکھے

ای از فروغ رویت روشن چراغ دیده
تیرے چہرہ کی روشنی سے آنکھ کا چراغ روشن ہے

۱ مانند چشم مستت چشم جهان ندیده
تیری مست آنکھ کی مانند جہان کی آنکھ نے نہیں دیکھا

همچون تو نازنینی سر تا بپا لطافت
تجھ جیسا نازنیں کہ جو سر سے پاؤں تک لطافت ہے

۲ گیتی نشان نداده ایزد نیافریده
دنیا میں نہیں ملتا اور خدا نے پیدا نہیں کیا

هر زاهدی که دیده یاقوت میفروشت
جس زاہد نے تیرا لب لعل شراب بیچنے والا دیکھا

۳ سجاده ترک داده پیمانه درکشیده
سجادہ کو ترک کیا اور شراب کا پیمانہ پیا

در قصد خون عاشق ابرو و چشم شوخت
تیرا ابرو اور شوخ چشم عاشق کے خون کا ارادہ رکھتی ہے

۴ گه این کمین گشاده گه آن کمان کشیده
کبھی تو یہ گھات سے نکلتی ہے اور کبھی وہ کمان کھینچتا ہے

تا کی کبوتر دل چون مرغ نیم بسمل
کب تک میرا کبوتر دل نیم بسمل مرغ کی طرح

۵ باشد ز تیر هجرت در خاک خون طپیده
تیرے تیر ہجر سے خاک و خون میں تڑپتا رہے گا

تا کی فرو گذاری چون زلف خود دلم را
اپنی زلف کی طرح کب تک دل کو

۶ سرگشته و پریشان ای نور هر دو دیده
اے دونوں آنکھوں کے نور سرگشتہ اور پریشان چھوڑیگا

۷ میلے اگر ندارد با عارض تو ابرو

اگر تیرے رخسار کی طرف تیرا ابرو مائل نہیں ہے تو

پیوستہ از چہ باشد چوں قدِ من خمیدہ

کس لیئے میرے خمیدہ قد کی طرح پیوستہ ہے

۸ گر بر لبم نہی لب یابم حیات باقی

اگر میرے لب پر لب رکھدے تو باقی رہنے والی زندگی بھی حاصل کرلوں

آندم کہ جان شیریں باشد بہ لب رسیدہ

اسوقت جبکہ جان شیریں لب پر آگئی ہے

۹ از سوز سینہ ہر دم دُودم بسر برآید

سینہ کی آگ سے دھواں سر سے نکلتا ہے

چوں عود چند باشم در آتش آرمیدہ

عود کی طرح آگ میں کب تک پڑا رہوں

۱۰ گر دست من نگیری با خواجہ باز گویم

اگر تو میری دستگیری نہیں کریگا تو خواجہ سے کہونگا

کز عشوہ دل حافظ چوں بُرد تو بدیدہ

کہ تو آنکھ کے عشوہ سے حافظ کا دل اڑا کر لے گیا

۱ از من جدا مشو کہ توام نور دیدہ

تو مجھ سے جدا نہ ہو کہ تو میری آنکھ کا نور ہے

آرام جان و مونس قلب رمیدہ

آرام جان ہے اور بے قرار دل کا مونس ہے

۲ از دامن تو دست ندارند عاشقاں

عاشق تیرے دامن کو نہ چھوڑیں گے

پیراہن صبوری ایشاں دریدہ

ان کے صبر کا لباس تونے چاک کردیا ہے

۳ از چشم زخم دہر مبادت گزند ازانکہ

زمانہ کے نظر بد سے تجھے ضرر نہ پہنچے، کیونکہ

در دلبری بغایت خوبی رسیدہ

دلبری میں خوبی کے کمال کو پہنچ گیا ہے

۴ منعم کنی ز عشق وی ای مفتی زماں

اے زمانہ کے مفتی اس کے عشق سے منع کرتا ہے

معذور دارمت کہ تو اورا ندیدہ

میں تجھے معذور سمجھتا ہوں کہ اسکو تونے نہیں دیکھا

۵ چشم بد از تو دور کہ در طرز دلبری

بد نظر تجھ سے دور رہے کہ دلبری کی طرز میں

خط بر جمال یوسف کنعاں کشیدہ

یوسف کنعان کے رخسارے پر تونے خط کھینچ دیا ہے

۶ پایم نمی رسد بہ زمین دیگر از نشاط — تا سوئے من بلطف و عنایت تو دیدۂ

خوشی سے میرے پاؤں زمین پر نہیں لگتے — جب سے تونے میری طرف مہربانی سے نگاہ کی ہے

۷ داری خیال پرسش عشاق بینوا — گویا کہ بوئے صدق از ایشان شنیدۂ

بینوا عاشقوں کی حال دریافت کرنیکا خیال رکھتے ہے — گویا ان سے صدق کی بو تجھے پہنچی ہے

۸ زیں سرزنش کہ کرد ترا دوست حافظا — بیش از گلیم خویش مگر پا کشیدۂ

اے حافظ دوست نے یہ ملامت جو تجھے کی — شاید اپنی چادر سے زیادہ پاؤں پھیلائے ہونگے

---

۱ اے کہ با سلسلۂ زلف دراز آمدۂ — فرصتت باد کہ دیوانہ نواز آمدۂ

تو زلف دراز کی زنجیر ساتھ لایا ہے — خدا تیرا بھلا کرے دیوانہ کی خبرگیری کرتا ہے

۲ آب و آتش بہم آمیختہ از لب لعل — چشم بد دور کہ خوش شعبدہ باز آمدۂ

لب لعل سے آگ اور پانی کو ملا رکھا ہے — چشم بد دور رہو کہ عجب شعبدہ باز ہے

۳ چشم تو گرچہ بہر غمزہ دلم برباید — لیک صد حیف کہ بیگانہ نواز آمدۂ

تیری آنکھ ہر ایک غمزہ سے دل چھین لیتی ہے — مگر افسوس ہے کہ غیروں پر نوازش کرتا ہے

۴ ساعتے ناز مفرما و بگرداں عادت — چوں بپرسیدن ارباب نیاز آمدۂ

تھوڑی دیر ناز نہ کر اور عادت کو بدل دے — جب نیازمندوں کا حال دریافت کرنے آیا ہے

۵ آفریں بر دل نرم تو کہ از بہر ثواب — کشتۂ غمزۂ خود را بنماز آمدۂ

تیری نرم دلی پر آفرین کہ ثواب کے لئے — اپنے کشتہ کی نماز جنازہ پڑھنے آیا ہے

۶ زہد من با تو چہ سنجد کہ بیغمائی دلم — مست آشفتہ بخلوتگہ راز آمدۂ

میرے زہد کا قدر تیری پاس کیا ہو کہ دلکو غارت کرنے کیلئے — مست اور بگڑا ہوا راز کی خلوت میں آیا ہے

پیش بالائی تو میرم چه بصلح و چه بجنگ تیرے بلند قد کے سامنے خواہ صلح خواہ لڑائی سے مرونگا	۷	که بهر حال براندازهٔ ناز آمده کہ بہر حال ناز کو تو نہیں چھوڑ دے گا ؟

۸

گفت حافظ دگرت خرقه شراب آلوده است

تو نے کہا کہ اے حافظ پھر تیرا خرقہ شراب سے آلودہ ہے

مگر از مذهب این طائفه باز آمده

شاید اس طائفہ (زاہدوں) کے مذہب سے پھر گیا ہے

چراغ روئے ترا گشت شمع پروانه تیرے چہرہ کے چراغ پر شمع پروانہ ہوگئی	۱	مرا ز حال تو از حال خویش پروا نه مجھے تیرا خیال ہے اپنے حال کی فکر نہیں
خرد که قید مجانین عشق می فرمود وہ عقل جو عشق کے دیوانوں کی نسبت قید کا حکم کرتی تھی	۲	ببوئے حلقهٔ زلف تو گشت دیوانه تیری زلف کی پیچ کی خوشبو سے دیوانہ ہوگئی
بمژده جان بصبا داد شمع در نفسے شمع نے ایک ہی دم میں خوشی سے جان صبا کو دیدی	۳	ز شمع روئے تو اش چون رسید پروانه جب تیری شمع رخسار سے اس کو پروانہ پہنچا
ببوئے زلف تو گر جان بباد رفت چه شد اگر تیری زلف کی بو سے جان برباد ہوگئی تو کیا ہوا	۴	هزار جان گرامی فدائے جانانه ہزارہا جان عزیز جاناں پر قربان ہوجائے
بر آتش رخ زیبائے تو بجائے سپند تیرے رخ زیبا کی آگ پر سپند کی جگہ	۵	بغیر خال سیاهت که دید بهدانه خال سیاہ کے بغیر کس نے بہدانہ دیکھا ہے
چه نقشها که برانگیختیم و سود نداشت کیا کیا باتیں بنائیں مگر کچھ فائدہ نہ ہوا	۶	فسون ما بر او گشته است افسانه میرا جادو اس پر نہ چلا تمام رام کہانی ہوگئی
مرا بدور لب دوست هست پیمانے دوست کے دور لب کے ساتھ میرا عہد ہے کہ	۷	که بر زبان نبرم جز حدیث پیمانه زبان پر بغیر پیمانہ شراب کچھ اور نہ لاؤنگا

۸ من غریب ز غیرت فتادم از پا دوش — نگار خویش چو دیدم بدست بیگانہ

میں غریب غیرت سے کل مٹی میں مل گیا ۔ جب اپنے معشوق کو بیگانہ کے قبضہ میں دیکھا

۹ حدیث مدرسہ و خانقہ مگوی کہ باز

مدرسہ اور خانقہ کی باتیں نہ کہو ۔ کہ پھر

فتادہ در سر حافظ ہوائے میخانہ

حافظ کے سر میں میخانہ کی ہوا سمائی ہے

۱ خنک نسیم معنبر شمامۂ دلخواہ — کہ در ہوائے تو برخاست بامداد پگاہ

سرد ہوا کے جھونکے دل لبھانیوالی خوشبو — تیری ہوا (محبت) میں صبح کے وقت چلتی ہے

۲ دلیل راہ شو ای طائر خجستہ لقا — کہ دیدہ آب شد از شوق خاک آن درگاہ

اے طائر خجستہ لقا میرا رہنما بن — کہ اس درگاہ کی خاک کے اشتیاق میں آنکھ پانی ہو کر بہ گئی

۳ منم کہ بی تو نفس میزنم زہی خجلت — مگر تو عفو کنی ورنہ چیست عذر گناہ

میں تیرے بغیر سانس لیتا ہوں کیا شرمندگی ہے — ہاں تو معاف کردے ورنہ عذر گناہ کیا ہو سکتا ہے

۴ بہ بین بشخص نزارم کہ غرق خون دلست — ہلال را ز کنار شفق کنند نگاہ

میرے کمزور جسم کو دیکھ کہ خون میں غرق ہے — ہلال کو شفق کے کنارہ پر دیکھتے ہیں ۔

۵ ز دوستان تو آموخت در طریقت مہر — سپیدہ دم کہ صبا چاک زد شعار سیاہ

محبت کا طریقہ میں نے تیرے دوستوں سے سیکھا ہے ۔ — پو پھٹنے کے وقت کہ صبا نے سیاہ لباس کو چاک کیا

۶ بعشق روی تو روزی کہ از جہان بروم — ز تربتم بدمد سرخ گل بجای گیاہ

تیرے عشق کی وجہ سے مرنے کے بعد — میری قبر سے گھاس کے بجائے سرخ پھول اُگیں گے

۷ مدہ بخاطر نازک ملالت از من راہ — کہ حافظ تو ہمین لحظہ گفت بسم اللہ

اپنی نازک طبیعت میں میری طرف سے ملالت کو راستہ نہ دے — کہ تیرے حافظ نے اسی وقت بسم اللہ کہا ہے

۴- ہلال کی طرح کمزور و ناتوان ہو گیا ہوں اور جس طرح ہلال شفق کے کنارہ پر نظر آتا ہے اسی طرح میں خون میں نظر آتا ہوں
۵- سیاہ لباس سے مراد تاریکی شب ہے؛
۶- حافظ نے آتے ہی بسم اللہ کہا یعنے رخصت ہوا اس لئے زیبا نہیں کہ اس کی طرف سے دل ملول کرے:

۱
دامن کشاں ہمی شد در شرب زر کشیدہ
دامن اٹھائے ہوئے زریں لباس پہنکر جا رہا تھا
صد ماہرو ز رشکش جیب قصب دریدہ
سو ماہرو نے اپنے کتانی لباس کی جیبوں کو پھاڑ ڈالا

۲
از تاب آتش می برگرد عارضش خوی
شراب کی گرمی سے اسکے رخسار پر پسینہ آگیا
چوں قطرہ ہائے شبنم بر برگ گل چکیدہ
جس طرح پھول کی پتی پر شبنم کے قطرے ہوں

۳
یاقوت جانفزایش از آب لطف زادہ
اسکا لعل لب جانفزا لطف کے پانی سے پیدا ہوا ہے
شمشاد خوشخرامش از ناز پروریدہ
اس کا شمشاد خوشخرام ناز سے پرورش یافتہ ہے

۴
لفظ فصیح شیریں قد بلند چابک
اسکے لفظ فصیح اور میٹھے اسکا قد بلند اور چالاک
روئے لطیف نازک چشم خوش کشیدہ
اسکا چہرہ لطیف اور نازک اسکی آنکھ خوبصورت کھچی ہوئی

۵
آں لعل دلکشش بیں واں خندہ پر آشوب
اسکا لعل لب دلکش دیکھ اور اسکا پر آشوب ہنسنا
واں رفتن خوشش بیں واں گام آرمیدہ
اس کی خوش رفتار اور قدم کا تیزی سے اٹھنا

۶
آں آہوئے سیہ چشم از دام ما بروں شد
وہ سیاہ آنکھ والا ہرن میرے جال سے نکل گیا
یاراں چہ چارہ سازم با ایں دل رمیدہ
اے دوستو اس دل بے قرار کا کیا علاج کروں

۷
تا کے کشم عتاب از چشم نیمخوابت
تیرے نیم خواب آنکھ سے کبتک عتاب سہوں
روزے کرشمہ کن ای نور ہر دو دیدہ
اے دونوں آنکھوں کے نور کسی دن کرشمہ ناز دکھلا

۸
زنہار تا توانی اہل نظر میازار
جہاں تک ہو سکے خبردار اہل نظر کو دکھ نہ دے
دنیا وفا ندارد اے یار برگزیدہ
اے برگزیدہ دوست دنیا بے وفا ہے؛

۹
بس شکر باز گویم در بندگی خواجہ
خواجہ کی بندگی میں بہت بہت شکریہ ادا کروں
گر او فتد بدستم آں میوہ رسیدہ
اگر میرے ہاتھ میں وہ پکا ہوا میوہ آئے؛

١٠

هرچه گفت دشمن در حق ما شنیدی
دشمن نے جو کچھ مجھے کہا تو نے سُنا

یارب که مدعی را باد از زبان بریده
اے خدا مدعی کی زبان کاٹی جائے

١١

گر خاطر شریفت رنجیده شد ز حافظ
اگر تیری خاطر شریف حافظ سے رنجیدہ ہو گئی

باز آ که توبه کردیم از گفته و شنیده
واپس آ کہ ہم نے کہے سُنے سے توبہ کی

١

در سرای مغاں رُفته بود و آب زده
مغاں کی سرائے کا صحن ستھرا اور چھڑکاؤ کیا ہوا تھا

نشسته پیر و صلائی به شیخ و شاب زده
پیر بیٹھا ہوا تھا اور جوانوں اور بوڑھوں کو دعوت دے رکھی تھی

٢

سبوکشاں همه در بندگیش بسته کمر
پیالہ میں شراب پینے والے اسکی خدمت میں کمر بستہ تھے

ولے ز طرف کله خیمه بر سحاب زده
لیکن اسکے کلاہ کے گوشہ نے بادل پر خیمہ لگایا ہوا تھا

٣

فروغ جام و قدح نور ماه پوشیده
پیالہ اور جام کی روشنی نے چاند کے نور کو چھپا رکھا تھا

عذار مغبچگاں راه آفتاب زده
مغبچہ کے رخساروں نے آفتاب کی راہ روک رکھی تھی

٤

گرفته ساغر عشرت فرشته رحمت
عشرت کا پیالہ رحمت کے فرشتہ کے ہاتھ میں تھا

ز جرعه بر رخ حور و پری گلاب زده
اسکے قطروں سے حور اور پری کے منہ پر گلاب کے چھینٹے دیئے

٥

ز شور و عربدهٔ شاهدان شیریں کار
رسیلے معشوقوں کی گفتگو کے شور نے

شکر شکسته سمن ریخته رباب زده
شکر کو توڑا سمن کو گرایا اور رباب کو پھینکا

٦

عروس بخت دراں حجله با هزاراں ناز
بخت کی دلہن نے اس حجلہ میں ہزاروں ناز کیساتھ

کشیده وسمه و بر برگ گل گلاب زده
وسمہ لگایا اور پھول کی پتوں (رخسار) پر گلاب چھڑکا ہوا (پسینہ سے تر)

٧

سلام کردم و با من بروئے خنداں گفت
میں نے سلام کیا اور مجھے ہنس کر کہا کہ

که اے خمارکش مفلس شراب زده
اے خمار آلودہ مفلس بدمست

۸
که کرد اینکه تو کردی بضعف همت و رای
کسنے ایسا کام کیا جو تو نے کیا اپنی ہمت اور رائے کی کمزوری سے
ز رنج خانه شده خیمه بر خراب زده
گھر کے کونہ سے نکل کر شراب خانہ میں خیمہ لگا دیا

۹
وصال دولت بیدار ترسمت ندهند
مجھے ڈر ہے کہ دولت بیدار کا وصل تجھے حاصل نہوگا
که خفته تو در آغوش بخت خواب زده
کہ تیرا نصیبہ سویا ہوا ہے اور تو اسکے گود میں پڑا ہے

۱۰
فلک جنیبه کش شاه نصرة الدین باد
آسمان شاہ نصرت الدین کا خادم ہو
بیا ببین فلکش دست در رکاب زده
آ- اور دیکھ کر فلک نے اسکی رکاب میں ہاتھ ڈالا ہوا ہے

۱۱
هلال تا که مگر نعل مرکبش گردد
ہلال اس امید پر کہ اس کے گھوڑے کی نعل بنجاوے
ز بام عرش صدش بوسه بر تراب زده
بام عرش سے سو بار اسکی پاؤں کی مٹی پر بوسہ دیتا ہے

۱۲
خرد که ملهم غیبست بهر کسب شرف
عقل جس کو غیب سے الہام ہوتا ہے شرف حاصل کرنے کیلئے
ز روی صدق صدش بوسه بر جناب زده
صدق دل سے اس کی حضوری کو سو بار بوسہ دیتی ہے

۱۳
بیا بمیکده حافظ که بر تو عرضه کنم
اے حافظ شراب خانہ میں آ کہ تجھے بتاؤں
هزار صف ز دعاهای مستجاب زده
ہزار صف دشمن مستجاب دعاؤں نے توڑ دی ہے

۱
دوشش رفتم بدر میکده خواب آلوده
کل میں شراب خانہ کے دروازہ پر خواب آلودہ گیا
خرقه تر دامن و سجاده شراب آلوده
خرقہ تردامن اور سجادہ شراب سے آلودہ تھا

۲
آمد افسوس کنان مغبچه باده فروش
افسوس کرتا ہوا مغبچہ شراب بیچنے والا آیا
گفت بیدار شو ای رهرو خواب آلوده
کہا کہ اے مسافر نیند میں متوالے بیدار ہو

۳
شست و شوئی کن و آنگه بخرابات خرام
نہا دھو کر خرابات میں داخل ہوئے
تا نگردد ز تو این دیر خراب آلوده
تاکہ تجھ سے یہ دیر خراب آلودہ نہ ہو جائے

۴ بہوائے لب شیریں دہناں چند کنی | جوہر روح بیاقوت مذاب آلودہ

شیریں لبوں کی محبت میں کب تک | تیری آنکھیں لہو روئیں گی

۵ بطہارت گذراں منزل پیری و مکن | خلعت شیب تشریف شباب آلودہ

پاکیزگی کے ساتھ بوڑھاپے کے دن بسر کر | اور بوڑھاپے کی خلعت کو جوانی کے لباس سے آلودہ نہ کر

۶ آشنایان رہ عشق دریں بحر عمیق | غرقہ گشتند و نگشتند بآب آلودہ

عشق کے راستہ کے آشنا (واقف) اس گہرے سمندر میں (دنیا میں) | غرق ہو گئے لیکن پانی سے تر نہیں ہوئے (گنہگار نہ ہوئے)

۷ پاک و صافی شو و از چاہ طبیعت بدر آئے | کہ صفائی ندہد آب تراب آلودہ

پاک اور صاف ہو اور طبیعت کے کنوئیں سے باہر آ | کہ گندا پانی صاف نہیں ہوتا ہے

۸ گفتم ای جان جہاں دفتر گل عیبی نیست | کہ شود وقت بہار از مئی ناب آلودہ

میں نے کہا ای جان جہاں کوئی عیب کی بات نہیں اگر گل کا دفتر | بہار کے موسم میں شراب خالص سے آلودہ ہو

۹ گفت حافظ برو و نکتہ بیاران مفروش

جواب دیا کہ اے حافظ جا اور یاروں سے باتیں نہ بنا

آہ ازیں لطف بانواع عتاب آلودہ

آہ کیا لطف ہے جس میں مختلف قسم کے عتاب کی آمیزش ہے

۱ تر دامن کے معنے گناہ ہیں۔ خرقہ تر دامن ایسا خرقہ جو گناہ سے آلودہ ہو۔

۴ "یاقوت مذاب" یاقوت گداختہ ہوا ہوا یعنے کب تک جوہر روح یاقوت کے پانی میں ملائے گا یعنے دل کا لہو آنکھوں کے راستہ بہائیگا۔

۱ سحرگاہاں کہ مخمور شبانہ | گرفتم بادہ با چنگ و چغانہ

صبح کے وقت کہ رات کا خمار تھا | میں نے شراب چنگ اور دف کیساتھ پی

۲ نہادم عقل را زاد رہ از مے | ز شہر ہستیش کردم روانہ

عقل کو شراب کا زادراہ دے کر | ہستی کے شہر سے روانہ کر دیا

مصرع اول	نمبر	مصرع دوم
نگاری می فروشم عشوه داد	۳	که ایمن گشتم از مکر زمانه
معشوق شراب بیچنے والے نے ایسی بات کہی		کہ زمانہ کے مکر سے امن میں ہونگا
ز ساقی کمان ابرو شنیدم	۴	که ای تیر ملامت را نشانه
کمان ابرو ساقی نے کہا۔ کہ		کہ تو تیر ملامت کا نشانہ ہے
نه بندی زان میان طرفی کمر دار	۵	اگر خود را ببینی در میانه
اگر اپنے آپکو درمیان میں دیکھے گا		تجھے کچھ فائدہ حاصل نہ ہوگا
برو این دام بر مرغ دگر نه	۶	که عنقا را بلندست آشیانه
جا اور یہ جال کسی اور مرغ کے لئے بچھا		کہ عنقا کا گھونسلہ بلند ہے
ندیم و مطرب و ساقی همه اوست	۷	خیال آب و گل در ره بهانه
دوست اور ساقی اور مطرب ہمہ اوست		آب اور مٹی کا خیال ایک بہانہ ہے
که بندد طرف او از حسن شاهی	۸	که با خود عشق ورزد جاودانه
اسکے شاہانہ حسن سے کون فائدہ حاصل کرسکتا ہے		کہ خود اپنے آپسے ہمیشہ عشقبازی کرتا ہے
بده کشتی می تا خوش برآییم	۹	ازین دریای ناپیدا کرانه
شراب کی کشتی دے تاکہ خوش اسلوبی سے باہر نکل آویں		اس ناپیدا کنار دریا سے
سرا خالیست از بیگانه می نوش	۱۰	که نبود جز تو ای مرد یگانه
بیگانہ سے سرا خالی ہے شراب پی		کہ تیرے سوا ای یگانہ مرد کوئی اور موجود نہیں

۱۱

وجود ما معماییست حافظ

اے حافظ ہمارا وجود ایک پہیلی ہے

که تحقیقش فسون ست و فسانه

کہ اسکی تحقیق قیاسی باتیں ہیں

۵ - اس غزل میں خواجہ حافظ رحمۃ اللہ علیہ نے تصوف کے ادق نکات کو حل کر دیا ہے اگر اپنے آپکو یہ سمجھیگا کہ میری ہستی ایک مستقل ہستی ہے تو ہرگز تجھے معرفت نفس و حق حاصل نہ ہوگی تیرا وجود موہوم ہے اسے فنا کر دے پھر حقیقت کا انکشاف ہوگا؛

٦ - نور عقل سے انسان بہت کچھ حاصل کر سکتا ہے لیکن کسی شئے کی حقیقت کو معلوم کرنا نا ممکن ہے یہ عقل کا کام نہیں ہے کنہ ذات تو معلوم ہی نہیں ہو سکتی لیکن دیگر امور جو صرف وجدان اور کشف سے معلوم ہو سکتے ہیں استدلال سے ان پر احاطہ نہیں ہو سکتا؛

۷ - کیا اچھا شعر ہے کہ آب و گل یعنے یہ مادہ صرف ایک خیال ہے نہایت کوتہ اندیش وہ لوگ ہیں جو اس کو کچھ اور سمجھتے ہیں خواب میں خیالی صورتیں بھی آب و گل کی شکلیں نظر آتی ہیں اور اسی طرح محسوس ہوتی ہیں۔ مگر فی الحقیقت ایک خیال ہی ہوتا ہے اسی طرح اس کائنات کا حال ہے کہ اللہ تعالےٰ کے علم کی صورتیں ہیں مگر فی الحقیقت علم الٰہی عین ذات الٰہی ہے اس لیئے جو کچھ ہے ہمہ اوست ہی ہے۔ لہذا چاہیئے کہ ہماری خیالی صورتیں جن کی اصل ہمارا خیال ہے کبھی ہماری کنہ ذات کو نہیں پہنچ سکتا اور ہم اپنے ارادہ سے انہیں فنا کر سکتے ہیں اسی طرح یہ کائنات صرف صورت ہی صورت ہے وجود کی بو بھی ان صورتوں تک نہیں پہنچی کیونکہ وجود کبھی فنا نہیں ہو سکتا اور اس میں کبھی کچھ تغیر واقعہ نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ واحد ہے؛

۸ - وہ آپ ہی عاشق ہے اور آپ ہی معشوق ہے غیر تو عدم محض ہے وہ کیا فائدہ حاصل کر سکتا ہے؛

۱۱ - کچھ شک نہیں کہ ہماری ہستی ایک معما ہے۔ اس گتھی کو سلجھانا عقل کا کام نہیں خیالی اور قیاسی ڈھکوسلے ہیں جو استدلال کا کام ہے حقیقت کچھ اور ہے یعنے ہمہ اوست؛

۱
عیدست و موسم گل ساقی بیار بادہ
عید کا دن اور بہار کا موسم ہے اے ساقی شراب لا
ہنگام گل کہ دیدست بی می قدح نہادہ
گل کے وقت کس کو شراب کے بغیر قدح رکھے ہوئے دیکھا ہے

۲
زین زہد و پارسائی بگرفت خاطر من
اس زہد اور پارسائی سے میرا دل بیزار ہو گیا
ساقی پیالہ دہ تا دل شود کشادہ
اے ساقی پیالہ دے کہ دل شگفتہ ہو جائے

۳
واعظ کہ دی نصیحت میکرد عاشقان را
وہ واعظ جو کل عاشقوں کو نصیحت کرتا تھا
امروز دیدمش مست تقوی بباد دادہ
آج اس کو دیکھا مست تھا اور پرہیزگاری کو برباد کر دیا

۴
این یک دو روز دیگر گل را غنیمتے دان
یہ ایک دو روز اور گل کو غنیمت سمجھو؛
گر عاشقے طرب کن با ساقیان سادہ
اگر تو عاشق ہے سادہ رخ ساقیوں سے خوش رہ

۵
در مجلس صبوحی دانی چہ خوش نماید
صبح کی مجلس شراب میں جانتا ہے کیا چیز بھلی معلوم ہوتی ہے
عکس عذار ساقی بر جام می فتادہ

گل رفت ای حریفان غافل چرا نشینید موسم گل تو دوستو جاتا ہے اس طرح غافل	۶	بی بانگ رود وچنگ و بی یار و جام بادہ بغیر چنگ اور رباب کے نغمہ اور یار اور شراب کے کیا بیٹھے ہو
	۷	مطرب چو پردہ ساز د شاید اگر نخواند مطرب جب ساز کو درست کرے مناسب ہے کہ از طرز شعر حافظ در بزم شاہزادہ شاہزادہ کی محفل میں حافظ کی طرز کے شعر گائے

۵۔ ملاحظہ ہو شرح زیر شعر "عکس روئے تو چو در آئینہ جام افتاد" "صبوحی" ماخوذ ہے۔ صبح سے۔ اور "شراب صبح" کو صبوحی کہتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ "صبح" مراقبہ کا وقت ہے۔ اسوقت عذار ساقی یعنے وجہ مطلق کا عکس جو جام یعنی "عالم" پر پڑ رہا ہے۔ منکشف ہوتا ہے یعنے سالک ایسی حالت میں مشاہدہ کرتا ہے کہ وجہ مطلق کے عکس نے تمام عالم کثرت میں اپنا جلوہ ظاہر کیا ہے ۔

عیشم مدام ست از لعل دلخواہ معشوق کو لعل لب دلپذیر سے ہمیشہ عیش حاصل ہے	۱	کارم بکام ست الحمد للہ میرا کام مراد کے موافق ہے خدا کا شکر ہے
ای بخت سرکش تنگش ببر کش اے سرکش بخت اس کو بغل میں خوب دبا	۲	گہ جام زر کش گہ لعل دلخواہ کبھی زرین جام پی اور کبھی لعل لب کا بوسہ لے
مارا بمستی افسانہ کردند مجھے بدمستی میں بدنام کر دیا ہے	۳	پیران جاہل شیخان گمراہ جاہل پیروں اور گمراہ شیخوں نے
از قول زاہد کردیم توبہ زاہد کی باتوں سے میں نے توبہ کی	۴	و ز فعل عابد استغفر اللہ عابد کے فعل سے استغفار کرتا ہوں
جاناں چہ گویم شرح فراقت اے معشوق تیرے ہجر کا حال کیا کھول کر بیان کروں	۵	چشمے و صد نم جانی و صد آہ آنکھ پر آب ہے اور دل سے آہیں نکلتی ہیں

کافر مبیناد این غم که دیده است	۶	از قامتت سرو از عارضت ماه
یہ غم کوئی کافر نہ دیکھے		جو تیرے قد سے سرو اور تیرے عارض سے چاند نے دیکھا ہے
رو برنتابم از راه خدمت	۷	سر برندارم از خاک درگاه
میں تیری خدمت سے کبھی منہ نہ موڑوں		تیری درگاہ کی خاک سے سر نہ اٹھاؤں
از صبر عاشق خوشتر نباشد	۸	صبر از خدا خواه صبر از خدا خواه
عاشق کے صبر سے کوئی چیز خوشتر نہیں		خدا سے صبر مانگ خدا سے صبر مانگ
دلق ملمع زنار راه است	۹	صوفی نداند این رسم و این راه
ریاکاری کی گودڑی راستہ کا زنار ہے		صوفی یہ رسم و راہ نہیں جانتا
دی شب به ریش خوش بود وقتم	۱۰	از وصل جانان صد لوحش الله
کل رات اس کے روبرو کیا اچھا وقت بسر ہوا		وصل جاناں پر صد آفریں

۱۱	شوق رخت برد از یاد حافظ
	تیرے چہرہ کے شوق نے حافظ کی یاد سے
	ورد شبانه درس سحرگاه
	رات کا ورد اور صبح کا درس بھلا دیا

گر تیغ بارد در کوی آن ماه	۱	گردن نهادیم الحکم لله
اگر اس چاند (معشوق) کے کوچہ میں تلوار چلے		میں نے گردن رکھی ہوئی ہے خدا کا حکم ہی ایسا ہے
من رند و عاشق آنگاه توبه	۲	استغفر الله استغفر الله
میں رند اور عاشق اور پھر توبہ		استغفر اللہ استغفر اللہ
آیین تقوی ما نیز دانیم	۳	اما چه چاره با بخت گمراه
پرہیزگاری کے قاعدہ سے میں واقف ہوں		لیکن گمراہ بخت کا کیا علاج ہے

۴
ما شیخ و زاہد کمتر شناسیم
میں شیخ اور زاہد کو بالکل نہیں جانتا
یا جام بادہ یا قصہ کوتاہ
یا شراب کا جام ہو یا قصہ کوتاہ ہو

۵
مہر تو عکسے بر ما نیفگند
تیری محبت نے مجھ پر اپنا عکس نہ ڈالا
آئینہ رویا آہ از دلت آہ
اے آئینہ رو تیری سخت دلی پر افسوس ہے

۶
اَلصَّبرُ مُرٌّ وَالعُمرُ فَانٍ
صبر تلخ ہے اور عمر فانی ہے
یا لیت شعری حتیٰ م القاہ
کاش مجھے معلوم ہوتا کہ اسکی ملاقات کبتک ہوگی

۷
عاشق مخور غم گر وصل خواہی
اے عاشق غم نہ کھا اگر وصل چاہتا ہے
خوں بایدت خورد در گاہ و بیگاہ
خون گاہ و بیگاہ پینا چاہیے

حافظ نبودی زینگو نہ بیدل
حافظ اس طرح بیدل نہ ہوتا
گر می شنیدی پند نکو خواہ
اگر خیر خواہ کی نصیحت سن لیتا

۱
ماہ من پردہ بر انداختۂ یعنی چہ
اے میرے چاند تو نے پردہ چہرے سے ہٹا دیا یہ کیا؟
مست از خانہ بروں تاختۂ یعنی چہ
گھر سے مست ہو کر نکل کھڑا ہوا یہ کیا؟

۲
شاہ خوبانی و منظور گدایاں شدہ
تو خوبصورتوں کا بادشاہ ہے اور فقیروں کا منظور نظر ہو
قدر ایں مرتبہ نشناختۂ یعنی چہ
اس مرتبہ کی قدر و منزلت تو نے نہ پہچانی یہ کیا؟

۳
زلف در دست صبا گوش بہ پیغام رقیب
زلف ہوا کے ہاتھ میں اور کان رقیب کے پیغام پر
ایں چنیں با ہمہ در ساختۂ یعنی چہ
اس طرح سب کے ساتھ موافق ہے یہ کیا؟

۴
نہ سر زلف خود اول تو بدستم دادی
یا تو پہلے ہی زلف کو میرے ہاتھ میں نہ دینا تھا
بازم از پائے در انداختۂ یعنی چہ
اب مجھے پاؤں سے گرا دیا ہے یہ کیا؟

۵
سخنت رمز دہاں گفت و کمر سر میاں
تیرے سخن نے دہن کی رمز بتائی اور پیٹی نے کمر کا راز
در میاں تیغ بما آختۂ یعنی چہ
درمیان میں مجھ پر تلوار کھینچ رکھی ہے یہ کیا؟

هرکس از مهرهٔ مهر تو بنقشی مشغول ۶ عاقبت با همه در باخته یعنی چه

ہر ایک شخص تیری محبت کے مہرے ایک ایک بات میں مشغول ہے — آخر کار سب کو مات دی یہ کیا ؟

حافظا در دل تنگت چو فرود آید یار ۷ خانه از غیر نپرداخته یعنی چه

اے حافظ جب تیرے تنگ دل میں یار نازل ہوتا ہے — غیر سے گھر کو خالی نہ کیا یہ کیا ؟

نصیب من چو خرابات کرده است اله ۱ درین میانه بگو زاهدا مرا چه گناه

جب اللہ تعالے نے میری قسمت میں خرابات لکھا ہے — اے زاہد تو ہی بتا کہ اس میں میرا کیا گناہ ہے

کسی که در ازلش جام می نصیب افتاد ۲ چرا بحشر کنند این گناه را درخواه

جسکی قسمت میں ازل سے شراب کا جام لکھ دیا ہے — قیامت کے روز کس لئے اس گناہ کی بازپرس ہوگی

بگو بزاهد سالوس خرقه پوش دوروی ۳ که دست زرق دراز است و آستین کوتاه

مکار زاہد کو جو منافقت کا خرقہ پہنتا ہے کہو — کہ فریب کا ہاتھ لمبا ہے اور آستین کوتاہ ہے

تو خرقه را ز برای هوا می‌پوشی ۴ که تا بزرق بری بندگان حق از راه

تو خرقہ کو نفسانی خواہشات کیلئے پہنتا ہے — تاکہ فریب سے خدا کے بندوں کو گمراہ کرے

غلام همت رندان بی سر و پایم ۵ که هر دو کون نیرزد به پیششان یک کاه

میں بے سر و پا رندوں کی ہمت کا قائل ہوں — کہ دونوں جہان انکی نظر میں گھاس کا تنکہ بھی نہیں ہیں

مراد من ز خرابات چونکه حاصل شد ۶ دلم ز مدرسه و خانقاه گشت سیاه

جبکہ خرابات سے میری مراد حاصل ہوگئی — مدرسہ اور خانقاہ سے میرا دل سیاہ ہوگیا

برو گدائی در هر گدائی شو حافظ ۷ ترا این مراد نیابی مگر بشی لله

اے حافظ جا اور ہر ایک گدا کے دروازے کا فقیر بن — تجھ کو یہ مراد نہیں ملتی مگر شئے للہ کہنے سے

اے "خرابات" سے مراد وہ مقام ہے جہاں ہستی موہوم کا خانہ خراب ہوتا ہے اور محویت حاصل ہوتی ہے" جو عشق کا نتیجہ ہے۔ "زاہد" سے مراد فرشتے ہیں جن کو اپنی تسبیح و تہلیل پر بڑا ناز تھا اور کہا کہ آدم کو پیدا کرنے سے کیا فائدہ ہوگا! گویا انہوں نے یہ سمجھا ہوا تھا کہ یہی تسبیح و حمد و ثنا ہی ایک کام ہے جس کے لیے آدم پیدا ہو رہا ہے اور جن کو وہ بوجہ احسن کرتے ہیں خواجہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اے فرشتو (اور ممکن ہے کہ معلم الملکوت ہی مخاطب ہو) خدا نے حضرت انسان کو عشق کے لئے پیدا کیا ہے اس میں ہمارا کیا گناہ ہے اگر اللہ تعالیٰ تم پر ہمیں برتری دے اور جب روز ازل سے ہمیں اسی غرض سے پیدا کیا ہے اور جب ہم اس غرض کو پورا کر رہے ہیں تو کوئی وجہ نہیں کہ بروز حشر اس کی بازپرس ہو۔

۳ تا ۵ ان اشعار میں خواجہ رحمۃ اللہ نے ریاکاری کی خوب مٹی خراب کی ہے اور زاہد ریاکار یعنی شیطان یا شیطان سیرت آدم صورت منافقین پر خوب زہر اگلا ہے کہ لوگوں کا مال فریب اور دغا سے کھاتے ہیں اور خرقہ اس لئے پہنتے ہیں کہ فریب سے لوگوں کو گمراہ کریں دوستی کے لباس میں دشمنی کرتے ہیں ہاں تعریف کے قابل وہ لوگ ہیں جو دونوں جہانوں کے حظوظ نفسانی سے کنارہ کرتے ہیں اور خدا سے لو لگائے بیٹھے ہیں ایسے بزرگوں کا حلقہ بگوش ہونا چاہیئے جن کا ظاہر و باطن یکساں ہے "الفقر فخری" کے محرم راز ہیں بے سر و پا لیے دست و پا بھی فقرا ہیں جو کسی کو آزار نہیں دیتے نہ ان کے دماغ میں نخوت ہے اور نہ ان کے پاؤں لوگوں کے سروں پر ہیں۔

ے معنا اللہ خدا کیواسطے کوئی شے مانگنا۔ مطلب ہے کہ بارگاہ رب العزت کے ہر ایک گدا کی خدمت میں غلاموں کی طرح حاضر رہ اور ان مردان خدا کے دروازہ کی گدائی کر اور نہایت عاجزی سے استدعا کر کہ خدا کیلئے مجھے بھی دو سو ہیش مردکا لیے پامال

۱
وصال او ز عمر جاوداں بہ
اس کا وصل ہمیشہ کی عمر سے بہتر ہے
خداوندا مرا آں دہ کہ آں بہ
اے خدا مجھے وہ دے جو بہتر ہے

۲
بہ شمشیرم زد و با کس نگفتم
مجھے تلوار سے مارا میں نے کسی سے نہ کہا
کہ راز دوست از دشمن نہاں بہ
کہ دوست کا راز دشمن سے پوشیدہ اچھا ہے

۳
شبے میگفت چشم کس ندیدست
ایک رات کہا کہ کسی شخص کی آنکھ نے
ز مروارید گوشم در جہاں بہ
میرے کان کے موتی سے بہتر دنیا میں کوئی چیز نہیں دیکھی

۴
دلا دایم گدائے کوئے او باش
اے دل ہمیشہ اس کے کوچہ کا فقیر بن
بحکم آنکہ دولت جاوداں بہ
کیونکہ ہمیشہ رہنے والی دولت ہی بہتر ہے

۵
بخلدم زاہدا دعوت مفرمائے
اے زاہد بہشت میں مجھے نہ بلا
کہ ایں سیب زنخ زاں بوستاں بہ
کہ اس کی ٹھوڑی کا سیب اس باغ سے بہتر ہے

۶ بداغ بندگی مردن بدین در — بجان او که از ملک جهان به

اس کی جان کی قسم کہ غلامی کا داغ لے کر اس در پر مرنا — تمام جہان کی سلطنت سے بہتر ہے

۷ گلی کان پایمال سرو ما گشت — بود خاکش ز خون ارغوان به

وہ پھول جو میرے سرو (معشوق) کے پاؤں میں روندا گیا — اس کی خاک سرخ خون سے بہتر ہے

۸ خدا را از طبیب من بپرسید — که آخر کی شود این ناتوان به

خدا کے لئے میرے طبیب سے تو پوچھو — کہ آخر یہ ناتوان کب اچھا ہو گا

۹ جوانا سر متاب از پند پیران — که رای پیر از بخت جوان به

اے جوان بزرگوں کی نصیحت سے سر نہ پھیر — کہ بزرگ کی رائے جوان بخت سے اچھی ہے

۱۰ اگرچه زنده رود آب حیاتست — ولی شیراز ما از اصفهان به

اگرچہ "زندہ رود" (نام نہر) آب حیات ہے — لیکن میرا شیراز اصفہان سے اچھا ہے

۱۱ سخن اندر دهان دوست گوهر

دوست کے منہ میں بات موتی ہے

ولیکن گفته حافظ از آن به

لیکن حافظ کا کلام اس سے بہتر ہے

---

۱ آن غالیه خط گر سوی ما نامه نوشتی — گردون ورق هستی ما در ننوشتی

اگر وہ معطر زلفوں والا میری طرف خط لکھتا — آسمان میری ہستی کا ورق تہ نہ کرتا

۲ هرچند که هجران ثمر وصل برآرد — دهقان ازل کاش که این تخم نکشتی

ہرچند ہجر کو وصل کا پھل لگتا ہے — کاش ازل کا دہقان یہ بیج ہی نہ بوتا

۳ آمرزش نقدست کسی را که در اینجا — یاریست چو حوری و سرایی چو بهشتی

جس کسی کو اس جگہ حور جیسا معشوق اور — بہشت جیسا گھر ملا ہوا ہے بخشش نقد اس کو حاصل ہے

۴ مفروش بباغ ارم ونخوت شداد
ارم کے باغ اور شداد کے تکبر کے عوض مت بیچ
یک شیشہ مئی صاف لبی ولب کشتی
لب صاف کی شراب کا ایک شیشہ اور کشتی کا کنارہ

۵ تنہا نہ منم کعبۂ دل بتکدہ کردہ
صرف میں نے کعبہ دل کو بت خانہ نہیں بنایا
در ہر قدمے صومعہ ہست وکنشتی
ہر ایک قدم پر خانقاہ اور مندر ہے

۶ در مصطبۂ عشق تنعم نتواں کرد
عشق کے شراب خانہ میں آرام میسر نہیں ہو سکتا
چوں بالش زر نیست بسازیم بخشتی
جب سونے کا سرہانہ نہیں ہے تو اینٹ سے گذارہ ہو سکتا ہے

۷ کلکت کہ مریزاد زبان شکرینش
تیری کلک نے کہ اس کی میٹھی زبان چلتی رہے
مہر از تو ندید ار نہ جوابے بنوشتی
تجھ سے محبت نہیں دیکھی ورنہ جواب لکھتی

۸ معمار وجود ار نہ زدی رنگ تو از عشق
اگر معمار وجود عشق سے تیرے رنگ کا نقش نہ بناتا
در آب محبت گل آدم نہ سرشتی
محبت کے پانی میں آدم کی مٹی کا خمیر نہ کرتا

۹ تا کی غم دنیائے خوری ایدل ناداں
کب تک اے ناداں دل کمینہ دنیا کا غم کھائے گا
حیف ست ز خوبی کہ شود عاشق زشتی
تیری خوبی پر افسوس ہے کہ برے پر عاشق ہوا ہے

۱۰ آلودگی خرقہ خرابے جہاں ست
تیری گودڑی کا آلودہ ہونا جہان کی خرابی ہے
کو راہروے پاک دلی خوب سرشتی
راہرو پاک دل نیک سرشت کہاں کہ صاف کردے

۱۱ از دست چرا ہشت سر زلف تو حافظ
تیری زلف کو حافظ نے ہاتھ سے کس لئے چھوڑ دیا
تقدیر چنیں بود چہ کردے کہ نہشتی
تقدیر ہی ایسی تھی اگر نہ چھوڑتا تو کیا کرتا

۱ اتت روائح رند الحمی وزاد غرامی
چراگاہ کے درختوں کی خوشبو آرہی ہے اور میرا شوق زیادہ ہو رہا ہے
من المبلغ عنی الی سعاد سلامی
کون ہے جو سعاد کی طرف میرا سلام لے جائے

پیام دوست شنیدن سعادتست و سلامت | ۲ | فدای خاک در دوست باد جان گرامی

دوست کا پیغام سننا سعادت اور سلامتی ہے — دوست کے دروازہ کی خاک پر پیاری جان عزیز فدا ہو جائے

بیا بشام غریبان و آب دیدهٔ من بین | ۳ | بسان بادهٔ صافی در آبگینهٔ شامی

شام غریباں کی طرف آ اور میری آنکھ کا پانی دیکھ — جس طرح شامی شیشہ میں صاف شراب ہوتی ہے

اذا تغرد عن ذی الاراک طائر خیر | ۴ | فلا تفرد عن روضها انین حمامی

جس وقت ذی الاراک کے قریب نیک طائر چہچہے — اس کے روضہ سے میری کبوتر کی فریاد دور نہ ہو

خوشا دمی که در آئی و گویمت بسلامت | ۵ | قدمت خیر قدوم نزلت خیر مقامی

کیا اچھا وہ وقت ہے جب تو داخل ہو اور میں کہوں سلامتی سے آیا — تیرا آنا اچھا آنا ہے اور تو اچھے مقام سے آیا ہے

بسی نماند که روز فراق ما بسر آید | ۶ | رأیت من هضبات الحمی قباب خیامی

اب تھوڑا زمانہ رہ گیا ہے کہ فراق کے دن کٹ جاوینگے — قریب ہے کہ ہجر کے دن گذر جائینگے اور فرقت کی جگہ وصال ہوگا

من ار چه هیچ ندارم سزای خدمت شاهان | ۷ | ز بهر کار صوابم قبول کن بغلامی

اگرچہ میرے پاس بادشاہوں کے لائق کوئی چیز نہیں ہے — کار ثواب کے لئے مجھے غلامی میں قبول کر

امید هست که زودت بکام خویش ببینم | ۸ | تو شاد گشته بفرماندهی و من بغلامی

امید ہے کہ تو جلدی میری مراد بر لائے گا — تو خوش خوش حکومت کریگا اور میں غلامی کرونگا

بعدت منک و قد صرت ذائبا کهلال | ۹ | اگر چه روی چو ماهت ندیده‌ام بتمامی

میں تجھ سے دور ہوا اور بے شک ہلال کی مانند ہو گیا — اگرچہ تیرا چہرہ چاند جیسا سیر ہو کر نہ دیکھا

وان دعیت بخلد و صرت ناقض عهد | ۱۰ | فما تطیب نفسی و ما استطاب منامی

اگر مجھ کو لحد میں رکھیں اس حالت میں کہ میں عہد شکن ہوں — نہ نفس پاک نہ ہوگا اور میری نیند خوش نہ ہوگی

چو سلک در خوشابست شعر نغز تو حافظ | ۱۱ | که گاه لطف سبق میبرد ز نظم نظامی

چونکہ تیرے شعروں کی نظم اے حافظ آبدار موتیوں کی لڑی ہے — لطافت میں کبھی کبھی نظامی کی نظم سے سبقت لیجاتی ہے

۱

اکنوں کہ زگل باز چمن شد چو بہشتی
اب پھر چمن گل کے باعث بہشت بن گیا ہے

ساقی مئی گلگوں بہ طلب بر لب کشتی
اے ساقی شراب گلگوں کشتی کے کنارہ پر طلب کر

۲

زنگ غمت از دل می گلرنگ زداید
تیرے غم کا زنگ گلرنگ شراب دور کریگی

بشنو کہ چنیں گفت مرا پاک سرشتی
سن کہ مجھے ایک نیک خصلت نے اسیطرح فرمایا ہے

۳

گر محتسبت بر کدو بادہ زند سنگ
اگر تیرا کوتوال شراب کے کدو پر پتھر مارے

بشکن تو کدوئے سر او نیز بخشتی
تو بھی اسکے سر کا کدو اینٹ سے پھوڑ ڈال

۴

جہل من و علم تو فلک را چہ تفاوت
میری جہالت اور تیرا علم آسمان کے نزدیک برابر ہے

آں را کہ بصر نیست چہ خوبی و چہ زشتی
جس کی آنکھ ہی نہیں اس کے نزدیک خوبصورت اور بدصورت برابر ہیں

۵

زاہد نکنم نسیہ حکایت کہ بنقدم
اے زاہد میں تیری حکایت پر ادہار کہا کر نہیں بیٹھونگا

ترکیست چو حوری و سرائی چو بہشتی
کہ آج مجھے نقد حور جیسا معشوق اور بہشت جیسا گھر ملا

۶

برخاک رہ خواجہ کہ ایوان کمال است
خواجہ کے راستہ کی خاک میں جو کہ کمال کا گھر ہے

گر بالش زر نیست بسازیم بخشتی
اگر زر کا تکیہ نہیں ہے اینٹ سے گذارہ کریں گے

۷

ترسا بچہ دوش ہمیگفت کہ حافظ
کل ہندو بچہ کہہ رہا تھا کہ افسوس ہے کہ حافظ

حیف است کہ ہر دم کند آہنگ کنشتی
ہر وقت مندر کا ارادہ کرتا ہے ؛

۵۔ اسی مضمون کو ایک مقام پر اس طرح لکھا ہے کہ
؛ آمرزش نقد است کسے را کہ دریںجا + یارے ست چو حورے و سرائے چو بہشتی ؛

۷۔ ترسا کے معنے اصل میں "راہب" ہے اور لفظ ترس سے مشتق ہے جس کے معنے ڈرنا ہے ترسا کا عربی ترجمہ راہب ہے یا راہب کا ترجمہ ترسا ہے۔ اس شعر میں ترسا کے معنے راہب نہیں بلکہ آتش پرست ہیں اور غالباً یہ لفظ ترکی ہے ؛ +

مصرع اول	نمبر	مصرع دوم
اے باد نسیم یار داری اے ہوا کے جھونکے یار کی زلف کی	۱	زاں نفحہ مشکبار داری خوشبو تیری پاس ہے
زنہار مکن دراز دستی ہرگز دراز دستی نہ کر	۲	با طرۂ او چہ کار داری اس کی زلف سے تیرا کیا کام ہے
ای گل تو کجا و روئی زیباش اے گل تو کہاں اور اس کا رخ زیبا کہاں	۳	او مشک تر و تو خار داری وہ مشک تر اور تو کانٹے رکھتا ہے
ریحان تو کجا و خط سبزش تیرا ریحان کہاں اور اس کا سبز خط کہاں	۴	او تازہ و تو غبار داری وہ تازہ ہے اور تو غبار رکھتا ہے
نرگس تو کجا و چشم مستش نرگس تو کہاں اور اسکی مست آنکھ کہاں	۵	او سرخوش و تو خمار داری وہ سرخوش ہے تو خمار رکھتی ہے
ای سرو تو با قد بلندش اے سرو تو اس کے بلند قد کے سامنے	۶	در باغ چہ اعتبار داری باغ میں کیا اعتبار رکھتا ہے
ای عقل تو با وجود عشقش ای عقل تو اس کے عشق کے باوجود	۷	در دست چہ اختیار داری کیا اختیار رکھتی ہے

۸

روزی برسی بوصل حافظ
اے حافظ کسی دن وصل نصیب ہوگا
گر طاقت انتظار داری
اگر انتظار کی طاقت رکھتا ہے

مصرع اول	نمبر	مصرع دوم
ای بیخبر بکوش کہ صاحب خبر شوی اے غافل کوشش کر کہ صاحب خبر بن جائیگا	۱	تا راہ بین نباشی کے راہبر شوی جب تک راہ نہ دیکھیگا کب راہبر بنیگا

در مکتب حقائق پیش ادیب عشق
حقیقت کے مدرسہ میں عشق کے استاد کے سامنے

۲ هان ای پسر بکوش که روزی پدر شوی
اے بیٹے کوشش کر کہ کسی دن باپ بن جائیگا

دست از مس وجود چو مردان راه بشوی
مرد آدمیوں کی طرح وجود کے تانبے سے ہاتھ دھو ڈال

۳ تا کیمیای عشق بیابی و زر شوی
تا کہ عشق کی کیمیا حاصل ہو اور تو زر بن جاوے

خواب و خورت ز مرتبه عشق دور کرد
تیری نیند اور خوراک نے تجھے عشق کے مرتبے سے دور کر دیا

۴ آن دم رسی بدوست که بیخواب و خور شوی
یار کے پاس اسوقت پہنچیگا جب سونا اور کہانا پینا چھوڑ دیگا

گر نور عشق حق بدل و جانت اوفتد
اگر حق عشق کا نور تیرے دل اور جان پر پڑے

۵ بالله کز آفتاب فلک خوبتر شوی
خدا کی قسم آسمان کے آفتاب سے بہتر بن جائیگا

از پای تا سرت همه نور خدا شود
تو سر سے لے کر پاؤں تک تمام خدا کا نور ہو جائیگا

۶ در راه ذو الجلال چو بی پا و سر شوی
اگر ذوالجلال کے رستے میں بغیر پاؤں اور سر کے ہوگا

بنیاد هستی تو چو زیر و زبر شود
جب تیری ہستی کی بنیاد زیر و زبر ہو گی؛

۷ در دل مدار هیچ که زیر و زبر شوی
دل میں خیال تک نہ لانا کہ تو خراب ہو گا؛

۸ گر در سرت هوای وصالست حافظا
اے حافظ اگر تیرے سر میں وصل کی خواہش ہے

باید که خاک درگه اهل بصر شوی
تو اہل بصر کے دروازہ کی خاک بن جا؛

۱۔ اس غزل میں خواجہ حافظ رح نے سلوک کے تمام مرحلے دکہا دیے ہیں اول سالک کو مجاہدہ نفس کرنا چاہیے؛
۲۔ اور مرشد کے عشق میں فنائے المرشد ہو کر؛
۳۔ اپنی ہستی موہومہ کو فنا کرنا چاہیے؛
۴۔ یہ اس وقت حاصل ہو سکتا ہے کہ ہمہ تن ایک طرف متوجہ ہو اور خواہشات نفسانی کو ترک کرے؛
۵ اس کے بعد جب عشق کا نور قلب میں پیدا ہو گا، آفتاب میں بھی وہ روشنی نہیں جو اسکے وجود سے ہو گی؛
۶۔ جب ہستی موہومہ بالکل منقطع ہو جائے گی تو سہ
؎ این رفت ز میان خدا ماند خدا ٭ الفقر اذا تم هو الله این است

۷- فنا کے بعد بقا حاصل ہوگی یہ خیال نہ کرنا چاہیئے فنا ہو کر معدوم ہو جائے گی۔
۸- آخر میں سالکوں کو نصیحت ہے کہ اگر یہ مراحل طے کرنا چاہتے ہو تو کسی کامل آدمی کے ہاتھ پر بیعت کرو اس سے زیادہ صاف صاف الفاظ میں اور کیا کہا جائے۔

---

۱ ای پادشہ خوبان داد از غم تنہائی — دل بی تو بجان آمد وقت است کہ باز آئی
اے خوبصورتوں کے سردار تنہائی کے غم سے فریاد کرتا ہوں — تیرے بغیر دل تنگ آگیا ہے اب وقت ہے واپس آئیے

۲ ای درد توام درمان در بستر ناکامی — وی یاد توام مونس در گوشہ تنہائی
تیرا درد ناکامی کے بستر پر میرا علاج ہے۔ — تیری یاد تنہائی کے کونہ میں میری غمخوار ہے۔

۳ مشتاقی و مہجوری دور از تو چنانم کرد — کز دست بخواہد شد پایان شکیبائی
تیرے اشتیاق اور ہجر نے مجھے تجھسے دور رکھ کر ایسا بنا دیا ہے کہ — میرے ہاتھ سے صبر کا دامن نکل جائے گا۔

۴ دایم گل این بستان شاداب نمی ماند — دریاب ضعیفان را در وقت توانائی
اس باغ کا پھول ہمیشہ تر و تازہ نہیں رہتا — توانائی کے وقت کمزوروں پر مہربانی کر۔

۵ صد باد صبا اینجا بی سلسلہ می رقصند — اینست حریف ای دل تا بادیہ پیمائی
سو باد صبا اس جگہ بغیر سلسلہ کے رقص کرتی ہیں — اے دل یہی تیرا حریف ہے اگر بادیہ پیمائی کرے گا

۶ در دائرہ قسمت ما نقطہ پرکاریم — لطف آنچہ تو اندیشی حکم آنچہ تو فرمائی
قسمت کے دائرہ میں ہم پرکار کا نقطہ ہیں (مجبور ہیں) — مہربانی وہی ہے جو تو کرے اور حکم وہی ہے جو تو فرمائے

۷ فکر خود و رائی خود در عالم رندی نیست — کفرست درین مذہب خود بینی و خود رائی
اپنی فکر اور رائے رندی کی دنیا میں نہیں ہے — اس مذہب میں خود بینی اور خود رائی کفر ہے

۸ یارب بکہ بتوان گفت این نکتہ کہ در عالم — رخسارہ بکس ننمود آن شاہد ہرجائی
اے خدا یہ بات کس سے بیان کریں کہ دنیا میں — حاضر و ناظر معشوق نے کسی کو اپنا چہرہ نہیں دکھلایا

۹ دی شب گلہ زلفت با باد صبا گفتم — گفتا غلطی بگذر زین فکرت سودائی
کل رات تیری زلف کی شکایت باد صبا سے کی۔ — جواب دیا کہ تیرا خیال غلط ہے اس دیوانگی سے باز آ

١٠

ساقی چمن گل رابی روی تو رنگی نیست
اے ساقی گل کے باغ کو تیرے بغیر رنگ نہیں ہے

شمشاد خراماں کن تا باغ بیارائی
اپنا شمشاد جیسا قد دکھلا کہ تا باغ کی رونق ہو

١١

زیں دایرۂ مینا خونیں جگرم مے دہ
اس آسمان میں خون جگر پیتا ہوں شراب دے

تا حل کنم ایں مشکل زیں ساغر مینائی
تا کہ اس ساغر مینائی سے مشکل حل کروں

١٢

حافظ شب ہجراں شد بوی خوش صبح آمد
اے حافظ ہجر کی رات کٹ گئی صبح کی خوشبو آ رہی ہے

شادیت مبارکباد ای عاشق شیدائی
تجھے خوشی مبارک ہو اے شیدائی عاشق

١

ای در رخ تو پیدا انوار پادشاہی
تیری وہ عالیشان ہے کہ تیرے چہرہ میں پادشاہی کا نور چمکتا ہے

در فکرت تو پنہاں صد حکمت الٰہی
اور تیرے فکر میں خدا تعالےٰ کی سو حکمت پوشیدہ ہیں

٢

کلک تو بارک اللہ در ملک و دیں گشادہ
تیری کلک پر اللہ کی برکت ہو جس نے دین اور دنیا کا ملک فتح کیا

صد چشمہ آب حیواں از قطرہ سیاہی
سیاہی کے قطرے سے آبحیات کے سو چشمے پیدا کر دیئے

٣

بر اہرمن نتابد انوار اسم اعظم
شیطان پر اسم اعظم کا نور نہیں چمکتا ہے

ملک آن تست و خاتم فرما ہر آنچہ خواہی
سلطنت اور خاتم تیری ملکیت ہے حکم کر جو کچھ کرنا چاہتا ہے

٤

در حشمت سلیماں ہر کس کہ شک نماید
سلیمان کی جاہ و جلال میں جو شخص شک کرتا ہے

بر عقل و دانش او خندند مرغ و ماہی
اس کی عقل اور دانائی پر جانور اور مچھلیاں بھی ہنستی ہیں

٥

تیغی کہ آسمانش از فیض خود دہد آب
وہ تلوار جس کو آسمان اپنے فیض سے آب دیتا ہے

تنہا جہاں بگیرد بے منت سپاہی
تمام جہان بغیر سپاہی کے مدد کے فتح کرتی ہے

٦

گر پرتوی ز تیغت بر کان و معدن افتد
اگر تیری تلوار کا سایہ کان اور معدن پر پڑے

یاقوت سرخ رو را بخشند رنگ کاہی
سرخ رو یاقوت کو گھاس کا رنگ مل جائے

۷ دانم دلت ببخشد بر اشک شب نشینان — گر حال ما بپرسی از باد صبحگاهی

میں جانتا ہوں کہ اگر تو باد صبا سے ہمارا حال دریافت کریگا — تو رات کے وقت گریہ کرنے والوں پر تیرا دل رحم کھائیگا

۸ ساقی بیار آبی از چشمهٔ خرابات — تا خرقه‌ها بشوئیم از عجب خانقاهی

اے ساقی خرابات کے چشمہ سے پانی لا — تاکہ خانقاہ کے غرور کو خرقہ سے دھو ڈالیں

۹ بازار چه گه گاهی بر سر نهد کلاهی — مرغان قاف دانند آئین پادشاهی

اگرچہ باز بھی کبھی سر پر ٹوپی رکھتا ہے — مگر کوہ قاف کے مرغ بادشاہی کے دستور سے واقف ہیں

۱۰ در دودمان آدم تا اوست سلطنت — مثل تو کس ندیدست این علم را کماهی

جب سے آدم علیہ السلام کی نسل میں سلطنت کا قاعدہ ہے — اس علم بادشاہی کو تیری طرح کسی نے نہ جانا

۱۱ کلک تو خوش نویسد در شأن یار و اغیار — تعویذ جانفزائی افسون عمرکاهی

تیرا قلم اپنے اور بیگانوں کے حق میں خوب لکھتا ہے — جانفزائی کا تعویذ اور عمر گھٹانے کا جادو ہے

۱۲ عمریست پادشاها کز می تهیست جامم — اینک ز بنده دعوی و از محتسب گواهی

اے بادشاہ عمر گذر گئی کہ میرا پیالہ شراب سے خالی ہے — یہ تو میرا دعوےٰ اور محتسب کی گواہی اسکی تائید میں ہے

۱۳ ای عنصر تو مخلوق از کیمیای عزت — وای دولت تو ایمن از صدمت تباهی

تیرا وجود عزت کی کیمیا سے بنا ہے۔ — تیری دولت تباہی کے صدمہ سے محفوظ ہے

۱۴ جائیکه برق عصیان بر آدم صفی زد — ما را چگونه زیبد دعوی بیگناهی

جہاں گناہ کی بجلی آدم صفی اللہ پر بھی گری — ہمارے لئے زیبا نہیں کہ بیگناہی کا دعویٰ کریں

۱۵ یا ملجأ البرایا یا واهب العطایا — عطفاً علی مقلٍّ حلّت به الدواهی

اے مخلوق کے پشت پناہ اور بخشش بخشنے والے — درویش پر مہربانی کر کہ زمانہ کی ہوائیں سخت ہیں

۱۶ جور از فلک نیاید تا تو ملک صفاتی — ظلم از جهان برون شد تا تو جهان پناهی

آسمان ظلم نہیں کر سکتا جبتک تیرا ملکوتی وجود ہے — جبتک تو جہان کا پشت پناہ ہے جہان سے ظلم اٹھ گیا

۱۷	**حافظ چو دوست از تو گہ گاہ میبرد نام** اے حافظ جب دوست کبھی کبھی تیرا نام لیتا ہے **رنجش ز بخت منما باز آ بعذر خواہی** قسمت کی شکایت نہ کر اور عذر پیش کر	

۱۔ اس نعتیہ غزل میں خواجہ حافظ رحمۃ اللہ علیہ نے وہ کمال دکھایا ہے کہ میری نظر سے کسی شاعر کی غزل اس پایہ کی نہیں گذری۔ ہر ایک لفظ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عشق کی بو آتی ہے اور تعریف کے پیرایہ میں اپنی محبت کا اظہار کیا ہے فرماتے ہیں کہ بادشاہی کا نور آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرہ مبارک سے ظاہر اور آپ کی رائے مبارک میں خدا تعالے کی حکمتیں پوشیدہ ہیں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

۲۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو رہبانیت نہیں سکھائی کہ تارک دنیا ہو کر جنگلوں میں وحشیانہ زندگی بسر کریں بلکہ دین اور دنیا دونوں میں سرخروئی حاصل کرنے کا طریقہ بتایا ہے دنیا دار تو آخرت میں تباہ ہوگا اور رہبان اس دنیا میں تباہ ہے۔ یہ جوگی تپسی گویا اس دنیا میں آئے ہی نہیں مگر اسلام ایک ایسا مذہب ہے جو دنیا میں زندہ رہنے اور آخرت میں ہمیشہ کی زندگی حاصل کرنے کی تعلیم کرتا ہے۔

۳۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وہ شان کہ خواجہ حافظ رحمۃ اللہ نے آپ کو سلیمان علیہ السلام سے تشبیہ دی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت سلیمان کے پاس خاتم یعنے انگشتری تھی جس پر اسم اعظم کندہ تھا اور اس کی برکت کے باعث وہ انسانوں اور جنوں اور حیوانوں اور جانوروں بلکہ آب و ہوا پر بھی حکومت کیا کرتے تھے۔ خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ وہ انگشتری تو ایک جن کے ہاتھ لگی اور حضرت سلیمان علیہ السلام کو تخت و تاج سے جواب مل گیا۔ خاتم الانبیا کے پاس وہ مہر نبوت ہے کہ جسکے گم ہونیکا اندیشہ ہی نہیں ہے اسلیئے آپکی حکومت ابدالاباد اور آپکی سلطنت ہمیشہ رہے گی۔

۴۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پھر حضرت سلیمان علیہ السلام سے تشبیہ دیتے ہیں کہ وہ کیسا کور باطن ہے کہ آپ کی نبوت پر شک کرتا ہے اسکی عقل پر مرغ و ماہی بھی ہنستے ہیں کہ اس جاہل کو اتنی خبر نہیں کہ آنحضرت کی مثل نہ کوئی ہوا نہ ہوگا۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔

۵۔ نادان اعتراض کرتے ہیں کہ اسلام کی اشاعت تلوار کے زور سے ہوئی خواجہ حافظ رحمۃ اللہ علیہ جواب دیتے ہیں کہ یہ وہ تلوار ہے جس کو خود اللہ تعالے کی رحمت نے آب دیا ہے اس کو خود حاجت نہیں کہ کسی سپاہی کی مدد طلب کرے یعنے اسلام تو سراسر اللہ تعالے کی رحمت ہے دنیا سے خونریزی دور کرنے آیا ہے اور خود بخود بغیر کسی کی امداد کے پھیل رہا ہے۔ اللہ اسکا محافظ اور نگہبان ہے۔

۶۔ تیری تلوار کی وہ ہیبت ہے کہ اگر کان یاقوت پر اس کا سایہ پڑے لعل کا رنگ زرد ہو جاوے یہی تلوار اسلام ہے کہ کوئی مذہب اس کے مقابلہ میں نہیں ٹھیر سکتا۔

۷۔ خواجہ حافظ رحمۃ اللہ علیہ اپنا حال بیان کرتے ہیں کہ منتظر ہوں کہ آپ اپنا دیدار دکھاویں۔

۹۔ اگرچہ بنی اسرائیل اور دیگر قوموں نے بھی سلطنت کی ہے اور کلاہ خسروی سر پر رکھا مگر حق تو یہ ہے کہ

جس طرح خلفاء نے بادشاہی کی ہے اس کا نظیر نہیں ہے۔

۹۔ مورخین نے موجودہ اقوام عالم کی تقسیم میں نسل ثلث کو دیگر اقوام پر فضیلت دی ہے اس نسل کی تین شاخیں ہیں جس کو سامی اور حامی اور آریہ کہتے ہیں شامی عراقی فینقی عربی وغیرہ سامی ہیں۔

۱۰۔ بلکہ یہ کہنا چاہیے کہ حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد میں جب سے سلطنت ہے تیرے جیسا علم شاہی کسی کو نصیب نہ ہوا۔ مطلب یہ ہے کہ کل انبیاء کو شان حاصل نہ ہوئی جو آنحضرت صلعم کو حاصل ہے آپ کی سلطنت قیامت تک رہے گی۔

۱۱۔ فی زمانا یہ شعر ایک پیشگوئی ثابت ہوا ہے ہندوستان میں ہی دیکھ لو کہ مسلمانوں کی تعداد دن بدن بڑھ رہی ہے اور دیگر مذاہب کے مقلدوں کا شمار کم ہو رہا ہے۔

۱

ای دل آن به که خراب از می گلگون باشی

اے دل تیرے لئے یہ بہتر ہے کہ سرخ شراب سے مست ہو جائے

بی زر و گنج بصد حشمت قارون باشی

باوجود بے زری اور بغیر خزانہ کے قارون کی سی جاہ و جلال حاصل کرے

۲

در مقامی که صدارت بفقیران بخشند

اس جگہ جہاں فقیروں کو کرسی نشین کرتے ہیں

چشم دارم که بجاه از همه افزون باشی

میں امید کرتا ہوں کہ جاہ و جلال میں تو سب سے بڑھ کر رہیگا

۳

تاج شاهی طلبی گوهر ذاتی بنما

اگر بادشاہی کا تاج طلب کرتا ہے ذاتی خوبی ظاہر کر

ور خود از گوهر جمشید و فریدون باشی

ور نہ جمشید اور فریدون کی نسل سے ہو تو بھی فائدہ نہیں ہے

۴

در ره منزل لیلی که خطرهاست بجان

لیلی کی منزل میں جان کا خطرہ ہے اس راستہ میں

شرط اول قدم آن ست که مجنون باشی

پہلے قدم کی شرط یہ ہے کہ تو مجنوں ہو۔

۵

کاروان رفت و تو در خواب و بیابان در پیش

کارواں گذر گیا اور تو سویا ہوا ہے اور جنگل سامنے پڑا ہے

کی روی ره ز که پرسی چه کنی چون باشی

کب تو رستہ پر چلیگا کس سے پوچھیگا کیا کریگا تیرا حال کیا ہوگا۔

۶

نقطهٔ عشق نمودم بتو هان سهو مکن

میں نے تجھے عشق کا نقطہ بتادیا یاد رکھ بھول نہ جانا

ور نه چون بنگری از دایره بیرون باشی

اگر خیال نہ رکھیگا اس دائرہ سے باہر ہو جائیگا

۷

ساغری نوش کن و جرعه بر افلاک فشان

پیالہ پی اور ایک گھونٹ آسمان پر چھڑک دے

تا بچند از غم ایام جگرخون باشی

کب تک دنیا کے غم میں خون جگر پیئے گا۔

۸

حافظ از فقر مکن ناله که گر شعر اینست

اے حافظ تنگدستی سے فریاد نہ کر اگر ایسے ہی شعر ہیں

هیچ خوشدل نپسندد که تو محزون باشی

تو کوئی شخص یہ پسند نہ کریگا کہ تو غمگین ہو۔

۱

ای دل بکوی عشق گذاری نمیکنی

اے دل عشق کے کوچہ میں گذر نہیں کرتا ہے۔

اسباب جمع داری و کاری نمیکنی

تیرے پاس اسباب جمع ہیں اور تو کوئی کام نہیں کرتا

۲

چوگان کام در کف و گوئے نمیزنی

مراد کا چوگان تیرے ہاتھ میں ہے اور گیند کو نہیں مارتا

بازی چنیں بدست و شکاری نمیکنی

اس طرح کا باز ہاتھ میں ہے اور شکار نہیں کرتا

۳

ایں خوں کہ موج میزند اندر جگر چرا

اس خون کو جو جگر میں موج مارتا ہے کس لئے

در کار رنگ و بوئے نگاری نمیکنی

معشوق کے رنگ و بو میں کام میں نہیں لاتا؛

۴

مشکیں ازاں نشد دم خلقت کہ چوں صبا

تیرے وجود کا سانس اس لئے خوشبودار نہیں ہوا کہ صبا کی طرح

بر خاک کوئے دوست گزاری نمیکنی

دوست کے کوچہ کی خاک پر نہیں جاتا؛

۵

گر دیگراں بجاں غم جاناں خریدہ اند

اگر اوروں نے جان سے جاناں کا غم خرید کیا ہے؛

اے دل تو ایں معاملہ باری نمیکنی

اے دل تو یہ سودا کیوں نہیں کرتا ہے۔

۶

ترسم کزیں چمن نبری آستین گل

میں ڈرتا ہوں کہ اس چمن سے گل کا دامن نہ حاصل کریگا

کز گلبنش تحمل خاری نمیکنی

کہ اس کی شاخ سے کانٹے کی برداشت نہیں کرتا

۷

در آستین کام تو صد نامہ مندرج

تیری مراد کی آستین میں سو نامہ درج ہیں؛

آں را فدائے طرۂ یاری نمیکنی

اس کو معشوق کی زلف کے نثار کیوں نہیں کرتا

۸

ساغر لطیف و دلکش و می افگنی بخاک

ساغر لطیف اور دلکش اور تو خاک میں ڈالتا ہے

و اندیشہ از بلائے خماری نمیکنی

اور خمار کی بلا کا فکر نہیں کرتا؛

۹

حافظ برو کہ بندگی بارگاہ دوست

حافظ تو جا کہ دوست کی بارگاہ میں

گر جملہ می کنند تو باری نمیکنی

اگر تمام بندگی کرتے ہیں تو کیوں نہیں کرتا

۱
ای دل اگر از چاه زنخدان بدر آئی
اگر اے دل تو چاہ زنخدان سے باہر نکل آئے
هر جا که روی زود پشیمان بدر آئی
تو جس جگہ جائے گا جلدی پشیمان ہوگا۔

۲
هشدار که گر وسوسهٔ عقل کنی گوش
خبردار اگر عقل کے وسوسہ پر کان دھریگا؛
آدم صفت از روضهٔ رضوان بدر آئی
آدم کی طرح بہشت کے باغ سے باہر نکل جائیگا

۳
تا کے چو صبا بر تو گمارم دم همت
کب تک میں صبا کی طرح تجھ پر دم پھونکوں؛
کز غنچه چو گل خرم و خندان بدر آئی
کہ کلی سے پھول بن کر خوش و خرم باہر آئے

۴
در تیره شب هجر تو جانم به لب آمد
تیری ہجر کی اندھیری رات میں میری جان لب پر آگئی؛
وقت ست که همچون مه تابان بدر آئی
یہ وقت ہے کہ چاند روشن کی طرح باہر آئے

۵
جان میدهم از حسرت آن لعل روان‌بخش
اس لعل لب کی حسرت سے میں جان دیتا ہوں
باشد که چو خورشید درخشان بدر آئی
مناسب ہے کہ روشن آفتاب کی طرح باہر آئے

۶
شاید که به آبی فلکت دست بگیرد
ممکن ہے کہ پانی کے گھونٹ سے آسمان تیری دستگیری کرے
گر تشنه لب از چشمهٔ حیوان بدر آئی
اگر تو پیاسا آبحیات کے چشمے سے واپس آئے

۷
در خانهٔ غم چند نشینی بملامت
غم کے گھر میں کب تک ملول ہو کر بیٹھے گا؛
وقت ست که از دولت سلطان بدر آئی
اب وقت ہے کہ سلطان کی دولت سے باہر آئے

۸
بر خاک درت بسته ام از دیده دو صد جوی
تیرے دروازہ کی خاک پر آنکھوں سے دو سو ندیاں بہادیں
باشد که تو چون سرو خرامان بدر آئی
مناسب ہے کہ تو سرو خراماں کی طرح باہر نکل آئے

۹
حافظ مکن اندیشه که آن یوسف مصری
اے حافظ فکر نہ کر کہ وہ یوسف مصری؛
باز آید و از کلبهٔ احزان بدر آئی
واپس آئے گا اور تو غم کی جھونپڑی سے نکلے گا۔

۲۔ اس شعر میں خواجہ حافظ رحمۃ اللہ علیہ نے ایک عجیب نکتہ بیان فرمایا ہے۔ کہ حضرت آدم علیہ السلام بہشت

عقل کے وسوسہ کے باعث نکالے گئے اور یہی شیطان ہے۔

توریت میں بھی اس امر کی تائید ہوتی ہے جہاں لکھا ہے کہ خدا نے آدم کو باغ عدن میں رکھا اور منع کر دیا کہ دیکھنا اس درخت کے نزدیک نہ جانا۔ جو باغ کے بیچ میں ہے اور درختوں کے میوے کھاؤ جو اس باغ میں ہیں قرآن شریف میں بھی یہی ارشاد ہے کہ آدم کو منع کیا گیا تھا۔ کہ اس شجر کے قریب مت جاؤ توریت میں لکھا تھا کہ یہ شجر ایسا تھا جس کے میوہ کھانے میں نیک و بد میں تمیز حاصل ہوتی تھی۔ اس سے واضح ہوتا ہے آدم جب تک اس درخت کے نزدیک نہ گئے نیک و بد میں امتیاز نہیں حاصل کر سکتے تھے۔ محققین نے لکھا ہے کہ آدمی کے مراحل زندگی میں یہ سب سے ابتدائی مرحلہ ہے جب بچہ ماں کی گود میں پرورش پاتا ہے۔ اور نیک و بد میں تمیز نہیں کرتا۔ یہی بہشت کا زمانہ ہے جب ذرا بڑا ہوتا ہے تو "عقل" اسے اچھے برے میں امتیاز کرنا سکھاتی ہے اس وقت وہ بہشت سے باہر نکالا جاتا ہے اور تفکرات دنیوی کا اس کے دل پر ہجوم شروع ہو جاتا ہے وہ بے فکری اور امن کا زمانہ ختم ہو جاتا ہے۔

۱

ای قصۂ بہشت ز کویت حکایتی
تیرے کوچہ کی ایک حکایت ہے جسے بہشت کا قصہ کہتے ہیں

وآب خضر ز نوش لبانت کنایتی
تیرے لب کی تریاق کی طرف اشارہ ہے جسے آب حیات کہتے ہیں

۲

انفاس عیسی از لب لعلت لطیفہ
حضرت عیسیٰ کا دم تیرے لب لعل کا ایک لطیفہ ہے

شرح جمال حور ز رویت روایتی
تیرے چہرہ کی روایت ہے جسے حور کے حسن کو کھولکر بیان کرتی ہیں

۳

کی عطرسای مجلس روحانیان شدی
کب روحانیوں کی مجلس کو معطر کرتا

گل را اگر نہ بوی تو کردی رعایتی
اگر پھول میں تیری خوشبو کی مہربانی ہوتی

۴

در آرزوی خاک در دوست سوختیم
میں دوست کے دروازہ کی خاک کی آرزو میں جل گیا

یاد آور ای صبا کہ نکردی حمایتی
اے صبا یاد رکھنا کہ تو نے حمایت نہ کی

۵

در آتش ار خیال رخش دست میدہد
اگر آگ میں اسکے چہرہ کا خیال میسر ہے

ساقی بیا کہ نیست ز دوزخ شکایتی
تو ساقی آ کہ دوزخ سے شکایت نہیں ہے

۶

بوی دل کباب من آفاق را گرفت
میرے کباب دل کی بو زمانہ نے سونگھی

وین آتش اندرون بکند ہم سرایتی
یہ آگ کسی طرح اس کے اندر بھی سرایت کرتی

۷

ای دل بہرزہ دانش و دینت ز دست رفت
اے دل بیہودہ گوئی سے تیری عقل اور دین ہاتھ سے جلتا رہا

صد مایہ داشتی و نکردی کفایتی
تیرے پاس بے شمار سرمایہ تھا اور کفایت نہ کی

۸ ہر پارہ از دل من واز غصہ قصۂ — ہر سطری از خیال تو واز رحمت آیتی

میرے دل کا ہر ایک ٹکڑا اور غصہ کا ہر ایک قصہ — تیرے خیال کی ہر ایک سطر اور تیری رحمت کی نشانی ہے

۹ دانی مراد حافظ ازیں آہ و نالہ چیست

تو جانتا ہے کہ اس آہ و فریاد سے حافظ کا کیا مطلب ہے

از تو کرشمۂ وز خسرو عنایتی

تجھ سے کرشمہ دیکھنا اور بادشاہ کی طرف سے مہربانی

۱ اے ز شرم عارضت گل کردہ خوے — در عرق پیش عقیقت جام مے

تیرے رخسار سے شرمندہ ہو کر گل کو پسینہ آگیا — تیرے عقیق لب کے سامنے شراب کا پیالہ پانی پانی ہے

۲ ژالہ بر لالہ است یا بر گل گلاب — یا بر آتش آب یا بر روت خوے

لالہ پر شبنم ہے یا گلاب کے پھول پر — یا آگ پر پانی ہے یا تیرے چہرہ پر پسینہ ہے

۳ شد از چشم آن کمان ابرو و دل — از پیش میرفت و گم میگرد پے

میری آنکھ سے وہ کمان ابرو اوجھل ہو گیا اور دل — اس کے آگے آگے جاتا تھا اور اسکے پیچھے رہ گیا

۴ امشب از زلفش نخواہم داشت دست — رو مؤذن بانگ بر میزن کہ حے

آج رات اس کی زلف کو نہ چھوڑونگا — اے مؤذن تو بانگ دیتا رہ

۵ چون بنی عامر بسے مجنون شوند — گر برون آید یکے لیلے ز حے

بنی عامر کی طرح بہت مجنون ہو جائینگے — اگر کوئی لیلیٰ "حی" سے باہر آئے

۶ نے دمے لب بر لب مطرب نہاد — چنگ را در زیر ناخن کرد نے

بانسری نے اپنا لب مطرب کے لب پر رکھا — چنگ کو ناخن کے نیچے نے کیا

۷ آنکہ بر ہر جرعہ جان میدہد — جان ازو بستان و جامی بہ وے

ہر کہ ایک ایک قطرہ پر جان دیتا ہے — اس کی جان لے اور اسکو شراب کا پیالہ دے

۸ عود بر آتش نہ و منقل بسوز

عود کو آتش پر رکھ اور انگیٹھی جلا

غم مدار از کثرت سرمای دے

خزاں کی سردی سے غم نہ کر

۹ با تو زین پس گر فلک خواری کند

اس کے بعد اگر آسمان تجھے خوار کرے

باز گو در حضرت دارائی رے

رے کے بادشاہ کے پاس شکایت کر

۱۰ خسرو آفاق بخشش کز سخا

ایسا بادشاہ کہ دنیا بخشے اس کی سخاوت سے

نامۂ حاتم ز نامش گشت طے

حاتم کا نام اس کے نام سے طے ہو گیا

۱۱ چنگ را بر دست مطرب نہ دمے

تھوڑی دیر کیواسطے چنگ کو مطرب کے ہاتھ پر رکھ

گو رگش بخراش و بخروشم ز وے

اسے کہہ کہ اسکی رگ کو خراش کر اور میں اس سے شور و غل کروں

۱۲ جام می پیش آر و چوں حافظ مخور

شراب کا جام سامنے لا اور حافظ کی طرح

غم کہ جم کے بود یا کاؤس کے

یہ غم نہ کھا کہ جم کب ہوا اور کاؤس کہاں ہوا

۱ ای کہ بر ماہ از خط مشکیں نقاب انداختی

تجھنے چاند (رخسار) پر گیسوے مشکین سے پردہ ڈالدیا

لطف کردی سایہ بر آفتاب انداختی

تونے مہربانی کی آفتاب پر سایہ ڈال دیا

۲ تا چہ خواہد کرد با ما آب رنگ عارضت

دیکھیں میرے ساتھ تیری زلف کے پیچ کیا کرتے ہیں

حالیا نیرنگ نقش خوش بر آب انداختی

اب تو پانی پر خوب اپنے رنگ کا نیرنگ ڈال رکھا ہے

۳ گوی خوبی بردی از خوبان عالم شاد باش

خوش رہ کہ زمانہ کے معشوقوں سے خوبی کا گیند لے گیا ہے

جام کیخسرو طلب کافراسیاب انداختی

کیخسرو کا پیالہ طلب کر کہ افراسیاب کو گرا دیا ہے

۴ گرچہ از مستی خرابم طاعت من رد مکن

اگر میں مستی سے خراب ہوں میری بندگی رد نہ کر

کاندریں شغلم بامید ثواب انداختی

کیونکہ اس شغل میں ثواب کی امید تونے رکھا ہوا ہے

۵ گنج عشق خود نہادی در دل ویران من — سایۂ دولت بریں کنج خراب انداختی

میرے ویران دل میں عشق کا خزانہ تونے خود رکھا — دولت کا سایہ اس خراب کونہ پر ڈالا

۶ خواب بیداران مستی آنکہ از نقش خیال — تہمتے بر شبروان خیل خواب انداختی

جاگنے والوں کی نیند کی مستی جو کہ تیرے تصور سے ہے — لشکر خواب کے زاہدوں پر تہمت باندھی ہے

۷ پردہ از رخ برفگندی یک نظر در جلوہ گاہ — وز حیا حور و پری را در حجاب انداختی

جلوہ گاہ میں ایک نظر کے لئے تو نے رخ سے پردہ اٹھایا — حور و پری حیا کے باعث پردہ میں چھپ گئی

۸ از برای صید دل در گردنم زنجیر زلف — چوں کمند خسرو مالک رقاب انداختی

تونے دل کے شکار کے لئے میری گردن میں زلف کا پھندا — گردنوں کے مالک بادشاہ کی کمند کیطرح ڈالا ہوا ہے

۹ نصرۃ الدین شاہ یحیی ای کہ تاج آفتاب — از سر تعظیم و قدرت در تراب انداختی

نصرۃ الدین شاہ یحیی کی تعظیم اور طاقت کے اظہار کیلئے — آفتاب کا تاج مٹی پر گرا دیا ہے

۱۰ زینہار از آب شمشیرت کہ شیران را ازاں — تشنہ میکردی و گرداں را در آب انداختی

تیری شمشیر کی آب سے پناہ نہیں کہ شیروں کو اس سے — پیاسا کیا اور پہلوانوں کو پانی میں گرایا

۱۱ بادہ نوش از جام عالم بیں کہ بر اورنگ جم — شاہد مقصود را از رخ نقاب انداختی

جام جہاں نما سے شراب پی کہ جمشید کے تخت پر — مقصود کے معشوق کے رخ سے پردہ اٹھایا ہے

۱۲ ہر کسی با شمع رخسارت بنوعی عشق داشت — زیں میان پروانہ را در اضطراب انداختی

ہر ایک شخص تیرے شمع رخسار سے مختلف طرز کا عشق رکھتا ہے — لیکن درمیان میں پروانہ بیقرار بنا رکھا ہے

۱۳ از فریب نرگس مخمور و چشم می پرست — حافظ خلوت نشیں را در شراب انداختی

تیری مست آنکھ اور مے پرست چشم کے فریب سے — گوشہ نشین حافظ کو

ا۔ "ماہ" سے مراد وجہ اور "خط مشکین" سے مراد ظل [illegible]

ہے بھی یہی خلل مراد ہے شرح کے لئے دیکھو دیباچہ جہاں تفسیر الم ترکیف ما فعل الخ کی گئی ہے؛
او ۵۔ شیطان کو شعر (۱) میں مخاطب کر کے کہا گیا ہے "ابیٰ واستکبر وکان من الکفرین" اپنی ہستی پر مغرور ہوا اور سمجھا کہ میں بھی کچھ ہوں اسی لئے راندہ درگاہ ہوا۔ اگر وہ عاشق ہوتا تو ہستی معدوم ہو جاتی اور وہ معلوم کر لیتا کہ اس کی ہستی کچھ چیز نہیں عدم محض ہے عشق کی تعریف میں مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ؎

شاد باش اے عشق خوش سودائے ما ✤ اے طبیب جملہ علتہائے ما

اے دوائے نخوت و ناموس ما ✤ اے تو افلاطون و جالینوس ما

غرور اور تکبر اور ننگ و نام یہ صرف خود پرستی اور خود بینی کا نیتجہ ہیں لیکن عشق ان سب کو فنا کر دیتا ہے کیونکہ عشق ہستی موہومہ کو بھی سرے سے فنا کر دیتا ہے باقی کیا رہا ✤ ع

ذوق ایں مے نشناسی بخدا تا نچشی؛

ای کہ دائم بخویش مغروری تو ہمیشہ اپنے آپ پر مغرور ہے؛	۱	گر ترا عشق نیست معذوری اگر تجھے عشق نہیں معذور ہے؛
گرد دیوانگان عشق مگرد دیوانوں کے پیچھے مت چل	۲	کہ بعقل و عقیلہ مشہوری تو عقل اور سرداری میں مشہور ہے
مستی عشق نیست در سر تو عشق کی مستی تیرے سر میں نہیں ہے	۳	رو کہ تو مست آب انگوری جا کہ تو آب انگوری کا مست ہے؛
روئے زرد است و آہ درد آلود زرد چہرہ ہے اور درد آلودہ آہ ہے	۴	عاشقاں را گواہ رنجوری رنجوری عاشقوں کی گواہ ہے

بگذر از ننگ و نام خود حافظ
اے حافظ نام و ننگ کو چھوڑ؛
ساغر مے طلب کہ مخموری
شراب کا پیالہ طلب کر کہ مخمور ہے؛ ۵

۳۔ بعض کم فہم کوتہ اندیش خیال کرتے ہیں کہ خواجہ حافظ رحمۃ اللہ علیہ شراب دنیا کا ذکر کرتے ہیں اور نعوذ باللہ عیاش تھے خواجہ حافظ رحمۃ اللہ علیہ اس عیاشی پر لوگوں کو ملامت کرتے ہیں کہ افسوس

ہے کہ انگور کا پانی کیا وقعت رکھتا ہے جسپر لوگ لٹو ہوتے ہیں اور عقل و حواس کو جواب دیتے ہیں ہم عشق سے مست ہیں مینے شراب عشق پی ہے اسکی مستی قیامت تک نہ جائیگی ایک معمولی بوٹی اور بیل کے پھل پر متوالے نہیں ہیں،

۴ ۔ زرد چہرہ آہ و نالہ رنجوری عاشقی کی علامتیں ہیں۔

۱

ای کہ در کشتن ما ہیچ مدارا نکنی
تو میرے قتل کرنے میں ذرا بھی دریغ نہیں کرتا

سود و سرمایہ بسوزی و محابا نکنی
تمام نفع اور اصل سرمایہ جلاتا ہے اور مروت نہیں کرتا

۲

دردمندان غمت زہر ہلاہل نوشند
تیرے غم کے دردمند ہلاک کرنے والا زہر پیتے ہیں

قصد این قوم خطا باشد ہین تا نکنی
ان جماعت کے خون کا ارادہ کرنا غلطی ہے دیکھنا ایسا نہ کرنا

۳

رنج ما را کہ تواں برد بیک گوشۂ چشم
میرے رنج کو کن آنکھوں سے دور کر سکتا ہے

شرط انصاف نباشد کہ مداوا نکنی
تو شرط انصاف نہیں کہ میرا علاج نہیں کرتا

۴

دیدۂ ما کہ بامید تو دریاست چرا
میری آنکھ جو تیری امید پر دریا بن گئی ہے کس لئے

بتفرج گذرے بر لب دریا نکنی
تفریح کے طور پر دریا کے کنارہ کی سیر نہیں کرتا

۵

نقل ہر جور کہ از خلق کریمت گویند
ہر ایک ظلم کی روایت جو تیرے خلق کریم کی کرتے ہیں

قول صاحب غرضانست تو اینہا نکنی
غرضمندوں کی باتیں ہیں تو ایسا نہیں کرتا،

۶

بر تو گر جلوہ کند شاہد ما ای زاہد
اے زاہد اگر تجھ پر میرا معشوق جلوہ کرے

از خدا جز مے و معشوق تمنا نکنی
تو خدا سے شراب اور معشوق ہی مانگا کرے

۷

حافظا سجدہ بمحراب دو ابرویش کن
اے حافظ اس کے دو ابرو کے محراب میں سجدہ کر

کہ دعائے ز سر صدق جز آنجا نکنی
کہ صدق دل سے دعا اس جگہ کے بغیر کسی اور جگہ نہ کرنا

---

۵ ۔ اس شعر میں خواجہ ایک خاص مقام کی باتیں کرتے ہیں کہ "ہر چہ از دوست میرسد نیکوست" ایک مقام پر فرماتے ہیں کہ سے پیر ما گفت خطا بر قلم صنع نرفت ؛ آفرین بر نظر پاک خطا پوشش باد۔ عاشق کو معشوق

کی ہر ایک ادا پسند ہے لیکن بوالہوس جو اپنی خواہش کیمطابق معشوق سے ہر ایک فعل کو دیکھنا چاہتے ہیں ضرور معشوق کے جور و جفا کا تذکرہ کرتے ہیں جس کی وجہ یہ ہے کہ دراصل وہ اپنے خواہشات کو محبوب بناتے ہیں اور جو اس کے مخالف ہو وہ انکو مرغوب نہیں حالانکہ عاشق کو معشوق کے تابع ہونا چاہیئے ان بوالہوسوں کو خواجہ عشاق غرض کش کہتے ہیں یعنی عاشق صاحب غرض نہیں ہوتا۔

---

۱ ای کہ در کوی خرابات مقامی داری
اے شخص کہ تو خرابات کے کوچہ میں مقیم ہے۔

جم وقت خودی ار دست بجامی داری
تو اپنے وقت کا جمشید ہے کہ ہاتھ میں جام رکھتا ہے

۲ ای کہ با زلف و رخ یار گذاری شب و روز
تو یار کی زلف اور رخسار کیساتھ دن رات بسر کرتا ہے

فرصتت باد کہ خوش صبحی و شامی داری
کیا خوش نصیب ہے کہ ایسی اچھی صبح اور شام میسر ہے

۳ ای صبا سوختگان بر سر رہ منتظر اند
اے صبا جلے دل راہ میں منتظر ہیں۔

اگر از یار سفر کردہ پیامی داری
اگر یار نے سفر کیا ہے اور تجھے کچھ خبر ہے تو بتا

۴ بوی جان از لب خندان قدح می شنوم
پیالہ کے لب خنداں سے جان کی بو سونگھتا ہوں

بشنو ای خواجہ تو گر زانکہ مشامی داری
تو بھی اے خواجہ سونگھ اگر ایسی حس رکھتا ہے

۵ کام اگر می طلبد از تو غریبی چہ شود
اگر غریب تجھ سے اپنی مراد مانگتا ہے تو کیا ہوا

تو نی امروز دریں شہر کہ نامی داری
اس شہر میں تو ہی ایک ہے کہ آج نامور ہے۔

۶ خال سرسبز تو خوش دانہ عیشست ولے
تیرا سرسبز خال کیا اچھا عیش کا دانہ ہے۔ لیکن

بر کنار چمنش بیں کہ چہ دامی داری
اپنے چمن (رخسار) کے کنارہ پر دیکھ کیا اچھا دام (زلف) ہے

۷ تو بہنگام وفا گرچہ ثباتت نبود
اگر وفا کے وقت تو ثابت قدم نہیں رہتا ہے

میکنم شکر کہ بر جور دوامی داری
یہ کیا شکر ہے کہ ظلم ہمیشہ کرتا ہے۔

۸ مہرباں شد فلک و ترک جفا کاری کرد
آسمان مہربان ہو گیا اور جفا کاری چھوڑ دی

تو ئی ای جان کہ دریں شیوہ مدامی داری
اے جان من تو ہی ایک ہے کہ جفا سے باز نہیں آتا

۹ بس دعای سحرت حافظ جان خواہد بود
صبح کی دعائیں تیری جان کی حافظ ہونگی

تو کہ چون حافظ شب خیز غلامی داری
کیونکہ تو حافظ جیسا غلام رکھتا ہے۔

۱
ای کہ مہجوری عشاق روا میداری
ای معشوق تو عاشقوں کو فرقت میں رکھنا روا رکھتا ہے
بندگان راز برِ خویش جدا میداری
اپنے بندوں کو اپنے پہلو سے جُدا رکھتا ہے

۲
تشنۂ بادیہ را ہم بزلالی دریاب
جنگل کے پیاسے کو سرد پانی دے
بامیدی کہ درین رہ بخدا میداری
اس جزا کی اُمید پر جو خدا سے رکھتا ہے

۳
دل بودی و بحل کردمت ای جان لیکن
تونے میرا دل اُڑا لیا اور اے جان میں نے تجھکو معاف کر دیا لیکن
بہ ازین دار نگاہش کہ مرا میداری
اس سے بہتر نظرِ عنایت مجھ پر رکھ جیسا کہ اب رکھتا ہے

۴
ساغرِ ما کہ حریفان دگری نوشند
میرا پیالہ جو غیر پیتے ہیں۔
ما تحمل نکنیم ار تو روا میداری
اگر تو اسے جائز رکھتا ہے میں صبر نہیں کر سکتا

۵
ای مگس عرصۂ سیمرغ نہ جولانگہ تست
اے مکھی سیمرغ کا میدان تیرے اڑنیکے لائق نہیں
عرض خود می بری و زحمت ما میداری
تو بیفائدہ عزت برباد کرتی ہے اور مجھکو ناحق تکلیف دیتی ہے

۶
تو بتقصیر خود افتادی ازین در محروم
تو اپنی کوتاہی کے باعث اس دروازہ سے محروم رہا
از کہ می نالی و فریاد چرا میداری
کس لئے روتا ہے اور کیوں فریاد کرتا ہے؟

۷
ای دل خام طمع شرمی ازین قصہ بدار
ای خام طمع دل کچھ اس بات سے شرم کر
کار نا کردہ چہ امید عطا میداری
کہ کام تو کیا نہیں اور بخشش کی امید رکھتا ہے

۸
حافظا عادت خوبان ہمہ جورست و جفا
اے حافظ معشوقوں کی عادت ظلم و ستم کرنا ہے
تو کہ زین طایفہ امید وفا داری
تو اس جماعت سے کیا وفا کی امید رکھتا ہے؟

۶۰۷ - دل عبادت سے چرانا اور جنت کی طلب + کام چور اس کام پر کس منہ سے اجرت کی طلب

۱
این خرقہ کہ من دارم در رہن شراب اولے
یہ گودڑی جو میرے پاس ہے شراب کے عوض رہن میں اچھی ہے
وین دفتر بی معنی غرق می ناب اولے
یہ بے معنی دفتر شراب میں ڈوبا ہوا ہی اچھا ہے

۲ چوں عمر تبہ کردم چندانکہ نگہ کردم — در کنج خراباتی افتادہ خراب اولی

عمر تباہ کردی جتنا غور سے دیکھا — خرابات کے کونہ میں بدمست پڑا ہوا ہی اچھا ہے

۳ من حال دل زاہد با خلق نخواہم گفت — کین قصہ اگر گویم با چنگ و رباب اولی

میں زاہد کے دل کا حال دنیا کو نہ بتاؤں گا — کیونکہ یہ قصہ اگر کہوں تو چنگ و رباب کے ساتھ ہی مناسب ہے

۴ تا بی سر و پا باشد اوضاع فلک زینساں — در سر ہوس ساقی در دست شراب اولی

جبتک کہ آسمان بی سر و پا ہو (یعنی قیامت تک) اسطرح — سر میں ساقی کی ہوس اور ہاتھ میں شراب ہی بہتر ہے

۵ از ہمچو تو دلداری دل بر نکنم آری — گر تاب کشم باری زان زلف بتاب اولی

تجھ جیسے دلدار سے دل نہ ہٹاؤنگا — خواہ اس زلف کے پیچ میں کتنی ہی تکلیف کیوں نہ ہو

۶ چوں پیر شدی حافظ از میکدہ بیروں رو

اے حافظ جب تو بوڑھا ہو گیا شراب خانہ سے باہر نکل

رندی و ہوسناکی در عہد شباب اولی

رندی اور ہوسناکی جوانی میں ہی بھلی معلوم ہوتی ہے

۹۵ وقت پیری شباب کی باتیں + ایسی ہیں جیسی خواب کی باتیں

۱ با مدعی مگوئید اسرار عشق و مستی — تا بیخبر بمیرد در رنج خود پرستی

مدعی (شیطان) سے عشق اور مستی کے راز بیان نہ کرو — تاکہ خود بینی کے رنج میں غافل ہی مرجائے

۲ با ضعف و ناتوانی ہمچوں نسیم خوش باش — بیماری اندریں غم خوشتر ز تندرستی

ضعف اور ناتوانی میں نسیم کی طرح خوش رہ — اس غم میں بیماری تندرستی سے بہتر ہے

۳ تا فضل و علم بینی بی معرفت نشینی — یک نکتہ ات بگویم خود را مبین کہ رستی

جبتک اپنے علم و فضل پر ناز ہے بی معرفت رہیگا — ایک نکتہ بتاتا ہوں خود بینی چھوڑ کہ نجات پائیگا

۴ در آستان جاناں از آسماں بیندیش — کز اوج سربلندی افتی بخاک پستی

معشوق کے آستانہ پر آسمان کا اندیشہ نہ کر — کیونکہ سربلندی کے اوج سے پستی کی خاک پر گریگا

۵ عاشق شو ار نه روزی کار جہان سر آید — ناخواندہ نقش مقصود از کارگاہ ہستی

عاشق بن ورنہ ایک دن دنیا سے — مقصود کا نقش بن پڑھے اس ہستی کے کارخانہ سے جانا ہوگا

۶ آں روز دیدہ بودم ایں فتنہا کہ برخاست — کز سرکشی زمانے با ما نمی نشستی

میں نے اسی روز دیکھا تھا کہ یہ فتنہ اُٹھا تھا؛ — کہ سرکشی سے تھوڑی دیر کے واسطے میرے پاس نہ بیٹھا

۷ خار ارچہ جاں بکاہد گل عذر آں بخواہد — سہل است تلخی می در جنب ذوق مستی

اگرچہ کانٹا جان کو درد دیتا ہے پھول اس کی تلافی کرتا ہے — شراب کی تلخی مستی کے ذائقہ کے ساتھ برداشت کرنا آسان ہے

۸ صوفی پیالہ پیما ساقی قرابہ پر کن — ای کوتہ آستیناں تاکے دراز دستی

صوفی شراب کا پیالہ بھر اور ساقی صراحی بھر — اے کوتہ آستینوں کب تک یہ دراز دستی کروگے

۹ در حلقۂ مغانم دوش آں پسر چہ خوش گفت — با کافراں چہ کارت گر بت نمی پرستی

پیر مغاں کے حلقہ میں کل اس لڑکے نے کیا اچھا کہا؛ — کہ کافروں سے کیا کام ہے اگر بت نہیں پوجتے

۱۰ در مذہب طریقت خامی نشان کفر است — آری طریق رنداں چالاکیست و چستی

طریقت کے مذہب میں خامی کفر کا نشان ہے — بیشک رندوں کا طریقہ چالاکی اور چستی ہے؛

۱۱ سلطان من خدا را زلفت شکست ما را — تاکے کند سیاہی چندیں دراز دستی

اے میرے بادشاہ خدا کیلئے دیکھ کہ تیری زلف نے مجھے خستہ کر دیا — کبتک یہ سیاہ اس قدر دراز دستی کرے گا

۱۲ گر خرقہ پوش بینی مشغول کار خود باش — ہر قبلہ کہ باشد مشغول خود پرستی

اگر تو کوئی زاہد دیکھے اپنے کام میں مشغول رہ — ہر قبلہ جو موجود ہے خود پرستی میں مصروف ہے

۱۳ در گوشۂ سلامت مستور چوں تواں بود — تا نرگس تو گوید با ما رموز مستی

سلامتی کے گوشہ میں کس قدر چھپ بیٹھ سکتے ہیں؛ — تا تیری آنکھ مجھے مستی کی رمزیں بتائیں؛

۱۴ عشقت بدست طوفاں خواہد سپرد جاں — چوں برق ازیں کشاکش پنداشتی کہ رستی

تیرا عشق مجھے طوفان کے ہاتھ میں سپرد کریگا ایمان میں — بجلی کی طرح اس کشمکش میں تو نے سمجھا کہ آزاد ہو گیا

۱۵	از راه دیدهٔ حافظ تا دیده زلف پستت آنکھ کے راستہ سے حافظ نے جب تیری زلف کو نیچے گرتی ہوئی دیکھا ہے باجملہ سربلندی شد پایمال پستی باوجود اس تمام سربلندی کے پستی نے اسے روند ڈالا؛	

بجان او کہ گرم دسترس بجاں بودے اس کی جان کی قسم اگر مجھے جان پر قابو ہوتا	۱	کمینہ پیشکش بندگانش آن بودے اس کے بندگان کی ادنے نذر جان ہوتی؛
اگر دلم نشدے پائے بند طرۂ او اگر میرا دل اس کی زلف کا قیدی نہ ہوتا	۲	کیم قرار دریں تیرہ خاکدان بودے اس سیاہ خاکدان میں مجھے کب قرار آتا
بگفتمے کہ بہا چیست خاک پائے ترا اگر بیش قیمت زندگی جاودانی ہوتی تو	۳	اگر حیات گرانمایہ جاودان بودے اس سے پوچھتا کہ تیرے پاؤں کی خاک کی قیمت کیا ہے
بخواب نیز نمی بینمش چہ جائے وصال وہ تو خواب میں بھی نظر نہیں آتا؛ وصل کا کیا مذکور ہے	۴	چو ایں نبود ندیدیم باری آن بودے جب یہ نہیں تو اتنا تو ہوتا کہ خواب میں دکھائی دیتا
بہ بندگی قدش سرو معترف گشتے اس کے قد کی بندگی کا سرو اقرار کرتا؛	۵	اگر چو سوسن آزادہ دہ زبان بودے اگر سوسن آزاد کی طرح دس زبانیں رکھتا

۶	ز پردہ نالۂ حافظ بروں کی افتادے حافظ کی فریاد پردہ سے باہر کب جاتی؛ اگر نہ ہمدم مرغان صبحخوان بودے اگر صبح کو چہچہانے والے جانوروں کا ہمدم نہ ہوتا	

۱۳ - میر خسرو فرماتے ہیں کہ ؎ ہر دو عالم قیمت خود گفتۂ * نرخ بالا کن کہ ارزانی ہنوز؛
خواجہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حیات دنیا چند روزہ ہے اگر ہم یار پر نثار کردیں تو کون سی بات ہے؛

چند روزہ زندگی ہیچ ہے قابل شرم بات ہے کہ اس کی قیمت بھی کچھ نہیں اس کو کیا قربانی کے لئے پیش کیا جائے ہاں اگر زندگی اور وہ بھی گرانمایہ ہوتی اور جاودانی ہوتی تو اس قابل تھی کہ یار سے دریافت کیا جاتا کہ تیرے پاؤں کی خاک کے عوض فروخت کرنا چاہتے ہیں کیا یہ سودا منظور ہے مگر اتنی غرض بھی جھجک کر کریں گے؛ کیونکہ ہمیں معلوم ہے کہ تیری خاکپا کی قیمت اس سے بھی زیادہ ہے مطلب یہ ہے کہ "حیٰوۃ الدنیا دزینتھا" چند روزہ اور فانی ہے ہم نے اس کو اس امید پر ترک کر دیا کہ قرب الٰہی حاصل ہوگا۔ چہ نسبت خاک را با عالم پاک ہم نے ترک ہی کیا کیا کہ معاوضہ ایسا طلب کرتے ہیں ہاں اگر "حیٰوۃ الدنیا" جاودانی ہوتی تو کچھ بات تھی مگر اسپر بھی اسکا ترک اللہ تعالیٰ کی ادنی سی ادنیٰ مہربانی کا معاوضہ نہیں ہوسکتی اور قرب کی منزل تو بہت دور ہے وہ لوگ جو دنیا کو آخرت کے عوض خریدنا چاہتے ہیں غور کریں کہ کیا ترک کرتے ہیں اور کیا حاصل کرتے ہیں؎

؛ حافظ خام طمع شرمے ازیں قصہ بدار ؛ عملت چیست کہ مزدش دو جہاں مے خواہی ؛

۱

بچشم کردہ ام ابروے ماہ سیمائی
تیرے چاند جیسے ابرو کو آنکھوں میں جگہ دی ہے

خیال سرو قدی نقش بستہ ام جائی
تیرے سرو قد کا نقش طرفہ جگہ میں جمایا ہے

۲

زمام دل بکسی دادہ ام من مسکین
دل کی باگ میں مسکین نے ایسے شخص کے ہاتھ میں دی ہے

کہ نیستش بکس از تاج و تخت پروائی
کہ اُسے کسی کے تاج و تخت کی بھی پرواہ نہیں ہے

۳

سرم زدست شد و چشم ز انتظار بسوخت
میرا سر جاتا رہا اور آنکھ انتظار میں جل گئی

در آرزوی سرو چشم مجلس آرائی
تیرے سر اور چشم کی آرزو میں جو مجلس کی آرائش ہے

۴

زہی کمال کہ منشور عشقبازی من
کیا ہی کمال ہے کہ میری عشقبازی کی سند

ازاں کمانچہ ابرو رسد بطغرائی
اس کمان ابرو سے طغرا لگی۔ (شاہی نشان)

۵

مرا کہ از رخ تو ماہ در شبستان است
مجھے تیرے چہرہ کی بدولت گھر میں چاند نظر آتا ہے

کجا بود بفروغ ستارہ پروائی
ستارہ کی روشنی کی مجھے کب پرواہ ہے

۶

مکدر است دل آتش بخرقہ خواہم زد
دل بیزار ہے خرقہ میں آگ لگا دونگا

بیا ببیں تو اگر میکنی تماشائی
آ اور دیکھ اگر تو یہ تماشا دیکھنا چاہتا ہے

۷

بروز واقعہ تابوت ما ز سرو کنید
میرے مرنے پر میرا تابوت سرو سے بنانا

کہ مردہ ایم ز داغ بلند بالائی
کہ بلند قد کے داغ سے مر گیا ہوں؛

۸ دراں مقام کہ خوباں بغمزہ تیغ زنند — عجب مکن ز سرے کو فتادہ در پائی

اس جگہ جہاں خوبصورت غمزہ کی تیغ چلاتے ہیں — اس سر پہ تعجب نہ کر جو پاؤں پر گرا ہوا ہے

۹ فراق و وصل چہ باشد رضائی دوست طلب — کہ حیف باشد ازو غیر او تمنائی

فراق اور وصل کیا چیز ہے دوست کی رضا طلب کر — کہ اس سے اس کے غیر کی تمنا کرنا افسوس کی بات ہے

۱۰ زشوق سر بدر آرند ماہیاں از آب — اگر سفینہ حافظ رسد بدریائی

مچھلیاں مشتاق ہو کر پانی سے سر اوٹھاویں گی — اگر حافظ کی کشتی دریا پر جائے

۹۔ اس شعر میں خواجہ رح نے "رضا" کی جامع و مانع تعریف کی ہے یعنے رضا یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ سے اسی کی ذات کو طلب کرنا چاہیئے نہائت قابل شرم بات ہے کہ اللہ تعالیٰ سے ایسی شئے طلب کیجائے جو اسکی غیر ہو یہ قرب بعد بھی ماسوئے اللہ میں داخل ہیں۔

---

۱ پدید آمد رسوم بے وفائی — نماند از کس نشان آشنائی

بیوفائی کی رسم ظاہر ہو گئی — کسی سے آشنائی کا نشان نہیں رہتا

۲ برند از فاقہ پیش ہر خسیسے — اکنوں اہل ہنر دست گدائی

آج جو اہل ہنر ہیں وہ گدائی کا ہاتھ — ہر ایک خسیس کے سامنے کرتے ہیں

۳ کسی کو فاضل ست امروز در دہر — نمے بیند ز غم یکدم رہائی

جو شخص آج زمانہ میں فاضل ہے — غم سے ایک دم بھی رہائی نہیں پاتا

۴ کسی کو جاہل ست اندر تنعم — متاع او بود ہر دم بہائی

جو جاہل ہے وہ نعمت میں — عیش و عشرت کرتا ہے

۵ اگر شاعر بخواند شعر چوں آب — کہ دل را زو فزاید روشنائی

اگر کوئی شاعر آبدار شعر کہے — کہ جس سے دل کو روشنائی حاصل ہو

نہ بخشندش جوی از بخل و امساک	۶	اگر خود فی المثل باشد سنائی
بخل اور تنگی دل سے اس کو ایک جو بھی نہ بخشیں		اگر وہ خود حکیم سنائی ہی کیوں نہو
خرد در گوش ہوشم دوش میگفت	۷	برو صبری بکن در بی نوائی
عقل نے میرے گوش ہوش میں کل کہا		کہ جا اور بے نوائی میں صبر کر

۸

بیا حافظ بجان این پند بنیوش
اے حافظ آ اور یہ نصیحت جان و دل ہوش
کہ گر از پا بیفتی بر سر آئی
کہ اگر عاجزی کرے گا معزز ہوگا

۶ - خواجہ حافظ رحمۃ اللہ علیہ اپنے زمانہ کی شکایت کرتے ہیں اور یہ شکایت آج بھی ویسی ہے حکیم سنائی غزنی میں گذرا ہے، مولانا روم حکیم رحمۃ اللہ علیہ کی تعریف کرتے ہیں؛

نیم جوشے کردہ ام من نیم خام ؛ از حکیم غزنوی بشنو تمام

اس شعر میں حکیم رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف حدیقۂ سنائی یا آلہی نامہ کی طرف اشارہ ہے اسی تصنیف سے مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ کو مثنوی لکھنے کا شوق خیال پیدا ہوا خود خواجہ حافظ رحمۃ اللہ بھی انکے مرتبہ کے قائل ہیں جب ایسے وہ بزرگ حکیم سنائی رح کی تعریف کرتے ہیں تو سمجھ لینا چاہیئے کہ کس مرتبہ اور شان کے وہ خود بزرگ تھے۔

برو زاہد بامیدی کہ داری	۱	کہ دارم ہمچنان امیدواری
اے زاہد اس امید کو چھوڑ دے جو دل میں رکھتا ہے		کیونکہ میں اسیطرح امیدوار ہوں مگر کچھ حاصل نہوا
بجز ساغر کہ دارد لالہ در دست	۲	بیا ساقی بیاور آنچہ داری
ساغر کے بغیر جو لالہ کے ہاتھ میں ہے		اے ساقی آ اور لا جو کچھ رکھتا ہے
مرا در رشتۂ دیوانگاں کش	۳	کہ مستی خوشترست از ہوشیاری
مجھے دیوانوں کے زمرہ میں شمار کر		کہ مستی ہوشیاری سے بہتر ہے
بپرہیز از من ای صوفی بپرہیز	۴	کہ کردم توبہ از پرہیزگاری
اے صوفی مجھ سے پرہیز کر پرہیز کر		کہ پرہیزگاری سے میں نے توبہ کی

بیا دل در خم گیسوئے او بند ای دل آ اور اس کے زلف کے بیچ میں دل پھنسا	۵	اگر خواہی خلاص و رستگاری اگر تو خلاصی اور رہائی چاہتا ہے
بوقت گل خدارا توبہ بشکن گل کے موسم میں خدا کیلئے توبہ توڑ دے	۶	کہ عہد گل ندارد استواری کہ گل کا زمانہ ہمیشہ نہیں رہتا
عزیزا نو بہار عمر بگذشت اے پیارے عمر کے ابتدائی ایام جوانی گذر گئے	۷	چو بر طرف چمن باد بہاری جس طرح چمن سے باد بہاری گذر گئی

۸

بیا حافظ بہ پند تلخ کن گوش
اے حافظ آ اور تلخ نصیحت پر کان دھر
چرا عمرے بغفلت میگذاری
کس لئے عمر غفلت میں گذار رہا ہے

بشنو این نکتہ کہ خود را ز غم آزادہ کنی یہ نکتہ سن کہ تجھے غم سے آزادی ملے	۱	خون خوری گر طلب روزی ننہادہ کنی اگر ایسی روزی کو طلب کرے گا جو قسمت میں نہیں تو غم کھائیگا
آخر الامر گل کوزہ گراں خواہی شد آخر تو کمہار کی مٹی ہو جائے گا	۲	حالیا فکر سبو کن کہ پر از بادہ کنی اب سبو کی فکر کر جو شراب سے بھرا ہوا ہو
جہد بنما کہ در ایام گل و عہد شباب کوشش کر کہ زمانہ گل اور جوانی میں	۳	عیش با آدمی چند پریزادہ کنی چند پریزاد آدمیوں کے ساتھ عیش کا موقع ملے
تکیہ بر جای بزرگاں نتواں زد بگزاف لاف زنی سے بزرگوں کی جگہ پر نہ بیٹھنا چاہیے	۴	مگر اسباب بزرگی ہمہ آمادہ کنی جب تک بزرگی کے تمام اسباب مہیا نہ کرے
اجرہا باشدت اے خسرو شیریں حرکات اے دل لبھانی والی میٹھی حرکتوں والے سردار تجھ کو بہت اجر ملیگا	۵	گر نگاہے سوئے فرہاد دل افتادہ کنی اگر فرہاد کی طرف جسنے دل دیدیا ایک نگاہ کریگا

۶ خاطرت کی رقم فیض پذیرد هیهات — مگر از نقش پراگنده ورق ساده کنی

تیری طبیعت کس طرح فیض کو قبول کر سکتی ہے — جب تک پریشانی کے نقش کو ورق (دل) سے محو نہ کریگا

۷ ای صبا بندگی خواجه جلال الدین کن — که جہان پر سمن و سوسن آزاده کنی

اے صبا خواجہ جلال الدین کی بندگی کر — کہ جہان تیرا سمن اور سوسن سے بھر جائیگا

کار خود گر بخدا باز گزاری حافظ

اے حافظ اگر اپنا کام خدا کے حوالے کردے

ای بسا عیش که با بخت خداداده کنی

کس قدر عیش تو خداداد بخت کی بدولت کریگا

۱ بصوت بلبل و قمری اگر ننوشی می — علاج کی کنمت آخر الدواء الکی

اگر بلبل اور قمری کے نغموں کیساتھ شراب نہ پئیگا — تیرا علاج کب کرونگا آخری علاج داغ ہے

۲ ذخیره بنه از رنگ و بوی فصل بهار — که میرسند ز ره رہزنان بهمن و دی

فصل بہار کے رنگ و بو سے ذخیرہ جمع کر رکھ — کہ خزاں کے مہینے رہزنوں کی طرح آرہے ہیں

۳ زمانه هیچ نبخشد که باز نستاند — مجو ز سفله مروت مجو ز ناکس شیئے

زمانہ کچھ نہیں دیتا جو واپس نہیں لے لیتا — کمینہ سے مروت اور ناکس سے کوئی شئے طلب نہ کر

۴ چو گل نقاب برافگند و مرغ زد هو هو — منه ز دست پیاله چه میکنی هی هی

جب گل نے نقاب الٹی اور مرغ نے ہو ہو کی آواز کی — ہاتھ سے پیالہ نہ رکھ کیا کرتا ہے ہے ہے

۵ خزینه داری میراث خوارگان کفرست — بقول مطرب و ساقی بفتوی دف و نی

جسکو میراث میں مال ملا ہے انہیں اسکی حفاظت کفر ہے — یہی قول مطرب اور ساقی کا دف اور بانسری کا فتویٰ ہے

۶ چو هست آب حیاتت بدست تشنه ممیر — فلا تمت و من الماء کل شیء حی

جب آبحیات ہاتھ میں ہے تو پیاسا نہ مر — پس مردہ نہ ہو حالانکہ پانی سے ہر ایک چیز زندہ ہے

۷ نوشته اند بر ایوان جنت المأوی
جنت الماوی کے محل پر یہ لکھا ہوا ہے
که هر که عشوهٔ دنیا خرید وای بوی
کہ جس شخص نے دنیا کا عشوہ خریدا اس پر افسوس (جنت اس کا نصیب نہ)

۸ سخا نماند سخن طی کنم بیا ساقی
سخاوت نہیں رہی بات ختم کرتا ہوں ساقی آ
بده بشادی روح روان حاتم طی
شراب حاتم طے کی روح رواں کی خوشی میں دے

۹ شکوه سلطنت و حکم کی ثباتی داشت
سلطنت کا شکوہ اور حکم کب ہمیشہ رہنے والا تھا
ز تخت جم سخنی مانده است و افسر کی
جمشید کے تخت اور کیانی تاج کی باتیں ہی باقی رہ گئی ہیں

۱۰ بخیل بوی خدا نشنود بیا حافظ
اے حافظ بخیل خدا کی بو بھی نہ سونگھیگا
پیاله گیر و کرم کن که الضمان علی
پیالہ لے اور کرم کر ضامن میں ہوں

۱ بفراغ دل زمانی نظری بماهروئی
جی بھر کر ماہرو کی طرف دیکھنا
به ازانکه چتر شاهی همه روز های و هوئی
بہتر ہے کہ چتر شاہی ہو اور تمام روز شور و غوغا ہو

۲ بخدا که رشکم آید بدو چشم روشن خود
خدا کی قسم اپنی دونوں روشن آنکھوں پر رشک آتا ہے
که نظر دریغ باشد بچنین لطیف روئی
کہ ایسے لطیف چہرہ کو دیکھنا دریغ ہوتا ہے

۳ دل من شد و ندانم چه شد آن غریب ما را
میرا دل چلا گیا اور نہیں جانتا کہ اس غریب کے ساتھ کیا ہوا
که گذشت عمر و نامد خبری ز هیچ سوئی
عمر گذر گئی اور اس کی خبر کسی طرف سے نہ آئی

۴ نفسم بآخر آمد نظرم ندید سیرت
میرا دم لب پر آ گیا اور تجھ کو سیر ہو کر نہ دیکھا
بجز این نماند ما را هوسی و آرزوئی
اس کے سوا اور کوئی ہوس اور آرزو نہیں ہے

۵ مکن ای صبا مشوش سر زلف آن پری را
اے صبا اس پری کی زلف کو پریشان نہ کر
که هزار جان حافظ بفدای تار موئی
کہ حافظ کی ہزار جان بال کی ایک تار پر فدا ہے

۱
بگرفت کار حسنت چون عشق من کمالی
میرے عشق کی طرح تیرا حسن بھی کمال پر پہنچ گیا ہے
خوش باش ازانکه نبود این هر دو را زوالی
خوش ہو کہ ان دونوں کو زوال نہیں ہو سکتا

۲
در وهم می نگنجد کاندر تصور عقل
وہم اور گمان میں بھی اس کی گنجائش نہیں کہ عقل کے تصور میں
آید بهیچ معنی زین خوبتر مثالی
معشوق سے زیادہ کوئی خوبصورت ہو سکتا ہے

۳
شد حظ عمر حاصل گر زانکه با تو مارا
زندگی کا لطف حاصل کر لیتا اگر
یکدم بعمر روزی روزی بشد وصالی
ایک دم کے لئے عمر بھر میں تیرا وصال نصیب ہو جاتا

۴
آن دم که با تو باشم یکسال هست روزی
جب میں تیرے ساتھ ہوتا ہوں ایکسال ایک دن کے برابر ہے
واندم که بی تو باشم یک روز هست سالی
تیرے بغیر میرا ایک روز سال کے برابر ہے

۵
من چون خیال رویت جانا بخواب بینم
اے محبوب تیرے چہرہ کا تصور خواب میں کس طرح آ سکتا ہے
کز خواب مے نه بیند چشمم بجز خیالی
کہ میری آنکھ خواب کا خیال تک نہیں رکھتی

۶
رحم آر بر دل من کز مهر روی خوبت
میرے دل پر ترس کھا کہ تیرے خوبصورت چہرہ کی محبت سے
شد شخص ناتوانم باریک چون هلالی
میرا جسم ناتوان ہلال کی طرح باریک ہو گیا

۷
حافظ مکن شکایت گر وصل یار خواهی
اے حافظ شکایت نہ کر اگر یار کا وصل چاہتا ہے
زین بیشتر نیاید بر هجر احتمالی
اس سے زیادہ ہجر کا احتمال نہیں ہو سکتا

۱
بلبل ز شاخ سرو بگلبانگ پهلوی
بلبل سرو کی شاخ پر پہلوی زبان میں
میخواند دوش درس مقامات معنوی
کل مقامات معنوی کا درس خوب پڑھ رہی تھی

۲
یعنی بیا که آتش موسی نمود گل
یعنے آ کہ حضرت موسیٰ کی آگ گل کی صورت میں ظاہر ہے
تا از درخت نکته تحقیق بشنوی
تا کہ درخت سے تحقیق کا نکتہ سن سکے

۳ مرغان باغ قافیه سنجند و بذله گو
باغ کے مرغ کیا دل لبھانیوالی راگنیاں گا رہے ہیں
تا خواجه مے خورد بغزلهای پهلوی
تا کہ خواجہ پہلوی غزلوں کے ساتھ شراب پیئے

۴ جمشید جز حکایت جام از جهان نبرد
جمشید دنیا سے گذر گیا اور جام کی ایک حکایت ہی رہ گئی
زنهار دل مبند بر اسباب دنیوی
ہرگز دنیا کے اسباب پر دل نہ لگا

۵ خوش فرش بوریا و گدائی و خواب امن
کیا اچھا فرش بوریا اور فقیری اور امن کی نیند ہے
کاین عیش نیست درخور اورنگ خسروی
یہ عیش تو بادشہ کے تخت پر بھی نصیب نہیں ہوتے

۶ درویشم و گدا و برابر نمے کنم
میں درویش ہوں گدا ہوں اور
پشمین کلاه خویش بصد تاج خسروی
اپنے پشمینہ کے کلاہ کو شاہی تاج کے برابر نہیں سمجھتا

۷ این قصه عجب شنو از بخت واژگون
یہ عجیب قصہ سن کہ بدقسمتی سے
ما را بکشت یار بانفاس عیسوی
یار نے مجھے عیسوی دم سے قتل کیا

۸ چشمت بغمزه خانه مردم خراب کرد
تیری آنکھ نے غمزہ سے مردم کا گھر خراب کیا
مخموریت مباد که خوش مست میروی
تجھے مخموری نہ ہو کہ عجب مستانہ جا رہا ہے

۹ دهقان سالخورده چه خوش گفت با پسر
بوڑھے دہقان نے اپنے بیٹے کو کیا اچھا کہا
کای نور چشم من بجز از کشته ندروی
کہ میری آنکھ کے نور جو بوئے گا کاٹیگا

۱۰ می خور بشعر بنده که دلتنگیت مباد
میرے شعروں کیساتھ شراب پی کہ تیرا دل تنگ نہو
بعد از تو خاک بر سر اسباب دنیوی
تیرے بعد دنیا کے اسباب کے سر خاک ہے

۱۱ ساقی مگر وظیفه حافظ زیاده داد
شاید ساقی نے حافظ کا وظیفہ شراب سے دیا
کاشفته گشت طره دستار مولوی
کہ مولوی صاحب کی دستار کا طرہ بگڑ گیا

۶۔ نکتہ تحقیق یہ ہے کہ حقیقت ہر ایک شے خواہ یہ آگ ہو یا گل ہو اور اس لئے درخت کا دعوے انا اللہ صحیح ہے۔ ہمہ اوست۔

۷۔ باکہ این نکتہ تواں گفت کہ آن سنگین دل + کشت ما را و دم عیسئے مریم با اوست۔

۸۔ مردم کے معنی آدمی بھی ہیں اور آنکھ کی پتلی بھی ہے اس شعر میں دونوں معنی صحیح ہیں۔

۱

بتا با ما مگذار این کینہ داری
اے بت مجھ سے یہ کینہ نہ رکھ

کہ حق صحبت دیرینہ داری
کہ پرانی صحبت کا حق رکھتا ہوں

۲

نصیحت گوش کن کاین در بسی بہ
میری نصیحت پر کان دھر کہ یہ موتی

ازاں گوہر کہ در گنجینہ داری
ان موتیوں سے بہت بہتر ہیں جو خزانہ میں رکھے ہوئے ہیں

۳

بفریاد خمار مفلساں رس
مفلسوں کے خمار کی فریاد کو پہنچ

خدا را گر مئے دوشینہ داری
اگر کل کی شراب کچھ بچا ہوا ہے

۴

ولیکن کی نمائے رخ برنداں
تو کب رندوں کو منہ دکھلائیگا

تو کز خورشید و مہ آئینہ داری
تیرے پاس تو چاند اور سورج کا آئینہ ہے

۵

برنداں مگو ای شیخ ہشدار
اے شیخ رندوں کو برا نہ کہو خبردار

کہ با حکم خدائے کینہ داری
تو خدا کے حکم سے کینہ رکھتا ہے

۶

نمی ترسی ز آہ آتشینم
تو میری جلا دینے والی آہ سے نہیں ڈرتا

تو دانی خرقۂ پشمینہ داری
تو جانتا ہے کہ تیرا خرقہ پشمینہ کا ہے

۷

ندیدم خوشتر از شعر تو حافظ
تیرے شعر سے اے حافظ بہتر نہیں دیکھا

بہ قرآنی کہ اندر سینہ داری
قرآن کی قسم جو تیرے سینہ میں ہے

کہ ہم بباده تواں کرد دفع مخموری	۱	بیار باده و بازم رہاں ز رنجوری
کہ شراب ہی سے خمار دور ہو سکتا ہے،		شراب لا اور مجھے رنجوری سے خلاصی دے
مگر بروئے نگار و شراب انگوری	۲	بہیچ وجہ نباشد فروغ مجلس انس
مگر معشوق کے چہرہ اور انگوری شراب سے		کسی طرح محبت کی مجلس کو رونق نہیں ہو سکتی،
کہ آزمودم و سودی نداشت مغروری	۳	ز سحر غمزۂ فتان خویش غره مباش
کہ میں نے آزمایا۔ لیکن مغروری سے کچھ فائدہ نہیں		اپنے فتنہ پرداز جادو والے غمزہ پر مغرور نہو
دریغ آں ہمہ زہد و صلاح مستوری	۴	بیک فریب بدادم صلاح خویش از دست
افسوس وہ تمام پرہیزگاری اور گوشہ نشینی کیا ہوئی		ایک ہی مکر سے تمام اختیار ہاتھ سے دیدیا
اگرچہ نیست ادب ایں سخن چہ دستوری	۵	ادیب چند نصیحت کنی کہ عشق مباز
اگرچہ ادب نہیں ہے یہ بات کیا لازم ہے		اے ناصح کب تک نصیحت کریگا کہ عشق نہ کر
اگر تو عشق نداری برو کہ معذوری	۶	بعشق زنده بود جان مرد صاحبدل
اگر تجھے عشق نہیں جا، معذور ہے		صاحبدل کی جان عشق سے زندہ ہوتی ہے
نہاد کشور دل بازره به معموری	۷	رسید دولت وصل و گذشت محنت ہجر
دل کا ملک دوبارہ آباد ہو گیا،		وصل کی دولت پہنچ گئی اور ہجر کی محنت ختم ہوئی

۸

بہر کسی نتواں گفت راز دل حافظ
اے حافظ ہر ایک شخص سے دل کا راز بیان نہیں ہو سکتا
مگر بدانکہ کشیده است محنت دوری
مگر اس سے ہو سکتا ہے جسنے ہجر کی تکلیف اٹھائی ہو

۶ سے ۷ ہرگز نمیرد آنکہ دلش زنده شد بعشق + ثبت است بر جریده عالم دوام ما +

۱
ترا کہ ہر چہ مرادست در جہاں داری
تجھے جو دنیا کی سب مرادیں حاصل ہیں
چہ غم ز حال من زار ناتواں داری
مجھ زار و ناتوان کے حال کا تجھے کیا غم ہو سکتا ہے

۲
بخواہ جان و دل از بندہ و رواں بستاں
مجھ سے جان اور دل لے اور روح تیرے حوالہ ہے
کہ حکم بر سر آزادگاں رواں داری
کیونکہ تیرا حکم آزاد آدمیوں پر جاری ہے

۳
بنوش می چو سبکروحی ای حریف مدام
اے حریف جب تو سبک روح ہے مدام شراب پی
علی الخصوص دریں دم کہ سرگراں داری
خصوصاً اس وقت کہ تیرا سر گراں ہے

۴
بیاض روی ترا نیست نقش درخور ازانکہ
تیرے چہرہ کا نقش کھینچنا محال ہے کیونکہ
سوادی از خط مشکین درارغواں داری
خط مشکیں کی وجہ سے ارغواں پر سیاہی پڑ گئی

۵
میاں نداری و دارم عجب کہ ہر ساعت
تیری کمر نہیں ہے اور عجیب بات یہ ہے کہ ہر گھڑی
میانِ مجمع خوباں کنی میانداری
معشوقوں کے مجمع میں سرداری کرتا ہے

۶
مکن عتاب ازیں بیش و جور بر دل من
اس سے زیادہ عتاب نہ کر میرے دل پہ اور ظلم
بکن ہر آنچہ توانی کہ جائے آں داری
جو چاہتا ہے کر کہ تجھے اختیار حاصل ہے

۷
باختیار اگرت صد ہزار تیر جفاست
اگر تیرے اختیار میں ایک لاکھ تیر جفا ہیں
بقصد جان من خستہ در کماں داری
تو میرے جان کے لئے کمان میں کھینچ رکھے ہیں

۸
بکش جفای رقیباں مدام و دل خوش دار
رقیبوں کی جفا ہمیشہ برداشت کر اور دل خوش رکھ
کہ سہل باشد اگر یار مہرباں داری
کیونکہ اگر یار مہربان ہے تو یہ بات آسان ہے

۹
وصال دوست گرت دست مید ہد روزی
اگر کبھی کسی دن دوست کا وصال نصیب ہو، تو
برو کہ ہر چہ مراد ست در جہاں داری
جا جو کچھ دنیا میں مرادیں تھی حاصل ہو گئی ہے

۱۰
چو ذکر لعل لبت میکنم خرد گوید
جب تیرے لعل لب کا ذکر کرتا ہوں عقل کہتی ہے
حدیث یا شکرستانکہ در دہاں داری
کہ یہ باتیں ہیں یا مٹھائی ہے جو تیرے منہ میں ہے

۱۱

چو گل بدامن ازیں باغ می بری حافظ

اے حافظ جب تو گل مراد اس باغ (دنیا) سے لیگیا

چہ غم ز نالۂ فریاد باغباں داری

تو باغبان کے نالہ و فریاد کا کیا غم رکھتا ہے

۱
تو مگر بر لب جوئی ز ہوس بنشینی
تو ندی کے کنارے اپنی غرض سے بیٹھا ہے
ورنہ ہر فتنہ کہ بینی ہمہ از خود بینی
ورنہ جو فتنہ برپا ہوتا ہے وہ تجھ سے ہوتا ہے

۲
بخدائے کہ توئی بندۂ بگزیدۂ او
اس خدا کی قسم جس کا تو برگزیدہ بندہ ہے
کہ بجائی من بیدل دگری نگزینی
کہ مجھ عاشق کے سوا کسی اور کو انتخاب نہ کرنا

۳
صبر بر جور رقیباں چہ کنم گر نہ کنم
اگر رقیبوں کے ظلم پر صبر نہ کروں تو کیا کروں
عاشقاں را نبود چارۂ بجز مسکینی
عاشقوں کو مسکینی کے سوا اور کیا چارہ ہے

۴
ادب و شرم ترا خسرو مہرویاں کرد
تجھے خوبصورتوں کے بادشاہ نے ادب اور حیا دیا
آفریں بر تو کہ شایستۂ صد تحسینی
تجھ پر آفریں کہ سو تحسین کے لائق ہے

۵
عجب از لطف تو ای گل کہ نشینی با خار
تیری مہربانی پر اے گل تعجب آتا ہے کہ کانٹے کیساتھ بیٹھتا ہے
ظاہرا مصلحت وقت دراں می بینی
لہذا ہر مصلحت وقت اسی میں دیکھتا ہے

۶
حیفم آید کہ خرامے بتماشای چمن
مجھے افسوس ہے کہ چمن کی سیر کو جاتا ہے
کہ تو خوشتر ز گل و تازہ تر از نسرینی
تو خود گل سے بہتر اور نسرین سے زیادہ تر و تازہ ہے

۷
گر امانت بسلامت ببرم باکی نیست
اگر امانت سلامتی سے لے جاؤں کچھ ڈر نہیں
بیدلے سہل بود گر نبود بیدینی
بیدلی آسان ہے اگر بے دینی نہ ہو

۸
باد صبحی بہوایت ز گلستاں برخاست
صبح کی ہوا تیری محبت میں باغ سے چلی
کہ تو خوشبو تر گل سوری و چوں نسرینی
کہ تو گل سوری کی خوشبو رکھتا ہے اور نسرین کی طرح ہے

۹ سخن بی غرض از بندهٔ مخلص بشنو
اس بندہ مخلص سے بے غرض بات سُن
ای که منظور بزرگان حقیقت بینی
تو حقیقت کے جاننے والے بزرگوں کا منظور نظر ہے

۱۰ نازنینی چو تو پاکیزه رخ و پاک نهاد
تجھ جیسا نازنین کہ خوبصورت اور نیک سیرت ہو
بهتر آن است که با مردم بد ننشینی
بہتر یہی ہے کہ بُرے آدمی کی صحبت میں نہ بیٹھے

۱۱ شیشه بازی سرشکم نگری از چپ و راست
دونوں جانب سے میرے آنسوؤں کی شیشہ بازی دیکھیگا
گر بدین منظر بینش نفسی بنشینی
اگر اس نظارہ کے لئے ایک دم بیٹھے

۱۲ بعد ازین ما و گدائی بسر منزل عشق
اس کے بعد میں ہوں اور منزل عشق کی گدائی ہے
راهرو را نبود چاره بجز مسکینی
مسافر کو بجز مسکینی اور کچھ چارہ نہیں ہے

۱۳ تو بدین دلکشی و نازکی ای ماه حسن
تو اس نزاکت اور دلکشی کے ساتھ اے ماہ حسن [illegible]
لایق بزمگه خواجه جلال الدینی
تو خواجہ جلال الدین کے بزم کے لائق ہے

۱۴ سیل این اشک روان صبر دل حافظ برد
ان آنسوؤں نے سیلاب نے حافظ کے دل کا صبر لے گیا
بلغ الطاقة یا مقلة عینی بینی
اے میری آنکھوں کے نور میری بے طاقتی کو دیکھ

۱ جان فدای تو که هم جانی و هم جانانی
تجھ پر جان فدا ہو کہ تو جان بھی ہے جانان بھی ہے
هر که شد خاک درت رست ز سرگردانی
جو تیرے دروازہ کی خاک ہوا سرگردانی سے بچ گیا

۲ سر از سر کوی تو نیارم برخاست
میں تیرے کوچہ سے سرسری طور سے نہیں اٹھ سکتا
کار دشوار نگیرند بدین آسانی
یہ مشکل کام اس آسانی سے نہیں ہوسکتا

۳ خام را طاقت پروانهٔ پرسوخته نیست
جو خام ہیں ان کو پروانہ کی طاقت نہیں جو پر جلا ہوا ہے
نازکان را نشده شیوه جان قربانی
جو نازک ہیں ان کی عادت جاں نثاری نہیں

۴ بی تو آرام گرفتن بود از ناکامی
تیرے بغیر آرام ناکامی کے باعث ہے
با تو گستاخ نشستن بود از حیرانی
گستاخانہ تیرے پاس بیٹھنا حیرانی کے باعث ہے

۵ فاش کردند رقیبان تو سرّ دل من
تیرے رقیبوں نے میرے دل کا راز فاش کر دیا
چند پوشیده بماند خبر پنهانی
کب تک پوشیدہ خبر چھپ سکتی ہے

۶ تا بماند تر و شاداب نهال قد تو
جبتک کہ تیرے قد کا درخت تر و تازہ رہے
واجب آن است که بر دیده ما بنشانی
یہ واجب ہے کہ میری آنکھوں پر بٹھائے

۷ در خم زلف تو دیدم دل خود را روزی
تیری زلف کے پیچ میں ایکدن دل کو دیکھا
گفتمش چونی و چون می رهی ای زندانی
میں نے پوچھا ای قیدی کیا حال ہے کس طرح بسر ہوتی ہے

۸ گفت آری چه کنی گر نبری رشک من
جواب دیا ہاں تو کیا کرے اگر رشک نہ کرے
هر گدارا نبود مرتبه سلطانی
ہر ایک فقیر کو سلطانی مرتبہ حاصل نہیں ہوتا

۹ راستی حد تو حافظ نبود صحبت ما
اے حافظ اگر سچ پوچھے تو تو میری صحبت کے لائق نہیں ہے
بس اگر بر سر این کوی کنی سگبانی
تیرے لئے یہی کافی ہے کہ اس کوچہ کی سگبانی کرے

---

۱ جای حضور و گلشن امن است این سرای
یہ سرائے امن کا باغ اور حضوری کی جگہ ہے
زین در بشادمانی عیش و طرب درآی
اس دروازہ سے خوشی خوشی داخل ہو

۲ ای کاخ دولتی تو چه کاخی که در جهت
اے دولت کے محل تو کیا محل تیرا حال خدا کو معلوم
در شاخسار گلشن تو سایهٔ همای
تیری شاخ کا سایہ ہما کا سایہ ہے

۳ هر صبح در هوای درت میکند صبوح
ہر ایک صبح کو تیرے دروازہ کی محبت میں شراب
جمشید تخت چرخ بجام جهان نمای
آسمان کے تخت کا جمشید جام جہان نما میں پیتا ہے

۴
باد تو ہمچو آتش موسیٰ خجستہ پے
تیری ہوا موسےٰ علیہ السلام کی آگ کی طرح ہے
خاک تو ہمچو آب خضر زندگی فزائے
تیری خاک خضر کے پانی کی طرح زندگی بڑھاتی ہے

۵
فرخندہ نو گل تو چمن را حیات دہ
تیرا تازہ گل چمن کی زندگی ہے
جعد بنفشۂ تو صبا را گرہ کشائے
تیرا گیسو ہوا کی گرہ کھولتا ہے۔

۶
مرغول سنبل از دم کوئے تو خوش نسیم
تیرے کوچہ کی ہوا سنبل کو خوشبودار بناتی ہے
زلف صبا ز خاک جناب تو مشک سائے
صبا کی زلف تیری خاک سے معطر ہے

۷
خورشید در ہوائے تو چوں ذرہ پائے کوب
تیری محبت میں آفتاب ذرہ کی طرح چکر لگاتا ہے
جمشید در حریم تو چوں بندگان بپائے
تیری حریم میں جمشید غلاموں کی طرح کھڑا ہے۔

۸
حافظ مقیم درگہ او باش و عیش کن
اے حافظ اس کی درگاہ میں مقیم رہ اور عیش کر
کاندر بہشت بہتر ازیں گوشہ نیست جائے
کہ بہشت میں اس کونہ سے بہتر اور کوئی جگہ نہیں

۱
چو سرو گر بخرامی دمے بگلزاری
اگر سرو کی طرح تو تھوڑی دیر باغ میں چلے
خورد ز غیرت روئے تو ہر گلے خاری
تیرے چہرہ کی غیرت میں گل کو کانٹا کھٹکتا ہے

۲
ز کفر زلف تو ہر حلقۂ و آشوبے
تیری زلف کے کفر سے ہر ایک حلقہ میں آشوب ہے
ز سحر چشم تو ہر گوشۂ و بیماری
تیرے آنکھ کے جادو سے ہر ایک گوشہ میں بیماری ہے

۳
نثار خاک رہت نقد جان ما ہر چند
تیرے راستہ کی خاک میں میری جان نثار ہے
کہ نیست نقد روان را بر تو مقداری
کہ نقد جان تیرے لئے کچھ چیز نہیں ہے

۴
مرو چو بخت من ای چشم مست یار بخواب
میرے بخت کی طرح اے یار کی مست آنکھ مت سو
کہ در پی ست ز ہر سوت آہ بیداری
کہ تیرے پیچھے ہر ایک طرف جاگنے والوں کا فریاد ہے

دلا ہمیشہ مزن لاف زلف دلبنداں	۵	چو تیرہ رائی شدی کی گشایدت کاری
اے دل ہمیشہ دلبندوں کی زلف کی لاف نہ مار		جب تیری رائے ہی سیاہ ہو تو کام کس طرح بنیگا
سرم برفت و زمانی بسر نرفت ایں کار	۶	دلم گرفت و نبودت سر گرفتاری
میرا سر چلا گیا اور ایک دم کے واسطے یہ کام چلا		میرا دل تنگ ہو گیا ہے اور تجھے اپنے قیدی کا خیال نہ آیا

۷

چو نقطہ گفتمش اندر میان دایرہ آی
جب اس کو کہا کہ نقطہ کی طرح دایرہ میں آ
بخندہ گفت کہ حافظ برو چو پرکاری
ہنس کر کہا کہ اے حافظ پرکار کی طرح جا

۷۔ خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نے بعض اشعار میں دائرہ و نقطہ و خط و پرکار کے مضمون کو باندھا ہے اور ہر ایک شعر میں لطف جدا گانہ ہے۔ ایک مقام پر فرماتے ہیں۔ ؎ تو نشوی واقف یک نکتہ ز اسرار وجود ٭ گر چہ سرگشتہ شدی دائرہ امکاں را
ایک اور مقام پر ارشاد ہے۔ کہ ؎

؎ عاقلاں نقطہ پرکار وجود اند ولے ٭ عشق داند کہ دریں دائرہ سرگرداں اند ؎

شرح زیر شعر "تو نشوی واقف الخ" ملاحظہ ہو۔
اس شعر کا مطلب یہ ہے کہ میں نے معشوق حقیقی کو کہا کہ دائرہ امکان یا جائز میں جلوہ دکھا تا رہا تجھے پا کر کیا خام خیال ہے تمام عمر پرکار کی طرح سرگرداں بھی رہو پھر بھی امکان میں وجود کی نوک تک نہ پہنچوگے۔ دائرہ امکان کے اندر نہیں بلکہ باہر اس وجود کو دیکھو وہ خود محیط ہے دائرہ امکان میں کہاں سا سکتا ہے۔ دائرہ امکان اسی میں سمایا ہوا ہے

چوں در جہان خوبی امروز کامگاری	۱	شاید کہ عاشقاں را کامی ز لب بباری
جبکہ حسن و خوبی کی دنیا میں تو آج کامیاب ہے		مناسب ہے کہ عاشقوں کی مراد اپنے لب سے پوری کر
با عاشقان بیدل تا چند ناز عشوہ	۲	بر بیدلان مسکین تا کی جفا و خواری
کب تک بیدل عاشقوں سے یہ ناز و عشوہ رہے گا		بیدل مسکین پر کب تک یہ جفا اور خواری
تا چند ہمچو چشمت در عین ناتوانی	۳	تا چند ہمچو زلفت در تاب و بیقراری
کب تک تیری آنکھ کی طرح بیمار کمزور		اور کب تک تیری زلف کی طرح پیچیدہ و بیقرار رہونگا

۴ جوریکه از تو دیدم دردی که از تو بردم — گر شمه بدانی شاید که رحمت آری

جو ظلم کہ تجھ سے دیکھا اور جو تکلیف کہ تجھ سے اٹھائی — اگر اس کا شمہ تجھے بھی معلوم ہو جائے ممکن ہے کہ تو رحم کرے

۵ از بادهٔ وصالت گر جرعهٔ بنوشم — تا زنده ام نورزم آیین هوشیاری

تیرے وصال کی شراب سے اگر ایک گھونٹ پیوں — جب تک زندہ ہوں ہوشیاری کے دستور کو چھوڑ رکھوں

۶ در هجر مانده بودم باد صبا رسانید — از بوستان وصالت بوی امیدواری

میں ہجر میں رہ گیا تھا باد صبا نے — تیرے وصال کے باغ سے امیدواری کی خوشبو پہنچائی

۷ ما بنده ایم عاجز تو خواجه و توانا — گر میکشی بزورم ور میکشی بزاری

ہم عاجز بندے ہیں اور تو مالک اور قادر ہے — اگر تو زور سے قتل کرے یا زاری سے ہلاک کرے تو اختیار ہے

۸ دکان عاشقی را بسیار مایه باید — زرهای بیحد آنگه چشمان و دابی

عاشقی کی دکان کے لئے بہت سرمایہ چاہیئے — زر کی بیحد اور آنکھ گہر کی طرح چاہیئے

۹ گرچه بجوی وصلت در حشر زنده مانم — سر برنیارم از خاک از روی شرمساری

اگر چہ تیرے وصل کی امید پر قیامت تک زندہ رہوں — شرمساری سے خاک سے سر نہ اٹھاؤں گا۔

۱۰ آخر ترحمی کن بر حال زار حافظ — تا چند ناامیدی تا چند خاکساری

آخر ناتواں کے حال پر رحم کر — کب تک یہ ناامیدی کب تک یہ خاکساری

۱۱ چه بودی ار دل آن ماه مهربان بودی — که کار نه چنین بودی ار چنان بودی

کیا ہوتا اگر اس چاند (معشوق) کا دل مہربان ہوتا — کہ ہمارا کام ایسا نہ ہوتا جیسا کہ ہوا

۱۲ بگفتمی که چه ارزد نسیم طرهٔ دوست — گرم بهر سر موی هزار جان بودی

میں نے کہا کہ اگر میرا ہر ایک بال ہزار جان کا ہوتی — نسیم کیا ہے دوست کی زلف کو چھوتی۔

۳ براتِ خوشدلی ما چہ کم شدی یارب
میری خوشدلی کی برات اے خدا کیا کم ہوتی
گرش نشانِ امان از بدِ زمان بودے
اگر زمانہ کی برائی سے محفوظ رہنے کا نشان مجھول جاتا

۴ گرم زمانہ سرافراز داشتی و عزیز
اگر زمانہ مجھے عزیز اور سرافراز کرتا
سریرِ عزتم آن خاکِ آستان بودے
میری عزت کا تخت اس دروازہ کی خاک ہوتی

۵ خیال اگر نشدی سدِّ آبِ دیدۂ من
اگر خیال میری آنکھوں کے پانی کا بند نہ بنجاتا
ہزار چشمہ بہر گوشۂ روان بودے
تو ہر ایک گوشہ سے ہزار چشمہ روان ہو جاتا

۶ کسی بکوئی ویم کاشکے نشان دادے
کوئی شخص اس کے کوچہ کا مجھے پتہ دیتا
کہ تا فراغتی از باغ و بوستان بودے
تا کہ میں باغ و بہار سے بے پرواہ ہو جاتا

۷ برخ چو مہرِ فلک بی نظیرِ آفاق ست
تیرا چہرہ جو آسمان کے آفتاب کی طرح دنیا میں بینظیر ہے
بدل دریغ کہ یک ذرہ مہربان بودے
اگر ایک ذرہ مہربان ہوتا تنا ہی افسوس ہے کہ نہیں ہے

۸ ز پردہ کاش برون آمدی چو قطرۂ اشک
کاش پردہ سے آنسو کے قطرہ کی طرح باہر آتا
کہ بر دو دیدۂ ما حکم او روان بودے
تا کہ میری دونوں آنکھوں پر اسکا حکم جاری ہوتا

۹ اگر نہ دائرۂ عشق راہ بر بستے
اگر دائرہ عشق بند نہ کرتا
چو نقطہ حافظ بیدل در آن میان بودے
نقطہ کی طرح حافظ بے دل اسکے درمیان ہوتا

---

۱ چہ قامتی کہ ز سر تا قدم ہمہ جانی
تیرا کیا قد ہے کہ سر سے پاؤں تک تو جان ہے
چہ صورتے کہ بہیچ آدمی نمی مانی
تیری کیا صورت ہے کہ کسی آدمی سے نہیں ملتی

۲ نہ صورتی کہ گلِ گلستانِ فردوسی
یہ وہ صورت نہیں ہے کہ بہشت کے باغ کا پھول ہو
نہ قامتی کہ سہی سروِ باغ بستانی
یہ وہ قد نہیں ہے کہ باغ کے سرو کی طرح ہو

٣ بسی حکایت حسنت شنیده ام جانان — کنون که دیدمت الحق هزار چندانی

اے جان میں نے تیری حسن کی بہت حکایتیں سنیں — مگر اب دیکھا تو اس سے ہزار درجہ بڑھ کر پایا

٤ تنم چو چشم تو دارد نشان بیماران — دلم چو زلف تو دارد سر پریشانی

میرا تن تیری آنکھ کی طرح بیماروں کی علامت رکھتا ہے — میرا دل تیری زلف کی طرح پریشان ہے

٥ ز جستجوی تو ننشینم ار چه هر نفسم — میان خون دل و آب دیده بنشانی

تیری تلاش سے باز نہیں آؤنگا اگر ہر دم — تو مجھے دل کے لہو اور آنکھ کے پانی میں بٹھائے

٦ ز خاک پای عزیز تو سر نه گردانم — گرم ز دست فراقت بسر به گردانی

تیرے پاؤں کی خاک سے بھی سر نہ اٹھاؤنگا — اگر مجھے فراق کے ہاتھ سے سرگردان ہی کیوں نہ کرے

٧ تو چون سپهر جفا پیشهٔ و احوالم — چو روزگار نهاده است رو بویرانی

تو آسمان کی طرح جفا پیشہ ہے اور میرا حال — روزگار کی طرح تباہ ہو رہا ہے

٨ ز روی لطف و ترحم چرا نه بخشائی

مہربانی اور رحمت سے کیوں بخش نہیں دیتا

چو درد و محنت حافظ یقین همیدانی

جبکہ تجھے حافظ کے درد اور تکلیف کا یقین ہے

١ خوشتر از کوی خرابات نباشد جائے — گر به پیرانه سرم دست دهد ماوائے

خرابات سے بہتر کوئی اور جگہ نہیں ہے — اگر اس بڑھاپے میں مجھے وہاں پناہ مل جائے

٢ آرزو میکنم واز چه پنهان دارم — شیشهٔ باده و کنجے و رخ زیبائے

تجھسے کیا پوشیدہ رکھوں کہ میری آرزو — شراب کا شیشہ اور گوشہ اور معشوق کا چہرہ ہے

٣ جائے من دیر مغانست و مروج وطنی — رائی من روی بتانست و مبارک رائے

میری جگہ مغاں کا مندر ہے اور یہی وطن ہے — میری رائے بتوں کا رخ اور مبارک رائے ہے

۴ چہ کنی گوش کہ درد سر چو من شیدا نیست — نیست این جز سخن بوالہوس رعنائے

ایسی باتیں کیا سنتا ہے مجھ جیسا دنیا میں عاشق نہیں — ایسی بات سوائے بوالہوس طرحدار کے کوئی نہ کہیگا

۵ صنما غیر تو در خاطر ما کے گنجد — کہ مرا نیست بغیر از تو زکس پروائے

اے صنم تیرا غیر میرے دل میں کب سماتا ہے — مجھے تیرے سوا کسی اور کی پرواہ نہیں ہے

۶ با ادب باش کہ ہرگز نتواند گفتن — سخن دیر مگر برہمنے دانائے

با ادب رہ کہ مندر کی بات — دانا برہمن کے سوا کسی اور کو نہیں کہہ سکتے

۷ رحم کن بر دل مجروح خراب حافظ

حافظ کے زخمی دل پر رحم کر

زانکہ ہست از پی امروز یقین فردائے

کہ آج کل کی امید پر ادھار کھائے بیٹھا ہے

---

۱ خوش کرد یاوری فلکت روز داوری — تا شکر چون کنی و چہ شکرانہ آوری

آسمان نے انصاف کے وقت تیری خوب امداد کی — تاکہ تو شکر کس طرح بجالاتا ہے اور کیا شکرانہ لاتا ہے

۲ در کوی عشق شوکت شاہی نمی خرند — اقرار بندگی کن و دعوی چاکری

عشق کے کوچہ میں بادشاہی شوکت کو نہیں خریدتے — بندگی کا اقرار کر نوکری کا دعوے کر

۳ آنکس کہ اوفتاد خدایش گرفت دست — پس بر تو باد تا غم افتادگان خوری

جو عاجز ہوکر گرا خدا نے اسکی دستگیری کی — تجھے بھی چاہیئے کہ عاجزوں کا غم کھائے

۴ ساقی بمژدگانی عیش از درم درآ — تا یکدم از دلم غم دنیا بدر بری

اے ساقی خوشی کی خوشخبری لیکر میرے دروازے سے داخل ہو — تاکہ تو میرے دل سے دنیا کا غم دور کرے

۵ در شاہراہ جاہ و بزرگی خطر بسی است — آن بہ کزین گریوہ سبکبار بگذری

بزرگی اور جاہ کی شاہراہ میں بہت خطرہ ہے — بہتر یہی ہے کہ اس کنارے سے سبکسار رہ جائے

سلطان و فکر لشکر و سودائے تاج و گنج بادشاہ اور لشکر کا فکر اور تاج اور خزانہ کا سودائی	۶	درویش و امن خاطر و کنج قلندری درویش اور طبیعت کا اطمینان اور قلندرانہ گوشہ	
نیل مراد بر حسب فکر و ہمت است مراد کا حصول فکر و ہمت کے مطابق ہے	۷	از شاہ نذر خیر و ز توفیق یاوری شاہ سے خیر کی نذر اور توفیق سے مدد	
یک حرف صوفیانہ بگویم اجازت است اگر اجازت ہو تو ایک صوفیانہ بات کہوں	۸	اے نور دیدہ صلح بہ از جنگ داوری کہ اے نور چشم جنگ سے صلح بہتر ہے	

	حافظ غبار فقر و قناعت ز رخ مشو اے حافظ فقر اور قناعت کا غبار چہرہ سے مت دھو کاین خاک بہتر از عمل کیمیا گری کہ یہ خاک کیمیا گری سے بہتر ہے	۹

۶۔ ۵ ہر کسے را بہر کارے ساختند + الفتش را در دلش انداختند +

خواجہ رحمۃ اللہ نے اس شعر میں یہ ظاہر کیا ہے کہ بادشاہ کو لشکر و تاج و گنج کا فکر لاحق رہتا ہے لشکر اس واسطے رکھا ہے کہ اس ملک کی حفاظت کریں جو قبضہ میں ہے ایسا نہ ہو کہ اندرونی خرخشہ یا بیرونی حملوں کے باعث ہاتھ سے نکل جاوے اور تاج و تخت جاتا رہے درویش کو یہ تفکرات ہی نہیں اور اس لیئے وہ گوشہ میں اطمینان سے بیٹھا ہوا ہے خاک میں جب مل گئے دونوں برابر ہو گئے ۵

+ چو آہنگ رفتن کند جان پاک + چہ بر تخت مردن چہ بر روئے خاک +

لیکن اس کے ساتھ یہ بھی ظاہر کیا ہے کہ سلطانی کے لئے فکر لشکر و سودائے تاج و گنج لازمی امور ہیں اور درویشی کے لوازمات میں سے امن خاطر و کنج قلندری ہے اگر بادشاہ کو امن خاطر حاصل ہے تو وہ درویش بھی تو نہیں اور اگر درویش کو کنج قلندری میسر نہیں تو وہ سلطان بھی تو نہیں یہ تو اجتماع ضدین ہے پھر یہی اور دو دو ۵ ہم خدا خواہی و ہم دنیائے دوں + ایں خیال ست و محال ست و جنوں +

۷۔ سلطان درویش اور درویش سلطان نہیں ہو سکتا کیونکہ فکر ہر کس بقدر ہمت اوست اور حصول مراد بھی حسب فکر و ہمت ہے سلطان سے وہی کچھ ظہور میں آئیگا جس کے سلطانی مقتضی ہے اور درویش سے درویشی ہی ظاہر ہوگی۔

۸۔ یہ سب کچھ ہے لیکن بات اصل میں یہ ہے کہ ہماری رائے میں جنگ و جدل سے صلح بہتر ہے یہ نصیحت آب زر سے لکھنے کے قابل ہے۔

۹ - فقر و قناعت علم کیمیاگری سے بہتر ہے کیونکہ کیمیاگری سے تو انسان کبھی تونگر نہیں ہو سکتا۔ لیکن فقر و قناعت سے ہو سکتا ہے۔ اے قناعت تو انگرم گرداں۔ کیونکہ جہان میں مانند کیمیا گر ہمیشہ محتاج دل [illegible] ہے (ذوق)

۱

در ہمہ دیر مغان نیست چو من شیدائی

مغاں کے تمام مندر میں مجھ جیسا شیدائی نہیں ہے

خرقہ جائی گرو بادہ و دفتر جائی

خرقہ شراب کے عوض ایک جگہ رہن ہے اور دفتر دوسری جگہ

۲

دل کہ آئینۂ شاہی ست غباری دارد

دل بادشاہ کا آئینہ ہے، مکدر ہے

از خدا می طلبم صحبت روشن رائی

خدا سے کسی روشن رائے کی صحبت کی دعا کرتا ہوں

۳

کردہ ام توبہ بدست صنمی بادہ فروش

صنم شراب بیچنے والے کے ہاتھ پر توبہ کی ہے

کہ دگر می نخورم بی رخ بزم آرائی

کہ بغیر محفل کو روشن کرنیوالے چہرہ کے شراب نہ پیونگا

۴

جوہا بستہ ام از دیدہ بدامان کہ مگر

[illegible] آنکھ سے دامن میں باندھ رکھی ہیں شائد

در کنارم بنشانند سہی بالائی

میرے کنارہ (بغل) میں سرو قد کو بٹھا دیں

۵

سر این نکتہ مگر شمع برآرد بزبان

اس نکتہ کا راز شائد شمع زبان پر لائے تو لائے

ورنہ پروانہ ندارد بسخن پروائی

ورنہ پروانہ کو اس بات کی اجازت نہیں

۶

کشتی بادہ بیاور کہ مرا بی رخ دوست

شراب کی کشتی لا کہ دوست کے چہرہ کے بغیر

گشتہ ہر گوشۂ چشم از غم دل دریائی

میرا ہر ایک گوشۂ چشم غم سے دریا بن گیا ہے

۷

سخن غیر مگو با من معشوقہ پرست

مجھ معشوق پرست کے پاس غیر کی بات نکر

کز وی و جام میم نیست بکس پروائی

کہ اس کی اور شراب کے جام کی موجودگی میں مجھے کسی کی پرواہ نہیں

۸

نرگس ار لاف زد از شیوۂ چشم تو مرنج

تیری آنکھ کی خوبی کا دعوے اگر نرگس نے کیا تو رنج نکر

نروند اہل نظر از پی نابینائی

کہ اہل نظر اندھے کی طرف متوجہ نہیں ہوتے

۹

این حدیثم چہ خوش آمد کہ سحرگہ میگفت

یہ بات جو مجھے شراب خانہ کے دروازہ پر ایک اگنی کا پوجاری

بر در میکدہ با دف و نی ترسائی

گاتے تھا کہ ہے ہاتف مجھے کیا بھلی معلوم ہوئی

گر مسلمانی ازیں ست کہ حافظ دارد

اگر یہی مسلمانی ہے جو حافظ رکھتا ہے

آہ اگر از پئے امروز بود فردائی

توافسوس ہے اگر آج کی نعمت چھوڑ کر کل کی توقع کرے

۱۰

۲۔ خواجہ حافظ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ ظاہر کو نہیں بلکہ باطن کو دیکھتا ہے اس لیئے دل آئینہ شاہی اگر یہ مکدر ہو توشاہ کے دیکھنے کے لائق نہیں مطلب یہ ہے کہ اگر یہ منظور ہو کہ اللہ تعالےٰ کی نظر دل پر ہو تو اس کو صاف رکھو تصفیہ قلب تزکیہ نفس سے ہوتا ہے جب تک نفسانیت کو ترک نہ کروگے صفائی قلب نا ممکن ہے

۸۔ خواجہ رح کی شاعری ہر ایک خیال میں ایک نئی بات پیدا کرتی ہے۔ ایک مقام پر فرماتے ہیں ؎

گر سر و پیش قد تو سر ہیکشد مرنج + عقل طویل را نبود ہیچ اعتبار +

۹۔۱۰ ایک یہودی حضرت جنید رح کی ہمسائگی میں رہتا تھا اور آپ کا مداح تھا۔ ایک مسلمان دوست سے حضرت جنید کے زہد و تقوےٰ و احسان کی تعریف کر رہا تھا کہ اس نے کہا کہ کیا وجہ ہے کہ تم مسلمان نہیں ہو جاتے جواب دیا کہ تمہاری مسلمانی سے تو میں بیزار ہوں اور جنید رح سا مسلمان نہیں ہو سکتا۔

حق کے طالب حق سے خوش ہوتے ہیں اس لئے خواجہ رح نے بھی پتہ کی بات سنکر خوشی کا اظہار کیا ہے کہ اگر یہی مسلمانی ہے تو مناسب اور بہتر ہے کہ کل کی نہیں بلکہ آج ہی کی فکر کرنی چاہیئے یا تو یہ کہ دنیا کے مزے لوٹیں کیونکہ کل تو کچھ ملنا ہی نہیں اعمال ہی ایسے ہیں یا یہ کہ آج اپنے اعمال کی فکر کرنی چاہیئے جو کل کام آئے ورنہ آج اگر کچھ کام نہ کیا تو محض کل کی امید بہتری خیال بیہودہ ہے۔

ایک مقام پر فرماتے ہیں کہ ؎

رحم کن بر دل مجروح خراب ما حافظ + زانکہ ہست از پئے امروز یقیں فردائی +

دو یار زیرک و از بادۂ کہن دومنی	۱	**فراغتے و کتابے و گوشۂ چمنی**
دو دانا دوست اور بہت سی پرانی شراب		فرصت اور کتاب اور باغ کا کونہ (درکار ہے)
زتند باد حوادث نمیتواں دیدن	۲	**دریں چمن کہ گلی بودہ است یا سمنی**
حادثہ کی سخت ہوا کے باعث اس چمن میں		دیکھ نہیں سکتے کہ پھول ہے یا سمن ہے
من ایں مقام بدنیا و آخرت ندہم	۳	**اگرچہ در پیم افتند خلق انجمنی**
میں یہ مقام (معیت) دنیا اور آخرت کے عوض بھی نہ دوں		اگر میرے پیچھے تمام لوگ بھی پڑیں

۴

هر آنکه کنج قناعت بگنج دنیا داد

جس شخص نے قناعت کا کونہ دنیا کے خزانہ کے عوض دیا

فروخت یوسف مصری بکمترین ثمنی

یوسف مصری کو کھوٹے داموں پر بیچ دیا؛

۵

بیا که رونق این کارخانه کم نشود

آ کہ اس کارخانہ کی رونق کم نہ ہوگی

ز زهد همچو توئی یا ز فسق همچو منی

تجھ جیسے کے زہد اور مجھ جیسے کی بدکاری سے

۶

نگار خویش بدست خسان همی بینم

اپنے معشوق کو کمینوں کے ہاتھ میں دیکھتا ہوں

چنین شناخت فلک حق خدمت چو منی

آسمان نے ہماری خدمت کی اچھی قدر کی؛

۷

ببین در آئینه نقشبند صورت غیب

غیب کی تصویر مصور کے آئینہ میں دیکھ

گرت ز ملک قناعت هوس کند وطنی

اگر تجھے قناعت کے ملک سے وطن کی خواہش ہے

۸

ازین سموم که بر طرف بوستان بگذشت

اس زہریلی گرم ہوا سے جو باغ پر سے گذری

عجب که رنگ گلی ماند و بوی یاسمنی

تعجب ہے کہ پھول کا رنگ اور چنبیلی کی بو باقی رہی ہو

۹

بصبر کوش تو ای دل که حق رها نکند

اے دل صبر کر کہ خدا تعالے

چنین عزیز نگینی بدست اهرمنی

ایسا قیمتی نگینہ دیو کے ہاتھ میں نہیں دیتا

۱۰

بگوشه بنشین سرخوش و تماشا کن

گوشہ میں خوش وخرم بیٹھ اور تماشہ دیکھ

ز حادثات زمانه رخ شکر دهنی

زمانہ کے حادثوں سے شکر دہن کے چہرہ کا

۱۱

بروز واقعه غم با شراب باید گفت

مصیبت کے وقت غم کا اظہار شراب سے کرنا چاہیئے

که اعتماد بکس نیست در چنین زمنی

کہ ایسے وقت میں کسی پر بھروسہ نہیں ہے

۱۲

مزاج دهر تبه شد درین بلا آری

زمانہ کا مزاج اس بلا سے بگڑ گیا؛

کجاست فکر حکیمی و رای برهمنی

حکیم کی فکر اور برہمن کی عقل کہاں ہے۔

شنیده ام که سگان را قلاده می بندی

میں نے سنا ہے کہ کتوں کے گلے میں پٹہ ڈالتا ہے

چرا بگردن حافظ نمی نهی رسنی

کس لئے حافظ کی گردن میں رسی نہیں ڈالتا؛

۷۔ آئینہ سے مراد قلب ہے۔ یہ شعر بعض نسخوں میں اس طرح ہے ؎

بہیں در آئینہ جام نقشبندی غیب
کہ کس بیاد ندارد چنیں عجب فتنی

۱۔ دیدم بخواب دوش کہ ماہی برآمدے — کز عکس روئے او شب ہجراں سرآمدے
میں نے کل خواب میں دیکھا کہ چاند برآمد ہوا ہے — اُس کے چہرہ کے عکس سے ہجر کی رات کافور ہوگئی

۲۔ تعبیر رفت یار سفر کردہ میرسد — اے کاش ہرچہ زودتر از در درآمدے
تعبیر یہ کی کہ یار سفر کرکے آ رہا ہے — کاش جلدی دروازہ میں داخل ہوتا

۳۔ ذکرش بخیر ساقی فرخندہ فال من — کز در مدام با قدح و ساغر آمدے
یہ ذکرش بخیر میرا ساقی نیک فال — جو ہمیشہ دروازہ سے پیالہ شراب لئے ہوئے داخل ہوتا ہے

۴۔ فیض ازل بزور و زر ار آمدی بدست — آب خضر نصیبۂ اسکندر آمدے
اگر فیض الٰہی زور اور زر سے ہاتھ لگتا — خضر کا پانی سکندر کے نصیب ہوتا

۵۔ آں عہد یاد باد کہ از بام و در مرا — ہر دم پیام یار و خط دلبر آمدے
وہ عہد یاد رکھ کہ ہر دم بام اور دروازہ سے مجھے — یار کا خط اور دلبر کا پیام آتا تھا

۶۔ خوش بودی ار بخواب بدیدی دیار خویش — تا یاد صحبتش سوئے ما رہبر آمدے
کیا اچھا ہوتا اگر خواب میں اپنا شہر دیکھتا — تا اس کو ہماری صحبت کی یاد اس طرف کھینچ لاتی

۷۔ آنکو ترا بسنگدلی گشت رہنموں — اے کاشکے کہ پاش بسنگی برآمدے
جس کسی نے تجھے سنگدلی کی تعلیم دی ہے — کاش اس کی سزا پتھر ہوتی

۸۔ کی یافتی رقیب تو چنداں مجال ظلم — مظلومی ار شبے بدر داور آمدے
تیرا رقیب کب اتنا ظلم کرتا — اگر مظلوم کسی رات داور کے دروازہ پر آ کر فریاد کرتا

۹۔ خاماں رہ نرفتہ چہ دانند ذوق عشق — دریا دلی بجوئے دلیری سرآمدے
خام جو رستہ سے واقف نہیں عشق کا مزا کیا جانیں — کسی دریا دل دلیر نامور شخص کی تلاش کر

جانہا نثار کردمے آں دلنواز را اس یار دلنواز پر کئی جانیں قربان کرتا	۱۰	گر ہمچو روح جلوہ کناں در بر آمدے اگر روح کی طرح جلوہ کرتا ہوا بغل میں آتا

۱۱

گر دیگری بشیوۂ حافظ زدی رقم
اگر کوئی اور حافظ کی مانند لکھتا
مقبول طبع شاہ سخن پرور آمدے
سخن پرور بادشاہ کو پسند آتا

رفتم بباغ تا کہ بچینم سحر گلے باغ میں گیا کہ صبح کے وقت پھول توڑونگا	۱	آمد بگوش ناگہم آواز بلبلے یکایک میرے کان میں ایک بلبل کی آواز آئی
مسکین چو من بعشق گلی گشتہ مبتلا مجھ مسکین کی طرح ایک گل کے عشق میں مبتلا تھی	۲	واندر چمن فگندہ ز فریاد غلغلے اور چمن میں فریاد سے شور برپا کر رکھا تھا
میگشتم اندراں چمن باغ دمبدم میں اس باغ میں پھر رہا تھا اور ہر دم	۳	میکردم اندراں گل و بلبل تاملے اس گل اور بلبل کے حال پر غور کر رہا تھا
چوں کرد در دلم اثر آواز عندلیب جب میرے دل پر بلبل کی فریاد نے اثر کیا	۴	گشتم چنانکہ ہیچ نماندم تحملے میرا یہ حال ہو گیا کہ صبر نہ رہا
بس گل شکفتہ میشود ایں باغ را ولے اس باغ میں بہت گل کھلے لیکن	۵	کس بی جفائے خار نچیدست ازو گلے اس سے بغیر کانٹے کے کسی نے پھول نہ توڑا
گل یار خار گشتہ و بلبل قرین عشق پھول کانٹے کا دوست ہوا اور بلبل کو عشق کا قرب حاصل ہوا	۶	آں را تغیرے نہ وایں را تبدلے نہ اسکی حالت بدلی اور نہ اس میں تغیر آیا
حافظ مدار امید فرح از مدار چرخ اے حافظ آسمان سے خوشی کی امید نہ رکھ	۷	دارد ہزار عیب و ندارد تفضلے اس میں ہزار عیب ہیں اور ایک بھی خوبی نہیں

۱
روزگاریست کہ ما را نگران میداری
زمانہ گذر گیا کہ مجھے اپنا منتظر بنا رکھا ہے
مخلصان را نہ بوضع دگران میداری
مخلص دوستوں کو کسی اور وضع پر نہیں رکھتا

۲
گوشۂ چشم رضائی بمنت باز نشد
تیری آنکھ کا گوشہ میری رضا کے لئے نہ کھلا
اینچنیں عزت صاحب نظران میداری
اس طرحکی عزت صاحب نظر کی کرتا ہے

۳
نہ گل از داغ غمت رست نہ بلبل در باغ
نہ تو گل اور نہ بلبل تیرے داغ سے باغ میں خالی رہا
ہمہ را نعرہ زناں جامہ دران میداری
سب کو نعرہ مارتے ہوئے اور جامہ پھاڑتے ہوئے دیکھا

۴
پدر تجربہ خر تو ئی ای دل زچہ روئے
اے دل تو تجربہ کا باپ ہے پھر کس لئے
طمع مہر و وفا زیں پسران میداری
ان چھوکروں سے محبت اور وفا کی طمع کرتا ہے

۵
گرچہ رندی وخرابی گنہ ماست ولی
اگرچہ رندی اور خرابی ہمارا گناہ ہے
عاشقے گفت کہ ما را تو بران میداری
لیا کسی عاشق نے کہا کہ تو نے ہمیں اسپر رکھا ہوا ہے

۶
جوہر جام جم از کان جہان دگر ست
جام جم کا جوہر دوسرے جہان کی کان کا ہے
تو تمنا ز گل کوزہ گران میداری
تو کوزہ گروں کی مٹی سے یہ امید رکھتا ہے

۷
کیسۂ سیم وزرت نیک بباید پرداخت
چاندی سونے کا کیسہ خوب خالی کرنا چاہیئے
زیں تمنا کہ تو از سیمبران میداری
اس تمنا میں جو تو سیمبروں سے رکھتا ہے

۸
ای کہ در دلق ملمع طلبی ذوق حضور
تو فریب کی گودڑی میں حضوری کا ذوق چاہتا ہے
چشم سیری عجب از بی بصران میداری
اندھوں سے تعجب ہے کہ سیر وسیاحت کی امید رکھتا ہے

۹
چوں توئی نرگس باغ نظر ای چشم و چراغ
اے چشم و چراغ جب تو ہی باغ نرگس کی نظر ہے
سر چرا بر من دلخستہ گران میداری
کس لئے مجھ دلخستہ سے سر گراں ہے

۱۰
دین و دل رفت ولے راست نمی یارم گفت
دین اور دل جاتا رہا مگر سچ تو یہ ہے کہ کہہ نہیں سکتا
کہ من سوختہ دل را تو بران میداری
کہ تو نے مجھ دل سوختہ کو ایسا بنا رکھا ہے

۱۱

تا صبا بر گل و بلبل ورق حسن تو خواند
جب سے صبا نے گل اور بلبل پر تیرے حسن کا صفحہ پڑھا

ہمہ را شیفتہ و دل نگران میداری
سب کو عاشق اور شیفتہ بنا دیا

۱۲

ساعد آں بہ کہ بپوشی چو تو از بہر نگار
بہتر ہے کہ اپنی کلائی کو نہ چھپائے کہ تجھ جیسا معشوق

دست در خون دل پر ہنراں میداری
اہل ہنر کے خون میں ہاتھ رنگتا ہے

مگذراں روز سلامت بملامت حافظ
اے حافظ سلامتی کا دن ملامت میں بسر نہ کر

چہ توقع ز جہاں گذراں میداری
تو اس ناپائدار جہان سے کیا توقع رکھتا ہے

۱

زاں می صاف کزو پختہ شود ہر خامے
اس صاف شراب سے کہ جس سے ہر ایک خام پختہ ہوتا ہے

گرچہ ماہ رمضان ست بیاور جامے
اگرچہ ماہ رمضان ہے ایک جام لا

۲

روزہا رفت کہ دست من مسکیں نگرفت
کئی روز ہو گئے کہ مجھ مسکین کا ہاتھ نہ پکڑا

ساق شمشاد قدے ساعد سیم اندامے
شمشاد قد کے ساقی سیم تن کی کلائی نے

۳

روزہ ہر چند کہ مہمان عزیز ست دلا
روزہ اگرچہ پیارا مہمان ہے اے دل

رفتنش موہبتی داں شدنش انعامے
اس کا جانا بخشش اور اس کا پورا ہونا انعام سمجھ

۴

مرغ زیرک بدر صومعہ اکنوں نپرد
خانقاہ کے دروازہ پر دانا مرغ اب نہ اڑیگا

کہ نہادہ ست بہر مجلس وعظی دامے
کہ ہر ایک مجلس میں وعظ کا دام پھیلایا ہوا ہے

۵

گلہ از زاہد بدخو چہ کنم رسم اینست
بدخو زاہد کی شکائیت کیا کروں کہ قاعدہ ہے

کہ چو صبحے بدمد در پیش افتد شامے
کہ صبح ہوتی ہے اور اس کے بعد شام ہوتی ہے

۶

یار من چوں بخرامد بتماشائے چمن
میرا یار جب باغ کی سیر کو آتا ہے

برسانش ز من ای پیک صبا پیغامے
اے صبا اس کو میرا پیغام پہنچا دینا

۷ کو حریفی کہ شب و روز می صاف کشد — بود آیا کہ کند یاد ز دُرد آشامی

وہ حریف کہ رات دن شراب پیتا ہے — تلچھٹ پینے والوں کو بھی کبھی یاد کیا کرے

۸ حافظا گر ندہد داد دلت خسرو عہد

اے حافظ اگر زمانہ کا بادشاہ تیرے دل کی داد نہ دے

کام دشوار بدست آوری از خود کامی

تو خود کام معشوق سے مطلب براری مشکل ہے

۱ ز دلبرم کہ رساند نوازش قلمی — کجاست پیک صبا گو بیا بکن کرمی

میرے دلبر کو کون قلمی نوازش (نامہ) پہنچائیگا — صبا کا قاصد کہاں ہے اسے کہو کہ آ اور مہربانی کر

۲ دلم گرفت ز سالوس و طبل زیر گلیم — خوشا دمی کہ بمیخانہ برکنم علمی

میرا دل فریب اور پوشیدہ مکر سے بیزار ہوگیا — کیا اچھا وقت ہوگا کہ شراب خانہ پر جھنڈا گاڑونگا

۳ حدیث چون و چرا درد سر دہد ساقی — پیالہ گیر و بیاسا بعمر خویش دمی

چون و چرا کی باتیں درد سر ہیں لے ساقی — پیالہ لے اور عمر میں ایک دم تو آرام کر

۴ طبیب راہ نشین سر عشق نشناسد — برو بدست کن ای مردہ دل مسیح دمی

راستہ پر بیٹھنے والا طبیب عشق کا راز نہیں سمجھتا — اے مردہ دل کسی مسیح دم کی تلاش کر

۵ قیاس کردم و تدبیر عقل در رہ عشق — چو شبنمیست کہ در بحر میکشد رقمی

میں نے قیاس کیا کہ عقل کی تدبیر عشق کے راستہ میں — شبنم کی طرح ہے جو بحر پر لکھتی ہے

۶ بیا کہ وقت شناسان دو کون بفروشند — بیک پیالہ صافی و صحبت صنمی

آ کہ وقت کو پہچاننے والے دونوں جہان بیچتے ہیں — ایک شراب صاف کے پیالہ اور صنم کی صحبت کے عوض

۷ دوام عیش و تنعم نہ شیوہ عشق است — اگر معاشر مائی بنوش جام غمی

عشق کا طریقہ ہمیشہ کا عیش اور نعمت نہیں ہے — اگر تو میرا ہم صحبت ہے تو غم کا پیالہ پی

نمیکنم گلہ لیک ابر رحمت دوست
میں شکایت تو نہیں کرتا لیکن دوست کی رحمت کے بادل نے

۸ بکشت زار جگر خستگان نداد نمی
جگر خستہ کی کھیتی کو نم نہ دی۔

بیا کہ خرقۂ من گرچہ وقف میکدہ ہاست
آ۔ اگرچہ میرا خرقہ شراب خانوں میں وقف ہے

۹ ز مال وقف نہ بینی بنام من درمی
وقف کے مال سے میرے نام ایک درم بھی نہیں دیکھیگا

چرا بیک نے قندش نمیخرند آں را
کسلئے اپنے نیشکر (بوسہ لب) کے عوض اسکو خرید نہیں کرتے

۱۰ کہ کرد صد شکر افشانی از نے قلمی
کہ جسنے قلم کی کلک سے سو شکر افشانی کی۔

۱۱ سزای قدر تو شاہا بدست حافظ چیست
ای بادشاہ تیری قدر و منزلت کے مطابق حافظ پاس کیا ہو

بجز نیاز شبے یا دعائی صبحدمی
سوائے راتوں کی عاجزی اور صبح کی دعا کے۔

۱۔ نوازش قلمی"۔ نامہ۔ خط۔ تحریر قلم۔ گویا قلم نے نوازش اور مہربانی کی کہ خط لکھدیا اب دوسری مہربانی کی توقع صبا سے ہے کہ اس نامہ کو محبوب تک پہنچا دے۔

۲۔ "طبل"۔ زیر گلیم۔ ڈھول جو چادر کے نیچے ہو۔ ڈھول چادر میں کہاں چھپ سکتا ہے گویا ایسا راز جو خود افشا ہونے کا تقاضا کرتا ہے وہ زاہدوں کا فریب ہے کہ بظاہر تو بڑے پرہیزگار بنے پھرتے ہیں مگر اعمال ایسے ہیں کہ لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔

۳۔ "حدیث چون و چرا"۔ یعنے عقلی اور علمی مباحثہ کہ ہر ایک بات پر سوال ہے کہ کیوں؟ کس طرح؟ یہ صرف دردسر پیدا کرتا ہے اس لئے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔

۱۱۔ اللہ تعالےٰ کی شان کے شایاں ہمارے پاس کیا رکہا ہے ہم سے اگر اتنا بھی ہو کہ راتوں کو عاجزی ہر اپنی عبودیت کا اقرار کریں اور صبح کو دعائیں مانگیں تو غنیمت ہے اور اس سے زیادہ کیا کر سکتے ہیں۔

زین خوش رقم کہ بر گل رخسار میکشی
یہ خوش تحریر جو گل رخسار پر کرتا ہے

۱ خط بر صحیفۂ گل و گلزار میکشی
گل اور گلزار کے صحیفہ پر خط کھینچتا ہے۔

اشک حرم نشین نہانخانہ مرا
میری خلوت کے حرم نشین آنسو کو

۲ زاں سوئے ہفت پردہ ببازار میکشی
ہفت پردہ سے بازار میں لا رہا ہے۔

۳ هردم بیاد آں لب میگون و چشم مست — ازخلوتم بخانهٔ خمار میکشی

ہردم اس لب میگوں اور مست آنکھ کی یاد میں — خلوت سے مجھے شراب خانہ میں کھینچتا ہے۔

۴ گفتی سر تو بستهٔ فتراک ما سزد — سهل ست اگر تو زحمت این بار میکشی

تو نے کہا کہ تیرا سر میرے فتراک کا بندھا ہوا بھلا معلوم ہوتا ہے؟ — کام تو آسان ہے اگر تو زحمت کا بوجھ اٹھاتا ہے

۵ با چشم و ابروی تو چه تدبیر دل کنم — وه زین کمان که بر سر بیمار میکشی

تیرے ابرو اور آنکھ کیساتھ کیا دل کی تدبیر کروں — کیا اچھی کمان ہے کہ بیمار کے سر پر کھینچتا ہے

۶ باز آ که چشم بد ز رخت دور میکنم — ای تازه گل که دامن ازین خار میکشی

واپس آ کہ چشم بد تیرے چہرہ سے دور کرتا ہوں — ای تازہ گل جو اس کانٹے سے دامن سنبھال کر چلتا ہے

۷ کامل روی چو باد صبا را ببوی زلف — هردم بقید سلسله در کار میکشی

باد صبا کو زلف کی خوشبو سے — ہر دم زنجیر کی قید میں رکھ کر کام میں لاتا ہے

۸ حافظ دگر چه می طلبی از نعیم دهر — می میچشی و طرهٔ دلدار میکشی

اے حافظ دنیا کی نعمتوں میں سے اور کیا مانگتا ہے۔ — شراب پیتا ہے اور معشوق کی زلف ہاتھ میں ہے

۱۔ "خوش رقم" "خط رخسار" "خط کشیدن" بالکل باطل کرنا خط کھینچنا جدول بنانا بھی ہے یعنی یہ خط جو رخسار کے گرد ہے گویا گل اور گلزار کے گرد سبزہ ہے۔ خط گلزار ایک قسم کی صنعت خط ہے کہ حروف بیل بوٹے اور پھول کی صورت میں لکھے جاتے ہیں معنے شعر یہ ہیں کہ تیرا حسن صانع قدرت نے ایک باغ کیطرح بنایا ہے یا کاتب قدرت نے گل رخسار پر خط گلزار کی تحریر کی ہے یا یہ معنے ہیں کہ تیرے گل رخسار پر خط کیا ہے گل اور گلزار دونوں کو باطل کردیا ہے پوشیدہ کردیا ہے۔

۲۔ آنکھ میں سات پردے ہوتے ہیں آنسو کا سات پردوں سے نکل کر باہر آنا گویا ایک پوشیدہ راز تھا، جو سات پردوں میں تھا اور اب ظاہر ہوگیا۔

۵۔ چشم کو بیمار سے تشبیہ دیتے ہیں، آنکھ پر ابرو اس طرح ہے گویا بیمار کے سر پر کمان کھچی ہوئی ہو۔

۱

ساقیا سایۂ ابرست و بہار و لب جوی
اے ساقی ابر چھایا ہوا ہے موسم بہار ہے اور ندی کا کنارہ ہے

من نگویم چہ کن ار اہل دلی خود تو بگوی
میں نہیں کہتا کہ کیا کرنا چاہیئے تو صاحبدل ہے خود ہی کہہ

۲

بوی یکرنگی ازین قوم نمی آید برخیز
یکرنگی کی بو اس قوم سے نہیں آتی ہے اٹھ

دلق آلودۂ صوفی بمی ناب بشوی
صوفی کی گودڑی جو آلودہ گناہ ہے خالص شراب سے دھو ڈال

۳

سفلہ طبع ست جہان بر کرمش تکیہ مکن
جہان کی طبیعت کمینہ ہے اسکی مہربانی پر بھروسہ نہ کر

ای جہاندیدہ ثبات قدم از دیدہ مجوی
اے تجربہ کار آنکھ سے دیکھے ہوئی ثابت قدمی کی امید نرکھ

۴

گوش بگشای کہ بلبل بفغان میگوید
کان کھول کہ بلبل بلند آواز سے فغان کرتی ہے

خواجہ تقصیر مفرما گل توفیق ببوی
اے خواجہ کوتاہی نہ کر نا گل توفیق کو سونگھ

۵

یک نصیحت کنمت بشنو و صد گنج ببر
ایک نصیحت کرتا ہوں سن سو خزانہ کے برابر ہے

از در عیش در آ و بره عیب مپوی
عیش کے دروازہ سے داخل ہو عیب کے راستہ پر نہ چل

۶

شکر ایزد کہ دگر بار رسیدی بہار
خدا کا شکر ہے کہ دوسری دفعہ بہار آئی

بیخ نیکی بنشان و رہ توفیق بجوی
نیکی کی جڑ لگا اور توفیق کا راستہ ڈھونڈ

۷

روی جانان طلبی آئینہ را قابل ساز
معشوق کے چہرہ کو دیکھنا چاہتا ہے تو آئینۂ دل کو قابل بنا

ورنہ ہرگز گل و نسرین ندمد ز آہن و روی
ورنہ گل اور نسرین لوہے سے پیدا نہیں ہوتے

۸

پیشتر زانکہ شوی خاک در میکدہ ہا
اس سے پیشتر کہ شراب خانوں کے دروازوں کی خاک ہو جائے

یکدو روزی بسر اندر رہ میخانہ بپوی
ایک دو روز شراب خانہ کے اندر داخل ہو

۹

گفتی از حافظ ما بوی ریا می آید
تو نے کہا کہ میرے حافظ سے ریا کی بو آتی ہے

آفرین بر نفست باد کہ خوش بردی بوی
تیرے سانس پر آفرین کہ خوب محسوس کیا

۳۔ خواجہ رح اکثر اشعار میں دنیا و دُوں کی مذمت کرتے ہیں دوسرے مصرع میں یہ ظاہر کیا گیا ہے کہ دنیا کے حالات کا مشاہدہ ہو چکا ہے کہ ان کو ثبات نہیں اس لئے جو امر مشاہدہ میں آ چکا ہے اور ثابت ہو چکا ہے کہ جہان کو ثبات نہیں اس لیئے مشاہدہ کے خلاف اس سے توقع رکھنا عبث ہے۔

۱
ساقی بیا کہ شد قدح لالہ پُر ز مے
اے ساقی آ کہ لالہ کا پیالہ شراب سے بھر گیا
طامات تا بچند و خرافات تا بکی
کب تک لاف زنی اور کب تک خرافات کرتا رہو گا

۲
بگذر ز کبر و ناز کہ دیدہ ست روزگار
غرور اور تکبر کو چھوڑ کہ زمانہ نے
چین قبائے قیصر و طرف کلاہ کی
قیصر کی قبا کی چین اور کیخسرو کے کلاہ کا گوشہ دیکھا ہوا ہے

۳
ہشیار شو کہ مرغ سحر مست گشت ہاں
ہشیار ہو کہ مرغ سحر مست ہو گیا ہاں
بیدار شو کہ خواب عدم در پی ست ہی
جاگ کہ عدم کی نیند تیرے پیچھے لگی ہوئی ہے خبردار

۴
خوش نازکانہ می چمی ای شاخ نوبہار
اے شاخ نوبہار جو نزاکت سے خوش خرامی کرتی ہے
کاشفتگی مبادت ز آشوب باد دی
تجھے خزاں کے مہینوں سے پژمردگی نہ ہو

۵
بر مہر چرخ و عشوۂ او اعتماد نیست
آسمان کی محبت اور اس کی باتوں کا بھروسہ نہیں
ای وای بر کسے کہ شد ایمن ز مکر وی
افسوس اس پر ہے جو یہ سمجھتا ہے کہ اس کے مکر سے امن میں ہوں

۶
فردا شراب کوثر و حور از برای ماست
کل شراب کوثر اور حور ہمارے لئے ہے۔
وامروز نیز دلبر مہ روئے و جام می
اور آج بھی دلبر ماہ رو اور شراب کا جام میسر ہے

۷
باد صبا ز عہد صبی یاد مے دہد
باد صبا بچپن کا زمانہ یاد دلاتی ہے۔
جان داروئے کہ غم ببرد درده ای بُنی
وہ دارو جس سے جان میں جان آئے اور غم جاتا رہے

۸
حشمت مبین و سلطنت گل کہ گستر ید
جاہ و جلال دیکھ اور گل کی سلطنت دیکھ کہ
فراش باد ہر ورقے را بزیر پی
ہوا کے فراش نے ہر ایک پتی پاؤں کے نیچے بچھا دی

۹
درده بیاد حاتم طی جام یک منی
یک منی پیالہ حاتم طائی کی یاد میں دے
تا نامۂ سیاہ بخیلاں کنیم طی
تاکہ بخیلوں کا سیاہ نامہ طے (تہ) کر دوں

۱۰ زاں می کہ داد رنگ طبیعی بارغواں — بیروں فگند لطف مزاج از رخش نجوی

اس شراب نے کہ طبعی رنگ ارغوان کو دیا ہے — اس کے پسینہ سے چہرہ پر لطف مزاج کو ظاہر کردیا

۱۱ بشنو کہ مطربان چمن راست کردہ اند — آہنگ چنگ و بربط و طنبور و نائی و نی

چمن کے گویوں سے سن کہ سُر درست کیا ہے — چنگ اور بربط اور طنبور اور بانسری کی آواز کو

۱۲ مسند بباغ بر کہ بخدمت چو بندگاں — استادہ است سرو کمر بستہ است نی

مسند باغ میں بچھا کہ خدمت میں بندوں کی طرح — سرو کھڑا ہے اور نے کمر بستہ ہے

۱۳ اشیائی روزگار می ساز در گرو — کز مرد راہ باز نماندہ است ہیچ شئی

زمانہ کی چیزیں شراب کے عوض گروی رکھ — کیونکہ مسافر پیچھے کوئی چیز نہیں چھوڑتا

۱۴ حافظ حدیث سحر فریب خوشت رسید

اے حافظ تیرا کلام جادو کو فریب دینے والا

تا حد چین و شام و باقصائے روم و ری

چین اور شام کی حد اور روم اور رے کے حدود تک پہنچا

۱ سحر با باد میگفتم حدیث آرزومندی — خطاب آمد کہ واثق شو بالطاف خداوندی

صبح کے وقت میں ہوا سے اپنی آرزو کی باتیں کرتا تھا — جواب ملا کہ خدا تعالےٰ کی مہربانی پر پورا یقین رکھ

۲ قلم را آں زباں نبود کہ سر عشق گوید باز — ورائے حد تقریر است شرح آرزومندی

قلم کی وہ زبان نہیں ہے کہ عشق کا راز بیان کر سکے — آرزو کی شرح تقریر کی حد سے باہر ہے

۳ دل اندر زلف لیلیٰ بند و کار عشق مجنوں کن — کہ عاشق را زیاں دارد مقالات خردمندی

لیلےٰ کی زلف میں دل باندھ اور مجنوں کے عشق کا کام کر — کہ عاشق کو عقل کی باتیں نقصان پہنچاتی ہیں

۴ الا ای یوسف مصری کہ کردت سلطنت مغرور — پدر را باز پرس آخر کجا شد مہر فرزندی

خبردار ای یوسف مصری کہ تجھے سلطنت نے مغرور کر دیا ہی — آخر باپ کا حال دریافت کر وہ فرزندانہ محبت کیا ہوئی

بسحر غمزۂ فتاں دوا نخشی و درد انگیز ۵ بچین زلف مشک افشاں دلاویزی و دلبندی

فتنہ پردازوں کے غمزہ کی جادو سے تو دوا بخشتا ہے اور درد پیدا کرتا ہے — خوشبو دار زلف کے پیچ سے دلجوئی کرتا ہے اور دل باندھتا ہے

جہانِ پیر رعنا را مروت در جبلت نیست ۶ ز مہر او چہ میخواہی در و ہمت چہ می بندی

جہان ایک بانکا بوڑھا ہے جس کی طبیعت میں مروت نہیں ہے — اس کی محبت کی کیا امید رکھتا ہے اس میں دل کیا لگاتا ہے

ہمائی چوں تو عالیقدر و حرص استخواں تا کی ۷ دریغ ایں سایۂ دولت کہ بر نااہل افگندی

تجھ سا عالیقدر ہما اور ہڈیوں کی محبت کبتک — افسوس ہے دولت کا سایہ نااہل پر ڈالتا ہے

دریں بازار اگر سودست با درویش خرسندست ۸ خدایا منعمم گرداں بدرویشی و خرسندی

اس بازار میں اگر نفع ہے تو درویشی میں خوشی ہے — اے خدا مجھے درویشی اور خورسندی سے دولتمند بنا دے

دعای صبح و شام تو کلید گنج مقصود است ۹ بایں راہ و روش میرو کہ با دلدار پیوندی

تیری صبح و شام کی دعا مقصود کے خزانہ کی کلید ہے — اس راہ اور اسی طریقہ پر چل کہ دلدار کے پاس پہنچیگا

۱۰

ز شعر حافظ شیراز میگویند و میرقصند

حافظ شیراز کے شعر کو پڑھتے ہیں اور ناچتے ہیں

سیہ چشمان کشمیری و ترکان سمرقندی

سیہ آنکھوں والے کشمیری اور سمرقند کے ترک

۷۔ ہما: ایک فرضی جانور ہے جس کی نسبت بیان کیا جاتا ہے کہ اگر اس کا سایہ سر پر پڑے تو بادشاہی نصیب ہوتی ہے اس کی خوراک ہڈیاں ہیں۔ اس شعر میں "ہما" سے مراد "روح" ہے۔ کہ جس کا اصلی مقام عالم ملکوت ہے اب اس مشت استخوان یعنے جسم انسانی پر روح گھری ہوئی ہے لیکن اس میں کچھ شک نہیں کہ اس روح کا سایہ اس جسم پر پڑنے سے انسان اشرف المخلوقات بن گیا اور تمام مخلوقات پر بادشاہی کرتا ہے۔

سحر گہ رہروی در سرزمینی ۱ ہمیگفت ایں معما با قرینی

صبح کے وقت ایک سالک ایک مقام پر — اپنے ہمراہی سے یہ معما کہہ رہا تھا

که ای صوفی شراب آنگه بود صاف ۲ که در شیشه بماند اربعینی

کہ اے صوفی شراب اسوقت صاف ہوتی ہے کہ شیشہ میں ایک چالیسواں رہے

گر انگشت سلیمانی نباشد ۳ چه خاصیت دهد نقش نگینی

اگر سلیمانی انگشت نہ ہو نگینہ کا نقش کیا خاصیت رکھتا ہے

خدا زان خرقه بیزارست صد بار ۴ که صد بت باشدش در آستینی

خدا اس خرقہ سے سو دفعہ بیزار ہے کہ آستین میں سو بت رکھے ہوں

درونها تیره شد باشد که از غیب ۵ چراغی بر کند خلوت نشینی

باطن سیاہ ہو گیا امید ہے کہ غیب سے کوئی گوشہ نشین چراغ روشن کردے

مروت گرچه نامی بی نشانست ۶ نیازی عرضه کن بر نازنینی

اگرچہ مروت ایک نام ہے جس کا نشان نہیں ملتا نازنین کی خدمت میں عاجزی کر

ثوابت باشد ای دارای خرمن ۷ اگر رحمی کنی بر خوشه چینی

اے کہلواڑے کے مالک تجھے ثواب ہوگا اگر خوشہ چین پر ترس کھائیگا

نمی بینم نشاط و عیش در کس ۸ نه درمان دلی نه درد دینی

کوئی شخص اس عیش و عشرت سے بسر نہیں کرتا نہ دل کے درد کا علاج ہے اور نہ دین کا غم کسی کو ہے

اگرچه رسم خوبان تندخوئیست ۹ چه باشد گر بسازی با غمینی

اگرچہ خوبصورتوں کی عادت تندخوئی ہے کیا ہو اگر غمگین سے مہربانی کرے

در میخانه بگشا تا بپرسیم ۱۰ مآل حال خود از پیش بینی

شراب خانہ کا دروازہ کھول تا کہ پیش بین سے اپنے حال کا انجام دریافت کروں

نه همت را امید سربلندیست ۱۱ نه دعوت را کلید آهنینی

نہ تو ہمت سے بلند مرتبہ پر پہنچنے کی امید ہے نہ دعوت سے کچھ مطلب براری ہوتی ہے

۱۲

نہ حافظ را حضور درس قرآں

نہ تو حافظ کو درس قرآن سے حضور قلب

نہ دانشمند را علم الیقینے

اور نہ عقلمند کو یقینی علم حاصل ہے۔

۱۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو چالیس سال کے بعد نبوت عطا ہوئی تھی حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے چالیس روز پہاڑ اور جنگل میں روزہ رکھا یہ چالیسواں جب تک نہ گذرے شراب عشق کا نشہ نہیں چڑھتا۔ چلہ کی اصلیت یہی ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو طور پر گئے تیس روز کا روزہ رکھا مگر اس عرصہ میں کچھ جمعیت خاطر حاصل نہوئی جس کی وجہ یہ تھی کہ بنی اسرائیل یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی امت ایک شاخ پشت قوم تھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کو رہ رہ کر خیال آتا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ میری عدم موجودگی میں بگڑ جاویں۔ یہ خیال عبادت میں خلل ڈالتا تھا اور حضور قلب حاصل نہ ہوتا تھا خدا تعالیٰ کی طرف سے ارشاد ہوا۔ اے موسیٰ اگر تمہاری قوم کا یہی حال تھا تو پہلے اس سے فارغ ہو کر اور اطمینان خاطر سے میری طرف آنا چاہیئے تھا آخر حضرت موسیٰ علیہ السلام بجائے تیس دن کے چالیس روز پہاڑ پر عبادت کرتے رہے گویا طبیعت کی پریشانی کو دور کرنے کے لئے دس دن اور مجاہدہ کرنا پڑا۔ یہ آئندہ کے لئے چلہ بنی اسرائیل میں سنت موسوی ہو گیا چنانچہ حضرت عیسیٰ ؑ نے بھی چلہ کشی کی۔ مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہی اصلی تیس دن قایم رکھے اور ماہ رمضان کو اس کے واسطے خاص کر دیا۔ مگر چلہ کشی کا دستور موقوف نہیں ہوا اب تک فقرا اس پر عمل کرتے ہیں اس کے لئے سب سے بڑی شرط یہی ہے کہ دل کو تمام دنیاوی تفکرات سے پاک کرنا چاہیئے کیونکہ اس کے بغیر توجہ دلی خدا کی طرف نہیں ہوتی اس شعر کا مطلب یہ ہے کہ ایک رہبر سالک کو کہہ رہا تھا کہ جب تک چلہ کشی نہ کرو گے تزکیہ نفس اور صفائی قلب نہ ہوگی

۲۔ حضرت امام زین العابدین ؓ کی نسبت روایت مشہور ہے کہ ایک شخص نے افلاس کی شکایت کی فرمایا کہ ایک مٹی کا ڈھیلا اٹھا لاؤ وہ شخص اٹھا لایا تو اس پر قل ھو اللہ الخ پڑھ کر دم کیا سونا ہو گیا یہ اس شخص کو عنایت ہوا کچھ عرصہ کے بعد پھر آیا اور عرض کی کہ حضور کا دیا ہوا صرف ہو گیا۔ مٹی کے ڈھیلوں پر بہت دفعہ قل ہو اللہ دم کرتا رہا مٹی ہی رہی مسکرا کر فرمایا کہ قل ہو اللہ الخ تو وہی ہے مگر زبان زین العابدین کی ہونی چاہیئے۔

۱

سحرم ہاتف میخانہ بدولتخواہی

صبح کے وقت شراب خانہ کے فرشتے نے خیر خواہی سے

گفت باز آی کہ دیرینہ ایں درگاہی

کہا کہ باز آ (توبہ کر) کہ اس درگاہ کا پرانا آدمی ہے

۲

ہمچو جم جرعہ می کش زسر ملکوت

جمشید کی طرح شراب کا گھونٹ پی کہ عالم ملکوت کے راز سے

پرتو جام جہاں بین دہدت آگاہی

جام جہاں نما کا عکس تجھے آگاہ کرے گا۔

۳ باگدایان درمیکدہ اے سالک راہ — باادب باش گراز سرّ خدا آگاہی

اے سالک شراب خانہ کے فقیروں سے باادب رہ — اگر تو خدا کے رازوں سے آگاہ ہے۔

۴ بردرمیکدہ رنداں قلندر باشند — کہ ستانند و دہند افسر شاہنشاہی

شراب خانہ کے دروازہ پر رند قلندر ہوتے ہیں۔ — کہ شاہی تاج چھین لیتے ہیں اور بخشتے ہیں

۵ خشت زیرسر و برتارک ہفت اختر پائے — دست قدرت نگر و منصب صاحب جاہی

اینٹ سرہانے بناتے ہیں اور ساتوں ستاروں کی چوٹی پر قدم رکھتے ہیں — انکی طاقت اور منصب اور جاہ وجلال کو دیکھ۔

۶ اگرت سلطنت فقر ببخشند اے دل — کمترین ملک تو از ماہ بود تا ماہی

اگر تجھے اے دل فقر کی سلطنت بخش دیں۔ — تیرا ادنےٰ سا ملک چاند سے مچھلی تک ہوگا۔

۷ قطع ایں مرحلہ بے ہمرہے خضر مکن — ظلمات است بترس از خطر گمراہی

اس مرحلہ کو خضر کی ہمراہی کے بغیر قطع نہ کر۔ — ظلمات کا سامنا ہے اور گمراہی کا خطرہ ہے۔

۸ سرما و درمیخانہ کہ طرف بامش — بہ فلک برشدہ دیوار بایں کوتاہی

میرا سر اور شراب خانہ کا دروازہ ہے کہ جسکا بام — اس کوتاہی کے باوجود آسمان سے زیادہ بلند ہے

۹ تو در فقر ندانی زدن از دست مدہ — مسند خواجگی و مجلس توران شاہی

تو فقر کا دروازہ کھٹکھٹا نہیں سکتا اس لئے — خواجگی کی مسند اور توران شاہ کی مجلس کو ہاتھ سے نہ دے

۱۰ اے سکندر بنشیں و غم بیہودہ مخور — کہ نہ بخشند ترا آب حیات از شاہی

اے سکندر بیٹھ اور بیہودہ غم نہ کھا۔ — کہ تجھے آبحیات بادشاہی کے باعث نہ بخشینگے

۱۱ حافظ خام طمع شرمی ازیں قصہ بدار

اے حافظ خام طمع اس بات سے شرم کر

عملت چیست کہ مزدش دو جہان میخواہی

تیرا عمل کیا ہے کہ اسکی مزدوری دو جہان مانگتا ہے

ا۔ اس غزل میں خواجہ حافظ رحمۃ اللہ علیہ نے معرفت کا دریا بہا دیا ہے سب سے پہلے صادق کو صدق دل سے

توبہ کرنی چاہیئے اور تمام خواہشات نفسانی سے کنارہ کرنا چاہیئے ؛

۲۔ اس کے بعد جب تشبیہ یعنے مرشد کامل کی تقلید کرنی چاہیئے تاکہ عالم ارواح میں قدم رکھنے کی اجازت ہو ؛ اور رفتہ رفتہ پیر کی توجہ سے عالم ملکوت کا حال منکشف ہو جائے ؛

۳۔ عالم عشق کے رہنے والے عاشق خدا کی نسبت کبھی بدظنی نہ کرنی چاہیئے میرے مرشد حضرت بابا محمد خلیل امرتسری فاضلی قادری نے ایک روز مجھے فرمایا کہ جوانی کا عالم تھا میلہ چراغاں لاہور کی تقریب پر تربت حضرت مادھولال حسین پر فاتحہ خوانی کے لیئے گیا دیکھا کہ تربت مبارک کے پہلو میں ایک مجلس منعقد ہے۔ قوال حقانی غزلیں گا رہے ہیں اور اللہ اللہ حق حق کی صدائیں آرہی ہیں عوام الناس کا ہجوم ہے صدر نشین ایک مرد بزرگ سفید ریش ہیں حالت مستی میں نعرہ لگاتے ہیں مگر سامنے ایک شراب کی بوتل اور پیالہ پڑا ہے ایک شخص بھر بھر کر دیتا ہے اور آپ بے تکلف نوش کرتے ہیں میرا دل میں خیال پیدا ہوا کہ یہ مقدس جگہ اور یہ مجلس اور یہ عمر اور بزرگی اور یہ فعل لاحول ولا قوۃ الا باللہ ابھی خیالات میں ڈوبا ہوا تھا کہ مجلس برخاست ہوئی اور لوگ ادھر ادھر منتشر ہونے لگے میں بھی ایک طرف چلنے کو تھا کہ اس مرد بزرگ نے میری طرف متوجہ ہو کر آواز دی کہ بیٹا ذرا ٹھیر جاؤ اور ایک بات سن جاؤ میں ٹھہر گیا اور پاس جا کر پوچھا کہ کیا ارشاد ہے کہا کہ یہ بھی اس کے رنگوں میں ایک رنگ ہے بدظنی نہ کرو سہ

؛ باگدایان درمیکدہ اے سالک راہ ؛ بادب باش گر از سر خدا آگاہی ؛

اس کے بعد حضرت باباجی رحمۃ اللہ علیہ نے اس خاکسار کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا کہ بیٹا خیال رکھو کہ کسی شخص کی نسبت بدظنی نہ کرو سہ

؛ باگدایان درمیکدہ اے سالک راہ ؛ تو چہ دانی کہ دریں گرد سوارے باشد ؛

۴۔ بالکل سچ ہے کہ مردان خدا کی طاقت کا اندازہ کرنا مشکل ہے بادشاہ کو فقیر اور فقیر کو بادشاہ بنا دینا ان کے بائیں ہاتھ کا کام ہے ان کی ظاہری حالت پر مت جاؤ ؎ پائے رفعت بر آسماں دارند ؛

۷۔ بغیر مرشد کامل کے یہ منزل طے ہوتی ہے اور نہ ہو سکتی ہے یہ راستہ سخت خطرناک ہے اور اندھیرا گھپ ہے ؛ مرشد کامل ہی راستہ دکھاتا ہے اور اس ظلمات سے باہر نکالتا ہے ؛

۹۔ توران شاہ کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں کہ فقیری کا مرتبہ تو نصیب ہو گا ؛ جو کچھ موجود ہے اسے ہاتھ سے کیوں دیتے ہو ؛

۱۰۔ توران شاہ اگر شاہی رعب اور حکومت سے فقیری حاصل کرنا چاہے تو نا ممکن ہے ؛

۱۱۔ ؛ دل عبادت سے چرانا اور جنت کی طلب ؛ کام چور اس کام پر کرتا ہے اجرت کی طلب ؛

۱

سلام اللہ ما کر اللیالی — علی ملک المکارم والمعالی

خدا تعالیٰ کا سلام اس بادشاہ صاحب کرم اور عالی مرتبہ پر ہو — جبتک کہ راتیں یکے بعد دیگرے متواتر آتی ہیں تا نہایت تک

۲

علی وادی الاراک و من علیھا — و داری باللوی فوق الرمالی

اور اراک کی وادی پر اور اس وادی کے رہنے والوں پر — اور میرا گھر "لوی" میں پتھروں کے اوپر ہو

۳ دعاگوئے غریبانِ جہانم — وادعو بالتواتر والتوالی

دنیا کے غریبوں میں سے میں دعاگو ہوں — اور ہمیشہ دعائیں کرتا رہتا ہوں

۴ منال ای دل کہ در زنجیر زلفش — ہمہ جمعیت ست آشفتہ حالی

اے دل مت رو کہ اسکی زلف کی زنجیر میں — پریشانی جمعیت خاطر پیدا کرتی ہے

۵ اموت صابراً یا لیت شعری — متی نطق البشیر عن الوصالی

صبر کی حالت میں میں مرگیا اے کاش — بشیر وصل کی بشارت کب لائیگا

۶ فحبک راحتی فی کل حین — وذکرک مونسی فی کل حالی

پس تیری محبت ہر دم میرے لئے راحت ہے — اور تیری یاد کل حال میں میری مونس ہے

۷ سویدائے دل من تا قیامت — مباد از سوز و سودائے تو خالی

میرا دل قیامت تک — تیرے سوز اور سودا سے خالی نہ ہو

۸ کجا یابم وصال چوں تو شاہی — من بدنام رند لا ابالی

میں بدنام رند لا اُوبالی — تجھ جیسے بادشاہ کا وصل کسطرح حاصل کرسکتا ہوں

۹ ز خطت صد جمال دیگر افزود — کہ عمرت باد صد سال ہلالی

تیرے خط سے سو درجہ حسن اور زیادہ ہوگیا — تیری عمر سو سال ہلالی ہو

۱۰ بداں نقاش قدرت آفریں باد — کہ گرد مہ کشید از خط ہلالی

اس نقاش قدرت پر آفریں ہو — کہ چاند (رخسار) کے گرد ہلالی خط کھینچا

۱۱ بہر منزل کہ رو آرد خدایا — نگہدارش بحفظ لا یزالی

جس منزل کی طرف متوجہ ہو — اے خدا اس کو ہمیشہ محفوظ رکھ

۱۲ تو می باید کہ باشی ورنہ سہل است — زیان مایہ جاہی و مالی

تیری موجودگی چاہیئے ورنہ — مال جان کا نقصان آسان ہے

۱۳	خدا داند که حافظ را غرض چیست خدا جانتا ہے کہ حافظ کی غرض کیا ہے وعلم الله حسبی من سوالی خدا کا علم ہماری حاجت بہتر جانتا اور کفایت کرتا ہے

۱۳۔ یہ غزل نعتیہ ہے، یہ شعر توحید کا آخری مرحلہ ہے حضرت ابراہیم کو جب آگ میں ڈالا گیا تو جبرئیل علیہ السلام نے پوچھا کہ کوئی حاجت ہو تو بیان کرو جواب دیا کہ اللہ تعالےٰ کو بہتر علم ہے اور وہی کارساز کافی ہے۔

۱
سلامی چو بوی خوش آشنائی
روشنائی کی آنکھ کی پتلی پر میرا سلام
بدان مردم دیدهٔ روشنائی
دوستی کی خوشبو کی طرح پہنچے

۲
درودی چو نور دل پارسایان
اور ایسا درود جو پارساؤں کے دل کا نور ہے
بدان شمع خلوتگه پارسائی
اس پارسائی کی خلوت گاہ کی شمع پر ہو

۳
نمی بینم از همدمان هیچ بر جا
ہمدموں میں سے کسی کو میں نہیں دیکھتا
دلم خون شد از غصه ساقی کجائی
اے ساقی تو کہاں ہے دل غصہ سے خون ہو گیا

۴
ز کوی مغان رو مگردان که آنجا
مغاں کے کوچہ سے منہ نہ پھیر کہ اس جگہ
فروشند مفتاح مشکل کشائی
مشکل کشائی کی کلید بیچتے ہیں

۵
عروس جهان گرچه در حد حسن است
دنیا کی دلہن کا اگرچہ حسن کمال پر ہے؛
ز حد می برد شیوهٔ بی وفائی
لیکن بے وفائی کی عادت بھی کمال ہے

۶
می صوفی افگن کجا می فروشند
صوفی کو بیخود بنانیوالی شراب کہاں بیچتے ہیں
که در تابم از دست زهد ریائی
کہ ریاکاری کے زہد سے میں بیزار ہوں

۷
رفیقان چنان عهد صحبت شکستند
دوستوں نے صحبت کا اقرار اس طرح توڑ دیا
که گوئی نبودست خود آشنائی
گویا خود دوستی ہی دنیا میں موجود نہ تھی

٨

دلِ خستۂ من گرش ہمتی نیست
میرے بیمار دل میں اگر ہمت نہیں ہے
نخواہد زسنگیں دلاں مومیائی
سنگدلوں سے مومیائی کی خواہش نہ کریگا

٩

مرا گر تو بگذاری اے نفسِ طامع
اے نفس طمع کرنے والے اگر تو میرا پیچھا چھوڑ دے
بسے بادشاہی کنم در گدائی
تو گدائی میں ہی جاہ وجلال کیساتھ بادشاہی کرلی

١٠

بیاموزمت کیمیائے سعادت
تجھ کو سعادت کی کیمیا بتلاتا ہوں
زہمصحبتِ بد جدائی جدائی
بری صحبت سے جدا ہو جدا ہو۔

١١

مکن حافظ از جور گردوں شکایت
اے حافظ آسمان کے ظلم سے شکایت نہ کر
چہ دانی تو اے بندہ کارِ خدائی
اے بندے تو خدائی کاموں سے کیا واقف ہے

١

سلیمی منذ حلت بالعراق
جب سلمی نے عراق میں نزول فرمایا ہے
اُلاقی فی ہواہا ما اُلاقی
تب سے عشق میں کیا کہوں کیا کچھ دیکھتا ہوں

٢

اَلا اے ساربانِ محملِ دوست
ہاں اے محمل دوست کے ساربان
الی رکبانکم طال اشتیاقی
تمہاری طرف میرا اشتیاق بڑھ گیا ہے

٣

بساز اے مطربِ خوشخواں و خوشگوے
اے خوش الحان اور خوش کلام مطرب
بشعرِ پارسی صوتِ عراقی
پارسی شعروں کے ساتھ عراقی آواز کا ساز ملا

٤

بیا ساقی بدہ رطلِ گرانم
اے ساقی مجھے پیمانہ بھر کر شراب کے دے
سقاک اللہ من کاسٍ دہاقی
خدا تعالے تجھے کاسہ میں بھر بھر کر پلادے

٥

جوانی بازمے آرد بیادم
جوانی پھر مجھے یاد دلاتی ہے
صدائے چنگ و نوشانوش ساقی
ساقی کی نوشانوش اور چنگ کی آواز کو

۶

مِی باقی بدہ تا برفشانم
باقی شراب مجھے دے کہ قربان کروں

بیاراں مست و خوشدل عمر ساقی
باقی عمر مست اور خوشدل یاروں پر

۷

درونم خون شد از نادیدن دوست
دوست کو نہ دیکھنے سے میرا سینہ خون ہوگیا

الا تعسا لایام الفراقی
خدا کرے ہجر کے دن کو موت آئے

۸

دمی با نیکخواہان متفق باش
اپنے خیر خواہوں کے ساتھ کبھی متفق ہوکر

غنیمت داں امور اتفاقی
اتفاقی امور کو غنیمت سمجھ

۹

مسیحائے مجرد را سزد
کنوارے مسیحا کو زیبا ہے

کہ با خورشید سازد ہم وثاقی
کہ خورشید کے ساتھ عقد باندھے

۱۰

عروسی بس خوشی اے دختر رز
اے دختر رز تو بہت اچھی دلہن ہے

ولے گہ گہ سزاوار طلاقی
مگر کبھی کبھی طلاق کے لائق ہے

۱۱

ربیع العمر فی مرعی حماکم
میں نے تمہاری "حما" کی چراگاہ میں عیش حاصل کیا

حماک اللہ یا عہد التلاقی
خدا تعالے تمہاری حمایت بوقت ملاقات کرے

۱۲

خرد در زندہ رود انداز و مے نوش
عقل کو زندہ رود میں گرا اور شراب پی

بگلبانگ جوانان عراقی
عراقی جوانوں کے ترانوں کے ساتھ

۱۳

نہانی الشیب من کل العذارے
بوڑھاپے نے دوشیزہ کے وصل سے

سوی تقبیل خد و اعتناقی
سوائے بوس کنار کے منع کیا

۱۴

وصال دوستاں چون روزی ماست
جب دوستوں کا وصل مجھے نصیب ہے

بگو واعظ سخنہائے فراقی
اے واعظ تو فراق کی باتیں کیا کر

۱۵

مضت فرص الوصال ما شعرنا
وصال کا وقت گذر گیا اور ہمیں خبر نہ ہوئی

بگو حافظ غزلہائے فراقی
اے حافظ اب فراقی غزلیں کہو

۱ سبت سلمیٰ بہ صدغیہا فوادی — وروحی کل یوم لی ینادی

سلمیٰ نے اپنی دونوں زلفوں میں میرا دل قید کیا — اور میری روح مجھے ہردم پکارتی ہے

۲ خدارا بر من بیدل ببخشائے — واوصلنی علےٰ رغم الاعادی

خدا کے لئے مجھ بیدل پر رحم کر — اور دشمنوں کی خواہش کے برخلاف مجھے وصل سے خوش کر

۳ امن انکرتنی عن حب سلمیٰ — غریق العشق فی بحر الوادی

تو مجھے سلمےٰ کی محبت سے منع کرتا ہے — حالانکہ میں اسکی دوستی کے عشق میں غرق ہوں

۴ نگارا در غم سودائے عشقت — توکلنا علےٰ رب العبادی

اے محبوب تیرے عشق کے سودا کے غم میں — میں نے پروردگار پر توکل کیا ہے

۵ دل حافظ شد اندر چین زلفت — بہ لیل مظلم واللہ ہادی

حافظ کا دل اس کی زلف کے پیچ میں گم ہو گیا — رات اندھیری ہے اور اللہ ہدایت کرنیوالا ہے

---

۱ سینہ مالامال درد ست اے دریغا مرہمے — دل ز تنہائی بجاں آمد خدارا ہمدمے

سینہ درد سے مالا مال ہے افسوس مرہم نہیں ہے — تنہائی سے دل تنگ ہو گیا خدا کیواسطے ہمدم کو لاؤ

۲ خیز تا خاطر بداں ترک سمرقندی دہیم — کز نسیمش بوئے زلف حوریاں آید ہمے

اٹھ کہ دل اس سمرقندی ترک کو دیں — جس کی خوشبو سے حوروں کی زلف کی خوشبو آتی ہے

۳ چشم آسائش کہ دارد زیں سپہر گرم رو — ساقیا جامے بیاور تا بیاسائیم دمے

اس تیز رو آسمان سے آرام کی امید کون رکھتا ہے — اے ساقی پیالہ دے کہ ایک دم آرام تو کر لیں

۴ زیرکی را گفتم ایں احوال خود خندید و گفت — صعب کارے بوالعجب دردے پریشاں عالمے

ایک دانا کو اپنا حال بیان کیا ہنس کر کہا کہ — مشکل کام ہے عجیب درد ہے اور پریشان حالت ہے

	۵	
شاہ ترکاں غافلست از حال ما کو رستمی	۵	سوختیم در چاہ صبر از بہر آں شمع چگل
ترکوں کا بادشاہ میرے حال سے ناواقف ہے رستم کہاں ہے		اس شمع چگل کے ہجر میں صبر کے کنوئیں میں جل گیا
ریش باد آں دل کہ با درد تو جوید مرہمی	۶	در طریق عشقبازی امن و آسایش خطاست
وہ دل زخمی ہو جو تیرے درد کا مرہم تلاش کرتا ہے		عشقبازی کے راستہ میں امن اور آرام غلطی ہے
رہروی باید جہانسوزی نہ خامی بیغمی	۷	اہل کام و ناز را در کوی رنداں راہ نیست
اس راستہ میں چلنے والا جہانسوز چاہیئے نہ کہ خام اور بیغم		ناز و نعمت میں پرورش یافتہ اور مراد والوں کو رندوں کی گلی میں راستہ نہیں ملتا
عالمی دیگر بباید ساخت از نو آدمی	۸	آدم خاکی دریں عالم نمی آید بدست
نئے آدمیوں سے ایک اور جہان بسانا چاہیئے		خاکسار آدمی اس عالم میں نہیں ملتا ہے

۹

گریہ حافظ چہ سازد پیش استغنای دوست

حافظ کا رونا دوست کی لاپرواہی کے آگے کیا ہے

کاندریں طوفاں نماید ہفت دریا شبنمی

کہ اس طوفان میں سات دریا شبنم کا قطرہ معلوم ہوتے ہیں

۶۔ خواجہ رحمۃ اللہ اکثر اشعار میں بار بار سالک کو اس حقیقت کی طرف متوجہ کرتے ہیں کہ اگر طریقت میں قدم رکھا ہے تو پہلے یہ سمجھ لو کہ اس راستہ میں امن و آسائش مفقود ہے۔

۷۔ اس راستہ میں قدم رکھنا اور آگے بڑھنا ناز و نعمت سے پرورش یافتہ کا کام نہیں بلکہ ان لوگوں کا کام ہے جو ہر ایک تکلیف کو بخوشی خاطر برداشت کرتے ہیں۔ ؎

در رہ منزل لیلےٰ کہ خطرہاست بسے ۔ شرط اول قدم آنست کہ مجنوں باشی

۸۔ خواجہ رح یہ دیکھ کر کہ ایسے عالی ہمت انسانوں کا زمانہ میں قحط ہے اور ڈھونڈے سے ہاتھ نہیں آتے فرماتے ہیں کہ اب ایک نیا عالم نئے آدمیوں سے آباد کرنا چاہیئے غالباً یہی خواہش ہر ایک نبی اور ہر ایک مصلح کی تھی۔ حضرت نوح نے تو دعا مانگی کہ اے خدا دنیا پر ایک بھی کافر کو زندہ نہ چھوڑنا کہ ان کی موجودگی میں دنیا کفر و شرک کی آلائش سے پاک نہیں ہو سکتی۔ یہ مردود فنا ہونگے تو دنیا از سر نو آباد ہوگی اور وہ غرض خاطر خواہ پوری ہو سکتی ہے جو آدم خاکی کی تخلیق کا باعث ہوئی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے زاد بوم سے ہجرت فرمائی اور مدعا یہ تھا کہ " عالمے دیگر بباید ساخت از نو آدمی " اصلاح کا کام خاطر خواہ نئے آدمیوں اور نئے عالم کی آبادی سے ہو سکتا ہے خرابیوں کی بیخ کنی اسی صورت

میں ہو سکتی ہے کہ پرانی پود کو بیخ و بن سے اکھیڑ دیا جائے اور زمین کو ان کی آلائش سے صاف کر کے بیج ڈالا جائے۔ نہیں بلکہ اس زمین کو چھوڑ دینا چاہیئے اس کے رگ و ریشہ میں "شجر خبیثہ" کا اثر سرائت کر گیا ہے اس کی جڑیں "تبرا براہیمی" بھی نہیں کاٹ سکتا۔ "عالمے دیگر بباید ساخت از نو آدمی"۔ "عالم" بھی نیا ہو اور "آدم" بھی نیا ہو۔ ہر ایک مصلح نیا آدم ہوتا ہے اور اس کے متبعین نئی زندگی حاصل کرتے ہیں بقول سیدنا عیسےٰ علیہ السلام جب تک آدمی از سر نو پیدا نہ ہو آسمان کی بادشاہت میں داخل نہیں ہو سکتا۔ المختصر تمام انبیا نے قولاً و فعلاً یہی ظاہر کیا ہے۔ کہ "عالمے دیگر بباید ساخت از نو آدمی"۔ خواجہ رح نے اس شعر میں صحیفہ فطرت کو کھول کر سامنے رکھ دیا ہے اور خود پیدائش آدم کی حقیقت کو واضح کر دیا ہے۔ کہ فرشتے بھی موجود تھے اور ہر وقت تسبیح و تہلیل میں مشغول تھے اور اس ذکر و شغل پر ناز بھی کرتے تھے۔ لیکن یہ سب کچھ تھا مگر حکیم مطلق نے یہی چاہا تھا کہ "عالمی دیگر بباید ساخت از نو آدمی" آدم خاکی پیدا کیا گیا اور حکم ہوا کہ اے اہالیان عالم ملکوت آدم کو سجدہ کرو" سب نے سجدہ کیا "الا ابلیس ابیٰ واستکبر وکان من الکافرین"۔ فرشتوں کا سجدہ اسی قانون قدرت کے مطابق لازمی امر تھا کہ جس کے رو سے آخرین اولین کے وارث ہوتے ہیں۔ ایک نئی قوم کہیں سے پیدا ہو جاتی ہے یہی قانون قدرت ہے جس کے رو سے "کل یوم ھو فی شان" کا نظارہ پیش نظر ہے یہ سنت الٰہی ہے اور آیات بینات بار بار اس طرف متوجہ کر رہی ہیں "ھوالذی جعلکم خلٰئف فی الارض فمن کفر فعلیہ کفرہ (۳۵-۳۹) وھوالذی جعلکم خلٰئف الارض۔ الآیہ (۶-۱۶۵) وجعلنٰھم خلٰئف واغرقنا الذین کذبوا بآیٰتنا۔ الآیہ (۱۰-۷۳)

یعنے اگر تمہارا یہی حال رہا تو تمہاری جگہ نئی قوم لائی جائیگی قیامت کیا ہے اس سے زیادہ اور کچھ نہیں کہ

؎ عالمے دیگر بباید ساخت از نو آدمی ؎

خواجہ رح کے ایک ایک شعر پر دفتر لکھا جا سکتا ہے اگرچہ اشعار ہم معنے ہیں مگر لطف سب میں نرالا ہے ایک مقام پر فرماتے ہیں کہ

؎ بیا تا گل برافشانیم و مے در ساغر اندازیم ؏ فلک را سقف بشگافیم و طرح نو در اندازیم ؎

لبش می بوسم و در میکشم مے	۱	بہ آب زندگانی بردہ ام پے
اس کا لب چومتا ہوں اور شراب پیتا ہوں		آبحیات کے پیچھے جا رہا ہوں
نہ رازش میتوانم گفت باکس	۲	نہ کس را میتوانم دید با وے
نہ تو اس کا راز کسی سے کہہ سکتا ہوں		اور نہ کسی کو اس کے ساتھ دیکھ سکتا ہوں
گل از خلوت بباغ آورد مسند	۳	بساط زہد را چوں غنچہ کن طے
گل نے خلوت سے باغ میں مسند بچھائی ہے		غنچہ کی طرح زہد کی فرش کو لپیٹ دے
بدہ جام مے و از جم مکن یاد	۴	کہ میداند کہ جم کی بود و کے کے
شراب کا پیالہ دے اور جم کو یاد نہ کر		کون جانتا ہے کہ جم کب ہوا اور "کے" کب تھا

بزن بر چنگ چنگ اے ماہ مطرب چنگ کو پنجہ سے بجا دے چاند سے گوۓ	۵	رگش بخراش تا بخروشم از وے اسکی تاروں کو چھیڑ تاکہ اس سے میں بھی شور کروں	
چو چشمت مست را مخمور مگذار اپنی آنکھ کی طرح مست کو مخمور مت چھوڑ	۶	بیاد لعلش ای ساقی بدہ مے اس کے لعل لب کی یاد میں اے ساقی شراب دے	
نجوید جاں ازاں قالب جدائی جان اس قالب سے جدائی نہیں چاہتی	۷	کہ باشد خون جامش در رگ و پے کہ اس کے جام کا خون اسکے رگ و ریشہ میں ہے	
لبش میبوسم و خوں میخورد جام میں اس کا لب چومتا ہوں اور جام خون دل پیتا ہے	۸	رخش می بینم و گل میکند خوے اس کا چہرہ دیکھتا ہوں اور گل کو پسینہ آتا ہے	
چو مرغ باغ میگوید کہ ہو ہو جب باغ کے جانور ہو ہو کرتے ہیں	۹	مدہ از دست جام بادہ ہے ہے ہے ہے شراب کا پیالہ ہاتھ سے نہ رکھ	
چو مجنوں در پئے دیدار لیلے مجنوں کی طرح دیدار لیلے کے لیئے	۱۰	بباید گشتن ای دل گرد ہر حے ہر ایک قبیلہ میں پھرنا چاہیئے	
تو با سلطان گل خوش باش می نوش تو سلطان گل کے ساتھ خوش رہ اور شراب پی	۱۱	غنیمت داں خلاص بہمن از دے اور خزاں کے مہینوں سے خلاصی غنیمت سمجھ	

۱۲	زبانت در کش ای حافظ زمانے اے حافظ کچھ عرصہ اپنی زبان بند کر حدیث بی زباں را بشنو از نے بانسری سے بے زبان کی بات سن

۲ - دل میں تو آتا ہے کہ راز کی باتیں کسی سے کریں مگر محرم رازہی کوئی نظر نہیں آتا - کوئی اس راز کا اہل ہو - تو اس سے کچھ کہیں اور اگر کسی کو محرم راز بنائیں تو بوجہ راز داری ہمارا رقیب بن بیٹھیگا اور غیرت گوارا نہیں کرتی کہ کوئی ہماری طرح راز داری میں شریک ہو - غرض دوگونہ عذاب است جان مجنوں را" راز ایک ایسا بوجھ ہے - جس کے

متحمل زمین و آسمان بھی نہیں ہو سکتے اس لئے طبیعت چاہتی ہے کہ کوئی ساجھی بنے اور یہ بوجھ ہلکا ہو لیکن اول تو کوئی زمین و آسمان میں اس کو اٹھا ہی نہیں سکتا۔ اور اگر کوئی ایسا غمخوار پیدا ہو بھی جائے تو جس رسوائی سے بچنے کے لئے اب تک اس راز کو دل ہی دل میں پوشیدہ رکھا ہوا ہے وہ خاطر خواہ ہو گی۔

کیا غمخوار نے رسوا لگے آگ اس محبت کو ۔ نہ لائے تاب جو غم کی وہ میرا رازداں کیوں ہو

اور اگر یہ غمخوار "راز" کے مفہوم کو سمجھے کہ راز کا تقاضا ہے کہ پوشیدہ ہی رہے اور اس سے خاموشی اختیار کرے۔ تو ظاہر ہے کہ ہم نے رازداری کا حق ادا نہ کیا کہ دوسرے شخص پر ظاہر کر دیا حالانکہ اس کو دل میں ہمیشہ بھری رہنا چاہئے تھا ہم نے مہر خاموشی کو توڑا اور اس راز کو جو دل ہی دل میں بند تھا باہر نکلنے کا راستہ مل گیا اب سے

ہمہ کارم ز خود کامی بہ بدنامی کشید آخر ۔ نہاں کے ماند آں رازے کز و سازند محفلہا

خواجہ رحمۃ اللہ علیہ اشارات میں سب کچھ بتا جاتے ہیں اور یہ بھی کہہ دیتے ہیں کہ "کردیم اشارتے مکرر نمے کنیم" راز چھپاتے بھی ہیں اور فاش بھی کر رہے ہیں راز یہی ہے کہ "نہ کس را بتوانم دید با وے" ماسوائے اللہ کا خیال تک دل میں نہ آنا چاہیئے۔ سے

رازیکہ بر خلق نگفتیم و نگوئیم ۔ با دوست بگوئیم کہ او محرم راز ست

۱۰۔ خواجہ رحمۃ اکثر اشعار میں لکھتے ہیں کہ کعبہ و بت خانہ میں وہی مسجود و مسجود ہے اس شعر میں یہ نکتہ ظاہر کیا ہے۔ کہ مجنوں کی طرح لیلی کی تلاش میں ہر ایک قبیلہ میں پھرنا چاہیئے یعنے عاشق جس کے دل و دماغ پر معشوق کے تصور کا قبضہ ہے ہر ایک جگہ معشوق کی تلاش میں جاتا ہے اپنے مکان و زمان سے تو کچھ تعلق نہیں وہ تو صرف معشوق کا متلاشی ہے کہیں سے ملجائے اسیطرح عاشقان الٰہی اگر کبھی مندر میں اور کبھی گرجا اور کبھی کعبہ میں جا نکلیں تو ان کی غرض بت خانہ و کعبہ سے نہیں بلکہ وہ اللہ کو ڈھونڈتے ہیں کہیں مل جائے مرزا بیدل رحمۃ فرماتے ہیں۔ کہ سے

اگر آلودہ احرام غیرے ۔ ہمہ گر کعبہ باشی سنگ دیرے

اگر از وہم غیر آگاہ نیست ۔ براہ کفر ہم گمراہ نیست

عاشقان الٰہی کے تصور میں تو معشوق حقیقی کا خیال ہوتا ہے دیر و کعبہ تو لوگوں کی نظر میں ہے شیخ سعدی رحمۃ نے ایک حکایت لکھی ہے کہ ایک اعرابی کا لڑکا گم ہو گیا۔ اندھیری رات تھی تلاش میں باہر نکلا ہر ایک چیز جو سامنے آتی تصور کرتا کہ میرا لڑکا ہی ہے آواز دیتا کہ کیا تو ہے۔ آخر اس کا لڑکا بھی سامنے آ گیا اور جواب دیا۔ کہ میں ہوں اسی طرح اگر عاشقان الٰہی اپنی دھن میں اس کی تلاش میں مجنوں کی طرح مارے مارے پھریں اور ہر ایک چیز کو وہی سمجھیں تو معذور ہیں۔ سے

سمایا ہے جب سے تو نظروں میں میری ۔ جدھر دیکھتا ہوں ادھر تو ہی تو ہے

امید ہے کہ آخر وہ بھی مل ہی جائیگا۔ مگر شرط یہ ہے کہ عاشق اس کے عشق میں مجنوں ہو کہ اسپر حفظ مراتب یعنے شریعت اپنا حکم صادر نہیں کرتی۔ کیونکہ معذور ہے ورنہ ع گر حفظ مراتب نہ کنی زندیقی

شہریست پُر ظریفاں از ہر طرف نگارے شہر زندہ دلوں سے بھرا ہوا ہے اور ہر طرف معشوق نظر آتے ہیں	۱	یاراں صلائے عشق ست گر میکنید کارے اے دوستو عشق کی دعوت ہے اگر کوئی کام کرنا چاہتے ہو تو کرو

۲ چشم فلک ندیدہ زیں خوبتر حریفے ۔ در دام کس نیفتد زیں خوبتر شکارے

آسمان کی آنکھ نے اس سے بہتر حریف نہیں دیکھا ۔ کسی کے جال میں اس سے زیادہ خوبصورت شکار نہیں پھنسا

۳ اے روئے خوبت از گل صد بار نازنینی ۔ یارب کہ رہ نیابد بر دامن تو خارے

تیرا خوبصورت چہرہ پھول سے سو مرتبہ زیادہ نازک ہے ۔ خدا کرے کہ تیرے دامن تک کانٹا نہ پہنچے؛

۴ چشمے کہ دیدہ باشد جسمے ز جان مرکب ۔ بر دامنش مبادا زیں خاکداں غبارے

جس آنکھ نے وہ جسم جو سرتاپا جان ہے دیکھا ہے ۔ خدا کرے کہ اس کے دامن پر اس خاکدان (دنیا) کی گرد نہ لگے

۵ چوں من شکستہ را از پیش خود چہ رانی ۔ کم غایت تمنا بوسی ست یا کنارے

مجھ جیسے شکستہ دل کو اپنے سامنے سے کیوں دور کرتا ہے ۔ زیادہ سے زیادہ میری تمنا صرف ایک بوسہ یا بغلگیری ہے؛

۶ می بی غش ست بشتاب وقتے خوش ست دریاب ۔ سال دگر کہ دارد امید نوبہارے

شراب خالص ہے جلدی کر اور اچھا وقت ہاتھ سے نہ دے ۔ دوسرے سال تک بہار کی کسے امید ہے

۷ چوں ایں گرہ گشایم ویں راز وا نمایم ۔ دردے و صعب دردے کارے و سخت کارے

میں یہ گرہ کس طرح کھولوں اور یہ راز ظاہر کروں ۔ یہ درد ہے اور سخت درد ہے کام ہے اور سخت کام ہے

۸ ہر تار موے حافظ در دست ترک شوخیست ۔ مشکل تواں نشستن در اینچنیں دیارے

حافظ کا بال بال اس ترک شوخ کے ہاتھ میں ہے ۔ ایسے شہر میں مشکل سے بیٹھ سکتے ہیں؛

۱ صبا تو نکہت آں زلف مشکبو داری ۔ بیادگار بمانی کہ بوئے او داری

اے صبا تو اس زلف کی خوشبو رکھتی ہے ۔ تو ہمیشہ رہے کہ تجھ میں اس کی بو ہے

۲ دلم کہ گوہر اسرار حسن و عشق در وست ۔ تواں بدست تو دادن گرش نکو داری

میرا دل جو حسن اور عشق کا گوہر رکھتا ہے؛ ۔ تیرے ہاتھ میں اس شرط پر دیتا ہوں کہ اچھی طرح رکھے

۳ دراں شمائل مطبوع ہیچ نتواں گفت
ان پسندیدہ خصلتوں کی نسبت کوئی شخص اعتراض نہیں کر سکتا
جز ایں قدر کہ رقیبان تند خو داری
سوائے اس بات کے تند خو رقیب رکھتا ہے

۴ نوائے بلبلت اے گل کجا پسند افتد
اے گل تجھے بلبل کی آواز کب پسند آتی ہے
کہ گوش ہوش بمرغان ہرزہ گو داری
کہ گوش ہوش تو نے بیہودہ گو مرغ کی آواز پر دھرے ہوئے ہیں

۵ ز جرعۂ تو سرم مست گشت نوشت باد
تیرے شراب کے گھونٹ سے میرا سر مست ہو گیا تجھ کو اسکا پینا نصیب ہو
خود از کدام خم ست ایں کہ در سبو داری
یہ شراب کس مٹکے کی ہے جو کہ صراحی میں ہے

۶ قبائے حسن فروشی ترا زیبد و بس
حسن فروشی کی قبا بس تجھے ہی پھبتی ہے
کہ ہمچو گل ہمہ آئین رنگ و بو داری
کہ گل کی طرح رنگ اور بو کی تمام باتوں سے واقف ہے

۷ زمانہ گر ہمہ مشک ختن دہد برباد
اگر زمانہ تمام مشک ختن برباد کر دے
فدائے تو کہ خط و خال مشکبو داری
تجھ پر فدا ہو کہ خط و خال مشکبو رکھتا ہے

۸ دم از ممالک خوبی چو آفتاب زدن
آفتاب کی طرح خوبی کے ملک پر ناز کرنا
ترا سزد کہ غلامان ماہرو داری
تجھے زیبا ہے کہ ماہرو غلام رکھتا ہے

۹ بسرکشی خود اے سرو جویبار مناز
اے سرو جویبار اپنی سرکشی پر مغرور نہ ہو
کہ گر بہ او رسی از شرم سر فرو داری
کہ اگر اس محبوب تک پہنچے شرم سے سر نیچا ہو جائے

۱۰ دعاش گفتم و خنداں بزیر لب میگفت
میں نے دعا دی اور ہنستے ہوئے زیر لب کہنے لگا
کہ کیستی تو و با ما چہ گفتگو داری
کہ تو کون ہے اور میرے ساتھ کیا گفتگو کرنا چاہتا ہے

۱۱ ز کنج مدرسہ حافظ مجوئے گوہر عشق
اے حافظ مدرسہ کے گوشہ میں عشق کا گوہر نہ ڈھونڈ
قدم بروں نہ اگر میل جستجو داری
قدم باہر رکھ اگر جستجو کی خواہش ہے۔

۱ صبح ست وژاله میچکد از ابر بهمنی — برگ صبوح سازو بزن جام یکمنی

صبح کا وقت ہے اور شبنم ماہ بہمن کے بادل سے ٹپک رہی ہے — شراب پینے کا سامان کر اور خوب شراب پی

۲ در بحر مائی و منی افتاده ام بیار — می تا خلاص بخشدم از مائی و منی

خود بینی کے بحر میں پڑا ہوں شراب لا — تاکہ ما و من سے رہائی ہو

۳ خون پیاله خور که حلال ست خون او — در کار یار کوش که کاریست کردنی

پیالہ کا لہو (شراب) پی کہ اس کا خون حلال ہے — یار کے کام میں کوشش کر کہ یہ کام کرنے کے لائق ہے

۴ گر صبحدم خمار ترا درد سر دهد — پیشانی خمار همان به که بشکنی

اگر صبح کے وقت تجھے خمار درد سر پیدا کرے — بہتر یہی ہے کہ خمار کی پیشانی پھوڑ دے

۵ ساقی بهوش باش که غم در کمین ماست — مطرب نگاهدار همین ره که میزنی

ساقی ہوش میں رہو کہ غم میرے گھات میں ہے — اے مطرب یہ نغمہ سنا کہ جو سنا رہا ہے

۶ می ده که سر بگوش من آورد چنگ و گفت — خوش باش و پند بشنو ازین پیر منحنی

شراب دے کہ چنگ نے میرے کان میں کہا ہے — خوش رہ اور اس پیر منحنی کی نصیحت سن

۷ ساقی به بی نیازی یزدان که می بیار — تا بشنوی ز صوت مغنّی هو الغنی

اے ساقی تجھے اللہ بے نیازی کی قسم شراب لا — تاکہ مغنّی (گویا) کے منہ سے ہو الغنی سنے

۸ حافظ نهال قد تو در جویبار چشم — خون خورد و بر نشاند و تو خواهی که بر کنی

حافظ نے آنکھ کی ندی میں تیرے قد کا درخت — خون جگر پی کر لگایا اور تو اسے اکھیڑنا چاہتا ہے

---

۱ طفیل هستی عشقند آدمی و پری — ارادتی بنما تا سعادتی ببری

عشق کے وجود کے باعث آدمی و پری کا ظہور ہوا — عشق کا مرید بن کہ کچھ حاصل ہو

چو مستعد نظر نیستی وصال مجوئے
اگر تو مستعد نظر والا نہیں ہے وصل کی خواہش نہ کر

۲ کہ جام جم نہ ہد سود وقت بے بصری
کہ جام جم نابینائی کی حالت میں فائدہ نہیں دیتا

می صبوح و شکر خواب صبحدم تا چند
صبح کی شراب کی تمنا اور صبح کی میٹھی نیند کا غلبہ کب تک

۳ بعذر نیم شبے کوش و نالہ سحری
آدھی رات کی عاجزی اور صبح کی گریہ وزاری میں کوشش کر

بوئے زلف و رخت مے روند و می آیند
تیری زلف اور رخ کی بو پر

۴ صبا بغالیہ سائے و گل بجلوہ گری
صبا خوشبو پھیلاتی جاتی ہے اور گل جلوہ میں آتا ہے

بکوش خواجہ و از عشق بی نصیب مباش
اے خواجہ عشق میں کوشش کر اور اس سے بے نصیب نہ رہ

۵ کہ بندہ را نخرد کس زعیب بے ہنری
کہ بے ہنر غلام کو کوئی نہیں خرید کرتا

بیا و سلطنت از ما بخر بمایہ حسن
آ اور مجھ سے سلطنت کے عوض حسن خرید کر

۶ ازیں معاملہ غافل مشو کہ حیف خوری
اس سودے میں غفلت نہ کر ورنہ پچھتائیگا

دعائے گوشہ نشیناں بلا بگرداند
گوشہ نشینوں کی دعا بلا ٹال دیتی ہے

۷ چرا بگوشہ چشمے بمانمے نگری
کس لئے گوشہ چشم سے تو مجھے نہیں دیکھتا

مرا ازیں ظلمات آنکہ رہنمائی کرد
جس چیز نے میری رہنمائی اس اندھیرے میں کی

۸ دعائے نیم شبے بود و گریہ سحری
وہ آدھی رات کی دعا اور صبح کا رونا تھا

ز ہجر و وصل تو در حیرتم چہ چارہ کنم
تیرے ہجر اور وصل سے حیران ہوں کیا دعا کروں

۹ نہ در برابر چشمے نہ غائب از نظری
نہ تو آنکھوں کے سامنے ہے اور نہ نظر سے پوشیدہ ہے

طریق عشق طریق عجب خطرناکست
عشق کا راستہ سخت خطرناک ہے لیکن

۱۰ نعوذ باللہ اگر رہ بمأمنے نبری
اگر امن کی جگہ تک نہ پہنچیگا تو خدا کی پناہ

ہزار جان گرامی بسوخت زیں غیرت
ہزار قیمتی جانیں اس غیرت سے جل گئیں

۱۱ کہ ہر صباح و مسا شمع مجلس دگری
کہ ہر صبح اور شام دوسروں کی محفل کی شمع بنتا ہے

۱۲ چو ہر خبر کہ شنیدم رہی بحیرت داشت — ازیں سپس من و ساقی و وضع بیخبری

ہر ایک خبر جو میں نے سنی حیران کرنیوالی تھی — اب سے میں ہوں اور ساقی اور بیخبری کا رنگ ہے

۱۳ بیمن ہمت حافظ امید ہست کہ باز

حافظ کی ہمت کی برکت سے امید ہے کہ دوبارہ

اری اسامر لیلائی لیلة القمری

لیلے کا نشان چاندنی رات میں مل جائیگا

۱ عمر بگذشت بہ بیحاصلی و بوالہوسی — ای پسر جام میم دہ کہ بہ پیری برسی

عمر بے حاصلی اور حرص و ہوس میں گذر گئی — اے لڑکے شراب دے کہ تیری عمر بوڑھاپے تک پہنچے

۲ چہ شکرہاست دریں شہر کہ قانع شدہ اند — شاہبازان طریقت بہ شکار مگسی

کیا بات ہے کہ اس شہر میں طریقت کے شہباز — مکھی کے شکار پر قناعت کیے بیٹھے ہیں

۳ بال بکشا و صفیر از شجر طوبے زن — حیف باشد چو تو مرغیکہ اسیر قفسی

بازو کھول اور طوبے کے درخت سے نغمہ سرائی کر — افسوس ہے کہ تجھ جیسا مرغ پنجرہ میں قید ہو

۴ کاروان رفت و تو درراہ کمینگاہ بخواب — وہ کہ بس بیخبر از غلغل بانگ جرسی

قافلہ چلا گیا اور تو راستہ میں ہے اور نیند گمات میں ہے — افسوس جرس کی آواز اور شور سے بے خبر ہے

۵ دوش درخیل غلامان درش میرفتم — گفت کای بیکس و بیچارہ تو چہ یار کسی

کل میں اس کے غلاموں کی جماعت میں جارہا تھا — مجھے کہا کہ ای بیکس اور بیچارے تو کس کا دوست ہے

۶ تا چو مجمر نفسے دامن جاناں گیرم — دل بر آتش بنہادم زپی خوش نفسی

انگیٹھی کی طرح ایک دم دوست کا دامن پکڑ لوں — کسی خوش نفس کے لیے دل کو آگ پر رکھا ہوا ہے

۷ لمع البرق من الطور و آنست بہ — فلعلی لک آتی بشہاب قبسی

طور سے بجلی چمکی اور میں اسکی طرف مائل ہوا — ممکن ہے کہ میں اس آگ کے شعلہ کو لاؤں

بادل خون شدہ چون نافہ خوشش باید بود جسکا دل خون ہو گیا اسے نافہ کیطرح خوش رہنا چاہیئے	۸	**ہر کہ مشہور جہاں گشتہ بہ مشکین نفسی** جو کہ مشکین نفسی کی وجہ سے جہان میں مشہور ہے
۹	**چند پوئد بہوائی تو زہر سو حافظ** حافظ کب تک تیری محبت میں آوارہ سرگردان ہو **یسر اللہ طریقاً بک یا ملتمسی** اللہ تعالیٰ وہ راستہ جو تیری طرف جاتا ہے کھولدے تجھ سے ہی التماس ہے	

۳- اس شعر میں مخاطب مرغ روح ہے۔

۴- میرے مرشد حضرت بابا خلیل رحہ نے مجھے ایک شغل" بتایا میں کانوں سے جرس کی آواز سنتا تھا اور اسکا اثر قلب پر ایسا ہوتا تھا جو لفظوں میں بیان نہیں ہوسکتا ایک بیخودی سی طاری ہوجاتی اور محویت کے عالم میں جو کچھ چشم دل سے دیکھتا وہ دیکھنے سے تعلق رکھتا ہو غالباً خواجہ رح کا اشارہ بھی اسی شغل صوت سرمدی" کی طرف ہے ؎

کس ندانست کہ منزلگہ معشوق کجاست ٭ این قدر ہست کہ بانگ جرسے مے آید ٭

۷ سورۂ طہٰ میں آیت ہے کہ "وھل اتٰک حدیث موسیٰ اذ را نارًا فقال لاھلہ امکثوا انی اٰنست نارا لعلی اٰتیکم منہا بقبس او اجد علی النار ھدی" اس شعر میں اسی آیت کا اقتباس کیا گیا ہے

۸- خواجہ رحہ نے اس شعر میں نافہ سے ایک لطف پیدا کیا ہے۔ "نافہ کی" خوشبو مشہور ہے اس لیئے خوشی و مسرت و انبساط کا خیال اس کے مناسب ہے چونکہ نافہ آہو ہرن کے خون سے بنتا ہے اس لیئے یہ ایک دلیل ہے اس امر کی کہ خوشی دل کا خون بہا کر اور جگر کا لہو پی کر ہی حاصل ہوتی ہے'

مشکین نفس وہ برگزیدہ شخص ہے جس کی خوش نفسی دل و دماغ کو معطر کرتی ہے ایسے شخص کا دل غم والم سے عشق کے باعث بہار ہوتا ہے لیکن اسے خوش ہی رہنا چاہیئے اور وہ فی الحقیقت خوش ہوتا ہے کیونکہ اطمینان قلب اسی کو حاصل ہوتا ہے لیکن اس شعر میں غالباً "مشکین نفس" سے مراد شاعر ہے اور خواجہ رح اپنے کلام کی طرف اشارہ کرتے ہیں اور اکثر اشعار میں زمانہ کی بے اتفاقی کی شکایت کرتے ہیں اشعار بھی خون جگر پی کر شاعر کہتا ہے اور اس لئے کلام کو اکثر شعراء نے نافہ سے تعبیر کیا ہے غنی کہتا ہے؛

نہ شد مشہور شعر من تا جاں در بدن باشد ٭

کہ بعد از مرگ آہو نافہ بیروں مے دہد بو را ٭

کتبت قصۂ شوقے و مدمعی باکے میں نے اپنے اشتیاق کا حال لکھا اور رو رہا ہوں	۱	**بیا کہ بی تو بجاں آمدم زغمناکی** آ کہ تیرے بغیر غم میں جان سے تنگ آ گیا ہوں

۲ بسا که گفته ام از شوق با دو دیدهٔ خویش — ایا منازل سلمی واین سلماک

کئی دفعہ میں نے اشتیاق میں اپنی دونوں آنکھوں کو کہا — اے سلمیٰ کی منزلو تمہاری سلمیٰ کہاں ہے

۳ عجیب واقعہ و بس غریب حادثہ ایست — انا اصطبرت قتیلاً و قاتلی شاکی

عجب واقعہ ہے اور طرفہ حادثہ ہے — میں بسمل تڑپ رہا ہوں اور میرا قاتل بھی شکایت کرتا ہے

۴ کرا رسد که کند عیب دامن پاکت — که همچو قطره که بر برگ گل چکد پاکی

کس کی مجال ہے کہ تیری پاک دامنی کا عیب کرے — کہ تو اس قطرہ کی طرح پاک ہے جو گل کی پتی پر ٹپکتا ہے

۵ ز خاک پای تو داد آبروی لاله و گل — چو کلک صنع رقم زد ز آبی و خاکی

جب قلم صنعت قدرت نے پانی اور مٹی کو بنایا — تیرے پاؤں کی خاک سے لالہ و گل کو آبرو بخشی

۶ صبا عبیر فشان گشت ساقیا برخیز — وهات شمسهٔ کرم مطیب و زاکی

ہوا خوشبو پھیلا رہی ہے اے ساقی اٹھ — انگور کا رس لا کہ خوشبودار اور پاک ہو اور عشق کی سرکار دے

۷ اگر نماند ز من بی شمائلت آثری — اری مآثر محیای من محیاک

تیری نیک خصلتوں کے دیکھے بغیر میرا اثر نہیں رہا — میں تیرے دیکھنے سے اپنے وجود میں زندگی کی علامات دیکھتا ہوں

۸ دع التکاسل تغنم فقد جری مثل — که زاد راهروان چستی ست و چالاکی

سستی اور کاہلی چھوڑ اور فائدہ حاصل کر کہ مثل مشہور ہے — کہ مسافروں کا زاد راہ چستی اور چالاکی ہوتا ہے

۹ بآبروی گل و خاک پای عنبرینت — چنین بدیع جمالی ز آبی و خاکی

تیرے چہرہ کی آبرو اور تیرے بلند قد کی خاک پاک کی قسم — کہ آبی اور خاکی کوئی ایسا حسن نہیں رکھتا

۱۰ ز وصف حسن تو حافظ چگونه لاف زند

تیرے حسن کی تعریف میں حافظ کس طرح دم مار سکتا ہے

که چون صفات الهی ورای ادراکی

کہ اللہ تعالیٰ کی صفات کی طرح فہم و عقل سے بالاتر ہے

؎ در مذهب طریقت خامی نشان کفرست + آری طریق رندان چالاکیست و چستی

۱ گفتند خلایق که توئی یوسف ثانی
لوگ کہتے ہیں کہ تو یوسف ثانی ہے
چون نیک بدیدم بحقیقت بازانی
جب غور سے دیکھا تو اس سے بڑھ کر ہے

۲ در عشق توام شهره چو فرہاد عجب نیست
تیرے عشق میں فرہاد کی طرح مشہور ہوں تو عجب نہیں
اے خسرو خوبان که تو شیرین زمانی
کیونکہ اے خسرو خوباں تو زمانہ کا شیریں ہے

۳ تشبیه دهانت نتوان کرد به غنچه
تیرے دہن کو غنچہ سے تشبیہ نہیں دے سکتے
هرگز نبود غنچه باین تنگ دهانی
غنچہ کا ہرگز ایسا تنگ منہ نہیں ہوتا،

۴ صد بار بگفتی که دهم زان دهنت کام
تو نے سو دفعہ کہا کہ اس دہن سے تیرا مطلب پورا کرونگا
چون سوسن آزاد چرا جمله زبانی
سوسن آزاد کی طرح کس لیے صرف زبان ہی زبان ہے

۵ گفتی که دهم کامت و جانت بستانم
تو نے کہا تھا کہ تیرا مطلب پورا کرونگا اور جان لیلونگا
ترسم ندهی کامم و جانم بستانی
میں ڈرتا ہوں کہ تو جان تو لیگا مگر مطلب حاصل نہ ہوگا،

۶ چشم تو خدنگ از سپر جان گذرانید
تیری آنکھ سے نکل کر جان کی ڈھال سے تیر گذر گیا
بیمار که دیده ست باین سخت کمانی
کس بیمار (چشم) کو ایسا سخت کماں دیکھا ہے

۷ چون اشک بیندازیش از دیده مردم
آنسو کی طرح مردم (آدمیوں کی) آنکھ سے گرا دیتا ہے
آنرا که دمے از نظر خویش برانی
جسکو تھوڑی دیر کیلئے اپنی نگاہ سے دور کرتا ہے

۸ گر سرو بماند از قد و رفتار تو باری
اگر سرو قد اور رفتار میں تیرے مشابہ ہے
بخرام که از سرو گذشتی بروانی
تو ذرا چل کر دکھا کہ روانی میں سرو سے بڑھا ہوا ہے

۹ در راه تو عاشق چو قلم کرد ز سر پای
تیری راہ میں عاشق نے قلم کیطرح سر کو پاؤں بنا دیا
چون نامه چرا یکدمش از لطف نخوانی
نامہ کی طرح کس لیئے ایک دم کے لئے لطف سے نہیں بلاتا

۱۰ از پیش مران حافظ غمدیده خود را
اپنے غمزدہ حافظ کو اپنی حضوری سے دور نہ کر
کز عشق رخت داد دل و دین و جوانی
کہ تیری چہرہ کے عشق میں دل اور دین اور جوانی دے چکا ہے،

که برد بنزد شاهاں زمن گدا پیامی ۱ که بکوئے می فروشاں دو ہزار جم بجامی

بادشاہوں کے پاس مجھ گدا کا پیغام کون لیجائیگا — کہ شراب بیچنے والوں کے کوچہ میں دو ہزار جم کی قیمت ایک [illegible]

اگر این شراب خام ست اگر آں حریف پختہ ۲ بہزار بار بہتر ز ہزار پختہ خامی

اگر یہ شراب خام ہے اور اگر وہ حریف پختہ ہے — ہزار بار ہزار پختہ سے ایک خام بہتر ہے

شدہ ام خراب و بدنام و ہنوز امیدوارم ۳ کہ ز بد خلاص یابم بدعائے نیکنامی

میں خراب اور بدنام ہوا اور ابھی امیدوار ہوں — کہ برے سے کسی نیک نام کی دعا سے مخلصی ہو

تو کہ کیمیا فروشی نظری بقلب ما کن ۴ کہ بضاعتی نداریم و فگندہ ایم دامی

تو کیمیا فروخت کرتا ہے ایک نظر میرے قلب (کھوٹا سکہ) پر کر — کہ میرے پاس کچھ سرمایہ نہیں ہے اور معترف ہوں

بکجا برم شکایت بکہ گویم اینحکایت ۵ کہ لبت حیات ما بود و نداشتی دوامی

شکائیت کس سے کروں یہ حکایت کس کے پاس جا کر کہوں — کہ تیرا لب میری زندگی تھی اور ہمیشہ نہ رہی

عجب از وفائے جاناں کہ تفقدی نفرمود ۶ نہ بنامہ و پیامے و نہ پرسش و سلامی

دوست کی وفا پر تعجب ہے کہ نہ تو نامہ و پیام سے — اور نہ دریافت حال اور نہ سلام سے کبھی مہربانی کی

بروید پارسایاں کہ نماند پارسائی ۷ می ناب در کشیدیم و نماند ننگ و نامی

اے پرہیزگارو جاؤ کہ پارسائی نہیں رہی — خالص شراب پیتا ہوں اور اب نام ننگ نہیں رہا

ز رہم مفگن ای شیخ تو بدانہائی تسبیح ۸ کہ چو مرغ زیرک افتد نفتد بہیچ دامی

اے شیخ تسبیح کے دانوں سے مجھے دھوکہ نہ دو — کہ ایک دفعہ جب دانا مرغ پھنستا ہے تو پھر کسی جال میں نہیں آتا

سر خدمت تو دارم بخرم بہیچ مفروش ۹ کہ چو بندہ کمتر افتد بمبارکی غلامی

مجھے تیری خدمتگی خواہش ہے خرید کر لے اور کسی اور کے پاس فروخت نہ کر — کہ مجھ جیسا تیرا غلام بمشکل کوئی ہوگا

بکشائے تیر مژگاں و بریز خوں حافظ ۱۰ کہ چناں کشندہ را نکشد کس انتقامی

تیر مژگاں کھول اور حافظ کا خون گرا — کہ اس قاتل کا کوئی انتقام نہیں لیتا

مخمور جام عشقم ساقی بده شرابے عشق کے پیالہ کا مخمور ہوں ای ساقی شراب دے	۱	پُر کن قدح کہ بی می مجلس ندارد آبے شراب سے پیالہ بھر دے کہ شراب کے بغیر مجلس کی رونق نہیں
عشق رخ چو ماہش در پردہ راست ناید تیرے چاند سے چہرہ کا عشق در پردہ ٹھیک نہیں ہے	۲	مطرب بزن نوائی ساقی بدہ شرابے اے مطرب نغمہ سُنا اور ساقی شراب دے
شد قامتم چو حلقہ تا بعد ازین رقیبت میرا قد حلقہ بن گیا ہے تاکہ اس کے بعد رقیب	۳	زین در دگر نراند ما را بہیچ بابے اس دروازہ سے مجھے کسی اور جگہ نہ لے جائے
چون آفتاب رویش در دیدہ می نگنجد آفتاب کی طرح اسکا چہرہ آنکھوں میں سما نہیں سکتا	۴	ای دل چہ سود داری در دیدہ اضطرابے اے دل آنکھوں کو مضطرب بنانے سے کیا فائدہ
در انتظار رویت ما و امیدواری تیرے چہرہ کے انتظار میں ہوں اور امیدواری ہے	۵	وز عشوہ لبانت ما و خیال و خوابے اور تیرے لبوں کے عشوہ سے میں ہوں اور تصور اور خواب
دست غرض میالای بر کاسہ کہ دانی اس کاسے سے اپنے غرض کے ہاتھ کو آلودہ نہ کر	۶	انجام کار نبود ازوی امید آبے جبکہ تو انجام کار سے واقف ہے کہ اس سے پانی نہ ملیگا

۷

حافظ چہ می نہی دل بر وصال جانان
اے حافظ تو محبوب کے وصل پر کیا دل لگاتا ہے
کی تشنہ سیر گردد از لمعہ سرابے
سراب کی چمک سے پیاس کب بجھتی ہے

می خواہ و گل افشان کن از دہر چہ میجوئی شراب پی اور گل افشانی کر دنیا سے اور کیا چاہتا ہے	۱	این گفت سحرگہ گل بلبل تو چہ میگوئی یہ بات گل نے صبح کیوقت کہی بلبل تو کیا کہتی ہے
مسند بگلستان بر تا شاہد و ساقی را باغ میں مسند بچھا کہ معشوق اور ساقی کا	۲	لب گیری و رخ بوسی می نوشی و گل بوئی بوسے لے لب چوم شراب پی پھول توڑے

۳ شمشاد خراماں کن آہنگ گلستاں کن
اے شمشاد خرام کر باغ کی طرف چل
تا سرو بیاموزد از قد تو دلجوئی
تاکہ سرو تیرے قد سے دلجوئی کا سبق حاصل کرے

۴ تا غنچہ خندانت دولت بکہ خواہد بود
تیرا غنچہ خنداں (دہن) کس کے نصیب ہوتا ہے
ای شاخ گل رعنا از بہر کہ می روئی
اے گل رعنا کی شاخ تو کس کیلئے بڑھ رہی ہے

۵ امروز کہ بازارت پرجوش خریدارست
آج تیرا بازار خریداروں سے گرم ہے
دریاب و بنہ گنجے از مایہ نیکوئی
حاصل کر اور نیکی کے سرمایہ کا خزانہ جمع کر

۶ آں طرہ کہ ہر مویش صد نافہ چیں ارزد
وہ زلف کہ جس کی ہر بال کی قیمت سو چینی نافہ ہیں
خوش بودی اگر بودی بویش ز خوش خوئی
کیا اچھا ہوتا اگر اسکی بو میں خوش خوئی ہوتی

۷ چوں شمع نکو روئے در رہگذر بادست
تو شمع کی طرح خوبصورت ہے تیرا راستہ میں ہوا ہے
طرف ہنرے بر بند از طور نکوروئی
اچھی طرح سے کچھ ہنر حاصل کر لے

۸ ہر مرغ بدستانی در گلشن شاد آبند
ہر ایک مرغ شاداب باغ میں نغمہ سرائی کرتا ہے
بلبل بنواسازی حافظ بدعا گوئی
بلبل چہچہانے اور حافظ دعا گوئی میں مصروف ہے

۱ نسیم صبح سعادت بداں نشاں کہ تو دانی
اے نسیم صبح سعادت اس پتہ پر جو تو جانتی ہے
خبر بکوئے فلاں بر بداں زباں کہ تو دانی
اس کے کوچہ میں اس زبان سے پیغام پہنچا دے جو تو جانتی ہے

۲ تو پیک حضرت شاہی مراد و دیدہ براہ است
تو بادشاہ کی حضوری کا قاصد ہے اور میری آنکھیں راستہ پر لگی ہیں
بمردمے نہ بفرماں چناں بکن آں کہ تو دانی
کسی آدمی کے ہاتھ پیغام نہ بھیج اسطرح بھیج کہ تو جانتی ہے

۳ بگو کہ جان ضعیفم ز دست رفت خدا را
اس سے کہنا کہ میری ضعیف جان ہاتھ سے گئی خدا کیلئے
ز لعل روح فزایت ببخش زاں کہ تو دانی
اپنے روح فزا لعل سے وہ چیز بخش جو تو جانتا ہے

۴
من این دو حرف نوشتم چنانکہ غیر ندانست
میں نے یہ دو حرف اس طرح لکھے ہیں کہ غیر کو معلوم نہیں
تو ہم ز روئے کرامت چناں بخواں کہ تو دانی
تو بھی مہربانی سے اس طرح پڑھ کہ جس طرح تو جانتا ہے

۵
خیال تیغ تو با من حدیث تشنہ و آب است
تیری تلوار کا خیال میرے ساتھ پیاسے اور پانی کا معاملہ ہے
اسیر عشق چو کردی بکش چناں کہ تو دانی
جب عشق میں قید کر لیا اب اس طرح قتل کر جس طرح تو جانتا ہے

۶
امید در کمر زرکشت چگونہ نہ بندم
میری امید تیرے زریں کمر سے بندھی ہوئی ہے کیوں نہ باندھوں
دقیقہ ایست نگارا دراں میاں کہ تو دانی
اس میان میں ایک نکتہ ہے جسکو اے محبوب تو جانتا ہے

۷
یکیست ترکی و تازی دریں معاملہ حافظ
اے حافظ اس معاملہ میں ترکی اور عربی ایک ہے
حدیث عشق بیاں کن بہر زباں کہ تو دانی
عشق کی باتیں ہر ایک زبان میں جو تو جانتا ہے بیان کر

۱
نو بہار است دراں کوش کہ خوشدل باشی
نئی بہار ہے اس بات میں کوشش کر کہ خوشدلی نصیب ہو
کہ بسی گل بدمد باز و تو در گل باشی
کہ گل بہت کھلینگے اور تو مٹی میں ہو گا

۲
چنگ در پردہ ہمی میدہدت پند و لیے
چنگ اپنے پردہ ساز میں تجھے یہی نصیحت کرتی ہے لیکن
وعظت آنگہ دہد سود کہ قابل باشی
اسکا وعظ اس وقت فائدہ دیتا ہے جبکہ تو قابل ہو

۳
من نگویم کہ چہ کن یا کہ نشین و چہ بنوش
میں نہیں کہتا کہ کیا کام کر کس کے پاس بیٹھ اور کیا پی
کہ تو خود دانی اگر زیرک و عاقل باشی
کہ تو خود جانتا ہے اگر دانا اور عقلمند ہے

۴
در چمن ہر ورقی دفتر حالی دگر است
چمن میں ہر ایک پتہ نئے نئے حالات کا دفتر ہے
حیف باشد کہ ز حال ہمہ غافل باشی
افسوس ہے کہ تو سب کے حال سے غافل ہے

۵
گرچہ راہیست پر از بیم ز ما تا بر دوست
اگرچہ وہ راہ جو میرے اور دوست کے درمیان ہے سخت خطرناک ہے
رفتن آساں بود ار واقف منزل باشی
اگر منزل کا واقف ہے چلنا آسان ہوگا

نقد عمرت ببرد غصۂ دنیا بگزاف تیری عمر کی نقدی کو دنیا کا رنج و غصہ بیہودہ تباہ کر دیگا	۶	گر شب و روز دریں قصۂ باطل باشی اگر دن رات اسی جھوٹے افسانہ میں پڑا رہیگا
	۷	حافظا گر مدد از بخت بلندت باشد اے حافظ اگر تجھے بلند بخت کی امداد ہو صید آں شاہد مطبوع شمائل باشی پسندیدہ خصلتوں والے معشوق کا شکار رہ جائیگا

۲ - ۵ محال قابل بود آنکہ نصیحت قابل ... چو گوش ہوش نباشد چہ سود حسن مقال (سعدیؒ)

۴ - کل یوم ھو فی شأن - اگرچہ ہر ایک شے دوسری شئے سے مشابہ ہے مگر اس عالم میں ایک ہی درخت کی ایک ہی شاخ کے دو پتوں میں نمایاں فرق و امتیاز ہے اور کوئی دو چیزیں بھی ایک جیسی نہیں کارخانہ قدرت میں گویا ہر ایک چیز مختلف قالب میں ڈھلتی ہے اور اس کثرت پر نگاہ کرو جو غیر محدود نظر آتی ہیں اور اس تفاوت صورت اور حالات پر غور کرو صانع کی شان حیرت میں ڈال رہی ہے ۔

برگ درختاں در نظر ہوشیار
ہر ورقے دفتریست معرفت کردگار

نور خدا نمایدت آئینہ مجردی مجردی کا آئینہ تجھے خدا کا نور دکھاتا ہے	۱	از در ما در آ اگر طالب عشق سرمدی میرے دروازہ سے داخل ہو اگر عشق سرمدی کا طالب ہے
بادہ بدہ کہ دوزخ ار نام گناہ ما برد شراب دے اگر دوزخ میرے گناہ کا نام لیتی ہے	۲	آب بر آتش زند معجزہ محمدی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معجزہ آگ پر پانی ڈالتا ہے ۔
شعبدہ بازی کنی ہر دم و نیست ایں روا تو نے ہتھکنڈے بنا رکھا ہے اور یہ روا نہیں ہے	۳	قال رسول ربنا ما انا قط من ددی رسول نے فرمایا ہے کہ مجھے عبث کام کیلئے پیدا نہیں کیا گیا
ار چہ بعمد می کشی تیغ جفا بکین من تو مجھ پر جان بوجھ کر جفا کی تلوار کس لئے کھینچتا ہے	۴	فکر نمے کنی مگر فی عمد مُمددی تجھے شائد فی عمد ممددی کا خیال نہیں ہے

۵ گر تو بایں جمال و فر سوی چمن کنی گذر — سوسن و سرو و گل تو جملہ شوند مقتدی

اگر تو اس حسن اور شان و شوکت کیساتھ باغ کیطرف جائے — سوسن اور سرو اور پھول تمام تیرے مقتدی بن جائیں

۶ نقش خودی ز لوح دل پاک کنی تو در زماں — گر ببری بجان و دل راہ بکوی بیخودی

اسی وقت خودی کا نقش لوح دل سے پاک کریگا — اگر جان و دل سے تو اس کے کوچہ کا راستہ لے گا

۷ جان و دل تو حافظا بستہ دام آرزوست

ای حافظ تیرا دل اور جان آرزو کے دام میں پھنسا ہوا ہے

ای متعلق خجل دم مزن از مجردی

تو شرمندگی کے علائق میں پھنسا ہی مجردی کا دم نہ مار

۴ اس شعر میں آیۃ انہا علیہم مؤصدۃ فی عمد ممددۃ عمد کے معنے ستون ہیں۔ مگر اس شعر میں رنج کے معنے ہیں یعنے مجھے قتل کرکے بچتے افسوس ہوگا۔

۱ نوش کن جام شراب یکمنی — تا بداں بیخ غم از دل برکنی

یکمنی شراب کا پیالہ پی — تاکہ غم کی جڑ دل سے اکھڑ جائے

۲ دل کشادہ دار چوں جام شراب — سر گرفتہ چند چوں خم دنی

شراب کے پیالہ کی طرح دل کھلا رکھ — کبتک مٹکے کی طرح متفکر رہیگا

۳ چوں ز جام بیخودی رطلی کشی — کم زنی از خویشتن لاف منی

جب تو بیخودی کے جام سے شراب پیئیگا — تو خودی کی لاف مارنا چھوڑ دے گا

۴ دل بمی دربند تا مردانہ وار — گردن سالوس و تقوی بشکنی

شراب پر دل لگا تاکہ مردانہ وار — مکر اور ریا اور پرہیزگاری کی گردن توڑ ڈالے

۵ خاک ساں شو در قدم نہ ہیچو ابر — جملہ رنگ آمیزی و تردامنی

خاک کی طرح پاؤں کے نیچے پڑ نہ کہ بادل کیطرح — کہ سارا رنگ آمیزی کرتا ہے اور تردامن ہے

۶

خیز جهدی کن چو حافظ تا مگر

اُٹھ اور حافظ کی طرح کوشش کر تا کہ شاید

خویش را در پای معشوق افگنی

اپنے آپکو معشوق کے پاؤں پر ڈال سکے

۵۔ "ابر" یعنی بادل میں قوس قزح رنگ آمیزی کر رہی ہے فی الحقیقت نمود بے سود ہے اور محض ریاکاری تردامنی کے معنی گنہگاری، مطلب یہ ہے کہ یہ رنگ آمیزی و گنہگاری ترک کر اور خاکساری اختیار کر

۶۔ لیس للانسان الا ما سعی نص ہے کہ بغیر جد و جہد مطلوب و مقصود ہاتھ نہیں آتا۔

۱

وقت را غنیمت دان آن قدر که بتوانی

جہاں تک ہو سکے وقت کو غنیمت سمجھ

حاصل از حیات ای جان یکدم است تا دانی

زندگی کا فائدہ یہی دم ہے اگر تو سمجھے۔

۲

پیش زاهد از رندی دم مزن که نتوان گفت

زاہد کے سامنے رندی کی باتیں نہ کر کیونکہ

با طبیب نامحرم حال درد پنهانی

ناواقف طبیب سے درد پوشیدہ درد بیان نہیں کرسکتے

۳

با دعای شبخیزان ای شکر دهان مستیز

راتوں جاگنے والوں کی دعا سے اے شیریں دہن مقابلہ نہ کر

در پناه یک اسم است خاتم سلیمانی

تیرے ایک اسم کی پناہ میں سلیمان کی انگشتری ہے

۴

کام بخشی دوران عمر در عوض دارد

زمانہ زندگی کے عوض مراد پوری کرتا ہے

جهد کن که از عشرت کام خویش بستانی

کوشش کر کہ عشرت سے تیرا مطلب پورا ہو

۵

یوسف عزیزم رفت ای برادران رحمی

میرا پیارا یوسف چلا گیا بھائیو میری حال پر رحم کرو

کز غمش عجب دیدم حال پیر کنعانی

کہ اسکے ہجر میں کنعان کے بوڑھے (یعقوب) کا عجیب حال دیکھا

۶

میروی و مژگانت خون خلق می ریزند

تو جا رہا ہے اور تیرے مژگان خلق کا خون کر رہے ہیں

تند میروی جانا ترسمت فرو مانی

تو تیزی سے جاتا ہے اور میں ڈرتا ہوں کہ تھک نہ جائے

۷

پند عاشقان بشنو و از طرب بتا باز آ

عاشقوں کی نصیحت سن اور عیش و عشرت سے اے محبوب باز آ

کاین همه نمی ارزد شغل عالم فانی

کہ اس دنیا فانی میں یہ شغل کسی کام کا نہیں ہے

۸ زاہد پشیماں را شوق بادہ در جان ست — عاقلا مکن کارے کاورد پشیمانی

شرمندہ زاہد کو شراب کا شوق چڑھا ہوا ہے — اے عقلمند وہ کام نہ کر جس کا نتیجہ پشیمانی ہو

۹ خم شکن نمیداند این قدر کہ صوفی را — جنس خانگی باشد ہمچو لعل رمانی

مٹکا توڑنے والا یہ بات نہیں جانتا کہ صوفی کیلئے — گھر کا سرمایہ سرخ یاقوت کے برابر ہے۔

۱۰ گر تو فارغی از من ای نگار سنگین دل — حال خود بخواہم گفت پیش آصف ثانی

اگر تو میری پرواہ نہیں کرتا ای سنگدل معشوق — میں اپنا حال وزیر سے بیان کرونگا۔

۱۱ از درم در آمد مست میزنم بشادی دست — روشنی بما پیوست راستی بہ ارمانی

بحالت مستی میرے دروازہ سے داخل ہوا خوشی سے تالی بجاتا ہوں — سچ تو یہ ہے کہ اگر تو اسی جگہ رہے تو گھر روشن ہو جائے

۱۲ باغباں چو من زینجا بگذرم حرامت باد — گر بجائے من سروے غیر دوست بنشانی

اے باغبان جب میں اسجگہ سے گذر جاؤں تجھپر حرام ہے — کہ اگر میری جگہ دوست کے سوا سرو کو بٹھائے۔

۱۳ دل ز ناوک چشمت گوشہ داشتم لیکن — ابروے کماندارت میبرد بہ پیشانی

تیری آنکھوں کے تیر سے دل کو گوشہ میں رکھا ہوا تھا — مگر تیرا کماندار ابرو اس کو سامنے لاتا ہے۔

۱۴ جمع کن باحسانی حافظ پریشاں را

حافظ پریشان خاطر کے ساتھ احسان کر

اے شکنج گیسویت مجمع پریشانی

تیری زلف کا پیچ پریشانی کا مجموعہ ہے۔

نمونہ دوم

۱ ہزار جہد بکردم کہ یار من باشی — قرار بخش دل بیقرار من باشی

مینے ہزار کوشش کی کہ تو میرا دوست بن جائے — اور میرے بے قرار دل کو تسکین دینے والا ہو

۲ دمی بکلبہ احزان عاشقاں آئی — شبی انیس دل سوگوار من باشی

ایکدم کے لئے عاشقوں کے غمگین گھر میں آئے — اور ایک رات اس ماتمی دل کا غمخوار ہو۔

۳ دراں چمن کہ بتان دست عاشقاں گیرند — گرت ز دست برآید نگار من باشی

اس باغ میں جہاں بت عاشقوں کی دستگیری کرتے ہیں — اگر تجھ سے ہو سکے میرا معشوق بن جائے

۴ چراغ دیدہ شب زندہ دار من گردی — امید روز من و روزگار من باشی

میری راتوں کو جاگنے والی آنکھ کا چراغ بنجائے — میرے دن کی امید اور میرا روزگار بنے

۵ رفیق و مونس و آرام جان من گردی — انیس خاطر امیدوار من باشی

میرا رفیق اور مونس و آرام جان ہو — اور میرے دل امیدوار کا غمخوار ہو

۶ چو خسروان ملاحت بہ بندگان نازند — دراں میانہ خداوندگار من باشی

جس طرح حسن کے بادشاہ اپنے بندوں پر ناز کرتے ہیں — اس میں تو میرا مالک بن جاوے

۷ ازاں عقیق کہ خونیں دلم ز عشوۂ او — اگر کنم گلہ رازدار من باشی

اس عقیق لب کا کہ جسکے عشوے سے میرا دل خون ہو گیا ہے — اگر میں شکایت کروں تو تو میرا رازدار بن جائے

۸ شود غزالۂ خورشید صید لاغر من — گر آہوئی چو تو یکدم شکار من باشی

آفتاب کا ہرن میرا دبلا شکار ہو — اگر تجھ سا ہرن ایکدم کیلئے میرا شکار ہو جائے

۹ سہ بوسہ کز دو لبت کردہ وظیفۂ من — اگر ادا نکنی وامدار من باشی

تیرے دو لبوں سے تین بوسوں کا وظیفہ میرا مقرر کیا ہے — اگر ادا نہ کریگا تو میرا قرضدار ہوگا

۱۰ من ایں مراد ببینم بعمر خود کہ شبی — بجائے اشک رواں در کنار من باشی

مجھے یہ مراد زندگی میں پوری ہوتی نظر نہیں آتی — کہ کسی رات میرے آنسو کی جگہ تو میری بغل میں ہو

۱۱ من ارچہ حافظ شہرم جوی نمی ارزم — مگر تو از کرم خویش یار من باشی

اگرچہ میں شہر کا حافظ ہوں مگر ایک جو برابر قیمت نہیں — ہاں تو مہربانی سے میرا دوست بن جائے

۱

هواخواه توام جانان و میدانم که میدانی
ای محبوب میں تیرا ہواخواہ ہوں اور میں جانتا ہوں کہ تجھ کو یہ بات معلوم ہے

که هم نادیده میدانی و هم ننوشته میخوانی
تجھے غیب کا حال معلوم ہے اور وہ بات جو لکھی میں نہیں آئی جانتا ہے

۲

ملامتگر چه دریابد ز راز عاشق و معشوق
ملامت کرنیوالی کو عاشق اور معشوق کا راز کیا معلوم ہو سکتا ہے

نه بیند چشم نابینا خصوص اسرار پنهانی
نابینا آنکھ دیکھ نہیں سکتی خصوصاً پوشیدہ رازوں کو

۳

ملک در سجده آدم زمین بوس تو نیت کرد
فرشتوں نے آدم کو سجدہ کرتے ہوئے نیت تیری خاک کو بوسہ دینے کی کی

که در حسن تو چیزی یافت غیر از طور انسانی
کہ تیرے حسن میں انہیں وہ بات معلوم ہوئی جو انسان میں نہیں ہے

۴

خم زلفت بنام ایزد چون مجموعه دلهاست
ماشاءاللہ تیری زلفیں دلوں کا مجموعہ ہیں

مبادا این جمع را یارب غم از باد پریشانی
خدا کرے انہیں پریشان ہوا کا غم نہ ہو

۵

بیفشان زلف و صوفی را بپازی و برقص آور
زلف کھول اور صوفی کو وجد کی حالت میں لا

که از هر رقعهٔ دلقش هزاران بت بیفشانی
اسکی گودڑی کے ہر ایک ٹکڑے سے ہزاروں بت پھینکدے

۶

دریغا عیش شبگیری که در خواب سحر بگذشت
افسوس رات کا عیش صبح کی نیند میں گذر گیا

بدان قدر وصال ای دل که در هجران فرو مانی
اے دل وصال کی قدر کر کہ ہجر میں پڑا رہے گا

۷

ملول از همرهان بودن طریق کاروانی نیست
اپنے رفیقوں سے رنج کرنا کاروانی کے برخلاف ہے

بکش دشواری منزل بیاد عهد آسانی
منزل کی سختیوں کو آسانی اور آرام کے خیال سے برداشت کر

۸

گشاد کار مشتاقان در آن ابروی دلبند است
مشتاقوں کے کام کی گرہ اس ابرو دلبند سے کھلتی ہے

خدا را یک نفس بازا گره بگشا ز پیشانی
خدا کے لئے ایکدم کیلئے پیشانی سے بل تیوری کھولدے

۹

چراغ افروز چشم ما نسیم زلف خوبانست
معشوقوں کی زلف کی ہوا میری آنکھ کا نور ہے

مبادا این جمع را یارب غم از باد پریشانی
اے خدا اس جمعیت کو پریشانی کی ہوا کا غم نہ ہو

۱۰

امید از بخت میدارم که بگشایم کمربندت
مجھے اپنی قسمت سے امید ہے کہ تیرا کمربند کھولونگا

بآن شرطیکه خاطر را ازین مسکین نرنجانی
مگر شرط یہ ہے کہ طبیعت کو مجھ سے رنجیدہ نہ کرے

خیال چنبر زلفت فریب میدهد حافظ
تیری زلف کا خیال حافظ کو فریب دیتا ہے
نگر تا حلقهٔ اقبال ناممکن بجنبانی
دیکھنا وہ اقبال جسکا حاصل ہونا ناممکن ہے اسکی زنجیر نہ کھٹکھٹانا

۱۱

[illegible] ایلخانی

۱ احمد الله علی معدلة السلطانی
بادشاہ کے عدل پر خدا کا شکر کرتا ہوں
احمد شیخ اویس حسن ایلخانی
اس کا نام احمد شیخ اویس ایلکانی ہے

۲ خان بن خان شهنشاه شهنشاه نژاد
خان کا بیٹا خان شہنشاہ ہے اور شہنشاہ کی اصل سے ہے
آنکه می زیبد اگر جان جهانش خوانی
اگر تو اسے جان جہاں کہے تو زیبا ہے

۳ دیده نادیده باقبال تو ایمان آورد
جس آنکھ نے تجھے نہیں دیکھا وہ بھی تیرے اقبال کا یقین کرتی ہے
مرحبا ای بهمه لطف خدا ارزانی
خوش رہ کہ تو خدا تعالی کی مہربانیوں کے لائق ہے

۴ برشکن طرهٔ ترکانه که در کاکل تست
ترکوں والی زلف کو آراستہ کر کہ تیرے کاکل میں
بخشش و کوشش قاآنی و چنگیزخانی
قاآن اور چنگیز خاں کی بخشش اور کوشش موجود ہے

۵ ماه اگر بی تو بر آید بدو نیمش بزنند
اگر چاند تیرے بغیر بر آمد ہو تو دولت احمدی اور معجزہ سلطانی
دولت احمدی و معجزهٔ سلطانی
اس کے دو ٹکڑے کر دیں

۶ جلوهٔ حسن تو دل می برد از شاه و گدا
تیرے حسن کا جلوہ شاہ اور گدا کے دل کو قابو کرتا ہے
چشم بد دور که هم جانی و هم جانانی
چشم بد دور تو جان بھی ہے اور جانان بھی ہے

۷ گرچه دوریم بیاد تو قدح می نوشیم
اگرچہ میں دور ہوں لیکن تیری یاد میں شراب پیتا ہوں
بعد منزل نبود در سفر روحانی
روحانی سفر میں منزل کی دوری نہیں ہوتی

۸ از گل فارسیم غنچهٔ عیشی نشکفت
میرے فارسی پھول سے عیش کا غنچہ نہ کھلا
حبذا دجلهٔ بغداد و می روحانی
کیا اچھا بغداد کا دجلہ اور روحانی شراب ہے

۹	اے نسیم سحری خاک رہ یار بیار اے صبح کی نسیم یار کے راستہ کی خاک اڑا لا تا کند حافظ ازاں دیدۂ جاں روحانی تا کہ حافظ جان کی آنکھ کو روشن کرے

۱۔ اس غزل میں احمد شیخ اویس ایلکانی کی جو بغداد میں خلافت کا سرپرست بنا مدح کی گئی ہے اس کا تذکرہ خواجہ حافظؒ کی سوانحعمری میں کیا گیا ہے۔

۵۔ اس شعر میں معجزہ شق القمر کی طرف اشارہ ہے۔

۸۔ "الروحا" بھی بغداد کا نام ہے۔ بغداد کے ایک حصہ کو "الزورا" اور دوسرے کو "روحا" کہتے تھے دجلہ بغداد کو دو حصوں میں تقسیم کرتا ہے۔ اس طرح ایک حصہ مشرقی بغداد اور دوسرا مغربی کہلاتا تھا۔

۸۔ "الروحا" بغداد کا دوسرا نام ہے اس لئے مے "روحانی" کے معنے بغداد کی شراب بھی ہو سکتی ہے

ز کوئے یار می آید نسیم باد نوروزی یار کے کوچہ سے نوروز کی ہوا آتی ہے۔	۱	ازیں باد ار مدد خواہی چراغ دل برافروزی اگر تو اس ہوا سے مدد مانگے تو دل کا چراغ روشن ہو سکتا ہے
چو گل گر خردہ داری خدا را صرف عشرت کن اگر گل کی طرح تیرے پاس زر ہے تو خدا کیواسطے عشرت میں صرف	۲	کہ قاروں را غلطہا داد سودائے زر اندوزی کہ قارون نے زر جمع کرنے میں سخت غلطی کھائی۔
سخن از پردہ میگویم چو گل از پردہ بیروں آئے بات پوشیدہ کرتا ہوں کہ گل کی طرح پردہ سے باہر آ	۳	کہ بیش از پنج روزی نیست حکم میر نوروزی کہ نوروز کا موسم پنجروز سے زیادہ نہیں ہے
مئے دارم چو جان صافی و صوفی میکند عیبش میرے پاس جان کی طرح صاف شراب ہے اور صوفی اس میں عیب بتاتا ہے	۴	خدایا ہیچ عاقل را مباد ابخت بدروزی اے خدا کسی دانا کو بڑی قسمت نصیب میں نہو۔
طریق کام جستن چیست ترک کام خود گفتن مراد کا بر آنا مراد کو چھوڑ دینا ہی ہوتا ہے۔	۵	کلاہ سروری اینست گر ایں ترک بردوزی شاہی تاج یہی ہے کہ اسکو پھینک دے
جدا شد یار شیرینت کنوں تنہا نشیں اے شمع تیرا شیریں یار جدا ہو گیا اے شمع تنہا بیٹھ۔	۶	کہ حکم آسماں اینست اگر سازی اگر سوزی کہ آسمان کا یہی حکم ہے خواہ اسپر راضی ہو خواہ جلا کر

۷
بعجب علم نتواں شد ز اسباب طرب محروم
علم کے تکبر سے خوشی کے اسباب سے محروم نہیں ہو سکتے
بیا زاہد کہ جاہل را زیادہ میرسد روزے
اے زاہد آ کہ جاہل کو زیادہ روزی ملتی ہے

۸
ندانم نوحۂ قمری بطرف جویباراں چیست
میں نہیں جانتا کہ قمری کو ندی کے کنارے پر نوحہ کس بات سے ہے
مگر او نیز ہمچوں من غمی دارد شبا روزے
شاید وہ بھی میری طرح دن رات اسی غم میں مبتلا ہے

۹
بہ بستاں رو کہ از بلبل طریق عشق گیری یاد
باغ میں جا کہ بلبل سے عشق کا طریقہ سیکھے
بمجلس آی کز حافظ سخن گفتن بیاموزے
مجلس میں آ کہ حافظ سے کلام کی طرز سیکھے

۱
بچشم مہر اگر با من مہم را یک نظر بودے
اگر میرے چاند کو مجھ پر مہر و محبت کی ایک نظر ہوتی
ازاں سیمیں بدن کامم بخوبی ہمچو زر بودے
اس سیم بدن سے میری مراد زر کی طرح پوری ہوتی

۲
ز شوق افشاندمی ہر دم سری در پای جانانم
میں شوق سے سر دوست کے قدموں پر رکھتا
دریغا گر متاع من نہ ازایں مختصر بودے
افسوس اگر میرا سرمایہ ایسا تھوڑا نہ ہوتا

۳
اگر برقع برافگندی ازاں روی چو مہ روزے
اگر کسی دن چہرہ سے چاند کی طرح نقاب اٹھا دیتا
مدام از نرگس مستش جہاں پر شور و شر بودے
ہمیشہ اس کی مست آنکھ سے جہان شور و شر سے بھرا رہتا

۴
ہمش رحم آمدی بر من مہر آں شاہ خوباں را
اس خوبصورتوں کے بادشاہ کو محبت سے مجھ پر ترس آتا
گر از درد دل زارم یکی روزش خبر بودے
اگر میرے دل زار کے درد کی خبر اس کو ہو جاتی

۵
بوصلش گر مرا روزے ز ہجراں فرصتے بودے
اگر کسی دن اس کے وصل میں مجھے فرقت سے فرصت ملتی
مبارک ساعتے بودے چہ خوش بودے اگر بودے
کیا مبارک گھڑی ہوتی کیا اچھا ہوتا اگر ایسا ہوتا

۶
نگفتی کس بشیرینی چو حافظ شعر در عالم
حافظ جیسے شیریں شعر دنیا میں کوئی نہ کہہ سکتا
اگر طوطی طبعش را ز لعل او شکر بودے
اگر ایسے طوطی طبع کو اس کے لعل کی شکر ملتی

۱ یا مبسما بحالی دُرجا من اللآلی | یا رب چه درخور آمد گرد خطت ہلالی

ای دہن محبوب جو ڈبیا موتیوں سے پر ہے | اللہ اللہ تیرے گرد خط سبز کیسا مناسب اور زیبا ہے

۲ ای باغم تو مارا پیوند لایزالی | قد ضاع فی ہواکم عمری و لاابالی

تیرے غم کیساتھ مجھے ایسا پیوند ہے جو جدا نہیں ہو سکتا | میری عمر تیری محبت میں برباد ہوئی لیکن اسکی پروا نہیں

۳ یا راکباً تبرا عن موثقی و حادی | ان تلق اہل نجد کلّم بحسب حالی

ای شتر والے میری ساتھ موثق وعدہ کی مطابقت کر | اگر تو اہل نجد سے ملے تو میرا حال بیان کرنا

۴ للہ ذات رمل کان الحبیب فیہا | طار العقول طرّاً من نظرۃ الجبالی

وہ ریگستان جہاں محبوب ہے خدا کے لیئے | عقل کے طوطے پہاڑوں کی طرف نگاہ کرنے سے اڑ گئے

۵ العین یا تنامت شوقاً باہل نجد | والقلب ذات وجدٍ فی دابہ الغزالی

میری آنکھ اہل نجد کی اشتیاق میں مجھے سونے نہیں دیتی | اور دل معشوق کی آنکھ کے تصور میں وجد کر رہا ہے

۶ دل خون شدم ز دستش در یاد چشم مستش | اوذیت بالرزایا ماللہوی و بالی

اسکے ہاتھ سے دل خون ہو گیا اسکی مست آنکھ کی یاد میں | مجھے مصیبتوں سے اذیت پہنچی ہے لیکن تیری خواہش کا تصور

۷ دل رفت و دیدہ خون شد تن خستہ جان و اشد | فی العشق موجبات یاتین بالتوالی

دل گیا اور آنکھ لہو رہی ہے تن خستہ ہو گیا اور جان نکل گئی | عشق میں کئی باتیں لازمی ہیں جو یکے بعد دیگرے پیدا ہوتی

۸ حالی خیال وصلت خوش میدہد فریبم | تا خود چہ نقش بندد ایں صورت خیالی

اب تو تیرے وصل کا خیال خوب دل بہلا رہا ہے | دیکھیے یہ خیالی صورت کیا رنگ لاتی ہے

۹ خوئے تو گر نگردد ہرگز دگر نگردد | عاشق درین جوانب عارف دریں حوالی

خواہ تیری خو نہ بدلے لیکن ہرگز ہرگز | عاشق اس طرف اور عارف اس طرف نہیں بدل سکتا

۱۰ دلبر بعشق بازی خونم حلال دانست | فتوائے شرع چون است ای مرۂ عوالی

دلبر نے عشقبازی میں میرا خون حلال سمجھ رکھا ہے | شرع میں اس کے متعلق کیا فتویٰ ہے اے دوستو

۱۱

می دہ کہ گرچہ گشتم نامہ سیاہ عالم

اگرچہ سیاہ نامہ اعمال ہو گیا ہوں جہاں میں سیاہ ہے شراب دے

نومید کے تواں بود از لطف لایزالی

کیونکہ اللہ تعالیٰ کا لطف کہ ہمیشہ رہنے والا ہے اس لئے ناامید کیسے ہو سکتی ہے

۱۲

از چار چیز مگذر گر زیرکی و عاقل

اگر تو دانا اور عقلمند ہے تو چار چیزوں کو مت چھوڑ

امن و شراب بیغش معشوق و جای خالی

امن اور خالص شراب اور معشوق در کنج تنہائی

۱۳

ساقی بیار جامی وز خلوتم برون کن

اے ساقی جام شراب لا اور مجھے خلوت سے باہر نکال

تا دربدر بگردم قلاش لاابالی

تاکہ دربدر قلاش بے پرواہ ہو کر پھروں

۱۴

صافیست جام خاطر در دور آصف عہد

جام خاطر آصف عہد کے دور میں صاف ہے

قم فاسقنی رحیقا اصفی من الزلال

اٹھ اور مجھے زلال سے زیادہ صاف شراب پلا

۱۵

مسند فراز دولت کان شکوہ و شوکت

مسند دولت پر بیٹھنے والا شان و شکوہ کی کان ہے

برہان ملک و ملت بونصر بوالمعالی

برہان ملک و ملت بونصر بوالمعالی

۱۶

الملک من تباہی من جدہ و جدہ

ممدوح کے بخت اور عظمت کے ساتھ ملک کا فخر ہے

یارب کہ جاوداں باد این قدر و این معالی

اے خدا ممدوح کا بخت اور عظمت ہمیشہ رہے

۱۷

چون نیست نقش دوران در ہیچ حال ثابت

جب زمانہ کا نقش کسی حال میں قائم نہیں رہتا

حافظ مکن شکایت تا می خوریم حالی

اے حافظ جبکہ ہم شراب پی رہے ہیں شکایت نہیں کرنی چاہیے

تمام شد

دیوان غزلیات حافظ رحمۃ اللہ علیہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اشعار متفرقات

ترکیب بند

شاہی کہ پناہ ملک و دین ست
وہ بادشاہ جو ملک اور دین کا محافظ ہے
درخورد ہزار آفرین ست
ہزار آفرین کے لائق ہے

نوبادۂ خاندان ملک ست
ملک کے خاندان کا تازہ میوہ ہے
گلدستۂ بوستان دین ست
دین کے باغ کا گلدستہ ہے

ہم نسل شہنشہ زمان ست
دنیا کے شہنشاہ کی نسل سے ہے
ہم نقد خلیفۂ زمین ست
اور خلیفہ زمین کا بیٹا ہے

آثار و دلائل سعادت
نیکبختی کے نشان اور آثار
تابندہ چو نورش از جبین ست
اس کے ماتھے کے نور سے چمکتے ہیں

در ملک جہاں بفر شاہی
دنیا کے ملک میں شاہی کے شوکت سے
انصاف تو کوکب یقین ست
تیرا انصاف یقین کا ستارہ ہے

در خاتم قدر او نہفتہ
اسکی تقدیر کی انگوٹھی میں
فیروزۂ چرخ چون نگین ست
آسمان کا فیروزہ نگین کیطرح پوشیدہ ہے

تیغش بمیان کفر و اسلام
اس کی تلوار کفر اور اسلام کے درمیان

سد یست ولیک آہنین ست
ایک دیوار ہے جو لوہے کی ہے

کلک ز کف دست او دُر بار
قلم اُس کے ہاتھ سے موتی برساتی ہے

شمشیر بباز وش سزاوار
تلوار اُس کے بازو کے لائق ہے

اے سایہ رحمت الٰہی
اے رحمت الٰہی کے سائے

ہرگز بشمایل تو سرو ے
تیری طرح کا سرو ہرگز

وے غنچہ باغ بادشاہی
اور اے بادشاہ کے باغ کے غنچے

نارستہ ز بوستان شاہی
بادشاہ کے چمن میں پیدا نہیں ہوا

ہم چرخ جمال را تو مہر ے
تو جمال کے آسمان کا سورج ہے

ہم برج جلال را تو ماہی
اور جلال کے برج کا چاند ہے

درخواستہ از خدائی بیچوں
خدائے تعالیٰ سے تیرے

بخت بدعائے صبحگاہی
بخت نے صبح کی دعائیں مانگ کر حاصل کیا

بر نام تو مہر کردہ گردوں
تیرے نام پر آسمان نے مہر کر دی ہے

منشور اوامر و نواہی
امر اور نہی کے فرمان کی

بر سلطنت تو بے تکلف
تیری سلطنت پر بے تکلف

تمکین تو مید ہد گواہی
تیرا بیٹھنا گواہی دیتا ہے

نام تو یقین کہ مے برآرد
تیرا نام یقین ہے کہ

آوازۂ ز ماہ تا بماہی
ماہ سے ماہی تک شہرت حاصل کریگا

گردوں کہ لطیفہ ہا برآرد
آسمان جو لطیف لطیف باتیں کرتا ہے
دُرّے چو تو در صدف ندارد
تیرے جیسا موتی صدف میں نہیں

اے خلعتِ مُلک بر تو زیبا
سلطنت کا خلعت تیرے بدن پر زیبا ہے
وے غرۂ دولت از تو غرا
اور دولت کی روشنی تجھ سے چمکتی ہے

اے آمدہ نو عروسِ دولت
دولت کی دلہن
بر شکل و شمائل تو شیدا
تیری شکل و صورت پر عاشق ہے

انوارِ شکوہ و شہریاری
بادشاہی کے شوکت کا نور
از روئے مبارکت ہویدا
تیرے مبارک چہرہ سے ظاہر ہے

بر قامتِ حشمتِ تو کوتاہ
تیری حشمت کے قد پر چھوٹا ہے
ایں اطلسِ نیلگوں والا
یہ لمبد نیلگوں اطلس (آسمان بلند)

بگذشت صدائے صیتِ عدلت
تیرے عدل کا شہرہ
از سقفِ نہم رواقِ خضرا
نویں آسمان سے اوپر چلا گیا ہے

بر شادیِ مجلسِ تو خورشید
سورج تیری مجلس کی خوشی پر
ہر لحظہ کشیدہ جامِ صہبا
ہر وقت شراب کا پیالہ پیتا ہے

تا روئے مبارکِ تو بیند
اس لئے کہ تیرا مبارک منہ دیکھ پائے
نرگس ہمہ دیدہ گشت عمدا
نرگس تمام آنکھ بن گئی

اند بہر قبولیت ازیں گوش
اس لئے کہ تیرے کان تم سا کی ہو
لولوئے خوشاب گشتہ لالا
آبدار موتی چمکدار بن گیا ہے

در قصر تو چرخ آستانی

تیرے محل کے دروازہ کا آستان آسمان ہے

کیوان بہ در تو پاسبانی

کیوان تیرے دروازہ کا پاسبان ہے

تا یار خدائے باد یارت

جب تک اللہ تیرا مددگار ہے

ہر آرزوئے کہ در دل آید

ہر ایک آرزو جو تیرے دل میں پیدا

توفیق رفیق در یمینت

توفیق تیرے داہنے بازو کی رفیق ہے

نصرت کہ مباد از تو خالی

فتحمندی جو تیرے بغیر کبھی نہ ہو

آراستہ چون بہشت گیتی

دنیا بہشت کی طرح آراستہ ہوئی

تا چرخ بپاست دور دورت

جب تک آسمان ہے تیرا دور دورہ ہے

جاوید بعون جاہ و عزت

ہمیشہ تیرے جاہ اور عزت کی مدد سے

آسودہ چو حافظ اند خلقان

حافظ کی طرح تمام خلق آسودہ

جز عیش مباد ہیچ کارت

سوائے عیش کے اور کچھ کام ہی تیرا نہ ہو

ایام نہادہ در کنارت

روزگار نے تیرے پہلو میں رکھی ہے

تائید ندیم در یسارت

اور تائید وزیری تیرے بائیں بازو کی ساتھی

در رزم کمینہ دستیارت

لڑائی میں تیرا ادنیٰ ہوشیار رہے

از کوشش تیغ آبدارت

تیری آبدار تلوار کی کوشش سے

تا دہر بجاست کار کارت

جب تک دنیا ہے تیرا کام بنتا جائے

بادا ہمہ چیز برقرارت

تمام چیزیں برقرار ہیں

در سایہ بخت کامگارت

تیرے بخت کامیاب کے ساتھ ہے

کارت ہمہ حفظ ملک و دیں باد

تیرا کام ہمیشہ ملک اور دین کی حفاظت ہوے

تا باد ہمیشہ اینچنیں باد

جبتک ملک اور دین رہے ایسا ہی حال رہے

ماہی چو تو آسماں ندارد

تیرے جیسا چاند آسمان میں نہیں

سروے چو تو بوستاں ندارد

تیرے جیسا سرو باغ میں نہیں

بار روئے تو آفتاب دیدم

تیرے چہرہ کے مقابلہ میں سورج کو دیکھا

نیک ست و لیکن آں ندارد

اچھا تو ہے مگر وہ بات نہیں

از حسن تو چوں کنم عبارت

تیرے حسن کو کس طرح بیان کروں

کز ہیچ صفت نشاں ندارد

کہ کسی صفت میں نشان نہیں ملتا

حیران شدہ ام کہ ہیچ وصفے

حیران ہوں کہ کوئی صفت

در خور رخت بیاں ندارد

تیرے چہرہ کے مناسب نہیں ملتی

مرغیکہ سوئے تو کرد پرواز

وہ جانور جو ایک دفعہ تیری طرف اُڑ گیا

دیگر سر آشیاں ندارد

پھر گھونسلہ کا خیال نہیں کرتا

ہر دل کہ ز جاں ندارد دوست

وہ دل جو جان سے تجھے عزیز نہیں رکھتا

میداں بیقیں کہ جاں ندارد

یقین رکھہ کہ اس میں جان ہی نہیں ہے

از بہر دلم کدام تیر ست

میرے دل کے لئے کون سا تیر ہے

کش خدنگ چشم تو

کابروئے تو در کماں ندارد

کہ تیرے ابرو نے کمان میں نہیں رکھا ہوا ہے

چشمت نظرے بما نینداخت

تیری آنکھ نے میری طرف نگاہ نہ کی

مست ست و سر جہاں ندارد

مست ہے اور مجھ جیسے کی پرواہ نہیں

منظور شہنشہ ست و از ناز
شہنشاہ کی منظور نظر ہے اور ناز سے

پروائے شکستگان ندارد
شکستہ دلوں کی پرواہ نہیں کرتی

سلطان زمانہ ناصر الدین
زمانے کا بادشاہ ناصر الدین

شد معتصمم بعز و تمکیں
میرا پشت پناہ عزت اور تمکین سے ہے

ساقی اگرت ہوائے مائی
اے ساقی اگر میرا ہوا خواہ ہے

جز بادہ میار پیش ماشی
تو بغیر شراب کے میرے پاس کچھ اور نہ لا

سجادہ و خرقہ در خرابات
سجادہ اور خرقہ خرابات میں

بفروش و بیار جرعہ می
بیچ کر شراب کا ایک گھونٹ لا

گر زندہ دلی شنو ز مستاں
اگر تو زندہ دل ہے تو مستوں سے

در گلشن جان صدائے یاحی
جان کے باغ میں یا حی کی آواز سن

با درد در آ بوئے درماں
درد کے ساتھ درمان کی امید رکھ

کونین نگر ز عشق لاشی
دونوں جہان عشق کی نگاہ میں ہیچ ہیں

اسرار دل ست در رہ عشق
عشق کے راستہ میں دل کا راز ہے

بہتر ز ہزار حاتم طی
ہزار حاتم طائی سے بہتر ہے

سلطان صفت آں بت پریوش
بادشاہ کی طرح وہ پری چہرہ معشوق

می آمد و خلق شہر از پی
آ رہا تھا اور خلق اس کے پیچھے پیچھے تھی

مردم نگراں بروئے خوبش
آدمی اس کے خوبصورت چہرہ کو دیکھ رہے تھے

وز شرم روان ز عارضش خوی
اور شرم سے اس کے رخسار پر پسینہ بہ رہا تھا

حافظ ز غم تو چند نالد
حافظ تیرے غم میں کب تک فریاد کرے
آخر دل من شکستہ تا کی
آخر کب تک میرا دل شکستہ رہے گا

با درد و غم تو یار باشم
تیرے غم اور درد کا ساتھ دونگا
وز عیش جہاں کنار باشم
اور دنیا کے عیش و عشرت سے کنارہ کرونگا

ترجیع بند

ای دادہ بباد دوستداری
تونے دوستداری کی کچھ قدر نہ کی
این بود وفا و عہد یاری
کیا یہی کچھ وفا اور دوستی کا اقرار تھا
آخر دل ریش دردمندم
آخر میرا زخمی دل ہے اور دردمند ہوں
تا چند بدست غم سپاری
کب تک غم کے ہاتھ پڑا رہونگا
از زلف تو حاصلے ندیدم
تیری زلف سے کچھ فائدہ نہیں دیکھا
جز شیفتگی و بی قراری
بغیر پریشانی اور بے قراری کے
ای جان عزیز بر ضعیفاں
اے جان عزیز کمزوروں پر
تا چند کنی جفا و خواری
کب تک جفا اور ظلم کرے گا
ہر چند کہ سوختی بجورم
ہر چند تونے ظلم سے جلایا
کردم من خستہ سازگاری
مجھ خستہ نے نباہ ہی کیا
گفتم مگر از سر ترحم
میں نے کہا شاید مہربانی سے
دست از ستم و جفا بداری
ستم اور جفا سے باز آئیگا

چون نیست امید آنکہ روزی
جبکہ یہ امید نہیں کہ کسی دن

بر عاشق خستہ رحمت آری
عاشق خستہ پر مہربان ہو گا

آں بہ کہ ز صبر رخ نتابم
بہتر یہ ہے کہ صبر سے منہ نہ موڑوں

باشد کہ مراد دل بیابم
ممکن ہے کہ دل کی مراد پوری ہو

ای ساقی ازاں مئی شبانہ
اے ساقی اس رات والی شراب سے

درده دو سہ جام عاشقانہ
دو تین پیالے عاشقانہ کے پلا

تا در سر من عقل باقیست
جب تک میرے سر میں کچھ ہوش باقی ہے

از دست مده می مغانہ
مغاں کی شراب کو ہاتھ سے نہ دے

برداشتہ اند صوت داؤد
داؤد کے نغمہ کو چھیڑا ہوا ہے

مرغان چمن ز آشیانہ
چمن کے جانوروں نے گھونسلوں میں

اے مطرب ما تو نیز یکدم
اے میرے مطرب تو بھی ایک پل کیلئے

مگذار ز کف دف و چغانہ
دف اور گھنگھرو کو مت چھوڑ

برگوئے بیاد وصل جاناں
دوست کے وصل کی یاد میں

چون عود بسوز دل ترانہ
دل عود کی طرح جلتا رہ اور ترانہ سنا

می نوش تو حافظا بشادی
اے حافظا تو خوشی سے شراب پی

تا چند خوری غم زمانہ
کب تک زمانہ کا غم کھائیگا

دیریست کہ آتش غم دل
مدت سے غم کی آگ

در سینہ ہمی کشد زبانہ
سینہ میں بھڑک رہی ہے

چوں نیست ہیچگونہ پیدا
جب کسی صورت سے

دریائے فراق را کرانہ
فراق کے دریا کا کنارہ نظر نہیں آتا

آں بہ کہ ز صبر رخ نتابم
بہتر ہے کہ صبر سے منہ نہ موڑوں

باشد کہ مراد دل بیابم
ممکن ہے کہ دل کی مراد پاؤں

در سختئ عشق اگر بمیرم
اگر عشق کی سختی سے مر جاؤں

بیشک دل ماہ و خور بگیرد[۱]
بیشک چاند اور سورج کو گرہن لگجائے

پیوستہ کمان ابروانش
اس کے کمان ابرو ہمیشہ

نتواں بقلم نوشت شوقش
قلم سے شوق کا حال لکھا نہیں جاتا

پیر غم عشقم ارچہ طفلم[۲]
عشق کے غم میں بوڑھا ہوگیا اگرچہ بچہ ہوں

دارم سر آنکہ ہمچو سعدی
سعدی کی طرح اب یہ ارادہ ہے

چوں کرد زمانہ ستمگار
جبکہ ستمگار زمانہ نے

من دل ز غم تو بر نگیرم
میں تیرے غم سے دل نہ ہٹاؤں

گر سوئے فلک رسد نفیرم[۴]
اگر آسمان کی طرف میری فریاد جائے

از غمزہ ہمے زند بہ تیرم
غمزہ مجھے تیر مارتے ہیں۔

گر چہ پیر فلک شود دبیرم
اگرچہ پیر فلک میرا منشی ہوئے

طفل غم عشقم ارچہ پیرم
میں عشق کے غم میں بچہ ہوں اگرچہ بوڑھا ہوں

بنشینم و صبر پیش گیرم
کہ بیٹھ رہوں اور صبر کروں

دور از تو بہ بند غم اسیرم
مجھے تجھ سے دور کرکے غم میں قید کیا

ف۱ یعنی ماہ و خورشید -۱۲-

ف۲ یعنی اگرچہ طفل ہوں مگر از غم عشق تو پیر شدہ ام -

ف۴ اے فغانم -

آں بہ کہ ز صبر رخ نتابم
بہتر یہ ہے کہ صبر سے منہ نہ موڑوں
باشد کہ مرادِ دل بیابم
ممکن ہے کہ مراد دل پاؤں ۔

ای غیرتِ لعبتانِ طناز[1]
تو ناز کرنے والے معشوقوں کی غیرت کا باعث ہے
تا من ز سرِ جہاں بکلی
تاکہ میں دنیا سے بالکل ۔
ای دوست ز رہگذار دیدہ
اے دوست آنکھوں کے راستہ سے
تا خود چہ بود مرا سرانجام
معلوم نہیں کہ میرا انجام کیا ہوگا
سرمایۂ عمر داد برباد
اس نے زندگی کا سرمایہ برباد کر دیا
در آتش عشق و مجمر غم
عشق کی آگ میں اور غم کی انگیٹھی میں
حالی چو نمے دہد مرادست
جبکہ اب مجھے موقع نہیں ملتا
آں بہ کہ ز صبر رخ نتابم
بہتر یہ ہے کہ صبر کروں

برقع ز رخ چو مہر برانداز
چاند کی طرح چہرہ سے برقع اتار
برخیزم و توبہ بشکنم باز
گذر جاؤں اور پھر توبہ توڑ ڈالوں
شد فاش میان مردماں راز
آدمیوں میں راز افشا ہو گیا
در عشق چو ہجر کرد آغاز
جب عشق نے ہجر سے آغاز کیا ہے
ہر کو بغم تو گشت انباز
جس نے تیرے غم سے واقفیت حاصل کی
می سوز دلا چو عود و می ساز
اے دل جلتا رہ اور قائم رہ
بوسیدن پائے آں سرافراز
اس سرافراز کے پاؤں چومنے کا
باشد کہ مراد دل بیابم
ممکن ہے کہ دل کی مراد حاصل ہو ۔

[1] طناز بالفتح والتشدید ناز کنندہ و بر موز بسیار سخن کنندہ ۱۲

ای سرو سمنبر گل اندام

اے سرو سمنبر گل اندام

باز آئی کہ ہجر جانگداز ت

واپس آ کہ تیرے ہجر نے جان گداز کردی

از دانۂ خال و دام زلفت

تیرے خال کے دانہ اور زلف کے جال سے

چوں کام نشد بسعی حاصل

جب کوشش سے کام نہ بنا

مائیم و غم فراق حالی

فی الحال میں ہوں اور فراق کا غم

جز محنت و درد گو بیا نیست

ایام سے سوائے محنت اور درد کے گویا کچھ

مقصود وجود حافظا چیست

اے حافظ زندگی کا منشاء

حالی چو نمے شود مہیا

جب حاصل نہیں ہوتا ہے۔

از عارض تو خجل مہ شام

شام کا چاند تیرے رخسار سے شرمندہ ہے

بردار ز دل من قرار و آرام

اور دل سے قرار اور آرام جاتا رہا

مرغ دل من فتادہ در دام

میرا مرغ دل جال میں پھنس گیا

قانع شدہ ام بہجر ناکام

ناچار ہجر پر قناعت کی۔

تا خود بکجا رسد سرانجام

دیکھیے انجام کیا ہوتا ہے۔

دور از تو نصیب من بایام

اور حاصل نہیں خدا کرے یہ تجھ سے دوری اور ہجر نصیب ہو

جز صحبت یار و بادہ و جام

سوائے یار کی صحبت اور شراب اور پیالے کے اور کیا ہو

کام دلم از تو اے دلارام

اب میرے دل کا مقصد تجھ سے اے دلارام

آں بہ کہ ز صبر رخ بر نتابم

بہتر یہ ہے کہ صبر سے منہ نہ موڑوں

باشد کہ مراد دل بیابم

ممکن ہے کہ دل کی مراد پاؤں۔

ای راحت جان بیقرارم
اے میری بیقرار جان کی راحت

امید دل امیدوارم
اے دل امیدوار کی امید

شادم بغمت که در همه حال
میں تیرے غم میں خوش ہوں کہ ہر حال میں

سوز غم تست سازگارم
تیرے غم کی جلن میری کارساز ہے

تا رفتهٔ از کنارم ای دوست
جب سے اے دوست تو میری بغل سے گیا ہے

یکباره ز خویش برکنارم
یکبارگی میں نے اپنے آپ سے کنارہ کیا ہے

در آرزوی وصال جانی
وصال محبوب کی آرزو میں

عمرے بفراق میگذارم
عمر فراق میں بسر کر رہا ہوں

امشب بگذشت خواهد از دوش
آج رات سے گذر جائیگا

طوفان سرشک اشکبارم
آنسوؤں کا طوفان میری آنکھوں سے بہ کر

تا مرگ نگیردم گریبان
جب تک موت میرا گریبان گیر نہو گی

من دست ز دامنت ندارم
تیرے دامن کو نہ چھوڑونگا

چون هیچ نشد بسعی حاصل
جب کوشش سے بالکل حاصل نہوا

کام دل خستهٔ فگارم
میرے خستہ اور زخمی دل کا مطلب

آن به که ز صبر رخ نتابم
بہتر یہ ہے کہ صبر سے منہ نہ موڑوں

باشد که مراد دل بیابم
ممکن ہے کہ دل کی مراد حاصل ہو

اے زخم غم تو مرہم دل
تیرے غم کا زخم دل کی مرہم ہے

عشق تو انیس و محرم دل
تیرا عشق دل کا انیس اور محرم ہے

زلف تو کمند گردن جاں
تیری زلف جان کی گردن میں کمند ہے
لعل تو نگین خاتم دل
تیرا لعل دل کی انگوٹھی کا نگینہ ہے

ابروئے تو بود شحنہ جاں
تیرا ابرو جان کا محافظ ہے
چوں چشم تو گشت حاکم دل
جب تیری آنکھ دلپر حاکم ہے

او در دل ما و ما در آتش
وہ میرے دل میں ہے اور میں آگ میں
ما را غم اوست نے غم دل
مجھے تو اسکا غم ہے کچھ اپنے دل کا نہیں

نزدیک شد آنکہ من ز دوری
وہ وقت قریب ہے کہ میں دوری میں
گیرم سر خویش یا غم دل
اپنا فکر کروں یا دل کا

حافظ چہ شود اگر بیابی
اے حافظ کیا ہو اگر میسر ہو
نورے ز حضور عالم دل
عالم دل سے نور حضور

چوں ملک وصال او نگردد
جب اس کے وصال کا ملک
آسان آسان مسلّم دل
آسانی سے دل کے حوالہ نہیں ہوتا

آں بہ کہ ز صبر رخ نتابم
بہتر یہ ہے کہ صبر سے منہ نہ موڑوں
باشد کہ مراد دل بیابم
ممکن ہے کہ دل کی مراد پاؤں

ساقی نامہ

سر فتنہ دارد دگر روزگار
پھر زمانہ فساد کا خیال رکھتا ہے
من و مستی و فتنہ چشم یار
لیکن میں ہوں اور مستی اور دوست کی آنکھوں کا فتنہ

ہمی مانم از دور گردوں شگفت
میں زمانے کی گردش سے حیران ہوں

فریب جہاں قصہ روشن ست
جہان کے دہوکے کی داستان روشن ہے

دلا در جہاں دل منہ زینہار
اے دل جہان میں ہرگز دل کو نہ پھنسا،

ہماں مرحلہ ست ایں بیابان دور
یہ وہی دور دراز بیابان منزل ہے، کہ

ہماں منزل ست اینجہان خراب
یہ وہی اجڑی منزل تو ہے،

کجا رائے پیران[۵۲] لشکر کشش
اس کے لشکر کھینچنے والے پیران کی رائے کہاں ہے

نہ تنہا شد ایوان و کاخش بباد
صرف اس کا دیوان اور محل ہی برباد نہیں ہوا

چہ خوش گفت جمشید با تاج و گنج
جمشید نے کیا اچھا کہا باوجود خزانہ اور تاج کے

مغنی کجائے بگلبانگ رود
اے گویئے تو کہاں ہے رود کی خوش آواز سے

بمستاں نوید سرودی فرست
سرود کی خوشخبری مستوں کو بھیج،

ولی نیست در وی مجال گرفت
لیکن کیا کروں کہ اس میں گرفت کی طاقت نہیں

ببیں تا چہ زاید شب آبستن ست
دیکھ کہ رات حاملہ ہے کیا جنتی ہے

کہ کس بر سر پل نگیرد قرار
کیونکہ کسی نے پل پر قیام نہیں کیا،

کہ گم شد درو لشکر سلم[۵۱] و تور
جس میں سلم اور تور کا لشکر گم ہوا،

کہ دیدہ ست ایوان افراسیاب
کہ جسنے افراسیاب کا محل دیکھا ہے

کجا شیدہ ترک خنجر کشش
اس کا خنجر کش بیٹا شیدہ کہاں ہے

کہ جاکش ندارد کسی ہم بیاد
بلکہ اس کی قبر بھی کوئی نہیں جانتا کہ کہاں ہے

کہ یک جو نیرزد سرائے سپنج
کہ یہ چند روزہ گھر ایک جو کے برابر قیمت نہیں رکھتا

بیاد آور آں خسروانی سرود
وہ شاہی گانا یاد میں لا،

بیاران رفتہ درودی فرست
گئے ہوئے یاروں پر درود بھیج

---

۵۱ سلم اور تور فریدون کے دونوں بیٹوں کے نام ہیں ۵۲ پیران نام ہے افراسیاب کے وزیر کا کہ سردار لشکر تھا شیدہ افراسیاب کے بیٹے کا نام ہے

مغنی بزن چنگ بر ارغنوں
اے گویئے ارگن پر چنگ مار یعنے ارگن بجا کر
مگر خاطرم یابد آسائشے
شائد کہ میرا دل ایسی آسائش پاوے
مغنی بزن خسروانے سرود
اے گویئے بادشاہی گیت گا
کہ از آسماں مژدہ فرصت است
کہ آسمان سے خوشخبری فرصت کی ہے
مغنی نوائے طرب ساز کن
اے گویئے خوشی کی آواز سنا
کہ بار غمم بر زمیں دوخت پائے
کیونکہ غم کے بوجھ سے میرا قدم زمین سے اٹھ نہیں سکتا
مغنی ازیں پردہ نقشے بر آر
اے گویئے اس پردہ سے ایک نقش نکال
چناں بر کش آہنگ ایں داوری
اس شکائیت کی الاپ ایسی نکال
مغنی دف و چنگ را ساز دہ
اے گویئے دف اور چنگ کو درست کرکے
رہی زن کہ صوفی بحالت رود
ایسا گیت گا کہ صوفی وجد میں آجاوے

بر از دلم فکر دنیائے دوں
میرے دل سے دنیا کمینی کی فکر دور کر
کہ نبود ز غم باوی الائشے
کہ جس کے ساتھ غم کی آمیزش نہ ہو
بگو با حریفاں بآواز رود
اور دوستوں کے ساتھ رود کی آواز سے کہہ
مرا بر عدو عاقبت نصرت است
مجھ کو انجام کار دشمن پر فتحمندی ہے
بقول غزل قصہ آغاز کن
بطور غزل کے قصہ شروع کر
بضرب اصولم بر آور ز جائے
تو اصول کی ضرب سے اسکو جگہ سے اٹھا
ببیں تا چہ گفت از حرم پردہ دار
حرم کے پردہ دار نے دیکھ کیا کیا ہے
کہ ناہید چنگے برقص آوری
کہ چنگ نواز زہرہ ناچنا شروع کر دے
بیاران خوش نغمہ آواز دہ
خوش آواز یاروں کو آواز دے
بمستئے وصلش حوالت رود
اور اسکی وصل کی مستی کے حوالے کیا جاوے

مغنی بیا با منت جنگ نیست
اے گویئے تیری مجھ سے لڑائی نہیں ہے

کفی بر دفی زن گرت چنگ نیست
ایک تھاپ دف ہی پر مار اگر تیرے پاس چنگ نہیں ہے

شنیدم که چون غم رساند گزند
میں نے سنا ہے کہ جب غم صدمہ پہنچائے

خروشیدن دف بود سودمند
دف کا شور کرنا فائدہ مند ہوتا ہے

مغنی کجائے که وقت گل ست
اے گویئے تو کہاں ہے کہ موسم بہار کا ہے

ز بلبل چمنها پر از غلغل ست
بلبل کے شور و غوغا سے چمن پر ہے

همان به که خونم بجوش آوری
یہی بہتر ہے کہ تو میرا خون جوش میں لادے

دم چنگ را در خروش آوری
چنگ کی آواز کو خروش میں لادے

مغنی بیا عود را ساز کن
اے گویئے آ عود کو ٹھیک ٹھاک کر

نو آئین نوائے نو آغاز کن
نئی طرز کا گیت شروع کرے

بیک نغمه دردمرا چاره ساز
ایک نغمے سے میرے درد کا علاج کر

دلم نیز چون خرقه صد پاره ساز
میرے دل کو بھی گدڑی کی طرح سو ٹکڑے کر

مغنی کجائے که لطفے کنے
اے گویئے تو کہاں ہے جو مہربانی کرے

ز مے آتشے در دلم افگنے
شراب سے آگ میرے دل میں ڈال دے

بروں آری از فکر خود یکدمم
ایک دم خودی کی فکر سے مجھ کو باہر لادے

بهم بر زنے کار و بار غمم
میرے غم کے کاروبار کو درہم برہم کرے

مغنی کجائے نوائے بزن
اے گویئے کہاں ہے ایک آواز لگا

بیکتائے او دو تائے بزن
تجھے اس کی یکتائی کی قسم ہے دو گیت گا

چو خواهد شدن عالم از ما تهی
جب ہم سے جہان خالی ہی ہونا ہے

گدائی بسے به ز شاہنشہی
تو شہنشاہی سے فقیری بہت اچھی ہے

مغنی بگو قول و پرداز ساز
اے گویئے گانا گا اور ساز کو بجا
تو نمائے راہِ عراقم[1] بزود
تو مجھ کو جلدی عراق کی راہ دکھا
مغنی بیا بشنو و کار بند
اے گویئے آ سن اور عمل میں لا
چو غم لشکر آرد بیارا صفے
جب غم فوج لاوے تو آراستہ کر صف
مغنی تو سترا محرمے
اے گویئے تو میرا محرم راز ہے
ز مے دور کن در دلت گر غمیست
شراب سے دور کر اگر تیرے دل میں غم ہے
مغنی کجائے بزن بربطے
اے گویئے تو کہاں ہے بربط بجا
کہ باہم نشینیم و عیشے کنیم
کہ ہم آپس میں بیٹھیں اور خوشی کریں
مغنی ز اشعار من یک غزل
اے گویئے میرے اشعار سے ایک غزل
کہ تا وجد را کارسازی کنم
کہ تا وجد و حال کی تیاری کروں

کہ بیچارگاں را توئی چارہ ساز
کیونکہ عاجزوں کا کارساز تو ہی تو ہے
کہ بکشائیم از دیدہ صد ندہ رود
کہ میں آنکھوں سے سوزندہ رود چلاؤں
ز قول من ایں پند دانا پسند
میرے قول سے یہ دانا پسند نصیحت
ز چنگ و رباب و ز نائی و دفے
چنگ اور رباب اور بانسری اور دف کی
زمانے بہ نے زن دمِ ہمدمے
تھوڑی دیر ہمدمی کا دم بانسری میں مار
دمے پیش دانا بہ از عالمیست
ایک دم آگے داناکے بہتر ایک جہان سے ہے
بیا ساقیا پرکن از مے بطے
آ اے ساقی شراب سے بطخ کی صورت کی صراحی پر کر
دمے خوش بر آریم و طیشے کنیم
خوش دم بر لائیں اور غم (غصے) کو دور کریں
بآہنگ چنگ آر اندر عمل
چنگ کی آواز پر عمل میں لا
برقص آئیم و خرقہ بازے کنیم
رقص میں آؤں اور گدڑی کو اچھالوں

[1] عراق سروں سے ایک پردہ کا نام ہے نیز ملک کا۔

باقبال دارائی دیہیم وتخت

تاج اور تخت بادشاہ صاحب اقبال کی

کہ تمکین اورنگ شاہی ازوست

کہ بادشاہی تخت کا مرتبہ اُسی سے ہے

فروغ دل ودیدۂ مقبلاں

مقبولوں کے دل اور آنکھ کی روشنی ہے

جہاں دار ودیں پرور وتاجور

ایسا جہاندار اور دین پرور اور تاجور ہے

چگونہ دہم شرح آثار او

کس طرح اس کے نیک نشانوں کا بیان کروں

چو قدرش از حد مدحت بیش

جبکہ اُس کا مرتبہ تعریف کی حد سے زیادہ ہے

برآرم باخلاص دست دعا

اور نیک دلی کے ساتھ دعا کیلئے ہاتھ اٹھاؤں

کہ یارب بآلاء ونعمائے تو

کہ اے پروردگار اپنی نعمتوں اور احسانوں کے وسیلے سے

بحق کلامت کہ آمد قدیم

اور تیرے کلام کے طفیل سے جو قدیم ہے

کہ شاہ جہاں باد فیروز بخت

کہ جہان کی بادشاہ کو فتمندی حاصل ہو

بہیں میوۂ خسروانی درخت

اور درخت شاہی کے بہتر میوے کی قسم ہے

تن آسانی مرغ وماہی ازوست

مرغ اور ماہی کو آرام اُسی سے ہے

ولی نعمت جملہ صاحبدلاں

تمامی صاحبدلوں کا ولی نعمت ہے

کزو تخت جم گشت بازیب وفر

اس سے جمشید کا تخت ساتھ زینت اور دبدبے ہوا

کہ عقل ست حیران در اطوار او

کہ عقل اُس کے طریق عمل کو دیکھ کر حیرت میں ہے

سر اندازم از عجز وتشویر پیش

یہی بہتر ہے کہ میں عاجزی و شرمندگی کا سر آگے ڈالوں

کنم روئے در حضرت کبریا

رخ بیچ جناب کبریا کے کروں

باسرار اسمائے حسنائے تو

اور اپنے اسمائے نیک کی برکت سے

بحق رسول دخلق عظیم

اے خداوند اس برگزیدہ خلق رسول کی طفیل سے

باقبال ہموارہ با تاج وتخت

اور ہمیشہ صاحب اقبال اور تخت تاج رہے

زمین تا بود مظہر عدل و جور
زمین میں کہ جبتک عدل اور ظلم قایم ہے
خدیو جہاں شاہ منصور باد
جہان کا بادشاہ شاہ منصور رہے
بحمد اللہ ای خسرو جم نگین
شکر ہے اللہ کا کہ بادشاہ جم نگینہ
بمنصوریت در جہان رفت نام
جہان میں تیرا نام منصور مشہور ہوا ہے
فریدون شکوہی در ایوان بزم
تو مجلس کے اندر فریدون جیسا دبدبہ رکھنے والا ہے
فلک را گہر در صدف چون تو نیست
آسمان کی سیپی میں تیرے مثل موتی نہیں ہے
نہ تنہا خراجت دہند از فرنگ
صرف فرنگ ہی تجھ کو خراج نہیں دیتے ہیں
اگر ترک و ہندست و گر روم و چین
اگر ترک اور ہند ہے اور اگر روم اور چین
ہمایست چترت ہمایون نظر
تیرا مبارک سایہ ایک ایسا ہما ہے
بجائے سکندر بمان سالہا
سکندر کی جگہ میں کئی سال رہو

فلک تا بود مرتع جدی و ثور
اور آسمان جب تک کہ جدی اور ثور کی چراگاہ ہے
غبار غم از خاطرش دور باد
اور غم کا غبار اس کے دل سے دور رہے
شجاعی بمیدان دنیا و دین
کہ تو دنیا اور دین میں بہادر ہے
کہ منصور باشی بر اعدا مدام
خدا کرے تو اپنے دشمنوں پر ہمیشہ فتحمند ہی رہے
تہمتن نبردی بمیدان رزم
اور جنگ کے میدان میں رستم جیسا بہادر ہے
فریدون و جم را خلاف چون تو نیست
اور فریدون اور جم کا بیٹا پوتا تیرے مانند نہیں ہے
کہ مہراج باجت فرستد ز زنگ
بلکہ زنگ سے مہراج بھی تجھ کو باج بھیجتا ہے
چو جم جملہ داری بزیر نگین
حضرت سلیمان کی طرح سے سب تیرے زیر نگین ہے
کہ دارد بسیط زمین زیر پر
کہ ساری زمین کی کشادگی اسکے پر کے نیچے ہے
بدانا دلی کشف کن حالہا
ساتھ دانائی کے کھولنا کہ میرے حال کو

چو دریائے وصفت ندارد کنار

جبکہ تیری صفت کا دریا بے پایاں ہے

ثنا را کنم بر دعا اختصار

تجھ کو لائق ہے کہ تعریف کو دعا پر ختم کروں

ز نظم نظامی کہ چرخ کہن

اور مولانا نظامی رح کی نظم سے کہ پرانا آسمان

ندارد چو او ہیچ زیبا سخن

انکے کلام کے مثل دوسرا زیبا کلام نہیں رکھتا ہے

بیارم بہ تضمین سہ بیت متین

تین ایسی عمدہ بیتیں اپنے کلام میں ملاؤں

کہ نزد خرد بہ ز درِ ثمین

کہ دانا کے نزدیک قیمتی موتی سے بڑھ کر ہوں

ازاں بیشتر کآیدت در ضمیر

اُس سے زیادہ کہ تیرے دل میں گذرے

ولایت ستاں باش و آفاق گیر

ولایت لینے والا ہو اور دنیا کو پکڑنے والا

زماں تا زماں از سپہرِ بلند

ہردم بلند آسمان سے

بفتح دگر باش فیروزمند

دوسری ہی فتح سے فتحمند ہو

ازاں می کہ جاں داروئے ہوش باد

اس شراب سے کہ جان کی ہوش کی دوا ہے

مرا شربت و شاہ را نوش باد

میرا شربت اور بادشاہ کے نوش دارو ہو

بیا ساقی آں آب آتش خواص

آ اے ساقی وہ پانی آگ کی خاصیت رکھنے والا

بمن دہ کہ تا یابم از غم خلاص

مجھے دیدے کہ میں غم سے فارغ ہو جاؤں

فریدوں صفت کاویانی علم

فریدوں کی طرح کاویانی جھنڈا

برافرازم از پشتئ جام جم

جام جم کی مدد سے بلند کروں

بیا ساقی ایں نکتہ بشنو ز نے

اے ساقی آ یہ نکتہ بانسری سے سُن

کہ یک جرعہ می بہ ز دیہیم کے

کہ شراب کا ایک گھونٹ کیقباد کے تاج سے بڑھکر ہے

دم از سیر این دیر دیرینہ زن
اس پرانے بت خانے کی کچھ کیفیت بیان کر
بیا ساقی آن کیمیائے فتوح
اے ساقی آ اور وہ فتحمندی کی کیمیا
بدہ تا بروئیت کشایند باز
دہ تاکہ تیرے رخ پر پھر کھل جاویں
بیا ساقی آن ارغوانی قدح
اے ساقی آ وہ ارغوانی پیالہ
بمن دہ کہ از غم خلاصم دہد
مجھے دیدے تاکہ وہ مجھ کو غم سے نجات دے
بیا ساقی آن مے کہ جاں پرورست
آ اے ساقی وہ شراب کہ جان پرور ہے
بدہ کز جہان خیمہ بیرون زنم
دے جو اس جہان سے اپنے خیمے کو اکھیڑ کر
بیا ساقی آن مے کہ حال آورد
اے ساقی آ وہ شراب جو وجد لاتی ہے
بمن دہ کہ بس بیدل افتادہ ام
مجھے دے کہ بہت ہی عاجز پڑا ہوا ہوں
بیا ساقی آن آب اندیشہ سوز
اے ساقی آ وہ شراب فکر کو جلانیوالی دے

صلائے بشاہان پیشینہ زن
لگے بادشاہوں پر آوازہ مارئے
کہ با گنج قارون دہد عمر نوح
جو قارون کے خزانے کے ساتھ نوح جیسی عمر بھی دیتی ہے
در کامرانی و عمر دراز
عمر دراز اور مقصدوری کے دروازے
کہ یابد ز فیضش دل و جاں فرح
کہ اس کے فیض سے دل اور جہان کو خوشی ہو
نشان رہ بزم خاصم دہد
اور خاص مجلس کا نشان مجھ کو دے
دل خستہ را ہمچو جاں درخورست
اور زخمی دل کیواسطے جان کی طرح کارآمد ہے
سراپردہ بالائے گردون زنم
آسمان بلند پر خیمہ گاڑوں
کرامت فزاید کمال آورد
بزرگی بڑھاتی ہے اور کمال لاتی ہے
وزیں ہر دو بی حاصل افتادہ ام
اور ان دونوں سے بالکل بے بہرہ ہوں
کہ گر شیر نوشد شود بیشہ سوز
کہ جس کو اگر شیر بھی پی لے تو جنگل کو جلادے

بدہ تا روم بر فلک شیر گیر
دے تاکہ میں اس شیر گیر آسمان پر چڑھ کر
بہم بر زنم دام ایں گرگ پیر
اس بوڑھے بھیڑیئے کی جان کو الٹ پلٹ کر ڈالوں

بیا ساقی آں بکر مستور مست
اے ساقی آ وہ کنواری پردہ نشین مست
کہ اندر خرابات دارد نشست
جو شراب خانہ کے اندر رہتی ہے بیٹھنا

بمن دہ کہ بدنام خواہم شدن
مجھے دے جو میں بدنام ہونا چاہتا ہوں
مرید مے و جام خواہم شدن
اور جام شراب کا مرید ہونا چاہتا ہوں

ساقی نامہ

بیا ساقی آں مے کہ حور بہشت
اے ساقی آ اور وہ شراب کہ بہشتی حور نے
عبیر ملائک دراں مے سرشت
فرشتوں کا عبیر اس شراب میں گوندھا ہے

بدہ تا بخوری بر آتش کنم
دے تاکہ آگ پر اس کو ڈال کر اسکی خوشبو سے
دماغ خرد را دمے خوش کنم
عقل کے دماغ کو ایک دم خوش کر دوں

بیا ساقی آں مے کہ تیزی کند
اے ساقی آ وہ شراب جو تیزی کرے
بباغ دلم مشک بیزی کند
میرے باغ دل میں مشک چھڑکنا کرے

بدہ تا بنوشم بیاد کسے
دے تاکہ میں ایسے شخص کی یاد پر پیوں
کہ ہست از غمش در دلم خوں بسے
جس کے غم سے میرا دل خون ہو گیا ہے

بیا ساقی از مے ندارم گریز
اے ساقی آ کہ میں شراب سے ہرگز نہ بھاگوں گا
بیک جام باقی مرا دست گیر
ایک جام باقی سے میری امداد کر

کہ از دور گردوں بجاں آمدم
جو پھرنے والے آسمان سے تنگ آ کر
رواں سوئے دیر مغاں آمدم
دوڑتا ہوا طرف بتخانے برہمنوں کے آ رہا ہوں

بیا ساقی از گنج دیر مغاں
اے ساقی آ اور دیر مغان کے گوشہ سے

مشو دور کانجاست گنج[1] رواں
دور مت ہو کیونکہ وہاں گنج رواں ہے

ورت شیخ گوید مرو سوئے دیر
اگر تجھ کو شیخ کہے کہ تبخانے کیطرف نہ جا

جوابش چہ گوئی بگو شب بخیر
جواب اس کو کیا دیگا کہو رات خیر سے گذرنے دے

بیا ساقی آں جام صافی صفت
اے ساقی آ اور وہ جام صافی صفت

کہ بر دل کشاید درِ معرفت
کہ دل پر معرفت کا دروازہ کھولتا ہے

بدہ تا صفائے در دل آردم
دے تاکہ وہ میرے دل کو صفائی دے

دمی از کدورت بروں آردم
اور ایک دم مجھ کو میل کچیل سے باہر نکالے

بیا ساقی آں آتش تابناک
اے ساقی آ اور وہ روشن آگ

کہ زردشت میجویدش زیر خاک
کہ جس کو زردشت خاک کے نیچے تلاش کر رہا ہے

بمن دہ کہ در کیش رنداں مست
مجھے دے کہ مست رندوں کے مذہب میں

چہ دنیا پرست وچہ آتش پرست
کیا دنیا پرست اور کیا آتش پرست دونوں برابر ہیں

بیا ساقی اکنوں کہ شد چوں بہشت
اے ساقی آ یہ اسوقت مثل بہشت کے ہوگئی

زروئے تو ایں بزم عنبر سرشت
یہ عنبر سرشت محفل تیرے رخ سے

خُذِ الجام لاتخش فیہ الجناح
شراب کا پیالہ لے اور اس میں گناہ کا خوف نہ کر

کہ در باغ جنت بود می مباح
کیونکہ جنت کے باغ میں شراب بھی جائز ہے

بیا ساقی آں جام یاقوت وش
اے ساقی آ اور وہ جام یاقوت صورت کا

کہ بر دل کشاید درِ وقت خوش
جو دل پر خوش وقتی کا دروازہ کھولتا ہے

بدہ ویں نصیحت ز من گوش کن
دے اور سن میری نصیحت پر عمل کر

جہاں جملہ ہیچ ست مے نوش کن
کہ تمام جہان ہیچ ہے شراب پی کر

[1] کیخسرو کے خزانہ کا نام ہے اور اس جگہ شراب سے مراد ہے

بیا ساقی از بیوفائی عمر
اے ساقی آ اور عمر کی بیوفائی پر

کہ می عمر باقی بیفزایدت
کیونکہ شراب تیری باقی عمر کو زیادہ کریگی

بیا ساقی از می طلب کام دل
اے ساقی آ اور شراب سے دل کا مطلب طلب کر

گر از ہجر جاں تن صبوری کند
اگر جان کی جدائی سے تن صبر کر سکے

بیا ساقی ایمن چہ باشی کہ دہر
اے ساقی آ زمانہ سے بے فکر کیوں بیٹھا ہے

دریں خونفشاں عرصۂ رستخیز
اس قیامت کے خونفشاں میدان میں یعنی اس دنیا میں

بیا ساقی از من مکن سرکشی
اے ساقی آ اور مجھ سے سرکشی مت کر

قدح پر کن از می کہ می خوش بود
خوش ذائقہ شراب سے پیالہ کو بھرا کر

بیا ساقی آں راح ریحاں نسیم
اے ساقی آ اور وہ شراب ریحان کی خوشبو والی

زری را کہ بیشک تلف در پیست
کیونکہ زر کے پیچھے بیشک تباہی و بربادی لگی ہے

ببیں وز مے کن گدائی عمر
نظر کر اور شراب سے عمر کی گدائی کر

درے ہر دم از غیب بکشایدت
اور ہر دم غیب سے ایک دروازہ تجھ پر کھولیگی

کہ بے می ندارم من آرام دل
کیونکہ میں بغیر شراب کے دل کا آرام نہیں رکھتا

دل از می تواند کہ دوری کند
تو ہو سکتا ہے کہ شراب سے بھی دل دوری کر سکے

بر آنست کت خوں بریزد بقہر
وہ اس پر آمادہ ہے کہ تجھ کو غضب سے قتل کرے

تو خون صراحی بساغر بریز
تو صراحی کا خون پیالے میں ڈال

کہ از خاکی آخر نہ از آتشی
کیونکہ تو خاک سے ہے آگ سے نہیں ہے

خصوصاً کہ صافی و بیغش بود
خاصکر ایسی شراب کہ جس میں تلچھٹ نہ ہو

بمن دہ کہ نہ زر بماند نہ سیم
مجھے دیدے کیونکہ یہ سونا چاندی سب فانی ہے

بمی دہ کہ درمان دلہا می است
زر دے کر شراب لے کیونکہ شراب دلوں کا علاج ہے

بیا ساقی آن بادۂ لعل صاف
اے ساقی آ اور وہ شراب صاف دے
ز تسبیح و خرقہ ملولم مدام
خرقہ اور تسبیح سے ہمیشہ رنج ہو
بیا ساقی آن بادۂ روح بخش
اے ساقی آ اور وہ روح بخشنے والی شراب
تہمتن صفت رو بمیداں کنم
اور رستم کی طرح میدان کی طرف متوجہ ہوں
بیا ساقی از من برو پیش شاہ
اے ساقی آ اور میری طرف سے بادشاہ کے پاس جا
دل بینوایان مسکین بجوئے
کہ تو عاجزوں اور مسکینوں کی دلجوئی کیا کر
بیا ساقی آن می کز اں جام جم
اے ساقی آ اور وہ شراب جس کے سبب سے جام جم
بمن دہ کہ باشم بتائید جام
مجھے دیدے کہ میں اس جام کی مدد سے
بیا ساقی آن جام پر کن ز مے
اے ساقی آ اور اس جام کو شراب سے پُر کر
بمستی تواں دُرّ اسرار سفت
مستی کے بدلے پوشیدہ موتیوں کی لڑی بنا سکتے ہیں

بدہ تا کے این شید و تزویر و لاف
کب تک یہ مکر و فریب اور جھوٹ اور لاف زنی
بمی رہن کن ہر دو را والسلام
ان دونوں کے عوض شراب دے اور مجھ کو ان سے سلام
بدہ تا نشینم بر پشت رخش
دے تا کہ ہم رخش کی پشت پر زین کہیں
بکام دل آہنگ جولاں کنم
اور دل کے ارادے کے مطابق قصد دوڑنیکا کروں
بگویش ز من کای شہ جم کلاہ
اور میری طرف سے اس سے کہہ کہ ای جم کلاہ بادشاہ
پس انگاہ جام جہان بین بجوی
اُسکے بعد جہاں بین جام ڈھونڈ یعنے عیش عشرت کر
زند لاف بینائی اندر عدم
نیستی سے بینائی کی ڈینگ مار رہا ہے
چو جم آگہ از سرّ عالم تمام
جمشید کی طرح ساری دنیا کے بھید سے آگاہ ہوں
کہ گویم ترا حال کسرے و کے
کہ میں تجھے کسرے اور کیقباد کا حال بتاؤں
کہ در بیخودی راز نتواں نہفت
اس لئے کہ بیخودی سے بھید چھپا نہیں سکتے

بیا ساقی آں مے کہ حکمش زجام

اے ساقی آ اور وہ شراب کہ جس کا حکم جام سے

بدہ تا بگویم بآواز نے

مجھ کو دے تا کہ میں بانسری کی آوازیں لگا لوں

بیا ساقی آں می کہ شاہی دہد

اے ساقی آ اور وہ شراب جو بادشاہی دیتی ہے

بمن دہ کہ تا گردم از عیب پاک

مجھے دے تا کہ میں عیب سے پاک ہو جاؤں

بیا ساقی آں جام چوں مہر و ماہ

اے ساقی آ اور وہ جام کہ مانند آفتاب اور چاندنی کے

چو شد باغ روحانیاں مسکنم

جبکہ روحانیوں کا باغ میرا گھر ہو گیا ہے

بیا ساقی آں جام چوں سلسبیل

اے ساقی آ اور وہ جام کہ مثل بہشت کی نہر کی

بدستم دہ و روئے دولت ببیں

میرے ہاتھ میں دے اور دولت کا رخ دیکھ

بیا ساقی از بادہ ہائے کہن

اے ساقی آ اور پرانی شرابوں کے

چو مستم کنی از مئے بے غشت

جبکہ تو مجھ کو اپنی صاف شراب سے مست کرے گا

بکیخسرو و جم فرستد پیام

کیخسرو اور جمشید کو پیغام بھیجتا ہے

کہ جمشید کی بود کاؤس کے

کہ جمشید کب تک تھا اور کیکاؤس کیقباد کب

بپاکی او دل گواہی دہد

اور اس کی پاکی پر دل گواہی دیتا ہے

خرامم بعشرت بہ تیرہ مغاک

اور اس تار ایک غار میں عیش کیساتھ ٹہلوں

بدہ تا زنم بر فلک بارگاہ

مجھے دیدے کہ میں آسمان پر نشست گاہ بناؤں

درینجا چرا تختہ بند تنم

پھر میں یہاں کیوں مقید رہوں

کہ دل را بفردوس باشد دلیل

دل کو فردوس کی طرف دلیل و رہنما ہو

خرابم کن و گنج حکمت ببیں

مجھے مست بنا اور حکمت کا خزانہ دیکھ

ز جام پیاپے مرا مست کن

لگاتار پیالوں سے مجھے مست کر

بمستی بگویم سرود خوشت

میں مستی میں ایک عمدہ گیت تجھ سے کہوں گا

اگر همچو جم جام گیری بدست

اگر تو جم کی طرح ہاتھ میں جام لیوے گا

ببینی در آں آئینہ ہرچہ ہست

تو اس آئینے میں جو کچھ کہ ہے دیکھیگا،

بمستی در پارسائی زنی

اور تو مستی میں دروازہ پرہیزگاری کا کھٹکھٹاویگا

دم خسروی در گدائی زنی

اور بادشاہی کا دم گدائی میں مارے گا

کہ حافظ چو مستانہ سازد سرود

جبکہ حافظ مستوں کی طرح گیت گائے گا،

ز چرخش دہد زہرہ آواز رود

آسمان سے زہرہ اُسکی آواز پر باجہ بجائے گی

تباشیر صبح از طبقہائے نور

اول روشنی صبح کو نور کے طبقوں سے

بگوشم آیدم ہر دم از لفظ حور

ہر دم میرے کانوں میں یہ حور کے الفاظ آرہے ہیں

بیا تا خرد را قلم در کشیم

آتا کہ ہم عقل پر قلم کھینچ دیویں

ز مستی بعالم علم در کشیم

اور جہان میں مستی کا جھنڈا بلند کریں

ز جام دما دم دمے دم زنیم

دمبدم کے جاموں سے ایک دم دم ماریں

ز مے آب بر آتش غم زنیم

شراب کا پانی غم کی آگ پر چھڑکیں

یک امروز با یکدگر مے خوریم

ایک روز آپس میں مل کر شراب پئیں

چو فرصت نباشد دگر کے خوریم

کیونکہ جب موقع ہی نہ ملے گا تو پھر کب پئینگے

کہ آنہا کہ بزم طرب ساختند

اس لئے اُن لوگوں نے جو خوشی کی مجلس آراستہ کی

ببزم طرب ہم نپرداختند

اور پھر خوشی کرنے میں مشغول نہوئے

ازیں دامگہ دیر بادی مغاک

اس مستعار کہنہ غار سے چلے گئے

برفتند بردند حسرت بخاک

اور حسرت قبر کے اندر لے گئے

بایں تخت فیروزہ فیروز کیست

اس سبز تخت سے بتاؤ تو ہی سرسبز کون ہے

ز ایام عمر آنکہ بہروز کیست

وہ جو زمانے عمر سے حصہ ور ہے وہ کون ہے

دریغا جوانی که برباد شد
افسوس ہے اس جوانی پر کہ برباد گئی
خنک آنکه از عالم آزاد شد
خوش حال وہ شخص ہے کہ جہان سے فارغ البال گیا

بده ساقیا می که تا دم زنیم
ساقیا شراب دے جب تک ہم زندہ ہیں
قلم بر سر ما هر دو عالم زنیم
دونوں جہان کے سر پر قلم کھینچتے ہیں

سبک باش و رطل گرانم بده
جلدی کہ اور شراب کا بڑا پیالہ مجھ کو دے
وگر فاش نتوان نهانم بده
اگر ظاہر نہیں دے سکتا تو پوشیدہ ہی دے

که این چرخ و این انجم آبنوس
کیونکہ یہ آسمان اور یہ ستارے آبنوسی
بسی یاد دارد چو بهرام و طوس
طوس اور بہرام جیسوں کے بہت قصے یاد رکھتے ہیں

بسی کوزدی کوس بر پشت پیل
بہت مخصوص نے ہاتھی کی پیٹھ پر نقارے بجائے
طبل
زدندش بناکام طبل رحیل
اچانک اُن کے کوچ کے نقارے بجے

جز این مرکز هفت پرکار نیست
سوائے ان سات آسمانوں کے نہیں ہے
جز این هفت پرکار پرکار نیست
ان سات آسمانوں کے سوا کوئی چالاک نہیں ہے

تو در خانهٔ ششدری ششدری
تو بیچ گھر چھ طرفہ کے یعنے دنیا میں حیران ہے
که او مانده تا بنگری بگذری
کہ اس کو دیکھتا دیکھتا ہی چھوڑ جائیگا

بر ایوان شش طاق خضرا نشین
ان چھ سبز محرابوں پر بیٹھا کر
بمنزل گه جان نشیمن گزین
جان کی منزل گہ میں بیٹھنا اختیار کر

بده ساقی آن آب آتش نشان
اے ساقی وہ پانی آگ کے رنگ کا دے
از آن پیش کز ما نیابی نشان
اس سے پہلے کہ ہم سے نشان نہ پاوے (یعنے میں مرجاؤں)

که در آتش ست این دل روشنم
میرا روشن دل آگ میں پڑا ہوا ہے
که فیروز فرخ منوچهر چهر
جو مبارک صورت منوچہر چہرہ نقشبند نے
نوشته است بر جام نوشیروان
نوشیرواں کے جام پر لکھا ہے
اگر پور زالے وگر پیر زال
اگر تو زال کا بیٹا یعنے رستم ہے اور اگر کہن سال بوڑھا
زمن بشنو اے پیر آموزگار
اے ناصح پیر مجھ سے سیکھ
که این منزل درد و جائے غم ست
کیونکہ یہ درد کی منزل اور غم کی جگہ ہے
بده ساقی آں لعل یاقوت رنگ
اے ساقی سرخ رنگ کا شراب دے
رواں درده آں می جو آب رواں
پانی کیطرح چلنے والی شراب جلدی دے
شہانی که اینجا نشستند شاد
وہ بادشاہ کہ یہاں خوش بیٹھے رہے
کدام ست جام جم و جم کجاست
جام جم کہاں ہے اور جم کہاں ہے

همانا که آبے بر آتش زنم
آگ دل پر ضرور پانی چھڑکونگا
شنیدم که در عهد بوزرجمهر
میں نے سنا ہے کہ بوزرجمہر کے زمانے میں
که بفزاے از جام نوشیں رواں
جو زیادہ کر شیریں شراب پیالہ میں
بدستاں نمانی شوی پایمال
مکر سے اس دنیا میں نہ رہیگا ایک روز مریگا
مکن تکیه بر گردش روزگار
نہ کر اعتبار اور پھرنے والے زمانہ کے
دریں دامگه شادمانی کم ست
اس دام کی جگہ یعنے دنیا میں خوشی نابود ہے
که بپرداز رخ لعل و یاقوت رنگ
جو لعل اور یاقوت کے رخ سے رنگ اڑ گیا
نه آب رواں کافتاب عیاں
آب رواں نہیں ہے بلکہ آفتاب روشن ہے
برفتند و از کس نکردند یاد
گئے اور کسی کی یاد نہ کی
سلیمان کجا رفت و حاتم کجاست
سلیمان کہاں گیا اور حاتم کہاں ہے۔

کہ میداند از فیلسوفاں سحے
کون جانتا ہے بڑے بڑے فیلسوفوں حکیموں سے

کہ جمشید کے بود کاؤس کے
کہ جمشید کب تھا اور کیکاؤس کب تھا

چو سوئے عدم گام برداشتند
جب عدم کی طرف چلنے والے ہوئے

دریں بقعہ جز نام بگذاشتند
یہاں سوائے نام کے کچھ نہ چھوڑا

چہ بندی دل اندر سپنجی سرائے
اس عاریتی گھر میں دل کیا لگاتا ہے

کہ چوں بگذری باز ماند بجائے
کہ جب تو گذر جائیگا تب بھی وہ قائم رہیگا

دراں بستن دل ز دیوانگیست
اس میں دل لگانا دیوانگی سے ہے

بہ او آشنائی ز بیگانگیست
اس کے ساتھ محبت کرنا بیگانگی سے ہے

دریں دار ششدر نیابی تو کام
اس چھ طرفہ گھر میں نہ پائیگا تو مقصود

محال محال و مقام مقام
یہ جائے قیام اور رہنے سہنے کی نہیں ہے

برو طے کن ایں ہفت طومار را
جا ان ساتوں اقلیموں کو لپیٹنا کر

قلم درکش ایں ہفت پرکار را
اور ان ساتوں آسمانوں پر قلم کھینچ

بدہ ساقی آں آب آتش خواص
دے ساقی وہ پانی جس کی آتش کی خاصیت ہے

کزاں بلکہ یابم ز آتش خلاص
جو اس کے ذریعہ آگ سے رہائی پاؤں

بدیں سقف نہ پایہ شش رواق
اور اس چھ طرفہ کی نو درجہ کی چھت پر یعنی آسمان پر

تواں زد بیک جام می چار طاق
ایک شراب کا جام پی کر الٹی کھڑی کر سکوں

دریں دہ گروہی سیاوش وشند
اس گاؤں میں ایک گروہ سیاوش کی مانند ہے

کہ پیران دہ را بآتش کنند
کہ بوڑھوں گاؤں کو آگ میں کرتے ہیں

اگر عاقلے خیز و دیوانہ شو
اگر دانا ہے تو اُٹھ اور دیوانہ ہو

دم از دل زنی دُردِ دُرد ے درکش
اگر تجھ کو دعوے دل کا ہے تو درد والم کی تلچھٹ پی

پئے کاروانانِ ہشیار زن
ہوشیار دانائوں کی پیروی اختیار کر

مشو قیدِ ایں دیرِ خاکی مغاک
اس خاکی غار کے گنبد کا قیدی نہ ہو

بدہ ساقی آں جوہرِ روح را
اے ساقی اس روح کے جوہر کو دے

کہ دوراں چو جام از کفِ جم ربود
جو زمانہ نے جمشید کے ہاتھ سے پیالہ چھین لیا

چو بنیادِ عمر است ناپائدار
جبکہ عمر کی بنیاد ہی ناپائدار ہے

کسے را کہ دست است رس دستگیر
جہاں تک ہو سکے کسی کی مدد کیا کر

شہِ دادگستر کہ ناگہ بمرد
انصاف پسند بادشاہ جو اچانک مرگیا

تو نیز آنچہ کارے ہماں بدروے
تو بھی جو بوئے گا وہی کاٹے گا

مریز آبِ خود خاکِ مے خانہ شو
اپنی عزت کو مت خراب کر میخانہ کی خاک ہو

دمِ گرم خواہی دمِ سرد کش
اور اگر تو گرم دم کا خواہاں ہے تو سرد دم کھینچ

رہِ دُرد نوشانِ خمار زن
اور شراب فروش کے تلچھٹ پینے والوں کی راہ اختیار کر

کہ ناگہ دہد ہم بباد ت چو خاک
جو اچانک مثل خاک کے تجھ کو برباد کریگا

دوائے دلِ ریش مجروح را
جو کہ مجروح اور زخمی دل کی دوا ہے

اگر عالمے باشدش زاں چہ سود
پھر اگر اس کے پاس ایک عالم بھی ہو تو اسکو کیا فائدہ

بقد ایں نفس را غنیمت شمار
تو اس موجودہ وقت کو غنیمت جان

کہ فردا ہماں باشدت دستگیر
جو کل کو وہی تیرا ہاتھ پکڑنیوالا ہوگا

نگر اے برادر کہ با خود چہ برد
دیکھ اے بھائی کہ وہ اپنے ساتھ کیا لیگیا

چناں کامدے باز بیروں روے
جس طرح آیا ہے اسی طرح باہر جاوے گا

رہائی بیابد کس از شیب خاک
وہ شخص اس خاک کی پستی سے نجات پائیگا
کہ بر خاک بنشست از روے خاک
جسنے کہ عاجزی اور فروتنی سے اپنے آپکو خاک [illegible]

بایں حقہ سبز چندیں مناز
اس سبز حقہ یعنے آسمان پر اتنا مت اترا
کہ ہم مہرہ بازست و ہم حقہ باز
کیونکہ یہ بازیگر بھی ہے اور مکار اور عیار بھی

بدہ ساقی آں آب افشردہ را
اے ساقی اس نچوڑے ہوئے پانی یعنے شراب کو دے
بیا زندہ ساز ایں دل مردہ را
اور آ اس مردہ دل کو زندہ کر۔

کہ ہر پارہ خشتے کہ بر منظریست
کیونکہ ریت کا ہر ٹکڑا جو تو دیکھ رہا ہے
سر کیقبادی و اسکندریست
کیقباد اور سکندر کا سر ہے۔

ہر آں گل کہ در بوستانی بود
ہر ایک پھول جو باغ میں ہے
مہ عارض دلستانی بود
ایک معشوق کا چاند جیسا رخسارہ ہے

ہر آں شاخ سروے کہ در گلشنی ست
ہر ایک شاخ سرو کی کہ باغ میں ہے
قد دلبری زلف سیمیں تنی ست
ایک سیمیں تن کی زلف اور ایک دلبر کا قد ہے

شنیدم کہ شوریدہ مے پرست
میں نے سنا ہے کہ ایک شراب خوار دیوانہ
بمیخانہ مے گفت و جامی بدست
شراب خانے میں پیالہ ہاتھ میں لئے کہتا تھا

کہ یاد ازیں کرسئے زرنشاں
کہ کون شخص اس زرنشان کرسی یعنے آسمان سے
بایں سفرہ بیروں ز دوناں دو ناں
اس دستر خوان یعنے دنیا میں کمینوں سے دو دو روٹیوں سے زیادہ پاتا ہے

بجز خون شاہاں دریں طشت نیست
بادشاہوں کے خون کے سوا اس طشت میں نہیں ہے
بجز خاک خوباں دریں دشت نیست
خوبصورتوں کی خاک کے سوا اس بیابان میں نہیں ہے

کہ ہر کس دریں دور گردوں بود
کیونکہ جو شخص اس آسمانی چکر میں رہتا ہے!
ز گردوں درونش پر از خوں بود
آسمان سے اسکا دل خون سے ہی بھرا رہتا ہے۔

بدہ ساقی آں تلخ شیریں گوار
ای ساقی وہ خوش ذائقہ تلخ چیز یعنی شراب دے

کہ شیریں بود بادہ از دست یار
کیونکہ شراب یار کے ہاتھ سے شیریں معلوم ہوتی ہے

کہ دارا کہ دارائے آفاق بود
کیونکہ داراشاہ کہ دنیا کا بادشاہ تھا

بدارندگی و جہاں طاق بود
اور بادشاہی میں جہان میں یکتا اور فرد تھا

چو زیں دار ششدر بروں برد رخت
جبکہ اس چھ طرفہ گھر سے اسباب باہر لیگیا

نبودش بجز گور و تابوت تخت
تو اس کا سوائے قبر اور تابوت کے تخت نہ تھا

اگر ہوشمندی بیا بادہ نوش
اگر تو دانا ہے تو آ شراب پی

چو نوشی دمے بادہ آئی بہوش
جبکہ تو ایک گھونٹ شراب کا پئیگا ہوش میں آجائیگا

کہ ایں طغرل[1] آبنوسی قفس
کیونکہ یہ طغرل آبنوسی پنجرے میں ہے

نیفتد ازیں دانہ در دام کس
اس دانے سے کسی جال میں نہیں پھنستا

در خاک روبانِ میخانہ کوب
شراب خانہ کے جھاڑو کرنیوالونکا دروازہ کھٹکھٹا

رہ می فروشان میخانہ[2] روب
میخانہ کے شراب فروشوں کی گلیوں کو صاف کر

مگر آب آتش خواصت دہند
شاید کہ آگ کی خاصیت رکھنے والا پانی یعنی شراب عشق تجھ کو دیں

بمستی زہستی خلاصت دہند
اور مست بنا کر اس ہستی سے نجات تجھ کو دیویں

بجامے بروں آورندت ز خویش
اور ایک جام دیکر خودی سے تجھ کو باہر نکالیں

بوحدت رسی پردہ افتد ز پیش
تو وحدت تک پہنچکر اصلی روشنی حاصل کرے

کہ حافظ چو در عالم جاں[3] رسید
کیونکہ حافظ جب جان کے جہان میں پہنچا

چو از خود بروں شد بجاناں رسید
اپنے سے بے خود ہوا اور محبوب سے واصل ہوا

[1] طغرل ایک جانور ہے شکاری مثل باز کے اور اس جگہ مراد دنیا سے ہے [2] میخانے سے یہاں مراد خوشی اور معرفت الٰہی کی منزل ہے اور خاک روبان میخانہ سے مراد عارفان الٰہی ہیں شراب فروشان میخانہ سے مراد مرشدان کامل ہیں [3] جان جہان کنایہ ہے حقیقت انسانی سے

من آرزانکه گردم مستے ہلاک
میں جبکہ مستی میں ہلاک ہو جاؤں

باین مستان بریدم بخاک
اور مستوں کی طرح خاک سے قطع تعلق کروں

بتابوتے از چوب تاکم کنید
تو انگور کی لکڑی کا تابوت بنانا

براہ خرابات خالم کنید
اور شراب کے راستہ میں مجھ کو دفن کرنا

بآب خراباتِ غسلم دہید
اور شراب کے پانی یعنے شراب سے مجھ کو نہلائیں

پس انگاہ بردوش مستم نہید
پھر مجھ کو مستوں کے کندھے پر رکھنا

مریزید برگور من جز شراب
میری قبر پر سوائے شراب کے کچھ نہ چھڑکنا

میارید در ماتم جز رباب
میرے ماتم میں رباب کے سوا اور کچھ نہ لانا

ولیکن بشرطیکہ در مرگ من
لیکن اس شرط پر کہ میرے مرنے میں

نالد بجز مطرب و چنگ زن
مطرب اور چنگ نواز کے سوا کوئی دوسرا نالہ نہ کرے

تو خود حافظا سر ز مستی متاب
اے حافظ تو خود مستی سے رخ مت پھیر

کہ سلطاں نخواہد خراج از خراب
کہ بادشاہ دیوانے سے معاملہ نہیں لیتا

مثنوی

الا اے آہوِ وحشی کجائی
آگاہ ہو اے وحشی ہرن تو کہاں ہے

مرا باتست بسیار آشنائی
مجھ کو تمہارے ساتھ زیادہ محبت ہے

دو تنہا و دو سرگردان بیکس
ہم دو تنہا اور دو سرگردان اور بیکس ہیں

دو راہ اندر کمین از پیش و از پس
اور دو راہیں ہماری گھات میں آگے اور پیچھے سے ہیں

بیا تا حال یکدیگر بدانیم
آ تا کہ ہم ایک دوسرے کے حال سے واقف ہوں
کہ می بینم دریں دشت مشوش
کیونکہ میں دیکھتا ہوں کہ اس پریشان بیابان میں
کہ خواہد شد بگوئید ای حبیباں
اے دوستو بتاؤ کون شخص ہوگا
مگر خضر مبارک پے درآید
شاید خضر علیہ السلام مبارک قدم آجاویں
مگر وقت عطا پرور دن آمد
شائد کہ عطا پرور وقت آ گیا ہے
کہ روزے رہروے در سرزمینے
ایک روز ایک مسافر ایک سرزمین میں
کہ اے سالک چہ در انبانہ داری
کہ اے سالک تیری جھولی میں کیا ہے
جوابش داد گفتا دانہ دارم
اُس نے جواب میں کہا کہ ہاں میرے پاس دانہ ہے
بگفتا چوں بدست آری نشانش
اُسنے کہا کہ تو اس کا نشان کیونکر پائیگا
چو آں سرو روانِ کاروانی
جبکہ وہ سرو روان کا کاروانی ہوا

مرادے ہم بجوئیم ار توانیم
اور جہاں تک ممکن ہو ایکدوسرے کی مراد کے جویاں ہوں
چراگاہے ندارم خرم و خوش
کوئی چراگاہ بھی سبز و شاداب نہیں ہے
رفیق بیکساں یارِ غریباں
ہم بیکسوں کا رفیق اور ہم غریبوں کا یار
ز یمن ہمتش ایں رہ سر آید
اور ان کی توجہ ذاتی کی برکت سے یہ راہ طے ہو
کہ فالم لا تذرنی فرداً آمد
کیونکہ میں نے جو فال کھولی اسمیں لا تذرنی فرداً نکلا ہے
ہمیگفت ایں معما با قرینے
اپنے ساتھی سے یہ معما کہتا تھا
بیا دامے بنہ گر دانہ داری
آ جال بچھا اگر تیرے پاس دانہ ہے
ولے سیمرغ مے باید شکارم
لیکن میں تو سیمرغ کے شکار کا خواہشمند ہوں
کہ او خود بی نشان ست آشیانش
کہ اس کے گھونسلے کا تو نام و نشان ہی نہیں
ز ملک دیدہ میکن پاسبانی
آنکھوں کے ملک سے چوکیداری کرتا رہ

مدہ جام مے و پائے گل از دست
گل کا سایہ اور شراب کا جام ہاتھ سے مت دے
لب سر چشمہ و بر طرف جوئے
چشمے اور نہر کے کنارے پر
بیاد رفتگان و دوستداراں
اور گئے ہوؤں اور دوستداروں کی یاد میں
چو نالاں آیدت ابر رواں پیش
جبکہ جاری ابر تیرے آگے روتا ہوا آوے
نکرد آں ہمدم دیریں مدارا
اس پرانے ہمدم نے رعایت نہ کی
چناں بیرحم زد تیغ جدائی
ایسی بے رحم نے جدائی کی تلوار ماری
برفت و طبع خوشباشم حزیں کرد
چل دیا اور میری خوش باش طبیعت کو پریشان کیا
مگر خضر مبارک پے تواند
شاید کہ مبارک قدم خضر یہ کر سکے
نیاز من چہ وزن آرد بدیں ساز
میری عاجزی پھر کیا وزن لا دے
تو گوہر بیں و از خر مہرہ بگذر
تو گوہر کو دیکھ اور کوڑی کو چھوڑ دے

ولے غافل مشو از چرخ بدمست
اور بدمست آسمان سے غافل مت رہ
نم اشکے و با خود گفتگوئے
آنسوؤں کا مینہ برسا اور اپنے نفس کے ساتھ مناظرہ کر
توافق کن تو با ابر بہاراں
تو ابر بہار کے ساتھ موافقت کر
مدد بخش ز آب دیدۂ خویش
تو اپنے آنسوؤں سے اس کی امداد کر
مسلماناں مسلماناں خدارا
اے مسلمانو اے مسلمانو خدا کے واسطے
کہ گوئی خود نبودہ است آشنائی
کہ گویا اس سے محبت ہی نہ تھی
برادر با برادر کے چنیں کرد
بھائی کے ساتھ بھائی ایسا کب کر سکتا ہے
کہ ایں تنہا بآں تنہا رساند
کہ اس تنہا کو اس گئی ہوئی جماعت تک پہنچاوے
کہ خورشید غنی شد کیسہ پرداز
کہ آفتاب جیسے غنی کی تھیلی خالی پائی
ز طرزے کاں نگردد شہرہ بگذر
اس طرز کا خیال مت کر جسکی وجہ سے شہرت نہیں ہوتی

چو من ماہی کلک آرم بتحریر
جبکہ میں اپنے قلم کی مچھلی کو تحریر میں لاؤں

تو از نون[1] والقلم می پرس تفسیر
تو تو اس سے نون والقلم کی تفسیر پوچھ

مقامات نصیحت گو ہمین است
گویا کہ نصیحت کے قول یہی ہیں

کہ حکم انداز ہجراں در کمین ست
کہ جدائی کا حکم دینے والا گھات میں ہے

رواں را با خرد درہم سرشتند
جان کو عقل کیساتھ آپس میں ایکجان کر دیا

وزاں تخمی کہ حاصل بود کشتند
اور اس سے وہ بیج کہ حاصل ہوا ہے بویا ہے

بیاور نکہتے زاں طیب امید
اس امید کی خوشبو سے ذراسی خوشبو لا

مشام جاں معطر ساز جاوید
اور ہمیشہ جان کے دماغ کو خوشبودار کرتا رہ

کہ ایں نافہ ز چین جیب حورست
کیونکہ یہ نافہ حور کے گریبان کے چین کا ہے

نہ زاں آہو کہ از مردم نفورست
نہ اس ہرن کا کہ جو آدمیوں سے بھاگتا ہے

دریں وادی زبانگ چنگ بشنو
اُس وادی کی چنگ کی آواز سے یہ سن

کہ صد من خون مظلوماں بیک جو
کہ مظلوموں کا سو من خون ایکجو کے برابر ہے

پر جبریل را اینجا بسوزند
اس جگہ جبریل کے پر کو جلاتے ہیں

بدامن کودکاں آتش فروزند
لڑکوں کے دامن میں آگ روشن کرتے ہیں

سخن گفتن کرا یارا است اینجا
بات کرنے کی اس جگہ طاقت ہی کس کو ہے

تعالی اللہ چہ استغنا است اینجا
بزرگ ہے اللہ کیا استغنا ہے یہاں

برو حافظ دریں معرض مزن دم
اے حافظ جا اس میدان میں دم مت مار
سخن کوتاہ کن واللہ اعلم
تو بات کو ختم کر اللہ ہی خوب جانتا ہے

[1] نون والقلم کلام مجید کی ایک سورت کا نام ہے۔

فی المقطعات

گرکساں قدر می بدانندی
اگر لوگ شراب کی قدر کو جانتے ہیں

شب نخفتند و رز نشاندندی
دن رات نہ سوتے اور انگور کے درخت لگاتے

تا کہا راز چوب عود کنند
انگور کے درخت کے گرد عود کی لکڑی کی ٹٹیاں بناتے

پاسباناں باو نشاندندی
حفاظت کے لئے چوکیدار اس کے گرد بٹھاتے

پای ہر خوشۂ کنیزک ترک
اور ہر خوشہ کے نیچے ایک ترکی لونڈی ہے

بنشاندندی مگس راندندی
مکھیاں اڑانے کے لئے بٹھاتے ہیں

قطعہ

خسروا دادگرا شیر دلا بحر کفا
اے سخی شیر دل انصاف پسند بادشاہ

ای کمال تو بانواع ہنر ارزانی
اور وہ کہ تیرا کمال طرح طرح کے ہنروں سے زیادہ ہے

ہمہ آفاق گرفت و ہمہ اطراف کشاد
تمام دنیا کو گرویدہ کر لیا اور تمام طرفوں کو فتح کر لیا

صیت مسعودی و آوازۂ شہ سلطانی
تیرے نیکبختی کے آوازہ اور شاہی شہرہ نے

گفتہ باشد مگرت ملہم غیب احوالم
شاید کہ ملہم غیب نے میرا یہ احوال تجھ سے کہا ہوگا

اینکہ شد روز منیرم چو شب ظلمانی
کہ میرا روشن روز اندھیری رات کے شکل ہو گیا ہے

در دو سال آنچہ بہ بندہ و ختم از شاہ و وزیر
دو برس میں جو کچھ کہ میں نے شاہ اور وزیر سے جمع کیا تھا

ہمہ بر بود بیک دم فلک چوگانی
وہ سب اس چوگانی فلک نے بیکدم چھین لیا ہے

دوش در خواب چناں دید خیالم کہ سحر
کل میرے خیال نے خواب میں ایسا دیکھا کہ صبح کے وقت

گذر افتاد بر اصطبل شہم پنہانی
شاہ کے طویلہ پر میرا پوشیدہ گذر ہوا

بستہ بر آخور او استر من جو میخورد
میرا خچر اس کی جگہ پر بندھا دانہ کہاتا تھا

توبرہ افشاند من گفت مرا میدانی
یکبارگی اس نے توبرہ اُچھال کر کہا تو مجھ کو جانتا ہے

ہیچ تعبیر نمیدانمش این خواب کہ چیست
اب اس خواب کی تعبیر نہیں جانتا کہ کیا ہے

تو بفرمائے کہ در فہم نداری ثانی
آپ فرمائیے کہ سمجھ سوچ میں دوسرا نہیں رکھتے

قطعہ

بادشاہا لشکر توفیق ہمراہ تواند
اے بادشاہ توفیق کے لشکر تیرے ساتھ ہیں

خیز گر برعزم تسخیر جہان رہ میکنی
کھڑا ہو اگر جہان کے تابع کرنیکا تیرا ارادہ ہے

با چنیں جاہ و جلال از پیشگاہ سلطنت
ساتھ اس مرتبہ اور بزرگی کے جو بادشاہت سے تجھ کو حاصل ہے

آگہی و خدمت دلہائے آگہ میکنی
تو آگاہ دل ہے اور اہل اللہ کی خدمت کرتا ہے

با فریب این خم زنگار گون نیلفام
اس نیلے رنگ والے مٹکے یعنے آسمان کے فریب کے باوجود

کار بر وفق مراد صبغۃ اللہ میکنی
پھر بھی شریعت محمدی کے مطابق کام کرتا ہے

آنکہ دہ با ہفت و نیم آورد پس چون دری نکرد
جیسے کہ دس کو ساڑھے سات کیا کچھ فائدہ حاصل نہ کیا

فرصتت بادا کہ ہفت و نیم را دہ میکنی
تیری عمر دراز ہو کہ تو ساڑھے سات کو دس کر رہا ہے

ایضاً

سال و فال و مال و حال و اصل و نسل و تخت و بخت
سال اور فال اور مال اور حال اور اصل اور نسل اور تخت اور بخت

بادت اندر ہر دو گیتی برقرار و بر دوام
دونوں جہان میں تیرے لئے قائم اور ہمیشہ رہے

سال خرم فال نیکو مال وافر حال خوش
سال نہایت خوش شگون مبارک مال بہت زیادہ حال اچھا

اصل ثابت نسل باقی تخت عالی بخت رام
اصل پائدار نسل باقی تخت بلند نصیب تابع رہے

ایضاً

شاہا بشیرے زبہشتم رسیدہ است

اے بادشاہ ایک ایسا خوشخبری دینے والا بہشت سے میرے پاس پہنچا ہے

رضوان سیرتے و حور روش و سلسبیل موی

رضوان خصلت حور صورت سلسبیل جیسے بال ہیں

خوش لفظ و پاک معنی و موزون و دلفریب

اس کی تقریر خوش بیان اور پاک معنی اور تُلی ہوئی اور دلفریب ہے

صاحب جمال و نازک و خوب و لطیفہ گوی

صاحب جمال اور نازک بدن اور نیک عادت اور لطیفہ گو ہے

گفتم دریں سراچہ زبہر چہ آمدی

میں نے اس کو کہا کہ تو اس جھونپڑے میں کیوں آیا ہے

گفتا زبہر مجلس شاہ غریب جوی

اُسنے جواب دیا کہ غریب نواز بادشاہ کی مجلس کے لیے

اکنون ز صحبت من مفلس بجاں رسید

اب وہ مجھ مفلس کی صحبت سے تنگ آگیا ہے

نزدیک خویش خوانش و کام دلش بجوی

اس کو اپنے پاس بلا لیجئے اور دلی کام اسکے حاصل کیجئے

در شکایت قاضی و حاکم گوید

آن کیست تا بحضرت سلطان ادا کند

وہ کون شخص ہے کہ بادشاہ کے دربار میں عرض کرے

کز جور چرخ گم شتر و گربہا پدید

کہ آسمان کے ظلم سے اونٹ گم ہوا اور بلیاں ظاہر ہوئیں

رندی نشستہ بر سر سجادۂ قضا

ایک رند قاضی کے مصلّے پر بیٹھا ہے

حیزے دگر بمرتبہ سروری رسید

ایک دوسرا ہجڑا سرداری کے مرتبے کو پہنچا ہے

آن رند گفت چشم و چراغ جہان منم

اس رند نے کہا کہ جہان کا چشم و چراغ میں ہوں

آن حیز گفت ہمچو منی در جہاں کہ دید

اور وہ ہجڑا کہتا ہے کہ میرے مانند دنیا میں کسے دیکھا ہے

ای آصف زمانہ زبہر خدا بگوی

اے زمانہ کے آصف یعنے وزیر خدا کے واسطے کہہ

با آن شہے کہ دولت او باد بر مزید

اس بادشاہ کے روبرو کہ اسکا اقبال زیادتی پر ہے

شاہا روا مدار کہ مفعول من ترا د
اے بادشاہ روا مت رکھ کہ ایک زنخہ

گردد بروزگار تو فعال ما یرید
تیرے زمانے میں ایسا بنے کہ جو چاہے کر گذرے

ایضاً فی الشکایتہ

دل منہ ای جان من بر وعدہ شاہ و وزیر
اے میری جان شاہ اور وزیر کے وعدے پر دل مت رکھ

کس نمیداند کہ کارش از کجا خواہد گشاد
کوئی نہیں جانتا ہے کہ اسکا کام کہاں سے ہوا چاہتا ہے

رو توکل کن نمیدانی کہ نوک کلک من
جا توکل کر کہ تو نہیں جانتا ہے کہ میرے قلم کی نوک نے

نقش ہر صورت کہ زد رنگی دگر بیرون فتاد
جس صورت کا نقش کھینچا دوسرا ہی رنگ ظاہر ہوا ہے

شاہ ہرمزم ندید و بی سخن صد لطف کرد
شاہ ہرمز نے مجھ کو نہیں دیکھا اور بغیر سخن کے سو احسان کیے

شاہ یزدم دید و مدحش گفتم و ہیچم نداد
شاہ یزد نے مجھ کو دیکھا اور میں نے انکی تعریف کہی اور انہوں نے مجھ کو کچھ نہ دیا

کار شاہاں اینچنیں باشد تو ای حافظ مرنج
اے حافظ تو رنج مت کر بادشاہوں کا کام ایسا ہی ہوتا ہے

داور روزی رساں توفیق نصرت شاں دہاد
رزق دینے والا حاکم مدد کرنے کی توفیق ان کو عطا کرے

فی الشکایتہ

گفتند شعر من ز بنفشہ شکر رباست
کہتے ہیں کہ میرے شعر کی شیرینی بنفشے سے شکر رُبا ہے

زاں غیرت طبرزد کعب الغزال شد
یہی وجہ ہے کہ مصری اور بتاشہ اس سے شرمسار ہے

باد دہانش تلخ کہ عیب نبات گفت
اسکا منہ تلخ ہو جیو جسنے کہ مصری کو برا کہا

خاکش بسر کہ منکر آب زلال شد
اور اس کے سر پر خاک ہو کہ جو آب شیریں کا انکاری ہوا

آں کس کہ کور زاد ز مادر بعمر خویش
جو شخص کہ ماں ہی کے پیٹ سے اندھا پیدا ہوا ہے

کی مشتری دلبر صاحب جمال شد
بھلا وہ صاحب جمال دلبر کا خریدار کیسے ہو سکتا ہے

در تقاضای وظیفہ فرماید

بسمع خواجہ رساں ای رفیق وقت شناس
اے وقت پہچاننے والے رفیق خواجہ کے کان میں پہنچا

بخلوتی کہ دراں اجنبی صبا باشد
ایسی تنہائی میں کہ وہاں صبا کا بھی گذر نہ ہو سکے

لطیفۂ بمیاں آر و خوش بخندانش
لطیفہ درمیان میں لا اور اس کو خوب ہنسا

بنکتۂ کہ دلش را دراں رضا باشد
ایسے نکتے سُنا کہ اُس کے دل کو پسندیدہ ہوں

پس انگہی ز کرم آں قدر بپرس لطف
اُن کے بعد مہربانی کرکے اُسکی سخاوت سے ذرا پوچھ

کہ گر وظیفہ تقاضا کنم روا باشد
کہ اگر میں وظیفے کا تقاضا کروں تو روا ہوگا

فی الشکایۃ

ز دانش مطلقاً بے بہرہ باشد
عقل سے مطلق بے نصیب ہے

کہ از دنیا بشادی بہر جوید
جوکہ دنیا سے خوشی کے حصے کا ڈہونڈنے والا ہے

بود از شربت شادی صائم الدہر
خوشی کے شربت سے ہمیشہ روزہ رکھنے والا رہیگا

کہ جلاب طرب از دہر جوید
جوکہ زمانہ سے خوشی کا شربت ڈھونڈتا ہے

کسے چوں نوشدارو جوید از دہر
جبکہ کوئی زمانے سے نوشدارو ڈہونڈتا ہے

کدامیں نوشدارو زہر جوید
نوشدارو کیسی "زہر ڈھونڈتا ہے"

ایضاً

بلبل اندر نالہ و گل خندۂ خوش میزند
بلبل نالہ کر رہا ہے اور گل خوشی کا قہقہہ لگا رہا ہے

چوں نسوزد دل کہ دلبر در دلے آتش میزند
بتاؤ دل کیسے نہ جلے کہ دلبر اس میں آگ بھڑکا رہا ہے

ناخوشیہا دیدہ ام زاں زاہد پشمینہ پوش
میں نے اُس پشمینہ پوش زاہد سے ناخوشیاں دیکھی ہیں
زاہدا از تیر مژگانش حذر کردن چہ سود
اے زاہد اس کے مژگان تیر کے پرہیز کرنے سے کیا فائدہ ہوگا

من غلام مطربم کابریشم خوش مینو(ا)ز
میں تو مطرب کا غلام ہوں جو ساز کے تاروں کو خوشی سے
زخم پنہاں چون بابروی کماں وش میز(ند)
ذرا دیکھ تو کہ پوشیدہ زخم کمان کھینچنے والی ابرو کس طرح مار

ایضاً

روح القدس آں سروش فرخ
وہ مبارک فرشتہ کہ جسکو روح القدس کہتے ہیں
میگفت سحر گہاں کہ یارب
صبح کے وقت کہتا تھا کہ اے پروردگار
بر مسند خسروے بماناد
شاہی مسند پر رہیو ے

از قبۂ طارم زبرجد
قبۂ طارم زبرجد یعنے آسمان سے
در دولت وحشمت مخلّد
دائمی حشمت اور دولت میں ے
منصور مظفر محمدؐ
محمدؐ مظفر منصور ونعمند

ایضاً

تو نیک وبد خود ہم از خود بپرس
تو اپنی برائی اور بھلائی اپنے ہی سے پوچھ
ز بد دور باش وبہ نیکی بکوش
برائی سے دور ہو اور نیکی ہر طرح سے کر
چو دانی کہ روزی دہندت خداست
جب تو جانتا ہے تجھے روزی دینے والا خدا ہے

چرا دیگرے بایدت محتسب
کیونکہ دوسرا محتسب تجھ کو درکار نہیں ہے
مکن عمر ضایع بلہو ولعب
کھیل کود میں عمر کو برباد مت کر
مدار از طمع قلب را منقلب
طمع سے دل کو الٹنے پلٹنے والا نہ رکھ

وَمَن یَّتقِ اللہَ یَجعَل لَہٗ	وَیَرزُقہُ مِن حَیثُ لا یَحتَسِب
جو کوئی خدا سے ڈرتا ہے وہ اُسکی ضرورت پوری کر دیتا ہے	اور روزی اس کو دیتا ہے جہاں سے اُس کو وہم بھی نہو

ایضاً

بگوش ہوش شبے منہی ندا در داد	ز حضرت احدے لا الٰہ الا اللہ
میرے ہوش کے کان میں ایک رات خبر دینے والے نے خبر دی	کہ سوائے خدا تعالےٰ کی درگاہ کے کوئی معبود نہیں ہے،
کہ ای عزیز کسے را کہ خوار نصیب	یقیں بداں کہ نیابد بزور منصب و جاہ
اے عزیز جس کا کہ نصیب ہی خوار ہے؛	یقین جان کہ زور سے مرتبہ اور عزت نہیں پاسکتا
بآب زمزم و کوثر سفید نتواں کرد	گلیم بخت کسے را کہ بافتند سیاہ
ساتھ پانی زمزم اور کوثر کے سفید نہیں ہو سکتی	اُس شخص کے نصیب کی کملی کہ سیاہ بختی ہوئی ہے

ایضاً

آں حبہ خضرا خور کز روی سبکروحی	ہر کو بخورد یک جو بر سیخ زند سیمرغ
اس سبز دانے کو کھا کہ مزاج کی شگفتگی سے	جو کہ ایک جَو کے برابر کھاتا ہے سیمرغ کا کباب کرتا ہے
آں ذرّہ[1] کہ اعضا را در ولولہ اندازد	یک ذرّہ و صد مستی یک حبہ و صد سیمرغ
وہ ذرّہ کہ اعضا کو ولولے میں ڈالے	ایک ذرّہ اور سَو مستی ایک دانہ اور سَو سیمرغ

در نکوہش بد قولاں گوید

[1] یعنے شراب

سگ براں آدمی شرف دارد	کہ دل مردماں بیازارد
اُس آدمی پر کُتا فضیلت رکھتا ہے؛	جو کہ آدمیوں کی دلشکنی کو روا رکھتا ہے

ایں سخن را حقیقتے باید	**تا معانی بہ دل فرود آید**
اس بات کے لئے سمجھ درکار ہے	تاکہ معانی دل میں اثر پیدا کریں
آدمی با تو دست در مطعوم	**سگ ز بیرون آستاں محروم**
آدمی تیرے ساتھ مل کر کھانیوالا ہے	کُتا آستانے کے باہر کھڑا بے نصیب ہے
حیف باشد کہ سگ وفا دارد	**و آدمی دشمنے روا دارد**
افسوس ہے کہ کُتا وفا داری کرے	اور آدمی دشمنی جائز رکھے

فی الشکایۃ

صاحبم دوش بادہ نفرستاد	**آں خطا ایں خطابے ارزد**
میرے صاحب نے کل مجھ کو شراب نہ بھیجی	وہ خطا اس خطاب کے لائق ہے
لعل و یاقوت جام او گوئی	**ملک مالک رقابے ارزد**
گویا کہ اُس کے جام کے لعل اور یاقوت یعنی شراب	بادشاہی ملک کے مثل قدر و منزلت میں ہے
قطعۂ پیش او فرستادم	**کہ بصد خم شرابے ارزد**
میں نے ایسا قطعہ اُس کے روبرو بھیجا	کہ جسکی قیمت سو مٹکہ شراب ہے

ایضاً

اے باد صبا اگر توانی	**از راہ وفا و مہربانی**
اے باد صبا اگر تجھ سے ہو سکے	تو وفا اور مہربانی کی راہ سے
از من خبرے بہ بر بیارم	**گو سوختۂ تو در نہانی**
میری خبر میرے یار کے پاس لے جا	کہو تیرا جلایا ہوا پوشیدگی میں ہے

می مُرد ز اشتیاق و میگفت
محبت سے مرا جاتا تھا اور کہتا تھا

اے بے تو حرام زندگانی
اے محبوب تیرے بغیر زندگی حرام ہے

ایضاً

شراب لعل مروق بجام گفت کہ من
صاف سرخ شراب نے پیالہ سے کہا کہ میں

زمردم بر تاک و عقیق در شیشہ
زمرد ہوں انگور کے درخت پر اور عقیق ہوں شیشے میں

مرا حرام کہ گوید کہ وقت خوردن من
مجھے حرام کون کہتا ہے کیونکہ میرے پینے کے وقت

چہار گوہرم اندر چہار جائے مدام
ہمیشہ چار جگہ میں چار جوہر بنکر رہتی ہوں

سہیل در خم و آفتاب اندر جام
سہیل ہوں خم میں اور آفتاب ہوں جام میں

حلال زادہ بروں آید از نتاج حرام
حلال زادہ حرام زادہ سے تیمز ہو جاتا ہے

در شکایت فرماید

ای معرا صل عالی جوہرت از حسد و حرص
اے ممدوح تیری والا گوہر اصل کینہ اور حرص سے پاک ہے

از بزرگی کی روا باشد کہ تشریفات را
ایک ایسے بزرگ سے کب روا ہووے کہ خلعتوں کو

وی مبرا ذات میموں اخترت از زرق و ریو
اور ممدوح تیری مبارک اختر ذات مکر و فریب سے پاک ہے

از فرشتہ باز گیرد و انگھی بخشد بدیو
فرشتے سے لے کر دیو کو بخشدے

مطائبہ

سرای مدرسہ و بحث علم و طاق و رواق
مکتب خانہ اور علم کی بحث اور محراب و صفّے سے

چہ سود چون دل دانا و چشم بینا نیست
کیا فائدہ جبکہ دل دانا اور آنکھ بینا نہیں ہے

سرائی قاضی یزد ارچہ منبع فضل است قاضی یزد کی سرائے اگرچہ فضل کا منبع ہے	**خلاف نیست کہ علم نظر درانجاہست** لیکن اس میں خلاف نہیں کہ علم مناظرہ اس میں ہے

فی الوعظ

ای کہ از روزگار مے طلبی اے وہ کہ تو زمانے سے طلب کرتا ہے	**فرح و عیش و خرمی و طرب** فرحت اور خوشی اور خرمی اور عیش
فکر مال و منال و حشمت و جاہ مرتبہ اور حشمت اور مال اور منال کی فکر	**ہمہ بگذار و ساغری بطلب** سب کو چھوڑ دے اور ایک ساغر طلب کر

فی التاریخ

بروز کاف و الف از جمادی الاول اکیسویں تاریخ ماہ جمادی الاول کی	**بسال ذال و دگر نون جا علی الاطلاق** ۷۵۰ھ سات سو پچاس میں
خدایگان سلاطین مشرق و مغرب مشرق اور مغرب کے سلطانوں کا صاحب	**خدیو کشور لطف و کرم باستحقاق** لطف و کرم کی کشور کے حقدار صاحب
سپہر حلم و حیا آفتاب جاہ و جلال حلم اور حیا کے آسمان جاہ و جلال کے آفتاب	**جمال دنیی و دیں شاہ شیخ ابو اسحاق** دین اور دنیا کے جمال شاہ ابو اسحاق نے
گذاشت عرصہ میدان خود بہ تیغ عدم نیستی کی تلوار کیلئے اپنے ہستی کے میدان کو چھوڑا	**نہاد بر دل احباب خویش داغ فراق** اور اپنے دوستوں کے دل پر جدائی کا داغ رکھا

ایضاً

بروز شنبہ سادس زماہ ذی حجہ
ماہ ذی الحجہ چھٹی شنبے کے روز

بسال ہفصد و ہشتاد ازجہاں ناگاہ
۷۸۰ھ میں اس جہاں سے یکا یک

ز شاہراہ سعادت بباغ رضواں رفت
نیکبختی کی شاہراہ سے بہشت میں گیا

وزیر کامل ابونصر خواجہ فتح اللہ
وزیر کامل ابونصر خواجہ فتح اللہ

ایضاً

آصف عہد زماں جان جہاں توران شاہ
اپنے وقت کا آصف جہان کی جان توران شاہ

کہ دریں مزرعہ جز دانۂ خیرات نکشت
کہ اسنے اس کھیت میں نیکیوں کے دانے کے سوا نہ بویا

ناف ہفتہ بُد و از ماہ صفر کاف و الف
روز شنبہ تھا اور ماہ صفر کی اکیسویں تاریخ

کہ گلشن شد و ایں خانۂ پُر درد بہشت
کہ اس پُر درد گھر کو چھوڑ کر گلشن کیطرف راہی ہوا

آنکہ میلش سوی حق بینی و حق گوئی بود
جس کی توجہ حق بینی اور حق گوئی کی طرف تھی

سال تاریخ وفاتش طلب از میل بہشت
اسکی وفات کی تاریخ (میل بہشت) طلب کر

ایضاً

سرور اہل غنایم شمع جمع انجمن
اہل غنیمت کا سردار انجمن کی جماعت کی شمع

صاحب صاحبقراں حاجی قوام الدین حسن
صاحب صاحبقران حاجی قوام الدین حسن

ہفصد و پنجاہ و چار از ہجرت خیر البشر
ہجرت نبوی کے ۷۵۴ھ سال میں

مہر را جوزا مکان و ماہ را خوشہ وطن
کہ آفتاب برج جوزا میں اور مہتاب برج سنبلہ میں تھا

سادس ماہ ربیع الاول اندر نیمروز
ربیع الاول کی چھٹی تاریخ دوپہر کے وقت

روز آدینہ بحکم کردگار ذوالمنن
جمعے کے روز صاحب احسانات یعنی خدا کے حکم سے

مرغ روحش کاں ہمائی آسماں قدر بود اس کی روح کا پرند کہ قدر و مرتبے کے آسمان کا ہما تھا	شد سوئے دار بہشت آزاد از دار محن اس رنج کے گھر سے آزاد ہو کر بہشت کی طرف اڑ گیا

ایضاً

مجد دین سرور سلطان قضا اسمٰعیل دین کا سردار قاضی القضات اسمٰعیل	کہ زدی کلک زباں آورش از شرع نطق کہ اس کی زبان آور قلم شرع کی باتیں لکھتی تھی
ناف ہفتہ بُد و از ماہ رجب نہمے روز بروز شنبہ ماہ رجب کی پندرہویں تاریخ تھی	کہ بروں رفت ازیں منزل بی ضبط و نسق کہ اس بے ضبط و نسق منزل سے باہر گیا
کنف رحمت حق منزل او دان وانگہ حق تعالےٰ کی رحمت کی پناہ اسکی منزل جان اور پھر	سال تاریخ وفاتش طلب از رحمت حق اسکی وفات کی تاریخ رحمتِ حق سے نکال

ایضاً

رحمان لایموت چو آں پادشاہ را خدا تعالےٰ نے جبکہ اس بادشاہ کو	دید آنچناں کز و عمل خیر لایفوت ایسا دیکھا کہ اس سے کوئی عمل خیر فوت نہیں ہو
جانش غریق رحمت حق کرد تا کند اس کی جان کو اپنی رحمت میں غرق کیا تو نکلی	تاریخ ایں معاملہ رحمن لایموت اس کی وصال کی تاریخ رحمن لایموت

فی التاریخ

اعظم قوام دولت و دیں آنکہ بر درش دین اور دولت کا بڑا رکن قوام الدین کہ اس کے دروازے پر	از بہر خاکبوس نمودی فلک سجو آسمان خاکبوسی کے لئے سجدہ کرتا

باآں جُودو آں عظمت زیر خاک رفت
اس سخاوت اور عظمت کے ساتھ زمین کے نیچے گیا
تا کس امید جُود ندارد ز کس دگر
تاکہ کوئی بخشش کی اُمید کسی دوسرے سے نہ رکھے

در نصف ماہ ذی القعد از عرصۂ وجود
ہستی کے میدان سے ماہ ذی القعد کی پندرہویں کو
آمد حروف سال وفاتش امید جُود
اس کی وفات کے سال کے حروف امید جود ہے

ایضاً

بلبل و سرو و سمن یاسمن و لالہ و گل
بلبل اور سرو اور سمن اور لالہ اور گل
خسرو روئے زمیں شاہ زماں بو اسحق
روئے زمین کا خسرو زمانے کا بادشاہ بواسحاق

ہست تاریخ وفات شہ سنبل کاکل
سنبل جیسی کاکل رکھنے والے بادشاہ کی وفات کی تاریخ ہے
کہ بہ طلعت او ناز دو خندد بر گل
کہ آفتاب پر اس کی طلعت ناز کرتی ہے اور گل پر ہنستی ہے

جمعہ بست و یکم ماہ جمادالاولے
ماہ جمادی الاولے کی اکیسویں تاریخ جمعے کے روز
در پسیں بود کہ پیوستہ شد از جزو بکل
آخری عمر میں واصل بحق ہوا،

تاریخ وفات قاضی بہاءالدین وگردان گوید

بہاءالحق والدین طاب مثواہ
دین اور حق کی روشنی بہاءالدین خوشبودار ہو مکان اسکی
چو میرفت از جہاں ایں بیت میخواند
جبکہ اس جہان سے جاتا تھا اور یہ بیت پڑھتا تھا
بطاعت قرب ایزد میتواں یافت
بندگی سے اللہ تعالےٰ کا قرب حاصل ہو سکتا ہے

امام سنّت و شیخ جماعت
سنّت نبوی کا امام اور جماعت کا شیخ
بر اہل فضل و ارباب براعت
صاحبان بلاغت اور اہل فضل کے روبرو
قدم درنہ گرت ہست استطاعت
اگر تجھ میں طاقت ہے تو اس میں قدم رکھ

بدیں دستور تاریخ وفاتش — بروں شد از حروف قرب طاعت

اس طرح سے اس کی وفات کی تاریخ — قرب طاعت کے حرف سے نکلی جو [illegible]ھ ہوتے ہیں

ایضاً

آں میوۂ[1] بہشتی کامد بدست اے جاں — در دل چرا نکشتے از کف چرا بہشتے

وہ میوہ بہشتی کہ اے جان تیرے ہاتھ میں آیا — تو نے دل میں کس لئے نہ بویا اور ہاتھ سے کیوں ضائع کر دیا

تاریخ ایں حکایت گر از تو باز پرسند — برجملہ اش فرو خواں از میوۂ بہشتے

اس حکایت کی تاریخ اگر تجھ سے دریافت کریں — تو یوں کہو کہ بہشتی میوہ یعنے [illegible]ھ

ایضاً

برادر خواجہ طالب طاب مثواہ — امام سنت و بعد از مماتش

برادر خواجہ طالب خوشبو دار ہو آرامگاہ اسکی — کہ امام سنت نبوی تھا اپنی موت کے بعد

بسوئے روضۂ رضواں رواں شد — پس از پنجاہ و نہ سال از حیاتش

بہشت کی طرف چلنے والے ہوئے — انسٹھ برس کی عمر پا کر

خلیل[2] عادلش پیوستہ بر خواں — وز انجا فہم کن سال وفاتش

خلیل عادل اس کو ہمیشہ پڑھ — اور اسی سے اس کی وفات کی تاریخ کا سال سمجھ

ایضاً

صباح جمعہ بُد و ساد س ربیع اوّل — کہ گشت فرقت آں مہ مُحَشّبتنم عاجل[3]

جمعہ کی صبح ربیع الاول کی چھٹی تاریخ تھی — کہ اس ماہ کی جدائی میرے قتل میں جلدی کرنیوالی ہوئی

[1] بہشتی میوہ سے مراد فرزند ہے [2] خلیل عادل کے اعداد [illegible] ہوتے ہیں [3] یعنے وہ چاند ہم سے جدائی کر گیا

بسال ہفتصد و شصت و چار از ہجرت
ہجرت نبوی کے سات سو چونسٹھ سال میں

چو آب حل بشدم ایں دقیقہ مشکل
جو ہر شخص کی موت کا مشکل دقیقہ مجھ پر شل پانی کے حل ہو گیا

دریغ و درد و تأسف کجا دہد سودے
افسوس اور رنج اور پریشانی کچھ فائدہ نہ دے گی

کنوں کہ عمر بہ بازیچہ رفت و بیحاصل
جبکہ عمر کھیل کود میں ضائع ہو گئی۔

فی المصیبۃ

دلا دیدی کہ آں فرزانہ فرزند
اے دل تو نے دیکھا کہ اس عقلمند بیٹے نے

چہ دید اندر خم ایں طاق نیلیں
اس نیلی محراب کے خم میں کیا کچھ دیکھا

بجائے لوح سیمیں در کنارش
چاندی کے تختے کے بدلے اس کی گود میں

فلک بر سر نہادش لوح سنگیں
آسمان نے اُس کے سر پر پتھر کی سل رکھ دی

فی الحکمۃ

مدتے در طلب مال جہاں کردم سعی
میں نے مدت تک جہان کے مال کی طلب میں کوشش کی

تا بآخر خبرم شد کہ زنفعش ضرر است
آخر کار مجھ پر روشن ہوا کہ دنیا کا فائدہ نقصان ہے

عوض ہرچہ فلک داد بمن باز ستد
مجھ کو جو کچھ آسمان سے حاصل ہوا پھر واپس لیا گیا

نکند فائدہ فریاد خوانی چہ سر است
اور فریاد خوانی بھی فائدہ نہیں کرتی۔ کیا بھید ہے

عمر ضایع شد و از مال زیانی دارد
میری عمر ضائع ہوئی اور مال سے بھی نقصان ہوا

اندہِ عمر کنوں از ہمہ غمہا بتر است
اب عمر کا غم تمام غموں سے سخت تر اور بدتر ہے

بعد ازیں یکنفس از عمر بملک دو جہاں
اس کے بعد میں عمر کے ایکدم کو دونو جہان کی شاہی کی عوض

ندہم و نشنوم کہ بچشم دو جہاں مختصر است
نہیں دونگا کیونکہ اب دونوں جہان میری آنکھوں میں مختصر ہیں

گنجہا یافتہ ام در دل ویراں ز ہنر
میں نے اپنے ویران دل میں ہنر کے خزانے پائے ہیں

گرچہ بحریست ضمیرم کہ سراسر ہنر ست
اگرچہ میرا دل ایک ایسا سمندر ہے کہ بالکل ہنر ہے

بعد ازیں ہرچہ رسد از بد و نیک اے حافظ
اے حافظ اس کے بعد بد و نیک سے جو کچھ کہ ملے

غم مخور شاد بزی زانکہ جہاں در گذر ست
غم مت کھا خوشی سے زندگی بسر کر کیونکہ جہان گذرنے والا ہے

فی النصیحۃ

ہر کہ آمد در جہان پر ز شور
جو شخص کہ اس دنیا میں خواہ شاہی سے آیا ہو

عاقبت میباشدش رفتن بگور
آخر کار اس کو ایک روز قبر میں جانا ضروری ہے۔

در رہ عقبیٰ ست دنیا چوں پلی
آخرت کے راستے میں دنیا مانند ایک پل کے ہے

بے بقا جائے و ویراں منزلے
ایک ناپائدار جگہ اور ایک ویران منزل ہے

دل منہ بر ایں پل پر ترس و بیم
اس پل پر کہ خوف اور ڈر سے بھرا ہے دل مت رکھ

برگ رہ ساز و مشو اینجا مقیم
راستے کا سامان تیار کر اور یہاں ٹھیرنے والا ہو

نزد اہل معنی ایں کاخ سپنج
صاحب باطنوں کے نزدیک یہ مصنوعی محل

ہست چوں ویرانۂ خالی ز گنج
مثل اس ویرانے کے ہے جو خزانہ سے خالی ہو

دور باش از دوستی مال و جاہ
مال اور مرتبے کی دوستی سے کنارہ کش ہو۔

زانکہ مالت مار و جاہت ہست چاہ
کیونکہ تیرا مال سانپ ہے اور تیری جاہ کنواں ہے

من گرفتم خود توئی بہرام گور
میں نے مان لیا کہ بہرام گور تو ہی ہے۔

خواہی افتاد آخر اندر دام گور
آخر کار قبر کے اندر تیرے رہنے کی جگہ ہوگی

گر نہ کورے گور مے بیں گفتمت
اگر تو اندھا نہیں ہے تو میں نے تجھ کو کہدیا کہ قبر کو دیکھ

یکزماں بے کار منشیں گفتمت
میں نے تجھ کو کہہ دیا ہے کہ ایک ساعت بے کار مت بیٹھ

هیچ کس را نیست زین منزل گزیر

کسی شخص کو اس منزل سے چارہ نہیں ہے

از گدا و شاه و از برنا و پیر

چاہے فقیر ہو یا بادشاہ ہو خواہ جوان ہو یا بوڑھا

ای که بر ما بگذری دامن کشان

اے شخص جبکہ تو ہم پر ناز و انداز سے گذر کرے

از سر اخلاص الحمدے بخوان

خلوص دل سے ہم پر فاتحہ پڑھنا

فی النصیحة

فساد چرخ نه بینیم و نشنویم هنوز

آسمان کے فساد کو آنکھوں سے دیکھتے ہیں اور نہ کانوں سے سنتے ہیں

که چشمها همه کورست و گوشها همه کر

کیونکہ آنکھیں بالکل اندھی ہیں اور کان بالکل بہرے

بسا کسان که مه و مهر باشدش بالین

بہت سے لوگ کہ ان کا تکیہ چاند اور سورج ہونگے

بعاقبت ز گل و خاک باشدش بستر

آخر کار مٹی اور خاک ہوگی ان کے سونیکی جگہ

چه فایده زره با گشاد تیر قضا

قضا کے تیر کی کشائش کے آگے زرہ سے کیا فائدہ

چه منفعت ز سپر با نفاق تیغ قدر

قدر کی تلوار کی ضرب کے وقت ڈہال سے کیا نفع

اگر ز آهن و فولاد سوده حصن کنی

اگر تو لوہے اور فولاد کو ملا کر قلعہ تیار کرے

حواله چون برسد زود اجل بکوبد در

جب وقت آجائیگا موت جھٹ دروازہ آ کھٹکھٹائیگی

بروشنی خوش و عیش و نوش غره مشو

روشنی پر خوش اور عیش و نوش پر مغرور مت بنا

که ظلمت از پی نورست و زهر زیر شکر

کیونکہ تاریکی روشنی کے پیچھے ہے اور زہر شکر کے نیچے

دریکه بر تو کشاید از هوا مگشای

جو دروازہ ہوائے نفسانی کا تجھ پر کھولیں اسکو مت کھول

رهی که بر تو نماید از هوس مسپر

ہوس کی راہ کہ تجھ کو دکھاویں تو اسپر مت چل

براه تو همه چاه است سر نهاده برو

تیرے تمام راستہ میں کنوئیں ہیں سر جھکائے چل

بجام تو همه زهر است ناچشیده مخور

تیرا پیالہ سراسر زہر کا ہے بغیر چکھے مت پی

عیارِ چرخ بگیر و نہاد دَور نگر
آسمان کی آزمائش کر اور زمانے کی حالت دیکھ

بساطِ حرص بچین و لباسِ آز بد
حرص کا بچھونا اُٹھا اور لالچ کی پوشاک دور کر

فی التعزیۃ

دل منہ بر دنیئ و اسباب او
دنیا اور اسباب دنیا پر دل مت رکھ

زانکہ از وی کس وفا داری ندید
اس لئے کہ اس سے کسی نے وفا نہ دیکھی ہے

کس عسل بی نیش ازیں دکاں نخورد
کسی نے اس دکان سے بغیر ڈنگ کے شہد نہ کھایا

کس رطب بیخار ازیں بستاں نچید
کسی نے اس باغ سے بغیر کانٹے کے چھوہارے نہ چنے

ہر کہ ایامے چراغے بر فروخت
جس شخص نے چند روز ایک چراغ روشن کیا

چوں تمام افروخت بادش در دمید
جب کامل روشن ہوا تو ہوا نے اسپر پھونک ماردی

بے تکلف ہر کہ دل بروے نہاد
جس نے کہ بے تکلف دل اسپر رکھا ہے

چوں بدیدم خصم خود مے پروریدہ
جب میں نے دیکھا کہ وہ اپنے دشمن کو پالتا تھا

شاہ غازی خسرو گیتی ستاں
بادشاہ غازی خسرو دنیا کا لینے والا ہے

آنکہ از شمشیر او خوں مے چکید
وہ جو اس کی تلوار سے خون ٹپکتا تھا

گہ بیک حملہ سپاہی می شکست
کبھی ایک حملے سے ایک فوج کو شکست دیتا تھا

گہ بہوئے قلب کوہی مے درید
کبھی ایک للکار سے پہاڑ کے درمیان کو پھاڑتا تھا

سرداراں رابگینہ مے کرد حبس
سرداروں کو بگینہ قید کرتا تھا

گردناں را بے سخن سر مے برید
پہلوانوں کے بے تامل سر کاٹتا تھا

از نہیبش پنجہ می افگند شیر
اس کی ہیبت سے شیر کے پنجے گر پڑتے تھے

در بیاباں نام او چوں مے شنید
جبکہ بیابان میں اُس کا نام سنتا تھا

عاقبت شیراز و تبریز و عراق
آخر کار شیراز اور تبریز اور عراق

چوں مسخر کرد وقتش در رسید
جب تابع کر چکا اور اس کا وقت آ پہنچا

آنکہ روشن بُد جہان بینش باو
اس شخص نے کہ جس سے اسکی جہان کو دیکھنے والی آنکھ روشن تھی

میل در چشم جہان بینش کشید
اس کی جہان بین آنکھوں میں سلائی کھینچ دی

فی المدح

بعہد سلطنت شاہ شیخ ابو اسحاق
شاہ ابو اسحاق کی سلطنت کے زمانے میں

بہ پنج شخص عجب ملک فارس بود آباد
پانچ شخصوں سے ملک فارس عجب ہی آباد تھا

نخست پادشہی ہمچو او ولایت بخش
اول تو اس جیسا ولایت بخشنے والا بادشاہ

کہ جان خویش بپرورد و داد عیش بداد
کہ اپنی جان کی پرورش کی اور عیش کی داد دی

دگر مربی اسلام شیخ مجد الدین
دوسرا اسلام کی پرورش کرنیوالا شیخ مجد الدین

کہ قاضی بہ ازاں آسمان ندارد یاد
کہ اس سے اچھا کوئی قاضی آسمان یاد نہیں رکھتا

دگر شہنشہ دانش عضد کہ در تصنیف
تیسرا علم و دانش کا شاہنشاہ عضد الدولہ کہ تصنیف میں

بنائے کار مواقف بنام شاہ نہاد
جسنے کہ بادشاہ کے نام پر مواقف کام کی بنیاد رکھی

دگر بقیہ ابدال شیخ امین الدین
چوتھا بقیہ ابدال کا شیخ امین الدین

کہ یُمن ہمت او کارہائے بستہ کشاد
اس کی توجہ دلی کی برکت سے مشکل مسائل حل ہو گئے

دگر کریم چو حاجی قوام دریا دل
پانچواں حاجی قوام ایسا راستباز دریا دل

کہ نام نیک ببرد از جہان ز بخشش و داد
کہ نیکنامی لے گیا جہاں سے انصاف اور بخشش کے سبب سے

نظیر خویش نہ بگذاشتند و بگذشتند
اپنا ثانی نہ چھوڑا اور چلے گئے

خدائے عزوجل جملہ را بیامرزاد
خدا غالب بزرگ ان سب کو بخشے

لہ یعنے اُس کے بیٹے نے اس کو اندھا کر دیا۔

فی المطایبہ

رحیم منکر خمار بود روزی چند
رحیم چند روز تک شراب فروشی کا انکاری تھا
بریخت خون صراحی ولی بہ کشتن او
صراحی کا خون بہایا لیکن اس کے قتل کے لئے

بداں دلیل کہ التقاص لا یحب القاص
اس سبب سے کہ ایک قصہ خواں دوسرے قصہ خوان کو دیکھ نہیں سکتا
زمانہ نیز در آمد کہ الجروح قصاص
زمانہ بھی آمادہ ہوا کیونکہ (زخموں کا بدلہ برابر) یوں آیا ہے

مخمس

در عشق تو اے صنم چنانم
اے صنم تیرے عشق میں میرا یہ حال ہے
ہر چند کہ زار و ناتوانم
اگرچہ کمزور اور ناتوان ہوں

کز ہستیٔ خویش در گمانم
کہ اپنی زندگی کا یقین نہیں رہا
گر دست دہد ہزار جانم
اگر میرے پاس ہزار جان بھی ہو

در پائے مبارکت فشانم
تیرے مبارک قدموں پر نثار کردوں

کو بخت کہ از سر نیازی
ایسی قسمت کہاں کہ عاجزی سے
معروض کنم نہفتہ رازی
پوشیدہ راز عرض کروں

در حضرت چوں تو دلنوازی
تجھ جیسے دلجوئی کرنیوالے کے سامنے
ہیہات کہ چوں تو شاہبازی
افسوس تجھ جیسا شاہباز

تشریف دہد در آشیانم
میرے گھونسلہ میں تشریف لائے

ای بسته کمر ز دور و نزدیک
تو نے دور او نزدیک سے
در مسکن خلص الممالیک
اور اپنے خالص غلام کے گھر میں

برخون تمام ترک و تاجیک
تو نے ترک و تاجیک کے قتل پر کمر باندھی ہے
گر خانه محقر ست و تاریک
اگرچہ اس کا گھر تنگ و تاریک ہے

در دیدهٔ روشنت نشانم
تجھے اپنی روشن آنکھوں پہ بٹھاؤں گا

هر چند ستمگری ترا خوست
اگرچہ تیری عادت ظلم کرنا ہے
گیرم که دلت ز آهن و روست
میں نے فرض کیا کہ تیرا دل لوہے اور پیتل کا ہے

کم کن که جفا نه این نیکوست
جفا کم کر کہ یہ اچھا نہیں
آخر بسرم گذر کن ای دوست
اے دوست آخر میرے پاس آ

انگار که خاک آستانم
اور مجھے اپنے دروازہ کی خاک سمجھ

گفتم که چو کشتیم بزاری
میں نے کہا کہ جب تو نے مجھے بری طرح مارا
بر دل رقم وفا نگاری
دل پر وفا کا نقش جما

زان پس ره مرحمت سپاری
اس کے بعد اب رحم کر
تو خود سر وصل ما نداری
تجھے میرے وصل کا خیال تک نہیں

من عادت بخت خویش دانم
میں اپنی بخت کی عادت سے واقف ہوں

من از تو بجز وفا نجویم
میں تجھ سے وفا کے سوا کچھ اور نہیں مانگتا

بیرون ز گل وفا نبویم
وفا کے پھول کے سوا نہیں سونگھتا

الا رہ بندگی نپویم بندگی کے طریقہ کے سوا کوئی راستہ اختیار نہیں کرتا	اسرار تو پیش کس نگویم تیرا راز کسی اور کے سامنے بیان نہیں کرتا

اوصاف تو پیش کس نخوانم
تیرے اوصاف کسی کے سامنے بیان نہیں کرتا

گر غمزۂ تو زند بہ تیرم اگر تیرا غمزہ مجھ پر تیر چلائے	گر ترک فلک کند اسیرم اگر مریخ مجھے قید کرے
یکدم نبود ز تو گزیرم ایکدم بھی تیرے بغیر چارہ نہیں	من ترک وصال خود نگیرم میں تجھ سے خود جدائی نہ کرونگا

الّا بفراق جسم و جانم
ہاں جسم اور جان کی جدائی پر

گیرم نہ رہ وفا کشودیم میں نے فرض کیا کہ میں وفادار نہیں ہوں	نہ مہر بہ مہر مے فزودیم اور نہ محبت کو بڑھایا ہے
نہ بود مہر آنچہ مے نمودیم اور جو کچھ ظاہر کیا ویسا نہ تھا	آخر نہ من و تو دوست بودیم آخر میں اور تو دوست نہ تھے

عہد تو شکست و من ہمانم
تیرا اقرار ٹوٹ گیا اور میں وہی ہوں

گر سر ببرے بہ تیغ تیزم اگر تو تیز تلوار سے میرا سر اڑادے	از کوئے وفات بر نخیزم تیری وفا کے کوچہ سے کبھی نہ جاؤنگا
ور زانکہ کنند ریز ریزم اگر میرے ٹکڑے ٹکڑے بھی کردیں	من مہرۂ مہر تو نریزم میں تیری محبت کا مہرہ نہ ڈالونگا

الّا کہ بریزد استخوانم

گر یہ کہ میری ہڈیاں چور چور ہو جاویں

آنانکہ نشان عہد جویند

جو شخص اقرار کا پتہ ڈھونڈتے ہیں

جز راہ مزار من نپویند

میری قبر کی راہ کے سوا اور کسی طرف نہیں جاتے

خاک من زار چون ببویند

جب میری مٹی کو سونگھتے ہیں

گر نام تو بر سرم بگویند

اگر تیرا نام اس وقت لیتے ہیں

فریاد بر آید از روانم

میری روح سے فریاد پیدا ہوتی ہے

گر بگذردم بہ پیش خیلی

اگر معشوقوں کی جماعت پر میرا گذر ہو

ہر یک بصفا بہ از سہیلی

ان میں سے ہر ایک سہیل ستارہ سے صفائی میں زیادہ ہو

جز تو نہ کنم بغیر میلی

تیرے سوا کسی اور طرف مائل نہوں

مجنون نیم از ہوای لیلی

میں مجنوں نہیں ہوں کہ لیلے کے عوض

ملک عرب و عجم ستانم

عرب اور عجم کا ملک لے لوں

گشتم صنما در آرزویت

اے صنم تیری محبت میں پھرتا ہوں

آشفتہ و تیرہ دل چو مویت

تیرے بالوں کی طرح پریشان اور تیرہ دل

ہر چند نمے رسم بکویت

اگرچہ تیرے کوچہ میں پہنچ نہیں سکتا

شب نیست کہ از فراق رویت

کوئی رات ایسی نہیں گذرتی کہ تیری ہجر میں

زاری بہ فلک نمے رسانم

آسمان پر میری فریاد نہیں پہنچتی

ای وصل تو اصل شادمانی
تیرا وصل اصل خوشی کی جڑ ہے

دایم بمراد دل بمانی
ہمیشہ دلی مرادیں بجھے حاصل ہوں

باحافظ خود بگو عیانی
اپنے حافظ کو صاف صاف کہہ

ہر حکم کہ بر سرم برانی
ہر ایک حکم جو مجھ کو تو کرے

سہل ست ز خویشتن مرانم
اسکا بجا لانا آسان ہو مگر اپنے پاس سے مجھے دور نہ کر

فی الرباعیات

(۱) جز نقش تو در نظر نیاید مارا
تیرے تصور کے سوا میری نظر میں کچھ نہیں آتا

جز کوئے تو رہگذر نیاید مارا
تیرے کوچہ کے سوا اور کوئی میری رہگذر نہیں

(۲) خوش آمدہ خواب جملہ را در دیدہ
تمام لوگوں کی آنکھ میں نیند خوب آتی ہے

حقا کہ بچشم در نیاید مارا
سچ تو یہ ہے کہ میری آنکھ میں نہیں آتی

رباعیہ

برگیر شراب طرب انگیز و بیا
شراب لے اور عیش کر اور آ

پنہاں ز رقیب سفلہ بستیز و بیا
رقیب کمینہ سے پوشیدہ لڑکر جلدی آ

مشنو سخن خصم کہ بنشین و مرو
دشمن کی بات نہ سن کہ بیٹھ اور نہ جا

بشنو ز من ای نگار و برخیز و بیا
میری بات سن کہ اے معشوق اٹھ اور آ

(۱) تیرا ہی تصور ہے نظر میں میرے
تیری ہی گلی ہے رہگذر میں میرے

(۲) ہر آنکھ میں ہے نیند نہی میٹھی
بجز اسکے نہیں ہے چشم تر میں میرے

رباعیہ

روزیکہ فلک از تو بریدہ است مرا
جس دن سے آسمان نے مجھے تجھ سے جدا کر دیا ہے
کس بالب پرخندہ ندیداست مرا
کسی نے مجھے ہنستا ہوا نہیں دیکھا ؛
چندان غم ہجران تو بردل دارم
اس قدر تیرے ہجر کا غم میرے دل پر ہے ؛
من دانم و آنکہ آفریدہ است مرا
کہ میں جانتا ہوں یا جسنے مجھے پیدا کیا ہے جانتا ہے؛

رباعیہ

شاہا چو ترا بدانش و علم و سخا
اے بادشاہ تیری تعریف عقل اور علم اور سخاوت
آں مرد منم کہ می بستایم بسزا
کے متعلق میں ہی خوب کرتا ہوں؛
بدخواہ چہ کید کرد ناگہ کہ ازاں
بدخواہ نے کیا بات تجھے مکر کی کہی ہے کہ یکایک
امروز نکردہ خاطرت یاد مرا
تو نے مجھے آج یاد نہیں کیا؛

رباعیہ

با دوست نشیں و بادہ و جام طلب
دوست کے پاس بیٹھ کر شراب اور پیالہ طلب کر
بوس از لب آں سرو گل اندام طلب
اور گل اندام سرو قد کا بوسہ لے؛
مجروح چو راحت جراحت طلبد
زخمی زخم سے آرام چاہتا ہے؛
تو از سر زخم نیشش حجام طلب
تو زخم کے لئے نشتر طلب کر؛

رباعیہ

گفتم کہ مگر باتفاق اصحاب	(۱) در موسم گل ترک کنم بادۂ ناب
میں نے کہا کہ دوستوں کی اتفاق رائے سے	بہار کے موسم میں خالص شراب پینا چھوڑ دوں
بلبل ز چمن نعرہ زناں داد جواب	(۲) کائے بیخبر از فصل گل و ترک شراب
بلبل نے چمن سے نعرہ لگاتے ہوئے جواب دیا	کہ اے بے خبر موسم بہار ہو اور شراب ترک کرنا کیسی غفلت ہے

رباعیہ

اے قبلہ ہر کہ مقبل آمد کویت	روئے دل جملہ بختیاراں سویت
تیرا کوچہ ہر ایک شخص کا قبلہ ہے	تیرے چہرہ کی طرف تمام خوش نصیبوں کی توجہ ہے
امروز کسے گز تو بگرداند رو	فردا بکدام دیدہ بیند رویت
اگر آج کوئی تجھ سے منہ پھیر لے	کل کس آنکھ سے تجھے دیکھے گا

رباعیہ

اے سایۂ آفتاب زلف سیہت	شب پوش مہ دو ہفتہ طرف کلہت
تیری زلف آفتاب پر سایہ ڈالتی ہے	تیری کلاہ کا گوشہ چودھویں رات کے مہتاب کی تاریکی کو چھپاتا ہے
ای شام علمدار خط مشکینت	وے صبح جنیبت کش روئے چو مہت
تیرے خط مشکین کی علمدار شام ہے	اور صبح تیرے چہرہ کے آگے جو چاند کی طرح ہے آگے آگے چلتی ہے

رباعیہ

(۱) دل میں تھا اگر ہوں متفق سب احباب
ہرگز نہ پیونگا فصل گل میں بادۂ ناب
(۲) بلبل نے چمن میں نعرہ زن ہو کے کہا
غافل ہے تو فصل گل ہو اور ترک شراب

امروز کہ روز فرقت احباب ست
آج دوستوں سے جدا ہونے کا دن ہے،
نہ وقت نشاط و عیش با اصحاب ست
دوستوں سے عیش و عشرت کا وقت نہیں ہے
ہشیار ازاں نیم کہ می نیست مرا
اسواسطے ہشیار نہیں ہوں کہ میرے پاس شراب نہیں
مے ہست ولی حریف مے نایاب ست
شراب تو ہے مگر دوست نایاب ہے،

رباعیہ

آں ترک پری چہرہ کہ قصد جان داشت
وہ ترک پری چہرہ جو میری جان لینے کا ارادہ رکھتا ہے
مانند پری چہرہ ز من پنہاں داشت
پری کی طرح چہرہ پوشیدہ رکھتا ہے،
گفتم دہن تنگ تو گوئی ہیچ است
میں نے کہا کہ تو کہتا ہے کہ تیرا تنگ دہن کچھ نہیں
گفتا کہ ازیں ہیچ طمع نتواں داشت
جواب دیا کہ اس سے کچھ طمع نہیں کرنی چاہیئے

رباعیہ

با آنکہ دلم در غم عشقت خون ست
تیرے عشق کے غم میں میرا دل خون ہو گیا
حسن تو ز ادراک خرد بیرون است
تیرا حسن عقل کی سمجھ سے زیادہ ہے،
در زلف تو بیچارہ غریب ست دلم
میرا دل بے چارہ تیری زلف میں پھنسا ہے
یا رب کہ دراں شام غریبم چون است
اے خدا اس شام غریباں میں اس کا کیا حال ہے

رباعیہ

تو بدری و خورشید ترا بندہ شدہ ست
تو ماہ کامل ہے اور آفتاب تیرا بندہ ہے
(۱) تابندہ تو شدہ است تابندہ شدہ است
جب سے تیرا بندہ ہوا اسی روز سے تاباں ہوا

(۱) تو بدر ہے خورشید ترا بندہ ہے؛ جب سے کہ ترا بندہ ہے تابندہ ہے

زاں روئے کہ از شعاع روئے مہ تو اس کی وجہ یہ ہے کہ تیرے چہرہ کی روشنی سے	(۱)	خورشید منیر و ماہ تابندہ شدہ است آفتاب روشن اور چاند چمکنے والا ہوا۔

رباعیہ

تا مرغ دلم فتادہ در دام غمت جب سے میرا مرغ دل تیرے غم کے جال میں پھنسا	(۲)	بر گردن دل شدہ است صمصام غمت دل کی گردن پر غم کی تلوار ہے۔
از شربت جام دہر بیزار شدم زمانہ کے پیالہ کی شربت سے بیزار ہوں	(۳)	تا خون جگر میخورم از جام غمت جب سے تیرے غم کے پیالے سے خون جگر پیتا ہوں

رباعیہ

چون چنگ سر زلف توام در چنگ است چنگ کی طرح تیری زلف میرے پنجہ میں ہے	ہر لحظہ دلم را بہ لبت آہنگ است میرا دل ہر لحظہ تیرے لب کی خواہش کرتا ہے
شد پستہ تنگ تو دلم را روزے تیرا تنگ دہن میرے دل کا نصیب ہوا۔	یارب دل خستہ چہ روزئے تنگ است اے خدا اس کی روزی کیسے تنگ ہے۔

رباعیہ

در کوی تو بیگانہ تر از ما کس نیست تیرے کوچہ میں مجھ سے زیادہ بے گھر کوئی نہیں	نزدیک تو بیگانہ تر از ما کس نیست تیرے نزدیک مجھ سے زیادہ کوئی بیگانہ نہیں

۱	تیرے رخ تاباں کی جھلک سے مہ و مہر	و	تابندہ و فلک پر ہے درخشندہ ہے
۲	مرغ دل جب سے ہوا نخچیر غم	ہ	گردن دل پر چلی شمشیر غم
۳	شربت دنیا سے میں بیزار ہوں	و	پینے کو خون جگر ہے شیر غم

زاں روے کہ دیوانہ تراز ما کس نیست		در سلسلۂ طنابت آویختہ ام
اس لیے کہ مجھ سے کوئی دیوانہ نہیں ہے		تیری زلف کی زنجیر میں گرفتار ہوں

رباعیہ

بیچارہ دلم بوصل او مشتاق است	(۱)	در شوخی و دلبری بت من طاق است
میرا غریب دل اس کے وصل کا مشتاق ہے		میرا معشوق شوخی اور دلبری میں طاق ہے
شیریں سخن و ظریف و سیمیں ساق است	(۲)	پستہ دہن و لالہ رخ و سیمیں تن
میٹھی میٹھی باتیں کرتا ہے خوش طبع ہے سیم ساق ہے		پستہ دہن اور لالہ رخ اور سیمیں بدن ہے

رباعیہ

خاصیت روزگار فانی اینست	(۳)	می نوش کہ عمر جاودانی اینست
دنیا فانی کی یہی خاصیت ہے		شراب پی کہ یہی ہمیشہ کی زندگی ہے
خوش باش دمی کہ زندگانی اینست	(۴)	ہنگام گل و لالہ و یاراں سرمست
کوئی دم خوشی سے بسر کر زندگانی یہی ہے		موسم بہار اور لالہ اور دوست مست

رباعیہ

خواہم کہ قدمہاے خیالت بصبوح		اے روے تو در لطافت آئینہ روح
چاہتا ہوں کہ تیرے خیال کے قدم کو		اے معشوق تیرا چہرہ لطافت میں روح کا آئینہ ہے

دل میرا بے چارہ اس کے وصل کا مشتاق ہے	۱	دلربائی اور شوخی میں میرا بت طاق ہے
خوش طبع شیریں سخن ہے اور سیمیں ساق ہے	۲	لالہ رخ ہے اور سیمیں تن ہے وہ غنچہ دہن
خاصیت روزگار فانی یہ ہے	۳	تو مے پی کہ عمر جاودانی یہ ہے
خوش رہ تو ہمیشہ زندگانی یہ ہے	۴	ہے مست میں موسم بہار میں یار

در دیدہ کشم ولے ز خار مژہ ام
آنکھ پہ رکھوں لیکن مژگاں کے کانٹوں سے

ترسم کہ شود پائے خیالت مجروح
ڈرتا ہوں کہ تیرے خیال کا پاؤں زخمی نہ ہو

رباعیہ

اول بوفا جام وصالم در داد
پہلے پہلے وفا سے وصال کا جام پلایا

چوں مست شدم دام جفا را سر داد
جب میں مست ہو گیا تو جفا کا جال پھیلایا

با آب دو دیدہ پر ز آتش دل
دونوں آنکھوں کے پانی سے دلکی آگ کے ساتھ

خاک رہ او شدم بباد م در داد
اپنے راستہ کی خاک بنا کر مجھے برباد کر دیا

رباعیہ

اے گل ز بر ہمنفسے می آید
اے گل تیرے پہلو سے ہمنفس آتا ہے

شادی بدلم از و بسے می آید
اسے دیکھ کر میرا دل بہت خوش ہوا۔

پیوستہ از آں روئے کنم ہمدمیش
تیرے چہرہ کے ساتھ ہمیشہ اس کو ہمدم بنا رکھوں

کز بوئے ویم بوئی کسے می آید
کہ اسکی بو سے کسی کی بو آتی ہے

رباعیہ

بردار دل از مادر دہر اے فرزند
اے بیٹا دہر کی ماں سے اپنا دل ہٹا لو

با نصف آخیر شوہرش در پیوند
اس کے شوہر کے نصف اخیر سے پیوند ہو

اے قلب بدانی اینچنیں نقادے
اے قلب اس طرح نکتہ چینی تو بھی جان لیگا

چوں حافظ اگر شوی بہوش خرسند
اگر تو حافظ کی طرح اس کی بو سے خوش ہو جائے

رباعیہ

بایار کسے دست در آغوش نکرد
کسی نے یار کو آغوش میں نہیں لیا،
بی زر بت شوخ دیدہ ہرگز سخنم
بغیر زر کے شوخ دیدہ بت نے میری بات پر

تا ترک زر و سیم و دل و ہوش نکرد
جب تک چاندی سونے اور دل اور ہوش کو ترک کیا
باآنکہ چو گوہرست در گوش نکرد
باوجودیکہ گوہر ہے کان نہ دھرا،

رباعیہ

بامردم نیک بد نمی باید بود
نیک آدمی کے ساتھ برا آدمی نہ ہونا چاہیئے
مفتون معاش خود نمی باید شد
اپنے روزی پر فریفتہ نہ ہونا چاہیئے

در بادیہ دیو و دد نمے باید بود
دیو اور حیوانوں کے جنگل میں نہ جانا چاہیئے،
مغرور بعقل خود نمے باید بود
اپنی عقل پر مغرور نہ ہونا چاہیئے

رباعیہ

بامی بکنار جوئے می باید بود
شراب لے کر ندی کے کنارہ جانا چاہیئے،
چون عمر گرانمایہ ما دہ روز است
جب ہماری عمر دس روزہ ہے،

وز غصہ کنارہ جوئے می باید بود
اور غصہ سے کنارہ کرنا چاہیئے،
خندان لب و تازہ روئے می باید بود
خندہ رو اور ہنس مکھ رہنا چاہیئے۔

رباعیہ

تا حکم قضاے آسمانی باشد	کارِ تو ہمیشہ شادمانی باشد
اگر تقدیر کا حکم ہی اس طرح ہے	تیرا کام ہمیشہ خوشی ہوگا
گر جام می ز دست تو نوش کنم	سرمایۂ عمر جاودانی باشد
اگر تیرے ہاتھ سے شراب کا پیالہ پی لوں	تو ہمیشہ کی زندگی کا سرمایہ ہو جاوے

رباعیہ

چوں غنچۂ گل قرابہ پرداز شود	نرگس بہواے می قدح ساز شود
بہار میں غنچہ کی طرح گل قرابہ پرداز ہوتا ہے	نرگس شراب کی خواہش میں پیالہ بناتی ہے
خرم دل آں کسی کہ مانند حباب	ہم بر در میخانہ سرافراز شود
وہ دل خوش ہے کہ حباب کی طرح	شراب خانہ کے دروازہ پر سرفراز ہوتا ہے

رباعیہ

جاں در خم زلف یار جای طلبید	وز بند بلا گرہ گشائی طلبید
جان زلفِ یار کے پیچ میں جگہ ڈھونڈتی ہے	بلا کی قید سے رہائی طلب کرتی ہے
جان پیشکش ابرو جاناں کردم	چوں حاجب و لعل بہائی طلبید
دوست کے ابرو کے سامنے جان پیشکش کی	جب اس کے حاجب نے لعل بہا طلب کیا

رباعیہ

خطت لبِ ابر پردہ مہ میگردد	بازار تکبرت تبہ میگردد
تیرے چاند سے چہرہ پر خط پیدا ہو رہا ہے	تیرے تکبر کا بازار تباہ ہو رہا ہے

مارا خجل و دروغ زن میگفتی مجھے تو شرمندہ اور جھوٹا کہا کرتا تھا	پیداست کہ روئی کہ سیہ میگردد اب تو معلوم ہو گیا کہ کس کا منہ کالا ہے

رباعیہ

خوبان جہاں صید تواں کرد بزر دنیا کے معشوق زر سے شکار کر سکتے ہیں	خوش خوش بر ایشاں تواں خورد بزر اور خوشی خوشی ان سے فائدہ حاصل کر سکتے ہیں
نرگس کہ کلہدار جہان ست ببیں نرگس جو جہان کی کلہ دار ہے دیکھ	کاں نیز چگونہ سر برآورد بزر کہ کس طرح زر سے سر اٹھاتی ہے

رباعیہ

راہ طلب تو خار غمہا دارد تیری طلب کی راہ میں غم کے کانٹے ہیں	کو راہ روے کہ ایں قدمہا دارد وہ مسافر کون ہے کہ یہ قدم رکھتا ہے
دانی تو کہ روشناس عقل ست آں کو تو جانتا ہے کہ عقل کا روشناس وہ کون ہے	بر چہرۂ جان چراغ غمہا دارد جو جان کے چہرہ پر غم کا چراغ روشن کرتا ہو

رباعیہ

روزی کہ فراق از تو دورم سازد جسدن ہجر مجھے تجھ سے دور کرے گا	در ہجر رخ تو ناصبورم سازد ہجر میں تیرا چہرہ مجھے بیتاب کردے گا
گر چشم بروئے دگرے باز کنم اگر آنکھ کسی اور چہرہ پر کھولوں	حق نمک حسن تو کورم سازد تیرے حسن کا حق نمک (ملاحت) مجھ اندھا کردے

رباعیہ

زاں بادۂ دیرینۂ دہقاں پرورد
وہ پرانی شراب جس کو دہقان نے بنایا ہے
مستم کن و بیخبر ز احوال جہاں
مجھے مست بنا دے اور دنیا کے حال سے بیخبر

دردہ کہ بساط عمر طے خواہم کرد
دے دے کہ بساط ۔ طے کرونگا
تا سر جہاں بگویمت ای سرہ مرد
کہ جہان کا راز ہے اے نیک دل بتاؤں

رباعیہ

شیریں دہناں عہد بپایاں نبرند
شیریں دہن اقرار کو پورا نہیں کرتے
معشوق چو بر مراد و رائے تو بود
جب معشوق تیری مراد اور رائے کے موافق ہو

صاحب نظراں ز عاشقی جاں نبرند
اور صاحب نظر عاشقی سے جان سلامت نہیں لے جاتے
نام تو میان عشقبازاں نبرند
تیرا نام عشقبازوں میں نہیں لیں گے

رباعیہ

گویند کسانیکہ ز مے پرہیزند
کہتے ہیں کہ وہ لوگ جو شراب سے پرہیز کرتے ہیں
ما با مے و معشوق از ینیم مدام
میں شراب اور معشوق کے ساتھ اسلیئے ہمیشہ رہتا ہوں

زانساں کہ بمیرند چناں برخیزند
جس طرح مرتے ہیں پھر اسی طرح اٹھیں گے
تا بو کہ ز خاک ما چناں انگیزند
تا کہ قبر سے اسی طرح اٹھوں

رباعیہ

من بندۂ آں کسم کہ شوقے دارد
میں اس کا غلام ہوں جو شوق رکھتا ہے

بر گردن خود ز عشق طوقے دارد
اور اس کی گردن میں عشق کا طوق ہے

تو لذت عشق و عاشقی کے دانی
تجھے عشق اور عاشقی کی لذت کیا معلوم

ایں بادہ کسے خورد کہ ذوقے دارد
یہ شراب وہ پیتا ہے جو ذوق رکھتا ہے

رباعیہ

نہ دولت دنیا بہ ستم می ارزد
نہ تو دنیا کی دولت ستم سے حاصل ہوتی ہے

نہ لذت ہستی بہ الم مے ارزد
اور نہ زندگی کی لذت الم سے حاصل ہوتی ہے

نہ ہفت ہزار سال شادی جہاں
اور نہ سات ہزار سال دنیا کی خوشی

با محنت پنجروز غم مے ارزد
پنجروزہ محنت غم کے عوض حاصل ہوتی ہے

رباعیہ

وقت ست کہ مستان بطرب برخیزند
اب وقت ہے کہ مست خوشی منائیں

واندر مے و معشوق و رباب آویزند
اور شراب اور معشوق اور رباب سے لپٹ جائیں

یکچند تقاص عمر فانی شدہ را
عمر فانی کے عوض کچھ عرصہ

در جام و قدح خون صراحی ریزند
جام اور پیالہ میں صراحی کا خون ڈالیں

رباعیہ

ہجرت کہ بجان من درویش آمد
تیرا وہ ہجر جو مجھ درویش کے سامنے آیا

گوئے نمکے بر جگر ریش آمد
گویا نمک زخمی جگر پر چھڑکا گیا!

می ترسیدم کز تو شوم روزی دور
ڈرتا تھا کہ چند روز تجھ سے دور رہونگا

دیدی کہ ہماں روز بدم پیش آمد
آخر دیکھا کہ وہی بد روز میرے پیش آیا

رباعیہ

ہم خاطر تو بر من غمناک افتد
تیری توجہ میرے غمگین دل پر ہو

کز مہر ضیا بر خس و خاشاک افتد
کیونکہ آفتاب کی روشنی گھاس اور تنکوں پر پڑتی ہے

گر خاک رہت شوم مزن بر من بانگ
اگر تیرے دروازہ کی خاک ہو جاؤں تو ناراض ہو کر مت چلا

حیف ست کہ آواز تو بر خاک افتد
افسوس ہے کہ تیری آواز خاک پر گرے

رباعیہ

ہر دوست کہ دم زد ز وفا دشمن شد
جس کسی دوست نے وفا کا دم مارا دشمن بن گیا

ہر راہروے کہ بود تر دامن شد
ہر ایک مسافر تر دامن (گنہگار) ہو گیا

گویند شب آبستن غیب ست بروز
کہتے ہیں کہ رات کو دن کا حمل ہے

چوں مرد ندید از کہ آبستن شد
جب مرد کو نہیں دیکھا کس طرح حاملہ ہوئی

رباعیہ

یا کار بکام دل مجروح شود
یا تو کام زخمی دل کے موافق ہو

یا مرغ دلم بر فلک روح شود
یا مرغ دل عالم ارواح میں پرواز کرے

امید من آن ست بدرگاہ خدا
خدا کی درگاہ سے یہ امید ہے

کابواب سعادت ہمہ مفتوح شود
کہ سعادت کے دروازے تمام کھل جاویں گے

رباعیہ

یاری چونکرد بخت شوریدہ چہ سود
جب شوریدہ بخت نے موافقت نہ کی کیا فایدہ
آں مردم دیدہ بود کز دیدہ برفت
وہ آنکھ کا نور تھا جو آنکھوں سے چلا گیا
شادی چو ندید این دل غمدیدہ چہ سود
جب اس غمگین دل نے خوشی نہ دیکھی کیا حاصل
چوں مردم دیدہ نیست در دیدہ چہ سود
جب آنکھ کی پتلی نہیں تو آنکھ کا کیا فائدہ

رباعیہ

ایام شباب ست شراب اولے تر
جوانی کے دن میں شراب ہی سب سے بہتر ہے
عالم ہمہ سربسر خراب ست و خراب
تمام دنیا برباد اور خراب ہے
ہر غمزدہ مست و خراب اولے تر
ہر ایک غمگین مست اور خراب ہی بہتر ہے
در جائے خراب ہم خراب اولے تر
اس بری جگہ میں خراب و بدمست ہی اچھا

رباعیہ

سیلاب گرفت گرد ویرانہ عمر
عمر کے ویرانہ میں سیلاب آ گیا ہے
بیدار شو ای خواجہ کہ خوش خوش بکشد
اے خواجہ بیدار ہو کہ خوشی خوشی تیری عمر کے
آغاز پری نہاد پیمانہ عمر
عمر کا پیمانہ لبریز ہونے کو ہے
حمّال زمانہ رخت از خانہ عمر
گھر سے زمانہ کا مزدور اسباب اٹھا کر لئے جا رہا ہے

رباعیہ

درشباش آویختیم از روئے نیاز	گفتم من سودازدہ را چارہ لباز
میں نے عاجزی سے اس کی زلف میں ہاتھ ڈالا	اور کہا کہ اس دیوانہ کا علاج کر
گفتا کہ لبم بگیر و زلفم بگذار	درعیش خوش آویزنہ در عمر دراز
کہا کہ میری لب پکڑلے اور زلف چھوڑ دے	خوشی کے عیش کو حاصل کر عمر دراز کو نہ ڈھونڈ

رباعیہ

دوش از غم تو دمی نخفتم تا روز	یاقوت بنوک مژہ سفتم تا روز
کل تیرے ہجر میں ایکدم نہ سویا صبح ہونے تک	مژگاں کی نوک سے پروتے آنسو (یاقوت) پروتا رہا
دردت کہ بکس نمی توانم گفتن	ہم با دل خویشتن بگفتم تا روز
تیرا درد جو کسی سے بیان نہیں کر سکتا	اپنے دل سے تمام رن کہتا رہا

رباعیہ

مردی ز کنندۂ درخیبر پرس	اسرار کرم زخواجہ قنبر پرس
خیبر کے دروازہ کو اکھاڑنے والے سے مردانگی پوچھ	اور قنبر کے مالک سے سخاوت کے راز پوچھ
گر تشنہ فیض رحمتی اے حافظ	سرچشمہ آں زساقی کوثر پرس
اے حافظ اگر رحمت کے فیض کا پیاسہ ہے	ساقی کوثر سے اس کا سرچشمہ پوچھ

رباعیہ

ای دوست دل از جفای دشمن درکش	باراۓ نکو شراب روشن درکش
اے دوست دشمن کی جفا پر صبر کر	نیک مشورہ یہی ہے کہ روشن شراب پی

با روی نکو گوی گریبان بکشائی | وز نا اہلان تمام دامن درکش
خوبصورت کے ساتھ مطلب حاصل کر | اور نااہلوں سے اپنا دامن بچائے

رباعیہ

چشم تو که سحر بابل ست استادش | حقا که فسونها زود از یادش
بابل کا جادو تیری آنکھ کا استاد ہے | سچ تو یہ ہے کہ کوئی جادو اسے نہیں بھولتا
آن زلف که گرد حلقه در گوش جمال | آویزه زد ز نظم حافظ بادش
وہ زلف جو حسن کے کانوں کے گرد ہے | حافظ کی نظم کے موتی میں آویزاں ہو

رباعیہ

بنگر چمن جمال فرخنده گل | که گریه ابر بین وگه خنده گل
گل شگفتہ کے حسن کے باغ کو دیکھ | کبھی بادل کا رونا اور کبھی گل کا ہنسنا دیکھ
سرو ار چه بآزادی خود مے نازد | از راستیے که داشت شد بنده گل
سرو اگرچہ اپنی آزادی پر ناز کرتا ہے | لیکن اس راستی کے باعث گل کا بندہ ہو گیا ہے

رباعیہ

چوں جامه ز تن بر کشد آن مشکین خال | حقا که نظیر خود ندارد بمثال
جب وہ سیاہ خال والا جسم کے کپڑے اتارتا ہے | سچ تو یہ ہے کہ اسکا نظیر کہیں نہیں ملتا
در سینه دلش ز نازکی بتوان دید | مانند سنگریزه در آب زلال
اس قدر نازک ہے کہ اس کے سینہ میں دل | اس طرح نظر آتا ہے جس طرح صاف پانی میں سنگریزہ

رباعیہ

هرگز نکنی یاد من ای شمع چگل
اے چگل کی شمع تو مجھے بالکل یاد نہیں کرتا
دردے کہ من از غم تو دارم در دل
وہ درد جو تیرے غم سے میرے دل میں ہے

نزد من اگرچہ ہست کارے مشکل
اگرچہ میرے نزدیک یہ سخت مشکل کام ہے
دل داند و من دانم و من دانم و دل
میرا دل جانتا ہے اور میں جانتا ہوں اور میرا دل

رباعیہ

از یار وفا کہ دید تا من بینم
یار کس کے ساتھ وفا کرتا ہے کہ میرے ساتھ کریگا
تو عمر منی و بیوفائی چہ کنم
تو میری عمر ہے اور بے وفا ہے کیا کروں

راحت ز جفا کہ دید تا من بینم
جفا سے آرام کس کو ملا کہ مجھے ملے گا
از عمر وفا کہ دید تا من بینم
عمر نے کس سے وفا کی ہے کہ میرے ساتھ کریگی

رباعیہ

آں بہ کہ ز جام بادہ دل شاد کنیم
بہتر یہ ہے کہ شراب کے پیالہ سے دل خوش کریں
ویں عاریتی روان زندانی ما
یہ جان جو عاریتاً ہمارے پاس قید ہے

وز آرزو گذشتہ کم یاد کنیم
اور گئی گذری آرزو یاد نہ کریں
یک لحظہ ز بند عقل آزاد کنیم
عقل کی قید سے ایک لحظہ آزاد کریں

رباعیہ

آواز پر مرغ طرب مے شنوم
طرب کے مرغ کے پروں کی آواز سنتا ہوں
یا نفحہ گلزار ادب مے شنوم
یا ادب کے باغ کی خوشبو سونگھتا ہوں
یا باد حدیث زلبش میگوید
یا ہوا تیرے لب کی باتیں بیان کرتی ہے
القصہ حکایتے عجب مے شنوم
القصہ عجب حکایت سن رہا ہوں

رباعیہ

در ہجر تو من ز شمع افزوں گریم
میں تیرے ہجر میں شمع سے زیادہ روتا ہوں
مانند صراحی اشک گلگوں گریم
صراحی کی طرح لہو کے آنسو روتا ہوں
چوں ساغر بادہ ام کہ از دلتنگی
شراب کے پیالہ کی طرح ہوں کہ دلتنگی سے
چوں نالۂ چنگ شنوم خوں گریم
جب چنگ کا نالہ سنتا ہوں خون روتا ہوں

رباعیہ

جاناں چو شبے با تو بروز آوردم
اے محبوب اگر تیرے ساتھ ایک رات بسر کروں
گر بے تو دمے بر آوردم نا مردم
اگر تیرے بغیر کوئی دم رہوں تو نامرد ہوں
از مرگ نترسم پس ازیں کاب حیات
موت سے اس کے بعد نہیں ڈرتا کہ آبحیات
از چشمۂ نوش آبدارت خوردم
تیرے لب جان بخش سے پیا ہے

رباعیہ

در آرزو بوس و کنارت مردم
بوس و کنار کی خواہش میں مر گیا
در حسرت لعل آبدارت مردم
تیرے لب لعل کی حسرت میں مر گیا

چوں بادہ زغم چہ بائدت جوشیدن
شراب کی طرح غم سے کیا جوش کرنا چاہیئے
بالشکر غم چہ بائدت کوشیدن
غم کے لشکر سے کیا لڑنا ضرور ہے!
سبزست سرت بادہ ازاں دُور مدار
تیرا سر سبز ہے اس سے شراب دُور نہ کر
مے بر سر سبزہ خوش بود نوشیدن
سبزہ پر شراب پینی چاہیئے!

رباعیہ

اے شرم زدہ غنچہ مستور از تو
اے معشوق پردہ میں بیٹھنے والی کلی تجھ سے شرمندہ ہے
حیران و خجل نرگس مخمور از تو
نرگس مخمور تجھ سے خجل اور حیران ہے
گل با تو برابری کجا آرد کرد
گل تیری برابری کس طرح کر سکتا ہے؟
کو نور ز مہ دارد و مہ نور از تو
کہ اس کا نور چاند سے ہے اور چاند کا نور تجھ سے ہے

رباعیہ

اے رائے تو صحرائے اہل پیمودن
تیری رائے اہل کا صحرا پیمائش کرتی ہے
تا چند بر آفتاب گل اندودن
کب تک آفتاب پر خاک دھول ملا لیگا
گر در دہن شیر شوی بہر طمع
اگر طمع کیواسطے شیر کے منہ میں جائیگا
آخر نہ شکار گور خواہی بودن
آخر کار گور (قبر) کا شکار ہوگا۔

رباعیہ

چشمت کہ فریب رنگ مے بار دازو
تیری آنکھ کہ اس سے فریب اور مکر ظاہر ہوتا ہے
زنہار کہ تیغ جنگ مے بار دازو
خبردار اس سے جنگ کی تلوار چمکتی ہے!

بس زود ملول گشتی از ہمنفساں	آہ از دل تو کہ سنگ مے بار دازو
جلدی دوستوں سے رنجیدہ ہو گیا	افسوس تیرے دل پر کہ جس سے پتھر برستے ہیں

رباعیہ

آں باز طرب شکار در دستم نہ	آں ساغر چوں نگار در دستم نہ
وہ باز جو طرب کا شکار کرتا ہے میرے ہاتھ پر رکھ	وہ پیالہ معشوق کی طرح میرے ہاتھ پر رکھ
آں زلف چو زنجیر کہ پیچد بخود	دیوانہ شدم بیار و در دستم نہ
وہ زلف جو زنجیر کی طرح بل کھاتی ہے	میں دیوانہ ہو گیا اسے لا اور میرے ہاتھ پر رکھ

رباعیہ

اے کاش کہ بخت سازگاری کردی	یا چرخ زمانہ باز یاری کردی
کاش میرا بخت میرے موافق ہوتا	یا زمانہ باز آسمان میرا دوست ہوتا
از دست جوانیم چو بربود عناں	پیری چو رکاب پائداری کردی
جب میرے ہاتھ سے میری جوانی نکل گئی	بوڑھاپا ہی رکاب کی طرح پائدار ہوتا

رباعیہ

با شاہد شوخ و شنگ و با بربط و نے	کنجی و کبابے و یکے شیشہ مے
معشوق شوخ اور بربط اور بانسری کے ساتھ	ایک کونہ اور کباب اور شراب کا ایک شیشہ
چوں گرم شود ز بادہ ما را رگ و پے	منت نبرم بیک جو از حاتم طے
جب شراب سے میرا رگ و ریشہ گرم ہو	تو ایک جو کے برابر حاتم طائی کا احسان نہ اٹھاؤں

رباعیہ

گل را دیدم نشستہ بر تخت شہی
شمع نے گل کو دیکھا کہ شاہی کے تخت پر بیٹھا ہوا تھا
من طفلم و بیگنہ مرا مے سوزند
میں بچہ ہوں اور بے گناہ ہوں مجھے جلاتے ہیں

گفتا بشنو راستی ار مرد رہی
کہا کہ سچ بتاتا ہوں سن اگر تو راستہ کا مرد ہے
ای وائے بتو کہ پیر و پر گنہی
تجھ پر افسوس کہ تو بوڑھا ہے اور گناہ سے پر ہے

رباعیہ

گل گفت اگر دستگہی داشتمی
گل نے کہا کہ اگر میرا اختیار ہوتا
با بیگنہی مرا چنیں مے سوزند
گناہ کے بغیر مجھے اس قدر جلاتے ہیں

بگریختمی اگر رہے داشتمی
راستہ ملتا تو بھاگ جاتا
اے وائے من گر گنہے داشتمی
افسوس ہے اگر گناہ کرتا تو کیا ہوتا

رباعیہ

گر ہمچو من افتادۂ این دام شوی
اگر مجھ جیسے بیچارہ کی طرح اس جال میں پھنستا
ما عاشق و رند و مست عالم سوزیم
میں عاشق اور رند اور مست عالم سوز ہوں

اے بس کہ خراب بادہ و جام شوی
شراب اور پیالہ کے پیچھے بہت خراب ہوتا
با ما منشین و گرنہ بدنام شوی
میرے پاس نہ بیٹھ ورنہ بدنام ہوگا

رباعیہ

حافظ ورق سخن در آئی طی کن
اے حافظ بہت باتیں نہ بنا
خاموش نشیں کہ وقت خاموشی تست
چپکا بیٹھ رہ کہ تیری خاموشی کا وقت ہے

وین خامہ تزویر ریائی پی کن
اس مکرئے قلم کو چھوڑ دے
دم درکش و جام بادہ را پر می کن
چپ رہ اور شراب کا پیالہ بھر دے

آن غزلہا و قصاید کہ در اکثر نسخ نبود و در بعض
وہ غزلیں اور قصیدے جو اکثر نسخوں میں نہیں ملے اور بعض میں
یافتہ شد داخل کتاب نکردہ علیحدہ نوشتہ آمد
پائے گئے کتاب میں داخل نہیں کئے علیحدہ تحریر کیے گئے

الغیاث اے مایہ جان الغیاث
فریاد ہے اے جان کی پونجی فریاد ہے
ما ہمی لیسیم لب از تشنگی
ہم پیاسے لب چوس رہے ہیں اور
وہ کجا شد شربت دیدار تو
افسوس تیرے دیدار کا شربت کہاں گیا
ما ز گریہ غرق در خون گشتہ ایم
ہم بہت رونے کی وجہ سے خون میں غرق ہیں
غمزۂ شوخ تو از راہ اجل
تیرا شوخ غمزہ موت کی راہ سے
از خدنگ ناوک مژگان تو
تیری مژگان کے تیر اور خدنگ سے

کفر زلفت برد ایمان الغیاث
تیری زلف کا کفر ایمان لے گئی فریاد ہے
در لبانت آب حیوان الغیاث
تیرے ہونٹوں میں آب حیات ہے فریاد ہے
میکشد تلخی ہجران الغیاث
جدائی کی کڑواہٹ مارے ڈالتی ہے فریاد ہے
لعل تو پیوستہ خندان الغیاث
تیرا لب ہمیشہ ہنسنے والا ہے فریاد ہے
میزند در دیدہ پیکان الغیاث
میری آنکھوں میں تیر مار رہا ہے فریاد ہے
زخمہا افتادہ در جان الغیاث
جان میں زخم پڑ گئے ہیں فریاد ہے

چوں دو زلفت کرد سر گرداں مرا
تیری دونوں زلفوں کی طرح مجھے سرگردان کر دیا

ہمچو گوئے از زخم چوگانِ فلک
گیند کی طرح آسمان کے بلّے کے زخم سے

پیچشِ زلف تو در جانم فتاد
تیری زلف کے پیچ نے میری جان میں اثر کیا

چشم بیمارت مرا بیمار کرد
تیری بیمار آنکھ نے مجھ کو بیمار کیا

گردش گردون گرداں الغیاث
اس گھرنے والے آسمان کی گردش ہے فریاد ہے

ہر طرف گشتیم غلطاں الغیاث
ہر طرف لوٹتا پھرتا ہوں فریاد ہے

رشتہ تن گشت پیچاں الغیاث
تن کا رشتہ پیچ کھانے والا ہوا فریاد ہے

جز لبانت نیست درماں الغیاث
تیرے لبوں کے سوا علاج نہیں ہے فریاد ہے

باطناب زلف حافظ را بکش
زلف کی طناب کے ذریعے سے حافظ کو کھینچ

ماندہ در چاہ زنخداں الغیاث
چاہ زنخداں میں گر گیا ہے فریاد ہے

باز مرا ہوائے آں گل رعناست الغیاث
پھر مجھ کو اس خوشنما گل کا عشق ہے فریاد ہے

آں دل کہ کنج عافیتے برگزیدہ بود
وہ دل کہ اسنے عافیت کا گوشہ اختیار کیا تھا

صوفی کہ جام صاف دمادم ہمی کشد
صوفی کہ صاف جام ہر وقت پیتا ہے

عارف کہ غرق بود بناموس و ننگ و نام
عارف کہ ناموری اور ننگ و ناموس میں غرق تھا

دیگر دلم رسیدہ و شیداست الغیاث
دوسری بار میرا دل بیقرار اور دیوانہ ہے فریاد ہے

ایں دم بعزم درد و بلاہاست الغیاث
اس وقت درد اور بلاؤں کے ارادے پر ہے فریاد ہے

حیران کوئے او شدہ رسواست الغیاث
اسکی گلی میں پریشان اور خراب ہے فریاد ہے

افتادہ در ملامت سوداست الغیاث
عشق کی ملامت میں گرفتار ہے فریاد ہے

از جان زار حافظ و سرگشتگان شوق

حافظ کی عاجز جان اور شوق کے پریشانوں کے

فریاد و شور و ولوله برخاست الغیاث

فریاد اور شور اور واویلا بلند ہوئی فریاد ہے

از من سوخته آں یار نمی پرسد ہیچ

مجھ جلے ہوئے سے وہ یار کچھ نہیں پوچھتا ہے

خبری زین دل افگار نمی پرسد ہیچ

اور اس زخمی دل کا کچھ حال نہیں پوچھتا ہے

او طبیب من و من خسته و بیمار غمش

وہ میرا طبیب ہے اور میں اس کے غم کا خستہ اور بیمار ہوں

چه طبیبی ست که بیمار نمی پرسد ہیچ

کیا طبیب ہے کہ بیمار کا کچھ حال نہیں پوچھتا ہے

دی طبیبی بسرم آمد و احوالم دید

کل طبیب میرے سرہانے آیا اور میرا احوال دیکھ کر

گفت چون ست ترا یار نمی پرسد ہیچ

کہنے لگا کہ کیا وجہ ہے کہ یار تجھے نہیں پوچھتا ہے

گفتمش بخت من و طالع شوریده من

میں نے اس کو کہا کہ نصیب اور پریشان ستارہ میرا

خفته می بینم و بیدار نمی پرسد ہیچ

سوتا دیکھتا ہوں اور جاگتا کچھ نہیں پوچھتا ہے

جانم از فرقت رویش بلب آمد صد بار

میری جان اس کی رخ کی جدائی میں سو بار لب آئی

که ازین دل شده آں یار نمی پرسد ہیچ

کیونکہ وہ یار مطلق اس دل گئے ہوئے کا حال نہیں پوچھتا ہے

دوش در خواب چو من ماه رخ او دیدم

کل رات میں نے اسکے چاند سے مکھڑے کو خواب میں دیکھا

گفت گاه گاه ترا یار نمی پرسد ہیچ

سنے کہا کسی وقت بھی یار تیرا احوال نہیں پوچھتا ہے

ای طبیب ازلی یک نظری کن ما را

اے طبیب ازلی ایک نظر میری طرف کر

حافظ سوخته را یار نمی پرسد ہیچ

کیونکہ حافظ سوختہ کو یار مطلق نہیں پوچھتا ہے

۱
مرغ دلم طائریست قدسی عرش آشیاں
مرغ دل مقدس طائر ہے جسکا گھونسلہ عرش ہے
از قفس تن ملول سیر شدہ از جہاں
تن کے پنجرہ سے ملول اور دنیا سے بیزار ہوگیا

۲
از در این خاکداں چوں بپرد مرغ ما
اس خاکدان کے دروازہ (جسم) سے جب میرا مرغ روح اڑیگا
باز نشیمن کند بر سر آں آشیاں
پھر اسی گھونسلہ میں اپنا ٹھکانہ کرے گا

۳
چوں بپرد زیں جہاں سدرہ بود جائے او
جب اس جہان سے اڑیگا تو سدرہ اسکی جگہ ہے
تکیہ گہ باز ما کنگرہ عرش داں
میرے باز کا مقام عرش کا کنگرہ سمجھ

۴
سایۂ دولت فتد بر سر عالم بسے
دولت کا سایہ دنیا پر بہت ہو
گر بزند مرغ ما بال و پری در جہاں
اگر میرا مرغ (روح) اپنے پر اور بازو پھیلائے

۵
در دو جہانش مکان نیست کہ ارکانیست
اس کا مکان دونوں جہانوں میں نہیں کیونکہ مادی نہیں ہے
کان وی از معدنست جای وی از لامکاں
اس کی اصل روحانی ہے اور اس کا مکان لامکان ہے

۶
عالم علوی بود جلوہ گہ مرغ ما
عالم علوی میرے مرغ کا جلوہ گاہ ہے
آب خور او بود گلشن باغ جناں
آب و دانہ اس کا بہشت کا باغ ہے

۷
چوں دم وحدت زنی حافظ شوریدہ حال
اے حافظ شوریدہ حال جب تو وحدت کا دم مارتا ہے
خامہ توحید کش بر ورق انس و جاں
انس و جان کے دفتر پر توحید کے قلم سے خط نسخ کھینچ دے

۱۔ اس غزل میں خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نے معرفت کا دریا بہا دیا ہے ہمارا طائر روح اس دنیا اور اس قفس عنصری میں قید ہو کر آیا ہے اس کا آشیانہ عرش ہے۔

۲۔ مرنے کے بعد روح پرواز کر کے اپنے اصلی مقام یعنے عرش پر جائے گی۔

۵۔ روح کی اصل یہ مادہ نہیں ہے کہ کوئی خاص مقام اور مکان اس کے لئے ہو یہ ہر جگہ موجود ہو سکتی ہے +

۷۔ جب توحید کی گفتگو کرتا ہے تو کثرت عالم کو نظر انداز کر یعنے پہلے اس کثرت کی نفی کر پھر توحید ثابت ہوگی۔

۵ "ارکانیست" در اصل ارکانی نیست۔ بود بوجہ ضرورت شعری تخفیف کردہ "ارکان" دریجا یعنے اربعہ عناصر یعنے مادی مستعمل است ۱۲ مصحح

ای ذوق شہد لعل تو در کام من لذیذ
اے محبوب تیرے لعل کا شہد میرے حلق میں مزہ دیتا ہے

حلوائے قند گرسنہ را در دہن لذیذ
بیشک قند کا حلوا بھوکے کے منہ میں مزہ دیتا ہے

دندان یار در دہن تنگ خوش نمود
یار کے دانت تنگ منہ میں کیا خوب نظر آئے

در کام حقہ دانۂ دُرِّ عدن لذیذ
ڈبیہ میں عدن کے موتی کے دانے کی طرح

شہد و شکر ہر آنچہ ببازار عالم ست
تمام جہان کی شہد و شکر کہ بازار میں ہے

شیرین ازوست در دہنم این سخن لذیذ
میرے منہ میں یہ بات اس سے زیادہ شیریں بلکہ لذیذ ہے

حظے دہد بعنبر زلفت دماغ را
تیری زلف کے عنبر سے دماغ کو معطر کرتا ہے

باشد بمغز نفحۂ مشک ختن لذیذ
ہاں ختن کے مشک کی خوشبو دماغ میں بھلی معلوم ہوتی ہے

مارا بکام دیدہ ز اشک سفید و سرخ
ہماری آنکھ میں سفید اور سرخ آنسوؤں سے

حظیست چون بباغ گل یاسمن لذیذ
ایک وہ کیفیت ہے کہ باغ میں گل یاسمن ہوتی ہے

گر خلق را بکام بود لذت از بہی
اگر خلق کے حلق میں بہی لذیذ معلوم ہوتی ہے

بیمار عشق را شدہ سیب ذقن لذیذ
عشق کے بیمار کے لئے سیب ذقن ہی لذیذ ہے

عشق رخت بخاطر حافظ ز جملہ بہ
حافظ کی خاطر میں تیرے رخ کا عشق سب سے بہتر ہے

در مغز بلبل از ہمہ بوئے چمن لذیذ
بلبل کو دماغ میں سارے چمن کی بو سب رنگی بو سے اچھی معلوم ہوتی ہے

نام میوہ است غیاث ۱۲ ار
صحیح ۱۲

اے گفتگوئے لعل تو در کام جان لذیذ
اے محبوب تیرے لعل لب کی گفتگو جان کے مذاق میں مزیدار معلوم ہوتی ہے

شکر لبت چو طعم شکر در دہان لذیذ
اور تیرے لب بھی شکر منہ میں شکر کے ذائقہ کی طرح مزیدار معلوم ہوتے ہیں

دندان تست قطرۂ شیر و شکر لبت
تیرے دانت دودھ کا قطرہ اور تیرے لب شکر ہیں

در کامہاست شیر و شکر ہر آن لذیذ
اسی لئے مذاقوں میں دودھ اور شکر مزیدار معلوم ہوتے ہیں

خونِ دل و کبابِ جگر ہر دو بہر تست

دل کا خون اور جگر کے کباب دونوں تمہارے لئے ہیں

باشد بہم کباب و مئی ارغواں لذیذ

سچ تو یہ ہے کہ سرخ شراب اور کباب دو آپس میں مزیدار ہوتے ہیں

گفتم حدیث لطف تو آمد سخن لطیف

میں نے تیرے لطف و خوبی کا جو ذکر کیا میرا کلام لطیف ہو گیا

کردم بیانِ وصف لبت شد بیاں لذیذ

جب میں نے تیرے لب کے اوصاف بیان کئے تو میرا بیان مزیدار ہو گیا

دل ناوک تو خواست کہ باشد ہمائے را

تیرا تیر دل کا خواہاں تھا کیونکہ ہما کو

نسبت بطعمہائے دگر استخواں لذیذ

دوسری غذاؤں کی نسبت ہڈیاں مزیدار معلوم ہوتی ہیں

و از بسکہ چاشنی حسن دلبریست

اس قدر دلبری کے حسن کی چاشنی اس میں ہے

پیوستہ حرف او گذرد بر زباں لذیذ

کہ ہمیشہ اس کا ذکر زبان پر مزیدار معلوم ہوتا ہے

حافظ بسی ز شیرۂ جاں پخت حلوہ

حافظ نے بہت سے حلوے جان کے شیرہ سے پکائے

در آرزوی آں لب و نامد چناں لذیذ

اس لب کی آرزو میں لیکن ویسے مزیدار نہیں معلوم ہوتے

اے کہ شور افگندہ در بزم شاہاں از نمک

اے وہ کہ تو نے بادشاہوں کی محفل میں اپنے نمک سے شور ڈال رکھا ہے

داد مستانِ لبت از خندہ بستاں از نمک

اپنے لب کے مستوں کا انصاف نمکین خندہ سے لے

می برد آب گہر لعلت بدرپاشی و لطف

تیرے لعل لب دُرپاشی اور لطف میں گوہر کو بے آبرو کرتے ہیں

میکند نرخ شکر یاقوت ارزاں از نمک

تیرے یاقوت شکر کا مول نمک سے بھی ارزاں کرتے ہیں

از نمک خنداں کنی ہر دم بنوعی پستہ را

تو ہر دم پستے کو ایک نئی ہی طرح سے نمک سے خنداں کرتا ہے

دیدہ آں را گر دل پستہ خنداں از نمک

تو نے اس کو دیکھا ہے کہ پستہ نمک سے خنداں ہوتا ہے

شور می بینم ازاں جادوے مست در شراب

میں تیرے اس مست جادوگر سے شراب میں شور دیکھتا ہوں

ذوق می یابم دراں چاہ زنخداں از نمک

اور اس چاہ زنخداں میں نمک سے ذائقہ پاتا ہوں

گر نباتت میربائد جان بشیرینی و لطف
اگر تیری نبات لطف و شیرینی سے جان کو لبھاتی ہے

قند شور انگیز لعلت میدہد جان از نمک
تو تیرے لب لعل کا شور انگیز قند اپنی نمکینی سے جان عطا کرتا ہے

شد دلم ریش از لب پر شور شیرینت ولی
اگرچہ میرا دل تیرے پر شور اور شیریں لب سے زخمی ہوا ہے لیکن

میکند زخم مرا ہر لحظہ درمان از نمک
ہر گھڑی میرے زخم کا علاج نمک سے کر رہا ہے

آب حیوان یافت حافظ از نمکدان لبت
حافظ نے تیرے لب کے نمکدان سے آب حیات پایا

گرچہ ہرگز کس نیابد آبحیوان از نمک
اگرچہ کبھی کسی نے آب حیات نمک سے نہیں پایا ہے

قصائد

شد عرصۂ زمیں چو بساط ارم جواں
اس زمین کا میدان ارم کے صحن کی طرح جوان ہو گیا

از پرتو سعادت شاہ جہانیاں
اہل جہان کے بادشاہ کی نیکبختی کے سائے سے

خاقان شرق و غرب کہ در غرب و شرق اوست
شرق اور غرب کا خاقان کہ وہ شرق اور غرب میں ہے

صاحبقران و خسرو و شاہ خدائیگاں
صاحبقران اور خسرو اور بادشاہ بادشاہوں کا ہے

خورشید ملک پرور و سلطان دادگر
ملک کی پرورش کرنے والا آفتاب انصاف پسند سلطان

دارائے عدل گستر و کسرے کی نشاں
عدل کرنے والا حاکم اور کیقباد کا دبدبہ رکھنے والا کسرے

سلطان نشان عرصۂ اقلیم سلطنت
سلطنت کی ولایت کے عرصے کا سلطان نشان

بالانشین مسند ایوان لامکاں
لامکان کے ایوان کی مسند کا بالانشین

دارائے دہر شاہ شجاع آفتاب ملک
زمانے کا حاکم شاہ شجاع ملک کا آفتاب

خاقان کامگار و شہنشاہ نوجواں
مقصد ور خاقان اور نوجوان شہنشاہ

ماہی کہ شد ز طلعتش افروختہ زمیں
ایسا چاند کہ اس کی صورت سے زمین روشن ہو گئی

شاہی کہ شد ز ہمتش افروختہ زماں
ایسا بادشاہ کہ اسکی ہمت سے زمانہ منور ہو گیا

سیمرغ وہم را نبود قوت عروج
وہم کے سیمرغ کو بلند ہونے کی طاقت نہیں ہے

آنجا کہ باز ہمت او سازد آشیاں
جہاں اسکی ہمت کا باز گھونسلہ بناتا ہے

گر در خیال چرخ فتد عکس تیغ او
اگر آسمان کے خیال میں اسکی تلوار کا عکس پڑ جائے

از یکدگر جدا شود اجزائے آسماں
آسمان کے اجزا ایک دوسرے سے جدا ہو جاویں

حکمش رواں چو باد بر اطراف بحر و بر
اس کا فرمان مثل ہوا بحر و بر پر جاری ہے

مہرش رواں چو روح بر اعضائے انس و جاں
اسکی محبت روح کی طرح جنوں اور انسانوں کے جوڑوں میں جاری ہے

ای صورت تو ملک جمال و جمال ملک
اے ممدوح تیری صورت جمال کا ملک اور ملک کا جمال ہے

وے طلعت تو جان جہان و جہان جاں
اور اے ممدوح تیرا دیدار جہان کی جان اور جان کا جہان ہے

تخت تو رشک مسند جمشید و کیقباد
تیرا تخت جمشید اور کیقباد کی مسند کو رشک دینے والا ہے

تاج تو عین افسر دارا و داوراں
تیرا تاج دارا اور داوراں کے سر کا تاج ہے

تو آفتاب ملکی و ہر جا کہ میروی
تو ملک کا سورج ہے اور جہاں کہیں کہ تو جاتا ہے

چوں سایہ از قفائے تو دولت بود رواں
سائے کی طرح دولت تیرے پیچھے پیچھے چلتی ہے

ارکاں نپرورد چو تو داور ز ہیچ قرن
تجھ جیسے حاکم کی کسی زمانے میں اربعہ عناصر نے پرورش نہیں کی

گردوں نیاورد چو تو اختر بصد قراں
آسمان نے مثل تیری ستارہ سو قرن میں بھی نہیں نکالا

بی طلعت تو جان نگراید بکالبد
بغیر تیرے دیدار کے جان قالب کیطرف میل نہیں کرتی

بی نعمت تو مغز نہ بندد در استخواں
بغیر تیری نعمت کے ہڈیوں میں مغز نہیں بندھتا

ہر دانشی کہ در دل دفتر نیامدہ ست
ہر عقل جو بیچ دل دفتر کے نہیں آئی ہے

دارد چو آب خامۂ تو بر سر زباں
تیرا قلم آب کی طرح اپنی نوک زبان پر رکھتا ہے

دست ترا بابر که آرد شبیه کرد

تیرے ہاتھ کو ابر کے ساتھ کون تشبیہ دیسکتا ہے

با پایۂ جلال تو افلاک پایمال

تیری بزرگی کے آگے آسمان شرمسار ہے

علم از تو با کرامت و عقل از تو با فروغ

علم تجھ سے بزرگی والا ہے اور عقل بھی تجھسے روشن ہے

بر چرخ علم ماہی و بر فرق مہر تاج

علم کے آسمان پر تو ماہ ہے اور مہر کے سر پر تو تاج ہے

اے خسرو رفیع جناب و منیع قدر

اے بلند قدر بڑی درگاہ والے خسرو

اے آفتاب ملک کہ در جنب ہمتت

اے آفتاب ملک کے کہ تیری ہمت کے مقابلہ میں

در جنب بحر جود تو از ذرہ کمتر است

تیری بخشش کے سمندر میں ذرے سے کمتر ہے

گردوں برائے خیمۂ خورشید فلکہ ات

آسمان نے تیرے خیمے کیواسطے کہ جسکی چوٹی آفتاب ہے

ایں اطلس منقش نہ توے زرنگار

یہ نو تہ کی زرنگار منقش اطلس

بودی درون گلشن و از پردلان تو

تو باغ میں ہی تھا اور تیرے دلاوروں سے

چوں ابر رہ کہ ریزد ہر قطرہ قطرہ آں

جبکہ یہ ہتھیلیاں کی تھیلیاں دیتا ہے اور وہ قطرہ قطرہ

در بحر جود دست تو در دہر داستاں

اور تیرے ہاتھ کی بخشش کے سمندر کی دنیا میں مشہور ہے

شرع از تو در حمایت و دیں از تو در اماں

شرع تیری حمایت میں ہے اور دین تیری امان میں ہے

در چشم فضل نوری و در جسم ملک جاں

فضل کی آنکھ میں تو نور ہے اور ملک کے جسم میں جان

وے داور عدیم مثال عظیم شاں

اور اے بزرگ شان سے بے مثال حاکم

چوں ذرہ حقیر بود گنج شائگاں

گنج شائگان مثل ذرے کے ناچیز و حقیر ہے

صد گنج شائگاں کہ بہ بخشی برائگاں

سو گنج شائگان کیونکہ تو مفت بخش دیتا ہے

از کوہ ابر ساختہ تا زیر سایباں

پہاڑ سے ابر پیدا کئے تاکہ وہ نیچے سائبان کے رہے

چتر بلند بر سر خرگاہ خویش داں

ایک بلند چتر اپنے بڑے خیمے کے سر پر جان

در ہند بود غلغل و در زنگ بد فغاں

ہند میں شور و غوغا اور زنگ میں چیخ پکار تھی

در دشت روم خیمہ زدی تا غریو کوس

جبکہ تونے روم کے میدان میں خیمہ لگایا تو نقارے کا شور

تا قصرِ[1] زرد تاختے ولزرہ او فتاد

جبکہ تونے زرد قصر پر حملہ کیا ہے تو لرزہ پڑگیا

آں کیست کو بملک کند با تو ہمسری

وہ کون ہے کہ بادشاہی میں تیرے ساتھ برابری کرے

اینک بطرفِ گلشن و بستان ہمی روی

اب تو طرف گلشن اور بوستاں کے جارہا ہے

اے ملہمے کہ درصفِ کروبیان قدس

اے الہام کرنیوالے کہ پاک کروبیوں کی صف میں ہے

دادہ فلک عنان ارادت بدست تو

آسمان نے تیرے ارادے کی باگ تیرے ہاتھ میں دی ہے

خصمت کجاست درتہ پائی خود فگن

تیرا دشمن کہاں ہے اسکو اپنے قدموں کے نیچے خراب کر

در دشت سند رفت و بیابان سیستاں

سیستان کے بیابان اور سند کے میدان میں گیا

در قصرہائے قیصر و در خانہائے جاں

جان کے مکانوں اور قیصر کے قصروں میں۔

از مصر تا بروم و زچین تا بقیرواں

مصر سے لیکر روم تک اور چین سے لیکر قیروان تک

با بندگاں سمند سعادت بزیر راں

ایسے غلاموں کو ساتھ لے کہ جنکی ران کے نیچے نیکبختی کے گھوڑے ہیں

فیضے رسد بخاطر پاکت زماں زماں

ایک بڑا فیض تیرے پاک دل میں گھڑی گھڑی پہنچ رہا ہے

یعنی کہ من کیم بمراد خودم رساں

یعنی کہ میں کون ہوں تو میری مراد بر لا

یار تو کیست بر سرِ چشم نشاں

تیرا مددگار کون ہے اسکو میری آنکھوں میں بٹھا

ہم کام من بخدمت تو گشتہ منتظم

میرا مقصود بھی تیری خدمت کرنے سے درست ہوا۔

ہم نام من بمدحت تو گشتہ جاوداں

اور میرا نام بھی تیری تعریف سے ہمیشگی پکڑ گیا۔

[1] قصر محل کو کہتے ہیں جو چونے گچ کا پختہ بنا ہو اس جگہ قصر زرد ایک قلعے کا نام ہے، جو نہائیت محکم و آراستہ رہا ہے۔

ایضاً

سپیده دم که صبا بوی بوستاں گیرد
صبح کے وقت کہ صبا باغ کی ہوا کھاتی ہے
چمن ز لطف ہوا نکتہ بر جناں گیرد
چمن ہوا کی پاکیزگی سے بہشت پر نکتہ گیر ہوتا ہے

ہوا ز نکہت گل در چمن تتق بندد
ہوا گل کی خوشبو کا چمن میں پردہ باندھتی ہے
افق ز رنگ شفق رنگ گلستاں گیرد
آسمان کا کنارہ شفق کی رنگ سے گلستاں کا رنگ اختیار کرتا ہے

نوائی چنگ بدانساں زند صلائی صبوح
چنگ کی آواز اسطرح پر صبوح کی آواز لگاتی ہے
کہ پیر صومعہ راہ در مغاں گیرد
کہ عبادتخانے کا پیر بت خانہ کی راہ اختیار کرتا ہے

شہ سپہر چو زریں سپر کشد بر سر
آسمان کا بادشاہ یعنی سورج جبکہ سنہری ڈھال سر پر کھینچتا ہے
بہ تیغ صبح و عمود افق جہاں گیرد
تو صبح کی تلوار اور افق کے گرز سے جہان کو قابو کرتا ہے

برغم زاغ سیہ شاہباز زریں بال
برخلاف کالے کوے کے سنہرے بازو والا شاہباز
دریں مقرنس زنگاری آشیاں گیرد
اس زنگاری چھت میں گھونسلا بناتا ہے

بہ بزمگاہ چمن رو کہ خوش تماشا ئیست
چمن کی بزمگاہ میں چل کہ ایک بہت خوب تماشا نظر آتا ہے
چو لالہ کاسۂ زریں ارغواں گیرد
جبکہ لالہ ارغوان کا سنہرا پیالہ لیتا ہے

چو شہسوار فلک بنگرد بجام صبوح
جبکہ شہسوار فلک دیکھتا ہے طرف جام صبوح کے
کہ خور بشعشۂ خود مہر خاوراں گیرد
کہ آفتاب اپنی شعاع میں مہر خاوراں اختیار کرتا ہے

صبا نگر کہ دمادم چو رند شاہد باز
ذرا صبا کو دیکھ کہ دمبدم شاہد باز رند کی طرح
گہی لب گل و گہ زلف ضیمراں گیرد
کبھی لب گل کا اور کبھی زلف ضیمران کی پکڑتی ہے

ز اتحاد ہیولیٰ و اختیار صور
ہیولیٰ کے اتحاد اور صورتوں کے اختیار سے
خرد ز ہر گل نقش رخ بتاں گیرد
عقل ہر گل سے محبوبوں کے رخ کا تصور کرتی ہے

من اندراں کہ دم کیست آں مبارک دم
میں اس حیرت میں ہوں کہ ایسا مبارک دم کس کا دم ہے

کہ وقت صبح دریں تیرہ خاکداں گیرد
کہ صبح کے وقت اس تاریک کوٹھے میں اثر کرتا ہے

چہ حالتست کہ گل در چمن نماید روئے
کیا حالت ہے کہ پھول چمن میں چہرہ دکھا رہا ہے

چہ آتش ست کہ در مرغ صبح خواں گیرد
کیا آگ ہے کہ صبح خواں مرغ یعنی بلبل میں لگ رہی ہے

چہ پرتوست کہ نور چراغ صبح دھد
کیا روشنی ہے کہ صبح کے چراغ کا نور دے رہی ہے

چہ شعلہ ہست کہ در ماہ آسماں گیرد
کیا شعلہ ہے کہ آسمان کے چاند میں لگ رہا ہے

ضمیر دل نکشائیم بکس مرآں بہ
اب میرے لئے یہی بہتر ہے کہ دل کا راز کسی سے ظاہر نہ کروں

کہ روزگار غیورست و ناگہاں گیرد
کیونکہ زمانہ غیرتمند ہے اور یکایک گرفت کرتا ہے

چو شمع ہر کہ بافشائے راز شد مشغول
جو شخص کہ شمع کیطرح راز کے ظاہر کرنے میں مشغول ہوا

لبش زمانہ چو مقراض درمیاں گیرد
اس کے لبوں کو زمانہ قینچی کی طرح درمیان پکڑتا ہے

کجاست ساقی مہ روئے من کہ از سر مہر
میرا چاند سا ساقی کہاں ہے کہ محبت کی راہ سے

پیالۂ آورد از یار و از پیش جامے
یار کا پیالہ لادے اور اس کے بعد ایک جام

چو چشم مست خودش ساغر گراں گیرد
اپنی مست آنکھ کی طرح بڑا پیالہ لیتا ہے

بشادی رخ آں ماہ مہرباں گیرد
اس ماہ مہربان کے رخ کی خوشی میں نوش کرے

نوائے نغمۂ نے را چو برکشد مطرب
جبکہ مطرب بانسری بجانا شروع کرے

گہے عراق[1] زند گاہ اصفہاں گیرد
کبھی عراق اور کبھی اصفہان گا دے

چرا بصد غم و حسرت سپہر دائرہ شکل
کیوں سو غم اور حسرت کیساتھ دائرہ صورت آسمان

مرا چو نقطۂ پرکار درمیاں گیرد
مجھ کو پرکار کے نقطے کیطرح درمیان میں گھیرتا ہے

فرشتہ بحقیقت سروش عالم غیب
سروش عالم غیب حقیقت میں ایسا فرشتہ ہے

کہ روضۂ کرمش نکتہ بر جناں گیرد
کہ اسکے کرم کا روضہ نکتہ جنتوں پر پکڑتا ہے

[1] عراق نام ہے ایک مقام کا [illegible] کہ چاشت کے وقت گاتے ہیں اور اصفہان بھی موسیقی کے ایک پردہ کا نام ہے

سکندری کہ مقیم حریم او چون خضر
ایسا سکندر کہ اس کے بارگاہ کا مقیم خضر علیہ السلام
ز فیض خاک درش عمر جاوداں گیرد
اس کے دروازہ کی خاک کے فیض سے جاودانی عمر حاصل کرتا ہے

جمال چہرۂ اسلام شیخ ابو اسحٰق
اسلام کے چہرہ کا جمال شیخ ابو اسحق
کہ ملک در قدمش زیب بوستاں گیرد
کہ ملک اس کے قدموں کی وجہ سے باغ کی سی زینت حاصل کرتا ہے

گہے کہ بر فلک سروری عروج کند
جس وقت سرداری کے آسمان پر عروج کرتا ہے
نخست پایۂ خود فرق فرقداں گیرد
اول اپنا قدم فرقدان کے سر پر رکھتا ہے

چراغ دیدۂ محمود آنکہ دشمن را
محمود کی آنکھ کا چراغ وہ کہ دشمن کے
ز برق تیغ وی آتش بدوماں گیرد
خاندان میں اس کی تلوار کے کوندے سے آگ لگتی ہے

باوج ماہ رسد موج خوں چو تیغ کشد
جبکہ وہ تلوار کھینچتا ہے تو اس کی آسمان تک اوپر خون کی موج پہنچتی ہے
بہ تیغ چرخ برد حملہ چوں کماں گیرد
جبکہ کمان پکڑتا ہے تو آسمان کی شمشیر پر حملہ آور ہوتا ہے

عروس خاوری از شرع رائی انور شاہ
مشرقی دلہن (آفتاب) بادشاہ کی روشن رائے کی وجہ سے
بجائے خود بود ار راہ قیرواں گیرد
اگر قیروان کی راہ لیوے تو بجا اور درست ہے

ایا عظیم وقاری کہ ہر کہ بندہ تست
اے بڑے وقار رکھنے والے جو کہ تیرا بندہ ہے
ز رفع قدر کمر بند تواماں[١] گیرد
مرتبے کی بلندی کے سبب جوزا کا کمربند پکڑتا ہے

رسد ز چرخ عطارد ہزار تہنیت
عطارد کے آسمان سے ہزار مبارکبادیں پہنچتی ہیں
چو فکرت صنعت امر کن فکاں[٢] گیرد
جبکہ تیری فکر صنعت کن فکان کی اختیار کرتی ہے

مدام در پی طفل ست در وجود حدوث
ہمیشہ پیچھے لڑکے کے ہے وجود حدوث میں
سماک رامح[٣] ازاں روز و شب عناں گیرد
سماک رامح اس وجہ سے دن رات باگ پکڑے ہے

فلک چو جلوہ کناں بنگرد سمند ترا
آسمان جب تیرے گھوڑے کو جلوہ کرتا دیکھتا ہے
کمینہ پایگہش اوج کہکشاں گیرد
تو ادنیٰ جگہ کہکشاں کی بلندی کی قرار دیتا ہے

---

[١] جوزا ایک برج آسمانی سے ہے کہ بصورت جوڑا لڑکوں کے ہے [٢] کن فکان ہو جا پس ہو گیا مطلب یہ کہ جو تو فکر کرتا ہے وہی ہو جاتا ہے [٣] سماک رامح ایک ستارہ کا نام ہے۔

ملامتے چو کشیدی سعادتے دہدت
تمنے ملامت جو کھینچی ہے اسکے عوض تجھ کو سعادت نصیب ہوگی

کہ مشتری نسق کار خود ازاں گیرد
کیونکہ مشتری اپنے کام کا انتظام اس سے حاصل کرتا ہے

ز امتحان تو ایام را غرض آن ست
تیرے امتحان کرنے سے زمانہ کی غرض یہ ہے

کہ از صفائی ریاضت دلت نشاں گیرد
کہ ریاضت کی صفائی سے تیرا دل نشان حاصل کرے

وگرنہ پایۂ مصحف ازاں بلندتر ست
وگرنہ مصحف کا رتبہ اس سے زیادہ بلند ہے

کہ روزگار بر آں حرف امتحاں گیرد
کہ زمانہ اسپر انتظام کا نام لیوے

ز عمر برخورد آں کس کہ در ہمہ صفتی
عمر سے پھل کہاتا ہے وہ شخص کہ ہر صفت میں

نخست بنگرد آنگہ طریق آں گیرد
اول غور کرتا ہے بعد کو اسکا طریق اختیار کرتا ہے

مذاق جانش ز تلخی غم شود ایمن
اس کی جان کا مذاق غم کی تلخی سے بیخوف ہو دیگا

کسیکہ ہمچو شکر شکر تو در دہاں گیرد
جو شخص کہ تیرے شکر کی شکر منہ میں لیوے گا

چو جائے جنگ نہ بیند بجام آرد چنگ
جگہ موقع لڑائی کا نہیں دیکھتا جام کی طرف ہاتھ بڑہاتا ہے

چو وقت کار بود تیغ جانستاں گیرد
اور جبکہ وقت لڑائی کا ہوتا ہے جان لینے والی تلوار کا قبضہ پکڑتا ہے

ز لطف غیب بسختی رخ امید متاب
غیب کے لطف سے سختی کی حالت میں امید کا رخ مت پھیر

کہ مغز نغز مقام اندر استخواں گیرد
کیونکہ نادر مغز ہڈیوں کے اندر قرار پکڑتا ہے

شکر کمال حلاوت پس از ریاضت یافت
شکر نے بہت شیرینی ریاضت کے بعد پائی

نخست در شکن تنگ ازاں کراں گیرد
اسی سبب سے دل تنگ شکن میں سختی کی ابتدا کرتی ہے

دراں مقام کہ سیل حوادث از چپ و راست
اس مقام میں کہ حادثوں کی رو ہر طرف سے جاری ہے

چناں رسد کہ اماں از میاں کراں گیرد
ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اماں [illegible] سے کنارہ پکڑ لیگا

چہ غم بود ہمہ حال کوہ ثابت را
کیا غم ہے ہر حال میں پائدار پہاڑ کو

کہ حملہ ہائی چناں قلزمی جہاں گیرد
کہ ایسے حملے قلزم سے جہان کو لے لیں گے

اگرچه خصم تو گستاخ میرود حالی

اگرچہ تیرا دشمن اب گستاخ چل رہا ہے

که هرچه در حق این خاندان دولت کرد

کہ جو کچھ کہ اس نے اس خاندانِ دولت کیساتھ کیا ہو

خیال شاهی اگر نیست در سر حافظ

حافظ کے سر میں شاہی خیال اگر نہیں ہے

تو شاد باش که گستاخیش عنان گیرد

لیکن تو خوش ہو کیونکہ اسکی گستاخی ہی اسکی باگ پکڑیگی

جزاش بر زن و فرزند و خانمان گیرد

اس کا وبال اس کے بیوی بچوں اور خاندان پر پڑیگا

چرا به تیغ زبان عرصه زیان گیرد

کس واسطے زبان کی تلوار سے میدان میں نقصان لیوے

زمان عمر تو پاینده باد کین دولت

تیری عمر کا زمانہ قائم رہے کیونکہ یہ دولت

عطیه‌ایست که در کار انس و جان گیرد

ایک ایسا عطیہ ہے کہ جس سے تمام زمانہ فائدہ حاصل کرتا ہے

ایضاً

خیر مقدم مرحبا ای طائرِ میمون قدم

اے مبارک قدم پرندے نیک ہے آنا تیرا

میکنم در هجر تو انجام آغاز نیاز

میں تیرے ہجر میں نیاز کا انجام شروع کرتا ہوں

تا بدانی تو که هجران خون عاشق میخورد

تاکہ تو جان جائے کہ جدائی عاشق کا خون پیتی ہے

صحبت عشاق بدنامت کند زاهد برو

اے زاہد جا عاشقوں کی صحبت تجھے بدنام کردیگی

شادمان کردی مرا نازم ترا سر تا قدم

تونے مجھے خوش کیا لائق ہے میں سر پاؤں تک ناز کروں

زانکه شرح آرزومندی نیاید در قلم

کیونکہ آرزومندی کی شرح قلم میں نہیں آتی

نالهٔ شبگیر در کارست آه صبحدم

پچھلی رات کا رونا اور صبح کے وقت کی آہ کافی ہے

خوش نگه کن باده در جام است و مجلس منتظم

ذرا خوب غور کرکے تو دیکھ کہ شراب دور میں ہے اور انتظام مجلس

اعلان
واضح ہے کہ ہمارے ہاں کی الٰہی کتبخانہ میں
ہر علم و فن کی کتابیں یعنی عربی فارسی اردو پنجابی وغیرہ موجود
ہیں علاوہ ازیں قرآن مجید حمائلیں مترجم و معرا مطبوعہ مصر و استنبول بمبئی
بیروت لاہور پشاور لکھنؤ کانپور دہلی کلکتہ آگرہ وغیرہ وغیرہ موجود ہیں
جن اصحاب کو کسی طرح کی کتب یا قرآن مجید وغیرہ کی ضرورت ہو صرف
ایک کارڈ بھیجکر گھر بیٹھے بذریعہ ویلیو پے ایبل ارزاں بارعایت
مال وصول فرما سکتے ہیں دیگر کتب اسلامی جو
ہیں مفصل حالاتی فہرست کتبخانہ
جس میں ہر مذہب و ملت کے جملہ کتب مع قیمت
درج ہیں کارڈ آنے پر
مفت بھیجی جاتی ہے
المشتہر ملک الٰہی بخش محمد جلال الدین تاجران کتب بازار کشمیری لاہور